# شرح انتخابِ احادیث

## سنن ابی داؤد

## شرح معانی الآثار

ترجمہ
ابو العلاء محمد محی الدین جہانگیر
ادام اللہ تعالیٰ معالیہ وبارک ایامہ ولیالیہ

شارح
علامہ محمد لیاقت علی رضوی
دامت برکاتہم العالیہ

شبیر برادرز
اردو بازار ○ لاہور

# شرح انتخابِ احادیث

## سنن ابی داؤد

## 4

## شرح معانی الآثار


ترجمہ
ابو العلاء محمد محی الدین جہانگیر
ادام اللہ تعالی معالیہ وبارک ایامہ ولیالیہ

شارح
علامہ محمد لیاقت علی رضوی
دامت برکاتہم العالیہ



شبیر برادرز®
زبیدہ سنٹر ۴۰، اردو بازار لاہور
فون: 042-37246006

شبیر برادرز
اردو بازار ○ لاہور

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

ھو القادر





نام کتاب ــــــــــ شرح انتخاب احادیث

مترجم ــــــــــ ابو العلاء محمد محی الدین جہانگیر

کمپوزنگ ــــــــــ ورڈز میکر

باہتمام ــــــــــ ملک شبیر حسین

سن اشاعت ــــــــــ مارچ 2016ء
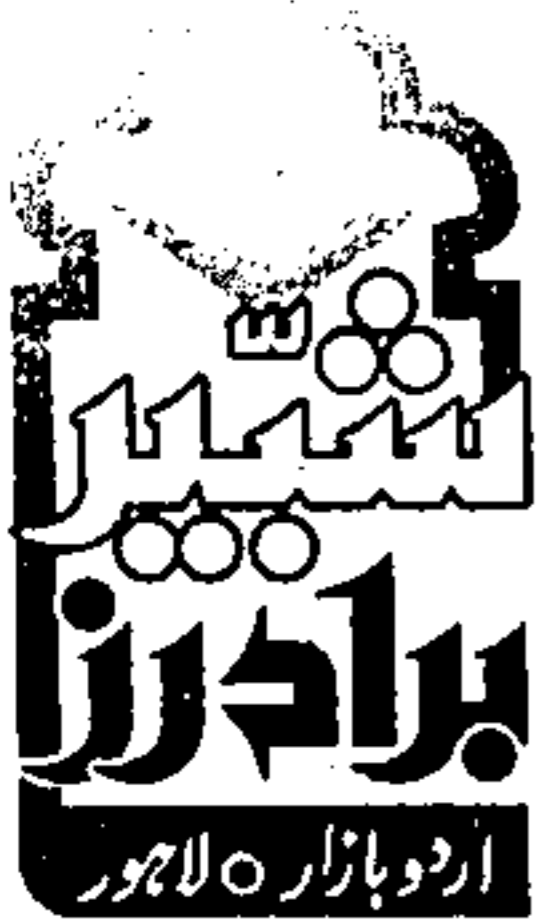
سرورق ــــــــــ اے ایف ایس ایڈورٹائزر لاہور

طباعت ــــــــــ اشتیاق اے مشتاق پرنٹرز لاہور

ہدیہ ــــــــــ -/900 روپے

## تنبیہ

ہمارا ادارہ شبیر برادرز کا نام بغیر ہماری تحریری اجازت بطور ملنے کا پتہ، ڈسٹری بیوٹر، ناشر یا تقسیم کنندگان وغیرہ میں نہ لکھا جائے۔ بصورت دیگر اس کی تمام تر ذمہ داری کتاب طبع کروانے والے پر ہوگی۔ ادارہ ہذا اس کا جواب دہ نہ ہوگا اور ایسا کرنے والے کے خلاف ادارہ قانونی کارروائی کا حق رکھتا ہے۔

شبیر برادرز

زبیدہ سنٹر ۴۰ اردو بازار لاہور

فون: 042-37246006

## ضروری التماس

قارئین کرام! ہم نے اپنی بساط کے مطابق اس کتاب کے متن کی تصحیح میں پوری کوشش کی ہے، تاہم پھر بھی آپ اس میں کوئی غلطی پائیں تو ادارہ کو آگاہ ضرور کریں تاکہ وہ درست کر دی جائے۔ ادارہ آپ کا بے حد شکر گزار ہوگا۔

# ترتیب

## سنن ابوداؤد شریف
### كِتَابُ السُّنَّةِ

## كِتَابُ الْفِتَنِ وَالْمَلَاحِمِ



## كِتَابُ الْمَهْدِيِّ



## كِتَابُ الْوَصَايَا

# شرح معانی الآثار

## کتاب الطلاق

# امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ

**نام:**

آپ کا نام سلیمان بن اشعث اور کنیت ''ابوداؤد'' ہے۔ آپ اپنی کنیت سے زیادہ مشہور ہیں۔

**اسم منسوب:**

آپ کا اسم منسوب ''سجستانی'' ہے جو افغانستان میں ''قندھار'' کے قریب ایک خطہ ہے۔

**پیدائش:**

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ 202ھ میں ''سجستان'' میں پیدا ہوئے۔

**اساتذہ:**

مشہور محدث حافظ ابن حجر عسقلانی نے اپنی تصنیف ''تہذیب التہذیب'' میں امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ کے اساتذہ کے طویل فہرست دی ہے جن میں سے بعض حضرات ''صحاح ستہ'' کے دیگر مؤلفین کے اساتذہ بھی ہیں۔

**تلامذہ:**

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ کے اساتذہ کی طرح ان کے تلامذہ کی مفصل فہرست بھی حافظ ابن حجر نے تحریر کی ہے جن میں امام ابوعبدالرحمان احمد بن شعیب نسائی رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی رحمۃ اللہ علیہ (جو صحاح ستہ کے مؤلفین میں شامل ہیں) کے اسماء بھی نقل کیے ہیں۔

**تصانیف:**

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ کے سوانح نگاروں نے ان کی کئی تصانیف کا ذکر کیا ہے جن میں سب سے زیادہ شہرت ان کی ''سنن'' کو حاصل ہوئی جسے ''سنن ابوداؤد'' کہا جاتا ہے۔

**سنن ابی داؤد:**

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ کی ''سنن'' وہ سب سے پہلی تصنیف ہے جس میں فقہی امور سے متعلق احادیث کو مرتب کرنے کی طرح

ڈالی گئی۔اس سے پہلے ''جوامع'' اور ''مسانید'' مرتب کرنے کا رواج تھا۔

''سنن'' کی طرز پر کتاب مرتب کرنے کا یہ فائدہ سامنے آیا کہ اس کے بعد روزمرہ زندگی سے متعلق حلال وحرام کا علم حاصل کرنا آسان ہوگیا۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''مجتہد کیلئے علم حدیث میں یہی ایک کتاب (سنن ابی داؤد) کافی ہے''۔

سنن ابوداؤد کی اہمیت اور افادیت کے پیش نظر اس کی کئی ایک شروح تحریر کی گئی ہیں جن میں سب سے زیادہ شہرت ابوسلیمان احمد بن محمد بن ابراہیم خطابی کی تصنیف ''معالم السنن'' کو حاصل ہوئی۔ بعد میں آنیوالے تقریباً سبھی شارحین نے اس کتاب سے بھرپور استفادہ کیا ہے۔

اس کے علاوہ ''صحیح بخاری'' کے مشہور شارح ''حافظ بدرالدین محمود عینی'' نے بھی اس کی ایک مختصر شرح تحریر کی ہے جس کے چند اجزاء شائع ہو چکے ہیں۔

امام جلال الدین سیوطی شافعی رحمۃ اللہ علیہ، جنہوں نے ''صحاح ستہ'' کی سبھی کتابوں پر حواشی وشروح تحریر کی ہیں۔ انہوں نے بھی ''سنن ابی داؤد'' کی ایک مختصر شرح تحریر کی ہے۔

**انتقال:**

جمعہ کے دن 16 شوال 275 ہجری میں امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہوگیا۔ وصال کے وقت ان کی عمر 73 برس تھی۔

# فہرست ابواب

| | |
|---|---|
| کتابُ السنۃ | |
| کتابُ الفتن والملاحم | |
| کتابُ المہدی | |
| کتابُ الوصایا | |
| کتابُ الایمان والنذور | |

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

# كِتَابُ السُّنَّةِ

# سنت کا بیان

## لفظ سنن کے مختلف لغوی معانی کا بیان

لفظ سنن، سُنّت، کی جمع ہے اور، سُنّت، سے مراد وہ طریقہ ہے جس پر انسان چلتا ہے اور اس کو لازم پکڑ لیتا ہے۔ اسی معنی میں، سنۃ الانبیاء، یعنی ''انبیاء کا طریقہ'' کا لفظ بھی استعمال ہوتا ہے۔

ایک شاعر خالد الہذلی نے اپنے ماموں ابوذؤیب کے بارے میں کہا ہے۔ جس رستے پر تو چل پڑے تو پھر اس پر گھبراہٹ محسوس نہ کر، کیونکہ سب سے پہلا شخص جو کسی رستے سے راضی ہوتا ہے وہ وہی ہوتا ہو جو اُس پر چلنے والا ہو''۔

ایک اور شاعر نے کہا ہے: آل ہاشم کے وہ لوگ جو، طف، نامی مقام میں ہیں، انہوں نے صبر کیا ہے اور ایک دوسرے کو تسلی دیتے ہوئے باعزت لوگوں کے لیے (صبر کا) ایک طریقہ چھوڑا ہے''۔

لبید کا شعر ہے: وہ لوگ ایک ایسی قوم میں سے ہیں جن کے لیے ان کے آباء واجداد نے ایک طریقہ چھوڑا ہے اور ہر قوم کا ایک طریقہ اور اس کا کوئی امام ہوتا ہے۔

مفضل، نے کہا ہے کہ، سُنّت، سے مراد، امت، ہے اور اس نے دلیل کے طور پر یہ شعر پڑھا ہے۔ لوگوں نے تمہاری بزرگی جیسی بزرگی کسی میں نہیں پائی اور پچھلی اقوام میں تمہاری قوم جیسی قوم نہیں دیکھی''۔

اس میں، سُنّت، کا معنی، قوم، لینے میں کوئی دلیل نہیں ہے، کیونکہ یہ احتمال بھی موجود ہے کہ، سنن، سے مراد، اہل سنن، ہوں۔

امام خلیل کا کہنا ہے کہ، سن الشیء، کا معنی کسی شے کی صورت بنانا ہے اور، حما مسنون، کا لفظ بھی اسی سے ہے، جس کا معنی، صورت دیا گیا کیچڑ، ہے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ، سن الماء والدرع، اس وقت کہا جاتا ہے جبکہ ان کو انڈیل دیا جائے اور، حما مسنون، کا اس سے ہونا ممکن ہے، لیکن انڈیلنے کی مٹی کی طرف نسبت بعید ہے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ، مسنون، سے مراد، متغیر، ہے۔ بعض اہل لغت کا کہنا ہے: یہ لفظ، سن الماء، سے ہے، یعنی جب کوئی شخص مسلسل پانی انڈیلتا رہے۔ پس، سن، کا بنیادی معنی پانی اور پسینہ وغیرہ انڈیلنا ہے۔

زہیر کا شعر ہے۔ ہم ان گھوڑوں کو دشمن کا سامنا کرنے کے لیے روزانہ تیار کرتے ہیں اور ان کے کھروں پر ان کا پسینہ بہایا جاتا ہے۔ یعنی ان پر پسینہ بہایا جاتا ہے۔ اس شعر میں رستے کو انڈیلے ہوئے پانی سے تشبیہ دی گئی ہے، یعنی انڈیلے ہوئے پانی

میں پانی کا بہنا مسلسل ایک ہی نہج پر ہوتا ہے۔ پس، سُنّت، کا لفظ، اسم مفعول، کے معنی میں ہے جیسا کہ، غرفۃ، کا لفظ ہے۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ سُنّت کا لفظ، سننت النصل، سے ہے، یعنی میں نے چاقو کے پھل کو تیز کیا۔ یعنی جب میں نے اس کو کسی سان پر تیز کیا ہو۔ اور، سُنّت، سے مراد اچھا طریقہ ہوگا کہ جس کا اہتمام کیا جائے، جیسا کہ چاقو کے پھل کی پرواہ وغیرہ کی جاتی ہے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ، سُنّت، کا لفظ، سن الابل، سے ماخوذ ہے، یعنی انٹوں کی اچھی طرح نگہبانی کرنا اور، سُنّت، کا معنی یہ ہوگا کہ صاحب سُنّت کی حیثیت اپنی قوم کی نگرانی میں ایسی ہی ہوگی جیسا کہ ایک چرواہا اپنے اونٹوں کی نگہبانی کرتا ہے۔ اور جس کام کو رسول اللہ نے جاری کیا اس کو، سُنّت، کا نام اس لیے دیا گیا ہے کہ آپ نے اس کام کی اچھی طرح نگہبانی کی اور اس کو دوام بخشا۔

## سنت کی لغوی تعریف کا بیان

علامہ ابن منظور الافریقی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: سنت کا لغوی معنی راستہ یا طریقہ ہے۔ سنت سے مراد طریقہ ہے چاہے اچھا ہو یا برا ہو اور حدیث میں ہے کہ جس نے کوئی اچھا طریقہ جاری کیا تو اس کے لیے اس کا اجر ہے اور جس نے اس طریقے پر عمل کیا تو اس جاری کرنے والے کے لیے بھی اس کا اجر ہے۔ اور جس نے کوئی برا طریقہ جاری کیا مراد یہ ہے کہ جس نے اس برے طریقے پر عمل کیا تا کہ اس طریقے میں اس کی پیروی کی جائے۔ اور ہر وہ شخص جو کہ پہلی مرتبہ کوئی کام کرتا ہے اور اس کے بعد آنے والوں نے اس پر عمل کیا تو کہا گیا ہے کہ اس نے اسے جاری کیا۔ (لسان العرب: باب س۔ن۔ن)

علامہ زبیدی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ سنت سے مراد طریقہ ہے چاہے اچھا ہو یا برا، جبکہ علامہ ازہری کا قول یہ ہے کہ سنت سے مراد پسندیدہ اور سیدھا رستہ ہے۔ اسی لیے کہا جاتا ہے کہ فلاں شخص، اہل سنت، میں سے ہے، یعنی سیدھے اور پسندیدہ رستے پر ہے۔ (تاج العروس: باب س۔ن۔ن)

علامہ ابن الاثیر الجزری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کا اصل معنی طریقہ اور رستہ ہے مجوس کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کے الفاظ ہیں: ''ان کے بارے میں اہل کتاب کی سنت (طریقہ) جاری کرو'' یعنی ان سے بھی اہل کتاب کی طرح جزیہ وصول کرو۔ (النھایۃ فی غریب الحدیث: باب السین مع النون)

امام راغب رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے مراد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ طریقہ ہے کہ جس کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم قصد کرتے تھے۔ (المفردات: باب س۔ن۔ن)

امام ابن فارس رحمہ اللہ لکھتے ہیں سنت کا معنی طریقہ ہے اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے مراد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ ہے۔ (معجم مقاییس اللغۃ: باب س۔ن۔ن)

## سنت کے اصطلاحی مفہوم کا بیان

فقہاء، اصولیین، محدثین اور علمائے متکلمین نے سنت کا لفظ مختلف معنوں میں استعمال کیا ہے۔ ان علماء کا سنت کی تعریف میں یہ اختلاف، اختلافِ تضاد نہیں ہے بلکہ تنوع کا اختلاف ہے۔ علماء کی ہر جماعت نے اپنے میدان، موضوع اور اس کے دائرہ

کار کے اعتبار سے سنت کی تعریف کی ہے اور ان میں ہر جماعت دوسری جماعت کی سنت کی تعریف کو بھی مانتی اور قبول کرتی ہے۔

## فقہاء کے نزدیک سنت کی تعریف

علم الفقہ میں سنت کا لفظ فرض کے بالمقابل استعمال کیا جاتا ہے۔ اور جب فقہاء کسی فعل کے بارے میں یہ کہتے ہیں کہ وہ سنت ہے تو اس سے ان کی مراد یہ ہوتی ہے کہ وہ فرض نہیں ہے۔

الدکتور وھبہ الزحیلی لکھتے ہیں: فقہاء کے نزدیک سنت سے مراد وہ چیز ہے جو کہ عبادات سے متعلق ہو اور واجب یعنی فرض نہ ہو۔ عام طور پر اس سنت یعنی جو فرض نہیں ہے کو مندوب بھی کہتے ہیں۔ (اصول الفقہ الاسلامی: ص ۴۵۰)

## محدثین کے ہاں سنت کی تعریف

محدثین کے نزدیک سنت اور حدیث قریباً مترادف ہیں۔ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال، افعال، تقریرات اور پیدائشی واکتسابی اوصاف کا نام ہے۔ جبکہ ان چاروں چیزوں کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نسبت حدیث کہلاتی ہے۔ یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی قول، فعل، تقریر یا صفت کو جب کوئی صحابی رسول اللہ کی طرف منسوب کرتا ہے تو صحابی کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اس نسبت کو حدیث کہتے ہیں۔ سنت اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال، افعال، تقریرات اور اوصاف کا نام ہے تو حدیث اس کی روایت ہے۔ اس لحاظ سے دیکھا جائے تو سنت اور حدیث میں کچھ فرق نہیں ہے۔

حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال، افعال، تقریرات اور اوصاف کے حوالے سے جو کچھ بیان ہو رہا ہے وہ سنت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حدیث کی امہات الکتب میں سے اکثر کے نام سنن سے شروع ہوتے ہیں مثلاً سنن ابی داود، سنن نسائی، سنن ابن ماجہ وغیرہ۔ سنت اور حدیث میں ایک فرق یہ ہے کہ حدیث کا لفظ سنت کی نسبت عام ہے کیونکہ حدیث کا مقصود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی سے متعلق جمیع حالات، واقعات، اقوال اور افعال وغیرہ کو جمع کرنا ہے، چاہے وہ بعثت سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے صادر ہوں یا بعثت کے بعد ہوں۔ جبکہ سنت صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان اقوال وافعال وتقریرات وغیرہ پر مشتمل ہوگی جو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بطور شریعت صادر ہوں۔ اس پہلو سے غالب وصف کا اعتبار کرتے ہوئے احادیث کی کتب کو سنن کہا گیا ہے۔

ڈاکٹر حمزہ ملیباری لکھتے ہیں کہ اصطلاح میں سنت سے مراد ہر وہ قول یا فعل یا تقریر یا اکتسابی وصف ہے جو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد سے لے کر وفات تک کے دورانیے میں بطور شریعت صادر ہوا ہو۔ جبکہ حدیث نبوی سے مراد ہر وہ قول، فعل، تقریر، پیدائشی یا اکتسابی وصف ہے کہ جس کی نسبت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کی گئی ہو، چاہے یہ بعثت سے پہلے ہو یا بعد میں ہو، چاہے بطور شریعت صادر ہوا ہو یا شریعت نہ ہو۔ مجازاً اس کا اطلاق صحابہ اور تابعین کے اقوال، افعال، تقریرات اور اوصاف پر بھی ہو جاتا ہے۔

پس اس پہلو سے حدیث، سنت کی نسبت عام ہے کیونکہ سنت سے مراد صرف وہی امور ہیں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے

بطورِ شریعت صادر ہوئے ہوں۔ (علوم الحدیث فی ضوء تطبیقات المحدثین النقاد: ص ۱۵، ۱۶)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ ہر حدیث شریعت نہیں ہے مثلاً وہ احادیث جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت سے ماقبل کی زندگی کے حالات وافعال پر مشتمل ہیں یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیدائشی اوصاف کو بیان کرنے والی ہیں وغیرہ۔ جن احادیث کا تعلق شریعت سے ہے وہ سنت ہیں۔ اسی لیے جب بھی شریعتِ اسلامیہ کے مصادر کی بات کی جاتی ہے تو قرآن وسنت کہا جاتا ہے نہ کہ قرآن و حدیث۔ دوسری اہم بات یہ معلوم ہوئی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر قول یا فعل سنت نہیں ہے بلکہ وہی اقوال وافعال سنن ہیں جو کہ بطورِ شریعت آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے صادر ہوئے ہیں۔

## علمائے اصول کے نزدیک سنت کی تعریف

اصولیین کے نزدیک سنت کی تعریف میں الدکتور عبدالکریم زیدان لکھتے ہیں کہ اصولیین کی اصطلاح میں قرآن کے علاوہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو بھی اقوال، افعال اور تقریرات صادر ہوئی ہیں وہ سنت ہیں۔ پس سنت اس اعتبار سے ادلۂ احکام میں سے ایک دلیل ہے اور مصادر شریعت میں سے ایک مصدر ہے۔ (الوجیز: ص ۱۶۱، ۱۶۲)

اصولیین کا اصل موضوع یہ ہے کہ کیا چیز شریعت ہے اور کیا چیز شریعت نہیں ہے۔ اس لیے اصولیین نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات کو سنت کی تعریف میں شامل نہیں کیا کیونکہ اصولیین کے نزدیک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیدائشی یا اکتسابی اوصاف سے کوئی حکم شرعی مستنبط نہیں ہوتا جبکہ محدثین کے نزدیک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اکتسابی اوصاف سے بھی کوئی شرعی حکم نکل سکتا ہے لہٰذا انہوں نے اکتسابی اوصاف کو بھی سنت کی تعریف میں داخل کر دیا ہے۔ فقہاء کے مختلف طبقات نے مختلف پہلوؤں سے سنت کے معنی ومفہوم پر روشنی ڈالی ہے اور ان معانی میں جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں، کوئی تضاد نہیں۔ فقہاء، محدثین اور اصولیین کے نزدیک سنت کا اطلاق صرف انہی امور پر ہوگا جو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بطورِ شریعت صادر ہوئے ہیں۔

## سنّت اور حدیث میں فرق ہونے کا بیان

نکاح کرنا سنّت ہے، حدیث نہیں؛ قربانی کرنا سنّت ہے، حدیث نہیں؛ مسواک کرنا سنّت ہے، حدیث کوئی نہیں کہتا۔ سنت کا لفظ ایسے عمل متوارث پر بھی بولا جاتا ہے جس میں نسخ کا کوئی احتمال نہ ہو، حدیث کبھی ناسخ ہوتی ہے کبھی منسوخ؛ مگر سنت کبھی منسوخ نہیں ہوتی، سنت ہے ہی وہ جس میں توارث ہو اور تسلسلِ تعامل ہو، حدیث کبھی ضعیف بھی ہوتی ہے کبھی صحیح، یہ صحت وضعف کا فرق ایک علمی مرتبہ ہے، ایک علمی درجہ کی بات ہے، بخلاف سنت کے کہ اس میں ہمیشہ عمل نمایاں رہتا ہے؛ یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں نے مسلک کے لحاظ سے اپنی نسبت ہمیشہ سنت کی طرف کی ہے اور اہل سنت کہلاتے ہیں، حدیث کی طرف جن کی نسبت ہوئی اس سے ان کا محض ایک علمی تعارف ہوتا رہتا ہے اور اس سے مراد محدثین سمجھے گئے ہیں، مسلکاً یہ حضرات اہلسنت شمار ہوتے تھے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ , عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ , قَالَ: " سَيَأْتِيكُمْ عَنِّي أَحَادِيثُ مُخْتَلِفَةٌ , فَمَا جَاءَكُمْ مُوَافِقًا لِكِتَابِ اللَّهِ وَلِسُنَّتِي فَهُوَ مِنِّي , وَمَا جَاءَكُمْ مُخَالِفًا لِكِتَابِ اللَّهِ وَلِسُنَّتِي فَلَيْسَ مِنِّي "

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے مروی ہیں کہ میری طرف سے کچھ اختلافی احادیث آئینگی، ان میں سے جو "کتاب اللہ" اور "میری سنّت" کے موافق ہونگی، وہ میری طرف سے ہونگی۔ اور جو "کتاب اللہ" اور "میری۔سنّت" کے خلاف ہونگی وہ میری طرف سے نہیں ہونگی۔

((۱)سنن الدارقطني: كِتَابٌ فِي الْأَقْضِيَةِ وَالْأَحْكَامِ وَغَيْرِ ذَلِكَ، كتاب عمر رضى الله عنه إلى أبي موسىٰ الأشعرى،۳۹۲۶(۴۴۲۷)؛ (۲)الكفاية فى علم الرواية لخطيب: التَّوَثُّقُ فِي اسْتِفْتَاءِ الْجَمَاعَةِ، ۳۱۱(۵۰۰۴)؛ (۳)ذم الكلام وأهله لعبد الله الأنصارى: الْبَابُ التَّاسِعُ، بَابٌ: ذِكْرُ إِعْلَامِ الْمُصْطَفَى صَلَّى اللَّهُ، ۵۸۹(۲۰۶)؛ (۴)الأباطيل والمناكير والمشاهير للجورقاني: كِتَابُ الْفِتَنِ، بَابٌ: الرُّجُوعِ إِلَى الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ۲۷۷(۲۹۰)

## مذاہب اربعہ کے مطابق مفہوم سنت کا بیان

جمیع اہل سُنّت کے نزدیک، سُنّت، سے مراد رسول اللہ کے اقوال، افعال وتقریرات ہیں۔ معروف حنفی فقہاء علامہ کمال الدین ابن الہمام (متوفی ۸۶۱ھ) اور علامہ ابن امیر الحاج (متوفی ۸۷۱ھ) لکھتے ہیں:

**(السنة) و هی لغة (الطريقة المعتادة) محمودة كان او لا(و فی الاصول قوله عليه السلام و فعله و تقريره) مما ليس من الامور الطبيعية**(التقریر والتحبیر: الباب الثالث السنۃ)

سُنّت، کا لغوی معنی ایسا طریقہ ہے جس کے لوگ عادی ہوں چاہے وہ اچھا ہو یا برا... اور اصولِ فقہ میں، سُنّت، سے مراد رسول اللہ کا وہ قول، فعل اور تقریر ہے جو طبعی امور کے علاوہ ہیں۔

شافعی فقیہ امام زرکشی (متوفی ۷۹۴ھ) فرماتے ہیں:

**المراد هنا ما صدر من الرسول من الاقوال والافعال والتقرير و الهم وهذا الاخير لم يذكره الاصوليون**(البحر المحيط: مباحث السنة)

یہاں یعنی اصولِ فقہ میں سُنّت سے مراد رسول اللہ کے اقوال، افعال، تقریرات اور کسی کام کو کرنے کا ارادہ ہیں۔ اس آخری قسم کو، سُنّت، کی تعریف میں عموماً اصولیین نے بیان نہیں کیا ہے۔

مالکی فقیہ امام شاطبی (متوفی ۷۹۵ھ) لکھتے ہیں:

**واذا جمع ما تقدم تحصل منه فی الاطلاق اربعة اوجه قوله عليه الصلاة والسلام و فعله و تقريره و كل ذلك اما متلقى بالوحي او بالاجتهاد بناء على صحة الاجتهاد في حقه وهذه الثلاثة والرابع ما جاء عن الصحابة او الخلفاء** (الموافقات، ج۲، جز۴، ص۷)

سنّت کے بارے میں ہم نے جو پیچھے بحث کی ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ، سنّت، سے مطلق طور پر مراد رسول اللہ کا قول، فعل اور تقریر ہے اور یہ تینوں یا تو وحی کی بنیاد پر ہوں گے یا آپ کا اجتہاد ہوگا، بشرطیکہ آپ کے لیے اجتہاد کرنے کا قول صحیح ہو۔ یہ، سُنّت،

کی تین صورتیں ہیں اور اس کی چوتھی صورت صحابہ اور خلفائے راشدین کی سُنّت ہے۔

نام نہاد حنبلی فقیہ ابن تیمیہ (متوفی ۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

**الحديث النبوی هو عند الاطلاق ينصرف على ماحدث به عنه بعد النبوة من قوله و فعله واقراره فان سُنّته ثبتت من هذه الوجوه الثلاثة** (مجموع الفتاویٰ، جلد ۱۸، ص ۶، ۷)

حدیث نبوی سے مراد آپ کا وہ قول، فعل اور تقریر ہے جو کہ آپ سے نبوت کے بعد صادر ہوا ہو۔ پس آپ کی، سُنّت، ان تین صورتوں سے ثابت ہوتی ہے۔

فقہی مباحث میں جب اہل سُنّت کا لفظ استعمال ہوتا ہے تو اس سے مراد صحابہ" تابعین" "تبع تابعین" حنفیہ، شافعیہ، مالکیہ، حنابلہ ہوتے ہیں۔

## فقہاءِ احناف کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک افعال کا بیان

فقہائے احناف نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال کی چھ اقسام بیان کی ہیں۔ جو حسب ذیل ہیں جن کے مزید دلائل کتب فقہائے احناف میں ہیں۔

### پہلی قسم

فقہائے احناف کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال کی ایک قسم وہ ہے جو کہ، غیر ارادی افعال، پر مشتمل ہے۔ غیر ارادی افعال کئی قسم کے ہوتے ہیں جن میں ایک کو فقہائے احناف نے، زلۃ، یعنی بھول چوک کا نام دیا ہے۔، زلۃ، کے علاوہ غیر ارادی افعال کی ایک دوسری قسم کے طور پر فقہائے احناف نے آپ کے ان افعال کو بھی بیان کیا ہے جو آپ سے نیند یا بے ہوشی کی حالت میں سرزد ہوئے ہوں۔ فقہائے احناف کے نزدیک اس قسم کے افعال میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء کسی بھی امتی کے لیے جائز نہیں ہے۔

فخر الاسلام امام بزدوی (متوفی ۴۸۳ھ) لکھتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال کی اقسام میں مباح، مستحب، واجب اور فرض شامل ہیں۔ آپ کے افعال کی ایک اور قسم، زلۃ، بھی ہے۔، زلۃ، کا تعلق اس باب (یعنی اتباع) سے نہیں ہے، کیونکہ، زلۃ، میں کسی بھی نبی و رسول کی اقتداء و پیروی درست نہیں ہے۔ (قرآن وسُنّت میں) اس قسم کے افعال کے تذکرہ کے ساتھ ہی خود فاعل یا اللہ کی طرف سے ایک بیان متصل بعد ہوتا ہے (جو کہ اس کے قابل اقتداء نہ ہونے کی طرف اشارہ کر رہا ہوتا ہے)۔

جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: "اور حضرت آدم نے نافرمانی کی"۔ ایک اور جگہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ایک قبطی کے قتل ہونے پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قول بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: "حضرت موسیٰ نے کہا یہ تو شیطان کا کام ہے"۔، زلۃ، سے مراد وہ فعل ہے جس کے کرنے کا فاعل نے ارادہ نہ کیا ہو لیکن فاعل نے ایک دوسرے مباح فعل کا قصد کیا ہو اور اس مباح فعل کے ارتکاب

نے فاعل کو، زلۃ، تک پہنچا دیا ہو''۔ پس وہ شخص ایک مقصود بعینہ حرام فعل (یعنی ایسا حرام فعل کہ اس کے ارتکاب کا قصد کیا گیا ہو) میں مشغول ہونے کی وجہ سے پھسل گیا''۔ (اصول البزدوی، باب افعال النبی صلی اللہ علیہ وسلم)

شمس الائمہ امام سرخسی (متوفی ۴۸۳ھ) فرماتے ہیں: جان لو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ افعال جو کہ قصد وارادے سے ہوں، ان کی چار اقسام ہیں: مباح، مستحب، واجب اور فرض۔ ایک پانچویں قسم، زلۃ، کی بھی ہے لیکن وہ اس باب (یعنی اتباع کے باب) میں داخل نہیں ہے، کیونکہ، زلۃ، میں آپ کی اقتداء جائز نہیں ہے۔ اس باب میں ان افعال کے حکم کو بیان کیا جائے گا جن میں آپ کی اقتداء ہوگی۔ اسی لیے نیند یا بے ہوشی کے عالم میں آپ سے صادر ہونے والے افعال کا تذکرہ اس جگہ نہیں ہو گا، کیونکہ ان حالتوں میں آپ سے صادر ہونے والے افعال میں آپ کا قصد وارادہ شامل نہیں ہوتا ہے۔

لہٰذا ان حالتوں میں آپ سے صادر ہونے والے افعال حکم شرعی میں داخل نہ ہوں گے۔ جہاں تک، زلۃ، کا معاملہ ہے تو اس میں عین فعل کا قصد نہیں ہوتا لیکن اصل فعل کی طرف قصد موجود ہوتا ہے۔ (اصول السرخسی، باب الکلام فی افعال النبی صلی اللہ علیہ وسلم)

علامہ علاؤ الدین بخاری (متوفی ۷۳۰ھ) لکھتے ہیں: بنیادی طور پر افعال کی دو ہی قسمیں ہیں۔ ایک قسم تو ان افعال کی ہے جن کا صرف وجود ہو اور کوئی زائد صفت (مثلاً ارادہ وغیرہ) ان کے ساتھ متصل نہ ہو۔ جیسا کہ کسی سوتے ہوئے یا بھولے ہوئے آدمی کا فعل ہے۔ یہ افعال نہ تو حسن ہوں گے اور نہ ہی قبیح ہو سکتے ہیں۔ دوسری قسم میں وہ افعال شامل ہیں جن کے وجود کے ساتھ کوئی زائد صفت (مثلاً ارادہ وغیرہ) بھی شامل ہو، جیسا کہ مکلفین کے افعال ہیں۔ ان افعال کی دو قسمیں ہیں۔ ایک قسم، حسن، کہلاتی ہے اور دوسری، قبیح،۔ حسن، کی آگے مزید تین قسمیں ہیں، یعنی واجب، مندوب اور مباح۔ اور، قبیح، کی دو قسمیں ہیں، یعنی حرام و مکروہ۔ اور ان تمام افعال کا صدور سوائے آخری قسم (یعنی قبیح) کے تمام مکلفین سے ممکن ہے، چاہے وہ انبیاء ہوں یا عام انسان۔ جہاں تک آخری قسم (یعنی قبیح) کا تعلق ہے تو انبیاء کے سوا تمام لوگوں سے اس کا وقوع ممکن ہے جبکہ انبیاء سے ان افعال کا صدور ممکن نہیں ہے جو کہ معصیت ہوں، کیونکہ عام مسلمانوں کا عقیدہ یہی ہے کہ انبیاء کبیرہ گناہوں کے ارتکاب سے معصوم ہوتے ہیں۔

ہمارے اصحاب (یعنی حنفیہ) کا عقیدہ یہ ہے کہ انبیاء صغائر سے بھی پاک ہوتے ہیں اگرچہ وہ، زلۃ کا ارتکاب کر سکتے ہیں، جبکہ بعض اشعریہ کا عقیدہ اس کے برعکس ہے (یعنی ان کے نزدیک انبیاء، زلۃ، کے علاوہ صغائر کے بھی مرتکب ہو سکتے ہیں)۔ پس یہ بات واضح ہوگئی ہے کہ اس باب میں افعال سے مراد آپ کے وہ افعال ہیں جو قصد وارادے سے واقع ہوں اور، زلۃ، کی قبیل سے نہ ہوں، کیونکہ اس باب میں آپ کی اتباع کا مسئلہ زیر بحث ہے اور آپ کے جو افعال بھول چوک میں سے ہوں یا بے ہوشی و نیند کی حالت میں آپ سے صادر ہوئے ہوں تو ان میں آپ کی اقتداء درست نہیں ہے، زلۃ، میں عین فعل کا ارادہ نہیں ہوتا لیکن اصل فعل کا قصد ضرور ہوتا ہے۔

ابوالحسن الاشعری رحمہ اللہ نے عصمت انبیاء کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ، زلۃ، کا معنی یہ نہیں ہے کہ وہ حق سے باطل اور اطاعت سے معصیت کی طرف پھسل گئے، بلکہ اس کا اصل معنی یہ ہے کہ وہ افضل سے مفضول اور زیادہ صحیح سے صحیح کی طرف مائل ہو

گئے۔ (کشف الاسرار شرح اصول البزدوی، باب افعال النبی صلی اللہ علیہ وسلم)

علامہ علاؤ الدین بخاری (متوفی ۷۳۰ھ) کی اس مذکورہ بالا عبارت میں ایک قابل غور اہم نکتہ یہ ہے کہ انہوں نے مباح کو، قبیح، کے بالمقابل، حسن، کی ایک قسم قرار دیا ہے۔ پس، مباح، اگرچہ، حسن، ہوتا ہے لیکن اس پر کوئی اجر وثواب نہیں ہوتا ہے۔

علامہ صاحب اپنی کتاب میں مباح کی تعریف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

**و اما الثالث فهو المباح ذ ليس في ادائه ثواب، و لا في تركه عقاب،** (کشف الاسرار، باب اقسام العزیمۃ)

تیسری قسم مباح ہے جس کی ادائیگی میں نہ تو کوئی ثواب ہے اور نہ ہی اس کے چھوڑنے پر کوئی سزا ہے''۔

مذکورہ بالا بحث سے ایک اہم سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ، مباح، پر اگر اجر وثواب نہیں ہے تو اس کو، حسن، کس پہلو سے کہا گیا ہے؟ بعض اصولیین نے، مباح، کے، حسن، ہونے کی بحث کو مستقل طور پر بیان کیا ہے اور اس میں اس نکتے کی بھی وضاحت کی ہے۔

امام غزالی (متوفی ۵۰۵ھ) لکھتے ہیں: اگر یہ کہا جائے کہ کیا مباح، حسن، ہے؟ تو ہم کہیں گے کہ اگر تو، حسن، سے مراد یہ ہے کہ فاعل کو اس کو کرنے کی اجازت ہے تو اس اعتبار سے مباح، حسن، ہے۔ اور اگر، حسن، سے مراد یہ ہے کہ اس کے فاعل کی تعظیم کی جائے اور اس کا فاعل قابل تعریف ہو اور اسی طرح، قبیح، سے مراد یہ ہے کہ اس کے فاعل کی مذمت یا سزا کا اعتقاد ہو تو اس معنی میں مباح، حسن، نہیں ہے۔ (المستصفی: القطب الاول فی الثمرۃ وھی الحکم، مسالۃ الجائز لا یتضمن الامر والمباح)

## دوسری قسم

اس قسم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ افعال شامل ہیں جو جبلی امور سے متعلق ہیں۔ فقہائے احناف کے نزدیک یہ افعال بالاتفاق مباح ہیں۔

علامہ علاؤ الدین بخاری لکھتے ہیں: علماء نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان تمام افعال کی شرعی حیثیت کے بارے میں اختلاف کیا ہے جو بھول چوک یا سہو کے علاوہ ہیں مثلاً آپ کا ظہر کی دو رکعتوں کے بعد سلام پھیر دینا یہاں تک کہ ذوالیدین نے کہا: اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! کیا نماز کم ہوگئی ہے یا آپ بھول گئے ہیں؟ اور ایسے طبعی افعال کے علاوہ ہیں جن سے کوئی بھی ذی روح مخلوق خالی نہیں ہوتی۔ مثلاً سانس لینا، کھڑا ہونا، بیٹھنا، کھانا، پینا وغیرہ۔ یہ تمام افعال آپ اور اُمت کے حق میں مباح ہیں اور ان کے مباح ہونے میں کسی کا بھی اختلاف نہیں ہے۔ (کشف الاسرار شرح اصول البزدوی، باب افعال النبی صلی اللہ علیہ وسلم)

علامہ ابن الہمام (متوفی ۸۶۱ھ) اور ابن امیر حاج الحنفی (متوفی ۸۷۱ھ) لکھتے ہیں:

(مسالة الاتفاق في افعاله الجبلية) اى الصادرة بمقتضى طبيعته في اصل خلقته كالقيام و القعود و النوم و الاكل و الشرب (الاباحة لنا و له) (التقرير و التحبير: المقالة الثانية في احوال الموضوع، مسالة الاتفاق في افعاله الجبلية الصادرة بمقتضى طبيعته)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جبلی افعال جو کہ آپ سے بتقاضائے طبیعت صادر ہوئے ہیں، جیسا کہ کھڑا ہونا، بیٹھنا، سونا، کھانا اور پینا وغیرہ، تو اس کے بارے میں علماء کا اتفاق ہے کہ یہ تمام افعال آپ اور امت کے حق میں مباح ہیں''۔

## پہلا نکتہ

اس بحث میں پہلا نکتہ تو یہ ہے کہ مباح کی تعریف احناف کے نزدیک بالاتفاق یہ ہے کہ جس کے کرنے پر کوئی ثواب نہ ہو اور نہ ہی اس کے ترک پر عذاب ہو۔

علامہ علاؤالدین بخاری فرماتے ہیں کہ تیسری قسم مباح ہے جس کی ادائیگی میں نہ تو کوئی ثواب ہے اور نہ ہی اس کے چھوڑنے پر کوئی سزا ہے۔(کشف الاسرار، باب اقسام العزیمۃ)

## دوسرا نکتہ

دوسرا نکتہ یہ ہے کہ امام جصاص (متوفی ۳۷۰ھ) کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایسے افعال جو کہ امت کے حق میں، مباح، ہیں، ان کے لیے لفظ، سُنّت، بھی استعمال نہیں ہوسکتا ہے۔

امام ابوبکر جصاص فرماتے ہیں کہ: سُنّت کے احکام تین قسم پر ہیں۔فرض، واجب اور مندوب۔اور مباح فعل پر لفظ، سُنّت، کا اطلاق درست نہیں ہے، کیونکہ ہم یہ بات واضح کر چکے ہیں کہ، سُنّت، کا معنی یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کوئی کام کریں یا کوئی حکم اس لیے دیں کہ اس میں آپ کی اقتداء کی جائے، اس پر عمل میں دوام اختیار کیا جائے اور اس پر عمل سے ثواب حاصل ہو، اور یہ تینوں باتیں مباح میں معدوم ہیں۔(الفصول فی الاصول، باب القول فی سنن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم)

## تیسرا نکتہ

تیسرا نکتہ یہ ہے کہ بعض فقہائے احناف نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جبلی امور کی پیروی کو، حسن، کہا ہے تو اس سے ان کی یہ مراد نہیں ہے کہ وہ ان افعال کو، مباح، بھی کہتے ہیں اور باعث اجر و ثواب بھی سمجھتے ہیں۔ہم یہ واضح کر چکے ہیں کہ فقہائے احناف کے نزدیک واجب اور مندوب کی طرح مباح بھی، حسن، کی ایک قسم ہے۔اور، حسن، سے مراد بعض اوقات ایسے افعال بھی ہوتے ہیں جو کسی اخروی اجر و ثواب کے وعدے کے بغیر بھی کسی اور پہلو سے، حسن، ہوتے ہیں۔

علامہ ابن الہمام اور ابن امیر الحاج الحنفی لکھتے ہیں: سُنّت دو حصوں میں تقسیم ہوتی ہے۔سُنّت الہدیٰ جس کو قائم کرنا تکمیل دین کے لیے ہوتا ہے اور اس کے بلاعذر تارک، جبکہ وہ اس کے ترک پر مصر بھی ہو، کو گمراہ قرار دیا جائے گا اور وہ قابل مذمت ہوگا۔جیسا کہ فرض نمازوں کے لیے اذان کی مثال ہے اور سُنّت کی دوسری قسم سُنّت الزائدۃ ہے۔جیسا کہ آپ کا کھانا، بیٹھنا اور لباس پہننا۔فقہاء کا کہنا یہ ہے کہ سنن الزوائد کو اختیار کرنا، حسن، ہے اور ان کے چھوڑنے میں کوئی حرج نہیں ہے، یعنی ان کو چھوڑنا ناپسندیدہ یا برا نہیں ہے۔(التقریر والتحبیر: المقالۃ الثانیۃ فی احوال الموضوع، تقسیم الحنفیۃ الحکم الی رخصۃ وعزیمۃ)

یہ وہی انداز ہے جو ہم نے عمامے کی بحث میں اختیار کیا ہے کہ اگر کوئی شخص ہم سے یہ سوال کرے کہ عمامہ باندھنا چاہیے یا

نہیں، تو ہم اسے یہی جواب دیں گے کہ باندھنا چاہیے، لیکن اس کا باندھنا دین کا موضوع نہیں ہے کہ جس کے چھوڑنے کو ناپسندیدگی یا بری نظروں سے دیکھا جائے۔

ڈاکٹر وہبہ الزحیلی لکھتے ہیں:

کیا مباح، حسن، ہے یا نہیں، تو اس مسئلے میں راجح مسلک تفصیل ہے۔ اور وہ یہ کہ مباح اس اعتبار سے تو، حسن، ہے کہ اس کے فاعل کو اس کے کرنے کی اجازت ہے یا اس اعتبار سے بھی، حسن، ہو سکتا ہے کہ اس کی اپنے مقصود سے موافقت ہے۔ لیکن مباح اس اعتبار سے بالکل بھی، حسن، نہیں ہے کہ اس کا فاعل قابل تعریف ہو۔ (اصول الفقہ الاسلامی، ج۱، ص۹۰)

## چوتھا نکتہ

آخری نکتہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض وہ جبلی افعال جو قرآن کی کسی ایسی نص کا بیان بن رہے ہوں جس کا اصل حکم وجوب یا استحباب کے درجے میں ہو تو پھر یہ جبلی افعال کم از کم مستحب ضرور ہوں گے اور ان کی اتباع باعث اجر وثواب ہو گی۔

امام ابوبکر جصاص (متوفی ۳۷۰ھ) لکھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایسے افعال جو ہر شخص کو پیش آتے ہیں اور کوئی بھی عادتاً ان سے مستغنی نہیں ہو سکتا ہے، مثلاً کھانا، پینا، کھڑا ہونا، بیٹھنا اور سونا وغیرہ جیسا کہ آپ کے بارے میں مروی ہے کہ جب آپ اپنے گھر میں ہوتے تو اپنا جوتا خود گانٹھ لیتے تھے اور اپنا کپڑا خود سی لیتے تھے۔

آپ کے ایسے افعال وجوب کے درجے کے نہیں ہیں۔ کیونکہ ہم یہ بات پہلے بیان کر چکے ہیں کہ آپ ان افعال سے علیحدہ نہیں رہ سکتے تھے اور ان افعال کو کرنے کی حاجت ہر کسی کو پیش آتی ہے۔ اور اس کے ساتھ یہ مسئلہ بھی ہے کہ ان افعال میں ہر کسی کے لیے آپ کی اقتداء ممکن بھی نہیں ہے کیونکہ ان افعال کا ہر حال میں کرنا محال ہے۔ جوتے کو گانٹھ لینے اور کپڑے کو سی لینے کے عمل کے ظاہری فعل سے یہ واضح ہوتا ہے کہ آپ نے ان افعال کو ہمارے حق میں واجب کرنے کا ارادہ نہیں فرمایا تھا۔ یہ بھی امکان ہے کہ آپ سے اس قسم کے افعال تقرب الی اللہ کی نیت سے وارد ہوئے ہوں کیونکہ ان افعال کو کرتے وقت آپ نے تواضع، ترکِ تکبر، گھر والوں کے ساتھ مساوات کا ارادہ کیا تا کہ اس پر اللہ کی طرف سے اجر وثواب ہو اور آپ کی امت بھی آپ کی اس مسئلے میں اقتداء کرے۔ (الفصول فی الاصول، باب القول فیما یستدل بہ علی احکام افعالہ علیہ السلام)

## تیسری قسم

یہ قسم سہو وجبلی افعال کے علاوہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارادی افعال پر مشتمل ہے۔ آپ کے ارادی افعال کی بھی فقہائے احناف نے دو قسمیں بتائی ہیں۔ پہلی قسم آپ کے ان افعال پر مشتمل ہے جن کی صفت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں واضح ہو، یعنی ان افعال کا آپ کے حق میں فرض، واجب، مستحب یا مباح ہونا معلوم ہو۔

امام سرخسی (متوفی ۴۸۳ھ) فرماتے ہیں:

وكان ابو الحسن الكرخي رحمه الله يقول: ان علم صفة فعله انه فعله واجبا او ندبا او مباحا فنه يتبع فيه بتلك الصفة ۔ (اصول السرخسی، باب افعال الرسول صلی اللہ علیہ وسلم)

ابوالحسن کرخی فرماتے تھے کہ اگر آپ کے کسی فعل کی صفت معلوم ہو جائے کہ آپ نے اس کو واجب، مندوب یا مباح سمجھ کر کیا ہے تو آپ کی اس فعل میں پیروی اسی صفت (یعنی وجوب، ندب یا اباحت) کے ساتھ کی جائے گی۔

علامہ علاؤالدین بخاری (متوفی ۷۳۰ھ) لکھتے ہیں:

ثم بعد ذلك ما ان علمت صفة ذلك الفعل في حقه عليه السلام او لم تعلم، فن علمت فالجمهور على ان امته مثله وذهب شرذمة الى ان حكم ما علمت صفته كحكم مالم تعلم صفته هكذا ذكر بعض الاصوليين ۔ (کشف الاسرار، باب افعال النبی صلی اللہ علیہ وسلم)

پھر اس کے بعد یا تو اس فعل کی صفت (یعنی اس کا واجب، مندوب یا مباح ہونا) آپ کے حق میں معلوم ہو گا یا نہیں۔ اگر تو آپ کے حق میں اس فعل کی صفت معلوم ہے تو جمہور علماء کا قول یہ ہے کہ آپ کی امت بھی (اس فعل پر عمل کرنے میں) آپ کی مانند ہو گی اور ایک چھوٹی جماعت کا کہنا یہ ہے کہ آپ کے جن افعال کی صفت معلوم ہو ان کا حکم بھی ان افعال جیسا ہی ہے جن کی صفت معلوم نہ ہو۔ بعض اصولیین نے اسی طرح اس کا ذکر کیا ہے۔

و الاتباع: ان يفعل مثل فعله، و في حكمه، فذا فعله واجبا، فعلنا عليالوجوب، و ذا فعله ندبا، او مباحا، فعلناه كذلك، لنكون قد وفينا الاتباع حقه فكان الاتباع و التاسي: ان نفعل مثل ما فعله، على الوجه الذى فعله عليه(الفصول في الاصول، باب القول في افعال النبي صلى الله عليه وسلم)

اتباع سے مراد یہ ہے کہ کوئی امتی ویسا ہی کام کرے جو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہے اور اس کام کے حکم میں بھی آپ کی اتباع کرے۔ یعنی جب آپ نے ایک کام کو واجب سمجھ کر کیا ہے تو ہم بھی اس کو واجب سمجھ کر کریں اور اگر آپ نے کسی فعل کو مندوب یا مباح سمجھ کر کیا ہو تو ہم بھی اسے مندوب یا مباح سمجھ کر کریں، تا کہ ہم اتباع کا صحیح معنی میں حق ادا کرنے والے ہو جائیں پس اتباع اور پیروی سے مراد ہے کہ ہم وہ کام کریں جو آپ نے کیا ہے اور اس ارادہ و نیت کے ساتھ کریں جس ارادہ و نیت سے آپ نے کیا ہے۔

پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ افعال جن کی صفت آپ کے حق میں معلوم ہو، ان افعال کی پیروی و اتباع اسی صفت کے ساتھ جائز ہے۔ یعنی اگر واجب کو واجب، مندوب کو مندوب اور مباح کو مباح سمجھ کر کیا جائے۔

امام ابوبکر جصاص (متوفی ۳۷۰ھ) کی مذکورہ بالا عبارت میں ایک اہم نکتہ جو بیان ہوا ہے وہ متابعت یا اتباع کی تعریف ہے۔ امام صاحب کے بقول آپ نے جس فعل کو مباح سمجھ کر ادا کیا، تو امت کے لیے بھی یہ لازم ہے کہ اسے مباح سمجھ کر ادا کرے اور جس فعل کو آپ نے مستحب جانتے ہوئے ادا کیا تو امت بھی اس فعل کی ادائیگی کے وقت اس کے مستحب ہونے کا عقیدہ

رکھے۔ اگر آپ نے کسی فعل کو مباح سمجھا اور امت نے اس کو مستحب بنا دیا یا آپ نے کسی فعل کو مستحب سمجھ کر ادا کیا اور امت نے اسے واجب بناتے ہوئے اس پر عمل شروع کر دیا تو یہ آپ کی اتباع یا متابعت تصور نہیں ہوگی۔

امام ابوبکر جصاص فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال جو آپ سے قصد و ارادے سے صادر ہوئے ہوں، تین قسم پر ہیں: واجب، مندوب اور مباح، سوائے ان افعال کے جن کے بارے میں کوئی دلیل ہو کہ وہ ان صغائر میں سے ہیں جن کی معافی ہو چکی ہے۔ (الفصول فی الاصول، باب القول فی افعال النبی صلی اللہ علیہ وسلم)

تیسرا نکتہ یہ ہے۔ امام جصاص (متوفی ۳۷۰ھ) اور تقریباً تمام اصولیین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارادی افعال کی تین قسمیں بنائی ہیں اور فرض و واجب کو علیحدہ علیحدہ بیان نہیں کیا جبکہ امام سرخسی (متوفی ۴۸۳ھ) اور امام بزدوی (متوفی ۴۸۲ھ) نے فرض اور واجب کے فرق کو بیان کرتے ہوئے آپ کے ارادی افعال کی چار قسمیں بنائی ہیں۔

علامہ علاؤ الدین بخاری (متوفی ۷۳۰ھ) لکھتے ہیں: ثم الشيخ و شمس الائمة رحمهما الله قسما افعاله عليه السلام سوى الزلة و ما ليس عن قصد على اربعة اقسام فرض و واجب و مستحب و مباح و القاضي الامام و سائر الاصوليين قسموها على ثلاثة اقسام واجب، مستحب و مباح. (کشف الاسرار، باب افعال النبی صلی اللہ علیہ وسلم)

پھر امام بزدوی اور امام سرخسی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان افعال کے علاوہ جو کہ بھول چوک میں سے ہیں یا قصداً نہیں ہیں، باقی افعال کو چار قسموں فرض، واجب، مستحب اور مباح میں تقسیم کیا ہے، جبکہ امام ابوبکر جصاص اور باقی اصولیین نے ان کو واجب، مستحب اور مباح میں تقسیم کیا ہے۔

## چوتھی قسم

یہ قسم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان ارادی افعال پر مشتمل ہے جن کی صفت یعنی ان کا فرض، واجب، سُنّت یا مباح ہونا واضح نہ ہو، نہ آپ کے حق میں اور نہ ہی امت کے حق میں۔

امام سرخسی فرماتے ہیں:

وكان ابو الحسن الكرخي رحمه الله يقول: ان علم صفة فعله انه فعله واجبا او ندبا او مباحا فنه يتبع فيه بتلك الصفة، وان لم يعلم فنه يثبت فيه صفة الباحة، ثم لا يكون الاتباع فيه ثابتا لا بقيام الدليل وكان الجصاص رحمه الله يقول بقول الكرخي رحمه الله لا انه يقول: اذا لم يعلم فالاتباع له في ذلك ثابت حتى يقوم الدليل على كونه مخصوصا وهذا هو الصحيح.

(اصول السرخسی، باب الکلام فی افعال النبی صلی اللہ علیہ وسلم)

اور امام ابوالحسن کرخی فرماتے تھے کہ اگر آپ کے فعل کی صفت معلوم ہو کہ وہ واجب ہے یا مندوب یا مباح، تو اس فعل میں آپ کی اتباع اسی صفت کے ساتھ ہوگی اور اگر اس فعل کی صفت آپ کے حق میں معلوم نہ ہو تو آپ کا وہ فعل مباح متصور ہوگا اور اس

فعل میں (امت کے لیے) آپ کی اتباع اسی وقت ثابت ہو گی جبکہ اس کی کوئی دلیل ہو۔ امام جصاص کا بھی وہی موقف ہے جو کہ امام کرخی کا ہے (یعنی آپ کے جن افعال کی صفت معلوم نہ ہو وہ مباح افعال متصور ہوں گے) لیکن وہ یہ کہتے ہیں کہ اگر آپ کے کسی فعل کی صفت معلوم نہ ہو (تو وہ مباح تو ہوگا) لیکن اس میں آپ کی اتباع ثابت ہے الا یہ کہ اس فعل کے آپ کے ساتھ مخصوص ہونے کی کوئی دلیل ہو۔

علامہ علاؤالدین بخاری (متوفی ۷۳۰ھ) لکھتے ہیں: اگر آپ کے کسی فعل کی صفت معلوم نہ ہو (کہ وہ واجب ہے یا مندوب یا مباح) اور اس فعل کا تعلق معاملات سے ہو تو بالاجماع وہ فعل مباح ہے۔ ابوالیسر نے اسی طرح کہا ہے۔ اور اگر وہ فعل (جس کی صفت معلوم نہ ہو) عبادات سے متعلق ہو تو اس کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے۔ بعض علماء کا کہنا یہ ہے کہ آپ کے ایسے افعال کے بارے میں توقف کیا جائے گا اور ان پر وجوب، ندب یا اباحت میں سے کوئی بھی حکم نہ لگایا جائے گا اور ہمارے لیے آپ کے ایسے افعال میں اتباع اس وقت تک ثابت نہ ہوگی جب تک کہ کوئی ایسی دلیل نہ ہو جو اس فعل کے وصف (یعنی وجوب، ندب یا اباحت) کو ظاہر کر دے اور امت کی اس فعل میں آپ کے ساتھ شرکت کو بھی ثابت کرے۔ عام اشاعرہ اور شوافع کی ایک جماعت امام غزالی، ابوبکر دقاق اور ابوالقاسم بن کج رحمہم اللہ وغیرہ کا یہی موقف ہے۔ جبکہ علماء کی ایک دوسری جماعت کا کہنا یہ ہے کہ ہمارے لیے آپ کے ایسے افعال میں آپ کی اتباع واجب ہے اور ان افعال کا کرنا آپ پر بھی واجب ہے اور امت پر بھی۔ یہ امام مالک کا مذہب ہے اور شوافع میں سے ابوالعباس، اصطخری، ابن ابی ہریرۃ اور ابن خیران رحمہم اللہ کا بھی یہی موقف ہے۔ حنابلہ اور معتزلہ کی ایک جماعت نے بھی اسی موقف کو اختیار کیا ہے۔ (کشف الاسرار، باب افعال النبی صلی اللہ علیہ وسلم)

امام جصاص (متوفی ۳۷۰ھ) احناف کے اس موقف کے دلائل کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں: اگر یہ کہا جائے کہ اگر تم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ایسے فعل (کہ جس کی صفت وجوب، ندب یا اباحت معلوم نہ ہو) کو مباح سمجھ کر عمل کر لیا تو تم اس اندیشے سے بے خوف نہیں ہو سکتے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس فعل کو مندوب یا واجب سمجھ کر کیا ہو اور تم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کی ہو۔ ایسے شخص کو یہ جواب دیا جائے گا: اگر آپ نے اس فعل (کہ جس کی صفت معلوم نہ ہو) کو مندوب یا واجب سمجھ کر کیا ہوتا تو آپ اپنے اس فعل کی اس صفت کو ضرور بیان کرتے، کیونکہ ہم اس کے محتاج ہیں۔ پس جب آپ نے اپنے کسی فعل کی صفت واضح نہیں کی تو ہمیں یہ معلوم ہو گیا کہ آپ نے ہمیں یہ فعل کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی ہے اور آپ کا یہ فعل ہمارے حق میں مباح ہے۔

پس اگر کوئی شخص یہ اعتراض کرے کہ آپ نے اگر اس فعل (کہ جس کی صفت واضح نہیں ہے) کو مباح سمجھ کر کیا تھا تو آپ اس کی اباحت کو ہی واضح کر دیتے (لیکن آپ نے اس کی اباحت کو واضح نہیں کیا) پس جس طرح آپ کے لیے یہ جائز تھا کہ آپ ایک مباح کام کریں اور اس کی اباحت کو بیان نہ کریں تو اسی طرح آپ کے لیے یہ بھی جائز ہے کہ آپ کسی کام کو مندوب یا واجب سمجھ کر کریں اور اس کے ندب یا وجوب کو بیان نہ کریں۔ ہم اس کو شخص کو یہ جواب دیں گے: یہ لازم نہیں ہے کہ ایسا ہی ہو۔ آپ کے لیے یہ تو جائز تھا کہ آپ تمام کے تمام مباحات کو بیان نہ کریں جبکہ ہمارے دین میں تمام مباحات سے واقفیت ضروری نہیں ہے، کیونکہ مباحات کے ارتکاب پر نہ تو کوئی ثواب ہے اور نہ ہی ان کے انکار پر کوئی سزا ہے۔ جہاں تک مندوب و واجب کا تعلق

ہے تو اس کے بیان کو ترک کرنا آپ کے لیے جائز نہیں تھا کیونکہ ہم مندوب و واجب کی معرفت کے محتاج ہیں تا کہ مندوب کے کرنے سے ثواب ہو اور واجب کو ترک کرنے سے ہم محرمات میں نہ جا پڑیں۔

(الفصول فی الاصول، باب القول فی افعال النبی صلی اللہ علیہ وسلم)

جیسا کہ امام جصاص نے بیان کیا ہے، ایک اہم نکتہ اس بحث میں یہ ہے کہ آپ کے اس قسم کے تمام افعال کو بھی علمائے احناف نے واجب یا مستحب قرار نہیں دیا ہے بلکہ ان افعال میں بھی ایک قسم، مباح، ہے کہ جس کے ارتکاب پر کسی امتی کے لیے اجر و ثواب کا کوئی عقیدہ رکھنا درست نہیں ہے۔

دوسرا اہم نکتہ یہ ہے کہ قرآن کی وہ عمومی آیات کہ جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مطلق اتباع کا تذکرہ ہے، ان سے تو یہ محسوس ہوتا ہے کہ شاید آپ کی یہ اتباع آپ کے ہر ہر فعل میں امت کے حق میں واجب یا فرض ہے۔

امام سرخسی (متوفی ۴۸۳ھ) ان آیات کی وضاحت کرتے ہوئے بیان فرماتے ہیں:

**ففي قوله: (لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ) دليل على ان التاسي به في افعاله ليس بواجب، لانه لو كان واجبا لكان من حق الكلام ان يقول عليكم، ففي قوله "لكم" دليل على ان ذلك مباح لنا لا ان يكون لازما علينا والامر بالاتباع التصديق و الاقرار بما جاء به، فان الخطاب بذلك لاهل الكتاب و ذلك بين في سياق الآية.**

(اصول السرخسی، باب الکلام فی افعال النبی صلی اللہ علیہ وسلم)

اللہ کے اس قول "البتہ تحقیق تمہارے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں بہترین نمونہ ہے" میں اس بات پر دلیل ہے کہ آپ کے افعال میں آپ کی پیروی واجب نہیں ہے، کیونکہ اگر آپ کے افعال میں آپ کی پیروی واجب ہوتی تو پھر آیت مبارکہ میں ،لکم، کی بجائے ،علیکم، کے الفاظ ہوتے۔ پس اللہ تعالیٰ کے الفاظ ،لکم، میں اس بات کی دلیل ہے کہ آپ کے افعال کی اتباع امت کے حق میں مباح ہے نہ کہ لازم۔ اور ،فَاتَّبِعُوْنِیْ، میں اتباع سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس کو لے کر آئے ہیں اس کی تصدیق و اقرار کرنا ہے (یعنی اتباع سے مراد آپ کی باتوں پر ایمان لانا ہے) کیونکہ آیت کے سیاق میں یہ بات واضح طور پر موجود ہے کہ ان آیات میں اصل خطاب اہل کتاب سے ہے۔

## پانچویں قسم

فقہائے حنفیہ کے نزدیک پانچویں قسم آپ کے ان افعال پر مشتمل ہے جو قرآن کی کسی نص کا بیان ہوں۔ آپ کے ان افعال کا وہی حکم ہوگا جو کہ اصل یعنی مبیّن کا ہوگا۔

امام جصاص فرماتے ہیں: آپ کا فعل کسی مجمل نص کا بیان بن رہا ہو اور اس مجمل نص کا حکم وجوب، ندب یا اباحت کا ہو تو جو حکم اس مجمل نص کا ہوگا وہی حکم آپ کے فعل کا بھی ہوگا۔ اگر اس مجمل نص کا حکم وجوب کا ہے تو اس نص کے بیان میں جو آپ کا فعل ہوگا

وہ بھی واجب ہوگا۔ اور اگر وہ مجمل نص مندوب کے درجے میں ہوتو اس کے بیان میں آپ کا فعل بھی مندوب ہوگا اور اگر وہ مجمل نص مباح کا درجہ رکھتی ہوتو اس کے بیان میں آپ کا فعل بھی مباح ہوگا چنانچہ جب آپ کا فعل کسی مجمل نص کا بیان بن رہا ہو اور وہ واجب کے درجے میں ہوتو اس کی مثال فرض نمازوں کی رکعات ہیں جو کہ قرآن کی مجمل نص (اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ) کا بیان ہیں۔ اسی طرح حج میں آپ کے افعال (وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ) کی مجمل نص کا بیان ہیں۔ اسی طرح ایک ایسی مجمل نص جو کہ مندوب کے حکم میں ہو اس کے بیان کی مثال (وَافْعَلُو الْخَيْرَ) اور (اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ) ہے، کیونکہ تمام قسم کی بھلائیوں پر عمل واجب نہیں ہے اور اسی طرح تمام قسم کے احسانات جو کہ آپ نے کیے ہیں وہ بھی واجب نہیں ہیں، جیسا کہ نفلی صدقات اور نفلی نماز وغیرہ۔ (الفصول فی الاصول، باب القول فیما یستدل بہ علی احکام افعالہ علیہ السلام)

امام جصاص نے اس بات کو بھی واضح کیا ہے کہ اگر کسی مجمل نص کا حکم وجوب کا ہے تو یہ لازم نہیں ہے کہ اس نص کے بیان میں آپ کے ہر ہر فعل کا حکم بھی وجوب کا ہی ہو، یعنی اس نص کے بیان میں بعض افعال کا حکم تو وجوب کا ہی ہوگا لیکن بعض افعال مندوب یا مباح بھی ہوں گے۔ جیسا (اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ) کا مجمل حکم تو وجوب کا ہے لیکن آپ نے اس کے بیان میں جو بھی افعال مثلاً رکوع، سجدہ، قومہ، جلسہ استراحت، تکبیرات، تسبیحات، قعدہ وتشہد وغیرہ کیے ہیں وہ سب واجب نہیں ہیں۔ یعنی نماز کے تمام افعال وجوب کا درجہ نہیں رکھتے ہیں۔ (الفصول فی الاصول، باب القول فیما یستدل بہ علی احکام افعالہ علیہ السلام)

## چھٹی قسم

چھٹی قسم آپ کے ان افعال پر مشتمل ہے جو کہ آپ کی ذات کے ساتھ مخصوص ہیں۔ آپ کے ان افعال میں بھی بالاتفاق اتباع نہیں ہے۔

علامہ علاؤالدین بخاری لکھتے ہیں: اور آپ کے افعال میں آپ کی اتباع کے لیے ایک شرط یہ بھی ہے کہ وہ فعل آپ کی ذات سے مخصوص نہ ہو جیسا کہ چاشت اور تہجد کی نماز کا آپ کے حق میں واجب ہونا یا آپ کو چار سے زائد نکاح کی اجازت ہونا اور مال غنیمت کا کچھ حصہ اپنے لیے خاص کر لینا اور خمس، کا پانچواں حصہ وغیرہ۔ کیونکہ ان افعال میں آپ کے ساتھ امت کے شریک ہونے کی بالاتفاق کوئی دلیل نہیں ہے۔ (کشف الاسرار، باب افعال النبی صلی اللہ علیہ وسلم)

# بَاب شَرْحِ السُّنَّةِ

## باب 1: سنت کی وضاحت

**1 - حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ بَقِيَّةَ عَنْ خَالِدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ اَبِىْ سَلَمَةَ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ افْتَرَقَتِ الْيَهُوْدُ عَلٰى اِحْدٰى اَوْ ثِنْتَيْنِ وَسَبْعِيْنَ فِرْقَةً وَّتَفَرَّقَتِ النَّصَارٰى عَلٰى اِحْدٰى اَوْ ثِنْتَيْنِ وَسَبْعِيْنَ فِرْقَةً وَّتَفْتَرِقُ اُمَّتِىْ عَلٰى ثَلَاثٍ وَسَبْعِيْنَ فِرْقَةً**

✧✧ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: یہودی 71 (راوی کو شک ہے شاید یہ

الفاظ ہیں) 72 فرقوں میں تقسیم ہو گئے تھے اور عیسائی 71 (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں) 72 فرقوں میں تقسیم ہو گئے تھے اور میری امت 73 فرقوں میں تقسیم ہو جائے گی۔

2- حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى قَالَا حَدَّثَنَا اَبُو الْمُغِيرَةِ حَدَّثَنَا صَفْوَانُ ح و حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ حَدَّثَنَا بَقِيَّةُ قَالَ حَدَّثَنِي صَفْوَانُ نَحْوَهُ قَالَ حَدَّثَنِي اَزْهَرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْحَرَازِيُّ عَنْ اَبِي عَامِرٍ الْهَوْزَنِيِّ عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ اَبِي سُفْيَانَ اَنَّهُ قَامَ فِينَا فَقَالَ اَلَا اِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ فِينَا فَقَالَ اَلَا اِنَّ مَنْ قَبْلَكُمْ مِنْ اَهْلِ الْكِتَابِ افْتَرَقُوا عَلَى ثِنْتَيْنِ وَسَبْعِينَ مِلَّةً وَّاِنَّ هٰذِهِ الْمِلَّةَ سَتَفْتَرِقُ عَلَى ثَلَاثٍ وَسَبْعِينَ ثِنْتَانِ وَسَبْعُونَ فِي النَّارِ وَوَاحِدَةٌ فِي الْجَنَّةِ وَهِيَ الْجَمَاعَةُ

زَادَ ابْنُ يَحْيَى وَعَمْرٌو فِي حَدِيثَيْهِمَا وَاِنَّهُ سَيَخْرُجُ مِنْ اُمَّتِي اَقْوَامٌ تَجَارَى بِهِمْ تِلْكَ الْاَهْوَاءُ كَمَا يَتَجَارَى الْكَلْبُ لِصَاحِبِهِ

وَقَالَ عَمْرٌو الْكَلْبُ بِصَاحِبِهِ لَا يَبْقَى مِنْهُ عِرْقٌ وَّلَا مَفْصِلٌ اِلَّا دَخَلَهُ

✧✧ حضرت معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے بارے میں منقول ہے' ایک مرتبہ وہ کھڑے ہوئے اور بولے: جان لو! نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان کھڑے ہوئے، آپ نے فرمایا: تم سے پہلے جو اہل کتاب تھے وہ 72 فرقوں میں تقسیم ہو گئے تھے اور یہ امت 73 فرقوں میں تقسیم ہو جائے گی۔ جن میں سے 72 جہنم میں جائیں گے اور ایک جنت میں جائے گا اور وہ ایک (فرقہ) "جماعت" ہوگی۔

ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں: میری امت میں کچھ لوگ نکلیں گے جن کے اندر خواہش نفس یوں سرایت کر جائے گی جیسے کتے کا (زہر) آدمی (جسے کتے نے کاٹا ہو) کے اندر سرایت کر جاتا ہے۔

ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں: جیسے کتے (کا زہر)' اس آدمی کے اندر سرایت کر جاتا ہے جسے اس نے کاٹا ہو اور کوئی ایک جوڑ ایسا نہیں ہوتا جس میں وہ داخل نہ ہو۔

## بَابُ النَّهْيِ عَنِ الْجِدَالِ وَاتِّبَاعِ الْمُتَشَابِهِ مِنَ الْقُرْآنِ

## باب 2: اختلاف کرنے اور قرآن کے متشابہات کی پیروی کرنے کی ممانعت

3- حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ اِبْرَاهِيمَ التُّسْتَرِيُّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِي مُلَيْكَةَ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ

حدیث 1:

اخرجه الترمذي في "جامعه" رقم الحديث: 2640
اخرجه ابن ماجه في "سننه" رقم الحديث: 3992
اخرجه الامام احمد في "مسنده" رقم الحديث: 8377
اخرجه الحاكم في "المستدرك" رقم الحديث: 10
اخرجه ابن حبان في "صحيحه" رقم الحديث: 6247
اخرجه البيهقي في "سننه الكبرى" رقم الحديث: 20690
اخرجه ابويعلى في "مسنده" رقم الحديث: 5910
اخرجه الطبراني في "معجمه الصغير" رقم الحديث: 724
اخرجه الطبراني في "معجمه الكبير" رقم الحديث: 129
اخرجه عبد بن حكيم الكسي في "مسنده" رقم الحديث: 148

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ قَرَأَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذِهِ الْآيَةَ (هُوَ الَّذِيْ اَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ مِنْهُ اٰيَاتٌ مُحْكَمَاتٌ) اِلٰى (اُولُو الْاَلْبَابِ) قَالَتْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاِذَا رَاَيْتُمُ الَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ سَمَّى اللّٰهُ فَاحْذَرُوْهُمْ

✧✧ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت کی:

''وہی وہ ذات ہے جس نے تم پر کتاب نازل کی ہے جس میں سے بعض محکم آیات ہیں''۔

یہ آیت یہاں تک ہے ''عقل مند لوگ''۔

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو قرآن کے متشابہات کی پیروی کرتے ہیں' تو یہی وہ لوگ ہیں جن کی اللہ تعالیٰ نے نشاندہی کی ہے۔ تم ان سے بچو!

## آیات متشابہات اور محکمات کا بیان

هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰيٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ وَاُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ فَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَآءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَآءَ تَاْوِيْلِهٖ وَمَا يَعْلَمُ تَاْوِيْلَهٗٓ اِلَّا اللّٰهُ وَالرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ يَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ. (آل عمران)

امام ابوعبداللہ قرطبی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ اس آیت میں نو مسائل ہیں۔

مسئلہ نمبر: (۱) امام مسلم نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے بیان کیا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

(آیت) هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰيٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ وَاُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ فَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَآءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَآءَ تَاْوِيْلِهٖ وَمَا يَعْلَمُ تَاْوِيْلَهٗٓ اِلَّا اللّٰهُ وَالرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ يَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ. (آل عمران) ام المومنین نے بیان کیا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو قرآن کریم کی متشابہ آیتوں کی پیروی کرتے ہیں تو وہی وہ لوگو ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے یہ نام دیا ہے لہٰذا تم ان سے بچو۔ (صحیح مسلم، کتاب العلم، جلد۲، صفحہ ۳۳۹، ایضاً صحیح بخاری، منہ آیات محکمات' رقم الحدیث ۴۱۸۳، ضیاء القرآن پبلی کیشنز)

ابوغالب نے بیان کیا ہے: میں حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ چل رہا تھا اور وہ اپنے گدھے پر سوار تھے، یہاں تک کہ

---

حدیث 3:

اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث:4273

اخرجه مسلم فی "صحیحه" رقم الحدیث:2665

اخرجه الترمذی فی "جامعه" رقم الحدیث:2994

اخرجه ابن ماجه فی "سننه" رقم الحدیث:47

اخرجه الدارمی فی "سننه" رقم الحدیث:145

اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث:24973

اخرجه ابن حبان فی "صحیحه" رقم الحدیث:73

اخرجه الطیالسی فی "مسنده" رقم الحدیث:1432

اخرجه اسحاق بن راهویه فی "مسنده" رقم الحدیث:1236

جب وہ مسجد دمشق کے راستے تک پہنچ کر رک گئے تو وہاں کچھ سر کھڑے کیے گئے تو آپ نے پوچھا: یہ سر کن کے ہیں؟ تو بتایا گیا: یہ خوارج کے سر ہیں جو عراق سے لائے گئے ہیں، تو حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ نے کہا: آگ کے کتے ہیں، آگ کے کتے ہیں، آگ کے کتے ہیں! آسمان کے سائے کے نیچے شریر ترین مقتول ہیں، اچھائی اور مبارک اس کے لئے جس نے انہیں قتل کیا اور انہوں نے اسے قتل کیا، انہوں نے یہی جملہ طوبی لمن قتلهم وقتلوه تین بار کہا، پھر رونے لگے، تو میں نے عرض کی: اے ابوامامہ رضی اللہ عنہ کون سی شے تمہیں رلا رہی ہے؟ تو انہوں نے کہا: ان کے لئے رحمت ہو، بے شک وہ اہل اسلام میں سے تھے پھر اس سے نکل گئے، پھر انہوں نے یہ آیت پڑھی:

(آیت) هو الذين انزل عليك الكتب منه آيت محكمت ۔ الی آخر الایات، پھر یہ آیت تلاوت کی:

(آیت) ولا تكونوا كالذين تفرقوا واختلفوا من بعد ما جآء هم البينت ۔ (آل عمران:۱۰۵)

ترجمہ: اور نہ ہو جانا ان لوگوں کی طرح جو فرقوں میں بٹ گئے تھے اور اختلاف کرنے لگے تھے اس کے بعد بھی جب آچکی تھیں ان کے پاس روشن نشانیاں۔

تو میں نے کہا: اے ابوامامہ رضی اللہ عنہ! کیا یہ وہ لوگ ہیں؟ تو انہوں نے کہا: ہاں۔ پھر میں نے کہا: کیا یہ ایسی شے ہے جو تم اپنی رائے سے کہہ رہے ہو یا ایسی شے ہے جسے تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے؟ تو انہوں نے کہا: بلاشبہ تب تو میں جرات کرنے والا ہوں بلاشبہ تب تو میں جرات کرنے والا! (نہیں) بلکہ میں نے اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے (کئی بار) سنا ہے نہ ایک بار، نہ دو بار، نہ تین بار، نہ چار بار، نہ سات بار، اور انہوں نے اپنی انگلیاں اپنے کانوں پر رکھ لیں۔

بیان کیا: ورنہ انہیں خاموش کرا دیا جاتا۔ (المعجم الکبیر للطبرانی، جلد ۸، صفحہ ۲۶۷، رقم الحدیث ۸۰۳۴، ایضا، جامع ترمذی، باب ومن سورۃ آل عمران حدیث ۲۹۲۶، ضیاء القرآن پبلی کیشنز) انہوں نے یہ تین بار کہا: پھر فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: بنی اسرائیل اکہتر فرقوں میں تقسیم ہو گئے ایک فرقہ جنت میں ہوگا، اور بقیہ تمام فرقے جہنم میں ہوں گے اور یقیناً یہ امت ان پر ایک فرقے کا اضافہ کرے گی ایک جنت میں ہوگا اور باقی تمام جہنم میں ہوں گے۔ (المعجم الکبیر للطبرانی، جلد ۸، صفحہ ۲۷۳، رقم الحدیث ۸۰۵۱)

مسئلہ نمبر: (۲) محکمات اور متشابہات کے بارے میں متعدد اقوال پر علماء نے اختلاف کیا ہے، پس حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا ہے اور وہی حضرت شعبی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ وغیرہما کے قول کا مقتضا بھی ہے کہ محکمات قرآن کریم کی وہ آیات ہیں جن کی تاویل معروف ہو اور اس کا معنی وتفسیر سمجھے جا سکیں، اور متشابہ وہ ہے جسے جاننے کے لئے کسی کے پاس کوئی ذریعہ نہ ہو یہ ان میں سے ہے جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے علم کے ساتھ خاص کر لیا ہے نہ کہ اپنی خلق کے ساتھ بعض علماء نے کہا ہے: ان کی مثال میں قیامت قائم ہونے کا وقت ہے، یاجوج اور ماجوج اور دجال کا نکلنا ہے، حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کا ظہور ہے اور اسی طرح سورتوں کے اوائل میں حروف مقطعات ہیں۔ (المحرر الوجیز، جلد ۱، صفحہ ۴۰۱، دار الکتب العلمیہ)

میں (مفسر) کہتا ہوں: یہ احسن قول ہے جو متشابہ کے بارے کیا گیا ہے اور ہم نے سورۃ البقرہ کے اوائل میں ربیع بن خثیم سے

پہلے ذکر کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس قرآن کو نازل فرمایا اور اس میں سے جو چاہا اسے اپنے علم کے ساتھ خاص کر لیا۔

(المحرر الوجیز، جلد ۱، صفحہ ۴۰۰ دار الکتب العلمیہ) الحدیث۔

اور ابوعثمان نے کہا ہے: محکم سے مراد وہ سورۃ فاتحہ ہے جس کے بغیر نماز جائز نہیں ہوتی، اور محمد بن فضل نے بیان کیا ہے کہ اس سے مراد سورۃ اخلاص ہے کیونکہ اس میں فقط توحید کے سوا اور کچھ نہیں، اور کبھی یہ بھی کہا گیا ہے کہ قرآن سارے کا سارا محکم ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (آیت) کتب احکمت ایته۔ (ہود: ۱)

ترجمہ: یہ وہ کتاب ہے محفوظ و مستحکم بنادی گئی ہیں جس کی آیتیں۔

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ تمام کا تمام متشابہ ہے، کیونکہ ارشاد گرامی ہے: کتابا متشابھا۔

میں (مفسر) کہتا ہوں: آیت کے معنی میں سے اس میں کوئی شے نہیں ہے، کیونکہ قول باری تعالیٰ (آیت) کتب احکمت ایته ۔ یعنی نظم اور وصف میں اس کی آیات پختہ اور مضبوط ہیں اور یہ کہ یہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے حق ہیں اور کتابا متشابھا کا معنی ہے کہ اس کی بعض آیات بعض کی مشابہ ہیں اور بعض بعض کی تصدیق کرتی ہیں، اور قول باری تعالیٰ: (آیت) آیت محکمت ۔ اور واخر متشبھت ۔ سے مراد یہ نہیں ہے کیونکہ اس آیت میں متشابہ احتمال اور اشتباہ کے باب سے ہے جو اس قول میں ہے ان البقر تشابه علینا ۔ یعنی وہ گائے ہم پر ملتبس ہوگئی، یعنی یہ (لفظ) گائیوں میں سے بہت سی انواع کا احتمال رکھتا ہے، اور محکم سے مراد وہ ہے جو اس کے مقابلہ میں ہو، اور وہ وہ ہے جس میں کوئی التباس نہ ہو اور وہ سوائے ایک وجہ کے اور کوئی احتمال نہ رکھتا ہو۔

اور کہا گیا ہے: بے شک متشابہ وہ ہے جو کئی وجوہ کا احتمال رکھتا ہے، پھر جب ان وجوہ کو ایک وجہ کی طرف لوٹا دیا جائے اور باقی باطل قرار دی جائیں تو وہ متشابہ محکم ہو جاتا ہے، پس محکم ہمیشہ اصل ہوتا ہے اور فروع اس کی طرف لوٹائی جاتی ہیں اور متشابہ وہی فرع ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان فرمایا: محکمات سورۃ الانعام میں اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے: (آیت) قل تعالوا اتل ما حرم ربکم علیکم ۔ تین آیات تک، اور سورۃ بنی اسرائیل میں یہ ارشاد ہے:

(آیت) وقضی ربك الا تعبدوا الا ایاه وبالوالدین احسانا ۔

ابن عطیہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے: یہ میرے نزدیک ایک مثال ہے جو آپ نے محکمات کے بارے میں بیان فرمائی۔ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ بھی بیان کیا: محکمات سے مراد قرآن کریم کی ناسخ آیات، احکام حرام کو بیان کرنے والی اور اس کے فرائض کو بیان کرنے والی وہ آیات ہیں جن کے ساتھ ایمان لایا جاتا ہے اور جن کے مطابق عمل کیا جاتا ہے اور متشابہات سے مراد اس کی منسوخ آیات، اس کی مقدم و موخر آیات، اس کی امثال، اس کی اقسام اور وہ جن کے ساتھ ایمان لایا جاتا ہے اور ان کے مطابق عمل نہیں کیا جاتا۔

حضرت ابن مسعود وغیرہ نے کہا ہے: محکمات سے مراد ناسخ آیات ہیں اور متشابہات سے مراد منسوخ آیات ہیں۔ اور یہی حضرت قتادہ، ربیع اور ضحاک نے کہا ہے۔ (المحرر الوجیز، جلد ۱، صفحہ ۴۰۰ دار الکتب العلمیہ)

محمد بن جعفر بن زبیر نے کہا ہے: محکمات وہ آیات ہیں جن میں رب کریم کی حجت، بندوں کی عصمت اور جھگڑوں اور باطل کو دور کرنے کا ذکر ہے جس معنی پر انہیں وضع کیا گیا ہے اس سے نہ انہیں پھیرا جا سکے اور نہ اس میں کوئی تحریف کی جا سکے، اور متشابہات وہ ہیں جن میں تصریف و تحریف اور تاویل ہو سکتی ہے، اللہ تعالیٰ نے ان کے ساتھ بندوں کو آزمایا ہے، مجاہد اور ابن اسحاق نے یہی کہا ہے، ابن عطیہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے: اس آیت کے بارے میں سب سے احسن قول یہی ہے۔

(البحر رالوجیز، جلد ۱، صفحہ ۴۰۲ دار الکتب العلمیہ)

نحاس نے کہا ہے: جو کچھ محکمات اور متشابہات کے بارے کہا گیا ہے ان میں احسن یہ ہے کہ محکمات وہ ہیں جو قائم بنفسہ ہیں ان میں کسی اور کی طرف رجوع کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی جیسا کہ (آیت) **ولم یکن له کفوا احد** (الاخلاص: ۴) اور (آیت) **وانی لغفار لمن تاب** (طٰہٰ: ۸۲) اور (آیت) **ان الله لا یغفر ان یشرك به** (النساء: ۴۸)

میں (مفسر) کہتا ہوں: جو کچھ نحاس نے کہا ہے وہ اس کی وضاحت کرتا ہے جسے ابن عطیہ رحمۃ اللہ علیہ نے اختیار کیا ہے اور وہی وضع زبان پر جاری ہے اور وہ یہ کہ محکم احکم سے اسم مفعول ہے اور الاحکام کا معنی الاتقان (پختہ کرنا) ہے اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ جو لفظ واضح المعنی ہو اس میں کوئی اشکال اور تردد نہیں ہوتا۔ بلاشبہ وہ (محکم) اپنے مفرد کلمات کے واضح ہونے اور ان کی ترکیب کے پختہ اور مضبوط ہونے میں اسی طرح ہوتا ہے اور جب دو امروں میں سے کوئی ایک مختل ہو جائے تو اس میں تشابہ اور اشکال آ جاتا ہے۔ واللہ اعلم۔

ابن خویز منداد نے کہا ہے: مشابہ کی کوئی وجوہ ہیں ایک وہ ہے جس کے ساتھ حکم متعلق ہوتا ہے وہ یہ ہے جس میں علماء کا اختلاف ہو کہ دو آیتوں میں سے کون سی آیت نے دوسری کو منسوخ کر دیا ہے، جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا ایسی حاملہ عورت کے بارے جس کا خاوند فوت ہو جائے یہ نظریہ ہے کہ یہ دونوں مدتوں میں سے زیادہ کے ساتھ عدت گزارے گی اور حضرت عمر، حضرت زید بن ثابت اور حضرت ابن مسعود رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین وغیرہم یہ کہتے ہیں کہ اس کی عدت وضع حمل ہے اور وہ کہتے ہیں چھوٹی سورۃ نساء (یعنی سورۃ طلاق) نے چار مہینے اور دس دن عدت والے حکم کو منسوخ کر دیا ہے اور حضرت علی اور حضرت ابن عباس رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کہتے ہیں یہ حکم منسوخ نہیں ہوا، اور اسی طرح ان کا وارث کے لئے وصیت کرنے کے بارے میں اختلاف ہے کیا وہ منسوخ کر دی گئی ہے یا منسوخ نہیں کی گئی؟ اور اسی طرح دو آیتوں میں تعارض کی صورت میں اختلاف ہے کہ ان میں سے اولی کون سی ہے کہ اسے مقدم کیا جائے جب نسخ نہ پہچانا جائے اور نہ اس کی شرائط پائی جائیں، مثلاً اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد: (آیت) **واحل لکم ما ورآء ذلکم** (النساء: ۲۴) یہ تقاضا کرتا ہے کہ ملک یمین کی حیثیت سے دو قریبی عورتوں کو اپنے پاس جمع کرنا مباح ہے، جبکہ ارشاد باری تعالیٰ: (آیت) **وان تجمعوا بین الاختین الا ما قد سلف** (النساء: ۲۳) اس سے منع کرتا ہے اور اسی میں سے وہ تعارض بھی ہے جو حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث میں پایا جاتا ہے اور وہ جو قیاس میں پایا جائے، پس وہی متشابہ ہے اور ایک آیت کو دو قراتوں پڑھنا متشابہ میں سے نہیں ہے اور اسم کبھی محتمل یا مجمل ہوتا ہے وہ تفسیر کا محتاج ہوتا ہے، کیونکہ اس میں سے واجب اتنی مقدار ہی ہوتی ہے جسے وہ اسم یا پوری آیت شامل ہوتی ہے اور وہ

قراتیں دو آیتوں کی طرح ہوتی ہیں اور دونوں کے موجب کے مطابق عمل واجب ہوتا ہے، جیسا کہ پڑھا گیا ہے: (آیت) وامسحوا برء وسکم وارجلکم ۔ (المائدہ:۶) الرجلکم کی قرات اور کسرہ دونوں کے ساتھ ہے، جیسا کہ اس کا بیان سورۃ المائدہ میں آئے گا ان شاء اللہ تعالیٰ۔

مسئلہ نمبر: (۳) بخاری نے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے بیان کیا: ایک آدمی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو کہا: میں قرآن کریم میں ایسی اشیاء پاتا ہوں جو مجھے مختلف نظر آتی ہیں، (یعنی ان میں اختلاف ہے) آپ نے فرمایا: وہ کیا ہے؟ اس نے بیان کیا: اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

(آیت) فلا انساب بینهم یومئذ ولا یتسآء لون ۔ (المومنون)

ترجمہ: تو کوئی رشتہ داریاں نہ رہیں گی ان کے درمیان اس روز اور نہ وہ ایک دوسرے کے متعلق پوچھ سکیں گے۔

اور فرمایا:

(آیت) واقبل بعضهم علی بعض یتسآئلون ۔ (الطور)

ترجمہ: اور وہ ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہو کر پوچھیں گے۔

اور کہا:

(آیت) ولا یکتمون اللہ حدیثاً۔

ترجمہ: وہ اللہ تعالیٰ سے کوئی بات نہیں چھپائیں گے۔

اور پھر کہا:

(آیت) واللہ ربنا ما کنا مشرکین (انعام)

ترجمہ: قسم بخدا! اے ہمارے رب ہم مشرک نہ تھے۔

تو انہوں نے اس آیت میں (اپنے شرک کو) چھپایا، اور سورۃ النازعات میں ہے۔

(آیت) ام السمآء بنها، رفع سمکها، فسوها، واغطش لیلها واخرج ضحها، والارض بعد ذالك دحها، ۔

پس اس میں زمین کی تخلیق سے پہلے آسمان کی تخلیق کا ذکر کیا۔ پھر فرمایا

(آیت) ائنکم لتکفرون بالذی خلق الارض فی یومین وتجعلون له اندادا، ذلك رب العلمین، وجعل فیها رواسی من فوقها وبرك فیها وقدر فیها اقواتها فی اربعة ایام سوآء للسآئلین، ثم استوی الی السمآء وهی دخان فقال لها وللارض ائتیا طوعا او کرها قالتا اتینا طآئعین ۔ (فصلت)

سو اس میں آسمان کی تخلیق سے پہلے زمین کی تخلیق کا ذکر کیا اور فرمایا:

(آیت) وکان اللہ غفورا رحیما ۔ (النسا)۔ اور (آیت) وکان اللہ عزیزا حکیما (النسا) اور (آیت)

و کان اللہ سمیعا بصیرا ۔(النساء)

تو گویا کہ وہ تھا پھر گزر گیا، تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: فلا انساب بینھم نفخہ اولیٰ کے بارے میں ہے پھر صور میں پھونکا جائے گا اور جو بھی آسمانوں اور زمین میں ہوگا وہ گر پڑے گا سوائے اس کے جس کے بارے اللہ تعالیٰ چاہے گا، اس وقت ان کے درمیان نہ نسب ہوں گے اور نہ وہ ایک دوسرے کے بارے پوچھیں گے، پھر دوسرے نفخہ میں ان میں سے بعض بعض کی طرف متوجہ ہوں گے اور ایک دوسرے سے پوچھیں گے۔

اور جہاں تک ما کنا مشرکین اور و لا یکتمون اللہ حدیثا، کا تعلق ہے تو چونکہ اللہ تعالیٰ اخلاص والوں کے گناہوں کی مغفرت فرمادے گا، تو مشرکین کہیں گے، آؤ ہم کہتے ہیں: ہم مشرک نہیں تھے، تو اللہ تعالیٰ ان کے مونہوں پر مہر لگا دے گا اور ان کے اعمال کے بارے ان کے اعضاء گفتگو کریں گے تو اس وقت یہ معلوم ہو جائے گا کہ اللہ تعالیٰ کسی بات کو نہیں چھپائے گا اور اس وقت کفار یہ خواہش کریں گے کاش وہ مسلمان ہوتے، اور اللہ تعالیٰ نے زمین کو دو دنوں میں تخلیق فرمایا، پھر اوپر کی طرف توجہ فرمائی تو دو دنوں میں انہیں ٹھیک ٹھیک سات آسمان بنا دیا، پھر زمین کو بچھایا اور اس سے پانی اور کھیتی نکالی اور ان میں پہاڑ، درخت، ٹیلے اور جو کچھ ان کے درمیان ہے وہ سب دو دنوں میں تخلیق فرما دیا، پس اس لئے اللہ تعالیٰ ارشاد ہے۔(آیت) والارض بعد ذلك دحھا ۔ (نازعات) نتیجۂ زمین اور جو کچھ اس میں ہے وہ چار دنوں میں تخلیق کیا گیا اور دو دنوں میں آسمان بنایا گیا۔

اور ارشاد باری تعالیٰ (آیت) و کان اللہ غفورا رحیما ۔ (یعنی وہ ذاتی طور پر غفور اور رحیم ہے یعنی وہ ہمیشہ رہا اور ہمیشہ اسی طرح رہے گا) کیونکہ اللہ تعالیٰ نے کسی شے کا ارادہ نہیں کیا مگر اسے اسی کے مطابق کیا جو ارادہ فرمایا۔ تجھ پر افسوس ہے، چاہیے کہ تجھ پر قرآن مختلف نہ ہو، کیونکہ یہ سب اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے۔(صحیح بخاری کتاب التفسیر، جلد ۲، صفحہ ۷۱۲)

مسئلہ نمبر: (۴) قولہ تعالیٰ: (آیت) واخر متشبھت ۔ اس میں اخر غیر منصرف ہے، کیونکہ اسے الف لام سے معدول کیا گیا ہے، کیونکہ اس میں اصل یہ ہے کہ یہ الف لام کے ساتھ صیغہ صفت ہو جیسا الکبر اور الصغر، پس جب اسے الف لام کے جاری ہونے کی جگہ سے معدول کر دیا گیا تو یہ غیر منصرف ہو گیا، ابو عبید نے کہا ہے: انہوں نے اسے منصرف نہیں کہا کیونکہ اسکا واحد منصرف نہیں ہوتا چاہے وہ معرفہ ہو یا نکرہ، اور مبرد نے اس کا انکار کیا ہے اور کہا ہے: اس بنا پر یہ لازم آتا ہے کہ غضاب اور عطاش بھی منصرف نہ ہوں، اور امام کسائی نے کہا ہے: یہ غیر منصرف ہے کیونکہ یہ صفت ہے، اور مبرد نے اس کا بھی انکار کیا ہے اور کہا ہے: بے شک لبدا اور حطما بھی دونوں صفتیں ہیں اور یہ دونوں منصرف ہیں۔

سیبویہ نے کہا ہے: یہ جائز نہیں ہے کہ اخر الف لام سے معدول ہو، کیونکہ اگر یہ الف لام سے معدول ہوتا تو یہ معرفہ ہوتا، کیا آپ جانتے نہیں ہیں کہ سحر تمام اقوال میں معرفہ ہے کیونکہ یہ السحر سے معدول ہے اور امس اس کے قول کے مطابق جس نے کہا: ذھب امس یہ الامس سے معدول ہے پس اگر اخر بھی الف لام سے معدول ہوتا تو وہ بھی معرفہ ہوتا حالانکہ اللہ تعالیٰ نے نکرہ کے ساتھ اس کی صفت بیان کی ہے۔

مسئلہ نمبر: (۵) قولہ تعالیٰ: (آیت) فاما الذین فی قلوبھم زیغ ۔ پس الذین مبتدا ہونے کے سبب مرفوع ہے اور خبر

(آیت) فیتبعون ما تشابه منه ۔ ہےاور زیغ کا معنی جھکاؤ اور کجی ہے اور اسی سے زاغت الشمس (سورج کا ڈھلنا) اور زاغت الابصار (آنکھوں کا تھکنا) ہے اور کہا جاتا ہے: زاغ یزیغ زیغا جب وہ قصد وارادہ ترک کردے اور اسی سے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے:

(آیت) فلما زاغو ازاغ الله قلوبهم ۔ (الصف:۵)

ترجمہ: پس جب انہوں نے کجروی اختیار کی تو اللہ نے بھی ان کے دلوں کو ٹیڑھا کردیا۔

اور یہ آیت کفار، زندیق، جاہل، بدعتی، تمام گروہوں کو عام ہے۔ اگرچہ اس وقت اس سے اشارہ نجران کے عیسائیوں کی طرف تھا، اور حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے اس ارشاد (آیت) فاما الذین فی قلوبهم زیغ ۔ کی تفسیر میں کہا ہے کہ اگر یہ حروریہ اور خارجیوں کے گروہ نہیں ہیں تو پھر میں نہیں جانتا وہ کون ہیں۔ (المحرر الوجیز، جلد ۱ صفحہ ۴۰۲ دار الکتب العلمیہ)

میں کہتا ہوں: یہ تفسیر حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث سے گزر چکی ہے وہی کافی ہے۔

مسئلہ نمبر: (۶) قولہ تعالیٰ: (آیت) فیتبعون ما تشابه منه ابتغآء الفتنة وابتغآء تاویله ۔ ہمارے شیخ ابوالعباس رضی اللہ عنہ نے کہا ہے: متشابہ کی پیروی کرنے والے اس سے خالی نہیں ہوتے کہ وہ اس کی پیروی کریں اور اسے جمع کرتے رہیں قرآن کریم میں تشکیک تلاش کرنے کے لئے اور عوام کو گمراہ کرنے کے لئے جیسا کہ زنادقہ اور قرآن کریم میں طعنہ زنی کرنے والے قرامطہ نے کیا، یا وہ متشابہ کے ظواہر کے مطابق اعتقاد رکھنے کی طلب میں ایسا کرتے ہیں، جیسا کہ ان مجسمہ نے کیا جنہوں نے قرآن کریم اور احادیث طیبہ سے ان آیات وروایات کو جمع کیا جن کا ظاہر (اللہ تعالیٰ کی) جسمیت پر دلالت کرتا ہے، یہاں تک کہ انہوں نے یہ اعتقاد رکھا کہ اللہ تعالیٰ ایک جسم مجسم ہے اور وہ صورت مصورہ ہے اس کا چہرہ، آنکھ، ہاتھ، پہلو پاؤں اور انگلیاں سبھی اعضاء ہیں، حالانکہ اللہ تعالیٰ کی ذات ان سے مبرہ اور بلند ہے یا وہ متشابہ کی پیروی کرتے ہیں ان کی تاویلات کو ظاہر کرنے کے لئے اور ان کے معانی کی وضاحت کرنے کے لئے یا جیسا کہ صبیغ نے کیا جس وقت اس نے عمر پر کثرت سے اس بارے سوال کئے پس یہ چار اقسام ہوئیں۔

(۱) ان کے کفر میں کوئی شک نہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے توبہ قبول کئے بغیر ان کے بارے میں قتل کا حکم دیا ہے۔

(۲) صحیح قول ان کی تکفیر کا ہے، کیونکہ ان کے اور بتوں اور تصویروں کی عبادت کرنے والوں کے درمیان کوئی فرق نہیں۔ اور اگر انہوں نے توبہ کی تو ان کی توبہ قبول کی جائے گی، ورنہ یہ قتل کردیئے جائیں گے جیسا کہ مرتد کے ساتھ کیا جاتا ہے۔

(۳) چونکہ اس کی تاویل کے جواز میں اختلاف ہے لہٰذا اسی بنا پر اس کے جائز ہونے میں علماء نے اختلاف کیا ہے اور یہ بات معلوم ہے کہ سلف کا مذہب متشابہ کی تاویل کے لئے تعرض کو ترک کرنا ہے باوجود اس کے کہ انہیں ان کے ظاہر معنی کے محال ہونے کا یقین تھا، پس وہ کہتے: تم اس سے گزر جاؤ جیسے وہ آئے اور بعض نے یہ کہا ہے کہ اس کی تاویلات کا اظہار کرنا چاہیے اور اسے ایسے معنی پر محمول کیا جائے بغیر یقین کے جس پر لغۃً محمول کرنا صحیح ہو جیسا کہ مجمل کی تعیین کی جاتی ہے۔

(۴) اس میں حکم ادب بلیغ کا ہے جیسا کہ حضرت عمر نے صبیغ کے ساتھ کیا اور ابوبکر انباری نے کہا ہے: ائمہ سلف اسے سزا

دیتے تھے جو قرآن کریم کے مشکل حروف (متشابہ) کی تفسیر کے بارے سوال کرتا تھا کیونکہ سائل اگر اپنے سوال سے بدعت کو دوام بخشنے اور فتنہ برپا کرنے کا ارادہ رکھتا ہے تو یہ درحقیقت انکار اور بہت بڑی تعزیر کا مستحق ہے اور اگر اس کا یہ قصد نہیں تب بھی وہ گناہ کا جرم کرنے کے سبب عتاب کا مستحق ہے، کیونکہ اس نے منافقین ملحدین کے لئے اس وقت ایک راستہ ایجاد کر دیا ہے کہ وہ تاویل کے حقائق اور قرآن کریم کے مناہج سے انحراف کرتے ہوئے قرآن کریم میں تحریف کرنے کے بارے کمزور مسلمانوں کو گمراہ کرنے اور ان میں تشکیک پیدا کرنے کا قصد و ارادہ کریں، اور اسی سے وہ روایت ہے جو اسماعیل بن اسحاق القاضی نے ہمیں بیان کی کہ ہمیں سلیمان بن حرب نے حماد بن زید عن یزید بن حازم عن سلیمان بن یسار کی سند سے یہ خبر دی ہے کہ صبیغ بن عسل مدینہ طیبہ آیا اور وہ قرآن کریم کی متشابہ (آیات) اور دیگر اشیاء کے بارے سوال کرنے لگا تو اس کی خبر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو پہنچی تو آپ نے اسے بلا بھیجا، پس اسے حاضر کیا گیا تو آپ نے اس کے لئے کھجور کے گچھوں کی جڑیں تیار کی ہوئی تھیں، پس جب وہ حاضر ہوا، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے فرمایا: تو کون ہے؟ اس نے کہا: میں عبداللہ صبیغ ہوں، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں عبداللہ عمر ہوں، پھر آپ اٹھ کھڑے ہوئے اور اس جڑ کے ساتھ اس کے سر پر ضرب لگائی اور اسے زخمی کر دیا، پھر لگاتار اسے مارا یہاں تک کہ اس کا خون اس کے چہرے پر بہنے لگا، تو اس نے کہا: یہ کافی ہے اے امیر المومنین، قسم بخدا جو میں اپنے سر میں پاتا تھا وہ نکل گیا ہے۔

(سنن داری، کتاب مقدمہ باب، من حاب الفتیا وکرہ التنطع والبدع، جلد اول، رقم الحدیث، ۱۴۴، مکتبہ مدینہ منورہ) اور اس کے ادب کے بارے میں روایات مختلف ہیں ان کا ذکر سورۃ الذاریات میں آئے گا، پھر اللہ تعالیٰ نے اسے توبہ کی طرف متوجہ کیا اور اسے اس کے دل میں ڈال دیا، پس اس نے توبہ کر لی، اور اس کی توبہ انتہائی اچھی اور حسین تھی۔ (آیت) ابتغآء الفتنة ۔ کا معنی ہے مومنین کے لئے التباس اور شبہات کو طلب کرنا تا کہ وہ ان کے درمیان فساد پیدا کر دیں اور وہ لوگوں کو اپنی کجی کی طرف لوٹا لائیں اور ابو اسحاق الزجاج نے کہا ہے: (آیت) ابتغآء تاویله ۔ کا معنی ہے کہ انہوں نے اپنے دوبارہ اٹھائے جانے اور زندہ کئے جانے کے بارے تاویل تلاش کی تو اللہ تعالیٰ نے آگاہ فرمادیا کہ اس کی اور اس کے وقت کی تاویل اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا، اور اس پر دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے: (آیت) هل ينظرون الا تاويله، يوم ياتي تاويله ۔ یعنی جس دن وہ اسے دیکھ لیں گے جس کا ان سے وعدہ کیا جا رہا ہے یعنی دوبارہ زندہ کیا جانا، قبروں سے اٹھایا جانا اور عذاب۔ (آیت) يقول الذين نسوه من قبل ۔ یعنی انہوں نے اسے چھوڑ دیا ہے۔ (آیت) قد جآءت رسل ربنا بالحق ۔ (اعراف:۵۳) یعنی تحقیق ہم نے اس کی تاویل دیکھ لی جس کے بارے ہمیں رسل علیہم السلام نے آگاہ کیا تھا فرمایا پس وقف اس قول باری تعالیٰ پر ہے: (آیت) وما يعلم تاويله الا الله ۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ دوبارہ کب اٹھایا جائے گا۔

مسئلہ نمبر: (۷) قولہ تعالیٰ: (آیت) وما يعلم تاويله الا الله ۔ کہا جاتا ہے کہ یہودیوں کی ایک جماعت جن میں حی بن اخطب بھی تھا وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا: ہمیں خبر پہنچی ہے کہ آپ پر الم نازل ہوئی ہے پس اگر آپ اپنے قول میں سچے ہیں تو پھر آپ کی امت کی بادشاہی اکہتر برس ہوگی، کیونکہ حساب الجمل میں الف سے مراد ایک ہے، لام سے مراد تیس ہیں اور میم سے مراد چالیس ہیں تب یہ آیت نازل ہوئی (آیت) وما يعلم تاويله الا الله ۔ اور یہاں تاویل بمعنی تفسیر ہوگا۔ جیسا

کہ تیرا یہ قول ہے تاویل ھذہ الکلمۃ علی کذا (یعنی اس کلمہ کی تفسیر اس معنی پر ہے) اور یہ مایوول الامر الیہ کے معنی میں بھی ہوسکتا ہے، (یعنی جس کی طرف امر لوٹتا ہے) اور اس کا اشتقاق آل الامر الی کذا یوول الیہ سے ہے یعنی بمعنی صار، اور اولتہ تاویلا بمعنی صیرتہ ہے، (یعنی میں نے اس کی تاویل کی) اور بعض فقہاء نے اس کی تعریف کی اور کہا: ھوابداء احتمال فی اللفظ مقصود بدلیل خارج عنہ، یعنی کسی لفظ میں مقصو، احتمال کو خارجی دلیل کے ساتھ ظاہر کرنا، اور تفسیر سے مراد لفظ کا بیان اور اس کی وضاحت ہوتی ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (آیت) لاریب فیہ۔ یعنی اس میں کوئی شک نہیں، اور تفسیر کی اصل فسر ہے اور اس کا معنی بیان ہے، کہا جاتا ہے: فسرت الشئی (بالتخفیف) افسرہ (بالکسر) فسر اور تاویل معنی کا بیان ہوتا ہے، جیسا کہ یہ قول لاشک فیہ عند المومنین، یعنی مومنین کے نزدیک اس میں کوئی شک نہیں یا چونکہ یہ فی نفسہ حق ہے لہٰذا اس کی ذات شک کو قبول نہیں کرتی، اور بلاشبہ شک شک کرنے والے کا وصف ہے اور جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا دادا کے بارے میں اب (باپ) ہونے کا قول ہے، کیونکہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں تاویل کی ہے: یا بنی آدم۔

مسئلہ نمبر: (۸) قولہ تعالیٰ: (آیت) والرسخون فی العلم، والرسخون فی العلم میں علماء کا اختلاف ہے، کیا یہ ابتداء کلام ہے اور اس کا ماقبل سے تعلق منقطع ہے، یا یہ اپنے ماقبل پر معطوف ہے، اور واو جمع کے لئے ہے۔ اکثر کا موقف یہ ہے کہ یہ ماقبل سے منقطع ہے اور یہ کہ قول باری تعالیٰ الا اللہ پر پہلا کلام مکمل ہو چکا ہے، یہ قول حضرت ابن عمر، حضرت ابن عباس، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا حضرت عروہ بن زبیر اور حضرت عمر بن عبدالعزیز، رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور کئی دوسروں کا ہے، اور یہی امام کسائی، اخفش فراء اور ابوعبید علم کی انتہاء نہیں مگر ان کے اس قول پر (آیت) امنا بہ کل من عند ربنا۔ اور اسی کی مثل حضرت عمر بن عبدالعزیز نے کہا ہے اور علامہ طبری نے اسی طرح یونس بن اشہب عن مالک بن انس سے بیان کیا ہے۔ (المحرر الوجیز، جلد ۱، صفحہ ۴۰۳ دار الکتب العلمیہ) اور اس بنا پر یقولون، الرسخون کی خبر ہے،

علامہ خطابی نے کہا ہے: اللہ تعالیٰ نے اپنی وہ کتاب جس کے ساتھ ایمان لانے اور جس کی تصدیق کرنے کا ہمیں حکم ارشاد فرمایا ہے اس کی آیات کی دو قسمیں بنادی ہیں، ایک محکم اور دوسری متشابہ، پس اللہ تعالیٰ نے قائل سے فرمایا:

(آیت) هو الذين انزل عليك الكتب منه آيت محكمت هن ام الكتب واخر متشبهت، فاما الذين فى قلوبهم زيغ فيتبعون ما تشابه منه ابتغآء الفتنة وابتغآء تاويله، وما يعلم تاويله الا الله والرسخون فى العلم يقولون امنا به كل من عند ربنا ۔ پس بتادیا کہ کتاب میں متشابہ کو اپنے علم کے ساتھ خاص کرلیا ہے اور اس کے بغیر کوئی بھی اس کی تاویل کو نہیں جانتا، پھر اللہ تعالیٰ نے راسخین فی العلم کی تعریف بیان فرمائی کہ وہ کہتے ہیں ہم اس کے ساتھ ایمان لائے اور اگر ان کی طرف سے ایمان لائے، اور اگر ان کی طرف سے ایمان صحیح نہ ہوتا تو وہ اس پر تعریف کے مستحق نہ ہوتے، اور اکثر علماء کا مذہب یہ ہے کہ اس آیت میں وقف تام اس قول پر ہے (آیت) وما يعلم تاويله الا الله ۔ اور جو اس کے بعد ہے وہ دوسرا نیا کلام ہے اور وہ یہ قول ہے۔

(آیت) والرسخون فى العلم يقولون امنا به ۔ اور یہی حضرات ابن مسعود، ابی بن کعب، ابن عباس، اور حضرت

عائشہ صدیقہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے مروی ہے۔

اور حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے یہ روایت ہے کہ الرسخون کا اپنے ماقبل پر عطف نسق ہے اور ان کا خیال ہے کہ وہ بھی اس کا علم رکھتے ہیں اور اس کے بارے میں بعض اہل لغت نے استدلال کرتے ہوئے کہا ہے: اس کا معنی ہے والراسخون فی العلم یعلمونہ قائلین امنا (راسخون فی العلم اسے جانتے ہیں درآنحالیکہ وہ کہتے ہیں ہم ایمان لائے) اور یہ گمان ہے کہ یقولون حال ہونے کی بنا پر محل نصب میں ہے، اور عام اہل لغت اس کا انکار کرتے ہیں اور اسے بعید سمجھتے ہیں، کیونکہ عرب فعل اور مفعول کو اکٹھا مضمر نہیں کرتے اور حال مذکور نہیں ہوتا مگر تبھی جب فعل ظاہر ہو اور جب فعل ظاہر نہیں تو وہ حال نہیں ہوسکتا اور اگر یہ جائز ہے تو پھر یہ کہا جانا بھی جائز ہے، عبداللہ راکبا یعنی اقبل عبداللہ راکبا، بلاشبہ فعل مذکور کے ساتھ یہ جائز ہوتا ہے جیسا کہ قول: عبداللہ یتکلم یصلح بین الناس (عبداللہ کلام کررہا ہے درآنحالیکہ وہ لوگوں کے درمیان صلح کرا رہا ہے) تو اس میں یصلح اس کے لئے حال ہے اسی طرح شاعر کا قول ہے، ابوعمر نے یہ مجھے سنایا ہے اور اس نے کہا ہمیں ابوالعباس ثعلب نے سنایا ہے:

ارسلت فیھا قطما لکالکا یقصر یمشی ویطول بارکا

بمعنی یقصر ماشیا (یعنی یمشی حال واقع ہورہا ہے۔) پس عام علماء کا قول علمائے نحو کے مذاہب کی تائید سے اکیلے حضرت مجاہد کے قول سے اولی اور ارجح ہے اور یہ بھی کہ یہ جائز نہیں کہ اللہ تعالیٰ مخلوق سے کسی شے کی نفی کرے اور اسے اپنی ذات کے لئے ثابت کرے اور پھر اس میں کوئی اس کا شریک ہو۔ کیا آپ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد نہیں دیکھتے:

(آیت) قل لا یعلم من فی السموت والارض الغیب الا اللہ ۔ (النمل:۶۵)

ترجمہ: آپ فرمایئے (خود بخود) نہیں جان سکتے جو آسمانوں اور زمین میں ہیں غیب کو سوائے اللہ تعالیٰ کے۔

اور یہ ارشاد: (آیت) لا یجلیھا لوقتھا الا ھو (الاعراف:۱۸۷)

ترجمہ: نہیں ظاہر کرے گا اسے اپنے وقت پر مگر وہی۔

اور یہ ارشاد: (آیت) کل شی ھالك الا وجہ ۔ (القصص:۸۸)

ترجمہ: ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے سوائے اس کی ذات کے۔

پس یہ سب انہیں میں سے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے علم کے ساتھ خاص کیا ہے اور اپنے سوا کسی کو اس میں شریک نہیں کیا، اور اسی طرح اللہ تبارک وتعالیٰ کا یہ ارشاد ہے:

(آیت) وما یعلم تاویلہ الا اللہ ۔ اور اگر والراسخون واوعطف نسق کے لئے ہو تو پھر اس قول کا کوئی فائدہ نہیں (آیت) کل من عند ربنا ۔ واللہ اعلم۔

میں (مفسر) کہتا ہوں: جو کچھ خطابی نے بیان کیا ہے انہوں نے حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کے قول کے سبب نہیں کہا، تحقیق انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ الرسخون اسم جلالت پر معطوف ہے اور وہ بھی متشابہ کا علم رکھنے میں شامل ہیں، اور بلاشبہ وہ اس کے بارے اپنے علم کے ساتھ ہی کہتے ہیں (آیت) امنا بہ ۔ (ہم اس کے ساتھ ایمان

لائے اور ربیع محمد بن جعفر بن زبیر اور قاسم بن محمد وغیرہم نے یہی کہا ہے۔ اور اس تاویل پر یقولون، الرسخون۔ سے حال ہونے کی بنا پر محل نصب میں ہے (۱) (المحرر الوجیز، جلد۱، صفحہ ۴۰۳ دار الکتب العلمیہ) جیسا کہ شاعر نے کہا:

**الریح تبکی شجوها و البرق یلمع فی الغمامه** (احکام القرآن للجصاص، جلد، صفحہ ۵)

یہ شعر دونوں معنوں کا احتمال رکھتا ہے، پس یہ بھی جائز ہے کہ والبرق مبتدا ہو، اور تاویل اول کی بنا پر یلمع خبر ہو اور یہ ماقبل سے منقطع ہو، اور یہ بھی جائز ہے کہ یہ الریح پر معطوف ہو، اور یلمع دوسری تاویل کی بنا پر حال محل میں ہو، بمعنی الامعا، اور یہ قول کرنے والوں نے بھی اس طرح استدلال کیا ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے رسوخ فی العلم کے ساتھ ان کی مدح کی، پس وہ کیسے ان کی مدح کر سکتا تھا جبکہ وہ جاہل اور ناواقف ہوتے؟ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا ہے: **انا ممن یعلم تاویله** (المحرر الوجیز، جلد۱، صفحہ ۴۰۳ دار الکتب العلمیہ) (میں بھی ان میں سے ہوں جو اس کی تاویل جانتے ہیں) اور حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ نے یہ آیت پڑھی اور فرمایا: **انا ممن یعلم تاویله**، اسے ان سے امام الحرمین ابو المعالی نے بیان کیا ہے۔

میں (مفسر) کہتا ہوں: بعض علماء نے اس قول کو پہلے قول کی طرف ہی لوٹایا ہے اور کہا ہے کلام مکمل ہو رہا ہے عند اللہ پر اس کا معنی ہے یعنی متشابہات کی تاویل اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا اور **راسخون فی العلم** اس کے بعض کو جانتے ہیں درآنحالیکہ وہ یہ کہتے ہیں ہم اس کے ساتھ ایمان لائے یہ سب ہمارے رب کی جانب سے ہے (اور ان کا یہ علم) ان دلائل کے سبب ہے جو محکم آیات میں بیان کئے گئے ہیں اور اسے اس کی قدرت دی گئی ہے جس نے اسے اس کی طرف لوٹایا ہے، پس جب انہوں نے بعض تاویل کو جان لیا اور بعض کو نہ جانا اور انہوں نے یہ کہا: ہم تمام کے ساتھ ایمان لائے یہ سب ہمارے رب کی جانب سے ہے، اور ان مخفی چیزوں میں سے جو اس کی شرع صالح میں ہیں جنہیں ہمارا علم محیط نہیں تو ان کا علم ہمارے رب کی جانب سے ہے، اور ان مخفی چیزوں میں سے جو اس کی شرع صالح میں ہیں جنہیں ہمارا علم محیط نہیں تو ان کا علم ہمارے رب کے پاس ہے اور اگر کوئی کہنے والا کہے کہ راسخین پر بعض کی تفسیر مشتبہ ہوگئی، یہاں تک حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا میں نہیں جانتا الاواہ کیا ہے اور یہ جانتا ہوں کہ غیلین کیا ہے تو کہا جائے گا: یہ کوئی الزام نہیں ہے۔ کیونکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس نے اس کے بعد اسے جان لیا اور اس کی تفسیر بیان فرمائی جس پر واقف ہوئے، اور اس سے زیادہ پختہ اور مضبوط جواب یہ ہے کہ اللہ سبحانہ نے یہ نہیں فرمایا، وکل راسخ، کہ اس سے یہ ثابت ہو، پس جب ایک کو اس کا علم نہیں ہوا تو دوسرے نے اسے جان لیا، اور ابن فورک نے اسے ترجیح دی ہے کہ راسخون فی العلم تاویل جانتے ہیں اور انہوں نے اس میں خوب بیان کیا ہے۔ (۲) (المحرر الوجیز، جلد۱، صفحہ ۴۰۴ دار الکتب العلمیہ) (اے اللہ! اسے دین میں فقاہت عطا فرما اور اسے تاویل کا علم عطا فرما) وہ جسے تیرے لئے وہ بیان کرے، یعنی اسے اپنی کتاب کے معانی کا علم فرما۔ اور اس بناء پر وقف (آیت) **والرسخون فی العلم** ) پر ہوگا، ہمارے شیخ ابو العباس احمد عمر نے کہا ہے: اور یہی صحیح ہے، کیونکہ انہیں راسخین کا نام دینا اس کا تقاضا کرتا ہے کہ وہ اس محکم سے زیادہ علم رکھتے ہیں جسے جانتے ہیں وہ تمام لوگ برابر ہوتے ہیں جو کلام عرب کو سمجھے اور کون سے شے میں ان کا رسوخ ہے جب وہ اتنا ہی جانتے ہیں جتنا سب جانتے ہیں، لیکن متشابہ متنوع قسم ہے، ان میں سے ایک یہ ہے جسے یقیناً کوئی نہیں جانتا جیسا کہ روح اور قیامت کا علم کہ یہ ان میں سے ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے

علم غیب کے ساتھ خاص کیا ہے اور اس کا علم کوئی نہیں حاصل کر سکتا نہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور نہ کوئی اور۔ پس حذاق اور متبحر علماء میں سے جنہوں نے یہ کہا ہے راسخین متشابہ کا علم نہیں رکھتے تو انہوں نے متشابہ کی اسی نوع کا ارادہ کیا ہے اور رہا وہ جسے وجوہ لغت پر اور کلام عرب کی طرز پر محمول کرنا ممکن ہوتا ہے تو اس میں تاویل کی جاسکتی ہے اور اس کی صحیح تاویل جانی جاسکتی ہے اور اس سے اسے زائل کیا جاسکتا ہے۔ جس کا تعلق غیر صحیح تاویل کے ساتھ ہو، جیسا کہ حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا قول: وروح منہ، الی غیر ذالک۔ پس کسی کو راسخ کا نام نہیں دیا جاسکتا مگر تبھی جب وہ (اللہ تعالیٰ کی جانب سے) دی گئی قدرت واستطاعت کے مطابق اس نوع میں سے کثیر کا علم رکھتا ہو اور جو یہ کہتے ہیں کہ متشابہ سے مراد منسوخ ہے تو اس قول کی بنا پر راسخین کو تاویل کے علم میں داخل کرنا صحیح ہے لیکن متشابہات کو اس نوع کے ساتھ خاص کرنا صحیح نہیں ہے۔ (المحرر الوجیز، جلد ا، صفحہ ۴۰۴ دار الکتب العلمیہ)

الرسوخ کا معنی ہے کسی شے میں ثابت ہونا، اور ہر ثابت راسخ ہوتا ہے، اور اجرام میں اس کی اصل یہ ہے کہ اس نے پہاڑ اور درخت زمین میں راسخ کر دئے (۲) (المحرر الوجیز، جلد ا، صفحہ ۴۰۴ دار الکتب العلمیہ) شاعر نے کہا ہے:

لقد رسخت فی الصدر منی مودة لليلى آيت اياتها ان تغيرا

میری طرف سے لیلیٰ کے لئے محبت سینے میں راسخ ہوگئی اس کی علامات نے انکار کر دیا کہ وہ متغیر ہوں۔

اور رسخ الایمان فی قلب فلان یرسخ رسوخا، فلاں کے دل میں ایمان راسخ ہو گیا۔

اور بعض نے بیان کیا ہے: رسخ الغدیر: اس کا معنی ہے تالاب کا پانی بہہ پڑا اسے ابن فارس نے بیان کیا ہے پس یہ اضداد میں سے ہے۔

اور رسخ ورضخ ورصن ورسب تمام ثبت فیہ کے معنی میں ہیں۔ اور حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے راسخین فی العلم کے بارے پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: وہ وہ ہے جس کی قسم سچی ہو، اس کی زبان سچ بولے اور اس کا دل مستقیم اور سیدھا ہو۔ ھومن برت یمینہ بصدق لسانہ واستقام قلبہ (۳) (جامع البیان للطبری، جل ۳، ۴، صفحہ ۲۱۷) اور اگر کہا جائے: قرآن کریم میں متشابہ کیسے ہوسکتا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

(آیت) وانزلنا الیك الذكر لتبين للناس مانزل اليهم ۔ (النحل: ۴۴)

ترجمہ: اور (اسی طرح) ہم نے نازل کیا آپ پر یہ ذکر تاکہ آپ کھول کر بیان کریں لوگوں کے لئے (اس ذکر کو) جو نازل کیا گیا ہے ان کی طرف۔

تو اللہ تعالیٰ نے کیونکہ تمام قرآن کو واضح نہیں بنایا؟ تو اسے کہا جائے گا: حقیقتہ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے بظاہر اس میں حکمت علماء کی فضیلت کا اظہار ہے کیونکہ اگر سارا قرآن واضح ہوتا تو علماء میں سے بعض کی بعض پر فضیلت ظاہر نہ ہوتی، اور اسی طرح وہ کرتا ہے جو کوئی شے تصنیف کرتا ہے کہ اس کے بعض مقامات کو واضح ذکر کرتا ہے اور بعض کو مشکل بنا دیتا ہے اور اس میں (علماء کی) جماعت کے لئے جگہ چھوڑ دیتا ہے، کیونکہ وہ شے جسے پانا آسان ہو اس کی قدر و قیمت کم ہوتی ہے۔ واللہ اعلم۔

مسئلہ نمبر: (۹) قولہ تعالیٰ: (آیت) كل من عند ربنا ۔ اس میں ضمیر ہے جو کتاب اللہ کے محکم ومتشابہ سبھی کی طرف لوٹ

رہی ہے اور تقدیر عبارت ہے: کلہ من عند ربنا۔ اور لفظ کل کے اس پر دلالت کرنے کی وجہ سے ضمیر کو حذف کر دیا گیا ہے۔ کیونکہ یہ لفظ اضافت کا تقاضا کرتا ہے، پھر فرمایا:

(آیت) وما یذکر الا اولو الالباب۔ یعنی صاحب عقل ہی یہ کہتا ہے اور ایمان لاتا ہے اور جہاں وقف ہو وہاں وقف کرتا ہے اور متشابہ کی اتباع کی اتباع چھوڑ دیتا ہے۔ اور لب کا معنی عقل ہے اور لب کل شیء سے مراد ہر شے کا مغز اور اس کا خالص ہونا ہے اور اسی وجہ سے عقل کو لب کہا گیا ہے اور اولو ذو کی جمع ہے۔ (تفسیر قرطبی، سورہ آل عمران، بیروت)

## ہماری سمجھ سے بلند آیات کا بیان

حافظ ابن کثیر شافعی لکھتے ہیں کہ یہاں یہ بیان ہو رہا ہے کہ قرآن میں ایسی آیتیں بھی ہیں جن کا بیان بہت واضح بالکل صاف اور سیدھا ہے۔ ہر شخص اس کے مطلب کو سمجھ سکتا ہے، اور بعض آیتیں ایسی بھی ہیں جن کے مطلب تک عام ذہنوں کی رسائی نہیں ہوسکتی، اب جو لوگ نہ سمجھ میں آنے والی آیتوں کے مفہوم کو پہلی قسم کی آیتوں کی روشنی میں سمجھ لیں یعنی جس مسئلہ کی صراحت جس آیت میں پائیں لے لیں، وہ تو راستی پر ہیں اور جو صاف اور صریح آیتوں کو چھوڑ کر ایسی آیتوں کو دلیل بنائیں جو ان کے فہم سے بالاتر ہیں، ان میں الجھ جائیں تو منہ کے بل گر پڑیں، ام الکتاب یعنی کتاب اللہ اصل اصولوں کی وہ صاف اور واضح آیتیں ہیں، شک وشبہ میں نہ پڑو اور کھلے احکام پر عمل کرو انہی کو فیصلہ کرنے والی مانو اور جو نہ سمجھ میں آئے اسے بھی ان سے ہی سمجھو، بعض اور آیتیں ایسی بھی ہیں کہ ایک معنی تو ان کا ایسا نکلتا ہے جو ظاہر آیتوں کے مطابق ہو اور اس کے سوا اور معانی بھی نکلتے ہیں، گو وہ حرف لفظ اور ترکیب کے اعتبار سے واقعی طور پر نہ ہو تو ان غیر ظاہر معنوں میں نہ پھنسو، محکم اور متشابہ کے بہت سے معنی اسلاف سے منقول ہیں، حضرت ابن عباس تو فرماتے ہیں کہ محکمات وہ ہیں جو ناسخ ہوں جن میں حلال حرام احکام حکم ممنوعات حدیں اور اعمال کا بیان ہو، اسی طرح آپ سے یہ بھی مروی ہے (آیت قل تعالوا اتل ما حرم ربکم علیکم الخ۔) اور اس کے بعد کے احکامات والی اور (آیت وقضی ربك ان لا تعبدوا الخ) اور اس کے بعد کی تین آیتیں محکمات سے ہیں، حضرت ابو فاختہ فرماتے ہیں سورتوں کے شروع میں فرائض اور احکام اور روک ٹوک اور حلال وحرام کی آیتیں ہیں، سعید بن جبیر کہتے ہیں انہیں اصل کتاب اس لئے کہا جاتا ہے کہ یہ تمام کتابوں میں ہیں، حضرت مقاتل کہتے ہیں اس لئے کہ تمام مذہب والے انہیں مانتے ہیں، متشابہات ان آیتوں کو کہتے ہیں جو منسوخ ہیں اور جو پہلے اور بعد کی ہیں اور جن میں مثالیں دی گئیں ہیں اور قسمیں کھائی گئی ہیں اور جن پر صرف ایمان لایا جاتا ہے اور عمل کیلئے وہ احکام نہیں، حضرت ابن عباس کا بھی یہی فرمان ہے حضرت مقاتل فرماتے ہیں اس سے مراد سورتوں کے شروع کے حروف مقطعات ہیں۔ حضرت مجاہد کا قول یہ ہے کہ ایک دوسرے کی تصدیق کرنے والی ہیں، جیسے اور جگہ ہے آیت: (كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِيَ (39۔الزمر:23) اور مثانی وہ ہے جہاں دو مقابل کی چیزوں کا ذکر ہو جیسے جنت دوزخ کی صفت، نیکوں اور بدوں کا حال وغیرہ وغیرہ۔ اس آیت میں متشابہ محکم کے مقابلہ میں اس لئے ٹھیک مطلب وہی ہے جو ہم نے پہلے بیان کیا اور حضرت محمد بن اسحاق بن یسار کا یہی فرمان ہے، فرماتے ہیں یہ رب کی حجت ہے ان میں بندوں کا بچاؤ ہے، جھگڑوں کا فیصلہ ہے، باطل کا خاتمہ ہے، انہیں ان کے صحیح اور اصل مطلب سے کوئی گھما نہیں سکتا نہ ان کے معنی میں ہیر پھیر کرسکتا ہے۔ متشابہات کی سچائی میں کلام

نہیں ان میں تصرف وتاویل نہیں کرنی چاہئے۔ان سے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے ایمان کو آزماتا ہے جیسے حلال حرام سے آزماتا ہے، انہیں باطل کی طرف لے جانا اور حق سے پھیرنا چاہئے۔ پھر فرماتا ہے کہ جن کے دلوں میں کجی ٹیڑھ پن گمراہی اور حق سے باطل کی طرف ہی ہے وہ تو متشابہ آیتوں کو لے کر اپنے بدترین مقاصد کو پورا کرنا چاہتے ہیں اور لفظی اختلاف سے ناجائز فائدہ اٹھا کر اپنے مذموم مقاصد کی طرف موڑ لیتے ہیں اور جو محکم آیتیں ان میں ان کا وہ مقصد پورا نہیں ہوتا۔ کیونکہ ان کے الفاظ بالکل صاف اور کھلے ہوئے ہوتے ہیں نہ وہ انہیں ہٹا سکتے ہیں نہ ان سے اپنے لئے کوئی دلیل حاصل کر سکتے ہیں۔اسی لئے فرمان ہے کہ اس سے ان کا مقصد فتنہ کی تلاش ہوتی ہے تا کہ اپنے ماننے والوں کو بہکائیں، اپنی بدعتوں کی مدافعت کریں جیسا کہ عیسائیوں نے قرآن کے الفاظ روح اللہ اور کلمۃ اللہ سے حضرت عیسیٰ کے اللہ کا لڑکا ہونے کی دلیل لی ہے۔ پس اس متشابہ آیت کو لے کر صاف آیت جس میں یہ لفظ ہیں کہ (آیت ان ھو الا عبد الخ ،یعنی حضرت عیسیٰ اللہ کے غلام ہیں، جن پر اللہ کا انعام ہے، اور جگہ ہے آیت (اِنَّ مَثَلَ عِيسٰى عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ (3-آل عمران:59) یعنی حضرت عیسیٰ کی مثال اللہ تعالیٰ کے نزدیک حضرت آدم کی طرح ہے کہ انہیں اللہ نے مٹی سے پیدا کیا پھر اسے کہا کہ ہوجا، وہ ہوگیا، چنانچہ اسی طرح کی اور بھی بہت سی صریح آیتیں ہیں ان سب کو چھوڑ دیا اور متشابہ آیتوں سے حضرت عیسیٰ کے اللہ کا بیٹا ہونے پر دلیل لے لی حالانکہ آپ اللہ کی مخلوق ہیں، اللہ کے بندے ہیں، اس کے رسول ہیں۔ پھر فرماتا ہے کہ ان کی دوسری غرض آیت کی تحریف ہوتی ہے تا کہ اسے اپنی جگہ سے ہٹا کر مفہوم بدل لیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھ کر فرمایا کہ جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو متشابہ آیتوں میں جھگڑتے ہیں تو انہیں چھوڑ دو، ایسے ہی لوگ اس آیت میں مراد لئے گئے ہیں۔ یہ حدیث مختلف طریق سے بہت سی کتابوں میں مروی ہے، صحیح بخاری شریف میں بھی یہ حدیث اس آیت کی تفسیر میں مروی ہے، ملاحظہ ہو کتاب القدر، ایک اور حدیث میں ہے یہ لوگ خوارج ہیں (مسند احمد) پس اس حدیث کو زیادہ سے زیادہ موقوف سمجھ لیا جائے تاہم اس کا مضمون صحیح ہے اس لئے کہ پہلے بدعت خوارج نے ہی پھیلائی ہے، فرقہ محض دنیاوی رنج کی وجہ سے مسلمانوں سے الگ ہوا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جس وقت حنین کی غنیمت کا مال تقسیم کیا اس وقت ان لوگوں نے اسے خلاف عدل سمجھا اور ان میں سے ایک نے جسے ذوالخویصرہ کہا جاتا ہے اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آکر صاف کہا کہ حضرت عدل کیجئے، آپ نے اس تقسیم میں انصاف نہیں کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے اللہ نے امین بنا کر بھیجا تھا، اگر میں بھی عدل نہیں کروں تو پھر برباد ہوا اور نقصان اٹھائے، جب وہ پلٹا تو حضرت عمر فاروق نے درخواست کی کہ مجھے اجازت دی جائے کہ میں اسے مار ڈالوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چھوڑ دو، اس کے ہم خیال ایک ایسی قوم پیدا ہوگی کہ تم لوگ اپنی نمازوں کو ان کی نمازوں کے مقابلہ اور اپنی قرآن خوانی کو ان کی قرآن خوانی کے مقابلہ میں حقیر سمجھو گے لیکن دراصل وہ دین سے اس طرح نکل جائیں گے جس طرح تیر کمان سے نکل جاتا ہے، تم جہاں انہیں پاؤ گے قتل کرو گے، انہیں قتل کرنے والے کو بڑا ثواب ملے گا، حضرت علی کی خلافت کے زمانہ میں ان کا ظہور ہوا اور آپ نے انہیں نہروان میں قتل کیا پھر ان میں پھوٹ پڑی تو ان کے مختلف الخیال فرقے پیدا ہوگئے، نئی نئی بدعتیں دین میں جاری ہوگئیں اور اللہ کی راہ سے بہت دور چلے گئے، ان کے بعد قدریہ فرقے کا ظہور ہوا، پھر معتزلہ پھر جہمیہ وغیرہ پیدا ہوئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی پوری ہوئی کہ میری امت میں عنقریب تہتر فرقے ہوں گے

سب جہنمی ہوں گے سوائے ایک جماعت کے۔ صحابہ نے پوچھا وہ کون لوگ ہوں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ جو اس چیز پر ہوں جس پر میں ہوں اور میرے اصحاب (مستدرک حاکم) ابویعلیٰ کی حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت میں سے ایک قوم پیدا ہوگی جو قرآن تو پڑھے گی لیکن اسے اس طرح پھینکے گی جیسے کوئی کھجور کی گٹھلیاں پھینکتا ہو، اس کے غلط مطالب بیان کرے گی، پھر فرمایا اس کی حقیقی تاویل اور واقعی مطلب اللہ ہی جانتا ہے، لفظ اللہ پر وقف ہے یا نہیں؟ اس میں اختلاف ہے، حضرت عبداللہ بن عباس تو فرماتے ہیں تفسیر چار قسم کی ہے، ایک وہ جس کے سمجھنے میں کسی کو مشکل نہیں، ایک وہ جسے عرب اپنے لغت سے سمجھتے ہیں، ایک وہ جسے جید علماء اور پورے علم والے ہی جانتے ہیں اور ایک وہ جسے بجز ذات الٰہی کے اور کوئی نہیں جانتا۔ یہ روایت پہلے بھی گزر چکی ہے، حضرت عائشہ کا بھی یہی قول ہے، معجم کبیر میں حدیث ہے کہ مجھے اپنی امت پر صرف تین باتوں کا ڈر ہے۔ مال کی کثرت کا جس سے حسد و بغض پیدا ہوگا اور آپس کی لڑائی شروع ہوگی، دوسرا یہ کہ کتاب اللہ کی تاویل کا سلسلہ شروع ہوگا حالانکہ اصلی مطلب ان کا اللہ ہی جانتا ہے اور اہل علم والے کہیں گے کہ ہمارا اس پر ایمان ہے۔ تیسرے یہ کہ علم حاصل کرنے کے بعد اسے بے پرواہی سے ضائع کر دیں گے، یہ حدیث بالکل غریب ہے اور حدیث میں ہے کہ قرآن اس لئے نہیں اترا کہ ایک آیت دوسری آیت کی مخالف ہو، جس کا تمہیں علم ہو اور اس پر عمل کرو اور جو متشابہ ہوں ان پر ایمان لاؤ (ابن مردویہ) ابن عباس حضرت عمر بن عبدالعزیز اور حضرت مالک بن انس سے بھی یہی مروی ہے کہ بڑے سے بڑے عالم بھی اس کی حقیقت سے آگاہ نہیں ہوتے، ہاں اس پر ایمان رکھتے ہیں۔ ابن مسعود فرماتے ہیں کہ پختہ علم والے یہی کہتے ہیں اس کی تاویل کا علم اللہ ہی کو ہے کہ اس پر ہمارا ایمان ہے۔ ابی بن کعب بھی یہی فرماتے ہیں، امام ابن جریر بھی اسی سے اتفاق کرتے ہیں، یہ تو تھی وہ جماعت جو الا اللہ پر وقف کرتی تھی اور بعد کے جملہ کو اس سے الگ کرتی تھی، کچھ لوگ یہاں نہیں ٹھہرتے اور فی العلم پر وقف کرتے ہیں، اکثر مفسرین اور اہل اصول بھی یہی کہتے ہیں، ان کی بڑی دلیل یہ ہے کہ جو سمجھ میں نہ آئے اس بات کا ٹھیک نہیں، حضرت ابن عباس فرمایا کرتے تھے میں ان راسخ علماء میں ہوں جو تاویل جانتے ہیں، مجاہد فرماتے ہیں راسخ علم والے تفسیر جانتے ہیں، حضرت محمد بن جعفر بن زبیر فرماتے ہیں کہ اصل تفسیر اور مراد اللہ ہی جانتا ہے اور مضبوط علم والے کہتے ہیں کہ ہم اس پر ایمان لائے پھر متشابہات آیتوں کی تفسیر محکمات کی روشنی کرتے ہیں جن میں کسی کو بات کرنے کی گنجائش نہیں رہتی، قرآن کے مضامین ٹھیک ٹھاک سمجھ میں آتے ہیں دلیل واضح ہوتی ہے، عذر ظاہر ہو جاتا ہے، باطل چھٹ جاتا ہے اور کفر دفع ہو جاتا ہے، حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن عباس کیلئے دعا کی کہ اے اللہ انہیں دین کی سمجھ دے اور تفسیر کا علم تھے، بعض علماء نے تفصیل سے بات کرتے ہوئے کہا ہے، قرآن کریم میں تاویل دو معنی میں آئی ہے، ایک معنی جن سے مفہوم کی اصلی حقیقت اور اصلیت کی نشاندہی ہوتی ہے، جیسے قرآن میں ہے (یٰٓاَبَتِ ھٰذَا تَاْوِیْلُ رُءْیَایَ مِنْ قَبْلُ قَدْ جَعَلَھَا رَبِّیْ حَقًّا (12۔یوسف:100) میرے باپ میرے خواب کی یہی تعبیر ہے، اور جگہ ہے آیت (ھَلْ یَنْظُرُوْنَ اِلَّا تَاْوِیْلَه یَوْمَ یَاْتِیْ تَاْوِیْلُه یَقُوْلُ الَّذِیْنَ نَسُوْهُ مِنْ قَبْلُ قَدْ جَاءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ (7۔الاعراف:53) کافروں کے انتظار کی حد حقیقت کے ظاہر ہونے تک ہے اور یہ دن وہ ہوگا جب حقیقت سچائی کی گواہ بن کر نمودار ہوگی، پس ان دونوں جگہ پر تاویل سے مراد حقیقت ہے، اگر اس آیت مبارکہ میں تاویل سے مراد یہی تاویل لی جائے تو الا اللہ پر

وقف ضروری ہے اس لئے کہ تمام کاموں کی حقیقت اور اصلیت بجز ذات پاک کے اور کوئی نہیں جانتا تو راسخون فی العلم مبتدا ہوگا اور یقولون امنا بہ خبر ہوگی اور یہ جملہ بالکل الگ ہوگا اور تاویل کے دوسرے معنی تفسیر اور بیان اور ہے اور ایک شئی کی تعبیر دوسری شے ہے، جیسے قرآن میں ہے آیت (نَبِّئْنَا بِتَاْوِیْلِه (12۔یوسف:36) ہمیں اس کی تاویل بتاؤ یعنی تفسیر اور بیان، اگر آیت مذکورہ میں تاویل سے یہ مراد لی جائے تو فی العلم پر وقف کرنا چاہئے، اس لئے کہ پختہ علم والے علماء جانتے ہیں اور سمجھتے ہیں کیونکہ خطاب انہی سے ہے، گو حقائق کا علم انہیں بھی نہیں، تو اس بنا پر امنا بہ حال ہوگا اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ بغیر معطوف علیہ کے معطوف ہو، جیسے اور جگہ ہے آیت (لِلْفُقَرَاءِ الْمُهٰجِرِیْنَ الَّذِیْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ (59۔الحشر:8) سے (یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِیْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِیْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ (59۔الحشر:10) تک دوسری جگہ ہے آیت (وَّجَاءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا (89۔الفجر:22) یعنی و جاء الملائکۃ صفوفا صفوفا اور ان کی طرف سے یہ خبر کہ ہم اس پر ایمان لائے اس کے یہ معنی ہوں گے کہ متشابہ پر ایمان لائے، پھر اقرار کرتے ہیں کہ یہ سب یعنی محکم اور متشابہ حق اور سچ ہے اور یعنی ہر ایک دوسرے کی تصدیق کرتا ہے اور گواہی دیتا ہے کہ یہ سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اس میں کوئی اختلاف اور تضاد نہیں، جیسے اور جگہ ہے آیت (اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَیْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِیْهِ اخْتِلَافًا كَثِیْرًا (4۔النسآء:82) یعنی کیا یہ لوگ قرآن میں غور وفکر نہیں کرتے، اگر یہ اللہ کے سوا کسی اور کی طرف سے ہوتا تو اس میں بہت سا اختلاف ہوتا، اسی لئے یہاں بھی فرمایا کہ اسے صرف عقلمند ہی سمجھتے ہیں جو اس پر غور و تدبر کریں، جو صحیح سالم عقل والے ہوں جن کے دماغ درست ہوں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال ہوتا ہے کہ پختہ علم والے کون ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کی قسم سچی ہو، جس کی زبان راست گو ہو، جس کا دل سلامت ہو، جس کا پیٹ حرام سے بچا ہو اور جس کی شرم گاہ زنا کاری سے محفوظ ہو، وہ مضبوط علم والے ہیں (ابن ابی حاتم) اور حدیث میں ہے کہ آپ نے چند لوگوں کو دیکھا کہ وہ قرآن شریف کے بارے میں لڑ جھگڑ رہے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سنو تم سے پہلے لوگ بھی اسی میں ہلاک ہوئے کہ انہوں نے کتاب اللہ کی آیتوں کو ایک دوسرے کیخلاف بتا کر اختلاف کیا حالانکہ کتاب اللہ کی ہر آیت ایک دوسرے کی تصدیق کرتی ہے، تم ان میں اختلاف پیدا کر کے ایک کو دوسری کے متضاد نہ کہو، جو جانو وہی کہو اور جو نہیں جانو اسے جاننے والوں کو سونپ دو (مسند احمد) اور حدیث میں ہے کہ قرآن سات حرفوں پر اترا، قرآن میں جھگڑنا کفر ہے، قرآن میں اختلاف اور تضاد پیدا کرنا کفر ہے، جو جانو اس پر عمل کرو، جو نہ جانو اسے جاننے والے کی طرف سونپو جل جلالہ (ابویعلی)

## راسخ فی العلم کون

نافع بن یزید کہتے ہیں راسخ فی العلم وہ لوگ ہیں جو متواضع ہوں جو عاجزی کرنے والے ہوں، رب کی رضا کے طالب ہوں، اپنے سے بڑوں سے مرعوب نہ ہوں، اپنے سے چھوٹے کو حقیر سمجھنے والے نہ ہوں۔ پھر فرمایا کہ یہ سب دعا کرتے ہیں کہ ہمارے دلوں کو ہدایت پر جمانے کے بعد انہیں ان لوگوں کے دلوں کی طرح نہ کر جو متشابہ کے پیچھے پڑ کر برباد ہو جاتے ہیں بلکہ ہمیں اپنی صراط مستقیم پر قائم رکھ اور اپنے مضبوط دین پر دائم رکھ، ہم پر اپنی رحمت نازل فرما، ہمارے دلوں کو قرار دے، ہم سے گندگی کو دور کر،

ہمارے ایمان ویقین کو بڑھا تو بہت بڑا دینے والا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دعا مانگا کرتے تھے حدیث (یامقلب القلوب ثبت قلبی علی دینک) اے دلوں کے پھیرنے والے میرے دل کو اپنے دین پر جما ہوا رکھ، پھر یہ دعا ربنا لاتزغ پڑھتے اور حدیث میں ہے کہ آپ بکثرت یہ دعا پڑھتے تھے حدیث (اللھم مقلب القلوب ثبت قلبی علی دینک حضرت اسماء نے ایک دن پوچھا کیا دل الٹ پلٹ ہو جاتا ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں ہر انسان کا دل اللہ تعالیٰ کی انگلیوں میں سے دو انگلیوں کے درمیان ہے، اگر چاہے قائم رکھے اگر چاہے پھیر دے، ہماری دعا ہے ہمارا رب دلوں کو ہدایت کے بعد ٹیڑھا نہ کر دے اور ہمیں اپنے پاس سے رحمتیں عنایت فرمائے، وہ بہت زیادہ دینے والا ہے۔ ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ میں نے کہا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے کوئی ایسی دعا سکھایئے کہ میں اپنے لئے مانگا کروں، آپ نے فرمایا یہ دعا مانگ (حدیث اللھم رب محمد النبی اغفرلی ذنبی واذھب غیظ قلبی واجرنی من مضلات الفتن) اے اللہ اے محمد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے رب میرے گناہ معاف فرما، میرے دل کا غصہ اور رنج اور سختی دور کر اور مجھے گمراہ کرنے والے فتنوں سے بچالے، حضرت عائشہ صدیقہ نے بھی آپ کی دعا یامقلب القلوب سن کر حضرت اسماء کی طرح میں نے بھی یہی سوال کیا اور آپ نے وہی جواب دیا اور پھر قرآن کی یہ دعا سنائی، یہ حدیث غریب ہے لیکن قرآنی آیت کی تلاوت کے بغیر یہی بخاری مسلم میں بھی مروی ہے، اور نسائی میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب رات کو جاگتے تو یہ دعا پڑھتے (حدیث لا الہ الا انت سبحانك استغفرك لذنبی واسئلك رحمة اللھم زدنی علما ولا تزغ بعد اذ ھدیتنی وھب لی من لدنك رحمة انك انت الوھاب) اے اللہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں، میں تجھ سے اپنے گناہوں کی بخشش مانگتا ہوں اور تجھ سے تیری رحمت کا سوال کرتا ہوں، اللہ میرے علم میں زیادتی فرما اور میرے دل کو تو نے ہدایت دے دی ہے اسے گمراہ نہ کرنا اور مجھے اپنے پاس کی رحمت بخش تو بہت زیادہ دینے والا۔ حضرت ابوبکر صدیق نے مغرب کی نماز پڑھائی، پہلی دو رکعتوں میں الحمد شریف کے بعد مفصل کی چھوٹی سی دو سورتیں پڑھیں اور تیسری رکعت میں سورۃ الحمد شریف کے بعد یہی آیت پڑھی۔ ابوعبداللہ صنابحی فرماتے ہیں میں اس وقت ان کے قریب چلا گیا تھا، یہاں تک کہ میرے کپڑے ان کے کپڑوں سے مل گئے تھے اور میں نے خود اپنے کان سے ابوبکر صدیق کو یہ پڑھتے ہوئے سنا (عبدالرزاق) حضرت عمر بن عبدالعزیز نے جب تک یہ حدیث نہیں سنی تھی آپ اس رکعت میں قل ھواللہ پڑھا کرتے تھے لیکن یہ حدیث سننے کے بعد امیر المومنین نے بھی اسی کو پڑھنا شروع کیا اور کبھی ترک نہیں کیا۔ پھر فرمایا وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ اے اللہ تو قیامت کے دن اپنی تمام مخلوق کو جمع کرنے والا ہے اور ان میں فیصلے اور حکم کرنے والا ہے، ان کے اختلافات کو سمیٹنے والا ہے اور ہر ایک کو بھلے برے عمل کا بدلہ دینے والا ہے اس دن کے آنے میں اور تیرے وعدوں کے سچے ہونے میں کوئی شک نہیں۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ آل عمران، بیروت)

## بَاب مُجَانَبَةِ اَهْلِ الْاَهْوَاءِ وَبُغْضِهِمْ بَاب مُجَانَبَةِ اَهْلِ الْاَهْوَاءِ وَبُغْضِهِمْ

## باب 3: خواہش نفس کی پیروی کرنے والوں سے لاتعلق رہنا اور ان سے دشمنی رکھنا

4- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ اَبِىْ زِيَادٍ عَنْ مُّجَاهِدٍ عَنْ رَّجُلٍ عَنْ اَبِىْ ذَرٍّ

قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَفْضَلُ الْاَعْمَالِ الْحُبُّ فِي اللّٰهِ وَالْبُغْضُ فِي اللّٰهِ

✧✧ مجاہد ایک صاحب کے حوالے سے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: سب سے زیادہ فضیلت رکھنے والا عمل یہ ہے: اللہ تعالیٰ کی وجہ سے (کسی سے) محبت رکھنا اور اللہ تعالیٰ کی وجہ سے (کسی سے) دشمنی رکھنا۔

## شرح

اگر بندہ کا احساس اتنا لطیف اور اس جذبہ اتنا پاکیزہ ہو جائے تو ظاہر ہے کہ قدم قدم پر یہی روشنی اس کی راہنمائی کرتی رہے گی جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ بری باتوں اور گناہوں سے بچتا رہے گا اور اچھی باتیں اور نیک کام کرتا رہے گا اسی لئے جذبہ کو بہترین عمل قرار دیا گیا ہے۔

## اور یہ کہ میری محبت اللہ کیلئے ہو

جملہ عبادات کی ایک لازمی صفت، محبت کے شدید جذبات کا پایا جانا ہے۔ اللہ کے ساتھ محبت کے جو جذبات روا ہونا چاہیں اور واجب بھی ہیں اور نہ ہی شریعت کی پابندی سے آزاد ہوں۔ ابن قیم نے اغاثۃ اللہ فان میں اس موضوع پر سیر حاصل بحث کی ہے جس میں وہ فرماتے ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کیلئے محبت کے جذبات کے اظہار کیلئے ایسے الفاظ کا استعمال ناجائز ہے جس میں پاکیزہ جذبات اور غایت درجے کی ذلت اور انکساری اور حاجت روی کے جذبات نہ پائے جاتے ہوں۔

عشق، غرام (1) صبابۃ (2)، شغف (3) اور ھوٰی جیسے الفاظ پاکیزہ جذبات کے اظہار کیلئے استعمال نہیں ہوتے۔ محبت کے جذبات کیلئے جو الفاظ اللہ کیلئے جائز اور درست ہیں، ان کا تذکرہ کرتے ہوئے ابن قیم علاوہ لفظ محبت کے عبادت، انابت (4) اور اخبات (5) کا ذکر کرتے ہیں۔

(1) فریفتگی

(2) (محبت کے جذبات میں) سلگتا ہوا جوش اور جذبہ اشتیاق۔

(3) کسی کی طرف اُس کے پرکشش ہونے کی وجہ سے دِل پر کھچاؤ محسوس کر کے بے قرار ہو جانا اور سب کچھ کرنے پر آمادہ ہونا۔

(4) دادرسی کیلئے پُر امید ہو کر رجوع کرنا۔

(5) اللہ کے سامنے فروتنی، انکساری اور ذلت کے جذبات کو بہ خوشی قبول کر کے پیش کرنا۔

صالحین کی نظر میں اللہ کیلئے محبت کس قدر اہم ہے اور کس قدر یہ نازک، لطیف اور پُر مغز جذبہ ہے، اس کا اندازہ تو اقتباس پڑھ کر ہوگا البتہ اگر کتاب وسنت کو چھوڑ کر کسی اور ذریعے سے محبت کے جذبات کی آبیاری کی جاتی ہے تو وہ نہایت سنگین نتائج کو لاتی ہے، اگر شرعی علم ہی سب جذبات کی بنیاد بنا رہے اور علم ہی کے ہاتھ میں جذبات کی باگ رہے تو پھر بندہ منزل پر جلد پہنچ جاتا ہے،

بھٹکنے سے بچ جاتا ہے۔

محبت میں ایک ایسی طاقت ہوتی ہے جو مطلوب کی طرف ایک زبردست حرکت کا باعث بنتی ہے۔ رحمٰن سے محبت قرآن سے محبت، علم وعرفان اور ایمان سے محبت اِن لطیف معانی کی طرف کھینچ کر لے جاتی ہے تو مال و دولت، حصولِ زر، صنم پرستی اور مظاہر پرستی کی محبت شرک کی طرف کھینچ لے جاتی ہے۔ عورتوں اور چھوکروں سے محبت رذیل اخلاق کی طرف جبکہ وطن پرستی، قوم پرستی اور نسل پرستی سے محبت تعصب کی طرف لے جاتی ہے اور اگر تم غور وفکر سے کام لو تو بندے کے ہر فعل کے پیچھے محبت کی وجہ سے ارادے کی قوت پیدا ہوتی ہے لہٰذا ایسی زور آور اور مفید قوت کو صحیح رخ پر نہ ڈالا جائے تو بڑے بھیانک نتائج سامنے آئیں گے، اِس لئے بندہ سب سے زیادہ جس چیز کا محتاج ہے وہ اُن امور کی بابت اس کی آگاہی ہے جو اُسے ہلاکت میں ڈالنے والے ہیں اور اِس آگاہی کا نام شریعت میں علم ہے۔ علم کی بدولت ضرر رساں اور نفع بخش چیزوں سے آگاہی ہوتی ہے۔ بس جب کبھی کوئی بندہ اِس بات کا علم حقیقی پالے گا کہ بندے کیلئے کون کون سی چیزیں ضرر رساں ہیں اور کون کون سی نفع بخش تو وہ ضرر سے بچے گا اور اُس سے نفرت کرے گا، نفع دینے والے کام دلجمعی سے انجام دے گا تو ایسے قلب میں نفرت اور محبت کی صحیح پہچان ایسی بیٹھے گی کہ وہ اُس چیز سے محبت کرے گا جسے اُس کے رب نے پسند کیا ہوگا اور اُس چیز سے نفرت کرے گا جو اُس کے رب کے ہاں قابلِ نفرت ہے۔

اِس بات کو تم ایک اور طرح سے بھی سمجھ سکتے ہو، ایک طریقہ عقل اور دانش کا ہے اور دوسرا شریعت اور وحی کا ہے، واقعہ یہ ہے کہ انسان کی عقل اور فطرت میں اچھائیوں سے محبت ایسی رچ بس گئی ہے کہ ہر عاقل اس بات سے محبت کرتا ہے کہ سچ کا بول بالا ہو، عدل وانصاف، احسان، وفاداری اور فرماں برداری، عفت، دلیری، سخاوت، بلند اخلاق، امانت میں خیانت نہ کرنا، صلہ رحمی کرنا، لوگوں کا بھلا چاہنا، عہد و پیمان کا پاس لحاظ رکھنا، پڑوسی کے حقوق ادا کرنا، مہمان نواز اور غریب نواز ہونا، دُکھ بانٹنا اور ایسے ہی دوسرے اعلیٰ اخلاق سے محبت انسانی فطرت میں بسا دی گئی ہے، دوسری طرف بُرائیوں کے خلاف نفس کی فطرت اللہ کی طرف سے ایسی بنائی گئی ہے کہ وہ اُن سے نفرت کرتا ہے۔ پس اعلیٰ قدروں کو اس پر قیاس کرو کہ آدمی پیاس کی حالت میں صاف شفاف ٹھنڈے پانی کی طرف فطری طور پر مائل ہوتا ہے، بھوک کے وقت پاکیزہ اور تازہ پکوان بھوک کو تو مٹاتے ہی ہیں، نفس میں ایک تازگی اور قوت بھی پیدا کرتے ہیں، گرمی میں ٹھنڈے لباس اور جاڑے میں گرم لباس بدن کو سکون پہنچاتے ہیں۔ جیسے ان چیزوں کی طرف طبیعت کا رجحان ایک فطری واقعہ ہے، اُسی طرح بلند اخلاق کی طرف انسان کا فطری میلان بھی ایک واقعہ ہے اور اُن کے متضاد اخلاق سے نفرت کرنا بھی اس کا فطری رجحان ہے۔ بعضے لوگوں نے جو یہ کہا ہے کہ اچھائی اور بُرائی کا سارا دارومدار وحی پر ہے اور عقل ودانش اور انسانی فطرت اچھائیوں کا ادراک کرنے سے قاصر ہے تو اُن کا دعویٰ سراسر انسانی فطرت اور خالق کی تخلیق کی غایت کے خلاف ہے۔ ایک دوسرے مقام پر ہم نے اس پر تفصیل سے بحث کی ہے۔

انسان کی فطرت کو جو دوسرا طریقہ متاثر کرتا ہے وہ شریعت اور وحی کا ہے۔ اِس معتمد ذریعے سے بندے کو اس بات کا علم دیا جاتا ہے کہ وہ اچھے اور بُرے میں تمیز کر سکے۔ اچھائی سے محبت اور بُرائی سے نفرت جہاں انسانی فطرت ہے وہاں وحی بھی اسی فطرت کو مہمیز دینے کے واسطے نازل ہوئی ہے مگر علم کا یہ ذریعہ عقل اور فطرت کی نسبت بہت وسیع، واضح، سچ اور عدل پر مبنی ہے کیونکہ عقل

سے جو نتائج برآمد ہوتے ہیں وہ یقینی اور واضح نہیں ہوتے، آج تک عقل اور فطرت کے ذریعے صرف ایک ذات تمام اچھائیوں کو پا گئی تھی اور وہ ذات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے، آپ سب سے زیادہ علم رکھتے تھے اور بہت اعلیٰ وارفع عقل ورائے کے مالک تھے۔

امام مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ درست رائے سب سے بڑی عبادت ہے اور سنت کی پیروی سے ہی درست رائے حاصل ہوتی ہے۔ جن شخصیات کو علم میں رسوخ ہوتا ہے اُن کی رائے حق کے موافق ہوتی ہے۔ اس بات کو سورت سباء میں اس طرح بیان کیا گیا ہے: ویری الذین اوتو العلم الذی انزل الیک من ربک ھوالحق جن لوگوں کو علم سے بہرہ مند کیا گیا ہے اُن کی رائے یہی ہے کہ جو تمہاری طرف (کلام) نازل کیا گیا ہے تمہارے رب کی طرف سے وہی عین حق (کی بات) ہے۔

بلاشبہ سلف صالحین بھی اپنی آراء کا اظہار کیا کرتے تھے مگر وہ سنت کی پیروی میں رہ کر رائے دیتے تھے جبکہ سلف صالحین نے ہی دوسرے فرقوں کو جنہوں نے امور غیبیہ اور شرعی احکام میں غلط رائے کو اپنایا، اھواء پرست اور شبہات کو فروغ دینے والے اہل شبہات کے ناموں سے موسوم کیا تھا کیونکہ سنت کے مخالف رائے صرف جہالت ہے علم سے اُس کا کوئی تعلق نہیں۔ یہی خواہش پرستی انسان کو صحیح علم سے دور لے جاتی ہے پھر اس کی مار محبت اور نفرت پر پڑتی ہے۔ نفس پرست غلط چیزوں سے محبت کرنے لگتا ہے۔ اے قاری! محبت اور نفرت کی باگ ڈور علم کے ہاتھوں میں دے دو۔ خواہش نفس سے بچنے کا صرف یہی ایک طریقہ ہے۔

اب کچھ نفع بخش محبتوں کا حال سنوں اور اگر سچ پوچھو تو یہ محبتیں بالآخر اللہ کی محبت کیلئے معاون ہی ثابت ہوتی ہیں۔ اِن میں سے ایک محبت تو وہ ہے جو شوہر اپنی جورو سے کرتا ہے، اِس محبت کیلئے تم چاہو تو عشق کا لفظ بھی استعمال کرلو۔ آدمی اپنی منکوحہ اور زیر ملکیت لونڈی سے جو حظ حاصل کرتا ہے اُس سے نفس میں عفت پیدا ہوتی ہے اور نفس پر قابو پانے کا ملکہ حاصل ہوتا ہے۔ پھر عفت مآب نفس غیر عورت کی طرف مائل نہیں ہوتا اور خود شارع کو یہ مطلوب بھی ہے کہ آدمی کا دِل اپنی جورو سے خوب آشنائی پائے کیونکہ جتنا زوجین میں محبت کا رشتہ مضبوط ہوگا اتنا مرد اپنے نفس کو غیر عورت کی طرف جھکاؤ سے محفوظ پائے گا، اس طرف رغبت دلاتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: هُوَ الَّذِي خَلَقَكُم مِّن نَّفْسٍ وَاحِدَةٍ وَجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ إِلَيْهَا (اعراف:189) وہ اللہ ہی ہے جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اُسی کی جنس سے اُس کا جوڑا بنایا تاکہ اُس کے پاس سکون حاصل کرے۔

اسی طرح سورت روم کی آیت 21 میں زوجین کے بیچ پیدا ہونے والی محبت کو اللہ کی ایک بڑی نشانی کے طور پر پیش کیا گیا ہے: وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَ لَكُم مِّنْ أَنفُسِكُمْ أَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوا إِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُم مَّوَدَّةً وَرَحْمَةً اور اُس کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ اُس نے تمہارے لئے تمہاری جنس سے بیویاں بنائیں تاکہ تم اُن کے پاس (جاکر) سکون حاصل کرو (اور اِس کے علاوہ اُس نے) تمہارے درمیان محبت اور رحمت (الفت بھی) پیدا کردی۔

صحیحین کی روایت ہے کہ آپ سے پوچھا گیا کہ لوگوں میں آپ کو سب سے زیادہ کون پسند ہے تو آپ نے فرمایا: عائشہ رضی اللہ عنہا! آپ کے اِس قول کی وجہ سے محدث زمان حضرت مسروق رحمۃ اللہ علیہ جب کبھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے تو اِن الفاظ کا بھی اضافہ فرماتے کہ مجھ سے بنت صدیق رضی اللہ عنہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایسی چہیتی بیوی نے

روایت کی ہے کہ جس کی پاک دامنی سات آسمانوں سے بھی اوپر سے نازل ہوئی تھی۔

آپ فرمایا کرتے تھے کہ تمہارے امور دُنیا میں سے میرے لئے تین چیزوں میں محبت کا سامان پایا جاتا ہے، عورت اور خوشبو، اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک تو نماز میں ہے۔

بنا بریں شوہر کا اپنی بیوی سے محبت کرنا ناپسندیدہ فعل نہیں ہے جب تک یہ محبت اُس محبت کے آڑے نہ آ جائے جو اس محبت سے بڑھ کر نفع بخش ہے اور وہ اللہ اور اُس کے رسول کی محبت ہے۔ ہر وہ محبت جو اللہ اور اُس کے رسول کی محبت کے آڑے آئے یا اُس میں کمزوری پیدا کرنے کا سبب بنے تو وہ حد درجے مذموم ہے کیونکہ وہ محبت ضرر اور نقصان کا باعث بن رہی ہے، ہاں اُن مشروبات یا ماکولات کی طرف میلان ہونا کچھ مانع نہیں جو اللہ اور اُس کے رسول کی محبت کے آڑے نہیں آتے اور نہ ہی وہ اللہ اور اُس کے رسول سے محبت کے رشتے کو کمزور کرنے کا سبب بنتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آپ ٹھنڈے اور میٹھے مشروبات کو پسند فرماتے تھے۔ شہد اور میٹھے حلوا بھی آپ کو بے حد مرغوب تھے، گھوڑوں سے آپ شدید محبت کرتے تھے، آپ لبادوں میں قمیض کو سب سے زیادہ پسند فرماتے تھے اور ترکاریوں میں کدو پسند فرماتے تھے۔ اِن چیزوں کی محبت ایسی نہیں ہے کہ وہ اللہ کی محبت کے آڑے آئے بلکہ الٹا یہ اُس محبت میں تقویت کا ہی سبب بنتی ہے، نفس جب اِن سے اپنی ضرورت پوری کر لیتا ہے تو پھر وہ اللہ کی محبت کیلئے اپنے آپ کو فارغ البال پاتا ہے۔ ہاں اِن چیزوں کی محبت کے پیچھے طبیعت کا میلان اور نیت کا بڑا دخل ہے۔

اب اگر لباس اور خوراک سے محبت کی وجہ یہ ہوئی کہ جسم میں توانائی حاصل کر کے اور صاف ستھرا ہو کر اللہ کی محبت کے اظہار کیلئے عبادت کی طرف مائل ہوتا ہے تو اُس کا کھانا پینا اور سونا سب باعث اجر و ثواب ہے اور اگر محض انسانی فطرت کی وجہ سے اچھا لباس پہننے یا خوراک کھانے سے محبت رکھتا ہے تو پھر اس کام پر نہ ثواب ہے اور نہ عتاب، اگرچہ وہ اِس موقع کو ہاتھ سے جانے دیتا ہے کہ اِن چیزوں کو حاصل کر کے ثواب بھی پا سکتا تھا اگر اِن چیزوں سے اُس کی محبت اس لئے ہوتی کہ وہ اللہ سے اُس کی محبت میں معاون بنیں۔ (اغاثۃ اللھفان، مؤلف: ابن قیم الجوزیہ)

**5**- حَدَّثَنَا ابْنُ السَّرْحِ اَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ وَكَانَ قَائِدَ كَعْبٍ مِنْ بَنِيْهِ حِيْنَ عَمِيَ قَالَ سَمِعْتُ كَعْبَ بْنَ مَالِكٍ وَذَكَرَ ابْنُ السَّرْحِ قِصَّةَ تَخَلُّفِهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ غَزْوَةِ تَبُوْكَ قَالَ وَنَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُسْلِمِيْنَ عَنْ كَلَامِنَا اَيُّهَا الثَّلَاثَةَ حَتّٰى اِذَا طَالَ عَلَيَّ تَسَوَّرْتُ جِدَارَ

حدیث 5:

اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث: 3676
اخرجه ابوداؤد فی "سننه" رقم الحدیث: 2202
اخرجه النسائی فی "سننه" رقم الحدیث: 3824
اخرجه الدارمی فی "سننه" رقم الحدیث: 1658
اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث: 15827
اخرجه ابن حبان فی "صحیحه" رقم الحدیث: 3370
اخرجه ابن خزیمه فی "صحیحه" رقم الحدیث: 2442
اخرجه النسائی فی "سننه الکبرٰی" رقم الحدیث: 4765
اخرجه البیهقی فی "سننه الکبرٰی" رقم الحدیث: 4204
اخرجه الطبرانی فی "معجمه الکبیر" رقم الحدیث: 93
اخرجه البخاری فی "الادب المفرد" رقم الحدیث: 944

حَائِطِ اَبِیْ قَتَادَةَ وَهُوَ ابْنُ عَمِّیْ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَوَاللّٰهِ مَا رَدَّ عَلَیَّ السَّلَامَ ثُمَّ سَاقَ خَبَرَ تَنْزِيلِ تَوْبَتِهٖ

✧✧ عبدالرحمٰن بن عبداللہ' حضرت عبداللہ بن کعب رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کرتے ہیں' یہ عبداللہ' حضرت کعب کے وہ صاحبزادے ہیں جو ان کے نابینا ہونے کے بعد' ان کو ساتھ لے کر چلا کرتے تھے۔ وہ فرماتے ہیں: میں نے حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے۔

امام ابوداؤد فرماتے ہیں' اس کے بعد ابن سرح نے حضرت کعب رضی اللہ عنہ کا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے غزوہ تبوک میں پیچھے رہ جانے کا پورا واقعہ بیان کیا ہے۔ جس میں یہ الفاظ بھی ہیں ''انہوں نے مسلمانوں کو ہم تین افراد کے ساتھ کلام کرنے سے منع کر دیا۔ یہاں تک کہ جب کافی دن گزر گئے تو ایک دن میں حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کے باغ کی دیوار پھلانگ کر اندر داخل ہوا' جو میرے چچازاد تھے' میں نے انہیں سلام کیا۔ اللہ کی قسم! انہوں نے مجھے سلام کا جواب بھی نہیں دیا۔

اس کے بعد حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے اپنی توبہ کے بارے میں قرآن کا حکم نازل ہونے تک کا واقعہ بیان کیا ہے۔

## حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کا امتحان

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کا واقعہ بے انتہا دلچسپ اور رقت آمیز ہے۔ یہ انہوں نے اس وقت خود ہی بیان فرمایا جب بوڑھے اور بینائی سے محروم ہو چکے تھے۔

فرماتے ہیں میرا واقعہ یہ ہے کہ جس زمانہ میں شرکت تبوک سے پیچھے رہ گیا اس وقت میں انتہائی خوش حالی میں تھا۔ اس سے پہلے دو سواریاں میرے پاس کبھی جمع نہیں ہوئی تھیں اور اس جنگ میں تو دو سواریاں بھی میں نے خرید رکھی تھیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی جنگ کا ارادہ فرماتے تو عام طور پر اس خبر کو پھیلنے نہ دیتے۔ جب یہ جنگ ہوئی تو سخت گرمی کا زمانہ تھا۔ دور دراز اور جنگلوں کا سفر درپیش تھا اور کثیر التعداد دشمن سے سامنا تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے امور میں مسلمانوں کو آزاد کر رکھا تھا کہ جس طرح چاہیں دشمن کے مقابلے کی تیاری کر لیں اور اپنا ارادہ مسلمانوں پر ظاہر فرما دیا تھا۔ اور مسلمان نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس کثیر تعداد میں تھے کہ ان کا اندراج رجسٹر پر نہ ہو سکتا تھا۔ کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ بہت کم ایسے لوگ ہوں گے کہ جن کی غیر حاضری کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ہو سکتا تھا بلکہ گمان تھا کہ کثرت لشکر کی وجہ سے غائب رہنے کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو علم بھی نہ ہو سکے گا جب تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے بذریعہ وحی علم نہ ہو جائے۔ یہ لڑائی جس وقت ہوئی وہ زمانہ پھلوں کے پکنے کا تھا۔ سایہ گستری بار آوری اور خنکی کا موسم تھا ایسے زمانہ میں میری طبیعت آرام طلبی اور راحت گیری کی طرف بہت مائل ہو گئی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اور مسلمانوں نے تیاریاں شروع کر دیں۔ میں صبح اٹھ کر جہاد کی تیاری کے لئے باہر نکلتا لیکن خالی ہاتھ واپس ہوتا۔ تیاری اور اسباب سفر کی خریداری وغیرہ کچھ نہ کرتا۔ دل بہلا لیتا کہ جب میں چاہوں گا دم بھر میں تیاری کر لوں گا۔ دن گزرتے چلے گئے۔ لوگوں نے تیاریاں مکمل کر لیں حتیٰ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے ساتھ مسلمان جہاد کیلئے روانہ ہو گئے۔ میں نے دل میں کہا کہ ایک دو دن بعد تیاری کر کے میں بھی مل جاؤں گا۔ اس عرصہ میں مسلمانوں کا لشکر بہت دور جا چکا تھا میں تیاری کیلئے باہر نکلا' لیکن پھر بغیر تیاری کے واپس آ گیا حتیٰ کہ ہر روز یہی ہوتا رہا دن نکل گئے۔ لشکر تبوک پہنچ

گیا۔ اب میں نے کوچ کا ارادہ کرلیا کہ جلدی سے پہنچ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شامل ہو جاؤں۔ کاش اب بھی کوچ کر جاتا۔ لیکن آخر کار یہ بھی نہ ہو سکا۔ اب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لے جانے کے بعد جب کبھی میں بازار میں نکلتا تو مجھے یہ دیکھ کر بڑا دکھ ہوتا کہ جو مسلمان نظر آتا ہے اس پر یا تو نفاق کی پھٹکار نظر آتی ہے یا ایسے مسلمان دکھائی دیتے ہیں جو واقعی للہ کی طرف سے معذور لنگڑے لولے تھے۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تبوک پہنچ چکے تو مجھے یاد فرمایا اور پوچھا کعب بن مالک کیا کر رہا ہے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک شخص نے عرض کی: یارسول اللہ صلی للہ علیہ وسلم! اس کو خوش عیشی اور آرام طلبی نے مدینے ہی میں روک لیا ہے تو معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے کہا تم نے غلط خیال قائم کیا ہے یارسول اللہ صلی للہ علیہ وسلم! اس میں تو بھلائی اور نیکی کے سوا کچھ نہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہ سن کر خاموش رہے اور جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تبوک سے واپس تشریف لانے لگے تو میں سخت پریشان تھا کہ اب کیا کروں؟ میں غلط حیلے سوچنے لگا تا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عتاب سے محفوظ رہ سکوں۔ چنانچہ ہر ایک سے رائے لینے لگا۔ اور جب معلوم ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لا چکے ہیں تو اب غلط سوچ و بچار سے دستبردار ہو گیا۔ اب میں نے اچھی طرح معلوم کرلیا کہ میں کسی طرح بھی نہیں بچ سکتا۔ چنانچہ میں نے سچ سچ کہنے کا ارادہ کرلیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر سے واپس آئے تو سب سے پہلے مسجد گئے۔ دو رکعت نماز پڑھی، پھر لوگوں کے ساتھ مجلس کی۔ اب جنگ میں شریک نہ ہونے والے آ آ کر عذر و معذرت کرنے لگے اور قسمیں کھانے لگے۔ ایسے لوگوں کی تعداد اسی (80) سے کچھ اوپر تھی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بحکم ظاہر ان کی بات قبول کیے جارہے تھے اور ان کی کوتاہیوں کے لئے طلب مغفرت کر رہے تھے۔ میری باری آئی میں نے آ کر سلام عرض کیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہاں آؤ، میں سامنے جا بیٹھا۔ مجھ سے فرمایا: تم کیوں رکے رہے؟ کیا تم نے تیاری جہاد کیلئے خریداری نہیں کرلی تھی؟ میں نے کہا: یارسول اللہ صلی للہ علیہ وسلم! اگر میں اس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی اور سے بات کرتا تو صاف صاف بری ہو جاتا کیوں کہ مجھے بحث و تکرار اور معذرت کرنا خوب آتا ہے لیکن اللہ کی قسم میں جانتا ہوں کہ اس وقت تو جھوٹی بات بنا کر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو راضی کرلوں گا۔ لیکن بہت جلد ہی اللہ آپ کو مجھ سے ناراض کردے گا اور اگر میں سچ سچ کہہ دیا تو حسین عاقبت کی مجھے اللہ کی طرف سے امید ہو سکتی ہے۔ یارسول اللہ صلی للہ علیہ وسلم! اللہ کی قسم میں کوئی معقول عذر نہیں رکھتا تھا۔ میرے پاس عدم شرکت جنگ کا درحقیقت کوئی حیلہ نہیں۔ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! ہاں یہ تو سچ کہتا ہے۔ اچھا اب تم چلے جاؤ اور انتظار کرو کہ اللہ تعالیٰ تمہارے بارے میں کیا حکم فرماتا ہے چنانچہ میں چلا گیا۔ بنی سلمہ کے لوگ بھی میرے ساتھ اٹھے اور ساتھ ہو لئے۔ اور کہنے لگے: اللہ کی قسم ہم نے تمہیں پہلے کوئی خطا کرتے نہیں دیکھا ہے دوسرے لوگوں نے جیسے عذرات پیش کردیئے تم نے بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کچھ بھی عذر نہیں کیا۔ ورنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسروں کیلئے جیسے استغفار کیا تھا تمہارے لئے بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ استغفار کافی ہوتا۔ غرض کہ لوگوں نے اس بات پر اس قدر زور دیا کہ میں نے ایک بار یہ ارادہ کر ہی لیا کہ پھر واپس جاؤں اور کوئی عذر تراش دوں۔ لیکن میں نے لوگوں سے دریافت کیا کہ میری طرح کیا کسی اور کی بھی صورت حال ہے۔ کہا ہاں تمہاری طرح کے اور دو آدمی ہیں۔ جنہوں نے سچ سچ کہہ دیا ہے میں نے پوچھا وہ کون ہیں؟ کہا گیا مرارہ بن الربیع العامری اور ہلال بن امیہ الواقفی۔ کہا گیا یہ دونوں مرد صالح

ہیں، بدر میں شریک تھے۔ اب میرے سامنے ان کا نقش قدم تھا اسے لئے میں دوبارہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس نہ گیا۔ اب معلوم ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم تینوں سے سلام کلام کرنے سے لوگوں کو ممانعت کر دی ہے اور لوگوں نے ہمارا بالکل بائیکاٹ کر دیا ہے اور ہم ایسے بدل گئے کہ زمین پر رہنا ہمیں بوجھ معلوم ہونے لگا۔ ہم پر اس ترک تعلقات کے پچاس دن گزر گئے ان دونوں نے تو منہ چھپا کر خانہ نشینی ہی اختیار کر لی، روتے پیٹتے رہے میں ذرا سخت مزاج تھا۔ قوت برداشت تھی، جا کر جماعت کے ساتھ برابر نماز پڑھتا تھا۔ بازاروں میں گھومتا تھا لیکن مجھ سے کوئی بولتا نہ تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما رہتے۔ میں سلام کرتا اور دیکھتا کہ جواب سلام کے لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہونٹ ہلتے کہ نہیں، پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہی نماز پڑھ لیتا۔ کنکھیوں سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتا، میں نماز پڑھنے لگتا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مجھے دیکھتے۔ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف متوجہ ہو جاتا تو نظر پھیر لیتے۔ جب اس بائیکاٹ کی مدت لمبی ہوتی گئی تو میں ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کے باغ کی دیوار پھاند کر ان کے یہاں گیا وہ میرے چچا زاد بھائی تھے۔ میں انہیں بہت چاہتا تھا۔ سلام کیا واللہ انہوں نے جواب نہ دیا۔ میں نے کہا: اے ابوقتادہ! تمہیں اللہ کی قسم کیا تم نہیں جانتے میں اللہ کو اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دوست رکھتا ہوں۔ وہ سن کر خاموش ہو گئے۔ میں نے اللہ کی قسم دے کر بات کی پھر کچھ نہ بولے، میں نے پھر قسم دی کچھ بھی نہ کہا، لیکن انجان پن سے بولے۔ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ہے میں پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔ پھر دیوار پھاند کر واپس ہو گیا۔

ایک دن بازار مدینہ میں گھوم رہا تھا کہ شام کا ایک قبطی جو مدینہ کے بازار میں کھانے کی کچھ چیزیں بیچ رہا تھا، لوگوں سے کہنے لگا کہ کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کا کوئی پتہ دے۔ لوگوں نے میری طرف اشارہ کر دیا وہ میرے پاس آیا اور شاہ غسان کا ایک مکتوب میرے حوالے کیا۔ چونکہ میں پڑھا لکھا تھا، پڑھا تو لکھا تھا کہ: "ہمیں اطلاع ملی ہے کہ تمہارے آقا (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم) نے تم پر سختی کی ہے۔ اللہ نے تمہیں کوئی معمولی آدمی تو نہیں بنایا ہے۔ تم کوئی گرے پڑے نہیں ہو۔ تم ہمارے پاس آ جاؤ، ہم تمہیں نواز دیں گے۔"

میں نے یہ پڑھ کر کہا: میرے للہ! یہ تو نئی مصیبت آ پڑی۔ میں نے اس مکتوب کو آگ میں جھونک دیا اور جب پچاس میں چالیس دن گزر گئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک قاصد میرے پاس آیا اور کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے کہ اپنی عورت سے علیحدہ ہو۔ میں نے پوچھا کیا حکم ہے کہ طلاق دوں؟ کہا نہیں صرف الگ رہو، قربت نہ کرنا، کہا کہ دوسرے دونوں کے بارے میں بھی یہی حکم ہوا ہے۔ چنانچہ میں نے اپنی عورت سے کہہ دیا کہ میکے چلی جاؤ حتی کہ للہ کا کوئی حکم پہنچے۔ ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہ کی بیوی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور عرض کرنے لگی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہلال ایک شیخ ضعیف ہے اس کی خدمت کیلئے کوئی آدمی نہیں۔ اگر میں ان کی خدمت میں لگی رہوں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نامنظور تو نہ کریں گے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اچھا لیکن وہ تم سے قربت نہ کرے کہنے لگی اس غریب کو تو ہلنا جلنا مشکل ہو گیا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضی کے دن سے آج تک لگاتار روتا رہتا ہے۔ میرے گھر والوں میں سے ایک نے کہا تم بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی

بیوی سے خدمت لینے کی اجازت حاصل کر لو جیسے کہ ہلال کو اجازت مل گئی۔ میں نے کہا اللہ کی قسم میں اس بات کی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست نہ کروں گا۔ نہ معلوم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کیا فرمائیں گے، میں نوجوان آدمی ہوں مجھے کسی سے درخواست لینے کی ضرورت نہیں۔ اب ہم نے مزید دس دن گزارے اور لوگوں کے قطع تعلق کو پچاس دن گزر گئے۔ پچاسویں دن کی صبح اپنے گھر کی چھت پر صبح کی نماز پڑھ کر میں اس حال میں بیٹھا ہوا تھا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام مجید میں فرمایا ہے یعنی میری جان مجھ پر بھاری معلوم ہو رہی تھی۔ یہ وسیع دنیا مجھے تنگ محسوس ہو رہی تھی کہ سلع پہاڑی پر سے ایک پکارنے والے کی آواز میرے کان میں پڑی کہ وہ بلند آواز میں چیخ رہا تھا کہ "اے کعب بن مالک! خوش ہو جاؤ۔" یہ سنتے ہی میں سجدے میں گر پڑا اور سمجھ گیا کہ اللہ نے میری توبہ قبول کر لی۔ مصیبت کا زمانہ گزر گیا۔ صبح کی نماز پڑھنے کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اطلاع سنا دی، کہ اللہ تعالیٰ نے ان تینوں کی توبہ قبول کر لی ہے۔ لوگ ہمیں خوشخبری دینے کیلئے دوڑے۔ ان دونوں کے پاس بھی گئے اور میرے پاس بھی ایک سوار تیز گھوڑا دوڑاتا ہوا آیا۔ لیکن پہاڑی پر چڑھ کر آواز دینے والا زیادہ کامیاب رہا کہ جلد تر مجھے خبر مل گئی کیوں کہ گھوڑے کی رفتار سے آواز کی رفتار تیز تر ہوتی ہے۔ چنانچہ جب وہ شخص مجھ سے ملا جس کی آواز میں نے سنی تھی تو اس خوشخبری دینے کے صلے میں اپنے کپڑے اتار کر میں نے اسے پہنا دیئے۔ واللہ میرے پاس اس وقت دوسرا جوڑا نہیں تھا میں نے اپنے لئے مستعار (تیار شدہ) کپڑے لے کر پہن لئے۔ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جانے کے ارادے سے نکلا۔ لوگ مجھے راہ میں جوق در جوق ملتے اور مبارک باد دیتے جاتے۔ میں مسجد میں داخل ہوا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے درمیان بیٹھے ہوئے تھے۔ مجھے دیکھتے ہی طلحہ بن عبید اللہ دوڑ پڑے، مجھ سے مصافحہ کر کے مبارک باد دی۔ مہاجرین میں سے کسی نے ان کے سوا یہ اقدام نہیں کیا۔ کعب رضی اللہ عنہ نے طلحہ رضی اللہ عنہ کے اس خلوص کو کبھی فراموش نہیں کیا۔ میں نے آ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ (مبارک) خوشی سے چمک اٹھا۔ کہنے لگے: خوش ہو جاؤ جب سے تم پیدا ہوئے ایسی خوشی کا دن تم پر نہ آیا ہوگا۔ میں نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ بشارت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے یا اللہ کی طرف سے؟ فرمانے لگے اللہ کی طرف سے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خوش ہو جاتے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ (مبارک) چمک اٹھتا تھا۔ گویا چاند کا ٹکڑا ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی آپکے چہرہ (مبارک) ہی سے ظاہر ہو جاتی۔ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری قبولیت توبہ کی یہ برکت ہونی چاہیے کہ میں اپنا سارا مال ومتاع اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی راہ میں لٹا دوں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایسا نہیں کچھ رکھو اور کچھ صدقہ کر دو۔ یہی بہتر صورت ہے میں نے کہا خیبر سے جو حصہ مجھے ملا تھا وہ میں اپنے لئے رکھ لیتا ہوں۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سچائی کی برکتوں کے سبب اللہ نے مجھے نجات بخشی۔ اللہ کی قسم میں نے جب سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راست گئی کا ذکر کیا پھر کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ اللہ سے دعا ہے کہ وہ آئندہ بھی کبھی مجھ سے جھوٹ نہ بلوائے۔ (بخاری شریف)

## بَاب تَرْكِ السَّلَامِ عَلٰى اَهْلِ الْاَهْوَاءِ

## باب 4: بدمذہبوں کو سلام نہ کرنا

6- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ اِسْمٰعِيلَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ اَخْبَرَنَا عَطَاءٌ الْخُرَاسَانِيُّ عَنْ يَحْيَى بْنِ يَعْمَرَ عَنْ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ قَالَ قَدِمْتُ عَلٰى اَهْلِيْ وَقَدْ تَشَقَّقَتْ يَدَایَ فَخَلَّقُوْنِيْ بِزَعْفَرَانٍ فَغَدَوْتُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيَّ وَقَالَ اذْهَبْ فَاغْسِلْ هٰذَا عَنْكَ

✧✧ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں اپنے گھر آیا' میرے دونوں ہاتھ پھٹے ہوئے تھے۔ انہوں نے اس پر زعفران لگا دیا۔ صبح کے وقت میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، میں نے آپ کو سلام کیا تو آپ نے مجھے سلام کا جواب نہیں دیا۔ آپ نے فرمایا: جاؤ اور اسے دھو دو۔

### بدمذہبوں سے سلام کی ممانعت کا بیان

7- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ اِسْمٰعِيلَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ ثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ عَنْ سُمَيَّةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّهُ اعْتَلَّ بَعِيرٌ لِصَفِيَّةَ بِنْتِ حُيَيٍّ وَعِنْدَ زَيْنَبَ فَضْلُ ظَهْرٍ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِزَيْنَبَ اَعْطِيهَا بَعِيرًا فَقَالَتْ اَنَا اُعْطِي تِلْكَ الْيَهُودِيَّةَ فَغَضِبَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَهَجَرَهَا ذَا الْحِجَّةِ وَالْمُحَرَّمَ وَبَعْضَ صَفَرٍ

✧✧ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں، سیّدہ صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا کا ایک اونٹ بیمار ہو گیا۔ سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا کے پاس ایک اضافی اونٹ تھا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا سے فرمایا: تم یہ اونٹ اسے دے دو۔ تو سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا بولیں: کیا میں یہ اس یہودیہ کو دے دوں؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہو گئے اور آپ نے ذوالحج' محرم اور صفر کے کچھ حصے تک ان سے لاتعلقی اختیار کی۔

## بَاب النَّهْيِ عَنِ الْجِدَالِ فِي الْقُرْآنِ

## باب 5: قرآن کے بارے میں بحث کرنے کی ممانعت

---

حدیث 6:

اخرجه ابوداؤد فی "سننه" رقم الحديث: 4176

اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحديث: 18906

اخرجه البيهقی فی "سننه الكبرٰی" رقم الحديث: 8754

اخرجه ابويعلی فی "مسنده" رقم الحديث: 1635

اخرجه الطيالسی فی "مسنده" رقم الحديث: 646

حدیث 7:

اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحديث: 25046

اخرجه الطبرانی فی "معجمه الاوسط" رقم الحديث: 2609

اخرجه الطبرانی فی "معجمه الكبير" رقم الحديث: 188

اخرجه البيهقی فی "سننه الكبرٰی" رقم الحديث: 20670

اخرجه الطبرانی فی "معجمه الاوسط" رقم الحديث: 5303

8- حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ يَعْنِي ابْنَ هَارُوْنَ اَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو عَنْ اَبِي سَلَمَةَ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْمِرَاءُ فِي الْقُرْآنِ كُفْرٌ

✧✧ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں، قرآن کے بارے میں بحث کرنا (جو قرآن کے احکام کے خلاف ہو) کفر ہے۔

# بَاب فِي لُزُوْمِ السُّنَّةِ

## باب 6: سنت کو لازم پکڑنا

### سنت کی اہمیت کا بیان

9- حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ نَجْدَةَ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَمْرِو بْنُ كَثِيْرِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ حَرِيْزِ بْنِ عُثْمَانَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِي عَوْفٍ عَنِ الْمِقْدَامِ بْنِ مَعْدِي كَرِبَ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ قَالَ اَلَا اِنِّي اُوْتِيْتُ الْكِتَابَ وَمِثْلَهُ مَعَهُ اَلَا يُوْشِكُ رَجُلٌ شَبْعَانُ عَلٰى اَرِيْكَتِهٖ يَقُوْلُ عَلَيْكُمْ بِهٰذَا الْقُرْآنِ فَمَا وَجَدْتُمْ فِيْهِ مِنْ حَلَالٍ فَاَحِلُّوْهُ وَمَا وَجَدْتُمْ فِيْهِ مِنْ حَرَامٍ فَحَرِّمُوْهُ اَلَا لَا يَحِلُّ لَكُمْ لَحْمُ الْحِمَارِ الْاَهْلِيِّ وَلَا كُلُّ ذِيْ نَابٍ مِنَ السَّبُعِ وَلَا لُقَطَةُ مُعَاهِدٍ اِلَّا اَنْ يَّسْتَغْنِيَ عَنْهَا صَاحِبُهَا وَمَنْ نَزَلَ بِقَوْمٍ فَعَلَيْهِمْ اَنْ يَّقْرُوْهُ فَاِنْ لَّمْ يَقْرُوْهُ فَلَهٗ اَنْ يُّعْقِبَهُمْ بِمِثْلِ قِرَاهُ

✧✧ حضرت مقدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں' یاد رکھنا مجھے کتاب دی گئی ہے اور اس کے ساتھ اس کی مانند (سنت) دی گئی ہے۔ ایسا نہ ہو کہ ایک بھرے ہوئے پیٹ والا شخص اپنے تکیے کے ساتھ ٹیک لگا کر کہے کہ تم اس قرآن کو لازم پکڑو۔ تمہیں اس میں جو چیز حلال ملے تم اسے حلال سمجھو اور تمہیں اس میں جو چیز حرام ملے اسے حرام قرار دو۔ (پھر نبی اکرم نے فرمایا) خبردار! تمہارے لئے پالتو گدھوں کا گوشت حلال نہیں ہے اور ہر نوکیلے دانت والے درندے کا گوشت بھی حلال نہیں ہے اور گری ہوئی چیز کو اٹھانا بھی حلال نہیں ہے۔ البتہ اس چیز کا مالک اس سے بے نیاز ہو (تو اٹھایا جاسکتا ہے) اور جو شخص کسی قوم کے ہاں پڑاؤ کرے تو ان لوگوں پر لازم ہے کہ وہ اس کی مہمان نوازی کریں۔ اگر وہ اس کی مہمان نوازی نہیں کرتے تو اس شخص کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ مہمان نوازی کے حساب سے ان سے وصول کرے۔

شرح

قرآن کا مثل "حدیث ہے یعنی جس طرح قرآن مجید مجھ پر نازل کیا گیا ہے اسی طرح حدیث بھی مجھے بارگاہ الوہیت ہی سے عطا ہوئی ہے لیکن فرق یہی ہے کہ قرآن وحی ظاہر ہے اور حدیث وحی پوشیدہ۔ لہٰذا واجب العمل دونوں میں الالاتحل سے بطور مثال کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان چیزوں کی حرمت قرآن میں کہیں مذکور نہیں ہے میں نے ہی ان کی حرمت بیان کی ہے جس پر عمل کرنا واجب وضروری ہے۔ اہلی گدھا اسے کہتے ہیں جو گھر میں رہتا ہے یہ حرام ہے گدھا وحشی جسے گورخر کہتے ہیں۔ ان سب کی

حرمت احادیث ہی سے ثابت ہے معاہد اس کافر کو کہتے ہیں جس کے ساتھ مسلمانوں کا معاہدہ صلح وامان ہوا ہو، خواہ وہ کافر ہو یا غیر ذمی، اس کے بارہ میں فرمایا کہ اس کا لقطہ حلال نہیں ہے، ہاں اگر لقطہ ایسی چیز ہے جس سے اس کا مالک بے نیاز و بے پرواہ ہو جیسے گٹھلی، چھلکے، گاجر، مولی یا ایسی ہی کوئی حقیر چیز تو اس کے لئے لینا جائز ہے لقطہ اس چیز کو کہتے ہیں جو راستہ میں گری پڑی پائی جائے۔

آخر میں فرمایا گیا ہے کہ جو آدمی کسی کے یہاں مہمان جائے تو میزبان پر اس کی مہمانداری لازم ہے علماء فرماتے ہیں کہ یہ حکم فرض نہیں ہے بلکہ ایسا کرنا مستحب واولیٰ ہے، اسی طرح یہ حکم دینا کہ اگر میزبان مہمان نوازی نہ کر سکے تو میزبان کے لئے جائز ہے کہ وہ اس میزبان سے مہمانداری کا عوض وصول کر لے یعنی اس سے روپیہ پیسہ لے۔ اس کے بارہ میں کہا جاتا ہے کہ یہ مسئلہ یا تو ایسی شکل میں جائز ہوا جب کہ مہمان ایسا مضطر ولاچار ہو کہ اگر میزبان سے وہ کچھ نہ لے تو اس کے ہلاک ہو جانے کا خطرہ ہو۔ یا پھر یہ کہا جائے گا کہ جواز کا حکم ابتدائے اسلام میں تھا لیکن اب منسوخ ہے۔

**10**- حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ خَالِدِ بْنِ يَزِيْدَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَوْهَبٍ الْهَمْدَانِيُّ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ اَنَّ اَبَا اِدْرِيْسَ الْخَوْلَانِيَّ عَائِذَ اللّٰهِ اَخْبَرَهُ اَنَّ يَزِيْدَ بْنَ عُمَيْرَةَ وَكَانَ مِنْ اَصْحَابِ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ اَخْبَرَهُ قَالَ كَانَ لَا يَجْلِسُ مَجْلِسًا لِلذِّكْرِ حِيْنَ يَجْلِسُ اِلَّا قَالَ اللّٰهُ حَكَمٌ قِسْطٌ هَلَكَ الْمُرْتَابُوْنَ فَقَالَ مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ يَوْمًا اِنَّ مِنْ وَرَائِكُمْ فِتَنًا يَكْثُرُ فِيْهَا الْمَالُ وَيُفْتَحُ فِيْهَا الْقُرْآنُ حَتّٰى يَاْخُذَهُ الْمُؤْمِنُ وَالْمُنَافِقُ وَالرَّجُلُ وَالْمَرْاَةُ وَالصَّغِيْرُ وَالْكَبِيْرُ وَالْعَبْدُ وَالْحُرُّ فَيُوْشِكُ قَائِلٌ اَنْ يَقُوْلَ مَا لِلنَّاسِ لَا يَتَّبِعُوْنِيْ وَقَدْ قَرَاْتُ الْقُرْآنَ مَا هُمْ بِمُتَّبِعِيَّ حَتّٰى اَبْتَدِعَ لَهُمْ غَيْرَهُ فَاِيَّاكُمْ وَمَا ابْتُدِعَ فَاِنَّ مَا ابْتُدِعَ ضَلَالَةٌ وَّاُحَذِّرُكُمْ زَيْغَةَ الْحَكِيْمِ فَاِنَّ الشَّيْطٰنَ قَدْ يَقُوْلُ كَلِمَةَ الضَّلَالَةِ عَلٰى لِسَانِ الْحَكِيْمِ وَقَدْ يَقُوْلُ الْمُنَافِقُ كَلِمَةَ الْحَقِّ قَالَ قُلْتُ لِمُعَاذٍ مَا يُدْرِيْنِيْ رَحِمَكَ اللّٰهُ اَنَّ الْحَكِيْمَ قَدْ يَقُوْلُ كَلِمَةَ الضَّلَالَةِ وَاَنَّ الْمُنَافِقَ قَدْ يَقُوْلُ كَلِمَةَ الْحَقِّ قَالَ بَلٰى اجْتَنِبْ مِنْ كَلَامِ الْحَكِيْمِ الْمُشْتَهِرَاتِ الَّتِيْ يُقَالُ لَهَا مَا هٰذِهِ وَلَا يُثْنِيَنَّكَ ذٰلِكَ عَنْهُ فَاِنَّهُ لَعَلَّهُ اَنْ يُّرَاجِعَ وَتَلَقَّ الْحَقَّ اِذَا سَمِعْتَهُ فَاِنَّ عَلَى الْحَقِّ نُوْرًا قَالَ اَبُوْ دَاوٗدَ قَالَ مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ فِيْ هٰذَا الْحَدِيْثِ وَلَا يُنْئِيَنَّكَ ذٰلِكَ عَنْهُ مَكَانَ يُثْنِيَنَّكَ وَ قَالَ صَالِحُ بْنُ كَيْسَانَ عَنِ الزُّهْرِيِّ فِيْ هٰذَا الْمُشَبِّهَاتِ مَكَانَ الْمُشْتَهِرَاتِ وَقَالَ لَا يُثْنِيَنَّكَ كَمَا قَالَ عُقَيْلٌ وَ قَالَ ابْنُ اِسْحٰقَ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ بَلٰى مَا تَشَابَهَ عَلَيْكَ مِنْ قَوْلِ الْحَكِيْمِ حَتّٰى تَقُوْلَ مَا اَرَادَ بِهٰذِهِ الْكَلِمَةِ

یزید بن عمیرہ' جو حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں میں سے ہیں' بیان کرتے ہیں: حضرت معاذ رضی اللہ عنہ جب بھی کسی محفل میں وعظ و نصیحت کے لیے بیٹھتے تھے تو یہ فرمایا کرتے تھے: اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والا ہے، عدل سے کام لینے والا ہے، شک کرنے والے لوگ ہلاکت کا شکار ہو جائیں گے۔ ایک دن حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تمہارے بعد ایسے فتنے آرہے ہیں جن میں مال زیادہ ہو جائے گا۔ قرآن کو کھول دیا جائے گا یہاں تک کہ ہر مومن، منافق، مرد وعورت، بڑی عمر کا شخص، چھوٹی عمر کا فرد، غلام اور آزاد اس کا علم حاصل کرلیں گے پھر عنقریب ایسا ہوگا: کوئی شخص یہ کہے گا کہ لوگ میری پیروی کیوں نہیں کرتے جب کہ میں قرآن کا علم حاصل کر چکا ہوں!۔ پھر بھی میری پیروی نہیں کرتے؟ میں ان کے لئے کوئی نئی چیز ایجاد کرتا ہوں' (حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے فرمایا) تو

اس نے جو نئی چیز نکالی ہوگی تم اس سے بچنا کیونکہ جو چیز اس نے نکالی ہوگی' گمراہی ہوگی اور میں تمہیں سمجھدار آدمی کی گمراہی سے' بچنے کی تلقین کرتا ہوں کیونکہ شیطان گمراہی کی بات سمجھدار آدمی کی زبانی بیان کرتا ہے اور منافق کبھی کبھار حق کی بات بھی کہہ دیتا ہے۔

راوی بیان کرتے ہیں' میں نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے کہا، اللہ تعالیٰ آپ پر رحم کرے اگر کوئی سمجھدار آدمی گمراہی کی بات کہہ دے تو مجھے کیسے پتہ چلے گا اور اگر کوئی منافق آدمی حق کی بات کہہ دے تو (مجھے کیسے پتہ چلے گا)، انہوں نے فرمایا: ہاں۔ تم سمجھدار آدمی کے اس کلام سے اجتناب کرنا جس کے بارے میں یہ کہا جاتا ہے کہ اس کی حقیقت کیا ہے؟ تم اس وجہ سے اس سے لاتعلقی اختیار نہ کرنا کیونکہ ہوسکتا ہے کہ وہ اس سے رجوع کرے اور حق کو قبول کرلے جب تم اس سے سنو' بے شک حق کے اندر ایک نور ہے۔

امام ابوداؤد بیان کرتے ہیں اس روایت کے اندر بعض اختلاف پایا جاتا ہے۔امام زہری کے حوالے سے ایک روایت میں لفظ ''يَثْنِيَنَّكَ'' کی بجائے ''لا ينئينك'' منقول ہے۔

امام زہری کے حوالے سے ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں' انہوں نے فرمایا:

ہاں! دانا شخص کی وہ بات جو تمہیں متشابہ لگے یہاں تک کہ تم یہ کہہ دو کہ اس نے اس بات کے ذریعے کیا مراد لیا ہے؟

**11**- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ كَتَبَ رَجُلٌ اِلٰى عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ يَسْاَلُهُ عَنِ الْقَدَرِ ح و حَدَّثَنَا الرَّبِيعُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْمُؤَذِّنُ قَالَ حَدَّثَنَا اَسَدُ بْنُ مُوْسٰى قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ دُلَيْلٍ قَالَ سَمِعْتُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيَّ يُحَدِّثُنَا عَنِ النَّضْرِ ح و حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ عَنْ قَبِيْصَةَ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ رَجَاءٍ عَنْ اَبِى الصَّلْتِ وَهٰذَا لَفْظُ حَدِيْثِ ابْنِ كَثِيْرٍ وَمَعْنَاهُمْ قَالَ كَتَبَ رَجُلٌ اِلٰى عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيْزِ يَسْاَلُهُ عَنِ الْقَدَرِ فَكَتَبَ اَمَّا بَعْدُ اُوصِيكَ بِتَقْوَى اللّٰهِ وَالِاقْتِصَادِ فِىْ اَمْرِهٖ وَاتِّبَاعِ سُنَّةِ نَبِيِّهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَرْكِ مَا اَحْدَثَ الْمُحْدِثُوْنَ بَعْدَ مَا جَرَتْ بِهٖ سُنَّتُهُ وَكُفُوا مُؤْنَتَهُ فَعَلَيْكَ بِلُزُوْمِ السُّنَّةِ فَاِنَّهَا لَكَ بِاِذْنِ اللّٰهِ عِصْمَةٌ ثُمَّ اعْلَمْ اَنَّهُ لَمْ يَبْتَدِعِ النَّاسُ بِدْعَةً اِلَّا قَدْ مَضٰى قَبْلَهَا مَا هُوَ دَلِيلٌ عَلَيْهَا اَوْ عِبْرَةٌ فِيْهَا فَاِنَّ السُّنَّةَ اِنَّمَا سَنَّهَا مَنْ قَدْ عَلِمَ مَا فِىْ خِلَافِهَا وَلَمْ يَقُلِ ابْنُ كَثِيْرٍ مَّنْ قَدْ عَلِمَ مِنَ الْخَطَاِ وَالزَّلَلِ وَالْحُمْقِ وَالتَّعَمُّقِ فَارْضَ لِنَفْسِكَ مَا رَضِىَ بِهِ الْقَوْمُ لِاَنْفُسِهِمْ فَاِنَّهُمْ عَلٰى عِلْمٍ وَقَفُوا وَبِبَصَرٍ نَافِذٍ كَفُّوْا وَهُمْ عَلٰى كَشْفِ الْاُمُوْرِ كَانُوْا اَقْوٰى وَبِفَضْلِ مَا كَانُوْا فِيْهِ اَوْلٰى فَاِنْ كَانَ الْهُدٰى مَا اَنْتُمْ عَلَيْهِ لَقَدْ سَبَقْتُمُوْهُمْ اِلَيْهِ وَلَئِنْ قُلْتُمْ اِنَّمَا حَدَثَ بَعْدَهُمْ مَا اَحْدَثَهُ اِلَّا مَنِ اتَّبَعَ غَيْرَ سَبِيْلِهِمْ وَرَغِبَ بِنَفْسِهٖ عَنْهُمْ فَاِنَّهُمْ هُمُ السَّابِقُوْنَ فَقَدْ تَكَلَّمُوْا فِيْهِ بِمَا يَكْفِىْ وَوَصَفُوْا مِنْهُ مَا يَشْفِىْ فَمَا دُوْنَهُمْ مِنْ مَقْصَرٍ وَمَا فَوْقَهُمْ مِنْ مَحْسَرٍ وَقَدْ قَصَّرَ قَوْمٌ دُوْنَهُمْ فَجَفَوْا وَطَمَحَ عَنْهُمْ اَقْوَامٌ فَغَلَوْا وَاِنَّهُمْ بَيْنَ ذٰلِكَ لَعَلٰى هُدًى مُسْتَقِيْمٍ كَتَبْتَ تَسْاَلُ عَنِ الْاِقْرَارِ بِالْقَدَرِ فَعَلَى الْخَبِيْرِ بِاِذْنِ اللّٰهِ وَقَعْتَ مَا اَعْلَمُ مَا اَحْدَثَ النَّاسُ مِنْ مُحْدَثَةٍ وَلَا ابْتَدَعُوْا مِنْ بِدْعَةٍ هِىَ اَبْيَنُ اَثَرًا وَّلَا اَثْبَتُ اَمْرًا مِنَ الْاِقْرَارِ بِالْقَدَرِ لَقَدْ كَانَ ذَكَرَهُ فِى الْجَاهِلِيَّةِ الْجُهَلَاءُ يَتَكَلَّمُوْنَ بِهٖ فِىْ كَلَامِهِمْ وَفِىْ شِعْرِهِمْ يُعَزُّوْنَ بِهٖ اَنْفُسَهُمْ عَلٰى مَا فَاتَهُمْ ثُمَّ لَمْ يَزِدْهُ الْاِسْلَامُ بَعْدُ اِلَّا

شِدَّةً وَلَقَدْ ذَكَرَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي غَيْرِ حَدِيثٍ وَلَا حَدِيثَيْنِ وَقَدْ سَمِعَهُ مِنْهُ الْمُسْلِمُونَ فَتَكَلَّمُوا بِهِ فِي حَيَاتِهِ وَبَعْدَ وَفَاتِهِ يَقِينًا وَتَسْلِيمًا لِرَبِّهِمْ وَتَضْعِيفًا لِأَنْفُسِهِمْ أَنْ يَكُونَ شَيْءٌ لَمْ يُحِطْ بِهِ عِلْمُهُ وَلَمْ يُحْصِهِ كِتَابُهُ وَلَمْ يَمْضِ فِيهِ قَدَرُهُ وَإِنَّهُ مَعَ ذَلِكَ لَفِي مُحْكَمِ كِتَابِهِ مِنْهُ اقْتَبَسُوهُ وَمِنْهُ تَعَلَّمُوهُ وَلَئِنْ قُلْتُمْ لِمَ أَنْزَلَ اللهُ آيَةَ كَذَا لِمَ قَالَ كَذَا لَقَدْ قَرَئُوا مِنْهُ مَا قَرَأْتُمْ وَعَلِمُوا مِنْ تَأْوِيلِهِ مَا جَهِلْتُمْ وَقَالُوا بَعْدَ ذَلِكَ كُلِّهِ بِكِتَابٍ وَقَدَرٍ وَكُتِبَتِ الشَّقَاوَةُ وَمَا يُقْدَرْ يَكُنْ وَمَا شَاءَ اللهُ كَانَ وَمَا لَمْ يَشَأْ لَمْ يَكُنْ وَلَا نَمْلِكُ لِأَنْفُسِنَا ضَرًّا وَلَا نَفْعًا ثُمَّ رَغِبُوا بَعْدَ ذَلِكَ وَرَهِبُوا

✧✧ ابوصلت بیان کرتے ہیں' ایک شخص نے حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کو خط لکھا اور ان سے تقدیر کے بارے میں دریافت کیا تو حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے اسے جواب میں لکھا۔

امابعد! میں تمہیں اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اور اس کے معاملے میں میانہ راوی اختیار کرنے اور اس کے نبی کی سنت کی پیروی کرنے اور بدعتیوں نے جو بدعات ایجاد کی ہیں۔ انہیں ترک کرنے جبکہ اس بارے میں سنت آ چکی ہو اور لوگوں کی ضرورت پوری ہو چکی ہو' کی ہدایت کرتا ہوں۔ تم پر سنت کو لازم پکڑنا ضروری ہے کیونکہ اللہ کے حکم کے تحت یہ تمہارے لیے (گمراہی سے بچاؤ) کا ذریعہ ہو گی پھر تم یہ بات جان لو۔ لوگوں نے جو بھی بدعت ایجاد کی اس سے پہلے وہ دلیل آ چکی تھی جو اس کے خلاف تھی یا جس میں عبرت موجود تھی کیونکہ سنت اس ہستی نے جاری کی ہے جو یہ جانتے تھے۔ اس کے خلاف میں جو غلطی بہکنا' حماقت اور گہرائی ہے' یہاں ابن کثیر نامی راوی نے لفظ ''من قد علم'' نقل نہیں کیا۔

(حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں) تم اپنے لیے اس چیز سے راضی ہو جس سے پہلے زمانے کے لوگ اپنے لیے راضی رہے کیونکہ انہوں نے اس علم پر وقوف کیا اور وہ لوگ گہری بصیرت کی وجہ سے (اس طرح کے نئے نظریات اختیار کرنے سے) رک گئے۔ انہیں امور کے کشف کی زیادہ طاقت اور صلاحیت حاصل تھی اور ان میں جو فضیلت موجود تھی وہ اس بات کی زیادہ حقدار تھی۔ اگر ہدایت وہ ہوتی جس پر تم لوگ گامزن ہو تو وہ تم سے پہلے اس کی طرف چلے جاتے لیکن اگر تم یہ کہو کہ ان کے بعد بدعت اس نے ایجاد کی جو ان حضرات کے راستے کے علاوہ دوسروں کے راستے کی پیروی کرے گا اور ان کے راستے کو ترک کر دے گا وہ لوگ ایسے ہیں جو سبقت لے جا چکے ہیں اور انہوں نے اس بارے میں ایسی بات کی ہے جو کفایت کر جاتی ہے اور انہوں نے اس کا جو وصف بیان کیا ہے وہ تسلی کر دیتا ہے تو جو ان کے علاوہ کمی کرے گا یا اس سے زیادہ اضافہ کرے گا تو ان لوگوں نے جنہوں نے اس میں کمی کی وہ زیادتی کریں گے اور جنہوں نے اس میں اضافہ کیا وہ غلو سے کام لیں گے جبکہ وہ حضرات ان دونوں کے درمیان ہدایت کے سیدھے راستے (پر گامزن) تھے۔ تم نے تقدیر کا اقرار کرنے کے بارے میں دریافت کرنے کے لئے خط لکھا ہے تو اللہ کے علم کے تحت تم نے صاحب علم کی طرف رجوع کیا ہے۔ لوگوں نے جتنے بھی نئے امور نکالے ہیں اور جو بدعات ہیں۔ ان میں مجھے ایسی کسی چیز کا علم نہیں ہے جو تقدیر کا اقرار کرنے کے حوالے سے' منقول روایات کے حوالے سے زیادہ واضح اور معاملے کی حقیقت کے اعتبار سے زیادہ ثابت شدہ ہو۔

جہلاء نے زمانہ جاہلیت میں اپنے کلام میں اور اپنے اشعار میں اس کا تذکرہ کیا ہے انہیں جو چیز نہیں مل پاتی تھی وہ اس کی طرف نسبت کرتے ہوئے تسلی دیتے تھے اور اس کے بعد اسلام نے بھی اسے مزید پختگی دی ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے ایک یا دو سے زیادہ حدیث میں اس کا تذکرہ کیا ہے۔ مسلمانوں نے آپ سے یہ بات سنی۔ آپ کی زندگی میں اور آپ کے وصال کے بعد اس بارے میں یقین رکھتے ہوئے اور معاملے کو پروردگار کی طرف منسوب کرتے ہوئے اور اپنے آپ کو کمزور سمجھتے ہوئے اس بارے میں گفتگو کی کیونکہ یہ کوئی چیز ایسی نہیں ہے جسے اللہ تعالیٰ کا علم محیط نہ ہو اور اس کی کتاب (لوح محفوظ) اسے گھیرے ہوئے نہ ہو اور اس بارے میں اس کی تقدیر طے نہ ہو چکی ہو اور اس کے ساتھ وہ لوگ اس کی محکم کتاب سے اقتباس کرتے تھے اور اس سے علم حاصل کرتے تھے۔ اگر تم لوگ یہ کہو کہ اللہ تعالیٰ نے فلاں آیت کیوں نازل کی اور فلاں کیوں فرمایا تو ان آیات کو ان حضرات نے بھی پڑھا تھا جو تم پڑھتے ہو اور ان لوگوں کو اس کی اس تاویل کا پتہ چل گیا جس سے تم ناواقف رہے اور ان حضرات نے اس سب کے بعد یہی کہا کہ یہ کتاب (لوح محفوظ) اور تقدیر کے مطابق ہے۔ شقاوت طے کی جا چکی ہے جو تقدیر میں لکھا گیا ہے وہ ہو کر رہے گا جو اللہ تعالیٰ نے چاہا وہ ہوگا اور وہ جو نہیں چاہے گا وہ نہیں ہوگا۔ ہم اپنی ذات کو کوئی نفع یا نقصان پہنچانے کے مالک نہیں ہیں۔ اس کے بعد انہوں نے (اللہ تعالیٰ کی طرف) رغبت اختیار کی اور (اس کے خوف سے) خوفزدہ رہے۔

## باب:

## باب 7: بلاعنوان

**12- حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يَزِيْدَ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيْدٌ يَعْنِى ابْنَ اَبِى اَيُّوْبَ قَالَ اَخْبَرَنِى اَبُوْ صَخْرٍ عَنْ نَافِعٍ قَالَ كَانَ لِابْنِ عُمَرَ صَدِيقٌ مِنْ اَهْلِ الشَّامِ يُكَاتِبُهُ فَكَتَبَ اِلَيْهِ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ اِنَّهُ بَلَغَنِى اَنَّكَ تَكَلَّمْتَ فِى شَىْءٍ مِنَ الْقَدَرِ فَاِيَّاكَ اَنْ تَكْتُبَ اِلَىَّ فَاِنِّى سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّهُ سَيَكُوْنُ فِى اُمَّتِى اَقْوَامٌ يُكَذِّبُوْنَ بِالْقَدَرِ**

✧✧ حضرت نافع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا ایک دوست تھا جو شام سے تعلق رکھتا تھا اور وہ انہیں خط لکھا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اسے خط لکھا کہ مجھے پتہ چلا ہے' تم تقدیر کے بارے میں بحث کرتے ہو۔ آئندہ مجھے خط نہ لکھنا کیونکہ میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: میری امت میں کچھ ایسے لوگ آئیں گے جو تقدیر کا انکار کریں گے۔

## تقدیر پر ایمان لانے کی فرضیت کا بیان

تقدیر پر ایمان لانا فرض اور لازم ہے یعنی وجود ایمان کے لئے یہ اعتقاد رکھنا ضروری ہے کہ بندوں کے تمام اعمال خواہ وہ نیک ہوں یا بد، ان کے پیدا ہونے سے پہلے ہی لوح محفوظ مین لکھ دیئے گئے ہیں، بندہ سے جو عمل بھی سرزد ہوتا ہے وہ اللہ کے علم و اندازہ کے مطابق ہوتا ہے، لیکن اللہ نے انسان کو عقل و دانش کی دولت سے نواز کر اس کے سامنے نیکی اور بدی دونوں راستے واضح کر دیئے

ہیں اوران پر چلنے کا اختیار دے دیا اور بتا دیا کہ اگر نیکی کے (راستہ کو) اختیار کرو گے تو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کا باعث ہوگا جس پر جزاء وانعام سے نوازے جاؤ گے اور اگر بدی کے راستہ کو اختیار کرو گے تو یہ اللہ کے غضب اور اس کی ناراضگی کا باعث ہوگا جس کی وجہ سے سزا اور عذاب کے مستحق گردانے جاؤ گے۔

اب اس واضح اور صاف ہدایت کے بعد جو آدمی نیکی و بھلائی کے راستہ کو اختیار کرتا ہے تو وہ ازراہ فضل وکرم اللہ کی رحمت سے نوازا جائے گا اور اس پر اللہ کی جانب سے فلاح وسعادت کے دروازے کھول دیئے جائیں گے اور اگر کوئی عقل کا اندھا اپنے کسب و اختیار سے برائی کے راستہ کو اختیار کرتا ہے تو وہ ازراہ عدل سزا کا مستوجب ہوگا اور اسے عذاب وتباہی کے غار دوزخ میں پھینک دیا جائے گا۔ یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ تقدیر کا مسئلہ عقل وفکر کی رسائی سے باہر ہے کیونکہ یہ اللہ کا ایسا ایک راز ہے جس کا انسانی عقل میں آنا تو درکنار اسے نہ تو کسی مقرب فرشتہ پر ظاہر کیا گیا ہے اور نہ ہی اس کا بھید کسی پیغمبر اور رسول کو معلوم ہے۔

اس لئے اس مسئلہ میں زیادہ غور وفکر کرنا اور اس میدان میں عقل کے گھوڑے دوڑانا جائز نہیں ہے بلکہ تحقیق وجستجو کے تمام راستوں سے ہٹ کر صرف یہ اعتقاد رکھنا ہی فلاح وسعادت کا ضامن ہے کہ اللہ نے یہ مخلوق پیدا کر کے ان کو دو گروہوں میں تقسیم کر دیا ہے، ایک گروہ وہ ہے جو اچھے اعمال اور نیک کام کرنے کی بنا پر اللہ کی جنت اور اس کی نعمتوں کا مستحق ہوگا جو محض اس کا فضل وکرم ہوگا۔ اور دوسرا گروہ وہ ہے جو برے اعمال کرنے کی وجہ سے دوزخ میں ڈالا جائے گا جو عین عدل ہوگا۔ منقول ہے کہ ایک آدمی نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے قضا وقدر کے بارہ میں سوال کیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا "یہ ایک بڑا راستہ ہے اس پر نہ چلو" اس آدمی نے "پھر یہی سوال کیا" "انہوں نے فرمایا" یہ ایک گہرا دریا ہے، اس میں نہ اترو وہ آدمی نہ مانا اور اس نے پھر سوال کیا۔ آخر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ اللہ کا ایک راز ہے جو تم سے پوشیدہ ہے اس لئے اس کی تفتیش وتحقیق میں مت پڑو"۔ لہٰذا اخروی سعادت اسی میں ہے کہ اس مسئلہ کے بارہ میں اللہ اور اللہ کے رسول نے جو کچھ بتایا ہے اور جن اعتقادات کو ماننے کے لئے کہا ہے اس پر عمل پیرا ہو جائے، ورنہ اپنی عقل کے تیر چلانا درحقیقت گمراہی کا راستہ اختیار کرنا اور تباہی وبربادی کی راہ پر لگنا ہے۔

**13- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْجَرَّاحِ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ قَالَ قُلْتُ لِلْحَسَنِ يَا اَبَا سَعِيْدٍ اَخْبِرْنِيْ عَنْ اٰدَمَ اَلِلسَّمَاءِ خُلِقَ اَمْ لِلْاَرْضِ قَالَ لَا بَلْ لِلْاَرْضِ قُلْتُ اَرَاَيْتَ لَوِ اعْتَصَمَ فَلَمْ يَاْكُلْ مِنَ الشَّجَرَةِ قَالَ لَمْ يَكُنْ لَهُ مِنْهُ بُدٌّ قُلْتُ اَخْبِرْنِيْ عَنْ قَوْلِهِ تَعَالٰى (مَا اَنْتُمْ عَلَيْهِ بِفَاتِنِيْنَ اِلَّا مَنْ هُوَ صَالِ الْجَحِيْمِ) قَالَ اِنَّ الشَّيَاطِيْنَ لَا يَفْتِنُوْنَ بِضَلَالَتِهِمْ اِلَّا مَنْ اَوْجَبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَحِيْمَ**

✧✧ خالد بیان کرتے ہیں، میں نے حسن بصری سے کہا: اے ابوسعید! آپ ہمیں بتایئے حضرت آدم علیہ السلام کو آسمان کے لئے پیدا کیا گیا تھا یا زمین کے لئے؟ انہوں نے جواب دیا: زمین کے لئے، میں نے کہا: آپ کا کیا خیال ہے اگر وہ بچے رہتے

---

حدیث 13:

اخرجه ابوداؤد فی "سننه" رقم الحدیث: 4616 اخرجه البیهقی فی "سننه الکبرٰی" رقم الحدیث: 20673

اور درخت کا پھل نہ کھاتے (تو ہم زمین پر آتے؟) انہوں نے فرمایا: یہ کرنا ان کی مجبوری تھی۔ میں نے ان سے کہا آپ مجھے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے بارے میں بتائیں

"تم اسے بہکانے والے نہیں ہو ماسوائے اس شخص کے جو جہنم میں ضرور جائے گا"۔

حسن بصری نے فرمایا: شیاطین انہی لوگوں کو گمراہی میں مبتلا کرتے ہیں جن پر جہنم میں جانا اللہ تعالیٰ نے واجب کر دیا ہو۔

شرح

مسئلہ نمبر 1- وما تعبدون میں ما الذی کے معنی میں ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: یہ مصدریہ ہے یعنی تم اور تمہاری ان بتوں کی عبادت۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: تم اپنے معبودوں کے ساتھ جن کی تم اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہو یہ کہا جاتا ہے: جاء فلاں و فلان جاء فلان مع فلان دونوں کا معنی و مفہوم ایک ہی ہے۔

علیہ کی ضمیر اللہ تعالیٰ کے لئے ہے بفتنین یعنی گمراہ کرنے والے۔ نحاس نے کہا: جتنا مجھے علم ہے اہل تفسیر کا اس پر اتفاق ہے تم کسی کو گمراہ کرنے والے نہیں مگر جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ مقدر کر دے کہ وہ اسے گمراہ کریں۔ شاعر نے کہا۔

**فرد بنعتمه كيده عليه و كان لننا فا تنا**

اس نے اپنی نعمت سے اس کا مکر اسی پر لوٹا دیا جب کہ وہ ہمیں گمراہ کرنے والا تھا۔

مسئلہ نمبر 2- اس آیت میں قدریہ کا رد ہے۔ عمرو بن ذر نے کہا ہم حضرت عمر بن عبدالعزیز کے پاس حاضر ہوئے ان کے سامنے تقدیر کا ذکر کیا گیا حضرت عمر بن عبدالعزیز نے فرمایا: اگر اللہ تعالیٰ ارادہ فرماتا کہ اس کی نافرمانی نہ کی جائے تو وہ ابلیس کو پیدا نہ فرماتا جب کہ وہ گناہ کی جڑ ہے اس بارے میں اللہ تعالیٰ کی کتاب میں علم ہے اسے پہچان لیا جس نے پہچان لیا اور جاہل رہ گیا جو جاہل رہ گیا پھر یہ آیت پڑھی: **فانكم وما تعبدون ۔ ما انتم عليه بفتنين** ۔ مگر وہ جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے جہنم میں داخل ہونے کے بارے میں لکھ دیا فرمایا: اس آیت نے لوگوں کے درمیان فرق کر دیا ہے اس میں یہ راز ہے شیاطین کسی کو بھی گمراہ نہیں کر سکتے مگر جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے لکھ دیا ہو کہ وہ ہدایت نہ پائیں اگر اللہ تعالیٰ کے علم میں ہوتا تو وہ ہدایت پائے تو اس بندے اور شیطان کے درمیان حائل ہو جاتا اسی معنی میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: **و اجلب عليهم بخيلك و رجلك** (الاسراء 64) یعنی تو ان تک کوئی چیز نہیں پہنچا سکتا مگر جو میرے علم میں ہے۔

لبید بن ربیعہ نے تقدیر کی حقانیت کے بارے میں کہا اور خوب کہا:

**ان تقوىٰ ربنا خير نفل و باذن الله ريثى و عجل احمد الله فلا ند له بيديه الخير ما شاء فعل**

**من هداه سبيل الخير اهتدى ناعم البال و من شاء اضل**

بے شک تقویٰ بہترین احسان ہے اللہ کے اذن سے میری سستی اور تیزی ہے میں اللہ کے حمد بیان کرتا ہوں اور اس کا کوئی مد مقابل نہیں اس کے قبضہ قدرت میں خیر ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے جسے وہ بھلائی کے راستہ کے طرف ہدایت دے وہ بڑی مد مقابل نہیں اسی کے قبضہ قدرت میں خیر ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے جسے وہ بھلائی کے راستہ کی طرف ہدایت دے وہ بڑی آسانی سے ہدایت

پا جاتا ہے اور جس کے حق میں چاہتا ہے گمراہی مقدر کر دیتا ہے۔

فراء نے کہا: اہل حجاز کہتے ہیں فتنت الرجل میں نے انسان کو گمراہ کر دیا۔ اہل نجد مزید فیہ کا فعل ذکر کرتے ہیں افتنتہ میں نے اسے گمراہ کر دیا۔

مسئلہ نمبر 3۔ حضرت حسن بصری سے مروی ہے کہ انہوں نے یہ پڑھا: الا من هو صال جهيم یعنی لام مضموم ہے۔ نحاس نے کہا: مفسرین کی جماعت کا کہنا ہے یہ غلطی ہے کیونکہ یہ کہنا جائز نہیں: ھذا قاض المدینہ۔ اس بارے میں نے جو علی بن سلیمان سے سنا ہے وہ سب سے بہترین ہے کہا: ھو معنی پر محمول ہے کیونکہ من کا معنی جماعت ہے تقدیر کلام یوں ہوگی صالون اضافت کی وجہ سے نون حذف ہے اور واؤ اجتماع ساکنین کی وجہ سے حذف ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: اصل میں یہ فاعل کے وزن پر تھا مگر اسے صال میں صایل کی طرف قلب کیا گیا یاء کو حذف کر دیا گیا اور لام مضموم ہی رہ گیا یہ شفا جرف ھار ) (التوبہ 109) کی مثل ہے۔

تیسری وجہ یہ ہے کہ صال کا لام کلمہ تخفیف کے طریقہ پر حذف کر دیا گیا اور اعراب اس کے عین کلمہ پر جاری ہوا جس طرح عربوں کے اس قول سے حذف ہے مابالیت بہ بالۃ اصل ہے یہ بالیۃ تھا یہ بالی سے ماخوذ ہے جس طرح عافیۃ عافی سے ماخوذ ہے اس کی مثل اس کی قراءت ہے و جنا الجنتين دان ۔ (الرحمٰن) اور وله الجوار المنشئت (الرحمٰن 24) یہاں بھی عین کلمہ پر اعراب جاری کیا گیا ہے۔ جماعت کی قراءت میں صالی یاء کے ساتھ ہے کاتب نے تحریر میں اسے حذف کر دیا کیونکہ تلفظ میں یہ ساقط ہے۔

(تفسیر قرطبی، سورہ صافات، بیروت)

**14- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَعِيلَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ حَدَّثَنَا خَالِدٌ الْحَذَّاءُ عَنِ الْحَسَنِ فِي قَوْلِهِ تَعَالَى (وَلِذَلِكَ خَلَقَهُمْ) قَالَ خَلَقَ هَؤُلَاءِ لِهَذِهِ وَهَؤُلَاءِ لِهَذِهِ**

✧✧ حسن بصری اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے بارے میں فرماتے ہیں:

"اور اسی کے لئے اس نے انہیں پیدا کیا ہے"۔

حسن بصری فرماتے ہیں: یہ لوگ (یعنی کچھ لوگ) اس (جنت) کے لئے پیدا کیے گئے ہیں اور یہ (یعنی کچھ لوگ) اس (جہنم) کے لئے پیدا کئے گئے ہیں۔

## شرح

مگر جس پر آپ کا رب رحم فرمائے اور اللہ نے انہیں اسی لئے پیدا فرمایا اور آپ کے رب کی بات پوری ہوگی کہ میں جہنم کو جنات سے اور انسانوں سے دونوں جماعتوں سے بھر دوں گا۔ (ھود، ۱۱۹)

۶- ابن جریر وابن ابی حاتم وابوالشیخ نے حسن رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ انہوں نے اس آیت کے بارے میں فرمایا کہ لوگ اختلاف کرنے والے ہیں مختلف دینوں پر مگر جن پر رب تیرے رحم فرمائے وہ اختلاف نہیں کریں گے (پھر فرمایا) (آیت) ولذلك خلقهم اور اسی اختلاف کے لئے انکو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا۔

۷- ابن جریر وابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ اہل باطل ہمیشہ اختلاف کرتے رہیں گے

سوائے اہل حق کے جن پر آپ کے رب نے رحم فرمایا اور اسی رحمت کے لئے انہیں پیدا فرمایا۔

۸-ابن ابی حاتم وابوالشیخ رحمۃ اللہ علیہ نے عکرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ (آیت) ولا یزالون مختلفین یعنی لوگ مذہبوں کا ہمیشہ اختلاف کرتے رہیں گے۔ سوائے قبلہ والے (کہ جن پر تیرے رب نے رحم فرمایا) (آیت) الا من رحم ربك اسی رحمت کے لئے ان کو پیدا فرمایا۔

۹-ابن ابی حاتم وابوالشیخ رحمۃ اللہ علیہ نے قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ انہوں نے اس آیت کے بارے میں فرمایا کہ اس سے مراد اللہ کی رحمت کے اہل جماعت والے ہیں اگرچہ ان کے گھر اور ان کے بدن جدا جدا ہوں، اور اس کی نافرمانی کرنے والے جو مختلف فرقوں والے ہیں اگرچہ ان کے بدن اکٹھے ہوں (مگر وہ ہمیشہ مختلف ہی رہیں گے) (آیت) الا من رحم ربك (اسی لئے ان کو پیدا کیا گیا) رحمت کے لئے اور عبادت کے لئے اور اس کو اختلاف کے لئے پیدا نہیں کیا گیا۔

۱۰-ابن جریر وابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ (آیت) الا من رحم ربك کے بارے میں فرمایا کہ ان کو دو فرقوں میں پیدا کیا گیا ایک فریق جس پر رحم کیا جائے گا۔ وہ اختلاف نہیں کرے گا۔ اور دوسرا فرقہ جس پر رحم نہیں کیا جائے وہ اختلاف کرے گا۔ اور اسی طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا (آیت) فمنهم شقي وسعيد (ھود آیت ۱۰۵)

۱۱-ابن منذر رحمۃ اللہ علیہ نے قریش سے روایت کیا کہ میں عمرو بن عبید کے پاس تھا۔ دو آدمی آئے اور بیٹھ گئے اور کہا: اے ابوعثمان حسن رضی اللہ عنہ اس آیت (آیت) ولا یزالون مختلفین (۱۱۸) الا من رحم ربك، ولذلك خلقهم کے بارے میں کیا فرماتے ہیں: کہا کہ وہ فرمایا کرتے تھے۔ (آیت) فریق فی الجنة وفریق فی السعیر یعنی ایک فرقہ جنت میں ہوگا اور ایک فرقہ دوزخ میں ہوگا)

۱۲-ابن جریر وابن ابی حاتم وابوالشیخ رحمہم اللہ نے حسن رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ انہوں نے (آیت) ولذلك خلقهم کے بارے میں فرمایا کہ ان لوگوں کو پیدا کیا گیا جنت کے لئے اور ان لوگوں کو دوزخ کے لئے اور پیدا کیا گیا ان لوگوں کو رحمت کے لئے اور ان لوگوں کو عذاب کے لئے۔

## اختلاف سے بچنا چاہیے

۱۳-ابوالشیخ رحمۃ اللہ علیہ نے ابن ابی نجیح رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ دو آدمیوں نے طاوس رحمۃ اللہ علیہ کے پاس جھگڑا کیا اور ان دونوں کا آپ کے بارے میں اختلاف ہو گیا انہوں نے فرمایا تم دونوں نے میرے بارے میں اختلاف کیا ان میں سے ایک نے کہا اسی لئے ہم کو پیدا کیا گیا آپ نے فرمایا تو نے جھوٹ بولا پھر اس نے کہا کیا اللہ تعالیٰ نہیں فرماتے ہیں (آیت) ولا یزالون مختلفین (۱۱۸) الا من رحم ربك ولذلك خلقهم پھر فرمایا ان کو پیدا کیا گیا رحمت اور جماعت کے لئے۔

(تفسیر در منثور، سورہ ھود، بیروت)

15- حَدَّثَنَا أَبُو كَامِلٍ حَدَّثَنَا إِسْمٰعِيلُ حَدَّثَنَا خَالِدُ الْحَذَّاءُ قَالَ قُلْتُ لِلْحَسَنِ (مَا أَنْتُمْ عَلَيْهِ بِفَاتِنِينَ إِلَّا مَنْ هُوَ صَالِ الْجَحِيمِ) قَالَ إِلَّا مَنْ أَوْجَبَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ أَنَّهُ يَصْلَى الْجَحِيمَ

✧✧ خالد حذاء بیان کرتے ہیں میں نے حسن بصری سے دریافت کیا: (قرآن کی اس آیت کا مفہوم کیا ہے)
''تم اسے نہیں بہکا سکو گے ماسوائے اس کے جو جہنم میں جائے گا''۔
حسن بصری نے فرمایا: جس شخص پر اللہ تعالیٰ نے جہنم کو واجب کر دیا وہ جہنم میں جائے گا۔

16- حَدَّثَنَا هِلَالُ بْنُ بِشْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ قَالَ اَخْبَرَنِي حُمَيْدٌ كَانَ الْحَسَنُ يَقُوْلُ لَاَنْ يُّسْقَطَ مِنَ السَّمَاءِ اِلَى الْاَرْضِ اَحَبُّ اِلَيْهِ مِنْ اَنْ يَقُوْلَ الْاَمْرُ بِيَدِي

✧✧ حسن بصری فرماتے ہیں، آسمان سے زمین پر گر جانا میرے نزدیک اس بات سے زیادہ بہتر ہے کہ میں یہ کہوں کہ میں اپنے معاملات پر اختیارات رکھتا ہوں۔

17- حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمٰعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ قَالَ قَدِمَ عَلَيْنَا الْحَسَنُ مَكَّةَ فَكَلَّمَنِي فُقَهَاءُ اَهْلِ مَكَّةَ اَنْ اُكَلِّمَهُ فِي اَنْ يَّجْلِسَ لَهُمْ يَوْمًا يَعِظُهُمْ فِيْهِ فَقَالَ نَعَمْ فَاجْتَمَعُوْا فَخَطَبَهُمْ فَمَا رَاَيْتُ اَخْطَبَ مِنْهُ فَقَالَ رَجُلٌ يَا اَبَا سَعِيْدٍ مَّنْ خَلَقَ الشَّيْطٰنَ فَقَالَ سُبْحَانَ اللّٰهِ هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرُ اللّٰهِ خَلَقَ اللّٰهُ الشَّيْطٰنَ وَخَلَقَ الْخَيْرَ وَخَلَقَ الشَّرَّ قَالَ الرَّجُلُ قَاتَلَهُمُ اللّٰهُ كَيْفَ يَكْذِبُوْنَ عَلٰى هٰذَا الشَّيْخِ

✧✧ حمید بیان کرتے ہیں حسن بصری مکہ آئے تو اہل مکہ کے پڑھے لکھے افراد نے مجھے کہا کہ میں نے ان سے یہ بات کہوں کہ وہ کسی دن ہمارے ساتھ مجلس رکھیں جس میں وہ ان لوگوں کو وعظ و نصیحت کریں۔ انہوں نے فرمایا: ٹھیک ہے۔ جب وہ لوگ جمع ہو گئے تو حسن بصری نے انہیں خطبہ دیا، میں نے ان سے بہترین خطیب کوئی نہیں دیکھا۔ ایک شخص نے کہا: اے ابوسعید! شیطان کو کس نے پیدا کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: سبحان اللہ! کیا اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کوئی پیدا کرنے والا بھی ہے؟ اللہ تعالیٰ نے شیطان کو پیدا کیا ہے، اسی نے ہر بھلائی کو پیدا کیا ہے۔ اس نے ہر برائی کو پیدا کیا ہے' تو ایک شخص بولا! اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو برباد کرے یہ اس بزرگ کے بارے میں کیسی جھوٹی باتیں کرتے ہیں۔

## حضرت امام حسن بصری رضی اللہ عنہ کے احوال کا بیان

پیدائش: 21ھ/ 642ء وفات: 110ھ/ 728ء صوفی بزرگ خواجہ حسن بصری،

### ولادت

حضرت عمر فاروق کے زمانہ خلافت 21 ہجری میں پیدا ہوئے حضرت عمر نے اپنے ہاتھ سے ان کے منہ میں لعاب ڈالا اور نام بھی انہوں نے رکھا (1)۔ جب آپ حضرت عمر فاروق کے حضور میں لائے گئے تو انہوں نے آپ کو نہایت خوبرو دیکھ کر فرمایا کہ یعنی یہ حسین ہے اس لیے اس کا نام حسن رکھو۔ فاروقِ اعظم نے آپ کے حق میں دعا فرمائی کہ اللہ تعالیٰ اس کو دین کے علم کا ماہر بنا اور لوگوں میں محبوب بنا جو بارگاہِ الٰہی میں مقبول ہوئی اور آپ کو علمِ دین اور فقر میں بلند مرتبہ عطا ہوا۔

## نام

آپ کا نام مبارک حسن، کنیت ابومحمد، ابوسعید، ابوالنصر اور ابوعلی تھی۔ آپ کے والد موسیٰ راعی زید بن ثابت انصاری کے آزاد کردہ غلام تھے۔ والدہ ماجدہ ام المؤمنین حضرت ام سلمہ کی لونڈی تھیں ان کی تربیت بھی ام المؤمنین نے ہی فرمائی۔ آپ کی والدہ کا نام خیرہ تھا۔

## ابتدائی حالات

ابتدا میں آپ جواہرات بیچا کرتے تھے۔ اس لیے حسن لولوئی کے نام سے مشہور تھے۔ اس پیشے سے آپ نے بہت روپیہ کمایا۔ لیکن جب عشق الٰہی کا غلبہ ہوا تو سارا روپیہ راہ خدا میں لٹا دیا اور گوشۂ تنہائی میں بیٹھ کر عبادت میں مشغول ہو گئے۔ خوف الٰہی سے ہروقت روتے رہتے تھے۔ کثرت گریہ کے باعث آنکھوں میں گڑھے پڑ گئے تھے۔ مزاج میں انکسار بہت تھا۔ آپ کے نزدیک زہد کی بنیاد حزن والم ہے۔ تصوف میں خوف والم کا مسلک آپ ہی سے منسوب ہے۔ تمام اکابر صوفیاء آپ کو شیخ الشیوخ مانتے ہیں۔ آخر عمر میں بصرہ میں سکونت اختیار کر لی۔

## خرقہ خلافت

آپ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی بیعت سے مشرف ہوئے اور ان سے خرقہ فقر پایا۔ شاہِ ولایت امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے حضرت حسن بصری کو وہ خرقۂ خاص مع کلاہِ چہار تر کی عنایت فرمایا جو انہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عطا ہوا تھا اور ساتھ ہی اپنی نگاہِ فقر سے ظاہری و باطنی علوم اسرارِ الٰہیہ عطا کر کے خلافتِ کبریٰ سے نوازا اور ذکرِ کلمہ طیبہ بطریق نفی اثبات جیسا کہ حضرت علی کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے حاصل ہوا تھا، وہ آپ کو سکھایا اور آپ کے ذریعہ سے وہ طریقہ تمام دنیا میں رائج ہوا۔ (3) امام مزی رحمۃ اللہ علیہ تہذیب الکمال میں لکھتے ہیں یونس بن عبید اللہ نے کہا کہ میں نے حسن بصری سے پوچھا ابو سعید آپ روایت بیان کرتے ہوئے یہ کیوں فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا حالانکہ یقیناً آپ نے ان کا عہد نہیں پایا تو انہوں نے جواب دیا اے بھتیجے تم نے مجھ سے وہ بات پوچھی ہے جو تم سے پہلے مجھ سے کسی اور نے نہیں پوچھی۔ اگر میرے نزدیک تمہاری خاص حیثیت نہ ہوتی تو میں تمہیں بیان نہ کرتا۔ میں جس زمانے میں ہوں وہ تمہارے سامنے ہے (وہ حجاج بن یوسف کا دور تھا)۔ ہر وہ روایت جس میں تم نے مجھ سے سنا کہ میں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا وہ دراصل حضرت علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب سے مروی ہے، مگر یہ کہ میں ایسے زمانے میں ہوں جس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا تذکرہ مجبوراً نہیں کر سکتا۔

سلسلہ قادریہ اور سلسلہ چشتیہ آپ کے وسیلہ سے جناب علی کرم اللہ وجہہ سے جا ملتا ہے۔ تصوف میں آپ ایک خاص مقام حاصل ہے۔ سنت نبوی کے سخت پابند تھے۔

## علمی مقام

حضرت امام حسن بصری تفسیر وحدیث میں امام تسلیم کیے جاتے ہیں۔علمِ ظاہر وباطن کے علاوہ آپ زہد وریاضت میں بھی کامل تھے۔شب وروز یادِ الٰہی میں مصروف رہتے۔منقول ہے کہ ستر برس تک سوائے عذرِ شرعی کے آپ کا وضو نہ ٹوٹا اور آپ کبھی بے وضو نہ رہے۔یہاں تک کہ مرتبۂ کمال تک پہنچے۔آپ خشیتِ الٰہی کے سبب اس قدر گریہ کرتے کہ آپ کی آنکھیں کبھی خشک نہ دیکھی گئیں، یہاں تک کہ روتے روتے آنکھوں میں گڑھے پڑ گئے۔حضرت امام حسن بصری کا معمول تھا کہ ہفتہ میں ایک بار وعظ فرمانے کے علاوہ زیادہ وقت تنہائی اور گوشہ نشینی میں گزارتے۔آپ کا وعظ اکثر دل کے خطروں اور اعمال کی خرابیوں اور نفس کے وسوسوں وخواہشات سے متعلق ہوا کرتا تھا۔آپ کے وعظ میں لوگوں کی کثیر تعداد شریک ہوتی جن میں اپنے وقت کے تمام علماء و اولیاء شامل ہوتے۔حضرت رابعہ بصری بھی آپ کے مواعظ سے اکتسابِ فیض کرتیں۔جب آپ کا ذکر حضرت امام باقر کے سامنے ہوتا تو وہ فرماتے حسن رضی اللہ عنہ کا کلام انبیاء علیہم السلام کے کلام کے مشابہ ہے۔حضرت بلال بن ابی بردہ فرمایا کرتے تھے میں نے حسن بصری سے زیادہ کسی کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشابہ نہیں پایا۔ایک شخص نے کسی بزرگ سے سوال کیا کہ حسن بصری کو ہم لوگوں پر کس وجہ سے بزرگی اور سرداری ہے تو انہوں نے جواب دیا کہ تمام مخلوق اس کے علم کی حاجت مند ہے اور اس کو سوائے خالق کے کسی کی حاجت نہیں۔دین میں سب اس کے محتاج ہیں، اس سبب سے وہ سب کا سردار ہے۔

## وصال

یکم رجب 110 ہجری نواسی 89 سال کی عمر میں بصرہ میں انتقال کیا (6)۔آپ کا وصال 4-محرم الحرام (8-اپریل 729ء) بروز جمعتہ المبارک کو 111ھ ہوا۔آپ کا مزارِ پُر انوار بصرہ (عراق) سے نو میل مغرب کی طرف مقام زبیر پر واقع ہے۔

حوالہ جات: تاریخ مشائخ چشت از محمد زکریا المہاجر المدنی صفحہ 145 ناشر مکتبۃ الشیخ کراچی ٨ تاریخ مشائخ چشت از محمد زکریا المہاجر المدنی صفحہ 144 ناشر مکتبۃ الشیخ کراچی ٨ سیر الاولیاء، سیر الاقطاب ٨ تہذیب الکمال جلد 4 صفحہ 124 ٨ ازالۃ الخفاء۔جلد سوم ٨ تاریخ مشائخ چشت از محمد زکریا المہاجر المدنی صفحہ 121 ناشر مکتبۃ الشیخ کراچی

**18**- حَدَّثَنَا ابْنُ كَثِيرٍ قَالَ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنْ حُمَيْدٍ الطَّوِيلِ عَنِ الْحَسَنِ (كَذَٰلِكَ نَسْلُكُهُ فِي قُلُوبِ الْمُجْرِمِينَ) قَالَ الشِّرْكُ

✧✧ حمید بیان کرتے ہیں، حسن بصری فرماتے ہیں (اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے)

"اسی طرح ہم اسے جرم کرنے والوں کے دل میں جگہ دیتے ہیں"۔

حسن بصری فرماتے ہیں اس سے مراد شرک ہے۔

## سلطان الفقر حضرت حسن بصری کے احوال کا بیان

اہلِ بیت رضی اللہ عنہم کے بعد فقرِ خاص الخاص کا مرتبہ سلطان الفقر دوم حضرت امام خواجہ حسن بصری رضی اللہ عنہ کو تفویض

ہوا۔ آپ رضی اللہ عنہ کو امانتِ فقر وخرقہ خلافت حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے منتقل ہوا۔ آپ رضی اللہ عنہ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلفاء میں جلیل القدر مرتبہ حاصل ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ اہلِ بیت رضی اللہ عنہم کے فقرِ خاص الخاص کو امتِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچانے والا واسطہ اور وسیلہ ہیں۔

آپ رضی اللہ عنہ کا نام مبارک حسن، کنیت ابومحمد، ابوسعید، ابونصر اور ابوعلی تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ کے والد کا نام حسبِ روایت یسار تھا اور وہ حضرت زید بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کی والدہ کا نام خیرہ رضی اللہ عنہا تھا اور وہ اُم المومنین حضرت امِ سلمہ رضی اللہ عنہا کی خادمہ تھیں۔ حضرت امام حسن بصری رضی اللہ عنہ کی پرورش حضرت امِ سلمہ رضی اللہ عنہا کے بابرکت ہاتھوں میں ہوئی اور انہوں نے آپ رضی اللہ عنہ کی رضاعت بھی فرمائی۔ حضرت امام حسن بصری رضی اللہ عنہ کی پیدائش 21ھ میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد میں مدینہ طیبہ میں ہوئی۔ جب آپ رضی اللہ عنہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے حضور میں لائے گئے تو انہوں نے آپ رضی اللہ عنہ کو نہایت خوبرو دیکھ کر فرمایا کہ یعنی "یہ حسین ہے اس لیے اس کا نام حسن رکھو"۔ فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کے حق میں دعا فرمائی کہ "اللہ تعالیٰ اس کو دین کے علم کا ماہر بنا اور لوگوں میں محبوب بنا" جو بارگاہِ الٰہی میں مقبول ہوئی اور آپ رضی اللہ عنہ کو علمِ دین اور فقر میں بلند مرتبہ عطا ہوا۔

حضرت امام حسن بصری رضی اللہ عنہ کی پرورش وتربیت اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان ہوئی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے ان کی قربت سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بالواسطہ صحبت کا فیض حاصل کیا اور انہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خصوصاً حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ اور ان کے علاوہ حضرت امام حسن مجتبیٰ اور حضرت محمد حنفیہ رضی اللہ عنہم سے فیضِ کامل پایا اور دین کا ظاہری وباطنی تمام علم حاصل کیا۔ آپ رضی اللہ عنہ کا اپنا قول ہے "میں نے ایک سوتیس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زیارت کی ہے جن میں ستر بدری اصحاب رضی اللہ عنہ تھے، لہٰذا تابعین میں حضرت امام حسن بصری رضی اللہ عنہ کا مرتبہ سب سے بلند ہے۔

آپ رضی اللہ عنہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی بیعت سے مشرف ہوئے اور ان سے خرقہ فقر پایا۔ شاہِ ولایت امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ کو وہ خرقۂ خاص مع کلاہِ چہار تر کی عنایت فرمایا جو انہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عطا ہوا تھا اور ساتھ ہی اپنی نگاہِ فقر سے ظاہری وباطنی علوم اسرارِ الٰہیہ عطا کر کے خلافتِ کبریٰ سے نوازا اور ذکرِ کلمہ طیبہ بطریق نفی اثبات جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے حاصل ہوا تھا، وہ آپ رضی اللہ عنہ کو سکھایا اور آپ رضی اللہ عنہ کے ذریعہ سے وہ طریقہ تمام دنیا میں رائج ہوا۔ (سیر الاولیاء، سیر الاقطاب)

حضرت امام حسن بصری رضی اللہ عنہ نے بہ اجازت وخلافتِ امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ اُن تمام سلاسلِ طریقت و تصوف کا نظام قائم کیا جو ساری دنیا میں وصال ومعرفتِ الٰہی کے لیے آج تک رائج رہے ہیں۔ سلسلۂ قادریہ ہو یا سہروردیہ، چشتیہ ہو یا نظامیہ، رفاعیہ ہو یا شاذلیہ، المغربیہ ہو یا کلابیہ، تمام سلاسل بالآخر جا کر حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ کے ہی توسط سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے ملتے ہیں، سوائے سلسلہ نقشبندیہ کے جو حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے توسط سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے۔

باوجود اس حقیقت کے کہ تمام سلاسلِ طریقت مکمل تحقیق و اعتقاد کے ساتھ اپنے اپنے شجرۂ مشائخ کو حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ کے ذریعے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ساتھ ملاتے ہیں، محدثین کے درمیان حضرت امام حسن بصری رضی اللہ عنہ کی حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ملاقات، خلافت اور سماعِ حدیث پر اختلاف پایا جاتا ہے اور اس کی وجہ ان کے نزدیک یہ ہے کہ انہیں حضرت امام حسن بصری رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ ایسی کوئی حدیث دستیاب نہیں ہو سکی جسے انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سن کر اور ان کا نام لے کر روایت کیا ہو۔ اگر محدثین کی اس بات کو درست مان لیا جائے کہ حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ کی حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے نہ ملاقات ہوئی، نہ ان سے خرقۂ خلافت پایا تو تمام سلاسلِ طریقت کا نظام زمین بوس ہو جاتا ہے کہ اگر حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ کی کڑی بیچ میں سے نکال دی جائے تو کس طرح تمام سلاسل حضرت علی رضی اللہ عنہ اور پھر ان سے آقا پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام تک پہنچے؟

قرآئن و شواہد کے لحاظ سے بھی یہ بات قابلِ قبول نہیں کہ حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے نہ ملے ہوں کیونکہ آپ رضی اللہ عنہ فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں ھ میں پیدا ہوئے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے دورِ خلافت ھ میں اس وقت بصرہ منتقل ہوئے جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کوفہ منتقل ہو گئے۔ یعنی یہ دونوں متبرک ہستیاں تقریباً سولہ سال ایک ہی مقام مدینہ منورہ میں اکٹھی رہیں، حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ اسی علاقے میں انہی لوگوں کے درمیان سنِ بلوغت کو پہنچے، انہی صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ مسجدِ نبوی میں نماز پڑھتے رہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں دو سال مدینہ میں ہی رہے بعد میں بصرہ منتقل ہو گئے، ان کی امامت میں نماز پڑھتے رہے، ان سے خطبۂ جمعہ سماعت کرتے رہے تو کیسے ہو سکتا ہے کہ ملاقات نہ ہوئی ہو اور احادیث کی سماعت نہ کی ہو۔ حافظ مزی رحمۃ اللہ علیہ تہذیب الکمال میں روایت کرتے ہیں "جس دن حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت ہوئی اس وقت حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ وہاں موجود تھے اور ان کی عمر چودہ سال تھی"۔

قرآئن و شواہد سے ملاقات ثابت ہونے کے باوجود محدثین یہ سوال کرتے ہیں کہ اگر ملاقات ہوئی اور ان سے حدیث بھی سنی تو ان کا نام لے کر روایت کیوں نہ کی۔ اس کے جواب میں امام نسائی، امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ اور امام مزی رحمۃ اللہ علیہ سمیت کئی اکابر آئمہ نے نہ صرف تحقیق کر کے ان چند احادیث کو تلاش کیا جن کو حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا بلکہ حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ کے اس قول کو بھی تلاش کیا جس میں اس کی وجہ بیان کی گئی ہے کہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نام لیے بغیر حدیث کو براہِ راست حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کیوں روایت کرتے ہیں حالانکہ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا زمانہ نہیں پایا۔ چنانچہ امام مزی رحمۃ اللہ علیہ تہذیب الکمال میں لکھتے ہیں "یونس بن عبید اللہ نے کہا کہ میں نے حسن بصری رضی اللہ عنہ سے پوچھا" ابوسعید آپ روایت بیان کرتے ہوئے یہ کیوں فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا" حالانکہ یقیناً آپ نے ان کا عہد نہیں پایا تو انہوں نے جواب دیا" اے بھتیجے تم نے مجھ سے وہ بات پوچھی ہے جو تم سے پہلے مجھ سے کسی اور نے نہیں پوچھی۔ اگر میرے نزدیک تمہاری خاص حیثیت نہ ہوتی تو میں تمہیں بیان نہ کرتا۔ میں جس زمانے میں ہوں وہ تمہارے سامنے ہے (وہ حجاج بن یوسف کا دور تھا)۔ ہر وہ روایت جس میں تم نے مجھ سے سنا کہ میں نے کہا" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا" وہ دراصل حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، مگر یہ کہ میں ایسے زمانے میں ہوں جس

میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا تذکرہ مجبوراً نہیں کرسکتا"۔ (تہذیب الکمال)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلافت سنبھالتے ہی ایک طرف خارجی ان کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے تو دوسری طرف بنوامیہ نے ان کے خلاف طوفان کھڑا کر دیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فراست یہ دیکھ رہی تھی کہ مستقبل میں ان کا نام لینے والے اور ان کا ساتھ دینے والے ہر شخص کو چن چن کر ختم کر دیا جائے گا جبکہ تقدیر حضرت امام حسن بصری رضی اللہ عنہ سے علمِ معرفت کی وراثتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو امتِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک منتقل کرنے کا عظیم کام لینے والی تھی اس لیے اپنے امیر اپنے امام حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ایما پر ہی حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ نے ان کا نام لینے سے اس قدر احتیاط برتی ہوگی تا کہ وہ خاموشی، رازداری اور سکون سے اپنے ذمہ واجب الادا فرض سے سبکدوش ہو جائیں اور دشمنانِ اسلام میں سے کسی کو خبر نہ ہو۔ وہ یہی سمجھتے رہیں کہ حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ کا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کوئی تعلق نہیں۔ اس کے علاوہ یہ بات بھی غور طلب ہے کہ محدثین کو ایسی احادیث دستیاب نہ ہونا جن کو حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا اس بات کا ہرگز ثبوت نہیں کہ آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کوئی حدیث روایت ہی نہ کی بلکہ یہ محدثین کی اپنی تحقیق کی کمی اور کمزوری ہے کیونکہ جن محدثین نے خلوصِ نیت سے تحقیق کی انہوں نے ایسی احادیث کو پایا بھی۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اپنی مسند میں ایسی ایک حدیث کا تذکرہ فرماتے ہیں کہ "ہشیم نے ہم سے بیان کیا کہ یوسف نے حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تین آدمیوں سے قلم اٹھالیا گیا ہے، لڑکے سے جب تک وہ بالغ نہ ہو جائے، سوتے ہوئے سے جب تک وہ نیند سے بیدار نہ ہو، دیوانہ سے جب تک اس کا جنون جاتا نہ رہے"۔ اسی حدیث کو ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی روایت کیا ہے اور نسائی رحمۃ اللہ علیہ، حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے حسن ہونے کو ثابت کیا ہے۔

اسی طرح امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں کہ ہمیں علی بن حجر نے خبر دی، وہ کہتے ہیں کہ ہم سے یزید بن ہارون نے بیان کیا ان سے حمید نے بیان کیا، وہ حسن بصری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا "یقیناً جب اللہ تعالیٰ توفیق دے تو وسعت کا مظاہرہ کرو اور ایک صاع گندم وغیرہ کا صدقہ ادا کیا کرو"۔

امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے خواجہ حسن بصری رضی اللہ عنہ کا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے خرقہ حاصل کرنا ثابت کیا ہے اور اس مسئلہ میں ایک مستقل رسالہ لکھا ہے جس کا نام "اتحاف الفرقۃ بوصل الخرقۃ" ہے۔ اس کے علاوہ سلف سے لے کر حلف تک تمام مشائخ و اولیاء کا اس پر اتفاق ہے کہ حضرت خواجہ حسن بصری رضی اللہ عنہ کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے بیعت و خلافت حاصل ہے۔

حضرت امام حسن بصری رضی اللہ عنہ کے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے سماع حدیث اور ملاقات کے اختلافی مسئلہ پر حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت شاہ فخر جہاں فخر الدین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے درمیان مناظرہ ہوا جو تین دن جاری رہا۔ حضرت محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ملاقات کا انکار کرتے رہے اور فخر الدین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ملاقات کے حق میں دلائل دیتے رہے۔ اس سلسلے میں حضرت فخر الدین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایسی احادیث کو جمع کیا جو حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ

نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت فرمائیں اوران احادیث کو "فخر الحسن" کے عنوان سے ایک مخطوطہ میں تحریر فرمایا۔ بوجہ اختصار ان تمام احادیث اوران کے حوالہ جات کوتو تحریر نہیں کیا جاسکتا البتہ چند کا حوالہ ذیل میں دیا جارہا ہے۔

(ابن ماجہ، السنن، کتاب الجہاد، باب فضل النفقۃ فی سبیل اللہ تعالیٰ، احمد بن حنبل، المسند، امام نسائی، کتاب السنن الکبریٰ، کتاب الصیام)

حضرت امام حسن بصری رضی اللہ عنہ تفسیر وحدیث میں امام تسلیم کیے جاتے ہیں۔ علم ظاہر و باطن کے علاوہ آپ رضی اللہ عنہ زہد وریاضت میں بھی کامل تھے۔ سات سات روز بعد روزہ افطار فرماتے اور شب وروز یادِ الٰہی میں مصروف رہتے۔ منقول ہے کہ ستر برس تک سوائے عذر شرعی کے آپ رضی اللہ عنہ کا وضو نہ ٹوٹا اور آپ رضی اللہ عنہ کبھی بے وضو نہ رہے۔ یہاں تک کہ مرتبۂ کمال تک پہنچے۔ آپ رضی اللہ عنہ خشیتِ الٰہی کے سبب اس قدر گریہ کرتے کہ آپ رضی اللہ عنہ کی آنکھیں کبھی خشک نہ دیکھی گئیں، یہاں تک کہ روتے روتے آنکھوں میں گڑھے پڑ گئے۔ حضرت امام حسن بصری رضی اللہ عنہ کا معمول تھا کہ ہفتہ میں ایک بار وعظ فرمانے کے علاوہ زیادہ وقت تنہائی اور گوشہ نشینی میں گزارتے۔ آپ رضی اللہ عنہ کا وعظ اکثر دل کے خطروں اور اعمال کی خرابیوں اور نفس کے وسوسوں وخواہشات سے متعلق ہوا کرتا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ کے وعظ میں لوگوں کی کثیر تعداد شریک ہوتی جن میں اپنے وقت کے تمام علماء واولیاء شامل ہوتے۔ حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا بھی آپ رضی اللہ عنہ کے مواعظ سے اکتسابِ فیض کرتیں۔ جب آپ رضی اللہ عنہ کا ذکر حضرت امام باقر علیہ السلام کے سامنے ہوتا تو وہ فرماتے "حسن رضی اللہ عنہ کا کلام انبیاء علیہم السلام کے کلام کے مشابہ ہے"۔ حضرت بلال بن ابی بردہ رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے "میں نے حسن بصری رضی اللہ عنہ سے زیادہ کسی کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشابہ نہیں پایا"۔

ایک شخص نے کسی بزرگ سے سوال کیا کہ حسن بصری رضی اللہ عنہ کو ہم لوگوں پر کس وجہ سے بزرگی اور سرداری ہے تو انہوں نے جواب دیا کہ "تمام مخلوق اس کے علم کی حاجت مند ہے اور اس کو سوائے خالق کے کسی کی حاجت نہیں۔ دین میں سب اس کے محتاج ہیں، اس سبب سے وہ سب کا سردار ہے"۔ (ازالۃ الخفاء۔ جلد سوم)

## خواہش اور انسان کے درمیان ایمان کے حائل ہوجانے کا بیان

**19**- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ قَالَ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنْ رَجُلٍ قَدْ سَمَّاهُ غَيْرُ ابْنِ كَثِيرٍ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ عُبَيْدٍ الصِّيدِ عَنِ الْحَسَنِ فِي قَوْلِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ (وَحِيلَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ مَا يَشْتَهُونَ) قَالَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ الْإِيمَانِ

✧✧ حسن بصری فرماتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

''اوران کے اور جو وہ خواہش رکھتے ہیں ان کے درمیان حائل کردیا گیا''۔

حسن فرماتے ہیں: یعنی ان لوگوں کے درمیان اور ایمان کے درمیان حائل کیا گیا۔

### شرح

امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں ا۔ الفریابی وعبد بن حمید وابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم نے مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ آیت وحیل بینھم وبین مایشتھون (اوران میں اوران کی مطلوب چیزوں میں آڑ کردی جائے گی) یعنی

ان کے اور ایمان کے درمیان رکاوٹ پیدا ہوگی۔

۲-الفریابی وعبد بن حمید وابن جریر وابن ابی حاتم نے مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ **وحیل بینھم وبین مایشتھون** (یعنی قیامت کے آڑ کردی جائے گی) مایشتھون سے مراد ہے مال اولاد شان وشوکت اور اہل عیال آیت **کما فعل باشیاعھم من قبل** (جیسا کہ ان کے ہم مشرب لوگوں کے ساتھ کیا جائے گا) یعنی جیسے ان سے پہلے کافروں کے ساتھ کیا۔

۳-البیہقی نے شعب الایمان میں سدی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ آیت **وحیل بینھم وبین مایشتھون** سے مراد ہے توبہ۔

۴-ابن ابی حاتم نے ابن عباس رضی اللہ عنہما اللہ تعالیٰ کے اس قول **وحیل بینھم وبین مایشتھون** کے بارے میں روایت کیا کہ بنی اسرائیل میں ایک آدمی بہت مالدار تھا اس کا ایک نالائق بیٹا اس کا وارث بن گیا اور وہ اپنے باپ کے مال میں نافرمانیاں کرتا جب اس کے چچوں نے یہ دیکھا تو اس نوجوان کے پاس آئے اور اس کو لعن طعن کیا تو نوجوان پریشان ہوگیا اس نے اپنی جائیداد کو خاموشی کے ساتھ بیچا اور وہاں سے کوچ کر گیا ایک چشمہ کے پاس آیا جو اس کے سامنے تھا اس نے اپنا مال مویشی وہاں چھوڑے ایک محل بنایا۔

اس کے درمیان وہ ایک دن بیٹھا ہوا تھا اچانک اس کے پاس چادر میں لپٹی ایک عورت آئی جس کا چہرہ بڑا خوبصورت اور اس کی خوشبو بہت عمدہ تھی۔ اس عورت نے کہا: اے اللہ کے بندے تو کون ہے اس نے کہا میں بنی اسرائیل میں سے ایک آدمی ہوں کہنے لگی یہ محل اور یہ مال تیرا ہے؟ اس نے کہا! ہاں عورت نے کہا کیا تیری بیوی ہے؟ کہا نہیں کہنے لگی۔ تیری زندگی کیسے خوشگوار ہوگی کہ تیری بیوی نہیں ہے اس نے کہا بات یہی ہے مرد نے پوچھا کیا تیرا کوئی خاوند ہے؟ کہنے لگی نہیں۔ اس نے کہا کیا تجھے یہ پسند نہیں کہ میں تیرے ساتھ شادی کروں اس نے کہا میں ایک عورت ہوں تجھ سے ایک میل کا فاصلہ پر رہتی ہوں جب کل کا دن آئے گا تو ایک دن کا زاد راہ لینا اور میرے پاس آجانا اور اگر تو اپنے راستے میں سخت خوف کو دیکھے تو کہنا ہاں (میں کیا کروں) کہنے لگی تجھ پر کوئی خوف نہیں ہوگا اور تجھے کوئی خوف زدہ نہیں کرے گا۔ جب کل کا دن آیا اس نے ایک دن کا زاد راہ کیا اور محل کی طرف چل پڑا اس نے دروازہ کھٹکھٹایا ایک نوجوان لوگوں میں سب سے اچھے چہرے والا اور پاکیزہ خوشبو والا نکلا اس نے پوچھا اے اللہ کے بندے تو کون ہے؟ اس نے کہا میں اسرائیلی ہوں اس نے پوچھا تجھے کیا حاجت ہے۔ میں نے کہا مجھے اس محل کی مالکہ نے بلایا ہے نوجوان نے کہا یا تو نے سچ کہا تو نے اپنے راستے میں کوئی خوفناک چیز پائی ہے میں نے کہا ہاں اگر مجھے وہ بتاتی کہ تو نہ گھبرانا مجھے وہ خوف زدہ کردیتا جو میں نے دیکھا میں آیا یہاں تک کہ جب مجھ پر راستہ کھل گیا اچانک میں ایک کتیا کے پاس پہنچا جس کا منہ کھلا ہوا تھا۔ میں گھبرا گیا میں اچھلا اور اچانک میں اس کے پیچھے تھا اور جب میں اس کتیا کے پیچھے س کے سنے پر چڑھ گیا اور اس کا گلا کاٹنے لگا دروازے پر کھڑے آدمی نے کہا تو اس کو نہ پائے گا یہ آخری زمانہ میں ہوگا۔ ایک نوجوان بوڑھوں کی مجلس میں بیٹھے گا تو ان کی مجلس میں غالب آجائے گا اور ان کی بات کو قابو کرے گا پھر میں آگے بڑھا یہاں تک کہ میرے لیے ایک راستہ کھلا وہاں سو بکریاں جمع تھیں ان میں سے ایک مینمنہ ہے جو ان کا دودھ پی رہا ہے جب وہ ان کے پاس آیا اور اس نے گمان کیا کہ یہ کوئی چیز نہ چھوڑے گا، اس نے اپنا منہ کھولا ہوا ہے۔ اور زیادہ کو تلاش کر رہا ہے دروازے پر کھڑے آدمی نے کہا تو اس کو نہیں پائے گا۔ آخری زمانے میں ایک بادشاہ

ہوگا جو سب لوگوں کو جمع کرلے گا۔ کہا پھر میں آگے بڑھا میرے لیے راستہ کھلا تو میں ایک درخت کے پاس تھا اس درخت کی سرسبز وشاداب ٹہنی نے مجھے خوش کر دیا تو میں نے اس آدمی کے پاس جانے کا ارادہ کیا جس کے پاس درانتی تھی جو کاٹ رہا تھا جس تک وہ پہنچا اور جس کو وہ نہیں پہنچا اس کو بھی کاٹ دیا تھا اس نے اس سے کہا کاش تو اس شاخ کو کوٹتے جہاں تک تیرا ہاتھ پہنچا ہے اور جہاں تک تیرے ہاتھ نہیں پہنچا اس کو چھوڑ دیتا اس درانتی والے نے کہا تو چلا جا یہ اپنے آپ کو تکلیف میں نہ ڈال دے تیرے پاس اس کی خبر آئے گی اس نے اس درخت کو کاٹ دیا مجھے ایک دوسرے درخت نے بلایا اے اللہ کے بندے مجھ سے اس کو پکڑ لے یہاں تک کہ ایک اور درخت نے مجھے بلایا اے اللہ کے بندے ہم سے اس کو پکڑ لے اور کہا تو اس کو نہیں پائے گا یہ آخر زمانہ میں ہوگا مرد تھوڑے ہو جائیں گے اور عورتیں بہت ہوں گی یہاں تک کہ جب ایک آدمی کسی عورت سے نکاح کا پیغام دے گا تو اس کو دس یا بیس عورتیں اپنی ذات کی طرف بلائیں گی اسرائیلی نے کہا میں آگے بڑھا یہاں تک کہ میرا راستہ کھل گیا اچانک میں ایک آدمی کے پاس ہوں جو ہر انسان کے لیے پانی بھر رہا تھا۔ ہر آدمی کو ایک چلو پانی پلا رہا ہے۔ جب لوگ اس سے متفرق ہو گئے تو وہ اپنے گھڑے میں پانی ڈالتا ہے تو اس کے گھڑے میں کوئی پانی نہیں ہوتا۔ نوجوان نے کہا تو اس کو نہیں آئے گا یہ آخری زمانے میں ہوگا ایک قاضی ہوگا جو لوگوں کو علم سکھائے گا پھر وہ ان کی مخالفت کریں گے۔ اللہ کی نافرمانی کی طرف پھر میں آگے بڑھا یہاں تک کہ اچانک میرا راستہ کھل گیا اچانک میں ایک آدمی کے ساتھ تھا جو کنویں پر پانی بھر رہا تھا جب وہ نکالتا اپنے ڈول کو تو اس کو حوض میں ڈال دیتا اور پانی لوٹ کر کنویں میں چلا جاتا تھا اس نے کہا یہ آدمی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس نیک عمل کو اس پر رد کر دیا ہے اور ان کو قبول نہیں کیا پھر میں آگے بڑھا یہاں تک کہ مجھ پر راستہ کھل گیا اچانک میں ایک ایسے آدمی کے ساتھ تھا جو بیج بورہا تھا پھر اسے کاٹتا ہے۔ تو وہ پاکیزہ گندم ہوتی ہے نوجوان نے کہا یہ وہ آدمی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے نیک عمل کو قبول کر لیا اور ان کو بڑھا دیا ہے۔

اسرائیلی نے کہا پھر میں آگے بڑھا یہاں تک کہ اچانک میرا راستہ کھل گیا اچانک میں ایک بکری کے ساتھ تھا وہاں ایک قوم اس کی ٹانگوں کو پکڑے ہوئے تھے اور ایک آدمی اس کی سینگوں کو پکڑے ہوئے ہے اور ایک آدمی اس کی دم کو پکڑے ہوئے ہے اور ایک آدمی اس پر سوار ہے اور ایک آدمی اس کو دودھ رہا ہے۔ محل کے دروازے پر کھڑے ہوئے آدمی نے کہا یہ بکری دنیا (کی مثال) ہے جو لوگ اس کی ٹانگوں کو پکڑے ہوئے ہیں وہ اس کے بالا خانے سے گرتے ہیں اور جس نے اس کے سنگوں کو پکڑ رکھا ہے وہ تنگ زندگی بسر کرتا ہے زندگی اور جو اس کی دم کو پکڑے ہوئے ہے تو دنیا نے اس سے پیٹھ پھیر لی۔ اور جو اس پر سوار ہوا تو اس نے اس کو چھوڑ دیا ہے اور جو اس کو دوہ رہا ہے۔ کیا عمدہ نعمت ہے جو اس کو لے گیا پھر میں آگے بڑھا یہاں تک کہ اچانک میرا راستہ کھل گیا میں اچانک ایسے آدمی کے ساتھ تھا جو اپنی گدی کے بل چت لیٹا ہوا تھا اس نے کہا: اے اللہ کے بندے! میرے قریب ہو جا میرا ہاتھ پکڑ اور مجھے پاس بٹھا لیا (کہنے لگا) اللہ کی قسم! میں نہیں بیٹھا جب سے اللہ نے مجھ کو پیدا فرمایا اس نے میرا ہاتھ پکڑا اور وہ دوڑنے لگا۔ یہاں تک کہ میں نے اس کو نہ دیکھا اس نوجوان نے اسے کہا یہ تیری زندگی ہے جو ختم ہو چکی ہے اور میں موت کا فرشتہ ہوں اور میں وہ عورت ہوں جو تیرے پاس آئی تھی اللہ نے مجھے حکم دیا ہے تیری روح کے قبض کرنے کا اس جگہ میں پھر میں تجھ کو جہنم کی طرف لے جاؤں گا اور کہا کہ اس بارے میں یہ آیت نازل ہوئی آیت. وحيل بينهم وبين مايشتهون .

## شوہر کے ساتھ خیانت کرنے والی عورت

۵-الزبیر بن بکار فی الموفقیات بسند ضعیف عکرمہ کے طریق سے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ پردے فاش نہ کرو کیونکہ بنی اسرائیل میں ایک آدمی تھا اس کی ایک عورت تھی اور جب وہ اس کی طرف کھانا لاتی تو اس کے سر پر کھڑی رہتی پھر کہتی اللہ تعالیٰ اس عورت کا پردہ فاش کرے جو اپنے شوہر کی خیانت کرے اس کے غائب ہونے پر ایک دن اس کی طرف ایک مچھلی بھیجی گئی پھر وہ اس کے سر پر کھڑے ہو کر کہنے لگی اللہ تعالیٰ اس عورت کے پردے کو چاک کردے جو اپنے شوہر کی خیانت کرے اس کے غائب ہونے پر۔ مچھلی نے قہقہہ مارا یہاں تک کہ پیالے سے نیچے گر پڑی اس نے تین مرتبہ ایسا کیا۔ ہر دفعہ مچھلی قہقہہ لگاتی اور تڑپ جاتی یہاں تک کہ دستر خوان سے نیچے گر جاتی۔

وہ بنی اسرائیل کے ایک عالم کے پاس آیا اور اس بات کی خبر دی اس نے کہا چلا جا اپنے رب کو یاد کر اور اپنے کھانے کو کھالے شیطان کو دور بھگا ایک فتنہ پرور آدمی نے اس سے کہا اس کے بیٹے کی طرف جا کیونکہ وہ اس سے زیادہ عالم ہے وہ آدمی گیا اور اس کو سب کچھ بتایا اس عالم نے کہا میرے پاس اس کو لے آ جو تیرے گھر میں ہے جس کی شرم گاہ کو تو نے نہیں دیکھا۔ وہ اس کے پاس لے آیا اس نے ان کے چہروں کو دیکھا پھر کہا اس حبشیہ سے پردہ ہٹا دو اس سے پردہ ہٹا دیا گیا تو وہ نوجوان لڑکی کے بازو کی طرح تھا اس نے کہا اس سے اس عورت کو مچھلی ملی۔ اس نوجوان کا عالم باپ مر گیا اس کے پردہ فاش کرنے سے اس کا پردہ فاش ہو گیا اس سے زیادہ باتیں کی تو وہ ان سے بھاگ گیا اور بلقا کی زمین میں بنی اسرائیل کی آخری زمین میں بسیرہ جما لیا اس کے پاس ایک خوبصورت عورت فتویٰ لینے کے لیے آئی اس عالم نے اس سے کہا کیا تیرے لیے یہ ممکن نہیں کہ مجھے اپنے اوپر قدرت دے دے تو میں تجھ کو ایک سو دینار دوں گا اس عورت نے کہا کیا اس سے بہتر کی تو خواہش رکھتا ہے۔ تو میرے گھر آ اور مجھ سے شادی کرے۔ اور میں تیرے لیے ہمیشہ حلال ہو جاؤں گی۔ اس نے کہا تیرا گھر کہاں ہے؟ اس نے اس کو بتا دیا تو اس پر یہ رات خوشگوار رہی۔ وہ گذرا تو ایک کتیا اچانک بھونکنے لگی۔ اس کے پیٹ میں اس کے بچے تھے اس نے کہا یہ کیسی عجیب بات ہے اس سے کہا گیا آگے جا تو مکلف نہیں عنقریب تیرے پاس اس کی خبر آئے گی وہ چلا تو اچانک ایک آدمی ایک پتھر کو اٹھا رہا ہے جب بھی اس پر بھاری ہوتا ہے اور اس سے گر جاتا ہے تو وہی اس پر اور اضافہ کر لیتا ہے اس نے اس سے کہا تو اس کی اٹھانے کی طاقت نہیں رکھتا اور تو اس پر اور زیادہ کر لیتا ہے۔ اس نے کہا یہاں سے چلا جا تم تو مکلف نہیں عنقریب اس کی خبر تیرے پاس آئے گی وہ چلا گیا تو اچانک ایک آدمی کنویں سے پانی نکال رہا ہے اور کنویں کی جانب ایک حوض میں اس کو ڈال رہا ہے اور حوض میں سوراخ ہے پانی کنویں میں چلا جاتا ہے اس عالم اس نے کہا اگر تو پتھر سے سوراخ کو بند کر دیتا تو پانی کو روک لیتا اس نے کہا چلا جا تو اس بات کا مکلف نہیں کیا۔ اس کی خبر عنقریب تیرے پاس آئے گی وہ چلا اچانک ایک ہرنی تھی اور ایک آدمی اس پر سوار تھا اور دوسرا اس کو دوہ رہا تھا اور تیسرا اس کے سینگوں کو تھامے ہوا تھا اور دوسرے لوگ اس کی ٹانگوں کو پکڑے ہوئے تھے اس نے کہا کیا ہی عجیب معاملہ ہے اس نے کہا چلا جا تو مکلف نہیں عنقریب تیرے پاس اس کی خبر آئے گی وہ آدمی چلا گیا اچانک کہ وہ عالم ایک آدمی کے پاس پہنچا وہ زمین میں بیج بو رہا وہ زمین پر نہیں گرتا کہ وہ اگ آتا ہے پھر وہ چلتا رہا وہ محل تک جا پہنچا ہے جس کا اس عورت نے وعدہ کیا تھا اس کے سامنے نہر ہے اور ایک آدمی

پلنگ پر بیٹھا ہوا ہے اس عالم نے اس سے پوچھا اس محل تک پہنچے کا کیا راستہ ہے۔ میں نے اس رات بڑے عجائب دیکھے ہیں اس آدمی نے پوچھا وہ کیا تھے تو س نے کتیا کا ذکر کیا تو اس نے کہا لوگوں پر ایک زمانہ آئے گا۔ کہ چھوٹے بڑوں اور کمینے شرفاء پر اور بیوقوف حلیم پر جھپٹیں گے اس عالم نے چارپائی پر بیٹھے آدمی کے سامنے پتھر اٹھانے والے کا ذکر کیا اس آدمی نے جواب دیا کہ لوگوں پر ایسا زمانہ آئے گا ایک آدمی کے پاس امانت ہوگی اس کو ادا کرنے کی طاقت نہیں رکھے گا مگر زیادہ امانتیں لے لے گا اس نے پان نکالنے والے کا ذکر کیا۔ اس آدمی نے جواب دیا لوگوں پر ایسا زمانہ آئے گا ایک آدمی ایک عورت سے شادی کرے گا اس کے دین شرافت اور جمال کی وجہ سے شادی نہیں کرے وہ اس عورت کے مال کا خواہش مند ہوگا جبکہ وہ عورت بچہ بھی نہ جنے گی۔ تو اس پر ہر چیز اس میں لوٹ آئے گی اس عالم نے ہرنی کا ذکر کیا تو آدمی نے بتایا وہ دنیا ہے جو اس پر سوار ہے وہ بادشاہ ہے دودھ دوہنے وال اچھی زندگی گزار رہا ہے۔ اور جو اس کی سینگوں کو پکڑے ہوئے ہے وہ تنگ دست ہے۔ اور جو اس کی دم کو پکڑے ہوئے ہے تو اس کے پاس گزارہ کے لائق روزی نہیں ہے اور جو اس کی ٹانگوں کو پکڑے ہوئے ہیں وہ ذلیل لوگ ہیں اس نے بیج کا ذکر کیا کہ تو اس آدمی نے بتایا لوگوں پر ایسا زمانہ آئے گا پتہ ہی نہ چلے کہ شادی کب ہوئی اور کب بچے پیدا ہوئے اور کب بالغ ہوا اس اسرائیلی نے اس آدمی کا ذکر کیا جو فصل کاٹ رہا تھا تو چارپائی میں بیٹھنے والے آدمی نے کہا وہ ملک الموت ہے جو چھوٹے بڑے کو کاٹتا ہے۔ اور میں وہی ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے تیری طرف بھیجا ہے تاکہ تیری روح کو انتہائی بری حالت میں قبض کرلوں۔

۶- ابن ابی شیبہ نے ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ میں نے یہ آیت نہیں پڑھی مگر اس میں شراب کی ٹھنڈک کو پایا یعنی یہ آیت **وحیل بینھم وبین مایشتھون** (اور ان میں اور ان کی مطلوبہ چیزوں کی آڑ کردی جائے گی۔

۷- البیہقی نے شعب الایمان میں ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ انہوں نے ٹھنڈا پانی پیا۔ اور رونے لگے ان سے کہا گیا آپ کیوں رو رہے ہیں۔ تو انہوں نے فرمایا میں نے اللہ کی کتاب میں سے اس آیت کو یاد کیا آیت: **وحیل بینھم وبین مایشتھون** ۔ اور میں نے پہچان لیا کہ دوزخ والے صرف ٹھنڈے پانی کو ہی پئیں گے اور اللہ تعالیٰ نے اس چیز کا ذکر فرمایا آیت **ان افیضوا علینا من الماء** (الاعراف آیت ۵)(ہم پر پانی بہا دو یعنی جنتی لوگوں سے کہیں گے کہ ہم کو ٹھنڈا پانی دیدو کیونکہ دوزخ میں ان کو کھولتا ہوا پانی پلایا جائے گا)۔

۸- عبد بن حمید و ابن ابی حاتم نے قتادہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ آیت انھم کانوا فی شک مریب ( کیونکہ یہ سب بڑے شک میں پڑے ہوئے تھے ) فرمایا تم بچو! شک سے اور فریب سے کیونکہ جو شخص شک کی حالت میں مرگیا تو وہ اسی پر اٹھایا جائے گا اور جس کو حالت یقین پر موت آئی تو اسے یقین پر اٹھایا جائے گا۔ (تفسیر درمنثور، سورہ سبا، بیروت)

## جھوٹی باتیں منسوب کرنے کا بیان

**20**- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ حَدَّثَنَا سُلَيْمٌ عَنِ ابْنِ عَوْنٍ قَالَ كُنْتُ اَسِيرُ بِالشَّامِ فَنَادَانِيْ رَجُلٌ مِّنْ خَلْفِيْ فَالْتَفَتُّ فَإِذَا رَجَاءُ بْنُ حَيْوَةَ فَقَالَ يَا اَبَا عَوْنٍ مَا هٰذَا الَّذِيْ يَذْكُرُوْنَ عَنِ الْحَسَنِ قَالَ قُلْتُ اِنَّهُمْ يَكْذِبُوْنَ عَلَى الْحَسَنِ كَثِيْرًا

✧✧ ابن عون بیان کرتے ہیں، میں شام گیا وہاں ایک شخص نے پیچھے سے مجھے آواز دی۔ میں نے مڑ کر دیکھا تو وہ رجاء بن حیوہ تھے۔ انہوں نے کہا: اے ابن عون! یہ لوگ حسن بصری کے حوالے سے کیا بات نقل کرتے ہیں؟ تو میں نے جواب دیا: یہ لوگ حسن بصری کے حوالے سے بہت سی جھوٹی باتیں بیان کرتے ہیں۔

**21**– حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ قَالَ سَمِعْتُ اَيُّوْبَ يَقُوْلُ كَذَبَ عَلَى الْحَسَنِ ضَرْبَانِ مِنَ النَّاسِ قَوْمٌ الْقَدَرُ رَأْيُهُمْ وَهُمْ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّنَفِّقُوْا بِذٰلِكَ رَأْيَهُمْ وَقَوْمٌ لَهُ فِي قُلُوبِهِمْ شَنَآنٌ وَّبُغْضٌ يَقُوْلُوْنَ اَلَيْسَ مِنْ قَوْلِهِ كَذَا اَلَيْسَ مِنْ قَوْلِهِ كَذَا

✧✧ ایوب بیان کرتے ہیں دو طرح کے لوگوں نے حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ کی طرف سے جھوٹی باتیں بیان کی ہیں، ایک وہ لوگ جو تقدیر کے منکر ہیں وہ یہ چاہتے تھے کہ ان کے اس نظریے کی تائید ہو جائے اور دوسرے وہ لوگ جن کے دلوں کے اندر نفرت اور دشمنی تھی۔ وہ یہ کہتے تھے: کیا اس نے فلاں موقع پر یہ بات نہیں کہی تھی اور فلاں موقع پر یہ بات نہیں کہی تھی؟

**22**– حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنّٰى اَنَّ يَحْيَى بْنَ كَثِيْرٍ الْعَنْبَرِيَّ حَدَّثَهُمْ قَالَ كَانَ قُرَّةُ بْنُ خَالِدٍ يَقُوْلُ لَنَا يَا فِتْيَانُ لَا تُغْلَبُوْا عَلَى الْحَسَنِ فَاِنَّهُ كَانَ رَأْيُهُ السُّنَّةَ وَالصَّوَابَ

✧✧ یحییٰ بن کثیر بیان کرتے ہیں، قرہ بن خالد نے ہم سے کہا' اے نوجوانو! حسن بصری کے معاملے میں مبالغے سے کام نہ لینا کیونکہ ان کی رائے سنت کے مطابق اور بالکل ٹھیک ہے۔

**23**– حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا مُؤَمَّلُ بْنُ اِسْمٰعِيْلَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنِ ابْنِ عَوْنٍ قَالَ لَوْ عَلِمْنَا اَنَّ كَلِمَةَ الْحَسَنِ تَبْلُغُ مَا بَلَغَتْ لَكَتَبْنَا بِرُجُوْعِهِ كِتَابًا وَّاَشْهَدْنَا عَلَيْهِ شُهُوْدًا وَّلٰكِنَّا قُلْنَا كَلِمَةٌ خَرَجَتْ لَا تُحْمَلُ

✧✧ ابن عون بیان کرتے ہیں اگر ہمیں یہ پتہ ہوتا کہ حسن بصری کی باتیں اس حد تک پہنچ جائیں گی جہاں اب پہنچ چکی ہیں تو ہم ان کے رجوع کو تحریری طور پر لے لیتے اور اس پر گواہ بھی بنا لیتے۔ لیکن ہم نے تو یہ سوچا تھا: انہوں نے یہ بات کہی ہے کہ ان کے منہ سے نکل گئی ہے۔ اب اس کو نوٹ نہیں کیا جائے گا۔

**24**– حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ اَيُّوْبَ قَالَ قَالَ لِيَ الْحَسَنُ مَا اَنَا بِعَائِدٍ اِلٰى شَيْءٍ مِنْهُ اَبَدًا

✧✧ حضرت ایوب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں حسن بصری نے مجھ سے فرمایا: آئندہ میں اس بارے میں (تقدیر کے بارے میں) کبھی کوئی بات نہیں کروں گا

**25**– حَدَّثَنَا هِلَالُ بْنُ بِشْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عُثْمَانَ عَنْ عُثْمَانَ الْبَتِّيِّ قَالَ مَا فَسَّرَ الْحَسَنُ اٰيَةً قَطُّ اِلَّا عَنِ الْاِثْبَاتِ

✧✧ عثمان بتی فرماتے ہیں' حسن بصری نے جس بھی آیت کی تفسیر بیان کی اس میں انہوں نے تقدیر کا (اثبات) کیا ہے۔

**26**- حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ حَنْبَلٍ وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَيْلِيُّ قَالَا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ اَبِى النَّضْرِ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِى رَافِعٍ عَنْ اَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا اُلْفِيَنَّ اَحَدَكُمْ مُتَّكِئًا عَلٰى اَرِيكَتِهِ يَاْتِيهِ الْاَمْرُ مِنْ اَمْرِى مِمَّا اَمَرْتُ بِهٖ اَوْ نَهَيْتُ عَنْهُ فَيَقُوْلُ لَا نَدْرِى مَا وَجَدْنَا فِى كِتَابِ اللّٰهِ اتَّبَعْنَاهُ

✧✧ عبید بن ابورافع اپنے والد کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: میں تم میں سے کسی شخص کو ایسی حالت میں نہ پاؤں کہ وہ اپنے تکیے سے ٹیک لگا کر یہ کہے' جس کے پاس میرا کوئی حکم آ چکا ہو جو میں نے دیا ہو یا جس سے میں نے منع کیا ہو' تو وہ یہ کہے کہ ہمیں اللہ کی کتاب میں یہ بات نہیں ملی۔ ورنہ ہم اس کی پیروی کر لیتے۔

**27**- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ الْبَزَّازُ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ ح و حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسٰى حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ جَعْفَرٍ الْمَخْرَمِيُّ وَاِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ سَعْدِ بْنِ اِبْرَاهِيمَ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَحْدَثَ فِى اَمْرِنَا هٰذَا مَا لَيْسَ فِيهِ فَهُوَ رَدٌّ قَالَ ابْنُ عِيسٰى قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَنَعَ اَمْرًا عَلٰى غَيْرِ اَمْرِنَا فَهُوَ رَدٌّ

✧✧ قاسم بن محمد' سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے یہ بات نقل کرتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: جو شخص ہمارے حکم میں کوئی ایسی بات کہے جس کا ہم نے حکم نہیں دیا تو وہ مردود ہوگی۔

ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا ہے: جو شخص کوئی ایسا کام کرے جو ہمارے حکم کے مخالف ہو تو وہ مردود ہوگا۔

**28**- حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا ثَوْرُ بْنُ يَزِيْدَ قَالَ حَدَّثَنِى خَالِدُ بْنُ مَعْدَانَ قَالَ حَدَّثَنِى عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَمْرٍو السُّلَمِيُّ وَحُجْرُ بْنُ حُجْرٍ قَالَا اَتَيْنَا الْعِرْبَاضَ بْنَ سَارِيَةَ وَهُوَ مِمَّنْ نَزَلَ فِيهِ

---

حدیث26:

اخرجه الترمذی فی "جامعه" رقم الحدیث:2663
اخرجه ابن ماجه فی "سننه" رقم الحدیث:13
اخرجه الحاكم فی "المستدرك" رقم الحدیث:368
اخرجه البیهقی فی "سننه الكبرٰی" رقم الحدیث:13219
اخرجه الطبرانی فی "معجمه الكبیر" رقم الحدیث:934
اخرجه الحمیدی فی "مسنده" رقم الحدیث:551
اخرجه الطبرانی فی "معجمه الاوسط" رقم الحدیث:8671

حدیث27:

اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث:2550
اخرجه مسلم فی "صحیحه" رقم الحدیث:1718
اخرجه ابن ماجه فی "سننه" رقم الحدیث:14
اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث:26075
اخرجه ابن حبان فی "صحیحه" رقم الحدیث:27
اخرجه البیهقی فی "سننه الكبرٰی" رقم الحدیث:20158
اخرجه ابویعلی فی "مسنده" رقم الحدیث:4594

حدیث28:

اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث:17185
اخرجه ابن حبان فی "صحیحه" رقم الحدیث:5
اخرجه الحاكم فی "المستدرك" رقم الحدیث:332
اخرجه الطبرانی فی "معجمه الكبیر" رقم الحدیث:618

(وَلَا عَلَى الَّذِينَ إِذَا مَا أَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ قُلْتَ لَا أَجِدُ مَا أَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ) فَسَلَّمْنَا وَقُلْنَا أَتَيْنَاكَ زَائِرِينَ وَعَائِدِينَ وَمُقْتَبِسِينَ فَقَالَ الْعِرْبَاضُ صَلَّى بِنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَيْنَا فَوَعَظَنَا مَوْعِظَةً بَلِيغَةً ذَرَفَتْ مِنْهَا الْعُيُونُ وَوَجِلَتْ مِنْهَا الْقُلُوبُ فَقَالَ قَائِلٌ يَا رَسُولَ اللَّهِ كَأَنَّ هَذِهِ مَوْعِظَةُ مُوَدِّعٍ فَمَاذَا تَعْهَدُ إِلَيْنَا فَقَالَ أُوصِيكُمْ بِتَقْوَى اللَّهِ وَالسَّمْعِ وَالطَّاعَةِ وَإِنْ عَبْدًا حَبَشِيًّا فَإِنَّهُ مَنْ يَعِشْ مِنْكُمْ بَعْدِي فَسَيَرَى اخْتِلَافًا كَثِيرًا فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الْمَهْدِيِّينَ الرَّاشِدِينَ تَمَسَّكُوا بِهَا وَعَضُّوا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ وَإِيَّاكُمْ وَمُحْدَثَاتِ الْأُمُورِ فَإِنَّ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَكُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ

✧✧ عبدالرحمٰن بن عمرو اور حجر بن حجر بیان کرتے ہیں ہم لوگ حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے یہ ان حضرات میں سے ہیں جن کے بارے میں قرآن کی یہ آیت نازل ہوئی ہے:

''اور ان لوگوں پر کوئی حرج نہیں ہے جب وہ تمہارے پاس آئیں تا کہ تم انہیں سواری کے لئے جانور دو تو تم نے کہا: میرے پاس تمہیں سواری کے لئے دینے کے لیے جانور نہیں ہے''۔

حجر بیان کرتے ہیں ہم نے انہیں سلام کیا اور ان سے کہا ہم آپ کے پاس آپ کی زیارت کرنے کے لئے' آپ کی عیادت کرنے کے لیے اور آپ سے استفادہ کرنے کے لئے آئے ہیں۔تو حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن ہمیں نماز پڑھائی، پھر انہوں نے ہماری طرف رخ کیا اور ایسا وعظ کیا جس کے نتیجے میں آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور دل لرز گئے۔ایک شخص نے عرض کی: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! یہ تو الوداعی وعظ محسوس ہوتا ہے۔آپ ہمیں کیا تلقین کرتے ہیں؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

میں تمہیں اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کی اور حاکم وقت کی اطاعت و فرمانبرداری کرنے کی تلقین کرتا ہوں۔اگرچہ وہ کوئی شخص حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو،تم میں سے جو شخص میرے بعد زندہ رہے گا عنقریب بہت سے اختلافات دیکھے گا تو تم پر میری اور ہدایت یافتہ اور ہدایت کا مرکز خلفاء کی سنت کی پیروی کرنا لازم ہے۔تم اسے پکڑ لینا اور اسے مضبوطی سے تھام لینا اور تم نئے پیدا ہونے والے معاملات سے پرہیز کرنا کیونکہ ہر نئی پیدا ہونے والی چیز بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔

## بدعت کا معنی:

کسی ایسے قول کو وارد کرنا جس کے کرنے والے اور کہنے والے نے صاحب شریعت کی اتباع نہ کی ہو اور نہ اس کو سابقہ شرعی مثالوں سے اور شرعی قواعد سے مستنبط نہ کیا ہو۔اس کے متعلق حدیث میں ہے کہ ہر نئی چیز بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی دوزخ میں ہے۔(المفردات ص ۳۹، مکتبہ مرتضائیہ ایران)

ہر وہ بدعت جو ضلالت و گمراہی ہے اس سے مراد وہ بدعت ہے جس کی شریعت میں اصل موجود نہ ہو۔

فقہاء نے بدعت کی کئی اقسام بیان کی ہیں۔جن میں سے معروف دو اقسام ہیں۔

بدعت کی اقسام: (۱) بدعت حسنہ (۲) بدعت سیئہ

## (۱) بدعت حسنہ:

وہ بدعت جس کی شریعت میں اصل ہو اور یہ نیا کام یا نیا نیک عمل ہو تو ایسی بدعت کو بدعت حسنہ کہتے ہیں۔ ایسی بدعت پر عمل مستحسن بھی ہوتا ہے کہیں واجب بھی ہوتا ہے۔ اس بدعت کا ثبوت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اس بات پر اتفاق کرنا کہ نماز تراویح کو جماعت کے ساتھ پڑھا جائے گا۔ جب حضرت سیّدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کے اس عمل کو دیکھا تو فرمایا: ''نعم البدعة هذه'' یہ کیا ہی اچھی بدعت ہے۔ (صحیح بخاری، ج۱، ص۲۶۹، قدیمی کتب خانہ کراچی)

بخاری شریف کی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جس بدعت حسنہ پر اتفاق کیا ہے۔ وہ نماز تراویح با جماعت ہے۔

## (۱) بدعت حسنہ کا ثبوت:

حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اون کے کپڑے پہنے ہوئے کچھ دیہاتی حاضر ہوئے، آپ نے ان کی بد حالی اور ان کی ضرورت کو دیکھا پھر آپ نے لوگوں کو صدقہ کرنے کی ترغیب دلائی، لوگوں نے کچھ دیر کی، جس سے آپ کے چہرہ انور پر کچھ احساس کے آثار ظاہر ہوئے، پھر ایک انصاری درہموں کی تھیلی لے کر آیا پھر دوسرا آیا اور پھر لانے والوں کا تانتا بندھ گیا حتیٰ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ انور پر خوشی کے آثار ظاہر ہوئے۔ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے مسلمانوں میں کسی نیک طریقہ کی ابتداء کی اور اس کے بعد اس طریقہ پر عمل کیا گیا تو اس طریقہ پر عمل کرنے والوں کا اجر بھی اس کے نامہ اعمال میں لکھا جائے گا۔ اور عمل کرنے والوں کے اجر میں کمی نہیں ہوگی۔ اور جس نے مسلمانوں میں کسی برے طریقے کی ابتداء کی اور اس کے بعد اس طریقہ پر عمل کیا گیا تو اس طریقہ پر عمل کرنے والوں کا گناہ بھی اس شخص کے نامہ اعمال میں لکھا جائے گا اور عمل کرنے والوں کے گناہ میں کوئی کمی نہیں ہوگی۔

(صحیح مسلم، ج۲، ص۳۴۱، قدیمی کتب خانہ کراچی)

## (۲) بدعت سئیہ:

ہر وہ بدعت جس کی قرآن وسنت، اجماع وقیاس میں کوئی اصل موجود نہ ہو، ایسی نئی بدعت کو بدعت سئیہ کہتے ہیں جسے شریعت نے گمراہ کہا ہے۔ ایسی بدعت پر عمل کرنا گمراہی ہے۔

اس مذکورہ حدیث سے معلوم ہوا کہ ہر نیا کام بدعت نہیں ہے بلکہ ہر وہ عمل جس کی قرآن وحدیث میں کوئی اصل موجود نہ ہو، وہ بدعت سئیہ ہے۔

## بدعت کے مفاہیم واقسام:

بدعت کی پانچ اقسام ہیں۔ ان میں سے پہلی قسم واجب ہے اور یہ وہ بدعت ہے جو قواعد وجوب پر مشتمل ہو اور اس کی دلیل

شریعت میں موجود ہو جیسے ضائع ہونے کے ڈر سے قرآن مجید اور شریعت کی تدوین۔ بے شک ہمارے بعد آنے والوں کے لیے تبلیغ کرنا اجماعاً واجب ہے اور اسے چھوڑ دینا اجماعاً حرام ہے۔ اس طرح کی چیزوں کے وجوب میں اختلاف کرنا درست نہیں ہے۔ دوسری قسم بدعت محرمہ ہے۔ یہ وہ بدعت ہے جس کی دلیل شریعت میں حرام کے قواعد کے مطابق ہو۔ جیسے ٹیکس اور ایسے نئے ظالمانہ امور جو کہ قواعد شریعت کے منافی ہوں۔ جیسے جہلاء کو علماء پر فوقیت دینا اور شریعت کے کسی ایسے عہدے پر فائز کرنا جو وراثتی طریقے سے اس کے لیے درست نہ ہو اور اس منصب کو اس شخص کے لیے درست قرار دیا جائے جو کہ اس کے باپ کے لیے تھا اور وہ بذات خود اس منصب کا اہل نہ ہو اور تیسری قسم بدعت مستحبہ ہے اور یہ وہ بدعت ہے جو قواعد استحباب پر مشتمل ہو اور شریعت میں اس کی حمایت میں دلائل موجود ہوں جیسا کہ نماز تراویح اور امر صحابہ کے خلاف (مصلحت و خیر کے پیش نظر) حکمرانان وقت، قاضیوں اور اہم منصب داروں کی تصویروں کو آویزاں کرنا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ بے شمار مصالح اور شرعی مقاصد لوگوں کے دلوں میں حکمرانوں کی عظمت ڈالے بغیر حاصل نہیں ہو سکتے صحابہ کے زمانے میں صحابہ کے دین اور سابق الھجرہ ہونے کی وجہ سے لوگ ان کی تعظیم کرتے تھے پھر نظام درہم برہم ہو گیا اور وہ زمانہ گزر گیا اور نیا زمانہ آ گیا اس زمانہ میں لوگ تصویروں کے بغیر کسی کی عظمت نہیں کرتے تھے لہٰذا تصویروں کی حیثیت کو تسلیم کر لیا گیا۔ یہاں تک کہ متعلقہ مصلحتیں حاصل ہو گئیں اور اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ خود تو جو کی روٹی اور نمک کھایا کرتے تھے جبکہ اپنے عاملین کے لئے آدھی بکری روزانہ مقرر کر رکھی تھی کیونکہ اگر دوسرے عاملین بھی اسی طریقہ پر عمل کرتے جس پر سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ خود تھے تو وہ عوام الناس کی نظروں میں گر جاتے اور لوگ ان کا احترام نہ کرتے اور ان کی مخالفت پر اتر آتے لہٰذا یہ ضرورت محسوس ہوئی کہ کسی دوسرے کو کسی اور شکل میں نظام کی حفاظت کے لیے تیار کیا جائے اور اسی طرح جب آپ شام گئے تو آپ نے معاویہ رضی اللہ عنہ بن ابی سفیان کو اس حالت میں دیکھا کہ وہ پردہ کئے ہوئے اور پردہ لٹکائے ہوئے تھے اور ان کے پاس خوبصورت سواری اور اعلیٰ رعب دار کپڑے تھے اور آپ اس طرح پیش آتے جس طرح بادشاہ پیش آتے تھے پھر اس کے بارے میں ان سے پوچھا گیا تو انہوں نے کہا ہم ایسے علاقے میں ہیں جہاں ہمیں اس کی ضرورت ہے۔ لہٰذا سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا کہ نہ میں تمہیں اس کا حکم دیتا ہوں اور نہ منع کرتا ہوں اس کا مطلب یہ ہے کہ تم اپنے احوال کو بہتر جانتے ہو کہ تمہیں اس کی ضرورت ہے کہ نہیں اور اگر ضرورت ہے تو یہ بہتر ہے۔ پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور دوسروں کے نظائر (Precedents) سے یہ دلیل ملتی ہے کہ ائمہ کے احوال اور امور سلطنت، زمانے، شہروں، صدیوں کے اختلاف سے مختلف ہوتے ہیں۔ اس طرح انہیں حسن معاملات اور حسن سیاسیات میں تنوع کی ضرورت ہوتی ہے تاکہ یہ احوال پرانے نہ ہو جائیں اور بعض اوقات یہ مصلحتیں واجب ہو جاتی ہیں اور چوتھی قسم بدعت مکروہ کی ہے اور یہ وہ ہے جو شریعت اور اس کے قواعد میں سے دلائل کراہت پر مشتمل ہو جیسے بعض فضیلت والے اور بابرکت ایام کو عبادات کے لئے مخصوص کرنا۔ اس کی مثال وہ روایت ہے جسے امام مسلم اور دیگر نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ کے دن روزہ رکھنے اور اسی رات کو قیام کے لئے مختص کرنے کو منع کیا ہے۔ اور اسی طرح اس باب میں محدود مندوبات کو زیادہ کرنا جیسے نمازوں کے بعد تینتیس بار تسبیح کرنا آیا ہے پھر ان کو سو بار کیا جائے، اور اسی طرح زکوٰۃ فطر کے لیے ایک صاع دینا آیا ہے پھر اسے دس صاعات بنا دیا جائے یہ اس

وجہ سے ہے کہ ان امور میں زیادتی شارع پر جرات اور اس کی بے ادبی ہے۔ پس عظیم لوگوں کی شان یہ ہے کہ اگر انہیں کسی امر سے روکا جائے تو وہ رک جائیں کیونکہ اس حکم سے سرتابی سوئے ادب ہے۔ لہٰذا واجب میں زیادتی یا واجب پر زیادتی سخت منع ہے۔ کیونکہ اس طرح یہ اعتقاد پنپتا ہے کہ واجب اور اس پر زیادتی دونوں واجب ہیں۔ جیسا کہ امام مالک نے شوال کے چھ (روزوں کو) ملانے سے منع کیا ہے۔ کہیں ایسا نہ سمجھا جائے کہ یہ بھی رمضان میں سے ہیں اسی طرح امام ابوداؤد نے اپنی سنن میں ذکر کیا ہے کہ ایک آدمی مسجد رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں داخل ہوا پھر اس نے فرض نماز ادا کی اور ساتھ ہی کھڑا ہو گیا تا کہ دو رکعتیں (نفل) پڑھے۔ تو اسے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ بیٹھ جاؤ۔ یہاں تک کہ تو اپنے فرض اور نفل میں فرق کرے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اسی وجہ سے ہم سے پہلے لوگ ہلاک ہو گئے تو پھر اسے آقا علیہ السلام نے فرمایا اے ابن خطاب اللہ تعالیٰ نے تجھے درست پایا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مراد یہ تھی کہ ہم سے پہلے لوگوں نے نوافل کو فرائض کے ساتھ ملا دیا انہوں نے یہ یقین کر لیا کہ یہ تمام واجبات میں سے ہیں اور یہ شریعت میں تغیر ہے جو کہ اجماعاً حرام ہے اور پانچویں قسم بدعت مباح ہے اور وہ یہ ہے کہ کسی چیز کی دلیل شریعت کے قواعد وضوابط میں اباحت کے اصولوں کے مطابق ہو جیسا کہ آٹا چھاننے کے لیے چھلنی کا استعمال کرنا اور آثار میں پہلی چیز جو لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ایجاد کی وہ تھی اتخاذ المناخل للدقیق یعنی آٹا چھاننے کے لئے چھلنی کا استعمال کیونکہ زندگی میں لوگوں کی طبیعت میں نرمی ہونا اور اس کی اصلاح کرنا مباحات میں سے ہے اور اس کے تمام وسائل بھی مباح میں سے ہیں۔

(القرافی، انوار البروق فی انوار الفروق، 4:202-205 علامہ جمال الدین محمد بن مکرم ابن منظور الافریقی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی 711ھ)

## بدعت کا گمراہانہ مفہوم:

جس طرح بدعقیدہ لوگوں نے بدعت کا مفہوم معاشرے میں مشہور کر رکھا ہے، اگر اسے تسلیم کر لیا جائے، تو ان گمراہ لوگوں کے مدارس، ان کی تنظیمات، ان کی جماعتیں، ان کے جلسے، ان کے استقبالیہ پروگرام، سالانہ تقریبات، جماعت کیلئے الیکشن، جماعت کیلئے امیر کا، یا صدر کا انتخاب، نصابی کتابیں، فہم قرآن کورسز، سالانہ اجتماع، قرآن کلاس کورسز، سالگرہ کے پروگرام اسی طرح گویا ان کے شب وروز بدعت سئیہ کے گڑھے میں گر جائیں گے۔ حیران کن بات یہ ہے کہ یہ لوگ اپنی خود ساختہ بدعت کے مطابق سو فیصد تو یہ خود بدعتی ثابت ہو جائیں گے، ان لوگوں نے دوسروں کو بدعت سے کیا بچانا ہے جو خود بدعتی ہیں۔

## نام نہاد بدعت کو مٹانے والے:

دور حاضر میں کچھ لوگوں نے خود فریبی میں آ کر بدعت کو مٹانے کا ٹھیکہ لے رکھا ہے حالانکہ ان بیچاروں کو خود معلوم ہی نہیں کہ بدعت کیا چیز ہوتی ہے۔ بس انتہائی گھبراتے ہوئے کہتے ہیں کہ ہر نئی چیز بدعت ہے اور ہر بدعتی دوزخی ہے۔ ہم نے پوچھا؟ کہ تم لوگ بدعت سے کیا مراد لیتے ہو کہا، جو چیز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں نہ ہو بعد میں ایجاد کر لی گئی ہو وہ بدعت ہے اور گمراہی ہے، ہم نے کہا ذرا یہ بتاؤ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور اقدس میں یا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دور میں قرآن مجید پر اعراب لگا

ہوا تھا۔ کہا نہیں، تو ہم نے کہا کہ کیا قرآن کو اعراب سے پڑھنا بھی بدعت و گمراہی ہوا۔ کیونکہ تمہارے نزدیک ہر وہ عمل جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں نہ ہو وہ بدعت اور گمراہی ہے تو پھر کیا آپ لوگ قرآن پر لگا اعراب کو دنیا سے ختم کرو گے کیونکہ وہ بدعت ہے۔ ہمارے اس سوال پر نام نہاد تبلیغ کرنے والا مبلغ مبہوت و پریشان ہو گیا۔

**29**- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ حَدَّثَنِي سُلَيْمَانُ يَعْنِي ابْنَ عَتِيقٍ عَنْ طَلْقِ بْنِ حَبِيبٍ عَنِ الْاَحْنَفِ بْنِ قَيْسٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُودٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلَا هَلَكَ الْمُتَنَطِّعُونَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ

✧✧ احنف بن قیس بیان کرتے ہیں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کیا ہے: آپ نے تین مرتبہ ارشاد فرمایا (دینی معاملات میں) بحث و مباحثہ کرنے والے لوگ ہلاکت کا شکار ہو گئے۔

## بَاب لُزُوْمِ السُّنَّةِ

## باب 8: جو شخص سنت کو لازم پکڑنے کی دعوت دے

**30**- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ اَيُّوبَ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيلُ يَعْنِي ابْنَ جَعْفَرٍ قَالَ اَخْبَرَنِي الْعَلَاءُ يَعْنِي ابْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ اَبِيهِ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ دَعَا اِلٰى هُدًى كَانَ لَهُ مِنَ الْاَجْرِ مِثْلُ اُجُورِ مَنْ تَبِعَهُ لَا يَنْقُصُ ذٰلِكَ مِنْ اُجُورِهِمْ شَيْئًا وَّمَنْ دَعَا اِلٰى ضَلَالَةٍ كَانَ عَلَيْهِ مِنَ الْاِثْمِ مِثْلُ اٰثَامِ مَنْ تَبِعَهُ لَا يَنْقُصُ ذٰلِكَ مِنْ اٰثَامِهِمْ شَيْئًا

✧✧ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص کسی ہدایت کی طرف دعوت دے اسے ان لوگوں کے اجر جتنا اجر ملے گا جو اس کی پیروی کریں گے اور ان لوگوں کے اجر میں کوئی کمی نہیں ہو گی۔ جو شخص کسی برائی کی طرف دعوت دے تو اس کو ان سب لوگوں جتنا گناہ ملے گا جو اس کی پیروی کریں گے اور ان لوگوں کے گناہ میں کوئی کمی نہیں ہو گی۔

**31**- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ اَبِيهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَعْظَمَ الْمُسْلِمِينَ فِي الْمُسْلِمِينَ جُرْمًا مَّنْ سَاَلَ عَنْ اَمْرٍ لَمْ يُحَرَّمْ فَحُرِّمَ عَلَى النَّاسِ مِنْ اَجْلِ مَسْاَلَتِهِ

---

حدیث 29:

اخرجہ الامام احمد فی "مسندہ" رقم الحدیث: 3655

اخرجہ ابویعلی فی "مسندہ" رقم الحدیث: 5004

اخرجہ الطبرانی فی "معجمہ الکبیر" رقم الحدیث: 10368

حدیث 30:

اخرجہ مسلم فی "صحیحہ" رقم الحدیث: 2674

اخرجہ الترمذی فی "جامعہ" رقم الحدیث: 2674

اخرجہ ابن ماجہ فی "سننہ" رقم الحدیث: 206

اخرجہ الدارمی فی "سننہ" رقم الحدیث: 513

اخرجہ الامام احمد فی "مسندہ" رقم الحدیث: 9149

اخرجہ ابن حبان فی "صحیحہ" رقم الحدیث: 112

اخرجہ ابویعلی فی "مسندہ" رقم الحدیث: 6489

عامر بن سعید اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: مسلمانوں کے معاملے میں سب سے زیادہ جرم اس شخص کا ہوگا جو کسی ایسے معاملے کے بارے میں دریافت کرے جو حرام نہیں ہوا تھا اور اس کے سوال پوچھنے کی وجہ سے وہ حرام ہو گیا۔

## بَاب فِي التَّفْضِيلِ

## باب 9: ایک کو دوسرے پر فضیلت دینا

**32**- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا اَسْوَدُ بْنُ عَامِرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ اَبِي سَلَمَةَ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كُنَّا نَقُوْلُ فِي زَمَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا نَعْدِلُ بِاَبِي بَكْرٍ اَحَدًا ثُمَّ عُمَرَ ثُمَّ عُثْمَانَ ثُمَّ نَتْرُكُ اَصْحَابَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا نُفَاضِلُ بَيْنَهُمْ

✧✧ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ کے زمانہ اقدس میں ہم یہ کہا کرتے تھے، ہم حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے برابر کسی کو نہیں سمجھتے، پھر ان کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں، پھر ان کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ہیں، پھر ہم حضرت محمد ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ترک کر دیتے تھے یعنی ان میں سے کسی ایک کو کسی دوسرے پر فضیلت نہیں دیتے تھے۔

**33**- حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ حَدَّثَنَا عَنْبَسَةُ حَدَّثَنَا يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ قَالَ سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ اِنَّ ابْنَ عُمَرَ قَالَ كُنَّا نَقُوْلُ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَيٌّ اَفْضَلُ اُمَّةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَهُ اَبُوْ بَكْرٍ ثُمَّ عُمَرُ ثُمَّ عُثْمَانُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ اَجْمَعِيْنَ

✧✧ سالم بن عبداللہ رضی اللہ عنہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا یہ بیان نقل کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ کی حیات مبارکہ میں ہم لوگ یہ کہا کرتے تھے: نبی اکرم ﷺ کی امت میں آپ کے بعد سب سے افضل حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں، پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ہیں۔

**34**- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا جَامِعُ بْنُ اَبِي رَاشِدٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ يَعْلَى عَنْ مُحَمَّدِ ابْنِ الْحَنَفِيَّةِ قَالَ قُلْتُ لِاَبِي اَيُّ النَّاسِ خَيْرٌ بَعْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَبُوْ بَكْرٍ قَالَ قُلْتُ ثُمَّ مَنْ قَالَ

---

حدیث 31:

اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث:6859
اخرجه مسلم فی "صحیحه" رقم الحدیث:2358
اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث:1520
اخرجه ابویعلی فی "مسنده" رقم الحدیث:761
اخرجه الحمیدی فی "مسنده" رقم الحدیث:67

حدیث 32:

اخرجه ابوداؤد فی "سننه" رقم الحدیث:4628
اخرجه ابن حبان فی "صحیحه" رقم الحدیث:7251
اخرجه ابویعلی فی "مسنده" رقم الحدیث:5602
اخرجه امام احمد فی "فضائل الصحابة" رقم الحدیث:53

ثُمَّ عُمَرُ قَالَ ثُمَّ خَشِيتُ اَنْ اَقُوْلَ ثُمَّ مَنْ فَيَقُوْلَ عُثْمَانُ فَقُلْتُ ثُمَّ اَنْتَ يَا اَبَةِ قَالَ مَا اَنَا اِلَّا رَجُلٌ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ

✧✧ محمد بن حنفیہ بیان کرتے ہیں، میں نے اپنے والد (حضرت علی رضی اللہ عنہ) سے دریافت کیا، اللہ کے رسول کے بعد لوگوں میں سب سے زیادہ بہتر کون ہیں؟ انہوں نے جواب دیا: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں، میں نے دریافت کیا: پھر کون ہے، انہوں نے جواب دیا: حضرت عمر رضی اللہ عنہ، پھر مجھے یہ اندیشہ ہوا کہ اگر میں نے ان سے دریافت کیا: پھر کون ہیں؟ تو وہ ''حضرت عثمان رضی اللہ عنہ'' کہیں گے اس لیے میں نے کہا: پھر اس کے بعد آپ ہوں گے، ابا جان! انہوں نے فرمایا: میں تو مسلمانوں کا ایک عام فرد ہوں۔

**35**- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مِسْكِيْنٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ يَعْنِيْ الْفِرْيَابِيَّ قَالَ سَمِعْتُ سُفْيَانَ يَقُوْلُ مَنْ زَعَمَ اَنَّ عَلِيًّا عَلَيْهِ السَّلَام كَانَ اَحَقَّ بِالْوِلَايَةِ مِنْهُمَا فَقَدْ خَطَّاَ اَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ وَالْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارَ وَمَا اُرَاهُ يَرْتَفِعُ لَهُ مَعَ هٰذَا عَمَلٌ اِلَى السَّمَاءِ

✧✧ سفیان بیان کرتے ہیں اگر کوئی شخص یہ کہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ان دونوں حضرات سے خلافت کے زیادہ حقدار تھے تو اس نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ تمام مہاجرین اور انصار کو غلط قرار دیا۔ میرے خیال میں اس کے اس نظریے کے ساتھ کوئی بھی عمل آسمان کی طرف بلند نہیں ہوگا (یعنی قبول نہیں کیا جائے گا)۔

**36**- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ فَارِسٍ ثَنَا قَبِيصَةُ ثَنَا عَبَّادُ بْنُ السَّمَّاءِ قَالَ سَمِعْتُ سُفْيَانَ يَقُوْلُ الْخُلَفَاءُ خَمْسَةٌ اَبُوْبَكْرٍ وَّ عُمَرُ وَعُثْمَانُ وَعَلِيٌّ وَّعُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ

✧✧ سفیان بیان کرتے ہیں: خلفاء پانچ ہیں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ' حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ۔

## بَاب فِي الْخُلَفَاءِ

## باب 10: خلفاء کا بیان

### خلافت راشدہ اور خلفائے راشدین کا بیان

اس سے پہلے کہ "خلفائے راشدین" کے حالات پڑھے جائیں ضرورت ہے کہ خلافتِ راشدہ کا مفہوم و منشاء سمجھ لیا جائے، خلافت کے لغوی معنی جانشینی اور کسی کی جگہ پر اس کے بعد بیٹھنے کے ہیں، یہ لفظ خود اپنے مفہوم و منشاء کو ظاہر کر رہا ہے کہ وہ ایک اصل کا سایہ، ایک آئینہ کا عکس اور ایک حقیقی منصب کی قائم مقامی ہے، اسی کو امام کے لفظ سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے اور یہ دونوں لفظ خلیفہ اور امام ایک ہی شخص کی دو مختلف حیثیتوں کو ظاہر کرتے ہیں، اپنے پیش رو کے نائب اور قائم مقام ہونے کے لحاظ سے وہ خلیفہ اور اپنے زمانے کے پیروؤں کے لحاظ سے وہ امام اور پیشوا ہے، اس بنا پر درحقیقت خلافت و امامت پیغمبر کی قائم مقامی اور اس کے

حدیث 34:

اخرجه الطبرانی فی "معجمه الاوسط" رقم الحدیث:810 اخرجه امام احمد فی "فضائل الصحابة" رقم الحدیث :136

بعداس کی امت کی پیشوائی ہے، صحیحین میں یہ حدیث ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم سے پہلے بنی اسرائیل میں پیغمبر اورانبیاء سیاست کرتے تھے، جب ایک پیغمبر مرتا تھا تو دوسرا پیغمبر پیدا ہوتا تھا؛ لیکن پیغمبری اب ختم ہوگئی، تم میں خلفاء ہوں گے۔

اس سے واضح ہوتا ہے کہ خلافت، پیغمبری کی نیابت اور قائم مقامی ہے اور نبوت کے بعد اسلام میں یہ سب سے بڑا درجہ اوررتبہ ہے، اسی لئے ان امور میں جن کی نسبت پیغمبری کی وحی اور فیصلہ موجود نہ ہو اس کا حکم اور فیصلہ بھی واجب الاطاعت ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے بعد میرے ہدایت پائے ہوئے جانشینوں کی پیروی کرو، اسی لئے ایک پیغمبر کے انتخاب کے لئے ظاہری حیثیت سے اس کی سیاسی وانتظامی استعداد وصلاحیت کو دیکھا جائے، اس سے بہت زیادہ اس کے اندر پیغمبرانہ صحبت کی اثر پذیرائی اوراس کے روحانی وعلمی واخلاقی فضائل ومناقب کی تلاش کرنی چاہئے، ان چار بزرگوں کا درجہ بدرجہ اس منصبِ اعظم کے لئے انتخاب اس نقطہ نظر کی تشریح وتوضیح ہے۔

اسلام میں خلافت کے فرائض اس قدر وسیع اور عالمگیر ہیں کہ تمام دینی ودنیوی مقاصد کی تکمیل اس کے تحت میں آجاتی ہے؛ لیکن ان کی اجمالی تشریح صرف ایک فقرہ میں کی جاسکتی ہے، یعنی پیغمبر کے کاموں کو قائم اور باقی اور ہر خارجی آمیزش سے پاک وصاف رکھنا اوران کو ترقی دینا، یہ فقرہ ایک لفظ میں بھی سما سکتا ہے، یعنی اقامتِ دین لیکن یہ لفظ خود اس قدر وسیع ہے کہ تمام دینی ودنیوی مقاصد کو شامل ہوجاتا ہے اور اقامت ارکانِ اسلام مثلاً نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، امر بالمعروف ونہی عن المنکر، جہاد، منصب قضاۃ، اقامتِ حدود اور وعظ وپند وتعلیم وغیرہ سب اس کے جزئیات میں داخل ہوجاتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک زندگی ان ہی مقاصد کی تکمیل میں صرف ہوئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جو لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ وجانشین ہوئے، انہوں نے بھی اپنی زندگی کو ان ہی مقاصد کی تکمیل کے لئے وقف کیا، خلفاء کے دور؛ بلکہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں اگرچہ ان مقاصد کی تکمیل کے لئے الگ الگ اشخاص مقرر تھے، مثلاً نماز کی امامت اور صدقات وزکوٰۃ کے وصول کرنے کا کام مخصوص اشخاص سے متعلق تھا، برائیوں پر روک ٹوک کرنے کے لئے اور اشخاص معین تھے، مقدمات کے فیصلہ کا کام مخصوص اشخاص سے لیا جاتا تھا، قرآن وسنت کی تعلیم اور لوگ دیتے تھے؛ لیکن خلافت کی تعریف ان تمام مقاصد کو شامل ہے، اس لئے ان اشخاص کے لئے متفرق طور پر جن اوصاف کی ضرورت ہے خلیفہ کو ان سب کا جامع ہونا چاہئے؛ لیکن ان ظاہری اوصاف کے علاوہ روحانی فضائل کے لحاظ سے خلیفہ میں پیغمبرانہ تعلیم وتاثیر کا فیضان پورے جوش کے ساتھ جاری رہتا ہے، پیغمبر جن لوگوں میں اس قسم کی روحانی استعداد دیکھتا ہے، اشارات وتلویحات کے ذریعہ ان ہی کو اپنا خلیفہ اور جانشین مقرر کرتا ہے، زمانہ کے انقلاب اور حالات کے تغیر نے اسلام کے حقیقی نصب العین کو چالیس سال کے بعد بدل دیا اوران لوگوں کے ہاتھوں میں یہ منصب چلا گیا جو اندرونی وباطنی وروحانی حیثیت سے اس کے لائق نہ تھے؛ بلکہ ان کو صرف ظاہری طور پر ثقہ، متدین، پاکباز، پابند ارکانِ اسلام اور عالم بالکتاب والسنۃ دیکھ کر امام وخلیفہ تسلیم کرلیا گیا؛ لیکن ایک پیغمبر کی نگاہ ان ظاہری صفات کے ساتھ مخصوص روحانی فضائل وکمالات پر بھی پڑتی ہے اوران ہی فضائل وکمالات کے لحاظ سے قرآن وحدیث میں ایسے مخصوص اشارات پائے جاتے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ خلافت کاملہ کا حقیقی مستحق صرف صحابہ رضی اللہ عنہم کا گروہ تھا؛ چنانچہ حضرت

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ خداوند تعالیٰ نے اپنے بندوں کے دل دیکھے تو ان میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل کو سب سے بہتر پایا، اس لئے اس کو چن لیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیغمبر بنا کر مبعوث فرمایا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل کے بعد اپنے بندوں کے دل دیکھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب رضی اللہ عنہ کے دل کو سب سے بہتر پایا اس لئے ان کو اپنا وزیر بنالیا، جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی حفاظت کے لئے جنگ کرتے ہیں۔

لیکن یہ ظاہر ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کا پورا گروہ خلیفہ نہیں ہوسکتا تھا، اس لئے خود اس گروہ میں ایسے مخصوص قیود اوصاف کا اضافہ کیا گیا جس سے خلافت کا مفہوم خدا اور رسول کے منشاء کے مطابق محدود ہو کر بالکل مکمل ہو جائے اور جن لوگوں میں یہ اوصاف موجود ہوں ان کی نسبت یہ اطمینان حاصل ہو سکے کہ وہ خلافت کو صحیح اصول پر چلائیں گے؛ چنانچہ قرآن وحدیث کے اشارات وتلویحات سے خلافت کے مفہوم کی تکمیل کے لئے جن مخصوص اوصاف کی ضرورت ہے وہ یہ ہیں:

خلیفہ مہاجرین اول میں سے ہو، صلح حدیبیہ اور دوسرے اہم غزوات مثلاً بدر وتبوک میں شامل اور سورہ نور کے اترنے کے وقت موجود رہا ہو؛ چنانچہ خداوند تعالیٰ مہاجرین اول کے متعلق فرماتا ہے۔

اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِى الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ

وہ لوگ جن کو ہم اگر زمین میں جگہ دیدیں گے تو یہ لوگ نماز قائم کریں گے زکوٰۃ دیں گے، نیکی کا حکم دیں گے اور برائی سے روکیں گے۔ (الحج)

اور یہ تمام چیزیں مقاصد خلافت میں شامل ہیں، شرکائے صلح حدیبیہ کی نسبت ارشاد ہوتا ہے:

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ۝ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ ۔ (الفتح)

محمد رسول اللہ اور جو لوگ آپ کے ساتھ ہیں کفار پر سخت ہیں۔

جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اس گروہ کے ذریعہ سے اعلاء کلمۃ اللہ ہوگا جو خلافت کا سب سے بڑا مقصد ہے، جو لوگ سورہ نور کے اترنے کے وقت موجود تھے ان کی نسبت ارشاد ہوتا ہے:

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِى الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۝ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِى ارْتَضٰى لَهُمْ ۔ (نور)

تم میں سے جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کئے ان سے خدا نے وعدہ کیا ہے کہ ان کو زمین کا خلیفہ بنائے گا جیسا کہ ان لوگوں کو خلیفہ بنا چکا ہے جو ان سے پہلے تھے اور ان کے اس دین کو جو ان کے لئے پسند کیا ہے مضبوط کر دے گا۔

اب اس آیت میں "منکم" کے لفظ سے وہی جماعت مراد ہے جو اس موقع پر موجود تھی اور یہ اگر عام مسلمان مراد ہوتے تو ایمان وعمل صالح کے لحاظ کے ساتھ یہ لفظ بیکار ہو جاتا، بہر حال اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ اس مخصوص جماعت سے خدا نے خلافت کا وعدہ کیا ہے اور اس کے ذریعہ سے دین کو استحکام حاصل ہوگا، شرکائے بدر وتبوک کے فضائل میں اس قسم کی آیات واحادیث وارد ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ خلافت کے لئے جن اوصاف کی ضرورت ہے وہ ان میں موجود تھے۔

(۱) وہ مبشر بالجنہ ہیں۔

(۲) وہ امت کے طبقہ علیاء یعنی صدیقین، شہداء، صالحین، اور محدثین میں شامل ہو اور جنت میں ان کا درجہ بلند ہو۔

(۳) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معاملہ اس کے ساتھ ایسا ہو جیسا کہ مستحق خلافت کے ساتھ ہو سکتا ہے، مثلاً آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے استحقاقِ خلافت کا ذکر کیا ہو، ایسے قرائن بیان فرمائے ہوں کہ جن سے فقہاء صحابہ رضی اللہ عنہم نے یہ سمجھا کہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم خلیفہ بناتے تو اسی شخص کو بناتے جو کام نبوت سے تعلق رکھتے ہوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی زندگی میں اس سے لئے ہوں۔

(۴) خداوند تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو وعدے کئے ہوں وہ اس کی ذات سے پورے ہوں۔

(۶) اس کا قول حجت ہو۔

یہ اوصاف اگر چہ متفرق طور پر بہت سے صحابہ رضی اللہ عنہم میں پائے جاتے تھے؛ لیکن ان کا مجموعہ صرف خلفائے اربعہ رضی اللہ عنہ کی ذات تھی؛ چنانچہ ان اوصاف کو اگر بہ ترتیب پیش نظر رکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ ان میں سے کوئی وصف ایسا نہیں ہے جو ان کی ذات میں موجود نہ تھا، یہ لوگ مہاجرین اولین میں سے تھے، صلح حدیبیہ میں شریک تھے، بدر، احد اور تبوک اور دوسرے اہم غزوات میں شریک تھے اور سورہ نور کے اترنے کے وقت موجود تھے، مبشر بالجنۃ تھے، امت کے طبقہ علیا سے تھے؛ چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت علی، حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ ایک پہاڑ پر تھے کہ ایک چٹان ہلنے لگی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت فرمایا ٹھہر تجھ پر صرف نبی یا صدیق یا شہید ہیں۔

ہر ایک خلیفہ کے متعلق الگ الگ بھی اس قسم کی حدیثیں وارد ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ تمام امت میں نہایت بلند درجہ رکھتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی نسبت ارشاد فرمایا کیا تم پہلے شخص نہیں ہو جو میری اُمت میں جنت میں داخل ہوگے، تم حوضِ کوثر پر میرے رفیق ہو اور غار میں میرے رفیق تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نسبت ارشاد ہوا کہ گذشتہ امتوں میں محدثین تھے اگر میری امت میں کوئی محدث ہوگا تو وہ عمر رضی اللہ عنہ ہوں گے، بہت سی آیتیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے کے مطابق نازل ہوئی ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ اس حدیث کے مصداق تھے، حضرت عثمان کی نسبت فرمایا کہ جس سے فرشتے شرماتے ہیں کیا میں اس سے نہ شرماؤں، ہر پیغمبر کے رفیق ہوتے ہیں اور جنت میں میرا رفیق عثمان رضی اللہ عنہ ہے، حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی نسبت ارشاد ہوا کہ کیا تم یہ پسند نہیں کرتے کہ میرے ساتھ تم کو وہی نسبت حاصل ہو جو ہارون علیہ السلام کو موسیٰ کے ساتھ تھی، کل میں یہ جھنڈا ایسے شخص کو دوں گا جو اللہ اور اس کے رسول کو محبوب رکھتا ہے اور اس کو اللہ اور اس کے رسول محبوب رکھتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان بزرگوں کے ایسے اوصاف بیان فرمائے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ وہی خلافت کے حقیقی مستحق تھے؛ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت پر سب سے زیادہ رحم دل ابوبکر رضی اللہ عنہ، خدا کے بارے میں

سب سے زیادہ بولنے والے عمر رضی اللہ عنہ، سب سے زیادہ حیادار عثمان رضی اللہ عنہ اور سب سے بڑے قاضی علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہیں، ایک حدیث میں ہے کہ اگر تم لوگ ابوبکر رضی اللہ عنہ کو امیر بناؤ گے تو ان کو دنیا کا حقیر سمجھنے والا اور آخرت کا شائق پاؤ گے، اگر عمر رضی اللہ عنہ کو امیر بناؤ گے تو ان کو قوی امین پاؤ گے اور میرا خیال ہے کہ تم لوگ ایسا نہ کرو گے تو ان کو ہدایت کرنے والا اور ہدایت یافتہ پاؤ گے۔

ان اوصاف کے ساتھ جو کام منصب نبوت سے تعلق رکھتے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی میں ان سے دو کام لئے ہیں، مثلاً ابوبکر رضی اللہ عنہ کو متعدد مواقع پر اپنی جگہ امام بنایا ہے اور امیر الحج مقرر فرمایا ہے، مسلمانوں کے معاملہ میں ہمیشہ شیخین سے مشورے کئے ہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بعض غزوات کا امیر بنایا ہے اور صدقات مدینہ کا عامل مقرر فرمایا ہے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے صلح حدیبیہ کے زمانہ میں سفیر کا کام لیا ہے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو یمن کا قاضی مقرر کر کے بھیجا ہے۔

خداوند تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو وعدہ کئے تھے وہ ان کے زمانے میں پورے ہوئے، مثلاً اقامت صلوٰۃ، ایتائے زکوٰۃ، امر بالمعروف، نہی عن المنکر اور تمکین وتقویت دین سے وہ وعدے پورے ہوئے جو آیت "اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ "(الحج) اور "وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ آمَنُوْا مِنْكُمْ "(النور) میں کئے گئے تھے، اسلام کے مقابل میں یہودیت نصرانیت اور مجوسیت کے مغلوب ہو جانے سے، لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ (الاحقاف) کی بشارت پوری ہوئی اور فتوحات کی کثرت نے آیۃ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرَاةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ (الفتح) کی موعودہ خیر و برکت کو پورا کیا، آیۃ مَن آیۃ مِنْكُمْ میں مرتدین کی جنگ کی طرف جو اشارہ ہے وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ہوئی، اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ (القیامۃ) میں کتابی شکل میں قرآن مجید کی تدوین کی طرف جو اشارہ ہے اس کی تکمیل حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی کوششوں سے ہوئی قتال خوارج کی نسبت حدیث میں آیا ہے کہ اگر میں ان کو پاتا تو عاد کی طرح قتل کر ڈالتا اور ان کی جنگ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے زمانہ میں ہوئی۔

امور دین میں خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصریح کے مطابق ان کا قول وفعل حجت تھا؛ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم پر میری سنت اور میرے بعد خلفائے راشدین رضی اللہ عنہ کی سنت اتباع فرض ہے، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میرے بعد کے لوگوں میں ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ کی تقلید کرو۔

غرض اس قسم کے بے شمار فضائل ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ خدا اور رسول کی مرضی کے مطابق خلافت کے حقیقی مستحق اور اس کی تعریف کا صحیح مصداق صرف خلفائے اربعہ رضی اللہ عنہ تھے اور ان کے کارنامہ ہائے زندگی بھی جو اس کتاب میں مذکور ہیں، اس کی تصدیق کریں گے۔

**37**- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ فَارِسٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ مُحَمَّدٌ كَتَبْتُهُ مِنْ كِتَابِهِ قَالَ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ يُحَدِّثُ اَنَّ رَجُلًا اَتٰى اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنِّيْ اَرَى اللَّيْلَةَ ظُلَّةً يَنْطِفُ مِنْهَا السَّمْنُ وَالْعَسَلُ فَاَرَى النَّاسَ يَتَكَفَّفُوْنَ

بِاَيْدِيهِمْ فَالْمُسْتَكْثِرُ وَالْمُسْتَقِلُّ وَاَرَى سَبَبًا وَّاصِلًا مِنَ السَّمَاءِ اِلَى الْاَرْضِ فَاَرَاكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَخَذْتَ بِهٖ فَعَلَوْتَ بِهٖ ثُمَّ اَخَذَ بِهٖ رَجُلٌ اٰخَرُ فَعَلَا بِهٖ ثُمَّ اَخَذَ بِهٖ رَجُلٌ اٰخَرُ فَعَلَا بِهٖ ثُمَّ اَخَذَ بِهٖ رَجُلٌ اٰخَرُ فَانْقَطَعَ ثُمَّ وُصِلَ فَعَلَا بِهٖ قَالَ اَبُوْ بَكْرٍ بِاَبِىْ وَاُمِّىْ لَتَدَعَنِّىْ فَلَاُعَبِّرَنَّهَا فَقَالَ اعْبُرْهَا قَالَ اَمَّا الظُّلَّةُ فَظُلَّةُ الْاِسْلَامِ وَاَمَّا مَا يَنْطِفُ مِنَ السَّمْنِ وَالْعَسَلِ فَهُوَ الْقُرْاٰنُ لِيْنُهٗ وَحَلَاوَتُهٗ وَاَمَّا الْمُسْتَكْثِرُ وَالْمُسْتَقِلُّ فَهُوَ الْمُسْتَكْثِرُ مِنَ الْقُرْاٰنِ وَالْمُسْتَقِلُّ مِنْهُ وَاَمَّا السَّبَبُ الْوَاصِلُ مِنَ السَّمَاءِ اِلَى الْاَرْضِ فَهُوَ الْحَقُّ الَّذِىْ اَنْتَ عَلَيْهِ تَاْخُذُ بِهٖ فَيُعْلِيكَ اللّٰهُ ثُمَّ يَاْخُذُ بِهٖ بَعْدَكَ رَجُلٌ فَيَعْلُو بِهٖ ثُمَّ يَاْخُذُ بِهٖ رَجُلٌ اٰخَرُ فَيَعْلُو بِهٖ ثُمَّ يَاْخُذُ بِهٖ رَجُلٌ اٰخَرُ فَيَنْقَطِعُ ثُمَّ يُوْصَلُ لَهٗ فَيَعْلُو بِهٖ اَىْ رَسُوْلَ اللّٰهِ لَتُحَدِّثَنِّىْ اَصَبْتُ اَمْ اَخْطَاْتُ فَقَالَ اَصَبْتَ بَعْضًا وَّاَخْطَاْتَ بَعْضًا فَقَالَ اَقْسَمْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَتُحَدِّثَنِّىْ مَا الَّذِىْ اَخْطَاْتُ فَقَالَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُقْسِمْ

✧✧ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نقل کرتے ہیں' حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' ایک شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور بولا: میں نے گزشتہ رات خواب میں ایک بادل دیکھا جس میں سے گھی اور شہد ٹپک رہا ہے میں نے لوگوں کو دیکھا وہ اسے اپنے ہاتھوں میں لے رہے ہیں۔ کچھ لوگ زیادہ لے رہے ہیں کچھ لوگ کم لے رہے ہیں۔ پھر میں نے ایک رسی دیکھی جو آسمان سے لے کر زمین تک آئی ہوئی تھی۔ پھر میں نے آپ کو دیکھا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! آپ نے اسے تھاما اور اس کے ذریعے اوپر چڑھ گئے۔ پھر ایک اور شخص نے اسے تھاما اور وہ بھی اوپر چڑھ گیا۔ پھر ایک اور شخص نے اسے تھاما اور وہ بھی اوپر چڑھ گیا۔ پھر ایک اور شخص نے اسے پکڑا تو وہ ٹوٹ گئی۔ پھر وہ جڑ گئی تو وہ بھی اس کے ذریعے اوپر چلا گیا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، مجھے موقع دیجئے کہ میں اس کی تعبیر بیان کروں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تم اس کی تعبیر بیان کرو۔ انہوں نے عرض کی: اس بادل سے مراد اسلام کا بادل ہے اور اس شہد اور گھی ٹپکنے سے مراد قرآن ہے اس کی نرمی اور اس کی حلاوت ہے اور زیادہ اور کم وصول کرنے والوں سے مراد وہ لوگ ہیں جو اس کو زیادہ حاصل کرتے ہیں اور جو اسے کم حاصل کرتے ہیں اور آسمان اور زمین کے درمیان لٹکی ہوئی رسی سے مراد وہ حق ہے جس پر آپ گامزن ہیں۔ آپ نے اسے حاصل کیا تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو سربلندی عطا کی۔ پھر آپ کے بعد اسے ایک اور شخص نے حاصل کیا تو وہ بھی سربلند ہوا۔ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! آپ مجھے بتائیے کہ میں نے اس کی صحیح تعبیر کی ہے یا غلط کی ہے؟ آپ نے فرمایا: کچھ صحیح بیان کی ہے اور کچھ غلط بیان کی ہے۔ حضرت

حدیث 37:

اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث:6639
اخرجه مسلم فی "صحیحه" رقم الحدیث:2269
اخرجه الترمذی فی "جامعه" رقم الحدیث:2293
اخرجه ابن ماجه فی "سننه" رقم الحدیث:3918
اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث:2113
اخرجه ابن حبان فی "صحیحه" رقم الحدیث:111
اخرجه النسائی فی "سننه الکبریٰ" رقم الحدیث:7640
اخرجه البیهقی فی "سننه الکبریٰ" رقم الحدیث:19669
اخرجه ابویعلی فی "مسنده" رقم الحدیث:2565
اخرجه الحمیدی فی "مسنده" رقم الحدیث:536
اخرجه امام احمد فی "فضائل الصحابة" رقم الحدیث:590
اخرجه ابن ابی شیبة فی "مصنفه" رقم الحدیث:30481

ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! میں آپ کو قسم دیتا ہوں کہ آپ مجھے بتائیے کہ میں نے کیا غلطی کی ہے؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم قسم نہ دو۔

## حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

حضرت ابوبکر کا اصل نام "عبداللہ" ہے اور ابوقحافہ عثمان کے بیٹے ہیں۔ سلسلہ نسب: عبداللہ ابن ابوقحافہ عثمان ابن عامر ابن عمرو ابن کعب ابن سعد ابن تمیم ابن مرہ جو ساتویں پشت میں جا کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلہ نسب سے مل جاتا ہے حضرت ابوبکر وہ پہلے مرد ہیں جنہوں نے سب سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کی اور ایمان واسلام سے مشرف ہوئے۔ حیات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا ایسا غزوہ اور اہم واقعہ نہیں ہے جس میں ان کی شرکت، رفاقت اور ہمراہی کا شرف حاصل نہ ہوا ہو، یہ واحد شخص ہیں جو نہ تو اپنے زمانہ جاہلیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جدا رہے اور نہ زمانہ اسلام میں کبھی جدا ہوئے۔ جو خود بھی صحابی ہو اس کے ماں باپ بھی صحابی ہوں۔ اس کی اولاد بھی صحابی ہو اور اولاد کی اولاد بھی صحابی ہو، یہ عظیم تر خصوصیت اگر کسی صحابی کو حاصل ہے تو وہ صرف حضرت ابوبکر صدیق ہیں، حضرت ابوبکر نہ صرف سیرت اور باطن کے اعتبار سے تمام صحابہ میں بے مثال تھے بلکہ ان کا سراپا اور ظاہری جمال بھی مثالی تھا۔ سفید رنگت ہلکا جسم، ابھری ہوئی پیشانی، خفیف رخسارے اور خوبصورت آنکھیں، ان سب نے ملکران کی شخصیت کو بڑی دل آویز اور پرکشش بنا دیا تھا۔ واقعہ فیل کے دو سال چار ماہ اور کچھ روز بعد مکہ شریف میں پیدا ہوئے اور جمادی الثانی ۱۳ھ کی بائیسویں تاریخ (یا آٹھویں) کو منگل کے دن مغرب وعشاء کے درمیان بعمر ۶۳ سال مدینہ منورہ میں آپ کی وفات ہوئی۔ حضرت ابوبکر نے وصیت کی تھی کہ میری میت کو میری بیوی اسما بنت عمیس غسل دیں چنانچہ حضرت اسماء نے آپ کو غسل دیا اور حضرت عمر فاروق نے جنازہ کی نماز پڑھائی۔ دو سال چار ماہ آپ کی خلافت رہی، صحابہ اور تابعین کی بہت بڑی تعداد کو آپ سے روایت حدیث کا شرف حاصل ہے۔ لیکن رحلت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد چونکہ تھوڑے دن زندہ رہے۔ اس کی وجہ سے آپ کی روایتوں کی تعداد بہت قلیل ہے۔

## نام ونسب، خاندان

عبداللہ نام، ابوبکر کنیت، صدیق اور عتیق لقب، والد کا نام عثمان اور کنیت ابوقحافہ، والدہ کا نام سلمٰی اور ام الخیر کنیت، والد کی طرف سے پورا سلسلہ نسب یہ ہے: عبداللہ بن عثمان بن عامر بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ بن کعب بن لوی القرشی التیمی اور والدہ کی طرف سے سلسلہ نسب یہ ہے: ام الخیر بنت صخر بن عامر بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ (طبقات ابن سعد قسم اول جز ثالث)، اس طرح حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا سلسلہ نسب چھٹی پشت میں مرہ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مل جاتا ہے۔

## حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے والد

ابوقحافہ عثمان بن عامر شرفائے مکہ میں سے تھے اور نہایت معمر تھے، ابتداءً جیسا کہ بوڑھوں کا قاعدہ ہے، وہ اسلام کی تحریک کو بازیچہ اطفال سمجھتے تھے؛ چنانچہ حضرت عبداللہ کا بیان ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت فرمائی ہے تو میں آپ صلی اللہ

علیہ وسلم کی تلاش میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے گھر آیا، وہاں ابوقحافہ موجود تھے، انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس طرف سے گزرتے ہوئے دیکھ کر نہایت برہمی سے کہا کہ ان بچوں نے میرے لڑکے کو بھی خراب کر دیا۔ (الاصابہ)

ابوقحافہ فتح مکہ تک نہایت استقلال کے ساتھ اپنے آبائی مذہب پر قائم رہے، فتح مکہ کے بعد جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف فرما تھے وہ اپنے فرزند سعید حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ صدیق کے ساتھ بارگاہ نبوت میں حاضر ہوئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ضعف پیری کو دیکھ کر فرمایا کہ انہیں کیوں تکلیف دی، میں خود ان کے پاس پہنچ جاتا، اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت شفقت سے ان کے سینہ پر ہاتھ پھیرا اور کلمات طیبات تلقین کر کے مشرف باسلام فرمایا، حضرت ابوقحافہ رضی اللہ عنہ نے بڑی عمر پائی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اپنے فرزند ارجمند حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بعد بھی کچھ دنوں تک زندہ رہے، آخر عمر میں بہت ضعیف ہو گئے تھے، آنکھوں کی بصارت جاتی رہی تھی، ۹۷ھ میں برس کی عمر میں وفات پائی۔ (اصابہ

## حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی والدہ

حضرت ام الخیر سلمٰی بنت صخر کو ابتداہی میں حلقہ بگوشان اسلام میں داخل ہونے کا شرف حاصل ہوا، ان سے پہلے صرف انتالیس اصحاب مسلمان ہوئے تھے، یہ قلیل جماعت باعلان اپنے اسلام کا اظہار نہیں کر سکتی تھی اور نہ مشرکین وکفار کو بابانگ دہل دین مبین کی دعوت دے سکتی تھی؛ لیکن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا مذہبی جوش اس بے بسی پر نہایت مضطرب تھا، آپ رضی اللہ عنہ نے ایک روز نہایت اصرار کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت لے کر مجمع عام میں شریعت حقہ کے فضائل ومحامد پر تقریر کی اور کفار ومشرکین کو شرک وبت پرستی چھوڑ کر اسلام قبول کر لینے کی دعوت دی، کفار ومشرکین جن کے کان کبھی ان الفاظ سے مانوس نہ تھے نہایت برہم ہوئے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو نہایت بے رحمی اور خدا ناترسی کے ساتھ اس قدر مارا کہ بالآخر بنی تیم کو باوجود مشرک ہونیکے اپنے قبیلہ کے ایک فرد کو اس حال میں دیکھ کر ترس آگیا اور انہوں نے عام مشرکین کے پنجہ ظلم سے چھڑا کر ان کو مکان تک پہنچا دیا، شب کے وقت بھی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ باوجود درد اور تکلیف کے اپنے والد اور خاندانی اعزہ کو اسلام کی دعوت دیتے رہے، صبح ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پتہ دریافت کر کے اپنی والدہ کے ساتھ ارقم بن ارقم رضی اللہ عنہ کے مکان میں آئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اسلام کی دعوت دی اور وہ مشرف باسلام ہو گئیں۔ (الاصابہ)

حضرت ام الخیر رضی اللہ عنہ نے بھی طویل عمر پائی چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت تک زندہ رہیں؛ لیکن اپنے شوہر سے پہلے وفات پائی۔ (ایضا بحوالہ طبرانی)

## قبل اسلام

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اسلام سے قبل ایک متمول تاجر کی حیثیت رکھتے تھے اور ان کی دیانت، راستبازی اور امانت کا خاص شہرہ تھا اہل مکہ انکو علم تجربہ اور حسن خلق کے باعث نہایت معزز سمجھتے تھے، ایام جاہلیت میں خوں بہا کا مال آپ ہی کے ہاں جمع ہوتا تھا، اگر کبھی کسی دوسرے شخص کے یہاں جمع ہوتا تو قریش اس کو تسلیم نہیں کرتے تھے۔ (کنز العمال)

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ایام جاہلیت میں بھی شراب سے ویسی ہی نفرت تھی جیسی زمانہ اسلام میں، اس قسم کے ایک سوال کے جواب میں فرمایا کہ شراب نوشی میں نقصان آبرو ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بچپن ہی سے ان کو خاص انس اور خلوص تھا اور آپ کے حلقہ احباب میں داخل تھے، اکثر تجارت کے سفروں میں بھی ہمراہی کا شرف حاصل ہوتا تھا۔

## اسلام

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جب خلعت نبوت عطا ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مخفی طور پر احباب مخلصین اور محرمان راز کے سامنے اس حقیقت کو ظاہر فرمایا تو مردوں میں سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے بیعت کے لئے ہاتھ بڑھایا، بعض ارباب سیر نے ان کے قبول اسلام کے متعلق بہت سے طویل قصے نقل کئے ہیں؛ لیکن یہ سب حقیقت سے دور ہیں، اصل یہ ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا آئینہ دل پہلے سے صاف تھا، فقط خورشید حقیقت کی عکس افگنی کی دیر تھی، گذشتہ صحبتوں کے تجربوں نے نبوت کیخط وخال کو اس طرح واضح کر دیا تھا کہ معرفت حق کے لئے کوئی انتظار باقی نہ رہا، البتہ ان کے اول مسلمان ہونے میں بعض مورخین اور اہل آثار نے کلام کیا ہے، بعض روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہ کا اسلام سب سے مقدم ہے، بعض سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہ کو اولیت کا فخر حاصل ہے اور بعض کا خیال ہے کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بھی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے پہلے مسلمان ہو چکے تھے؛ لیکن اس کے مقابلہ میں ایسے اخبار وآثار بھی بکثرت موجود ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ اولیت کا طغرائے شرف وامتیاز صرف اسی ذات گرامی کے لئے مخصوص ہے، حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے ایک قصیدہ سے بھی اسی خیال کی تائید ہوتی ہے:

اذا تذكرة شجوا من اخى ثقة فاذكر اخاك ابابكر بما فعلا

جب تمہیں کسی سچے بھائی کا غم آوے تو اپنے بھائی ابوبکر کو یاد کرو انکے کارناموں کی بناپر

خير البرية اتقاها واعدلها بعد النبى واوفاها بما حملا

وہ تمام مخلوق میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تقویٰ اور عدل کے لحاظ سے بہتر تھے اور انہوں نے جو کچھ اٹھایا اس کو پورا کر کے چھوڑا۔

والثانى التالى المحمود مشهده واول الناس منهم صدق الرسلا

وہی ثانی اور آپ کے بعد متصل ہیں جن کی مشکلات میں موجودگی کی تعریف کی گئی اور وہی پہلے شخص ہیں جنہوں نے رسولوں کی تصدیق کی ہے۔

محققین نے ان مختلف احادیث وآثار میں اس طرح تطبیق دی ہے کہ ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہ عورتوں میں، حضرت علی رضی اللہ عنہ بچوں میں، حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ غلاموں میں اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آزاد اور بالغ

مردوں میں سب سے اول مومن ہیں۔ (فتح الباری)

## اشاعت اسلام

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مسلمان ہونے کے ساتھ ہی دین حنیف کی نشرو اشاعت کے لئے جدوجہد شروع کردی اورصرف آپ کی دعوت پر حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ، حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ، حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ، حضرت طلحہ بن عبداللہ رضی اللہ عنہ جومعدن اسلام کے سب سے تاباں و درخشاں جواہر ہیں مشرف باسلام ہوئے، حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ، حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ اور حضرت خالد بن سعید بن العاص رضی اللہ عنہ بھی آپ ہی کی ہدایت سے دائرہ اسلام میں داخل ہوئے، یہ وہ اکابر صحابہ ہیں جو آسمان اسلام کے اختر ہائے تاباں ہیں؛ لیکن ان ستاروں کا مرکز شمسی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ صدیق ہی کی ذات تھی، اعلانیہ دعوت کے علاوہ ان کا مخفی روحانی اثر بھی سعید روحوں کو اسلام کی طرف مائل کرتا تھا؛ چنانچہ اپنے صحن خانہ میں ایک چھوٹی سی مسجد بنائی تھی اوراس میں نہایت خشوع وخضوع کے ساتھ عبادت الٰہی میں مشغول رہتے تھے، آپ رضی اللہ عنہ نہایت رقیق القلب تھے، قرآن پاک کی تلاوت فرماتے تو آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے لوگ آپ کے گریہ وبکا کو دیکھ کر جمع ہوجاتے اوراس پراثر منظر سے نہات متاثر ہوتے۔ (بخاری باب الهجرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم وصحابہ الی المدینہ)

## مکہ کی زندگی

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بعثت کے بعد کفار کی ایذارسانی کے باوجود تیرہ برس تک مکہ میں تبلیغ ودعوت کا سلسلہ جاری رکھا، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اس بے بسی کی زندگی میں جان، مال، رائے ومشورہ، غرض ہر حیثیت سے آپ صلی اللہ علیہ سلم کے دست وبازو اور رنج وراحت میں شریک رہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم روزانہ صبح وشام حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لے جاتے اور دیر تک مجلس راز قائم رہتی۔ (ایضا) قبائل عرب اور عام مجمعوں میں تبلیغ وہدایت کے لئے جاتے تو یہ بھی ہمرکاب ہوتے اورنسب دانی اور کثرت ملاقات کے باعث لوگوں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا تعارف کراتے۔

(کنز العمال ج: فضائل ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ)

مکہ میں ابتداءً جن لوگوں نے داعی توحید کو لبیک کہا ان میں کثیر تعداد غلاموں اورلونڈیوں کی تھی جو اپنے مشرک آقاوں کے پنجہ ظلم وستم میں گرفتار ہونے کے باعث طرح طرح کی اذیتوں میں مبتلا تھے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان مظلوم بندگان توحید کو ان کے جفا کار مالکوں سے خرید کر آزاد کردیا؛ چنانچہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ، عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ، نذیرہ رضی اللہ عنہ، نہدیہ رضی اللہ عنہ، جاریہ رضی اللہ عنہ، بنی مومل رضی اللہ عنہ اور بنت نہدیہ وغیرہ نے اسی صدیقی جودوکرم کے ذریعہ سے نجات پائی۔

کفار جب کبھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر دست تعدی دراز کرتے تو یہ مخلص جانثار خطرہ میں پڑکر خودسینہ سپر ہوجاتا، ایک دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خانہ کعبہ میں تقریر فرمارہے تھے مشرکین اس تقریر سے سخت برہم ہوئے اوراس قدر مارا کہ آپ صلی اللہ علیہ

وسلم بے ہوش ہوگئے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بڑھ کر کہا خدا تم سے سمجھے کیا تم صرف ان کو اس لئے قتل کردو گے کہ ایک خدا کا نام لیتے ہیں (فتح الباری ج)، اسی طرح ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے کہ اسی حالت میں عقبہ بن معیط نے اپنی چادر سے گلوئے مبارک میں پھندا ڈال دیا، اس وقت اتفاقاً حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پہنچ گئے اور اس نانہجار کی گردن پکڑ کر خیرالانام علیہ السلام سے علیحدہ کیا اور فرمایا کیا تم اس کو قتل کرو گے جو تمہارے پاس خدا کی نشانیاں لایا اور کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے۔ (بخاری باب مالقی النبی صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ من المشرکین بمکہ)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ میں رشتہ مصاہرت مکہ ہی میں قائم ہوا یعنی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں آئیں؛ لیکن رخصتی ہجرت کے دو سال بعد ہوئی۔

## ہجرت حبشہ کا قصد اور واپسی

ابتداءً مشرکین قریش نے مسلمانوں کی قلیل جماعت کو چنداں اہمیت نہ دی؛ لیکن جب انہوں نے دیکھا کہ روز بروز ان کی تعداد بڑھتی جاتی ہے اور اسلام کا حلقہ اثر وسیع ہوتا جاتا ہے تو نہایت سختی سے انہوں نے اس تحریک کا سدباب کرنا چاہا، ایذا اور تکلیف رسانی کی تمام ممکن صورتیں عمل میں لانے لگے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اپنے جانثاروں کو ان مصائب میں مبتلا پایا تو ستم زدوں کو حبش کی طرف ہجرت کی اجازت دی اور بہت سے مسلمان حبش کی طرف روانہ ہوگئے، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی باوجود وجاہت ذاتی اور اعزاز خاندانی کے اس دار وگیر سے محفوظ نہ تھے؛ چنانچہ جب حضرت طلحہ بن عبداللہ ان کی تبلیغ سے حلقہ بگوش اسلام ہوئے تو حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے چچا نوفل بن خویلد نے ان دونوں کو ایک ساتھ باندھ کر مارا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے خاندان نے کچھ حمایت نہ کی (طبقات ابن سعد قسم اول جز ثالث: یہ واقدی کی روایت ہے) ان اذیتوں سے مجبور ہوکر آپ رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت لی اور رخت سفر باندھ کر عازم حبش ہوئے، جب مقام برک الغماد میں پہنچے تو ابن الدغنہ رئیس قارہ سے ملاقات ہوئی، اس نے پوچھا ابوبکر کہاں کا قصد ہے؟ آپ نے فرمایا کہ قوم نے مجھے جلاوطن کردیا ہے، اب ارادہ ہے کہ کسی اور ملک کو چلا جاؤں اور آزادی سے خدا کی عبادت کروں، ابن الدغنہ نے کہا کہ تم سا آدمی جلاوطن نہیں کیا جاسکتا تم مفلس وبینوا کی دستگیری کرتے ہو، قرابت داروں کا خیال رکھتے ہو، مہمان نوازی کرتے ہو، مصیبت زدوں کی اعانت کرتے ہو، میرے ساتھ واپس چلو اور اپنے وطن ہی میں اپنے خدا کی عبادت کرو؛ چنانچہ آپ ابن الدغنہ کے ساتھ پھر مکہ واپس آئے ابن الدغنہ نے قریش میں پھر کر اعلان کردیا کہ آج سے ابوبکر رضی اللہ عنہ میری امان میں ہیں، ایسے شخص کو جلاوطن نہ کرنا چاہئے جو محتاجوں کی خبر گیری کرتا ہے، قرابت داروں کا خیال رکھتا ہے، مہمان نوازی کرتا ہے اور مصائب میں لوگوں کے کام آتا ہے، قریش نے ابن الدغنہ کی امان کو تسلیم کیا؛ لیکن فرمائش کی کہ ابوبکر کو سمجھا دو کہ وہ جب اور جس طرح جی چاہے اپنے گھر میں نمازیں پڑھے اور قرآن کی تلاوت کریں؛ لیکن گھر سے باہر نمازیں پڑھنے کی ان کو اجازت نہیں مگر جیسا کہ پہلے ذکر آچکا ہے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عبادت الٰہی کے لئے اپنے صحن خانہ میں ایک مسجد بنالی تھی، کفار کو اس پر بھی اعتراض ہوا، انہوں نے ابن الدغنہ کو خبر دی کہ ہم نے تمہاری ذمہ داری پر ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اس شرط پر امان دی تھی کہ وہ اپنے مکان میں چھپ کر اپنے مذہبی فرائض ادا کریں،

لیکن اب وہ صحن خانہ میں مسجد بنا کر اعلان کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں، اس سے ہم کو خوف ہے کہ ہماری عورتیں اور بچے متاثر ہو کر اپنے آبائی مذہب سے بدعقیدہ نہ ہو جائیں، اس لئے تم انہیں مطلع کر دو کہ اس سے باز آ جائیں ورنہ تم کو ذمہ داری سے بری سمجھیں، ابن الدغنہ نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے جا کر کہا، تم جانتے ہو کہ میں نے کس شرط پر تمہاری حفاظت کا ذمہ لیا ہے، اس لئے یا تو تم اس پر قائم رہو یا مجھے ذمہ داری سے بری سمجھو، میں نہیں چاہتا کہ عرب میں مشہور ہو کہ میں نے کسی کے ساتھ بدعہدی کی، لیکن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے نہایت استغنا کے ساتھ جواب دیا کہ مجھے تمہاری پناہ کی حاجت نہیں میرے لئے خدا اور اسکے رسول کی پناہ کافی ہے۔ (بخاری جلد اول باب ہجرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ الی المدینہ)

## ہجرت مدینہ اور خدمت رسول

کفار ومشرکین کا دست ستم روز بروز زیادہ دراز ہوتا گیا تو آپ نے پھر دوبارہ ہجرت کا قصد فرمایا اس وقت تک مدینہ کی سرزمین نور اسلام سے منور ہو چکی تھی اور ستم رسیدہ مسلمانوں کو نہایت خلوص ومحبت کے ساتھ اپنے دامن میں پناہ دے رہی تھی، اس لئے اس دفعہ آپ نے مدینہ کو اپنی منزل قرار دیا اور ہجرت کی تیاری شروع کر دی، لیکن بارگاہ نبوت سے یہ حکم ہوا کہ ابھی عجلت سے کام نہ کرو، امید ہے کہ خدائے پاک کی طرف سے مجھے بھی ہجرت کا حکم ہوگا، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نہایت تعجب سے پوچھا میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں کیا آپ کو بھی ہجرت کا حکم ہوگا؟ ارشاد ہوا، "ہاں" عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے ہمراہی کا شرف نصیب ہو، "فرمایا ہاں! تم ساتھ چلو گے" اس بشارت کے بعد ارادہ ملتوی کر دیا اور چار ماہ تک منتظر رہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عموماً صبح وشام حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لایا کرتے تھے، ایک روز منہ کو چھپائے ہوئے خلاف معمول ناوقت تشریف لائے اور فرمایا کہ کوئی ہو تو ہٹا دو میں کچھ باتیں کرنا چاہتا ہوں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ گھر والوں کے سوا اور کوئی نہیں ہے، یہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اندر تشریف لائے اور فرمایا کہ مجھے ہجرت کا حکم ہو گیا ہے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پھر ہمراہی کی تمنا ظاہر کی، ارشاد ہوا ہاں تیار ہو جاؤ وہ تو چار مہینے سے اسی انتظار میں بیٹھے ہوئے تھے، فوراً تیار ہو گئے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت اسماء رضی اللہ عنہ نے جلدی جلدی رخت سفر درست کیا، حضرت اسماء رضی اللہ عنہ کو توشہ دان باندھنے کے لئے کوئی چیز نہیں ملی تو انہوں نے اپنا کمر بند پھاڑ کر باندھا اور دربار نبوت سے ذات النطاقین کا خطاب پایا، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پہلے ہی سے دو اونٹ تیار کر لئے تھے، ایک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا اور ایک پر خود سوار ہوئے، اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم وصدیق رضی اللہ عنہ کا مختصر قافلہ راہی مدینہ ہوا۔ (بخاری جلد باب ہجرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ الی المدینۃ)

اس قافلہ کی پہلی منزل غار ثور تھی، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے غار میں پہلے داخل ہو کر اس کو درست کیا، جو سوراخ اور بھٹ نظر آئے ان کو بند کیا، پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اندر تشریف لانے کے لئے عرض کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس غار میں داخل ہوئے اور اپنے رفیق مونس کے زانو پر سر مبارک رکھ کر مشغول استراحت ہو گئے، اتفاقاً اسی حالت میں ایک سوراخ سے جو بند ہونے سے رہ گیا تھا ایک زہریلے سانپ نے سر نکالا، لیکن اس خادم جاں نثار نے اپنے آقا کی راحت میں خلل انداز ہونا گوارہ نہ کیا

اور خود اپنی جان کو خطرہ میں ڈال کر اس پر پاؤں رکھ دیا، سانپ نے کاٹ لیا زہر اثر کرنے لگا درد وکرب کے باعث آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے؛ لیکن اس وفا شعار رفیق نے اپنے جسم کو حرکت نہ دی کہ اس سے خواب راحت میں خلل اندازی ہوگی، اتفاقا آنسو کا ایک قطرہ ڈھلک کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ انور پر ٹپکا جس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہو گئے اور اپنے مخلص غمگسار کو بے چین دیکھ کر فرمایا ابوبکر کیا ہے؟ عرض کیا میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر فدا ہوں، سانپ نے کاٹ لیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی وقت اس مقام پر اپنا لعاب دہن لگا دیا، اس تریاق سے زہر کا اثر دور ہو گیا۔ (زرقانی)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے صاحبزادے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو ہدایت کردی تھی کہ دن کو مکہ میں جو واقعات پیش آئیں رات کو ہمارے پاس آ کر ان کی اطلاع کرتے رہنا، اسی طرح اپنے غلام عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ کو حکم دیا تھا کہ مکہ کی چراگاہ میں بکریاں چرائیں اور رات کے وقت غار کے پاس لے آئیں، چنانچہ صبح کے وقت جب حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ واپس آتے تو حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ ان کے نشان قدم پر بکریاں لائے تاکہ نشان مٹ جائے اور کسی کو شبہ نہ ہو، رات کے وقت انہی بکریوں کا تازہ دودھ غذا کے کام آتا غرض تین دن اور تین راتیں اسی حالت میں بسر ہوئیں اور یہ تمام کاروائی اس احتیاط سے عمل میں آتی تھی کہ قریش کو ذرا بھی شبہ نہ ہوا۔

اس عرصہ میں کفار بھی اپنی کوششوں سے غافل نہ تھے جس روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت فرمائی ہے اسی روز قریش کی مجلس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کا فتویٰ صادر ہو چکا تھا اور تمام ضروری تدبیریں عمل میں آچکی تھیں؛ چنانچہ ابوجہل وغیرہ نے اس روز رات بھر کاشانہ اقدس کا محاصرہ رکھا؛ لیکن جب وقت معین پر خواب گاہ میں داخل ہوئے تو وہ گوہر مقصود سے خالی تھا، وہاں سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دولت کدہ پر گئے اور حضرت اسماء رضی اللہ عنہ سے ان کے والد کو دریافت کیا، انہوں نے لاعلمی ظاہر کی تو ابوجہل نے غضبناک ہو کر زور سے ایک طمانچہ مارا اور اسے یقین ہو گیا کہ یہ دونوں ایک ساتھ یہاں سے روانہ ہو گئے۔ (سیرت ابن ہشام)

قریش اپنی ناکامی پر سخت برہم ہوئے، اسی وقت اعلان کیا گیا کہ جو شخص محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو گرفتار کر کے لائے گا اس کو سو اونٹ انعام میں دیئے جائیں گے؛ چنانچہ متعدد بہادروں نے مذہبی جوش اور انعام کی طمع میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاش شروع کی، مکہ کے اطراف میں کوئی آبادی، ویرانہ، جنگل اور پہاڑیاں، سنسان میدان ایسا نہ ہوگا جس کا جائزہ نہ لیا گیا ہو، یہاں تک کہ ایک جماعت غار کے پاس پہنچی، اسوقت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو نہایت اضطراب ہوا اور حزن ویاس کے عالم میں بولے "اگر وہ ذرا بھی نیچے کی طرف نگاہ کریں گے تو ہم دیکھ لئے جائیں گے" آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو تشفی دی اور فرمایا مایوس وغمزدہ نہ ہوں، ہم صرف دو نہیں ہیں، ایک تیسرا (یعنی خدا) بھی ہمارے ساتھ ہے (مسلم فضائل ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ)، اس تشفی آمیز فقرہ سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اطمینان ہو گیا اور ان کا مضطرب دل امداد غیبی کے تیقن پر لازوال جرات واستقلال سے مملو ہو گیا، خدا کی قدرت کہ کفار جو تلاش کرتے ہوئے اس غار تک پہنچے تھے، ان کو مطلق محسوس نہ ہوا کہ ان کا گوہر مقصود اسی کان میں پنہاں ہے اور وہ ناکام واپس چلے گئے۔

چوتھے روز یہ کارواں آگے روانہ ہوا، اب اس میں بجائے دو کے چار آدمی تھے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے غلام عامر بن فہیرہ کو راستہ کی خدمات کے لئے پیچھے بٹھالیا ہے، عبد بن اریقط آگے آگے راستہ بتاتا جاتا ہے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ مہبط وحی والہام کی حفاظت کے لئے کبھی آگے بڑھ جاتے ہیں اور کبھی پیچھے ہوجاتے ہیں، اسی اثنا میں سراقہ بن جعشم قریش کا ہرکارہ گھوڑا اڑاتا ہوا قریب پہنچ گیا، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے خوفزدہ ہوکر کہا "یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ سوار قریب پہنچ گیا" ارشاد ہوا، غمگین نہ ہو، خدا ہمارے ساتھ ہے" بارگاہ رب العالمین میں دعا کی، اس کا اثر یہ ہوا کہ سراقہ کے گھوڑے کے پاوں زمین میں دھنس گئے، اتر کر پانسہ پھینک کر فال نکالی، جواب آیا کہ اس تعاقب سے دستبردار ہوجاو نہ مانا، پھر آگے بڑھا، پھر وہی واقعہ پیش آیا، مجبور ہوکر امان طلب کی اور واپس آگیا۔ (بخاری باب ہجرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ الی المدینۃ)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نہایت کثیر الاحباب تھے راہ میں بہت سے ایسے شناسا ملے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچانتے نہ تھے وہ پوچھتے تھے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ یہ تمہارے ساتھ کون ہے؟ آپ گول مول جواب دیتے کہ یہ ہمارے رہنما ہیں غرض اس طرح پہلی منزل ختم ہوئی، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ایک سایہ دار چٹان کے نیچے فرش درست کر کے اپنے محبوب آقا کے لئے استراحت کا سامان بہم پہنچایا اور خود کھانے کی تلاش میں نکلے، اتفاق سے ایک گڈریا اسی چٹان کی طرف آرہا تھا اس سے پوچھا کہ یہ بکریاں کس کی ہیں؟ اس نے ایک شخص کا نام لیا پھر دریافت فرمایا کہ اس میں کوئی دودھاری بکری بھی ہے؟ اس نے کہا ہاں: آپ نے فرمایا ہمیں دودھ دوگے؟ اس نے رضامندی ظاہر کی تو آپ نے ہدایت کی کہ پہلے تھن کو اور ہاتھوں کو گردوغبار سے اچھی طرح صاف کرلو، اس نے حسب ہدایت وہ دودھ دوہ کر پیش کیا، آپ نے ٹھنڈا کرنے کے لئے اس میں تھوڑا سا پانی ملایا اور کپڑے سے چھان کر خدمت بابرکت میں لائے، آپ نے نوش کیا اور دوسری منزل کے لئے چل کھڑے ہوئے۔ (ایضاً)

اسی طرح یہ مختصر قافلہ دشمنوں کی گھاٹیوں سے بچتا ہوا بارہویں ربیع الاول سنہ نبوت کے چودہویں سال مدینہ کے قریب پہنچا، انصار کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روانگی کا حال معلوم ہوچکا تھا وہ نہایت بے چینی سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کا انتظار کررہے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم شہر کے قریب پہنچے تو انصار استقبال کے لئے نکلے اور ہادی برحق کو حلقہ میں لے کر شہر قبا کی طرف بڑھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جلوس کو داہنی طرف مڑنے کا حکم دیا اور بنی عمرو بن عوف میں قیام پذیر ہوئے یہاں انصار جوق درجوق زیارت کے لئے آنے لگے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاموشی کے ساتھ تشریف فرما تھے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کھڑے ہوکر لوگوں کا استقبال کررہے تھے بہت سے انصار جو پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف نہیں ہوئے تھے وہ غلطی سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے گرد جمع ہونے لگے یہاں تک کہ جب آفتاب سامنے آنے لگا اور جاں نثار خادم نے بڑھ کر اپنی چادر سے آقائے نامدار پر سایہ کیا تو اس وقت خادم ومخدوم میں امتیاز ہوگیا اور لوگوں نے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچانا۔ (بخاری باب ہجرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ الی المدینۃ)

حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم قبا میں چند روز مقیم رہ کر مدینہ تشریف لائے اور حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے ہاں مہمان ہوئے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی ساتھ آئے اور حضرت خارجہ بن زید ابن ابی زہیر رضی اللہ عنہ کے مکان میں

فروکش ہوئے (طبقات ابن سعد قسم اول جز وثالث) کچھ عرصہ کے بعد آپ کے اہل وعیال بھی حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ مدینہ پہنچ گئے، (ایضا) لیکن مدینہ کی آب وہوا مہاجرین کے لئے نہایت ناموافق ہوئی، خصوصاً حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ایسے شدید بخار میں مبتلا ہوئے کہ زندگی سے مایوس ہوگئے، ایک دفعہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حال پوچھا تو اس وقت یہ شعر ورد زبان تھا۔

**كل امرءٍ مصبح في اهله والموت ادنى من شراك نعله**

ہر آدمی اس حالت میں ساتھ اپنے اہل وعیال میں صبح کرتا ہے کہ موت جوتے کے تسمہ سے بھی قریب ہوتی ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا یہ حال دیکھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور کیفیت عرض کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی وقت دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور فرمایا:

**اللهم حبب الينا المدينة كحبنا مكة او اشدو صححها وبارك لنافى صاعها ومدها وانقل حماها فاجعلها بالجحفة .** (بخاری باب مقدم النبی صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ الی المدینہ)

اے خدا تو مکہ کی طرح یا اس سے بھی زیادہ مدینہ کی محبت ہمارے دلوں میں پیدا کر، اسکو بیماریوں سے پاک فرما، اسکے صاع اور مد میں برکت دے اور اسکے (وبائی) بخار کو جحفہ میں منتقل کردے"

دعا مقبول ہوئی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بستر مرض سے اٹھ کھڑے ہوئے اور مدینہ کی ہوا مہاجرین کے لئے مکہ سے بھی زیادہ خوش آئند ہوگئی۔

## مواخات

مدینہ پہنچنے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین وانصار کی باہمی اجنبیت وبیگانگی دور کرنے کے لئے ایک دوسرے سے بھائی چارہ کرادیا، اس مواخات میں طرفین کے اعزاز ومرتبہ کا خاص طور پر لحاظ کیا گیا؛ چنانچہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی برادری حضرت حارثہ بن زہیر رضی اللہ عنہ سے قائم کی گئی جو مدینہ میں ایک معزز شخصیت کے آدمی تھے۔ (اسد الغابہ تذکرہ خارجہ بن زہیر رضی اللہ عنہ)

## تعمیر مسجد

مدینہ اسلام کے لئے آزادی کی سرزمین تھی، فرزندان توحید جو کفار کے خوف سے ادھر ادھر منتشر ہوگئے تھے آہستہ آہستہ اس مرکز پر جمع ہونے لگے اور اب آزادی واجتماع کے ساتھ معبود حقیقی کی پرستش کا موقع حاصل ہوا، اس بنا پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے پہلے تعمیر مسجد کا خیال پیدا ہوا، اس کے لئے جو زمین منتخب ہوئی وہ دو یتیم بچوں کی ملکیت تھی، گوان کے اولیاء واقرباء بلا قیمت پیش کرنے پر مصر تھے، تاہم رحمت اللعالمین (صلی اللہ علیہ وسلم) نے یتیموں کا مال لینا پسند نہ فرمایا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے اس کی قیمت دلوادی۔ (فتح الباری)

اس طرح مدینہ پہنچنے کے بعد بھی سب سے پہلے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہی کے ابر کرم نے اسلام کے لئے جود وسخا کی بارش کی

قیمت ادا کرنے کے علاوہ یہ پیر مرد اس کی تعمیر میں بھی نوجوانوں کے دوش بدوش سرگرم کار رہا۔

## غزوات ودیگر حالات

مدینہ پہنچ کر مسلمانوں کی بے بسی اور مظلومیت کا دور ختم ہو چکا تھا اور آزادی کے ساتھ دین متین کی نشر واشاعت کا وقت آ گیا تھا ؛لیکن عرب کی جنگجو قوم مذہب کی حقانیت اور صداقت کو بھی تیر وتفنگ اور نوک سناں سے وابستہ سمجھی جاتی تھی اس لئے اس نے ہمیشہ علمبردار اسلام کو اپنی جنگ جوئی سے منبر وعظ وہدایت کو چھوڑ کر میدان رزم میں آنے کے لئے مجبور کیا؛ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ تشریف لانے کے بعد سے فتح مکہ تک خونریز جنگوں کا سلسلہ جاری رہا اور ان سب لڑائیوں میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ایک مشیر ووزیر باتدبیر کی طرح ہمیشہ شرف ہمرکابی سے مشرف رہے۔

## غزوہ بدر

غزوہ بدر حق وباطل کا اول اور فیصلہ کن معرکہ تھا، خدا کا برگزیدہ پیغمبر ایک سایہ دار جگہ کے نیچے اپنی محدود جماعت کے ساتھ حق وصداقت کی حمایت میں سرگرم کارزار تھا اور وہی پیر مرد جس نے اپنے وعظ سے عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ، ابوعبیدہ بن الجراح اور عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ جیسے الوالعزم اکابر صحابہ کو حلقہ بگوش اسلام بنالیا تھا نہایت جاں بازی کے ساتھ تیغ بکف اپنے ہادی کی حفاظت میں مصروف تھا، کفار ومشرکین ہر طرف سے نرغہ کرتے آتے اور یہ ایک ایک کو شجاعت خداداد سے بھگا دیتا تھا۔

(زرقانی ج ا غزوہ بدر)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کفار کی کثرت دیکھ کر محزون ہوتے اور سربسجود ہو کر خدا سے دعا فرماتے "اے خدا مجھ کو بے یارومددگار نہ چھوڑ اور اپنا عہد پورا کر، اے خدا کیا تو چاہتا ہے کہ آج سے تیری پرستش نہ ہو،"اس عالم حزن ویاس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قدیم مونس باوفا اور ہمدم غمگسار شمشیر برہنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت میں مصروف ہوتا اور تسلی اور دلدہی کے کلمات اس کی زبان پر جاری ہوتے۔ (ایضا)

اس خوفناک جنگ میں بھی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت گذاری سے غافل نہ ہوئے، ایک دفعہ ردائے مبارک شانہ اقدس سے گر گئی ،فوراً تڑپ کر آئے اور اٹھا کر شانہ پر رکھ دی، پھر ب[illegible] بڑھتے ہوئے غنیم کی صف میں گھس گئے ،درحقیقت یہی وہ وارفتگی جوش اور حب رسول کا جذبہ تھا جس نے قلت کو کثرت کے مقابلہ میں سربلند کیا۔

(فتح الباری)

اس جنگ میں مال غنیمت کے علاوہ تقریباً ستر قیدی ہاتھ آئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کے متعلق کبار صحابہ رضی اللہ عنہم سے مشورہ کیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے تھی کہ سب قتل کردیئے جائیں ؛لیکن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یہ سب اپنے ہی بھائی بند ہیں اس لئے ان کے ساتھ رحم وتلطف کا برتاو کرنا چاہئے اور فدیہ لے کر ان کو آزاد کردینا چاہئے، رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی رائے پسند آئی۔ (مسلم باب امداد الملائکۃ وغزوہ بدر)

## غزوہ اُحد

بدر کی شکست قریش مکہ کے دامن شجاعت پر ایک نہایت بدنما دھبہ تھا، انہوں نے جوش انتقام میں نہایت عظیم الشان تیاریاں کیں؛ چنانچہ معرکہ احد اسی جوش کا نتیجہ تھا، اس جنگ میں مجاہدین اسلام باوجود قلت تعداد پہلے غالب آئے؛ لیکن اتفاقی طور پر پانسہ پلٹ گیا، بہت سے مسلمانوں کے پائے ثبات متزلزل ہوگئے، لیکن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آخر وقت تک ثابت قدم رہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سخت مجروح ہوئے اور لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہاڑ پر لائے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی ساتھ تھے، ابوسفیان نے پہاڑ کے قریب آکر پکارا کیا قوم میں محمد

(صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں؟ کوئی جواب نہ ملا تو اس نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا نام لیا، (بخاری باب غزوہ احد) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کفار بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی کو رئیس امت سمجھتے تھے۔

اختتام جنگ کے بعد کفار مکہ واپس ہوئے تو ایک جماعت ان کے تعاقب میں روانہ کی گئی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی اس میں شامل تھے، (بخاری باب المغازی باب الذین استجابوا اللہ والرسول) غزوہ احد کے بعد بنونضیر کی جلاوطنی، غزوہ خندق اور جو دوسرے غزوات پیش آئے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ان سب میں برابر کے شریک تھے۔

## غزوہ مصطلق اور واقعہ افک

۶ھ میں غزوہ بنی مصطلق پیش آیا، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اس معرکہ میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم کاب تھے، یہ مہم کامیابی کے ساتھ واپس آئی اور شب کے وقت مدینہ کے قریب تمام لشکر نے پڑاؤ ڈالا صبح کے وقت ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جو اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھیں رفع حاجت کے لئے باہر تشریف لے گئیں، واپس آئیں تو دیکھا کہ گلے کا ہار کہیں گر گیا، تلاش کرتی ہوئی پھر اس طرف چلیں؛ لیکن جب ڈھونڈ کر پڑاؤ پر واپس پہنچیں تو لوگ روانہ ہو چکے تھے، اسی جگہ غمگین وملول بیٹھ گئیں، اتفاقاً صفوان بن المعطل رضی اللہ عنہ نے جو نہایت ضعیف اور بوڑھے آدمی تھے اور عموماً کوچ کے بعد قیام گاہ کا جائزہ لے کر سب سے پیچھے روانہ ہوتے تھے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو دیکھ لیا اور اونٹ پر بٹھا کر مدینہ لائے۔

منافقین کی جماعت نے جو عموماً اپنی مفسدہ پردازی فتنہ انگیزی سے اسلام میں تفرقہ ڈالنے کی کوشش کرتی رہتی تھی اس واقعہ کو نہایت مکروہ صورت میں مشتہر کیا، دوسری طرف حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور خود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بارگاہ نبوت میں جو غیر معمولی رسوخ، تقرب اور اعزاز حاصل تھا، اس لئے بعض مسلمانوں کو بھی آمادہ رشک کر دیا تھا؛ چنانچہ انہوں نے بھی اس افتراء میں منافقین کی تائید کی سب سے زیادہ افسوسناک امر یہ تھا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ایک پروردہ نعمت اور عزیز مسطح بن اثاثہ جس کے وہ اب تک متکفل تھے اس سازش میں افترا پردازوں کا ہم آہنگ تھا۔

عزت وآبرو انسان کو دنیا میں سب سے زیادہ عزیز ہوتی ہے، اسی بنا پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے لئے نہایت روح

فرسا آزمائش تھی، لیکن خدائے پاک نے بہت جلد اس سے نجات دیدی اور وحی الٰہی نے اس شرمناک بہتان کی اس طرح قلعی کھولی:

اِنَّ الَّذِيْنَ جَاءُوْ بِالْاِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ ۝ لَا تَحْسَبُوْهُ شَرًّا لَّكُمْ ۝ بَلْ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۝ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ مَّا اكْتَسَبَ مِنَ الْاِثْمِ ۝ وَالَّذِيْ تَوَلّٰى كِبْرَهٗ مِنْهُمْ لَهٗ عَذَابٌ عَظِيْمٌ (۲۴:۱۱)

جن لوگوں نے (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا) پر تہمت لگائی وہ تمہاری ہی جماعت سے ہیں اس کو تم اپنے لئے شر نہ سمجھو؛ بلکہ وہ تمہارے لئے خیر ہے ان میں ہر شریک گناہ کو بقدر شرکت سزا ملیگی اور ان میں سے جس نے بہت زیادتی کی ہے اس پر سخت عذاب ہوگا۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اس برات کے بعد مسطح بن اثاثہ کی کفالت سے دستبردار ہوگئے اور فرمایا خدا کی قسم: اس فتنہ پردازی کے بعد اس کی کفالت نہیں کرسکتا، لیکن جب یہ آیتیں نازل ہوئیں۔

وَلَا يَاْتَلِ اُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ اَنْ يُّؤْتُوْا اُولِي الْقُرْبٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَالْمُهٰجِرِيْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۝ وَلْيَعْفُوْا وَلْيَصْفَحُوْا ۝ اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ ۝ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (النور:۲۴:۲۲)

تم میں بڑے اور صاحب قدرت لوگ رشتہ داروں مساکین اور مہاجرین کو امداد نہ دینے کی قسم نہ کھائیں اور چاہئیکہ (انکے قصور) معاف کریں اور ان سے درگزر کریں کیا تم نہیں چاہتے کہ اللہ تم کو بخش دے اور اللہ بڑا بخشنے والا اور رحمت والا ہے"

توحضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا" خدا کی قسم! میں چاہتا ہوں کہ خدا مجھے بخش دے اور قسم کھائی کہ اب ہمیشہ اس کا کفیل رہوں گا۔ (یہ تمام تفصیل بخاری باب حدیث الافک سے ماخوذ ہے)

## واقعہ حدیبیہ

اسی سال یعنی ۶ ھ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چودہ سو صحابہ کے ساتھ زیارت کعبہ کا عزم فرمایا جب مکہ کے قریب پہنچے تو خبر ملی کہ قریش مزاحم ہوں گے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر صحابہ رضی اللہ عنہم سے مشورہ طلب کیا، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ قتل وخونریزی نہیں؛ بلکہ زیارت کعبہ کے قصد سے روانہ ہوئے ہیں اس لئے تشریف لے چلئے جو کوئی اس راہ میں سدّ راہ ہوگا ہم اس سے لڑیں گے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" بسم اللہ چلو غرض آگے بڑھ کر مقام حدیبیہ میں پڑاؤ ڈالا گیا اور طرفین سے مصالحت کی سلسلہ جنبانی شروع ہوئی، اسی اثناء میں مشہور ہوا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جو سفیر ہوکر گئے تھے شہید ہوگئے، یہ سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام جاں نثاروں سے جہاد کی بیعت لی، یہی وہ بیعت ہے جو تاریخ اسلام میں "بیعت رضوان" کے نام سے مشہور ہے۔ (بخاری باب غزوہ حدیبیہ)

قریش مکہ ان تیاریوں سے خوفزدہ ہوکر کچھ نرم پڑ گئے اور مصالحت کیخیال سے عروہ بن مسعود کو سفیر بنا کر بھیجا، اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے گفتگو کرتے ہوئے کہا" محمد! خدا کی قسم میں تمہارے ساتھ ایسے چہرے اور مخلوط آدمی دیکھتا ہوں کہ وقت پڑے گا تو وہ تم سب کو چھوڑ کر الگ ہوجائیں گے، اس جملہ نے جاں نثاران رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر نشتر کا کام کیا، حضرت

ابوبکر رضی اللہ عنہ جیسے حلیم الطبع بزرگ نے برہم ہوکر کہا کیا ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر بھاگ جائیں گے، عروہ نے انجان بن کر پوچھا یہ کون ہیں؟ لوگوں نے کہا ابوبکر رضی اللہ عنہ، اس نے مخاطب ہوکر کہا، قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر میں تمہارا زیر بار احسان نہ ہوتا تو تمہیں نہایت سخت جواب دیتا۔ (بخاری کتاب الشروط فی الجہاد والمصالحۃ مع اہل الحرب)

حدیبیہ میں جو معاہدہ طے پایا وہ بظاہر کفار کے حق میں زیادہ مفید تھا، اس بنا پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو نہایت اضطراب ہوا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کہا کہ کفار سے اس قدر دب کر کیوں صلح کی جاتی ہے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ محرم اسرار نبوت تھے، فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے رسول ہیں، اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی نافرمانی نہیں کرسکتے اور وہ ہر وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معین وناصر ہے۔ (ایضاً)

اس معاہدہ کے باعث قریش مکہ سے کچھ اطمینان ہوا تو ۷ھ میں خیبر پر فوج کشی ہوئی پہلے حضرت ابوبکر صدیق سپہ سالار تھے؛ لیکن درحقیقت یہ کارنامہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے مقدر ہو چکا تھا؛ چنانچہ خیبر ان ہی کے ہاتھ مفتوح ہوا (بخاری باب مناقب علی بن ابی طالب) اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اسی سال ماہ شعبان میں بنی کلاب کی سرکوبی کے لئے مامور ہوئے، (زرقانی ج) وہاں سے کامیابی کے ساتھ واپس آئے تو بنوفزارہ کی تنبیہ کے لئے ایک جماعت کے ساتھ روانہ کئے گئے اور بہت سے قیدی اور مال غنیمت کے ساتھ واپس آئے۔ (مسلم باب التفصیل وفاء المسلمین بالاساری)

قریش مکہ کی عہد شکنی کے باعث ۸ھ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دس ہزار کی جماعت سے مکہ کا قصد فرمایا اور فاتحانہ جاہ وجلال سے مکہ میں داخل ہوئے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی ہمراہ تھے، مکہ پہنچ کر اپنے والد ابوقحافہ عثمان بن عامر کو دربار نبوت میں پیش کیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت شفقت کے ساتھ ان کے سینہ پر ہاتھ پھیر کر نور ایمان سے مشرف فرمایا۔ (اصابۃ تذکرہ ابوقحافہ عثمان بن عامر)

مکہ سے واپسی کے وقت بنوہوازن سے جنگ ہوئی جو عموماً غزوہ حنین کے نام سے مشہور ہے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اس میں بھی ثابت قدم اصحاب کی صف میں شامل تھے، یہاں سے بڑھ کر طائف کا محاصرہ ہوا، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے فرزند حضرت عبداللہ اسی محاصرہ میں عبداللہ بن مجحن ثقفی کے تیر سے زخمی ہوئے اور آخر کار یہی زخم حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے اوائل خلافت میں ان کی شہادت کا باعث ہوا۔ (اسد الغابۃ تذکرہ عبداللہ بن ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ)

۹ھ میں افواہ پھیلی کہ قیصر روم عرب پر حملہ آور ہونا چاہتا ہے چونکہ مسلسل جنگوں کے باعث یہ نہایت عسرت وتنگ حالی کا زمانہ تھا، اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگی تیاریوں کے لئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو انفاق فی سبیل اللہ کی ترغیب دی، تمام صحابہ رضی اللہ عنہم نے حسب حیثیت اس میں شرکت کی، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ دولتمند تھے اس لئے بہت کچھ دیا؛ لیکن اس موقع پر بھی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا امتیاز قائم رہا، گھر کا سارا اثاثہ لاکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ڈالدیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا تم نے اپنے اہل وعیال کے لئے کیا چھوڑا ہے؟ عرض کیا ان کے لئے اللہ اور اسکا رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے، (ابوداود کتاب الزکوٰۃ: مطبوعہ مصر)

غرض اس سرمایہ سے ایک عظیم الشان فوج تیار ہوگئی اور حدود شام کی طرف بڑھی؛ لیکن تبوک پہنچ کر معلوم ہوا کہ خبر غلط تھی اس لئے سب لوگ واپس آ گئے۔ (طبقات ابن سعد حصہ معازی)

## امارت حج

اسی سال یعنی ۹ ھ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو امارت حج کے منصب پر مامور فرمایا اور ہدایت کی کہ منی کے عظیم الشان اجتماع میں اعلان کردیں کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہ کرے اور نہ کوئی برہنہ شخص خانہ کعبہ کا طواف کرے،

(بخاری باب حج ابی بکر رضی اللہ عنہ بالناس فی ستۃ تسع) چونکہ سورہ برات اسی زمانہ میں نازل ہوئی تھی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ حج کے موقع پر اس کو سنانے کے لئے بھیجے گئے تھے اس لئے بعضوں کو یہ شک پیدا ہوگیا ہے کہ امارت حج کی خدمت بھی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے لے کر حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی کو تفویض کی گئی تھی؛ لیکن یہ شدید غلطی ہے کیونکہ یہ دو مختلف خدمتیں تھیں؛ چنانچہ خود حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ایک روایت سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اس شرف کے تنہا مالک تھے۔ (فتح الباری

## مرض الموت اور استخلاف حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کو ابھی صرف سوا دو برس ہوئے تھے اور اس قلیل عرصہ میں مدعیان نبوت، مرتدین اور منکرین زکوۃ کی سرکوبی کے بعد فتوحات کی ابتداء ہی ہوئی تھی کہ پیام اجل پہنچ گیا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتے ہیں کہ ایک دن جب کہ موسم نہایت سرد وخنک تھا، آپ نے غسل فرمایا غسل کے بعد بخار آ گیا اور مسلسل پندرہ دن تک شدت کے ساتھ قائم رہا، اس اثناء میں مسجد میں تشریف لانے سے بھی معذور ہوگئے؛ چنانچہ آپ کے حکم سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ امامت کی خدمت کے فرائض انجام دیتے تھے۔

مرض جب روز بروز بڑھتا گیا اور افاقہ سے مایوسی ہوتی گئی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بلا کر جانشینی کے متعلق مشورہ کیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا نام پیش کیا، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا عمر رضی اللہ عنہ کے اہل ہونے میں کس کو شبہ ہوسکتا ہے؛ لیکن وہ کسی قدر متشدد ہیں" حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا" میرے خیال میں عمر رضی اللہ عنہ کا باطن ظاہر سے اچھا ہے" لیکن بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے تشدد کے باعث پس وپیش تھی؛ چنانچہ حضرت طلحہ عیادت کے لئے آئے تو شکایت کی کہ آپ عمر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنانا چاہتے ہیں، حالانکہ جب آپ کے سامنے وہ اس قدر متشدد تھے تو خدا جانے آئندہ کیا کریں گے؟ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جواب دیا" جب ان پر خلافت کا بار پڑے گا تو ان کو خود نرم ہونا پڑے گا۔" اسی طرح ایک دوسرے صحابی نے کہا، آپ عمر رضی اللہ عنہ کے تشدد سے واقف ہونے کے باوجود ان کو جانشین کرتے ہیں، ذرا سوچ لیجئے آپ خدا کے یہاں جا رہے ہیں وہاں کیا جواب دیجئے گا۔" فرمایا" میں عرض کروں گا خدایا میں نے تیرے بندوں میں سے اس کو

منتخب کیا ہے جوان میں سب سے اچھا ہے۔"

غرض سب کی تشفی کر دی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بلا کر عہد نامہ خلافت لکھوانا شروع کیا، ابتدائی الفاظ لکھے جا چکے تھے غش آ گیا، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے یہ دیکھ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا نام اپنی طرف سے بڑھا دیا، تھوڑی دیر کے بعد ہوش آیا تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کہا کہ پڑھ کر سناو، انہوں نے پڑھا تو بے ساختہ اللہ اکبر پکار اٹھے اور کہا خدا تمہیں جزائے خیر دے تم نے میرے دل کی بات لکھ دی، غرض عہد نامہ مرتب ہو چکا تو اپنے غلام کو دیا کہ مجمع عام میں سنا دے اور خود بالا خانہ پر تشریف لے جا کر تمام حاضرین سے فرمایا کہ میں نے اپنے عزیز بھائی کو خلیفہ مقرر نہیں کیا ہے؛ بلکہ اس کو منتخب کیا ہے جو تم لوگوں میں سب سے بہتر ہے، تمام حاضرین نے اس حسن انتخاب پر سمعنا وطعنا کہا، اس کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بلا کر نہایت مفید نصیحتیں کیں جوان کی کامیاب خلافت کے لئے نہایت عمدہ دستور العمل ثابت ہوئیں۔

(طبقات ابن سعد قسم اول ج وصیت ابوبکر رضی اللہ عنہ ص)

اس فرض سے فارغ ہونے کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ذاتی اور خانگی امور کی طرف توجہ کی، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو انہوں نے مدینہ یا بحرین کے نواح میں اپنی جاگیر دیدی تھی؛ لیکن خیال آیا کہ اس سے دوسرے وارثوں کی حق تلفی ہوگی، اس لئے فرمایا" جان پدر! افلاس وامارت دونوں حالتوں میں تم مجھے سب سے زیادہ محبوب رہی ہو؛ لیکن جو جاگیر میں نے تمہیں دی ہے، کیا تم اس میں اپنے بھائی بہنوں کو شریک کرلوگی؟" حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حامی بھرلی تو آپ رضی اللہ عنہ نے بیت المال کے قرض کی ادائیگی کے لئے وصیت فرمائی اور کہا کہ ہمارے پاس مسلمانوں کے مال میں سے ایک لونڈی اور دو اونٹنیوں کے سوا کچھ نہیں، عائشہ رضی اللہ عنہا! میرے مرتے ہی یہ عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دی جائیں؛ چنانچہ یہ تمام چیزیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دی گئیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ نے یہ بھی کہا تھا کہ میری تجہیز وتکفین سے فارغ ہو کر دیکھنا کوئی اور چیز تو نہیں رہ گئی ہے، اگر ہو تو اس کو بھی عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دینا، گھر کا جائزہ لیا گیا تو بیت المال کی کوئی اور چیز کاشانہ صدیقی سے برآمد نہیں ہوئی (طبقات ابن سعد)

تجہیز وتکفین کے متعلق فرمایا کہ اس وقت جو کپڑا بدن پر ہے اسی کو دھو کر دوسرے کپڑوں کے ساتھ کفن دینا، عائشہ نے عرض کیا کہ یہ تو پرانا ہے، کفن کے لئے نیا ہونا چاہئے، فرمایا" زندے مردوں کی بہ نسبت نئے کپڑوں کے زیادہ حق دار ہیں میرے لئے یہی پھٹا پرانا بس ہے"۔

اس کے بعد پوچھا آج دن کون سا ہے؟ لوگوں نے جواب دیا دوشنبہ پھر پوچھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال کس روز ہوا تھا؟ کہا گیا کہ دوشنبہ کے روز" فرمایا تو پھر میری آرزو ہے کہ آج ہی رات تک اس عالم فانی سے رحلت کر جاؤں چنانچہ یہ آخری آرزو بھی پوری ہوئی، یعنی دوشنبہ کا دن ختم کر کے منگل کی رات کو تریسٹھ برس کی عمر میں اواخر جمادی الاول ۱۳ھ کو رہ گزین عالم جاوداں ہوئے۔ (طبقات ابن سعد)

وصیت کے مطابق رات ہی کے وقت تجہیز وتکفین کا سامان کیا گیا، آپ کی زوجہ محترمہ حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہ نے غسل دیا، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جنازہ کی نماز پڑھائی؛ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ، حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے قبر میں اتارا اور اس طرح سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا رفیق زندگی آپ کے پہلو میں مدفون ہو کر دائمی رفاقت کے لئے جنت میں پہنچ گیا۔

## سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظر میں

میں نے جس شخص پر اسلام پیش کیا اس نے پس وپیش سے کام لیا مگر ایک واحد ابوبکر تھے جنہوں نے میری ایک آواز پر لبیک کہا اور اسلام قبول کیا۔

ابوبکر کے مال نے مجھے جتنا نفع پہنچایا اتنا نفع مجھے کسی کے مال سے نہیں پہنچا۔ اس پر حضرت ابوبکر صدیق نے روتے ہوئے عرض کیا "یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میں اور میرا مال سب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کا ہے۔

میں اگر اللہ کے سوا کسی کو اپنا دوست وخلیل بناتا تو ابوبکر کو بناتا۔

ایک موقع پر سرکار صلی اللہ وعلیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ آج سے مسجد نبوی میں کھلنے والی تمام کھڑکیاں اور دروازے بند کردیئے جائیں آئندہ صرف ابوبکر کا دروازہ کھلا رکھا جائے گا۔

آپ امت پر اتنے شفیق تھے کہ ایک روز سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا "میری امت پر ان میں سب سے مہربان ابوبکر ہیں۔" (ترمذی)

تم (ابوبکر صدیق) غار میں بھی میرے ساتھ رہے اور بروز قیامت حوض کوثر پر بھی میرے ہمراہ ہوگے۔ (ترمذی)

انبیاء کرام کے سوائے سورج کبھی ابوبکر سے بہتر آدمی پر طلوع نہیں ہوا۔

کسی قوم کے لئے بہتر نہیں کہ ان میں ابوبکر ہوں اور ان کی امامت کوئی دوسرا کرے۔

اے ابوبکر! تم کو اللہ جل شانہ نے آتش جہنم سے آزاد کردیا ہے۔ اسی روز سے آپ کا لقب عتیق مشہور ہوگیا۔

ایک روز آپ نے بارگاہ رسالت میں عرض کیا "یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! کیا کوئی شخص ایسا بھی ہے جس کو بروز قیامت جنت کے تمام دروازوں سے بلایا جائے گا؟"، سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا "ہاں ابوبکر! مجھے امید ہے کہ تم انہی لوگوں میں سے ہو" (بخاری)

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک روز ارشاد فرمایا" ہم نے ہر شخص کے احسان کا بدلہ چکا دیا مگر ابوبکر کے احسانات ایسے ہیں کہ ان کا بدلہ اللہ جل شانہ ہی عطا فرمائے گا"۔

آپ کو یہ اعزاز بھی تنہا حاصل ہے کہ آپ کی مسلسل چار نسلوں کو شرف صحابیت حاصل ہوا۔ آپ کے والد گرامی حضرت ابی قحافہ آپ خود، آپ کے صاحبزادے عبدالرحمٰن اور پوتے ابوعتیق محمد بھی شرف صحابیت سے مشرف ہوئے۔ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ساری زندگی آپ پر کسی دوسرے کو فضیلت نہیں دی۔

## صحابہ کی نظر میں

حضرت عمر فرماتے ہیں کہ " حضرت ابوبکر ہمارے سردار، ہمارے بہترین فرد، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہم سب سے زیادہ محبوب تھے۔

ایک موقع پر حضرت عمر فاروق نے ارشاد فرمایا کہ "اگر ابوبکر شب ہجرت میں رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اور مرتدین سے قتال کا کارنامہ مجھے دے کر میری ساری عمر کے اعمال لے لیں تو میں سمجھوں گا کہ میں ہی فائدے میں رہا"۔

حضرت عمر ارشاد فرماتے ہیں کہ "ابوبکر نے ایسا راستہ اختیار کیا کہ اپنے بعد آنے والے کو مشقت میں ڈال گئے"۔

اس عظیم خلیفہ نے ہر معاملے میں اپنا وہی معیار رکھا جو اس وقت کسی عام مزدور کا ہوا کرتا تھا۔

حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ قسم ہے اس رب کی جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آخری رسول بنا کر بھیجا اور ابوبکر سے اس کی تصدیق کروائی۔ (تاریخ خلفاء)

حضرت مصعب بن عمیر فرماتے ہیں "اس امر پر تمام امت کا اتفاق ہے کہ حضرت ابوبکر کا لقب صدیق ہے کیونکہ آپ نے بے خوف وبے خطر رہو کر رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تصدیق کی اور اس میں کسی قسم کی کوئی جھجک سرزد نہیں ہوئی۔

## وفات

22 جمادی الثانی 13 ہجری بمطابق 23 اگست 634ء کو آپ نے 63 برس کی عمر میں مدینہ منورہ میں وفات پائی۔۔ اپنی وفات سے پہلے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسلمانوں کو ترغیب دی کی وہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلیفہ تسلیم کرلیں۔ لوگوں نے آپ کی ہدایت پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلیفہ تسلیم کرلیا۔ وفات کے وقت حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وہ تمام رقم جو کہ بطور وظیفہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیت المال سے دوران خلافت لی تھی اپنی وراثت سے بیت المال کو واپس کردی۔۔ آپ کی مدت خلافت دو سال تین ماہ اور گیارہ دن تھی۔۔ زندگی میں جو عزت واحترام آپ کو ملا۔ بعد وصال بھی آپ اسی کے مستحق ٹھہرے اور سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلمکے پہلو میں محو استراحت ہوئے۔ آپ کی لحد سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بائیں جانب اس طرح بنائی گئی کہ آپ کا سر، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شانہ مبارک تک آتا ہے۔

## اقوال

تم میں سے کوئی شخص دوسرے کی تحقیر نہ کرے، کیونکہ اللہ جل شانہ کے نزدیک ادنی درجے کا مسلمان بھی اعلی درجہ رکھتا ہے۔
ہم نے بزرگی کو تقویٰ میں، بے نیازی کو یقین میں اور عزت کو تواضع میں پایا۔ اللہ جل شانہ وہی اعمال قبول فرماتا ہے جو صرف اس کی رضا کے لیے کئے جائیں۔ جس نے پنج وقتہ نمازیں پابندی وقت کے ساتھ خشوع وخضوع سے ادا کیں تو وہ اللہ کی حفاظت میں آگیا۔ اے لوگو! اللہ کے خوف سے رو، اگر رونہ سکو تو رونے کی کوشش ضرور کرو۔ مسلمان کا حق مارنے والے پر اللہ کی لعنت ہوتی ہے۔ جس جسم کی غذا حرام ہو وہ جہنم میں داخل کیا جائے گا۔ سچ بولنا اور نیکی کرنا جنت اور جھوٹ بولنا اور بدکاری کرنا دوزخ ہے۔ جس

کام کے کرنے کا اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کا وعدہ فرمایا ہے اس کے کرنے میں جلدی کرو۔

**38**- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ فَارِسٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ كَثِيرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهَذِهِ الْقِصَّةِ قَالَ فَأَبَى أَنْ يُخْبِرَهُ

✧✧ عبیداللہ بن عبداللہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہی واقعہ نقل کرتے ہیں، وہ فرماتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بتانے سے انکار کردیا۔

**39**- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْأَنْصَارِيُّ حَدَّثَنَا الْأَشْعَثُ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ أَبِي بَكْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ذَاتَ يَوْمٍ مَنْ رَأَى مِنْكُمْ رُؤْيَا فَقَالَ رَجُلٌ أَنَا رَأَيْتُ كَأَنَّ مِيزَانًا نَزَلَ مِنَ السَّمَاءِ فَوُزِنْتَ أَنْتَ وَأَبُو بَكْرٍ فَرَجَحْتَ أَنْتَ بِأَبِي بَكْرٍ وَوُزِنَ عُمَرُ وَأَبُو بَكْرٍ فَرَجَحَ أَبُو بَكْرٍ وَوُزِنَ عُمَرُ وَعُثْمَانُ فَرَجَحَ عُمَرُ ثُمَّ رُفِعَ الْمِيزَانُ فَرَأَيْنَا الْكَرَاهِيَةَ فِي وَجْهِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

✧✧ حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن ارشاد فرمایا: تم میں سے کس شخص نے کیا خواب دیکھا ہے؟ تو ایک شخص نے عرض کی! میں نے دیکھا ہے جیسے ایک ترازو آسمان سے نازل ہوا ہے۔ اس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا وزن کیا گیا۔ آپ کا پلڑا بھاری تھا۔ پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا وزن کیا گیا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا پلڑا بھاری تھا۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا وزن کیا گیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا پلڑا بھاری تھا، پھر میزان اٹھالیا گیا۔

راوی بیان کرتے ہیں ہم نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ مبارک پر ناپسندیدگی کے آثار دیکھے۔

**40**- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَعِيلَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ عَلِيِّ بْنِ زَيْدٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي بَكْرَةَ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ذَاتَ يَوْمٍ أَيُّكُمْ رَأَى رُؤْيَا فَذَكَرَ مَعْنَاهُ وَلَمْ يَذْكُرِ الْكَرَاهِيَةَ قَالَ فَاسْتَاءَ لَهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْنِي فَسَائَهُ ذَلِكَ فَقَالَ خِلَافَةُ نُبُوَّةٍ ثُمَّ يُؤْتِي اللَّهُ الْمُلْكَ مَنْ يَشَاءُ

✧✧ حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکرہ رضی اللہ عنہ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: کس شخص نے کیا خواب دیکھا ہے؟

اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے۔ اس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی کا ذکر نہیں ہے۔ تاہم یہ الفاظ ہیں کہ یہ بات آپ کو پسند نہیں آئی (یعنی آپ نے اس برا سمجھا)

آپ نے فرمایا: یہ خلافتِ نبوت ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ جسے چاہے گا حکومت عطا کردے گا۔

**41**- حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَرْبٍ عَنِ الزُّبَيْدِيِّ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ أَبَانَ

حدیث 39:

اخرجه الترمذی فی "جامعه" رقم الحدیث: 2287
اخرجه الحاکم فی "المستدرك" رقم الحدیث: 4437
اخرجه النسائی فی "سننه الکبریٰ" رقم الحدیث: 8136
اخرجه امام احمد فی "فضائل الصحابة" رقم الحدیث: 194
اخرجه الطیالسی فی "مسنده" رقم الحدیث: 866
اخرجه ابن ابی شیبة فی "مصنفه" رقم الحدیث: 30484

بْنِ عُثْمَانَ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّهٗ كَانَ يُحَدِّثُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اُرِىَ اللَّيْلَةَ رَجُلٌ صَالِحٌ اَنَّ اَبَا بَكْرٍ نِيطَ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنِيطَ عُمَرُ بِاَبِىْ بَكْرٍ وَنِيطَ عُثْمَانُ بِعُمَرَ قَالَ جَابِرٌ فَلَمَّا قُمْنَا مِنْ عِنْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْنَا اَمَّا الرَّجُلُ الصَّالِحُ فَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَمَّا تَنَوُّطُ بَعْضِهِمْ بِبَعْضٍ فَهُمْ وُلَاةُ هٰذَا الْاَمْرِ الَّذِىْ بَعَثَ اللّٰهُ بِهٖ نَبِيَّهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ وَرَوَاهُ يُوْنُسُ وَشُعَيْبٌ لَمْ يَذْكُرَا عَمْرَو بْنَ اَبَانَ

✧✧ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: گزشتہ رات ایک نیک شخص کو خواب میں دکھایا گیا کہ ابوبکر کو اللہ کے رسول کے ساتھ منسلک کر دیا گیا ہے۔ عمر کو ابوبکر کے ساتھ منسلک کر دیا گیا ہے اور عثمان کو عمر کے ساتھ منسلک کر دیا گیا ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں جب ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے اٹھے تو ہم نے کہا: اس نیک شخص سے مراد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور ان حضرات کو ایک دوسرے سے منسلک کرنے کا مطلب اس معاملے (حکومت) کا نگران ہونا ہے جس کے ہمراہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو مبعوث کیا ہے۔

امام ابوداؤد فرماتے ہیں: یونس اور شعیب (نامی راوی) نے عمرو (نامی راوی) کا تذکرہ نہیں کیا ہے۔

**42**- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ حَدَّثَنِىْ عَفَّانُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ اَشْعَثَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ اَنَّ رَجُلًا قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّىْ رَاَيْتُ كَاَنَّ دَلْوًا دُلِّىَ مِنَ السَّمَاءِ فَجَاءَ اَبُوْ بَكْرٍ فَاَخَذَ بِعَرَاقِيْهَا فَشَرِبَ شُرْبًا ضَعِيْفًا ثُمَّ جَاءَ عُمَرُ فَاَخَذَ بِعَرَاقِيْهَا فَشَرِبَ حَتّٰى تَضَلَّعَ ثُمَّ جَاءَ عُثْمَانُ فَاَخَذَ بِعَرَاقِيْهَا فَشَرِبَ حَتّٰى تَضَلَّعَ ثُمَّ جَاءَ عَلِىٌّ فَاَخَذَ بِعَرَاقِيْهَا فَانْتَشَطَتْ وَانْتَضَحَ عَلَيْهِ مِنْهَا شَىْءٌ

✧✧ حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، ایک شخص نے عرض کی: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! میں نے (خواب میں) دیکھا ہے کہ گویا ایک ڈول ہے جسے آسمان سے لٹکایا گیا ہے۔ پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے انہوں نے اس کے دونوں کناروں کو تھام لیا اور اس کو کمزوری کے ساتھ پیا۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ آئے۔ انہوں نے اس کے دونوں کناروں کو تھاما اور اس کو خوب اچھی طرح پیا۔ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ آئے انہوں نے بھی اس کے دونوں کناروں کو اچھی طرح تھاما اور اسے اچھی طرح سے پی لیا۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ آئے انہوں نے اس کے دونوں کناروں کو تھاما اور وہ ہل گیا اور اس کا کچھ پانی ان پر چھلک گیا۔

---

حدیث 41:

اخرجه الامام احمد فى "مسنده" رقم الحديث: 14863

اخرجه ابن حبان فى "صحيحه" رقم الحديث: 6913

اخرجه الحاكم فى "المستدرك" رقم الحديث: 4551

حدیث 42:

اخرجه الامام احمد فى "مسنده" رقم الحديث: 20255

اخرجه الطبرانى فى "معجمه الكبير" رقم الحديث: 6965

اخرجه ابن ابى شيبة فى "مصنفه" رقم الحديث: 30491

# حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ

## نام ونسب اور خاندان

عمر نام، ابوحفص کنیت، فاروق لقب، والد کا نام خطاب اور والدہ کا نام ختمہ تھا، پورا سلسلہ نسب یہ ہے: عمر بن الخطاب بن نفیل بن عبدالعزی بن رباح بن عبداللہ بن قرط بن رزاح بن عدی بن کعب بن لوی بن فہر بن مالک (اصابہ ج) عدی کے دوسرے بھائی مرہ تھے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اجداد میں سے ہیں، اس لحاظ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا سلسلہ نسب آٹھویں پشت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جاکر مل جاتا ہے۔

حضرت عمر کا خاندان ایام جاہلیت سے نہایت ممتاز تھا، آپ کے جداعلی عدی عرب کے باہمی منازعات میں ثالث مقرر ہوا کرتے تھے اور قریش کو کسی قبیلہ کے ساتھ کوئی ملکی معاملہ پیش آجاتا تو سفیر بن کر جایا کرتے تھے اور یہ دونوں منصب عدی کے خاندان میں نسلا بعد نسل چلے آرہے تھے، دادھیال کی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ نانہیال کی طرف سے بھی نہایت معزز خاندان سے تعلق رکھتے تھے، آپ کی والدہ ختمہ، ہاشم بن مغیرہ کی بیٹی تھیں اور مغیرہ اس درجہ کے آدمی تھے کہ جب قریش کسی قبیلہ سے نبرد آزمائی کے لئے جاتے تھے تو فوج کا اہتمام ان ہی کے متعلق ہوتا تھا۔ (عقد الفرید باب فضائل العرب)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہجرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے چالیس برس پہلے پیدا ہوئے، ایام طفولیت کے حالات پردہ خفا میں ہیں؛ بلکہ سن رشد کے حالات بھی بہت کم معلوم ہیں، شباب کا آغاز ہوا تو ان شریفانہ مشغلوں میں مشغول ہوئے جو شرفائے عرب میں عموماً رائج تھے، یعنی نسب دانی، سپہ گری، پہلوانی اور خطابت میں مہارت پیدا کی، خصوصاً شہسواری میں کمال حاصل کیا، اسی زمانہ میں انہوں نے لکھنا پڑھنا بھی سیکھ لیا تھا؛ چنانچہ زمانہ جاہلیت میں جو لوگ لکھنا پڑھنا جانتے تھے ان میں سے ایک حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ (استیعاب تذکرہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ)

تعلیم وتعلم سے فارغ ہونے کے بعد فکر معاش کی طرف متوجہ ہوئے، عرب میں لوگوں کا ذریعہ معاش زیادہ تر تجارت تھا، اسلئے انہوں نے بھی یہی شغل اختیار کیا اور اسی سلسلہ میں دور دور ممالک کا سفر کیا، اس سے آپ کو بڑے تجربے اور فوائد حاصل ہوئے، آپ کی خودداری بلند حوصلگی، تجربہ کاری اور معاملہ فہمی اسی کا نتیجہ تھی اور ان ہی اوصاف کی بنا پر قریش نے آپ کو سفارت کے منصب پر مامور کردیا تھا، قبائل میں جب کوئی پیچیدگی پیدا ہوجاتی تھی تو آپ ہی سفیر بن کر جاتے تھے اور اپنے غیر معمولی فہم وتدبر اور تجربہ سے اس عقدہ کو حل کرتے تھے۔ (فتوح البلدان بلاذری)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ستائیسواں سال تھا کہ ریگستان عرب میں آفتاب اسلام روشن ہوا اور مکہ کی گھاٹیوں سے توحید کی صدا بلند ہوئی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لئے یہ آواز نہایت نامانوس تھی اس لئے سخت برہم ہوئے، یہاں تک کہ جس کی نسبت معلوم ہوجاتا کہ یہ مسلمان ہوگیا ہے اس کے دشمن بن جاتے، ان کے خاندان کی ایک کنیز بسینہ نامی مسلمان ہوگئی تھی، اس کو اتنا مارتے کہ مارتے مارتے تھک جاتے، بسینہ کے سوا اور جس جس پر قابو چلتا زدوکوب سے دریغ نہیں کرتے تھے؛ لیکن اسلام کا نشہ ایسا نہ تھا جو

چڑھ کر اتر جاتا، ان تمام سختیوں پر ایک شخص کو بھی وہ اسلام سے بددل نہ کر سکے۔

## اسلام اور ہجرت

قریش کے سربرآوردہ اشخاص میں ابوجہل اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دشمنی میں سب سے زیادہ سرگرم تھے، اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خصوصیت کے ساتھ ان ہی دونوں کے لئے اسلام کی دعا فرمائی: اللهم اعزالاسلام باحدالرجلين اما ابن هشام واماعمر بن الخطاب (جامع ترمذی مناقب عمر رضی اللہ عنہ)

خدایا اسلام کو ابوجہل یا عمر بن الخطاب سے معزز کر، مگر یہ دولت تو قسام ازل نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی قسمت میں لکھ دی تھی، ابوجہل کے حصہ میں کیونکر آتی؟ اس دعائے مستجاب کا اثر یہ ہوا کہ کچھ دنوں کے بعد اسلام کا یہ سب سے بڑا دشمن اس کا سب سے بڑا دوست اور سب سے بڑا جاں نثار بن گیا، یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دامن دولت ایمان سے بھر گیا "ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ" تاریخ وسیر کی کتابوں میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تفصیلات اسلام میں اختلاف ہے۔

ایک مشہور واقعہ جس کو عام طور پر ارباب سیر لکھتے ہیں، یہ ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنی انتہائی سختیوں کے باوجود ایک شخص کو بھی اسلام سے بددل نہ کر سکے تو آخر کار مجبور ہو کر (نعوذ باللہ) خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کا ارادہ کیا اور تلوار کمر سے لگا کر سیدھے رسول اللہ کی طرف چلے راہ میں اتفاقاً نعیم بن عبداللہ مل گئے، ان کے تیور دیکھ کر پوچھا خیر تو ہے؟ بولے "محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ کرنے جاتا ہوں، انہوں نے کہا پہلے اپنے گھر کی تو خبر لو خود تمہاری بہن اور بہنوئی اسلام لا چکے ہیں" فوراً پلٹے اور بہن کے یہاں پہنچے، وہ قرآن پڑھ رہی تھیں، ان کی آہٹ پا کر چپ ہوگئیں اور قرآن کے اجزاء چھپا لئے؛ لیکن آواز ان کے کان میں پڑ چکی تھی، بہن سے پوچھا یہ کیسی آواز تھی؟ بولیں کچھ نہیں، انہوں نے کہا میں سن چکا ہوں کہ تم دونوں مرتد ہو گئے ہو، یہ کہہ کر بہنوئی سے دست وگریباں ہو گئے اور جب ان کی بہن بچانے کو آئیں تو ان کی بھی خبر لی، یہاں تک کہ ان کا جسم لہولہان ہو گیا؛ لیکن اسلام کی محبت پر ان کا کچھ اثر نہ ہوا" بولیں عمر جو بن آئے کرلو؛ لیکن اسلام اب دل سے نہیں نکل سکتا" ان الفاظ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دل پر خاص اثر کیا، بہن کی طرف محبت کی نگاہ سے دیکھا، ان کے جسم سے خون جاری تھا، اسے دیکھ کر اور بھی رقت ہوئی، فرمایا تم لوگ جو پڑھ رہے تھے مجھے بھی سناو، فاطمہ رضی اللہ عنہ نے قرآن کے اجزاء سامنے لا کر رکھ دیئے، اٹھا کر دیکھا تو یہ سورۃ تھی:

"سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۝ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ"

"زمین وآسمان میں جو کچھ ہے سب خدا کی تسبیح پڑھتے ہیں، وہ غالب اور حکمت والا ہے۔"

ایک ایک لفظ پر ان کا دل مرعوب ہوتا جاتا تھا، یہاں تک کہ جب اس آیت پر پہنچے:

"اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ"

خدا اور اس کے رسول پر ایمان لاو

تو بے اختیار پکار اٹھے "اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا الرَّسُوْلَ اللّٰهِ"

یہ وہ زمانہ تھا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارقم رضی اللہ عنہ کے مکان پر جو کوہ صفا کے نیچے واقع تھا پناہ گزین تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آستانہ مبارک پر پہنچ کر دستک دی، چونکہ شمشیر بکف تھے، صحابہ کو تردد ہوا؛ لیکن حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے کہا آنے دو، مخلصانہ آیا ہے تو بہتر ہے ورنہ اسی کی تلوار سے اس کا سر قلم کردوں گا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اندر قدم رکھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود آگے بڑھے اور ان کا دامن پکڑ کر فرمایا" کیوں عمر! کس ارادے سے آئے ہو؟ نبوت کی پرجلال آواز نے ان کو کپکپادیا، نہایت خضوع کے ساتھ عرض کیا ایمان لانے کے لئے! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بے ساختہ اللہ اکبر کا نعرہ اس زور سے مارا کہ تمام پہاڑیاں گونج اٹھیں۔ (سیرۃ النبی ج: ۰۰۰ بحوالہ اسد الغابہ و ابن عساکر و کامل ابن اثیر)

یہی روایت تھوڑے سے تغیر کے ساتھ دار قطنی، ابویعلیٰ، حاکم اور بیہقی میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، دونوں میں فرق صرف اس قدر ہے کہ پہلی میں سورہ حدید کی آیۃ سَبَّحَ لِلّٰہِ مَافِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ہے، دوسری میں سورہ طٰہٰ کی یہ آیت ہے:

"اِنَّنِیْٓ اَنَا اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدْنِیْ o وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکْرِیْ"

"میں ہوں خدا کوئی نہیں معبود؛ لیکن میں، تو مجھ کو پوجو اور میری یاد کے لئے نماز کھڑی کرو"۔

جب اس آیت پر پہنچے تو بے اختیار لا الہ الا اللہ پکار اٹھے اور در اقدس پر حاضری کی درخواست کی؛ لیکن یہ روایت دو طریقوں سے مروی ہے اور دونوں میں ایسے رواۃ ہیں جو قبول کے لائق نہیں؛ چنانچہ دار قطنی نے اس روایت کو مختصراً لکھا ہے کہ اس کا ایک راوی قاسم بن عثمان بصری قوی نہیں۔ (دار قطنی باب الطہارۃ للقرآن)

ذہبی نے متدرک حاکم کے استدلال میں لکھا ہے کہ روایت واہی و منقطع ہے (متدرک حاکم ج) ان دونوں روایتوں کے مشترک راوی اسحاق بن یوسف، قاسم بن عثمان، اسحاق بن ابراہیم الحسینی اور اسامہ بن زید بن اسلم ہیں اور یہ سب کے سب پایہ اعتبار سے ساقط ہیں۔

ان روایتوں کے علاوہ مسند ابن حنبل میں ایک روایت خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، جو گو ایک تابعی کی زبان سے مروی ہے تاہم اس باب میں سب سے زیادہ محفوظ ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو چھیڑنے نکلا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم بڑھ کر مسجد حرام میں داخل ہوگئے اور نماز شروع کردی جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورہ الحاقہ تلاوت فرمائی، میں کھڑا سنتا رہا اور قرآن کے نظم واسلوب سے حیرت میں تھا، دل میں کہا جیسا قریش کہا کرتے ہیں، خدا کی قسم یہ شاعر ہے، ابھی یہ خیال آیا ہی تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی:

"اِنَّہٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ کَرِیْمٍ o وَّمَا ھُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ o قَلِیْلًا مَّا تُؤْمِنُوْنَ"

"یہ ایک بزرگ قاصد کا کلام ہے اور یہ کسی شاعر کا کلام نہیں، تم بہت کم ایمان رکھتے ہو"۔

میں نے کہا یہ تو کاہن ہے، میرے دل کی بات جان گیا ہے، اس کے بعد ہی یہ آیت پڑھی:

"وَلَا بِقَوْلِ کَاھِنٍ o قَلِیْلًا مَّا تَذَکَّرُوْنَ o تَنْزِیْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ"

"یہ کاہن کا کلام بھی نہیں تم بہت کم نصیحت پکڑتے ہو، یہ تو جہانوں کے پروردگار کی طرف سے اترا ہے"۔

آپ نے یہ سورۃ آخر تک تلاوت فرمائی اور اس کو سن کر اسلام میرے دل میں پوری طرح گھر کر گیا۔ (مسند ابن حنبل)

اس کے علاوہ صحیح بخاری میں خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی زبانی یہ روایت ہے کہ بعثت سے کچھ پہلے یا اس کے بعد ہی وہ ایک بت خانہ میں سوتے تھے کہ انہوں نے دیکھا کہ ایک بت پر ایک قربانی چڑھائی گئی اور اس کے اندر سے آواز آئی، اے جلیح ایک فصیح البیان کہتا ہے: لا اِلٰہَ اِلَّا اللہ، اس آواز کا سننا تھا کہ لوگ بھاگ کھڑے ہوئے؛ لیکن میں کھڑا رہا کہ دیکھوں اس کے بعد کیا ہوتا ہے کہ پھر وہی آواز آئی، اس واقعہ پر تھوڑے ہی دن گزرے تھے کہ لوگوں میں چرچا ہوا کہ یہ نبی ہیں، (باب بنیان الکعبہ باب اسلام عمر رضی اللہ عنہ)

اس روایت میں اس کا بیان نہیں ہے کہ اس آواز کا حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر کیا اثر ہوا۔

پہلی عام روایت بھی اگر صحیح مان لی جائے تو شاید واقعہ کی ترتیب یہ ہوگی کہ اس ندائے غیب پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لبیک نہیں کہا اور اس کا کوئی تعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی بشارت سے وہ نہ پیدا کر سکے کہ اس میں ان کی رسالت اور نبوت کا کوئی ذکر نہ تھا تاہم چونکہ توحید کا ذکر تھا اس لئے ادھر میلان ہوا ہوگا؛ لیکن چونکہ ان کو قرآن سننے کا موقع نہیں ملا، اس لئے اس توحید کی دعوت کی حقیقت نہ معلوم ہو سکی، اس کے بعد جب انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سورۃ الحاقہ جس میں قیامت اور حشر ونشر کا نہایت موثر بیان ہے، نماز میں پڑھتے سنی تو ان کے دل پر ایک خاص اثر ہوا جیسا کہ اس فقرے سے ظاہر ہوتا ہے وقع الاسلام فی قلبی کل موقع، یعنی اسلام میرے دل میں پوری طرح بیٹھ گیا تاہم چونکہ وہ طبعاً مستقل مزاج اور پختہ کار تھے اس لئے انہوں نے اسلام کا اعلان نہیں کیا؛ بلکہ اس اثر کو شاید وہ روکتے رہے؛ لیکن اس کے بعد جب ان کی بہن کا واقعہ پیش آیا اور سورہ طٰہٰ پر نظر پڑی جس میں توحید کی نہایت موثر دعوت ہے تو دل پر قابو نہ رہا اور بے اختیار کلمہ توحید پکار اٹھے اور در اقدس پر حاضری کی درخواست کی۔

اور اگر وہ پہلی روایت صحیح تسلیم نہ کی جائے تو واقعہ کی سادہ صورت یہ ہو سکتی ہے کہ اس ندائے غیب نے ان کے دل میں توحید کا خیال پیدا کیا لیکن چونکہ تین برس دعوت محدود اور مخفی رہی تھی اس لئے ان کو اس کا حال نہ معلوم ہو سکا اور مخالفت کی شدت کے باعث کبھی خود بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں جانے اور قرآن سننے کا موقع نہ ملا پھر جب رفتہ رفتہ اسلام کی حقیقت کی مختلف آوازیں ان کے کانوں میں پڑتی گئیں تو ان کی شدت کم ہوتی گئی، بالآخر وہ دن آیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے ان کو سورۃ الحاقہ سننے کا موقع ملا اور وہ لبیک کہتے ہوئے اسلام کے آستانہ پر حاضر ہو گئے۔

## زمانہ اسلام

عام مورخین اور ارباب سیر نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مسلمان ہونے کا زمانہ نبوی مقرر کیا ہے اور لکھا ہے کہ آپ چالیسویں مسلمان تھے۔

(آج کل کے ایک نوجوان خوش فہم صاحب قلم نے تمام گذشتہ روایات کو ایک سرے سے ناقابل التفات قرار دے کر یہ دعویٰ کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نہایت قدیم الاسلام تھے، شاید مقصود یہ ہو کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ وغیرہ کے بعد ہی ان کا شمار ہو، اس مقصد کے لئے انہوں نے تنہا بخاری کو سند قرار دیا ہے، چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام کی تمہید میں وہ لکھتے ہیں کہ: اسی

فطرت سلیمہ کی بنا پران (عمر رضی اللہ عنہ) کو اسلام سے ہمدردی پیدا ہوئی؛ چنانچہ ان کی ہمشیرہ اور سعید بن زید نے اسلام قبول کیا تو گو وہ مسلمان نہیں ہوئے تھے تاہم لوگوں کو اسلام پر قائم رہنے کی تاکید کیا کرتے تھے؛ چنانچہ سعید نے اس واقعہ کو ایک موقع پر بیان کیا ہے۔"

کان عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ یقیم علی الاسلام انا واختہ وما اسلم

"یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ مجھ کو اور اپنی بہن کو اسلام پر مضبوط کرتے تھے حالانکہ خود نہیں اسلام لاتے تھے"۔ (سیر الصحابہ)

اس حدیث میں اپنے موافق مطلب تحریر کرنے کے بعد وہ فرماتے ہیں: "اس حدیث کا بعض لوگوں نے اور بھی مطلب بیان کیا ہے اور قسطلانی نے اس کی تردید کی ہے۔" اس کے بعد بت خانہ میں ندائے غیب سننے کے واقعہ کا ذکر کیا۔

پہلی حدیث سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اسلام کے ساتھ ہمدردی اور دوسری میں ہاتف غیب کی آواز سننے کا ذکر ہے، ان دونوں باتوں کو ملا کر انہوں نے فوراً حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے آغاز اسلام ہی میں مسلمان ہونے کا قطعی فیصلہ کر دیا اور اسی واقعہ کو ان کے فوری اسلام کا سبب قرار دیدیا، اس کے بعد ایک اور شہادت پر مصنف کی نظر پڑی کہ مرض الموت میں ایک نوجوان نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے یہ الفاظ کہے: "اے امیر المومنین: خدا نے آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اور سبقت کے ذریعہ سے (جس کو آپ جانتے ہیں) جو بشارت دی ہے اس سے آپ خوش ہوں" اس قدر شواہد اور اتنے دلائل کے بعد فاضل مصنف ناظرین سے داد طلب ہیں کہ ایک طرف تو صحیح بخاری کی مستند روایات ہیں جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی فطری سلامت روی اور حق پرستی کو ظاہر کرتی ہیں، دوسری طرف مزخرفات کا یہ دفتر بے پایاں ہے جو ان میں گذشتہ اوصاف سے متعارض صفات تسلیم کراتا ہے، ناظرین انصاف کریں کہ ان میں سے کس کو صحیح تسلیم کیا جائے؟

افسوس مصنف کو دیگر مسائل کی طرح اس مسئلہ میں بھی متعدد مسامحات میں گرفتار ہونا پڑا ہے، ہم ناظرین کو مصنف کے ابتدائی دلائل کی طرف توجہ دلاتے ہیں، مصنف نے سب سے پہلے اسلام کے ساتھ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ہمدردی میں سعید بن زید رضی اللہ عنہ کی یہ روایت پیش کی ہے:

کان عمر بن الخطاب یقیم علی الاسلام انا و اختہ وما اسلم (بخاری باب اسلام عمر رضی اللہ عنہ)

"یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ مجھ کو اور اپنی بہن کو اسلام پر مضبوط کرتے تھے حالانکہ خود مسلمان نہیں ہوئے تھے۔"

اس کے بعد لکھتے ہیں کہ اس حدیث کا بعض لوگوں نے ایک اور مطلب بھی بیان کیا ہے اور قسطلانی نے اس کی تردید کی ہے، یہاں پر مصنف نے اپنا مطلب ثابت کرنے کے لئے بڑی جسارت سے کام لیا ہے، اول تو حدیث کے لفظ میں صریح تحریف کی ہے اور تحریف بھی ادب عربی کے خلاف ہے، پھر حدیث میں "یقیم" کے بجائے "موثقی" ہے، (بخاری ج باب اسلام سعید بن زید و اسلام عمر رضی اللہ عنہ) جس کے معنی باندھنے کے ہیں نہ کہ مضبوط کرنے اور قائم رکھنے کے یہ عربی کا محاورہ ہے اور قسطلانی نے باندھنے کے معنی لئے ہیں، اور مصنف کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ قسطلانی سے مصنف کے بیان کردہ معنی کی تائید ہوتی ہے، حالانکہ یہ سراسر غلط ہے، ہذا بہتان عظیم؛ چنانچہ قسطلانی کے الفاظ یہ ہیں، (قسطلانی ج) بحبل اوقد کالاسیر تضییقا واھانۃ، یعنی موثقی سے مراد رسی یا تسمہ

سے قیدی کی طرح تنگ کرنے اور ذلیل کرنے کے لئے باندھنا ہے، البتہ قسطلانی نے مصنف کے اختیار کردہ غلط معنی کی تردید کی ہے جس کو بعض خوش فہموں نے اختیار کرنا چاہا تھا۔

دوسری حدیث جو مصنف نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام کے باب میں پیش کی ہے، یعنی ہاتف غیب کی آواز، اس روایت میں کوئی ایسا فقرہ نہیں ہے جس سے یہ ظاہر ہو کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس کو سن کر متاثر ہوئے اور فوراً اسلام لے آئے، اس قصہ کے آخر میں یہ صاف مذکور ہے کہ اس کے بعد تھوڑے ہی دن گزرے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا شہرہ ہوا، اس لئے یہ بالکل ہی آغاز اسلام کا واقعہ ہوگا، اگر اسی وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اسلام لانا ثابت ہو جائے تو اس سے یہ بھی ثابت ہو جائے گا کہ حضرت عبداللہ بن عمر کی ولادت سے پہلے ہی آپ مسلمان ہو چکے تھے جو قطعی غلط ہے، جیسا کہ آگے ثابت ہوگا۔

آیئے اب ہم صحیح بخاری ہی کے ارشادات پر چل کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام کی تاریخ تلاش کریں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام کے واقعہ کے بیان میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے یہ الفاظ بخاری میں ہیں: "حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسلمان ہوئے تو ایک ہنگامہ برپا ہو گیا، مشرکین بکثرت ان کے مکان پر جمع ہو گئے اور کہنے لگے صبا عمر، عمر بے دین ہو گئے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ خوف زدہ گھر کے اندر تھے اور میں مکان کی چھت پر تھا۔" (صحیح بخاری اسلام عمر رضی اللہ عنہ)

اس روایت سے ظاہر ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام کے وقت نہ صرف یہ کہ وہ پیدا ہو چکے تھے؛ بلکہ سن تمیز کے اس درجہ پر پہنچ چکے تھے کہ ان کو لڑکپن کے واقعات وضاحت سے یاد رہ گئے اور تجربہ اس کا شاہد ہے کہ ۵ سال کا بچہ واقعات کو اس طرح سے محفوظ نہیں رکھ سکتا، آگے چلئے، ۳ھ یعنی بعثت کے سولہویں سال غزوہ احد ہوا، بخاری میں خود حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اس وقت ان کی عمر ۱۴ سال تھی اس لئے چھوٹی عمر کے بچوں کے ساتھ چھانٹ دیئے گئے تھے اور مجاہدین میں نہیں لئے گئے، (بخاری باب غزوۃ الخندق) اس حساب سے بعثت کے دو سال بعد آپ کی پیدائش ماننی پڑے گی، اور کم از کم پانچ سال کی عمر واقعات محفوظ رہنے کے لئے ماننی ہوگی تو پانچ سال یہ اور دو سال بعد بعثت کے کل سات سال ہو جاتے ہیں، لہٰذا خود صحیح بخاری کی تائید سے یہ واضح ہوتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا زمانہ اسلام ۷ھ بعثت ہوگا، اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہاتف غیب کی آواز سننے کے سات سال بعد اسلام لائے۔)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مسلمان ہو جانے سے اسلام کی تاریخ میں ایک نیا دور شروع ہو گیا، اس وقت تک چالیس یا اس سے کچھ کم و بیش آدمی دائرہ اسلام میں داخل ہو چکے تھے؛ لیکن وہ نہایت بے بسی و مجبوری کے عالم میں تھے، اعلانیہ فرائض مذہبی ادا کرنا تو درکنار اپنے کو مسلمان ظاہر کرنا بھی خطرہ سے خالی نہ تھا اور کعبہ میں نماز پڑھنا تو بالکل ناممکن تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے سے دفعتاً حالت بدل گئی، انہوں نے اعلانیہ اپنے اسلام کا اظہار کیا، صرف اتنا ہی نہیں؛ بلکہ مشرکین کو جمع کر کے باآواز بلند اپنے ایمان کا اعلان کیا، مشرکین نہایت برافروختہ ہوئے؛ لیکن عاص بن وائل نے جو رشتہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ماموں تھے، ان کو اپنی پناہ میں لے لیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ قبول اسلام سے پہلے اپنی آنکھوں سے مسلمانوں کی مظلومیت کا تماشہ دیکھتے تھے اس لئے شوق مساوات نے اسے پسند نہ کیا کہ وہ اسلام کی نعمت سے متمتع ہونے کے بعد عاص بن وائل کی حمایت کے سہارے

اس کے نتائج سے محفوظ رہیں، اس لئے انہوں نے پناہ قبول کرنے سے انکار کردیا اور برابر ثبات واستقلال کے ساتھ مشرکین کا مقابلہ کرتے رہے، یہاں تک کہ مسلمانوں کی جماعت کے ساتھ برابر کعبہ میں جا کر نماز ادا کی۔ (ابن سعد)

یہ پہلا موقع تھا کہ حق، باطل کے مقابلہ میں سر بلند ہوا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس صلہ میں دربار نبوت سے فاروق کا لقب مرحمت ہوا۔

## ہجرت

مکہ میں جس قدر مسلمانوں کی تعداد بڑھتی گئی، اسی قدر مشرکین قریش کے بغض وعناد میں بھی ترقی ہوتی گئی، اگر پہلے وہ صرف فطری خونخواری اور جوش مذہبی کی بنا پر مسلمانوں کو اذیت پہنچاتے تھے تو اب انہیں سیاسی مصالح نے مسلمانوں کے کامل استیصال پر آمادہ کردیا تھا، سچ یہ ہے کہ اگر بلاکشان اسلام میں غیر معمولی جوش ثبات اور وارفتگی کا مادہ نہ ہوتا ایمان پر ثابت قدم رہنا غیر ممکن تھا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ ۷ نبوی میں اسلام لائے تھے اور ۱۳ نبوی میں ہجرت ہوئی، اس طرح گویا انہوں نے اسلام لانے کے بعد تقریباً ۶/۷ برس تک قریش کے مظالم برداشت کئے، جب مسلمانوں کو مدینہ کی جانب ہجرت کی اجازت ملی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی اس سفر کے لئے آمادہ ہوئے اور بارگاہ نبوت سے اجازت لے کر چند آدمیوں کے ساتھ مدینہ کی طرف روانہ ہوئے اور اس شان کے ساتھ روانہ ہوئے کہ پہلے مسلح ہو کر مشرکین کے مجمعوں سے گزرتے ہوئے خانہ کعبہ پہنچے، نہایت اطمینان سے طواف کیا، نماز پڑھی، پھر مشرکین سے مخاطب ہو کر کہا کہ جس کو مقابلہ کرنا ہو وہ مکہ سے باہر نکل کر مقابلہ کرلے؛ لیکن کسی کی ہمت نہ ہوئی اور وہ مدینہ روانہ ہو گئے۔ (زرقانی)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ مدینہ پہنچ کر قبا میں رفاعہ بن عبدالمنذر کے مہمان ہوئے، قبا کا دوسرا نام عوالی ہے؛ چنانچہ صحیح مسلم میں ان کی فرودگاہ کا نام عوالی ہی لکھا ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بعد اکثر صحابہ نے ہجرت کی یہاں تک کہ ۶۲۲ء میں خود آفتاب رسالت صلی اللہ علیہ وسلم بھی مکہ کی گھاٹیوں سے نکل کر مدینہ کے افق سے ضوافگن ہوا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ تشریف لانے کے بعد غریب الوطن مہاجرین کے رہنے سہنے کا اس طرح انتظام فرمایا کہ ان میں اور انصار میں برادری قائم کردی، اس موقع پر انصار نے عدیم النظیر ایثار سے کام لے کر اپنے مہاجر بھائیوں کو مال واسباب میں نصف کا شریک بنالیا، اس رشتہ کے قائم کرنے میں درجہ ومراتب کا خاص طور پر خیال رکھا گیا تھا یعنی جو مہاجر جس رتبہ کا تھا اسی حیثیت کے انصاری سے اس کی برادری قائم کی گئی تھی؛ چنانچہ عمر رضی اللہ عنہ کے برادر اسلام حضرت عتبہ بن مالک قرار پائے تھے جو قبیلہ بنی سالم کے معزز رئیس تھے۔

مدینہ کا اسلام مکہ کی طرح بے بس ومجبور نہ تھا؛ بلکہ اب آزادی اور اطمینان کا دور تھا اور اس کا وقت آگیا تھا کہ فرائض وارکان محدود اور معین کئے جائیں نیز مسلمانوں کی تعداد وسیع سے وسیع تر ہوتی جاتی تھی اور وہ دور دور کے محلوں میں آباد ہونے لگے تھے، اس بنا پر شدید ضرورت تھی کہ اعلان نماز کا کوئی طریقہ معین کیا جائے؛ چنانچہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلے اسی کا انتظام کرنا چاہا، بعض صحابہ کی رائے ہوئی کہ آگ جلا کر لوگوں کو خبر کی جائے، بعض کا خیال تھا کہ یہودیوں اور عیسائیوں کی طرح بوق

وناقوس سے کام لیا جائے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ایک آدمی اعلان کے لئے کیوں نہ مقرر کیا جائے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ رائے پسند آئی اور اسی وقت حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اذان کا حکم دیا گیا، اس طرح اسلام کا ایک شعار اعظم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے کے موافق قائم ہوا، (صحیح بخاری کتاب الاذان باب بدء الاذان) جس سے تمام عالم قیامت تک دن اور رات میں پانچ وقت توحید ورسالت کے اعلان سے گونجتا رہے گا۔

## غزوات ودیگر حالات

مدینہ میں سب سے پہلا معرکہ بدر کا پیش آیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس معرکہ میں رائے، تدبر جانبازی اور پامردی کے لحاظ سے ہر موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست وبازو رہے، عاص بن ہشام ابن مغیرہ جو رشتہ میں ان کا ماموں ہوتا تھا، خود ان کے خنجر خارا شگاف سے واصل جہنم ہوا (ابن جریر: واستیعاب ترجمہ عمر بن الخطاب)

یہ بات حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خصوصیات میں سے ہے کہ اسلام کے مقابلہ میں قرابت ومحبت کے تعلقات سے مطلقاً متاثر نہیں ہوتے تھے، آپ کے ہاتھوں عاص کا قتل اس کی روشن مثال ہے۔

بدر کا میدان مسلمانوں کے ہاتھ رہا، غنیم کے کم وبیش ستر آدمی مارے گئے اور تقریباً اسی قدر گرفتار ہوئے؛ چونکہ ان میں سے قریش کے اکثر بڑے بڑے معزز سردار تھے، اس لئے یہ بحث پیدا ہوئی کہ ان کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام صحابہ رضی اللہ عنہم سے رائے لی، لوگوں نے مختلف رائیں دی، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی رائے ہوئی کہ فدیہ لے کر چھوڑ دیا جائے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اختلاف کیا اور کہا کہ ان سب کو قتل کر دینا چاہئے، اور اس طرح کہ ہم میں سے ہر ایک اپنے ہاتھوں سے اپنے عزیز کو قتل کرے، علی عقیل کی گردن ماریں اور فلاں جو میرا عزیز ہے اس کا کام میں تمام کردوں۔

واقعہ بدر کے بعد خود مدینہ کے یہودیوں سے لڑائی ہوئی اور ان کو جلاوطن کیا گیا اسی طرح غزوہ سویق اور دوسرے چھوٹے چھوٹے معرکے پیش آئے، سب میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سرگرم پیکار رہے، یہاں تک کہ شوال ۳ھ میں احد کا معرکہ پیش آیا، اس میں ایک طرف تو قریش کی تعداد تین ہزار تھی جس میں دوسو سوار اور سات سو زرہ پوش تھے، ادھر غازیان اسلام کی کل تعداد صرف سات سو تھی جس میں سو زرہ پوش اور دو سو سوار تھے، شوال ہفتہ کے دن لڑائی شروع ہوئی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ کو پچاس تیراندازوں کے ساتھ فوج کے عقب میں متعین کر دیا تھا کہ ادھر سے کفار حملہ نہ کرنے پائیں۔

مسلمانوں نے غنیم کی صفیں تہ وبالا کردیں، کفار شکست کھا کر بھاگے اور غازیان دین مال غنیمت جمع کرنے میں مصروف ہوگئے، تیراندازوں نے سمجھا کہ اب معرکہ ختم ہو چکا ہے، اس خیال سے وہ بھی لوٹنے میں مصروف ہوگئے، تیراندازوں کا اپنی جگہ سے ہٹنا تھا کہ خالد بن ولید نے (جو اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے) دفعتہً عقب سے زوروشور کے ساتھ حملہ کردیا، مسلمان چونکہ غافل تھے اس لئے ناگہانی ریلے کو روک نہ سکے، یہاں تک کہ کفار نے خود ذات اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر یورش کردی اور اس قدر تیروں اور پتھروں کی بارش کی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دندان مبارک شہید ہوئے، پیشانی پر زخم آیا اور رخساروں میں مغفر کی کڑیاں چبھ گئیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک گڑھے میں گر پڑے اور لوگوں کی نظروں سے چھپ گئے۔

جنگ کا زور و شور جب کسی قدر کم ہوا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے تیس فدائیوں کے ساتھ پہاڑ پر تشریف لائے، اسی اثنا میں خالد کو ایک دستہ فوج کے ساتھ اس طرف بڑھتے ہوئے دیکھ کر فرمایا کہ خدایا یہ لوگ یہاں تک نہ آنے پائیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے چند مہاجرین اور انصار کے ساتھ آگے بڑھ کر حملہ کیا اور ان لوگوں کو ہٹا دیا۔ (طبری)

ابوسفیان سالار قریش نے درہ کے قریب پہنچ کر پکارا کہ اس گروہ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ کیا کہ کوئی جواب نہ دے، ابوسفیان نے پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا نام لے کر کہا، یہ دونوں اس مجمع میں ہیں یا نہیں؟ اور جب کسی نے جواب نہ دیا تو بولا کہ ضرور یہ لوگ مارے گئے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے نہ رہا گیا، پکار کر کہا: او دشمن خدا! ہم سب زندہ ہیں، ابوسفیان نے کہا "اعل ھبل" یعنی اے ہبل بلند ہو،

(ہبل ایک بت کا نام تھا) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمر سے فرمایا جواب دو، اللہ اعلی واجل یعنی خدا بلند و برتر ہے۔

(بخاری کتاب المغازی، غزوہ احد)

غزوہ احد کے بعد ۳ھ میں حضرت عمر کو یہ شرف حاصل ہوا کہ ان کی صاحبزادی حضرت حفصہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں آئیں، بنو نضیر کو ان کی بدعہدی کے باعث مدینہ سے جلاوطن کیا گیا، اس واقعہ میں بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ شریک رہے، ۵ھ میں غزوہ خندق پیش آیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ سے باہر نکل کر خندق تیار کرائی، دس ہزار کفار نے خندق کا محاصرہ کیا، وہ لوگ کبھی کبھی خندق میں گھس کر حملہ کرتے تھے، اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خندق کے ادھر ادھر کچھ کچھ فاصلے پر اکابر صحابہ کو متعین فرما دیا تھا کہ دشمن ادھر سے نہ آنے پائیں، ایک حصہ پر حضرت عمر متعین تھے؛ چنانچہ یہاں پر ان کے نام کی ایک مسجد آج بھی موجود ہے، ایک دن کافروں کے مقابلہ میں ان کو اس قدر مصروف رہنا پڑا کہ عصر کی نماز قضا ہوتے ہوتے رہ گئی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر عرض کیا کہ آج کافروں نے نماز پڑھنے تک کا موقع نہ دیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے بھی اب تک عصر کی نماز نہیں پڑھی، (بخاری کتاب الصلوٰۃ باب مواقیت الصلوٰۃ) کامل ایک ماہ کے محاصرہ کے بعد مسلمانوں کے ثبات و استقلال کے آگے کافروں کے پاؤں اکھڑ گئے اور یہ میدان بھی غازیوں کے ہاتھ رہا۔

۶ھ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زیارت کعبہ کا ارادہ فرمایا اور اس خیال سے کہ کسی کو لڑائی کا شبہ نہ ہو، حکم دیا کہ کوئی ہتھیار باندھ کر نہ چلے، ذوالحلیفہ پہنچ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خیال ہوا کہ دشمنوں میں غیر مسلح چلنا مصلحت نہیں ہے؛ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی رائے کے موافق مدینہ سے اسلحہ منگوا لئے، مکہ کے قریب پہنچ کر معلوم ہوا کہ قریش نے عہد کر لیا ہے کہ مسلمانوں کو مکہ میں قدم نہ رکھنے دیں گے، چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو لڑنا مقصود نہیں تھا اس لئے مصالحت کے خیال سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو سفیر بنا کر بھیجا، قریش نے ان کو روک رکھا جب کئی دن گزر گئے تو یہ خبر مشہور ہوگئی کہ وہ شہید ہو گئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خبر سن کر صحابہ رضی اللہ عنہم جو تعداد میں چودہ سو تھے، ایک درخت کے نیچے جہاد پر بیعت لی؛ چنانچہ قرآن مجید کی اس آیت میں "لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ"، اسی واقعہ کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ (سیرت ابن ہشام)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیعت سے پہلے ہی لڑائی کی تیاری شروع کردی تھی، ہتھیار سج رہے تھے کہ خبر ملی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیعت لے رہے ہیں، اسی وقت بارگاہ نبوت میں حاضر ہوئے اور جہاد کے لئے دست اقدس پر بیعت کی۔

(بخاری کتاب المغازی غزوہ حدیبیہ)

قریش مصر تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس سال مکہ میں داخل نہیں ہوسکتے، آخر بڑے ردوقدح کے بعد ایک معاہدہ پر طرفین رضامند ہوگئے، اس معاہدہ میں ایک شرط یہ بھی تھی کہ اگر قریش کا کوئی آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں چلا جائے تو اس کو قریش کے پاس واپس کردیا جائے گا؛ لیکن اگر مسلمانوں کا کوئی شخص قریش کے ہاتھ آجائے تو ان کو نہ واپس کرنے کا اختیار ہوگا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی غیور طبیعت اس شرط سے نہایت مضطرب ہوئی اور خود سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں حاضر ہوکر دریافت کیا کہ جب ہم حق پر ہیں تو باطل سے اس قدر دب کر کیوں صلح کرتے ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میں خدا کا پیغمبر ہوں اور خدا کے حکم کے خلاف نہیں کرتا، اس کے بعد حضرت ابوبکر سے بھی یہی گفتگو کی، انہوں نےبھی یہی جواب دیا، بعد کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اپنی گفتگو پر ندامت ہوئی اور اس کے کفارے میں کچھ خیرات کی۔

(بخاری کتاب الشروط فی الجہاد والمصالحۃ مع اہل الحرب)

غرض معاہدہ صلح لکھا گیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی اس پر اپنے دستخط ثبت کئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کا قصد کیا، راہ میں سورہ "اِنَّـا فَتَـحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًـا" نازل ہوئی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بلا کر سنایا اور فرمایا کہ آج ایسی سورۃ نازل ہوئی ہے جو مجھ کو دنیا کی تمام چیزوں سے زیادہ محبوب ہے۔ (ایضا کتاب التفسیر سورہ فتح)

۷ھ میں واقعہ خیبر پیش آیا، یہاں یہودیوں کے بڑے بڑے مضبوط قلعے تھے جن کا مفتوح ہونا آسان نہ تھا، پہلے حضرت ابوبکر سپہ سالار ہوئے، ان کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس خدمت پر مامور ہوئے؛ لیکن یہ فخر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے مقدر ہوچکا تھا چنانچہ آخر میں جب آپ کو علم مرحمت ہوا تو آپ کے ہاتھوں خیبر کا رئیس مرحب مارا گیا اور خیبر مفتوح ہوا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کی زمین مجاہدوں کو تقسیم کردی؛ چنانچہ ایک ٹکڑا ثمغ نامی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حصہ میں آیا، انہوں نے اس کو راہ خدا میں وقف کردیا، (ایضا کتاب التفسیر سورہ فتح) اسلام کی تاریخ میں یہ پہلا وقف تھا جو عمل میں آیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور قریش کے درمیان حدیبیہ میں جو معاہدہ ہوا خیبر کے بعد قریش نے اس کو توڑ دیا، ابوسفیان نے پیش بندی کے خیال سے مدینہ آکر عذرخواہی کی؛ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے، اس لئے وہ اٹھ کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس گیا کہ وہ اس معاملہ کو طے کرادیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس سختی سے جواب دیا کہ وہ بالکل ناامید ہوگیا، غرض نقض عہد کے باعث آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دس ہزار مجاہدین کے ساتھ رمضان ۸ھ میں مکہ کا قصد فرمایا، قریش میں مقابلہ کی طاقت نہ تھی، اس لئے انہوں نے کوئی مزاحمت نہ کی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہایت جاہ وجلال کے ساتھ مکہ میں فاتحانہ داخل ہوئے اور باب کعبہ پر کھڑے ہوکر نہایت فصیح وبلیغ تقریری کی جو تاریخوں میں بعینہ مذکور ہے، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ساتھ لے کر مقام صفا پر لوگوں سے بیعت لینے کے لئے تشریف لائے لوگ جوق درجوق آتے تھے اور بیعت کرتے

جاتے تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قریب؛ لیکن کسی قدر نیچے بیٹھے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیگانہ عورتوں کے ہاتھ مس نہیں کرتے تھے، اس لئے جب عورتوں کی باری آئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اشارہ کیا کہ تم ان سے بیعت لو؛ چنانچہ تمام عورتوں نے ان ہی کے ہاتھ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی۔

فتح مکہ کے بعد اسی سال ہوازن کی لڑائی پیش آئی جو غزوہ حنین کے نام سے مشہور ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس جنگ میں بھی نہایت ثابت قدمی اور پامردی کے ساتھ شریک کارزار رہے، پھر ۹ھ میں یہ خبر مشہور ہوئی کہ قیصر روم عرب پر حملہ آور ہونا چاہتا ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام صحابہ کو تیاری کا حکم دیا اور جنگی تیاریوں کے لئے زر و مال سے اعانت کی ترغیب دلائی، اکثر صحابہ نے بڑی بڑی رقمیں پیش کیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس موقع پر اپنے تمام مال واملاک کا آدھا حصہ لاکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا۔ (ترمذی فضائل ابی بکر؛ لیکن ترمذی سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس موقع پر یہ رقم پیش کی تھی، البتہ سیر وتاریخ سے ثابت ہوتا ہے)

اسلحہ اور سامان رسد مہیا ہو جانے کے بعد مجاہدین نے مقام تبوک کا رخ کیا، یہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ خبر غلط تھی، اس لئے چند روز قیام کے بعد سب لوگ واپس آ گئے۔

عام روایت یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے از خود رفتہ ہو کر مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں اعلان کیا کہ جو شخص یہ کہے گا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی اس کو قتل کر ڈالوں گا۔

شاید اس میں یہ بھی مصلحت ہو کہ منافقین کو فتنہ پردازی کا موقع نہ ملے، پھر بھی فتنہ سقیفہ بنی ساعدہ کھڑا ہی ہو گیا، اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ وقت پر پہنچ کر اپنے ناخن عقل سے اس گتھی کو نہ سلجھاتے تو کیا عجب تھا کہ یہی فتنہ شمع اسلام کو ہمیشہ کے لئے گل کر دیتا؛ لیکن انصار کے ساتھ بہت بحث ومباحثہ کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کر لی اور اس کے بعد اور لوگوں نے بیعت کی۔ (بخاری کتاب المناقب فضائل ابی بکر رضی اللہ عنہ)

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت صرف سوا دو برس رہی ان کے عہد میں جس قدر بڑے بڑے کام انجام پائے سب میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ شریک رہے، قرآن شریف کی تدوین کا کام خاص ان کے مشورہ اور اصرار سے عمل میں آیا، غرض حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو اپنے عہد خلافت میں تجربہ ہو چکا تھا کہ منصب خلافت کے لئے عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے زیادہ کوئی شخص موزوں نہیں ہو سکتا؛ چنانچہ انہوں نے وفات کے قریب اکابر صحابہ سے مشورہ کے بعد ان کو اپنے بعد خلیفہ نامزد کیا اور آئندہ کے لئے مفید موثر نصیحتیں کیں جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لئے نہایت عمدہ دستور العمل ثابت ہوئیں۔

## واقعہ شہادت

مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے ایک پارسی غلام فیروز نامی نے جس کی کنیت ابولولو تھی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اپنے آقا کے بھاری محصول مقرر کرنے کی شکایت کی، شکایت بے جا تھی، اس لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے توجہ نہ کی، اس پر وہ اتنا ناراض ہوا کہ صبح کی نماز میں خنجر لے کر اچانک حملہ کر دیا اور متواتر چھ وار کیے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ زخم کے صدمے سے گر پڑے، اور حضرت

عبدالرحمٰن بن عوف نے نماز پڑھائی۔ (مستدرک)

یہ ایسا زخم کاری تھا کہ اس سے آپ جانبر نہ ہوسکے، لوگوں کے اصرار سے چھ اشخاص کو منصب خلافت کے لئے نامزد کیا کہ ان میں سے کسی ایک کو جس پر باقی پانچوں کا اتفاق ہوجائے اس منصب کے لئے منتخب کرلیا جائے، ان لوگوں کے نام یہ ہیں، علی رضی اللہ عنہ، عثمان رضی اللہ عنہ، زبیر رضی اللہ عنہ، طلحہ رضی اللہ عنہ، سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ، عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ، اس مرحلہ سے فارغ ہونے کے بعد حضرت عائشہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں دفن ہونے کی اجازت لی۔ (ایضا)

اس کے بعد مہاجرین انصار، اعراب اور اہل ذمہ کے حقوق کی طرف توجہ دلائی اور اپنے صاحبزادے عبداللہ رضی اللہ عنہ کو وصیت کی کہ مجھ پر جس قدر قرض ہوا گر وہ میرے متروکہ مال سے ادا ہوسکے تو بہتر ہے، ورنہ خاندان عدی سے درخواست کرنا اور اگر ان سے نہ ہوسکے تو کل قریش سے؛ لیکن قریش کے سوا اور کسی کو تکلیف نہ دینا، غرض اسلام کا ایک بڑا ہیرو ہر قسم کی ضروری وصیتوں کیبعد تین دن بیمار رہ کر محرم کی پہلی تاریخ ہفتہ کے دن ۲۴ھ میں واصل بحق ہوا اور اپنے محبوب آقا کے پہلو میں ہمیشہ کے لئے میٹھی نیند سو رہا۔

## فضائل ومناقب

اسلام سے قبل عرب میں لکھنے پڑھنے کا چنداں رواج نہ تھا؛ چنانچہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تو قبیلہ قریش میں صرف سترہ آدمی ایسے تھے جو لکھنا جانتے تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسی زمانہ میں لکھنا اور پڑھنا سیکھ لیا تھا، (بلاذری صفحہ) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فرامین خطوط توقیعات اور خطبے اب تک کتابوں میں محفوظ ہیں، ان سے ان کی قوت تحریر، برجستگی کلام اور زور تحریر کا اندازہ ہوسکتا ہے، بیعت خلافت کے بعد جو خطبہ دیا اس کے چند فقرے یہ ہیں:

**اللھم انی غلیظ فلینی، اللھم انی ضعیف فقونی الاوان العرب جمل انف وقد اعطیت خطامه الاوانی حامله علی المحجة**

"اے خدا میں سخت ہوں تو مجھ کو نرم کر، میں کمزور ہوں مجھ کو قوت دے، ہاں عرب والے سرکش اونٹ ہیں جن کی مہار میرے ہاتھ میں دیدی گئی ہے؛ لیکن میں ان کو راستہ پر چلا کر چھوڑوں گا۔"

قوت تحریر کا اندازہ اس خط سے ہوسکتا ہے جو حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے نام لکھا گیا تھا، اس کے چند فقرے یہ ہیں:

**اما بعد فان القوة فی العمل ان لا توخروا عمل الیوم لغد فانکم اذا فعلتم ذلك قدارکت علیکم اعما لکم فلم تدروا ایھاتا خذون فاضعتم**

"امابعد! مضبوطی عمل کی یہ ہے کہ آج کا کام کل پر نہ اٹھا رکھو، ایسا کروگے تو تمہارے، بہت سے کام جمع ہوجائیں گے، پھر پریشان ہوجاوگے کہ کس کو کریں اور کس کو چھوڑیں، اس طرح کچھ بھی نہ ہوسکے گا۔"

شاعری کا خاص ذوق تھا اور شعرائے عرب کے کلام پر تنقیدی نگاہ رکھتے تھے، مشاہیر میں سے زہیر کے کلام کو سب سے زیادہ پسند کرتے تھے، کبھی کبھی خود بھی شعر کہتے تھے، (ابوعلی الحسن بن رشیق نے کتاب العمدہ میں ان کے اشعار نقل کیے ہیں) لیکن اس کی طرف زیادہ شغل نہ تھا۔

فصاحت وبلاغت کا یہ حال تھا کہ ان کے بہت سے مقولے ضرب المثال بن گئے جو آج بھی عربی ادب کی جان ہیں، علم الانساب میں بھی ید طولیٰ حاصل تھا، یہ علم کئی پشتوں سے ان کے خاندان میں چلا آتا تھا، ان کے والد خطاب مشہور نساب تھے، جاحظ نے لکھا ہے کہ جب وہ انساب کے متعلق کچھ بیان کرتے تھے تو اپنے باپ کا حوالہ دیتے تھے، (کتاب البیان والتبیین ج صفحہ) معلوم ہوتا ہے کہ مدینہ پہنچ کر عبرانی زبان بھی انہوں نے سیکھ لی تھی، مسند دارمی میں ہے کہ ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ توریت کا نسخہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے گئے اور پڑھنا شروع کیا، وہ پڑھتے جاتے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ متغیر ہوتا جاتا ہے، (مسند دارمی) اس سے قیاس ہوتا ہے کہ عبرانی زبان سے اس قدر واقف ہو گئے تھے کہ توریت کو خود پڑھ سکتے تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فطرۃ ذہین، طباع اور صائب الرائے تھے، اصابت رائے کی اس سے زیادہ اور کیا دلیل ہو سکتی ہے کہ ان کی بہت سی رائیں مذہبی احکام بن گئیں، اذان کا طریقہ ان کی رائے کے موافق ہوا، اسیران بدر کے متعلق جو رائے انہوں نے دی وحی الٰہی نے اسی کی تائید کی، شراب کی حرمت، ازواج مطہرات رضی اللہ عنہ کے پردہ اور مقام ابراہیم کو مصلےٰ بنانے کے متعلق حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نزول وحی سے پہلے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو رائے دی تھی۔ (تاریخ الخلفاء)

آپ کو بارگاہ نبوت میں جو خاص تقرب حاصل تھا، اس کے لحاظ سے قدرۃ ان کو شرعی احکام اور عقائد سے واقف ہونے کا زیادہ موقع ملا، طبیعت نکتہ رس واقع ہوئی تھی اس لئے آئندہ نسلوں کے لئے اجتہاد اور استنباط مسائل کی وسیع شاہراہ قائم کر دی، وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی شرعی مسائل پر غور وفکر کیا کرتے تھے اور جب کوئی مسئلہ خلاف عقل معلوم ہوتا تو اس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کرتے تھے، سفر میں قصر کا حکم دے دیا گیا تھا؛ لیکن جب راستے مامون ہو گئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا کہ اب سفر میں یہ حکم کیوں باقی ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ خدا کا انعام ہے۔" مسائل دریافت کرنے میں مطلقاً پس وپیش نہیں کرتے تھے اور جب تک تشفی نہ ہو جاتی ایک ہی مسئلہ کو بار بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کرتے تھے، کلالہ کے مسئلہ کو جو نہایت دقیق اور مختلف فیہ مسئلہ ہے، بار بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا، آخر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، سورہ نساء کی آخری آیت تمہارے لئے کافی ہے۔ (تفسیر ابن جریر)

نہایت غور وتوجہ کے ساتھ قرآن پاک کی تلاوت کرتے تھے، ہر ایک آیت پر مجتہدانہ حیثیت سے نگاہ ڈالتے تھے، ایک دن صحابہ رضی اللہ عنہم کے مجمع میں اس آیت کے معنی پوچھے اَيَوَدُّ اَحَدُكُمْ اَنْ تَكُوْنَ لَهٗ جَنَّةٌ لوگوں نے کہا واللہ اعلم، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ اس میں ایک کام کرنے والے کی تمثیل ہے، چونکہ جواب ناتمام تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس پر قناعت نہ کی؛ لیکن عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اس سے زیادہ نہ بتا سکے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ اس آدمی کی مثال ہے

جس کو خدا نے دولت ونعمت دی کہ خدا کی بندگی بجالائے مگر اس نے نافرمانی کی، تو اس کے اچھے اعمال بھی برباد کردیئے جائیں گے۔ (بخاری)

قرآن مجید سے استدلال میں بڑی مہارت رکھتے تھے، عراق کی فتح کے بعد یہ بحث پیدا ہوئی کہ ممالک مفتوحہ مجاہدین کی ملکیت اور وہاں کے باشندے ان کے غلام ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا خیال تھا کہ مقام مفتوحہ کسی شخص یا ایک بہت سے مخصوص اشخاص کی ملکیت نہیں ہیں؛ بلکہ وقف عام ہیں اور استدلال میں یہ آیت پیش کی، وَمَا اَفَاءَ اللّٰهُ علی رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰی بالآخر سب نے اس کی تائید کی اور اسی پر فیصلہ ہوا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مرفوع روایات کی تعداد ستر سے زیادہ نہیں ہے؛ لیکن اس سے یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ وہ صرف اس قدر احادیث سے واقف تھے، درحقیقت انہوں نے اپنے عہد خلافت میں جس قدر احکام صادر فرمائے ہیں وہ سب احادیث ہی کے ماخوذ ہیں، یہ دوسری بات ہے کہ اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نہیں لیا ہے اور نام نہ لینے کی وجہ یہ تھی کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کسی قول کو منسوب کرنے میں نہایت محتاط تھے جب تک کے ہر لفظ پر یقین نہ ہوتا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح بیان فرمائی ہے اس وقت تک ہرگز ہرگز زبان سے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا لفظ نہیں نکالتے تھے، یہی وجہ تھی کہ وہ خود بھی بہت کم احادیث روایت کرتے تھے اور دوسروں کو بھی کثرت روایت سے روکتے تھے، علامہ ذہبی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حالات میں لکھتے ہیں:

وقد كان عمر من دجله يخطى الصاحب على رسول الله صلى الله عليه وسلم يامرهم ان يقلوا الرواية من نبيهم (تذکرۃ الحفاظ ج تذکرہ عمر رضی اللہ عنہ)

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس ڈر سے کہ صحابہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرنے میں غلطی نہ کریں ان کو حکم دیتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کم روایت کریں

محدث کا سب سے بڑا فرض روایات کی تحقیق وتنقید اور جرح وتعدیل ہے، اگرچہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بھی اپنے عہد میں روایت کے قبول کرنے میں ثبوت اور شہادت کا لحاظ رکھا؛ لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس میں بہت زیادہ غلو تھا اور جب تک روایت ودرایت دونوں حیثیت سے اس کا ثبوت نہ پہنچتا، قبول نہ کرتے، اس کی مثالیں تفصیل کیساتھ مذہبی خدمات کے سلسلہ میں مذکور ہوچکی ہیں، اس لئے یہاں اس کے اعادہ کی ضرورت نہیں۔

فقہ کا سلسلہ بھی درحقیقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ہی ساختہ پرداختہ ہے ان سے اس قدر فقہی مسائل منقول ہیں کہ اگر جمع کئے جائیں تو ایک ضخیم کتاب تیار ہوسکتی ہے، استنباط احکام اور تفریع مسائل کے لئے بھی انہوں نے ایک شاہراہ قائم کردی تھی، مختلف فیہ مسائل کے طے کرنے کے لئے اجماع صحابہ جس کثرت سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد میں ہوا پھر نہیں ہوا۔

## اخلاق وعادات

حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا حقیقی مقصد دنیا کو برگزیدہ اور پسندیدہ اخلاق کی تعلیم دینا تھا، جیسا کہ خود ارشاد

فرمایا بعثت لاتم مکارم الاخلاق، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو براہ راست اس سرچشمہ اخلاق سے سیراب ہونے کا موقع ملا تھا اس لئے اس مقدس جماعت کا ہر فرد اسلامی اخلاق کا مجسم نمونہ تھا؛ لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں جو تقرب حاصل تھا اس کے لحاظ سے ان کو زیادہ حصہ ملا، وہ محاسن ومحامد کی مجسم تصویر تھے ان کے آئینہ اخلاق میں خلوص، انقطاع الی اللہ، لذائذ دنیا سے اجتناب حفظ لسان حق پرستی، راست گوئی، تواضع اور سادگی کا عکس سب سے زیادہ نمایاں نظر آتا ہے، یہ اوصاف آپ میں ایسے راسخ تھے کہ جو شخص آپ کی صحبت میں رہتا تھا، وہ بھی کم وبیش متاثر ہو کر اسی قالب میں ڈھل جاتا تھا، مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ہم اس غرض سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ رہتے تھے کہ ان سے پرہیز گاری وتقویٰ سیکھیں، عہد فاروقی کے افسروں اور عہدیداروں کے حالات کا بغور مطالعہ کرو، تم کو معلوم ہوگا کہ وہ سب ایک ہی رنگ میں رنگے ہوئے تھے۔

## خوف خدا

اخلاق کی پختگی اور استواری کا اصلی سرچشمہ خشیت الٰہی اور خداوند جل وعلا جبروت وعظمت کا غیر متزلزل تیقن ہے، جو دل خشوع وخضوع اور خوف خداوندی سے خالی ہے اس کی حقیقت ایک مضغہ گوشت سے زیادہ نہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ خشوع وخضوع کے ساتھ رات رات بھر نمازیں پڑھتے، صبح ہونے کے قریب گھر والوں کو جگاتے اور یہ آیت پڑھتے: وَاْمُرْ اَہْلَکَ بِالصَّلٰوۃِ وَاصْطَبِرْ عَلَیْہَا (طٰہٰ)، نماز میں عموماً ایسی سورتیں پڑھتے جن میں قیامت کا ذکر یا خدا کی عظمت کا جلال کا بیان ہوتا اور اس قدر متاثر ہوتے کہ روتے روتے ہچکی بندھ جاتی، حضرت عبداللہ بن شداد رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں باوجود یکہ پچھلی صف میں رہتا تھا ؛لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ آیت: اِنَّمَا اَشْكُوْبَثِّیْ وَحُزْنِیْ پڑھ کر اس زور سے روتے تھے کہ میں رونے کی آواز سنتا تھا۔

(بخاری کتاب الصلوۃ باب اذا بکی الامام فی الصلوۃ)

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نماز پڑھ رہے تھے جب اس پر پہنچے: انَّ عذاب ربک لواقع مالہ من دافع "یہ تیرے رب کا عذاب یقینی ہو کر رہنے والا ہے اس کو کوئی دفع کرنے والا نہیں" تو بہت متاثر ہوئے اور روتے روتے آنکھیں سوج گئیں، اسی طرح ایک دفعہ اس آیت پر: وَاِذَآ اُلْقُوْا مِنْهَا مَكَانًا ضَيِّقًا مُّقَرَّنِيْنَ دَعَوْا هُنَالِكَ ثُبُوْرًا (الفرقان) اس قدر خضوع وخشوع طاری ہوا کہ اگر کوئی ان کے حال سے ناواقف شخص دیکھ لیتا تو یہ سمجھتا کہ اسی حالت میں روح پرواز کر جائے گی، رقت قلب اور عبرت پذیری کا یہ عالم تھا کہ ایک روز صبح کی نماز میں سورہ یوسف شروع کی اور جب اس آیت پر پہنچے وَابْيَضَّتْ عَيْنَاهُ مِنَ الْحُزْنِ فَهُوَ كَظِيْمٌ، (یوسف) تو زار وقطار رونے لگے، یہاں تک کہ قرآن مجید ختم کر کے رکوع پر مجبور ہو گئے۔ (کنز العمال)

قیامت کے مواخذہ سے بہت ڈرتے تھے اور ہر وقت اس کا خیال رہتا تھا، صحیح بخاری میں ہے کہ ایک دفعہ ایک صحابی سے کہا کہ "تم کو یہ پسند ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اسلام لائے، ہجرت کی، جہاد اور نیک اعمال کئے، اس کے بدلہ میں دوزخ سے بچ جائیں اور عذاب وثواب برابر ہو جائے، بولے خدا کی قسم نہیں، ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی روزے رکھے، نمازیں پڑھیں، بہت سے نیک کام کئے اور ہمارے ہاتھ پر بہت سے لوگ اسلام لائے ہم کو ان اعمال سے بڑی بڑی

توقعات ہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے مجھے تو یہی غنیمت معلوم ہوتا ہے کہ عذاب سے بچ جائیں اور نیکی اور بدی برابر ہو جائیں۔ (بخاری باب ایام الجاہلیۃ)

ایک بار راہ میں پڑا ایک تنکا اٹھالیا اور کہا کاش میں بھی خس وخاشاک ہوتا، کاش! کاش میں پیدا ہی نہ کیا جاتا، کاش میری ماں مجھے نہ جنتی۔ (کنز العمال)

غرض حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دل ہر لحہ خوف خداوندی سے لرزاں وترساں رہتا تھا، آپ فرماتے کہ اگر آسمان سے ندا آئے کہ ایک آدمی کے سوا تمام دنیا کے لوگ جنتی ہیں تب بھی مواخذہ کا خوف زائل نہ ہوگا کہ شاید وہ بدقسمت انسان میں ہی ہوں۔ (ایضاً)

## حب رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اتباع سنت

تہذیب نفس اور اخلاق حمیدہ سے مزین ہونے کے لئے ہر مسلمان کا فرض ہے کہ اپنے دل میں مبدء خلق عظیم یعنی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خالص محبت اور اتباع سنت کا صحیح جذبہ پیدا کرے جو دل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سے خالی اور جو قدم اسوہ حسنہ کا جادہ مستقیم سے منحرف ہے وہ کبھی سعادت کونین کی نعمت سے متمتع نہیں ہوسکتا، ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بارگاہ نبوت میں عرض کیا کہ اپنی جان کے سوا حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمام دنیا سے زیادہ محبوب ہیں، ارشاد ہوا، عمر میری محبت اپنی جان سے بھی زیادہ ہونی چاہئے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اب حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز ہیں۔

آپ جمال نبوت کے سچے شیدائی تھے، ان کو اس راہ میں جان ومال اولاد اور عزیز واقارب کی قربانی سے بھی دریغ نہ تھا، عاصی بن ہشام جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ماموں تھا، معرکہ بدر میں خود ان کے ہاتھ سے مارا گیا، اسی طرح جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ازواج مطہرات رضی اللہ عنہ سے ناراض ہوکر علیحدگی اختیار کرلی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ خبر سن کر حاضر خدمت ہونا چاہا، جب بار بار اذن طلب کرنے پر بھی اجازت نہ ملی تو پکار کر کہا" خدا کی قسم! میں حفصہ کی سفارش کے لئے نہیں آیا ہوں، اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حکم دیں تو اس کی گردن ماردوں۔ (فتح الباری)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی محبت کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی تو ان کو کسی طرح اس کا یقین نہیں آتا تھا، مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں حالت وارفتگی میں قسمیں کھا کر اعلان کرتے تھے کہ جس کی زبان سے نکلے گا کہ میرا محبوب آقا دنیا سے اُٹھ گیا اس کا سر توڑ دوں گا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد جب بھی عہد مبارک یاد آجاتا تو رقت طاری ہوجاتی اور روتے روتے بیتاب ہوجاتے، ایک دفعہ سفر شام کے موقع پر حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے مسجد اقصیٰ میں اذان دی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد تازہ ہوگئی اور اس قدر روئے کہ ہچکی بندھ گئی۔

(فتوح الشام ازدی فتح بیت المقدس)

یہ فطری امر ہے کہ محبوب کا عزیز بھی عزیز ہوتا ہے اس بنا پر جن لوگوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی زندگی میں عزیز رکھتے تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے ایام خلافت میں ان کا خاص خیال رکھا؛ چنانچہ جب آپ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کے وظائف مقرر کیے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب غلام زید بن حارثہ کے فرزند اسامہ بن زید کی تنخواہ اپنے بیٹے عبداللہ سے زیادہ مقرر

کی، عبداللہ نے عذر کیا تو آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسامہ کو تجھ سے زیادہ عزیز رکھتے تھے۔ (مستدرک ج مناقب عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ) اسی طرح جب فتح مدائن کے بعد مال غنیمت آیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو ہزار ہزار درہم مرحمت فرمائے اور اپنے صاحبزادے عبداللہ کو صرف پانچ سو دیئے، حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے عذر کیا اور کہا کہ جب یہ دونوں بچے تھے، اس وقت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ معرکوں میں پیش پیش رہا ہوں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا ہاں؛ لیکن ان کے بزرگوں کا جو رتبہ ہے وہ تیرے باپ دادا کا نہیں ہے۔

ازواج مطہرات رضی اللہ عنہ کے مرتبہ، ان کے احترام اور آرام وآسائش کا خاص لحاظ رکھتے تھے چنانچہ ان کی تنخواہیں سب سے زیادہ بارہ ہزار مقرر کیں، (کتاب الخراج) ۲۳ھ میں جب امیر الحجاج بن کر گئے تو ازواج مطہرات کو بھی نہایت ادب واحترام کے ساتھ ہمراہ لے گئے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کو سواریوں کے ساتھ کر دیا تھا، یہ لوگ آگے پیچھے چلتے تھے اور کسی کو سواریوں کے قریب نہیں آنے دیتے تھے، ازواج مطہرات رضی اللہ عنہ منزل پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ قیام کرتی تھیں اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کسی کو قیام گاہ کے متصل آنے کی اجازت نہیں دیتے تھے۔

(ابن سعد تذکرہ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دستور عمل کا سب سے زریں صفحہ اتباع سنت تھا، وہ خورد ونوش، لباس وضع، نشست وبرخاست غرض ہر چیز میں اسوہ حسنہ کو پیش نظر رکھتے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ فقر وفاقہ سے بسر کی تھی، اس لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے روم وایران کی شہنشاہی ملنے کے بعد بھی فقر وفاقہ کی زندگی کا ساتھ نہ چھوڑا، ایک دفعہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اب خدا نے مرفہ الحالی عطا فرمائی ہے اس لئے آپ کو نرم لباس اور نفیس غذا سے پرہیز نہ کرنا چاہئے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا، جان پدر! تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عسرت اور تنگ حالی کو بھول گئیں، خدا کی قسم! میں اپنے آقا کے نقش قدم پر چلوں گا کہ آخرت کی فراغت اور خوشحالی نصیب ہو، اس کے بعد دیر تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عسرت کا تذکرہ کرتے رہے، یہاں تک کہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہ بے تاب ہو کر رونے لگیں۔ (کنز العمال)

ایک دفعہ یزید بن ابی سفیان کے ساتھ شریک طعام ہوئے، معمولی کھانے کے بعد دسترخوان پر جب عمدہ کھانے لائے گئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ہاتھ کھینچ لیا اور کہا قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں عمر رضی اللہ عنہ کی جان ہے اگر تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روش سے ہٹ جاؤ گے تو خدا تم کو جادہ مستقیم سے منحرف کر دے گا۔ (ایضا)

اسلام میں شعائر اللہ کی تعظیم کا حکم ہے اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حجر اسود کو بوسہ دیا ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اپنے زمانہ خلافت میں جب اس کا موقع پیش آیا تو اس خیال سے کہ ایسا نہ ہو کہ پتھر کو بوسہ دینے سے کبھی مسلمانوں کو یہ دھوکہ ہو کہ اس میں بھی الٰہی شان ہے حجر اسود کو بوسہ تو دیا؛ لیکن اس کے سامنے کھڑے ہو کر کہا:

إِنِّي أَعْلَمُ أَنَّكَ حَجَرٌ لَا تَضُرُّ وَلَا تَنْفَعُ وَلَوْلَا أَنِّي رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَبِّلُكَ مَا قَبَّلْتُكَ

"میں جانتا ہوں کہ تو ایک پتھر ہے نہ نقصان پہنچا سکتا ہے نہ نفع، اگر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بوسہ دیتے نہ دیکھتا تو

تجھے ہرگز بوسہ نہ دیتا۔" (بخاری، بَاب مَا ذُكِرَ فِي الْحَجَرِ الْأَسْوَدِ)

اسی طرح طواف میں رمل کا حکم مشرکین عرب کے دلوں پر رعب ڈالنے کی مصلحت پر مبنی تھا اس لئے جب خدا نے ان کو ہلاک کردیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خیال ہوا کہ اب رمل سے کیا فائدہ ہے مگر پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یادگار کو ترک کرنے پر جرات نہ ہوئی۔ (بخاری کتاب الحج)

ان کی ہمیشہ یہ کوشش رہتی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو کام جس طرح کرتے دیکھا اسی طرح وہ بھی عمل پیرا ہوں، ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ذوالحلیفہ میں دو رکعت نماز پڑھی تھی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب اس طرف سے گزرتے تو اس جگہ دو رکعت نماز ادا کر لیتے تھے، ایک شخص نے پوچھا یہ نماز کیسی ہے؟ آپ نے فرمایا کہ میں نے یہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے دیکھا ہے، یہ کوشش صرف اپنی ذات تک محدود نہ تھی؛ بلکہ وہ چاہتے تھے کہ ہر شخص کا دل اتباع سنت کے جذبہ سے معمور ہو جائے۔

ایک دفعہ جمعہ کا خطبہ دے رہے تھے کہ ایک شخص مسجد میں داخل ہوا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عین خطبہ کی حالت میں اس کی طرف دیکھا اور کہا آنے کا یہ کیا وقت ہے؟ انہوں نے کہا کہ بازار سے آرہا تھا کہ اذان سنی، وضو کر کے فوراً حاضر ہوا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا "وضو پر کیوں اکتفا کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (جمعہ کو) غسل کا حکم دیا کرتے تھے۔

(بخاری کتاب الجمعہ باب فضل الغسل یوم الجمعہ)

## زہد وقناعت

دنیا طلبی اور حرص تمام بداخلاقیوں کی بنیاد ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس سے طبعی نفرت تھی، یہاں تک کہ خود ان کے ہم مرتبہ معاصرین کو اعتراف تھا کہ وہ زہد وقناعت کے میدان میں سب سے آگے ہیں، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: قدامتِ اسلام اور ہجرت کے لحاظ سے بہت سے لوگوں کو عمر بن الخطاب پر فوقیت حاصل ہے؛ لیکن زہد وقناعت میں وہ سب سے بڑے ہوئے ہیں، صحیح مسلم میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو کچھ دینا چاہتے تو وہ عرض کرتے کہ مجھ سے زیادہ حاجت مند لوگ موجود ہیں جو اس عطیہ کے زیادہ مستحق ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے کہ اس کو لے لو، پھر تمہیں اختیار ہے کہ اپنے پاس رکھو یا صدقہ کردو، انسان کو اگر بے طلب مل جائے تو لے لینا چاہیے۔ (ابوداود، کتاب الزکوۃ، باب فی الاستعفاف)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا جسم کبھی نرم اور ملائم کپڑے سے مس نہیں ہوا، بدن پر بارہ بارہ پیوند کا کرتہ، سر پر پھٹا ہوا عمامہ اور پاؤں میں پھٹی ہوئی جوتیاں ہوتی تھیں، اسی حالت میں وہ قیصر وکسریٰ کے سفیروں سے ملتے تھے اور وفود کو باریاب کرتے تھے، مسلمانوں کو شرم آتی تھی، مگر اقلیم زہد کے شہنشاہ کے آگے کون زبان کھولتا، ایک دفعہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہ نے کہا، امیر المومنین! اب خدا نے مرفہ الحال کیا ہے، بادشاہوں کے سفراء اور عرب کے وفود آتے رہتے ہیں، اس لئے آپ کو اپنے طرز معاشرت میں تغیر کرنا چاہیے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا، افسوس تم دونوں امہات المومنین ہو کر دنیا طلبی کی ترغیب دیتی ہو، عائشہ رضی اللہ عنہا! تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حالت کو بھول گئیں کہ تمہارے گھر میں صرف ایک کپڑا تھا

جس کو دن کو بچھاتے اور رات کو اوڑھتے تھے، حفصہ رضی اللہ عنہ! تم کو یاد نہیں ہے کہ ایک دفعہ تم نے فرش کو دہرا کر کے بچھا دیا تھا، اس کی نرمی کے باعث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات بھر سوتے رہے۔

بلال رضی اللہ عنہ نے اذان دی تو آنکھ کھلی اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

یاحفصة ماذا ضعت ثنیت المهاد حتی ذهب بی النوم الی الصباح مالی وللدنیا ومالی شغلتمو نی بین الفراش (کنز العمال)

"حفصہ تم نے یہ کیا کیا فرش کو دہرا کر دیا کہ میں صبح تک سوتا رہا مجھے دنیاوی راحت سے کیا تعلق ہے؟ اور فرش کی نرمی کی وجہ سے تو نے مجھے غافل کر دیا۔"

ایک دفعہ گزی کا کرتہ ایک شخص کو دھونے اور پیوند لگانے کے لئے دیا اس نے اس کے ساتھ ایک نرم کپڑے کا کرتہ پیش کیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو واپس کر دیا اور اپنا کرتہ لے کر کہا اس میں پسینہ خوب جذب ہوتا ہے۔ (ایضا)

کپڑا عموماً گرمی میں بنواتے تھے اور پھٹ جاتا تو پیوند لگاتے چلے جاتے، حضرت حفصہ رضی اللہ عنہ نے اس کے متعلق گفتگو کی تو فرمایا، مسلمانوں کے مال میں اس سے زیادہ تصرف نہیں کر سکتا، (ایضا) ایک دفعہ دیر تک گھر میں رہے، باہر آئے تو لوگ انتظار کر رہے تھے، معلوم ہوا کہ پہننے کو کپڑے نہ تھے اس لئے ان ہی کپڑوں کو دھو کر سوکھنے کو ڈال دیا تھا، خشک ہوئے تو وہی پہن کر باہر نکلے۔

غذا بھی عموماً نہایت سادہ ہوتی تھی، معمولاً روٹی اور روغن زیتون دسترخوان پر ہوتا تھا، روٹی گیہوں کی ہوتی تھی؛ لیکن آٹا چھانا نہیں جاتا تھا، مہمان یا سفراء آتے تھے تو کھانے کی ان کو تکلیف ہوتی تھی کیونکہ وہ ایسی سادی اور معمولی غذا کے عادی نہیں ہوتے تھے، حفص بن ابی العاص رضی اللہ عنہ اکثر کھانے کے وقت موجود ہوتے تھے؛ لیکن شریک نہیں ہوتے تھے، ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وجہ پوچھی تو کہا کہ آپ کے دسترخوان پر ایسی سادہ اور معمولی غذا ہوتی ہے کہ ہم لوگ اپنے لذیذ اور نفیس کھانوں پر اس کو ترجیح نہیں دے سکتے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا، کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ میں قیمتی اور لذیذ کھانا کھانے کی مقدرت نہیں رکھتا؟ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے، اگر قیامت کا خوف نہ ہوتا تو میں بھی تم لوگوں کی طرح دنیاوی عیش وعشرت کا دلدادہ ہوتا۔ (ایضا)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہر شخص کو اپنی طرح زہد اور سادگی کی حالت میں دیکھنا چاہتے تھے، وقتاً فوقتاً اپنے عمال اور احکام کو ہدایت کرتے رہتے تھے کہ رومیوں اور عجمیوں کی طرز معاشرت نہ اختیار کریں، سفر شام میں جب انہوں نے افسروں کو اس وضع میں دیکھا کہ بدن پر حریر ودیبا کے حلے اور پرتکلف قبائیں ہیں اور وہ اپنی زرق برق پوشاک اور ظاہری شان وشوکت سے عجمی معلوم ہوتے ہیں تو آپ رضی اللہ عنہ کو اس قدر غصہ آیا کہ گھوڑے سے اتر پڑے اور سنگریزے اٹھا کر ان پر پھینکے اور فرمایا کہ اس قدر جلد تم نے عجمی عادتیں اختیار کر لیں، اسی طرح ایک دفعہ ایک شخص جس کو انہوں نے یمن کا عامل مقرر کیا تھا، اس صورت سے ملنے آیا کہ لباس فاخرہ زیب تن کئے ہوئے تھے اور بالوں میں خوب تیل پڑا ہوا تھا، اس وضع کو دیکھ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نہایت ناراض

ہوئے اور وہ کپڑے اتروا کر موٹا جھوٹا کپڑا پہنایا۔

احنف بن قیس ایک جماعت کے ساتھ عراق کی ایک مہم پر روانہ کئے گئے، وہ وہاں سے کامیاب ہو کر تزک و احتشام کے ساتھ واپس آئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کے زرق برق پوشاک دیکھ کر منہ پھیرلیا، وہ لوگ امیر المومنین کو برہم دیکھ کر دربار سے اٹھ آئے اور عرب کی سادہ پوشاک زیب تن کر کے پھر حاضر خدمت ہوئے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس لباس میں دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور فرداً فرداً ہر ایک سے بغلگیر ہوئے۔

قناعت کا یہ حال تھا کہ اپنے زمانہ خلافت میں چند برس تک مسلمانوں کے مال سے ایک خرمہرہ نہیں لیا حالانکہ فقر و فاقہ سے حالت تباہ تھی، صحابہ رضی اللہ عنہم نے ان کی عسرت اور تنگدستی کو دیکھ کر اس قدر تنخواہ مقرر کردی جو معمولی خوراک اور لباس کے لئے کافی ہو؛ لیکن شہنشاہ قناعت نے اس شرط پر قبول کیا کہ جب تک ضرورت ہے لوں گا اور جب میری مالی حالت درست ہو جائے گی، کچھ نہ لوں گا، فرمایا کرتے تھے کہ میرا حق مسلمانوں کے مال میں اسی قدر ہے جس قدر یتیم کے مال میں ولی کا ہوتا ہے، (کنز العمال) میں اپنی ذات پر اس سے زیادہ نہیں صرف کر سکتا جس قدر خلافت سے پہلے اپنے مال میں سے صرف کرتا تھا، ایک دفعہ ربیع بن زیاد حارثی نے کہا امیر المومنین! آپ کو خدا نے جو مرتبہ بخشا ہے اس کے لحاظ سے آپ دنیا میں سب سے زیادہ عیش و نشاط کی زندگی کے مستحق ہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نہایت خفا ہوئے اور فرمایا میں قوم کا امین ہوں، امانت میں خیانت کب جائز ہے، (کنز العمال) ایک دفعہ عتبہ بن فرقد شریک طعام تھے اور ابلا ہوا گوشت اور سوکھی روٹی کے ٹکڑے زبردستی حلق سے فرو کر رہے تھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اگر تم سے نہیں کھایا جاتا تو نہ کھاو، عتبہ رضی اللہ عنہ سے نہ رہا گیا، کہنے لگے امیر المومنین! اگر آپ اپنے کھانے پہننے میں کچھ زیادہ صرف کریں گے تو اس سے مسلمانوں کا مال کم نہ ہو جائے گا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا، افسوس تم مجھے دنیاوی عیش و تنعم کی ترغیب دیتے ہو۔ (ایضا)

اپنے وسیع کنبہ کے لئے بیت المال سے صرف دو درہم روزانہ لیتے تھے اور تکلیف و عسرت کے ساتھ بسر کرتے تھے، ایک دفعہ حج میں اسی درہم صرف ہو گئے تو اس کا افسوس ہوا اور اسے اسراف تصور کیا، (اسد الغابہ ج) کپڑے پھٹ جاتے تھے؛ لیکن اس خیال سے کہ بیت المال پر بار نہ پڑے اسی میں پیوند پر پیوند لگاتے جاتے تھے، حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جمعہ کے روز خطبہ دے رہے تھے، میں نے شمار کیا تو ان کے تہبند پر بارہ پیوند لگے ہوئے تھے، (کنز العمال) انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے زمانہ خلافت میں دیکھا کہ ان کے کرتہ کے مونڈھے پر تہہ بہ تہہ پیوند لگے ہوئے ہیں، (مؤطا امام مالک باب ماجاء فی لبس الثیاب) غرض فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے زہد و قناعت کا جو نمونہ پیش کیا، دنیا کی تاریخ اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے، اور حقیقت یہ ہے کہ ان کی عظمت و شان کے تاج پر زہد و قناعت ہی کا طرہ زیب دیتا ہے۔

خلافت کے بار گراں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بہت زیادہ محتاط بنا دیا تھا کیونکہ اس وقت ان کی معمولی بے احتیاطی اور فرو گذاشت قوم کے لئے صدہا خرابیوں کا باعث ہو سکتی تھی اور مشکوک طبائع ان کی ذرا سی لغزش سے طرح طرح کے افسانے اختراع کر سکتے تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے قبیلہ کے لوگوں کو کبھی ملکی عہدے نہیں دیئے کہ اس میں جانبداری پائی جاتی تھی، عمال

وحکام کے تحائف واپس کر دیتے اور اس سختی سے چشم نمائی کرتے کہ پھر کسی کو جرات نہ ہوتی، ایک دفعہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے آپ کی زوجہ عاتکہ بنت زید رضی اللہ عنہ کے پاس ہدیۃً ایک نفیس چادر بھیجی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دیکھا تو ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو بلا کر کہا مجھے اس کی ضرورت نہیں، (کنز العمال) اسی طرح ایک دفعہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے بیت المال کا جائزہ لیا تو وہاں صرف ایک درہم موجود تھا، انہوں نے اس خیال سے کہ یہ یہاں کیوں پڑا ہے، اٹھا کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے کو دیدیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا تو انہوں نے درہم واپس لے کر بیت المال میں داخل کر دیا اور ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو بلا کر فرمایا کہ افسوس تم کو مدینہ میں آل عمر رضی اللہ عنہ کے سوا اور کوئی کمزور نظر نہ آیا، تم چاہتے ہو کہ قیامت کے دن تمام امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مطالبہ میری گردن پر ہو۔ (ایضا)

فتح شام کے بعد قیصر روم سے دوستانہ مراسم ہو گئے تھے اور خط و کتابت رہتی تھی، ایک دفعہ ام کلثوم رضی اللہ عنہ (حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی زوجہ) نے قیصر کی حرم کے پاس تحفہ کے طور پر عطر کی چند شیشیاں بھیجیں، اس نے اس کے جواب میں شیشیوں کو جواہرات سے بھر کر بھیجا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا تو فرمایا کہ گو عطر تمہارا تھا؛ لیکن قاصد جو لے کر گیا وہ سرکاری تھا اور اس کے مصارف عام آمدنی سے ادا کئے گئے تھے؛ چنانچہ جواہرات لے کر بیت المال میں داخل کر دیئے اور ان کو کچھ معاوضہ دے دیا، اسی طرح ایک بازار میں ایک فربہ اونٹ فروخت ہوتے دیکھا، دریافت سے معلوم ہوا کہ آپ کے صاحبزادے عبداللہ رضی اللہ عنہ کا ہے، ان سے پوچھا کہ یہ اونٹ کیسا ہے؟ انہوں نے کہا میں نے اس کو خرید کر سرکاری چراگاہ مین بھیج دیا تھا اور اب کچھ فربہ ہو گیا ہے تو بیچنا چاہتا ہوں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا چونکہ یہ سرکاری چراگاہ میں فربہ ہوا ہے اس لئے تم صرف راس المال کے مستحق ہو، اور بقیہ قیمت لے کر بیت المال میں داخل کر دی۔ (ایضا)

خلافت سے پہلے آپ تجارت کرتے تھے، بیت المال سے وظیفہ مقرر ہونے سے بیشتر تک کچھ دنوں زمانہ خلافت میں بھی یہ مشغلہ جاری تھا، ایک دفعہ شام کی طرف مال بھیجنا چاہا، روپیہ کی ضرورت ہوئی تو حضرت عبدالرحمٰن بن عوف سے قرض طلب کیا، انہوں نے کہا، آپ امیر المومنین ہیں، بیت المال سے اس قدر رقم قرض لے سکتے ہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بیت المال سے نہیں لوں گا، کیونکہ اگر ادا کرنے سے پہلے مرجاؤں گا تو تم لوگ میرے ورثاء سے مطالبہ نہ کرو گے اور یہ بار میرے سر رہ جائے گا، اس لئے چاہتا ہوں کہ کسی ایسے شخص سے لوں جو میرے متروکہ سے وصول کرنے پر مجبور ہو۔ (طبقات ابن سعد)

ایک دفعہ بیمار ہوئے طبیبوں نے شہد تجویز کیا، بیت المال میں شہد موجود تھا؛ لیکن قلب متقی بغیر مسلمانوں کی اجازت کے لینے پر راضی نہ تھا؛ چنانچہ اسی حالت میں مسجد میں تشریف لائے اور مسلمانوں کو جمع کر کے اجازت طلب کی، جب لوگوں نے اجازت دے دی تو استعمال فرمایا، (ایضا) بحرین سے مال غنیمت میں مشک وعنبر آیا اس کو مسلمانوں میں تقسیم کرنے کے لئے کسی ایسے شخص کی تلاش ہوئی جس کو عطریات کے وزن میں دستگاہ ہو، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بیوی عاتکہ بنت زید رضی اللہ عنہ نے کہا میں اس کام کو کر سکتی ہوں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا تم سے یہ کام نہیں لوں گا، کیونکہ مجھے خوف ہے کہ تمہاری انگلیوں میں جو کچھ لگ جائے گا اسے اپنے جسم پر لگاؤ گی اور اس طرح عام مسلمانوں سے زیادہ میرے حصہ میں آجائے گا۔ (کنز العمال)

ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے عراق سے زیورات بھیجے، اس وقت آپ کی گود میں آپ کی سب سے محبوب یتیم بھتیجی اسماء بنت زید رضی اللہ عنہ کھیل رہی تھی، اس نے ایک انگوٹھی ہاتھ میں لے لی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بلطائف الحیل اس سے لے کر زیورات میں ملادی اور لوگوں سے کہا کہ اس لڑکی کو میرے پاس سے لے جاؤ، اسی طرح عبداللہ بن ارقم نے معرکہ جلولا کے بعد زیورات بھیجے تو آپ کے ایک صاحبزادے نے ایک انگوٹھی کی درخواست کی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس سوال پر خفا ہوئے اور کچھ نہ دیا۔ (ایضاً)

ایک دفعہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہ یہ سن کر کہ مال غنیمت آیا ہوا ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئیں اور کہا امیر المومنین! اس میں میرا حق مجھ کو عنایت کیجئے، میں ذوالقربیٰ میں سے ہوں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا نور نظر تیرا حق میرے خاص مال میں ہے، یہ تو غنیمت کا مال ہے، افسوس ہے کہ تو نے اپنے باپ کو دھوکہ دینا چاہا، وہ بیچاری خفیف ہو کر چلی گئیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تمنا تھی کہ اپنے محبوب آقا حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں مدفون ہوں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اجازت دیدی تھی، مگر خیال یہ تھا کہ شاید خلافت کے رعب نے انہیں مجبور کیا ہو، اس لئے اپنے صاحبزادے کو وصیت فرمائی کہ مرنے کے بعد ایک مرتبہ پھر اجازت لی جائے، اگر اذن ہو تو خیر ورنہ عام مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کر دینا، اس طرح وفات کے بعد بھی فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ورع وتقویٰ کا بدیع المثال نمونہ پیش کیا، رضی اللہ عنہ۔

## تواضع

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی عظمت وشان اور رعب وداب کا ایک طرف تو یہ حال تھا کہ محض نام سے قیصر وکسریٰ کے ایوان حکومت میں لرزہ پیدا ہو جاتا تھا، دوسری طرف تواضع اور خاکساری کا یہ عالم تھا کہ کاندھے پر مشک رکھ کر بیوہ عورتوں کے لئے پانی بھرتے تھے، مجاہدین کی بیویوں کا بازار سے سودا سلف خرید کر لا دیتے تھے، پھر اس حالت میں تھک کر مسجد کے گوشہ میں فرش خاک پر لیٹ جاتے تھے۔

ایک دفعہ اپنے ایام خلافت میں سر پر چادر ڈال کر باہر نکلے، ایک غلام کو گدھے پر سوار جاتے دیکھا چونکہ تھک گئے تھے اس لئے اپنے ساتھ بٹھا لینے کی درخواست کی، اس کے لئے اس سے زیادہ کیا شرف ہو سکتا ہے، فوراً اتر پڑا اور سواری کے لئے اپنا گدھا پیش کیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اپنی وجہ سے تمہیں تکلیف نہیں دے سکتا تم جس طرح سوار تھے سوار رہو میں تمہارے پیچھے بیٹھ لوں گا، غرض اسی حالت میں مدینہ کی گلیوں میں داخل ہوئے، لوگ امیر المومنین کو ایک غلام کے پیچھے دیکھتے تھے اور تعجب کرتے تھے۔ (بخاری کتاب المناقب باب قصة البیعة)

آپ کو بارہا سفر کا اتفاق ہوا؛ لیکن خیمہ وخرگاہ کبھی ساتھ نہیں رہا، درخت کا سایہ شامیانہ اور فرش خاک بستر تھا، سفر شام کے موقع پر مسلمانوں نے اس خیال سے کہ عیسائی امیر المومنین کے معمولی لباس اور بے سروسامانی کو دیکھ کر اپنے دل میں کیا کہیں گے؟ سواری کے لئے ترکی گھوڑا اور پہننے کے لئے قیمتی لباس پیش کیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ خدا نے ہم کو جو عزت دی ہے وہ اسلام کی عزت ہے اور ہمارے لئے یہی بس ہے۔

ایک دن صدقہ کے اونٹوں کے بدن پر تیل مل رہے تھے، ایک شخص نے کہا امیر المومنین! یہ کام کسی غلام سے لیا ہوتا؟ بولے مجھ سے بڑھ کر کون غلام ہوسکتا ہے؟ جو شخص مسلمانوں کا والی ہے وہ ان کا غلام بھی ہے۔ (کنز العمال)

## تشدد و ترحم

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تند مزاجی کے افسانے نہایت کثرت سے مشہور ہیں اور ایک حد تک وہ صحیح بھی ہیں؛ لیکن یہ قیاس صحیح نہیں ہے کہ قدرت نے ان کو لطف اور رحم دلی سے نا آشنا رکھا تھا، اصل یہ ہے کہ ان کا غیض وغضب بھی خدا کے لئے تھا اور لطف و رحم بھی اسی کے لئے، جیسا کہ ایک موقع پر خود ارشاد فرمایا تھا:

والله لقد لان قلبي في الله حتى لهو ألين من الزبد ولقد اشتد قلبي في الله حتى لهو أشد من الحجر "واللہ! میرا دل خدا کے بارے میں نرم ہوتا ہے تو جھاگ سے بھی نرم ہو جاتا ہے اور سخت ہوتا ہے تو پتھر سے بھی زیادہ سخت ہوتا ہے۔" (کنز العمال)

مثال کے طور پر چند واقعات درج ذیل ہیں جس سے اندازہ ہوگا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا غصہ اور لطف و رحم محض خدا کے لئے تھا، ذاتیات کو مطلقاً دخل نہ تھا۔

غزوہ بدر میں کافروں نے بنوہاشم کو مسلمانوں سے لڑنے پر مجبور کیا تھا، اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ عباس رضی اللہ عنہ کہیں نظر آئیں تو ان کو قتل نہ کرنا، ابوحذیفہ رضی اللہ عنہ کی زبان سے نکل گیا کہ بنوہاشم میں کیا خصوصیت ہے؟ اگر عباس رضی اللہ عنہ سے مقابلہ ہوگیا تو ضرور مزہ چکھاوں گا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ گستاخی دیکھ کر آپے سے باہر ہو گئے اور کہا اجازت دیجئے کہ میں اس کا سر اڑا دوں۔ (ابن سعد قسم اول جز و تذکرہ عباس رضی اللہ عنہ)

حضرت حاتم بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ بڑے رتبہ کے صحابی تھے، یہ خود ہجرت کر کے مدینہ چلے آئے تھے؛ لیکن ان کے اہل وعیال مکہ میں تھے، جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کا قصد فرمایا تو حاطب رضی اللہ عنہ نے اپنے اہل وعیال کی حفاظت کے خیال سے اپنے بعض مشرک دوستوں کو اس کی اطلاع دیدی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا تو برافروختہ ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ اجازت دیجئے کہ اس کو قتل کردوں۔ (بخاری، کتاب المغازی، باب غزوہ فتح وما بعث بہ حاطب رضی اللہ عنہ ابی بلقہ)

اسی طرح خویصرہ نے ایک دفعہ گستاخانہ کہا" محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) عدل کر" حضرت عمر رضی اللہ عنہ غصے سے بیتاب ہو گئے اور اس کو قتل کر دینا چاہا؛ لیکن رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے منع کیا۔

غرض اسی قسم کے متعدد واقعات ہیں جن سے اگر تم مزاج کی سختی کا اندازہ کر سکتے ہو تو دوسری طرف للّٰہیت کا بھی اعتراف کرنا پڑے گا۔

ایام خلافت میں جو سختیاں ظاہر ہوئیں وہ اصولِ سیاست کے لحاظ سے نہایت ضروری تھیں، حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی معزولی، حکام سے سختی کے ساتھ باز پرس، مذہبی پابندی کے لئے تنبیہ وتعزیر اور اسی قسم کے تمام امور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فرائض منصبی میں داخل تھے، اس لئے انہوں نے جو کچھ کیا وہ منصب خلافت کی حیثیت سے ان پر واجب تھا، ورنہ ان کا دل لطف

ومحبت کے شریفانہ جذبات سے خالی نہ تھا؛ بلکہ وہ جس قدر مذہبی اور انتظامی معاملات میں سختی اور تشدد کرتے تھے، ہمدردی کے موقعوں پر اس سے زیادہ لطف ورحم کا برتاو کرتے تھے، خدا کی ذی عقل مخلوق میں غلاموں سے زیادہ قابل رحم حالت کسی کی نہیں ہوگی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عنان خلافت ہاتھ میں لینے کے ساتھ تمام عربی غلاموں کو آزاد کرادیا، (یعقوبی) اور یہ قانون بنادیا کہ اہل عرب کبھی کسی کے غلام نہیں ہوسکتے، کنزالعمال میں بہ تصریح ان کا قول مذکور ہے کہ "لاتسترق عربی" یعنی عربی غلام نہیں ہوسکتے، عام غلاموں کا آزاد کرانا بہت مشکل تھا تاہم ان کے حق میں بہت سی مراعات قائم کیں، مجاہدین کی تنخواہیں مقرر ہوئیں تو آقا کے ساتھ اسی قدر ان کے غلام کی تنخواہ مقرر ہوئی، (فتوح البلدان ذکر العطاء فی خلافت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ) اکثر غلاموں کو بلا کر ساتھ کھانا کھلاتے، ایک شخص نے دعوت کی تو محض اس وجہ سے برافروختہ ہوکر اٹھ گئے کہ اس نے دسترخوان پر اپنے غلام کو نہیں بٹھایا تھا، آپ اکثر حاضرین کو سنا کر کہتے تھے کہ جو لوگ غلاموں کو اپنے ساتھ کھانا کھلانا عار سمجھتے ہیں، خدا ان پر لعنت بھیجتا ہے غلاموں کے لئے سب سے زیادہ تکلیف دہ بات یہ تھی کہ وہ اپنے عزیز واقارب سے جدا ہوجاتے تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ کوئی غلام اپنے اعزہ سے جدا نہ کیا جائے۔ (کنزالعمال)

۱۸ھ میں جب عرب میں قحط پڑا اس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بیقراری قابل دید تھی، دوردراز ممالک سے غلہ منگوا کر تقسیم کیا، گوشت گھی اور دوسری مرغوب غذائیں ترک کردیں، اپنے لڑکے کے ہاتھ میں خربوزہ دیکھ کر خفا ہوئے کہ قوم فاقہ مست ہے اور تو تفکہات سے لطف اٹھاتا ہے، غرض! جب تک قحط رہا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ہر قسم کے عیش ولطف سے اجتناب رکھا۔

(الیضاح وقائع الرمادہ)

عراق عجم کے معرکہ میں نعمان بن مقرن اور دوسرے بہت سے مسلمان شہید ہوئے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر ان کی شہادت کا اتنا اثر تھا کہ زاروقطار روتے تھے، مال غنیمت آیا تو غصہ سے واپس کردیا کہ مجاہدین اور شہداء کے ورثا میں تقسیم کردیا جائے۔

تم نے انتظامات کے سلسلہ میں پڑھا ہوگا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد میں ہر جگہ لنگر خانے، مسافر خانے اور یتیم خانے بنوائے تھے، غرباء مساکین اور مجبور ولاچار آدمیوں کے روزینے مقرر کردیئے تھے، کیا یہ تمام امور لطف وترحم کے دائرہ سے باہر ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ذمیوں اور کافروں کے ساتھ جس رحمدلی اور لطف کا سلوک کیا آج مسلمان، مسلمان سے نہیں کرتے، زندگی کے آخری لمحے تک ذمیوں کا خیال رہا، وفات کے وقت وصیت میں ذمیوں کے حقوق پر خاص زور دیا۔

(بخاری، کتاب المناقب باب قصۃ البیعۃ والاتفاق علی رضی اللہ عنہ، عثمان رضی اللہ عنہ)

## عفو

اس لطف وترحم کی بناپر حضرت عمر رضی اللہ عنہ عفو اور درگزر سے بھی کام لیتے تھے، ایک دفعہ حر بن قیس اور عینیہ بن حصن حاضر خدمت ہوئے، عینیہ نے کہا آپ انصاف سے حکومت نہیں کرتے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس گستاخی پر بہت غضبناک ہوئے، حر بن قیس نے کہا امیر المومنین! قرآن مجید میں آیا ہے: "خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَ

(الاعراف) "یہ شخص جاہل ہے اس کی بات کا خیال نہ کیجئے، اس گفتگو سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا غصہ بالکل ٹھنڈا پڑ گیا۔ (کنز العمال)

## رفاہِ عام

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فریضہ خلافت کی حیثیت سے رفاہ عام اور بنی نوع انسان کی بہبودی کے جو کام کیے اس کی تفصیل گزر چکی ہے، ذاتی حیثیت سے بھی ان کا ہر لحہ خلق اللہ کی نفع رسانی کے لئے وقف تھا، ان کا معمول تھا کہ مجاہدین کے گھروں پر جاتے اور عورتوں سے پوچھ کر بازار سے سودا سلف لا دیتے تھے، مقام جنگ سے قاصد آتا تو اہل فوج کے خطوط ان کے گھروں میں پہنچا آتے اور جس گھر میں کوئی لکھا پڑھا نہ ہوتا خود ہی چوکھٹ پر بیٹھ جاتے اور گھر والے جو کچھ لکھاتے لکھ دیتے، راتوں کو عموماً گشت کرتے کہ عام آبادی کا حال معلوم ہو، ایک دفعہ گشت کرتے ہوئے مدینہ سے تین میل کے فاصلہ پر مقام حرار پہنچے، دیکھا کہ ایک عورت پکار رہی ہے اور دو تین بچے رو رہے ہیں، پاس جا کر حقیقت حال دریافت کی، عورت نے کہا بچے بھوک سے تڑپ رہے ہیں، میں نے ان کے بہلانے کو خالی ہانڈی چڑھا دی ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسی وقت مدینہ آئے اور آٹا، گھی، گوشت اور کھجوریں لے چلے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے غلام اسلم نے کہا میں لئے چلتا ہوں، فرمایا، ہاں قیامت میں تم میرا بار نہیں اٹھاؤ گے اور خود ہی سب سامان لے کر عورت کے پاس گئے، اس نے پکانے کا انتظام کیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ دیکھتے تھے اور خوش ہوتے تھے۔ (کنز العمال)

ایک دفعہ کچھ لوگ شہر کے باہر اترے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کو ساتھ لیا اور کہا مجھ کو ان کے متعلق مدینہ کے چوروں کا ڈر لگا ہوا ہے، چلو ہم دونوں چل کر پہرہ دیں؛ چنانچہ دونوں آدمی رات بھر پہرہ دیتے رہے۔ (طبری)

ایک دفعہ رات کو گشت کر رہے تھے کہ ایک بدو کے خیمہ سے رونے کی آواز آئی، دریافت سے معلوم ہوا کہ بدو کی عورت دردزہ میں مبتلا ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ گھر آئے اور اپنی بیوی ام کلثوم رضی اللہ عنہ کو ساتھ لے کر بدو کے خیمہ گئے، تھوڑی دیر کے بعد بچہ پیدا ہوا، ام کلثوم رضی اللہ عنہ نے پکار کر کہا: اے امیر المومنین! اپنے دوست کو مبارکباد دیجئے، بدو امیر المومنین کا لفظ سن کو چونک پڑا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کچھ خیال نہ کرو، کل میرے پاس آنا، بچہ کی تنخواہ مقرر کر دوں گا۔ (کنز العمال)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنی غیر معمولی مصروفیات میں سے بھی مجبور، بیکس اور اپاہج آدمیوں کی خدمت گزاری کے لئے وقت نکال لیتے تھے، مدینہ سے اکثر نابینا اور ضعیف اشخاص فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی خدمت گزاری کے ممنون تھے، خلوص کا یہ عالم تھا کہ خود ان لوگوں کو خبر بھی نہ تھی کہ یہ فرشتہ رحمت کون ہے؟ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک روز علی الصبح امیر المومنین کو ایک جھونپڑے میں جاتے دیکھا، خیال ہوا کہ فاروق اعظم کا کیا کام؟ دریافت سے معلوم ہوا کہ اس میں ایک نابینا ضعیفہ رہتی ہے اور وہ روز اس کی خبر گیری کے لئے جایا کرتے ہیں۔

## خدا کی راہ میں دینا

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بہت زیادہ دولتمند نہ تھے، تاہم انہوں نے جو کچھ خدا کی راہ میں صرف کیا وہ ان کی حیثیت سے بہت

زیادہ تھا، ھ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ تبوک کی تیاری کی تو اکثر صحابہ نے ضروریات جنگ کے لئے بڑی بڑی رقمیں پیش کیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس موقع پر اپنے مال واسباب میں سے آدھا لے کر پیش کیا۔ (ترمذی، فضائل عمر رضی اللہ عنہ)

یہود بنی حارثہ سے آپ کو ایک زمین ملی تھی اس کو خدا کی راہ میں وقف کر دیا اسی طریقہ سے خیبر میں ایک بہترین سیر حاصل قطعہ اراضی ملا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ مجھے ایک قطعہ زمین ملا ہے جس سے بہتر میرے پاس کوئی جائداد نہیں ہے، آپ کا کیا ارشاد ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وقف کر دو؛ چنانچہ حسب ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم فقراء اعزہ، مسافر، غلام اور جہاد کے لئے وقف کر دیا۔ (ابوداود کتاب الوصایا باب ماجاء فی الرجل یوقف وقف)

ایک دفعہ ایک اعرابی نے نہایت رقت انگیز اشعار سنائے اور دست سوال دراز کیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ متاثر ہو کر بہت روئے اور کرتہ اتار کر دے دیا۔

## مساوات کا خیال

عہد فاروقی میں شاہ گدا، امیر وغریب، مفلس و مالدار سب ایک حال میں نظر آتے تھے، عمال کو تاکیدی حکم تھا کہ کسی طرح کا امتیاز ونمود اختیار نہ کریں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خود ذاتی حیثیت سے بھی مساوات اپنا خاص شعار بنایا تھا، یہی وجہ تھی کہ انہوں نے اپنی معاشرت نہایت سادہ رکھی تھی، تعظیم وتکریم کو دل سے ناپسند کرتے تھے، ایک دفعہ کسی نے کہا، میں آپ پر قربان فرمایا ایسا نہ کہو، اس سے تمہارا نفس ذلیل ہو جائے گا، اسی طرح زید بن ثابت رضی اللہ عنہ قاضی مدینہ کی عدالت میں مدعا علیہ کی حیثیت سے گئے تو انہوں نے تعظیم کے لئے جگہ خالی کر دی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا تم نے اس مقدمہ میں یہ پہلی ناانصافی کی، یہ کہہ کر اپنے فریق کے برابر بیٹھ گئے۔ (کنز العمال)

آپ کا مقولہ تھا کہ میں اگر عیش وتنعم کی زندگی بسر کروں اور لوگ مصیبت وافلاس میں رہیں تو مجھ سے برا کوئی نہ ہوگا، سفر شام میں نفیس ولذیز کھانے پیش کئے گئے تو پوچھا کہ تمام مسلمانوں کو بھی یہ ایوان نعمت میسر ہیں؟ لوگوں نے کہا ہر شخص کے لئے کس طرح ممکن ہے؟ فرمایا، تو پھر مجھے بھی اس کی حاجت نہیں۔

خلافت کی حیثیت سے فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے جاہ وجلال کا سکہ تمام دنیا پر بیٹھا ہوا تھا؛ لیکن مساوات کا یہ عالم تھا کہ قیصر وکسریٰ کے سفراء آتے تھے تو انہیں یہ پتہ نہیں چلتا تھا کہ شاہ کون ہے؟ درحقیقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خود نمونہ بن کر مسلمانوں کو مساوات کا ایسا درس دیا تھا کہ حاکم ومحکوم، اور آقا وغلام کے سارے امتیازات اُٹھ گئے تھے۔

## غیرت

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بالطبع غیور واقع ہوئے تھے، یہاں تک کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی غیرت کا پاس ولحاظ کرتے تھے، صحیح مسلم، ترمذی اور صحاح کی تقریباً سب کتابوں میں باختلاف الفاظ مروی ہے کہ معراج کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت میں ایک عالیشان طلائی قصر ملاحظہ فرمایا جو فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے لئے مخصوص تھا اس کے اندر صرف اس وجہ

سے تشریف نہیں لے گئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی غیرت کا حال معلوم تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اس کا ذکر فرمایا تو وہ رو کر کہنے لگے "أَعَلَيْكَ أَغَارُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ" (کیا میں آپ کے مقابلہ میں غیرت کروں گا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ (بخاری مناقب عمر رضی اللہ عنہ)

آیت حجاب نازل ہونے سے پہلے عرب میں پردہ کا رواج نہ تھا یہاں تک کہ خود ازواج مطہرات رضی اللہ عنہ پردہ نہیں کرتی تھیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی غیرت اس بے حجابی کو نہایت ناپسند کرتی تھی، بار بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتجی ہوئے کہ آپ ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہ کو پردہ کا حکم دیں اس خواہش کے بعد ہی آیت حجاب نازل ہوئی۔

آپ کی غیرت کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ جب آپ کو خبر ملی مسلمان عورتیں حماموں میں عیسائی عورتوں کے سامنے بے پردہ نہاتی ہیں تو تحریری حکم جاری کیا کہ مسلمان عورت کا غیر مذہب والی عورت کے سامنے بے پردہ ہونا جائز نہیں۔

## حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی شہادت

حضرت عُمر رضی اللہ عنہ کی شہادت اسلام کے ان مصائب میں سے ہے جس کی تلافی نہ ہوئی اور نہ ہوسکتی ہے، جس دن سے وہ مسلمان ہوئے دین الٰہی کی شوکت وعزت بڑھتی گئی اور اپنے عہد خلافت میں تو وہ کام کیے جن کی نظیر کبھی چشم فلک نے بھی نہیں دیکھی اور جس دن سے رخصت ہوئے مسلمانوں کا اقبال بھی رخصت ہوگیا۔

مدینہ منورہ میں ایک فیروز نامی ایک پارسی (ایرانی) غلام تھے جس کہ کنیت ابولولو تھی۔ اس نے ایک دن حضرت عُمر رضی اللہ عنہ سے آکر شکایت کی کہ میرے آقا مغیرہ مغیرہ بن شعبہ نے مجھ سے بہت بھاری محصول مقرر کیا ہے۔ آپ کم کرا دیجیے۔ حضرت عُمر رضی اللہ عنہ نے تعداد پوچھی۔ اس نے کہا روزانہ دو درہم (قریبا سات آنے) حضرت عُمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا تو کونسا پیشہ کرتا ہے۔ بولا کہ بخاری، نقاشی، آہنگری۔ فرمایا کہ ان صنعتوں کے مقابلہ میں یہ رقم کچھ بہت نہیں ہے۔ فیروز دل میں سخت ناراض ہوکر چلا آیا۔

دوسرے دن حضرت عُمر رضی اللہ عنہ صبح کی نماز کے لیے نکلے تو فیروز خنجر لے کر مسجد میں آیا۔ حضرت عُمر رضی اللہ عنہ کے حکم سے کچھ لوگ اس کام پر مقرر تھے کہ جب جماعت کھڑی ہو تو صفیں درست کریں۔ جب صفیں سیدھی ہوچکتی تو حضرت عُمر رضی اللہ عنہ تشریف لاتے تھے اور امامت کرتے تھے۔ اس دن بھی حسب معمول صفیں درست ہوچکیں تو حضرت عُمر رضی اللہ عنہ امامت کے لئے بڑھے اور جونہی نماز شروع کی، فیروز نے دفعتہ گھات سے نکل کر چھ وار کیے۔ جن میں سے ایک ناف کے نیچے پڑا۔ حضرت عُمر رضی اللہ عنہ نے فوراً عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ بن عوف کا ہاتھ پکڑ کر اپنی جگہ کھڑا کر دیا اور خود زخم کے صدمہ سے گر پڑے۔

(27 ذوالحجہ 23 ہجری 644 عیسوی)

عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ بن عوف نے اس حالت میں نماز پڑھائی کہ حضرت عُمر رضی اللہ عنہ سامنے بسمل پڑے تھے۔ فیروز نے اور لوگوں کو بھی زخمی کیا لیکن بلاآخر پکڑ لیا گیا اور ساتھ ہی اس نے خودکشی کر لی۔

حضرت عُمر رضی اللہ عنہ کو لوگ اٹھا کر گھر لائے۔ سب سے پہلے انھوں نے پوچھا کہ میرا قاتل کون تھا؟ لوگوں نے کہا کہ فیروز

فرمایا کہ الحمد للہ کہ میں ایسے شخص کے ہاتھ سے نہیں مارا گیا جو اسلام کا دعوٰی رکھتا تھا۔ لوگوں کا خیال تھا زخم چنداں کاری نہیں ہے غالباً شفا ہو جائے۔ چنانچہ ایک طبیب بلایا اس نے نبیذ اور دودھ پلایا اور دونوں چیزیں زخم کی راہ باہر نکل آئیں اس وقت لوگوں کو یقین ہو گیا کہ وہ اس زخم سے جانبر نہیں ہو سکتے۔ چنانچہ لوگوں نے ان سے کہا کہ اب آپ اپنا ولی عہد منتخب کر جایئے۔

حضرت عُمر رضی اللہ عنہ نے عبداللہ اپنے فرزند کو بلا کر کہا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس جاؤ اور اس کہو کہ عُمر آپ سے اجازت طلب کرتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں دفن کیا جائے۔ عبداللہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے، وہ رو رہی تھیں۔ حضرت عُمر رضی اللہ عنہ کا سلام کہا اور پیغام پہنچایا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ اس جگہ کو میں اپنے لئے محفوظ رکھنا چاہتی تھی۔ لیکن آج میں عُمر رضی اللہ عنہ کو اپنے آپ پر ترجیح دوں گی۔ عبداللہ واپس آئے۔ لوگوں نے حضرت عُمر رضی اللہ عنہ کو خبر کی۔ بیٹے کی طرف مخاطب ہوئے اور کہا کیا خبر لائے؟ انہوں نے فرمایا جو آپ چاہتے تھے۔ فرمایا کہ یہی سب سے بڑی آرزو تھی۔

اس وقت اسلام کے حق میں جو سب سے اہم کام تھا، وہ ایک خلیفہ کا انتخاب کرنا تھا۔ تمام صحابہ بار بار حضرت عُمر رضی اللہ عنہ سے درخوست کرتے تھے کہ اس مہم کو آپ طے کر جایئے۔ حضرت عُمر رضی اللہ عنہ نے خلافت کے معاملے پر مدتوں غور کیا تھا اور اکثر سوچا کرتے تھے۔ بار بار لوگوں نے ان کو اس حالت میں دیکھا کہ سب سے الگ متفکر بیٹھے ہیں اور کچھ سوچ رہے ہیں۔ دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ خلافت کے باب میں غلطان و پیچان ہیں۔

غرض وفات کے وقت جب لوگوں نے اصرار کیا تو فرمایا کہ ان چھ شخصوں میں جس کی نسبت کثرت رائے ہو وہ خلیفہ منتخب کر لیا جائے۔ جن پر انتخاب کی نگاہ پڑ سکتی تھی۔ علی، عثمان، زبیر، طلحہ، سعد بن وقاص، عبدالرحمٰن بن عوف رضوان اللہ عنہم تھے۔

حضرت عُمر رضی اللہ عنہ کو قوم اور ملک کی بہبود کا جو خیال تھا اس کا اس اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ عین کرب و تکلیف کی حالت میں جہاں تک ان کی قوت اور حواس نے یاوری دی اس دھن میں صرف رہے۔ لوگوں کو مخاطب کر کے کہا کہ جو شخص خلیفہ منتخب ہو اس کو میں وصیت کرتا ہوں کی پانچ فرقوں کے حقوق کا نہایت خیال رکھے۔ (۱) مہاجرین (۲) انصار (۳) اعراب (۴) وہ اہل عرب جو اور شہروں میں جا کر آباد ہو گئے ہیں۔ (۵) اہل ذمہ (یعنی عیسائی، یہودی، پارسی جو اسلام کہ رعایا تھے) پھر ہر ایک کے حقوق کی تصریح کی۔

قوم کے کام سے فراغت ہو چکی تو اپنے ذاتی مطالب پر توجہ کی۔ عبداللہ اپنے بیٹے کو بلا کر پوچھا کہ مجھ پر کتنا قرض ہے۔ معلوم ہوا کہ چھیاسی ہزار درہم۔ فرمایا کہ میرے متروکہ سے ادا ہو سکے تو بہتر ورنہ خاندان عدی سے درخواست کرنا اگر وہ بھی پورا نہ کر سکیں تو کل قریش سے۔ لیکن قریش کے علاوہ کسی اور کو تکلیف نہ دینا۔ (یہ صحیح بخاری کی روایت ہے) لیکن حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عُمر رضی اللہ عنہ کا مکان خرید لیا جس سے قرض ادا کیا گیا۔ (فتح الباری)

اس کے بعد نزع کی حالت شروع گئی، اسی حالت میں ایک نوجوان آپ کے پاس آیا جس کے ازار ٹخنوں سے نیچی تھی، آپ نے فرمایا کہ اے بھتیجے ذرا اپنے ازار ٹخنوں سے اوپر رکھا کرو۔ اس کپڑا بھی صاف رہتا ہے اور خدا کی اطاعت بھی ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تین دن کے بعد فوت ہوئے اور محرم کی پہلی تاریخ ہفتہ کے دن مدفون ہوئے۔ نماز جنازہ حضرت صہیب رضی اللہ عنہ نے پڑھائی۔

حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ، حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے قبر میں اتارا۔ اور آفتاب عالم تاب خاک میں چھپ گیا۔

# حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ

## نام ونسب، خاندان

عثمان نام، ابوعبداللہ اور ابوعمر کنیت، ذوالنورین لقب، والد کا نام عفان، والدہ کا نام اروی تھا، والد کی طرف سے پورا سلسلہ نسب یہ ہے، عثمان بن عفان بن ابی العاص ابن امیہ بن عبدشمس بن عبد مناف بن قصی القرشی، والدہ کی طرف سے سلسلہ نسب یہ ہے، اروی بنت کریز بن ربیعہ بن حبیب بن عبدشمس بن عبد مناف، اسی طرح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا سلسلہ پانچویں پشت میں عبدمناف پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مل جاتا ہے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی نانی بیضاام الحکیم حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب کی سگی بہن اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی تھیں اس لئے وہ ماں کی طرف سے حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے قریبی رشتہ دار ہیں، (فتح الباری کتاب المناقب) آپ کو ذوالنورین (دونوں نوروں والا) اس لئے کہا جاتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دو صاحبزادیاں یکے بعد دیگرے ان کے نکاح میں آئیں۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا خاندان ایام جاہلیت میں غیر معمولی وقعت واقتدار رکھتا تھا، آپ کے جداعلی امیہ بن عبدشمس قریش کے رئیسوں میں تھے، خلفائے بنوامیہ اسی امیہ بن عبدشمس کی طرف سے منسوب ہو کر امویین کے نام سے مشہور ہیں، عقاب یعنی قریش کا قومی علم اسی خاندان کے قبضہ میں تھا، جنگ فجار میں اسی خاندان کا نامور سردار حرب بن امیہ سپہ سالار اعظم کی حیثیت رکھتا تھا، عقبہ بن معیط نے جو اپنے زور اثر اور قوت کے لحاظ سے اسلام کا بہت بڑا دشمن تھا اموی تھا، اسی طرح ابوسفیان بن حرب جنہوں نے قبول اسلام سے پہلے غزوہ بدر کے بعد تمام غزوات میں رئیس قریش کی حیثیت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقابلہ کیا تھا اسی اموی خاندان کے ایک رکن تھے؛ غرض حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا خاندان شرافت، ریاست اور غزوات کے لحاظ سے عرب میں نہایت ممتاز تھا اور بنو ہاشم کے سوا دوسرا خاندان اس کا ہمسر نہ تھا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ واقعہ فیل کے چھٹے سال یعنی ہجرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے ۴۷ برس قبل پیدا ہوئے، بچپن اور سن رشد کے حالات پردہ خفا میں ہیں؛ لیکن قرآئن سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے عام اہل عرب کے خلاف اسی زمانہ میں لکھنا پڑھنا سیکھ لیا تھا، عہد شباب کا آغاز ہوا تو تجارتی کاروبار میں مشغول ہوئے اور اپنی صداقت، دیانت اور راست بازی کے باعث غیر معمولی فروغ حاصل کیا۔

## اسلام اور ہجرت

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا چونتیسواں سال تھا کہ مکہ میں توحید کی صدا بلند ہوئی، گوملکی رسم ورواج اور عرب کے مذہبی تخیل کے لحاظ سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے لئے یہ آواز نامانوس تھی، تاہم وہ اپنی فطری عفت، پارسائی، دیانتداری اور راستبازی کے باعث اس داعیٔ حق کو لبیک کہنے کے لئے بالکل تیار تھے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ایمان لائے تو انہوں نے دین مبین کی تبلیغ واشاعت کو اپنا نصب العین قرار دیا اور اپنے حلقہ احباب میں تلقین وہدایت کا کام شروع کیا، ایام جاہلیت میں ان سے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے ارتباط تھا اور اکثر نہایت مخلصانہ صحبت رہتی تھی، ایک روز وہ حسب معمول حضرت ابوبکر صدیق کے پاس آئے اور اسلام کے متعلق گفتگو شروع کی، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی گفتگو سے آپ اتنے متاثر ہوئے کہ بارگاہ نبوت میں حاضر ہوکر اسلام قبول کرنے پر آمادہ ہوگئے، ابھی دونوں بزرگ جانے کا خیال ہی کر رہے تھے کہ خود سرورکائنات صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر فرمایا، عثمان! خدا کی جنت قبول کر، میں تیری اور تمام خلق کی ہدایت کے لئے مبعوث ہوا ہوں، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ زبان نبوت کے ان سادہ وصاف جملوں میں خدا جانے کیا تاثیر بھری تھی کہ میں بے اختیار کلمہ شہادت پڑھنے لگا اور دست مبارک میں ہاتھ دیکر حلقہ بگوش اسلام ہوگیا۔ (اصابہ، تذکرۃ سعدی بنت کریز)

اس موقع پر یہ نکتہ بھی ذہن نشین رکھنا چاہئے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا تعلق اموی خاندان سے تھا جو بنوہاشم کا حریف تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کامیابی کو اس لئے خوف وحسد کی نگاہ سے دیکھتا تھا کہ اس طریقہ سے عرب کی سیادت کی باگ بن امیہ کے ہاتھ سے نکل کر بنوہاشم کے دست اقتدار میں چلی جائے گی، یہی وجہ تھی کہ عقبہ بن ابی معیط اور ابوسفیان وغیرہ اس تحریک کے دبانے میں نہایت سرگرمی سے پیش پیش تھے؛ لیکن حضرت عثمان کا آئینہ دل خاندانی تعصب کے گردوغبار سے پاک تھا، اس لئے اس قسم کی کوئی پیش بینی ان کی صفائے باطن کو مکدر نہ کرسکی، انہوں نے نہایت آزادی کے ساتھ اپنے خاندان کے خلاف اس زمانہ میں حق کی آواز پر لبیک کہا جبکہ صرف پینتیس یا چھتیس زن ومرد اس شرف سے مشرف ہوئے تھے۔

## شادی

قبول اسلام کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو وہ شرف حاصل ہوا جو ان کی کتاب منقبت کا سب سے درخشاں باب ہے، یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی فرزندی میں قبول فرمایا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی منجھلی صاحبزادی رقیہ رضی اللہ عنہ کا نکاح پہلے ابو لہب کے بیٹے عتبہ سے ہوا تھا مگر اسلام کے بعد عتبہ کے باپ ابولہب کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اتنی عداوت ہوگئی تھی کہ اس نے اپنے بیٹے پر دباؤ ڈال کر طلاق دلوادی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صاحبزادی ممدوحہ کا دوسرا نکاح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کردیا، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی اس شادی کے متعلق بعض لغو اور بے ہودہ روایتیں کتابوں میں ہیں، مگر وہ تمام تر جھوٹی ہیں اور محدثین نے موضوعات میں ان کا شمار کیا ہے۔

## حبشہ کی ہجرت

مکہ میں اسلام کی روز افزوں ترقی سے مشرکین قریش کے غیظ وغضب کی آگ روز بروز زیادہ مشتعل ہوتی جاتی تھی، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بھی اپنی وجاہت اور خاندانی عزت کے باوجود عام بلاکشان اسلام کی طرح جفا کاروں کے ظلم وستم کا نشانہ تھے، ان کو خود ان کے چچانے باندھ کر مارا، اعزہ واقارب نے سردمہری شروع کی اور رفتہ رفتہ ان کی سخت گیری اور جفا کاری یہاں تک بڑھی کہ وہ ان کی برداشت سے باہر ہوگئی اور بالآخر خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اشارہ سے اپنی اہلیہ محترمہ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہ کو ساتھ لے کر ملک حبش کی طرف روانہ ہوگئے؛ چنانچہ یہ پہلا قافلہ تھا جو حق وصداقت کی محبت میں وطن اور اہل وطن کو چھوڑ کر جلاوطن ہوا۔

ہجرت کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کا کچھ حال معلوم نہ ہوسکا اس لئے پریشان خاطر تھے، ایک روز ایک عورت نے خبر دی کہ اس نے ان دونوں کو دیکھا تھا اتنا معلوم ہونے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

**ان عثمان اول من هاجر باهله من هذه الامة،** (اصابہ تذکرہ رقیہ رضی اللہ عنہ)

یعنی اس میری امت میں عثمان رضی اللہ عنہ پہلا شخص ہے جو اپنے اہل وعیال کو لے کر ہجرت کی۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اس ملک میں چند سال رہے، اس کے بعد جب بعض اور صحابہ رضی اللہ عنہم قریش کے اسلام کی غلط خبر پا کر اپنے وطن واپس آئے تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بھی آگئے، یہاں آکر معلوم ہوا کہ یہ خبر جھوٹی ہے، اس بنا پر بعض صحابہ پھر ملک حبش کی طرف لوٹ گئے، مگر حضرت عثمان پھر نہ گئے۔

## مدینہ کی طرف

اسی اثنا میں مدینہ کی ہجرت کا سامان پیدا ہوگیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے تمام اصحاب کو مدینہ کی ہجرت کا ایماء فرمایا، تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بھی اپنے اہل وعیال کے ساتھ مدینہ تشریف لے گئے اور حضرت اوس بن ثابت رضی اللہ عنہ کے مہمان ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں اور حضرت اوس بن ثابت رضی اللہ عنہ میں برادری قائم کردی۔ (طبقات)

اس مواخات سے دونوں خاندانوں میں جس قدر محبت اور یگانگت پیدا ہوگئی تھی اس کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت پر حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ تمام عمر سوگوار رہے اور ان کا نہایت پر درد مرثیہ لکھا۔

## بیر رومہ کی خریداری

مدینہ آنے کے بعد مہاجرین کو پانی کی سخت تکلیف تھی تمام شہر میں صرف بیر رومہ ایک کنواں تھا جس کا پانی پینے کے لائق تھا؛ لیکن اس کا مالک ایک یہودی تھا اور اس نے اس کو ذریعہ معاش بنا رکھا تھا، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس عام مصیبت کو دفع کرنے کے لئے اس کنوئیں کو خرید کر وقف کردینا چاہا، سعی بلیغ کے بعد یہودی صرف نصف حق فروخت کرنے پر راضی ہوا، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بارہ ہزار درہم میں نصف کنواں خرید لیا اور شرط یہ قرار پائی کہ ایک دن حضرت عثمان کی باری ہوگی اور دوسرے

دن اس یہودی کے لئے یہ کنواں مخصوص رہے گا۔

جس روز حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی باری ہوتی تھی اس روز مسلمان اس قدر پانی بھر کر رکھ لیتے تھے کہ دو دن تک کے لئے کافی ہوتا تھا، یہودی نے دیکھا کہ اب اس سے کچھ نفع نہیں ہوسکتا تو وہ بقیہ نصف بھی فروخت کرنے پر راضی ہوگیا، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے آٹھ ہزار درہم میں اس کو خرید کر عام مسلمانوں کے لئے وقف کردیا، اس طرح اسلام میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے فیض کرم کا یہ پہلا ترشح تھا، جس نے توحید کے تشنہ لبوں کو سیراب کیا۔

## حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت

خلیفہ سوم امیر المؤمنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی کنیت ابوعمرو اور لقب ذوالنورین (دونوروالے) ہے۔ آپ قریشی ہیں اور آپ کا نسب نامہ یہ ہے: عثمان بن عفان بن ابی العاص بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف۔ آپ کا خاندانی شجرہ عبد منافپر رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے نسب نامہ سے مل جاتا ہے۔ آپ نے آغاز اسلام ہی میں اسلام قبول کرلیا تھا اور آپ کو آپ کے چچا اور دوسرے خاندانی کافروں نے مسلمان ہوجانے کی وجہ سے بے حد ستایا۔ آپ نے پہلے حبشہ کی طرف ہجرت فرمائی پھر مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرمائی اس لئے آپ صاحب الہجرتین (دوہجرتوں والے) کہلاتے ہیں اور چونکہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی دو صاحبزادیاں یکے بعد دیگرے آپ کے نکاح میں آئیں اس لئے آپ کا لقب ذوالنورین ہے۔ آپ جنگ بدر کے علاوہ دوسرے تمام اسلامی جہادوں میں کفار سے جنگ فرماتے رہے۔ جنگ بدر کے موقع پر ان کی زوجہ محترمہ جو رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی صاحبزادی تھیں، سخت علیل ہوگئیں تھیں اس لئے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ان کو جنگ بدر میں جانے سے منع فرمادیا لیکن ان کو مجاہدین بدر میں شمار فرما کر مال غنیمت میں سے مجاہدین کے برابر حصہ دیا اور اجر وثواب کی بشارت بھی دی۔ حضرت امیر المؤمنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد آپ خلیفہ منتخب ہوئے اور بارہ برس تک تخت خلافت کو سرفراز فرماتے رہے۔

آپ رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں اسلامی حکومت کی حدود میں بہت زیادہ توسیع ہوئی اور افریقہ وغیرہ بہت سے ممالک مفتوح ہوکر خلافت راشدہ کے زیر نگیں ہوئے۔ بیاسی برس کی عمر میں مصر کے باغیوں نے آپ کے مکان کا محاصرہ کرلیا اور بارہ ذوالحجہ یا اٹھارہ ذوالحجہ ۳۵ھ جمعہ کے دن ان باغیوں میں سے ایک بدنصیب نے آپ کو رات کے وقت اس حال میں شہید کردیا کہ آپ قرآنِ پاک کی تلاوت فرمارہے تھے اور آپ رضی اللہ عنہ کے خون کے چند قطرات قرآن شریف کی آیت فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللّٰهُ پر پڑے۔ آپ رضی اللہ عنہ کے جنازہ کی نماز حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے پھوپھی زاد بھائی حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نے پڑھائی اور آپ رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ کے قبرستان جنت البقیع میں مدفون ہیں۔ (تاریخ الخلفاء وازالۃ الخفاء)

## حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی کرامات

علامہ تاج الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب طبقات میں تحریر فرمایا ہے کہ ایک شخص نے راستہ چلتے ہوئے ایک اجنبی

عورت کو گھور گھور کر غلط نگاہوں سے دیکھا۔ اس کے بعد یہ شخص امیر المؤمنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ اس شخص کو دیکھ کر حضرت امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ نے نہایت ہی پر جلال لہجہ میں فرمایا کہ تم لوگ ایسی حالت میں میرے سامنے آتے ہو کہ تمہاری آنکھوں میں زنا کے اثرات ہوتے ہیں۔ شخص مذکور نے (جل بھن کر) کہا کہ کیا رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے بعد آپ پر وحی اترنے لگی ہے؟ آپ کو یہ کیسے معلوم ہو گیا کہ میری آنکھوں میں زنا کے اثرات ہیں۔

امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ میرے اوپر وحی تو نہیں نازل ہوتی ہے لیکن میں نے جو کچھ کہا ہے یہ بالکل ہی قول حق اور سچی بات ہے اور خداوند قدوس نے مجھے ایک ایسی فراست (نورانی بصیرت) عطا فرمائی ہے جس سے میں لوگوں کے دلوں کے حالات وخیالات کو معلوم کر لیا کرتا ہوں۔ (حجۃ اللہ علی العالمین، ازالۃ الخفاء، مقصد)

آدمی جب کوئی گناہ کرتا ہے تو اس کا یہ اثر ہوتا ہے کہ اس کے قلب پر ایک سیاہ داغ اور بدنما دھبہ پڑ جاتا ہے اور چونکہ قلب پورے جسم کا بادشاہ ہے اس لئے قلب پر جب کوئی اثر پڑتا ہے تو پورا بدن اس سے متاثر ہو جاتا ہے تو خاصانِ خدا جن کی آنکھوں میں نور بصارت کے ساتھ ساتھ نور بصیرت بھی ہوا کرتا ہے وہ بدن کے ہر ہر حصہ میں ان اثرات کو اپنے نور فراست اور نگاہ کرامت سے دیکھ لیا کرتے ہیں۔ امیر المؤمنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ چونکہ اہل بصیرت اور صاحب باطن تھے اس لئے انہوں نے اپنی نگاہ کرامت سے شخص مذکور کی آنکھوں میں اس کے گناہ کے اثرات کو دیکھ لیا اور اس کی آنکھوں کو اس لئے زنا کار کہا کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ زنا العینین النظر یعنی کسی اجنبی عورت کو بری نیت سے دیکھنا یہ آنکھوں کا زنا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

## ہاتھ میں کینسر

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما راوی ہیں کہ امیر المؤمنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ مسجد نبوی شریف کے منبر اقدس پر خطبہ پڑھ رہے تھے کہ بالکل ہی اچانک ایک بدنصیب اور خبیث النفس انسان جس کا نام جہجاہ غفاری تھا کھڑا ہو گیا اور آپ کے دست مبارک سے عصا چھین کر اس کو توڑ ڈالا۔ آپ نے اپنے حلم وحیاء کی وجہ سے اس سے کوئی مواخذہ نہیں فرمایا لیکن خدا تعالیٰ کی قہاری وجباری نے اس بے ادبی اور گستاخی پر اس مردود کو یہ سزا دی کہ اسکے ہاتھ میں کینسر کا مرض ہو گیا اور اس کا ہاتھ گل سڑ کر گر پڑا اور وہ یہ سزا پا کر ایک سال کے اندر ہی مر گیا۔ (حجۃ اللہ علی العالمین، تاریخ الخلفاء)

## گستاخی کی سزا

حضرت ابوقلابہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں ملک شام کی سرزمین میں تھا تو میں نے ایک شخص کو بار بار یہ صدا لگاتے ہوئے سنا کہ ہائے افسوس! میرے لئے جہنم ہے۔ میں اٹھ کر اس کے پاس گیا تو یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ اس شخص کے دونوں ہاتھ اور پاؤں کٹے ہوئے ہیں اور وہ دونوں آنکھوں سے اندھا ہے اور اپنے چہرے کے بل زمین پر اوندھا پڑا ہوا بار بار لگاتار یہی کہہ رہا ہے کہ ہائے افسوس! میرے لئے جہنم ہے۔ یہ منظر دیکھ کر مجھ سے رہا نہ گیا اور میں نے اس سے پوچھا کہ اے شخص! تیرا کیا حال ہے؟ اور کیوں اور کس بناء پر تجھے اپنے جہنمی ہونے کا یقین ہے؟ یہ سن کر اس نے یہ کہا: اے شخص! میرا حال نہ پوچھ، میں ان بدنصیب

لوگوں میں سے ہوں جو امیر المؤمنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے کے لئے ان کے مکان میں گھس پڑے تھے۔ میں جب تلوار لے کر ان کے قریب پہنچا تو ان کی بیوی صاحبہ نے مجھے ڈانٹ کر شور مچانا شروع کر دیا تو میں نے ان کی بیوی صاحبہ کو ایک تھپٹر مار دیا یہ دیکھ کر امیر المؤمنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے یہ دعا مانگی کہ اللہ تعالیٰ تیرے دونوں ہاتھوں اور دونوں پاؤں کو کاٹ ڈالے اور تیری دونوں آنکھوں کو اندھی کر دے اور تجھ کو جہنم میں جھونک دے۔

اے شخص! میں امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ کے پُر جلال چہرے کو دیکھ کر اور ان کی اس قاہرانہ دعا کو سن کر کانپ اٹھا اور میرے بدن کا ایک ایک رونگٹا کھڑا ہو گیا اور میں خوف و دہشت سے کانپتے ہوئے وہاں سے بھاگ نکلا۔

امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ کی چار دعاؤں میں سے تین دعاؤں کی زد میں تو آ چکا ہوں، تم دیکھ رہے ہو کہ میرے دونوں ہاتھ اور دونوں پاؤں کٹ چکے اور دونوں آنکھیں اندھی ہو چکیں اب صرف چوتھی دعا یعنی میرا جہنم میں داخل ہونا باقی رہ گیا ہے اور مجھے یقین ہے کہ یہ معاملہ بھی یقیناً ہو کر رہے گا چنانچہ اب میں اسی کا انتظار کر رہا ہوں اور اپنے جرم کو بار بار یاد کر کے نادم و شرمسار ہو رہا ہوں اور اپنے جہنمی ہونے کا اقرار کرتا ہوں۔ (ازالۃ الخفاء، مقصد)

مذکورہ بالا دونوں روایتوں اور کرامتوں سے یہ سبق ملتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اگرچہ بہت بڑا ستار و غفار اور غفور و رحیم ہے، لیکن اگر کوئی بدنصیب اس کے محبوب بندوں کی شان میں کوئی گستاخی و بے ادبی کرتا ہے تو خداوند قدوس کی قہاری و جباری اس مردود کو ہرگز ہرگز معاف نہیں فرماتی بلکہ ضرور بالضرور دنیا و آخرت کے بڑے بڑے عذابوں میں گرفتار کر دیتی ہے اور وہ دونوں جہان میں قہر قہار و غضب جبار کا اس طرح سزاوار ہو جاتا ہے کہ دنیا میں لعنتوں کی بار اور پھٹکار اور آخرت میں عذاب نار کے سوا اس کو کچھ نہیں ملتا۔ رافضی اور وہابی جن کے دین و مذہب کی بنیاد ہی محبوبان خدا کی بے ادبی پر ہے ہم نے ان گستاخوں اور بے ادبوں میں سے کئی ایک کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ ان لوگوں پر قہر الٰہی کی ایسی مار پڑی ہے کہ توبہ توبہ، الامان۔ اور مرتے وقت ان لوگوں کا اتنا برا حال ہوا ہے کہ توبہ توبہ۔ نعوذ باللہ!

اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو اللہ والوں کی بے ادبی و گستاخی کی لعنت سے محفوظ رکھے اور اپنے محبوبوں کی تعظیم و توقیر اور ان کے ادب و احترام کی توفیق بخشے۔ آمین

## خواب میں پانی پی کر سیراب

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جن دنوں باغیوں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے مکان کا محاصرہ کر لیا اور ان کے گھر میں پانی کی ایک بوند تک کا جانا بند کر دیا تھا اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ پیاس کی شدت سے تڑپتے رہتے تھے میں آپ رضی اللہ عنہ کی ملاقات کے لیے حاضر ہوا تو آپ اس دن روزہ دار تھے۔ مجھ کو دیکھ کر آپ نے فرمایا کہ اے عبداللہ بن سلام! آج میں حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے دیدار پر انوار سے خواب میں مشرف ہوا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے انتہائی مشفقانہ لہجے میں ارشاد فرمایا کہ اے عثمان! رضی اللہ عنہ ظالموں نے پانی بند کر کے تمہیں پیاس سے بے قرار کر دیا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ جی ہاں! تو فوراً ہی آپ نے دریچی میں سے ایک ڈول میری طرف لٹکا دیا جو نہایت شیریں اور ٹھنڈے

پانی سے بھرا ہوا تھا، میں اس کو پی کر سیراب ہو گیا۔

اور اب اس وقت بیداری کی حالت میں بھی اس پانی کی ٹھنڈک میں اپنی دونوں چھاتیوں اور دونوں کندھوں کے درمیان محسوس کرتا ہوں۔ پھر حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ اے عثمان! اگر تمہاری خواہش ہو تو ان باغیوں کے مقابلہ میں تمہاری امداد و نصرت کروں۔ اور اگر تم چاہو تو ہمارے پاس آ کر روزہ افطار کرو۔ اے عبداللہ بن سلام! میں نے خوش ہو کر یہ عرض کر دیا کہ یارسول اللہ! عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم آپ کے دربار پر انوار میں حاضر ہو کر روزہ افطار کرنا یہ زندگی سے ہزاروں لاکھوں درجے زیادہ مجھے عزیز ہے۔ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اس کے بعد رخصت ہو کر چلا آیا اور اسی دن رات میں باغیوں نے آپ رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا۔ (البدایہ والنہایہ، مطبوعہ دار الکتب، بیروت لبنان)

## اپنے مدفن کی خبر

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ امیر المؤمنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ مدینہ منورہ کے قبرستان جنت البقیع کے اس حصہ میں تشریف لے گئے جو حش کوکب کہلاتا ہے تو آپ نے وہاں کھڑے ہو کر ایک جگہ پر یہ فرمایا کہ عنقریب یہاں ایک مرد صالح دفن کیا جائے گا۔ چنانچہ اس کے بعد ہی آپ کی شہادت ہوگئی اور باغیوں نے آپ کے جنازہ مبارکہ کے ساتھ اس قدر ہلڑ بازی کی کہ آپ کو نہ روضہ منورہ کے قریب دفن کیا جا سکا نہ جنت البقیع کے اس حصہ میں مدفون کیے جا سکے جو کبار صحابہ رضی اللہ عنہم کا قبرستان تھا بلکہ سب سے دور الگ تھلگ حش کوکب میں آپ سپردِ خاک کئے گئے جہاں کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ یہاں امیر المؤمنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی قبر مبارک بنے گی کیونکہ اس وقت تک وہاں کوئی قبر تھی ہی نہیں۔ (ازالۃ الخفاء، مقصد)

اس روایت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء کو ان باتوں کا بھی علم عطا فرما دیتا ہے کہ وہ کب اور کہاں وفات پائیں گے اور کس جگہ ان کی قبر بنے گی۔ چنانچہ سینکڑوں اولیاء کرام کے تذکروں میں لکھا ہوا ہے کہ ان اللہ والوں نے قبل از وقت لوگوں کو یہ بتا دیا ہے کہ وہ کب؟ اور کہاں؟ اور کس جگہ وفات پا کر مدفون ہوں گے۔

## ضروری انتباہ

اس موقع پر بعض کج فہم اور بدعقیدہ لوگ عوام کو بہکاتے رہتے ہیں کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے: وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌ م بِاَیِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اس کو نہیں جانتا کہ وہ کونسی زمین میں مرے گا۔ لہٰذا اولیاء کرام کے سب قصے غلط ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن مجید کی یہ آیت حق اور برحق ہے اور ہر مؤمن کا اس پر ایمان ہے مگر اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ بغیر اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے کوئی شخص اپنی عقل و فہم سے اس بات کو نہیں جان سکتا کہ وہ کب اور کہاں مرے گا۔ لیکن اگر اللہ تعالیٰ اپنے خاص بندوں حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام کو بذریعہ وحی اور اولیاء کرام رحمۃ اللہ علیہم کو بطریق کشف و کرامت ان چیزوں کا علم عطا فرما دے تو وہ بھی یہ جان لیتے ہیں کب اور کہاں ان کا انتقال ہوگا۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تو اس بات کو جانتا ہی ہے کہ کون کہاں مرے گا لیکن اللہ تعالیٰ کے بتا دینے سے خاصان خدا بھی

اس بات کو جان لیتے ہیں کہ کون کہاں مرے گا۔ مگر کہاں اللہ تعالیٰ کا علم اور کہاں بندوں کا علم، اللہ تعالیٰ کا علم ازلی، ذاتی اور قدیم ہے اور بندوں کا علم عطائی اور حادث ہے۔ اللہ تعالیٰ کا علم ازلی، ابدی اور غیر محدود ہے اور بندوں کا علم فانی اور محدود ہے۔

اب یہ مسئلہ نہایت ہی صفائی کے ساتھ واضح ہو گیا کہ قرآنی ارشاد کا مفاد کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ کون کب اور کہاں مرے گا؟ اور اہل حق کا یہ عقیدہ کہ اولیاء کرام بھی جانتے ہیں کہ کون کب اور کہاں مرے گا؟ یہ دونوں باتیں اپنی اپنی جگہ پر صحیح ہیں اور ان دونوں باتوں میں ہرگز ہرگز کوئی تعارض نہیں۔ کیونکہ جہاں یہ کہا گیا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ کون کب اور کہاں مرے گا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ بغیر خدا کے بتائے کوئی نہیں جانتا اور جہاں یہ کہا گیا کہ حضرات انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام واولیاء رحمۃ اللہ علیہم جانتے ہیں کہ کون کب اور کہاں مرے گا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ حضرات انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام واولیاء رحمۃ اللہ علیہم خداعز وجل کے بتادینے سے جان لیتے ہیں۔ اب ناظرین کرام انصاف فرمائیں کہ ان دونوں باتوں میں کونسا تعارض اور ٹکراؤ ہے؟ دونوں ہی باتیں اپنی اپنی جگہ پر سوفیصدی صحیح اور درست ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

## شہادت کے بعد غیبی آواز

حضرت عدی بن حاتم صحابی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت امیر المؤمنین عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے دن میں نے اپنے کانوں سے سنا کہ کوئی شخص بلند آواز سے یہ کہہ رہا تھا۔

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو راحت اور خوشبو کی بشارت دو اور نہ ناراض ہونے والے رب کی ملاقات کی خوشخبری سناؤ اور خدا کے غفران ورضوان کی بھی بشارت دے دو۔ حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں اس آواز کو سن کر اُدھر اِدھر نظر دوڑانے لگا اور پیچھے مڑ کر بھی دیکھا مگر کوئی شخص نظر نہیں آیا۔ (شواہد النبوۃ، مطبوعہ دار الکتب، بیروت لبنان)

## مدفن میں فرشتوں کا ہجوم

روایت ہے کہ باغیوں کی ہلڑ بازیوں کے سبب تین دن تک آپ کی مقدس لاش بے گور وکفن پڑی رہی۔ پھر چند جاں نثاروں نے رات کی تاریکی میں آپ کے جنازہ مبارکہ کو اٹھا کر جنت البقیع میں پہنچا دیا اور آپ کی مقدس قبر کھودنے لگے۔ اچانک ان لوگوں نے دیکھا کہ سواروں کی ایک بہت بڑی جماعت ان کے پیچھے پیچھے جنت البقیع میں داخل ہوئی ان سواروں کو دیکھ کر لوگوں پر ایسا خوف طاری ہوا کہ کچھ لوگوں نے جنازہ مبارکہ کو چھوڑ کر بھاگ جانے کا ارادہ کر لیا۔ یہ دیکھ کر سواروں نے با آواز بلند کہا کہ آپ لوگ ٹھہرے رہیں اور بالکل نہ ڈریں، ہم لوگ بھی ان کی تدفین میں شرکت کے لیے یہاں حاضر ہوئے ہیں۔ یہ آواز سن کر لوگوں کا خوف دور ہو گیا اور اطمینان وسکون کے ساتھ لوگوں نے آپ کو دفن کیا۔ قبرستان سے لوٹ کر ان صحابیوں رضی اللہ عنہم نے قسم کھا کر لوگوں سے کہا کہ یقیناً یہ فرشتوں کی جماعت تھی۔ (شواہد النبوۃ)

## گستاخ درندہ کے منہ میں

منقول ہے کہ حجاج کا ایک قافلہ مدینہ منورہ پہنچا۔ تمام اہل قافلہ حضرت امیر المؤمنین عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے مزار مبارک پر

زیارت کرنے اور فاتحہ خوانی کے لئے گئے لیکن ایک شخص جو آپ سے بغض وعناد رکھتا تھا توہین واہانت کے طور پر آپ کی زیارت کے لئے نہیں گیا اور لوگوں سے کہنے لگا کہ وہ بہت دور ہے اس لئے میں نہیں جاؤں گا۔

یہ قافلہ جب اپنے وطن کو واپس آنے لگا تو قافلہ کے تمام افراد خیر وعافیت اور سلامتی کے ساتھ اپنے اپنے وطن پہنچ گئے لیکن وہ شخص جو آپ رضی اللہ عنہ کی قبر انور کی زیارت کے لیے نہیں گیا تھا اس کا یہ انجام ہوا کہ درمیان راہ میں بیچ قافلہ کے اندر ایک درندہ جانور دراتا اور غراتا ہوا آیا اور اس شخص کو اپنے دانتوں سے دبوچ کر اور پنجوں سے پھاڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا۔

یہ منظر دیکھ کر تمام اہل قافلہ نے یک زبان ہو کر یہ کہا کہ یہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی بے ادبی و بے حرمتی کا انجام ہے۔ (شواہد النبوۃ، مطبوعہ دار الکتب، بیروت لبنان)

# حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ

## نام، نسب، خاندان

علی نام، ابوالحسن اور ابوتراب کنیت، حیدر (شیر) لقب، (صحیح مسلم کتاب الجہاد باب غزوہ ذی قرد وغیرہا) والد کا نام ابوطالب اور والدہ کا نام فاطمہ تھا، پورا سلسلہ نسب یہ ہے، علی بن ابی طالب بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی، چونکہ ابوطالب کی شادی اپنے چچا کی لڑکی سے ہوئی تھی اس لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ نجیب الطرفین ہاشمی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حقیقی چچازاد بھائی تھے۔

خاندانِ ہاشم کو عرب اور قبیلہ قریش میں جو وقعت وعظمت حاصل تھی وہ محتاجِ اظہار نہیں، خانہ کعبہ کی خدمت اور اس کا اہتمام بنو ہاشم کا مخصوص طغرائے امتیاز تھا اور اس شرف کے باعث ان کو تمام عرب میں مذہبی سیادت حاصل تھی۔

حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ کے والد ابوطالب مکہ کے ذی اثر بزرگ تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان ہی کی آغوشِ شفقت میں پرورش پائی تھی اور بعثت کے بعد ان ہی کے زیر حمایت مکہ کے کفرستان میں دعوتِ حق کا اعلان کیا تھا، ابوطالب ہر موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کرتے رہے اور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو کفار کے پنجہ ظلم ستم سے محفوظ رکھا، مشرکین قریش نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت پناہی اور حمایت کے باعث ابوطالب اور ان کے خاندان کو طرح طرح کی تکلیفیں پہنچائیں، ایک گھاٹی میں ان کو محصور کر دیا، کاروبار اور لین دین بند کر دیا، شادی بیاہ کے تعلقات منقطع کر لئے، کھانا پینا تک بند کر دیا، غرض ہر طرح پریشان کیا، مگر اس نیک طینت بزرگ نے آخری لمحہ حیات تک اپنے عزیز بھتیجے کے سر سے دستِ شفقت نہ اُٹھایا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دلی آرزو تھی کہ ابوطالب کا دل نورِ ایمان سے منور ہو جائے اور انہوں نے اپنی ذات سے دنیا میں مہبط وحی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جو خدمت وحمایت کی ہے اس کے معاوضہ میں ان کو نعیم فردوس کی ابدی اور لامتناہی دولت حاصل ہو، اس لئے ابوطالب کی وفات کے وقت نہایت اصرار کے ساتھ کلمہ توحید کی دعوت دی، ابوطالب نے کہا عزیز بھتیجے! اگر مجھے قریش کی طعنہ زنی کا خوف نہ ہوتا تو نہایت خوشی سے تمہاری دعوت قبول کر لیتا، (سیرت ابن ہشام ج) سیرت ابن ہشام میں

حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے یہ بھی روایت ہے کہ نزع کی حالت میں کلمہ توحید ان کی زبان پر تھا، مگر یہ روایت کمزور ہے۔ بہر حال ابو طالب نے گو اعلانیہ اسلام قبول نہیں کیا، تاہم انہوں نے حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی جس طرح پرورش و پرداخت کی اور کفار کے مقابلہ میں جس ثبات اور استقلال کے ساتھ آپ کی نصرت وحمایت کا فرض انجام دیا، اس کے لحاظ سے اسلام کی تاریخ میں ان کا نام ہمیشہ شکر گزاری اور احسان مندی کے ساتھ لیا جائے گا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی والدہ، جد حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہ بنت اسد نے بھی حضرت آمنہ رضی اللہ عنہ کے اس یتیم معصوم کی ماں کی طرح شفقت ومحبت سے پرورش کی۔ مستند روایات کے مطابق وہ مسلمان ہوئیں اور ہجرت کر کے مدینہ گئیں، ان کا انتقال ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کفن میں اپنی قمیص مبارک پہنائی اور قبر میں لیٹ کر اس کو متبرک کیا، لوگوں نے اس عنایت کی وجہ دریافت کی تو فرمایا کہ ابو طالب کے بعد سب سے زیادہ اس نیک سیرت خاتون کا ممنون احسان ہوں۔ (ترجمہ اسد الغابہ)

حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے دس برس پہلے پیدا ہوئے تھے، ابو طالب نہایت کثیر العیال اور معاش کی تنگی سے نہایت پریشان تھے، قحط وخشک سالی نے اس مصیبت میں اور بھی اضافہ کر دیا، اس لئے رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے محبوب چچا کی عسرت سے متاثر ہو کر حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ ہم کو اس مصیبت و پریشان حالی میں چچا کا ہاتھ بٹانا چاہئے، چنانچہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے حسب ارشاد جعفر کی کفالت اپنے ذمہ لی اور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ انتخاب نے علی رضی اللہ عنہ کو پسند کیا، چنانچہ وہ اس وقت سے برابر حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے۔ (زرقانی)

## اسلام اور ہجرت

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا سن ابھی صرف دس سال کا تھا کہ ان کے شفیق مربی کو دربار خداوندی سے نبوت کا خلعت عطا ہوا، چونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ کے ساتھ رہتے تھے اس لئے ان کو اسلام کے مذہبی مناظر سب سے پہلے نظر آئے؛ چنانچہ ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ کو مصروف عبادت دیکھا، اس موثر نظارہ نے اثر کیا، طفلانہ استعجاب کے ساتھ پوچھا: آپ دونوں کیا کر رہے تھے؟ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت کے منصب گرامی کی خبر دی اور کفر وشرک کی مذمت کر کے توحید کی دعوت دی، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے کان ایسی باتوں سے آشنا نہ تھے، متحیر ہو کر عرض کیا، اپنے والد ابو طالب سے دریافت کر لوں اس کے متعلق؟ چونکہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو ابھی اعلان عام منظور نہ تھا، اس لئے فرمایا کہ اگر تمہیں تامل ہے تو خود غور کرو، لیکن کسی سے اس کا تذکرہ نہ کرنا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پرورش سے فطرت سنور چکی تھی، توفیق الٰہی شامل ہوئی، اس لئے زیادہ غور وفکر کی ضرورت پیش نہ آئی اور دوسرے ہی دن بارگاہِ نبوت میں حاضر ہو کر مشرف باسلام ہو گئے۔

اس بارے میں اختلاف ہے کہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے بعد سب سے پہلے کون ایمان لایا، بعض روایات سے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی، بعض سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اولیت ظاہر ہوتی ہے اور بعضوں کے خیال میں حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کا ایمان سب پر مقدم ہے، لیکن محققین نے ان مختلف احادیث میں اس طرح تطبیق دی ہے کہ ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہ عورتوں میں، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ مردوں میں، حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ غلاموں اور حضرت علی رضی اللہ

عنہ بچوں میں سب سے پہلے ایمان لائے۔

## مکہ کی زندگی

اسلام قبول کرنے کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کی زندگی کے تیرہ سال مکہ معظمہ میں بسر ہوئے، چونکہ وہ رات دن سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہتے تھے، اس لئے مشورہ کی مجلسوں میں تعلیم وارشاد کے مجمعوں میں، کفار ومشرکین کے مباحثوں میں اور معبودِ حقیقی کی پرستش وعبادت کے موقعوں پر، غرض ہر قسم کی صحبتوں میں شریک رہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام قبول کرنے سے پہلے سرزمین مکہ میں مسلمانوں کے لئے اعلانیہ خدا کا نام لینا اور اس کی عبادت و پرستش کرنا تقریباً ناممکن تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چھپ چھپ کر اپنے معبودِ حقیقی کی پرستش فرماتے، حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی ان عبادتوں میں شریک ہوتے، ایک دفعہ وادی نخلہ میں حسب معمول مصروفِ عبادت تھے کہ اتفاق سے اس طرف ابو طالب کا گزر ہوا، اپنے معصوم بھتیجے اور نیک بخت بیٹے کو مصروفِ عبادت دیکھ کر پوچھا کیا کرتے ہو؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کلمہ حق کی دعوت دی تو کہنے لگے کہ اس میں کوئی ہرج نہیں؛ لیکن مجھ سے نہیں ہوسکتا۔ (اسد الغابہ تذکرہ حضرت علی رضی اللہ عنہ)

## انتظام دعوت

منصب نبوت عطا ہونے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تین برس تک اعلانیہ دعوتِ اسلام کی صدا بلند نہیں فرمائی؛ بلکہ پوشیدہ طریقہ پر خاص خاص لوگوں کو اس کی ترغیب دیتے رہے، چوتھے سال کے اعلان عام اور سب سے پہلے اپنے قریبی رشتہ داروں میں اس کی تبلیغ کا حکم ہوا؛ چنانچہ یہ آیت نازل ہوئی:

وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ "اپنے قریبی اعزہ کو (عذابِ الٰہی سے) ڈراو"

سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حکم کے موافق کوہِ صفا پر چڑھ کر اپنے خاندان کے سامنے دعوتِ اسلام کی صدا بلند کی؛ لیکن مدت کا زنگ ایک دن کے صیقل سے نہیں دور ہوسکتا تھا، ابولہب نے کہا: تَبًّا لَكَ، اسی لئے تو نے ہم لوگوں کو جمع کیا تھا؟ اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ پھر اپنے خاندان میں تبلیغ اسلام کی کوشش فرمائی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو انتظام دعوت کی خدمت پر مامور کیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عمر اس وقت مشکل سے چودہ پندرہ برس کی تھی؛ لیکن انہوں نے اس کمسنی کے باوجود نہایت اچھا انتظام کیا، دسترخوان پر بکرے کے پائے اور دودھ تھا، دعوت میں کل خاندان شریک تھا جن کی تعداد چالیس تھی، حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ، عباس رضی اللہ عنہ، ابولہب اور ابوطالب بھی شرکاء میں تھے، لوگ کھانے سے فارغ ہو چکے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُٹھ کر فرمایا: یابنی عبدالمطلب: خدا کی قسم میں تمہارے سامنے دنیا وآخرت کی بہترین نعمت پیش کرتا ہوں، بولو تم میں سے کون اس شرط پر میرا ساتھ دیتا ہے کہ وہ میرا معاون ومددگار ہوگا؟ اس کے جواب میں سب چپ رہے، صرف شیر خدا علی مرتضی کی آواز بلند ہوئی کہ گو میں عمر میں سب سے چھوٹا ہوں اور مجھے آشوب چشم کا عارضہ ہے، اور میری ٹانگیں پتلی ہیں، تاہم میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یاو

اور دست و بازو بنوں گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اچھا تم بیٹھ جاؤ اور پھر لوگوں سے خطاب فرمایا؛ لیکن کسی نے جواب نہ دیا، حضرت علی رضی اللہ عنہ پھر آٹھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دفعہ بھی ان کو بٹھا دیا، یہاں تک کہ جب تیسری دفعہ بھی اس بارِ گراں کا اٹھانا کسی نے قبول نہیں کیا تو اس مرتبہ بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جاں بازی کے لہجہ میں انہی الفاظ کا اعادہ کیا تو ارشاد ہوا کہ بیٹھ جاؤ تو میرا بھائی اور میرا وارث ہے۔" (طبری)

## ہجرت

بعثت کے بعد تقریباً تیرہ برس تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ کی گھاٹیوں میں اسلام کی صدا بلند کرتے رہے؛ لیکن مشرکین قریش نے اس کا جواب محض بغض وعناد سے دیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فدائیوں پر طرح طرح کے مظالم ڈھائے، رحمت اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے جاں نثاروں کو اسیر پنجہ ستم دیکھ کر آہستہ آہستہ ان سب کو مدینہ چلے جانے کا حکم دیا؛ چنانچہ چند نفوسِ قدسیہ کے علاوہ مکہ مسلمانوں سے خالی ہو گیا، اس ہجرت سے مشرکین کو اندیشہ ہوا کہ اب مسلمان ہمارے قبضہ اقتدار سے باہر ہو گئے ہیں اس لئے بہت ممکن ہے کہ وہ اپنی قوت مضبوط کر کے ہم سے انتقام لیں، اس خطرہ نے ان کو خود رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی جان کا دشمن بنا دیا؛ چنانچہ ایک روز مشورہ کر کے وہ رات کے وقت کاشانہ نبوت کی طرف چلے کہ مکہ چھوڑنے سے پہلے ذات اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا سے رخصت کر دیں؛ لیکن مشیت الٰہی تو یہ تھی کہ ایک دفعہ تمام عالم حقانیت کے نور سے پرنور اور توحید کی روشنی سے شرک کی ظلمت کافور ہو جائے، اس مقصد کی تکمیل سے پہلے آفتاب رسالت کس طرح غروب ہو سکتا ہے، اس لئے وحی الٰہی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مشرکین کے ارادوں کی اطلاع دیدی اور ہجرتِ مدینہ کا حکم ہوا، سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خیال سے کہ مشرکین کو شبہ نہ ہو، حضرت علی رضی اللہ عنہ مرتضٰی کو اپنے فرشِ اطہر پر استراحت کا حکم دیا اور خود حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ساتھ لے کر مدینہ منورہ روانہ ہو گئے۔

## فدیت وجان نثاری کا ایک عدیم المثال کارنامہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عمر اس وقت زیادہ سے زیادہ بائیس تیئس برس کی تھی، اس عنفوانِ شباب میں اپنی زندگی کو قربانی کے لئے پیش کرنا فدویت وجاں نثاری کا عدیم المثال کارنامہ ہے، رات بھر مشرکین کا محاصرہ قائم رہا اور اس خطرہ کی حالت میں یہ نوجوان نہایت سکون واطمینان کے ساتھ محوِ خواب رہا، غرض تمام رات مشرکین قریش اس دھوکہ میں رہے کہ خود سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ہی استراحت فرما ہیں، صبح ہوتے ہی اپنے ناپاک ارادہ کی تکمیل کے لئے اندر آئے؛ لیکن یہاں یہ دیکھ کر وہ متحیر ہو گئے کہ شہنشاہِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بجائے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک جاں نثار اپنے آقا پر قربان ہونے کے لئے سربکف سو رہا ہے، مشرکین اپنی اس غفلت پر سخت برہم ہوئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو چھوڑ کر اصل مقصود کی تلاش وجستجو میں روانہ ہو گئے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لے جانے کے بعد دو یا تین دن تک مکہ میں مقیم رہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کے مطابق جن لوگوں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کاروبار اور لین دین تھا، ان کے معاملات

سے فراغت حاصل کی اور تیسرے یا چوتھے دن وطن کو خیر باد کہہ کر عازم مدینہ ہوئے، اس زمانہ میں حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت کلثوم بن ہدم رضی اللہ عنہ کے مہمان تھے اس لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی انہی کے مکان میں جا کر روکش ہوئے، (ابن سعد تذکرہ علی رضی اللہ عنہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مہاجرین میں باہم بھائی چارہ کرایا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنا بھائی بنایا۔ (ایضاً)

## تعمیر مسجد

مدینہ کا اسلام مکہ کی طرح بے بس و مجبور نہ تھا؛ بلکہ آزادی و حریت کی سرزمین میں تھا جہاں ہر شخص اعلانیہ خدائے واحد کی پرستش کر سکتا اور احکام شرعیہ نہایت اطمینان کے ساتھ ادا کر سکتا تھا، مسلمانوں کی تعداد بھی روز بروز بڑھتی جاتی تھی، یہاں تک کہ ہجرت کے چھٹے یا ساتویں مہینہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک مسجد تعمیر کرنے کا خیال پیدا ہوا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی بنیاد رکھی اور اپنے رفقاء کے ساتھ خود اس کی تعمیر میں حصہ لیا، تمام صحابہ جوش کے ساتھ شریک کار تھے، حضرت علی رضی اللہ عنہ اینٹ اور گارہ لا لا کر دیتے تھے اور یہ رجز پڑھتے تھے:

لایستوی من یعمر المساجدیدائب فیه قائما وقاعداومن یری عن الغبار حائدا (زرقانی)

"جو مسجد تعمیر کرتا ہے کھڑے ہو کر اور بیٹھ کر اس مشقت کو برداشت کرتا ہے اور جو گرد و غبار کے باعث اس کام سے جی چراتا ہے وہ برابر نہیں ہو سکتے۔"

## غزوات و دیگر حالات

سلسلہ غزوات میں سب سے پہلا معرکہ غزوہ بدر ہے، اس غزوہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے تین سو تیرہ جان نثاروں کے ساتھ مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے، آگے آگے دو سیاہ رنگ کے علم تھے، ان میں سے ایک حیدر کرار کے ہاتھ میں تھا، جب رزمگاہِ بدر کے قریب پہنچے تو سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو چند منتخب جان بازوں کے ساتھ غنیم کی نقل و حرکت کا پتہ چلانے کے لئے بھیجا، انہوں نے نہایت خوبی کے ساتھ یہ خدمت انجام دی اور مجاہدین نے مشرکین سے پہلے پہنچ کر اہم مقاموں پر قبضہ کر لیا، سترہویں رمضان جمعہ کے دن جنگ کی ابتدا ہوئی، قاعدہ کے موافق پہلے تنہا مقابلہ ہوا، سب سے پہلے قریش کی صف سے تین نامی بہادر نکل کر مسلمانوں سے مبارز طلب ہوئے، تین انصاریوں نے ان کی دعوت کو لبیک کہا اور آگے بڑھے، قریش کے بہادروں نے ان کا نام نسب پوچھا، جب یہ معلوم ہوا کہ وہ یثرب کے نوجوان ہیں تو ان کے ساتھ لڑنے سے انکار کر دیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پکار کر کہا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے مقابلہ میں ہمارے ہمسر کے آدمی بھیجو، اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خاندان کے تین عزیزوں کے نام لئے، حمزہ رضی اللہ عنہ، علی رضی اللہ عنہ، اور عبیدہ رضی اللہ عنہ تینوں اپنے حریفوں کے لئے میدان میں آ گئے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے حریف ولید کو ایک ہی وار میں تہ تیغ کر دیا، اس کے بعد جھپٹ کر عبیدہ رضی اللہ عنہ کی مدد کی اور ان کے حریف شیبہ کو بھی قتل کیا، مشرکین نے طیش میں آ کر عام حملہ کر دیا، یہ دیکھ کر مجاہدین بھی نعرہ تکبیر کے

ساتھ کفار کے نرغہ میں گھس گئے اور عام جنگ شروع ہوگئی، شیر خدا نے صفیں کی صفیں الٹ دیں اور ذوالفقار حیدری نے بجلی کی طرح چمک چمک کر اعدائے اسلام کے خرمن ہستی کو جلادیا، مشرکین کے پاؤں اکھڑ گئے اور مسلمان مظفر و منصور بے شمار مال غنیمت اور تقریبا ستر قیدیوں کے ساتھ مدینہ واپس آئے، مال غنیمت میں سے آپ کو ایک زرہ ایک اونٹ اور ایک تلوار ملی، (سیرت ابن ہشام غزوہ بدر)

## حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہ سے نکاح

اسی سال یعنی ۲ھ میں حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دامادی کا شرف بخشا یعنی اپنی محبوب ترین صاحبزادی سیدۃ النساء حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہ سے نکاح کر دیا۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہ سے عقد کی درخواست سب سے پہلے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، ران کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کی تھی؛ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ جواب نہیں دیا، اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خواہش کی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا، تمہارے پاس مہر ادا کرنے کے لئے کچھ ہے؟ بولے ایک گھوڑے اور ایک ذرہ کے سوا کچھ نہیں ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ گھوڑا تو لڑائی کے لئے ہے البتہ ذرہ کو فروخت کر دو، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ چار سو اسی درہم میں بیچا اور قیمت لا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ بازار سے عطر اور خوشبو خرید لائیں اور خود نکاح پڑھایا اور دونوں میاں بیوی پر وضو کا پانی چھڑک کر خیر و برکت کی دعا دی۔ (زرقانی)

## رخصتی

نکاح کے تقریباً دس گیارہ ماہ بعد باقاعدہ رخصتی ہوئی، اس وقت تک حضرت علی رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہتے تھے، اس لئے جب رخصتی کا وقت آیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ ایک مکان کرایہ پر لے لو؛ چنانچہ حارث بن النعمان کا مکان ملا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ ملکہ جنت کو رخصت کرا کے اس میں لے آئے۔ (اصابہ)

## جہیز

حضرت سیدہ زہرا رضی اللہ عنہ کو اپنے گھر سے جو جہیز ملا تھا اس کی کل کائنات یہ تھی، ایک پلنگ، ایک بستر، ایک چادر، دو چکیاں اور ایک مشکیزہ، عجیب اتفاق ہے کہ یہی چیزیں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہ کی زندگی تک ان کی رفیق رہیں اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ اس میں کوئی اضافہ نہ کر سکے۔

## دعوت ولیمہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی زندگی نہایت فقیرانہ وزاہدانہ تھی، خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہتے تھے، ذاتی ملکیت میں صرف ایک اونٹ تھا جس کے ذریعہ سے اذخر (ایک قسم کی گھاس) کی تجارت کر کے دعوت ولیمہ کے لئے کچھ رقم جمع کرنے کا

ارادہ تھا؛ لیکن حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے حالت نشہ میں (اس وقت شراب حرام نہیں ہوئی تھی، بخاری میں مفصل واقعہ مذکور ہے) اس اونٹ کوذبح کر کے کباب سیخ بنادیا، اس لئے اب اقلیم زہد کے تاجدار کے پاس اس رقم کے سوا جو زرہ کی قیمت میں سے مہر ادا کرنے کے بعد بچ رہی تھی اور کچھ نہ تھی؛ چنانچہ اسی سے دعوت ولیمہ کا سامان کیا جس میں کھجور، جو کی روٹی، پنیر اور ایک خاص قسم کا شوربہ تھا؛ لیکن یہ اس زمانہ کے لحاظ سے پر تکلف ولیمہ تھا، حضرت اسماء رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ اس زمانہ میں اس سے بہتر ولیمہ نہیں ہوا۔ (زرقانی)

## غزوہ احد

۳ھ میں اُحد کا معرکہ پیش آیا، شوال ہفتہ کے دن لڑائی شروع ہوئی اور پہلے مسلمانوں نے قلت تعداد کے باوجود غنیم کو بھگادیا؛ لیکن عقب کے محافظ تیر اندازوں کا اپنی جگہ سے ہٹنا تھا کہ مشرکین پیچھے سے یکا یک ٹوٹ پڑے، اس ناگہانی حملے سے مسلمانوں کے اوسان جاتے رہے، اسی حالت میں سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو چشم زخم پہنچا، دندانِ مبارک شہید ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک خندق میں گر پڑے، (بخاری باب غزوہ احد) مشرکین ادھر بڑھے؛ لیکن حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ نے ان کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جانے سے روکا اور اسی میں لڑتے لڑتے شہید ہوئے، اس کے بعد حیدر کرار رضی اللہ عنہ نے بڑھ کر علم سنبھالا اور بے جگری کے ساتھ دادِ شجاعت دی، مشرکین کے علمبردار، ابوسعد بن ابی طلحہ نے مقابلہ کے لئے للکارا، شیر خدا نے بڑھ کر ایسا ہاتھ مارا کہ فرشِ خاک پر تڑپنے لگا اور بدحواسی کے عالم میں برہنہ ہوگیا، حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس کی بدحواسی اور بے بسی پر رحم آگیا اور زندہ چھوڑ کر واپس آئے۔

مشرکین کا زور کم ہوا تو حضرت علی چند صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پہاڑ پر لے گئے، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہ نے زخم دھویا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ڈھال میں پانی بھر بھر کر گرایا، اس سے خون بند نہ ہوا تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہ نے چٹائی جلا کر اس کی راکھ سے زخم کا منہ بند کیا۔

## بنونضیر

غزوہ احد کے بعد ۴ھ میں بنونضیر کو ان کی بدعہدی کے باعث جلاوطن کیا گیا، حضرت علی رضی اللہ عنہ اس میں بھی پیش پیش تھے اور علم ان ہی کے ہاتھ میں تھا۔

## غزوہ خندق

۵ھ میں غزوہ خندق پیش آیا اس میں کفار کبھی کبھی خندق میں گھس گھس کر حملہ کرتے تھے، ایک دفعہ سواروں نے حملہ کیا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے چند جانبازوں کے ساتھ بڑھ کر روکا، سواروں کے سردار عمرو بن عبدود نے کسی کو تنہا مقابلہ کی دعوت دی، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے کو پیش کیا، اس نے کہا میں تم کو قتل کرنا نہیں چاہتا، شیر خدا نے کہا؛ لیکن میں تم کو قتل کرنا چاہتا ہوں، وہ برہم ہو کر گھوڑے سے کود پڑا، اور مقابلہ میں آیا، تھوڑی دیر تک شجاعانہ مقابلہ کے بعد ذوالفقار حیدری نے اس کو واصل جہنم کیا، اس کا

مقتول ہونا تھا کہ باقی سوار بھاگ کھڑے ہوئے، (سیرت ابن ہشام، ر) کفار بہت دن تک خندق کا محاصرہ کئے رہے؛ لیکن بالآخر مسلمانوں کی اس پامردی اور استقلال کے آگے ان کے پاؤں اکھڑ گئے اور یہ معرکہ بھی مجاہدین کرام کے ہاتھ رہا۔

## بنو قریظہ

بنو قریظہ نے مسلمانوں سے معاہدہ کے باوجود ان کے مقابلہ میں قریش کا ساتھ دیا اور تمام قبائل عرب کو مسلمانوں کے خلاف بھڑکا دیا تھا، اس لئے غزوہ خندق سے فراغت کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف توجہ کی، اس مہم میں بھی علم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تھا اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد کے مطابق قلعہ پر قبضہ کر کے اس کے صحن میں عصر کی نماز ادا کی۔

## بنو سعد کی سرکوبی

۶ ھ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا کہ بنو سعد یہود خیبر کی اعانت کے لئے مجتمع ہو رہے ہیں، اس لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ایک سو کی جمعیت کے ساتھ ان کی سرکوبی پر مامور کیا، انہوں نے ماہِ شعبان میں حملہ کر کے بنو سعد کو منتشر کر دیا اور پانچ سو اونٹ اور دو ہزار بکریاں مال غنیمت میں لائے۔

## صلح حدیبیہ

اسی سال یعنی ۶ ھ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تقریباً چودہ ہزار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ زیارت کعبہ کا ارادہ فرمایا، مقام حدیبیہ میں معلوم ہوا کہ مشرکین مکہ مزاحمت کریں گے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ گفتگو کے لئے سفیر بنا کر بھیجے گئے، مشرکین نے ان کو روک لیا، یہاں یہ خبر مشہور ہوگئی کہ وہ شہید کر دیئے گئے، اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے انتقام کے لئے مسلمانوں سے بیعت لی، حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی اس بیعت میں شریک تھے، بعد کو جب یہ معلوم ہوا کہ شہادت کی خبر غلط تھی تو مسلمانوں کا جوش کسی قدر کم ہوا، اور طرفین نے مصالحت پر رضامندی ظاہر کی، حضرت علی رضی اللہ عنہ کو صلح نامہ لکھنے کا حکم ہوا، انہوں نے حسب دستور: ھذا ما قاضی علیہ محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی عبارت سے عہد نامہ کی ابتداء کی، مشرکین نے رسول اللہ کے لفظ پر اعتراض کیا اگر ہم کو رسول اللہ ہونا تسلیم ہوتا تو پھر جھگڑا ہی کیا تھا؟ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لفظ کو مٹا دینے کا حکم دیا؛ لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ کی غیرت نے گوارہ نہ کیا اور عرض کیا، خدا کی قسم! میں اس کو نہیں مٹا سکتا، اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود دست مبارک سے اس کو مٹا دیا اس کے بعد معاہدہ صلح لکھا گیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم زیارت کا ارادہ ملتوی کر کے مدینہ واپس تشریف لائے۔

## فتح خیبر

۷ ھ میں خیبر پر فوج کشی ہوئی، یہاں یہودیوں کے بڑے بڑے مضبوط قلعے تھے جن کا مفتوح ہونا آسان نہ تھا، پہلے حضرت

ابوبکر رضی اللہ عنہ اوران کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس کی تسخیر پر مامور ہوئے؛ لیکن کامیابی نہ ہوئی، حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کل ایک ایسے بہادر کو علم دوں گا جو خدا اور رسول کا محبوب ہے اور خیبر کی فتح اسی کے ہاتھ سے مقدر ہے، صبح ہوئی تو ہر شخص متمنی تھا کہ کاش اس فخر وشرف کا تاج اس کے سر پر ہوتا؛ لیکن یہ دولت گرانمایہ حیدر کرار رضی اللہ عنہ کے لئے مقدر ہو چکی تھی، صبح کو بڑے بڑے جاں نثار اپنے نام سننے کے منتظر تھے کہ دفعتاً آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے علی رضی اللہ عنہ کا نام لیا، یہ آواز غیر متوقع تھی، کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ آشوب چشم میں مبتلا تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بلا کر ان کی آنکھوں میں اپنا لعاب لگایا جس سے یہ شکایت فوراً جاتی رہی۔ (ایضاً کتاب المغازی غزوہ خیبر)

## مرحب

اس کے بعد علم مرحمت فرمایا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا میں لڑ کر ان کو مسلمان بنالوں؟ فرمایا نہیں؛ بلکہ پہلے اسلام پیش کرو اور ان کو اسلام کے فرائض سے آگاہ کرو کیونکہ تمہاری کوششوں سے ایک شخص بھی مسلمان ہو گیا تو وہ تمہارے لئے بڑی سے بڑی نعمت سے بہتر ہے (ایضاً) لیکن یہودیوں کی قسمت میں اسلام کی عزت کے بجائے شکست، ذلت اور رسوائی لکھی تھی، اس لئے انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس حکم سے کوئی فائدہ نہ اٹھایا اور ان کا معزز سردار مرحب بڑے جوش وخروش سے یہ رجز پڑھتا ہوا نکلا۔

**قد علمت خیبر انی مرحب　　شاکی السلاح بطل مجرب**

خیبر مجھ کو جانتا ہے کہ میں مرحب ہوں　　سلح پوش ہوں، بہادر ہوں، تجربہ کار ہوں

**اذالحروب اقبلت تلهب**

جب کہ لڑائی کی آگ بھڑکتی ہے

فاتح خیبر اس متکبرانہ رجز کا جواب دیتے ہوئے بڑھا:

**اناالذی سمتنی امی حیدره　　کلیث غابات کریه النظره**

میں وہ ہوں جس کا نام میری ماں نے حیدر رکھا ہے　　جھاڑی کے شیر کی طرح مہیب اور ڈراونا

**اوفیهم بالصاع کیل السدره**

میں دشمنوں کو نہایت سرعت سے قتل کر دیتا ہوں

اور جھپٹ کر ایک ہی وار میں اس کا کام تمام کر دیا، (صحیح بخاری جلد: مطبوعہ مصر باب غزوہ ذی قرد) اس کے بعد حیدر کرار رضی اللہ عنہ نے بڑھ کر حملہ کیا اور حیرت انگیز شجاعت کے ساتھ اس کو مسخر کر لیا۔

## مہم مکہ

رمضان ۱۰ھ میں مکہ پر فوج کشی کی تیاریاں شروع ہوئیں، ابھی مجاہدین روانہ نہ ہوئے تھے، معلوم ہوا کہ ایک عورت غنیم کو

یہاں کے تمام حالات سے مطلع کرنے کے لئے روانہ ہوگئی ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ، زبیر رضی اللہ عنہ، اور مقداد رضی اللہ عنہ کو اس کی گرفتاری پر مامور کیا، یہ تینوں تیز گھوڑوں پر سوار ہو کر اس کے تعاقب میں روانہ ہوگئے۔ اور خاخ کے باغ میں گرفتار کر کے خط مانگا، پہلے اس عورت نیلا علمی ظاہر کی؛ لیکن جب ان لوگوں نے جامہ تلاشی کا ارادہ کیا تو اس نے خط حوالہ کردیا اور یہ لوگ خط لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، جب یہ خط پڑھا گیا تو معلوم ہوا کہ مشہور صحابی حضرت حاطب بن ابی بلتعہ نے مشرکین مکہ کے نام بھیجا تھا اور اس میں بعض مخفی حالات کی اطلاع تھی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حاتم بن ابی بلتعہ سے پوچھا یہ کیا معاملہ ہے؟ انہوں نے عرض کیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرد جرم قرار دینے سے قبل اصل حالات سن لیں، واقعہ یہ ہے کہ مجھ کو قریش سے کوئی نسبی تعلق نہیں ہے، صرف اس کا حلیف ہوں اور مکہ میں دوسرے مہاجرین کی قرابتیں ہیں جو فتح مکہ کے وقت ان کے اہل وعیال کی حفاظت کرتے، میں نے اس خیال سے کہ اگر کوئی نازک وقت آئے تو میرے بچے بے یارومددگار نہ رہ جائیں یہ خط لکھا تھا، حاشا وکلا اس سے مخبری یا اسلام کے ساتھ دشمنی مقصود نہ تھی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عذر کو قبول کیا اور لوگوں سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ انہوں نے سچ بیان کیا ہے؛ لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی آتش غضب بھڑک چکی تھی انہوں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اجازت دیجئے کہ اس منافق کی گردن اڑادوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ بدری ہیں، کیا تم کو معلوم نہیں کہ بدریوں کے تمام گناہ معاف ہیں۔ (بخاری کتاب المغازی باب غزوہ فتح)

غرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ۱۰ ر رمضان ۸ھ کو مدینہ روانہ ہوئے اور ایک مرتبہ پھر اس محبوب سرزمین پر دس ہزار قدسیوں کے ساتھ فاتحانہ جاہ وجلال کے ساتھ داخل ہوئے، جہاں سے آٹھ سال پہلے بڑی بے کسی کے ساتھ مسلمان نکالے گئے تھے، ایک علم حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تھا اور وہ جوش کی حالت میں یہ رجز پڑھتے جاتے تھے۔

اليوم يوم الملحة اليوم تستحل الكعبة آج شدید جنگ کا دن ہے آج حرم میں خونریزی جائز ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا تو فرمایا، نہیں ایسا نہ کہو آج تو کعبہ کی عظمت کا دن ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حکم ہوا کہ سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ سے علم لے کر فوج کے ساتھ شہر میں داخل ہوں؛ چنانچہ وہ کداء کی جانب سے مکہ میں داخل ہوئے (بخاری کتاب المغازی باب غزوہ فتح) اور مکہ بلاکسی خونریزی کے تسخیر ہوگیا اور وقت آگیا کہ خلیل بت شکن کی یادگار (خانہ کعبہ) کو بتوں کی آلائشوں سے پاک کیا جائے جس کے گرد تین سو ساٹھ بت نصب تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلے اس فریضہ کو ادا کیا اور خانہ کعبہ کے گرد جس قدر بت تھے، سب کو لکڑی سے ٹھکراتے جاتے تھے اور یہ آیت تلاوت فرماتے جاتے تھے وَقُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا (بنی اسرائیل) پھر خانہ کعبہ کے اندر سے حضرت ابراہیم علیہ السلام واسماعیل علیہ السلام کی مورتیوں کو الگ کروایا اور تطہیر کعبہ کے بعد اندر داخل ہوئے، (ایضا) لیکن چونکہ اس وحدت کدہ کا گوشہ گوشہ بتوں کی مورتیوں سے اٹا ہوا تھا اس لئے اس اہتمام کے باوجود تانبے کا سب سے بڑا بت باقی رہ گیا، یہ لوہے کی سلاخ میں پیوست کیا ہوا زمین پر نصب تھا اس لئے بہت بلندی پر تھا، پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے کندھوں پر چڑھ کر اس کے گرانے کی کوشش کی؛ لیکن وہ جسم اطہر کا بار نہ سنبھال سکے، اس لئے حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو شانہ اقدس پر چڑھا کر اس کے گرانے کا حکم دیا اور انہوں نے

سلاخ سے اکھاڑ کر حسب ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پاش پاش کر ڈالا اور خانہ کعبہ کی کامل تطہیر ہوگئی۔ (حاکم نے مستدرک میں اس واقعہ کو بہ تفصیل نقل کیا ہے؛ لیکن فتح مکہ کے بجائے شب ہجرت کی طرف منسوب کیا ہے؛ لیکن اس کے علاوہ دوسرے محدثین اور ارباب سیر نے فتح مکہ میں لکھا ہے اور یہی صحیح اور قریب عقل ہے، ہجرت کی ایسی نازک رات میں جبکہ جان خطرہ میں تھی ایسے بڑے اور خطرناک کام کا انجام دینا بعید از قیاس ہے، دوسرے مکہ کی زندگی میں بت شکنی کا کوئی واقعہ نہیں ہے)

## ایک غلطی کی تلافی

فتح مکہ کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خالد بن ولید کو بنو حذیمہ میں تبلیغ اسلام کے لئے روانہ فرمایا، انہوں نے توحید کی دعوت دی، بنو حذیمہ نے اسے قبول کیا؛ لیکن اپنی بدویت اور جہالت کے باعث اس کو ادا نہ کر سکے اور اسلمنا یعنی ہم نے اسلام قبول کیا کے بجائے صبانا صبانا یعنی ہم بے دین ہو گئے کہنے لگے، حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے ان کا منشا سمجھ کر سب کو قید کر لیا اور بہتوں کو قتل کر ڈالا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا تو نہایت متاثر ہوئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس غلطی کی تلافی کے لئے روانہ فرمایا، انہوں نے پہنچ کر تمام قیدیوں کو آزاد کرا دیا اور مقتولین کے معاوضہ خوں بہا دیا۔ (فتح الباری)

## غزوہ حنین

فتح مکہ کے بعد اسی سال غزوہ حنین کا عظیم الشان معرکہ پیش آیا اور اس میں پہلے مسلمانوں کی فتح ہوئی؛ لیکن جب وہ مال غنیمت لوٹنے میں مصروف ہوئے تو شکست خوردہ غنیم نے غافل پا کر پھر اچانک حملہ کر دیا، مجاہدین اس ناگہانی مصیبت سے ایسے پریشان ہوئے کہ بارہ ہزار نفوس میں سے صرف چند ثابت قدم رہ سکے، ان میں ایک حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی تھے، آپ نہ صرف پامردی اور استقلال کے ساتھ قائم رہے؛ بلکہ اپنی غیر معمولی شجاعت سے لڑائی کو سنبھال لیا اور غنیم کے امیر عسکر پر حملہ کر کے اس کا کام تمام کر دیا اور دوسری طرف جو مجاہدین ثابت قدم رہ گئے تھے وہ اس بے جگری کے ساتھ لڑے کہ مسلمانوں کی ابتری اور پریشانی کے باوجود دشمن کو شکست ہوئی۔ (سیرت ابن ہشام، ومستدرک حاکم)

## اہل بیت کی حفاظت

۹ھ میں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تبوک کا قصد فرمایا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اہل بیت کی حفاظت کے لئے مدینہ میں رہنے کا حکم دیا، شیر خدا کو شرکتِ جہاد سے محرومی کا غم تو تھا، منافقین کی طعنہ زنی نے اور بھی رنجیدہ کر دیا، سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو اس حال کا علم ہوا تو ان کا غم دور کرنے کے لئے فرمایا علی رضی اللہ عنہ! کیا تم اسے پسند کرو گے کہ میرے نزدیک تمہارا وہ رتبہ ہو جو ہارون کا موسیٰ علیہ السلام کے نزدیک تھا۔" (بخاری کتاب المناقب مناقب علی رضی اللہ عنہ)

## تبلیغ فرمانِ رسول

غزوہ تبوک سے واپسی کے بعد اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو امیر حج بنا کر روانہ

فرمایا، اسی اثناء میں سورہ برات نازل ہوئی، لوگوں نے کہا کہ اگر یہ سورۃ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ حج کے موقع پر لوگوں کو سنانے کے لئے بھیجی جاتی تو اچھا ہوتا، سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری طرف سے صرف میرے خاندان کا آدمی اس کی تبلیغ کرسکتا ہے؛ چنانچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو بلا کر حکم دیا کہ وہ مکہ جا کر اس سورۃ کو سنائیں اور عام اعلان کردیں کہ کوئی کافر جنت میں داخل نہ ہوگا اور اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہ کرے اور نہ کوئی شخص برہنہ خانہ کعبہ کا طواف کرے اور جس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کوئی عہد ہے وہ مدتِ مہینہ تک باقی رہے گا۔ (سیرت ابن ہشام)

## مہم یمن اور اشاعتِ اسلام

تبلیغ اسلام کے سلسلہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو مہمیں روانہ فرمائیں ان میں یمن کی مہم پر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ مامور ہوئے، لیکن چھ مہینہ کی مسلسل جدوجہد کے باوجود اشاعت اسلام میں کامیاب نہ ہوسکے، اس لئے رمضان ۱۰ھ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلا کر یمن جانے کا حکم دیا، انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں ایک ایسی قوم میں بھیجا جاتا ہوں جس میں مجھ سے زیادہ معمر اور تجربہ کار لوگ موجود ہیں، ان لوگوں کے جھگڑوں کا فیصلہ کرنا میرے لئے نہایت دشوار ہوگا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعاء فرمائی اے خدا اس کی زبان کو راست گو بنا اور اس کے دل کو ہدایت کے نور سے منور کردے اس کے بعد خود اپنے دستِ اقدس سے ان کے فرقِ مبارک پر عمامہ باندھا اور سیاہ علم دے کر یمن کی طرف روانہ فرمایا۔ (زرقانی، بر)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے یمن پہنچتے ہی یہاں کا رنگ بالکل بدل گیا، جو لوگ خالد رضی اللہ عنہ کی چھ مہینہ کی سعی وکوشش سے بھی اسلام کی حقیقت کو نہیں سمجھے تھے وہ حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ کی صرف چند روزہ تعلیم وتلقین سے اسلام کے شیدائی ہوگئے اور قبیلہ ہمدان مسلمان ہوگیا۔ (فتح الباری)

## خلیفہ اول کی بیعت توقف کی وجہ

سقیفہ بنوساعدہ کی مجلس نے حضرت ابوبکر صدیق کی خلافت پر اتفاق کیا اور تقریباً تمام اہل مدینہ نے بیعت کرلی، البتہ صحیح روایات کے مطابق صرف حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے چھ مہینے تک دیر کی، لوگوں نے اس توقف کے عجیب وغریب وجوہ اختراع کرلئے ہیں؛ لیکن صحیح یہ ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہ کی سوگوار زندگی نے ان کو بالکل خانہ نشین بنادیا تھا اور تمام معاملات سے قطع تعلق کر کے وہ صرف ان کی تسلی ودلدہی اور قرآن شریف کے جمع کرنے میں مصروف تھے؛ چنانچہ جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوگیا اس وقت انہوں نے خود حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے ان کے فضل کا اعتراف کیا اور بیعت کرلی۔ (بخاری غزوہ خیبر)

سوادوبرس کی خلافت کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے وفات پائی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسند آرائے خلافت ہوئے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ بڑی بڑی مہمات میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مشورے کے بغیر کام نہیں کرتے تھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی نہایت دوستانہ اور مخلصانہ مشورے دیتے تھے، نہاوند کے معرکہ میں ان کو سپہ سالار بھی بنانا چاہا تھا؛ لیکن انہوں نے

منظور نہیں کیا، بیت المقدس گئے تو کاروبارِ خلافت انہی کے ہاتھ دے کر گئے، (تاریخ ابن خلدون ج: وطبری فتح المقدس) اتحاد ویگانگت کا عالم اخیر مرتبہ یہ تھا کہ باہم رشتہ مصاہرت قائم ہوگیا، یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی ام کلثوم رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نکاح میں آئیں۔

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں فتنہ وفساد شروع ہوا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کو رفع کرنے کے لئے ان کو نہایت مخلصانہ مشورے دیے، ایک دفعہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا کہ ملک میں موجودہ شورش وہنگامہ کی حقیقی وجہ اور اس کے رفع کرنے کی صورت کیا ہے؟ انہوں نے نہایت خلوص اور آزادی سے ظاہر کر دیا کہ موجودہ بے چینی تمام تر آپ کے عمال کے بے اعتدالیوں کا نتیجہ ہے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے عمال کے انتخاب میں انہی صفات کو ملحوظ رکھا ہے جو فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے پیش نظر تھے، پھر ان سے عام بیزاری کی وجہ سمجھ میں نہیں آتی؟ جناب علی مرتضی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہاں! یہ صحیح ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سب کی نکیل اپنے ہاتھ میں لے رکھی تھی اور گرفت ایسی سخت تھی کہ عرب کا سرکش سے سرکش اونٹ بھی بلبلا اٹھا برخلاف اس کے آپ ضرورت سے زیادہ نرم دل ہیں، آپ کے عمال اس نرمی سے فائدہ اٹھا کر من مانی کارروائیاں کرتے ہیں اور آپ کو خبر بھی نہیں ہونے پاتی، رعایا سمجھتی ہے کہ عمال جو کچھ کرتے ہیں وہ سب دربارِ خلافت کے احکام کی تعمیل ہے، اس طرح تمام بے اعتدالیوں کا ہدف آپ کو بننا پڑا۔ (تاریخ طبری)

سب سے آخر میں مصری وفد کا معاملہ پیش آیا، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان سے اصرار کیا کہ اپنی وساطت سے اس جھگڑے کا تصفیہ کرادیں اور انقلاب پسند جماعت کو راضی کر کے واپس کر دیں، پہلے تو انہوں نے انکار کیا؛ لیکن پھر معاملہ کی اہمیت اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے اصرار سے مجبور ہوکر درمیان میں پڑے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے اصلاحات کا وعدہ لے کر انقلاب پسندوں کو اپنی ذمہ داری پر واپس کر دیا، مصری وفد کے ارکان ابھی راہ ہی میں تھے کہ ان کو سرکاری قاصد کی تلاشی سے ایک فرمان ہاتھ آیا جس میں حاکم مصر کو ہدایت کی گئی تھی کہ اس وفد کے تمام شرکاء کو تہ تیغ کر دیا جائے، مصری اس غداری سے غضبناک ہوکر واپس آئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا کہ ایک طرف تو آپ نے ہم کو اصلاحات کا اطمینان دلا کر واپس کیا اور دوسری طرف سے دربارِ خلافت کا یہ غدارانہ فرمان جاری ہوا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمان دیکھا تو تعجب ہوئے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس جا کر اس کی حقیقت دریافت کی، انہوں نے اس سے حیرت کے ساتھ لاعلمی ظاہر کی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا مجھے بھی آپ سے ایسی توقع نہیں ہوسکتی تھی لیکن اب میں آئندہ کسی معاملہ میں نہ پڑوں گا؛ چنانچہ اس کے بعد وہ بالکل عزلت نشین ہوگئے۔

مصریوں نے جوش انتقام میں نہایت سختی کے ساتھ کاشانۂ خلافت کا محاصرہ کرلیا اور آخر میں یہاں تک شدت اختیار کی کہ آب ودانہ سے بھی محروم کر دیا، حضرت علی رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا تو عزلت گزینی اور خلوت نشینی کے باوجود محاصرہ کرنے والوں کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا کہ تم لوگوں نے جس قسم کا محاصرہ قائم کیا ہے وہ نہ صرف اسلام؛ بلکہ انسانیت کے بھی خلاف ہے، کفار بھی مسلمانوں کو قید کرلیتے ہیں تو آب ودانہ سے محروم نہیں کرتے، اس شخص نے تمہارا کیا نقصان کیا ہے جو ایسی سختی روا رکھتے ہو؟

محاصرین نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی سفارش کی کچھ پرواہ نہ کی اور محاصرہ میں سہولت پیدا کرنے سے قطعی انکار کر دیا حضرت علی رضی اللہ عنہ غصہ میں اپنا عمامہ پھینک کر واپس چلے آئے۔ (ابن اثیر جلد)

محاصرہ اگرچہ نہایت سخت تھا تاہم حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس کا وہم بھی نہ تھا کہ یہ معاملہ اس قدر طول کھینچے گا کہ شہادت تک نوبت پہنچے گی، وہ سمجھے کہ جس طرح حقوق طلبی کے متواتر مظاہرے ہوتے رہے ہیں، یہ بھی اسی قسم کا ایک سخت مظاہرہ ہے، تاہم اپنے دونوں صاحبزادوں کو احتیاطاً حفاظت کے لئے بھیج دیا، جنہوں نے نہایت تندہی اور جانفشانی کے ساتھ مدافعت کی، یہاں تک کہ اسی کشمکش میں زخمی ہوئے؛ لیکن کثیر التعداد مفسدین کا روکنا آسان نہ تھا، وہ دوسری طرف سے دیوار پھاند کر اندر گھس آئے اور خلیفہ وقت کو شہید کر ڈالا، حضرت علی رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا تو اس سانحہ جانکاہ پر حد درجہ متاسف ہوئے اور جو لوگ حفاظت پر مامور تھے، ان پر سخت ناراضگی ظاہر کی، حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ اور امام حسین رضی اللہ عنہ کا مارا، محمد بن طلحہ رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہا کہ تم لوگوں کی موجودگی میں یہ واقعہ کس طرح پیش آیا۔

## حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت

مورخین اس بات پر متفق ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت خوارج کے ہاتھوں ہوئی۔ یہ وہی گروہ ہے جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلوں میں شامل تھا۔ بعد میں اس پارٹی میں اختلافات پیدا ہو گئے اور خوارج نے اپنی جماعت الگ بنالی۔ باغی پارٹی کے بقیہ ارکان بدستور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے گرد و پیش میں موجود رہے تاہم ان کی طاقت اب کمزور پڑ چکی تھی۔

تین خارجی ابن ملجم، برک بن عبداللہ اور عمرو بن بکر تیمی اکٹھے ہوئے اور انہوں نے منصوبہ بنایا حضرت علی، معاویہ اور عمرو بن عاص رضی اللہ عنہم کو ایک ہی رات میں قتل کر دیا جائے۔ انہوں نے اپنی طرف سے اپنی جانوں کو اللہ تعالیٰ کے ہاتھ فروخت کیا، خود کش حملے کا ارادہ کیا اور تلواریں زہر میں بجھالیں۔ ابن ملجم کوفہ آ کر دیگر خوارج سے ملا جو خاموشی سے مسلمانوں کے اندر رہ رہے تھے۔ اس کی ملاقات ایک حسین عورت قطامہ سے ہوئی، جس کے باپ اور بھائی جنگ نہروان میں مارے گئے تھے۔ ابن ملجم اس کے حسن پر فریفتہ ہو گیا اور اسے نکاح کا پیغام بھیجا۔ قطامہ نے نکاح کی شرط یہ رکھی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو قتل کر دیا جائے۔ ایک خارجی شبیب نے ابن ملجم کو روکا بھی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اسلام کے لیے خدمات کا حوالہ بھی دیا لیکن ابن ملجم نے اسے قائل کر لیا۔

اس نے نہایت ہی سادہ منصوبہ بنایا اور صبح تاریکی میں چھپ کر بیٹھ گیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ جب فجر کی نماز کے لیے مسجد کی طرف آ رہے تھے تو اس نے آپ پر حملہ کر کے آپ کو شدید زخمی کر دیا۔ اس کے بقیہ دو ساتھی جو حضرت معاویہ اور عمرو رضی اللہ عنہما کو شہید کرنے روانہ ہوئے تھے، ناکام رہے۔ برک بن عبداللہ، جو حضرت معاویہ کو شہید کرنے گیا تھا، انہیں زخمی کرنے میں کامیاب ہو گیا لیکن انہوں نے اسے پکڑ لیا۔ حضرت عمرو اس دن بیمار تھے، اس وجہ سے انہوں نے فجر کی نماز پڑھانے کے لیے خارجہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا تھا۔ خارجی عمرو بن بکر نے عمرو بن عاص کے دھوکے میں خارجہ کو شہید کر دیا۔ اس کے بعد وہ گرفتار ہوا اور مارا گیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو وفات سے پہلے کچھ وقت مل گیا جسے آپ نے اپنے بیٹوں کو وصیت کرنے میں صرف کیا۔ جانکنی کے اس عالم میں بھی آپ نے جو باتیں ارشاد فرمائیں، وہ آب زر سے لکھنے کے لائق ہیں۔ یہاں ہم طبری سے چند اقتباسات پیش کر رہے ہیں۔

آپ نے حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کو بلوایا اور ان سے فرمایا: "میں تم دونوں کو اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں۔ دنیا کے پیچھے ہرگز نہ لگنا خواہ دنیا تم سے بغاوت ہی کیوں نہ کر دے۔ جو چیز تمہیں نہ ملے، اس پر رونا نہیں۔ ہمیشہ حق بات کہنا، یتیموں سے شفقت کرنا، پریشان کی مدد کرنا، آخرت کی تیاری میں مصروف رہنا، ہمیشہ ظالم کے دشمن اور مظلوم کے حامی رہنا اور کتاب اللہ کے احکامات پر عمل کرتے رہنا۔ اللہ کے دین کے معاملے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے مت گھبرانا۔

(تیسرے بیٹے) محمد بن حنفیہ سے فرمایا: "میں نے تمہارے بھائیوں کو جو نصیحت کی، تم نے بھی سن کر محفوظ کر لی؟ میں تمہیں بھی وہی نصیحت کرتا ہوں جو تمہارے بھائیوں کو کی ہے۔ اس کے علاوہ یہ وصیت کرتا ہوں کہ اپنے بھائیوں (حسن و حسین) کی عزت و توقیر کرنا اور ان دونوں کے اس اہم حق کو ملحوظ رکھنا جو تمہارے ذمہ ہے۔ ان کی بات ماننا اور ان کے حکم کے بغیر کوئی کام نہ کرنا۔

پھر حسن و حسین سے فرمایا: "میں تم دونوں کو بھی محمد کے ساتھ اچھے سلوک کی وصیت کرتا ہوں کیونکہ وہ تمہارا بھائی اور تمہارے باپ کا بیٹا ہے۔ تم یہ بھی جانتے ہو کہ تمہارا باپ اس سے محبت کرتا ہے۔

پھر خاص طور پر حسن رضی اللہ عنہ سے فرمایا: "میرے بیٹے! تمہارے لیے میری وصیت یہ ہے کہ اللہ سے ڈرتے رہنا، نماز وقت پر ادا کرنا، زکوۃ کو اس کے مصرف میں خرچ کرنا، وضو کو اچھی طرح کرنا کہ بغیر وضو کے نماز نہیں ہوتی اور زکوۃ نہ دینے والے کی نماز بھی قبول نہیں ہوتی۔ ہر وقت گناہوں کی مغفرت طلب کرنا، غصہ پینا، صلہ رحمی کرنا، جاہلوں سے بردباری سے کام لینا، دین میں تفقہ حاصل کرنا، ہر کام میں ثابت قدمی دکھانا، قرآن پر لازمی عمل کرتے رہنا، پڑوسیوں سے اچھا سلوک کرنا، نیکی کی تلقین اور برائیوں سے اجتناب کی دعوت دیتے رہنا اور خود بھی برائیوں سے بچتے رہنا۔

جب وفات کا وقت آیا تو پھر یہ (قرآنی آیات پر مشتمل) وصیت فرمائی: "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم! یہ وہ وصیت ہے جو علی بن ابی طالب نے کی ہے۔ وہ اس بات کی وصیت کرتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں، جنہیں اللہ تعالیٰ نے ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تاکہ وہ اس دین کو تمام ادیان پر غالب فرما دیں، خواہ یہ بات مشرکین کو ناگوار گزرے۔ یقیناً میری نماز، میری قربانی، میری زندگی اور میری موت سب کچھ اللہ رب العالمین کے لیے ہے، جس کا کوئی شریک نہیں۔ مجھے اسی کا حکم دیا گیا ہے اور میں فرمانبردار لوگوں میں سے ہوں۔

حسن بیٹا! میں تمہیں اور اپنی تمام اولاد اور اپنے تمام گھر والوں کو اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں جو تمہارا رب ہے۔ اس بات کی وصیت کرتا ہوں کہ صرف اسلام ہی کی حالت میں جان دینا۔ تم سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اور تفرقہ میں نہ پڑو۔ میں نے ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ ایک دوسرے باہمی تعلق رکھنا اور اصلاح کرتے رہنا نفل نمازوں اور روزوں سے بہتر ہے۔ اپنے رشتے داروں سے اچھا سلوک کرنا، اس سے اللہ تم پر حساب نرم فرما دے گا۔ یتیموں کے معاملے میں اللہ

سے ڈرنا، ان پر یہ نوبت نہ آنے دینا کہ وہ اپنی زبان سے تم سے مانگیں اور نہ ہی تمہاری موجودگی میں پریشانی میں مبتلا ہوں۔ اللہ سے ڈرتے رہنا اور اللہ سے پڑوسیوں کے حقوق کے بارے میں بھی ڈرنا کیونکہ تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نصیحت ہے۔

اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اور بھی بہت سی نصیحتیں فرمائیں جن میں خاص کر نماز، زکوۃ، جہاد، امر بالمعروف کی نصیحت تھی۔ معاشرے کے کمزور طبقات یعنی غرباء و مساکین اور غلاموں کے بارے میں خاص وصیت فرمائی اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں فرمایا۔

تمہارے موجود ہوتے ہوئے کسی پر ظلم نہ کیا جائے۔ اپنے نبی کے صحابہ کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہنا۔۔۔ پشت دکھانے، رشتوں کو توڑنے اور تفرقہ سے بچتے رہنا۔ نیکی اور تقویٰ کے معاملے میں ایک دوسرے کی مدد کرنا اور نافرمانی اور سرکشی میں کسی کی مدد نہ کرنا۔ اللہ سے ڈرتے رہنا کیونکہ اللہ سخت عذاب دینے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ تمہاری، تمہارے اہل خاندان کی حفاظت کرے جیسے اس نے تمہارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت فرمائی تھی۔ میں تمہیں اللہ کے سپرد کرتا ہوں اور تم پر سلام اور اللہ کی رحمت بھیجتا ہوں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی وصیتیں ایسی ہیں کہ پڑھنے والے کا دل بھر آتا ہے۔ ان وصیتوں میں جو خط کشیدہ الفاظ ہیں، ان پر غور کیجیے تو معلوم ہوتا ہے کہ دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں آپ کی رائے کیا تھی؟ آپ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو خاص کر اس بات کی تلقین فرمائی کہ صحابہ کرام کو ساتھ ملایا جائے، ان سے تفرقہ نہ پیدا کیا جائے اور انہی کے ساتھ رہا جائے خواہ اس کے لیے انہیں کسی بھی قسم کی قربانی دینا پڑے۔ چنانچہ ہم جانتے ہیں کہ حضرت حسن نے یہی کیا اور قربانی کی ایک ایسی تاریخ رقم کی، جس پر ملت اسلامیہ قیامت تک فخر کرتی رہے گی۔

اپنے قاتل کے بارے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کیا وصیت فرمائی، اسے بھی پڑھتے چلیے: بنوعبدالمطلب! کہیں تم میری وجہ سے مسلمانوں کے خون نہ بہا دینا، اور یہ کہتے نہ پھرنا کہ امیر المومنین قتل کیے گئے ہیں (تو ہم ان کا انتقام لے رہے ہیں۔) سوائے میرے قاتل کے کسی کو قتل نہ کرنا۔ حسن! اگر میں اس کے وار سے مر جاؤں تو قاتل کو بھی ایک ہی وار میں ختم کرنا کیونکہ ایک وار کے بدلے میں ایک وار ہی ہونا چاہیے۔ اس کی لاش کو بگاڑنا نہیں کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ تم لوگ مثلہ سے بچو خواہ وہ باؤلے کتے ہی کا کیوں نہ ہو۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے ابن ملجم کو طلب کیا تو اس نے آپ کو ایک آفر کی، کیا آپ مجھے ایک اچھا کام کرنے دیں گے؟ وہ یہ ہے کہ میں نے اللہ سے عہد کیا تھا اور میں اسے ضرور پورا کرنا چاہتا ہوں۔ وہ عہد میں نے حطیم (خانہ کعبہ) کے قریب کیا تھا کہ میں علی اور معاویہ دونوں ہی کو ضرور قتل کروں گا یا خود اس کوشش میں مارا جاؤں گا۔ اگر آپ چاہیں تو مجھے چھوڑ دیں تاکہ میں معاویہ کو قتل کر دوں۔ میں آپ سے اللہ کے نام پر وعدہ کرتا ہوں کہ اگر میں انہیں قتل نہ کر سکا یا قتل کر کے زندہ بچ گیا تو آپ کے پاس آ کر آپ کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دے دوں گا۔" حضرت حسن نے فرمایا: "میں اس کام کے لیے تمہیں ہرگز نہ چھوڑوں گا کہ تم آگ کو اور بھڑکاؤ۔ (الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب، مطبوعہ دار الکتب، بیروت لبنان)

43- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ سَهْلٍ الرَّمْلِيُّ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ عَنْ مَكْحُولٍ قَالَ لَتَمْخُرَنَّ الرُّومُ الشَّامَ اَرْبَعِيْنَ صَبَاحًا لَا يَمْتَنِعُ مِنْهَا اِلَّا دِمَشْقُ وَعَمَّانُ

✧✧ مکحول بیان کرتے ہیں' رومی چالیس دن تک شام میں گھسے رہیں گے۔ وہ لوگ صرف دمشق اور عمان کے اندر نہیں آسکیں گے۔

44- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عَامِرٍ الْمُرِّيُّ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ الْعَلَاءِ اَنَّهُ سَمِعَ اَبَا الْاَعْيَسِ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ سَلْمَانَ يَقُولُ سَيَاْتِي مَلِكٌ مِّنْ مُلُوكِ الْعَجَمِ يَظْهَرُ عَلَى الْمَدَائِنِ كُلِّهَا اِلَّا دِمَشْقَ

✧✧ عبدالرحمٰن بن سلمان بیان کرتے ہیں: عنقریب ایک ایسا عجمی بادشاہ آئے گا جو تمام شہروں پر حکومت کرے گا۔ صرف دمشق پر نہیں کر سکے گا۔

45- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ اِسْمٰعِيلَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ حَدَّثَنَا بُرْدٌ اَبُو الْعَلَاءِ عَنْ مَكْحُولٍ اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَوْضِعُ فُسْطَاطِ الْمُسْلِمِيْنَ فِي الْمَلَاحِمِ اَرْضٌ يُقَالُ لَهَا الْغُوطَةُ

✧✧ مکحول بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جنگ کے دوران مسلمانوں کا خیمہ اس جگہ ہوگا جس کا نام "غوطہ" ہے۔

46- حَدَّثَنَا اَبُو ظَفَرٍ عَبْدُ السَّلَامِ حَدَّثَنَا جَعْفَرٌ عَنْ عَوْفٍ قَالَ سَمِعْتُ الْحَجَّاجَ يَخْطُبُ وَهُوَ يَقُولُ اِنَّ مَثَلَ عُثْمَانَ عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ عِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ثُمَّ قَرَاَ هٰذِهِ الْاٰيَةَ يَقْرَؤُهَا وَيُفَسِّرُهَا (اِذْ قَالَ اللّٰهُ يَا عِيْسٰى اِنِّي مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ اِلَيَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا) يُشِيرُ اِلَيْنَا بِيَدِهِ وَاِلٰى اَهْلِ الشَّامِ

✧✧ عوف بیان کرتے ہیں میں نے حجاج کو خطبہ دیتے ہوئے سنا۔ اس نے کہا: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی اللہ تعالیٰ کے نزدیک مثال اس طرح ہے جیسے حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کی ہے۔ پھر اس نے یہ آیت پڑھی اس نے اس آیت کو پڑھا بھی اور اس کی تفسیر بھی بیان کی۔

"جب اللہ تعالیٰ نے کہا: اے عیسیٰ میں تمہیں موت دوں گا اور پھر تمہیں اپنی طرف بلند کرلوں گا پھر تمہیں ان لوگوں سے پاک کرلوں گا جنہوں نے کفر کیا ہے"۔

راوی بیان کرتے ہیں اس نے اپنے ہاتھ کے ذریعے ہماری طرف اور اہل شام کی طرف اشارہ کیا۔

47- حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِسْمٰعِيلَ الطَّالَقَانِيُّ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ ح و حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنِ الْمُغِيرَةِ عَنِ الرَّبِيعِ بْنِ خَالِدٍ الضَّبِّيِّ قَالَ سَمِعْتُ الْحَجَّاجَ يَخْطُبُ فَقَالَ فِي خُطْبَتِهِ رَسُولُ اَحَدِكُمْ فِي حَاجَتِهِ اَكْرَمُ عَلَيْهِ اَمْ خَلِيفَتُهُ فِي اَهْلِهِ فَقُلْتُ فِي نَفْسِي لِلّٰهِ عَلَيَّ اَلَّا اُصَلِّيَ خَلْفَكَ صَلٰوةً اَبَدًا وَّاِنْ وَجَدْتُ قَوْمًا

حدیث45:

اخرجه ابوداؤد فی "سننه" رقم الحديث: 4298
اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحديث: 17505
اخرجه الحاكم فی "المستدرك" رقم الحديث: 8496
اخرجه امام احمد فی "فضائل الصحابة" رقم الحديث: 1712

يُجَاهِدُونَكَ لَأُجَاهِدَنَّكَ مَعَهُمْ زَادَ اِسْحٰقُ فِي حَدِيثِهِ قَالَ فَقَاتَلَ فِي الْجَمَاجِمِ حَتّٰى قُتِلَ

✧✧ ربیع بن خالد بیان کرتے ہیں، میں نے حجاج کو خطبہ دیتے ہوئے سنا' اس نے اپنے خطبے میں کہا' کسی کام میں کسی شخص کا قاصد اس کے نزدیک زیادہ معزز ہے۔ یا وہ شخص زیادہ معزز ہے جو اس کے گھر میں جانشین ہو تو میں نے اپنے دل میں کہا: اللہ کی طرف سے مجھ پر یہ بات لازم ہوگی کہ اب میں تمہارے پیچھے کبھی بھی نماز ادا نہیں کروں گا اور اگر میں نے کسی قوم کو پایا کہ وہ تمہارے خلاف جہاد کریں گے' تو میں بھی ان کے ساتھ مل کر تمہارے خلاف جہاد کروں گا۔

اسحاق کی روایت میں یہ الفاظ ہیں: اس نے ''جماجم'' کی جنگ میں حصہ لیا اور مارا گیا۔

**48**- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرٍ عَنْ عَاصِمٍ قَالَ سَمِعْتُ الْحَجَّاجَ وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ يَقُوْلُ اتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ لَيْسَ فِيهَا مَثْنَوِيَّةٌ وَّاسْمَعُوْا وَاَطِيعُوْا لَيْسَ فِيهَا مَثْنَوِيَّةٌ لِاَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ عَبْدِ الْمَلِكِ وَاللّٰهِ لَوْ اَمَرْتُ النَّاسَ اَنْ يَّخْرُجُوا مِنْ بَابٍ مِنْ اَبْوَابِ الْمَسْجِدِ فَخَرَجُوا مِنْ بَابٍ اٰخَرَ لَحَلَّتْ لِي دِمَاؤُهُمْ وَاَمْوَالُهُمْ وَاللّٰهِ لَوْ اَخَذْتُ رَبِيعَةَ بِمُضَرَ لَكَانَ ذٰلِكَ لِي مِنَ اللّٰهِ حَلَالًا وَّيَا عَذِيرِي مِنْ عَبْدِ هُذَيْلٍ يَّزْعُمُ اَنَّ قِرَائَتَهُ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَاللّٰهِ مَا هِيَ اِلَّا رَجَزٌ مِّنْ رَجَزِ الْاَعْرَابِ مَا اَنْزَلَهَا اللّٰهُ عَلٰى نَبِيِّهِ عَلَيْهِ السَّلَام وَعَذِيرِي مِنْ هٰذِهِ الْحَمْرَاءِ يَزْعُمُ اَحَدُهُمْ اَنَّهُ يَرْمِي بِالْحَجَرِ فَيَقُوْلُ اِلٰى اَنْ يَّقَعَ الْحَجَرُ قَدْ حَدَثَ اَمْرٌ فَوَاللّٰهِ لَاَدَعَنَّهُمْ كَالْاَمْسِ الدَّابِرِ قَالَ فَذَكَرْتُهُ لِلْاَعْمَشِ فَقَالَ اَنَا وَاللّٰهِ سَمِعْتُهُ مِنْهُ

✧✧ عاصم بیان کرتے ہیں، میں نے حجاج کو سنا وہ یہ کہہ رہا تھا' جہاں تک تم سے ہو سکے تم اللہ سے ڈرو اور اس بارے میں کوئی استثناء نہ پیدا کرو اور امیر المومنین عبدالملک کی اطاعت و فرمانبرداری سے کام لو اور اس میں کوئی استثناء نہ رکھو۔ اللہ کی قسم! اگر میں لوگوں کو یہ حکم دوں کہ وہ مسجد کے دروازے سے نکلیں اور پھر وہ دوسرے دروازے سے نکلیں تو میرے لئے ان کے خون اور مال حلال ہو جائیں گے۔ اللہ کی قسم! اگر میں ''مضر'' قبیلے کے مقابلے میں ''ربیعہ'' قبیلے کو پکڑ لوں تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ بات میرے لئے حلال ہے، اس بارے میں میرے سامنے کون عذر پیش کرے گا؟ جو عبد ہذیل کی طرف سے ہے (یعنی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ) جو یہ کہتے ہیں کہ ان کی قرأت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ (حجاج بولا) اللہ کی قسم! یہ صرف عربوں کا ایک نغمہ ہے۔ اسے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی پر نازل نہیں کیا اور ان سرخ لوگوں کی طرف سے کون مجھے عذر پیش کرے گا؟ جو یہ کہتے ہیں کہ ان میں سے کوئی ایک پتھر پھینکتا ہے اور اس کے گرنے تک وہ یہ کہتا ہے۔ نیا معاملہ رونما ہو چکا ہے۔ اللہ کی قسم! میں ان لوگوں کو اس طرح ختم کر دوں گا جیسے یہ گزشتہ کل کی مانند تھے۔

راوی بیان کرتے ہیں بعد میں' میں نے اس کا تذکرہ اعمش سے کیا تو انہوں نے فرمایا: اللہ کی قسم! میں نے بھی اس کی زبانی یہ بات سنی ہے۔

**49**- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا ابْنُ اِدْرِيسَ عَنِ الْاَعْمَشِ قَالَ سَمِعْتُ الْحَجَّاجَ يَقُوْلُ عَلَى الْمِنْبَرِ هٰذِهِ الْحَمْرَاءُ هَبْرٌ هَبْرٌ اَمَا وَاللّٰهِ لَوْ قَدْ قَرَعْتُ عَصًا بِعَصًا لَاَذَرَنَّهُمْ كَالْاَمْسِ الذَّاهِبِ يَعْنِي الْمَوَالِيَ

✧✧ اعمش بیان کرتے ہیں میں نے حجاج کو منبر پر یہ کہتے ہوئے سنا ہے: ان سرخ لوگوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جائے گا۔ اللہ کی قسم! اگر یہ ایک لکڑی کے بدلے میں لکڑی ماریں تو میں انہیں یوں ختم کر دوں گا جیسے یہ گزشتہ کل تھے۔ حجاج کی مراد ''موالی'' تھے۔

**50**- حَدَّثَنَا قَطَنُ بْنُ نُسَيْرٍ حَدَّثَنَا جَعْفَرٌ يَعْنِي ابْنَ سُلَيْمَانَ حَدَّثَنَا دَاوُدُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ شَرِيكٍ عَنْ سُلَيْمَانَ الْاَعْمَشِ قَالَ جَمَّعْتُ مَعَ الْحَجَّاجِ فَخَطَبَ فَذَكَرَ حَدِيثَ اَبِي بَكْرِ بْنِ عَيَّاشٍ قَالَ فِيهَا فَاسْمَعُوا وَاَطِيعُوا لِخَلِيفَةِ اللّٰهِ وَصَفِيِّهِ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ مَرْوَانَ وَسَاقَ الْحَدِيثَ قَالَ وَلَوْ اَخَذْتُ رَبِيعَةَ بِمُضَرَ وَلَمْ يَذْكُرْ قِصَّةَ الْحَمْرَاءِ

✧✧ سلیمان اعمش بیان کرتے ہیں' میں نے حجاج کے ساتھ جمعہ پڑھا اس نے خطبہ دیتے ہوئے حضرت ابوبکر بن عیاش رضی اللہ عنہ سے حدیث نقل کی اور پھر اس نے خطبے میں یہ کہا: تم اللہ کے خلیفہ اور اس کے صفی عبدالملک بن مروان کی اطاعت و فرمانبرداری کرو۔ (اس کے بعد اس نے آگے گفتگو جاری رکھی)۔

اس میں اس کی یہ بات ہے۔ اگر میں مضر کی جگہ ربیعہ کو پکڑ لوں۔ تاہم سرخ لوگوں کا قصہ مذکور نہیں ہے۔

**51**- حَدَّثَنَا سَوَّارُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُمْهَانَ عَنْ سَفِينَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خِلَافَةُ النُّبُوَّةِ ثَلَاثُونَ سَنَةً ثُمَّ يُؤْتِي اللّٰهُ الْمُلْكَ اَوْ مُلْكَهُ مَنْ يَشَاءُ قَالَ سَعِيدٌ قَالَ لِي سَفِينَةُ اَمْسِكْ عَلَيْكَ اَبَا بَكْرٍ سَنَتَيْنِ وَعُمَرُ عَشْرًا وَعُثْمَانُ اثْنَتَيْ عَشْرَةَ وَعَلِيٌّ كَذَا قَالَ سَعِيدٌ قُلْتُ لِسَفِينَةَ اِنَّ هٰؤُلَاءِ يَزْعُمُونَ اَنَّ عَلِيًّا عَلَيْهِ السَّلَام لَمْ يَكُنْ بِخَلِيفَةٍ قَالَ كَذَبَتْ اَسْتَاهُ بَنِي الزَّرْقَاءِ يَعْنِي بَنِي مَرْوَانَ

✧✧ حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: نبوت کی خلافت 30 برس تک ہوگی پھر اللہ تعالیٰ جسے چاہے گا بادشاہت عطا کر دے گا۔

سعید نامی راوی بیان کرتے ہیں' سفینہ نے مجھ سے فرمایا: تم حساب کرو۔ حضرت ابوبکر کے دو سال حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دس سال حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بارہ سال اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بھی اسی طرح۔

سعید کہتے ہیں میں نے حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ سے کہا کچھ لوگ یہ کہتے ہیں' حضرت علی رضی اللہ عنہ خلیفہ نہیں تھے تو انہوں نے فرمایا: یہ ''بنوزرقا'' کا بیان کردہ جھوٹ ہے ان کی مراد ''بنو مروان'' تھے۔

**52**- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ عَنِ ابْنِ اِدْرِيسَ اَخْبَرَنَا حُصَيْنٌ عَنْ هِلَالِ بْنِ يَسَافٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ

حدیث 51:

اخرجه ابوداؤد فی "سننه" رقم الحديث: 4647
اخرجه الحاكم فی "المستدرك" رقم الحديث: 4697
اخرجه ابن ابی شيبة فی "مصنفه" رقم الحديث: 790
اخرجه ابن حبان فی "صحيحه" رقم الحديث: 6657
اخرجه الطبرانی فی "معجمه الكبير" رقم الحديث: 13

ظَالِمٍ وَسُفْيَانُ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ هِلَالِ بْنِ يَسَافٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ ظَالِمٍ الْمَازِنِيِّ ذَكَرَ سُفْيَانُ رَجُلًا فِيمَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ ظَالِمٍ الْمَازِنِيِّ قَالَ سَمِعْتُ سَعِيدَ بْنَ زَيْدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ نُفَيْلٍ قَالَ لَمَّا قَدِمَ فُلَانٌ إِلَى الْكُوفَةِ أَقَامَ فُلَانٌ خَطِيبًا فَأَخَذَ بِيَدِي سَعِيدُ بْنُ زَيْدٍ فَقَالَ أَلَا تَرَى إِلَى هٰذَا الظَّالِمِ فَأَشْهَدُ عَلَى التِّسْعَةِ إِنَّهُمْ فِي الْجَنَّةِ وَلَوْ شَهِدْتُ عَلَى الْعَاشِرِ لَمْ إِيثَمْ قَالَ ابْنُ إِدْرِيسَ وَالْعَرَبُ تَقُولُ آثَمُ قُلْتُ وَمَنِ التِّسْعَةُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ عَلَى حِرَاءٍ اثْبُتْ حِرَاءُ إِنَّهُ لَيْسَ عَلَيْكَ إِلَّا نَبِيٌّ أَوْ صِدِّيقٌ أَوْ شَهِيدٌ قُلْتُ وَمَنِ التِّسْعَةُ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ وَعُثْمَانُ وَعَلِيٌّ وَطَلْحَةُ وَالزُّبَيْرُ وَسَعْدُ بْنُ أَبِي وَقَّاصٍ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ قُلْتُ وَمَنِ الْعَاشِرُ فَتَلَكَّأَ هُنَيَّةً ثُمَّ قَالَ أَنَا قَالَ أَبُو دَاوُدَ رَوَاهُ الْأَشْجَعِيُّ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ هِلَالِ بْنِ يَسَافٍ عَنِ ابْنِ حَيَّانَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ ظَالِمٍ بِإِسْنَادِهِ نَحْوَهُ

✧✧ عبداللہ بن ظالم بیان کرتے ہیں' میں نے حضرت سعید بن زید بن عمرو بن نفیل رضی اللہ عنہ کو سنا' عبداللہ فرماتے ہیں جب فلاں شخص کوفہ آیا تو اس نے فلاں شخص کو خطبہ دینے کے لئے کھڑا کیا تو حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ نے میرا ہاتھ پکڑ کر کہا کیا تم اس ظالم کو دیکھ رہے ہو؟ پھر انہوں نے ان حضرات کے لیے گواہی دی کہ وہ جنتی ہیں اور فرمایا: اگر میں دسویں کے متعلق بھی یہی کہوں تو مجھے کوئی گناہ نہیں ہوگا۔ ابن ادریس کہتے ہیں عرب لفظ استعمال کرتے ہیں۔ ''اثم'' عبداللہ کہتے ہیں میں نے دریافت کیا وہ 9 حضرات کون سے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: آپ اس وقت حراء پہاڑ پر موجود تھے۔ آپ نے فرمایا: ٹھہرے رہو تمہارے اوپر ایک نبی ایک صدیق اور ایک شہید ہے۔ میں نے پھر دریافت کیا: وہ نو افراد کون ہیں؟ انہوں نے جواب دیا: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ' حضرت عمر رضی اللہ عنہ' حضرت عثمان رضی اللہ عنہ' حضرت علی رضی اللہ عنہ' حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ' حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ' حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ۔ میں نے دریافت کیا: وہ دسویں صاحب کون ہیں؟ تو انہوں نے کچھ دیر کے لئے خاموشی اختیار کی پھر فرمایا: میں ہوں۔

یہی روایت بعض دیگر اسناد کے ہمراہ بھی منقول ہیں۔

## حضرت طلحہ کی فضیلت کا بیان

حضرت قیس بن ابی حازم (تابعی) کہتے ہیں کہ میں نے حضرت طلحہ کا وہ ہاتھ دیکھا جو (سالہا سال بعد بھی) بالکل بیکار اور شل تھا، انہوں نے اس ہاتھ سے غزوہ احد کے دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو (کفار کے حملوں سے) بچایا تھا۔"

(بخاری، مشکوۃ المصابیح، جلد پنجم: رقم الحدیث، 736)

---

حدیث 52:

اخرجه الترمذی فی "جامعه" رقم الحدیث: 3747
اخرجه ابن ماجه فی "سننه" رقم الحدیث: 133
اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث: 1631
اخرجه ابن حبان فی "صحیحه" رقم الحدیث: 6993
اخرجه الحاکم فی "المستدرك" رقم الحدیث: 5858
اخرجه النسائی فی "سننه الکبریٰ" رقم الحدیث: 8194
اخرجه ابویعلی فی "مسنده" رقم الحدیث: 835
اخرجه الطبرانی فی "معجمه الصغیر" رقم الحدیث: 62

غزوہ احد کے دن حضرت طلحہ نے کمال جانثاری کا ثبوت دیا تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کفار کے حملوں سے محفوظ رکھنے کے لئے خود کو سپر بنالیا تھا، وہ تلواروں کو اپنے ہاتھ پر روک روک کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو گزند سے بچاتے تھے۔ چنانچہ نہ صرف یہ کہ ان کا ہاتھ زندگی بھر کے لئے شل اور بے کار ہو کر رہ گیا تھا بلکہ ان کے پورے جسم پر اسی زخم لگے تھے اور عضو مخصوص بھی زخمی ہو گیا تھا صحابہ کرام جب بھی غزوہ احد کے دن کا تذکرہ کرتے تو کہا کرتے تھے کہ وہ دن تو درحقیقت طلحہ کی جانثاری اور فداکاری سے بھرپور دن تھا۔

حضرت طلحہ عبید اللہ کے بیٹے اور قریشی ہیں، کنیت ابو محمد (یا ایک قول کے مطابق ابو عمرو) تھی، قدیم الاسلام ہیں غزوہ بدر کے علاوہ اور تمام غزوات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک رہے ہیں غزوہ بدر میں اس وجہ سے شریک نہیں ہو سکے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کام سے کہیں گئے ہوئے تھے۔ حضرت طلحہ کا رنگ گندمی تھا اور بال کثرت سے تھے، بڑے وجیہہ اور خوبصورت آدمی تھے ٦۴ سال کی عمر میں جنگ جمل کے موقع پر ۲۰ جمادی الثانی ۳٦ھ پنجشنبہ کے دن شہید ہوئے اور بصرہ میں دفن کئے گئے۔

## حضرت زبیر عوام کی فضیلت کا بیان

حضرت زبیر عوام کے بیٹے اور ابو عبد اللہ قرشی کی کنیت سے مشہور ہیں۔ ان کی والدہ حضرت صفیہ بنت عبد المطلب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی پھوپھی تھیں، زبیر بن العوام قدیم الاسلام ہیں یعنی ابتداء ہی میں اسلام کی دولت سے بہرہ مند ہو گئے تھے اور اس وقت سولہ سال کے تھے۔ اس چھوٹی سی عمر میں جب انہوں نے اسلام قبول کیا تو ان کے چچا نے ان پر بڑے ظلم ڈھائے یہاں تک کہ ان کو دھوئیں میں بند کر دیا گیا تا کہ اس عذاب سے گھبرا کر اسلام ترک کر دیں لیکن انہوں نے نہایت استقامت کے ساتھ اس سخت عذاب کو برداشت کیا اور اسلام سے پھیرے نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تمام غزوات میں شریک ہوئے اور سب سے پہلے اسلام کی راہ میں تلوار کھینچنے والے یہی زبیر بن العوام تھے۔ غزوہ احد کے دن بڑے استقلال اور ثابت قدمی سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ میدان میں ڈٹے رہے اور شجاعت و جانثاری کے جوہر دکھائے۔ حضرت زبیر طویل قامت قدرے نحیف الجثہ اور گورے رنگ کے تھے۔ ۳٦ھ میں جنگ صفین سے واپسی پر راستہ ہی میں بصرہ کے علاقہ میں سفوان پر عمرو بن جرموز نے ان کو شہید کر دیا، اس وقت ان کی عمر ٦۴ سال کی تھی وادی اسباع میں دفن کئے گئے پھر نعش مبارک بصرہ منتقل کر دی گئی اور مشہور ہے کہ ان کی قبر وہیں (بصرہ) میں ہے۔

حضرت جابر کہتے ہیں کہ غزوہ احزاب (یعنی غزوہ خندق) کے موقع پر ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کون شخص ہے جو (دشمن کے) لوگوں کی خبر میرے پاس لائے؟ زبیر بولے: میں لاؤں گا۔ تب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر نبی کے حواری (یعنی خاص دوست اور مددگار) ہوتے ہیں اور میرے حواری زبیر ہیں۔ (بخاری و مسلم، مشکوۃ المصابیح، جلد پنجم: رقم الحدیث، 737)

حزب کی جمع ہے جس کے معنی "گروہ" کے ہیں اس موقع پر چونکہ مختلف اسلام دشمن گروہ یعنی قریش اور غیر قریش کے قبائل اور مدینہ کے وہ یہودی جن کا تعلق بنو قریظہ اور جلاوطن بنو نضیر سے تھا، متحد اور جمع ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے لڑنے آئے تھے

اس لئے اس غزوہ کو "غزوہ احزاب" کہا جاتا ہے اس غزوہ میں دشمن کے لشکر کی تعداد بارہ ہزار تھی اور مجاہدین اسلام کل تین ہزار نفر دشمن دراصل مرکز اسلام کو تاخت وتاراج کردینے کے منصوبے کے تحت حملہ آور ہوا تھا اور اس کا ٹڈی دل لشکر تقریباً ایک مہینہ تک مدینہ کو گھیرے پڑا رہا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام مجاہدین اسلام کی مدد سے دفاعی کاروائی کے طور پر مدینہ شہر کے گرد خندق کھودی تھی اور اس مناسبت سے اس غزوہ کو "غزوہ خندق" بھی کہا جاتا ہے۔ وہ بڑے سخت دن تھے اور اہل اسلام نہایت پریشانیوں اور دشواریوں میں گھر کر رہ گئے تھے۔ باقاعدہ صف آرائی اور جنگ کی نوبت نہیں آئی، تاہم سنگ باری اور تیر انداز کے واقعات پیش آتے رہتے تھے۔ آخر کار اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کا لشکر نازل کیا اور ایسی آندھی بھیجی کہ دشمن کے خیمے اکھڑے گئے، چولہوں پر سے دیگچیاں اوندھی ہوگئیں جابجا ڈیروں میں آگ گل ہوگئی اور ہیبت ناک اندھیرا چھا گیا اور دشمن کا لشکر خوف ودہشت کے مارے راتوں رات بھاگ کھڑا ہوا۔ ان دنوں چونکہ یہودیوں اور منافقوں کے سبب مدینہ شہر کے اندر اور دشمن کے محاصرہ کے سبب باہر تک ہر طرف ایسی خطرناک صورت حال تھی کہ جنگی مصالح ومفاد سے متعلق معلومات فراہم کرنا اور دشمنوں کے بارے میں خبریں منگانا سخت دشوار مرحلہ تھا، اس لئے جب حضرت زبیر نے تمام خطرات اور دشواریوں کے باوجود اس خدمت کے لئے خود کو پیش کیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی زبردست تحسین فرمائی اور ان کو اپنا حواری ہونے کا اعزاز عطا فرمایا۔

## حضرت سعد بن ابی وقاص کی فضیلت کا بیان

حضرت سعد کی کنیت ابواسحاق ہے اور زہری وقرشی کر کے مشہور ہیں۔ قدیم الاسلام ہیں یعنی آغاز دعوت اسلام ہی میں سترہ سال کی عمر میں مشرف با اسلام ہو گئے تھے۔ وہ خود کہا کرتے تھے کہ میں تیسرا مسلمان ہوں مجھ سے پہلے صرف دو آدمی اسلام لائے تھے اور اللہ کی راہ میں اسلام کی طرف سے سب سے پہلے تیر چلانے والا میں ہوں۔ حضرت سعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تمام غزوات میں شریک ہوئے ہیں اور مستجاب الدعوات" مانے جاتے تھے۔ ان کی حیثیت عوام وخواص میں اس قدر مشہور تھی کہ لوگ ان کی بددعا سے ڈرتے تھے اور ان کی نیک دعاؤں کے طلب گار رہا کرتے تھے۔ دراصل ان کو یہ مقام اس بنا پر حاصل ہوا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے حق میں دعا فرمائی تھی: اے اللہ! سعد کی دعائیں قبول فرما۔ حضرت زبیر کے علاوہ صرف حضرت سعد ہی وہ خوش نصیب ہستی ہیں جن کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ماں باپ کو جمع کیا، یعنی الگ الگ موقعوں پر ان دونوں کو مخاطب کر کے فرمایا تھا: میرے ماں باپ تم پر صدقے، یہ عظیم اعزاز ان دونوں کے علاوہ اور کسی کو حاصل نہیں ہوا۔

حضرت سعد کا رنگ گندمی تھا اور ان کے بدن پر بہت بال تھے ۵۵ھ میں اس محل میں ان کا انتقال ہوا جو انہوں نے مدینہ شہر کے قریب وادی عتیق میں بنوایا تھا، جنازہ مدینہ منورہ لایا گیا اور اس وقت کے حاکم مدینہ ابن الحکم نے نماز جنازہ پڑھائی اور جنت البقیع میں تدفین ہوئی اس وقت حضرت سعد کی عمر کچھ اوپر ستر سال کی تھی اور عشرہ مبشرہ میں سب کے بعد ان کا انتقال ہوا۔ حضرت عمر نے ان کو کوفہ کا حکم مقرر کیا تھا، پھر بعد میں حضرت عثمان نے بھی اس منصب پر ان کو دوبارہ کوفہ بھیجا تھا۔ صحابہ اور تابعین کی ایک بڑی جماعت کو ان سے احادیث کی سماعت اور روایت کا شرف حاصل ہے۔

حضرت علی کہتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی کے لئے ماں باپ کو جمع کرتے نہیں سنا علاوہ سعد بن مالک

کے۔ چنانچہ جنگ احد کے دن (جبکہ سعد دشمن کافروں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچنے سے روکنے کے لئے جواں مردی کے ساتھ تیر مار مار کران کو پیچھے ہٹا رہے تھے میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: سعد! چلاؤ اور تیر چلاؤ میرے ماں باپ تم پر صدقے۔ (بخاری ومسلم، مشکوۃ المصابیح، جلد پنجم: رقم الحدیث، 740)

سعد بن مالک سے مراد سعد بن ابی وقاص ہیں، دراصل ابی وقاص کا نام مالک ابن وہب تھا اور اس اعتبار سے سعد بن ابی وقاص کو سعد بن مالک بھی کہا جاتا تھا۔ "اوپر کی حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے ماں باپ کو جمع کرنا، حضرت زبیر کے حق میں بھی منقول ہے جبکہ یہاں حضرت علی یہ فرما رہے ہیں کہ سعد بن مالک کے علاوہ اور کسی کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ماں باپ کو جمع نہیں کیا۔ لہٰذا اوپر کی حضرت زبیر کی روایت اور حضرت علی کی اس روایت دونوں کے درمیان مطابقت کی خاطر یہ کہا جائے گا کہ دراصل حضرت علی کو معلوم نہیں تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زبیر کے حق میں بھی یہ جملہ ارشاد فرمایا یا کہ حضرت علی کی مراد یہ تھی کہ خود میں نے کسی واسطہ کے بغیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے جملہ سعد کے علاوہ اور کسی کے حق میں نہیں سنا پس ان کا یہ کہنا اس بات کے منافی نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ جملہ حضرت زبیر کے حق میں بھی فرمایا ہو اور اس کا علم حضرت علی کو بالواسطہ طور پر ہوا ہو۔

حضرت قیس بن ابی حازم (تابعی) کہتے ہیں کہ میں نے حضرت سعد بن ابی وقاص کو یہ فرماتے سنا: یقیناً میں عرب میں پہلا شخص ہوں جس نے اللہ کی راہ میں تیر چلایا اور ہم نے وہ (زمانہ دیکھا ہے جب ہم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مصروف جہاد رہا کرتے تھے اور ہمارے پاس خوراک نام کی کوئی چیز نہیں ہوتی تھی، ہاں کیکر کی پھلیاں (جو لوبیہ کے مشابہ ہوتی ہیں اور کیکر کی پتیاں ضرور مل جاتی تھیں (جنہیں ہم پیٹ میں پہنچا کر بھوک کی آگ ٹھنڈی کر لیتے تھے) اور اس میں کوئی مبالغہ نہیں کہ ہم لوگ بکری کی مینگنیوں کی مانند خشک پاخانہ پھرتے تھے جس میں رکوبت اور چپچپاہٹ کا نام تک نہ ہوتا تھا پھر (اب وہ زمانہ بھی دیکھنا پڑ رہا ہے کہ بنواسد مجھ کو اسلام (یعنی نماز) کے بارے میں نصیحت (یا تنبیہ) کرتے ہیں (بخدا اگر میں اب بھی بنواسد کی نصیحت کا محتاج اور دین کے بارے میں ان سے کمتر ہوں) تو پھر اس میں کیا شبہ کہ میں حرماں نصیب ہی رہا اور میرا کیا دھرا اکارت ہوا۔ (یہ سعد نے اس وجہ سے کہا کہ) بنواسد نے حضرت عمر فاروق سے سعد کی چغل خوری اور شکایت کی تھی اور کہا تھا کہ وہ نماز اچھی طرح نہیں پڑھتے۔ (بخاری ومسلم، مشکوۃ المصابیح، جلد پنجم: رقم الحدیث، 760)

بنواسد" سے زبیر بن العوم بن خویلد بن اسد کی اولاد اور اہل خاندان مراد ہیں۔ دراصل اس زمانہ میں جبکہ حضرت سعد بن ابی وقاص امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق کی طرف سے کوفہ کی گورنری کے منصب پر فائز تھے، بنواسد لوگوں کی زبانی یا تحریری طور پر حضرت عمر کے پاس یہ شکایت بھیجا کرتے تھے کہ سعد نماز اچھی نہیں پڑھتے یعنی یا تو نماز کی شرائط اور ارکان اور یا سنن کی ادائیگی خوب طرح نہیں کرتے اور اس کے آداب ومحاسن کی رعایت ملحوظ نہیں رکھتے۔ اس شکایت پر حضرت عمر نے سعد سے جواب طلب کیا اور ان کو تنبیہ وتہدید بھیجی، حضرت سعد نے صورت حال کی وضاحت کی اور امیر المؤمنین کو بتایا کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے مطابق ہی لوگوں کو نماز پڑھاتا ہوں، چنانچہ پہلی دونوں رکعتیں تو طویل رکھتا ہوں اور بعد کی دونوں رکعتوں کو مختصر کرتا ہوں۔

حضرت عمر نے حضرت سعد کی وضاحت کو قبول کیا۔ نماز پڑھانے کے ان کے طریقہ کی تصویب کی اور فرمایا کہ میرا خیال ہے کہ تم نے جو بیان کیا ہے وہ صحیح ہے بنواسد کا حضرت سعد کے خلاف دربار خلافت میں شکایت پہنچانا اور اچھی طرح نماز نہ پڑھنے کا الزام ان پر عائد کرنا یقیناً ایک غیر معمولی واقعہ تھا جس نے حضرت سعد کے جذبات واحساسات کو زبردست ٹھیس پہنچائی اور مجبوراً انہیں اپنے اس افتخار کا اظہار کرنا پڑا کہ انہیں پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دوراول کی اس انقلابی جدوجہد میں بھرپور شرکت کا اعزاز حاصل ہے جو اسلام کے نام لیواؤں کے لئے سراسر مشقت، جان کاہی اور سخت جسمانی وروحانی آزمائشوں کا موجب تھی۔ حضرت سعد نے گویا اس تاثر کا اظہار کیا کہ جب سخت ترین دور بھی میری دینی زندگی میں کوئی اضمحلال اور تساہلی پیدا نہ کرسکا اور بڑی سے بڑی پریشانی اور سختی برداشت کر کے بھی میں نے اسلام کے فرائض کو کما حقہ، ادا کیا تو اب نماز جیسی سب سے اہم عبادت میں کسی سہل انگاری یا تساہلی کا روادار کیسے ہوسکتا ہوں یہ کتنی ناانصافی کی بات ہے کہ بنواسد نے قبول اسلام میں میری سبقت اسلام کے لئے میری جدوجہد اور قربانیاں اور دین کے راستہ میں میری ثابت قدمی اور میری تمام طاعات وعبادات کو نظرانداز کر کے مجھ پر ایسا الزام عائد کیا جو میرے لئے عار کا باعث ہے اور مجھے سخت ذہنی وروحانی اذیت میں مبتلا کردینے والا ہے حضرت سعد نے جن الفاظ میں اپنے احساسات کا اظہار کیا اس سے معلوم ہوا کہ دینی مصلحت کے تحت اور معاندانہ عیب جوئی وتنقیص کے ازالہ کی خاطر اپنے علم وفضل اور اوصاف کمالات کا واقعاتی اور حقیقی پیرایہ بیان میں فخریہ اظہار شریعت میں جائز ہے۔ چنانچہ یہ ثابت ہے کہ صحابہ کرام صالح اور صحت منداغراض کے تحت اپنے اوصاف وکمالات کا آپس میں فخریہ اظہار کیا کرتے تھے۔

## حضرت ابوعبیدہ کی فضیلت کا بیان

حضرت ابوعبیدہ کا اصل نام عامر بن عبداللہ بن جراح ہے فہری قرشی کہلاتے ہیں، آپ حضرت عثمان بن مظعون کے ساتھ دائرہ اسلام وایمان میں داخل ہوئے تھے، پہلے حبشہ کو ہجرت کی پھر دوسری بار ہجرت کر کے مدینہ آ گئے تھے، آپ تمام غزوات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ شریک ہوئے ہیں اور غزوہ احد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ میدان جنگ میں ثابت قدم رہے۔ جب اس غزوہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم زخمی ہوئے اور خود کی کڑیاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک میں پیوست ہوگئیں تو حضرت ابوعبیدہ ہی نے ان کڑیوں کو اپنے دانتوں سے پکڑ کر کھینچا اور اس کی وجہ سے ان کے سامنے کے دو دانت گر پڑے تھے۔ حضرت ابوعبیدہ دراز قد خوب رو اور ہلکے بدن کے تھے۔ ۱۸ھ میں طاعون اسواس میں مبتلا ہوکر اردن میں واصل بحق ہوئے اور نبیان کے مقام پر دفن کئے گئے اس وقت آپ کی عمر اٹھاون سال کی تھی اور نماز جنازہ حضرت معاذ بن جبل نے پڑھائی۔

حضرت انس کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر امت کا ایک "امین" ہوتا ہے (کہ وہ اللہ اور اللہ کے بندوں کے حقوق میں اور اپنے نفس کے بارے میں خیانت نہیں کرتا) اور اس امت کے امین ابوعبیدہ ابن الجراح ہیں۔"

(بخاری ومسلم، مشکوۃ المصابیح، جلد پنجم: رقم الحدیث، 744)

اگرچہ تمام ہی صحابہ وصف امانت کے حامل تھے لیکن صرف حضرت ابوعبیدہ کو اس امت کا امین اس اعتبار سے فرمایا گیا کہ یا تو

ان میں یہ وصف دوسرے صحابہ کی بہ نسبت زیادہ غالب تھا یا یہ کہ خود ان کے دوسرے اوصاف کی بہ نسبت یہ وصف ان پر زیادہ غالب تھا۔ بہرحال حضرت ابوعبیدہ اپنے ذاتی محاسن وکمالات کی بنا پر بڑے شان والے صحابی ہیں اور ان کے مناقب وفضائل میں اور بھی بہت سی روایتیں منقول ہیں۔ ان کے جومختلف پندونصائح مختلف کتابوں میں مذکور ہیں ان میں سے ایک یہ نصیحت نہایت قیمتی ہے۔ بادروا السیآت القدیمات بالحسنات الحادثات والا رب مبیض لثیابہ مدلس لدینہ والا رب مکرم لنفسہ وھولھا مھین: "پچھلے گناہوں پر (خمیازہ بھگتنے سے پہلے) نئی نیکیاں بڑھالو اور یادرکھو ایسے لوگ بھی ہیں جو اپنی پوشاک تو اجلی رکھتے ہیں لیکن اپنا دین میلا رکھتے ہیں اور یہ بھی یادرکھو کہ بعض لوگ اپنے آپ کو عزت دار محسوس کرتے ہیں حالانکہ انجام کے اعتبار سے وہ خود کو ذلت وخواری میں ڈالنے والے ہیں۔

حضرت حذیفہ بن الیمان (جو کبار صحابہ میں سے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے محرم راز تھے) کہتے ہیں کہ نجران کے لوگوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہمارے پاس (حاکم وقاضی بنا کر) ایسے شخص کو بھیجئے جو امانت دار ہو یعنی ہمارے حقوق میں کوئی خیانت نہ کرے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یقیناً میں ایک ایسے شخص کو (حاکم یا قاضی بنا کر تمہارے ہاں بھیجوں گا جو امین ہے اور اس لائق ہے کہ امانت دار کہا جائے۔ (یہ سن کر) لوگ اس شرف کے حصول کی تمنا اور انتظار کرنے لگے (کہ دیکھیں کون شخص اس منصب کا شرف وامتیاز حاصل کرتا ہے) حضرت حذیفہ کہتے ہیں کہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوعبیدہ بن الجراح کو بھیجا۔" (بخاری ومسلم، مشکوۃ المصابیح، جلد پنجم: رقم الحدیث، 764)

نجران" یمن میں ایک جگہ کا نام ہے جس کو ۱۰ھ میں فتح کیا گیا تھا اور ایک قول یہ ہے کہ "نجران" حجاز اور شام کے درمیان واقع ایک جگہ کا نام ہے۔ تمنا اور انتظار کرنے لگے "اس تمنا اور اظہار کا تعلق جاہ طلبی کے جذبہ اور حصول منصب کی خواہش سے ہرگز نہیں تھا بلکہ اس تمنا واشتیاق کی بنیاد صفت امانت سے متصف قرار پانے کی طلب وخواہش تھی۔

## حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کی فضیلت کا بیان

حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ (ایک دن) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اپنی بیویوں سے فرمایا: تمہارا معاملہ کچھ اس نوعیت کا ہے کہ مجھ میرے بعد کے فکر میں ڈالتا ہے اور تمہارے خرچہ پر وہی جو صبر کریں گے (صابر ہیں اور صدیق ہیں حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ (صابر اور صدیق سے) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد وہ لوگ ہیں جو صدقہ دینے والے اور کار خیر کرنے والے ہیں پھر حضرت عائشہ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کے بیٹے حضرت ابوسلمہ تابعی کے سامنے (ان کے والد بزرگوار کے زبردست مالی ایثار پر اظہار تشکر اور جذبہ منت گزاری کے تحت) کہا: اللہ تعالیٰ تمہارے باپ کو جنت کی سلسبیل سے سیراب فرمائے" اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات (کے خرچہ) کے لئے ایک باغ دیا تھا جو چالیس ہزار دینار کو بیچا گیا تھا۔ (مشکوۃ المصابیح، جلد پنجم: رقم الحدیث، 762)

جو صابر ہیں" یعنی وہ لوگ کہ جو اللہ کی رضا وخوشنودی کی خاطر اپنا مال اور اپنی دولت خرچ کرتے ہیں، صدقہ وخیرات کے ذریعہ اس دنیا کی پونجی کو تو کم کرتے ہیں مگر آخرت کے سرمایہ میں اضافہ کرتے ہیں اور اس طرح مال ودولت کے خرچ ہونے پر نفس کو

جونا گواری ہوتی ہے اس پر صبر کرتے ہیں۔ صدیق ہیں یعنی وہ لوگ جو صدقہ معاملہ میں کامل ہیں، ادائے حقوق میں سب سے آگے ہیں اور جود وسخا میں کثیر الصدق ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ازواج مطہرات سے جو کچھ فرمایا اس کا حاصل یہ تھا کہ جب اللہ تعالیٰ نے تمہیں اختیار دیا تھا کہ چاہے تو زوجیت رسول کے شرف کی صورت میں آخرت کو اختیار کرلو، چاہو آسائش وآرام کی زندگی گزارنے کی خاطر اس شرف کو چھوڑ دینا اختیار کرلو تو اس وقت تم نے اگرچہ دنیا پر آخرت کو ترجیح دی تھی اور میری رفاقت وزوجیت میں رہنے کے فیصلہ کو اس کامل یقین کے ساتھ برقرار رکھا تھا کہ اس عظیم ترین شرف واعزاز کی خاطر دنیا کے بڑے مصائب اور بڑی سے بڑی سختی کو بھی خوش دلی سے انگیز کروگی، تاہم مجھ کو کبھی کبھی خیال آتا ہے کہ تمہارے لئے میراث چھوڑ کر نہیں جارہا ہوں، نہ معلوم میری وفات کے بعد تمہیں کن حالات سے دوچار ہونا پڑے۔ تمہارے ساتھ لوگ کیا معاملہ اور کیسا سلوک رکھیں گے کون شخص تمہارے گزارے کا متکفل بنے گا اور کس شخص کو تمہاری خبر گیری کی توفیق نصیب ہوگی اور جو تمہارے مصارف کے لئے اپنے مال اور اپنی جائداد کا نذرانہ پیش کریں گے ان کا وہی مقام ومرتبہ ہوگا جو اللہ کے نزدیک "صابر" اور صدیق" کا ہوتا ہے حضرت عائشہ نے ارشاد نبوت کے سیاق میں، صابر اور صدیق کے معنی بیان کئے اور پھر حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کے حق میں، ان کے بیٹے کے سامنے، جو دعائیہ کلمات ارشاد فرمائے اس سے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کی وہ فضیلت ظاہر ہوئی جو انہوں نے ازواج مطہرات کے لئے اپنی بڑی ایک جائداد کا نذرانہ پیش کر کے اس حدیث کے مطابق حاصل کی۔

اللہ کی راہ میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کی مالی قربانیاں: حدیث بالا میں یہ ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے باغ ازواج مطہرات کے لئے دیا تھا وہ چالیس ہزار دینار کو بیچا گیا، لیکن ترمذی ہی کی ایک روایت میں، جس کو ترمذی نے "حسن غریب" کہا ہے یوں ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے ازواج مطہرات کے مصارف کے لئے اپنا پورا باغ اللہ کی راہ میں دیدیا تھا جو چار لاکھ درہم یا دینار کو بیچا گیا۔ یہ تو ابن عوف کی مالی قربانیوں کی صرف ایک مثال ہے، وہ بہت بڑے تاجر تھے اور وسیع بنیادوں پر پھیلی ہوئی اپنی تجارت کے ذریعہ جتنا زیادہ مال واسباب پیدا کرتے تھے اتنا ہی اللہ کی راہ میں خرچ بھی کرتے تھے۔

حقیقت تو یہ ہے کہ اگر ان کی زندگی اور ان کے حالات کا جائزہ لیا جائے تو یہ کہنا مطلقا مبالغہ نہ ہوگا کہ ان کی تمام تر تجارت اور کسب مال کا مقصد ہی اللہ کی راہ میں اور دین کی سربلندی کے لئے خرچ کرنا تھا۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک مرتبہ اپنے آدھے مال واسباب اور چار ہزار دینار یا درہم یا درہم نقد کا نذرانہ پیش کیا، پھر انہوں نے چالیس ہزار دینار تصدق کئے، پھر پانچ سو گھوڑے جہاد کے لئے اللہ کے کی راہ میں دیئے اور پھر جہاد ہی کے لئے اللہ کی راہ میں انہوں نے ڈیڑھ ہزار اونٹنیاں پیش کیں اور ان تمام مال واسباب میں سے اکثر حصہ ان کے تجارتی مال وسرمایہ سے تعلق رکھتا تھا۔ ایک روایت کے مطابق ایک دن حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے ایک سو پچاس ہزار یعنی ڈیڑھ لاکھ دینار اللہ کی خوشنودی کے لئے صحابہ کرام کو دیئے، پھر جب رات آئی تو گھر میں قلم کاغذ لے بیٹھے اور اپنا تمال مہاجرین وانصار صحابہ میں تقسیم کرنے کے لئے ایک فہرست مرتب کی، اس فہرست میں انہوں نے اپنے بدن کے کپڑوں تک کے بارے میں لکھا کہ میرے بدن پر جو قمیص ہے وہ فلاح صاحب کے لئے ہے اور میرا عمامہ فلاں صاحب کے لئے اس طرح انہوں نے اپنے مال واسباب میں

سے کچھ باقی نہیں رہنے دیا، ایک ایک چیز حاجتمندوں کے نام لکھ دی، اس کام سے فارغ ہو کر سو گئے صبح ہوئی تو نماز فجر کے لئے مسجد پہنچے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز ادا کی اتنے میں حضرت جبرائیل نازل ہوئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ عبدالرحمٰن کو میری طرف سے سلام کہو اور وہ فہرست (جو انہوں نے آج رات میں بنائی ہے) ان سے قبول کر کے پھر ان کو واپس کر دو اور ان سے کہو کہ اللہ نے تمہارا صدقہ قبول کر لیا، اس سارے مال و اسباب میں تم اللہ اور اللہ کے رسول کی طرف سے وکیل ہو، اپنی مرضی سے اس میں سے لین دین کرو اور اپنے سابقہ حق تصرف کے ساتھ چاہو خرچ کرو، اس کا تم سے کوئی حساب نہیں لیا جائے گا اس کے ساتھ ہی ان کو جنت کی بشارت عطا کی گئی۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ انہوں نے تیس ہزار غلام آزاد کئے۔ پسماندگان میں انہوں نے چار بیویاں چھوڑی تھیں اور منقول ہے کہ ایک ایک بیوی کے حصہ میں اسی ہزار درہم آئے تھے بلکہ ایک روایت میں یوں ہے کہ عبداللہ بن عوف کا ترکہ سولہ سہام پر تقسیم، ہوا اور ہر بیوی کے حصہ دو دو لاکھ درہم آئے۔

**53**- حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ النَّمَرِيُّ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْحُرِّ بْنِ الصَّيَّاحِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْاَخْنَسِ اَنَّهُ كَانَ فِي الْمَسْجِدِ فَذَكَرَ رَجُلٌ عَلِيًّا عَلَيْهِ السَّلَام فَقَامَ سَعِيْدُ بْنُ زَيْدٍ فَقَالَ اَشْهَدُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنِّيْ سَمِعْتُهُ وَهُوَ يَقُوْلُ عَشْرَةٌ فِي الْجَنَّةِ النَّبِيُّ فِي الْجَنَّةِ وَاَبُوْ بَكْرٍ فِي الْجَنَّةِ وَعُمَرُ فِي الْجَنَّةِ وَعُثْمَانُ فِي الْجَنَّةِ وَعَلِيٌّ فِي الْجَنَّةِ وَطَلْحَةُ فِي الْجَنَّةِ وَالزُّبَيْرُ بْنُ الْعَوَّامِ فِي الْجَنَّةِ وَسَعْدُ بْنُ مَالِكٍ فِي الْجَنَّةِ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ فِي الْجَنَّةِ وَلَوْ شِئْتُ لَسَمَّيْتُ الْعَاشِرَ قَالَ فَقَالُوْا مَنْ هُوَ فَسَكَتَ قَالَ فَقَالُوْا مَنْ هُوَ فَقَالَ هُوَ سَعِيْدُ بْنُ زَيْدٍ

✧✧ حضرت عبدالرحمٰن بن اخنس رضی اللہ عنہ کے بارے میں منقول ہے وہ مسجد میں موجود تھے۔ ایک شخص نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا تذکرہ کیا تو حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور فرمایا: میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں گواہی دے کر یہ بات کہتا ہوں کہ میں نے آپ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: دس لوگ ''جنتی'' ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جنتی ہیں، ابوبکر جنتی ہیں، عمر جنتی ہیں، عثمان ہیں، علی جنتی ہیں، طلحہ جنتی ہیں، زبیر بن العوام جنتی ہیں، سعد بن مالک ہیں اور عبدالرحمٰن بن عوف جنتی ہیں (حضرت سعید بن زید نے فرمایا) اور اگر تم لوگ چاہو تو میں دسویں آدمی کا نام بھی لے لیتا ہوں۔

راوی کہتے ہیں لوگوں نے دریافت کیا: وہ کون سے صاحب ہیں؟ وہ خاموش رہے پھر ان لوگوں نے دریافت کیا تو انہوں نے جواب دیا: سعید بن زید (یعنی وہ خود)۔

**54**- حَدَّثَنَا اَبُوْ كَامِلٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زِيَادٍ حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ الْمُثَنّٰى النَّخَعِيُّ حَدَّثَنِيْ جَدِّيْ رِيَاحُ بْنُ الْحَارِثِ قَالَ كُنْتُ قَاعِدًا عِنْدَ فُلَانٍ فِيْ مَسْجِدِ الْكُوْفَةِ وَعِنْدَهُ اَهْلُ الْكُوْفَةِ فَجَاءَ سَعِيْدُ بْنُ زَيْدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ نُفَيْلٍ فَرَحَّبَ بِهٖ وَحَيَّاهُ وَاَقْعَدَهُ عِنْدَ رِجْلِهٖ عَلَى السَّرِيْرِ فَجَاءَ رَجُلٌ مِّنْ اَهْلِ الْكُوْفَةِ يُقَالُ لَهٗ قَيْسُ بْنُ عَلْقَمَةَ فَاسْتَقْبَلَهٗ فَسَبَّ وَسَبَّ فَقَالَ سَعِيْدٌ مَنْ يَّسُبُّ هٰذَا الرَّجُلُ قَالَ يَسُبُّ عَلِيًّا قَالَ اَلَا اَرٰى اَصْحَابَ رَسُوْلِ اللّٰهِ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُسَبُّونَ عِنْدَكَ ثُمَّ لَا تُنْكِرُ وَلَا تُغَيِّرُ اَنَا سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ وَاِنِّيْ لَغَنِيٌّ اَنْ اَقُوْلَ عَلَيْهِ مَا لَمْ يَقُلْ فَيَسْاَلَنِيْ عَنْهُ غَدًا اِذَا لَقِيتُهُ اَبُوْ بَكْرٍ فِي الْجَنَّةِ وَعُمَرُ فِي الْجَنَّةِ وَسَاقَ مَعْنَاهُ ثُمَّ قَالَ لَمَشْهَدُ رَجُلٍ مِنْهُمْ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَغْبَرُّ فِيْهِ وَجْهُهُ خَيْرٌ مِّنْ عَمَلِ اَحَدِكُمْ عُمُرَهُ وَلَوْ عُمِّرَ عُمُرَ نُوْحٍ

✧✧ رباح بن حارث بیان کرتے ہیں میں فلاں کے پاس مسجد کوفہ میں بیٹھا ہوا تھا ان کے پاس کچھ اہل کوفہ بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت سعید بن زید بن عمرو بن نفیل رضی اللہ عنہ آئے تو ان صاحب نے انہیں خوش آمدید کہا اور انہیں اپنے ساتھ اپنے پاؤں کی طرف چارپائی پر بٹھا دیا۔ پھر کوفہ سے تعلق رکھنے والا ایک شخص آیا جس کا نام قیس بن علقمہ تھا۔ وہ جیسے ہی ان کے سامنے آیا تو برا کہنے لگا۔ حضرت سعید رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا: یہ شخص کسے برا کہہ رہا ہے؟ انہوں نے بتایا یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو برا کہہ رہا ہے۔ حضرت سعید رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا میں یہ دیکھ رہا ہوں کہ تمہارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کو برا کہا جا رہا ہے پھر بھی تم اسے روک نہیں رہے ہو۔ اسے تبدیل نہیں کروا رہے (یعنی خاموش نہیں کروا رہے) میں نے نبی اکرم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے اور مجھے اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے ایسی بات بیان کروں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ ارشاد فرمائی ہو اور کل جب میں آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے اس کے بارے میں دریافت کریں۔ (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے) ابوبکر جنتی ہیں، عمر جنتی ہیں (اس کے بعد انہوں نے پوری حدیث نقل کی ہے) پھر انہوں نے فرمایا: ان میں سے کسی ایک شخص کا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ میں شریک ہونا، جس میں ان کا چہرہ غبار آلود ہو جائے تم میں سے کسی ایک شخص کے عمر بھر کے اعمال سے زیادہ بہتر ہے اگرچہ اس شخص کی عمر، حضرت نوح علیہ السلام کی عمر جتنی ہو۔

**55**- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ ح و حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى الْمَعْنٰى قَالَا حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ اَبِيْ عَرُوْبَةَ عَنْ قَتَادَةَ اَنَّ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ حَدَّثَهُمْ اَنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَعِدَ اُحُدًا فَتَبِعَهُ اَبُوْ بَكْرٍ وَعُمَرُ وَعُثْمَانُ فَرَجَفَ بِهِمْ فَضَرَبَهُ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِرِجْلِهِ وَقَالَ اثْبُتْ اُحُدُ نَبِيٌّ وَّصِدِّيْقٌ وَّشَهِيْدَانِ

✧✧ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ''احد'' پہاڑ پر چڑھے۔ آپ کے ساتھ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بھی چڑھے تو وہ ہلنے لگا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا پاؤں اس پر مارا اور فرمایا: اے اُحد! ٹھہرے رہو (تمہارے اوپر) ایک نبی، ایک صدیق اور دو شہید موجود ہیں۔

## شرح

شہداء" سے مراد حضرت عمر، حضرت عثمان، تھے، چنانچہ ان سب حضرات کو شہادت ہی کی موت ملی، ان میں سے حضرت طلحہ اور حضرت زبیر جنگ جمل کے موقع پر شہید کیے گئے اور اگرچہ ان کی موت عین جنگ کے دوران واقعہ نہیں ہوئی تھی بلکہ جنگ سے باہر ظلماً مارے گئے تھے لیکن چونکہ یہ ثابت ہے کہ جس شخص کو ظلماً قتل کر دیا جائے وہ شہید ہوتا ہے اس لئے ان دونوں کو بھی شہادت کا

مرتبہ نصیب ہوا۔ اور علی کا ذکر نہیں کیا۔" اس سے پہلے جملہ میں "زاد" کا لفظ کسی ناقل روایت کے تسامح کو ظاہر کرتا ہے کیونکہ اس راوی کی روایت میں حضرت علی کے بجائے حضرت سعد بن ابی وقاص کا ذکر "معاوضہ اور مبادلہ" کی صورت ہے نہ کہ "اضافہ" کی۔ بہر حال اس روایت میں، کہ جس میں حضرت سعد بن ابی وقاص کا ذکر ہے۔ یہ اشکال پیش آتا ہے کہ ان کو تو شہادت کی موت نہیں بلکہ وادی عقیق واقع اپنے محل میں فوت ہوئے تھے! اس اشکال کو دور کرنے کے لئے یا تو یہ توجیہ کی جائے گی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سب حضرات کو تغلیبا شہید فرمایا تھا گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد یہ تھی ایک نبی اور ایک صدیق کے علاوہ باقی وہ لوگ ہیں جن میں سے اکثر و بیشتر شہید ہوں گے یا جیسا کہ سید جمال الدین نے لکھا ہے، یہ کہا جائے گا کہ حضرت سعد کی موت کسی ایسے مرض کے سبب واقع ہوئی تھی جس میں مبتلا ہو کر مرنے والا "شہید" کے حکم میں ہوتا ہے، جیسے پیٹ کی بیماری وغیرہ۔

**56**- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَيَزِيدُ بْنُ خَالِدٍ الرَّمْلِيُّ اَنَّ اللَّيْثَ حَدَّثَهُمْ عَنْ اَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ قَالَ لَا يَدْخُلُ النَّارَ اَحَدٌ مِمَّنْ بَايَعَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ

✧✧ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: جہنم میں ایسا کوئی شخص داخل نہیں ہوگا جس نے درخت کے نیچے بیعت کی ہو۔ (یعنی بیعت رضوان کی ہو)۔

**57**- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ اِسْمٰعِيلَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ ح و حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ سِنَانٍ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ اَخْبَرَنَا حَمَّادُ ابْنُ سَلَمَةَ عَنْ عَاصِمٍ عَنْ اَبِي صَالِحٍ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مُوْسٰى فَلَعَلَّ اللّٰهَ وَقَالَ ابْنُ سِنَانٍ اطَّلَعَ اللّٰهُ عَلٰى اَهْلِ بَدْرٍ فَقَالَ اعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ فَقَدْ غَفَرْتُ لَكُمْ

✧✧ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: شاید اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہو ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں: اللہ تعالیٰ نے اہل بدر کی طرف جھانک کر یہ کہا: تم جو چاہو عمل کرو میں نے تمہیں بخش دیا ہے۔

**58**- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ اَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ ثَوْرٍ حَدَّثَهُمْ عَنْ مَعْمَرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ قَالَ خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَمَنَ الْحُدَيْبِيَةِ فَذَكَرَ الْحَدِيْثَ قَالَ فَاَتَاهُ يَعْنِيْ عُرْوَةَ بْنَ مَسْعُوْدٍ فَجَعَلَ يُكَلِّمُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكُلَّمَا كَلَّمَهُ اَخَذَ بِلِحْيَتِهِ وَالْمُغِيْرَةُ بْنُ شُعْبَةَ قَائِمٌ عَلٰى رَاْسِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعَهُ السَّيْفُ وَعَلَيْهِ الْمِغْفَرُ فَضَرَبَ يَدَهُ بِنَعْلِ السَّيْفِ وَقَالَ اَخِّرْ يَدَكَ عَنْ لِحْيَتِهِ فَرَفَعَ عُرْوَةُ رَاْسَهُ فَقَالَ مَنْ هٰذَا قَالُوا الْمُغِيْرَةُ بْنُ شُعْبَةَ

✧✧ حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں صلح حدیبیہ کے موقع پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے (پھر اس کے بعد

حدیث 56:

اخرجه مسلم فی "صحيحه" رقم الحديث: 2496
اخرجه ابن ماجه فی "سننه" رقم الحديث: 4281
اخرجه ابن حبان فی "صحيحه" رقم الحديث: 4802
اخرجه ابويعلى فی "مسنده" رقم الحديث: 7044
اخرجه الترمذی فی "جامعه" رقم الحديث: 3159
اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحديث: 14820
اخرجه النسائی فی "سننه الكبرٰى" رقم الحديث: 11321

انہوں نے پوری حدیث کا ذکر کیا ہے جس میں یہ تذکرہ بھی ہے) عروہ بن مسعود آپ کے پاس آیا اور نبی اکرم ﷺ کے ساتھ بات چیت کرنے لگا۔ وہ جب بھی آپ کے ساتھ بات کرتا تھا تو آپ کی داڑھی مبارک کو ہاتھ لگاتا تھا۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کے پاس کھڑے ہوئے تھے۔ ان کے پاس تلوار تھی اور انہوں نے سر پر خود پہنا ہوا تھا۔ انہوں نے تلوار کی نعل اس کے ہاتھ پر ماری اور بولے: اپنے ہاتھ کو آپ ﷺ کی داڑھی سے پیچھے رکھو! تو عروہ نے سر اٹھا کر دریافت کیا: یہ کون ہیں؟ لوگوں نے بتایا: یہ مغیرہ بن شعبہ ہیں۔

**59**- حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ مُحَمَّدٍ الْمُحَارِبِيِّ عَنْ عَبْدِ السَّلَامِ بْنِ حَرْبٍ عَنْ اَبِىْ خَالِدٍ الدَّالَانِيِّ عَنْ اَبِىْ خَالِدٍ مَوْلٰى اٰلِ جَعْدَةَ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَتَانِىْ جِبْرِيْلُ فَاَخَذَ بِيَدِىْ فَاَرَانِىْ بَابَ الْجَنَّةِ الَّذِىْ تَدْخُلُ مِنْهُ اُمَّتِىْ فَقَالَ اَبُوْ بَكْرٍ يَّا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَدِدْتُ اَنِّىْ كُنْتُ مَعَكَ حَتّٰى اَنْظُرَ اِلَيْهِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَا اِنَّكَ يَا اَبَا بَكْرٍ اَوَّلُ مَنْ يَّدْخُلُ الْجَنَّةَ مِنْ اُمَّتِىْ

✧✧ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: حضرت جبریل علیہ السلام میرے پاس آئے میرا بازو تھاما اور جنت کا دروازہ مجھے دکھایا جس میں سے میری امت داخل ہوگی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی! یارسول اللہ (ﷺ)! میری یہ خواہش تھی کہ میں بھی آپ کے ساتھ ہوتا تاکہ میں بھی اسے دیکھ لیتا۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ابوبکر جہاں تک تمہارا تعلق ہے تم میری امت میں سب سے پہلے جنت میں داخل ہو گے۔

**60**- حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ اَبُوْ عُمَرَ الضَّرِيْرُ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ اَنَّ سَعِيْدَ بْنَ اِيَاسٍ الْجُرَيْرِيَّ اَخْبَرَهُمْ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ شَقِيْقٍ الْعُقَيْلِيِّ عَنِ الْاَقْرَعِ مُؤَذِّنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ بَعَثَنِىْ عُمَرُ اِلَى الْاُسْقُفِ فَدَعَوْتُهُ فَقَالَ لَهُ عُمَرُ وَهَلْ تَجِدُنِىْ فِى الْكِتَابِ قَالَ نَعَمْ قَالَ كَيْفَ تَجِدُنِىْ قَالَ اَجِدُكَ قَرْنًا فَرَفَعَ عَلَيْهِ الدِّرَّةَ فَقَالَ قَرْنٌ مَهْ فَقَالَ قَرْنٌ حَدِيْدٌ اَمِيْنٌ شَدِيْدٌ قَالَ كَيْفَ تَجِدُ الَّذِىْ يَجِىْءُ مِنْ بَعْدِىْ فَقَالَ اَجِدُهُ خَلِيْفَةً صَالِحًا غَيْرَ اَنَّهُ يُؤْثِرُ قَرَابَتَهُ قَالَ عُمَرُ يَرْحَمُ اللّٰهُ عُثْمَانَ ثَلَاثًا فَقَالَ كَيْفَ تَجِدُ الَّذِىْ بَعْدَهُ قَالَ اَجِدُهُ صَدَاً حَدِيْدٍ فَوَضَعَ عُمَرُ يَدَهُ عَلٰى رَاْسِهِ فَقَالَ يَا دَفْرَاهُ يَا دَفْرَاهُ فَقَالَ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِنَّهُ خَلِيْفَةٌ صَالِحٌ وَّلٰكِنَّهُ يُسْتَخْلَفُ حِيْنَ يُسْتَخْلَفُ وَالسَّيْفُ مَسْلُوْلٌ وَّالدَّمُ مُهْرَاقٌ قَالَ اَبُوْ دَاوٗدَ الدَّفْرُ النَّتْنُ

✧✧ اقرع، جو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے مؤذن تھے، بیان کرتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مجھے ''اسقف'' (پادری)

---

حدیث 59:

اخرجه الحاكم فی "المستدرك" رقم الحديث: 4444 اخرجه امام احمد فی "فضائل الصحابة" رقم الحديث: 593

اخرجه الطبرانی فی "معجمه الاوسط" رقم الحديث: 2594

حدیث 60:

اخرجه ابو بكر شيبانی فی "الآحاد والمثانی" رقم الحديث: 107 اخرجه ابن ابی شيبة فی "مصنفه" رقم الحديث: 32000

کے پاس بھیجا میں اسے بلا کر لایا۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اس سے دریافت کیا کہ تم اپنی کتاب میں میرے بارے میں کچھ پاتے ہو؟ اس نے جواب دیا: جی ہاں! حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا: تم کیا پاتے ہو، اس نے کہا: میں نے آپ کو ''قرن'' پایا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنا درہ اس کی طرف اٹھایا اور فرمایا: ''قرن'' کا کیا مطلب ہے۔ وہ بولا: ''قرن'' سے مراد سخت، امین اور زبردست ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا: جو میرے بعد آئے گا اسے تم کیسا پاتے ہو؟ اس نے جواب دیا: میں اسے ایک ایسا خلیفہ پاتا ہوں جو نیک ہوگا البتہ وہ اپنے قریبی رشتے داروں کے ساتھ ترجیحی سلوک کرے گا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بولے: اللہ تعالیٰ عثمان پر رحم کرے! یہ جملہ انہوں نے تین مرتبہ بولا۔ پھر انہوں نے فرمایا: اس کے بعد جو خلیفہ ہوگا تم اسے کیسا پاتے ہو۔ اس نے کہا: میں اسے لوہے سے بنا ہوا پاتا ہوں۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنا ہاتھ سر پر رکھا اور فرمایا، اے بدبودار! اے بدبودار! (یعنی چلے جاؤ) وہ بولا: اے امیر المومنین وہ خلیفہ اچھا ہوگا لیکن جب اسے خلیفہ مقرر کیا جائے گا تو اس وقت تلواریں کھینچی ہوئی ہوں گی اور خون بہے گا (یعنی آپس میں خانہ جنگی ہوگی)۔

امام ابوداؤد بیان کرتے ہیں: اس حدیث میں استعمال ہونے والے لفظ ''دفر'' کا مطلب بدبودار ہونا ہے۔

## بَاب فِيْ فَضْلِ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

## باب 11: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کی فضیلت کا بیان

**61**- حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ قَالَ اَنْبَانَا ح و حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ زُرَارَةَ بْنِ اَوْفٰى عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْرُ اُمَّتِىَ الْقَرْنُ الَّذِيْنَ بُعِثْتُ فِيْهِمْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ اَذَكَرَ الثَّالِثَ اَمْ لَا ثُمَّ يَظْهَرُ قَوْمٌ يَشْهَدُوْنَ وَلَا يُسْتَشْهَدُوْنَ وَيَنْذِرُوْنَ وَلَا يُوْفُوْنَ وَيَخُوْنُوْنَ وَلَا يُؤْتَمَنُوْنَ وَيَفْشُوْ فِيْهِمُ السِّمَنُ

✧✧ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: میری امت میں بہترین زمانہ وہ ہے جب مجھے مبعوث کیا گیا، پھر اس کے بعد والوں کا زمانہ، پھر اس کے بعد والوں کا زمانہ ہوگا۔

حدیث 61:

اخرجه البخاری فی "صحيحه" رقم الحديث: 2509
اخرجه مسلم فی "صحيحه" رقم الحديث: 2533
اخرجه الترمذی فی "جامعه" رقم الحديث: 2222
اخرجه ابن ماجه فی "سننه" رقم الحديث: 2362
اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحديث: 7123
اخرجه ابن حبان فی "صحيحه" رقم الحديث: 6729
اخرجه الحاكم فی "المستدرك" رقم الحديث: 4871
اخرجه النسائی فی "سننه الكبرىٰ" رقم الحديث: 6031
اخرجه البيهقی فی "سننه الكبرىٰ" رقم الحديث: 20387
اخرجه ابويعلی فی "مسنده" رقم الحديث: 5103
اخرجه الطبرانی فی "معجمه الصغير" رقم الحديث: 96
اخرجه الطبرانی فی "معجمه الاوسط" رقم الحديث: 1122
اخرجه الطبرانی فی "معجمه الكبير" رقم الحديث: 2188
اخرجه الطيالسی فی "مسنده" رقم الحديث: 852
اخرجه ابو بكر شيبانی فی "الآحاد والمثانی" رقم الحديث: 726
اخرجه عبد بن حكيم الكسی فی "مسنده" رقم الحديث: 383
اخرجه ابن ابی شيبة فی "مصنفه" رقم الحديث: 32416

راوی کہتے ہیں (اللہ بہتر جانتا ہے) کہ آپ نے تیسری مرتبہ ذکر کیا تھا یا نہیں کیا تھا۔ (پھر آپ نے فرمایا) اس کے بعد وہ لوگ آئیں گے جو گواہی دیں گے حالانکہ ان سے گواہی نہیں مانگی جائے گی وہ لوگ نذر مانیں گے لیکن اسے پورا نہیں کریں گے۔ وہ لوگ خیانت کریں گے انہیں امین نہیں بنایا جائے گا۔ اور ان میں موٹاپا ظاہر ہوگا۔

## صحابہ کرام سے محبت

حضراتِ صحابہ کرام سے محبت اہلسنت و جماعت کے نزدیک اصول ایمان میں سے ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بنی نوع انسان کے برگزیدہ ومنتخب افراد میں سے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ آلہ وسلم کی مصاحبت ونصرت اور دین کی دعوت واشاعت کے لیے منتخب فرمایا تھا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین اُمت کا وہ طبقہ ہے جس نے حفاظت دین اور اگلی نسلوں تک اس کی تبلیغ کی اہم اور سنگین ذمہ داری کو اچھی طرح پوری کر چکا ہے۔ اگر یہ منتخب گروہ نہ ہوتا تو اسلامی شریعت بھی یہودیت ومسیحیت کی طرح تحریف کا شکار ہو جاتی۔ اب اگر کوئی شخص صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی صلاحیت وراست گوئی اور امانتداری کے حوالے سے شک وشبہ کا اظہار کرتا ہے تو دراصل وہ قرآن وسنت کی حقانیت پر طعن کرتا ہے اور ان مآخذ ومنابع کو مشکوک بناتا ہے جو صحابہ کرام کے ذریعے ہم تک پہنچے ہوئے ہیں۔

دوسری جانب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی فضیلت میں موجود متعدد آیات واحادیث ان کی محبت کو ہم پر واجب بناتی ہیں، نیز جو افراد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی شان میں گستاخی کرتے ہیں ان سے دشمنی وبغض کا سبق بھی ہمیں انہی قرآنی آیات واحادیث نبوی سے ملتا ہے۔ ہم صحابہ کرام سے بے پناہ محبت کرتے ہیں چونکہ:

1۔ اللہ تعالیٰ اُن سے راضی ہوا، ارشاد ربانی ہے: (لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِي قُلُوبِهِمْ فَأَنزَلَ السَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ وَأَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيبًا ،الفتح/18) (بیشک اللہ مومنوں سے راضی ہو گیا جب وہ (حدیبیہ میں) درخت کے نیچے آپ سے بیعت کر رہے تھے، سو جو (جذبۂ صدق ووفا) ان کے دلوں میں تھا اللہ نے معلوم کر لیا تو اللہ نے ان (کے دلوں) پر خاص تسکین نازل فرمائی اور انہیں ایک بہت ہی قریب فتح (خیبر) کا انعام عطا کیا)

2۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ایمان کی صفت سے متصف کر کے یاد کیا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے: (وَإِن يُرِيدُوا أَن يَخْدَعُوكَ فَإِنَّ حَسْبَكَ اللّٰهُ هُوَ الَّذِي أَيَّدَكَ بِنَصْرِهِ وَبِالْمُؤْمِنِينَ ،الانفال/62). (اور اگر وہ چاہیں کہ آپ کو دھوکہ دیں تو بیشک آپ کے لئے اللہ کافی ہے، وہی ہے جس نے آپ کو اپنی مدد کے ذریعے اور اہلِ ایمان کے ذریعے طاقت بخشی)

3۔ ہمیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے اس لئے محبت ہے چونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کی تصدیق کر کے انہیں کامیاب قرار دیا ہے اور انہیں جنت کا وعدہ بھی دیا ہے، ارشاد باری ہے: (لَـٰكِنِ الرَّسُولُ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ جَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنفُسِهِمْ وَأُولَـٰئِكَ لَهُمُ الْخَيْرَاتُ وَأُولَـٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ * أَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا ذَٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ) (التوبہ/88-89). (لیکن رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ آلہ وسلم) اور جو لوگ ان کے ساتھ ایمان لائے اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ جہاد کرتے ہیں اور انہی لوگوں کے لئے سب بھلائیاں ہیں اور وہی لوگ مراد پانے والے ہیں* اللہ

نے ان کے لئے جنتیں تیار فرما رکھی ہیں جن کے نیچے سے نہریں جاری ہیں (وہ) ان میں ہمیشہ رہنے والے ہیں، یہی بہت بڑی کامیابی ہے.)

4۔ہم صحابہ کرام سے محبت کرتے ہیں اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں یوں مخاطب کیا ہے: (كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ (آل عمران/110)؛ (تم بہترین امّت ہو جو سب لوگوں (کی رہنمائی) کے لئے ظاہر کی گئی ہے،) ابن عباس فرماتے ہیں: یہی وہ لوگ تھے جنھوں نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ آلہ وسلم کے ساتھ ہجرت کی۔

5۔ہم صحابہ سے محبت کرتے ہیں چونکہ اللہ تعالیٰ بھی صحابہ کرام سے محبت کرتا ہے، چنانچہ فرماتا ہے: (فَسَوْفَ يَأْتِي اللّهُ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ ،المائدہ:54) (عنقریب اللہ (ان کی جگہ) ایسی قوم کو لائے گا جن سے وہ (خود) محبت فرماتا ہوگا اور وہ اس سے محبت کرتے ہوں گے۔

حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اللہ کی قسم یہ آیت حروراء کے لوگوں کے بارے میں نازل نہیں ہوئی بلکہ حضرت ابوبکر وعمر اور ان کے ساتھیوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

6۔ہم صحابہ کرام سے محبت کرتے ہیں چونکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں سچے مومن قرار دیا ہے، ارشاد ربانی ہے: (وَالَّذِينَ آمَنُواْ وَهَاجَرُواْ وَجَاهَدُواْ فِي سَبِيلِ اللّهِ وَالَّذِينَ آوَواْ وَّنَصَرُواْ أُولَئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا لَّهُم مَّغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ، الانفال/74)

اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا اور جن لوگوں نے (راہِ خدا میں گھر بار اور وطن قربان کر دینے والوں کو) جگہ دی اور (ان کی) مدد کی، وہی لوگ حقیقت میں سچے مسلمان ہیں، ان ہی کے لئے بخشش اور عزت کی روزی ہے۔

7۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ آلہ وسلم نے ان سے محبت کرنے کو ایمان کی علامت اور بغض صحابہ کو نفاق کی علامت قرار دیا ہے۔آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ آلہ وسلم کا ارشاد ہے: آيَةُ الايمان: حب الانصار، و آيَةُ النفاق بغض الانصار ؛ متفق علیہ.
ترجمہ: انصار سے محبت ایمان کی علامت اور ان سے بغض نفاق کی علامت ہے۔

8۔ہمیں صحابہ کرام سے پیار ہے چونکہ ہمارے پیارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ان کے تعلق سے بُرا کہنے سے منع کیا ہے، ارشاد نبوی ہے۔إذا ذُكِر أصحابي فأمسكوا، و إذا ذُكِرتِ النجوم فأمسكوا، و إذا ذُكِرَ القدر فأمسكوا) (صحّحه الألباني 545 في صحيح الجامع)

جب بھی میرے صحابہ کے بارے میں بات ہو رہی ہو تو خاموش رہو، جب بھی ستاروں سے متعلق بات ہو رہی ہو تو خاموش رہو، اور جب بھی قدر سے متعلق بات ہو رہی ہو تو خاموش رہو۔

9۔صحابہ کرام سے ہمیں محبت ہے چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو امت مسلمہ کے امن وقرار کا سبب قرار دیا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

النجوم أمنة للسماء، فإذا ذهبت النجوم أتى السماء ما توعد، وأنا أمنة لأصحابي فإذا ذهبتُ أتى أصحابي ما يوعدون، وأصحابي أمنة لأمتي، فإذا ذهب أصحابي أتى أمتي ما يوعدون ،مسلم:2531)۔

ترجمہ: ستارے آسمان کے لئے امان ہیں جب ستاروں کا نکلنا بند ہو جائے گا تو پھر آسمان پر وہی آجائے گا جس کا وعدہ کیا گیا میں اپنے صحابہ کے لئے امان ہوں اور میرے صحابہ میری امت کے لئے امان ہیں، پھر جب میں چلا جاؤں گا تو میرے صحابہ میری امت کے لئے امان ہیں تو جب صحابہ کرام چلے جائیں گے تو ان پر وہ فتنے آن پڑیں گے کہ جن سے ڈرایا جاتا ہے۔

10۔ آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو اس امت کے بہترین افراد قرار دیا ہے اسی لیے ہمیں ان سے محبت ہے، چنانچہ فرماتے ہیں (خير أمّتی القرن الّذين يلونی ثمّ الّذين يلونهم ثمّ الّذين يلونهم (مسلم:2532)۔ ترجمہ: میری امت کے بہترین اشخاص وہ ہیں جن کے درمیان میری بعثت ہوئی (صحابہ کرام)، پھر (وہ نسل) جو ان کے بعد آئے (تابعین)، پھر (سب سے بہترین افراد وہ ہیں) جو ان کے بعد آئیں (تبع تابعین)۔

11۔ ہم صحابہ سے محبت کرتے ہیں اس لیے کہ ہمارے پیارے نبی علیہ السلام نے ہمیں صحابہ کو بُرا بھلا کہنے سے منع کیا ہے، فرمان نبوی ہے: (لا تسبوا أصحابی، فوالذی نفسی بيده لو أنَّ أحدكم أنفق مثل أحد ذهباً ما بلغ مُدَّ أحدهم ولا نصيفه ،مسلم:.2540)؛ ترجمہ: میرے اصحاب کو برا بھلا مت کہو، اگر کوئی شخص احد پہاڑ کے برابر بھی سونا (اللہ کی راہ میں) خرچ کر ڈالے تو ان کے ایک مد (مٹھی) غلہ کے برابر بھی نہیں ہو سکتا اور نہ ان کے آدھے مد کے برابر۔

12۔ ہم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے محبت کرتے ہیں چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت بھیجی ہے ہر اس شخص پر جو صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کو گالی دیتا ہے، فرماتے ہیں: لعن الله من سبَّ أصحابی (صحیح الجامع) (ترجمہ: اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو اس شخص پر جو میرے صحابہ کو بُرا بھلا کہے۔)

13۔ ہمیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے محبت ہے چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ان کے ذریعے دین پھیلے گا اور اسلام کی نصرت ہوگی۔ امر واقع بھی یہی ہے۔ ارشاد نبوی ہے: (يأتی على الناس زمان، يغزو فنام من الناس، فيقال: فيكم من صاحب رسول الله صلى الله عليه وسلم ؟ فيقولون: نعم، فيفتح لهم، ثم يأتی على الناس زمان، فيغزو فنام من الناس، فيقال لهم: فيكم من صاحب أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم ؟ فيقولون: نعم، فيفتح لهم، ثم يأتی على الناس زمان، فيغزو فنام من الناس، فيقال لهم: هل فيكم من صاحب من صاحب أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم ؟ فيقولون: نعم، فيفتح لهم)۔ (بخاری ومسلم)؛ ترجمہ: ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ کچھ لوگ جہاد کریں گے، ان سے پوچھا جائے گا تمہارے ساتھ ایسا آدمی ہے جو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ آلہ وسلم کا ہمرکاب رہا ہو؟ وہ کہیں گے: جی ہاں، اس طرح (مقابلے کے بعد) وہ لوگ فتح یاب ہوں گے۔ پھر کسی اور زمانے میں مسلمانوں کا ایک گروہ جہاد کرنے جائے گا، ان سے پوچھا جائے گا کہ کیا تمہارے ساتھ ایسا بندہ ہے جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے ساتھ رہا ہو؟ جواب آئے گا کہ جی ہاں، پھر مجاہدین کا وہ گروہ فتح یاب ہوگا۔ ایک ایسا دور بھی آئے گا کہ بعض لوگ جہاد کے لیے نکلیں گے تو

ان سے سوال ہوگا کہ کیا تمہارے ساتھ ایسا آدمی ہے جو صحابہ کرام کے ساتھیوں کے ہمرکاب رہا ہو؟ وہ کہیں گے: جی، تو کامیاب ہوں گے۔

14۔ ہمیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے محبت ہے چونکہ وہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ آلہ وسلم کے وزیر اور مددگار ساتھی تھے، اس بارے میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ آلہ وسلم نے فرمایا: (ان الله تبارك وتعالىٰ اختارني، واختار لي أصحاباً، فجعل لي منهم وزراء وأنصاراً وأصهاراً، فمن سبهم فعليه لعنة الله والملائكة والناس أجمعين، لا يقبل منه يوم القيامة صرف ولا عدل، رواہ حاکم وصححہ)۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ نے مجھے منتخب فرمایا ہے اور میرے لئے میرے صحابہ کو منتخب کیا ان کو میرا وزیر مددگار اور رشتہ دار بنایا جو ان کو برا کہے اس پر اللہ تعالیٰ کی فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت ہو اور اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کا کوئی فرض اور کوئی کفارہ قبول نہ کرے گا

.15۔ ہم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اُجمعین سے محبت کرتے ہیں اس لیے کہ ان سے محبت کرنا نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ آلہ وسلم سے محبت کرنا ہے اور صحابہ سے نفرت آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ آلہ وسلم سے نفرت کی دلیل وعلامت ہے، اسی بارے میں فرمان نبوی ہے: (الله الله في أصحابي، لا تتخذوهم غرضاً بعدي، فمن أحبهم فبحبي أحبهم، ومن أبغضهم فببغضي أبغضهم، ومن آذاهم فقد آذاني، ومن آذاني فقد آذى الله، ومن آذى الله أوشك أن يأخذه) (رواہ احمد وترمذی وجعلہ حسناً)

میرے صحابہ کے بارے میں اللہ سے ڈرو! میرے بعد ان کو (طعن وتشنیع کا) نشانہ نہ بنانا (یادرکھو) جس نے اِن سے محبت کی، پس میری محبت کی وجہ سے اِس نے اُن سے محبت کی۔ جس نے اُن سے بغض رکھا پس میرے بغض کی وجہ سے اُن سے بغض رکھا اور جس نے اُن کو اذیت دی پس اس نے مجھے اَذیت دی جس نے مجھے اَذیت دی، اس نے اللہ کو اذیت دی اور جس نے اللہ کو اذیت دی، پس قریب ہے کہ وہ اس کو گرفت کرلے۔

16۔ ہمیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اُجمعین سے محبت ہے چونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے احترام وعزت کو اپنے ہی احترام کے مترادف قرار دیا ہے، چنانچہ فرماتے ہیں: (احفظوني في أصحابي، ثم الذين يلونهم، ثم الذين يلونهم) . (ابن ماجہ: 1927، وصححہ الالبانی)؛ ترجمہ: میری منزلت وعزت کی حفاظت کے لیے میرے صحابہ اور ان کے بعد آنے والے دو صدیوں کے لوگوں کی منزلت وعزت کا خیال رکھو۔

18۔ ہم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اُجمعین سے محبت کرتے ہیں اس لیے کہ وہ اہل علم وفضیلت، اخلاق اور سچائی والے تھے، ارشاد نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ آلہ وسلم ہے: (أراف أمتي بأمتي أبوبكر، وأشدهم في دين الله عمر، وأصدقهم حياء عثمان، وأقضاهم علي، وأفرضهم زيد بن ثابت، وأقرؤهم ابيّ، وأعلمهم بالحلال والحرام معاذ بن جبل، الا وإن لكل أمة أميناً، وأمين هذه الأمة أبوعبيدة بن الجراح) . (حاکم، صححہ الالبانی 868 فی صحیح الجامع .) ترجمہ: میری

امت پر سب سے زیادہ رحیم ابوبکر ہے، دین پر سختی سے عمل کرنے والا عمر ہے، سب سے زیادہ سچے باحیا عثمان ہے، عدل میں سب سے آگے علی ہے، ہر امت کا ایک امین ہوتا ہے اور اس امت کا امین ابوعبیدہ بن الجراح ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ صحابہ کرام کے صفات عالیہ کے ذکر میں کہتے ہیں: جب اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے دلوں پر نظر ڈالی تو محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک کو بہترین پایا۔ تو انہیں منتخب کر کے اپنا نبی بنایا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے سارے قلوب پر نظر ڈالی تو صحابہ کرام کے دلوں کو بہترین پایا سو انہیں اپنے برگزیدہ پیغمبر کی صحبت کے لیے منتخب کر کے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ آلہ وسلم کے وزیر بنا دیا تا کہ اس کے دین کی راہ میں لڑیں۔ اسی طرح ایک اور جگہ فرماتے ہیں: اگر کوئی شخص سنت پر عمل کرنا چاہتا ہے تو ان کی پیروی کرے جن کا انتقال ہو چکا ہے، چونکہ جو زندہ ہیں معلوم نہیں فتنے کا شکار ہوں گے کہ نہیں۔ جو اس دنیا سے رخصت ہو چکے ہیں وہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ آلہ وسلم کے صحابہ ہیں جو امت میں عقائد کے اعتبار مضبوط ترین اور سب سے زیادہ علم رکھنے والے تھے، دین میں وہ بہت کم تکلف کرنے والے تھے۔ صحابہ کرام وہ لوگ تھے جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کے مصاحبت اور دین کے قیام کے لیے منتخب فرمایا تھا۔ ان کی جاہ و مقام کو پہچانو اور ان کے طریقے پر چلو اس لیے کہ وہ ہدایت اور راہ راست پر تھے۔ (رواہ ابن عبدالبرؒ)

صحابہ کرام کے حوالے سے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں: واضح اور آشکار مسائل میں سے ایک صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اَجمعین کی تمام خوبیوں کو بیان کرنا، ان کی غلطیوں اور آپس کے اختلافات کو بیان کرنے سے گریز کرنا ہے۔ لہٰذا جو شخص کسی بھی صحابی کی شان میں گستاخی کرے، برا بھلا کہے اور طعنہ زنی کرے یا کسی صحابی کی عیب جوئی کرے تو وہ شخص بدعتی، ناپاک، رافضی اور اہل سنت کا مخالف ہے۔ اللہ تعالیٰ (قیامت کے دن) نہ اس کی توبہ قبول فرمائے گا نہ کوئی فدیہ و کفارہ اس کی جان چھڑا سکے گا۔ اس کے برعکس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اَجمعین سے محبت سنت اور ضروری ہے، ان کے لیے نیک دعاء کرنا قرب الٰہی کا باعث ہے۔ ان کی پیروی باعث نجات ہے اور ان کی راہ پر چلنا فضیلت شمار ہوتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام سب سے اچھے لوگ تھے، کسی انسان کے لیے مناسب نہیں کہ انہیں گالیاں دے یا عیب جوئی کر کے ان کی شان میں گستاخی کرے اور انہیں گندی زبان سے یاد کرے۔ (کتاب السنۃ ص 78)

امام آجری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ کی توفیق سے میں نے اپنی کتاب (شریعہ) میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل تحریر کیا۔ اس کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اَجمعین کے فضائل کا تذکرہ ہوگا۔ جنہیں اللہ تعالیٰ نے منتخب فرمایا اور اپنے برگزیدہ نبی کے لیے وزیر، رشتہ دار، ساتھی اور اس کی امت کے لیے خلیفہ مقرر فرمایا۔ مہاجرین و انصار وہ حضرات تھے جن کو اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں بہترین اوصاف کے ساتھ یاد کیا ہے۔ قرآن میں آیا ہے اللہ تعالیٰ نے توریت میں بھی صحابہ کرام کو اچھے الفاظ و اوصاف میں یاد کیا ہے۔ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے۔ اللہ جلّ وعلیٰ کا فضل بہت بڑا ہے جسے چاہے وہ عطا فرماتا ہے۔

مہاجرین: مہاجرین وہ جاں نثار صحابہ تھے جنہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ آلہ وسلم پر ایمان لایا اور اپنے عمل سے اُسے ثابت کر دکھایا، سختیوں اور برے دنوں میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ آلہ وسلم کے ساتھ رہے، اللہ کی راہ میں ذلت اور

بھوک کو غیر اللہ کے راستے میں عزت اور شکم سیری پر ترجیح دی۔ اللہ کی رضا کے لیے رشتہ دار اور اجنبی کی مخالفت کو بخوشی قبول کیا۔ مہاجرین اپنے والدین، خاندان، قبیلہ، جائیداد اور سب کچھ چھوڑ کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہم رکابی میں ہجرت کے لیے نکلے۔ ان سب چیزوں سے زیادہ اہم ان کے لیے اللہ اور اس کے رسول تھے اس لیے کہ ان کا ایمان مضبوط، عقل سلیم، نفس پاک، رائے صائب اور صبر زیادہ تھا اور یہ اللہ تعالیٰ کی توفیق تھی۔

ارشاد الٰہی ہے: رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ أُولَٰئِكَ حِزْبُ اللَّهِ أَلَا إِنَّ حِزْبَ اللَّهِ هُمُ الْمُفْلِحُونَ (المجادلہ)؛

ترجمہ: اللہ اُن سے راضی ہو گیا ہے اور وہ اللہ سے راضی ہو گئے ہیں، یہی اللہ (والوں) کی جماعت ہے، یاد رکھو! بیشک اللہ (والوں) کی جماعت ہی مراد پانے والی ہے۔ انصار: وہ لوگ تھے جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کی نصرت اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ آلہ وسلم کی پیروی کے لیے منتخب فرمایا۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ میں تشریف فرما تھے انصاری صحابہ آپ کے پاس تشریف لا کر مومنوں کی صف میں شامل ہو گئے۔ انصار اپنی بیعت میں مخلص تھے اور ہمہ تن آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ آلہ وسلم کی نصرت و مدد کیلیے کمر بستہ تھے۔ انصار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کی مکمل پیروی کرنے والے تھے اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ آلہ وسلم سے محبت کی وجہ سے انہوں نے آپ کو مدینہ آنے کی دعوت دی۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ آلہ وسلم نے فرمایا ابھی تک ہجرت کا وقت نہیں آیا ہے۔ انصار کا وہ دستہ جو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ آلہ وسلم کے دست مبارک پر بیعت کر چکا تھا واپس مدینہ چلا گیا تو وہ دیگر اہل مدینہ کے مشرف بہ اسلام ہونے کا ذریعہ بن گئے۔

تمام انصار اپنے ایمان میں ثابت قدم تھے چنانچہ جب مہاجرین مدینہ پہنچے تو انکا شاندار استقبال کیا گیا، انہوں نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ آلہ وسلم و دیگر مہاجرین کا خوب اکرام کیا۔ انصار کو معلوم ہوا یہ مبارک ہجرت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے لیے بڑی نعمت ہے۔ اس کے بعد دیگر مہاجرین جب مدینہ پہنچے تو انصار نے ان کی بھی عزت و خدمت کی۔ اپنے گھروں کو تقسیم کر کے انہیں جگہ دینے کے علاوہ ان کو اپنے بچوں اور بیویوں پر بھی ترجیح دی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں الفت و محبت ڈالی تھی جس کی برکت سے وہ بھائی بھائی بن کر رہ رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ صحابہ کرام کی تعریف میں فرماتے ہیں: (وَإِن يُرِيدُوا أَن يَخْدَعُوكَ فَإِنَّ حَسْبَكَ اللَّهُ هُوَ الَّذِي أَيَّدَكَ بِنَصْرِهِ وَبِالْمُؤْمِنِينَ * وَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ لَوْ أَنفَقْتَ مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا مَّا أَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ أَلَّفَ بَيْنَهُمْ إِنَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ، الأنفال۔63۔62)؛ ترجمہ: اور اگر وہ چاہیں کہ آپ کو دھوکہ دیں تو بیشک آپ کے لئے اللہ کافی ہے، وہی ہے جس نے آپ کو اپنی مدد کے ذریعے اور اہلِ ایمان کے ذریعے طاقت بخشی اور (اسی نے) ان (مسلمانوں) کے دلوں میں باہمی الفت پیدا فرما دی۔ اگر آپ وہ سب کچھ جو زمین میں ہے خرچ کر ڈالتے تو (ان تمام مادی وسائل سے) بھی آپ ان کے دلوں میں (یہ) الفت پیدا نہ کر سکتے لیکن اللہ نے ان کے درمیان (ایک روحانی رشتے سے) محبت پیدا فرما دی۔ بیشک وہ بڑے غلبہ والا حکمت والا ہے۔

ایک دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: (وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُم بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا وَكُنتُمْ عَلَىٰ شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَأَنقَذَكُم مِّنْهَا

كَذَلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ آيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ، آل عمران۔103) ترجمہ: اور تم سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اور تفرقہ مت ڈالو، اور اپنے اوپر اللہ کی اس نعمت کو یاد کرو جب تم (ایک دوسرے کے) دشمن تھے تو اس نے تمہارے دلوں میں الفت پیدا کر دی اور تم اس کی نعمت کے باعث آپس میں بھائی بھائی ہو گئے، اور تم (دوزخ کی) آگ کے گڑھے کے کنارے پر (پہنچ چکے) تھے پھر اس نے تمہیں اس گڑھے سے بچا لیا، یوں ہی اللہ تمہارے لئے اپنی نشانیاں کھول کر بیان فرماتا ہے تاکہ تم ہدایت پا جاؤ۔ ان آیات قرآنی سے معلوم ہوا سارے صحابہ کرام بشمول مہاجرین وانصار اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ آلہ وسلم کے خاطر ایک دوسرے سے محبت کرتے تھے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام کی نصرت ومدد پر وہ متفق تھے، شریعت اور احکام کے نفاذ میں وہ متحد اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ آلہ وسلم کے بہترین ساتھی تھے۔ اس راہ میں وہ کسی کو خاطر میں نہیں لاتے تھے اور ہر حال میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ آلہ وسلم کی نصرت اور اسلام کے لیے جاں نثاری ان کا مقصد حیات بن چکا تھا۔ اسی لیے ایک سے زائد مرتبہ اللہ تعالیٰ نے مہاجرین وانصار کی تعریف کی ہے، انہیں جنت کا وعدہ دیا ہے اور اپنی رضا مندی کا اعلان بھی فرمایا ہے رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ أُولَئِكَ حِزْبُ اللَّهِ أَلَا إِنَّ حِزْبَ اللَّهِ هُمُ الْمُفْلِحُونَ، المجادلہ۔22)؛ (ترجمہ: اللہ اُن سے راضی ہو گیا ہے اور وہ اللہ سے راضی ہو گئے ہیں، یہی اللہ (والوں) کی جماعت ہے، یاد رکھو! بیشک اللہ (والوں) کی جماعت ہی مراد پانے والی ہے۔

صحابہ کرام کے بارے میں امام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: صحابہ کرام کے فضائل سے وہ شخص واقف ہو سکتا ہے جو عہد نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ آلہ وسلم میں ان کا تعامل اور اس کے بعد کی زندگی پر گہری نظر ڈالے۔ صحابہ کرام وہ عظیم شخصیات تھے جو ایمان، کفار سے جہاد وقتال، اشاعت دین، قیام دین، اعلائے شان احکامات الٰہی ونبوی، فرائض اور سنن نبوی کی تعلیم وتعلم میں ایک دوسرے سے سبقت لینے کی کوشش کرتے تھے۔ اگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اَجمعین نہ ہوتے تو ہرگز دین کا کوئی اصل یا فرع ہم تک نہیں پہنچ سکتا۔ ہرگز نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ آلہ وسلم کی کوئی حدیث یا سنت سے ہم واقف نہیں ہو سکتے تھے۔ اس لیے جو شخص صحابہ کے حوالے سے طعنہ زنی وگستاخی سے کام لے وہ پوری طرح دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے چونکہ جو شخص صحابہ کو گالیاں دے کر طعنہ زنی کرتا ہے وہ اس طرح اپنے عقیدے کا اظہار کرتا ہے کہ صحابہ کرام ہی غلط راستے پر تھے اور قرآن پاک اور احادیث میں ان کے جتنے اوصاف مذکور ہیں یہ لوگ ان تعریفوں کی تردید کرتے ہیں۔ یہ قرآن وحدیث کا انکار ہے۔ جو شخص صحابہ پر طعن کرتا ہے دراصل وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو طعن وتشنیع کا نشانہ بناتا ہے۔ نصوص شریعت کے ناقلین کی توہین وگستاخی درحقیقت نصوص (قرآن وسنت) کی توہین ہے۔ یہ اہم بات ہر اس شخص کے لیے قابل فہم ودرک ہے جو تدبر کا اہل ہو، نفاق وکفر اور الحاد سے دور ہو۔ (الکبائر)

فضیل بن عیاض رحمہ اللہ اس بارے میں فرماتے ہیں: صحابہ سے محبت ذخیرہ آخرت ہے۔ اللہ کی رحمت ہو اس شخص پر جو صحابہ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ آلہ وسلم پر سلام ودرود بھیجے۔

حضرت عبداللہ بن المبارک رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اگر کسی شخص میں یہ دو صفات ہوں مجھے امید ہے کہ وہ قیامت کے عذاب سے محفوظ رہے گا، ایک سچائی اور دوسرا اصحاب رسول ﷺ سے محبت۔ (الشریعہ 4/1688)

## بَاب فِي النَّهْيِ عَنْ سَبِّ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

## باب 12: نبی اکرم ﷺ کے اصحاب کو برا کہنے کی ممانعت

**62-** حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِيْ صَالِحٍ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَسُبُّوْا اَصْحَابِيْ فَوَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَوْ اَنْفَقَ اَحَدُكُمْ مِثْلَ اُحُدٍ ذَهَبًا مَّا بَلَغَ مُدَّ اَحَدِهِمْ وَلَا نَصِيفَهُ

✧✧ حضرت ابوسعید خدری نبی اکرم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں' میرے اصحاب کو برا نہ کہو۔اس ذات کی قسم! جس کے دستِ قدرت میں میری جان ہے اگر تم میں سے کوئی ایک ''اُحد'' پہاڑ جتنا سونا خیرات کرے تو پھر بھی ان کے ایک مدّ' بلکہ نصف مدّ (غلہ خیرات کرنے کے اجر تک نہیں پہنچ سکتا۔

### شرح

تم "کے مخاطب خود صحابہ میں کے بعض حضرات تھے،جیسا کہ ایک روایت میں اس ارشاد گرامی کا پس منظر یہ بیان کیا گیا ہے کہ حضرت خالد ابن ولید اور حضرت عبدالرحمٰن ابن عوف کے درمیان کوئی تنازعہ اٹھ کھڑا ہوا تھا اور حضرت خالد ابن ولید نے حضرت عبدالرحمٰن ابن عوف کو برا کہا،اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالد ابن ولید وغیرہ کو خطاب کر کے فرمایا میرے صحابہ کو برا نہ کہو پس "میرے صحابہ "سے وہ مخصوص صحابہ مراد ہیں جو ان مخاطب صحابہ یعنی حضرت خالد ابن ولید وغیرہ سے پہلے اسلام لائے تھے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس حدیث میں "تم "کے ذریعہ پوری امت کو مخاطب کیا گیا ہو اور چونکہ نور نبوت نے پہلے ہی یہ دیکھ لیا تھا کہ آگے چل کر میری امت میں لوگ بھی پیدا ہوں گے،جو میرے صحابہ کو برا بھلا کہیں گے،ان کی شان میں گستاخیاں کریں گے (جیسا کہ روافض وخوارج کی صورت میں مختلف گروہ ایک دوسرے کے ممدوح صحابہ کے حق میں سب وشتم کرتے ہیں) اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کی آئندہ نسلوں میں احترام صحابہ کے جذبات کو بیدار کرنے کے لئے حکم دیا کہ شخص میرے کسی صحابی کو برا نہ کہے۔

مدّ اس زمانہ کے ایک پیمانہ کا نام تھا جس میں سیر بھر کے قریب جو وغیرہ آتا تھا،حدیث کے اس جزء کی مراد ان صحابہ کے بلند

حدیث 62:

اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث:3470
اخرجه مسلم فی "صحیحه" رقم الحدیث:2540
اخرجه الترمذی فی "جامعه" رقم الحدیث:3861
اخرجه ابن ماجه فی "سننه" رقم الحدیث:161
اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث:11094
اخرجه ابن حبان فی "صحیحه" رقم الحدیث:6994
اخرجه النسائی فی "سننه الکبریٰ" رقم الحدیث:8308
اخرجه البیهقی فی "سننه الکبریٰ" رقم الحدیث:20696
اخرجه ابویعلی فی "مسنده" رقم الحدیث:1087
اخرجه الطبرانی فی "معجمه الصغیر" رقم الحدیث:982
اخرجه الطبرانی فی "معجمه الاوسط" رقم الحدیث:687
اخرجه الطیالسی فی "مسنده" رقم الحدیث:2183
اخرجه عبد بن حکیم الکسی فی "مسنده" رقم الحدیث:918
اخرجه امام احمد فی "فضائل الصحابة" رقم الحدیث :5

وبالا مقام ومرتبہ کا تعین کرنا ہے کہ ان لوگوں کے کمال اخلاص وللہیت کی بناء پر ان کا چھوٹا سا نیک عمل اپنے بعد والوں کے اسی طرح کے بڑے سے بڑے نیک عمل پر بھاری ہے مثلاً اگر ان صحابہ میں سے کوئی شخص سیر بھر یا آدھ سیر جو وغیرہ اللہ کی راہ میں خرچ کرے تو اس عمل پر ان کو جتنا ثواب ملتا ہے اتنا ثواب ان کے بعد والوں کو اس صورت میں بھی نہیں مل سکتا کہ اگر وہ اللہ کے راہ میں احد پہاڑ کے برابر سونا خرچ کر دیں اور یہ اس وجہ ہے کہ اخلاص وصدق نیت اور جذبہ ایثار وللہیت کا جو کمال ان کے اندر تھا وہ بعد والوں کو نصیب نہیں ہو سکتا دوسرے یہ کہ ان کا مال خالص طیب و پاکیزہ ہوتا تھا اور ان کی اپنی حاجتیں وضرورتیں اس بات کا تقاضا کرتی تھیں کہ ان کے پاس جو کچھ ہے اپنے ذاتی مصارف میں خرچ کریں لیکن اس کے باوجود اپنی استطاعت کے مطابق وہ اللہ کی راہ میں خوش دلی کے ساتھ خرچ کرتے اور اپنی تمام ضرورتوں کو پس پشت ڈال دیتے، یہ تو ان کے اللہ کے راستہ میں خرچ کرنے کے اجر وثواب کا ذکر ہے۔ اسی پر قیاس کر کے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ انہوں نے انتہائی سخت حالات میں اللہ کے دین کا جھنڈا بلند کرنے اور اللہ کے رسول کا پیغام پہنچانے کے لئے ریاضت و جاہدہ کے جن سخت ترین مراحل کو طے کیا۔ یہاں تک کہ اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کیا اس کی بناء پر ان کو کیا اجر وثواب ملا ہوگا اور ان کے درجات ومراتب کس قدر بلند ہوئے ہوں گے۔

حدیث کے پہلے جزء سے اگرچہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ ارشاد گرامی "میرے صحابہ کو برا نہ کہو" مخصوص اصحاب کے حق میں ہے لیکن اس سے یہ بات بہر حال ثابت ہوتی ہے کہ کسی غیر صحابی کا صحابی کو برا کہنا بطریق اولی ممنوع ہے۔ کیونکہ حدیث اصل مقصد ان لوگوں کے حق میں بدگوئی اور بدزبانی سے اجتناب کی تلقین وہدایت کرنا ہے۔ جن کو قبول اسلام میں سبقت کی فضیلت وبرتری حاصل ہے اور جو اپنی اس فضیلت وبرتری کو بناء پر بعد والوں کے لئے یقیناً واجب التعظیم ہیں۔ علی ابن حرب طائی اور خیثمہ ابن سلیمان نے حضرت ابن عمر سے نقل کیا ہے کہ: لاتسبوا اصحاب محمد فلمقام احدہم ساعۃ خیر من عمل احدکم عمرہ۔ "اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو برا نہ کہو، درحقیقت ان کو (اپنی عبادتوں کا) یہ مقام حاصل ہے کہ ان کا ساعت بھر کا نیک عمل تمہارے پوری عمر کے نیک عمل سے بہتر ہے۔

اور عقیلی نے ضعفا میں نقل کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان اللہ اختارلی اصحابا وانصارا واصحارا وسیاتی قوم یسبونہم ولیستنقصونہم فلاتجالیسوہم ولا تشاربوہم ولا تواکلوہم ولاتناکحوہم ۔" حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے منتخب کیا اور میرے لئے میرے اصحاب میرے انصار اور میرے قرابتدار تجویز ومقرر کئے گئے۔ اور (یاد رکھو) عنقریب کچھ لوگ پیدا ہوں گے جو میرے صحابہ کو برا کہیں گے اور ان میں نقص نکالیں گے، پس تم نہ ان لوگوں کے ساتھ میل ملاپ اختیار کرنا نہ ان کے ساتھ کھانا پینا اور نہ ان کے ساتھ شادی بیاہ کرنا۔

63- حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ حَدَّثَنَا زَائِدَةُ بْنُ قُدَامَةَ الثَّقَفِيُّ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ قَيْسٍ الْمَاصِرُ عَنْ عَمْرِو بْنِ اَبِيْ قُرَّةَ قَالَ كَانَ حُذَيْفَةُ بِالْمَدَائِنِ فَكَانَ يَذْكُرُ اَشْيَاءَ قَالَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِاُنَاسٍ مِنْ اَصْحَابِهِ فِي الْغَضَبِ فَيَنْطَلِقُ نَاسٌ مِمَّنْ سَمِعَ ذٰلِكَ مِنْ حُذَيْفَةَ فَيَاْتُوْنَ سَلْمَانَ فَيَذْكُرُوْنَ لَهُ قَوْلَ حُذَيْفَةَ فَيَقُوْلُ سَلْمَانُ حُذَيْفَةُ اَعْلَمُ بِمَا يَقُوْلُ فَيَرْجِعُوْنَ اِلٰى حُذَيْفَةَ فَيَقُوْلُوْنَ لَهُ قَدْ ذَكَرْنَا قَوْلَكَ لِسَلْمَانَ فَمَا صَدَّقَكَ وَلَا كَذَّبَكَ فَاَتٰى حُذَيْفَةُ سَلْمَانَ وَهُوَ فِيْ مَبْقَلَةٍ فَقَالَ يَا سَلْمَانُ مَا يَمْنَعُكَ اَنْ تُصَدِّقَنِيْ بِمَا سَمِعْتُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ سَلْمَانُ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَغْضَبُ فَيَقُوْلُ فِي الْغَضَبِ لِنَاسٍ مِنْ اَصْحَابِهِ وَيَرْضٰى فَيَقُوْلُ فِي الرِّضَا لِنَاسٍ مِنْ اَصْحَابِهِ اَمَا تَنْتَهِي حَتّٰى تُوَرِّثَ رِجَالًا حُبَّ رِجَالٍ وَرِجَالًا بُغْضَ رِجَالٍ وَحَتّٰى تُوقِعَ اخْتِلَافًا وَّفُرْقَةً وَّلَقَدْ عَلِمْتَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطَبَ فَقَالَ اَيُّمَا رَجُلٍ مِنْ اُمَّتِي سَبَبْتُهُ سَبَّةً اَوْ لَعَنْتُهُ لَعْنَةً فِي غَضَبِي فَاِنَّمَا اَنَا مِنْ وَلَدِ اٰدَمَ اَغْضَبُ كَمَا يَغْضَبُوْنَ وَاِنَّمَا بَعَثَنِي رَحْمَةً لِلْعَالَمِيْنَ فَاجْعَلْهَا عَلَيْهِمْ صَلٰوةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَاللّٰهِ لَتَنْتَهِيَنَّ اَوْ لَاَكْتُبَنَّ اِلٰى عُمَرَ

✧✧ عمرو بن ابوقرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' حضرت حذیفہ مدائن میں تھے وہاں انہوں نے کچھ ایسی اشیاء کا تذکرہ کیا جسے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے غصے کے عالم میں اپنے ساتھی اصحاب کے لئے ارشاد فرمایا تھا تو جن حضرات نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی زبانی یہ باتیں سنی ان میں سے کچھ لوگ گئے۔ وہ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور ان کے سامنے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے بیان کا تذکرہ کیا تو حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حذیفہ کو زیادہ پتہ ہے جو وہ کہتے ہیں تو یہ لوگ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے اس بات کا تذکرہ کیا۔ ہم نے آپ کے بیان کا تذکرہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے ساتھ کیا تھا تو انہوں نے آپ کی تصدیق بھی نہیں کی اور تکذیب بھی نہیں کی۔ پھر حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ' حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کے پاس آئے۔ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ اس وقت کہیں کھیت میں تھے۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے سلمان! میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی جو بات سنی ہے آپ نے اس بارے میں میری تصدیق کیوں نہیں کی؟

حضرت سلمان نے جواب دیا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بعض اوقات ناراضگی کی کیفیت میں ہوتے تھے اور اس دوران آپ نے ناراضگی کے عالم میں اپنے اصحاب کے لئے کچھ فرما دیا اور بعض اوقات آپ رضا کے عالم میں ہوتے تھے اور آپ نے رضا کے عالم میں اپنے اصحاب کے بارے میں کچھ فرما دیا۔ تو کیا آپ اس سے باز نہیں آ سکتے ورنہ تو اس طرح آپ کچھ لوگوں کے لئے دل میں محبت ڈال دیں گے اور کچھ لوگوں کے لئے ناراضگی ڈال دیں گے اور اس طرح اختلاف اور علیحدگی پیدا کر دیں گے اور آپ یہ جانتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیتے ہوئے یہ ارشاد فرمایا تھا۔

''میری امت سے تعلق رکھنے والے جس بھی شخص کو میں برا کہوں یا اس پر غضب کے عالم میں لعنت کروں تو میں آدم کی اولاد میں سے ایک ہوں۔ میں اسی طرح غضبناک ہو جاتا ہوں جس طرح تم لوگ غضبناک ہوتے ہو۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر مبعوث کیا ہے۔ (اے اللہ) قیامت کے دن اس (لعنت یا برا کہنے کو) ان لوگوں کے لئے رحمت بنا دے''۔

(پھر حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا) یا تو آپ اس سے باز آ جائیں گے یا پھر میں اس بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو لکھوں گا۔

(راوی بیان کرتے ہیں) پھر کچھ لوگوں نے ان سے سفارش کی تو انہوں نے اپنی قسم کا کفارہ ادا کر دیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خط نہیں لکھا۔ انہوں نے قسم توڑنے سے پہلے کفارہ ادا کیا تھا۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں (قسم توڑنے) سے پہلے یا بعد میں (کسی بھی وقت کفارہ دینا) جائز ہے۔

# بَاب فِيْ اسْتِخْلَافِ اَبِيْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنهم

## باب 13: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ مقرر کرنا

**64** - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَيْلِيُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِسْحٰقَ قَالَ حَدَّثَنِي الزُّهْرِيُّ حَدَّثَنِيْ عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ اَبِيْ بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَمْعَةَ قَالَ لَمَّا اسْتُعِزَّ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَنَا عِنْدَهُ فِيْ نَفَرٍ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ دَعَاهُ بِلَالٌ اِلَى الصَّلٰوةِ فَقَالَ مُرُوْا مَنْ يُّصَلِّيْ لِلنَّاسِ فَخَرَجَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ زَمْعَةَ فَاِذَا عُمَرُ فِي النَّاسِ وَكَانَ اَبُوْ بَكْرٍ غَائِبًا فَقُلْتُ يَا عُمَرُ قُمْ فَصَلِّ بِالنَّاسِ فَتَقَدَّمَ فَكَبَّرَ فَلَمَّا سَمِعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَوْتَهُ وَكَانَ عُمَرُ رَجُلًا مُجْهِرًا قَالَ فَاَيْنَ اَبُوْ بَكْرٍ يَاْبَى اللّٰهُ ذٰلِكَ وَالْمُسْلِمُوْنَ يَاْبَى اللّٰهُ ذٰلِكَ وَالْمُسْلِمُوْنَ فَبَعَثَ اِلٰى اَبِيْ بَكْرٍ فَجَاءَ بَعْدَ اَنْ صَلّٰى عُمَرُ تِلْكَ الصَّلٰوةَ فَصَلّٰى بِالنَّاسِ

✧✧ حضرت عبداللہ بن زمعہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تکلیف زیادہ ہوگئی تو میں چند مسلمانوں کے ہمراہ آپ کے پاس موجود تھا۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ آپ کو نماز کے لئے بلانے آئے۔ آپ نے فرمایا: اسے کہو لوگوں کو نماز پڑھا دے تو حضرت عبداللہ بن زمعہ رضی اللہ عنہ باہر نکلے وہاں حضرت عمر رضی اللہ عنہ لوگوں کے درمیان موجود تھے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ غیر موجود تھے۔ میں نے کہا: اے عمر! آپ کھڑے ہوں اور لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ وہ آگے بڑھے انہوں نے تکبیر کہی جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی آواز سنی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بلند آواز والے شخص تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابوبکر کہاں ہے؟ اللہ تعالیٰ اور مسلمان اس بات کو تسلیم نہیں کریں گے۔ پھر آپ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بلوایا وہ آئے جبکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ وہ نماز پڑھا چکے تھے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں کو نماز پڑھائی۔

**65** حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ فُدَيْكٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ مُوْسَى بْنُ يَعْقُوْبَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اِسْحٰقَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ زَمْعَةَ اَخْبَرَهُ بِهٰذَا الْخَبَرِ قَالَ لَمَّا سَمِعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَوْتَ عُمَرَ قَالَ ابْنُ زَمْعَةَ خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى اَطْلَعَ رَاْسَهُ مِنْ حُجْرَتِهٖ ثُمَّ قَالَ لَا لَا لَا لِيُصَلِّ لِلنَّاسِ ابْنُ اَبِيْ قُحَافَةَ يَقُوْلُ ذٰلِكَ مُغْضَبًا

✧✧ حضرت عبداللہ بن زمعہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی آواز سنی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے۔ آپ نے اپنا سر مبارک حجرے سے باہر نکالا اور فرمایا: نہیں، نہیں، نہیں۔ ابن ابی قحافہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ آپ نے غضب کے عالم میں یہ بات ارشاد فرمائی۔

---

حدیث 64:

اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحديث: 18926 اخرجه الحاكم فی "المستدرك" رقم الحديث: 6703

اخرجه الطبرانی فی "معجمه الاوسط" رقم الحديث: 1065

## شرح

حضرت شاہ عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ نے لکھا ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ فرقہ امامیہ کے لوگ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کے منکر ہیں اور فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ جو شخص خلافت صدیق کا انکار کرے وہ اجماع قطعی کا منکر قرار پاتا ہے اور اجماع قطعی کا منکر کافر ہو جاتا ہے چنانچہ فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔ الرافضی اذا کان یسب الشیخین ویلعنہما العیاذ باللہ فہو کافر وان کان یفضل علیا کرم اللہ تعالیٰ وجہہ علی ابی بکر لا یکون کافرا لکنہ مبتدع ولو قذف عائشۃ کفر باللہ: "اور رافضی اگر شیخین کو برا کہے اور العیاذ باللہ ان کو لعنت کرے تو وہ کافر ہے۔ اور اگر حضرت ابوبکر صدیق پر حضرت علی کو فضیلت دے تو کافر نہیں ہوتا البتہ مبتدع قرار پاتا ہے، نیز اگر وہ حضرت عائشہ صدیقہ کی پاکدامنی کو تہمت لگائے تو اللہ (نے حضرت عائشہ صدیقہ کی پاکدامنی کی جو تصدیق قرآن میں کی ہے اس) کا منکر ہوگا۔

اور فتاویٰ عالمگیری ہی میں یوں ہے: من انکر امامۃ ابی بکر الصدیق فہو کافر علی قول بعضہم وقال بعضہم ہو مبتدع ولیس بکافر والصحیح انہ کافر کذلک من انکر خلافۃ عمر فی اصح الاقوال ویجب اکفار الروافض فی قولہم برجعۃ الاموات الی الدنیا وتناسخ الارواح" شخص نے ابوبکر کی امامت کبریٰ کا انکار کیا وہ بعض حضرات کے قول کے مطابق کافر ہے جب کہ بعض حضرات کا کہنا ہے کہ وہ مبتدع قرار پائے گا اس کو کافر نہیں کہیں گے لیکن صحیح بات یہی ہے کہ وہ کافر ہے اسی طرح قول صحیح کے مطابق وہ شخص بھی کافر ہو جائے جو حضرت عمر کی خلافت کا انکار کرے گا نیز رافضیوں کو اس بناء پر کافر قرار دینا واجب ہے کہ وہ مردوں کے دنیا میں لوٹنے اور تناسخ ارواح کے قائل ہیں۔

شرح مسلم میں لکھا ہے جاننا چاہئے کہ صحابہ کرام کو برا کہنا جرم ہے اور اکبر فواحش (سخت بڑے گناہوں) میں سے ہے ہمارا اور جمہور علماء کا یہ مذہب ہے کہ جو کوئی صحابہ کو برا کہے اس کو سزا دی جائے اور بعض مالکیہ نے کہا ہے کہ اس کو قتل کیا جائے، اسی طرح کی بات طیبی نے بھی لکھی ہے اور قاضی عیاض نے کہا ہے کہ صحابہ میں سے کسی کو بھی برا کہنا گناہ کبیرہ ہے اور ہمارے بعض علماء نے صراحت کی ہے کہ جو شخص شیخین (یعنی ابوبکر و عمر) کو برا کہے وہ مستوجب قتل ہے۔

مشہور کتاب الاشباہ والنظائر کی کتاب السیر میں لکھا ہے جو بھی کافر اپنے کفر سے توبہ کر لے اس کے لئے دنیا و آخرت کے لئے معافی ہے۔ لیکن جو لوگ اس بناء پر کافر قرار پائے ہوں کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو برا کہا تھا، یا شیخین کو یا ان دونوں میں سے کسی ایک کو برا کہا تھا یا سحر کاری کے مرتکب ہوئے تھے اور یا زندقہ میں مبتلا تھے اور پھر توبہ کرنے سے پہلے ان کو گرفتار کر لیا گیا ہو تو اب اگر وہ توبہ کریں تو ان کی توبہ قبول نہیں ہوگی اور ان کو معافی نہیں ملے گی۔

اسی طرح صاحب اشباہ علامہ زین ابن نجیم نے یہ بھی کہا ہے کہ شیخین کو برا کہنا یا ان کو لعنت کرنا کفر ہے اور جو شخص حضرت علی کو شیخین پر فضیلت دے وہ مبتدع ہے۔ اور مناقب کردری میں لکھا ہے اگر وہ شخص (جو شیخین پر حضرت علی کی فضیلت کا قائل ہے) اور دونوں یعنی شیخین کی خلافت کا منکر بھی ہو تو اس کو کافر کہا جائے گا اسی طرح اگر وہ ان دونوں سے دلی بغض و عناد رکھے تو بھی اس کو کافر کہا جائے گا۔ بایں سبب کہ اس نے ان ہستیوں سے قلبی بغض و عناد رکھا جن سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قلبی محبت تھی، ہاں اگر

(یہ صورت ہو کہ) کوئی شخص (نہ تو شیخین پر حضرت علی کی فضیلت کا قائل ہے نہ شیخین کی خلافت کا منکر ہے نہ ان دونوں بغض وعناد رکھتا ہے اور نہ ان کو برا کہتا ہے مگر (شیخین کی بہ نسبت حضرت علی کے تئیں زیادہ پسندیدگی وگرویدگی اور محبت رکھتا ہے۔ تو وہ محض اس بناء پر ماخوذ نہیں ہوگا۔

اس سلسلہ میں ان دونوں یعنی حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کی تخصیص کی وجہ شاید یہ ہے کہ ان دونوں کی فضیلت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث جس مخصوص طور سے منقول ہیں اس طرح سے کسی اور صحابی کے بارے میں منقول نہیں ہیں جیسا کہ آگے آنے ایک علیحدہ باب میں منقول احادیث سے واضح ہوگا یا وجہ تخصیص یہ ہے کہ ان دونوں حضرات کی خلافت پر مسلمانوں کا مکمل اجماع تھا ان کی قیادت وسربراہی کو کسی طرف بھی چیلنج نہیں کیا گیا ان کے برخلاف حضرت عثمان ہوں یا حضرت علی اور یا حضرت معاویہ وغیرہ دوسرے خلفاء ان کی خلافت پر اس درجہ کا اجماع نہیں تھا بلکہ ان میں سے ہر ایک کے زمانے میں بغاوت وخروج کا عمل ظاہر ہوا۔

## بَاب مَا يَدُلُّ عَلٰى تَرْكِ الْكَلَامِ فِي الْفِتْنَةِ

## باب 14: فتنے کے دوران گفتگو ترک کرنے پر جو چیز دلالت کرتی ہے

**66** حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ وَمُسْلِمُ بْنُ اِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ عَلِيِّ بْنِ زَيْدٍ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ اَبِي بَكْرَةَ ح وحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ ابْنُ الْمُثَنّٰى عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الْاَنْصَارِيِّ قَالَ حَدَّثَنِي الْاَشْعَثُ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ اَبِي بَكْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ اِنَّ ابْنِي هٰذَا سَيِّدٌ وَاِنِّي اَرْجُو اَنْ يُصْلِحَ اللّٰهُ بِهِ بَيْنَ فِئَتَيْنِ مِنْ اُمَّتِي وَقَالَ فِي حَدِيثِ حَمَّادٍ وَلَعَلَّ اللّٰهَ اَنْ يُصْلِحَ بِهِ بَيْنَ فِئَتَيْنِ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ عَظِيمَتَيْنِ

✧✧ حسن بصری، حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کے بارے میں یہ فرمایا تھا: میرا یہ بیٹا سردار ہے اور مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں کے درمیان صلح کروا دے گا۔

حماد نامی راوی کی روایت میں یہ الفاظ ہیں: شاید اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے مسلمانوں کے دو عظیم گروہوں کے درمیان صلح کروا دے۔

حدیث 66:

اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث: 3430
اخرجه ابوداؤد فی "سننه" رقم الحدیث: 4290
اخرجه الترمذی فی "جامعه" رقم الحدیث: 3773
اخرجه النسائی فی "سننه" رقم الحدیث: 1410
اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث: 20408
اخرجه الحاکم فی "المستدرک" رقم الحدیث: 4809
اخرجه النسائی فی "سننه الکبریٰ" رقم الحدیث: 1718
اخرجه البیهقی فی "سننه الکبریٰ" رقم الحدیث: 11705
اخرجه الطبرانی فی "معجمه الصغیر" رقم الحدیث: 766
اخرجه الطبرانی فی "معجمه الاوسط" رقم الحدیث: 11531
اخرجه الطبرانی فی "معجمه الکبیر" رقم الحدیث: 2590
اخرجه الحمیدی فی "مسنده" رقم الحدیث: 793

**67** حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا يَزِيدُ اَخْبَرَنَا هِشَامٌ عَنْ مُحَمَّدٍ قَالَ قَالَ حُذَيْفَةُ مَا اَحَدٌ مِّنَ النَّاسِ تُدْرِكُهُ الْفِتْنَةُ اِلَّا اَنَا اَخَافُهَا عَلَيْهِ اِلَّا مُحَمَّدُ بْنُ مَسْلَمَةَ فَاِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَا تَضُرُّكَ الْفِتْنَةُ

✧✧ ہشام' محمد (نامی راوی) کا یہ بیان نقل کرتے ہیں' حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے یہ بات بیان کی ہے۔لوگوں میں سے ہر ایک کے بارے میں مجھے یہ اندیشہ ہے کہ اگر اسے فتنہ لاحق ہو جائے تو وہ (اس میں مبتلا ہو جائے گا) صرف محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں نہیں ہے کیونکہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے (آپ نے محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا) فتنہ تمہیں نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔

**68** حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مَرْزُوقٍ اَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْاَشْعَثِ بْنِ سُلَيْمٍ عَنْ اَبِي بُرْدَةَ عَنْ ثَعْلَبَةَ بْنِ ضُبَيْعَةَ قَالَ دَخَلْنَا عَلَى حُذَيْفَةَ فَقَالَ اِنِّي لَاَعْرِفُ رَجُلًا لَا تَضُرُّهُ الْفِتَنُ شَيْئًا قَالَ فَخَرَجْنَا فَاِذَا فُسْطَاطٌ مَضْرُوبٌ فَدَخَلْنَا فَاِذَا فِيهِ مُحَمَّدُ ابْنُ مَسْلَمَةَ فَسَاَلْنَاهُ عَنْ ذٰلِكَ فَقَالَ مَا اُرِيدُ اَنْ يَشْتَمِلَ عَلَيَّ شَيْءٌ مِّنْ اَمْصَارِكُمْ حَتّٰى تَنْجَلِيَ عَمَّا انْجَلَتْ

✧✧ ثعلبہ بن ضبیعہ بیان کرتے ہیں' ہم لوگ حضرت حذیفہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔انہوں نے فرمایا: میں ایک ایسے شخص کے بارے میں جانتا ہوں جسے فتنے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے۔راوی بیان کرتے ہیں' ہم وہاں سے باہر آئے۔وہاں ایک خیمہ لگا ہوا تھا۔ہم اس میں داخل ہوئے تو اس کے اندر حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ موجود تھے۔ہم نے ان سے اس بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا: میں یہ نہیں چاہتا کہ تمہارے شہروں میں موجود کوئی فتنہ مجھے اپنی لپیٹ میں لے (اس لیے میں اس وقت تک وہاں نہیں جاؤں گا) جب تک صورتحال واضح نہ ہو جائے۔

**69** حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا اَبُو عَوَانَةَ عَنْ اَشْعَثَ بْنِ سُلَيْمٍ عَنْ اَبِي بُرْدَةَ عَنْ ضُبَيْعَةَ بْنِ حُصَيْنٍ الثَّعْلَبِيِّ بِمَعْنَاهُ

✧✧ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

**70** حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيلُ بْنُ اِبْرَاهِيمَ الْهُذَلِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ عُلَيَّةَ عَنْ يُونُسَ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ قَيْسِ بْنِ عَبَّادٍ قَالَ قُلْتُ لِعَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُم اَخْبِرْنَا عَنْ مَسِيرِكَ هٰذَا اَعَهْدٌ عَهِدَهُ اِلَيْكَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمْ رَاْيٌ رَاَيْتَهُ فَقَالَ مَا عَهِدَ اِلَيَّ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشَيْءٍ وَلٰكِنَّهُ رَاْيٌ رَاَيْتُهُ

✧✧ قیس بن عباد بیان کرتے ہیں' میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا: ہمیں اس روانگی کے بارے میں بتائیے' کیا یہ کوئی

حدیث 67:

اخرجه ابوداؤد فی "سننه" رقم الحديث: 4664
اخرجه الحاكم فی "المستدرك" رقم الحديث: 5837
اخرجه النسائی فی "سننه الكبرىٰ" رقم الحديث: 11167
اخرجه ابويعلى فی "مسنده" رقم الحديث: 5278
اخرجه الطبرانی فی "معجمه الكبير" رقم الحديث: 11122
اخرجه الطيالسی فی "مسنده" رقم الحديث: 2531

عہد تھا جو نبی اکرم ﷺ نے آپ سے لیا تھا یا آپ کی اپنی رائے ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نبی اکرم ﷺ نے مجھ سے کوئی عہد نہیں لیا' یہ میری ذاتی رائے ہے۔

71 حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ اِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا الْقَاسِمُ بْنُ الْفَضْلِ عَنْ اَبِى نَضْرَةَ عَنْ اَبِى سَعِيْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَمْرُقُ مَارِقَةٌ عِنْدَ فُرْقَةٍ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ يَقْتُلُهَا اَوْلَى الطَّائِفَتَيْنِ بِالْحَقِّ

✧✧ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: مسلمانوں کے درمیان اختلاف کرنے سے ایک گروہ الگ ہو جائے گا' ان کے ساتھ جنگ وہ گروہ کرے گا جو مسلمانوں کے دونوں گروہوں میں حق کے زیادہ قریب ہوگا۔

## بَاب فِى التَّخْيِيرِ بَيْنَ الْاَنْبِيَآءِ عَلَيْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ

## باب 15: انبیاء کرام (علیہم السلام) میں سے ایک کو دوسرے پر فضیلت دینا

72- حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمٰعِيلَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ حَدَّثَنَا عَمْرٌو يَعْنِى ابْنَ يَحْيَى عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِى سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُخَيِّرُوْا بَيْنَ الْاَنْبِيَآءِ

✧✧ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: انبیاء میں سے ایک کو دوسرے پر فضیلت نہ دو۔

### شرح

ان سب رسولوں (میں سے) ہم نے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے ان میں سے بعض سے اللہ نے کلام فرمایا اور بعض کو (بے شمار درجوں کی) بلندی عطا فرمائی اور ہم نے عیسیٰ ابن مریم کو واضح نشانیاں دیں اور ہم نے روح القدس (جبرائیل) سے اس کی مدد فرمائی اور اگر اللہ چاہتا تو ان کے بعد والے واضح نشانیاں آنے کے بعد آپس میں قتال نہ کرتے لیکن انہوں نے اختلاف کیا سو ان میں سے کوئی ایمان لے آیا اور کسی نے کفر کیا اور اگر اللہ چاہتا تو وہ آپس میں قتال نہ کرتے لیکن اللہ وہی کرتا ہے جس کا وہ ارادہ فرماتا ہے۔ (سورہ بقرہ، ۲۵۳)

### رسولوں کی باہمی فضیلت کا بیان

اس سے پہلے اس سورت میں متعدد نبیوں اور رسولوں کا ذکر آچکا ہے مثلاً حضرت آدم حضرت ابراہیم حضرت اسماعیل حضرت اسحاق حضرت یعقوب حضرت شموئیل حضرت حزقیل حضرت داؤد حضرت سلیمان اور حضرت عیسیٰ علیہم وعلی نبینا سیدنا محمد الصلوۃ والسلام اس لیے پڑھنے والے کے ذہن میں یہ تجسس پیدا ہوگا کہ آیا یہ تمام نبی اور رسول درجہ اور مرتبہ میں برابر ہیں یا ان میں درجات اور مراتب کا فرق ہے؟ اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ ان سب رسولوں (میں سے) ہم نے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے یعنی بعض رسولوں کو ایسی خصوصیات اور فضیلتیں عطا فرمائی ہیں جو دوسرے بعض رسولوں کو عطا نہیں فرمائیں اور چونکہ اس

سورت کا اکثر حصہ بنواسرائیل کے احوال پر مشتمل تھا اور ان میں زیادہ تر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متبع تھے اور ان کے بعد حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کے پیروکار تھے کیونکہ حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) بنواسرائیل کے آخری نبی تھے اس لیے حضرت موسیٰ (علیہ السلام) اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کی فضیلتوں کا خصوصیت کے ساتھ ذکر فرمایا کہ ہم نے بعض کو کلام سے سرفراز فرمایا یعنی ان سے بلاواسطہ کلام فرمایا ان سے حضرت آدم (علیہ السلام) حضرت موسیٰ (علیہ السلام) اور حضرت سیّدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں اس کے بعد فرمایا: اور بعض کو (بے شمار درجوں کی) بلندی عطا فرمائی اس سے مراد سیّدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اللہ تعالیٰ نے یہاں صراحۃ آپ کا نام نہیں کیونکہ غیر متناہی درجات کے ساتھ آپ کا مخصوص ہونا اس قدر مشہور اور معروف ہے کہ آپ کا صراحۃ ذکر نہ کیا جائے پھر بھی ذہن آپ کے سوا اور کسی کی طرف متوجہ نہیں ہوسکتا اس آیت میں یہ فرمایا ہے کہ آپ کو درجات کی بلندی عطا کی ہے یہ نہیں بیان فرمایا کہ کتنے درجات کی بلندی عطا فرمائی ہے کیونکہ عالم اعداد میں کوئی عدد ایسا ہے ہی نہیں جو آپ کے تمام درجات کو بیان کرسکے اور کسی عدد کا ذکر نہ فرما کر اس پر متنبہ کیا ہے کہ آپ کے درجات کا کوئی شمار نہیں نہ ان کی کوئی حد ہے کہ آپ رحمت للعالمین اور خاتم النبیین ہیں لواء حمد کے حامل اور مقام محمود پر فائز ہیں تمام سابقہ شریعتوں کے ناسخ ہیں کوثر و سلسبیل کے ساقی ہیں عالم میثاق میں تمام انبیاء اور مرسلین سے آپ پر ایمان لانے اور آپ کی نصرت کرنے کا عہد و پیمان لیا گیا آپ تمام انبیاء اور مرسلین کے قائد ہیں شب معراج اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے دیدار سے مشرف فرمایا روز حشر تمام اہل محشر کو آپ کی شفاعت کی احتیاج ہوگی آپ کی امت کو تمام امتوں پر فضیلت دی گئی ہے کائنات اللہ کو راضی کرتی ہے اور اللہ آپ کو راضی فرماتا ہے اور ایسے بہت سے فضائل اور خصائص ہیں جو صرف آپ ہی کو حاصل ہیں یہ اجمالی ذکر ہے اور ان شاء اللہ ہم اس کو تفصیل سے بھی بیان کریں گے اس کے بعد حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کا علیحدہ ذکر فرمایا کیونکہ ان کے معجزات زیادہ تر حسی تھے مثلاً مردوں کو زندہ کرنا مادرزاد اندھوں کو بینا کرنا اور برص اور کوڑھ کے مریضوں کو تندرست کرنا وغیرہا پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو ان کے بعد والے واضح نشانیاں آنے کے بعد آپس میں قتال نہ کرتے لیکن انہوں نے اختلاف کیا۔ (البقرہ:۲۵۳)

## بعض کفار عرب کے اسلام نہ لانے پر آپ کو تسلی دینا

اس آیت سے مقصود یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سیّدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو سابقہ امتوں کی خبر دی ہے کہ حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کی قوم نے واضح دلائل اور معجزات دیکھنے کے باوجود کہا: ہمیں اللہ تعالیٰ کو ظاہر باہر دکھاؤ اور ہمارے لیے ایک معبود بنادو جیسے ان کا معبود ہے اسی طرح حضرت عیسیٰ کی قوم نے روشن دلائل اور معجزات مثلاً مردوں کو زندہ کرنا اور کوڑھیوں کو تندرست کرنا دیکھا اس کے باوجود انہوں نے حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کی تکذیب کی اور ان کو قتل کرنے کے درپے ہوئے اب آپ کو یہ بتایا جارہا ہے کہ آپ بھی سابقہ رسولوں کی طرح ایک رسول ہیں تو اگر آپ کے دلائل اور معجزات پیش کرنے کے باوجود آپ کی قوم کے بعض لوگ آپ کی تکذیب کررہے ہیں تو یہ کوئی نئی بات نہیں ہے:

(آیت) وان یکذبوك فقد كذبت قبلهم قوم نوح وعاد وثمود ۔ وقوم ابرهيم وقوم لوط ۔ واصحب مدين، وكذب موسىٰ ۔ (الحج:۴۴-۴۲)

ترجمہ: اور اگر یہ آپ کی تکذیب کرتے ہیں (تو آپ پریشان نہ ہوں) سو ان سے پہلے نوح کی قوم نے اور عاد نے اور ثمود نے تکذیب کی تھی۔ اور ابراہیم کی قوم نے اور لوط کی قوم نے۔ اور اصحاب مدین نے (بھی تکذیب کی تھی) اور موسیٰ کی تکذیب کی گئی۔

نیز فرمایا: (آیت) فان کذبوك فقد کذب رسل من قبلك جآء و بالبینت والزبر والکتب المنیر

(آل عمران: ۱۸۴)

ترجمہ: اگر یہ آپ کی تکذیب کریں (تو غم نہ کریں) آپ سے پہلے رسولوں کی بھی تکذیب کی گئی ہے جو واضح دلائل آسمانی صحیفے اور روشن کتاب لے کر آئے تھے۔

اور اگر اللہ چاہتا تو نہ وہ لوگ اختلاف کرتے اور نہ آپ کی قوم کے بعض لوگ مخالف ہوتے اور اللہ تعالیٰ ان سب کو جبرا مسلمان کر دیتا اور دنیا میں کبھی کوئی شخص کسی نبی کا مخالف اور کافر نہ ہوتا لیکن یہ چیز اللہ تعالیٰ کی حکمت اور مشیت کے خلاف ہے اس نے انسان کو حریت فکر اور سوچ و بچار کی آزادی عطا کی ہے اس نے کفر اور ایمان اور ہدایت اور گمراہی کے راستے پیدا کیے شیطان کو پیدا کیا جو انسان کو کفر اور گمراہی کی طرف بلاتا ہے اور انبیاء اور رسل مبعوث فرمائے جو اس کو ایمان اور ہدایت کی دعوت دیتے ہیں اور انسان کو عقل سلیم عطا کی سچ اور جھوٹ اور کھرے اور کھوٹے کو پرکھنے کا شعور دیا اب وہ یہ دکھانا چاہتا ہے کہ انبیاء اور رسل کی دعوت پر کتنے لوگ صراط مستقیم کو اختیار کرتے ہیں اور شیطان کے بہکانے میں آ کر کتنے لوگ کفر اور گمراہی کو اختیار کرتے ہیں اس لیے فرمایا: لیکن انہوں نے اختلاف کیا سو ان میں سے کوئی ایمان لے آیا اور کسی نے کفر کیا اور اگر اللہ چاہتا تو وہ آپس میں قتال نہ کرتے لیکن اللہ وہی کرتا ہے جس کا وہ ارادہ فرماتا ہے۔

اب ہم قرآن مجید اور احادیث صحیحہ مشہورہ سے بیان کریں گے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام نبیوں اور رسولوں سے افضل ہیں۔

فنقول وباللہ التوفیق وبہ الاستعانۃ یلیق ۔

## رحمۃ للعلمین ہونے کی وجہ سے آپ کا افضل الرسل ہونا

(۱) (آیت) وما ارسلنك الا رحمۃ للعلمین ۔ (الانبیاء: ۱۰۷)

ترجمہ: اور ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر ہی تو بھیجا ہے۔

آپ تمام جہانوں کے لیے رحمت ہیں اور اپنے وجود اور بقاء میں ہر چیز کو رحمت کی ضرورت ہے تو ساری کائنات آپ کی محتاج ہوئی اور محتاج الیہ محتاج سے افضل ہوتا ہے اس لیے آپ ساری کائنات سے افضل قرار پائے اور یہ اس کو مستلزم ہے کہ آپ تمام نبیوں اور رسولوں سے بھی افضل ہوں آپ سے پہلے جو نبی آئے ان کی قوموں نے ان کی تکذیب کی تو ان قوموں پر عذاب آیا جب آپ کی قوم کے کافروں نے آپ کی تکذیب کی اور عذاب کا مطالبہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

(آیت) وما کان اللہ لیعذبھم وانت فیھم ۔ (الانفال: ۳۳)

ترجمہ: اور اللہ کی یہ شان نہیں ہے کہ وہ آپ کے ہوتے ہوئے ان کافروں کو عذاب دے۔

انبیاء سابقین کے آنے کے بعد کافروں سے عذاب ٹل نہیں سکتا تھا اور آپ کے آنے کے بعد عذاب آ نہیں سکتا تھا۔

تمام نبیوں اور رسولوں کے نبی ہونے کی وجہ سے آپ کا افضل الرسل ہونا۔

(آیت) واذ اخذ الله میثاق النبیین لما اتیتکم من کتب وحکمة ثم جآء کم رسول مصدق لما معکم لتؤمنن به ولتنصرنه قال ء اقررتم واخذتم علی ذلکم اصری قالوا اقررنا، قال فاشهدوا وانا معکم من الشهدین ۔ فمن تولی بعد ذلك فاولیك هم الفسقون ۔ ۔ (آل عمران:۸۲-۸۱)

ترجمہ: اور یاد کیجئے جب اللہ نے نبیوں سے عہد لیا کہ میں تم کو جو کتاب اور حکمت دوں پھر تمہارے پاس ایک عظیم رسول آ جائے جو اس (کتاب اور حکمت) کی تصدیق کرے جو تمہارے پاس ہے تو تم ضرور ضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور ضرور اس کی مدد کرنا فرمایا: کیا تم نے اس کا اقرار کرلیا اور اس پر میرے بھاری عہد کو قبول کرلیا؟ ان سب نے کہا: ہم نے اقرار کیا فرمایا: سو گواہ ہو جاؤ اور میں خود تمہارے ساتھ گواہوں میں سے ہوں۔ پھر اس عہد کے بعد جو اس سے پھرا تو وہی لوگ نافرمان (فاسق) ہیں۔۔

اس آیت سے واضح ہوا کہ انبیاء سابقین میں سے جس نبی کے زمانہ میں بھی آپ مبعوث ہو جاتے اس نبی پر لازم ہوتا کہ وہ آپ پر ایمان لائے۔

امام ابن جریر اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم اور ان کے بعد جس نبی کو بھی بھیجا اس سے سیّدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہ عہد لیا کہ اگر اس نبی کی زندگی میں سیّدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہو جائیں تو وہ ضرور ضرور ان پر ایمان لائے اور ضرور ضرور ان کی نصرت کرے اور اپنی قوم کو بھی ان پر ایمان لانے کا حکم دے۔ (جامع البیان ج ۳ ص ۲۳۶ مطبوعہ دار المعرفتہ بیروت ۱۴۰۹ھ)

امام ابن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں: حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اس ذات کی قسم جس قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! اگر موسیٰ زندہ ہوتے تو میری پیروی کے سوا ان کے لیے اور کوئی چارہ کار نہ تھا۔ (المصنف ج ۹ ص ۴۷ مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی ۱۴۰۶ھ)

اس حدیث کو امام بغوی نے بھی روایت کیا ہے۔ (شرح السنۃ ج ۳ ص ۲۱۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۲ھ)

امام ابویعلیٰ روایت کرتے ہیں: حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خدا کی قسم: اگر موسیٰ تمہارے زمانہ میں زندہ ہوتے تو ان کے لیے میرے سوا کسی کی پیروی کرنا جائز نہ ہوتا۔

(مسند ابویعلیٰ ج ۲ ص ۲۴۷ مطبوعہ دار المامون تراث بیروت ۱۴۰۴ھ)

امام احمد نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے۔ (مسند احمد ج ۳ ص ۳۳۸ مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۱۳۹۸ھ)

حافظ الہیثمی۔ ۱ (حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی التوفی ۸۰۷ھ مجمع الزوائد ج ۱ ص ۱۷۴ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت اور حافظ سیوطی۔ ۲ (حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ در منثور ج ۲ ص ۴۸ مطبوعہ مکتبہ آیۃ اللہ العظمیٰ ایران) نے بھی اس

حدیث کو بیان کیا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ تمام انبیاء اور رسل حکما اور تقدیرا ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی امت ہیں اور نبی امت سے افضل ہوتا ہے اس سے واضح ہوا کہ آپ تمام نبیوں اور رسولوں سے افضل ہیں۔

تمام نبیوں اور رسولوں کو عالم میثاق میں کیے ہوئے اس عہد کو پورا کرنے کا انتظار تھا اسی لیے حضرت ابراہیم (علیہ السلام) نے دعا کی:

(آیت) ۔ ربنا وابعث فیھم رسولا منھم یتلوا علیھم ایتك ویعلمھم الکتب والحکمة ویزکیھم انك انت العزیز الحکیم ۔ ۔ (البقرہ:۱۲۹)

ترجمہ: اے ہمارے رب! ان میں ایک عظیم رسول بھیج دے جو ان پر تیری آیات کی تلاوت کرے اور ان کو کتاب اور حکمت کی تعلیم دے اور ان کی باطنی اصلاح کرے بے شک تو ہی بڑا غالب اور بہت حکمت والا ہے۔

## حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) نے آپ کے آنے کی بشارت دی

(آیت) ۔ واذقال عیسیٰ ابن مریم یبنی اسرائیل انی رسول اللہ الیکم مصدقالما بین یدی من التورة ومبشرا برسول یاتی من بعدی اسمه احمد ۔ الصف:۶)

ترجمہ: اور یاد کیجئے جب عیسیٰ بن مریم نے کہا: اے بنو اسرائیل! بے شک میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہوں مجھ سے پہلی کتاب تورات کی تصدیق کرتا ہوں اور اس عظیم رسول کی خوشخبری دیتا ہوں جو میرے بعد آئیں گے جن کا نام نامی احمد ہے۔

امام احمد اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اللہ کے نزدیک خاتم النبیین لکھا ہوا تھا اور بے شک (اس وقت) آدم اپنی مٹی میں تھے اور عنقریب میں تم کو اپنی ابتداء کے متعلق بتاؤں گا میں ابراہیم کی دعا ہوں اور عیسیٰ کی بشارت ہوں اور میں اپنی ماں کا خواب ہوں جو انہوں نے میری ولادت کے وقت دیکھا اور بے شک ان سے ایک نور نکلا جس سے (ملک) شام کے محلات روشن ہو گئے ۔۳۔

(امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۴ ص ۱۲۸، ۱۲۷ مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ)

اس حدیث کو امام طبرانی۔ (امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانی متوفی ۳۶۰ھ معجم کبیر ج ۱۸ ص ۲۵۲ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

امام بزار ۔۲ (امام احمد بن عمرو بن عبد الخالق البزار المتوفی ۲۹۲ھ کشف الاستار عن زوائد البزار ج ۳ ص ۱۱۳ مطبوعہ مؤسسة الرسالة بیروت)

امام ابن حبان ۔۳ (امام ابوحاتم محمد بن حبان بسی متوفی ۳۵۴ھ موارد الظمآن ص ۵۱۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام ابونعیم ۔۴ (امام ابونعیم بن عبداللہ اصبہانی متوفی ۴۳۰ھ حلیة الاولیاء ج ۶ ص ۸۹ مطبوعہ دار الکتب العربی ۱۴۰۷ھ)

امام حاکم ۵ امام حاکم ۔۵ (امام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ المستدرک ج ۲ ص ۶۰۰ مطبوعہ دار الباز مکہ مکرمہ)

امام بیہقی ۔۶ (امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ دلائل النبوۃ ج ۲ ص ۱۳۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

اور امام بغوی ۷- (امام حسین بن مسعود بغوی متوفی ۵۱۶ھ شرح السنۃ ج ۷ ص ۱۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۲ھ) نے بھی روایت کیا ہے۔ امام ذہبی نے لکھا ہیں اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ ۸ (علامہ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی متوفی ۸۴۸ھ تلخیص المستدرک ج ۲ ص ۶۰۰ مطبوعہ مکتبہ دار الباز مکہ مکرمہ)

تمام انبیاء کے اوصاف اور کمالات کے جامع ہونے کی وجہ سے آپ کا افضل الرسل ہونا:

(آیت) اولئك الذين هدى الله فبهدهم اقتده ۔ (الانعام:۹۰)

ترجمہ: یہ وہ لوگ ہیں جن کو اللہ نے ہدایت دی ہے سو آپ بھی ان کے طریقہ پر چلیں۔

اس آیت میں عقائد اور اصول مراد نہیں ہیں کیونکہ عقائد اور اصول میں تقلید جائز نہیں ہے اور نہ فروع اور اعمال مراد ہیں کیونکہ آپ کی شریعت تمام شرائع سابقہ کے لیے ناسخ ہے سو اس سے مراد یہ ہے کہ آپ محاسن اخلاق میں تمام انبیاء علیہم السلام کی پیروی کیجئے اس کا تقاضا یہ ہے کہ وہ تمام اوصاف حمیدہ اور تمام اخلاق حسنہ جو تمام انبیاء علیہم السلام میں متفرق طور پر پائے جاتے تھے آپ ان تمام اوصاف اور اخلاق کے جامع ہیں گویا آپ کی صفات کو پھیلاؤ تو ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کی صفات ہیں اور ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کی صفات کو سمیٹو تو وہ تنہا آپ کی صفات ہیں آپ کی ذات بہ منزلہ متن ہے اور انبیاء بہ منزلہ شرح ہیں اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

(آیت) وانك لعلى خلق عظيم ۔ ۔ (القلم:۴)

ترجمہ: اور بے شک آپ ضرور خلق عظیم پر فائز ہیں۔۔

علی کا لفظ استعلاء اور تفوق کے لیے آتا ہے جیسے کہتے ہیں کہ فلاں شخص سواری پر سوار ہے سو آپ بہ منزلہ سوار ہیں اور خلق عظیم بہ منزلہ سواری ہے۔ اس میں یہ بتایا ہے کہ دوسرے لوگ نیک ہونے میں نیکی کے تابع ہوتے ہیں اور یہاں نیکی آپ کے تابع ہے آپ جس کام کو کرلیں وہ اچھا ہے اور جس سے منع فرمادیں وہ برا ہے خلق عظیم کی باگیں آپ کے ہاتھ میں ہیں آپ جس طرف ان کا رخ موڑ دیں عظمتیں وہیں ہیں آپ عظمتوں کے تابع نہیں عظمتیں اپنے عظیم ہونے میں آپ کے تابع ہیں:

(آیت) وما اتكم الرسول فخذوه، وما نهكم عنه فانتهوا (الحشر:۷)

ترجمہ: اور رسول تمہیں جو کچھ دیں وہ لے لو اور جس سے منع فرمائیں اس سے باز رہو۔

(آیت) يكاد زيتها يضيء ولو لم تمسسه نار نور على نور ۔ (النور:۳۵)

ترجمہ: قریب ہے کہ (آپ کی نبوت کا) تیل خود ہی روشن ہوجائے گا خواہ اسے (وحی کی) آگ نہ چھوئے (نزول وحی کے بعد) وہ نور علیٰ نور ہے۔

علامہ آلوسی لکھتے ہیں: قریب ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی استعداد کا تیل اپنی صفائی اور زکاوت کی وجہ سے خود ہی روشن ہوجاتا، خواہ اس کو نور قرآن نے نہ چھوا ہوتا۔ امام بغوی نے محمد بن کعب القرظی سے روایت کیا ہے کہ قریب ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے محاسن لوگوں کے سامنے وحی سے پہلے ظاہر ہوجاتے۔ (روح المعانی ج ۱۸ ص ۱۷۱ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

قاضی عیاض لکھتے ہیں: قریب ہے کہ اس تیل کی طرح سیّدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت لوگوں پر آپ کے دعوی نبوت سے پہلے ہی ظاہر ہو جاتی۔ (الشفاء ج ۱ ص ۱۱ مطبوعہ عبدالتواب اکیڈمی ملتان)

علامہ شہاب الدین خفاجی نے لکھا ہے: اس آیت میں سیّدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کو اس تیل سے تشبیہ دی گئی ہے جو از خود روشن ہو جاتا ہے۔ (نسیم الریاض ج ۱ ص ۱۱۳ مطبوعہ دارالفکر بیروت)

ملا علی قاری نے لکھا ہے: کیونکہ آپ کا ظاہر اور باطن صاف تھا آپ میں نبوت اور رسالت مجتمع تھی آپ میں انوار الٰہیہ بہت قوی تھے اور آپ انوار صمدیہ کے مظہر تھے اور آپ ایسے کامل تھے کہ اگر آپ دعوی نبوت نہ کرتے پھر بھی لوگوں پر آپ کی نبوت ظاہر ہو جاتی۔ (شرح الشفاء علی ھامش نسیم الریاض ج ۱ ص ۱۱۳ مطبوعہ دارالفکر بیروت)

امام مسلم روایت کرتے ہیں: قتادہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا: یا ام المؤمنین! مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خلق کے متعلق بتائیے؟ آپ نے فرمایا کیا تم قرآن نہیں پڑھتے میں نے عرض کیا: کیوں نہیں! حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا خلق قرآن تھا۔ (صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۵۶ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۷۵ھ)

اس حدیث کو امام بخاری۔ ۱ (امام محمد اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۲۵۶ھ الادب المفرد ص ۸۷-۸۶ مطبوعہ مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل)

امام ابوداؤد۔ ۲ (امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۱۹۰-۱۸۹ مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور ۱۴۰۵ھ)

امام نسائی۔ ۳ (امام احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۲ھ سنن نسائی ج ۱ ص ۲۴۷ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی)

امام ابن ماجہ ۴ (امام ابوعبداللہ محمد بن یزید بن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ، سنن ابن ماجہ ص ۱۶۸ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب، کراچی)

امام احمد۔ ۵ (امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۶ ص ۲۱۶، ۱۸۸-۱۱۱-۹۱-۵۴ مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ)

امام دارمی۔ ۶ (امام عبداللہ بن عبدالرحمان دارمی متوفی ۲۵۵ھ سنن دارمی ج ۱ ص ۲۸۴ مطبوعہ نشر السنۃ ملتان۔)

اور امام بیہقی۔ ۷ (امام احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ دلائل النبوۃ ج ۱ ص ۳۱۰ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت) نے روایت کیا ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خصائل اور شمائل کی جامع عبارت قرآن مجید ہے اور قرآن مجید کے تیس پاروں کو اگر انسانی پیکر مصطفیٰ ہے۔

امام مالک نے فرمایا: ہمیں یہ حدیث پہنچی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے حسن اخلاق کو مکمل کرنے کے لیے مبعوث کیا گیا ہے۔ (مؤطا امام مالک ص ۷۰۵ مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور)

امام بغوی روایت کرتے ہیں: حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے مکارم اخلاق کو تمام تک پہنچانے اور محاسن افعال کو کمال تک پہنچانے کے لیے مبعوث فرمایا ہے۔

(شرح السنۃ ج ۷ ص ۱۰-۹ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۲ھ)

ان احادیث سے واضح ہو گیا کہ آپ سے پہلے کوئی نبی اور رسول مکارم اخلاق اور محاسن افعال کا جامع نہیں تھا حضرت داؤد اور سلیمان نے شاہی کی زندگی گزاری اس میں فقر کا نمونہ نہیں ہے حضرت یحییٰ اور عیسیٰ نے تجرد کی زندگی گزاری اس میں ازدواجی

زندگی اور عائلی حیات کا نمونہ نہیں ہے ایسی کامل زندگی جو انسانیت کے ہر شعبہ پر محیط ہو وہ صرف آپ کی زندگی ہے۔ آپ نے بکریاں چرائیں گڈریوں اور چرواہوں کو اعزاز بخشا دودھ دوہا گوالوں کی عزت افزائی کی جوتی مرمت کر لی موچیوں کا مقام اونچا کیا پھٹے ہوئے کپڑے سی لیے خندقیں کھودیں تجارت ہو صنعت وحرفت ہو حکومت کا کوئی شعبہ ہو امامت ہو خطابت ہو سپہ سالاری ہو ہر شعبہ میں آپ کا نمونہ ہے۔ اگر ایک حاکم فخر سے کہے کہ میں حکومت چلا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عامل ہوں تو پیوند لگے ہوئے لباس پہن کر زمین کھودنے والا مزدور بھی کہے گا کہ میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کا امین ہوں سو ایسی کامل زندگی نبیوں اور رسولوں میں سے کسی نے نہیں گزاری آپ تمام نبیوں اور رسولوں میں مکارم اخلاق اور محاسن افعال کے سب سے زیادہ جامع ہیں اس لیے سب رسولوں میں آپ ہی سب سے افضل ہیں۔

## رسالت کے عموم کی وجہ سے آپ کا افضل الرسل ہونا

(آیت) وما ارسلنك الا كافة اللناس بشيرا ونذيرا ۔ (سبا:۲۸)

ترجمہ: اور ہم نے آپ کو (قیامت تک کے) تمام لوگوں کے لیے بشارت دینے والا اور ڈرانے والا ہی بنا بھیجا ہے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ آپ قیامت تک کے تمام انسانوں کے لیے رسول ہیں نیز فرمایا:

(آیت) تبرك الذى نزل الفرقان على عبده ليكون للعلمين نذيرا ۔ ۔ (الفرقان:۱)

ترجمہ: وہ برکت والا ہے جس نے اپنے (مقدس) بندہ پر فیصلہ کرنے والی کتاب نازل کی تا کہ وہ تمام جہانوں کے لیے ڈرانے والے ہوں۔

اسی طرح احادیث میں بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا عموم اور شمول بیان کیا گیا ہے امام روایت کرتے ہیں:

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے پانچ ایسی چیزیں دی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی (نبی) کو نہیں دی گئیں ایک ماہ کی مسافت سے میرا رعب طاری کر کے میری مدد کی گئی ہے تمام روئے زمین میرے لیے مسجد بنادی گئی ہے اور طہارت (تیمم) کا ذریعہ بنادی گئی ہے سو میری امت کا جو شخص بھی نماز کا وقت پائے وہ (جہاں بھی ہو) نماز پڑھ لے اور میرے لیے مال غنیمت کو حلال کر دیا گیا اور وہ مجھ سے پہلے کسی کے لیے حلال نہیں کیا گیا اور مجھے شفاعت (کبریٰ) عطا کی گئی ہے اور ہر نبی بالخصوص اپنی قوم کی طرف مبعوث کیا جاتا تھا اور میں تمام لوگوں کی طرف مبعوث کیا جاتا تھا اور میں تمام لوگوں کی طرف مبعوث کیا گیا ہوں۔ (صحیح بخاری ج اص ۴۸ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۸۱ھ)

اس حدیث کو امام بغوی۔ ۱ (امام حسین بن مسعود بغوی متوفی ۵۱۶ھ شرح السنۃ ج ۷ ص ۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۲ھ) اور امام دارمی۔ ۲ (امام عبداللہ بن عبدالرحمان دارمی متوفی ۲۵۵ھ سنن دارمی رقم الحدیث: ۱۳۹۵ھ دار المعرفۃ بیروت۔ نے بھی روایت کیا ہے۔

امام مسلم روایت کرتے ہیں: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے چھ

وجوہ سے انبیاء پر فضیلت دی گئی ہے جوامع الکلم عطا کیے گئے میری رعب سے مدد کی گئی میرے لیے مال غنیمت حلال کر دیا گیا تمام روئے زمین کو میرے لیے طہارت کا آلہ (تیمم) اور مسجد بنا دیا گیا مجھے تمام مخلوق کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا اور مجھ پر نبوت ختم کی گئی۔ (صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۹۹ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۷۵ھ)

امام احمد روایت کرتے ہیں: حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے پانچ چیزیں دی گئی ہیں مجھے ہر کالے اور گورے کی طرف مبعوث کیا گیا ہے اور میرے لیے تمام زمین مسجد اور آلہ طہارت (تیمم) بنا دی گئی ہے۔ الحدیث (مسند احمد ج ۴ ص ۴۱۶ مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۱۳۹۸ھ)

حافظ الہیثمی نے لکھا ہے کہ اس حدیث کے تمام راوی صحیح ہیں۔ (مجمع الزوائد ج ۸ ص ۲۵۸ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت ۱۴۰۲ھ)

امام احمد نے اس حدیث کو حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے بھی روایت کیا ہے۔

(مسند احمد ج ۴ ص ۱۶۲-۱۶۱ مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۱۳۹۸ھ)

حافظ الہیثمی نے امام بزار کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر نبی بالخصوص اپنی قوم کی طرف مبعوث ہوتا تھا اور میں تمام جن اور انس کی طرف مبعوث کیا گیا ہوں۔

(مجمع الزوائد ج ۸ ص ۲۵۸ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت ۱۴۰۲ھ)

حافظ ابن عساکر روایت کرتے ہیں: حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہمیں چار ایسی چیزیں دی گئی ہیں جو ہم سے پہلے کسی کو نہیں دی گئیں اور میں نے اپنے رب سے پانچویں چیز مانگی تو میرے رب نے وہ بھی عطا کر دی پہلے نبی کسی ایک شہر (قوم) کی طرف مبعوث کیا جاتا تھا اور اس سے تجاوز نہیں کرتا تھا اور مجھے تمام لوگوں کی طرف مبعوث کیا گیا ہے۔ (مختصر تاریخ دمشق ج ۱۲ ص ۱۳۴ مطبوعہ دار الفکر دمشق ۱۴۰۴ھ)

اس حدیث کو امام طبرانی نے بھی روایت کیا ہے۔ (معجم کبیر ج ۱۱ ص ۶۱-۵۱ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

امام طبرانی نے اس حدیث کو حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے بھی روایت کیا ہے۔

(معجم کبیر ج ۱۲ ص ۲۱۵ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

قرآن مجید اور بہ کثرت احادیث صحیحہ سے واضح ہو گیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تمام جن وانس بلکہ تمام مخلوق کی طرف مبعوث کیے گئے ہیں ہم البقرہ: ۴۷ کی تفسیر میں باحوالہ بیان کر چکے ہیں کہ گوہ اور ہرنی نے آپ کا کلمہ پڑھا درختوں نے آپ کی اطاعت کی پتھروں نے آپ کو سلام عرض کیا اور اونٹنی آپ کے فراق میں روئی اور یہ وہ عظیم خصوصیت ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کے سوا اور کسی نبی کو عطا نہیں کی اس سے واضح ہوا کہ آپ تمام نبیوں اور رسولوں سے افضل ہیں۔

## خاتم الانبیاء ہونے کی وجہ سے آپ کا افضل الرسول ہونا

(آیت) ماکان محمد اباحد من رجالکم ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین ۔(الاحزاب: ۴۰)

ترجمہ: محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں لیکن وہ اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں کے آخر۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آخر النبیین ہیں ہر نبی کی شریعت بعد میں آنے والے نبی سے منسوخ ہوتی رہی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آخر الانبیاء ہیں اور قیامت تک کے نبی ہیں اس لیے آپ کی شریعت باقی اور غیر منسوخ ہے اور اس کا لازمی تقاضا یہ ہے کہ آپ تمام انبیاء سے افضل ہوں۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے پانچ اسماء ہیں: میں محمد اور احمد ہوں میں ماحی ہوں جس کے سبب سے اللہ کفر کو مٹاتا ہے میں حاشر ہوں لوگ میرے قدموں میں جمع کیے جائیں گے اور میں عاقب (آخری نبی) ہوں (صحیح بخاری ج اص ۵۰۱ ج ۲ ص ۷۲۷ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۸۱ھ)

امام مسلم روایت کرتے ہیں: حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں محمد اور احمد ہوں میں ماحی ہوں جس کے سبب سے اللہ کفر کو مٹاتا ہے میں حاشر ہوں میری ایڑیوں پر لوگ جمع کیے جائیں گے اور میں عاقب ہوں اور عاقب وہ ہے جس کے بعد کوئی نبی نہ ہو۔ (صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۶۱ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۷۵ھ)

اس حدیث کو امام ترمذی۔ (امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ جامع ترمذی ص ۵۹۷ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی)

اور امام بغوی۔ (امام حسین بن مسعود بغوی متوفی ۵۱۶ھ شرح السنہ ج ۷ ص ۱۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۲ھ) نے بھی روایت کیا ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری اور مجھ سے پہلے نبیوں کی مثال ایسے ہے جیسے کسی شخص نے بہت حسین وجمیل گھر بنایا لیکن اس کے ایک کونے میں ایک اینٹ کی جگہ باقی ہو لوگ اس گھر کے گرد طواف کریں اور تعجب کریں اور کہیں کہ کیوں نہ یہ ایک اینٹ بھی رکھ دی گئی تو میں وہ اینٹ ہوں اور میں خاتم النبیین ہوں۔ (امام محمد اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۲۵۶ھ صحیح بخاری ج اص ۵۰۱ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۸۱ھ) اس حدیث کو امام مسلم نے بھی روایت کیا ہے۔ (صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۴۸ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۷۵ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بنو اسرائیل کے انبیاء ان کا سیاسی نظام چلاتے تھے جب بھی کوئی نبی فوت ہوتا تو دوسرا نبی اس کا خلیفہ ہو جاتا اور بے شک میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔ (صحیح بخاری ج اص ۴۹۱ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۸۱ھ)

اس حدیث کو امام مسلم۔ (امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۲۶ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۷۵ھ)

اور امام احمد۔ (امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۲ ص ۲۹۷، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ) نے بھی روایت کیا ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تبوک کی طرف روانہ ہوئے اور حضرت علی کو اپنے پیچھے چھوڑ دیا حضرت علی نے کہا: آپ مجھے بچوں اور عورتوں میں چھوڑ کر جا رہے ہیں آپ نے فرمایا: کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ تم میرے لیے ایسے ہو جیسے موسیٰ کے لیے ہارون تھے: مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔

(صحیح بخاری ج ۲ ص ۶۳۳ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۸۱ھ)

اس حدیث کو امام مسلم۔ (امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۷۸ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۷۵ھ)

امام ترمذی۔ (امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ جامع ترمذی ص ۵۳۵-۵۳۴ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی)

امام ابن ماجہ۔ (امام ابوعبداللہ محمد بن یزید بن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ، سنن ابن ماجہ ص ۱۲ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب، کراچی)

امام احمد۔ (امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۱ ص ۱۸۳، ۱۸۲-۱۷۷ ج ۳ ص ۲۳۸-۲۲ مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ)

اور امام ابن حبان۔ (امام ابوحاتم محمد بن حبان البستی متوفی ۳۵۴ھ الاحسان بہ ترتیب صحیح ابن حبان ج ۱۰ ص ۱۴۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۹۷ ھ) نے بھی روایت کیا ہے۔

امام ترمذی روایت کرتے ہیں: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے بعد رسالت اور نبوت منقطع ہوچکی ہے سو میرے بعد کوئی رسول ہوگا نہ نبی۔ ۶ (امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ جامع ترمذی ص ۲۳۱ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی)

اس حدیث کو امام احمد۔ ۷ (امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۳ ص ۲۶۷، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ)

امام حاکم۔ ۸ (امام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ المستدرک ج ۴ ص ۳۹۱ مطبوعہ دار الباز مکہ مکرمہ)

امام ابن ابی شیبہ۔ ۹ (امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ المصنف ج ۱۱ ص ۵۳ مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی ۱۴۰۶ھ) نے بھی روایت کیا ہے۔

امام ترمذی روایت کرتے ہیں: حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تک میری امت کے قبائل مشرکین کے ساتھ لاحق نہ ہوں اور جب تک بتوں کی عبادت نہ کی جائے اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہوگی اور عنقریب میری امت میں تیس کذاب ہوں گے جن میں ہر ایک نبوت کا دعوی کرے گا حالانکہ میں خاتم النبین ہوں اور میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔ (جامع ترمذی ص ۳۲۳ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی)

اس حدیث کو امام ابوداؤد۔ ۱۰ (امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۲۲۸ مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور ۱۴۰۵ھ)

امام احمد۔ ۱۱ (امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۵ ص ۲۷۸، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ)

اور امام بیہقی۔ ۱۲ (امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ دلائل النبوۃ ج ۶ ص ۴۸۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت) نے بھی روایت کیا ہے۔

## کثرت معجزات کی وجہ سے آپ کا افضل الرسل ہونا

(آیت) انا نحن نزلنا الذکر وانا له الحفظون ۔(الحجر:۹)

ترجمہ: بے شک ہم ہی نے قرآن نازل کیا اور بے شک ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔

(آیت) لا یاتیه الباطل من بین یدیه ولا من خلفه ۔(حم السجد:۳۲)

ترجمہ: اس قرآن مجید میں سامنے سے باطل آسکتا ہے نہ پیچھے سے۔

پہلی آیت کا تقاضا یہ ہے کہ قرآن مجید میں کسی آیت بلکہ کسی حرف کی کمی نہیں ہوسکتی اور دوسری آیت کا تقاضا یہ ہے کہ قرآن

مجید میں کسی حرف کی کمی نہیں ہوسکتی اور دوسری آیت کا تقاضا یہ ہے کہ قرآن مجید میں کسی حرف کا اضافہ نہیں ہوسکتا غرض قرآن مجید کے یہ دو دعوے ہیں اس میں کمی ہوسکتی ہے نہ زیادتی ہوسکتی ہے اور تیسرا دعوی یہ ہے کہ کوئی شخص قرآن مجید کی کسی سورت بلکہ کسی آیت کی بھی نظیر اور مثیل نہیں لاسکتا:

(آیت) وان کنتم فی ریب مما نزلنا علی عبدنا فاتوا بسورة من مثله، (البقرہ:۲۳)

ترجمہ: اور ہم نے جو اپنے (مقدس) بندے پر کلام نازل کیا ہے اگر تم اس کے (منزل من اللہ ہونے کے) متعلق شک میں ہو تو اس (کلام) کی مثل کوئی سورت لے آؤ۔

(آیت) فلیاتوا بحدیث مثله ان کانوا صدقین۔ (الطور:۳۴)

ترجمہ: اگر وہ سچے ہیں تو اس قرآن جیسی کوئی آیت لے آئیں۔

قرآن مجید کی چھ ہزار سے زیادہ آیتیں ہیں اور ہر آیت میں قرآن مجید کی حقانیت اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی صداقت پر تین دلیلیں ہیں:

(۱) قرآن مجید میں زیادتی نہیں ہوسکتی۔

(۲) قرآن مجید میں کمی نہیں ہوسکتی۔

(۳) اس کی کوئی مثل نہیں لاسکتا اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے صدق پر اٹھارہ ہزار سے زائد دلائل ہوگئے۔

علوم وفنون میں دن بدن ترقی ہو رہی ہے اور اسلام کے مخالفین اور آپ کی رسالت کے منکرین کی تعداد بھی دن بہ دن بڑھ رہی ہے اس کے باوجود ہم دیکھتے ہیں کہ چودہ سو سال سے زیادہ گزر گئے اور اب تک کسی نے اس چیلنج کو نہیں توڑا نہ کوئی شخص قرآن مجید کی کسی آیت کی کوئی مثال لاسکا نہ اس میں کمی یا زیادتی کرسکا اگر اس چیلنج کو توڑنا کسی کے بس کی بات ہوتی تو اب تک وہ اس چیلنج کو توڑ چکا ہوتا۔

دوسرے انبیاء علیہم السلام کے معجزات مثلاً لاٹھی اور اونٹنی وغیرہ اعیان وجواہر کے قبیل سے تھے لیکن وہ باقی نہ رہے اور قرآن مجید اعراض اور معانی کے قبیل سے ہے اور ہنوز باقی ہے اور ان شاء اللہ قیامت تک بلکہ اس کے بعد تک باقی رہے گا خلاصہ یہ ہے کہ جس قدر کثیر اور قوی دلائل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر قائم کیے گئے وہ کسی اور نبی اور رسول کی نبوت پر قائم نہیں کیے گئے دیگر انبیاء علیہم السلام کی نبوت پر دلیل فانی معجزات ہیں آپ کی نبوت پر دلیل باقی رہنے والا اللہ کا کلام قرآن مجید ہے۔

## آپ کے دین کے ناسخ الادیان ہونے کی وجہ سے آپ کا افضل الرسل ہونا

اللہ تعالیٰ نے آپ کے لائے ہوئے دین کو اپنی نعمت تامہ قرار دیا اور فرمایا:

(آیت) الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا (المائدہ:۳)

ترجمہ: آج میں نے تمہارے دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لیے اسلام کو بطور دین پسند کر لیا۔

آپ کے دین کو ادیان سابقہ کے لیے ناسخ قرار دیا اور فرمایا:

(آیت) ومن يبتغ غير الاسلام دينا فلن يقبل منه ۔ (آل عمران:۸۵)

ترجمہ: اور جس شخص نے اسلام کے علاوہ کسی اور دین کو طلب کیا سو وہ اس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا۔

اور یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام انبیاء اور رسل پر عظیم فضیلت ہے کہ آفتاب محمدیت کے طلوع کے بعد اب کسی نبی یا رسول کی شریعت کا چراغ نہیں جلے گا حتی کہ اگر حضرت موسیٰ (علیہ السلام) بھی ظاہری حیات سے زندہ ہوتے تو آپ کی پیروی کرتے اور جب حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کا نزول ہوگا تو وہ بھی آپ کی شریعت کی پیروی کریں گے امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس وقت تمہارا کیا مرتبہ ہوگا جب تم میں ابن مریم کا نزول ہوگا اور امام تم میں سے ہوگا۔ (صحیح بخاری ج اص ۴۹۰ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۸۱ھ)

اس سے معلوم ہوا کہ آپ کا دین تمام ادیان سے افضل ہے اس لیے ضروری ہوا کہ آپ تمام انبیاء اور رسل سے افضل ہوں۔

امت کی کثرت اور افضیلت کی وجہ سے آپ کا افضل الرسل ہونا:

(آیت) كنتم خير امة اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنهون عن المنكر ۔ (آل عمران:۱۱۰)

ترجمہ: تم ان امتوں میں سب سے بہترین امت ہو جن کو لوگوں کے سامنے پیش کیا گیا تم نیکی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے روکتے ہو۔

آپ کی امت کے افضل ہونے کی ایک وجہ یہ ہے کہ سابقہ امتوں میں بھی ایمان لانے والے تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے کسی نبی کی امت کو (آیت) یایها الذين امنوا ۔ اے ایمان والے کہہ کر مخاطب نہیں فرمایا بلکہ مثلاً یا بنی اسرائیل کہہ کر پکارا اور یہ اس امت کی بہت بڑی فضیلت ہے کہ اس کو (آیت) یایها الذين امنوا ۔ سے خطاب کیا کیونکہ اس پر ایمان لانے کے تو بہت دعوی دار ہیں لیکن فضیلت ان کی ہے جن کو وہ خود (آیت) یایها الذين امنوا۔ فرمائے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ قیامت کے دن جب انبیاء علیہم السلام کی ان کے امتی تکذیب کریں گے اور کہیں گے: ہمیں کسی نے خدا کے عذاب سے نہیں ڈرایا اس وقت انبیاء علیہم السلام کی صداقت پر آپ کی امت گواہی دے گی:

(آیت) وكذلك جعلنكم امة وسطا لتكونوا شهدآء على الناس، (البقرہ:۱۴۳)

ترجمہ: اور اے مسلمانو! اسی طرح ہم نے تمہیں بہترین امت بنایا تا کہ تم لوگوں (انبیاء علیہم السلام) پر گواہ ہو جاؤ۔

اور یہ امت کی کتنی بڑی فضیلت ہے کہ وہ انبیاء علیہم السلام کے مقدمہ میں گواہ ہوگی۔

تیسری وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بنو اسرائیل کے متعلق فرمایا:

(آیت) يبنى اسرآءيل اذكروا نعمتى ۔ (البقرہ:۴۷)

ترجمہ: اے بنو اسرائیل! میری نعمت کو یاد کرو۔

اور آپ کی امت کے متعلق فرمایا:

(آیت) فاذکرونی ۔ (البقرہ:۱۵۲)

ترجمہ: تم میری ذات کو یاد کرو۔

بنواسرائیل کی رسائی صرف اللہ کی صفت انعام تک تھی اور آپ کی امت کی رسائی اللہ کی ذات تک ہے کیونکہ باقی امتوں کے نبیوں نے اللہ کی صفات کا مشاہدہ کیا اور آپ نے اللہ کی ذات کا مشاہدہ کیا وہ صرف صفات کے مظہر تھے آپ عین ذات کے مظہر ہیں اس لیے ان کی امتیں صفات کو یاد کرتی ہیں اور آپ کی امت ذات کو یاد کرتی ہے۔

امت کی وجہ سے آپ کے افضل الرسل ہونے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ آپ کی امت کی تعداد تمام امتوں کے مجموعہ سے بھی زیادہ ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر نبی کو اتنے معجزات دیئے گئے جن کی مثل پر ایک بشر ایمان لے آئے اور مجھے اللہ تعالیٰ نے اپنا کلام عطا فرمایا ہے اور مجھے امید ہے کہ میری امت قیامت کے دن ان سب سے زیادہ ہوگی۔

(امام محمد اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۲۵۶ھ صحیح بخاری ج ۲ ص ۷۴۴ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۸۱ھ)

اس حدیث کو امام مسلم۔ (امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ صحیح مسلم ج ۱ ص ۸۶ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۷۵ھ)

اور امام بغوی۔ (امام حسین بن مسعود بغوی متوفی ۵۱۶ھ شرح السنۃ ج ۷ ص ۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۲ھ) نے بھی روایت کیا ہے۔

امام مسلم روایت کرتے ہیں: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھ پر امتیں پیش کی گئیں میں نے ایک نبی کو دیکھا ان کے ساتھ ایک جماعت تھی ایک اور نبی کو دیکھا ان کے ساتھ ایک اور دو آدمی تھے ایک اور نبی کو دیکھا ان کے ساتھ کوئی نہیں تھا پھر میرے سامنے ایک عظیم جماعت بلند کی گئی میں نے گمان کیا یہ میری امت ہوگی! مجھے بتایا کہ یہ حضرت موسیٰ کی امت ہے البتہ آپ آسمان کے کنارے پر دیکھیں میں دیکھا تو ایک بہت بڑی جماعت تھی پھر مجھ سے کہا گیا: آپ دوسرے کنارے کو دیکھیں تو وہاں بھی ایک بہت بڑی جماعت تھی مجھ سے کہا گیا کہ یہ آپ کی امت ہے اور ان کے ساتھ ستر ہزار ایسے لوگ ہیں جو جنت میں بغیر حساب اور عذاب کے داخل ہوں گے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمان کے سوا کوئی جنت میں داخل نہیں ہوگا اے اللہ! کیا میں نے تبلیغ کر دی ہے؟ اے اللہ! تو گواہ ہو جا پھر فرمایا: کیا تم یہ پسند کرتے ہو کہ تم نصف اہل جنت ہو؟ تمہارے مقابلہ میں دوسری امتیں ایسی ہوں گی جیسے بیل میں ایک سیاہ بال ہو یا سیاہ بیل میں ایک سفید بال ہو۔

(صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۱۷ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۷۵ھ)

اس حدیث میں ہے کہ آپ کی امت نصف اہل جنت میں ہوگی اور دوسری حدیث میں ہے اہل جنت کی ایک سو بیس صفیں ہوں گی ان میں سے اسی صفیں آپ کی امت کی ہوں گی یعنی آپ کی امت کل اہل جنت کی دو تہائی ہوگی اور آپ کی امت کا کل

نبیوں کی امتوں سے تعداد میں سب سے زیادہ ہونا اور مرتبہ میں سب سے افضل ہوں اس کی دلیل ہے کہ آپ تمام نبیوں اور رسولوں میں سب سے افضل ہیں۔

مقام محمود پر فائز ہونے کی وجہ سے آپ کا افضل الرسل ہونا۔

(آیت) عسى ان يبعثك ربك مقاما محمودا ۔ (الاسراء:۷۹)

عنقریب آپ کا رب آپ کو مقام محمود پر جلوہ گر جائے گا۔

مقام سے مراد وہ مقام ہے جس مقام پر فائز ہونے والے کی تمام اولین اور آخرین حمد کریں گے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں حمد کا جھنڈا ہوگا اور آپ کی شفاعت کبری عطا کی جائے گی اور آپ تمام اہل محشر کی شفاعت کریں گے۔

امام ترمذی روایت کرتے ہیں۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے اذان سننے کے بعد یہ کہا: اے اللہ! اس دعوت تامہ اور اس کے بعد کھڑی ہونے والی نماز کے رب! محمد کو وسیلہ (جنت میں ایک بلند مقام) اور فضیلت عطا فرما اور ان کو اس مقام محمود پر فائز پر فائز فرما جس کا تو نے وعدہ کیا ہے اس شخص کیلیے میری شفاعت واجب ہو جائے گی۔ (جامع ترمذی ص ۵۸ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی)

اور امام مسلم نے روایت کیا ہے: حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم مؤذن سے اذان سنو تو اذان کے کلمات کی مثل کہو پھر مجھ پر درود پڑھو کیونکہ جو شخص مجھ پر ایک بار درود پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے پھر میرے لیے وسیلہ کی دعا کرو وہ جنت میں ایک مقام ہے جو اللہ کے بندوں میں سے صرف ایک بندہ کو ملے گا اور مجھے امید (بہ معنی یقین) ہے کہ وہ بندہ میں ہوں سو جس نے میرے لیے وسیلہ کی دعا کی اس کے حق میں میری شفاعت واجب ہو جائے گی۔ (صحیح مسلم ج ا ص ۱۶۶ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۷۵ھ)

حافظ ابن عساکر روایت کرتے ہیں: حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ عزوجل نے حضرت موسیٰ کو کلام عطا کیا اور مجھے دیدار عطا کیا اور مجھے مقام محمود اور حوض مورود (جس حوض پر لوگ وارد ہوں گے) کی فضیلت عطا کی۔ (مختصر تاریخ دمشق ج ۲ ص ۱۰۸ مطبوعہ دار الفکر دمشق ۱۴۰۴ھ)

قرآن مجید اور ان احادیث سے معلوم ہوا کہ مقام محمود صرف ہمارے نبی کریم سیّدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا ہوگا نیز وسیلہ (جنت میں مقام بلند) بھی صرف آپ کو عطا ہوگا اور اس میں آپ کے افضل الرسل ہونے کی واضح دلیل ہے۔

اللہ کی رضا جوئی کی وجہ سے آپ کا افضل الرسل ہونا:

(آیت) قدنری تقلب وجهك فی السمآء فلنولینك قبلة ترضها ۔ (البقرہ ۱۴۴)

ترجمہ: بے شک ہم آپ کے رخ (انور) کا بار بار آسمان کی طرف اٹھنا دیکھ رہے ہیں سو ہم آپ کو ضرور اس قبلہ کی طرف پھیر دیں گے جس پر آپ راضی ہیں۔

(آیت) ومن انآیء الیل فسبح واطراف النهار لعلك ترضی ۔ (طٰہٰ:۱۳۰)

اور رات کے کچھ اوقات (مغرب اور عشاء) میں اس کی تسبیح کیجئے اور دن کے درمیان کناروں میں اس کی تسبیح کیجئے تا کہ آپ راضی ہو جائیں۔

(آیت) ولسوف یعطیك ربك فترضی۔ (الضحیٰ:۵)

ترجمہ: اور عنقریب آپ کا رب آپ کو ضرور اتنا دے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں صرف یہی جانتی ہوں کہ آپ کا رب آپ کی خواہش پوری کرنے میں بہت جلدی فرماتا ہے۔

(صحیح بخاری ج۱ص ۷۶۶ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۸۱ھ)

اس حدیث کو امام مسلم نے بھی روایت کیا ہے۔ (صحیح مسلم ج۱ص ۴۷۳ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۷۵ھ)

نیز امام مسلم روایت کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ وہ آیات تلاوت کیں جن میں حضرت ابراہیم اور حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کے شفاعت کرنے کا ذکر ہے پھر آپ نے ہاتھ بلند کیے اور روتے ہوئے فرمایا اے اللہ میری امت! میری امت! اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے جبرائیل! محمد کے پاس جاؤ حالانکہ آپ کا رب خوب جانتا تھا (پھر بھی) فرمایا: ان سے پوچھو آپ کس وجہ سے رو رہے ہیں؟ حضرت جبرائیل (علیہ السلام) نے آ کر آپ سے پوچھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بتایا کہ آپ نے کیا کہا تھا حالانکہ اللہ خوب جانتا تھا اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے جبرائیل محمد کے پاس جاؤ اور کہو: بے شک ہم آپ کو آپ کی امت کے متعلق راضی کر دیں گے اور آپ کو رنجیدہ نہیں ہونے دیں گے۔ (صحیح مسلم ج۱ص ۱۱۳ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۷۵ھ)

تمام انبیاء اور رسل اللہ کو راضی کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ہمارے رسول سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو راضی کرتا ہے اور یہ آپ کے افضل الرسل ہونے کی واضح دلیل ہے۔

آپ کے ذکر کی رفعت کی وجہ سے آپ کا افضل الرسل ہونا:

(آیت) ورفعنا لك ذكرك۔ (الم نشرح:۴)

اور ہم نے آپ کے لیے آپ کا ذکر بلند کر دیا۔

دنیا میں ہر وقت کسی نہ کسی جگہ پر سورج غروب ہو رہا ہے اور غروب آفتاب کے وقت مغرب کی اذان ہو رہی ہے اسی طرح ہر وقت کہیں نہ کہیں فجر ہو رہی ہے اور جہاں طلوع فجر ہے وہاں فجر کی اذان ہو رہی ہے وعلی ہذا القیاس اور اذان میں جہاں اللہ کا نام بلند کیا جا رہا ہے وہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام بھی بلند کیا جا رہا ہے خلاصہ یہ ہے کہ دنیا میں ہر وقت کسی نہ کسی جگہ پر آپ کا نام بلند کیا جا رہا ہے اور جس طرح کلمہ شہادت میں اذان میں اور تشہد میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نام کے ساتھ آپ کا نام رکھا ہے انبیاء سابقین میں سے کسی کا نام اپنے نام کے ساتھ نہیں رکھا نیز اللہ تعالیٰ نے آپ کی اطاعت کو اپنی اطاعت قرار دیا آپ کی بیعت کو اپنی بیعت قرار دیا: فرمایا:

(آیت) من یطع الرسول فقدا اطاع الله ۔ (النساء:۸۷)
ترجمہ: جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔
(آیت) ان الذین یبایعونك انما یبایعون الله ۔ (الفتح:۱۰)
ترجمہ: بے شک جو لوگ آپ سے بیعت کرتے ہیں وہ اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں۔
نیز اللہ تعالیٰ نے آپ کی عزت کو اپنی عزت کے ساتھ مقرون کیا اور فرمایا:
(آیت) ولله العزة ولرسوله ۔ (المنافقون:۸)
(آیت) الله ورسوله احق ان یرضوه ۔ (التوبہ:۶۲)
اور آپ کی اجابت کو اپنی اجابت کے ساتھ مقرون کیا اور فرمایا:
(آیت) یایها الذین امنوا استجیبوا لله وللرسول ۔ (الانفال:۲۴) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر کی بلندی کا اس سے اندازہ کیجئے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر عزت اور سر بلندی کے مقام پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر کو اپنے ساتھ ذکر کیا ہے اور فرمایا:
(آیت) ان الله وملئکته یصلون علی النبی ۔ (الاحزاب:۵۶)
ترجمہ: اللہ تعالیٰ اور اس کے سارے فرشتے نبی (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) پر صلوۃ پڑھتے (رحمت بھیجتے) رہتے ہیں۔
گویا ازل سے لے کر ابد تک کوئی وقت نہیں گزرتا مگر اس وقت میں اللہ تعالیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوۃ پڑھتا رہا ہے حضرت یحیی اور حضرت عیسیٰ پر یوم ولادت یوم وفات اور یوم بعثت میں صرف تین بار اللہ نے سلام نازل کرنے کا ذکر فرمایا اور نبی کریم پر زمان ومکان کی کسی قید کے بغیر اللہ تعالیٰ نے صلوۃ نازل کرنے کا ذکر فرمایا پھر وہاں سلام کا ذکر تھا یہاں صلوۃ کا ذکر ہے وہاں تین ایام کی قید ہے یہاں اعداد وشمار کا ذکر نہیں ہے نہ الوہیت کے عدم کا تصور ہے نہ آپ کے ذکر کے انقطاع کا تصور ہے۔
(آیت) ورفعنا لك ذكرك ۔
امام بیہقی روایت کرتے ہیں: جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سدرۃ المنتہی پر پہنچے تو آپ نے اپنے رب سے کلام کیا آپ نے عرض کیا: تو نے ابراہیم کو خلیل بنایا اور ان کو ملک عظیم عطا کیا اور موسیٰ (علیہ السلام) سے کلام کیا اور داؤد کو ملک عظیم عطا کیا اور ان کے لیے لوہے کو نرم کیا اور ان کے لیے پہاڑوں کو مسخر کیا اور سلیمان کو ملک عظیم عطا کیا اور ان کے لیے پہاڑ جن اور انسان مسخر کر دیئے اور شیطانوں اور ہوا کو ان کے لیے مسخر کر دیا اور ان کو ایسی سلطنت عطا کی جو ان کے بعد اور کسی کو سزاوار نہ ہوگی اور عیسیٰ کو تورات اور انجیل کا علم دیا اور ان کو یہ حکمت دی کہ وہ برص اور کوڑھ کے مریضوں کو تندرست کرتے تھے اور تیرے اذن سے مردوں کو زندہ کرتے تھے اور تو نے ان کو اور ان کی ماں کو شیاطین سے اپنی پناہ میں رکھا اللہ عزوجل نے فرمایا: میں نے آپ کو خلیل بنایا اور تورات میں لکھا ہوا ہے کہ وہ خلیل الرحمن ہیں اور آپ کو تمام لوگوں کے لیے بشیر اور نذیر بنایا اور آپ کے لیے شرح صدر کیا اور آپ سے مشکل احکام کا بوجھ دور کیا اور آپ کے ذکر کو بلند کیا اور جب بھی میرا ذکر کیا جاتا ہے تو اس کے ساتھ آپ کا ذکر کیا جاتا ہے اور آپ کی امت کو سب سے بہتر امت بنایا اور امت وسط بنایا اور آپ کی امت کو اول اور آخر بنایا اور آپ کی امتوں کے دل اناجیل کی کیفیت پر بنائے اور

آپ کی امت جب بھی خطبہ پڑھتی ہے تو یہ شہادت دیتی ہے کہ آپ میرے بندے اور میرے رسول ہیں اور آپ کو بہ اعتبار خلقت کے اول الانبیاء اور بہ لحاظ بعثت کے آخر الانبیاء بنایا اور آپ کو عرش کے خزانہ کے نیچے سے سورۃ فاتحہ دی گئی جو آپ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دی گئی اور آپ کو فاتح اور خاتم بنایا۔ (دلائل النبوۃ ج ۲ ص ۴۰۳-۴۰۲ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت، تبیان القرآن، سورہ بقرہ، لاہور)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھ پر ایک ایسی آیت نازل ہوئی ہے جو مجھے تمام روئے زمین سے زیادہ محبوب ہے پھر آپ نے اس آیت کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سامنے پڑھا صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کو مبارک ہو اللہ تعالیٰ نے بیان کردیا کہ آپ کے ساتھ قیامت کے دن کیا کیا جائے گا لیکن ہمارے ساتھ کیا کیا جائے گا؟ تب یہ آیت نازل ہوئی: اللہ تعالیٰ نے مومن مردوں اور مومن عورتوں کو ان جنات میں داخل کرے گا جن کے نیچے دریا بہتے ہیں۔ آپ نے یہ آیت فوزا عظیما تک تلاوت فرمائی۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ (جامع ترمذی ص ۴۶۹ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی)

اس حدیث کو امام بخاری۔۱ (امام محمد اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۲۵۶ھ صحیح بخاری ج ۲ ص ۷۱۹-۶۰۰ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۸۱ھ)

اور امام مسلم۔۲ (امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۰۶ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۷۵ھ) نے بھی روایت کیا ہے؛

امام بخاری نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ایک طویل حدیث روایت کی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تمام لوگوں کو جمع فرمائے گا لوگ کہیں گے: کاش! ہم اپنے رب کے حضور شفاعت طلب کرتے ہیں حتی کہ اللہ تعالیٰ اس جگہ ہم کو راحت عطا فرماتا پھر وہ حضرت آدم کے پاس آئیں گے اور کہیں گے کہ آپ وہ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے دست قدرت سے پیدا کیا اور آپ میں اپنی (پسندیدہ) روح پھونکی اور فرشتوں کو سجدہ کا حکم دیا اور انہوں نے آپ کو سجدہ کیا آپ ہمارے رب کے حضور ہماری شفاعت کیجئے حضرت آدم فرمائیں گے: میں تمہارا کام نہیں کرسکتا اور اپنی (اجتہادی) خطاء یاد کریں گے تم نوح کے پاس جاؤ (اخیر حدیث تک) پھر لوگ حضرت عیسیٰ کے پاس جائیں گے وہ کہیں گے کہ میں تمہارا کام نہیں کرسکتا تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ ان کے سبب اگلے اور پچھلے لوگوں کے گناہوں کی مغفرت کردی گئی ہے۔ (صحیح بخاری ج ۲ ص ۹۷۱ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۸۱ھ)

امام مسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک طویل روایت میں ذکر کیا ہے کہ جب لوگ حضرت عیسیٰ کے پاس جائیں گے تو وہ فرمائیں گے: میرے علاوہ کسی اور کے پاس جاؤ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ پھر لوگ میرے پاس آئیں گے اور کہیں گے: اے محمد! آپ اللہ کے رسول ہیں اور تمام انبیاء کے خاتم ہیں اللہ تعالیٰ نے آپ سبب اگلے اور پچھلے لوگوں کے گناہوں کو بخش دیا ہے اپنے رب کے پاس ہماری شفاعت کیجئے۔ (صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۱۱ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۷۵ھ)

امام ترمذی نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے۔ (جامع ترمذی ص ۳۵۱ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی)

حافظ سیوطی بیان کرتے ہیں: امام بزار نے سند جید کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی

اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے انبیاء (سابقین) پر چھ وجوہ سے فضیلت دی گئی ہے مجھ سے پہلے کسی کو وہ فضیلتیں نہیں دی گئیں میرے سبب اگلے اور پچھلے لوگوں کے گناہوں کی مغفرت کر دی گئی میرے لیے غنیمتوں کو حلال کر دیا گیا میری امت کو سب سے بہتر امت قرار دیا گیا تمام روئے زمین کو میرے لیے مسجد بنا دیا گیا اور اس سے تیمم کو جائز کر دیا گیا مجھے کوثر عطا کی گئی اور میری رعب سے مدد کی گئی، اور اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! تمہارے نبی کے ہاتھ میں حمد کا جھنڈا ہوگا اور آدم اور ان کے ماسوا سب قیامت کے دن اس جھنڈے کے نیچے ہوں گے۔ (خصائص کبری ج ۲ ص ۱۹۲ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد)

حافظ الہیثمی نے اس حدیث کو کشف الاستارا (حافظ نورالدین علی بن ابی بکر الہیثمی المتوفی ۸۰۷ھ کشف الاستار ج ۳ ص ۱۴۷ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۴۰۴) میں امام بزار کی سند سے روایت کیا ہے اور مجمع الزوائد۔۲ (حافظ نورالدین علی بن ابی بکر الہیثمی المتوفی ۸۰۷ھ مجمع الزوائد ج ۸ ص ۲۶۹ مطبوعہ دارالکتاب العربی بیروت ۱۴۰۲) میں ان کے حوالہ سے درج کیا ہے اور لکھا ہے کہ امام بزار کی سند جید ہے۔

امام بیہقی روایت کرتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پھر مجھے السدرۃ المنتہی کی بلندی پر لے جایا گیا اس کا ہر پتا اتنا بڑا تھا کہ وہ اس امت کو چھپا لیتا اس کے نیچے سے ایک چشمہ جاری تھا جس کا نام سلسبیل تھا اور اس سے دو دریا نکلے تھے ایک کوثر اور ایک رحمت میں نے اس میں غسل کیا پھر میرے سبب اگلے اور پچھلے لوگوں کے گناہوں کی مغفرت کر دی گئی۔

(دلائل النبوۃ ج ۲ ص ۲۹۴ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

حافظ ابن عساکر روایت کرتے ہیں: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے کچھ چیزیں دی گئی ہیں جن کا میں فخر سے ذکر نہیں کرتا وہ مجھ سے پہلے کسی کو نہیں دی گئیں میرے سبب اگلے اور پچھلے لوگوں کے گناہوں کی مغفرت کر دی گئی ہے اور میری امت کو سب امتوں سے بہتر بنایا گیا ہے اور میرے لیے مال غنیمت حلال کر دیا گیا اور مجھ سے پہلے کسی کے لیے حلال نہیں کیا گیا اور میرے لیے تمام روئے زمین کو مسجد اور آلہ طہارت بنا دیا اور مجھے کوثر دی گئی اور میری رعب سے مدد کی گئی اور اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! بے شک تمہارے پیغمبر ہی قیامت کے دن حمد کا جھنڈا اٹھانے والے ہوں گے۔ (مختصر تاریخ دمشق ج ۲ ص ۱۳۵ مطبوعہ دارالفکر دمشق ۱۴۰۴ھ)

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے غائب ہو گئے اور باہر نہیں آئے حتی کہ ہم نے گمان کیا کہ آپ تشریف نہیں لائیں گے پھر آپ باہر آئے اور آپ نے اتنا طویل سجدہ کیا کہ ہم نے گمان کیا کہ آپ کی روح قبض ہو گئی پھر آپ نے سجدہ سے سر اٹھا کر فرمایا: میرے رب نے مجھ سے میری امت کے متعلق مشورہ کیا کہ میں ان کے ساتھ کیا کروں؟ میں نے کہا: اے میرے رب! جو تو چاہے وہ تیری مخلوق اور تیرے بندے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے دوبارہ مشورہ کیا میں نے پھر یہی کہا اس نے پھر مشورہ کیا میں نے پھر اسی طرح کہا پھر اللہ نے فرمایا: اے محمد! میں نے آپ کی امت میں سزا نہیں رکھی اور مجھے یہ بشارت دی کہ میری امت سے ستر ہزار کا ایک گروہ پہلے جنت میں داخل ہوگا اور ہر ہزار کے ساتھ ستر ہزار ہوں گے اس سے حساب نہیں ہوگا پھر اللہ نے میری طرف پیغام بھیجا: آپ دعا کریں قبول ہوگی۔ آپ سوال کریں آپ کو دیا جائے گا۔ میں

نے اللہ کے سفیر سے کہا: کیا اللہ میرے سوال کو عطا کرے گا؟ اس نے کہا: اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا کرنے کے لیے ہی تو بھیجا ہے اور میں بغیر فخر کے کہتا ہوں کہ اللہ نے مجھے یہ چیزیں عطا کی ہیں: میرے اگلے اور پچھلے ذنب کی مغفرت کردی اور میرا سینہ کھول دیا اور مجھے یہ نعمت دی کہ میری امت بھوکی نہیں رہے گی اور نہ مغلوب ہوگی اور مجھے جنت میں ایک نہر کوثر عطا کی جو میرے حوض میں بہ رہی ہے اور مجھے عزت اور نصرت عطا کی اور ایک ماہ کی مسافت سے میرا رعب طاری رہتا ہے اور مجھے یہ نعمت دی کہ میں انبیاء میں سب سے پہلے جنت میں داخل ہوں گا اور میرے اور میری امت کے لیے غنیمت کو حلال کر دیا اور ہم سے پہلی امتوں پر جن بہت سی چیزوں میں سختی کی گئی تھی وہ ہم پر حلال کردیں اور ہم پر دین میں کوئی تنگی نہیں رکھی اور میں نے (ان نعمتوں کا شکرادا کرنے کے لیے) اس سجدہ کے علاوہ اور کوئی طریقہ نہیں پایا۔ (مختصر تاریخ دمشق ج ۲ ص ۱۳۶-۱۳۵ مطبوعہ دارالفکر دمشق ۱۴۰۴ھ)

**73**- حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ اَبِىْ يَعْقُوبَ وَمُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ فَارِسٍ قَالَا حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ قَالَ حَدَّثَنَا اَبِىْ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ اَبِىْ سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ وَعَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْيَهُوْدِ وَالَّذِىْ اصْطَفٰى مُوْسٰى فَرَفَعَ الْمُسْلِمُ يَدَهٗ فَلَطَمَ وَجْهَ الْيَهُوْدِيِّ فَذَهَبَ الْيَهُوْدِيُّ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرَهٗ فَقَالَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُخَيِّرُوْنِىْ عَلٰى مُوْسٰى فَاِنَّ النَّاسَ يُصْعَقُوْنَ فَاَكُوْنُ اَوَّلَ مَنْ يُّفِيقُ فَاِذَا مُوْسٰى بَاطِشٌ فِىْ جَانِبِ الْعَرْشِ فَلَا اَدْرِىْ اَكَانَ مِمَّنْ صَعِقَ فَاَفَاقَ قَبْلِىْ اَوْ كَانَ مِمَّنِ اسْتَثْنَى اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ

قَالَ اَبُوْ دَاوٗدَ وَحَدِيْثُ ابْنِ يَحْيَى اَتَمُّ

✧✧ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' ایک یہودی شخص نے یہ بات کہی' اس ذات کی قسم جس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو سب پر فضیلت دی ہے۔ مسلمان نے اپنا ہاتھ اٹھایا اور یہودی کے منہ پر رسید کر دیا۔ وہ یہودی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ کو اس بارے میں بتایا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بہتر قرار نہ دو کیونکہ لوگ جب بے ہوش ہو جائیں گے تو سب سے پہلے میں ہوش میں آؤں گا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام عرش کے ایک کنارے کو تھامے ہوئے ہوں گے۔ مجھے نہیں معلوم وہ بے ہوش ہونے والوں میں شامل تھے اور مجھ سے پہلے ہوش میں آ گئے یا ان لوگوں میں شامل تھے جنہیں اللہ تعالیٰ نے مستثنیٰ قرار دیا ہے۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں' ابن یحییٰ سے منقول حدیث زیادہ مکمل ہے۔

**74** حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ حَدَّثَنَا الْوَلِيْدُ عَنِ الْاَوْزَاعِيِّ عَنْ اَبِىْ عَمَّارٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ فَرُّوْخَ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَا سَيِّدُ وَلَدِ اٰدَمَ وَاَوَّلُ مَنْ تَنْشَقُّ عَنْهُ الْاَرْضُ وَاَوَّلُ شَافِعٍ

حدیث 73:

اخرجه البخارى فى "صحيحه" رقم الحديث: 2280
اخرجه مسلم فى "صحيحه" رقم الحديث: 2373
اخرجه الترمذى فى "جامعه" رقم الحديث: 3245
اخرجه الامام احمد فى "مسنده" رقم الحديث: 7576
اخرجه ابن حبان فى "صحيحه" رقم الحديث: 7311

وَاَوَّلُ مُشَفَّعٍ

✧✧ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: میں اولاد آدم کا سردار ہوں۔ سب سے پہلے میرے لیے زمین کوشق کیا جائے گا میں سب سے پہلے شفاعت کروں گا۔ سب سے پہلے میری شفاعت قبول ہوگی۔

**75**- حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَبِى الْعَالِيَةِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا يَنْبَغِىْ لِعَبْدٍ اَنْ يَّقُوْلَ اِنِّىْ خَيْرٌ مِّنْ يُّوْنُسَ بْنِ مَتّٰى

✧✧ ابن شہاب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں۔ کسی بھی شخص کے لئے یہ کہنا مناسب نہیں ہے کہ میں یونس بن متی علیہ السلام سے بہتر ہوں۔

**76**- حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ يَحْيَى الْحَرَّانِىُّ قَالَ حَدَّثَنِىْ مُحَمَّدٌ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ اِسْحٰقَ عَنْ اِسْمٰعِيْلَ بْنِ اَبِىْ حَكِيْمٍ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ جَعْفَرٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَا يَنْبَغِىْ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّقُوْلَ اِنِّىْ خَيْرٌ مِّنْ يُّوْنُسَ بْنِ مَتّٰى

✧✧ حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: کسی بھی نبی کے لئے یہ کہنا مناسب نہیں ہے کہ وہ یہ کہے کہ میں یونس بن متی علیہ السلام سے بہتر ہوں۔

**77**- حَدَّثَنَا زِيَادُ بْنُ اَيُّوْبَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اِدْرِيْسَ عَنْ مُّخْتَارِ بْنِ فُلْفُلٍ يَّذْكُرُ عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَجُلٌ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا خَيْرَ الْبَرِيَّةِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاكَ اِبْرَاهِيْمُ

✧✧ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' ایک شخص نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: اے خیر البریہ! (اے مخلوق میں سب سے بہتر) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ تو حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں۔

**78**- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُتَوَكِّلِ الْعَسْقَلَانِىُّ وَمَخْلَدُ بْنُ خَالِدٍ الشَّعِيْرِىُّ الْمَعْنٰى قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ ابْنِ اَبِىْ ذِئْبٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ اَبِىْ سَعِيْدٍ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا اَدْرِىْ اَتُبَّعٌ لَعِيْنٌ هُوَ اَمْ لَا وَمَا اَدْرِىْ اَعُزَيْرٌ نَبِىٌّ هُوَ اَمْ لَا

---

حدیث 74:

اخرجه مسلم فی "صحیحه" رقم الحدیث: 2278
اخرجه الترمذی فی "جامعه" رقم الحدیث: 3148
اخرجه ابن ماجه فی "سننه" رقم الحدیث: 4308
اخرجه الدارمی فی "سننه" رقم الحدیث: 51
اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث: 10985
اخرجه ابن حبان فی "صحیحه" رقم الحدیث: 6478
اخرجه الحاکم فی "المستدرک" رقم الحدیث: 82
اخرجه ابویعلی فی "مسنده" رقم الحدیث: 4305

حدیث 77:

اخرجه ابویعلی فی "مسنده" رقم الحدیث: 3948

حدیث 78:

اخرجه الحاکم فی "المستدرک" رقم الحدیث: 2174
اخرجه البیهقی فی "سننه الکبرٰی" رقم الحدیث: 17373

✧✧ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: مجھے نہیں معلوم کیا "تبع" قوم کے لوگ ملعون ہیں یا نہیں ہیں اور مجھے نہیں معلوم' حضرت "عزیر" نبی تھے یا نہیں تھے۔

**79**- حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ اَنَّ اَبَا سَلَمَةَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَخْبَرَهُ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ اَنَا اَوْلَى النَّاسِ بِابْنِ مَرْيَمَ الْاَنْبِيَآءُ اَوْلَادُ عَلَّاتٍ وَلَيْسَ بَيْنِي وَبَيْنَهُ نَبِيٌّ

✧✧ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: میں ابن مریم علیہ السلام سے سب سے زیادہ قریب ہوں۔ تمام انبیاء علاتی بھائی ہیں اور میرے اور ان کے درمیان کوئی نبی نہیں ہے۔

## بَاب فِي رَدِّ الْاِرْجَاءِ

## باب 16: ارجاء (کے نظریے) کی تردید

**80**- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ اِسْمٰعِيلَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ اَخْبَرَنَا سُهَيْلُ بْنُ اَبِي صَالِحٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِينَارٍ عَنْ اَبِي صَالِحٍ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْاِيمَانُ بِضْعٌ وَّسَبْعُونَ اَفْضَلُهَا قَوْلُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَدْنَاهَا اِمَاطَةُ الْعَظْمِ عَنِ الطَّرِيقِ وَالْحَيَاءُ شُعْبَةٌ مِّنَ الْاِيمَانِ

✧✧ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: ایمان کی ستر سے زیادہ شاخیں ہیں' ان میں سب سے زیادہ فضیلت اس بات کا اقرار ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کوئی معبود نہیں ہے اور ان میں سب سے کم تر راستے میں سے کسی ہڈی کو دور کرنا ہے اور حیاء بھی ایمان کا ایک حصہ ہے۔

**81**- حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ شُعْبَةَ حَدَّثَنِي اَبُو جَمْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ قَالَ اِنَّ وَفْدَ عَبْدِ الْقَيْسِ لَمَّا قَدِمُوا عَلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَهُمْ بِالْاِيمَانِ بِاللّٰهِ قَالَ اَتَدْرُونَ مَا الْاِيمَانُ بِاللّٰهِ قَالُوا اللّٰهُ وَرَسُولُهُ اَعْلَمُ قَالَ شَهَادَةُ اَنْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللّٰهِ وَاِقَامُ الصَّلٰوةِ وَاِيتَاءُ الزَّكَاةِ وَصَوْمُ رَمَضَانَ وَاَنْ تُعْطُوا الْخُمُسَ مِنَ الْمَغْنَمِ

✧✧ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' عبدالقیس قبیلے کا وفد جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو

---

حدیث 79:

اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث: 3258
اخرجه ابن حبان فی "صحیحه" رقم الحدیث: 6406
اخرجه مسلم فی "صحیحه" رقم الحدیث: 2365
اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث: 9975
اخرجه الحاکم فی "المستدرك" رقم الحدیث: 4153

حدیث 80:

اخرجه الترمذی فی "جامعه" رقم الحدیث: 2614
اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث: 9746
اخرجه ابن ماجه فی "سننه" رقم الحدیث: 57

نبی اکرم ﷺ نے انہیں اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھنے کی ہدایت کی۔ آپ نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھنے سے کیا مراد ہے؟ انہوں نے عرض کی: اللہ اور اس کا رسول زیادہ بہتر جانتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کوئی معبود نہیں اور حضرت محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور نماز قائم کرنا' زکوٰۃ ادا کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا اور تم مال غنیمت میں سے پانچواں حصہ ادا کرنا۔

**82- حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ اَبِى الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ الْعَبْدِ وَبَيْنَ الْكُفْرِ تَرْكُ الصَّلٰوةِ**

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: بندے اور کفر کے درمیان (بنیادی نشانی) نماز ترک کرنا ہے۔

**83- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْاَنْبَارِىُّ وَعُثْمَانُ بْنُ اَبِى شَيْبَةَ الْمَعْنٰى قَالَا حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ سِمَاكٍ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ لَمَّا تَوَجَّهَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَى الْكَعْبَةِ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ**

---

حدیث81:

اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث:87
اخرجه مسلم فی "صحیحه" رقم الحدیث:17
اخرجه ابوداؤد فی "سننه" رقم الحدیث:3692
اخرجه الترمذی فی "جامعه" رقم الحدیث:2611
اخرجه النسائی فی "سننه" رقم الحدیث:5031
اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث:2020
اخرجه ابن حبان فی "صحیحه" رقم الحدیث:157
اخرجه ابن خزیمه فی "صحیحه" رقم الحدیث:2245
اخرجه النسائی فی "سننه الکبریٰ" رقم الحدیث:6833
اخرجه البیهقی فی "سننه الکبریٰ" رقم الحدیث:12528
اخرجه الطبرانی فی "معجمه الکبیر" رقم الحدیث:12949
اخرجه الطیالسی فی "مسنده" رقم الحدیث:2747
اخرجه اسحاق بن راهویه فی "مسنده" رقم الحدیث:1377
اخرجه ابن ابی شیبة فی "مصنفه" رقم الحدیث:23743
اخرجه عبدالرزاق الصنعانی فی "مصنفه" رقم الحدیث:16929

حدیث82:

اخرجه مسلم فی "صحیحه" رقم الحدیث:86
اخرجه الترمذی فی "جامعه" رقم الحدیث:2618
اخرجه النسائی فی "سننه" رقم الحدیث:464
اخرجه ابن ماجه فی "سننه" رقم الحدیث:1080
اخرجه الدارمی فی "سننه" رقم الحدیث:1233
اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث:15021
اخرجه ابن حبان فی "صحیحه" رقم الحدیث:1463
اخرجه الحاکم فی "المستدرک" رقم الحدیث:11
اخرجه النسائی فی "سننه الکبریٰ" رقم الحدیث:330
اخرجه البیهقی فی "سننه الکبریٰ" رقم الحدیث:6288
اخرجه ابویعلی فی "مسنده" رقم الحدیث:1783
اخرجه الطبرانی فی "معجمه الصغیر" رقم الحدیث:374
اخرجه عبد بن حکیم الکسی فی "مسنده" رقم الحدیث:1043

حدیث83:

اخرجه الترمذی فی "جامعه" رقم الحدیث:2964
اخرجه الدارمی فی "سننه" رقم الحدیث:1235
اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث:2776
اخرجه ابن حبان فی "صحیحه" رقم الحدیث:1717
اخرجه الدارمی فی "سننه" رقم الحدیث:2063

فَكَيْفَ الَّذِيْنَ مَاتُوا وَهُمْ يُصَلُّوْنَ اِلٰى بَيْتِ الْمَقْدِسِ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى (وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيعَ اِيْمَانَكُمْ)

✧✧ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خانہ کعبہ کی طرف رخ کیا' لوگوں نے عرض کیا یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! ان لوگوں کا کیا ہوگا جو ایسے عالم میں فوت ہوئے ہیں جو بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز ادا کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی۔

''اللہ تعالیٰ کی یہ شان نہیں ہے کہ وہ تمہارے ایمان (اعمال) کو ضائع کردے''۔

**84**- حَدَّثَنَا مُؤَمَّلُ بْنُ الْفَضْلِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ شُعَيْبِ بْنِ شَابُوْرَ عَنْ يَحْيَى بْنِ الْحَارِثِ عَنِ الْقَاسِمِ عَنْ اَبِيْ اُمَامَةَ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ مَنْ اَحَبَّ لِلّٰهِ وَاَبْغَضَ لِلّٰهِ وَاَعْطٰى لِلّٰهِ وَمَنَعَ لِلّٰهِ فَقَدِ اسْتَكْمَلَ الْاِيْمَانَ

✧✧ حضرت ابواُمامہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں' جو شخص اللہ تعالیٰ کے لئے محبت رکھے۔ اللہ تعالیٰ کے لئے ناراضگی رکھے' اللہ تعالیٰ کے لئے دے' اللہ تعالیٰ کے لئے نہ دے تو اس نے ایمان کو مکمل کرلیا۔

## بَاب الدَّلِيلِ عَلٰى زِيَادَةِ الْاِيْمَانِ وَنُقْصَانِهٖ

## باب 17: (ایمان میں) اضافے اور کمی کی دلیل

### ایمان کی تعریف ومعانی کا بیان

حافظ ابن کثیر شافعی دمشقی لکھتے ہیں کہ حضرت عبداللہ فرماتے ہیں: ایمان کسی چیز کی تصدیق کرنے کا نام ہے۔ حضرت ابن عباس بھی یہی فرماتے ہیں: حضرت زہری فرماتے ہیں "ایمان کہتے ہیں عمل کو" ربیع بن انس کہتے ہیں۔ یہاں ایمان لانے سے مراد ڈرنا ہے۔

ابن جریر فرماتے ہیں: یہ سب اقوال مل جائیں تو مطلب یہ ہوگا کہ زبان سے، دل سے، عمل سے، غیب پر ایمان لانا اور اللہ سے ڈرنا۔ ایمان کے مفہوم میں اللہ تعالیٰ پر، اس کی کتابوں پر، اس کے اصولوں پر، ایمان لانا شامل ہے اور اس اقرار کی تصدیق عمل کے ساتھ بھی کرنا لازم ہے۔ میں کہتا ہوں لغت میں ایمان کہتے ہیں صرف سچا مان لینے کو، قرآن میں بھی ایمان اس معنی میں استعمال ہوا ہے۔ جیسے فرمایا حدیث (یومن باللہ ویومن من للمومنین) یعنی اللہ کو مانتے ہیں اور ایمان والوں کو سچا جانتے ہیں۔ یوسف (علیہ السلام) کے بھائیوں نے اپنے باپ سے کہا تھا۔ آیت (وَمَآ اَنْتَ بِمُؤْمِنٍ لَّنَا وَلَوْ كُنَّا صٰدِقِيْنَ (12-یوسف:17) یعنی تو

حدیث 84:

اخرجه الترمذی فی "جامعه" رقم الحديث: 2521
اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحديث: 15655
اخرجه الحاكم فی "المستدرك" رقم الحديث: 2694
اخرجه ابويعلى فی "مسنده" رقم الحديث: 1485
اخرجه الطبرانی فی "معجمه الكبير" رقم الحديث: 7613

ہمارا یقین نہیں کرے گا اگر چہ ہم سچے ہوں۔ اس طرح ایمان یقین کے معنی میں آتا ہے جب اعمال کے ذکر کے ساتھ ملا ہوا ہو۔ جیسے فرمایا آیت (اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ (26۔الشعراء:227) ہاں جس وقت اس کا استعمال مطلق ہو تو ایمان شرعی جو اللہ کے ہاں مقبول ہے وہ اعتقاد قول اور عمل کے مجموعہ کا نام ہے۔

اکثر ائمہ کا یہی مذہب ہے بلکہ امام شافعی امام احمد اور امام ابو عبیدہ وغیرہ نے اس پر اجماع نقل کیا ہے کہ ایمان نام ہے زبان سے کہنے اور عمل کرنے کا۔ ایمان بڑھتا گھٹتا رہتا ہے اور اس کے ثبوت میں بہت سے آثار اور حدیثیں بھی آئی ہیں جو ہم نے بخاری شریف کی شرح میں نقل کر دی ہیں۔ فالحمد للہ ۔ بعض نے ایمان کے معنی اللہ سے ڈر خوف کے بھی کئے ہیں۔ جیسے فرمان ہے آیت (اِنَّ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ كَبِيْرٌ (67۔الملک:12) جو لوگ اپنے رب سے در پردہ ڈرتے رہتے ہیں۔ اور جگہ فرمایا آیت (من خشی الرحمن بالغیب) الخ یعنی جو شخص اللہ تعالیٰ سے بن دیکھے ڈرے اور جھکنے والا دل لے کر آئے۔ حقیقت میں اللہ کا خوف ایمان کا اور علم کا خلاصہ ہے۔ جیسے فرمایا آیت (اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰۗؤُا ( 35۔فاطر:28) جو بندے ذی علم ہیں صرف اللہ سے ہی ڈرتے ہیں۔

بعض کہتے ہیں وہ غیب پر بھی ایسا ہی ایمان رکھتے ہیں جیسا حاضر پر اور ان کا حال منافقوں جیسا نہیں کہ جب ایمان والوں کے سامنے ہوں تو اپنا ایماندار ہونا ظاہر کریں لیکن جب اپنے والوں میں ہوتے ہیں تو ان سے کہتے ہیں ہم تمہارے ساتھ ہیں ہم تو ان کا مذاق اڑاتے ہیں۔ ان منافقین کا حال اور جگہ اس طرح بیان ہوا ہے آیت (اِذَا جَاۗءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ (63۔المنافقون:1) یعنی منافق جب تیرے پاس آئیں گے تو کہیں گے کہ ہماری تہہ دل سے شہادت ہے کہ تو اللہ کا رسول ہے اللہ خوب جانتا ہے کہ تو اس کا رسول ہے لیکن اللہ کی گواہی ہے کہ یہ منافق تجھ سے جھوٹ کہتے ہیں۔ اس معنی کے اعتبار سے بالغیب حال ٹھہرے گا یعنی وہ ایمان لاتے ہیں درآنحالیکہ لوگوں سے پوشیدہ ہوتے ہیں۔ غیب کا لفظ جو یہاں ہے۔

اس کے معنی میں بھی مفسرین کے بہت سے اقوال ہیں اور وہ سب صحیح ہیں اور جمع ہو سکتے ہیں۔ ابو العالیہ فرماتے ہیں اس سے مراد اللہ تعالیٰ پر، فرشتوں پر، کتابوں پر، رسولوں پر، قیامت پر، جنت دوزخ پر، ملاقات اللہ پر، مرنے کے بعد جی اٹھنے پر، ایمان لانا ہے۔ قتادہ ابن دعامہ کا یہی قول ہے۔ ابن عباس، ابن مسعود اور بعض دیگر اصحاب سے مروی ہے کہ اس سے مراد وہ پوشیدہ چیزیں ہیں جو نظروں سے اوجھل ہیں جیسے جنت، دوزخ وغیرہ۔ وہ امور جو قرآن میں مذکور ہیں۔ ابن عباس فرماتے ہیں اللہ کی طرف سے جو کچھ آیا ہے وہ سب غیب میں داخل ہے۔

حضرت ابوذر فرماتے ہیں اس سے مراد قرآن ہے۔ عطا ابن ابو رباح فرماتے ہیں اللہ پر ایمان لانے والا، غیب پر ایمان لانے والا ہے۔ اسماعیل بن ابو خالد فرماتے ہیں اسلام کی تمام پوشیدہ چیزیں مراد ہیں۔ زید بن اسلم کہتے ہیں مراد تقدیر پر ایمان لانا ہے۔ پس یہ تمام اقوال معنی کی رو سے ایک ہی ہیں اس لئے کہ سب چیزیں پوشیدہ ہیں اور غیب کی تفسیر ان سب پر مشتمل ہے اور ان سب پر ایمان لانا واجب ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود کی مجلس میں ایک مرتبہ صحابہ کے فضائل بیان ہو رہے ہوتے ہیں تو آپ فرماتے ہیں "حضور صلی اللہ

علیہ وسلم کے دیکھنے والوں کو تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا ہی تھا لیکن اللہ کی قسم ایمانی حیثیت سے وہ لوگ افضل ہیں جو بغیر دیکھے ایمان لاتے ہیں۔ پھر آپ نے الم سے لے کر مفلحون تک آیتیں پڑھیں۔ (ابن ابی حاتم۔ ابن مردویہ۔ مستدرک۔ حاکم)

امام حاکم اس روایت کو صحیح بتاتے ہیں۔ مسند احمد میں بھی اس مضمون کی ایک حدیث ہے۔ ابو جمع صحابی سے ابن محریز نے کہا کہ کوئی ایسی حدیث سناؤ جو تم نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہو۔ فرمایا میں تمہیں ایک بہت ہی عمدہ حدیث سناتا ہوں، ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک مرتبہ ناشتہ کیا، ہمارے ساتھ ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ بھی تھے، انہوں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا ہم سے بہتر بھی کوئی اور ہے؟ ہم آپ پر اسلام لائے، آپ کے ساتھ جہاد کیا، آپ نے فرمایا ہاں وہ لوگ جو تمہارے بعد آئیں گے، مجھ پر ایمان لائیں گے حالانکہ انہوں نے مجھے دیکھا بھی نہ ہوگا۔

تفسیر ابن مردویہ میں ہے۔ صالح بن جبیر کہتے ہیں کہ ابو جمعہ انصاری رضی اللہ عنہ ہمارے پاس بیت المقدس میں آئے۔ رجاء بن حیوہ رضی اللہ عنہ بھی ہمارے ساتھ ہی تھے، جب وہ واپس جانے لگے تو ہم انہیں چھوڑنے کو ساتھ چلے، جب الگ ہونے لگے تو فرمایا تمہاری ان مہربانیوں کا بدلہ اور حق مجھے ادا کرنا چاہئے۔ سنو! میں تمہیں ایک حدیث سناتا ہوں جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے ہم نے کہا اللہ تعالیٰ تم پر رحم کرے ضرور سناؤ۔ کہا سنو! ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، ہم دس آدمی تھے، حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بھی ان میں تھے، ہم نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا ہم سے بڑے اجر کا مستحق بھی کوئی ہوگا؟ ہم اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور آپ کی تابعداری کی۔ آپ نے فرمایا تم ایسا کیوں نہ کرتے؟ اللہ کا رسول تم میں موجود ہے، وحی الٰہی آسمان سے تمہارے سامنے نازل ہو رہی ہے۔ ایمان تو ان لوگوں کا افضل ہوگا جو تمہارے بعد آئیں گے دو گتوں کے درمیان یہ کتاب پائیں گے، اس پر ایمان لائیں گے اور اس پر عمل کریں گے، یہ لوگ اجر میں تم سے گنے ہوں گے۔ اس حدیث میں "وجادہ" کی قبولت کی دلیل ہے جس میں محدثین کا اختلاف ہے۔ میں نے اس مسئلہ کو بخاری شریف میں خوب واضح کر دیا ہے بعد والوں کی تعریف اسی بنا پر ہو رہی ہے اور ان کا بڑے اجر والا ہونا اسی حیثیت کی وجہ سے ہے ورنہ علی الاطلاق ہر طرح سے بہتر اور افضل تو صحابہ رضی اللہ عنہم ہی ہیں۔ ایک اور حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ صحابہ سے پوچھا، تمہارے نزدیک ایمان لانے میں کون زیادہ افضل ہے، انہوں نے کہا، فرشتے۔ فرمایا وہ ایمان کیوں نہ لائیں وہ تو اپنے رب کے پاس ہی ہیں، لوگوں نے پھر کہا انبیاء، فرمایا وہ ایمان کیوں نہ لائیں ان پر تو وحی نازل ہوتی ہے۔

کہا پھر ہم۔ فرمایا تم ایمان کو قبول کیوں نہ کرتے؟ جب کہ میں تم میں موجود ہوں سنو! میرے نزدیک سب سے زیادہ افضل ایمان والے وہ لوگ ہوں گے جو تمہارے بعد آئیں گے۔ صحیفوں میں لکھی ہوئی کتاب پائیں گے اس پر ایمان لائیں گے۔ اس کی سند میں مغیرہ بن قیس ہیں۔ ابو حاتم رازی انہیں منکر الحدیث بتاتے ہیں لیکن اسی کے مثل ایک اور حدیث ضعیف سند ہے۔ مسند ابو یعلیٰ تفسیر ابن مردویہ مستدرک حاکم میں بھی مروی ہے اور حاکم اسے صحیح بتاتے ہیں۔ حضرت انس بن مالک سے بھی اسی کے مثل مرفوعاً مروی ہے۔ واللہ اعلم۔ ابن ابی حاتم میں ہے حضرت بدیلہ بنت اسلم رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ بنو حارثہ کی مسجد میں ہم ظہر یا عصر کی نماز میں تھے اور بیت المقدس کی طرف ہمارا منہ تھا دو رکعت ادا کر چکے تھے کہ کسی نے آ کر خبر دی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت اللہ

شریف کی طرف منہ کرلیا ہے ہم سنتے ہی گھوم گئے۔ عورتیں مردوں کی جگہ آ گئیں اور مرد عورتوں کی جگہ چلے گئے اور باقی کی دو رکعتیں ہم نے بیت اللہ شریف کی طرف ادا کیں۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر پہنچی تو آپ نے فرمایا یہ لوگ ہیں جو غیب پر ایمان رکھتے ہیں۔ یہ حدیث اس اسناد سے غریب ہے۔

**85**- حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ السَّرْحِ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ بَكْرِ بْنِ مُضَرَ عَنِ ابْنِ الْهَادِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ مَا رَاَيْتُ مِنْ نَاقِصَاتِ عَقْلٍ وَلَا دِيْنٍ اَغْلَبَ لِذِى لُبٍّ مِنْكُنَّ قَالَتْ وَمَا نُقْصَانُ الْعَقْلِ وَالدِّيْنِ قَالَ اَمَّا نُقْصَانُ الْعَقْلِ فَشَهَادَةُ امْرَاَتَيْنِ شَهَادَةُ رَجُلٍ وَاَمَّا نُقْصَانُ الدِّيْنِ فَاِنَّ اِحْدَاكُنَّ تُفْطِرُ رَمَضَانَ وَتُقِيْمُ اَيَّامًا لَا تُصَلِّى

✧✧ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں نے عقل اور دین کے اعتبار سے ایسی ناقص کوئی مخلوق نہیں دیکھی جو تمہاری طرح عقل مند مردوں کی عقل کو رخصت کر دے۔

ایک خاتون نے عرض کی عقل اور دین میں کمی سے مراد کیا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جہاں تک عقل کی کمی کا تعلق ہے دو عورتوں کی گواہی ایک مرد کی گواہی شمار ہوگی اور جہاں تک دین میں کمی کا تعلق ہے تو تم میں سے کوئی ایک رمضان کے روزے ترک کر دیتی ہے اور کچھ دن تک نماز ادا نہیں کرتی۔

**86**- حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ اَبِى سَلَمَةَ عَنْ اَبِى هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَكْمَلُ الْمُؤْمِنِيْنَ اِيْمَانًا اَحْسَنُهُمْ خُلُقًا

✧✧ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: مومنین میں ایمان کے اعتبار سے سب سے کامل وہ ہے جو اخلاق میں سب سے زیادہ اچھا ہو۔

**87**- حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ ح و حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ الْمَعْنٰى قَالَا حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَسَمَ بَيْنَ الْمُسْلِمِيْنَ قَسْمًا فَقُلْتُ اَعْطِ

---

حدیث 85:

اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث: 298
اخرجه مسلم فی "صحیحه" رقم الحدیث: 1000
اخرجه الدارمی فی "سننه" رقم الحدیث: 1007
اخرجه ابن خزیمه فی "صحیحه" رقم الحدیث: 2045
اخرجه الترمذی فی "جامعه" رقم الحدیث: 2613

حدیث 86:

اخرجه الترمذی فی "جامعه" رقم الحدیث: 1162
اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث: 7396
اخرجه الحاکم فی "المستدرك" رقم الحدیث: 1
اخرجه ابویعلی فی "مسنده" رقم الحدیث: 4166
اخرجه اسحاق بن راهویه فی "مسنده" رقم الحدیث: 522
اخرجه الدارمی فی "سننه" رقم الحدیث: 2792
اخرجه ابن حبان فی "صحیحه" رقم الحدیث: 479
اخرجه البیهقی فی "سننه الکبرٰی" رقم الحدیث: 20572
اخرجه الطبرانی فی "معجمه الصغیر" رقم الحدیث: 605

فُلَانًا فَإِنَّهُ مُؤْمِنٌ قَالَ أَوْ مُسْلِمٌ إِنِّي لَأُعْطِي الرَّجُلَ الْعَطَاءَ وَغَيْرُهُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْهُ مَخَافَةَ أَنْ يُكَبَّ عَلَى وَجْهِهِ

✧✧ حضرت عامر بن سعد رضی اللہ عنہ (حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ) کا یہ بیان نقل کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ کچھ تقسیم کیا' میں نے عرض کی: آپ فلاں کو بھی کچھ عطا کیجئے کیونکہ وہ مومن ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: (مومن) یا مسلمان ہے۔ میں ایک شخص کو کچھ دے دیتا ہوں جبکہ دوسرا شخص اس سے زیادہ مجھے محبوب ہوتا ہے۔ اس اندیشے کے تحت کہ کہیں وہ (پہلا شخص) منہ کے بل (جہنم میں) نہ گر جائے۔

**88-** حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ ثَوْرٍ عَنْ مَعْمَرٍ قَالَ وَأَخْبَرَنِي الزُّهْرِيُّ عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ أَعْطَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رِجَالًا وَلَمْ يُعْطِ رَجُلًا مِنْهُمْ شَيْئًا فَقَالَ سَعْدٌ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَعْطَيْتَ فُلَانًا وَفُلَانًا وَلَمْ تُعْطِ فُلَانًا شَيْئًا وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْ مُسْلِمٌ حَتَّى أَعَادَهَا سَعْدٌ ثَلَاثًا وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ أَوْ مُسْلِمٌ ثُمَّ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنِّي أُعْطِي رِجَالًا وَأَدَعُ مَنْ هُوَ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْهُمْ لَا أُعْطِيهِ شَيْئًا مَخَافَةَ أَنْ يُكَبُّوا فِي النَّارِ عَلَى وُجُوهِهِمْ

✧✧ حضرت عامر بن سعد اپنے والد (حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ) کا یہ بیان نقل کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ لوگوں کو کچھ عطا کیا اور ان میں سے ایک شخص کو کچھ عطا نہیں کیا۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! آپ نے فلاں اور فلاں کو تو عطا کر دیا ہے لیکن فلاں کو کوئی چیز عطا نہیں کی حالانکہ وہ مومن ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: وہ (مومن ہے) یا مسلمان ہے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے تین مرتبہ اپنی بات دہرائی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہی ارشاد فرماتے رہے: وہ (مومن ہے) یا مسلمان ہے۔ پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں کچھ لوگوں کو دے دیتا ہوں اور اس شخص کو چھوڑ دیتا ہوں جو میرے نزدیک ان لوگوں سے زیادہ محبوب ہوتا ہے' میں اسے کوئی چیز نہیں دیتا اس اندیشے کی وجہ سے کہ کہیں وہ دوسرے لوگ جہنم میں منہ کے بل گر نہ جائیں۔

**89-** حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ حَدَّثَنَا ابْنُ ثَوْرٍ عَنْ مَعْمَرٍ قَالَ وَقَالَ الزُّهْرِيُّ (قُلْ لَمْ تُؤْمِنُوا وَلَكِنْ قُولُوا أَسْلَمْنَا) قَالَ نَرَى أَنَّ الْإِسْلَامَ الْكَلِمَةُ وَالْإِيمَانَ الْعَمَلُ

✧✧ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے۔ تاہم اس میں زہری کے یہ الفاظ ہیں' ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''تم فرما دو تم لوگ مومن نہیں ہو' تم یہ کہو کہ ہم نے اسلام قبول کیا ہے''۔

زہری فرماتے ہیں تم یہ کہہ سکتے ہو کہ اسلام سے مراد (ظاہری طور پر) کلمہ پڑھنا ہے اور ایمان سے مراد عمل کرنا ہے۔

حدیث 88:

اخرجه البخاري في "صحيحه" رقم الحديث: 27
اخرجه مسلم في "صحيحه" رقم الحديث: 150
اخرجه النسائي في "سننه" رقم الحديث: 4992
اخرجه الامام احمد في "مسنده" رقم الحديث: 1522
اخرجه ابن حبان في "صحيحه" رقم الحديث: 163
اخرجه النسائي في "سننه الكبرى" رقم الحديث: 11517
اخرجه ابويعلى في "مسنده" رقم الحديث: 714
اخرجه الطيالسي في "مسنده" رقم الحديث: 198
اخرجه الحميدي في "مسنده" رقم الحديث: 68
اخرجه عبد بن حكيم الكسي في "مسنده" رقم الحديث: 140
اخرجه امام احمد في "فضائل الصحابة" رقم الحديث: 1248

**90**- حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيْدُ الطَّيَالِسِيُّ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ وَاقِدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ اَخْبَرَنِيْ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّهُ سَمِعَ ابْنَ عُمَرَ يُحَدِّثُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ قَالَ لَا تَرْجِعُوْا بَعْدِيْ كُفَّارًا يَّضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ

✧✧ واقد بن عبداللہ اپنے والد کے حوالے سے یہ بات نقل کرتے ہیں' میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے یہ حدیث بیان کرتے ہوئے سنا ہے۔ "میرے بعد زمانہ کفر کی طرح ایک دوسرے کو قتل کرنا شروع نہ کر دینا"۔

**91**- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنْ فُضَيْلِ بْنِ غَزْوَانَ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُّمَا رَجُلٍ مُسْلِمٍ اَكْفَرَ رَجُلًا مُسْلِمًا فَاِنْ كَانَ كَافِرًا وَّاِلَّا كَانَ هُوَ الْكَافِرُ

✧✧ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: جو بھی شخص کسی مسلمان شخص کو کافر قرار دے تو اگر وہ کافر ہوگا تو ٹھیک ہے ورنہ وہ کہنے والا خود کافر ہو جائے گا۔

**92**- حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُرَّةَ عَنْ مَسْرُوْقٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرْبَعٌ مَنْ كُنَّ فِيْهِ فَهُوَ مُنَافِقٌ خَالِصٌ وَّمَنْ كَانَتْ فِيْهِ خَلَّةٌ مِّنْهُنَّ كَانَ فِيْهِ خَلَّةٌ مِّنْ نِفَاقٍ حَتّٰى يَدَعَهَا اِذَا حَدَّثَ كَذَبَ وَاِذَا وَعَدَ اَخْلَفَ وَاِذَا عَاهَدَ غَدَرَ وَاِذَا خَاصَمَ فَجَرَ

✧✧ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: چار عادات جس شخص میں ہوں گی وہ خالص منافق ہوگا اور جس میں ان میں سے ایک عادت ہوگی اس میں نفاق کی علامت ہوگی۔ یہاں تک کہ وہ اسے ترک کر دے' جب وہ بولے تو جھوٹ بولے۔ جب وہ وعدہ کرے تو اس کی خلاف ورزی کرے اور جب لڑے تو بدزبانی کا مظاہرہ کرے اور جب عہد کرے تو اس کی خلاف ورزی کرے۔

**93**- حَدَّثَنَا اَبُوْ صَالِحٍ الْاَنْطَاكِيُّ اَخْبَرَنَا اَبُوْ اِسْحٰقَ الْفَزَارِيُّ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِيْ صَالِحٍ عَنْ اَبِيْ

---

حدیث 90:

اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث: 6474
اخرجه الترمذی فی "جامعه" رقم الحدیث: 2193
اخرجه النسائی فی "سننه" رقم الحدیث: 4125
اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث: 3815
اخرجه ابن حبان فی "صحیحه" رقم الحدیث: 187
اخرجه النسائی فی "سننه الکبریٰ" رقم الحدیث: 3590
اخرجه ابویعلی فی "مسنده" رقم الحدیث: 5592
اخرجه الطبرانی فی "معجمه الصغیر" رقم الحدیث: 427
اخرجه الطبرانی فی "معجمه الکبیر" رقم الحدیث: 7619

حدیث 92:

اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث: 34
اخرجه مسلم فی "صحیحه" رقم الحدیث: 58
اخرجه الترمذی فی "جامعه" رقم الحدیث: 2362
اخرجه النسائی فی "سننه" رقم الحدیث: 5020
اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث: 6768
اخرجه ابن حبان فی "صحیحه" رقم الحدیث: 254
اخرجه النسائی فی "سننه الکبریٰ" رقم الحدیث: 8734
اخرجه البیهقی فی "سننه الکبریٰ" رقم الحدیث: 18625
اخرجه عبد بن حکیم الکسی فی "مسنده" رقم الحدیث: 322
اخرجه ابن ابی شیبة فی "مصنفه" رقم الحدیث: 25610

هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَزْنِي الزَّانِي حِيْنَ يَزْنِي وَهُوَ مُؤْمِنٌ وَّلَا يَسْرِقُ حِيْنَ يَسْرِقُ وَهُوَ مُؤْمِنٌ وَّلَا يَشْرَبُ الْخَمْرَ حِيْنَ يَشْرَبُهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ وَّالتَّوْبَةُ مَعْرُوضَةٌ بَعْدُ

✧✧ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: زنا کرنے والا زنا کرتے ہوئے مومن نہیں رہتا' چوری کرنے والا چوری کرتے وقت مومن نہیں رہتا' شراب پینے والا شراب پیتے وقت مومن نہیں رہتا اور توبہ کی گنجائش اس کے بعد بھی باقی رہتی ہے۔

**94**- حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ سُوَيْدٍ الرَّمْلِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِي مَرْيَمَ اَخْبَرَنَا نَافِعٌ يَعْنِي ابْنَ زَيْدٍ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ الْهَادِ اَنَّ سَعِيْدَ بْنَ اَبِي سَعِيْدٍ الْمَقْبُرِيَّ حَدَّثَهُ اَنَّهُ سَمِعَ اَبَا هُرَيْرَةَ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا زَنَى الرَّجُلُ خَرَجَ مِنْهُ الْاِيْمَانُ كَانَ عَلَيْهِ كَالظُّلَّةِ فَاِذَا انْقَطَعَ رَجَعَ اِلَيْهِ الْاِيْمَانُ

✧✧ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: جب آدمی زنا کرتا ہے تو ایمان اس سے نکل جاتا ہے اور بادل کے ٹکڑے کی طرح اس پر موجود رہتا ہے۔ جب وہ شخص اس سے الگ ہو جاتا ہے تو ایمان اس کی طرف واپس آ جاتا ہے۔

# بَاب فِي الْقَدَرِ

# باب 18: تقدیر کا بیان

## مخلوقات کی تقدیر کا بیان

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو

حدیث 93:

اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث: 2343
اخرجه مسلم فی "صحیحه" رقم الحدیث: 578
اخرجه الترمذی فی "جامعه" رقم الحدیث: 2625
اخرجه النسائی فی "سننه" رقم الحدیث: 4869
اخرجه ابن ماجه فی "سننه" رقم الحدیث: 3936
اخرجه الدارمی فی "سننه" رقم الحدیث: 2106
اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث: 8882
اخرجه ابن حبان فی "صحیحه" رقم الحدیث: 5172
اخرجه النسائی فی "سننه الکبرٰی" رقم الحدیث: 5169
اخرجه البیهقی فی "سننه الکبرٰی" رقم الحدیث: 20542
اخرجه ابویعلی فی "مسنده" رقم الحدیث: 6299
اخرجه الطبرانی فی "معجمه الصغیر" رقم الحدیث: 906
اخرجه الطبرانی فی "معجمه الاوسط" رقم الحدیث: 534
اخرجه الطبرانی فی "معجمه الکبیر" رقم الحدیث: 11623
اخرجه الطیالسی فی "مسنده" رقم الحدیث: 823
اخرجه الحمیدی فی "مسنده" رقم الحدیث: 1128
اخرجه الحمیدی فی "مسنده" رقم الحدیث: 416
اخرجه عبد بن حکیم الکسی فی "مسنده" رقم الحدیث: 525
اخرجه عبدالرزاق الصنعانی فی "مصنفه" رقم الحدیث: 13686 اخرجه ابن ابی شیبة فی "مصنفه" رقم الحدیث: 30390

حدیث 94:

اخرجه الحاکم فی "المستدرک" رقم الحدیث: 56

پیدا کرنے سے پچاس ہزار برس پہلے مخلوقات کی تقدیروں کو لکھا ہے۔ اور فرمایا (اس وقت) اللہ تعالیٰ کا عرش پانی پر تھا۔

(صحیح مسلم، مشکوۃ المصابیح، جلد اول: رقم الحدیث، 76)

ظاہر ہے کہ اللہ کی ذات اجسام ظاہری اور مادیات کی ثقاوت سے پاک ہے اس لئے یہ تو نہیں کہا جا سکتا کہ اللہ نے خود اپنے ہاتھ سے تقدیریں لکھ دی تھیں، بلکہ اس کا مطلب یہی ہے کہ خدا نے تمام مخلوقات کو پیدا کرنے سے پہلے ہی ان کی تقدیریں قلم کو جاری ہونے کا حکم دے کر اس کے ذریعہ لوح محفوظ میں ثبت کر دی تھیں، یا یہ کہ فرشتوں کو حکم دے کر ان سے تقدیریں لکھوادی تھیں۔ منقول ہے کہ زمین و آسمان اور تمام مخلوق کے پیدا ہونے سے پہلے پانی ہی پانی تھا اور کہا جاتا ہے کہ پانی کا استقرار ہوا پر تھا اور ہوا اللہ کی قدرت پر قائم تھی۔ اس لئے فرمایا گیا کہ اس عالم میں ازل سے لے کر ابد تک ہونے والے تمام واقعات و اعمال اسی وقت اللہ کے علم میں تھے۔ جب کہ یہ زمین و آسمان بھی پیدا نہیں ہوئے تھے اور اس کا عرش پانی پر تھا جس کے درمیان کوئی دوسری چیز حائل نہیں تھی۔

## تقدیر پر ایمان لانے کے لازم ہونے کا بیان

تقدیر پر ایمان لانا فرض اور لازم ہے یعنی وجود ایمان کے لئے یہ اعتقاد رکھنا ضروری ہے کہ بندوں کے تمام اعمال خواہ وہ نیک ہوں یا بد، ان کے پیدا ہونے سے پہلے ہی لوح محفوظ میں لکھ دیئے گئے ہیں، بندہ سے جو عمل بھی سرزد ہوتا ہے وہ اللہ کے علم و اندازہ کے مطابق ہوتا ہے، لیکن اللہ نے انسان کو عقل و دانش کی دولت سے نواز کر اس کے سامنے نیکی اور بدی دونوں راستے واضح کر دیئے ہیں اور ان پر چلنے کا اختیار دے دیا اور بتا دیا کہ اگر نیکی کے (راستہ کو) اختیار کرو گے تو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کا باعث ہوگا جس پر جزاء و انعام سے نوازے جاؤ گے اور اگر بدی کے راستہ کو اختیار کرو گے تو یہ اللہ کے غضب اور اس کی ناراضگی کا باعث ہوگا جس کی وجہ سے سزا اور عذاب کے مستحق گردانے جاؤ گے۔ اب اس واضح اور صاف ہدایت کے بعد جو آدمی نیکی و بھلائی کے راستہ کو اختیار کرتا ہے تو وہ از راہ فضل و کرم اللہ کی رحمت سے نوازا جائے گا اور اس پر اللہ کی جانب سے فلاح و سعادت کے دروازے کھول دیئے جائیں گے اور اگر کوئی عقل کا اندھا اپنے کسب و اختیار سے برائی کے راستہ کو اختیار کرتا ہے تو وہ از راہ عدل سزا کا مستوجب ہوگا اور اسے عذاب و تباہی کے غار دوزخ میں پھینک دیا جائے گا۔

یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ تقدیر کا مسئلہ عقل و فکر کی رسائی سے باہر ہے کیونکہ یہ اللہ کا ایسا ایک راز ہے جس کا انسانی عقل میں آنا تو در کنار اسے نہ تو کسی مقرب فرشتہ پر ظاہر کیا گیا ہے اور نہ ہی اس کا بھید کسی پیغمبر اور رسول کو معلوم ہے۔ اس لئے اس مسئلہ میں زیادہ غور و فکر کرنا اور اس میدان میں عقل کے گھوڑے دوڑانا جائز نہیں ہے بلکہ تحقیق و جستجو کے تمام راستوں سے ہٹ کر صرف یہ اعتقاد رکھنا ہی فلاح و سعادت کا ضامن ہے کہ اللہ نے یہ مخلوق پیدا کر کے ان کو دو گروہوں میں تقسیم کر دیا ہے، ایک گروہ وہ ہے جو اچھے اعمال اور نیک کام کرنے کی بنا پر اللہ کی جنت اور اس کی نعمتوں کا مستحق ہوگا جو محض اس کا فضل و کرم ہوگا۔ اور دوسرا گروہ وہ ہے جو برے اعمال کرنے کی وجہ سے دوزخ میں ڈالا جائے گا جو عین عدل ہوگا۔

منقول ہے کہ ایک آدمی نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے قضا و قدر کے بارہ میں سوال کیا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا "یہ

ایک بڑا راستہ ہے اس پر نہ چلو" اس آدمی نے "پھر یہی سوال کیا"" انہوں نے فرمایا" یہ ایک گہرا دریا ہے، اس میں نہ اترو وہ آدمی نہ مانا اور اس نے پھر سوال کیا۔ آخر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ اللہ کا ایک راز ہے جو تم سے پوشیدہ ہے اس لئے اس کی تفتیش وتحقیق میں مت پڑو"۔ لہٰذا اخروی سعادت اسی میں ہے کہ اس مسئلہ کے بارہ میں اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ بتایا ہے اور جن اعتقادات کو ماننے کے لئے کہا ہے اس پر عمل پیرا ہو جائے، ورنہ اپنی عقل کے تیر چلانا درحقیقت گمراہی کا راستہ اختیار کرنا اور تباہی وبربادی کی راہ پر لگنا ہے۔

## منکرین تقدیر کی مذمت کا بیان

**95**- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمٰعِيلَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي حَازِمٍ قَالَ حَدَّثَنِي بِمِنًى عَنْ أَبِيهِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْقَدَرِيَّةُ مَجُوسُ هٰذِهِ الْأُمَّةِ إِنْ مَرِضُوا فَلَا تَعُودُوهُمْ وَإِنْ مَاتُوا فَلَا تَشْهَدُوهُمْ

✧✧ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: "قدریہ" اس امت کے مجوسی ہیں اگر وہ بیمار ہو جائیں تو تم ان کی عیادت نہ کرو اور اگر وہ مر جائیں تو تم ان کے جنازے میں شریک نہ ہو۔

### شرح

اس حدیث سے قدریہ کی صریح گمراہی اور ان کی ضلالت واضح ہے کہ ان کو اس امت کا مجوس قرار دیا گیا مجوس ایک آتش پرست قوم ہے جو دو اللہ مانتی ہے ایک وہ اللہ جو نیکی وبھلائی کا پیدا کرنے والا ہے، اس کو یزداں کہتے ہیں۔ دوسرا وہ اللہ جو برائی وبدی کا پیدا کرنے والا ہے، اس کو اہرمن یعنی شیطان فرماتے ہیں: لہٰذا جس طرح مجوسی تعداد اللہ کے قائل ہیں اسی طرح قدریہ بھی بے انتہا خالقوں کے قائل ہیں اس لئے کہ ان کے نزدیک ہر بندہ اپنے افعال کا خالق ہے اسی طرح جتنے بندے ہوں گے اتنے ہی خالق ہی ہوں گے، نیز جس طرح قدریہ خالق خیر الگ اور خالق شر الگ مانتے ہیں اسی طرح قدریہ بھی فرماتے ہیں کہ خیر وبھلائی کا پیدا کرنے والا تو اللہ ہے اور شر وبرائی کا پیدا کرنے والا شیطان اور انسانی نفس ہے۔ حدیث سے معلوم ہوا کہ مسلمانوں کو اس فرقہ سے کلیۃ اجتناب کرنا ضروری ہے اگر وہ بیمار ہو جائیں تو ان کی عیادت کے لئے نہیں جانا چاہیے اگر وہ مر جائیں تو ان کے جنازہ میں شریک نہ ہونا چاہیے گویا غمی خوشی کسی موقع پر بھی ان کے ساتھ نہ رہنا چاہیے اور نہ ان کے ساتھ کسی قسم کا معاشرتی میل جول رکھنا جائز ہے۔

چنانچہ وہ حضرات جو اس جماعت کو کافروں کے زمرہ میں داخل کرتے ہیں اس حدیث کو اپنے ظاہری معنی پر محمول کرتے ہیں یعنی مسلمانوں کو ان کے ساتھ میل جول رکھنے سے منع کرتے ہیں۔ اور جو حضرات ان کو کافر نہیں بلکہ فاسق فرماتے ہیں وہ اس حدیث

حدیث 95:

اخرجه الحاکم فی "المستدرك" رقم الحدیث: 286 اخرجه البيهقي فی "سننه الكبرىٰ" رقم الحديث: 20658
اخرجه الطبرانی فی "معجمه الصغير" رقم الحديث: 615

کی تاویل یہ کرتے ہیں کہ اس حدیث کا مقصد اس جماعت کی گمراہی وضلالت کو بیان کرنا اور ان کی زجر وملامت میں شدت کا اظہار کرنا ہے۔ لیکن حضرت شاہ محمد اسحاق دہلوی فرماتے ہیں کہ محققین کا قول یہی ہے کہ نہ تو ان کی عیادت میں جائے اور نہ ان کے جنازہ میں شریک ہو اور جہاں تک ہو سکے ان سے قطع تعلق رکھے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ چھ آدمی ایسے ہیں جن پر میں لعنت بھیجتا ہوں اور اللہ نے بھی ان کو ملعون قرار دیا ہے اور ہر نبی کی دعا قبول ہوتی ہے۔ (پہلا) کتاب اللہ میں زیادتی کرنے والا (دوسرا) تقدیر الٰہی کو جھٹلانے والا۔ (تیسرا) وہ آدمی جو زبردستی غلبہ پانے کی بنا پر ایسے آدمی کو معزز بنائے جس کو اللہ نے ذلیل کر رکھا ہو اور اس آدمی کو ذلیل کرے جس کو اللہ تعالیٰ نے عزت وعظمت کی دولت سے نواز رکھا ہو۔ (چوتھا) وہ آدمی جو (حدود اللہ سے تجاوز کر کے اس چیز کو حلال جانے جسے اللہ نے حرام کیا ہو۔ (پانچواں) وہ جو میری اولاد سے وہ چیز (قتل) حلال جانے جو اللہ نے حرام کی ہے۔ اور (چھٹا) وہ آدمی جو میری سنت کو چھوڑ دے۔ (بیہقی، رزین، مشکوٰۃ المصابیح، جلد اول: رقم الحدیث، 105)

حدیث میں جن اشخاص کا ذکر کیا گیا ہے وہ اپنے ان غلط عقائد اور گمراہ کن اعمال کی بنا پر شریعت کی نظر میں اتنے مجرم ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر لعنت فرمائی ہے اور نہ صرف یہ کہ دربار رسالت سے ان پر پھٹکار برسائی گئی ہے بلکہ وہ بارگاہ الوہیت سے بھی راندہ درگاہ کر دیئے گئے۔ چنانچہ کسی آدمی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا ہوگا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان لوگوں پر لعنت کیوں بھیجتے ہیں؟ تو اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ جواب دیا کہ چونکہ خداوند قدوس نے ان کو اپنے اعمال کی بنا پر ملعون قرار دیا ہے اس لئے یہ اسی کے مستحق ہیں کہ رسول بھی ان کو ملعون قرار دے اور ظاہر ہے نبی کی لسان مقدس سے نکلی ہوئی ہر دعا باب قبولیت تک پہنچ کر رہتی ہے اس لئے جس پر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم لعنت بھیجیں اس کی دنیا بھی برباد ہوگئی اور دین میں تباہ ہو جائے گا اسی طرف کل نبی یجاب کہہ کر اشارہ فرمایا گیا ہے۔ ویسے تو اس حدیث میں جس ترکیب کے اعتبار سے یہ جملہ معترضہ واقع ہو رہا ہے اور اس کے مقصد لعنت میں شدت ہے۔

پہلا آدمی جسے ملعون قرار دیا جا رہا ہے وہ قرآن میں زیادتی کرنے والا ہے، خواہ وہ قرآن میں الفاظ کی زیادتی کرے یا قرآن کی آیتوں کے ایسے معنی بیان کرے جو کتاب اللہ کے مفہوم کے خلاف اور منشاء الٰہی کے برعکس ہوں۔

تیسرا آدمی وہ ہے جو زبردستی غلبہ حاصل کرے اور اپنی ظاہری شان وشوکت کے بل بوتہ پر ان لوگوں کو معزز کرے جو اللہ کی نظروں میں ذلیل ہیں اور ان لوگوں کو ذلیل کرے جو اللہ کے یہاں بڑا مرتبہ رکھتے ہیں اور اس تیسرے آدمی سے مراد ایسے بادشاہ اور ظالم حاکم ہیں جو اپنے اغراض ومقاصد کی بنا پر حکومت ودولت کے نشہ میں اللہ کے ان صالح ونیک بندوں اور مسلمانوں کو ذلیل خوار کرتے ہیں جو اللہ کے نزدیک بڑی عزت وعظمت کے مالک ہوتے ہیں اور ایسے کافروں، جاہلوں اور بدکار لوگوں کو عزیز رکھتے ہیں جو اللہ کی نظر میں سخت ذلیل ہوتے ہیں۔

چوتھا آدمی وہ ہے جو اللہ کی قائم کی ہوئی حدود سے تجاوز کرتا ہے یعنی ان چیزوں کو حلال سمجھتا ہے جو اللہ کی جانب سے حرام کر دی گئی ہیں مثلاً بیت اللہ مکہ میں جن باتوں کو اللہ نے ممنوع قرار دیا ہے جیسے کسی جانور کا شکار کرنا، درخت وغیرہ کاٹنا، یا بغیر احرام کے

مکہ میں داخل ہونا، ان کو وہ حلال سمجھتا ہو، ایسے ہی سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد کے بارہ میں جن چیزوں کو اللہ نے حرام کیا ہے ان کو حرام کرتا ہو یعنی رسول اللہ صلی اللہ عنہ کی اولاد کی عزت و تعظیم کرنا ضروری ہے لیکن کوئی آدمی نہ کرنے کو جائز سمجھے یا ان کو تکلیف پہنچانا حرام قرار دیا گیا ہے ان کو تکلیف پہنچانا حلال جانے تو اس پر بھی لعنت فرمائی گئی۔ یا اس کا مطلب یہ ہے کہ کوئی آدمی میری اولاد میں سے ہونے کے باوجود ان افعال کو حلال جان کر کرتا ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے حرام کر دیا ہے اس طرح اس کا مقصد سیدوں کو تنبیہ کرنا ہے کہ یہ لوگ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد میں ہونے کے ناطے گناہ ومعصیت سے بچتے رہیں، اس لئے کہ دوسری قوموں کے مقابلہ میں اس قوم کو گناہ ومعصیت زیادہ برائی وتباہی کا باعث ہیں کیونکہ ان کا نسبی تعلق براہ راست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے۔ اسی طرح پانچواں ملعون وہ آدمی قرار دیا گیا ہے جو ان چیزوں کو حرام سمجھتا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے حلال کیا ہو۔

چھٹا ملعون آدمی کو قرار دیا گیا ہے جو سنت نبوی کو ترک کرتا ہو۔ اس کا مسئلہ یہ ہے کہ جو آدمی سستی اور کسل کی بنا پر سنت کو ترک کرتا ہو وہ گناہ گار ہے اور جو آدمی سنت کو نعوذ باللہ نا قابل اعتناء سمجھ کر چھوڑتا ہو تو وہ کافر ہے لیکن اس لعنت میں دونوں شریک ہیں۔ مگر یہ کہا جائے گا کہ جو آدمی از راہ کسل وسستی سنت چھوڑتا ہے اس پر لعنت کرنا زجر وتوبیخ کے لئے ہے اور جو آدمی نا قابل اعتناء سمجھ کر سنت کو ترک کرتا ہے اس پر حقیقۃً لعنت ہوگی ہاں اگر کوئی آدمی کسی وجہ سے کسی وقت سنت کو ترک کر دے تو اس پر گناہ نہیں ہوگا لیکن یہ بھی مناسب نہیں ہے۔ حضرت شاہ محمد اسحٰق دہلوی فرماتے ہیں کہ یہ وعید سنت موکدہ کے ترک کرنے پر ہے۔

**96**- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ اَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنْ عُمَرَ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عُمَرَ مَوْلٰى غُفْرَةَ عَنْ رَّجُلٍ مِنَ الْاَنْصَارِ عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِكُلِّ اُمَّةٍ مَجُوسٌ وَّمَجُوسُ هٰذِهِ الْاُمَّةِ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ لَا قَدَرَ مَنْ مَاتَ مِنْهُمْ فَلَا تَشْهَدُوا جَنَازَتَهٗ وَمَنْ مَرِضَ مِنْهُمْ فَلَا تَعُوْدُوْهُمْ وَهُمْ شِيعَةُ الدَّجَّالِ وَحَقٌّ عَلَى اللّٰهِ اَنْ يُّلْحِقَهُمْ بِالدَّجَّالِ

✧✧ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: ہر امت میں مجوسی ہوتے ہیں اور اس امت کے مجوسی وہ لوگ ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ تقدیر کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ ان میں سے جو مر جائے تم اس کے جنازے میں شامل نہ ہو اور ان میں سے جو بیمار ہو جائے تم اس کی عیادت نہ کرو۔ یہ دجال کے گروہ سے تعلق رکھتے ہیں اور یہ بات اللہ تعالیٰ کے ذمے ہے (کہ وہ آخرت میں یا جہنم میں) انہیں دجال کے ساتھ رکھے۔

## قدر خیر وشر کا بیان

قدر خیر وشر کے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہونیکا مطلب یہ ہے کہ بندے کے افعال خواہ نیک ہوں یا بد سب کا خالق اللہ تعالیٰ ہے اور بندے فاعل وکاسب ہیں اور کسب پر جزا اور سزا مرتب ہے، نیکی کے کسب سے اللہ پاک راضی ہے اور بدی کی کسب سے

حدیث 96:

اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحديث: 5584 اخرجه البيهقي في "سننه الكبرىٰ" رقم الحديث: 20659

ناراض ہوتا ہے، تقدیر کا خلاصہ مطلب یہ ہے کہ دنیا میں جو کچھ بھلا یا برا ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کے علم میں اس کا ایک انداز مقرر ہے۔ کوئی اچھی یا بری بات اللہ تعالیٰ کے علم اور اندازے سے باہر نہیں اور اس کے ہونے سے پہلے بلکہ ہر چیز کے پیدا کرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ سب کچھ ہمیشہ سے جانتا ہے اور اپنی علم اور اندازے کے موافق اس کو پیدا کرتا ہے پس بندوں کے سب افعال اللہ تعالیٰ کے ارادے اور مشیت وقضا وقدر سے ظاہر ہوتے ہیں، لیکن بندے کو اس کے افعال میں اختیار دیا ہے، پس جب بندہ کسی کام کا ارادہ کرتا ہے تو اس کو ایک قسم کی قدرت اللہ تعالیٰ کی طرف سے عنایت ہوتی ہے۔ پس اگر وہ بندہ اس قدرت کو نیک کام پر لگادے تب بھی اس کو اختیار ہے اور اس اختیار کے نیک کام میں استعمال کرنے کی اس کو جزا یعنی اچھا بدلہ ملے گا اور اگر برے کام میں خرچ کرے تب بھی اس کو اختیار ہے اور اس اختیار کو برے کام میں استعمال کرنے کی سزا یعنی برا بدلہ ملے گا، اسی قدرت واختیار پر شرعی احکامات کا دارومدار ہے۔ تقدیر یعنی قدر خیر وشر پر ایمان لانا تواتر کی حد کو پہنچ گیا ہے اور اس کا منکر کافر ہے۔ لیکن اس مسئلہ میں زیادہ بحث مباحثہ نہ کرے، کیونکہ گمراہی کا خطرہ ہے اور کچھ فاعدہ نہیں، اسی لئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تاکید کے ساتھ اس بحث سے منع فرمایا ہے اگرچہ اللہ تعالیٰ نیکی وبدی کا خالق ہے مگر صرف، خالقِ خیر (یزدان) یا صرف خالقِ شر (اہرمن) کہنا کفر ہے اور مجوس کا عقیدہ ہے۔ وہ اس طرح دو خدا مانتے ہیں بلکہ یوں کہنا چاہئے۔

خَالِقُ الخَیرِ وَ الشَّرِ یَا خَالِقَ کُلِّ شَئیٍ

ہر چیز کا خالق ومتصرف اللہ کو جانے، ستاروں ودیگر زمینی وآسمانی علامات کو کسی چیز کے ہونے میں موثرِ حقیقی نہ جانے کہ یہ شرک ہے، اسباب کے درجہ میں جاننا جائز ہے، یعنی مجازاً اس فعل کو اس سبب کی طرف منسوب کرنا اور یہ سمجھنا کہ یہ تاثیرات ان چیزوں میں اللہ تعالیٰ نے رکھی ہیں اور اسی کے ارادہ واختیار سے ان کی تاثیرات ظاہر ہوتی ہیں جائز ہے

قضا کی تین قسمیں

قضا کی تین قسمیں ہوتی ہیں

۱. مبرمِ حقیقی یعنی جو علم الٰہی میں کسی شے پر معلق نہیں
۲. معلق محض جس کا کسی چیز پر معلق ہونا فرشتوں کے صحیفوں میں ظاہر فرمادیا گیا ہے
۳. معلق جو مبرم

## تقدیر مبرم حقیقی

پہلی قسم تقدیر مبرم حقیقی ہے۔ یہ آخری فیصلہ ہوتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ کے حکم سے لوح محفوظ پر لکھ دیا جاتا ہے اور اس میں تبدیلی ناممکن ہے اسی لیے جب فرشتے قوم لوط علیہ السلام پر عذاب کا حکم لے کر آئے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بارگاہ خداوند میں عرض کے باوجود اللہ تعالیٰ نے عذاب نازل کرنے کا حکم دیا اور فرمایا:

یَا إِبْرَاهِیمُ أَعْرِضْ عَنْ هَذَا إِنَّهُ قَدْ جَاءَ أَمْرُ رَبِّكَ وَإِنَّهُمْ آتِیهِمْ عَذَابٌ غَیْرُ مَرْدُودٍ

(فرشتوں نے کہا) اے ابراہیم! اس (بات) سے درگزر کیجئے، بیشک اب تو آپ کے رب کا حکم (عذاب) آچکا ہے، اور انہیں عذاب پہنچنے ہی والا ہے جو پلٹایا نہیں جاسکتا۔

چونکہ یہ عذاب قضائے مبرم حقیقی تھا اس لیے نہ ٹل سکا۔

## تقدیر مبرم غیر حقیقی

دوسری قسم تقدیر مبرم غیر حقیقی ہے، جو عام حالات میں تو طے شدہ ہوتی ہے مگر خاص حالات میں اکابر اولیاء وصالحین کی دعا سے اس میں تبدیلی ممکن ہے۔ اسی نسبت احادیث میں ارشاد ہوتا ہے:

1۔ لَا يَرُدُّ الْقَضَاءِ إِلَّا الدُّعَاءَ

صرف دعا ہی قضا کو ٹالتی ہے۔

2۔ إِنَّ الدُّعَا يَرُدُّ الْقَضَآءَ الْمُبْرَمَ

بے شک دعا قضائے مبرم کو ٹال دیتی ہے۔

## تقدیر معلق

تیسری اور آخری قسم قضائے معلق کی ہے، جس تک اللہ تعالیٰ کے اکثر صالح اور نیک بندوں کی رسائی ہوسکتی ہے، خواہ وہ اللہ تعالیٰ کی عطا سے ہو یا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے ہو یا اولیاء کرام کی دعاؤں سے، والدین کی خدمت سے یا صدقہ و خیرات سے ہو۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھی یہ وعدہ ہے کہ اگر کوئی بندہ چاہے تو ہم اس کے بدلنے والے ارادے، نیت اور دعا کے ساتھ ہی اس کی تقدیر بھی بدل دیں گے۔ سورۃ الرعد میں ارشاد فرمایا

يَمْحُوا اللّٰهُ مَا يَشَاءُ وَيُثْبِتُ وَعِنْدَهُ أُمُّ الْكِتَابِ ۔

اللہ جس (لکھے ہوئے) کو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے اور (جسے چاہتا ہے) ثبت فرما دیتا ہے، اور اسی کے پاس اصل کتاب (لوحِ محفوظ) ہے۔

## سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کا عمل

سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں شام میں طاعون کی وبا پھیلی اور اس زمانے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی شام کے سفر پر تھے۔ وباء کی وجہ سے انہوں نے وہاں سے نکلنے میں جلدی کی تو حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: أَتَفِرُّ مِنْ قَدْرِ اللهِ؟

کیا آپ تقدیر سے بھاگتے ہیں؟

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کا جواب دیا: أَفِرُّ مِنْ قَضَاءِ اللهِ إِلَى قَدْرِ اللهِ

میں اللہ کی قضا سے اس کی قدر کی طرف بھاگتا ہوں۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر طاعون جیسا مرض کسی علاقے میں وباء کی صورت میں پھیل جائے اور میں کسی دوسرے علاقے میں پہنچ کر اس مرض سے بچ جاؤں تو میرا بچ جانا خدا کی تقدیر یعنی علم میں ہوگا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ راوی ہیں کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کوئی بندہ اس وقت تک مومن نہیں ہوتا جب تک کہ وہ چار چیزوں پر ایمان نہ لائے۔(۱) اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔(۲) اور میں بلاشبہ اللہ کی جانب سے بھیجا ہوا رسول ہوں اور حق (دین اسلام) لے کر اس دنیا میں آیا ہوں۔(۳) موت اور مرنے کے بعد (میدان حشر میں) اٹھنے پر ایمان لانا۔(۴) اور تقدیر پر ایمان لانا۔(جامع ترمذی، سنن ابن ماجہ، مشکوۃ المصابیح، جلداول: رقم الحدیث، 100)

موت پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ اس بات کو یقینی جانے کہ اس دنیا کی تمام زندگی عارضی اور فانی ہے جو اپنے وقت پر ختم ہو جائے گی۔ اور اس دنیا میں جو کچھ ہے سب ایک دن فنا کے گھاٹ اتر جائے گا یا اس سے یہ مراد ہے کہ اس بات پر صدق دل سے یقین و اعتقاد رکھا جائے کہ موت کا ایک دن مقرر ہے اور وہ خداوند کے حکم سے آتی ہے کوئی بیماری، حادثہ یا تکلیف موت کا حقیقی سبب نہیں ہے بلکہ یہ چیزیں بادی النظر میں ظاہری اسباب ہوتے ہیں کسی انسان کی زندگی اور موت کلیۃً اللہ کے ہاتھ میں ہے جب تک اس کا حکم ہوتا ہے زندگی رہتی ہے اور جب وہ چاہتا ہے موت بھیج کر زندگی ختم کر دیتا ہے۔

## انسان کی تخلیق مٹی سے ہونے کا بیان

**97**- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ اَنَّ يَزِيدَ بْنَ زُرَيْعٍ وَيَحْيَى بْنَ سَعِيدٍ حَدَّثَاهُمْ قَالَا حَدَّثَنَا عَوْفٌ قَالَ حَدَّثَنَا قَسَامَةُ بْنُ زُهَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُو مُوسَى الْاَشْعَرِيُّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ اٰدَمَ مِنْ قَبْضَةٍ قَبَضَهَا مِنْ جَمِيعِ الْاَرْضِ فَجَاءَ بَنُو اٰدَمَ عَلٰى قَدْرِ الْاَرْضِ جَاءَ مِنْهُمُ الْاَحْمَرُ وَالْاَبْيَضُ وَالْاَسْوَدُ وَبَيْنَ ذٰلِكَ وَالسَّهْلُ وَالْحَزْنُ وَالْخَبِيثُ وَالطَّيِّبُ زَادَ فِي حَدِيثِ يَحْيَى وَبَيْنَ ذٰلِكَ وَالْاِخْبَارُ فِي حَدِيثِ يَزِيدَ

✧✧ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو مٹھی (بھر مٹی) سے پیدا کیا وہ مٹی اس نے تمام روئے زمین سے لی تھی تو آدم کی اولاد زمین کے حساب سے ہوتی ہے۔ ان میں سے کچھ سفید ہیں، کچھ سرخ ہیں اور کچھ ان کے درمیان سیاہ فام ہیں۔ کچھ نرم ہیں کچھ سخت (غمگین) ہیں کچھ خبیث ہیں کچھ اچھے ہیں۔

یحییٰ کی حدیث میں یہاں بھی لفظ ''ان کے درمیان'' استعمال ہوا ہے۔

حدیث 97:

اخرجه الترمذی فی "جامعه" رقم الحدیث: 2955

اخرجه ابن حبان فی "صحیحه" رقم الحدیث: 6181

اخرجه الحاکم فی "المستدرک" رقم الحدیث: 3037

اخرجه البیهقی فی "سننه الکبرٰی" رقم الحدیث: 17485

اخرجه عبد بن حکیم الکسی فی "مسنده" رقم الحدیث: 549

## شرح

حضرت آدم کی تخلیق کے وقت ایک فرشتہ حضرت عزرائیل کو حکم دیا گیا کہ وہ ایک مٹھی بھر کے مٹی لے آئیں چنانچہ وہ تمام روئے زمین سے ہر خطہ و ہر جگہ کی تھوڑی مٹی اپنی مٹھی میں بھر لائے اسی سے حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کی گئی اسی لئے آدم کی اولاد میں مختلف رنگ و نسل اور مختلف طبائع کے انسان پیدا ہوتے ہیں کوئی کالا ہوتا ہے تو کوئی گورا اور کسی کا رنگ گندمی ہوتا ہے اسی طرح کچھ انسان اپنی طبیعت و مزاج کے اعتبار سے نرم خو، خوش اخلاق اور میٹھی زبان کے ہوتے ہیں کچھ لوگوں کی طبیعت سخت و تیز اور غیر معتدل ہوتی ہے، بعض انسان فطرتاً پاک و صاف ہوتے ہیں اور بعض گندگی و نجاست سے ملوث رہتے ہیں اور یہ فرق و اختلاف اسی بنیادی مادہ کی وجہ سے ہے، جس سے حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کی گئی تھی۔

**98**- حَدَّثَنَا مُسَدَّدُ بْنُ مُسَرْهَدٍ حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ قَالَ سَمِعْتُ مَنْصُورَ بْنَ الْمُعْتَمِرِ يُحَدِّثُ عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَيْدَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ حَبِيبٍ اَبِىْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ السُّلَمِيِّ عَنْ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَام قَالَ كُنَّا فِىْ جَنَازَةٍ فِيهَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِبَقِيعِ الْغَرْقَدِ فَجَاءَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَلَسَ وَمَعَهُ مِخْصَرَةٌ فَجَعَلَ يَنْكُتُ بِالْمِخْصَرَةِ فِى الْاَرْضِ ثُمَّ رَفَعَ رَاْسَهُ فَقَالَ مَا مِنْكُمْ مِنْ اَحَدٍ مَا مِنْ نَفْسٍ مَنْفُوسَةٍ اِلَّا كَتَبَ اللّٰهُ مَكَانَهَا مِنَ النَّارِ اَوْ مِنَ الْجَنَّةِ اِلَّا قَدْ كُتِبَتْ شَقِيَّةً اَوْ سَعِيدَةً قَالَ فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ اَفَلَا نَمْكُثُ عَلٰى كِتَابِنَا وَنَدَعُ الْعَمَلَ فَمَنْ كَانَ مِنْ اَهْلِ السَّعَادَةِ لَيَكُونَنَّ اِلَى السَّعَادَةِ وَمَنْ كَانَ مِنْ اَهْلِ الشِّقْوَةِ لَيَكُونَنَّ اِلَى الشِّقْوَةِ قَالَ اعْمَلُوا فَكُلٌّ مُيَسَّرٌ اَمَّا اَهْلُ السَّعَادَةِ فَيُيَسَّرُونَ لِلسَّعَادَةِ وَاَمَّا اَهْلُ الشِّقْوَةِ فَيُيَسَّرُونَ لِلشِّقْوَةِ ثُمَّ قَالَ نَبِيُّ اللّٰهِ (فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰى وَاتَّقٰى وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰى فَسَنُيَسِّرُهُ لِلْيُسْرٰى وَاَمَّا مَنْ بَخِلَ وَاسْتَغْنٰى وَكَذَّبَ بِالْحُسْنٰى فَسَنُيَسِّرُهُ لِلْعُسْرٰى)

✧✧ حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، ہم لوگ ایک جنازے میں شریک تھے۔ ان میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی موجود تھے۔ یہ ''بقیع غرقد'' کی بات ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ آپ تشریف فرما ہوئے۔ آپ کے پاس ایک چھڑی تھی۔ آپ اس کے ذریعے زمین کریدتے رہے پھر آپ نے اپنا سر مبارک اٹھایا اور فرمایا: تم میں سے جو بھی شخص پیدا ہوا اس کا جہنم میں مخصوص ٹھکانہ یا جنت میں مخصوص ٹھکانہ طے کر دیا گیا۔ اس کا خوش بخت ہونا یا بدبخت ہونا طے کر دیا گیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، حاضرین میں سے ایک فرد نے عرض کی: اے اللہ کے نبی! تو کیا ہم اس طے کیے ہوئے پر ٹھہر نہ جائیں اور اس عمل کو ترک نہ کر دیں؟ کیونکہ جو

حدیث 98:

اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث: 1296
اخرجه مسلم فی "صحیحه" رقم الحدیث: 2647
اخرجه الترمذی فی "جامعه" رقم الحدیث: 3344
اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث: 1067
اخرجه النسائی فی "سننه الکبریٰ" رقم الحدیث: 11678
اخرجه ابویعلی فی "مسنده" رقم الحدیث: 582
اخرجه الطبرانی فی "معجمه الصغیر" رقم الحدیث: 950
اخرجه الطیالسی فی "مسنده" رقم الحدیث: 151
اخرجه امام احمد فی "فضائل الصحابة" رقم الحدیث: 1213

شخص سعادت مند ہے وہ سعادت کی طرف ضرور جائے گا اور جو بدبخت ہے وہ بدبخت ضرور ہوگا۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم عمل کرو کیونکہ ہر ایک کے لئے (اس کے انجام کے اعتبار سے) آسانی کردی جاتی ہے۔ جہاں تک سعادت مندوں کا تعلق ہے ان کے لئے سعادت کو آسان کر دیا جاتا ہے اور جہاں تک بدبختوں کا تعلق ہے ان کے لئے بدبختی کو آسان کر دیا جاتا ہے پھر نبی اکرم ﷺ نے یہ آیت پڑھی:

''اور جو شخص عطا کرے اور پرہیزگاری اختیار کرے اور اچھائی کی تصدیق کرے تو ہم اس کے لئے آسانی فراہم کریں گے اور جو شخص کنجوسی کا مظاہرہ کرے اور لاتعلقی اختیار کرے اور اچھائی کی تکذیب کرے تو ہم اس کے لئے ''تنگی'' کو آسان کر دیں گے۔''

**99**- حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا اَبِىْ حَدَّثَنَا كَهْمَسٌ عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ يَحْيَى بْنِ يَعْمَرَ قَالَ كَانَ اَوَّلَ مَنْ تَكَلَّمَ فِى الْقَدَرِ بِالْبَصْرَةِ مَعْبَدُ الْجُهَنِىُّ فَانْطَلَقْتُ اَنَا وَحُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْحِمْيَرِىُّ حَاجَّيْنِ اَوْ مُعْتَمِرَيْنِ فَقُلْنَا لَوْ لَقِينَا اَحَدًا مِنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَاَلْنَاهُ عَمَّا يَقُوْلُ هٰؤُلَاءِ فِى الْقَدَرِ فَوَفَّقَ اللّٰهُ لَنَا عَبْدَ اللّٰهِ ابْنَ عُمَرَ دَاخِلًا فِى الْمَسْجِدِ فَاكْتَنَفْتُهُ اَنَا وَصَاحِبِىْ فَظَنَنْتُ اَنَّ صَاحِبِىْ سَيَكِلُ الْكَلَامَ اِلَىَّ فَقُلْتُ اَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اِنَّهُ قَدْ ظَهَرَ قِبَلَنَا نَاسٌ يَقْرَئُوْنَ الْقُرْآنَ وَيَتَقَفَّرُوْنَ الْعِلْمَ يَزْعُمُوْنَ اَنْ لَّا قَدَرَ وَالْاَمْرَ اُنُفٌ فَقَالَ اِذَا لَقِيتَ اُولٰئِكَ فَاَخْبِرْهُمْ اَنِّىْ بَرِىءٌ مِّنْهُمْ وَهُمْ بُرَآءُ مِنِّىْ وَالَّذِىْ يَحْلِفُ بِهٖ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ لَوْ اَنَّ لِاَحَدِهِمْ مِثْلَ اُحُدٍ ذَهَبًا فَاَنْفَقَهُ مَا قَبِلَهُ اللّٰهُ مِنْهُ حَتّٰى يُؤْمِنَ بِالْقَدَرِ ثُمَّ قَالَ حَدَّثَنِىْ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ قَالَ بَيْنَمَا نَحْنُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذْ طَلَعَ عَلَيْنَا رَجُلٌ شَدِيْدُ بَيَاضِ الثِّيَابِ شَدِيْدُ سَوَادِ الشَّعْرِ لَا يُرٰى عَلَيْهِ اَثَرُ السَّفَرِ وَلَا نَعْرِفُهُ حَتّٰى جَلَسَ اِلَى النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَسْنَدَ رُكْبَتَيْهِ اِلٰى رُكْبَتَيْهِ وَوَضَعَ كَفَّيْهِ عَلٰى فَخِذَيْهِ وَقَالَ يَا مُحَمَّدُ اَخْبِرْنِىْ عَنِ الْاِسْلَامِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْاِسْلَامُ اَنْ تَشْهَدَ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ وَتُقِيْمَ الصَّلٰوةَ وَتُؤْتِىَ الزَّكَاةَ وَتَصُوْمَ رَمَضَانَ وَتَحُجَّ الْبَيْتَ اِنِ اسْتَطَعْتَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا قَالَ صَدَقْتَ قَالَ فَعَجِبْنَا لَهٗ يَسْاَلُهٗ وَيُصَدِّقُهٗ قَالَ فَاَخْبِرْنِىْ عَنِ الْاِيْمَانِ قَالَ اَنْ تُؤْمِنَ بِاللّٰهِ وَمَلَائِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَتُؤْمِنَ بِالْقَدَرِ خَيْرِهٖ وَشَرِّهٖ قَالَ صَدَقْتَ قَالَ فَاَخْبِرْنِىْ عَنِ الْاِحْسَانِ قَالَ اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ فَاِنْ لَّمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَاِنَّهٗ يَرَاكَ قَالَ فَاَخْبِرْنِىْ عَنِ السَّاعَةِ قَالَ مَا الْمَسْئُوْلُ عَنْهَا بِاَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ قَالَ فَاَخْبِرْنِىْ عَنْ اَمَارَاتِهَا قَالَ اَنْ تَلِدَ الْاَمَةُ رَبَّتَهَا وَاَنْ تَرَى الْحُفَاةَ الْعُرَاةَ الْعَالَةَ رِعَاءَ الشَّاءِ يَتَطَاوَلُوْنَ فِى الْبُنْيَانِ قَالَ ثُمَّ انْطَلَقَ فَلَبِثْتُ ثَلَاثًا ثُمَّ قَالَ يَا عُمَرُ هَلْ تَدْرِىْ مَنِ السَّائِلُ قُلْتُ

حدیث 99:

اخرجه البخارى فى "صحيحه" رقم الحديث: 4499
اخرجه مسلم فى "صحيحه" رقم الحديث: 9
اخرجه ابن ماجه فى "سننه" رقم الحديث: 64
اخرجه الامام احمد فى "مسنده" رقم الحديث: 9497
اخرجه ابن حبان فى "صحيحه" رقم الحديث: 159
اخرجه ابن خزيمه فى "صحيحه" رقم الحديث: 2244
اخرجه ابويعلى فى "مسنده" رقم الحديث: 242
اخرجه الطبرانى فى "معجمه الكبير" رقم الحديث: 13581
اخرجه اسحاق بن راهويه فى "مسنده" رقم الحديث: 166
اخرجه ابن ابى شيبة فى "مصنفه" رقم الحديث: 3030

اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ قَالَ فَاِنَّهُ جِبْرِيْلُ اَتَاكُمْ يُعَلِّمُكُمْ دِيْنَكُمْ

✧✧ یحییٰ بن یعمر بیان کرتے ہیں' تقدیر کے بارے میں سب سے پہلے ''معبد جہنی'' نے بصرہ میں گفتگو شروع کی۔ میں اور حمید بن عبدالرحمٰن حمیری حج کرنے کے لئے یا شاید عمرہ کرنے کے لئے گئے تو ہم نے سوچا اگر ہماری ملاقات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی صحابی سے ہوئی تو ہم ان سے اس شخص کے نظریات کے بارے میں دریافت کریں گے: وہ لوگ تقدیر کے بارے میں کہتے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے ہمیں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے ملاقات کا موقع فراہم کیا۔

یہ مسجد کے اندر کی بات ہے۔ میں اور میرا ساتھی ان کے پہلو میں بیٹھ گئے۔ میں نے یہ گمان کیا کہ میرا ساتھی مجھے گفتگو میں پہل کرنے کا موقع دے گا۔ میں نے کہا: اے ابوعبدالرحمٰن! ہماری طرف کچھ لوگ ظاہر ہوئے ہیں جو قرآن پڑھتے ہیں اور علم میں مہارت حاصل کرتے ہیں۔ وہ یہ کہتے ہیں' تقدیر کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ یہ سارے معاملات خودبخود چل رہے ہیں تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب تم ان لوگوں سے ملو تو انہیں بتادینا کہ میرا ان سے کوئی تعلق نہیں ہے اور ان کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اس ذات کی قسم! جس کے نام سے عبداللہ حلف اٹھاتا ہے۔ ان میں سے اگر کسی شخص کے پاس ''احد'' پہاڑ جتنا سونا ہو اور وہ اسے خرچ کردے تو اللہ تعالیٰ اس وقت تک اسے قبول نہیں کرے گا جب تک وہ شخص تقدیر پر ایمان نہ لے آئے پھر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بتایا مجھے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث سنائی ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

ایک دن ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک شخص ہمارے پاس آیا اس کے کپڑے انتہائی سفید اور بال انتہائی سیاہ تھے' اس پر سفر کا کوئی نشان نظر نہیں آرہا تھا اور ہم اسے پہچانتے بھی نہیں تھے۔ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر بیٹھا اس نے اپنے دونوں گھٹنے' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھٹنوں کے ساتھ ملائے۔ اپنے دونوں ہاتھ اپنے زانوں پر رکھے اور بولا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آپ مجھے اسلام کے بارے میں بتائیں۔ (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا) تم اس بات کی گواہی دو اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور نماز قائم کرو، زکوٰۃ ادا کرو، رمضان کے روزے رکھو اور اگر گنجائش ہو تو بیت اللہ کا حج کرو، اس نے کہا: آپ نے ٹھیک کہا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہمیں اس پر حیرت ہوئی۔ وہ خود ہی سوال کررہا ہے اور خود ہی آپ کی تصدیق کررہا ہے' پھر اس نے کہا: آپ مجھے ایمان کے بارے میں بتائیے؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ کہ تم اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھو، اس کے فرشتوں' اس کی کتابوں، آخرت کے دن پر ایمان رکھو اور تقدیر پر ایمان رکھو۔ وہ اچھی ہو یا بری ہو' وہ بولا: آپ نے سچ فرمایا ہے۔ پھر وہ بولا: آپ مجھے احسان کے بارے میں بتائیے؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ کہ تم اللہ تعالیٰ کی یوں عبادت کرو جیسے تم اسے دیکھ رہے ہو اور اگر تم اسے نہیں دیکھ رہے تو وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔ وہ بولا: آپ مجھے قیامت کے بارے میں بتائیں؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کے بارے میں جس سے سوال کیا گیا ہے وہ سوال کرنے والے سے زیادہ نہیں جانتا۔ وہ بولا: آپ مجھے اس کی نشانیوں کے بارے میں بتائیے؟ آپ نے فرمایا: کنیز اپنے آقا کو جنم دے گی اور تم برہنہ پاؤں اور برہنہ جسم' بکریوں کے غریب چرواہوں کو دیکھو گے کہ وہ ایک دوسرے کے مقابلے میں بلند عمارات تعمیر کریں گے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: پھر وہ شخص چلا گیا۔ کچھ دیر بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عمر! تم جانتے ہو یہ سوال کرنے والا

کون تھا؟ میں نے عرض کی: اللہ اور اس کا رسول زیادہ بہتر جانتے ہیں؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: یہ جبرائیل تھے اور تمہارے پاس اس لئے آئے تھے کہ تمہیں تمہارے دین کی تعلیم دیں۔

**100**- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ عُثْمَانَ بْنِ غِيَاثٍ قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ بُرَيْدَةَ عَنْ يَحْيَى بْنِ يَعْمَرَ وَحُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَا لَقِينَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ فَذَكَرْنَا لَهُ الْقَدَرَ وَمَا يَقُوْلُوْنَ فِيهِ فَذَكَرَ نَحْوَهُ زَادَ قَالَ وَسَأَلَهُ رَجُلٌ مِنْ مُزَيْنَةَ اَوْ جُهَيْنَةَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللَّهِ فِيمَا نَعْمَلُ اَفِي شَيْءٍ قَدْ خَلَا اَوْ مَضَى اَوْ فِي شَيْءٍ يُسْتَانَفُ الْآنَ قَالَ فِي شَيْءٍ قَدْ خَلَا وَمَضَى فَقَالَ الرَّجُلُ اَوْ بَعْضُ الْقَوْمِ فَفِيمَ الْعَمَلُ قَالَ اِنَّ اَهْلَ الْجَنَّةِ يُيَسَّرُوْنَ لِعَمَلِ اَهْلِ الْجَنَّةِ وَاِنَّ اَهْلَ النَّارِ يُيَسَّرُوْنَ لِعَمَلِ اَهْلِ النَّارِ

✧✧ یحییٰ بن یعمر اور حمید بن عبدالرحمٰن بیان کرتے ہیں۔ ہماری ملاقات حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ہوئی ہم نے ان کے سامنے تقدیر کا اور لوگوں کے اس بارے میں نظریات کا ذکر کیا۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں) اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں: ایک شخص جو ''مزینہ'' یا ''جہینہ'' قبیلے سے تعلق رکھتا تھا اس نے آپ سے دریافت کیا: یارسول اللہ (ﷺ)! ہم عمل کیوں کریں؟ ایک ایسی چیز کے بارے میں جو پہلے سے طے ہو چکی ہے؟ یا یہ سوچ کر کریں کہ معاملہ اب رونما ہوگا؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: نہیں! یہ سوچ کر کرو کہ جو پہلے سے طے ہو چکا ہے' تو اس شخص نے یا حاضرین میں سے کسی شخص نے کہا: پھر عمل کرنے کی ضرورت کیا ہے؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اہل جنت کے لئے اہل جنت کے سے عمل آسان کر دیے جاتے ہیں اور اہل جہنم کے لئے اہل جہنم کے سے عمل آسان کر دیے جاتے ہیں۔

**101**- حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا الْفِرْيَابِيُّ عَنْ سُفْيَانَ قَالَ حَدَّثَنَا عَلْقَمَةُ بْنُ مَرْثَدٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ بُرَيْدَةَ عَنِ ابْنِ يَعْمَرَ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ يَزِيْدُ وَيَنْقُصُ قَالَ فَمَا الْاِسْلَامُ قَالَ اِقَامُ الصَّلٰوةِ وَاِيتَاءُ الزَّكَاةِ وَحَجُّ الْبَيْتِ وَصَوْمُ شَهْرِ رَمَضَانَ وَالِاغْتِسَالُ مِنَ الْجَنَابَةِ قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ عَلْقَمَةُ مُرْجِئٌ

✧✧ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے' تاہم اس میں کچھ اضافہ ہے۔

اس شخص نے دریافت کیا: اسلام سے مراد کیا ہے؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: نماز قائم کرنا، زکوٰۃ ادا کرنا، بیت اللہ کا حج کرنا' رمضان کے مہینے میں روزے رکھنا اور غسل جنابت کرنا۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: (اس روایت کا ایک راوی) علقمہ مرجئی ہے۔

**102**- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنْ اَبِي فَرْوَةَ الْهَمْدَانِيِّ عَنْ اَبِي زُرْعَةَ بْنِ عَمْرِو بْنِ

حدیث 100:

اخرجه ابوداؤد فی "سننه" رقم الحدیث: 4696

اخرجه الترمذی فی "جامعه" رقم الحدیث: 2610

اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث: 184

اخرجه البیهقی فی "سننه الکبریٰ" رقم الحدیث: 20660

اخرجه ابن حبان فی "صحیحه" رقم الحدیث: 168

جَرِيرٍ عَنْ اَبِي ذَرٍّ وَاَبِي هُرَيْرَةَ قَالَا كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَجْلِسُ بَيْنَ ظَهْرَيْ اَصْحَابِهِ فَيَجِيءُ الْغَرِيبُ فَلَا يَدْرِي اَيُّهُمْ هُوَ حَتّٰى يَسْاَلَ فَطَلَبْنَا اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ نَجْعَلَ لَهٗ مَجْلِسًا يَعْرِفُهُ الْغَرِيبُ اِذَا اَتَاهُ قَالَ فَبَنَيْنَا لَهٗ دُكَّانًا مِنْ طِينٍ فَجَلَسَ عَلَيْهِ وَكُنَّا نَجْلِسُ بِجَنْبَتَيْهِ وَذَكَرَ نَحْوَ هٰذَا الْخَبَرِ فَاَقْبَلَ رَجُلٌ فَذَكَرَ هَيْئَتَهٗ حَتّٰى سَلَّمَ مِنْ طَرَفِ السِّمَاطِ فَقَالَ السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا مُحَمَّدُ قَالَ فَرَدَّ عَلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

✧✧ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ بیٹھ جایا کرتے تھے۔کوئی اجنبی شخص آتا تو پہچان نہیں پاتا تھا کہ ان میں سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کون ہیں؟ تو وہ سوال کیا کرتا تھا ہم نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کوئی ایسی چیز بنانے کا ارادہ کیا جس کے اوپر آپ بیٹھیں اور اجنبی شخص آپ کو پہچان سکے جب وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو۔راوی بیان کرتے ہیں' ہم نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مٹی کا ایک چبوترہ بنا دیا۔آپ اس پر تشریف فرما ہو جاتے تھے ہم آپ کے اردگرد بیٹھ جایا کرتے تھے۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس کے بعد انہوں نے حسب سابق حدیث نقل کی ہے پھر ایک شخص آیا پھر انہوں نے اس کی شکل وصورت کا تذکرہ کیا ہے۔اس نے حاضرین کے ایک طرف سے سلام کیا اور بولا: السلام علیک یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم! راوی بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام کا جواب دیا۔

**103**- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ اَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنْ اَبِي سِنَانٍ عَنْ وَهْبِ بْنِ خَالِدٍ الْحِمْصِيِّ عَنِ ابْنِ الدَّيْلَمِيِّ قَالَ اَتَيْتُ اُبَيَّ بْنَ كَعْبٍ فَقُلْتُ لَهٗ وَقَعَ فِي نَفْسِي شَيْءٌ مِنَ الْقَدَرِ فَحَدِّثْنِي بِشَيْءٍ لَعَلَّ اللّٰهَ اَنْ يُذْهِبَهٗ مِنْ قَلْبِي قَالَ لَوْ اَنَّ اللّٰهَ عَذَّبَ اَهْلَ سَمَاوَاتِهٖ وَاَهْلَ اَرْضِهٖ عَذَّبَهُمْ وَهُوَ غَيْرُ ظَالِمٍ لَهُمْ وَلَوْ رَحِمَهُمْ كَانَتْ رَحْمَتُهٗ خَيْرًا لَهُمْ مِنْ اَعْمَالِهِمْ وَلَوْ اَنْفَقْتَ مِثْلَ اُحُدٍ ذَهَبًا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ مَا قَبِلَهُ اللّٰهُ مِنْكَ حَتّٰى تُؤْمِنَ بِالْقَدَرِ وَتَعْلَمَ اَنَّ مَا اَصَابَكَ لَمْ يَكُنْ لِيُخْطِئَكَ وَاَنَّ مَا اَخْطَاَكَ لَمْ يَكُنْ لِيُصِيبَكَ وَلَوْ مُتَّ عَلٰى غَيْرِ هٰذَا لَدَخَلْتَ النَّارَ قَالَ ثُمَّ اَتَيْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ مَسْعُودٍ فَقَالَ مِثْلَ ذٰلِكَ قَالَ ثُمَّ اَتَيْتُ حُذَيْفَةَ بْنَ الْيَمَانِ فَقَالَ مِثْلَ ذٰلِكَ قَالَ ثُمَّ اَتَيْتُ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ فَحَدَّثَنِي عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَ ذٰلِكَ

✧✧ ابن دیلمی بیان کرتے ہیں' میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے ان سے کہا: تقدیر کے بارے میں میرے ذہن میں ایک خیال ہے۔آپ مجھے اس کے بارے میں بتائیے! ہوسکتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے نتیجے میں میرے اندیشے کو ختم کردے تو انہوں نے فرمایا: اگر اللہ تعالیٰ تمام آسمانوں اور تمام زمین والوں کو عذاب دینا چاہے اور وہ انہیں

حدیث 103:

اخرجه ابن ماجه فی "سننه" رقم الحديث: 77

اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحديث: 21629

اخرجه ابن حبان فی "صحيحه" رقم الحديث: 727

اخرجه البيهقی فی "سننه الكبرىٰ" رقم الحديث: 20663

اخرجه عبد بن حكيم الكسی فی "مسنده" رقم الحديث: 247

عذاب دے تو وہ ان پر کوئی ظلم نہیں کرے گا اگر وہ ان سب پر رحم کرے تو یہ رحمت ان لوگوں کے لئے ان کے اعمال سے زیادہ بہتر ہے۔ اگر تم ''اُحد'' پہاڑ جتنا سونا اللہ کی راہ میں خیرات کرو تو اللہ تعالیٰ اسے تمہاری طرف سے اس وقت تک قبول نہیں کرے گا جب تک تم تقدیر پر ایمان نہ لاؤ اور اس بات کا یقین نہ رکھو کہ جو تمہیں ملنا ہے یہ نہیں ہوسکتا کہ وہ تمہیں نہ ملے اور جو تمہیں نہیں ملنا یہ نہیں ہو سکتا کہ وہ تمہیں مل جائے۔ اگر تم اس کے علاوہ کسی اور نظریے پر مرو گے تو جہنم میں جاؤ گے۔

راوی بیان کرتے ہیں: پھر میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے بھی یہی بات بیان کی۔

پھر میں حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے بھی یہی بات بیان کی۔

پھر میں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے یہی بات بیان کی۔

**104**- حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ مُسَافِرٍ الْهُذَلِيُّ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَسَّانَ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ رَبَاحٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ أَبِي عَبْلَةَ عَنْ أَبِي حَفْصَةَ قَالَ قَالَ عُبَادَةُ بْنُ الصَّامِتِ لِابْنِهِ يَا بُنَيَّ إِنَّكَ لَنْ تَجِدَ طَعْمَ حَقِيقَةِ الْإِيمَانِ حَتَّى تَعْلَمَ أَنَّ مَا أَصَابَكَ لَمْ يَكُنْ لِيُخْطِئَكَ وَمَا أَخْطَأَكَ لَمْ يَكُنْ لِيُصِيبَكَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّ أَوَّلَ مَا خَلَقَ اللَّهُ الْقَلَمَ فَقَالَ لَهُ اكْتُبْ قَالَ رَبِّ وَمَاذَا أَكْتُبُ قَالَ اكْتُبْ مَقَادِيرَ كُلِّ شَيْءٍ حَتَّى تَقُومَ السَّاعَةُ يَا بُنَيَّ إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ مَاتَ عَلَى غَيْرِ هَذَا فَلَيْسَ مِنِّي

✧✧ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے سے فرمایا: اے میرے بیٹے تم ایمان کی حقیقت کا ذائقہ اس وقت تک نہیں پا سکتے جب تک تم اس بات کا یقین نہ کرو کہ جو تم کو ملنا ہے یہ نہیں ہوسکتا کہ وہ تمہیں نہ ملے اور جو تمہیں نہیں ملنا یہ نہیں ہوسکتا کہ وہ تمہیں مل جائے۔ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے قلم کو پیدا کیا پھر اسے حکم دیا کہ تم لکھو! اس نے عرض کی: اے میرے پروردگار! میں کیا لکھوں؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تم ہر چیز کی تقدیر لکھو۔ یہاں تک کہ قیامت قائم ہو جائے (یعنی قیامت قائم ہونے تک کی تقدیر لکھو)

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اے میرے بیٹے! میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی یہ ارشاد سنا ہے: جو شخص اس کے علاوہ کسی دوسرے نظریے پر مرے گا اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

**105**- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ح و حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ الْمَعْنَى قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ

حدیث 105:

اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث: 3228
اخرجه مسلم فی "صحیحه" رقم الحدیث: 2652
اخرجه الترمذی فی "جامعه" رقم الحدیث: 2134
اخرجه ابن ماجه فی "سننه" رقم الحدیث: 80
اخرجه الامام مالك فی "المؤطا" رقم الحدیث: 1592
اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث: 7381
اخرجه ابن حبان فی "صحیحه" رقم الحدیث: 6179
اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث: 7381
اخرجه ابن حبان فی "صحیحه" رقم الحدیث: 6179
اخرجه النسائی فی "سننه الکبریٰ" رقم الحدیث: 10985
اخرجه ابویعلی فی "مسنده" رقم الحدیث: 1204
اخرجه الطبرانی فی "معجمه الکبیر" رقم الحدیث: 1663
اخرجه الحمیدی فی "مسنده" رقم الحدیث: 1115
اخرجه اسحاق بن راهویه فی "مسنده" رقم الحدیث: 119

عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ سَمِعَ طَاوُسًا يَقُوْلُ سَمِعْتُ اَبَا هُرَيْرَةَ يُخْبِرُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ احْتَجَّ اٰدَمُ وَمُوْسٰى فَقَالَ مُوْسٰى يَا اٰدَمُ اَنْتَ اَبُوْنَا خَيَّبْتَنَا وَاَخْرَجْتَنَا مِنَ الْجَنَّةِ فَقَالَ اٰدَمُ اَنْتَ مُوْسٰى اصْطَفَاكَ اللّٰهُ بِكَلَامِهِ وَخَطَّ لَكَ التَّوْرَاةَ بِيَدِهِ تَلُوْمُنِيْ عَلٰى اَمْرٍ قَدَّرَهُ عَلَيَّ قَبْلَ اَنْ يَّخْلُقَنِيْ بِاَرْبَعِيْنَ سَنَةً فَحَجَّ اٰدَمُ مُوْسٰى قَالَ اَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ عَنْ عَمْرٍو عَنْ طَاوُسٍ سَمِعَ اَبَا هُرَيْرَةَ

✧✧ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: ایک دفعہ حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے درمیان بحث ہوگئی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت آدم علیہ السلام سے کہا: اے آدم! آپ ہمارے جدامجد ہیں۔ آپ نے ہمیں محروم کیا اور جنت سے نکلوا دیا۔ حضرت آدم علیہ السلام نے کہا: آپ وہی موسیٰ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام کے لئے منتخب کیا اور آپ کے لئے اپنے دست قدرت سے ''تورات'' تحریر کی۔ آپ ایک ایسے معاملے میں مجھے ملامت کر رہے ہیں جو اس نے میرے مقدر میں، مجھے پیدا کرنے سے چالیس سال پہلے لکھوایا تھا۔

(نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں) یوں حضرت آدم علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام پر غالب آ گئے۔

**106**- حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ هِشَامُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ مُوْسٰى قَالَ يَا رَبِّ اَرِنَا اٰدَمَ الَّذِيْ اَخْرَجَنَا وَنَفْسَهُ مِنَ الْجَنَّةِ فَاَرَاهُ اللّٰهُ اٰدَمَ فَقَالَ اَنْتَ اَبُوْنَا اٰدَمُ فَقَالَ لَهُ اٰدَمُ نَعَمْ قَالَ اَنْتَ الَّذِيْ نَفَخَ اللّٰهُ فِيْكَ مِنْ رُّوْحِهِ وَعَلَّمَكَ الْاَسْمَاءَ كُلَّهَا وَاَمَرَ الْمَلَائِكَةَ فَسَجَدُوْا لَكَ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَمَا حَمَلَكَ عَلٰى اَنْ اَخْرَجْتَنَا وَنَفْسَكَ مِنَ الْجَنَّةِ فَقَالَ لَهُ اٰدَمُ وَمَنْ اَنْتَ قَالَ اَنَا مُوْسٰى قَالَ اَنْتَ نَبِيُّ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ الَّذِيْ كَلَّمَكَ اللّٰهُ مِنْ وَّرَاءِ الْحِجَابِ لَمْ يَجْعَلْ بَيْنَكَ وَبَيْنَهُ رَسُوْلًا مِّنْ خَلْقِهِ قَالَ نَعَمْ قَالَ اَفَمَا وَجَدْتَ اَنَّ ذٰلِكَ كَانَ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ قَبْلَ اَنْ اُخْلَقَ قَالَ نَعَمْ قَالَ فِيْمَ تَلُوْمُنِيْ فِيْ شَيْءٍ سَبَقَ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰى فِيْهِ الْقَضَاءُ قَبْلِيْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ ذٰلِكَ فَحَجَّ اٰدَمُ مُوْسٰى فَحَجَّ اٰدَمُ مُوْسٰى

✧✧ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: اے میرے پروردگار تو حضرت آدم علیہ السلام سے میری ملاقات کروا دے جنہوں نے ہمیں اور اپنے آپ کو جنت سے نکلوا دیا تھا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام سے ان کی ملاقات کروائی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دریافت کیا: آپ ہمارے جدامجد ہیں؟ حضرت آدم علیہ السلام نے جواب دیا: جی ہاں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دریافت کیا: آپ وہی ہیں جن کے اندر اللہ تعالیٰ نے روح پھونکی تھی اور آپ کو تمام اسماء کا علم عطا کیا تھا اور اس کے حکم کے تحت فرشتوں نے آپ کو سجدہ کیا تھا؟ حضرت آدم علیہ السلام نے جواب دیا: جی ہاں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دریافت کیا: پھر آپ نے ہمیں اور اپنے آپ کو جنت سے کیوں نکلوایا؟ حضرت آدم علیہ السلام نے ان سے دریافت کیا: آپ کون ہیں؟ انہوں نے جواب دیا: میں موسیٰ (علیہ السلام) ہوں۔ حضرت آدم علیہ السلام نے دریافت کیا: آپ وہ نبی ہیں جو بنی اسرائیل کی طرف مبعوث ہوئے تھے؟ جن کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے حجاب کے پیچھے سے کلام کیا تھا اور آپ کے اور اپنے درمیان اپنی مخلوق میں سے کوئی

پیغام رساں (فرشتہ) نہیں رکھا تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا: جی ہاں۔ تو حضرت آدم علیہ السلام نے دریافت کیا: کیا آپ نے یہ بات نہیں پائی ہے کہ اللہ کی کتاب میں یہ بات میری تخلیق سے پہلے طے کر دی گئی تھی؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا: جی ہاں۔ تو حضرت آدم علیہ السلام نے فرمایا: آپ ایک ایسے معاملے میں مجھے کیسے ملامت کر سکتے ہیں؟ جس کے بارے میں مجھ سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ کی طرف سے فیصلہ ہو چکا ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت یہ فرمایا: یوں حضرت آدم علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام پر غالب آ گئے۔

## شرح

حضرت آدم علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سامنے جو دلیل پیش کی اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اللہ نے چونکہ میری پیدائش سے بھی چالیس سال پہلے یہ لکھ دیا تھا کہ میں شیطان کے گمراہ کرنے کی وجہ سے بہک جاؤں گا اور اللہ کے حکم کی نافرمانی کر کے شجر ممنوع کا استعمال کرلوں گا۔ لہٰذا اس میں میرے کسب واختیار کو کوئی دخل نہیں ہے بلکہ یہ گمراہی میرے مقدر میں لکھی گئی تھی اس لئے اس کا مجھ سے صادر ہونا لازم وضروری تھا لہٰذا میں مورد الزام نہیں ٹھہر سکتا۔ علامہ تورپشتی فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ چونکہ اللہ تعالیٰ نے اس گمراہی کو میری پیدائش سے بھی پہلے میرے لئے لوح محفوظ میں مقدر فرما دیا تھا جس کا مطلب یہ تھا کہ وہ ضرور بروقت وقوع پذیر ہوگی، لہٰذا جب وقت مقدر آ پہنچا تو یہ کیسے ممکن تھا کہ امر مقدر اور اللہ تعالیٰ کے علم کے خلاف وہ عمل ممنوع سرزد نہ ہوتا چنانچہ تم مجھ پر یہ الزام تو ڈال رہے ہو اور تمہیں سبب ظاہری یعنی میرا کسب واختیار تو یاد رہا لیکن اصل چیز یعنی مقدر سے تم صرف نظر کر گئے۔

حضرت آدم وموسیٰ علیہما السلام کا مناظرہ اس عالم دنیا میں نہیں ہوا جہاں اسباب سے قطع نظر درست نہیں ہے بلکہ یہ مناظرہ عالم بالا میں ان دونوں کی روحوں کے درمیان ہوا تھا۔ اسی لئے یہاں یہ بات بطور خاص ذہن نشین کرلینی چاہیے کہ اگر کوئی عاصی وگناہ گار اس قسم کی دلیل کا سہارا لینے لگے تو وہ اس کے لئے کار آمد نہیں ہوگی، کیونکہ حضرت آدم کا معاملہ اس جہاں میں تھا جہاں وہ اسباب کے مکلف نہیں تھے اور پھر ان کی یہ خطاء بارگاہ الوہیت سے معاف بھی کر دی گئی تھی، لہٰذا یہاں تو کسب واختیار اور ابواب کی بنا پر مواخذہ ہوگا کہا جاتا ہے کہ حضرت موسیٰ پر جو تختیاں اتری تھیں وہ زمرد کی تھیں اور ان کی تعداد اتنی زیادہ تھی کہ ستر اونٹوں پر لادی جاتی تھیں، ان تختیوں میں ان کی قوم کے لئے اللہ کی جانب سے احکام ومسائل لکھے ہوئے تھے، ان تختیوں میں جو مضامین مذکور تھے وہ قدیم ہیں لہٰذا چالیس سال کی تحدید ان مضامین کے بارہ میں نہیں ہوگی بلکہ یہ کہا جائے گا کہ وہ مضامین جو ان تختیوں پر لکھے گئے تھے، ان کے لکھنے کی مدت آدم کی پیدائش سے چالیس سال قبل ہے۔

**107**- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ الْقَعْنَبِيُّ عَنْ مَالِكٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ أُنَيْسَةَ أَنَّ عَبْدَ الْحَمِيدِ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ زَيْدِ بْنِ الْخَطَّابِ أَخْبَرَهُ عَنْ مُسْلِمِ بْنِ يَسَارٍ الْجُهَنِيِّ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ سُئِلَ عَنْ هٰذِهِ الْآيَةِ (وَإِذْ أَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِي آدَمَ مِنْ ظُهُورِهِمْ) قَالَ قَرَأَ الْقَعْنَبِيُّ الْآيَةَ فَقَالَ عُمَرُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُئِلَ عَنْهَا فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ خَلَقَ آدَمَ ثُمَّ مَسَحَ ظَهْرَهُ بِيَمِينِهِ فَاسْتَخْرَجَ مِنْهُ ذُرِّيَّةً فَقَالَ

خَلَقْتُ هٰؤُلَاءِ لِلْجَنَّةِ وَبِعَمَلِ اَهْلِ الْجَنَّةِ يَعْمَلُونَ ثُمَّ مَسَحَ ظَهْرَهُ فَاسْتَخْرَجَ مِنْهُ ذُرِّيَّةً فَقَالَ خَلَقْتُ هٰؤُلَاءِ لِلنَّارِ وَبِعَمَلِ اَهْلِ النَّارِ يَعْمَلُونَ فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَفِيمَ الْعَمَلُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ اِذَا خَلَقَ الْعَبْدَ لِلْجَنَّةِ اسْتَعْمَلَهُ بِعَمَلِ اَهْلِ الْجَنَّةِ حَتّٰى يَمُوْتَ عَلٰى عَمَلٍ مِنْ اَعْمَالِ اَهْلِ الْجَنَّةِ فَيُدْخِلَهُ بِهِ الْجَنَّةَ وَاِذَا خَلَقَ الْعَبْدَ لِلنَّارِ اسْتَعْمَلَهُ بِعَمَلِ اَهْلِ النَّارِ حَتّٰى يَمُوْتَ عَلٰى عَمَلٍ مِنْ اَعْمَالِ اَهْلِ النَّارِ فَيُدْخِلَهُ بِهِ النَّارَ

✧✧ مسلم بن یسار بیان کرتے ہیں' حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے اس آیت کے بارے میں دریافت کیا گیا
''اور جب تمہارے پروردگار نے اولاد آدم کو ان کی پشت سے نکالا''۔
راوی بیان کرتے ہیں' قعنبی نامی راوی نے اس پوری آیت کو پڑھا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے' آپ سے اس بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ نے ارشاد فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا پھر ان کی پشت پر اپنا دایاں ہاتھ پھیرا تو اس میں سے ان کی اولاد کو نکال دیا' پھر فرمایا: میں نے ان لوگوں کو جنت کے لئے اور اہل جنت کے عمل کے لئے پیدا کیا ہے جو یہ کریں گے۔ پھر ان کی پشت پر ہاتھ پھیر کر ان کی کچھ اولاد کو نکالا اور فرمایا: میں نے انہیں جہنم کے لیے اور اہل جہنم کے سے عمل کرنے کے لیے پیدا کیا ہے۔ایک شخص نے عرض کی: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! پھر عمل کیوں کیا جاتا ہے؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ جب بندے کو جنت کے لئے پیدا کرتا ہے تو اس سے اہل جنت کے سے عمل لیتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ اہل جنت کے سے عمل کرتے ہوئے مرتا ہے تو اس وجہ سے اسے جنت میں داخل کر دیتا ہے اور جب کسی شخص کو جہنم کے لئے پیدا کرتا ہے۔ تو اس سے اہل جہنم کے سے عمل لیتا ہے۔ یہاں تک کہ جب وہ بندہ مرتا ہے تو اہل جہنم کے سے عمل کر رہا ہوتا ہے تو اس وجہ سے اللہ تعالیٰ اسے جہنم میں داخل کر دیتا ہے۔

## ہر روح نے اللہ تعالیٰ کو اپنا خالق مانا

اولاد آدم سے اللہ تعالیٰ نے ان کی نسلیں ان کی پیٹھوں سے روز اول میں نکالیں۔ پھر ان سب سے اس بات کا اقرار لیا کہ رب، خالق، مالک، معبود صرف وہی ہے۔ اسی فطرت پر پھر دنیا میں ان سب کو ان کے وقت پر اس نے پیدا کیا۔ یہی وہ فطرت ہے جس کی تبدیلی ناممکن ہے، بخاری و مسلم میں ہے کہ ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ اس دین پر پیدا ہوتا ہے پھر اس کے ماں باپ اسے یہودی نصرانی یا مجوسی بنا دیتے ہیں جیسے کہ بکری کا بچہ صحیح سالم پیدا ہوتا ہے لیکن پھر لوگ اس کے کان کاٹ

حدیث 107:

اخرجه الترمذی فی "جامعه" رقم الحديث: 3075
اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحديث: 2455
اخرجه الحاكم فی "المستدرك" رقم الحديث: 74
اخرجه الامام مالك فی "المؤطا" رقم الحديث: 1593
اخرجه ابن حبان فی "صحيحه" رقم الحديث: 6166
اخرجه النسائی فی "سننه الكبرٰى" رقم الحديث: 11190

دیتے ہیں۔

حدیث قدسی میں ہے کہ میں نے اپنے بندوں کو موحد و مخلص پیدا کیا پھر شیطان نے آ کر انہیں ان کے سچے دین سے بہکا کر میری حلال کردہ چیزیں ان پر حرام کردیں۔قبیلہ بن سعد کے ایک صحابی حضرت اسود بن سریع فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چار غزوے کئے لوگوں نے لڑنے والے کفار کے قتل کے بعد ان کے بچوں کو بھی پکڑ لیا جب آپ کو اس کا علم ہوا تو بہت ناراض ہوئے اور فرمایا لوگ ان بچوں کو کیوں پکڑ رہے ہیں؟ کسی نے کہا حضور وہ بھی تو مشرکوں کے ہی بچے ہیں؟ فرمایا سنو تم میں سے بہتر لوگ مشرکین کی اولاد میں ہیں یاد رکھو ہر بچہ فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے پھر زبان چلنے پر اس کے ماں باپ یہودیت یا نصرانیت کی تعلیم دینے لگتے ہیں۔اس کے راوی حضرت حسن فرماتے ہیں اسی کا ذکر اس آیت میں ہے کہ اللہ نے اولاد آدم سے اپنی توحید کا اقرار لیا ہے (ابن جریر)

اس اقرار کے بارے میں کئی ایک حدیثیں مروی ہیں۔مسند احمد میں ہے کہ قیامت کے دن دوزخی سے کہا جائے گا اگر تمام دنیا تیری ہو تو کیا تو خوش ہے کہ اسے اپنے فدیئے میں دے کر میرے عذابوں سے آج بچ جائے؟ وہ کہے گا ہاں۔اللہ تعالیٰ فرمائے گا میں نے تو اس سے بہت ہی ہلکے درجے کی چیز تجھ سے طلب کی تھی اور اس کا وعدہ بھی تجھ سے لے لیا تھا کہ میرے سوا تو کسی اور کی عبادت نہ کرے لیکن تو عہد توڑے بغیر نہ رہا اور دوسرے کو میرا شریک عبادت ٹھہرایا۔مسند میں ہے نعمان نامی میدان میں اللہ تعالیٰ نے پشت آدم میں سے عرفے کے دن ان کی تمام اولاد ظاہر فرمائی سب کو اس کے سامنے پھیلا دیا اور فرمایا کہ میں تم سب کا رب نہیں ہوں؟ سب نے کہا ہاں ہم گواہ ہیں پھر آپ نے مبطلون تک تلاوت فرمائی۔یہ روایت موقوف ابن عباس سے بھی مروی ہے واللہ اعلم۔اس وقت لوگ چیونٹیوں کی طرح تھے اور تر زمین پر تھے۔حضرت ضحاک بن مزاحم کے چھ دن کی عمر کے صاحبزادے کا انتقال ہو گیا تو آپ نے فرمایا جابر اسے دفن کر کے اس کا منہ کفن سے کھول دینا اور گرہ بھی کھول دینا کیونکہ میرا یہ بچہ بٹھا دیا جائے گا اور اس سے سوال کیا جائے گا جابر نے حکم کی بجا آوری کی، پھر میں نے پوچھا کہ آپ کے بچے سے کیا سوال ہوگا اور کون سوال کرے گا؟ فرمایا اس میثاق کے بارے میں جو صلب آدم میں لیا گیا ہے سوال کیا جائے گا۔میں نے پوچھا وہ میثاق کیا ہے؟ فرمایا میں نے حضرت ابن عباس سے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم (علیہ السلام) کی پیٹھ پر ہاتھ پھیرا تو جتنے انسان قیامت تک پیدا ہونے والے ہیں سب کی روحیں آ گئیں اللہ نے ان سے عہد و پیمان لیا کہ وہ اسی کی عبادت کریں گے اس کے سوا کسی اور کو معبود نہیں مانیں گے خود ان کے رزق کا کفیل بنا پھر انہیں صلب آدم میں لوٹا دیا۔پس یہ سب قیامت سے پہلے ہی پہلے پیدا ہوں گے۔جس نے اس وعدے کو پورا کیا اور اپنی زندگی میں اس پر قائم رہا اسے وہ وعدہ نفع دے گا اور جس نے اپنی زندگی میں اس کی خلاف ورزی کی اسے پہلے کا وعدہ کچھ فائدہ نہ دے گا۔بچپن میں ہی جو مر گیا وہ میثاق اول پر اور فطرت پر مرا۔

ان آثار سے بھی بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ اوپر والی حدیث کا موقوف ہونا ہی اکثر اور زیادہ ثبوت والا ہے۔ابن جریر کی حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں بنی آدم کی پیٹھ سے اللہ تعالیٰ نے ان کی نسلیں ایسی نکالیں جیسے کنگھی بالوں میں سے نکلتی ہے ان سے اپنی ربوبیت کا سوال کیا انہوں نے اقرار کیا فرشتوں نے شہادت دی اس لئے کہ یہ لوگ قیامت کے دن اس

سے غفلت کا بہانہ نہ کریں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اس آیت کی تفسیر پوچھی گئی تو آپ نے فرمایا یہی سوال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوا تھا تو آپ نے میرے سنتے ہوئے فرمایا کہ اللہ عزوجل نے حضرت آدم کو پیدا کیا اپنے داہنے ہاتھ سے ان کی پیٹھ کو چھوا اس سے اولاد نکلی فرمایا میں نے انہیں جہنم کیلئے پیدا کیا ہے یہ جہنمیوں کے اعمال کریں گے تو آپ سے سوال ہوا کہ پھر عمل کس گنتی میں ہیں؟ آپ نے فرمایا جو جنتی ہے اس سے مرتے دم تک جنتیوں کے ہی اعمال سرزد ہوں گے اور جنت میں جائیں گے ہاں جو جہنم کیلئے پیدا کیا گیا ہے اس سے وہی اعمال سرزد ہوں گے انہی پر مرے گا اور جہنم میں داخل ہوگا (ابوداؤد)

اور حدیث میں ہے کہ اولاد آدم کو نکال کر ان کی دونوں آنکھوں کے درمیان ایک نور رکھ کر حضرت آدم کے سامنے پیش کیا حضرت نے پوچھا کہ یا اللہ یہ کون ہیں؟ فرمایا یہ تیری اولاد ہے ان میں سے ایک کے ماتھے کی چمک کو حضرت آدم کے سامنے پیش کیا حضرت نے پوچھا کہ یا اللہ یہ کون ہیں؟ فرمایا یہ تیری اولاد میں سے بہت دور جا کر ہیں ان کا نام داؤد ہے پوچھا ان کی عمر کیا ہے؟ فرمایا ساٹھ سال کہا یا اللہ چالیس سال میری عمر میں سے ان کی عمر میں زیادہ کر پس جب حضرت آدم کی روح کو قبض کرنے کیلئے فرشتہ آیا تو آپ نے فرمایا میری عمر میں سے تو ابھی چالیس سال باقی ہیں، فرشتے نے کہا آپ کو یاد نہیں کہ آپ نے یہ چالیس سال اپنے بچے حضرت داؤد کو ہبہ کر دیے ہیں۔ بات یہ ہے چونکہ آدم نے انکار کیا تو ان کی اولاد بھی انکار کی عادی ہے آدم خود بھول گئے ان کی اولاد بھی بھولتی ہے آدم نے خطا کی ان کی اولاد بھی خطا کرتی ہے، یہ حدیث ترمذی میں ہے امام ترمذی اسے حسن صحیح لکھتے ہیں اور روایت میں ہے کہ جب آدم (علیہ السلام) نے دیکھا کہ کوئی ان میں جذامی ہے کوئی کوڑھی ہے کوئی اندھا ہے کوئی بیمار ہے تو پوچھا کہ یا اللہ اس میں کیا مصلحت ہے؟ فرمایا یہ کہ میرا شکریہ کیا جائے۔ حضرت آدم (علیہ السلام) نے پوچھا کہ یا اللہ ان میں یہ زیادہ روشن اور نورانی چہروں والے کون ہیں؟ فرمایا یہ انبیاء ہیں۔ کسی شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ ہم جو کچھ کرتے ہیں یہ ہمارا ذاتی عمل ہے یا کہ فیصل شدہ ہے؟ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے آدم کی اولاد کو ان کی پیٹھوں سے نکالا انہیں گواہ بنایا پھر اپنی دونوں مٹھیوں میں لے لیا اور فرمایا یہ جنتی ہیں اور یہ جہنمی۔ پس اہل جنت پر تو نیک کام آسان ہوتے ہیں اور دوزخیوں پر برے کام آسان ہوتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جب اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کیا اور قضیہ ختم کیا تو جن کے دائیں ہاتھ میں نامہ اعمال ملنے والا ہے انہیں اپنی داہنی مٹھی میں لیا اور بائیں والوں کو بائیں مٹھی میں لیا پھر فرمایا اے دائیں طرف والو انہوں نے کہا لبیک وسعدیک فرمایا کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ سب نے کہا ہاں پھر سب کو ملا دیا کسی نے پوچھا یہ کیوں کیا؟ فرمایا اس لئے کہ ان کے لئے اور اعمال ہیں جنہیں یہ کرنے والے ہیں یہ تو صرف اس لئے کہلوایا گیا ہے کہ انہیں یہ عذر نہ رہے کہ ہم اس سے غافل تھے۔ پھر سب کو صلب آدم میں لوٹا دیا۔ حضرت ابی بن کعب فرماتے ہیں اس میدان میں اس دن سب کو جمع کیا، صورتیں دیں، بولنے کی طاقت دی، پھر عہد و میثاق لیا اور اپنے رب ہونے پر خود انہیں گواہ بنایا اور ساتوں آسمانوں، ساتوں زمینوں اور حضرت آدم کو گواہ بنایا کہ قیامت کے دن کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ ہمیں علم نہ تھا جان لو کہ میرے سوا کوئی اور معبود نہیں نہ میرے سوا کوئی اور مربی ہے۔ میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا میں اپنے رسولوں کو بھیجوں گا جو تمہیں یہ وعدہ یاد دلائیں گے میں اپنی کتابیں اتاروں گا تا کہ تمہیں یہ عہد و

میثاق یاد دلاتی رہیں سب نے جواب میں کہا ہم گواہی دیتے ہیں کہ تو ہی ہمارا رب ہے تو ہی ہمارا معبود ہے تیرے سوا ہمارا کوئی مربی نہیں۔

پس سب سے اطاعت کا وعدہ لیا اب جو حضرت آدم (علیہ السلام) نے نظر اٹھا کر دیکھا تو امیر غریب اور اس کے سوا مختلف قسم کے لوگوں پر نظر پڑی تو آپ کہنے لگے کیا اچھا ہوتا کہ سب برابر ایک ہی حالت کے ہوتے تو جواب ملا کہ یہ اس لئے ہے کہ ہر شخص میری شکر گزاری کرے۔ آپ نے دیکھا کہ ان میں اللہ کے پیغمبر بھی ہیں ان سے پھر علیحدہ ایک اور میثاق لیا گیا جس کا بیان آیت (وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِيّٖنَ مِيْثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ نُّوْحٍ وَّاِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ وَاَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا (33 الاحزاب:7)، میں ہے۔ اسی عام میثاق کا بیان آیت (فطرۃ اللہ) میں ہے اسی لئے فرمان ہے آیت (ھذا نذیر من النزر الا ولی) اسی کا بیان اس آیت میں ہے: (وما وجدنا لا کثرھم من عھد) (مسند احمد)

حضرت مجاہد، حضرت عکرمہ، حضرت سعید بن جبیر، حضرت حسن، حضرت قتادہ، حضرت سدی اور بہت سے سلف سے ان احادیث کے مطابق اقوال مروی ہیں جن سب کے وارد کرنے سے بہت طول ہو جائے گا ماحصل سب کا یہی ہے جو ہم نے بیان کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اولاد آدم کو آپ کی پیٹھ سے نکالا جنتی دوزخی الگ الگ کئے اور وہیں ان کو اپنے رب ہونے پر گواہ کر لیا یہ جن دو احادیث میں ہے وہ دونوں مرفوع نہیں بلکہ موقوف ہیں اسی لئے سلف وخلف میں اس بات کے قائل گذرے ہیں کہ اس سے مراد فطرت پر پیدا کرنے ہے جیسے کہ مرفوع اور صحیح احادیث میں وارد ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آیت (من بنی آدم) فرمایا اور آیت (من ظھورھم) کہا ورنہ من آدم اور من ظھرہ ہوتا۔ ان کی نسلیں اس روز نکالی گئیں جو کہ یکے بعد دیگرے مختلف قرنوں میں ہونے والی تھیں۔ جیسے فرمان ہے آیت (وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَكُمْ خَلٰۗىِٕفَ الْاَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَبْلُوَكُمْ فِيْ مَآ اٰتٰىكُمْ ۭاِنَّ رَبَّكَ سَرِيْعُ الْعِقَابِ ڮوَاِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (الانعام:165) اللہ ہی نے تمہیں زمین میں دوسروں کا جانشین کیا ہے اور جگہ ہے وہی تمہیں زمین کے خلیفہ بنا رہا ہے اور آیت میں ہے جیسے تمہیں دوسرے لوگوں کی اولاد میں کیا۔ الغرض حال وقال سے سب نے اللہ کے رب ہونے کا اقرار کیا۔ شہادت قولی ہوتی ہے جیسے آیت (شھدنا علی انفسانا) میں اور شہادت کبھی حال سے ہوتی ہے جیسے آیت (مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يَّعْمُرُوْا مَسٰجِدَ اللّٰهِ شٰهِدِيْنَ عَلٰٓي اَنْفُسِهِمْ بِالْكُفْرِ ۭاُولٰۗىِٕكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ ښ وَفِي النَّارِ هُمْ خٰلِدُوْنَ (التوبہ:17) میں یعنی ان کا حال ان کے کفر کی کھلی اور کافی شہادت ہے اس طرح کی آیت (وانہ علی ذالک لشھید) ہے۔ اسی طرح سوال بھی کبھی زبان سے ہوتا ہے کبھی حال سے۔ جیسے فرمان ہے: (وَاٰتٰىكُمْ مِّنْ كُلِّ مَا سَاَلْتُمُوْهُ ۭ وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ۭ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَظَلُوْمٌ كَفَّارٌ (ابراہیم:34) اس نیت میں تمہارے کا منہ مانگا دیا۔ کہتی ہیں کہ اس بات پر یہ دلیل بھی ہے کہ ان کے شرک کرنے پر یہ حجت ان کے خلاف پیش کی۔ پس اگر یہ واقع میں ہوا ہوتا جیسا کہ ایک قول ہے تو چاہئے تھا کہ ہر ایک کو یاد ہوتا تا کہ اس پر حجت رہے۔

اگر اس کا جواب یہ ہو کہ فرمان رسول سے خبر پالینا کافی ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ جو رسولوں کو ہی نہیں مانتے وہ رسولوں کی دی ہوئی خبروں کو کب صحیح جانتے ہیں؟

حالانکہ قرآن کریم نے رسولوں کی تکذیب کے علاوہ خود اس شہادت کو مستقل دلیل ٹھہرایا ہے پس اس سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ اس سے مراد فطرت ربانی ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے ساری مخلوق کو پیدا کیا ہے اور وہ فطرت توحید باری تعالیٰ ہے۔ اسی لئے فرماتا ہے کہ یہ اس لئے کہ تم قیامت کے دن یہ نہ کہہ سکو کہ ہم توحید سے غافل تھے اور یہ بھی نہ کہہ سکو کہ شرک تو ہمارے اگلے باپ دادوں نے کیا تھا ان کے اس ایجاد کردہ گناہ پر ہمیں سزا کیوں؟ پھر تفصیل وار آیات کے بیان فرمانے کا راز ظاہر کیا کہ اس کو سن کر برائیوں سے باز آ جانا ممکن ہو جاتا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ اعراف، بیروت)

امام ابوعبداللہ قرطبی لکھتے ہیں کہ اس میں چھ مسائل ہیں۔

مسئلہ نمبر: ا قولہ تعالیٰ: آیت: واذ اخذ ربک یعنی تم انہیں یاد دلاؤ اس کے باوجود کہ معاہدوں کا ذکر ان کی کتابوں میں پہلے گزر چکا ہے وہ میثاق جو میں نے بندوں سے اس دن لیا جس دن حضرت آدم (علیہ السلام) کی پشت سے اولاد کو نکالا۔ یہ ایک مشکل آیت ہے اور علماء نے اس کی تاویل اور اس کے احکام کے بارے کافی گفتگو کی ہے، جو کچھ انہوں نے ذکر کیا ہے ہم حسب توفیق اسے ذکر کریں گے۔ پس ایک گروہ نے کہا ہے کہ آیت کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بعض بنی آدم کی پشتوں سے بعض کو نکالا۔ انہوں نے کہا: آیت: اشھدھم علی انفسھم الست بربکم کا معنی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی تخلیق کے ساتھ انہیں اپنی توحید پر دلیل بنایا، کیونکہ ہر بالغ بالضرور یہ جانتا ہے کہ اس کا رب واحد و یکتا ہے۔ آیت: الست بربکم یعنی فرمایا: (کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں!) پس یہ ان پر گواہ بنانے کے لیے قائم مقام اور ان کی طرف سے اقرار ہو گیا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کے بارے میں فرمایا: آیت: قالتا اتینا طائعین (فصلت) (دونوں نے عرض کی ہم خوشی خوشی (دست بستہ) حاضر ہیں) قفال اور اطنب نے یہی موقف اختیار کیا ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے جسموں کو پیدا کرنے سے پہلے ارواح کو نکالا۔ اور ان میں معرفت رکھ دی جس کے سبب انہوں نے اس خطاب کو جان لیا جو اللہ تعالیٰ نے ان سے فرمایا۔

میں (مفسر) کہتا ہوں: حدیث طیبہ میں حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ان دونوں قولوں کے سوا اور مروی ہے، وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم (علیہ السلام) کی پشت سے جسموں کو نکالا جن میں روحیں تھیں۔ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے مؤطا میں روایت کیا ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے اس آیت کے بارے پوچھا گیا آیت: واذ اخذ ربك من بنی ادم من ظھورھم ذریتھم واشھدھم علی انفسھم الست بربکم قالوا بلی سھدنا ان تقولوا یوم القیمة انا کنا عن ھذا غفلین تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے بارے پوچھا گیا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم (علیہ السلام) کو تخلیق فرمایا (ا) پھر اپنے دست قدرت کے ساتھ ان کی پشت کو مس کیا اور اس سے اولاد نکالی اور فرمایا میں نے انہیں جنت کے لیے پیدا کیا ہے اور یہ اہل جنت کے اعمال کریں گے پھر آپ کی پشت کو مس کیا اور اس سے اولاد نکالی اور فرمایا میں نے انہیں جہنم کے لیے پیدا کیا ہے اور یہ اہل نار کے اعمال کریں گے۔ تو ایک آدمی نے عرض کی: تو پھر عمل کس لیے ہیں؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ جب کسی بندے کو جنت کے لیے پیدا فرماتا ہے تو وہ اس سے اہل جنت کے اعمال کی

طرح عمل کراتا ہے یہاں تک کہ وہ اہل جنت کے اعمال کی مثل عمل کرتے ہوئے فوت ہوجاتا ہے پس وہ اسے جنت میں داخل فرما دے گا اور جب کسی بندے کو جہنم کے لیے پیدا کرتا ہے تو اس سے اہل جہنم کے اعمال کی مثل عمل کراتا ہے یہاں تک کہ وہ اہل جہنم کے اعمال میں سے کوئی عمل کرتے ہوئے مرجاتا ہے پس اللہ تعالیٰ اسے جہنم میں داخل فرمادے گا۔

ابوعمر نے کہا ہے: یہ حدیث منقطع الاسناد ہے، کیونکہ مسلم بن یسار نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ملاقات نہیں کی۔ اوراس میں یحییٰ بن معین نے کہا ہے: مسلم بن یسار معروف نہیں، ان کے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے درمیان نعیم بن ربیعہ ہیں، اسے نسائی نے ذکر کیا ہے، اور نعیم علمی اعتبار سے غیر معروف ہے، لیکن اس حدیث کا معنی کئی وجوہ سے حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح ہے جو ثابت بھی ہیں اور زیادہ بھی ہیں، حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت علی بن ابی طالب اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم اور دیگر سے مروی ہیں (جامع ترمذی کتاب القدر عن رسول اللہ، رقم الحدیث، ۲۰۶۱، ضیاء القرآن پبلی کیشنز)

ترمذی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث روایت کی ہے اوراسے صحیح بھی قرار دیا ہے انہوں نے بیان کیا: بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم (علیہ السلام) کو تخلیق فرمایا تو ان کی پشت کو مس کیا تو ان کی پشت سے ہر وہ روح گری جسے قیامت تک ان کی اولاد میں سے پیدا ہونا تھا اور ان میں سے ہر آدمی کی دونوں آنکھوں کے درمیان نور کی چمک رکھ دی اور پھر انہیں آدم (علیہ السلام) پر پیش فرمایا تو انہوں نے پوچھا: اے میرے رب! یہ کون ہیں؟ رب کریم نے فرمایا: یہ تمہاری اولاد ہے، پس آپ نے ان میں سے ایک آدمی کو دیکھا تو اس کی آنکھوں کے درمیان پائی جانے والی چمک نے انہیں متعجب کردیا۔ تو انہوں نے پوچھا: اے میرے رب! یہ کون ہے؟ تو رب کریم نے فرمایا: یہ تمہاری اولاد میں سے آخری امتوں میں سے ایک فرد ہے، اسے داود کہا جائے گا، تو آپ نے عرض کی: اے میرے پروردگار! تو نے اس کی عمر کتنی بنائی ہے؟ رب کریم نے فرمایا: ساٹھ برس۔ تو انہوں نے عرض کی اے میرے پروردگا! اس کی عمر میں میری عمر میں سے چالیس سال کا اجافہ کردے پس جب حضرت آدم (علیہ السلام) کی عمر گزر چکی تو حضرت ملک الموت (علیہ السلام) ان کے پاس حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا: کیا ابھی میری عمر میں چالیس برس باقی نہیں؟ تو انہوں نے جواب دیا: کیا آپ نے وہ اپنے بیٹے حضرت داود (علیہ السلام) کو نہیں دے دیئے تھے۔ راوی کہتا ہے کہ حضرت آدم (علیہ السلام) نے انکار کردیا۔ پس آپ کی اولاد نے بھی انکار کردیا۔ حضرت آدم (علیہ السلام) بھولے تو آپ کی اولاد بھی بھولنے لگی (جامع ترمذی کتاب القدر عن رسول اللہ، سورۃ التوبۃ، رقم الحدیث، ۳۰۰۲، ضیاء القرآن پبلی کیشنز)۔ اور ترمذی کے علاوہ میں ہے، پس اس وقت اللہ تعالیٰ نے کتاب اور گواہوں کو حکم فرمایا۔ ایک روایت میں ہی پس آپ نے ان میں ضعیف، غنی، فقیر (ذلیل) بیماری اور تکلیف میں مبتلا اور صحت مند کو دیکھا، تو آدم (علیہ السلام) نے پوچھا: اے میرے پروردگار! یہ کیا ہے؟ تو نے ان کے درمیان مساوات قائم نہیں فرمائی؟ تو رب کریم نے فرمایا: میں نے چاہا کہ میرا شکر ادا کیا جائے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما نے حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت بیان کی ہے کہ آپ نے فرمایا: انہیں آپ کی پشت سے نکالا گیا جیسے کنگھی سر سے نکالی جاتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے انہیں حضرت سلیمان (علیہ السلام) کی چیونٹی کی طرح عقل عطا فرمادی اور ان سے وعدہ لیا اس بارے میں کہ وہ ان کا رب ہے اور یہ کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں پس انہوں نے اس کا اقرار کیا اور

اسے لازم پکڑ لیا اور اللہ تعالیٰ نے انہیں بتایا کہ وہ عنقریب ان کی طرف انبیاء ورسل علیہم الصلوات والتسلیم مبعوث فرمائے گا، پس ان میں سے بعض بعض پر گواہ ہو گئے۔

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ان پر سات آسمانوں کو شاہد بنایا، پس اب قیامت تک جو بھی پیدا ہوگا اس سے وہ عہد لے لیا گیا ہے۔ اس جگہ اور مقام کے بارے اختلاف ہے جس میں اس وقت یہ میثاق لیا گیا اس بارے میں چار اقوال ہیں:

پس حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ وہ جگہ بطن نعمان ہے، یہ عرفات کے پہلو میں ایک وادی ہے۔ یحییٰ بن سلام نے کہا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت کے تحت فرمایا: اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم (علیہ السلام) کو ہند میں اتارا، پھر آپ کی پشت کو مس کیا اور اس سے ہر روح کو نکالا جسے یوم قیامت تک پیدا کرنا تھا، پھر فرمایا: آیت: الست بربکم قالوا بلی شھدنا یحییٰ نے بیان کیا ہے کہ حضرت حسن نے کہا ہے: پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں حضرت آدم (علیہ السلام) کی صلب میں لوٹا دیا۔

اور کلبی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے: وہ جگہ مکہ اور طائف کے درمیان ہے۔ اور سدی نے کہا ہے: وہ آسمان دنیا میں ہے جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو جنت سے اس کی طرف اتارا تو آپ کی پشت کو مس کیا تو آپ کی پشت کی دائیں جانب سے موتیوں کی مثل سفید اولاد کو نکالا اور انہیں فرمایا: تم میری رحمت سے جنت میں داخل ہو جاو۔ اور آپ کی پشت کی بائیں جانب سے سیاہ رنگ کی اولاد کو نکالا اور ان کے لیے فرمایا: تم جہنم میں داخل ہو جاو مجھے کوئی پرواہ نہیں ہے۔

ابن جریج نے کہا ہے: ہر نفس جو جنت کے لیے پیدا کیا گیا وہ سفید رنگ میں نکلا اور ہر نفس جو جہنم کے لیے پیدا کیا گیا ہے وہ سیاہ رنگ میں نکلا۔

**مسئلہ نمبر ۲:** علامہ ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے: اگر یہ کہا جائے اس کا مخلوق کو عذاب دینا کیسے جائز ہو سکتا ہے (احکام القرآن لابن العربی، جلد ۲، صفحہ ۸۰۱) حالانکہ انہوں نے گناہ نہیں کیے، یا وہ انہیں اس پر سزا دے جس کا اس نے ان سے ارادہ کیا ہے اور ان پر وہ لکھ دیا اور اس کی طرف انہیں چلایا ہے؟ تو ہم کہیں گے: یہ کہاں سے ممتنع ہے، کیا عقلاً یا شرعاً؟ پس اگر کہا جائے: کیونکہ ہم میں سے رحیم وحکیم کا اس طرح کرنا جائز نہیں ہوتا، تو ہم کہیں گے: اس لیے کہ اس سے اوپر تو ایک امر (حکم دینے والا) ہوتا ہے جو اسے حکم دیتا ہے اور منع کرنے والا ہوتا ہے جو اسے منع کرتا ہے، روکتا ہے۔ اور ہمارا رب تعالیٰ وہ ہے کہ اس سے اس کے بارے نہیں پوچھا جا سکتا جو وہ کرتا ہے اور ان لوگوں سے پوچھا جا سکتا ہے اور یہ جائز نہیں ہے کہ مخلوق کو خالق پر قیاس کیا جائے اور بندوں کے افعال کو معبود کے افعال پر محمول نہیں کیا جا سکتا۔

فی الحقیقت تمام کے تمام افعال اللہ تعالیٰ عزوجل کے لیے ہیں اور مخلوق ساری کی ساری اسی کی ہے، وہ ان میں تصرف کرتا ہے جیسے چاہے اور ان کے درمیان اسی کے بارے فیصلہ کر سکتا ہے جس کا وہ ارادہ کرے۔ اور یہی وہ شے ہے جسے آدمی پاتا ہے کہ فطری نرمی، جنسی شفقت اور ثنا ومدح کی محبت اس پر ابھارتی اور برانگیختہ کرتی ہے، ہر اس شے کے لیے جس میں اسے نفع کی توقع ہوتی ہے۔ اور رب کریم کی ذات ان تمام سے پاک ہے، لہٰذا اس میں اس کا اعتبار کرنا جائز نہیں۔

مسئلہ نمبر۳: اس آیت کے بارے اختلاف ہے، کیا یہ خاص ہے یا عام؟ بعض نے کہا ہے: یہ آیت کاص ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: آیت: من بنی ادم من ظھورھم پس اس سے یہ ثابت ہوا ہے کہ اولا د آدم میں سے جو ہے وہ آپ کی صلب سے نکلا ہے، اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: آیت: اوتقولوا انما اشرک اباونا من قبل پس اس سے یہ نکلا کہ ہر وہ جو آپ کے آباء نہ تھے وہ مشرک تھے۔

اور بعض نے کہا ہے کہ یہ آیت ان کے بارے میں مخصوص ہے جن سے انبیاء علیہم السلام کی زبانوں پر عہد لیا گیا۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے: بلکہ یہ تمام لوگوں کے لیے عام ہے، کیونکہ ہر کوئی جانتا ہے کہ وہ بچہ تھا پس اسے غذا دی گئی اور اس کی تربیت کی گئی اور بلاشبہ اس کا مدبر (تدبیر کرنے والا) اور خالق ہے۔ اور یہی معنی آیت: واشھدھم علی انفسھم کا ہے۔ اور قالوا بلی کا معنی ہے بلاشبہ یہ ان پر واجب ہے۔ پس جب مخلوق نے اللہ تبارک وتعالیٰ کا اعتراف کرلیا کہ وہ رب ہے پھر وہ اس سے غافل ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کے سبب انہیں یاد دلایا اور اس تذکیر کو اپنے منتخب اور اصفیاء میں سے افضل ترین کے ساتھ ختم کیا تاکہ لوگوں پر اللہ تعالیٰ کی جانب سے حجت اور دلیل قائم ہو جائے پس اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا: آیت: فذکر انما انت مذکر لست علیھم بمصیطر (الغاشیہ) پس آپ انہیں سمجھاتے رہا کریں، آپ کا کام تو سمجھانا ہی ہے۔ آپ ان کو جبر سے منوانے والے تو نہیں ہیں) پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو جبر کرنے کی قدرت بھی عطا فرمائی اور آپ کو سلطنت اور قوت عطا فرمائی اور آپ کے لیے آپ کے دین کو زمین میں غالب کر دیا۔ طرطوشی رحمۃ اللہ علیہ (۱) نے کہا ہے: بے شک یہ عہد ہر بشر کو لازم ہے اگرچہ وہ اسے اس دنیا میں نہ یاد کرتے ہوں، جیسا کہ اس کی طلاق لازم ہو جاتی ہے جس پر اس کی شہادت دے دی جائے حالانکہ وہ اسے بھول چکا ہو۔

مسئلہ نمبر۴: اس آیت سے استدلال کیا ہے جنہوں نے کہا ہے: بے شک وہ جو صغر سنی میں ہی فوت ہو گیا تو وہ اپنے میثاق اول کے اقرار کی وجہ سے جنت میں داخل ہو گا اور جو سن بلوغت کو پہنچ گیا تو میثاق اول اس کے لیے نفع مند نہیں۔ یہ کہنے والا یہ بھی کہتا ہے کہ مشرکین کے بچے جنت میں ہوں گے اور اس بارے میں صحیح ہے۔ البتہ اس مسئلہ میں آثار مختلف ہونے کی وجہ سے اختلاف ہے اور صحیح وہی ہے جو ہم نے ذکر کر دیا ہے۔ اس بارے میں گفتگو سورۃ الروم میں آئے گی ان شاء اللہ اور ہم نے اس کا ذکر کتاب التذکرہ میں بھی کیا ہے۔ والحمد للہ

مسئلہ نمبر۵: قولہ تعالیٰ: آیت: من ظھورھم یہ قول باری تعالیٰ آیت: من بنی ادم سے بدل اشتمال ہے۔ اور آیت کے الفاظ یہ تقاجا کرتے ہیں کہ یہ عہد اولاد آدم سے لیا گیا ہے، لفظ کے اعتبار سے آیت میں حضرت آدم (علیہ السلام) کا ذکر نہیں ہے اس پر الفاظ کی توجیہ ہے: آیت: واذ اخذ ربك من بنی ادم من ظھورھم ذریتھم (اور جب آپ کے رب نے بنی آدم کی پشتوں سے ان کی اولاد کو نکالا) ظہر آدم کا ذکر نہیں کیا، کیونکہ یہ تو معلوم ہے کہ وہ سب کے سب آپ کی اولاد ہیں اور یہ کہ انہیں میثاق کے دن آپ کی پشت سے نکالا گیا۔ پس وہ اپنے ارشاد آیت: من بنی اٰدم کے سبب آپ کے ذکر سے مستغنی ہو گیا۔

ذریتھم کوفیوں اور ابن کثیر نے اسے واحد اور تا کے فتحہ کے ساتھ پڑھا ہے اور یہ واحد اور جمع دونوں کے لیے آتا ہے (جیسے) اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: آیت: ھب لی من لدنك ذریة طیبة (آل عمران: ۳۸) یہ واحد کے لیے ہے، کیونکہ انہوں نے بچہ عطا کرنے کی التجا کی تو آپ کو یحییٰ (علیہ السلام) کی بشارت دی گئی اور قراء نے اللہ تعالیٰ کے ارشاد آیت: من ذریة ادم (مریم:

۵۸) میں اس کے واحد ہونے پر اجماع کیا ہے اور ذریت آدم سے زیادہ اور کوئی شے نہیں۔ اور فرمایا: آیت: و کنا ذریة من بعدهم یہ جمع کے لیے ہے۔ اور باقیوں نے ذریاتھم صیغہ جمع کے ساتھ قراءت کی ہے، کیونکہ ذریت کا لفظ جب واحد کے لیے واقع ہوتا ہے تو یہ ایسے لفظ کے ساتھ آتا ہے جو واحد کے لیے واقع نہیں ہوتا تو یہ جمع ہوتا ہے، کیونکہ کلمہ اپنے معنی مقصود کے لیے خالص ہوتا ہے اور اس (معنی) میں کوئی شے شریک نہیں ہوتی اور وہ معنی جمع ہے، کیونکہ بنی آدم کی پشتوں سے کثیر تعداد میں مناسب اولادوں کو ایک دوسرے کے پیچھے نکالا گیا، ان کی تعداد اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا، پس جمع اس معنی کے لیے ہے۔

مسئلہ نمبر ۶: قولہ تعالیٰ: بلی اس کے بارے میں گفتگو سورۃ البقرہ میں ارشاد گرامی: آیت: بلی من کسب سیئة (البقرہ: ۸۱) کے تحت مکمل طور پر گزر چکی ہے، پس وہیں غور کرلو او تقولوق۔

او تقولوا ابوعمر نے دونوں مقام میں یاء کے ساتھ پڑھا ہے۔ انہوں نے ان دونوں کو اس سے قبل غیب متکرر کے لفظ پر لوٹایا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: آیت: من بنی ادم من ظهورهم ذریتهم و اشهدهم علی انفسهم اور قول باری تعالیٰ: قالوا بلی بھی لفظ غیب ہے۔

اور اسی طرح آیت: و کنا ذریة من بعدهم بھی ہے و لعلهم پس اسے اپنے ماقبل اور اپنے مابعد پر لفظ غیب کے ساتھ محمول کیا ہے۔ اور باقیوں نے دونوں میں تا پڑھی ہے۔ انہوں نے اسے سابقہ لفظ خطاب پر راجع کیا ہے جو اس قول باری تعالیٰ میں ہے: آیت: الست بربکم قالوا بلی اور شهدنا ملائکہ کے قول میں سے ہوگا۔ (یعنی) جب انہوں نے کہا ہے: بلی (تو) ملائکہ نے کہا: شهدنا ان تقولوا او تقولوا یعنی تاکہ تم نہ کہو۔ اور بعض نے کہا ہے: اس کا معنی ہے کہ جب انہوں نے بلی کہا، تو انہوں نے اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کا اقرار کرلیا، اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کو فرمایا: تم گواہ ہو جاؤ (تو) انہوں نے کہا: ہم تمہارے اقرار پر گواہ ہیں تاکہ تم نہ کہو یا کہو۔ یہ حضرت مجاہد، ضحاک اور سدی رحمۃ اللہ علیہم کا قول ہے۔

اور حضرت ابن عباس اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہم نے کہا ہے کہ قول باری تعالیٰ شهدنا یہ بنی آدم کے قول میں سے ہے اور اس کا معنی ہے: ہم شہادت دیتے ہیں کہ تو ہمارا رب اور ہمارا معبود ہے۔ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا ہے: اللہ تعالیٰ نے ان میں سے بعض کو بعض پر گواہ بنایا، پس اس کے مطابق یہ ہوگا انہوں نے کہا: ہاں (کیوں نہیں) ہم بعض بعض پر گواہ ہیں۔

جب یہ ملائکہ کے قول میں سے ہو تو پھر وقف بلی پر کیا جائے گا اور اس پر وقف اچھا نہیں ہوگا جب یہ بنی آدم کے قول میں سے ہو کیونکہ ان، بلی سے ماقبل کے متعلق ہے۔ اور وہ یہ قول باری تعالیٰ ہے: آیت: و اشهدهم علی انفسهم (اور اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے نفسوں پر گواہ بنادیا) تاکہ وہ نہ کہیں۔

حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تیرے رب نے بنی آدم کی پشتوں سے ان کی اولادوں کو اس طرح نکالا جیسے سر سے کنگھی نکال لی جاتی ہے (جامع ترمذی، کتاب التفسیر، جلد ۲، صفحہ ۱۳۳) اور ان سے فرمایا: کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ انہوں نے کہا: بے شک تو ہی ہمارا رب ہے (تو) ملائکہ نے کہا ہے: ہم

تمہارے اس قول پر گواہ ہیں۔ یعنی ہم تم پر ربوبیت کا اقرار کرنے پر گواہ ہیں تا کہ تم یہ نہ کہو۔ پس یہ (مفہوم) تا پر دلالت کرتا ہے۔ مکی نے کہا ہے: معنی کے صحیح ہونے کی وجہ سے یہی پسندیدہ ہے اور اس لیے بھی کہ جمہور کا نظیرہ یہی ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ قول باری تعالیٰ آیت: شھدنا اللہ تعالیٰ اور ملائکہ کے قول میں سے ہے۔ اور معنی یہ ہے: پس ہم تمہارے اقرار پر گواہ ہیں۔ یہ ابو مالک نے کہا ہے۔ اور سدی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی مروی ہے۔ آیت: وکنا ذریۃ من بعدھم یعنی ہم نے ان کی اقتدار کی۔ آیت: افتھلکنا بما فعل المبطلون یعنی معنی یہ ہے کہ تو یہ نہیں کرے گے (کہ تو ہمیں اس شرک کی وجہ سے ہلاک کر دے جو باطل پرستوں نے کیا) اور توحید (کے معاملہ) میں تقلید کرنے والوں کے لیے کوئی عذر نہیں۔ (تفسیر قرطبی، سورہ اعراف، بیروت)

**108**- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُصَفَّى حَدَّثَنَا بَقِيَّةُ قَالَ حَدَّثَنِي عُمَرُ بْنُ جُعْثُمٍ الْقُرَشِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي زَيْدُ بْنُ اَبِي اُنَيْسَةَ عَنْ عَبْدِ الْحَمِيدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ مُسْلِمِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ نُعَيْمِ بْنِ رَبِيعَةَ قَالَ كُنْتُ عِنْدَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ وَحَدِيْثُ مَالِكٍ اَتَمُّ

✧✧ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے، نعیم بن ربیعہ کہتے ہیں: میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس موجود تھا (اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے)

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے منقول حدیث زیادہ مکمل ہے۔

**109**- حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ عَنْ اَبِيهِ عَنْ رَقَبَةَ بْنِ مَصْقَلَةَ عَنْ اَبِي اِسْحٰقَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْغُلَامُ الَّذِي قَتَلَهُ الْخَضِرُ طُبِعَ كَافِرًا وَّلَوْ عَاشَ لَاَرْهَقَ اَبَوَيْهِ طُغْيَانًا وَّكُفْرًا

✧✧ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ بات نقل کرتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: وہ لڑکا جسے حضرت خضر علیہ السلام نے قتل کیا تھا اس کی تقدیر میں کافر ہونا لکھا تھا اگر وہ زندہ رہتا تو اپنے ماں باپ کو سرکشی اور کفر کی طرف کھینچ لیتا۔

**110**- حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا الْفِرْيَابِيُّ عَنْ اِسْرَائِيلَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اِسْحٰقَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ حَدَّثَنَا اُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ فِي قَوْلِهِ (وَاَمَّا الْغُلَامُ فَكَانَ اَبَوَاهُ مُؤْمِنَيْنِ) وَكَانَ طُبِعَ يَوْمَ طُبِعَ كَافِرًا

✧✧ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے متعلق یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے

---

حدیث 109:

اخرجه مسلم فی "صحيحه" رقم الحديث: 2661

اخرجه ابوداؤد فی "سننه" رقم الحديث: 4706

اخرجه الترمذی فی "جامعه" رقم الحديث: 3150

اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحديث: 21159

اخرجه ابن حبان فی "صحيحه" رقم الحديث: 6221

اخرجه الطيالسی فی "مسنده" رقم الحديث: 538

''اور جہاں تک لڑکے کا تعلق ہے اس کے ماں باپ مومن تھے''۔

(نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں) اسے فطری طور پر کافر پیدا کیا گیا تھا۔

**111**- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مِهْرَانَ الرَّازِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرٍو عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ حَدَّثَنِي أُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَبْصَرَ الْخَضِرُ غُلَامًا يَلْعَبُ مَعَ الصِّبْيَانِ فَتَنَاوَلَ رَأْسَهُ فَقَلَعَهُ فَقَالَ مُوسَى (أَقَتَلْتَ نَفْسًا زَكِيَّةً) الْآيَةَ

✧✧ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے مجھے یہ بات بتائی ہے: حضرت خضر علیہ السلام نے ایک لڑکے کو دیکھا جو دوسرے بچوں کے ساتھ کھیل رہا تھا۔ انہوں نے اس کا سر پکڑا اور اس کو جسم سے الگ کر دیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام! نے کہا: ''کیا آپ نے ایک پاک جان کو قتل کر دیا ہے۔''

## شرح

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: پھر وہ دونوں چل پڑے حتیٰ کہ جب ان کی ملاقات ایک لڑکے سے ہوئی پس اس (خضر) نے اس لڑکے کو قتل کر دیا (موسیٰ نے) کہا کیا آپ نے ایک بے قصور شخص کو بغیر کسی شخص کے بدلہ کے قتل کر دیا آپ نے یہ بہت معیوب کام کیا ہے۔ (الکھف:74)

## حضرت خضر نے جس لڑکے کو قتل کیا تھا وہ بالغ تھا یا نابالغ اور اس کے قتل کی کیفیت

سعید نے کہا وہ لڑکا لڑکوں کے ساتھ کھیل رہا تھا، وہ کافر تھا۔ حضرت خضر نے اس کو پکڑ کر زمین پر گرا دیا پھر اس کو چھری سے ذبح کر دیا، وہ لڑکا ابھی بالغ نہیں ہوا تھا۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث:4725،صحیح مسلم رقم الحدیث:2380)

امام ترمذی نے روایت کیا ہے کہ وہ دونوں کشتی سے اترے جس وقت دونوں سمندر کے کنارے کنارے جا رہے تھے تو حضرت خضر نے دیکھا کہ ایک لڑکا لڑکوں کے ساتھ کھیل رہا ہے۔ حضرت خضر نے اس کے سر کو اپنے ہاتھ سے پکڑا اور اپنے ہاتھ سے اس کی گردن اکھاڑ کر اس کو قتل کر ڈالا۔ (سنن ترمذی رقم الحدیث:3149)

بعض علماء نے کہا ہے کہ وہ لڑکا بالغ تھا اور وہ دو بستیوں کے درمیان ڈاکے ڈالتا تھا اور اس کا باپ ان میں سے ایک بستی کا رئیس تھا اور اس کی ماں دوسری بستی کی رئیسہ تھی۔ حضرت خضر نے اس کو پکڑ کر زمین پر گرا دیا اور اس کا سر دھڑ سے الگ کر دیا۔ کلبی نے کہا اس لڑکے کا نام شمعون تھا، ضحاک نے کہا اس کا نام حیسون تھا، سہیلی نے کہا اس کے باپ کا نام ازیر تھا اور اس کی ماں کا نام سھوی تھا۔ وھب نے کہا اس کے باپ کا نام سلاس تھا اور اس کی ماں کا نام رحمی تھا۔

جمہور نے کہا وہ نابالغ تھا اسی وجہ سے حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا وہ بے قصور شخص تھا۔ قرآن مجید میں اس کے لئے غلام کا لفظ ہے اور غلام کا معنی ہے لڑکا۔ کیونکہ عرب مردوں میں غلام اسی کو کہتے ہیں جو نابالغ ہو اور حضرت خضر

علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کشف سے معلوم ہو گیا تھا کہ اس کے دل پر کفر کی مہر لگ چکی ہے، اسی وجہ سے حدیث صحیح میں ہے اگر وہ زندہ رہتا تو اپنے ماں باپ کو کفر میں مبتلا کر دیتا اور اللہ تعالیٰ کے اذن اور اس کے حکم کے بغیر نابالغ لڑکے کو قتل کرنا جائز نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے اور وہ جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے۔ ابن جبیر نے یہ کہا کہ وہ لڑکا سن تکلیف کو پہنچ چکا تھا کیونکہ حضرت ابی بن کعب اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی قرات میں ہے، رہا لڑکا تو وہ کافر تھا اور اس کے ماں باپ مومن تھے اور کفر اور ایمان مکلفین بالغین کی صفات میں سے ہے اور غیر مکلف پر کافر یا مومن کا اطلاق اس کے ماں باپ کے اعتبار سے کیا جاتا ہے۔ (الجامع لاحکام القرآن جز10 ص296 مطبوعہ دار الفکر بیروت، 1415ھ)

**112**- حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ النَّمَرِيُّ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ح و حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ اَخْبَرَنَا سُفْيَانُ الْمَعْنٰى وَاحِدٌ وَّالْاِخْبَارُ فِيْ حَدِيْثِ سُفْيَانَ عَنِ الْاَعْمَشِ قَالَ حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ وَهْبٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْعُوْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ الصَّادِقُ الْمَصْدُوْقُ اِنَّ خَلْقَ اَحَدِكُمْ يُجْمَعُ فِيْ بَطْنِ اُمِّهٖ اَرْبَعِيْنَ يَوْمًا ثُمَّ يَكُوْنُ عَلَقَةً مِثْلَ ذٰلِكَ ثُمَّ يَكُوْنُ مُضْغَةً مِثْلَ ذٰلِكَ ثُمَّ يُبْعَثُ اِلَيْهِ مَلَكٌ فَيُؤْمَرُ بِاَرْبَعِ كَلِمَاتٍ فَيُكْتَبُ رِزْقُهٗ وَاَجَلُهٗ وَعَمَلُهٗ ثُمَّ يُكْتَبُ شَقِيٌّ اَوْ سَعِيْدٌ ثُمَّ يُنْفَخُ فِيْهِ الرُّوْحُ فَاِنَّ اَحَدَكُمْ لَيَعْمَلُ بِعَمَلِ اَهْلِ الْجَنَّةِ حَتّٰى مَا يَكُوْنُ بَيْنَهٗ وَبَيْنَهَا اِلَّا ذِرَاعٌ اَوْ قِيْدُ ذِرَاعٍ فَيَسْبِقُ عَلَيْهِ الْكِتَابُ فَيَعْمَلُ بِعَمَلِ اَهْلِ النَّارِ فَيَدْخُلُهَا وَاِنَّ اَحَدَكُمْ لَيَعْمَلُ بِعَمَلِ اَهْلِ النَّارِ حَتّٰى مَا يَكُوْنُ بَيْنَهٗ وَبَيْنَهَا اِلَّا ذِرَاعٌ اَوْ قِيْدُ ذِرَاعٍ فَيَسْبِقُ عَلَيْهِ الْكِتَابُ فَيَعْمَلُ بِعَمَلِ اَهْلِ الْجَنَّةِ فَيَدْخُلُهَا

✧✧ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں یہ بات بتائی ہے' آپ سچے ہیں اور آپ کی تصدیق کی گئی ہے: تم میں سے کسی ایک شخص کے نطفے کو اس کی ماں کے پیٹ میں چالیس دن تک رکھا جاتا ہے پھر وہ اتنے ہی عرصے تک جمے ہوئے خون کی شکل میں رہتا ہے پھر وہ اتنے ہی عرصے تک گوشت کے لوتھڑے کی شکل میں رہتا ہے پھر اللہ تعالیٰ اس کی طرف ایک فرشتے کو بھیجتا ہے جسے چار چیزوں کا حکم دیا جاتا ہے۔ وہ اس کے رزق، اس کی زندگی اور اس کے عمل کو لکھتا ہے پھر وہ یہ تحریر کرتا ہے کہ یہ بد بخت ہے یا نیک بخت ہے پھر اس میں روح پھونک دی جاتی ہے۔ (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں) تم میں سے کوئی ایک شخص اہل جنت کے سے عمل کرتا ہے یہاں تک کہ اس کے اور جنت کے درمیان ایک بالشت کا فاصلہ رہ جاتا ہے تو تقدیر کا لکھا ہوا اس پر غالب آ جاتا ہے اور وہ اہل جہنم کا سا عمل کرتا رہتا ہے اور اس میں داخل ہو جاتا ہے اور تم میں سے کوئی شخص اہل جہنم کا سا عمل کرتا ہے۔ یہاں تک کہ اس کے اور جہنم کے درمیان ایک بالشت کا فاصلہ رہ جاتا ہے تو تقدیر کا لکھا ہوا غالب آ جاتا ہے اور وہ

حدیث 112:

اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث: 3036

اخرجه مسلم فی "صحیحه" رقم الحدیث: 2643

اخرجه الترمذی فی "جامعه" رقم الحدیث: 2137

اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث: 3624

اخرجه ابن حبان فی "صحیحه" رقم الحدیث: 6174

اخرجه البیهقی فی "سننه الکبریٰ" رقم الحدیث: 15198

اخرجه ابویعلی فی "مسنده" رقم الحدیث: 5157

اخرجه الطبرانی فی "معجمه الصغیر" رقم الحدیث: 200

اخرجه الطبرانی فی "معجمه الاوسط" رقم الحدیث: 1717

اخرجه الطبرانی فی "معجمه الکبیر" رقم الحدیث: 3036

اہل جنت کا سا عمل کرتا ہے اور اس میں داخل ہو جاتا ہے۔

**113**- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ يَزِيدَ الرِّشْكِ قَالَ حَدَّثَنَا مُطَرِّفٌ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ قِيلَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا رَسُولَ اللَّهِ اَعُلِمَ اَهْلُ الْجَنَّةِ مِنْ اَهْلِ النَّارِ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَفِيمَ يَعْمَلُ الْعَامِلُونَ قَالَ كُلٌّ مُيَسَّرٌ لِمَا خُلِقَ لَهُ

✧✧ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! کیا یہ طے ہو چکا ہے کہ اہل جہنم اور اہل جنت کون ہیں؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا: جی ہاں! اس نے دریافت کیا: پھر عمل کرنے والے عمل کیوں کرتے ہیں؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہرایک کے لئے وہ (کام) آسان ہو جاتا ہے جس کے لئے اسے پیدا کیا گیا ہے۔

**114**- حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يَزِيدَ الْمُقْرِئُ اَبُو عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَ حَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ اَبِي اَيُّوبَ حَدَّثَنِي عَطَاءُ بْنُ دِينَارٍ عَنْ حَكِيمِ بْنِ شَرِيكٍ الْهُذَلِيِّ عَنْ يَحْيَى بْنِ مَيْمُونٍ الْحَضْرَمِيِّ عَنْ رَبِيعَةَ الْجُرَشِيِّ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تُجَالِسُوا اَهْلَ الْقَدَرِ وَلَا تُفَاتِحُوهُمْ

✧✧ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں' منکرین تقدیر کے ساتھ نہ بیٹھو اور ان کے ساتھ تعلق نہ رکھو۔

# بَاب فِي ذَرَارِيِّ الْمُشْرِكِينَ

## باب 19: مشرکین کے بچوں کا حکم

**115**- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا اَبُو عَوَانَةَ عَنْ اَبِي بِشْرٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُئِلَ عَنْ اَوْلَادِ الْمُشْرِكِينَ فَقَالَ اللَّهُ اَعْلَمُ بِمَا كَانُوا عَامِلِينَ

✧✧ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرکین کی اولاد کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ زیادہ بہتر جانتا ہے جو انہوں نے عمل کرنا تھا۔

**116**- حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ نَجْدَةَ حَدَّثَنَا بَقِيَّةُ ح و حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ مَرْوَانَ الرَّقِّيُّ وَكَثِيرُ بْنُ عُبَيْدٍ الْمَذْحِجِيُّ قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَرْبٍ الْمَعْنَى عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ اَبِي قَيْسٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ ذَرَارِيُّ الْمُؤْمِنِينَ فَقَالَ هُمْ مِنْ اٰبَائِهِمْ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ بِلَا عَمَلٍ قَالَ اللَّهُ اَعْلَمُ بِمَا

حدیث 114:

---

اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث: 1318
اخرجه مسلم فی "صحیحه" رقم الحدیث: 2659
اخرجه النسائی فی "سننه" رقم الحدیث: 1950
اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث: 7512
اخرجه النسائی فی "سننه الکبریٰ" رقم الحدیث: 2076
اخرجه ابویعلی فی "مسنده" رقم الحدیث: 2479
اخرجه الطبرانی فی "معجمه الکبیر" رقم الحدیث: 12448
اخرجه الطیالسی فی "مسنده" رقم الحدیث: 2624
اخرجه اسحاق بن راهویه فی "مسنده" رقم الحدیث: 1298
اخرجه عبد بن حکیم الکسی فی "مسنده" رقم الحدیث: 950

كَانُوا عَامِلِينَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ فَذَرَارِيُّ الْمُشْرِكِينَ قَالَ مِنْ ابَائِهِمْ قُلْتُ بِلَا عَمَلٍ قَالَ اللهُ اَعْلَمُ بِمَا كَانُوا عَامِلِينَ

✧✧ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں، میں نے عرض کی: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! اہل ایمان کے بچوں (کا انجام کیا ہو گا) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ اپنے آباؤ اجداد کے ساتھ ہوں گے۔ میں نے عرض کی: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! کسی عمل کے بغیر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ زیادہ بہتر جانتا ہے جوانہوں نے عمل کرنا تھا۔ میں نے عرض کی: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! مشرکین کے بچوں کا کیا ہوگا؟ فرمایا: وہ اپنے آباؤ اجداد کے ساتھ ہوں گے۔ میں نے عرض کی: کسی عمل کے بغیر؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ زیادہ بہتر جانتا ہے انہوں نے کیا عمل کرنا تھا۔

**117**- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ اَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنْ طَلْحَةَ بْنِ يَحْيَى عَنْ عَائِشَةَ بِنْتِ طَلْحَةَ عَنْ عَائِشَةَ اُمِّ الْمُؤْمِنِينَ قَالَتْ اُتِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِصَبِيٍّ مِنَ الْاَنْصَارِ يُصَلِّي عَلَيْهِ قَالَتْ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ طُوبَى لِهَذَا لَمْ يَعْمَلْ شَرًّا وَّلَمْ يَدْرِ بِهِ فَقَالَ اَوْ غَيْرُ ذٰلِكَ يَا عَائِشَةُ اِنَّ اللهَ خَلَقَ الْجَنَّةَ وَخَلَقَ لَهَا اَهْلًا وَّخَلَقَهَا لَهُمْ وَهُمْ فِي اَصْلَابِ ابَائِهِمْ وَخَلَقَ النَّارَ وَخَلَقَ لَهَا اَهْلًا وَّخَلَقَهَا لَهُمْ وَهُمْ فِي اَصْلَابِ ابَائِهِمْ

✧✧ ام المومنین سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں انصار کے ایک بچے کو لایا گیا تا کہ آپ اس کی نمازِ جنازہ ادا کریں۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں، میں نے عرض کی: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! یہ کتنا خوش نصیب ہے کہ اس نے کوئی برائی نہیں کی اور اسے کسی برائی تک پہنچنے کا موقع ہی نہیں ملا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عائشہ (رضی اللہ عنہا)! کیا اس سے مختلف معاملہ نہیں ہے؟ اللہ تعالیٰ نے جنت کو پیدا کر دیا ہے اور اس کے لئے اس کے اہل کو بھی پیدا کر دیا ہے۔ اس نے اس جنت کو

حدیث 116:

اخرجه مسلم فی "صحيحه" رقم الحديث: 2662
اخرجه النسائی فی "سننه" رقم الحديث: 1947
اخرجه ابن ماجه فی "سننه" رقم الحديث: 82
اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحديث: 24178
اخرجه ابن حبان فی "صحيحه" رقم الحديث: 138
اخرجه النسائی فی "سننه الكبرىٰ" رقم الحديث: 2074
اخرجه الامام مالك فی "الموطا" رقم الحديث: 4553
اخرجه الطيالسی فی "مسنده" رقم الحديث: 1574
اخرجه الحميدی فی "مسنده" رقم الحديث: 265
اخرجه اسحاق بن راهويه فی "مسنده" رقم الحديث: 1016
اخرجه الطبرانی فی "معجمه الاوسط" رقم الحديث: 4515

حدیث 117:

اخرجه البخاری فی "صحيحه" رقم الحديث: 1319
اخرجه مسلم فی "صحيحه" رقم الحديث: 2658
اخرجه الترمذی فی "جامعه" رقم الحديث: 2138
اخرجه الامام مالك فی "الموطا" رقم الحديث: 571
اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحديث: 7181
اخرجه ابن حبان فی "صحيحه" رقم الحديث: 128
اخرجه البيهقی فی "سننه الكبرىٰ" رقم الحديث: 11917
اخرجه ابويعلی فی "مسنده" رقم الحديث: 942
اخرجه الطبرانی فی "معجمه الكبير" رقم الحديث: 828
اخرجه الطيالسی فی "مسنده" رقم الحديث: 2433
اخرجه الحميدی فی "مسنده" رقم الحديث: 1113

ان کے لئے (اس وقت) پیدا کیا ہے جبکہ وہ اس وقت اپنی آباؤ اجداد کی پشتوں میں تھے اور اس نے جہنم کو بھی پیدا کیا ہے اور اس کے اہل کو بھی پیدا کیا ہے۔ اس نے جہنم کو ان لوگوں کے لئے پیدا کیا ہے حالانکہ وہ اس وقت اپنی آباؤ اجداد کی پشتوں میں تھے۔

**118**- حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ عَنْ مَالِكٍ عَنْ اَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ مَوْلُوْدٍ يُوْلَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ فَاَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهٖ وَيُنَصِّرَانِهٖ كَمَا تَنَاتَجُ الْاِبِلُ مِنْ بَهِيْمَةٍ جَمْعَاءَ هَلْ تُحِسُّ مِنْ جَدْعَاءَ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَفَرَاَيْتَ مَنْ يَّمُوْتُ وَهُوَ صَغِيْرٌ قَالَ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا كَانُوْا عَامِلِيْنَ

قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ قُرِئَ عَلَى الْحَارِثِ بْنِ مِسْكِيْنٍ وَاَنَا اَسْمَعُ اَخْبَرَكَ يُوْسُفُ بْنُ عَمْرٍو اَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ سَمِعْتُ مَالِكًا قِيْلَ لَهٗ اِنَّ اَهْلَ الْاَهْوَاءِ يَحْتَجُّوْنَ عَلَيْنَا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ قَالَ مَالِكٌ احْتَجَّ عَلَيْهِمْ بِاٰخِرِهٖ قَالُوْا اَرَاَيْتَ مَنْ يَّمُوْتُ وَهُوَ صَغِيْرٌ قَالَ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا كَانُوْا عَامِلِيْنَ

✧✧ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: ہر بچہ فطرت (اسلام) پر پیدا ہوتا ہے۔ اس کے ماں باپ اسے یہودی یا عیسائی بنا دیتے ہیں جیسے ہر اونٹ کو اس کی ماں صحیح جنم دیتی ہے۔ کیا تم کو اس میں کوئی کان کٹا ہوا ملتا ہے۔ لوگوں نے عرض کی: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! ایسے شخص کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے جو بچپن میں فوت ہو جائے؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ زیادہ بہتر جانتا ہے جو وہ عمل کرتا۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ روایت حارث بن مسکین کے سامنے پڑھی گئی میں اس وقت وہاں موجود تھا (اس کے بعد انہوں نے اس حدیث کی سند نقل کی ہے)

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے کہا گیا بدمذہب لوگ اس حدیث کے ذریعے ہمارے خلاف دلیل پیش کرتے ہیں تو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: تم ان کے خلاف اس حدیث کے آخری حصے کو بطور دلیل پیش کرو (یعنی) پھر لوگوں نے دریافت کیا تھا جو شخص بچپن میں فوت ہو جائے۔ اس کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ زیادہ بہتر جانتا ہے جو وہ عمل کرتے۔

**119**- حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ الْمِنْهَالِ قَالَ سَمِعْتُ حَمَّادَ بْنَ سَلَمَةَ يُفَسِّرُ حَدِيْثَ كُلُّ مَوْلُوْدٍ يُوْلَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ قَالَ هٰذَا عِنْدَنَا حَيْثُ اَخَذَ اللّٰهُ عَلَيْهِمُ الْعَهْدَ فِي اَصْلَابِ اٰبَائِهِمْ حَيْثُ قَالَ (اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوْا بَلٰى)

✧✧ حماد بن سلمہ اس حدیث کی وضاحت کرتے ہیں۔

"ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے"

وہ فرماتے ہیں: ہمارے نزدیک اس کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے آباؤ اجداد کی پشتوں میں ان سے یہ عہد لے لیا تھا اس وقت اس نے جب فرمایا تھا: کیا میں تمہارا پروردگار نہیں ہوں؟ تو انہوں نے جواب دیا: جی ہاں۔

**120**- حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسَى الرَّازِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِي زَائِدَةَ قَالَ حَدَّثَنِي اَبِي عَنْ عَامِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْوَائِدَةُ وَالْمَوْءُوْدَةُ فِي النَّارِ قَالَ يَحْيَى بْنُ زَكَرِيَّا قَالَ اَبِي فَحَدَّثَنِي اَبُوْ

اِسْحٰقَ اَنَّ عَامِرًا حَدَّثَهُ بِذٰلِكَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

✧✧ حضرت عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: زندہ درگور کرنے والی اور زندہ درگور کی جانے والی جہنم میں ہوں گی۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔

**121-** حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمٰعِيْلَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَجُلًا قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَيْنَ اَبِىْ قَالَ اَبُوْكَ فِى النَّارِ فَلَمَّا قَفَّى قَالَ اِنَّ اَبِىْ وَاَبَاكَ فِى النَّارِ

✧✧ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' ایک شخص نے عرض کی: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! میرا باپ کہاں ہے؟ آپ نے فرمایا: تمہارا باپ جہنم میں ہے جب وہ مڑ کر جانے لگا تو آپ نے فرمایا: میرا باپ (یعنی چچا) اور تمہارا باپ جہنم میں ہیں۔

**122-** حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمٰعِيْلَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِنَّ الشَّيْطٰنَ يَجْرِىْ مِنِ ابْنِ اٰدَمَ مَجْرَى الدَّمِ

✧✧ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: شیطان آدم کے بیٹے کی رگوں میں گردش کرتا ہے۔

**123-** حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ سَعِيْدٍ الْهَمْدَانِيُّ اَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِى ابْنُ لَهِيعَةَ وَعَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ وَسَعِيْدُ بْنُ اَبِىْ اَيُّوْبَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ حَكِيْمِ بْنِ شَرِيْكٍ الْهُذَلِيِّ عَنْ يَحْيَى بْنِ مَيْمُوْنٍ عَنْ رَبِيْعَةَ الْجُرَشِيِّ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تُجَالِسُوْا اَهْلَ الْقَدَرِ وَلَا تُفَاتِحُوْهُمُ الْحَدِيْثَ

حدیث 120:

اخرجه ابن حبان فی "صحيحه" رقم الحديث: 7480

اخرجه الطبرانی فی "معجمه الكبير" رقم الحديث: 6320

حدیث 121:

اخرجه مسلم فی "صحيحه" رقم الحديث: 203

اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحديث: 12213

اخرجه ابن حبان فی "صحيحه" رقم الحديث: 578

اخرجه البيهقی فی "سننه الكبرىٰ" رقم الحديث: 13856

اخرجه ابويعلى فی "مسنده" رقم الحديث: 3516

حدیث 122:

اخرجه مسلم فی "صحيحه" رقم الحديث: 2174

اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحديث: 14364

اخرجه ابويعلى فی "مسنده" رقم الحديث: 3470

حدیث 123:

اخرجه ابوداؤد فی "سننه" رقم الحديث: 4720

اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحديث: 206

اخرجه ابن حبان فی "صحيحه" رقم الحديث: 79

اخرجه الحاكم فی "المستدرك" رقم الحديث: 287

اخرجه البيهقی فی "سننه الكبرىٰ" رقم الحديث: 20662

اخرجه ابويعلى فی "مسنده" رقم الحديث: 245

✧✧ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: قدریوں (یعنی تقدیر کا انکار کرنے والوں) کے ساتھ نہ بیٹھو اور ان کے ساتھ لین دین نہ کرو۔

# بَاب فِي الْجَهْمِيَّةِ

## باب 20: جہمیہ کا بیان

**124**- حَدَّثَنَا هَارُوْنُ بْنُ مَعْرُوْفٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ هِشَامٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَزَالُ النَّاسُ يَتَسَائَلُوْنَ حَتّٰى يُقَالَ هٰذَا خَلَقَ اللّٰهُ الْخَلْقَ فَمَنْ خَلَقَ اللّٰهَ فَمَنْ وَجَدَ مِنْ ذٰلِكَ شَيْئًا فَلْيَقُلْ اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ

✧✧ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: لوگ ایک دوسرے سے (مختلف طرح کے) سوالات کرتے رہیں گے۔ یہاں تک کہ یہ کہا جائے گا اللہ تعالیٰ نے تو مخلوق کو پیدا کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو کس نے پیدا کیا ہے؟ تو جو شخص کوئی ایسی چیز پائے تو وہ یہ کہے: میں اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتا ہوں۔

**125**- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو حَدَّثَنَا سَلَمَةُ يَعْنِي ابْنَ الْفَضْلِ قَالَ حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدٌ يَعْنِي ابْنَ اِسْحٰقَ قَالَ حَدَّثَنِيْ عُتْبَةُ بْنُ مُسْلِمٍ مَوْلٰى بَنِيْ تَيْمٍ عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ فَذَكَرَ نَحْوَهُ قَالَ فَاِذَا قَالُوْا ذٰلِكَ فَقُوْلُوا اللّٰهُ اَحَدٌ اللّٰهُ الصَّمَدُ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ثُمَّ لِيَتْفُلْ عَنْ يَسَارِهٖ ثَلَاثًا وَلْيَسْتَعِذْ مِنَ الشَّيْطٰنِ

✧✧ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: جب وہ لوگ یہ کہیں تو تم یہ کہو اللہ تعالیٰ ایک ہے۔ اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے اس نے کسی کو جنم نہیں دیا اور نہ ہی اس کو جنم دیا گیا ہے اور اس کا کوئی ہم سر نہیں ہے۔

پھر آدمی کو چاہئے کہ وہ اپنے بائیں طرف تین مرتبہ تھوک دے اور شیطان سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگے۔

**126**- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ الْبَزَّازُ حَدَّثَنَا الْوَلِيْدُ بْنُ اَبِيْ ثَوْرٍ عَنْ سِمَاكٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمِيْرَةَ

حدیث124:

اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث:6866
اخرجه مسلم فی "صحیحه" رقم الحدیث:134
اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث:9015
اخرجه ابن حبان فی "صحیحه" رقم الحدیث:6722
اخرجه النسائی فی "سننه الکبری" رقم الحدیث:104697
اخرجه ابویعلی فی "مسنده" رقم الحدیث:3961
اخرجه اسحاق بن راهویه فی "مسنده" رقم الحدیث:319
اخرجه البخاری فی "الادب المفرد" رقم الحدیث:1286

حدیث126:

اخرجه الترمذی فی "جامعه" رقم الحدیث:3298
اخرجه ابن ماجه فی "سننه" رقم الحدیث:193
اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث:8814
اخرجه الحاکم فی "المستدرك" رقم الحدیث:3137
اخرجه ابویعلی فی "مسنده" رقم الحدیث:6713

عَنِ الْاَحْنَفِ بْنِ قَيْسٍ عَنِ الْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ قَالَ كُنْتُ فِي الْبَطْحَاءِ فِي عِصَابَةٍ فِيهِمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَرَّتْ بِهِمْ سَحَابَةٌ فَنَظَرَ اِلَيْهَا فَقَالَ مَا تُسَمُّونَ هٰذِهِ قَالُوا السَّحَابَ قَالَ وَالْمُزْنَ قَالُوْا وَالْمُزْنَ قَالَ وَالْعَنَانَ قَالُوْا وَالْعَنَانَ قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ لَمْ اُتْقِنِ الْعَنَانَ جَيِّدًا قَالَ هَلْ تَدْرُوْنَ مَا بُعْدُ مَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ قَالُوْا لَا نَدْرِیْ قَالَ اِنَّ بُعْدَ مَا بَيْنَهُمَا اِمَّا وَاحِدَةٌ اَوِ اثْنَتَانِ اَوْ ثَلَاثٌ وَّسَبْعُونَ سَنَةً ثُمَّ السَّمَاءُ فَوْقَهَا كَذٰلِكَ حَتّٰى عَدَّ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ ثُمَّ فَوْقَ السَّابِعَةِ بَحْرٌ بَيْنَ اَسْفَلِهِ وَاَعْلَاهُ مِثْلُ مَا بَيْنَ سَمَاءٍ اِلٰى سَمَاءٍ ثُمَّ فَوْقَ ذٰلِكَ ثَمَانِيَةُ اَوْعَالٍ بَيْنَ اَظْلَافِهِمْ وَرُكَبِهِمْ مِثْلُ مَا بَيْنَ سَمَاءٍ اِلٰى سَمَاءٍ ثُمَّ عَلٰى ظُهُوْرِهِمُ الْعَرْشُ مَا بَيْنَ اَسْفَلِهِ وَاَعْلَاهُ مِثْلُ مَا بَيْنَ سَمَاءٍ اِلٰى سَمَاءٍ ثُمَّ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى فَوْقَ ذٰلِكَ

✧✧ حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' میں چند لوگوں کے ہمراہ ''بطحاء'' میں موجود تھا۔ ان میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی شامل تھے ایک بادل گزرا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی طرف دیکھا اور فرمایا: تم اسے کیا کہتے ہو لوگوں نے جواب دیا: ''سحاب''۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مزن'' بھی کہتے ہو لوگوں نے عرض کی: ''مزن'' بھی کہتے ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''عنان'' بھی کہتے ہو لوگوں نے عرض کی: ''عنان'' بھی کہتے ہیں۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: لفظ ''عنان'' کے بارے میں مجھے مستند طور پر یاد نہیں ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ آسمان اور زمین کے درمیان کتنا فاصلہ ہے؟ لوگوں نے عرض کی: ہم نہیں جانتے! تو آپ نے فرمایا: ان دونوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جو 71 (راوی کو شک ہے یا شاید) 72 یا 73 برس کی مسافت پر محیط ہے پھر اس کے اوپر والا آسمان اتنے ہی فاصلے پر ہے' یہاں تک کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سات آسمان گنوائے' تو ساتویں آسمان کے اوپر ایک سمندر ہے۔ اس کے نیچے والے اور اوپر والے حصے کے درمیان اتنا ہی فاصلہ ہے جتنا ایک آسمان سے دوسرے آسمان کے درمیان ہے پھر اس کے اوپر آٹھ فرشتے ہیں جن کے پاؤں اور گھٹنوں کے درمیان اتنا ہی فاصلہ ہے جتنا ایک آسمان سے دوسرے آسمان کے درمیان ہے پھر ان کی پشت کے اوپر عرش ہے جس کے نیچے والے اور اوپر والے حصے کے درمیان اتنا ہی فاصلہ ہے جتنا ایک آسمان سے دوسرے آسمان کے درمیان ہے پھر اس کے اوپر اللہ تعالیٰ ہے۔

**127**- حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ اَبِیْ سُرَيْجٍ اَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَعْدٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَا اَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ اَبِیْ قَيْسٍ عَنْ سِمَاكٍ بِاِسْنَادِهٖ وَمَعْنَاهُ

✧✧ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

**128**- حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ حَفْصٍ قَالَ حَدَّثَنِیْ اَبِیْ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ طَهْمَانَ عَنْ سِمَاكٍ بِاِسْنَادِهٖ وَمَعْنٰى هٰذَا الْحَدِيْثِ الطَّوِيْلِ

✧✧ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

**129**- حَدَّثَنَا عَبْدُ الْاَعْلٰى بْنُ حَمَّادٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَمُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ وَاَحْمَدُ بْنُ سَعِيْدٍ الرِّبَاطِیُّ

قَالُوْا حَدَّثَنَا وَهْبُ ابْنُ جَرِيْرٍ قَالَ اَحْمَدُ كَتَبْنَاهُ مِنْ نُسْخَتِهٖ وَهٰذَا لَفْظُهٗ قَالَ حَدَّثَنَا اَبِیْ قَالَ سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ اِسْحٰقَ يُحَدِّثُ عَنْ يَّعْقُوْبَ بْنِ عُتْبَةَ عَنْ جُبَيْرِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ اَتٰی رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَعْرَابِیٌّ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ جُهِدَتِ الْاَنْفُسُ وَضَاعَتِ الْعِيَالُ وَنُهِكَتِ الْاَمْوَالُ وَهَلَكَتِ الْاَنْعَامُ فَاسْتَسْقِ اللّٰهَ لَنَا فَاِنَّا نَسْتَشْفِعُ بِكَ عَلَی اللّٰهِ وَنَسْتَشْفِعُ بِاللّٰهِ عَلَيْكَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيْحَكَ اَتَدْرِیْ مَا تَقُوْلُ وَسَبَّحَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَا زَالَ يُسَبِّحُ حَتّٰی عُرِفَ ذٰلِكَ فِیْ وُجُوْهِ اَصْحَابِهٖ ثُمَّ قَالَ وَيْحَكَ اِنَّهٗ لَا يُسْتَشْفَعُ بِاللّٰهِ عَلٰی اَحَدٍ مِنْ خَلْقِهٖ شَاْنُ اللّٰهِ اَعْظَمُ مِنْ ذٰلِكَ وَيْحَكَ اَتَدْرِیْ مَا اللّٰهُ اِنَّ عَرْشَهٗ عَلٰی سَمَاوَاتِهٖ لَهٰكَذَا وَقَالَ بِاَصَابِعِهٖ مِثْلَ الْقُبَّةِ عَلَيْهِ وَاِنَّهٗ لَيَئِطُّ بِهٖ اَطِيْطَ الرَّحْلِ بِالرَّاكِبِ قَالَ ابْنُ بَشَّارٍ فِیْ حَدِيْثِهٖ اِنَّ اللّٰهَ فَوْقَ عَرْشِهٖ وَعَرْشُهٗ فَوْقَ سَمَاوَاتِهٖ وَسَاقَ الْحَدِيْثَ و قَالَ عَبْدُ الْاَعْلٰی وَابْنُ الْمُثَنّٰی وَابْنُ بَشَّارٍ عَنْ يَّعْقُوْبَ بْنِ عُتْبَةَ وَجُبَيْرِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ وَالْحَدِيْثُ بِاِسْنَادِ اَحْمَدَ بْنِ سَعِيْدٍ هُوَ الصَّحِيْحُ وَافَقَهٗ عَلَيْهِ جَمَاعَةٌ مِّنْهُمْ يَحْيَی ابْنُ مَعِيْنٍ وَعَلِیُّ بْنُ الْمَدِيْنِیِّ وَرَوَاهُ جَمَاعَةٌ عَنِ ابْنِ اِسْحٰقَ كَمَا قَالَ اَحْمَدُ اَيْضًا وَّكَانَ سَمَاعُ عَبْدِ الْاَعْلٰی وَابْنِ الْمُثَنّٰی وَابْنِ بَشَّارٍ مِنْ نُسْخَةٍ وَاحِدَةٍ فِيْمَا بَلَغَنِیْ

✧✧ حضرت جبیر بن محمد اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: ایک دیہاتی ' نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی: یارسول اللہ (ﷺ)! لوگ مصیبت کا شکار ہو چکے ہیں۔ گھر والے تباہ ہو رہے ہیں۔ مال برباد ہو رہے ہیں۔ مویشی ہلاک ہو رہے ہیں۔ آپ اللہ تعالیٰ سے ہمارے لئے بارش کی دعا کیجئے! ہم اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں آپ کو شفیع کے طور پر پیش کرتے ہیں اور آپ کی بارگاہ میں اللہ تعالیٰ کی سفارش پیش کرتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تمہارا ستیاناس ہو کیا تم جانتے ہو کہ تم کیا کہہ رہے ہو؟ پھر نبی اکرم ﷺ نے سبحان اللہ پڑھا آپ سبحان اللہ مسلسل پڑھتے رہے' یہاں تک کہ اس بات کا اندازہ آپ کے اصحاب سے ہو گیا (یعنی ان کے چہرے پر بھی پریشانی کے آثار ظاہر ہوئے) پھر نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تمہارا ستیاناس ہو۔ اللہ تعالیٰ کو اس کی مخلوق میں سے کسی کے سامنے شفیع کے طور پر پیش نہیں کیا جا سکتا۔ اللہ تعالیٰ کی شان اس سے کہیں بلند ہے۔ تمہارا ستیاناس ہو کیا تم جانتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کتنا عظیم ہے؟ اس کا عرش اس کے آسمانوں کے اوپر اس طرح ہے پھر نبی اکرم ﷺ نے اپنی انگلی کے ذریعے اشارہ کر کے فرمایا: یوں جیسے اس کے اوپر ''قبہ'' ہوتا ہے اور وہ اس عرش پر یوں چرچراتا ہے جیسے سوار کی وجہ سے پالان چرچراتا ہے۔

ابن بشار نے اپنی روایت میں یہ الفاظ نقل کئے ہیں۔ پھر بے شک اللہ تعالیٰ اپنے عرش کے اوپر ہے اور اس کا عرش' تمام آسمانوں کے اوپر ہے۔ اس کے بعد انہوں نے حسب سابق حدیث نقل کی ہے۔

حدیث 129:

اخرجه الطبرانی فی "معجمه الکبیر" رقم الحدیث: 1547

یہی روایت بعض دیگر اسناد کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: احمد بن سعید کے حوالے سے منقول روایت زیادہ صحیح ہے۔ایک جماعت نے اس کی تائید کی ہے جن میں یحییٰ بن معین اور علی بن مدینی شامل ہیں۔

ایک جماعت نے اسے ابن اسحاق کے حوالے سے نقل کیا ہے جیسا کہ احمد نے بھی یہ بات بیان کی ہے۔

ہم تک جو اطلاع پہنچی ہے اس کے مطابق عبداعلیٰ اور ابن مثنیٰ اور ابن بشار نے ایک ہی نسخے سے سماع کیا ہے۔

**130** - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ حَفْصِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِیْ اَبِیْ قَالَ حَدَّثَنِیْ اِبْرَاهِيمُ بْنُ طَهْمَانَ عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اُذِنَ لِیْ اَنْ اُحَدِّثَ عَنْ مَلَكٍ مِنْ مَلَائِكَةِ اللّٰهِ مِنْ حَمَلَةِ الْعَرْشِ اِنَّ مَا بَيْنَ شَحْمَةِ اُذُنِهِ اِلٰى عَاتِقِهِ مَسِيرَةُ سَبْعِ مِائَةِ عَامٍ

✧✧ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: انہوں نے ارشاد فرمایا: مجھے یہ اجازت دی گئی ہے کہ میں عرش کو تھامنے والے اللہ تعالیٰ کے فرشتوں میں سے ایک فرشتے کے بارے میں بتاؤں' اس کے کان کی لو سے لے کر کندھے کے درمیان تک سات سو سال کی مسافت کا فاصلہ ہے۔

**131** - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ نَصْرٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ يُونُسَ النَّسَائِيُّ الْمَعْنٰى قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يَزِيدَ الْمُقْرِئُ حَدَّثَنَا حَرْمَلَةُ يَعْنِیْ ابْنَ عِمْرَانَ حَدَّثَنِیْ اَبُوْ يُونُسَ سُلَيْمُ بْنُ جُبَيْرٍ مَوْلٰى اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا هُرَيْرَةَ يَقْرَأُ هٰذِهِ الْاٰيَةَ (اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمَانَاتِ اِلٰى اَهْلِهَا) اِلٰى قَوْلِهٖ تَعَالٰى (سَمِيعًا بَصِيرًا) قَالَ رَاَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَضَعُ اِبْهَامَهُ عَلٰى اُذُنِهٖ وَالَّتِیْ تَلِيهَا عَلٰى عَيْنِهٖ قَالَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ رَاَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَؤُهَا وَيَضَعُ اِصْبَعَيْهِ قَالَ ابْنُ يُونُسَ قَالَ الْمُقْرِئُ يَعْنِیْ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيعٌ بَصِيرٌ يَعْنِیْ اَنَّ لِلّٰهِ سَمْعًا وَبَصَرًا قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ وَهٰذَا رَدٌّ عَلَى الْجَهْمِيَّةِ

✧✧ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے یہ آیت تلاوت کی۔

''بے شک اللہ تعالیٰ تمہیں یہ حکم دیتا ہے کہ تم امانتیں ان کے اہل کے سپرد کرو''

یہ آیت یہاں تک ہے ''سننے والا ہے دیکھنے والا ہے''

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے' آپ نے اپنے انگوٹھے کو اپنے کان پر رکھا اور اپنی انگلی کو اپنی آنکھ پر رکھا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے' آپ نے اس آیت کو تلاوت کیا اور اپنی دو انگلیوں

---

حدیث 130:

اخرجه ابويعلى فى "مسنده" رقم الحديث: 6619 اخرجه الطبرانى فى "معجمه الاوسط" رقم الحديث: 1709

حدیث 131:

اخرجه الطبرانى فى "معجمه الاوسط" رقم الحديث: 9334

کو رکھا۔

ابن یونس بیان کرتے ہیں' مقری فرماتے ہیں: یعنی انا اللہ سمیع بصیر پڑھی۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی سماعت اور بصارت ہے۔ امام ابوداؤد فرماتے ہیں: یہ جہمیہ (فرقے کے ماننے والوں) کی تردید ہے۔

## بَاب فِي الرُّؤْيَةِ

## باب 21: دیدارِ الٰہی کا بیان

**132**- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ وَّوَكِيعٌ وَّاَبُو اُسَامَةَ عَنْ اِسْمٰعِيلَ بْنِ اَبِي خَالِدٍ عَنْ قَيْسِ بْنِ اَبِي حَازِمٍ عَنْ جَرِيرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جُلُوسًا فَنَظَرَ اِلَى الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ لَيْلَةَ اَرْبَعَ عَشْرَةَ فَقَالَ اِنَّكُمْ سَتَرَوْنَ رَبَّكُمْ كَمَا تَرَوْنَ هٰذَا لَا تُضَامُّونَ فِي رُؤْيَتِهِ فَاِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ لَّا تُغْلَبُوا عَلٰى صَلٰوةٍ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوبِهَا فَافْعَلُوا ثُمَّ قَرَاَ هٰذِهِ الْاٰيَةَ فَ (سَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوبِهَا)

✧✧ حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' ہم لوگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے آپ نے چودھویں رات کے چاند کی طرف دیکھا' یہ چودھویں رات کی بات ہے آپ نے فرمایا: تم لوگ عنقریب اپنے پروردگار کی اسی طرح زیارت کرو گے جیسے تم اس (چاند) کو دیکھ رہے ہو تمہیں اسے دیکھنے میں کوئی الجھن پیش نہیں آ رہی اگر تم سے ہو سکے تو سورج طلوع ہونے سے پہلے اور اس کے غروب ہونے سے پہلے والی نماز نہ چھوڑنا پھر آپ نے یہ آیت تلاوت کی۔

''اپنے پروردگار کی حمد کے ہمراہ اس کی تسبیح بیان کرو سورج طلوع ہونے سے پہلے اور اس کے غروب ہونے سے پہلے''

**133**- حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِسْمٰعِيلَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ سُهَيْلِ بْنِ اَبِي صَالِحٍ عَنْ اَبِيهِ اَنَّهُ سَمِعَهُ يُحَدِّثُ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ نَاسٌ يَا رَسُولَ اللّٰهِ اَنَرٰى رَبَّنَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ قَالَ هَلْ تُضَارُّونَ فِي رُؤْيَةِ الشَّمْسِ فِي الظَّهِيرَةِ لَيْسَتْ فِي سَحَابَةٍ قَالُوا لَا قَالَ هَلْ تُضَارُّونَ فِي رُؤْيَةِ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ لَيْسَ فِي سَحَابَةٍ قَالُوا لَا قَالَ وَالَّذِي

حدیث 132:

اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث: 529
اخرجه مسلم فی "صحیحه" رقم الحدیث: 633
اخرجه ابوداؤد فی "سننه" رقم الحدیث: 4730
اخرجه الترمذی فی "جامعه" رقم الحدیث: 2551
اخرجه ابن ماجه فی "سننه" رقم الحدیث: 177
اخرجه الدارمی فی "سننه" رقم الحدیث: 2801
اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث: 7914
اخرجه ابن حبان فی "صحیحه" رقم الحدیث: 7443
اخرجه الحاکم فی "المستدرک" رقم الحدیث: 8736
اخرجه النسائی فی "سننه الکبریٰ" رقم الحدیث: 7761
اخرجه البیهقی فی "سننه الکبریٰ" رقم الحدیث: 2015
اخرجه ابویعلی فی "مسنده" رقم الحدیث: 1006
اخرجه الطبرانی فی "معجمه الاوسط" رقم الحدیث: 1693
اخرجه الطبرانی فی "معجمه الکبیر" رقم الحدیث: 2225
اخرجه الطیالسی فی "مسنده" رقم الحدیث: 2179
اخرجه الحمیدی فی "مسنده" رقم الحدیث: 799
اخرجه اسحاق بن راهویه فی "مسنده" رقم الحدیث: 1423
اخرجه عبد بن حکیم الکسی فی "مسنده" رقم الحدیث: 920

نَفْسِي بِيَدِهٖ لَا تُضَارُّونَ فِي رُؤْيَتِهٖ اِلَّا كَمَا تُضَارُّونَ فِي رُؤْيَةِ اَحَدِهِمَا

✧✧ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' کچھ لوگوں نے عرض کی: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! کیا ہم قیامت کے دن اپنے پروردگار کا دیدار کریں گے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا دوپہر کے وقت جب کوئی بادل نہ ہو تو تمہیں سورج کو دیکھنے میں کوئی مشکل پیش آتی ہے؟ تو لوگوں نے عرض کی: نہیں! نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا چودھویں رات میں جب کوئی بادل نہ ہو تو تمہیں چاند کو دیکھنے میں کوئی مشکل پیش آتی ہے؟ تو انہوں نے عرض کی: نہیں! نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس ذات کی قسم! جس کے دست قدرت میں میری جان ہے۔ اللہ تعالیٰ کا دیدار کرنے میں بھی تمہیں کوئی مشکل پیش نہیں آئے گی جیسے تمہیں ان دونوں کو دیکھنے میں کوئی مشکل پیش نہیں آتی۔

**134**- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ اِسْمٰعِيلَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ ح و حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا اَبِي حَدَّثَنَا شُعْبَةُ الْمَعْنٰى عَنْ يَعْلَى بْنِ عَطَاءٍ عَنْ وَكِيعٍ قَالَ مُوسَى ابْنِ عُدُسٍ عَنْ اَبِي رَزِينٍ قَالَ مُوسَى الْعُقَيْلِيّ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ اَكُلُّنَا يَرٰى رَبَّهٗ قَالَ ابْنُ مُعَاذٍ مُخْلِيًا بِهٖ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَمَا اٰيَةُ ذٰلِكَ فِي خَلْقِهٖ قَالَ يَا اَبَا رَزِينٍ اَلَيْسَ كُلُّكُمْ يَرَى الْقَمَرَ قَالَ ابْنُ مُعَاذٍ لَيْلَةَ الْبَدْرِ مُخْلِيًا بِهٖ ثُمَّ اتَّفَقَا قُلْتُ بَلٰى قَالَ فَاللّٰهُ اَعْظَمُ قَالَ ابْنُ مُعَاذٍ قَالَ فَاِنَّمَا هُوَ خَلْقٌ مِّنْ خَلْقِ اللّٰهِ فَاللّٰهُ اَجَلُّ وَاَعْظَمُ

✧✧ حضرت ابورزین موسیٰ عقیلی رضی اللہ عنہ کی روایت میں یہ الفاظ ہیں: میں نے عرض کی: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! کیا ہم میں سے ہر ایک اللہ تعالیٰ کی زیارت کرے گا؟

ابن معاذ کی روایت میں یہ الفاظ ہیں: کیا قیامت کے دن ہر شخص الگ سے پروردگار کی زیارت کرے گا اور اس کی نشانی اس کی مخلوق میں کیا ہوگی؟

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابورزین! کیا تم میں سے ہر ایک چاند کو نہیں دیکھ سکتا؟

ابن معاذ کی روایت میں یہ الفاظ ہیں: چودھویں رات میں تنہا چاند کو نہیں دیکھتا؟

میں نے عرض کی جی ہاں! تو آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تو سب سے عظیم ہے۔

ابن معاذ فرماتے ہیں: یہ تو اللہ تعالیٰ کی ایک مخلوق ہے۔ اللہ تعالیٰ کی شان تو اس سے کہیں زیادہ بلند ہے۔

## شرح

رؤیۃ اللہ یا دیدار الٰہی کا" مطلب ہے اللہ تعالیٰ کو کھلی آنکھوں سے دیکھنا اور اللہ تعالیٰ کو دیکھنے کی یہ سعادت مومنین کو آخرت میں نصیب ہوگی جس کی تفصیل و وضاحت کے لئے یہ باب قائم کیا گیا اور اس موضوع سے متعلق احادیث اس میں نقل کی گئی ہیں۔

حق تعالیٰ کی رویت عقلاً ناممکن نہیں: اہل سنت والجماعت کا متفقہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا دیدار ایک ایسی حقیقت ہے جس کا وجود عقلاً بھی درست ہے اور اس دیدار کے لئے اللہ تعالیٰ کا کسی خاص جگہ (مقام پر اور کسی خاص سمت و جہت میں موجود و قائم ہونا نیز اس کی ذات کا اور دیکھنے والوں کا آمنے سامنے ہونا قطعی ضروری اور شرط کے درجہ کی چیز نہیں ہے، بلکہ وہ اپنی ذات اور اپنے وجود کے اعتبار

سے جو کچھ بھی ہے اسی حیثیت کے ساتھ اس کا دیکھا جانا ممکن ہے اگرچہ وہ جسم وجسمانیت سے ماوراء اور مکان وجہت کی قید سے آزاد ہے۔ رہی یہ بات کہ چیز مرئی (یعنی کھلی آنکھوں سے نظر آنے والی چیز) کو دیکھنے کے لئے ضروری ہے کہ وہ جسم ہو، کسی خاص جگہ ومقام پر موجود قائم ہو اور نگاہ کی سمت وجہت میں ہو تو دیکھنے میں ان چیزوں کا عمل دخل ہونا دراصل اس لئے ضروری ہے کہ قدرت نے اسی طرح کا نظام جاری فرمایا ہے اور انسانی نگاہ وبصر کو اپنا فعل انجام دینے کے لئے ان اسباب کا پابند بنادیا ہے، اگر قادر مطلق اس جاری نظام اور عادت کے برخلاف ان عوامل کے بغیر بھی کسی کو کوئی چیز دکھانا چاہے تو بے شک اس پر قادر ہے اور ایسا ممکن ہوسکتا ہے۔ پس اس میں کوئی خلاف عقل بات نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کل قیامت کے دن انسانی نگاہ میں بصیرت یعنی چشم قلب کی قوت رکھ دے کہ جس طرح آج دنیا میں اہل ایمان کو بصیرت سے پاتے اور دیکھتے ہیں کل کو آخرت میں بصر یعنی سر کی آنکھوں سے اس کو دیکھیں گے۔ رؤیت کا تعلق آخرت سے ہے: تمام علماء امت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ حق تعالیٰ کا یہ دیدار تمام اہل ایمان کو آخرت میں نصیب ہوگا اس کا ثبوت وہ قرآنی آیات، احادیث صحیحہ، اجماع صحابہ وتابعین اور اقوال ائمہ جو اس ضمن میں مذکور ومنقول ہیں تاہم کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو حق تعالیٰ کے اس دیدار کے منکر ہیں انہوں نے دیدار الٰہی سے متعلق قرآنی آیات واحادیث اور منقول دلیل کی جس طرح تاویل کی ہے، اس کی تفصیل اور علماء حق کی طرف سے ان کی تاویلات کے مضبوط جوابات مختلف تحقیقی کتابوں میں مذکور ہیں۔ عورتیں بھی روایت سے محروم نہ رہیں گی: عورتوں کے بارے میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ ان کو دیدار ہوگا اور بعض انکار کرتے ہیں لیکن درست یہ ہے کہ عورتیں اس سعادت سے محروم نہ رہیں گی مردوں کی طرح ان کو بھی حق تعالیٰ کا دیدار نصیب ہوگا لیکن بعض حضرات نے کہا ہے کہ ان (عورتوں) کو بعض خاص ایام میں جیسے جمعہ کے ایام میں یا عیدین کے دن ہی دیدار کی سعادت ملے گی جو عام بازیابی کے اوقات ہونگے۔ جو حضرات مطلقاً عورتوں کے دیدار کے منکر ہیں ان کا یہ کہنا ہے کہ عورتیں چونکہ خیموں میں پردہ نشین ہوں گی جیسا کہ قرآن کریم میں فرمایا گیا ہے حور مقصورات فی الخیام لہٰذا ان کو دیدار کیسے ہوسکتا ہے، یہ ایک ناقابل التفات بات ہے کیونکہ اول تو دیدار الٰہی کے بارے میں جو آیات واحادیث منقول ہیں ان میں کوئی خصوص مذکور نہیں ہے بلکہ وہ سب عموم پر محمول ہیں اور مردوں اور عورتوں سب کو شامل ہیں دوسرے یہ کہ عالم آخرت کو دنیا میں قیاس کرنا اور وہاں عورتوں کے خیمے میں رہنے کو دنیا کے پردہ پر منطبق کرنا بجائے خود غلط ہے کیونکہ جنت کے خیمے (کہ جن میں وہاں کی عورتیں رہیں گی) پردہ وحجاب کو مستلزم نہیں ہوں گے، علاوہ ازیں یہ بات بھی سوچنے کی ہے کہ فاطمہ زہراء، خدیجہ کبریٰ، عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہن اور دوسری امہات المومنین نیز ان جیسی دیگر عظیم خواتین جو لاکھوں کروڑوں مردوں سے زیادہ عظمت وفضیلت رکھتی ہیں آخر کس طرح دیدار الٰہی کی سب سے بڑی سعادت سے محروم رہ سکتی ہیں۔ جنات اور ملائکہ کو بھی اللہ کی رویت حاصل ہوگی: جنات اور ملائکہ کے بارے میں بھی اختلافی اقوال ہیں کہ آیا ان کو دیدار الٰہی نصیب ہوگا یا نہیں؟ بعض حضرات نے لکھا ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام کے علاوہ دیگر فرشتوں کو اللہ کے دیدار کی سعادت حاصل نہیں ہوگی اور حضرت جبرائیل علیہ السلام بھی اس سعادت سے ایک ہی بار مشرف ہوں گے اور اسی طرح جنات بھی دیدار الٰہی سے محروم رہیں گے لیکن اس سلسلہ میں صحیح ودرست قول یہی ہے کہ دیدار الٰہی کی سعادت تمام اہل ایمان کے لئے ہے کیا انسان کیا فرشتے اور کیا جنات۔ دنیا میں اللہ کی رویت: یہ مسئلہ بھی

مختلف فیہ ہے کہ کیا اس دنیا میں بحالت بیداری کھلی آنکھوں سے اللہ کا دیدار ہو سکتا ہے؟ اس سلسلہ میں ارباب تحقیق نے اس قول کو اختیار کیا ہے کہ حق تعالیٰ کا دیدار دنیا میں بھی ممکن تو ہے لیکن بالاتفاق غیر واقع ہے، رہی یہ بات کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو شب معراج میں اللہ کا دیدار ہونا امر واقع ہے تو یہ استثنائی صورت ہے اگرچہ بعض حضرات نے اس سے اختلاف کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو شب معراج میں بچشم سر اللہ کا دیدار ہوا تھا یہ ایک بحث ہے جو آگے متعلقہ احادیث کی تشریح میں بیان ہوگی، بہرحال محدثین فقہاء متکلمین اور مشائخ طریقت سب اس پر اتفاق رکھتے ہیں کہ نہ آج تک اس دنیا میں کسی کو بھی، خواہ وہ کوئی بڑے سے بڑا ولی ہی کیوں نہ ہو، اللہ کا دیدار حاصل ہوا ہے نہ اولیاء اللہ اور مشائخ میں سے کسی نے اس کا دعوی کیا ہے اور نہ آئندہ کسی کو حاصل ہو سکتا ہے، بلکہ مشائخ نے متفقہ طور پر یہاں تک کرتے ہیں) تو اس کی تکذیب کرنا اور اس کو گمراہ قرار دینا لازم ہے۔ فقہ شافعی کی مستند کتاب "انوار" میں تو یہ بھی لکھا ہے کہ جو شخص یہ کہے کہ میں اس دنیا میں بچشم سر عیاناً خدا کو دیکھتا ہوں اور اللہ مجھ سے بالمشافہ گفتگو کرتا ہے تو وہ کافر ہو جائے گا۔ ایک سوال یہ پیدا ہو سکتا ہے کہ جب اس دنیا میں اللہ تعالیٰ کی رؤیت ممکن ہے اور انسانی حاسہ بصر میں ایسا کوئی نقص بھی نہیں کہ کسی چیز کو دیکھنے میں رکاوٹ پیش آئے تو پھر حق تعالیٰ کے دیدار نہ ہونے کا سبب کیا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ دیکھنا اور نظر آنا دراصل نظام قدرت اور تخلیق الٰہی کا سبب ہے نہ کہ اس کی اصل علت اور حاسہ بصر ہے جو انسان اپنی آنکھوں میں لئے پھرتا ہے۔ حاسہ بصر تو صرف ایسا ظاہری سبب ہے جس کو حق تعالیٰ نے ایک خاص نظام اور معمول کے تحت ذریعہ بنا دیا ہے اگر وہ کسی کو دیکھنا چاہے تو آنکھوں کی بنیائی کے بغیر بھی دکھا سکتا ہے اور اگر کسی کو نہ دکھانا چاہے تو وہ کھلی آنکھ اور مضبوط بنیائی رکھنے کے باوجود نہیں دیکھ سکتا مثلاً ایک بڑا پہاڑ سامنے ہو اور اللہ کسی کی آنکھوں میں دیکھنے کی صفت پیدا نہ کرے تو وہ اس پہاڑ کو ہرگز نہیں دیکھ سکتا اسی طرح اگر کوئی اندھا شخص دنیا کے مشرقی کنارے پر ہو اور دنیا کے مغربی کنارے پر ایک مچھر پڑا ہو اور اللہ تعالیٰ اس اندھے کو وہ مچھر دکھانا چاہے تو یہ یقیناً دیکھ سکتا ہے پس واضح ہوا کہ دیکھنا یا دکھانا نظام قدرت کے تحت ہے آنکھ کا عمل یا غیر عمل بے شک ہے لیکن آنکھ کا وہ عمل یا اس عمل کی وہ طاقت جس سے انسان دیکھنے پر قادر ہوتا ہے غیر محدود اور خود مختار نہیں ہے بلکہ اس کی کارکردگی اس حد تک ہے جہاں اللہ تعالیٰ نے اس کو کارگر کیا ہے حق تعالیٰ کی مصلحت چونکہ یہی ہے کہ وہ انسان کو دنیا میں اپنا دیدار نہ کرائے اس لئے اس نے حاسہ بصر میں وہ توانائی ہی نہیں رکھی جس سے اللہ کو دیکھا جا سکے۔ اس بات کو دنیا کی عام چیزوں پر قیاس کرنا ذہن وقیاس کی مہمل تابعداری ہے۔ خواب کی حالت میں اللہ کی رویت: کیا خواب کی حالت میں اللہ تعالیٰ کا دیدار ہو سکتا ہے اس بارے میں علماء کے مختلف اقوال ہیں لیکن صحیح یہی ہے کہ خواب کی حالت میں اللہ تعالیٰ کا دیدار نہ صرف ممکن امر واقع بھی ہے اور یہ از روئے عقل ونقل کچھ بعید بھی نہیں ہے ہاں یہ ضرور کہا جا سکتا ہے کہ خواب میں اللہ تعالیٰ کو دیکھنا ایک قلبی مشاہدہ ہے جس کا تعلق مثال سے ہوتا ہے نہ کہ مثل سے اور اللہ کا مثل نہیں ہے۔ بہرحال بحالت خواب میں اللہ تعالیٰ کو دیکھنا اللہ رسیدہ لوگوں سے ثابت ہے۔

حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے سو مرتبہ اللہ تعالیٰ کو خواب میں دیکھا ہے۔ اسی طرح امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ سے بھی منقول ہے کہ وہ فرماتے تھے، میں نے خواب میں اللہ تعالیٰ کو دیکھا تو دریافت کیا کہ وہ کون سا عمل ہے جو آپ کو سب سے زیادہ پسند ہے؟ فرمایا تلاوت قرآن کریم۔" پھر پوچھا کہ معانی ومطالب سمجھنے کے ساتھ یا اس کے بغیر!

فرمایا" خواہ معانی سمجھنے کے ساتھ تلاوت کرے یا اس کے بغیر ان واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ خواب میں اللہ تعالیٰ کا دیدار اور اس کی رویت ہوسکتی ہے۔

حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "وہ وقت آنے والا ہے جب (قیامت میں) تم اپنے پروردگار کو اپنی کھلی آنکھوں سے دیکھو گے۔" ایک روایت میں ہے حضرت جریر رضی اللہ عنہ نے یہ بیان کیا کہ (ایک دن) ہم لوگ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چودھویں شب کے چاند کی طرف دیکھا اور فرمایا: "تم اپنے پروردگار کو اس طرح دیکھو گے جس طرح اس چاند کو دیکھ رہے ہو، اس (پروردگار کو دیکھنے میں تم کوئی رکاوٹ اور پریشانی محسوس نہیں کرو گے پس اگر تم سے ہوسکے تو تم اس نماز کو جو سورج نکلنے سے پہلے کی ہے (یعنی نماز فجر) اور اس نماز کو جو سورج ڈوبنے سے پہلے کی ہے (یعنی عصر) نہ چھوڑو تو یقیناً ایسا کرو پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی (وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوبِ (50-ق:39) اور اپنے پروردگار کی حمد و ثنا کی بیان کرو یعنی نماز پڑھو سورج نکلنے سے پہلے اور سورج ڈوبنے سے پہلے۔ (بخاری و مسلم، مشکوۃ المصابیح، جلد پنجم: رقم الحدیث، 221)

: جس طرح اس چاند کو دیکھ رہے ہو۔" یہ تشبیہ "دیکھنے" کی "دیکھنے" کے ساتھ ہے نہ کہ "دیکھی جانے والی چیز" کی "دیکھی جانے والی چیز" کے ساتھ اس اجمال وابہام کی تفصیل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو یہ فرمایا کہ تم اپنے پروردگار کو اسی طرح دیکھو گے جس طرح چاند کو دیکھ رہے ہو تو اس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد یہ تھی کہ تم جس طرح اس وقت چودھویں شب کے چاند کو اپنی کھلی آنکھوں سے دیکھ رہے ہو اور اس چاند کے نظر آنے میں تمہیں کوئی شک وشبہ نہیں یہ مراد ہرگز نہیں تھی کہ جس طرح یہ چاند تمہارے سامنے ہے اور ایک خاص جگہ پر اور ایک خاص سمت میں محدود و قائم نظر آ رہا ہے اسی طرح تمہارے پروردگار کی ذات بھی تمہارے سامنے کسی خاص جگہ اور کسی خاص سمت میں محدود و قائم نظر آئے گی۔ "لا تضامون فی رویتہ" (اس کو دیکھنے میں تم کوئی رکاوٹ و پریشانی محسوس نہیں کرو گے)" میں لفظ تضامون اس طرح بھی منقول ہے اور تضامون بھی نقل کیا گیا ہے لیکن زیادہ تضامون ہی نقل ہوا ہے اور اس صورت یہ لفظ ضم سے ہوگا جس کے معنی "ضرر اور ظلم" کے ہیں اور اس کا مطلب یہ ہوگا کہ "پروردگار کے دیدار میں تم پر ظلم نہیں ہوگا کہ کوئی دیکھے اور کوئی محروم رہے یا اس کے دیدار میں تم آپس میں ایک دوسرے پر کوئی ظلم وزیادتی نہیں کرو گے کہ ایک دوسرے کے دیکھنے کا انکار کرو اور کسی کو جھٹلاؤ۔" دوسری صورت میں یہ لفظ تضام سے ہوگا جس کے معنی ہیں آپس میں ایک دوسرے سے ملنا، اژدہام کرنے، دھکا پیل مچانے اور ایک دوسرے پر گرنے پڑنے کی نوبت نہیں آئے گی بلکہ ہر شخص اپنی اپنی جگہ رہ کر نہایت اطمینان و فراغت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کو دیکھے گا جیسا کہ چودھویں شب میں چمکتے چاند کو دیکھنے کے لئے اس طرح کی زحمت و پریشانی اٹھانا نہیں پڑتی، بخلاف پہلی تاریخ کے چاند کے، وہ دھندلا اور باریک ہونے کی وجہ سے صاف نظر نہیں آتا اور اس کے دیکھنے کے لئے خاصا اہتمام اور جدوجہد کرنا پڑتی ہے۔" اگر تم سے ہو سکے کہ تم اس نماز کو۔ الخ۔ کا مطلب یہ ہے کہ فجر اور عصر کا وقت بہت بابرکت اور اس وقت کی نمازیں بہت زیادہ اہمیت رکھتی ہیں اس لئے تم ان نمازوں کی پابندی کا زیادہ خیال رکھو اور مقدور بھر کوشش کرو کہ یہ نمازیں فوت نہ ہونے پائیں، نیز اس بات کو ذہن میں رکھو کہ نماز کی پابندی کرنے والا اس امر کا زیادہ لائق

ہے کہ اس کو پروردگار کا دیدار نصیب ہو کیونکہ نماز کی پابندی ہی سے شہود ذات کا وصف وملکہ میسر ہوتا ہے! یہی وہ حقیقت ہے جس کی طرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ارشاد گرامی جعلت قرۃ عینی فی الصلوۃ میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں رکھی گئی ہے) میں اشارہ فرمایا ہے واضح رہے کہ یوں تو یہ اہمیت تمام نمازوں کی ہیں لیکن اس موقع پر فجر وعصر کی نماز کو اس لئے خاص کیا گیا ہے کہ ان دونوں وقتوں کی نمازیں باقی اوقات کی نمازوں پر فضیلت وبرتری رکھتی ہیں اور اس فضیلت وبرتری کی ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ صبح کے وقت تو لوگ نیند واستراحت کے جال میں پھنسے رہتے ہیں اور عصر کا وقت دنیا کے کاروبار مثلاً بازار جانے وغیرہ کے چکر میں پھنسنے کا ہے، جو شخص ان دونوں اوقات میں سستی وکوتاہی کا شکار نہیں ہوگا اور رکاوٹوں کے باوجود ان دونوں نمازوں کا خیال رکھے گا وہ دوسرے اوقات کی نمازوں کا خیال بدرجہ اولیٰ رکھے گا جو نسبتاً زیادہ سہل وآسان ہیں حدیث میں دونوں اوقات کی نمازوں کو خاص طور پر ذکر کرنے کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ یہ دونوں وقت دوسرے اوقات کی بہ نسبت زیادہ فضیلت وشرف رکھتے ہیں اور یہ کہ آخرت میں پروردگار کا دیدار ان ہی اوقات میں ہوا کرے گا۔

## بَاب فِي الرَّدِّ عَلَى الْجَهْمِيَّةِ

## باب 22: جہمیہ فرقے کی تردید

**135**- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ اَنَّ اَبَا اُسَامَةَ اَخْبَرَهُمْ عَنْ عُمَرَ بْنِ حَمْزَةَ قَالَ قَالَ سَالِمٌ اَخْبَرَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَطْوِي اللّٰهُ السَّمَاوَاتِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ثُمَّ يَاْخُذُهُنَّ بِيَدِهِ الْيُمْنٰى ثُمَّ يَقُوْلُ اَنَا الْمَلِكُ اَيْنَ الْجَبَّارُوْنَ اَيْنَ الْمُتَكَبِّرُوْنَ ثُمَّ يَطْوِي الْاَرَضِيْنَ ثُمَّ يَاْخُذُهُنَّ قَالَ ابْنُ الْعَلَاءِ بِيَدِهِ الْاُخْرٰى ثُمَّ يَقُوْلُ اَنَا الْمَلِكُ اَيْنَ الْجَبَّارُوْنَ اَيْنَ الْمُتَكَبِّرُوْنَ

✧✧ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: قیامت کے دن اللہ تعالیٰ آسمانوں کو لپیٹ لے گا پھر انہیں اپنے دائیں ہاتھ میں پکڑے گا پھر فرمائے گا: میں بادشاہ ہوں! زمین کے حکمران کہاں ہیں؟ تکبر کرنے والے کہاں ہیں؟ پھر تمام زمینوں کو لپیٹے گا پھر انہیں پکڑے گا۔

ابن علاء کی روایت میں یہ الفاظ ہیں: اپنے دوسرے ہاتھ میں پکڑے گا اور پھر فرمائے گا: میں بادشاہ ہوں، زمینی حکمران کہاں ہیں؟ تکبر کرنے والے کہاں ہیں؟

---

حدیث 135:

اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث: 4533
اخرجه مسلم فی "صحیحه" رقم الحدیث: 2788
اخرجه الترمذی فی "جامعه" رقم الحدیث: 3240
اخرجه ابن ماجه فی "سننه" رقم الحدیث: 192
اخرجه الدارمی فی "سننه" رقم الحدیث: 2799
اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث: 8850
اخرجه ابن حبان فی "صحیحه" رقم الحدیث: 7326
اخرجه النسائی فی "سننه الکبریٰ" رقم الحدیث: 7692
اخرجه ابویعلی فی "مسنده" رقم الحدیث: 5387
اخرجه الطبرانی فی "معجمه الاوسط" رقم الحدیث: 667
اخرجه الطبرانی فی "معجمه الکبیر" رقم الحدیث: 13398
اخرجه عبد بن حکیم الکسی فی "مسنده" رقم الحدیث: 742

**136**- حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ عَنْ مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ اَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ وَعَنْ اَبِي عَبْدِ اللّٰهِ الْاَغَرِّ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَنْزِلُ رَبُّنَا كُلَّ لَيْلَةٍ اِلٰى سَمَاءِ الدُّنْيَا حَتّٰى يَبْقٰى ثُلُثُ اللَّيْلِ الْاٰخِرُ فَيَقُوْلُ مَنْ يَّدْعُوْنِيْ فَاَسْتَجِيبَ لَهُ مَنْ يَّسْاَلُنِيْ فَاُعْطِيَهُ مَنْ يَّسْتَغْفِرُنِيْ فَاَغْفِرَ لَهُ

✧✧ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہمارا پروردگار روزانہ آسمان دنیا کی طرف نزول کرتا ہے جب رات کا آخری حصہ باقی رہ جاتا ہے پھر وہ فرماتا ہے' کون ہے جو مجھ سے دعا کرے؟ میں اس کی دعا قبول کروں ؟ کون ہے جو مجھ سے مانگے؟ میں اسے عطا کروں؟ کون ہے جو مجھ سے مغفرت طلب کرے تو میں اس کو بخش دوں؟

## بَاب فِي الْقُرْآنِ

## باب23: قرآن (کے بارے میں جو کچھ منقول ہے)

**137**- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيْرٍ اَخْبَرَنَا اِسْرَائِيْلُ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ الْمُغِيْرَةِ عَنْ سَالِمٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْرِضُ نَفْسَهُ عَلَى النَّاسِ فِي الْمَوْقِفِ فَقَالَ اَلَا رَجُلٌ يَحْمِلُنِيْ اِلٰى قَوْمِهِ فَاِنَّ قُرَيْشًا قَدْ مَنَعُوْنِيْ اَنْ اُبَلِّغَ كَلَامَ رَبِّيْ

✧✧ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میدان عرفات میں لوگوں کے سامنے تشریف لے جاتے تھے اور فرماتے تھے' کیا کوئی شخص مجھے اپنی قوم کے پاس لے جائے گا۔ قریش تو مجھے اس بات سے روکتے ہیں کہ میں اپنے پروردگار کے کلام کی تبلیغ کروں۔

**138**- حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ عُمَرَ اَخْبَرَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسٰى اَخْبَرَنَا ابْنُ اَبِيْ زَائِدَةَ عَنْ مُّجَالِدٍ عَنْ عَامِرٍ يَعْنِيْ الشَّعْبِيَّ عَنْ عَامِرِ بْنِ شَهْرٍ قَالَ كُنْتُ عِنْدَ النَّجَاشِيِّ فَقَرَاَ ابْنٌ لَهُ اٰيَةً مِّنَ الْاِنْجِيْلِ فَضَحِكْتُ فَقَالَ اَتَضْحَكُ مِنْ كَلَامِ اللّٰهِ

✧✧ حضرت عامر بن شہر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' میں نجاشی کے پاس موجود تھا۔ اس کے بیٹے نے انجیل کی ایک آیت پڑھی

حدیث136:

اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث:1094

اخرجه الترمذی فی "جامعه" رقم الحدیث:446

اخرجه الدارمی فی "سننه" رقم الحدیث:1478

اخرجه النسائی فی "سننه الکبریٰ" رقم الحدیث:10313

اخرجه ابویعلی فی "مسنده" رقم الحدیث:7408

اخرجه ابوداؤد فی "سننه" رقم الحدیث:1315

اخرجه ابن ماجه فی "سننه" رقم الحدیث:1366

اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث:9426

اخرجه البیهقی فی "سننه الکبریٰ" رقم الحدیث:4427

اخرجه البخاری فی "الادب المفرد" رقم الحدیث:753

حدیث137:

اخرجه ابن ماجه فی "سننه" رقم الحدیث:201

اخرجه الحاکم فی "المستدرك" رقم الحدیث:4220

اخرجه الدارمی فی "سننه" رقم الحدیث:3354

اخرجه النسائی فی "سننه الکبریٰ" رقم الحدیث:7727

تو میں ہنس پڑا تو نجاشی بولا: کیا تم اللہ کے کلام پر ہنس رہے ہو؟

**139**- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ الْمَهْرِيُّ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِي يُوْنُسُ بْنُ يَزِيْدَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ اَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ وَسَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ وَعَلْقَمَةُ بْنُ وَقَّاصٍ وَعُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ حَدِيْثِ عَآئِشَةَ وَكُلٌّ حَدَّثَنِي طَائِفَةً مِّنَ الْحَدِيْثِ قَالَتْ وَلَشَانِي فِي نَفْسِي كَانَ اَحْقَرَ مِنْ اَنْ يَّتَكَلَّمَ اللّٰهُ فِيَّ بِاَمْرٍ يُتْلٰى

✧✧ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' میرے نزدیک میری اتنی حیثیت نہیں تھی کہ اللہ تعالیٰ میرے بارے میں ایسا کلام (نازل کرے) جس کی تلاوت کی جائے۔

**140**- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنِ الْمِنْهَالِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعَوِّذُ الْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ اُعِيْذُكُمَا بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّآمَّةِ مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ وَهَامَّةٍ وَمِنْ كُلِّ عَيْنٍ لَامَّةٍ ثُمَّ يَقُوْلُ كَانَ اَبُوْكُمْ يُعَوِّذُ بِهِمَا اِسْمَاعِيْلَ وَاِسْحٰقَ

قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ هٰذَا دَلِيْلٌ عَلٰى اَنَّ الْقُرْآنَ لَيْسَ بِمَخْلُوْقٍ

✧✧ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم امام حسن رضی اللہ عنہ اور امام حسین رضی اللہ عنہ کو یہ پڑھ کر دم کرتے تھے۔

''میں تم دونوں کو اللہ تعالیٰ کے مکمل کلمات کے ذریعے پناہ میں دیتا ہوں' ہر شیطان' اذیت دینے والی چیز اور لگ جانے والی نظر کے شر سے''

پھر آپ یہ ارشاد فرمایا کرتے تھے: تمہارے جدامجد (حضرت ابراہیم علیہ السلام) ان کلمات کے ذریعے حضرت اسماعیل اور حضرت اسحاق کو دم کیا کرتے تھے۔

امام ابوداؤد فرماتے ہیں: یہ اس بات کی دلیل ہے کہ قرآن مخلوق نہیں ہے۔

**141**- حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ اَبِي سُرَيْجٍ الرَّازِيُّ وَعَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ ابْنِ اِبْرَاهِيْمَ وَعَلِيُّ بْنُ مُسْلِمٍ قَالُوْا حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ عَنْ مُّسْلِمٍ عَنْ مَسْرُوْقٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا

---

حدیث 140:

اخرجه البخاری فی "صحيحه" رقم الحديث: 3191

اخرجه الترمذی فی "جامعه" رقم الحديث: 2060

اخرجه ابن ماجه فی "سننه" رقم الحديث: 3525

اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحديث: 2434

اخرجه ابن حبان فی "صحيحه" رقم الحديث: 1012

اخرجه الحاكم فی "المستدرك" رقم الحديث: 4781

اخرجه النسائی فی "سننه الكبرىٰ" رقم الحديث: 7726

اخرجه الطبرانی فی "معجمه الكبير" رقم الحديث: 12271

اخرجه ابن ابی شيبة فی "مصنفه" رقم الحديث: 23577

حدیث 141:

اخرجه ابن حبان فی "صحيحه" رقم الحديث: 37

تَكَلَّمَ اللّٰهُ بِالْوَحْيِ سَمِعَ اَهْلُ السَّمَاءِ لِلسَّمَاءِ صَلْصَلَةً كَجَرِّ السِّلْسِلَةِ عَلَى الصَّفَا فَيُصْعَقُونَ فَلَا يَزَالُونَ كَذٰلِكَ حَتّٰى يَاْتِيَهُمْ جِبْرِيلُ حَتّٰى اِذَا جَائَهُمْ جِبْرِيلُ فُزِّعَ عَنْ قُلُوبِهِمْ قَالَ فَيَقُوْلُوْنَ يَا جِبْرِيلُ مَاذَا قَالَ رَبُّكَ فَيَقُوْلُ الْحَقَّ فَيَقُوْلُوْنَ الْحَقَّ الْحَقَّ

✧✧ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: جب اللہ تعالیٰ وحی سے متعلق کلام کرتا ہے تو آسمان والے اسے سنتے ہیں اور بے ہوش ہو جاتے ہیں۔ پھر وہ اسی حالت میں رہتے ہیں یہاں تک کہ جبرائیل علیہ السلام ان کے پاس آتے ہیں تو ان کے دلوں کی کچھ کیفیت ٹھیک ہوتی ہے تو وہ دریافت کرتے ہیں اور یہ کہتے ہیں اے جبرائیل علیہ السلام! تمہارے پروردگار نے کیا ارشاد فرمایا ہے؟ تو جبرائیل علیہ السلام جواب دیتے ہیں: حق فرمایا ہے! تو وہ سب یہ کہتے ہیں: حق فرمایا ہے' حق فرمایا ہے۔

# بَاب فِيْ ذِكْرِ الْبَعْثِ وَالصُّوْرِ

## باب 24: دوبارہ زندہ ہونے اور صور کا تذکرہ

**142**- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ قَالَ سَمِعْتُ اَبِيْ قَالَ حَدَّثَنَا اَسْلَمُ عَنْ بِشْرِ بْنِ شَغَافٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الصُّوْرُ قَرْنٌ يُنْفَخُ فِيْهِ

141: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں' صور ایک سینگ ہے جس میں پھونک ماری جائے گی۔

### شرح

جس کو پھونکا جائے گا" کا مطلب یہ ہے کہ اس کو حضرت اسرافیل علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے حکم سے دومرتبہ پھونکیں گے ایک بار تو سب کو مارنے کے لئے اور دوسری بار سب جگانے کے لئے۔ بعض حضرات نے بیان کیا ہے کہ اس سینگ یعنی صور کا وہ سرا جس کو حضرت اسرافیل علیہ السلام اپنے منہ میں لگائے پھونکنے کے لئے تیار بیٹھے ہیں، گول ہے اور اس کی گولائی زمین اور آسمانوں کے برابر ہے۔

صور" اصل میں نرسنگا (سنکھ) اور قرنا کو کہتے ہیں جس میں پھونکنے سے ایک بلند آواز پیدا ہوتی ہے اور یہاں وہ مخصوص نرسنگا (سنکھ) مراد ہے جس کو حضرت اسرافیل علیہ السلام پھونکیں گے حضرت اسرافیل علیہ السلام کا یہ صور پھونکنا دومرتبہ ہوگا ایک بار تو اس وقت جب قیامت آنے کو ہوگی اور اس صور کی آواز سے تمام لوگ مر جائیں گے اور دوسری بار اس وقت جب تمام لوگوں کو میدان حشر میں جمع کرنے کے لئے دوبارہ زندہ کرنا مقصود ہوگا چنانچہ اس صور کی آواز سے تمام لوگ زندہ ہو کر میدان حشر میں جمع ہوں گے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" دونوں نفخوں (یعنی ایک مرتبہ مارنے کے لے اور دوسری مرتبہ جلانے کے لئے دونوں مرتبہ پھونکے جانے والے صور کے درمیان کا وقفہ چالیس ہوگا لوگوں نے (یہ سن کر) پوچھا

کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ! کیا (چالیس سے) چالیس دن مراد ہیں؟ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ مجھے نہیں معلوم ! پھر لوگوں نے پوچھا کہ کیا چالیس مہینے مراد ہیں؟ ابو ہریرہ نے جواب دیا کہ مجھے نہیں معلوم ان لوگوں نے پھر پوچھا کہ کیا چالیس سال مراد ہیں؟ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے پھر یہی جواب دیا کہ مجھے نہیں معلوم اس کے بعد حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان حدیث کا سلسلہ جاری رکھتے ہوئے کہا کہ) اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر اللہ تعالیٰ آسمان سے پانی برسائے گا اور اس پانی سے لوگ (یعنی انسان اور تمام جاندار) اس طرح اگیں کہ جیسے سبزہ اگتا ہے "نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" انسان کے جسم و بدن کی کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو پرانی اور بوسیدہ نہ ہو جاتی ہو (یعنی گل سڑ کر ختم نہ ہو جاتی ہو) علاوہ ایک ہڈی کے جس کو عجب الذنب کہتے ہیں اور قیامت کے دن ہر جاندار کی اسی ہڈی سے اس کے تمام جسم کو مرکب کیا جائے گا۔

(بخاری و مسلم، مشکوٰۃ المصابیح، جلد پنجم: رقم الحدیث، 93)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا یہ جواب دینا کہ مجھے نہیں معلوم، اس بنا پر تھا کہ یا تو انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس حدیث کو اسی طرح مجملا سنا تھا یا سنا تو مفصل تھا مگر وہ یہ بھول گئے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم "چالیس" کے بعد کیا فرمایا تھا، چنانچہ انہوں نے اپنے مذکورہ جواب کے ذریعہ واضح کیا کہ میں یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتا کہ "چالیس" سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد چالیس دن تھے، یا چالیس مہینے اور یا چالیس سال بہر حال اس حدیث میں چالیس کا لفظ مجمل نقل ہوا ہے جب کہ ایک دوسری حدیث میں یہ لفظ تفصیل کے ساتھ ہے اور وہ چالیس برس ہے پس دونوں نفخوں کے درمیان جو وقفہ ہوگا وہ چالیس سال کے برابر ہوگا۔

عجب الذنب "اس ہڈی کو کہتے ہیں جو ریڑھ کے نیچے دونوں کولھوں کے درمیان ہوتی ہے جہاں جانور کی دم کا جوڑ ہوتا ہے اور عام طور پر اس کو ریڑھ کی ہڈی سے تعبیر کیا جاتا ہے بعض روایتوں میں عجب الذنب میں "عجب" کے بجائے "عجم کا لفظ ہے ویسے جوڑ ہوتا ہے اس لئے اس کا نام عجب الذنب یا عجم الذنب ہے حاصل یہ کہ ریڑھ کی ہڈی گویا انسان کا بیج ہے کہ اسی سے ابتدائی تخلیق ہوتی ہے اور قیامت کے دن دوبارہ اسی کے ذریعہ تمام اعضاء جسمانی کو از سر نو ترتیب دیا جائے گا بس مرنے کے بعد انسان یا کوئی بھی جاندار گل سڑ کر نابود ہو جاتا ہے اور اس کے پورے جسم کی ہڈیوں کو مٹی کھا جاتی ہے مگر ریڑھ کی ہڈی نہ تو گلتی سڑتی ہے اور نہ اس کو مٹی کھاتی ہے واضح رہے کہ یہ ان لوگوں کی حالت کا بیان ہے جن کے بدن گل سڑ جاتے ہیں انبیاء علیہم السلام اس سے مستثنیٰ ہیں کیونکہ ان کا سارا بدن محفوظ رہتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء کرام کے جسموں کو کھانا حرام کیا ہے، یہی بات ان لوگوں کے حق میں کہی جاسکتی ہے جو اس بارے میں انبیاء کے حکم میں ہیں یعنی شہداء اور اولیاء اللہ اور وہ مؤذن جو محض اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے اذان دیتے ہیں چنانچہ یہ سب لوگ اپنی قبروں میں اسی طرح زندہ ہیں جس طرح اس دنیا میں زندہ لوگ ہیں۔

**143** - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ عَنْ مَالِكٍ عَنْ اَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كُلُّ ابْنِ اٰدَمَ تَاْكُلُ الْاَرْضُ اِلَّا عَجَبَ الذَّنَبِ مِنْهُ خُلِقَ وَفِيهِ يُرَكَّبُ

✧✧ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: ابن آدم (کے جسم کے) ہر حصے کو

زمین کھالے گی سوائے ریڑھ کی ہڈی کے مخصوص حصے کے کیونکہ اس سے اسے تخلیق کیا گیا اور اس سے اسے دوبارہ بنایا جائے گا۔

## شرح

حضرت ابورزین عقیلی کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ وند تعالیٰ مخلوقات کو دوبارہ کس طرح زندہ کر کے اٹھائے گا (جب کہ ان کے جسم وبدن گل سڑ کر خاک ہو چکے ہوں گے؟) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم کبھی قحط اور خشک سالی کے زمانہ میں اپنی قوم کے جنگل اور کھیتوں کے درمیان سے گزرے ہو، وہاں سبزہ کا نام ونشان تک نظر نہیں آیا ہوگا (بلکہ ساری زمین بالکل بنجر اور خشک نظر آئی ہوگی) پھر جب تم (بارش کے بعد وہاں سے گزرے ہو گے تو تمہیں (پورے علاقہ میں) لہلہاتا ہوا سبزہ نظر آیا ہوگا میں نے عرض کیا کہ ہاں ایسا ہوتا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "پس مخلوقات میں قدرت الٰہی کی یہی نشانی ہے اور اللہ تعالیٰ مردوں کو اس طرح زندہ کرے گا ان دونوں روایتوں کو زرین نے نقل کیا ہے۔

(مشکوۃ شریف، جلد پنجم، رقم الحدیث، 103)

# بَاب فِي الشَّفَاعَةِ

# باب 25: شفاعت کا بیان

**144** - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا بَسْطَامُ بْنُ حُرَيْثٍ عَنْ اَشْعَثَ الْحُدَّانِيِّ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ شَفَاعَتِي لِاَهْلِ الْكَبَائِرِ مِنْ اُمَّتِي

✧✧ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں' میری شفاعت میری امت کے کبیرہ گناہ کرنے والوں کے لئے ہوگی۔

حدیث 143:

اخرجه مسلم في "صحيحه" رقم الحديث: 2955
اخرجه ابن ماجه في "سننه" رقم الحديث: 4266
اخرجه الامام احمد في "مسنده" رقم الحديث: 9524
اخرجه الحاكم في "المستدرك" رقم الحديث: 8801
اخرجه ابويعلى في "مسنده" رقم الحديث: 6291
اخرجه النسائي في "سننه" رقم الحديث: 2077
اخرجه الامام مالك في "المؤطا" رقم الحديث: 567
اخرجه ابن حبان في "صحيحه" رقم الحديث: 3138
اخرجه النسائي في "سننه الكبرىٰ" رقم الحديث: 2204
اخرجه اسحاق بن راهويه في "مسنده" رقم الحديث: 289

حدیث 144:

اخرجه الترمذي في "جامعه" رقم الحديث: 2435
اخرجه ابن حبان في "صحيحه" رقم الحديث: 6467
اخرجه البيهقي في "سننه الكبرىٰ" رقم الحديث: 20563
اخرجه الطبراني في "معجمه الصغير" رقم الحديث: 448
اخرجه الحميدي في "مسنده" رقم الحديث: 1669
اخرجه الامام احمد في "مسنده" رقم الحديث: 13245
اخرجه الحاكم في "المستدرك" رقم الحديث: 228
اخرجه ابويعلى في "مسنده" رقم الحديث: 3284
اخرجه الطبراني في "معجمه الكبير" رقم الحديث: 749

145- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنِ الْحَسَنِ بْنِ ذَكْوَانَ حَدَّثَنَا أَبُو رَجَاءٍ قَالَ حَدَّثَنِي عِمْرَانُ بْنُ حُصَيْنٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَخْرُجُ قَوْمٌ مِنَ النَّارِ بِشَفَاعَةِ مُحَمَّدٍ فَيَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ وَيُسَمَّوْنَ الْجَهَنَّمِيِّينَ

﴿﴾ حضرت عمران بن حصین نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے جہنم سے کچھ لوگ نکلیں گے اور جنت میں داخل ہو جائیں گے اور انہیں ''جہنمیوں'' کا نام دیا جائے گا۔

## عقیدہ شفاعت سے متعلق احادیث کا بیان

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے ایسی پانچ چیزیں عطا کی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دی گئیں: ایک ماہ کی مسافت تک رعب سے میری مدد فرمائی گئی، میرے لئے تمام زمین مسجد اور پاک کرنیوالی (جائے تیمم) بنا دی گئی لہٰذا میری امت میں سے جو شخص جہاں بھی نماز کا وقت پائے وہیں پڑھ لے، میرے لئے اموال غنیمت حلال کر دیئے گئے جو مجھ سے پہلے کسی نبی کے لئے حلال نہ تھے، مجھے شفاعت عطا کی گئی، پہلے ہر نبی ایک خاص قوم کی طرف مبعوث ہوتا تھا جبکہ مجھے تمام انسانیت کی طرف مبعوث کیا گیا۔ اس حدیث کو امام بخاری، مسلم، نسائی، ابن حبان، دارمی، ابن ابی شیبہ اور دیگر بہت سے ائمہ نے روایت کیا ہے۔

أخرجه البخاري في الصحيح، كتاب: التوحيد، باب: كلام الرب عزوجل يوم القيامة مع الأنبياء وغيرهم، 6/2727، الرقم: 7072، ومسلم في الصحيح، كتاب: الإيمان، باب: أدنى أهل الجنة منزلة فيها، 1/182-184، الرقم: 193، والنسائي في السنن الكبرى، 6/330، الرقم: 11131، وأبو يعلى في المسند، 7/311، الرقم: 4350، وابن منده في الإيمان، 2/841، الرقم: 873.

معبد بن ہلال عنزی سے روایت ہے کہ ہم اہلِ بصرہ اکٹھے ہو کر حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے ملنے گئے اور ہم ان کے پاس اپنے ساتھ ثابت بُنانی کو لے گئے تاکہ وہ ان سے ہمارے لیے حدیثِ شفاعت کا سوال کریں؟ وہ اپنے گھر میں تھے۔ ہم نے انہیں نماز چاشت پڑھتے ہوئے پایا اور داخل ہونے کی اجازت مانگی تو انہوں نے اجازت دے دی آپ اپنے بچھونے پر بیٹھے تھے۔ ہم نے ثابت سے کہا: حدیث شفاعت سے قبل آپ ان سے کوئی اور سوال نہ کریں تو انہوں نے عرض کیا: ابو حمزہ! یہ آپ کے بھائی بصرہ سے آئے ہیں اور آپ سے حدیثِ شفاعت کے بارے پوچھنا چاہتے ہیں؟

انہوں نے کہا: ہمیں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن لوگ دریا کی موجوں کی مانند بے قرار ہوں گے تو وہ حضرت آدم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کریں گے: آپ اپنے رب کی بارگاہ میں ہماری شفاعت کیجئے، وہ فرمائیں گے: یہ میرا مقام نہیں، تم حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس جاؤ کیونکہ وہ اللہ کے خلیل ہیں۔ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام

حدیث 145:

اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث: 6191
اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث: 12398
اخرجه البیهقی فی "سننه الکبریٰ" رقم الحدیث: 20567
اخرجه ابویعلی فی "مسنده" رقم الحدیث: 2886
اخرجه الطبرانی فی "معجمه الکبیر" رقم الحدیث: 287
اخرجه الطیالسی فی "مسنده" رقم الحدیث: 1703

کی خدمت میں حاضر ہو جائیں گے جس پر وہ فرمائیں گے: یہ میرا منصب نہیں تم حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ کیونکہ وہ کلیم اللہ ہیں۔ پس وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں جائیں گے تو وہ فرمائیں گے: میں اس لائق نہیں تم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ کیونکہ وہ روح اللہ اور اس کا کلمہ ہیں۔ پس وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جائیں گے تو وہ فرمائیں گے: میں اس شفاعت کے قابل نہیں تم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ۔

پس لوگ میرے پاس آئیں گے تو میں کہوں گا: ہاں! اس شفاعت کے لیے تو میں ہی مخصوص ہوں۔ پھر میں اپنے رب سے اجازت طلب کروں گا تو مجھے اجازت مل جائے گی اور مجھے ایسے حمدیہ کلمات الہام کیے جائیں گے جن کے ساتھ میں اللہ کی حمد وثنا کروں گا وہ اب مجھے متحضر نہیں ہیں۔ پس میں ان محامد سے اللہ کی تعریف وتوصیف کروں گا اور اس کے حضور سجدہ ریز ہو جاؤں گا۔ سو مجھے کہا جائے گا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! اپنا سر اٹھائیں، اپنی بات کہیں، آپ کی بات سنی جائے گی، مانگیں آپ کو عطا کیا جائے گا اور شفاعت کریں آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ میں عرض کروں گا: میرے رب! میری امت، میری امت، پس فرمایا جائے گا: جاؤ اور جہنم سے ہر ایسے امتی کو نکال لو جس کے دل میں جَو کے برابر بھی ایمان ہو پس میں جا کر یہی کروں گا۔ پھر واپس آ کر ان محامد کے ساتھ اس کی حمد وثنا کروں گا اور اس کے حضور سجدہ ریز ہو جاؤں گا۔ پس کہا جائے گا: محمد صلی اللہ علیہ وسلم! اپنا سر اٹھایئے اور کہیے! آپ کو سنا جائے گا، مانگیے آپ کو عطا کیا جائے گا اور شفاعت کیجیے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ میں عرض کروں گا: اے میرے رب! میری امت، میری امت! پس فرمایا جائے گا: جاؤ اور جہنم سے اسے بھی نکال لو جس کے دل میں ذرے کے برابر یا رائی کے برابر بھی ایمان ہو۔ پس میں جا کر ایسے ہی کروں گا۔ پھر واپس آ کر انہی محامد کے ساتھ اس کی حمد وثناء بیان کروں گا اور پھر اس کے حضور سجدے میں گر جاؤں گا۔ پس فرمایا جائے گا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! اپنا سر اٹھایئے اور کہیے، آپ کو سنا جائے گا، مانگیں آپ کو عطا کیا جائے گا اور شفاعت کریں آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ میں عرض کروں گا: اے میرے پیارے رب! میری امت، میری امت، پس وہ فرمائے گا: جاؤ اور اسے بھی جہنم سے نکال دو جس کے دل میں رائی کے دانے سے بھی بہت ہی کم بہت ہی کم بہت ہی کم ایمان ہو۔ پس میں خود جاؤں گا اور جا کر ایسا ہی کروں گا۔

جب ہم حضرت انس رضی اللہ عنہ کے پاس سے نکلے تو میں نے اپنے بعض ساتھیوں سے کہا: ہمیں حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس چلنا چاہیے جو کہ ابو خلیفہ کے مکان میں روپوش ہیں اور انہیں وہ حدیث بیان کرنی چاہیے جو حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے ہم سے بیان کی ہے۔ چنانچہ ہم ان کے پاس آئے اور انہیں سلام کیا پھر انہوں نے ہمیں اجازت دی تو ہم نے ان سے کہا: ابو سعید! ہم آپ کے پاس آپ کے بھائی انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے ہاں سے ہو کر آئے ہیں اور انہوں نے ہم سے جو شفاعت کے متعلق حدیث بیان کی ہے اس جیسی حدیث ہم نے نہیں سنی۔ انہوں نے کہا: بیان کرو، ہم نے ان سے حدیث بیان کی جب اس مقام تک پہنچے تو انہوں نے کہا: (مزید) بیان کرو، ہم نے ان سے کہا: اس سے زیادہ انہوں نے بیان نہیں کی۔ انہوں نے کہا: حضرت انس رضی اللہ عنہ آج سے بیس سال قبل جب صحت مند تھے تو انہوں نے مجھ سے یہ حدیث بیان کی تھی، مجھے معلوم نہیں کہ وہ باقی بھول گئے ہیں یا اس لئے بیان کرنا ناپسند کیا ہے کہ کہیں لوگ بھروسہ نہ کر بیٹھیں۔ ہم نے کہا: ابو سعید! پھر آپ ہم سے وہ حدیث

بیان کیجئے اس پر آپ ہنسے اور فرمایا: انسان جلد باز پیدا کیا گیا ہے۔ میں نے اس کا ذکر ہی اس لئے کیا ہے کہ تم سے بیان کرنا چاہتا ہوں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے مجھ سے اسی طرح حدیث بیان کی جس طرح تم سے بیان کی۔

(مگر اس میں اتنا اضافہ کیا کہ) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں چوتھی دفعہ واپس لوٹوں گا اور اسی طرح اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کروں گا پھر اس کے حضور سجدہ ریز ہو جاؤں گا۔ پس فرمایا جائے گا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! اپنا سر اٹھائیں اور کہیں آپ کو سنا جائے گا، مانگیں آپ کو عطا کیا جائے گا اور شفاعت کریں آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ میں عرض کروں گا: اے میرے پیارے رب! مجھے اُن کی (شفاعت کرنے کی) اجازت بھی دیجئے جنہوں نے لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ کہا ہے، پس وہ فرمائے گا: مجھے اپنی عزت و جلال اور عظمت و کبریائی کی قسم! میں انہیں ضرور جہنم سے نکالوں گا جنہوں نے لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ کہا ہے۔ یہ حدیث متفق علیہ ہے۔

أخرجه البخاري في الصحيح، كتاب: التوحيد، باب قول الله: لما خلقت بيدي، 6/ 2695.2696، الرقم: 6975، وأيضا في كتاب: التفسير، باب قول الله: وعلّم آدم الأسماء كلها، 4/ 1624، الرقم: 4206، وأيضا في كتاب: الرقاق، باب: صفة الجنة والنار، 5/ 2401، الرقم: 6197، ومسلم في الصحيح، كتاب: الإيمان، باب: أدنى أهل الجنة منزلة فيها، 1/ 180، الرقم: 193، وابن ماجه في السنن، كتاب: الزهد، باب: ذكر الشفاعة، 2/ 1442، الرقم: 4312، وأحمد بن حنبل في المسند، 3/ 116، الرقم: 12174، إسناده صحيح على شرط الشيخين.

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اسی طرح قیامت کے دن مومنوں کو جمع فرمائے گا۔ وہ کہیں گے: کاش ہم اپنے رب کے پاس کوئی سفارش لے جاتے تا کہ وہ ہمیں اس حالت سے آرام عطا فرماتا۔ چنانچہ سب لوگ حضرت آدم علیہ السلام کے پاس آ کر عرض کریں گے: اے آدم! کیا آپ لوگوں کو نہیں دیکھتے، اللہ نے آپ کو اپنے ہاتھ سے پیدا کیا، آپ کو فرشتوں سے سجدہ کرایا اور آپ کو تمام چیزوں کے نام سکھائے لہٰذا ہمارے لئے اپنے رب سے سفارش کیجئے تا کہ وہ ہمیں ہماری اس حالت سے آرام عطا فرمائے۔ حضرت آدم علیہ السلام فرمائیں گے: میں اِس لائق نہیں، پھر وہ اپنی لغزش کا ان کے سامنے ذکر کریں گے جو ان سے ہوئی البتہ تم لوگ نوح علیہ السلام کے پاس جاؤ، کیونکہ وہ پہلے رسول ہیں جنہیں اللہ نے زمین والوں پر بھیجا تھا. چنانچہ سب حضرت نوح علیہ السلام کے پاس آئیں گے۔ وہ فرمائیں گے: میں اس کا اہل نہیں اور وہ اپنی لغزش یاد کریں گے جو اُن سے ہوئی، البتہ تم ابراہیم علیہ السلام کے پاس جاؤ جو اللہ کے خلیل ہیں۔ سب لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئیں گے تو وہ بھی کہیں گے: میں اس قابل نہیں اور اپنی لغزشوں کا ذکر لوگوں سے کریں گے۔ البتہ تم لوگ موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ جو اللہ کے بندے ہیں اور اللہ نے انہیں توریت دی تھی اور ان سے کلام کیا تھا. سب لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئیں گے تو وہ فرمائیں گے: میں اس کا اہل نہیں ہوں اور ان کے سامنے اپنی لغزش کا ذکر کریں گے جو ان سے ہوئی، البتہ تم لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ جو اللہ کے بندے، اس کے رسول، اس کا کلمہ اور اس کی روح ہیں۔ لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس آئیں گے تو وہ کہیں گے: میں بارگاہ الٰہی میں لب کشائی کے قابل نہیں، تم سب لوگ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ، وہ ایسے محبوب ہیں کہ ان کی عظمت کے صدقے ان کی امت کے اگلے اور پچھلے گناہ معاف کر دیے گئے ہیں۔

چنانچہ لوگ میرے پاس آئیں گے تو میں ان کے ساتھ چلوں گا اور اپنے رب سے اِذن چاہوں گا تو مجھے اذن دے دیا جائے

گا۔ پھر اپنے رب کو دیکھتے ہی اس کے لئے سجدہ میں گر پڑوں گا اور اللہ تعالیٰ جتنی دیر چاہے گا اسی حالت میں مجھے رہنے دے گا، پھر مجھ سے کہا جائے گا: محمد صلی اللہ علیہ وسلم! اٹھ کر کہیں، آپ کو سنا جائے گا، مانگیں، عطا کیا جائے گا، شفاعت کریں آپ کی شفاعت منظور کی جائے گی، پس میں اپنے رب کی تعریف ان کلماتِ تعریف سے کروں گا جو وہ مجھے سکھائے گا۔ پھر میں شفاعت کروں گا، میرے لئے حد مقرر کی جائے گی تو میں اس کے مطابق لوگوں کو جنت میں داخل کروں گا۔ پھر میں دوسری بار لوٹوں گا اور اپنے رب کو دیکھتے ہی سجدے میں گر جاؤں گا، اللہ تعالیٰ جتنی دیر تک چاہے گا مجھے اسی حالت میں رہنے دے گا۔ پھر کہا جائے گا: محمد صلی اللہ علیہ وسلم! اٹھ کر کہیں، آپ کو سنا جائے گا، مانگیں آپ کو دیا جائے گا، شفاعت کریں آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ پھر میں اپنے رب کی حمد ان کلماتِ حمد سے کروں گا جو وہ مجھے سکھائے گا۔ پھر میں شفاعت کروں گا تو میرے لئے حد مقرر کر دی جائے گی پس میں انہیں جنت میں داخل کروں گا۔ پھر میں تیسری بار لوٹوں گا تو اپنے رب کو دیکھتے ہی سجدہ میں گر جاؤں گا۔ اللہ تعالیٰ جب تک چاہے گا اسی حالت پر مجھے برقرار رکھے گا، پھر کہا جائے گا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اٹھیے! کہیے آپ کو سنا جائے گا، سوال کیجئے عطا کیا جائے گا، شفاعت کیجئے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی تو میں اپنے رب کی ان کلماتِ حمد سے تعریف کروں گا جو وہ مجھے سکھائے گا، پھر میرے لئے ایک حد مقرر کر دی جائے گی تو میں انہیں جنت میں داخل کروں گا پھر میں لوٹ کر عرض کروں گا: اے رب! اب جہنم میں کوئی باقی نہیں رہا سوائے ان کے جنہیں قرآن نے روک دیا ہے اور انہیں ہمیشہ وہیں رہنا ہے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جہنم سے وہ نکلے گا جس نے لِا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کا اقرار کیا ہوگا اور اس کے دل میں جَو کے دانے کے برابر بھی خیر ہوگی، پھر جہنم سے وہ بھی نکلے گا جس نے لِا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کہا ہوگا اور اس کے دل میں گیہوں کے برابر بھی خیر ہوگی، پھر جہنم سے وہ بھی نکلے گا جس نے لِا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کا اقرار کیا ہوگا اور اس کے دل میں ذرہ برابر خیر ہوگی۔ اس حدیث کو امام بخاری، مسلم، ابن ماجہ اور احمد نے روایت کیا ہے۔

أخرجه البخاري في الصحيح، كتاب: التفسير، باب: ذرية من حملنا مع نوح إنه كان عبدا شكورا، 4/ 1745.1747، الرقم: 4435، وأيضا في كتاب: الأنبياء، باب قول الله: ولقد أرسلنا نوحا إلى قومه، 3/ 1215-1216، الرقم: 3162، وأيضا في كتاب: الأنبياء، باب قول الله تعالى: واتخذ الله إبراهيم خليلا، 3/ 1226، الرقم: 3182، ومسلم في الصحيح، كتاب: الإيمان، باب: أدنى أهل الجنة منزلة فيها، 1/ 184، الرقم: 194، والترمذي في السنن، كتاب: صفة القيامة، باب: ما جاء في الشفاعة، 4/ 622، الرقم: 2434، وقال: هذا حديث حسن صحيح، وأحمد بن حنبل في المسند، 2/ 435، الرقم: 9623، إسناده صحيح على شرط الشيخين.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں: حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گوشت لایا گیا تو دستی کا حصہ آپ کے سامنے پیش کیا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دستی کا گوشت بہت پسند تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے دانتوں سے کاٹ کاٹ کر تناول فرمانے لگے پھر ارشاد فرمایا: قیامت کے دن میں لوگوں کا سردار ہوں گا۔ تمہیں معلوم ہے وہ کون سا دن ہوگا؟ اس دن اللہ تعالیٰ دنیا کی ابتداء سے قیامت کے دن تک کی ساری خلقت ایک چٹیل میدان میں جمع فرمائے گا کہ ایک پکارنے والے کی آواز سب کے کانوں تک پہنچ سکے گی اور ایک نظر سب کو دیکھ سکے گی اور سورج بالکل قریب ہو جائے گا۔ پس لوگوں کی پریشانی اور بے قراری اس حد تک پہنچی ہوگی جس کی انہیں نہ طاقت ہوگی اور نہ وہ برداشت کر پائیں گے۔ لوگ کہیں گے: کیا دیکھتے نہیں ہو کہ تمہیں کس طرح کی پریشانی لاحق ہوگئی ہے؟ کیا کوئی ایسا برگزیدہ بندہ نہیں ہے جو اللہ رب العزت کی بارگاہ میں تمہاری شفاعت

گرے؟

بعض لوگ بعض سے کہیں گے: تمہیں حضرت آدم علیہ السلام کے پاس چلنا چاہیے۔ لہٰذا سب لوگ حضرت آدم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کریں گے: آپ تمام انسانوں کے جدِ امجد ہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے ہاتھ سے پیدا کیا، اپنی طرف سے آپ میں روح پھونکی اور اس نے فرشتوں کو حکم دیا تو انہوں نے آپ کو سجدہ کیا لہٰذا آپ اپنے رب کے حضور ہماری شفاعت کر دیجئے۔ آپ نہیں دیکھ رہے کہ ہم کس حال کو پہنچ چکے ہیں؟ حضرت آدم علیہ السلام کہیں گے: بے شک میرا رب آج انتہائی غضب ناک ہے، اس سے پہلے اتنا غضب ناک وہ کبھی نہ ہوا تھا اور نہ بعد میں کبھی اتنا غضب ناک ہوگا۔ رب العزت نے مجھے درخت سے روکا تھا تو میں نے اس کا حکم نہ مانا، مجھے اپنی پڑی ہے، مجھے اپنی پڑی ہے، کسی اور کے پاس جاؤ، ہاں نوح علیہ السلام کے پاس جاؤ۔ چنانچہ سب لوگ حضرت نوح علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کریں گے: اے نوح! آپ (طوفان کے بعد) سب سے پہلے رسول ہیں جو اہل زمین کی طرف بھیجے گئے تھے اور آپ کو اللہ تعالیٰ نے شکر گزار بندہ کا خطاب دیا ہے، آپ ہی ہمارے لئے اپنے رب کے حضور شفاعت کر دیجئے۔ کیا آپ نہیں دیکھ رہے ہیں کہ ہم کس حالت کو پہنچ گئے ہیں؟ حضرت نوح علیہ السلام کہیں گے: میرا رب آج اتنا غضب ناک ہے کہ اس سے پہلے کبھی اتنا غضب ناک نہیں ہوا تھا اور نہ آج کے بعد کبھی اتنا غضب ناک ہوگا، مجھے ایک مقبول دعا عطا کی گئی تھی جو میں نے اپنی قوم کے خلاف کر لی تھی۔ مجھے اپنی فکر ہے، مجھے اپنی فکر ہے، مجھے تو اپنی فکر ہے، میرے سوا کسی اور کے پاس جاؤ، ابراہیم علیہ السلام کے پاس جاؤ۔

سب لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کریں گے: اے ابراہیم! آپ اللہ کے نبی اور روئے زمین میں اللہ کے خلیل ہیں، آپ اپنے رب کے حضور ہماری شفاعت کیجئے۔ کیا آپ ملاحظہ نہیں فرما رہے کہ ہم کس حالت کو پہنچ چکے ہیں؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی کہیں گے: آج میرا رب بہت غضب ناک ہے۔ اتنا غضب ناک وہ نہ پہلے ہوا تھا اور نہ آج کے بعد ہوگا۔ میں نے (بظاہر نظر آنے والے) تین جھوٹ بولے تھے، مجھے اپنی پڑی ہے، مجھے اپنی پڑی ہے، مجھے اپنی پڑی ہے، میرے سوا کسی اور کے پاس جاؤ، ہاں موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ۔ سب لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کریں گے: اے موسیٰ! آپ اللہ کے رسول ہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی رسالت اور اپنے کلام کے ذریعہ فضیلت دی۔ آپ اپنے رب کے حضور ہماری شفاعت کریں۔ کیا آپ ملاحظہ نہیں فرما رہے کہ ہم کس حالت کو پہنچ چکے ہیں؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام کہیں گے: آج اللہ تعالیٰ بہت غضب ناک ہے، اتنا غضب ناک وہ نہ پہلے کبھی ہوا تھا اور نہ آج کے بعد کبھی ہوگا، میں نے ایک شخص کو قتل کر دیا تھا حالانکہ اللہ کی طرف سے مجھے اس کا حکم نہیں ملا تھا، مجھے اپنی پڑی ہے، مجھے اپنی پڑی ہے، مجھے اپنی پڑی ہے، میرے سوا کسی اور کے پاس جاؤ، ہاں عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ۔ سب لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کریں گے: اے عیسیٰ! آپ اللہ کے رسول اور اس کا کلمہ ہیں جسے اللہ نے مریم کی طرف القاء کیا تھا اور اللہ کی طرف سے روح ہیں، آپ نے بچپن میں گہوارے میں لوگوں سے کلام کیا تھا، (لہٰذا آپ) ہماری شفاعت کیجئے، کیا آپ ملاحظہ نہیں فرما رہے کہ ہماری کیا حالت ہو چکی ہے؟ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی کہیں گے: میرا رب آج اس درجہ غضب ناک ہے کہ نہ اس سے پہلے کبھی

اتنا غضب ناک ہوا اور نہ کبھی اس کے بعد ہوگا اور آپ کسی لغزش کا ذکر نہیں کریں گے (صرف اتنا کہیں گے) مجھے اپنی پڑی ہے، مجھے اپنی پڑی ہے، مجھے اپنی پڑی ہے، میرے سوا کسی اور کے پاس جاؤ، ہاں محمد حبیبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ۔

سب لوگ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کریں گے: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آپ اللہ کے رسول اور سب سے آخری پیغمبر ہیں اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو پہلے اور بعد کے تمام گناہوں سے معصوم رکھا ہے، آپ اپنے رب کے حضور ہماری شفاعت کیجئے۔ کیا آپ ملاحظہ نہیں فرما رہے کہ ہم کس حالت کو پہنچ چکے ہیں؟ (حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ) میں آگے بڑھوں گا اور عرش تلے پہنچ کر اپنے رب عزوجل کے حضور سجدہ میں گر پڑوں گا، پھر اللہ تعالیٰ مجھ پر اپنی حمد اور حسن تعریف کے ایسے دروازے کھولے گا کہ مجھ سے پہلے کسی اور پر اس نے نہیں کھولے تھے۔ پھر کہا جائے گا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! اپنا سر اٹھایئے، سوال کیجئے آپ کو عطا کیا جائے گا اور شفاعت کیجئے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ پس میں اپنا سر اٹھا کر عرض کروں گا: میرے رب میری امت! میرے رب میری امت! میرے رب میری امت! کہا جائے گا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! اپنی امت کے ان لوگوں کو جن پر کوئی حساب و کتاب نہیں ہے جنت کے دائیں دروازے سے داخل کیجئے ویسے انہیں اختیار ہے کہ جس دروازے سے چاہیں دوسرے لوگوں کے ساتھ داخل ہو سکتے ہیں۔ پھر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، جنت کے دروازے کے دونوں کناروں میں اتنا فاصلہ ہے جتنا مکہ اور حمیر میں ہے یا جتنا مکہ اور بصری میں ہے۔ اس حدیث کو امام بخاری، مسلم، ترمذی اور احمد نے روایت کیا ہے۔

أخرجه مسلم في الصحيح، كتاب: الإيمان، باب: أدنى أهل الجنة منزلة فيها، 1 / 187، الرقم: 195، وأبو يعلى في المسند، 11 / 81، الرقم: 6216، والحاكم في المستدرك، 4 / 631، الرقم: 8749، والبزار في المسند، 7 / 260، الرقم: 2840، وابن منده في الإيمان، 2 / 753، الرقم: 883، والمنذري في الترغيب والترهيب، 4 / 231، الرقم: 5493.

حضرات ابو ہریرہ اور حذیفہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تمام لوگوں کو جمع فرمائے گا تو مؤمنین کے کھڑے ہونے پر جنت ان کے قریب کر دی جائے گی، پھر وہ حضرت آدم علیہ السلام کے پاس جا کر عرض کریں گے: اے ہمارے ابا جان! ہمارے لئے جنت کا دروازہ کھلوایئے۔ وہ فرمائیں گے: تمہارے باپ کی ایک لغزش نے ہی تم کو جنت سے نکالا تھا۔ میرا یہ منصب نہیں، میرے بیٹے ابراہیم علیہ السلام کے پاس جاؤ جو اللہ تعالیٰ کے خلیل ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت ابراہیم علیہ السلام فرمائیں گے میرا یہ مقام نہیں ہے، میرے خلیل ہونے کا مقام، مقامِ شفاعت سے بہت پیچھے ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس چلے جاؤ جن کو اللہ تعالیٰ نے شرف کلام سے نوازا ہے، پھر لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں جائیں گے تو وہ فرمائیں گے: میرا یہ منصب نہیں ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ جو اللہ تعالیٰ کے کلمہ اور اس کی روح ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے: میرا یہ مقام نہیں۔

پس وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں گے تو آپ کھڑے ہوں گے اور آپ کو شفاعت کا اذن دیا جائے گا۔ علاوہ ازیں امانت اور رحم کو چھوڑ دیا جائے گا اور وہ دونوں پل صراط کے دائیں بائیں کھڑے ہو جائیں گے۔ تم میں سے پہلا شخص پل صراط سے

بجلی کی طرح گزرے گا۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: میرے میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں بجلی کی طرح کونسی چیز گزرتی ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم نے بجلی کی طرف نہیں دیکھا کہ کس طرح گزرتی ہے اور پلک جھپکنے سے پہلے لوٹ آتی ہے۔ پھر لوگ پل صراط سے آندھی کی طرح گزریں گے، اس کے بعد پرندوں کی رفتار سے اور اس کے بعد آدمیوں کے دوڑنے کی آواز سے گزریں گے۔ ہر شخص کی رفتار اس کے اعمال کے مطابق ہوگی اور تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پل صراط پر کھڑے ہو کر کہہ رہے ہوں گے: اے رب! ان کو سلامتی سے گزار دے، ان کو سلامتی سے گزار دے پھر ایک وقت وہ آئے گا کہ بندوں کے اعمال انہیں عاجز کر دیں گے اور لوگوں میں چلنے کی طاقت نہیں ہوگی اور وہ اپنے آپ کو گھسیٹتے ہوئے پل صراط سے گزریں گے۔ پل صراط کے دونوں جانب لوہے کے کانٹے لٹکے ہوں گے اور جس شخص کے بارے میں حکم ہوگا اس کو یہ پکڑ لیں گے بعض ان کی وجہ سے زخمی حالت میں نجات پا جائیں گے اور بعض ان سے الجھ کر دوزخ میں گر جائیں گے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں ابو ہریرہ کی جان ہے جہنم کی گہرائی ستر سال کی مسافت کے برابر ہے۔ اسے امام مسلم، ابو یعلی اور حاکم نے روایت کیا ہے۔ امام حاکم نے کہا ہے: شیخین (بخاری و مسلم) کی شرط پر یہ حدیث صحیح ہے۔

(أخرجه الشافعي في السنن المأثورة، 1/242، الرقم: 185، والحميدي في المسند، 2/421، الرقم: 945.)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے پانچ ایسی چیزیں عطا کی گئیں جو مجھ سے پہلے کسی کو نہیں دی گئیں: میرے لئے تمام روئے زمین مسجد اور پاک کرنیوالی (جائے تیمّم) بنا دی گئی، اور رعب کے ذریعے میری مدد فرمائی گئی، میرے لئے اموال غنیمت حلال کر دیئے گئے، اور مجھے ہر سرخ و سفید کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہے، اور مجھے شفاعت عطا کی گئی ہے۔ اسے امام شافعی اور حمیدی نے روایت کیا ہے۔

أخرجه أحمد بن حنبل في المسند، 1/301، الرقم: 2742، وابن أبي شيبة في المصنف، 6/303، الرقم: 31643، وعبد بن حميد في المسند، 1/215، الرقم: 643، والطبراني في المعجم الكبير، 11/73، الرقم: 11085، والهيثمي في مجمع الزوائد، 8/258.

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ بے شک حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے ایسی پانچ چیزیں عطا کی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دی گئیں اور میں انہیں فخریہ بیان نہیں کرتا: مجھے تمام لوگوں سرخ و سیاہ کی طرف مبعوث کیا گیا ہے، ایک ماہ کی مسافت تک رعب سے میری مدد فرمائی گئی، میرے لئے اموال غنیمت حلال کر دیئے گئے جو مجھ سے پہلے کسی کے لئے حلال نہ تھے، اور میرے لئے تمام روئے زمین مسجد اور پاک کرنیوالی (جائے تیمم) بنا دی گئی، اور مجھے شفاعت عطا کی گئی ہے، پس میں نے اسے اپنی امت کے لیے مؤخر کر دیا تو وہ ہر اس شخص کے لیے ہوگی جو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراتا ہو۔ اسے امام احمد بن حنبل اور ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے۔ امام ہیثمی نے کہا ہے: امام احمد کے رُواۃ صحیح حدیث کے رجال ہیں سوائے یزید بن ابی زیاد کے، ان کی روایت حسن ہوتی ہے۔

أخرجه أحمد بن حنبل في المسند، 4/416، الرقم: 19735، وابن أبي شيبة في المصنف، 6/304، الرقم: 31645، والهيثمي في مجمع الزوائد، 8/258.

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے پانچ چیزیں عطا کی گئی ہیں: مجھے

سرخ وسیاہ (تمام لوگوں) کی طرف مبعوث کیا گیا ہے، میرے لئے تمام روئے زمین پاک کرنیوالی (جائے تیمم) اور مسجد بنادی گئی، میرے لئے اموالِ غنیمت حلال کردیئے گئے جو مجھ سے پہلے کسی کے لئے حلال نہ تھے، ایک ماہ کی مسافت تک رعب سے میری مدد فرمائی گئی، اور مجھے شفاعت عطا کی گئی ہے، اور ہر نبی نے شفاعت کا سوال کیا تھا اور بے شک میں نے اپنی شفاعت کو ذخیرہ کردیا ہے پھر میں اس کو اپنی امت کے ہر اس شخص کے لیے کروں گا جو اس حال میں مرا ہو کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراتا ہو۔

اسے امام احمد اور ابنِ ابی شیبہ نے روایت کیا ہے۔ امام ہیثمی نے کہا ہے: امام احمد کے رجال حدیثِ صحیح کے رجال ہیں۔

أخرجه أحمد بن حنبل في المسند، 5 / 161، الرقم: 21435، حديث صحيح، وهذا إسناد رجاله ثقات رجال الشيخين، والدارمي في السنن، 2 / 295، الرقم: 2467 بألفاظه صلى الله عليه وسلم: وَنُصِرْتُ بِالرُّعْبِ شَهْرًا يُرْعَبُ مِنِّي الْعَدُوُّ مَسِيرَةَ شَهْرٍ وَقِيلَ لِي: سَلْ تُعْطَهْ فَاخْتَبَأْتُ دَعْوَتِي شَفَاعَةً لِأُمَّتِي، والبزار في المسند، 9 / 461، الرقم: 4077، والطيالسي في المسند، 1 / 64، الرقم: 472، والهيثمي في مجمع الزوائد، 8 / 259، وقال: رواه أحمد، ورجاله رجال الصحيح، وأيضاً في 10 / 371، وقال: رواه البزار بإسنادين حسنين.

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے پانچ چیزیں عطا کی گئیں: میرے لئے تمام روئے زمین پاک کرنیوالی (جائے تیمم) اور مسجد بنادی گئی، میرے لئے اموالِ غنیمت حلال کردیئے گئے جو مجھ سے پہلے کسی نبی کے لئے حلال نہ تھے، ایک ماہ کی مسافت تک کے رعب سے دشمن پر میری مدد فرمائی گئی، مجھے ہر سرخ وسیاہ (تمام لوگوں) کی طرف مبعوث کیا گیا، اور مجھے شفاعت عطا کی گئی ہے، اور وہ میری امت کے ہر اس شخص کو پہنچنے والی ہے جو اللہ کے ساتھ کوئی شریک نہیں ٹھہراتا ہوگا۔ حجاج (راوی) کہتے ہیں: جو اس حال میں مرا ہو کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراتا ہو۔ اسے امام احمد، دارمی، بزار اور طیالسی نے روایت کیا ہے۔ اس حدیث کے رجال صحیح حدیث کے رجال ہیں۔

أخرجه أحمد بن حنبل في المسند، 2 / 222، الرقم: 7068، صحيح، إسناده حسن، والبيهقي في السنن الكبرى، 1 / 222، والمنذري في الترغيب والترهيب، 4 / 233، الرقم: 5497، وقال: رواه أحمد بإسناد صحيح، والهيثمي في مجمع الزوائد، 10 / 367، وقال: رواه أحمد، ورجاله ثقات، واللالكائي في شرح أصول اعتقاد أهل السنة، 4 / 487، الرقم: 1451، وابن كثير في تفسير القرآن العظيم، 2 / 256.

حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد وہ اپنے دادا (عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ) سے روایت کرتے ہیں کہ بے شک حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ تبوک کے سال ایک رات نماز پڑھتے ہوئے قیام فرمایا تو آپ کے صحابہ میں سے بعض اشخاص آپ کی حفاظت کرتے ہوئے آپ کے پیچھے جمع ہو گئے یہاں تک کہ آپ نماز سے فارغ ہو گئے تو آپ نے ان کی طرف پلٹ کر ان سے فرمایا: اس رات مجھے پانچ چیزیں عطا کی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی کو نہیں دی گئیں: مجھے تمام عامۃ الناس کی طرف بھیجا گیا ہے جبکہ مجھ سے پہلے ہر نبی کو اپنی قوم کی طرف بھیجا جاتا تھا، اور رعب سے دشمن پر میری مدد فرمائی گئی اگرچہ میرے اور ان کے درمیان ایک ماہ کی مسافت تک کا فاصلہ ہو اس کو خوف سے بھر دیا جاتا ہے، اور میرے لئے اموالِ غنیمت حلال کردیئے گئے کہ میں انہیں کھاتا ہوں جبکہ مجھ سے پہلے اس کے کھانے کو بھاری سمجھتے تھے اور وہ اسے جلا دیتے تھے، اور میرے لئے تمام روئے زمین مساجد اور پاک کرنیوالی (جائے تیمم) بنادی گئی جہاں کہیں بھی نماز مجھے پائے میں مسح کرکے نماز پڑھ لوں جبکہ مجھ سے پہلے لوگ اس کی تعظیم کیا کرتے تھے وہ صرف کلیساؤں اور گرجا گھروں (عبادت گاہوں) میں عبادت کرتے تھے، اور پانچویں خصوصیت مجھ سے

کہا گیا: سوال کیجیے؟ کیونکہ ہر نبی نے سوال کیا ہے تو میں نے اپنے سوال کو قیامت تک کے لیے مؤخر کر دیا ہے، پس وہ تمہارے لیے ہے اور اس شخص کے لیے جس نے گواہی دی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اسے امام احمد اور بیہقی نے روایت کیا ہے۔ اس حدیث کی اسناد صحیح ہے۔ 11: أخرجه ابن حبان فی الصحیح، 14/ 309، الرقم: 6399، والہیثمی فی موارد الظمآن، 1/ 523، الرقم: 2125.

حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے چار ایسی چیزیں عطا کی گئیں جو ہم سے پہلے کسی کو نہیں دی گئیں اور پانچویں عطا یہ کہ میں نے اپنے رب سے سوال کیا تو اس نے مجھے عطا کیا: (ہر) نبی کو اس کی بستی کی طرف مبعوث کیا جاتا تھا اور وہ اس سے تجاوز نہیں کرتا تھا جبکہ مجھے تمام لوگوں کی طرف مبعوث کیا گیا ہے، اور ہمارا دشمن ہم سے ایک ماہ کی مسافت سے خوفزدہ ہو جاتا ہے، اور میرے لئے تمام روئے زمین پاک کرنیوالی (جائے تیمم) اور مساجد بنا دی گئی، اور ہمارے لئے خمس حلال کر دیا گیا ہے جبکہ ہم سے پہلے کسی کے لئے حلال نہ تھا اور میں نے اپنے رب سے پانچواں سوال کیا: میں نے اس سے یہ سوال کیا کہ کوئی بھی میرا امتی جو اسے توحید کی حالت میں ملے پس وہ اسے جنت میں داخل فرمائے تو اس نے مجھے یہ عطا کر دیا۔ اسے امام ابن حبان نے روایت کیا ہے۔

أخرجه أحمد فی المسند، 1/ 4.5، رقم: 15، وابن حبان فی الصحیح، 14/ 395393.، الرقم: 6476، وأبو یعلی فی المسند، 1/ 44.45، الرقم: 52، والبزار فی المسند، 1/ 151149.، الرقم: 76، والہیثمی فی مجمع الزوائد، 10/ 375، وقال: رجالہم ثقات.

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ایک دن حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صبح کے وقت تشریف لائے تو نمازِ فجر ادا کر کے تشریف فرما ہوئے یہاں تک کہ چاشت کا وقت ہو گیا تو آپ (کسی بات پر) مسکرائے، پھر اپنی جگہ تشریف فرما رہے یہاں تک کہ نمازِ ظہر، عصر، مغرب اور عشاء ادا فرمائی، اس دوران آپ نے کوئی گفتگو نہ فرمائی یہاں تک کہ آپ عشاء ادا کر کے اپنے اہلِ خانہ کے پاس تشریف لے گئے۔ پس لوگوں نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کہا: آپ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیوں نہیں کرتے کہ اس کی کیا وجہ ہے آج آپ نے جو کیا اس سے قبل کبھی اس طرح نہیں کیا؟ راوی بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں! دنیا اور آخرت کے معاملات میں سے جو کچھ ہونے والا تھا مجھ پر پیش کیا گیا، اولین اور آخرین کو ایک میدان میں جمع کیا گیا، پس لوگ گھبرا کر حضرت آدم علیہ السلام کے پاس آئیں گے اور قریب تھا کہ وہ پسینے میں ڈوب جاتے۔ عرض کریں گے: اے آدم علیہ السلام! آپ تمام انسانوں کے باپ ہیں اور آپ ہی ہیں جو اللہ تعالیٰ کے منتخب ہیں اپنے رب کی بارگاہ میں ہماری شفاعت کیجئے۔ وہ فرمائیں گے: مجھے بھی اس طرح پریشانی ہے جس طرح تمہیں ہے۔ تم اپنے (پہلے) باپ کے بعد دوسرے باپ نوح علیہ السلام کے پاس جاؤ (بے شک اللہ نے آدم کو اور نوح کو اور آلِ ابراہیم کو اور آلِ عمران کو سب جہان والوں پر (بزرگی میں) منتخب فرمایا ہے ٥) (آل عمران، 3:33) پس لوگ مل کر حضرت نوح علیہ السلام کے پاس جائیں گے اور کہیں گے: اپنے رب کی بارگاہ میں ہماری شفاعت کیجئے آپ کو اللہ تعالیٰ نے منتخب فرمایا اور آپ کی دعا کو قبول فرمایا اور روئے زمین پر کسی کافر کو بستا ہوا نہ چھوڑا۔ آپ فرمائیں گے: شفاعت کا منصب میرے پاس نہیں۔ ابراہیم علیہ السلام کے پاس چلے جاؤ، بے شک اللہ تعالیٰ نے ان کو خلیل

بنایا تو وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس جائیں گے۔ آپ فرمائیں گے: یہ منصب میرے پاس نہیں البتہ تم موسیٰ علیہ السلام کے پاس چلے جاؤ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان سے بلاواسطہ گفتگو فرمائی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے: یہ منصب میرے پاس نہیں لیکن تم عیسیٰ علیہ السلام کے پاس چلے جاؤ کیونکہ انہوں نے مادرزاد اندھوں اور برص زدہ مریضوں کو (اللہ کے حکم سے) ٹھیک کر دیا اور مردوں کو زندہ کر دیا۔ پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے: میرے پاس شفاعت کا یہ منصب نہیں البتہ تم اولادِ آدم کے سردار کے پاس چلے جاؤ کیونکہ آپ ہی وہ ہستی ہیں جن کے لئے سب سے پہلے زمین پھٹ جائے گی تم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں چلے جاؤ وہ اللہ کے حضور تمہاری شفاعت کریں گے۔

راوی فرماتے ہیں: آپ صلی اللہ علیہ وسلم جائیں گے تو حضرت جبرئیل علیہ السلام رب کے پاس آئیں گے، پس اللہ رب العزت فرمائیں گے: اُن کو شفاعت کی اجازت دے دو اور جنت کی خوشخبری سناؤ۔ فرمایا: پھر جبرئیل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں جائیں گے (یہ خبر سننے کے بعد) آپ صلی اللہ علیہ وسلم مقدارِ جمعہ کے برابر سجدہ میں پڑے رہیں گے، اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! اپنا سر اٹھایئے اور کہیے سنا جائے گا، شفاعت کیجئے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا سر انور اٹھائیں گے تو یکایک اپنے رب کا دیدار کرتے ہی پھر دوسری بار جمعہ کی مقدار کے برابر سجدہ میں پڑے رہیں گے۔ پس اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! اپنا سر اٹھایئے، کہیے سنا جائے گا اور شفاعت کیجئے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ آپ پھر سجدہ ریز ہونا چاہیں گے تو جبرئیل علیہ السلام آپ کو دونوں بازوؤں سے پکڑ لیں گے، پھر اللہ تعالیٰ آپ پر ایسے دعائیہ کلمات منکشف فرمائے گا کہ آج تک کسی فردِ بشر پر نہیں فرمائے۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم عرض کریں گے: اے پروردگار! تو نے مجھے اولادِ آدم کا سردار بنایا اور میں یہ بات بطور فخر نہیں کہتا اور سب سے پہلے قیامت کے دن مجھ ہی سے زمین شق ہوگی یہاں تک کہ روزِ قیامت (بعدازاں) مجھ پر حوض پیش کیا جائے گا جس کی حدود صنعاء اور ایلہ کے درمیانی علاقہ کے برابر ہوں گی۔۔۔۔ الی آخر الحدیث۔

اسے امام احمد بن حنبل، ابن حبان، ابو یعلی اور بزار نے روایت کیا ہے۔ اس حدیث کی اسناد حسن ہے۔

أخرجه أحمد بن حنبل في المسند، 1/281، الرقم: 2546، وأبو يعلى في المسند، 4/215.216، الرقم: 2328، والهيثمي في مجمع الزوائد، 10/372.

ابونضرہ نے روایت کرتے ہوئے کہا: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بصرہ کے منبر پر ہمیں خطبہ دیتے ہوئے کہا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی نبی ایسا نہیں گزرا جس کے حصہ میں مقبول دعا نہ آئی ہو جو دنیا میں پوری ہوئی اور میں نے اپنی دعا کو اپنی امت کی شفاعت کے لئے ذخیرہ کر دیا ہے۔ میں قیامت کے دن تمام بنی آدم کا سردار ہوں گا مگر یہ بات بطور فخر نہیں کہتا، میں ہی وہ شخص ہوں جس پر سب سے پہلے زمین (قبر) کھل جائے گی مگر یہ بات بطور فخر نہیں کہتا اور میرے ہاتھوں میں لواءِ حمد ہوگا اور یہ بات بطور فخر نہیں کرتا۔ حضرت آدم اور ان کے علاوہ تمام انبیاء میرے جھنڈے تلے ہوں گے اور یہ بات بطور فخر نہیں کہتا۔ قیامت کا دن لوگوں کیلئے لمبا ہو جائے گا تو ان میں سے بعض بعض سے کہیں گے: ہمارے ساتھ ابو البشر حضرت آدم علیہ السلام کے پاس چلو تا کہ وہ اللہ رب العزت کی بارگاہ میں ہماری شفاعت کریں جس کی وجہ سے اللہ رب العزت ہمارا فیصلہ فرمائے۔

وہ حضرت آدم علیہ السلام کے پاس حاضر ہو کر کہیں گے: اے آدم علیہ السلام! آپ ہی وہ شخصیت ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے دستِ قدرت سے تخلیق فرمایا، آپ کو اس نے اپنی جنت میں ٹھہرایا اور اس نے فرشتوں سے آپ کو سجدہ کرایا۔ اپنے رب کی بارگاہ میں ہماری شفاعت کیجئے تا کہ ہمارے درمیان فیصلہ فرمائے۔ پس وہ کہیں گے: میں اس منصب پر فائز نہیں ہوں اپنی لغزش کی وجہ سے میں جنت سے نکالا گیا اور آج کے دن مجھے اپنا غم ہے لیکن تم نوح علیہ السلام کے پاس جاؤ جو نبیوں کے سردار ہیں۔

پس وہ حضرت نوح علیہ السلام کے پاس آئیں گے اور کہیں گے: اے نوح علیہ السلام! اپنے رب کی بارگاہ میں ہماری شفاعت کیجئے تا کہ وہ ہمارے درمیان فیصلہ فرمائے۔ آپ فرمائیں گے: میرا یہ منصب نہیں میں نے ایک دعا کی جس سے اہل ارض غرق ہو گئے۔ آج کے دن مجھے اپنا غم ہے البتہ تم ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے پاس جاؤ۔ تمام لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس حاضر ہوں گے اور کہیں گے: اے ابراہیم علیہ السلام! اپنے رب کی بارگاہ میں ہماری شفاعت کیجئے تا کہ وہ ہمارے درمیان فیصلہ فرما دیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کہیں گے: میں اس منصب پر فائز نہیں ہوں میں نے اسلام میں (بظاہر) تین جھوٹ بولے تھے۔ خدا کی قسم اگر کوئی اور شخص ایسی باتوں کے ساتھ حیلہ طلب کرتا ہے تو وہ دین سے نکل جاتا ہے۔ (ان باتوں میں سے) آپ کا کہنا (میری طبیعت مضمحل ہےo) (القرآن، الصافات، 89:37) دوسری بات (بلکہ یہ (کام) ان کے اس بڑے (بت) نے کیا ہوگا تم ان (بتوں) سے ہی پوچھو اگر وہ بول سکتے ہیںo) (القرآن، الانبیاء، 89:21) اور آپ کا اپنی زوجہ کو جب آپ بادشاہ کے پاس آئے میری بہن کہنا۔ (ابراہیم علیہ السلام کہیں گے) آج کے دن مجھے اپنا غم ہے لیکن تم لوگ موسیٰ علیہ السلام کے پاس چلے جاؤ جنہیں اللہ نے اپنی رسالت اور کلام سے منتخب کیا۔

لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آ کر کہیں گے: اے موسیٰ علیہ السلام! آپ ہی وہ شخصیت ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی رسالت کے لئے منتخب فرمایا اور آپ کے ساتھ کلام کیا لہٰذا آپ اپنے رب کی بارگاہ میں ہماری شفاعت فرمائیں تا کہ وہ ہمارے درمیان فیصلہ فرما دے۔ پس آپ فرمائیں گے: میں اس منصب پر فائز نہیں ہوں۔ میں نے ایک شخص کو بغیر قصاص کے قتل کیا تھا اور یہ کہ آج مجھے اپنا غم ہے لیکن تم عیسیٰ علیہ السلام کے پاس چلے جاؤ جو اللہ کی روح اور اس کا کلمہ ہے۔ پس وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس آئیں گے اور کہیں گے: آپ اپنے رب کی بارگاہ میں ہماری شفاعت فرمائیں تا کہ وہ ہمارے درمیان فیصلہ فرما دے۔ وہ فرمائیں گے: میں اس منصب پر فائز نہیں ہوں، مجھے اللہ کے سوا معبود بنا لیا گیا اور آج کے دن مجھے اپنا غم ہے لیکن کیا تم لوگوں نے دیکھا ہے کہ اگر کوئی سامان کسی مہر لگے برتن کے اندر ہو تو کیا کوئی اس کے اندر تک بغیر مہر توڑے رسائی حاصل کر سکتا ہے؟ وہ کہیں گے: نہیں! تو آپ فرمائیں گے: بے شک حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں اور آپ آج کے دن اس حال میں موجود ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو پہلے اور بعد کے ہر گناہ سے معصوم رکھا ہوا ہے۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پس لوگ میرے پاس آ کر کہیں گے: اے محمد! اپنے رب کی بارگاہ میں ہماری شفاعت کیجئے تا کہ وہ ہمارے درمیان فیصلہ فرمائے تو میں کہوں گا: یہ میرا ہی منصب ہے حتی کہ اللہ تعالیٰ شفاعت کی اجازت عطا فرمائے گا جس کو چاہے گا اور جس سے راضی ہوگا۔ جب اللہ تعالیٰ ارادہ فرمائے گا کہ اپنی مخلوق کے درمیان فیصلہ فرما دے، ایک آواز

دینے والا آواز دے گا: کہاں ہیں احمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی امت؟ پس ہم آخر میں آنے والے اور سب سے پہلے جنت میں جانے والے ہیں، ہم آخری امت ہیں اور وہ ہیں جن کا سب سے پہلے حساب لیا جائے گا، ہمارے راستے سے باقی امتوں کو ہٹا دیا جائے گا۔ ہم اس حال میں چلیں گے کہ ہماری پیشانیاں وضو کے اثر کی وجہ سے چمک رہی ہوں گی۔ دوسری امتیں کہیں گی: امت کا یہ گروہ تو سارے کے سارے انبیاء لگتے ہیں۔ میں باب جنت پر آجاؤں گا، دروازے کی کنڈی پکڑ کر دروازہ کھٹکاؤں گا تو پوچھا جائے گا: آپ کون ہیں؟ میں کہوں گا: میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہوں پس میرے لئے دروازہ کھول دیا جائے گا۔ اللہ رب العزت (اپنی شان کے مطابق) اپنی کرسی پر تشریف فرما ہوگا یا تخت پر تو میں اللہ رب العزت کیلئے سجدہ میں گر پڑوں گا اور ایسے تعریفی کلمات کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کروں گا جن کے ساتھ نہ مجھ سے پہلے اللہ تبارک وتعالیٰ کی کسی نے تعریف کی ہے اور نہ میرے بعد کوئی ان کے ساتھ اللہ کی حمد وثنا کرے گا۔ کہا جائے گا: محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! اپنا سر اٹھائیے، سوال کیجئے آپ کو عطا کیا جائے گا، کہیے آپ کو سنا جائے گا اور شفاعت کیجئے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ میں اپنا سر اٹھا کر عرض کروں گا: اے رب! میری امت، میری امت۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ہر اس شخص کو جہنم سے نکال لیجئے جس کے دل میں اتنی اتنی مقدار کا ایمان ہو (حماد راوی کو صحیح مقدار یاد نہیں رہی)۔ میں دوبارہ سجدہ ریز ہو کر اسی طرح عرض کروں گا تو مجھے کہا جائے گا: اپنا سر اٹھائیے، کہیے آپ کو سنا جائے گا، سوال کیجئے آپ کو عطا کیا جائے گا اور شفاعت کیجئے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ میں کہوں گا: اے رب! میری امت، میری امت تو وہ فرمائے گا: جہنم سے اسے بھی نکال لیجئے جس کے دل میں اتنی اتنی مقدار میں ایمان ہو۔ یہ لوگ پہلے سجدہ سے نکالے جانے والوں کے علاوہ ہوں گے۔ پھر تیسری بار میں سجدہ ریز ہو کر اسی طرح عرض کروں گا تو مجھے کہا جائے گا: اپنا سر اٹھائیے، کہیے آپ کو سنا جائے گا، سوال کیجئے عطا کر دیا جائے گا اور شفاعت کیجئے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ پس میں کہوں گا: اے رب! میری امت، میری امت تو وہ فرمائے گا: جہنم سے اس کو بھی نکال لیجئے جس کے دل میں اتنی اتنی مقدار میں ایمان ہو۔ یہ تعداد پہلی تعدادوں کے علاوہ ہوگی۔

اسے امام احمد اور ابو یعلی نے روایت کیا ہے۔ امام ہیثمی نے کہا ہے: اس میں ایک راوی علی بن زید ہے جسے ضعف کی وجہ سے ثقہ قرار دیا گیا ہے باقی ان کے رجال صحیح ہیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: قیامت کے دن جملہ مخلوقات میں سب سے پہلے میری زمین شق ہوگی اور میں یہ بات بطور فخر نہیں کہتا، حمد کا جھنڈا مجھے تھمایا جائے گا اور یہ بات بطور فخر نہیں کہتا، قیامت کے دن میں تمام لوگوں کا سردار ہوں گا اور یہ بات بطور فخر نہیں کہتا اور میں ہی وہ پہلا شخص ہوں گا جو سب سے پہلے جنت میں جائے گا اور میں یہ بات بطور فخر نہیں کہتا۔

میں جنت کے دروازے کے پاس آکر اس کی کنڈی پکڑ لوں گا تو فرشتے پوچھیں گے: یہ کون ہیں؟ میں کہوں گا: میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہوں۔ وہ میرے لئے دروازہ کھولیں گے تو میں اندر داخل ہوں گا۔ اللہ تعالیٰ میرے سامنے جلوہ افروز ہوگا تو میں سجدہ ریز ہو جاؤں گا، پس اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! اپنا سر اٹھائیے اور کلام کیجئے آپ کو سنا جائے گا، اور کہیے آپ کی بات

قبول کی جائے گی اور شفاعت کیجئے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ میں اپنا سر اٹھا کر عرض کروں گا: میرے رب! میری امت، میری امت۔ پس اللہ تعالیٰ فرمائے گا اپنی امت کے پاس چلے جائیے اور جس کے دل میں جَو کے دانے کے برابر ایمان پائیں اس کو جنت میں داخل کیجئے۔ میں آ کر جس کے دل میں اتنا ایمان پاؤں گا تو اُسے جنت میں داخل کر دوں گا۔

پھر اچانک دیکھوں گا کہ اللہ تعالیٰ میرے سامنے جلوہ افروز ہے تو میں سجدہ ریز ہو جاؤں گا، پس اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! اپنا سر اٹھائیے اور گفتگو کیجئے آپ سے سنا جائے گا، اور کہیے آپ کی بات قبول کی جائے گی اور شفاعت کیجئے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ میں اپنا سر اٹھا کر عرض کروں گا: اے میرے رب! میری امت، میری امت۔ پس اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اپنی امت کے پاس چلے جائیے اور جس کے دل میں آدھے جَو کے دانے کے برابر ایمان پائیں اس کو جنت میں داخل کیجئے۔ پس میں جاؤں گا اور جس کے دل میں اتنی مقدار میں ایمان پاؤں گا ان کو بھی جنت میں داخل کروں گا۔

پھر اچانک دیکھوں گا کہ اللہ رب العزت میرے سامنے جلوہ افروز ہے تو میں سجدہ ریز ہو جاؤں گا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: محمد صلی اللہ علیہ وسلم! اپنا سر اٹھائیے اور گفتگو کیجئے آپ سے سنا جائے گا، اور کہیے آپ کی بات قبول کی جائے گی اور شفاعت کیجئے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ میں اپنا سر اٹھا کر عرض کروں گا: میری امت، میری امت. پس اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اپنی امت کے پاس چلے جائیے اور جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر ایمان موجود ہو اس کو جنت میں داخل کیجئے، میں جاؤں گا اور جن کے دل میں ایمان کی اتنی مقدار پاؤں گا ان کو بھی جنت میں داخل کروں گا۔

اللہ تعالیٰ لوگوں کے حساب سے فارغ ہو جائے گا اور میری امت میں سے باقی جو لوگ بچ جائیں گے وہ اہل نار کے ساتھ دوزخ میں داخل ہوں گے۔ پس دوزخ والے لوگ ان کو طعنہ دیں گے: تمہیں اس چیز نے کوئی فائدہ نہیں دیا کہ تم اللہ کی عبادت کیا کرتے تھے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتے تھے؟ اس پر اللہ رب العزت فرمائے گا: مجھے اپنی عزت کی قسم! میں ان کو ضرور جہنم کی آگ سے نجات دوں گا۔ پس ان کی طرف فرشتہ بھیجے گا تو وہ اس حال میں اس سے نکلیں گے کہ بری طرح جھلس گئے ہوں گے، پھر وہ نہر حیات میں داخل ہوں گے تو اس میں سے اس طرح نکلیں گے جس طرح پانی کے کنارے دانہ اگتا ہے۔ ان کے ماتھے کے درمیان لکھ دیا جائے گا یہ عُتَقَاءُ اللہ (اللہ کے آزاد کردہ) ہیں۔ وہ فرشتہ ان کو لے جائے گا اور جنت میں داخل کرے گا۔ اہلِ جنت انہیں کہیں گے: یہ لوگ جہنمی ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: یہ عُتَقَاءُ الجَبَّار (اللہ تعالیٰ جبّار کے آزاد کردہ) ہیں۔ اسے امام احمد اور دارمی نے روایت کیا ہے۔ اس حدیث کی اِسناد ٹھیک ہے۔

أخرجه الدارمي في السنن، 2/421، الرقم: 2804، والطبراني في المعجم الكبير، 17/320، الرقم: 887.

حضرت عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: جب اللہ تعالیٰ اوّلین و آخرین کو جمع فرمائے گا اور حساب کتاب کے فیصلے سے فارغ ہو جائے گا۔ مومن کہیں گے: ہمارے رب نے ہمارے درمیان فیصلہ فرما دیا پس کون ہمارے رب کی بارگاہ میں ہماری شفاعت کرے گا؟ وہ (آپس میں) کہیں گے: حضرت آدم علیہ السلام کے پاس چلو، اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے دستِ قدرت سے پیدا فرمایا اور ان کے ساتھ گفتگو فرمائی۔ وہ ان کے پاس حاضر ہو کر

عرض کریں گے: کھڑے ہو جائیے اور اپنے رب کی بارگاہ میں ہماری شفاعت کیجئے۔ آدم علیہ السلام فرمائیں گے: تم لوگ نوح علیہ السلام کے پاس چلے جاؤ پس وہ حضرت نوح علیہ السلام کے پاس آئیں گے۔ وہ انہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس جانے کا کہیں گے۔ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئیں گے تو وہ انہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس بھیج دیں گے۔ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے آئیں گے تو وہ انہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس بھیج دیں گے۔ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس آئیں گے تو وہ فرمائیں گے میں نبی امی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جانے کے لئے تمہاری رہنمائی کرتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پس وہ لوگ میرے پاس آئیں گے تو اللہ تعالیٰ مجھے اپنے حضور کھڑا ہونے کی توفیق فرمائے گا، میری نشست سے ایسی خوشبو پھیلے گی کہ اس جیسی مہک کسی نے کبھی نہیں سونگھی ہوگی۔ یہاں تک کہ میں اپنے رب کے حضور آؤں گا تو وہ مجھے حق شفاعت عطا فرمائے گا اور مجھے سر کے بالوں سے لے کر قدموں کے ناخنوں تک سراپائے نور بنا دے گا۔ اس پر کافر ابلیس سے کہیں گے: ایمان والوں نے ایسی ہستی کو پالیا ہے جو ان کی شفاعت کرے گا پس تو کھڑا ہو اور اپنے رب سے ہماری شفاعت کر کیونکہ تو نے ہی ہمیں گمراہ کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ کھڑا ہوگا تو اس کی نشست سے اتنی سخت بدبو پھیلے گی کہ کسی نے اس جیسی کبھی نہ سونگھی ہوگی، پھر وہ عذاب جہنم کے لئے بڑا ہو جائے گا تو اس وقت وہ کہے گا: (اور شیطان کہے گا جبکہ فیصلہ ہو چکا ہوگا بے شک اللہ نے تم سے سچا وعدہ کیا تھا اور میں نے (بھی) تم سے وعدہ کیا تھا سو میں نے تم سے وعدہ خلافی کی ہے) (القرآن، ابراہیم، 14:22)۔ اسے امام دارمی اور طبرانی نے روایت کیا ہے۔

(أخرجه ابن أبي شيبة في المصنف، 6/308، الرقم: 31675، وابن أبي عاصم في السنة، 2/384، الرقم: 813.)

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں: قیامت کے دن سورج کو دس سال کی مسافت جتنی گرمی عطا کی جائے گی، پھر (آہستہ آہستہ) وہ لوگوں کے سروں کے قریب ہو جائے گا یہاں تک کہ دو کمانوں جتنا فاصلہ ہوگا۔ لوگ پسینہ میں غرق ہوں گے یہاں تک کہ پسینہ زمین پر ٹپک رہا ہوگا پھر سورج بلند ہوگا تو انسان اس کی حدت سے ہانڈی کے ابلنے کی طرح جوش مارے گا۔ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: یہاں تک کہ کوئی شخص کہے گا: (ہمیں) ذبح کر دیا گیا پس جب وہ اپنی حالت دیکھیں گے، ان میں سے بعض بعض سے کہیں گے: کیا تم اپنی حالت نہیں دیکھ رہے؟ آؤ اپنے باپ آدم علیہ السلام کے پاس چلیں کہ وہ تمہارے رب سے تمہاری شفاعت فرمائیں، پس وہ فرمائیں گے: میں اس منصب پر فائز نہیں، میں اس منصب پر فائز نہیں، تو (تمہارا کام مجھ سے) کہاں ہوگا؟ پس وہ عرض کریں گے: آپ ہمیں کس کی طرف جانے کا حکم فرماتے ہیں؟ وہ فرمائیں گے: تم اللہ کے شکر گزار بندے کے پاس جاؤ تو وہ حضرت نوح علیہ السلام کے پاس حاضر ہو کر عرض کریں گے: اے اللہ کے نبی! آپ ہی وہ ہستی ہیں جن کو اللہ نے شکر گزار بنایا ہے، اور آپ ہماری حالت دیکھ رہے ہیں لہٰذا اپنے رب کے حضور ہماری شفاعت کریں تو وہ فرمائیں گے: میں اس منصب پر فائز نہیں، میرا یہ منصب نہیں تو (مجھ سے یہ کام) کہاں ہوگا؟ پس وہ عرض کریں گے: آپ ہمیں کس کی طرف جانے کا حکم فرماتے ہیں؟ وہ فرمائیں گے: رحمان کے خلیل ابراہیم علیہ السلام کے پاس جاؤ تو وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس حاضر ہو کر عرض کریں گے: اے خلیل الرحمان! آپ ہماری حالت ملاحظہ فرما رہے ہیں لہٰذا اپنے رب کے حضور ہماری

شفاعت کریں تو وہ فرمائیں گے: میں اس منصب پر فائز نہیں، میرا یہ منصب نہیں تو کام کہاں ہوگا؟ پس وہ عرض کریں گے: آپ ہمیں کس کی طرف جانے کا حکم کرتے ہیں تو وہ فرمائیں گے: تم اللہ کے کلمہ اور اس کی روح عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے پاس جاؤ تو وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس حاضر ہو کر عرض کریں گے: اے اللہ کے کلمہ اور اس کی روح! آپ ہماری حالت ملاحظہ فرما رہے ہیں لہٰذا اپنے رب کے حضور ہماری شفاعت کریں تو وہ فرمائیں گے: میں اس منصب پر فائز نہیں، میرا یہ منصب نہیں، تو کام کہاں ہوگا؟ پس وہ عرض کریں گے: آپ ہمیں کس کی طرف جانے کا حکم کرتے ہیں؟ وہ فرمائیں گے: تم اس بندہ کے پاس جاؤ جس کے ذریعہ اللہ نے بابِ نبوت کھولا اور نبوت ختم فرمائی اور اس کے صدقے پہلے اور پچھلے بخش دیئے گئے، اور آج کے دن ہم (ان کی عظمت کو متعارف کرانے کے) امین ہیں۔

پس وہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوں گے۔ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض کریں گے: اے اللہ کے نبی! اللہ تعالیٰ نے آپ کے ذریعے بابِ نبوت کھولا اور آپ پر نبوت کا خاتمہ فرمایا اور آپ کے صدقے پہلے اور پچھلے بخش دیئے گئے اور آپ اس دن امن میں ہیں، آپ ہماری حالت ملاحظہ فرما رہے ہیں تو اپنے رب کے حضور ہماری شفاعت کیجئے تو آپ فرمائیں گے: میں تمہارا خیر خواہ ہوں، پس آپ لوگوں کے درمیان سے نکل کر جنت کے دروازے تک آئیں گے اور دروازے میں لگا سونے کا کنڈا پکڑ کر دروازہ کھٹکھٹائیں گے تو پوچھا جائے گا: کون ہے؟ آپ فرمائیں گے: محمد صلی اللہ علیہ وسلم! راوی فرماتے ہیں: آپ کے لئے اسے کھول دیا جائے گا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے حضور حاضر ہو کر سجدوں کی اجازت طلب کریں گے تو آپ کو اذن دیا جائے گا، پس آپ سجدہ ریز ہوں گے تو رب تعالیٰ فرمائے گا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! اپنا سر اٹھایئے، مانگئے آپ کو عطا کیا جائے گا، شفاعت کیجئے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی اور دعا کیجئے آپ کی دعا قبول کی جائے گی۔

پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم عرض کریں گے: اے میرے رب! میری امت، میری امت! پھر سجود کی اجازت طلب کریں گے تو آپ کو اذن دیا جائے گا، آپ سجدہ ریز ہوں گے تو اللہ تعالیٰ آپ پر اپنی حمد وثنا اور بزرگی کے ایسے کلمات کشف فرمائے گا کہ خلائق میں سے کسی پر ایسا نہیں کیا گیا۔ پس وہ فرمائے گا: اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! اپنا سر اٹھایئے، سوال کریں آپ کو عطا کیا جائے گا، شفاعت کیجئے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی اور دعا کیجئے آپ کی دعا قبول کی جائے گی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا سر اٹھا کر عرض کریں گے: اے میرے رب! میری امت، میری امت! دو بار یا تین بار فرمائیں گے۔ (حضرت سلمان رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں: پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر اس شخص کی شفاعت فرمائیں گے جس کے دل میں گندم کے دانے کے برابر ایمان ہوگا یا جَو کے برابر ایمان ہوگا یا رائی کے دانے کے برابر ایمان ہوگا، وہی مقام محمود ہوگا۔ اسے امام ابن ابی شیبہ اور ابن ابی عاصم نے روایت کیا ہے۔ علامہ البانی نے اس حدیث کی اِسناد کو شیخین کی شرط پر صحیح قرار دیا ہے۔

: أخرجه الطبراني في المعجم الكبير، 12/413، الرقم: 13522، والهيثمي في مجمع الزوائد، 1/261.

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے پانچ چیزیں عطا کی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دی گئیں: مجھے تمام لوگوں سرخ وسیاہ کی طرف مبعوث کیا گیا ہے جبکہ ہر نبی صرف اپنی بستی کی طرف مبعوث

ہوتا تھا، رعب کے ذریعے میری مدد فرمائی گئی کہ میرا دشمن ایک ماہ کی مسافت پر مجھ سے مرعوب ہو جاتا ہے، مجھے مالِ غنیمت سے نوازا گیا، میرے لئے تمام روئے زمین مسجد اور پاک کرنیوالی (جائے تیمم) بنا دی گئی۔ اور مجھے شفاعت عطا کی گئی جسے میں نے اپنی امت کے لیے مؤخر کر دیا ہے۔ اسے امام طبرانی نے روایت کیا ہے۔

أخرجه الطبراني في المعجم الكبير، 7/154، الرقم: 6674، والهيثمي في مجمع الزوائد، 8/259، والسيوطي في الخصائص الكبرى، 2/332.

حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے پانچ چیزوں کی وجہ سے تمام انبیاء پر فضیلت سے نوازا گیا: مجھے تمام لوگوں کی طرف مبعوث کیا گیا، میں نے اپنی شفاعت کو اپنی امت کے لیے ذخیرہ کر دیا، میری رعب کے ذریعے ایک ماہ آگے اور ایک ماہ پیچھے مدد فرمائی گئی، میرے لئے تمام روئے زمین مسجد اور پاک کرنیوالی (جائے تیمم) بنا دی گئی، اور میرے لئے اموالِ غنیمت حلال کر دیئے گئے جو مجھ سے پہلے کسی کے لئے حلال نہ تھے۔ اسے امام طبرانی نے روایت کیا ہے۔ (أخرجه الطبراني في المعجم الأوسط، 8/211، الرقم: 7435)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے پانچ چیزیں عطا کی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دی گئیں: مجھے سرخ و سیاہ (تمام لوگوں) کی طرف مبعوث کیا گیا ہے جبکہ پہلے نبی صرف اپنی قوم کی طرف مبعوث ہوتا تھا، ایک ماہ کی مسافت کے رعب کے ذریعے میری مدد فرمائی گئی، مجھے مالِ غنیمت کھلایا گیا ہے جبکہ مجھ سے پہلے کسی کو نہیں کھلایا گیا، میرے لئے تمام روئے زمین پاک کرنیوالی (جائے تیمم) اور مسجد بنا دی گئی، اور ہر نبی کو اس کا طلب کیا ہوا عطا کر دیا گیا جس میں اس نے جلدی کی تھی جبکہ میں نے اپنی دعا کو اپنی امت کی شفاعت کے لیے مؤخر کر دیا ہے، اور وہ ان شاء اللہ ہر اس شخص کو پہنچنے والی ہے جو مرتے دَم تک اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتا ہوگا۔ اسے امام طبرانی نے روایت کیا ہے۔

أخرجه الطبراني في المعجم الأوسط، 7/269، الرقم: 7471.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے پانچ ایسی چیزیں عطا کی گئیں جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دی گئیں: میرے لئے اموالِ غنیمت حلال کر دیئے گئے جو مجھ سے پہلے کسی نبی کے لئے حلال نہ تھے، میرے لئے تمام روئے زمین مسجد اور پاک کرنیوالی (جائے تیمم) بنا دی گئی جبکہ ہم سے پہلے لوگ مخصوص مقامات پر نماز پڑھتے تھے، مجھے ہر سرخ و سیاہ کی طرف مبعوث کیا گیا ہے حالانکہ کسی بھی خاص شخص (نبی) کو اس کی قوم کی طرف مبعوث کیا جاتا تھا، میرے آگے ایک ماہ کی مسافت کے رعب کے ذریعے مدد فرمائی گئی ہے، کوئی قوم میرے بارے میں سنتی ہے حالانکہ ان کے اور میرے درمیان ایک ماہ کا فاصلہ ہوتا ہے تو وہ مجھ سے خوفزدہ ہو جاتے ہیں یعنی رعب و دبدبہ کو میرا مددگار بنایا گیا، اور مجھے کہا گیا: سوال کیجیے آپ کو عطا کیا جائے گا تو میں نے اسے اپنی امت کی شفاعت کے لیے رکھ چھوڑا ہے اور وہ ہر اس شخص کو پہنچنے والی ہے جس نے گواہی دی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراتا ہو۔ اسے امام طبرانی نے روایت کیا ہے۔

أخرجه الطبراني في المعجم الأوسط، 5/202، الرقم: 5082، والهيثمي في مجمع الزوائد، 10/375.

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آل کی ایک خادمہ ان کی خدمت سر انجام

دیتی تھی جس کا نام بریرہ تھا۔ ایک شخص نے اس سے مل کر کہا: اپنے بالوں کی چھوٹی زلفوں کو ڈھانپ کر رکھا کر کیونکہ تجھے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ سے ہرگز کسی چیز کا کوئی نفع نہیں پہنچا ئیں گے۔ اس نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر کردی تو آپ چادر مبارک گھسیٹتے ہوئے اپنے سرخ رخساروں کے ساتھ باہر تشریف لائے۔ (راوی فرماتے ہیں) ہم گروہ انصار آپ کے جلال کو چادر مبارک کے گھسیٹنے اور رخسار مبارک کے سرخ ہونے سے پہچانتے تھے لہٰذا ہم اپنا اسلحہ اٹھا کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض گزار ہوئے: یارسول اللہ! آپ جو چاہیں ہمیں حکم فرمائیں، پس اس ذات کی قسم! جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے اگر آپ ہمیں ہمارے والدین اور اولاد کے بارے میں کوئی حکم بھی فرمائیں گے تو ہم آپ کے ارشاد کو ان کے بارے میں ضرور کر گزریں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر رونق افروز ہو کر اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کی اور پوچھا: میں کون ہوں؟ ہم نے عرض کیا: آپ اللہ کے رسول ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں (ایسا ہی ہے)! لیکن میں کون ہوں؟ ہم نے عرض کیا: آپ محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن مناف ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اولاد آدم کا سردار ہوں اور (مجھے اس پر) فخر نہیں، سب سے پہلے مجھ ہی سے زمین شق ہوگی اور فخر نہیں، سب سے پہلے میرے ہی سر سے خاک جھاڑی جائے گی اور مجھے فخر نہیں اور میں ہی سب سے پہلے جنت میں داخل ہوں گا اور کوئی فخر نہیں۔ لوگوں کو کیا ہوگیا ہے وہ گمان کرتے ہیں کہ میرا رشتہ نفع نہیں پہنچائے گا؟ ایسا نہیں ہے جیسا انہوں نے گمان کیا، بے شک میں ضرور شفاعت کروں گا اور یہاں تک شفاعت کروں گا کہ جس کی میں شفاعت کروں گا وہ بھی شفاعت کر سکے گا اور اس کی شفاعت بھی قبول کی جائے گی یہاں تک کہ ابلیس بھی میری شفاعت میں رغبت رکھے گا۔ اسے امام طبرانی نے روایت کیا ہے۔

أخرجه الطبراني في المعجم الصغير، 1/ 80، الرقم: 103، والمنذري في الترغيب والترهيب، 4/ 236، الرقم: 5504، والهيثمي في مجمع الزوائد، 10/ 376.

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور معصیت پر گامزن رہنے اور اطاعت کی مخالفت کے سبب اہلِ قبلہ میں سے لوگ جہنم میں داخل ہوں گے جن کی تعداد اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ مجھے اذن شفاعت دیا جائے گا تو میں اللہ جل جلالہ کی حالت سجدہ میں تعریف کروں گا جیسے میں اس کی قیام میں تعریف کروں گا... (اور راوی نے حدیث ذکر کی اسکا آخری حصہ اس طرح ہے) پس مجھ سے کہا جائے گا: اپنا سر اٹھائیے، اور سوال کیجئے آپ کو عطا کیا جائے گا اور شفاعت کیجئے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ اسے امام طبرانی نے روایت کیا ہے۔ امام منذری اور ہیثمی نے اس کی اسناد کو حسن کہا ہے۔ (أخرجه الطبراني في المعجم الكبير، 8/ 97، الرقم: 7483، والهيثمي في مجمع الزوائد 10/ 377.)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اپنی امت کے بدتر لوگوں کے لئے بہترین ہوں۔ آپ کے ہم نشینوں میں سے کسی شخص نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ ان کے بہترین لوگوں کے لئے کیسے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت کے بدترین لوگوں کو اللہ تعالیٰ میری شفاعت سے جنت میں داخل فرمائے گا اور ان کے بہترین کو اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کے سبب جنت میں داخل فرمائے گا۔ اسے امام طبرانی نے روایت کیا ہے۔

(أخرجه ابن راهويه في المسند، 1/ 94، الرقم: 10، وابن حيان في العظمة، 3/ 835، الرقم: 386، وابن كثير في تفسير القرآن العظيم، 2/ 148-149.)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے طویل حدیث صور میں روایت ہے کہ لوگوں کے پل صراط کے پار ہو جانے کے بعد حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پس جب اہل جنت کو جنت کی طرف اور اہل جہنم کو جہنم کی طرف پہنچایا جائے گا۔ وہ کہیں گے: کون ہمارے رب کے حضور ہماری شفاعت کرے گا کہ وہ ہمیں جنت میں داخل فرمائے؟ راوی فرماتے ہیں: پس وہ کہیں گے: تمہارے باپ آدم علیہ السلام سے بڑھ کر کون شخص اس کا زیادہ حق دار ہے؟ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے دست قدرت سے پیدا کیا اور ان میں اپنی روح پھونکی اور سب سے پہلے ان سے کلام کیا۔ پس آدم علیہ السلام کو لایا جائے گا اور ان سے یہ طلب کیا جائے گا تو وہ انکار کریں گے اور فرمائیں گے: تم نوح علیہ السلام کے پاس جاؤ کیونکہ وہ سب سے پہلے رسول ہیں۔ حضرت نوح علیہ السلام کو لایا جائے گا اور ان سے یہ طلب کیا جائے گا تو وہ اپنا (بظاہر) گناہ یاد کر کے عرض کریں گے: میں اس منصب پر فائز نہیں، لیکن تم ابراہیم علیہ السلام کو لازمی پکڑو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں خلیل بنایا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو لایا جائے گا اور ان سے یہ مطالبہ کیا جائے گا تو وہ فرمائیں گے: میں اس منصب پر فائز نہیں، لیکن تم موسیٰ علیہ السلام کو لازمی پکڑو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں قریب کر کے سرگوشی کی ہے اور ان پر تورات اتاری ہے۔ پس حضرت موسیٰ علیہ السلام کو لایا جائے گا اور ان سے اس کا مطالبہ کیا جائے گا تو وہ فرمائیں گے: میں اس منصب پر فائز نہیں لیکن تم اللہ کی روح اور اس کے کلمہ عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کے پاس لازمی جاؤ۔ پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو لایا جائے گا اور ان سے یہ مطالبہ کیا جائے گا تو وہ فرمائیں گے: میں اس منصب پر فائز نہیں لیکن میں تمہاری رہنمائی کروں گا تم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لازمی جاؤ۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ میرے پاس آئیں گے، میرے لئے اپنے رب کے ہاں تین شفاعتیں ہیں جن کا اس نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے۔ فرماتے ہیں: میں جنت کی طرف آؤں گا اور دروازے کا کنڈا پکڑ کر کھٹکھٹاؤں گا تو اسے میرے لئے کھول دیا جائے گا۔ پس مجھے سلام کیا جائے گا اور مرحبا کہا جائے گا تو میں جنت میں داخل ہوں گا۔ جب میں اس میں داخل ہوں گا تو اپنے رب کو عرش پر دیکھتے ہی سجدہ ریز ہو جاؤں گا اور اس وقت تک سجدہ میں رہوں گا جب تک اللہ تعالیٰ چاہے گا کہ میں سجدہ میں رہوں۔ پھر اللہ تعالیٰ مجھے اپنی حمد اور بڑائی کرنے کا ایسے کلمات سے اذن دے گا کہ مخلوق میں سے کسی کو ایسا اِذن نہیں دیا گیا، بعد ازاں وہ فرمائے گا: اپنا سر اٹھائیے، محمد صلی اللہ علیہ وسلم! شفاعت کیجئے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی اور سوال کیجئے آپ کو عطا کیا جائے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں عرض کروں گا: اے میرے رب! جو میرے امتی جہنم میں گر گئے ہیں (ان کی بخشش چاہتا ہوں)؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تم جاؤ جس کی تم صورت پہچانو اسکو جہنم سے نکال لو، پس ان کو نکال لیا جائے گا حتی کہ ایک بھی باقی نہیں رہے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تم جاؤ پس جس کے دل میں دینار کے برابر ایمان ہو اس کو دوزخ سے نکال لو، پھر فرمائے گا: دو تہائی دینار کے برابر، پھر فرمائے گا: آدھے دینار کے برابر، پھر فرمائے گا: ایک قیراط (دینار کے دسویں حصے کے نصف برابر) پھر فرمائے گا: تم جاؤ جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان ہو (اس کو نکال لو) فرماتے ہیں: پس انہیں نکال کر جنت میں داخل کر دیا جائے گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس ذات کی قسم! جس کے قبضۂ قدرت میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے تم دنیا میں اپنے گھروں اور بیویوں کو اہل جنت کے جنت میں داخل ہونے کے بعد اپنے گھروں اور بیویوں سے زیادہ پہچان رکھنے والے نہیں

ہو۔ اسے امام ابنِ راہویہ نے روایت کیا ہے۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے ایسی پانچ چیزیں عطا کی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے انبیاء میں سے کسی ایک کو بھی نہیں دی گئیں: میرے لئے تمام روئے زمین پاک کرنیوالی (جائے تیمّم) اور مسجد بنا دی گئی جبکہ پہلے انبیاء میں سے کوئی نبی بھی مخصوص مقام کے علاوہ کسی جگہ نماز نہیں پڑھتا تھا، ایک ماہ کی مسافت تک کے رعب سے میری مدد فرمائی گئی، میرے اور مشرکوں کے درمیان ابھی ایک ماہ کا فاصلہ ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ ان کے دلوں میں رعب ڈال دیتا ہے، ہر نبی کو اس کی خاص قوم کی طرف مبعوث کیا جاتا تھا جبکہ مجھے جن و انس کی طرف مبعوث کیا گیا ہے، انبیاء خمس مال کو جدا کر کے رکھ دیتے تھے تو آگ آ کر ان کو کھا جاتی جبکہ مجھے اسے اپنی امت کے فقراء میں تقسیم کرنے کا حکم دیا گیا ہے، اور ہر نبی کو اس کا طلب کیا ہوا عطا کر دیا گیا جبکہ میں نے اپنی شفاعت کو اپنی امت کے لیے مؤخر کر دیا ہے۔ اسے امام بیہقی نے روایت کیا ہے۔

أخرجه ابن عساكر في تاريخ دمشق الكبير، 14/ 296.

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے سرخ و سیاہ (تمام لوگوں) کی طرف مبعوث کیا، رعب کے ذریعے میری مدد کی گئی، میرے لئے مالِ غنیمت حلال کر دیا گیا، اور میرے لئے تمام روئے زمین مسجد اور پاک کرنیوالی (جائے تیمّم) بنا دی گئی، اور مجھے روزِ قیامت میری امت کے گناہ گاروں کے لئے شفاعت عطا کی گئی ہے۔ اسے امام ابنِ عساکر نے روایت کیا ہے۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے پانچ ایسی چیزیں عطا کی گئیں جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دی گئیں: میرے لئے تمام روئے زمین مسجد اور پاک کرنیوالی (جائے تیمّم) بنا دی گئی۔۔۔ یا فرمایا: میرے لئے تمام روئے زمین پاکیزہ، پاک کرنیوالی (جائے تیمّم) اور مسجد بنا دی گئی۔۔۔ تو ابو عامر سے کہا گیا کہ کیا آپ کو شک ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں۔۔۔ اور ایک ماہ کی مسافت کے رعب کے ذریعے میرے دشمن پر میری مدد فرمائی گئی، مجھے سرخ و سیاہ (تمام لوگوں) کی طرف مبعوث کیا گیا ہے، میری امت کو مالِ فئی کھلایا گیا جبکہ مجھ سے پہلے کسی امت کو اسے نہیں کھلایا گیا، اور مجھے شفاعت عطا کی گئی اور وہ ہر اس شخص کو پہنچنے والی ہے جو مرتے دم تک اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتا ہوگا۔ اسے امام لالکائی نے روایت کیا ہے۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا: قیامت کے روز لوگ گروہ در گروہ اپنے اپنے نبی کے پیچھے چلیں گے اور عرض کریں گے: اے فلاں! ہماری شفاعت فرمائیے، اے فلاں! ہماری شفاعت فرمائیے حتی کہ طلب شفاعت کا سلسلہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر آ کر ختم ہو جائے گا۔ یہی وہ دن ہے جب اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مقامِ محمود پر فائز فرمائے گا۔ اس حدیث کو امام بخاری اور نسائی نے روایت کیا ہے۔

أخرجه البخاري في الصحيح، كتاب: الزكاة، باب: من سأل الناس تكثرا، 2/ 536، الرقم: 1405، وابن منده في الإيمان، 2/ 854، الرقم: 884، والبيهقي في شعب الإيمان، 3/ 269، الرقم: 3509، والديلمي في الفردوس بمأثور الخطاب، 2/ 377، الرقم: 3677، والطبري في جامع البيان في تفسير القرآن، 15/ 146، وابن كثير في تفسير القرآن العظيم، 3/ 56.

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی شخص (دنیا میں بھکاری بن کر) لوگوں سے مانگتا رہتا ہے یہاں تک کہ قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اس کے چہرہ پر گوشت کا ٹکڑا تک نہ ہوگا۔ اور فرمایا: قیامت کے دن سورج (مخلوق کے) اتنا قریب ہوگا کہ (ان کا) پسینہ نصف کان تک پہنچ جائے گا۔ پس وہ اس حال میں حضرت آدم علیہ السلام سے مدد طلب کریں گے، پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے، پھر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے مدد طلب کرنے جائیں گے۔ عبداللہ بن جعفر نے اتنا زیادہ بیان کیا کہ مجھ سے لیث نے بیان کیا ان سے ابن ابی جعفر نے بیان کیا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم شفاعت کریں گے تاکہ مخلوق کے درمیان فیصلہ کیا جائے۔ آپ جائیں گے حتی کہ جنت کے دروازے کا کنڈا پکڑ لیں گے۔ یہ وہ دن ہوگا جب اللہ تعالیٰ آپ کو مقام محمود پر فائز فرمائے گا اور سارے اہل محشر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف کریں گے۔ اسے امام بخاری، ابن مندہ اور بیہقی نے روایت کیا ہے۔

أخرجه مسلم في الصحيح، كتاب: الإيمان، باب: أدنى أهل الجنة منزلة فيها، 1/ 179، الرقم: 191، وأبو عوانة في المسند، 1/ 154، الرقم: 448، وابن منده في الإيمان، 2/ 829، الرقم: 858، والبيهقي في شعب الإيمان، 1/ 289، الرقم: 315، وأيضا في الاعتقاد، 1/ 195.

یزید الفقیر کہتے ہیں: مجھے خوارج کی رائے نے گھیر لیا تھا (کہ گناہ کبیرہ کے مرتکب ہمیشہ جہنم میں رہیں گے)۔ ہم لوگوں کی ایک کثیر جماعت کے ساتھ حج کرنے کے لئے نکلے (اور سوچا کہ بعد میں) ہم لوگوں کے پاس (اپنے اس عقیدہ کو بیان کرنے کے لئے) جائیں گے۔ فرماتے ہیں: ہمارا گزر مدینہ منورہ سے ہوا تو دیکھا کہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما ایک ستون کے پاس بیٹھے لوگوں کو احادیث بیان فرما رہے ہیں۔ فرماتے ہیں: اچانک انہوں نے جہنمیوں کا ذکر فرمایا تو میں نے ان سے عرض کیا: اے صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم! آپ یہ کیا بیان کرتے ہیں؟ اللہ تعالیٰ تو (جہنمیوں کے بارے) فرماتا ہے: (بے شک تو جسے دوزخ میں ڈال دے تو تُو نے اسے واقعۃً رسوا کر دیا) (آل عمران، 3:192) اور ایک مقام پر ہے (دوزخی) جب بھی اس میں سے نکلنا چاہیں گے تو پھر اسی میں دھکیل دیئے جائیں گے) (السجدة، 32:20) آپ اس بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا: تم قرآن پڑھتے ہو؟ میں نے کہا: ہاں! فرمایا: کیا تم نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ مقام پڑھا ہے جس پر اللہ تعالیٰ انہیں فائز فرمائے گا؟ میں نے کہا: ہاں! فرمایا: حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام ایسا مقام محمود ہے جس پر فائز ہونے کے سبب اللہ تعالیٰ جس کو چاہے گا جہنم سے نکالے گا۔ فرماتے ہیں: پھر انہوں نے پل صراط اور لوگوں کے اس پر گزرنے کو بیان فرمایا۔ کہتے ہیں: مجھے ڈر ہے کہ شاید میں اسے یاد نہ رکھ سکوں۔ تاہم انہوں نے یہ بیان کیا کہ لوگ جہنم میں داخل ہونے کے بعد اس سے نکلیں گے۔ ابونعیم کہتے ہیں: وہ ایسے نکلیں گے جیسا کہ آبنوس کی جلی ہوئی لکڑیاں، پھر جنت کی نہر میں غسل کر کے کاغذ کی طرح سفید ہو کر نکلیں گے۔ پس ہم وہاں سے لوٹے اور ہم نے آپس میں کہا: تم پر افسوس ہو کیا یہ شیخ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ باندھتے ہیں؟ پس ہم میں سے ایک شخص کے سوا سبھی خوارج کے عقیدہ سے تائب ہو گئے جیسا کہ ابونعیم نے بیان کیا ہے۔ اسے امام مسلم، ابوعوانہ، ابن مندہ اور بیہقی نے روایت کیا ہے۔

أخرجه الترمذي في السنن، كتاب: تفسير القرآن، باب: من سورة بني إسرائيل، 5/ 303، الرقم: 3137، وأحمد بن حنبل في المسند، 2/ 444، الرقم:

9735، وابن أبي شيبة في المصنف، 6/ 319، الرقم: 31745، وابن أبي عاصم في السنة، 2/ 364، الرقم: 784، والبيهقي في شعب الإيمان، 1/ 681، الرقم: 299، والصيداوي في معجم الشيوخ، 2/ 664، الرقم: 293، والطبري في جامع البيان في تفسير القرآن، 15/ 145، وابن كثير في تفسير القرآن العظيم، 3/ 59، والقرطبي في الجامع لأحكام القرآن، 10/ 309، والعسقلاني في فتح الباري، 11/ 426.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اللہ تعالیٰ کے فرمان (یقیناً آپ کا رب آپ کو مقامِ محمود پر فائز فرمائے گاo) (بنی اسرائیل، 17:79) کے بارے پوچھا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ مقامِ شفاعت ہے۔ اسے امام ترمذی، احمد، ابنِ ابی شیبہ اور ابنِ ابی عاصم نے روایت کیا ہے اور امام ترمذی نے کہا: یہ حدیث حسن ہے۔ (أخرجه الترمذي في السنن، كتاب: تفسير القرآن، باب: ومن سورة بني إسرائيل، 5/ 308، الرقم: 3148.)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں قیامت کے دن تمام اولادِ آدم کا قائد ہوں گا اور مجھے اس پر فخر نہیں۔ حمد کا جھنڈا میرے ہاتھ میں ہوگا اور کوئی فخر نہیں، حضرت آدم علیہ السلام اور ان کے علاوہ سارے لوگ اس دن میرے جھنڈے کے نیچے ہوں گے اور مجھے کوئی فخر نہیں۔ میں ہی وہ ہوں جس سے سب سے پہلے زمین شق ہوگی اور مجھے کوئی فخر نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگ تین بار گھبرانے کے بعد حضرت آدم علیہ السلام کے پاس حاضر ہو کر عرض کریں گے: آپ ہمارے باپ ہیں اپنے رب سے ہماری شفاعت کیجئے۔ آپ فرمائیں گے: مجھ سے لغزش واقع ہوئی جس کے باعث مجھے زمین پر اترنا پڑا تم حضرت نوح علیہ السلام کے پاس جاؤ، پھر وہ نوح علیہ السلام کے پاس جائیں گے تو آپ فرمائیں گے: میں نے زمین پر ایک دعا مانگی جس کے باعث سارے لوگ ہلاک کر دیئے گئے تم حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس جاؤ، وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئیں گے تو آپ فرمائیں گے میں نے تین مرتبہ (بظاہر) خلافِ واقعہ بات کہی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انہوں نے ان تینوں باتوں سے دینِ الٰہی کو بچانے کے لئے حیلہ کیا، حضرت ابراہیم فرمائیں گے حضرت موسیٰ کے پاس جاؤ، وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس حاضر ہوں گے تو آپ فرمائیں گے: میں نے ایک آدمی کو قتل کیا تھا تم عیسیٰ کے پاس جاؤ، وہ سب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوں گے تو وہ فرمائیں گے: لوگوں نے اللہ عزوجل کے علاوہ مجھے بھی معبود بنا لیا تھا تم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جاؤ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: پھر وہ میرے پاس آئیں گے تو میں ان کے ساتھ چلوں گا۔ ابنِ جدعان (راوی حدیث) کہتے ہیں: حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا گویا کہ میں اب بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ رہا ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں جنت کے دروازے کی زنجیر پکڑ کر کھٹکھٹاؤں گا، تو کہا جائے گا: کون؟ جواب دیا جائے گا: حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ چنانچہ وہ میرے لئے دروازہ کھولیں گے اور مجھے مرحبا کہیں گے، میں (اللہ عزوجل کے سامنے) سجدہ ریز ہو جاؤں گا تو اللہ تعالیٰ مجھ پر اپنی حمد و ثناء کا کچھ حصہ الہام فرمائے گا۔ مجھے کہا جائے گا: سر اٹھایئے، مانگئے آپ کو عطا کیا جائے گا، شفاعت کیجئے قبول کی جائے گی اور فرمایئے آپ کی بات مانی جائے گی۔ (آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا) یہی وہ مقامِ محمود ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: (یقیناً آپ کا رب آپ کو مقامِ محمود پر فائز فرمائے گاo) (بنی اسرائیل، 17:79)۔

اس حدیث کو امام ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ بعض راویوں نے بواسطہ ابونضرہ، حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے اس حدیث کو مفصل روایت کیا ہے۔ (أخرجہ الخوارزمی فی جامع المسانید للإمام أبی حنیفۃ، 1/148.)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے فرمان (یقیناً آپ کا رب آپ کو مقام محمود پر فائز فرمائے گاo) (بنی اسرائیل، 79:17) کے بارے میں فرمایا: مقامِ محمود شفاعت ہے۔ اللہ تعالیٰ ایمان والوں میں سے ایک قوم کو ان کے گناہوں کے باعث عذاب دے گا، پھر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے انہیں (جہنم) سے نکال کر ایسی نہر کے پاس لایا جائے گا جسے حیات آور کہا جاتا ہے۔ پس وہ اس میں غسل کریں گے اور پھر جنت میں داخل ہو جائیں گے، انہیں (جنت میں) جہنمی کہہ کر پکارا جائے گا۔ پھر وہ اللہ تعالیٰ سے (اس نام کے خاتمہ کا) مطالبہ کریں گے تو وہ اس نام کو ان سے ختم کر دے گا۔ اسے امام ابوحنیفہ نے روایت کیا ہے۔ (أخرجہ الخوارزمی فی جامع المسانید للإمام أبی حنیفۃ، 1/152.)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: اللہ تعالیٰ کے فرمان (یقیناً آپ کا رب آپ کو مقامِ محمود پر فائز فرمائے گاo) (بنی اسرائیل، 79:17) کے بارے فرمایا: اللہ تعالیٰ ایمان والوں اور اہل قبلہ میں سے ایک قوم کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے جہنم سے نکالے گا، یہی مقام محمود ہے۔ پس انہیں ایسی نہر کے پاس لایا جائے گا جسے حیات آور کہا جاتا ہے۔ پھر انہیں اس میں ڈال دیا جائے گا تو وہ اس میں ایسے اگیں گے جیسے سفید ککڑیاں اگتی ہیں، بعد ازاں وہ (اس نہر سے نکل کر) جنت میں داخل ہو جائیں گے تو انہیں (اس میں) جہنمی کہہ کر پکارا جائے گا۔ وہ اللہ تعالیٰ سے (اس نام کے خاتمے کا) مطالبہ کریں گے تو وہ اس نام کو ان سے ختم کر دے گا۔ اسے امام ابوحنیفہ نے روایت کیا ہے۔

أخرجہ أحمد بن حنبل فی المسند، 2/478، الرقم: 10200، والبیہقی فی شعب الإیمان، 1/281، الرقم: 299، وأبونعیم الأصبہانی فی حلیۃ الأولیاء، 8/372.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مقامِ محمود شفاعت ہے۔ اسے امام احمد اور بیہقی نے روایت کیا ہے۔

أخرجہ أحمد بن حنبل فی المسند، 2/441، الرقم: 9684، وابن کثیر فی تفسیر القرآن العظیم، 3/59، والمبارکفوری فی تحفۃ الأحوذی، 8/454.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے فرمان (یقیناً آپ کا رب آپ کو مقام محمود پر فائز فرمائے گاo) (بنی اسرائیل، 79:17) کے بارے فرمایا: یہ وہ مقام ہے جس میں، میں اپنی امت کی شفاعت کروں گا۔ اسے امام احمد نے روایت کیا ہے۔

أخرجہ أحمد بن حنبل فی المسند، 3/178، الرقم: 12824، والمقدسی فی الأحادیث المختارۃ، 7/249، الرقم: 2695، والمنذری فی الترغیب والترہیب، 4/235، الرقم: 5503، والہیثمی فی مجمع الزوائد، 10/373.

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں پل صراط پر کھڑا اپنی امت کے اسے عبور کرنے کا انتظار کر رہا ہوں گا کہ اس اثناء میرے پاس عیسیٰ علیہ السلام تشریف لا کر کہیں گے: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم یہ انبیاء آپ کے پاس التجا لے کر آئے ہیں یا آپ کے پاس اکٹھے ہیں (راوی کو شک ہے) اور اللہ تعالیٰ سے عرض کر رہے ہیں کہ وہ تمام گروہوں

کو اپنی منشاء کے مطابق الگ کر دے تاکہ انہیں پریشانی سے نجات مل جائے۔ اس دن ساری مخلوق پسینے میں ڈوبی ہوگی، مومن پر اس کا اثر ایسے ہوگا جیسے زکام (میں ہلکا پھلکا پسینہ) اور جو کافر ہوگا اس پر جیسے موت وارد ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پس میں عیسیٰ سے کہوں گا: ذرا ٹھہریئے جب تک کہ میں آپ کے پاس لوٹوں۔ راوی کہتے ہیں: حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے جائیں گے یہاں تک کہ عرش کے نیچے کھڑے ہوں گے، پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ شرف باریابی حاصل ہوگا جو کسی برگزیدہ فرشتہ کو حاصل ہوا نہ کسی نبی مرسل کو. پھر اللہ تعالیٰ جبریل علیہ السلام کو وحی فرمائے گا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا کر کہو: اپنا سر اٹھایئے، مانگیے آپ کو عطا کیا جائے گا اور شفاعت کیجئے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پس میری امت کے حق میں میری شفاعت قبول کی جائے گی کہ ہر 99 لوگوں میں سے ایک کو نکالتا جاؤں گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں بار بار اپنے رب کے حضور جاؤں گا اور جب بھی اس کے حضور کھڑا ہوں گا میری شفاعت قبول کی جائے گی۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ مجھے شفاعت کا مکمل اختیار عطا کر کے فرمائے گا: محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! اپنی امت اور اللہ کی مخلوق میں سے ہر اس شخص کو بھی جنت میں داخل کر دیجیے جس نے ایک دن بھی اخلاص کے ساتھ یہ گواہی دی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اسی پر اس کو موت آئی ہو۔ اسے امام احمد نے روایت کیا ہے۔ امام منذری اور ہیثمی نے کہا ہے: اس حدیث کے اشخاص صحیح حدیث کے اشخاص ہیں۔

أخرجه أحمد بن حنبل في المسند، 3/ 244، الرقم: 13562، وابن أبي عاصم في السنة، 2/ 374، الرقم: 804.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن ایمان والوں کو روک لیا جائے گا تو وہ اس سے غمگین ہو کر آپس میں کہیں گے: ہمیں اپنے پروردگار کے ہاں کوئی سفارشی چاہئے جو ہمیں اس سے راحت فراہم کرے۔ پس وہ حضرت آدم علیہ السلام کے پاس حاضر ہو کر عرض کریں گے: آپ ہمارے باپ ہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے دستِ قدرت سے تخلیق فرمایا اور آپ کے لئے ملائکہ کو سجدہ کرایا اور آپ کو ہر چیز کے نام سکھلا دیئے تو آپ اپنے رب کے حضور ہماری شفاعت فرمائیں۔ وہ فرمائیں گے: میں اس منصب پر فائز نہیں اور اپنے درخت سے کھانے کا ذکر کریں گے جس سے انہیں منع کیا گیا تھا، لیکن تم نوح علیہ السلام کے پاس جاؤ، وہ پہلے نبی ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اہلِ زمین کی طرف مبعوث فرمایا. وہ حضرت نوح علیہ السلام کے پاس حاضر ہوں گے تو وہ فرمائیں گے: میں اس منصب پر فائز نہیں اور بغیر علم کے اللہ تعالیٰ سے سوال کرنے کی خطا کا ذکر کریں گے، بلکہ تم اللہ الرحمٰن کے خلیل ابراہیم علیہ السلام کے پاس جاؤ۔ پس وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئیں گے تو وہ فرمائیں گے: میں اس منصب پر فائز نہیں اور اپنے (بظاہر نظر آنے والے) تین جھوٹوں کی خطا کا ذکر کریں گے۔ ان کا یہ کہنا (بے شک میں بیمار ہونے والا ہوں o) (القرآن، الصافات، 37:89) اور ان کا قول (بلکہ یہ (کام) ان کے اس بڑے (بت) نے کیا ہوگا) (القرآن، الانبیاء، 21:63) اور جب وہ مع اہلیہ ظالم صاحب ثروت (حکمران) کے پاس آئے تو اہلیہ سے فرمایا: تم اسے کہنا کہ میں تمہارا بھائی ہوں اور میں اسے بتاؤں گا کہ تو میری بہن ہے۔ (اس سبب کی وجہ سے وہ لوگوں سے فرمائیں گے) تم اس کے بندہ موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ جن سے اللہ تعالیٰ نے کلام کیا ہے اور ان کو تورات عطا کی ہے۔ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئیں گے تو وہ فرمائیں گے: میں اس پر فائز نہیں اور ایک شخص کو قتل کرنے کی اپنی خطا کا ذکر کریں گے، لیکن تم

عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ جو اللہ کے بندے، اس کے رسول، اللہ کے کلمے اور اس کی روح ہیں۔ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس حاضر ہوں گے تو وہ فرمائیں گے: میں اس منصب پر نہیں، لیکن تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ جو اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں جن کو پہلے اور بعد کی تمام تقصیرات کی مغفرت سنا دی گئی ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ میرے پاس آئیں گے تو میں اپنے رب سے اس کے گھر میں داخلے کی اجازت چاہوں گا تو مجھے اذن دیا جائے گا۔ پس رب کو دیکھتے ہی میں سجدہ ریز ہو جاؤں گا تو اللہ تعالیٰ جب تک چاہے گا مجھے اسی حالت پر رکھے گا پھر فرمائے گا: محمد صلی اللہ علیہ وسلم! اپنا سر اٹھایئے، کہیے آپ کو سنا جائے گا، شفاعت کیجئے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی اور سوال کیجئے آپ کو عطا کیا جائے گا۔ فرماتے ہیں: میں اپنا سر اٹھا کر اللہ تعالیٰ کے سکھائے ہوئے کلمات سے حمد و ثنا کروں گا۔ پھر میں سفارش کروں گا تو وہ میرے لئے حد مقرر فرمائے گا لہٰذا میں انہیں دوزخ سے نکال کر جنت میں داخل کروں گا۔ پھر دوسری بار میں اپنے رب سے اجازت طلب کروں گا تو مجھے اذن دیا جائے گا۔ پس اس کو دیکھتے ہی میں سجدہ ریز ہو جاؤں گا تو اللہ تعالیٰ جب تک چاہے گا مجھے اس حال پر رکھے گا پھر فرمائے گا: محمد صلی اللہ علیہ وسلم! اپنا سر اٹھایئے! کہیے آپ کو سنا جائے گا، شفاعت کیجئے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی اور سوال کیجئے آپ کو عطا کیا جائے گا۔ فرماتے ہیں: میں اپنا سر اٹھا کر اپنے رب کی ان کلمات سے حمد و ثنا کروں گا جو وہ مجھے سکھلائے گا۔ پھر میں شفاعت کروں گا تو وہ میرے لئے حد مقرر فرمائے گا پس میں انہیں دوزخ سے نکال کر جنت میں داخل کروں گا۔ پھر تیسری بار میں اپنے رب سے اجازت طلب کروں گا۔ پس اس کو دیکھتے ہی سجدہ ریز ہو جاؤں گا تو اللہ تعالیٰ جب تک چاہے گا مجھے اس حال پر رکھے گا پھر فرمائے گا: محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنا سر اٹھایئے! کہیے آپ کو سنا جائے گا، شفاعت کیجئے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی اور سوال کیجئے آپ کو عطا کیا جائے گا۔ فرماتے ہیں: میں اپنا سر اٹھا کر اپنے رب کی ان کلمات سے حمد و ثنا کروں گا جو وہ مجھے سکھلائے گا۔ پھر میں شفاعت کروں گا تو وہ میرے لئے حد مقرر فرمائے گا پس میں انہیں دوزخ سے نکال کر جنت میں داخل کروں گا۔ جہنم میں صرف وہ رہ جائے گا جسے قرآن نے روکا ہے یعنی جس نے ہمیشہ رہنا ہے۔

پھر حضرت قتادہ نے آیتِ مبارکہ تلاوت کی: (یقیناً آپ کا رب آپ کو مقام محمود پر فائز فرمائے گا○) (بنی اسرائیل، 17: 79) فرمایا: یہی وہ مقامِ محمود ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے وعدہ کیا ہے۔ اسے امام احمد اور ابنِ ابی عاصم نے روایت کیا ہے۔

(أخرجه الحاكم في المستدرك، 2/ 395، الرقم: 3384، والنسائي في السنن الكبرى، 6/ 381، الرقم: 11295، وابن أبي شيبة في المصنف، 7/ 139، الرقم: 34800، والطبراني في المعجم الأوسط، 2/ 36، الرقم: 1062، والطيالسي في المسند، 1/ 55، الرقم: 414، والهيثمي في مجمع الزوائد، 10/ 377، وقال: رجاله رجال الصحيح)

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کے فرمان (یقیناً آپ کا رب آپ کو مقام محمود پر فائز فرمائے گا○) (القرآن، بنی اسرائیل، 17: 79) کے بارے فرماتے ہوئے سنا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ روزِ آخرت لوگوں کو ایک ہموار میدان میں اکٹھا فرمائے گا، جہاں پکارنے والے کی آواز سب سنیں گے اور سب نظر

آتے ہوں گے، لوگ اسی طرح عریاں ہوں گے جس طرح پیدا ہوئے تھے اور سب خاموش ہوں گے اذنِ الٰہی کے بغیر کسی کو بولنے کی جرات نہیں ہوگی۔ (اللہ رب العزت) آواز دے گا: محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمائیں گے: اے اللہ! میں تیری بارگاہ میں حاضر ہوں اور تیری اطاعت کے لئے مستعد ہوں، ساری بھلائی تیرے ہاتھ میں ہے، اور کسی شر کو تیرے آگے کوئی چارہ نہیں، جس کو تو ہدایت سے نوازے وہی ہدایت یافتہ ہے، تیرا بندہ تیری بارگاہ میں حاضر ہے، میں تیرے ہی لئے ہوں اور میری دوڑ تیری ہی جانب ہے، تیری بارگاہ کے سوا کوئی پناہ گاہ اور جائے نجات نہیں۔ تیری ذات بابرکات بلند اور پاک ہے، اے بیت اللہ کے رب۔ یہی مقامِ محمود ہے جس کا قرآن کریم میں ذکر آیا ہے: (یقیناً آپ کا رب آپ کو مقامِ محمود پر فائز فرمائے گا O)

(بنی اسرائیل، 79:17)

اسے امام حاکم، نسائی، ابنِ ابی شیبہ اور طبرانی نے روایت کیا ہے۔ امام حاکم نے کہا ہے: شیخین کی شرط پر یہ حدیث صحیح ہے اور امام ذہبی نے ان کی موافقت کی ہے۔

أخرجه الحاکم فی المستدرک، 4:614، الرقم: 8701، والحارث فی المسند، 2/ 1008، الرقم: 1131، وابن المبارک فی الزهد، 1/ 111، الرقم: 375، وأبو نعیم الأصبهانی فی حلیة الأولیاء، 3/ 145.

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے روز سطحِ زمین کو عظمتِ رحمٰن کے سبب اتنا کم کر دیا جائے گا کہ کسی بھی بشر کے لئے فقط اپنا پاؤں رکھنے کے لئے جگہ ہوگی۔ پھر سب انسانوں سے پہلے مجھے بلایا جائے گا تو میں سجدہ ریز ہو جاؤں گا۔ پھر مجھے اذنِ کلام دیا جائے گا تو میں کھڑا ہو کر عرض کروں گا: اے میرے رب! یہ ہے وہ جبرئیل جس نے مجھے خبر دی، اور وہ اللہ کے دائیں طرف ہوں گے، اللہ کی قسم! میں نے جبریل کو ایسی حالت میں پہلے کبھی نہیں دیکھا، تُو نے اس کو میری طرف بھیجا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جبرئیل خاموش کھڑے ہوں گے، کچھ کلام نہیں کریں گے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اس نے سچ کہا، پھر مجھے اذنِ شفاعت دیا جائے گا تو میں عرض کروں گا: اے میرے رب! تیرے بندے زمین میں ہر جگہ تیری عبادت کرتے تھے یہی وہ مقام (جہاں کھڑا ہو کر میں شفاعت کروں گا) مقامِ محمود ہوگا۔ اسے امام حاکم نے روایت کیا اور کہا ہے: شیخین کی شرط پر اس حدیث کی اسناد صحیح ہے۔

أخرجه الطبرانی فی المعجم الکبیر، 6/ 247، الرقم: 6117، وابن أبی شیبة فی المصنف، 6/ 308، الرقم: 31675، وابن أبی عاصم فی السنة، 2/ 383، الرقم: 813، والمنذری فی الترغیب والترهیب، 4/235، الرقم: 5502، والهیثمی فی مجمع الزوائد، 10/ 372.

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: قیامت کے دن سورج دس سال کی مسافت سے گرم ہوگا، پھر (آہستہ آہستہ) وہ لوگوں کے گروہوں سے قریب ہو جائے گا، (انہوں نے پوری حدیث ذکر کی پھر) فرماتے ہیں: لوگ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض کریں گے: اے اللہ کے نبی! آپ ہی وہ ذات ہیں جن سے اللہ نے معاملۂ تخلیق اور نبوت کا آغاز فرمایا اور آپ کی خاطر آپ کے اگلوں اور پچھلوں کے گناہوں کو بخش دیا ہے۔ آپ ہماری حالت مشاہدہ فرما رہے ہیں لہٰذا آپ ہی اپنے رب کے حضور ہماری شفاعت فرمائیں، آپ فرمائیں گے: میں تمہارا خیر خواہ ہوں تو آپ لوگوں کو جمع کرتے ہوئے جنت کے دروازے تک پہنچ جائیں گے، پس آپ سونے کے دروازے کا کنڈا پکڑ کر کھٹکھٹائیں گے تو پوچھا جائے گا: کون ہے؟ فرمایا جائے گا:

محمد صلی اللہ علیہ وسلم! اسے کھول دیا جائے گا تو آپ اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر سجدہ ریز ہو جائیں گے۔ وہ فرمائے گا: اپنا سر اٹھائیے، سوال کیجئے آپ کو عطا کیا جائے گا اور شفاعت کیجئے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی، پس یہی مقامِ محمود ہے۔ اسے امام طبرانی، ابنِ ابی شیبہ اور ابن ابی عاصم نے روایت کیا ہے۔ امام منذری اور ہیثمی نے کہا ہے: اس کی اسناد صحیح ہے۔

أخرجه الطيالسي في المسند، 1/51، الرقم: 389، وابن كثير في تفسير القرآن العظيم، 3/58. وأخرج الطبري في جامع البيان في تفسير القرآن، 30/113، وابن كثير في تفسير القرآن العظيم، 3/59، 4/

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: پھر اللہ تعالیٰ شفاعت کا اذن عطا فرمائے گا تو روح القدس جبرئیل علیہ السلام شفاعت فرمائیں گے، پھر اللہ کے خلیل ابراہیم علیہ السلام شفاعت فرمائیں گے، پھر عیسیٰ یا موسیٰ علیہما السلام شفاعت فرمائیں گے۔ ابو زعراء کہتے ہیں: میں نہیں جانتا کہ ان دونوں میں سے کون ہوگا؟ فرماتے ہیں: پھر (عموماً) حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم چوتھے شفاعت فرمائیں گے، آپ اتنی کثرت سے شفاعت کریں گے کہ آپ کے بعد کوئی بھی التجا نہ کرے گا۔ یہی مقام محمود ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: (یقیناً آپ کا رب آپ کو مقامِ محمود پر فائز فرمائے گاo) (القرآن، بنی اسرائیل، 79:17) اسے امام طیالسی نے روایت کیا ہے۔

**146-** حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ حَدَّثَنَا جَرِیْرٌ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِیْ سُفْیَانَ عَنْ جَابِرٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِنَّ اَهْلَ الْجَنَّةِ یَاْکُلُوْنَ فِیْهَا وَیَشْرَبُوْنَ

✧✧ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے، اہل جنت اس میں کھائیں گے بھی اور پئیں گے بھی۔

## بَاب فِیْ خَلْقِ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ

## باب 26: جنت اور جہنم کی تخلیق

**147-** حَدَّثَنَا مُوْسَی بْنُ اِسْمٰعِیْلَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ اَبِیْ سَلَمَةَ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَمَّا خَلَقَ اللّٰهُ الْجَنَّةَ قَالَ لِجِبْرِیلَ اذْهَبْ فَانْظُرْ اِلَیْهَا فَذَهَبَ فَنَظَرَ اِلَیْهَا

حدیث 146:

اخرجه مسلم فی "صحیحه" رقم الحدیث: 2835

اخرجه ابویعلی فی "مسنده" رقم الحدیث: 1906

اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث: 14964

اخرجه الطیالسی فی "مسنده" رقم الحدیث: 1776

حدیث 147:

اخرجه الترمذی فی "جامعه" رقم الحدیث: 2560

اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث: 8379

اخرجه الحاکم فی "المستدرک" رقم الحدیث: 72

اخرجه ابویعلی فی "مسنده" رقم الحدیث: 5940

اخرجه النسائی فی "سننه" رقم الحدیث: 3763

اخرجه ابن حبان فی "صحیحه" رقم الحدیث: 7394

اخرجه النسائی فی "سننه الکبریٰ" رقم الحدیث: 4702

ثُمَّ جَاءَ فَقَالَ اَیْ رَبِّ وَعِزَّتِكَ لَا يَسْمَعُ بِهَا اَحَدٌ اِلَّا دَخَلَهَا ثُمَّ حَفَّهَا بِالْمَكَارِهِ ثُمَّ قَالَ يَا جِبْرِيلُ اذْهَبْ فَانْظُرْ اِلَيْهَا فَذَهَبَ فَنَظَرَ اِلَيْهَا ثُمَّ جَاءَ فَقَالَ اَیْ رَبِّ وَعِزَّتِكَ لَقَدْ خَشِيتُ اَنْ لَّا يَدْخُلَهَا اَحَدٌ قَالَ فَلَمَّا خَلَقَ اللّٰهُ النَّارَ قَالَ يَا جِبْرِيلُ اذْهَبْ فَانْظُرْ اِلَيْهَا فَذَهَبَ فَنَظَرَ اِلَيْهَا ثُمَّ جَاءَ فَقَالَ اَیْ رَبِّ وَعِزَّتِكَ لَا يَسْمَعُ بِهَا اَحَدٌ فَيَدْخُلَهَا فَحَفَّهَا بِالشَّهَوَاتِ ثُمَّ قَالَ يَا جِبْرِيلُ اذْهَبْ فَانْظُرْ اِلَيْهَا فَذَهَبَ فَنَظَرَ اِلَيْهَا ثُمَّ جَاءَ فَقَالَ اَیْ رَبِّ وَعِزَّتِكَ لَقَدْ خَشِيتُ اَنْ لَّا يَبْقَى اَحَدٌ اِلَّا دَخَلَهَا

✧✧ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جب اللہ تعالیٰ نے جنت کو پیدا کیا تو جبرائیل علیہ السلام سے کہا: جاؤ اور اس کو دیکھو۔ جب وہ گئے اور اسے دیکھا تو واپس آ کر عرض کی: اے میرے پروردگار' تیری عزت کی قسم! جو بھی شخص اس کے بارے میں سنے گا وہ اس میں داخل ہو جائے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس کو ناپسندیدہ صورتحال کے ذریعے ڈھانپ دیا اور فرمایا: اے جبرائیل علیہ السلام جاؤ اور اس کا جائزہ لو۔ جب وہ گئے اور انہوں نے اس کا جائزہ لیا تو واپس آ کر انہوں نے عرض کیا: اے میرے پروردگار' تیری عزت کی قسم! مجھے اندیشہ ہے کہ کوئی بھی شخص اس میں داخل نہیں ہوگا۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے جہنم کو پیدا کیا تو فرمایا: اے جبرائیل علیہ السلام! جاؤ اور اس کا جائزہ لو' وہ گئے اور انہوں نے اسے دیکھا تو واپس آ کر عرض کی: اے میرے پروردگار' تیری عزت کی قسم! جو بھی شخص اس کے بارے میں سنے گا وہ اس میں داخل نہیں ہوگا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اسے شہوات کے ذریعے ڈھانپ دیا اور فرمایا: اے جبرائیل علیہ السلام جاؤ اور اسے دیکھو۔ جب جبرائیل علیہ السلام نے اسے دیکھا تو عرض کی: تیرے جلال اور عزت کی قسم! مجھے یہ اندیشہ ہے کہ ہر شخص اس میں چلا جائے گا۔

## شرح

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے جب جنت کو بنایا تو حضرت جبرائیل علیہ السلام سے فرمایا کہ جاؤ ذرا جنت کی طرف نگاہ اٹھا کر تو دیکھو، (میں نے کتنی اچھی اور کس قدر نازک اور دیدہ زیب چیز بنائی ہے چنانچہ وہ گئے اور جنت کو اور اس کی ان تمام چیزوں کو جو اللہ تعالیٰ نے اہل جنت کے لئے بنائی ہیں دیکھا، پھر واپس آ کر عرض کیا کہ پروردگار تیری عزت کی قسم (تو نے اتنی اعلیٰ اور نفیس جنت بنائی ہے اور اس کو ایسی ایسی نعمتوں اور خوبیوں سے معمور کیا ہے کہ) جو کوئی بھی اس کے بارے میں سنے گا وہ اس میں داخلہ کی یقیناً خواہش کرے گا۔ تب اللہ تعالیٰ نے جنت کے چاروں طرف ان چیزوں کا احاطہ قائم کر دیا، جو نفس کو ناگوار ہیں اور فرمایا کہ جبرائیل علیہ السلام جا کر جنت کو دوبارہ دیکھ آؤ چنانچہ وہ گئے اور جنت کو اس اضافہ کے ساتھ جو چاروں طرف احاطہ کی صورت میں ہوا تھا) دیکھ کر واپس آئے اور عرض کیا کہ پروردگار! تیری عزت کی قسم مجھے یہ خدشہ ہے کہ اب شاید ہی کوئی جنت میں داخل ہونے کی خواہش کرے (کیونکہ اس کے گرد مکروہات نفس کا جو احاطہ قائم کر دیا گیا ہے اس کو عبور کرنے کے لئے نفسانی خواہشات کو مارنا پڑے گا اور ظاہر ہے کہ انسان خواہشات نفس کو مار کر جنت تک پہنچنا دشوار سمجھے گا) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسی طرح جب اللہ تعالیٰ نے دوزخ بنائی تو حکم دیا کہ جبرائیل علیہ السلام! جاؤ دوزخ کو دیکھ کر آؤ کہ میں نے کتنی ہولناک اور بری چیز بنائی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا پس جبرائیل گئے اور دوزخ کو دیکھ کر واپس آئے تو عرض کیا کہ پروردگار! تیری عزت وجلال کی قسم جو کوئی بھی دوزخ کے بارے میں سنے گا وہ ڈر کے مارے اس سے دور رہے گا اور اس میں جانے کی خواہش نہ کرے گا، تب اللہ تعالیٰ نے دوزخ کے چاروں طرف خواہشات اور لذات دنیا کا احاطہ قائم کر دیا اور جبرائیل علیہ السلام سے فرمایا کہ جبرائیل! جاؤ دوزخ کو دوبارہ دیکھ کر آؤ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چنانچہ حضرت جبرائیل گئے اور دوزخ کو اس احاطہ کے اضافہ کے ساتھ دیکھ کر واپس آئے اور عرض کیا کہ پروردگار! تیری عزت وجلال کی قسم، مجھے خدشہ ہے کہ اب شاید ہی کوئی باقی بچے جو دوزخ میں نہ جائے کیونکہ جن خواہشات نفس اور لذات دنیا کا احاطہ دوزخ کے چاروں طرف کر دیا گیا ہے وہ اس قدر دلفریب اور اتنی زیادہ مزیدار ہیں کہ نفس طبیعت کی پیروی کرنے والوں میں سے کوئی بھی ایسا نہیں ہوگا جو ان خواہشات ولذات کی طرف نہ لپکے اور اس کے نتیجہ میں دوزخ میں نہ جانا پڑے۔ (مشکوۃ المصابیح، جلد پنجم: رقم الحدیث، 260)

مکارہ اصل میں مکرہ کی جمع ہے جس کی معنی ہیں مکروہ یعنی ناپسندیدہ ودشوار چیز یہاں مکارہ سے مراد وہ شرعی امور ہیں جن کا انسان کو مکلف قرار دیا گیا ہے کہ فلاں فلاں کو اختیار کیا جائے اور فلاں فلاں سے اجتناب کیا جائے پس جنت کے چاروں طرف مکارہ کا احاطہ قائم کرنے کا مطلب یہ ہے کہ جب تک اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے اور گناہوں سے اجتناب کرنے کی تکلیف ومشقت اٹھائی جائے گی نفس کی خواہشات اور اس کی تمناؤں کو ختم نہ کر دیا جائے گا اس وقت تک جنت میں داخل ہونا ناممکن ہوگا۔

## جنت ودوزخ کی آپس میں بحث کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت ودوزخ نے آپس میں بحث وتکرار کی چنانچہ دوزخ نے تو یہ کہا کہ مجھے سرکش ومتکبر اور ظالموں کے لئے چھانٹا گیا ہے اور جنت نے یہ کہا کہ میں اپنے بارے میں کیا کہوں میرے اندر بھی تو وہی لوگ داخل ہوں گے جو ضعیف وکمزور ہیں۔ لوگوں کی نظروں میں گرے ہوئے ہیں اور جو بھولے بھالے اور فریب میں آ جانے والے ہیں۔ (یہ سن کر) اللہ تعالیٰ نے جنت سے فرمایا: تو میری رحمت کے اظہار کا ذریعہ اور میرے کرم کی آماجگاہ کے علاوہ اپنے بندوں سے جس کو اپنی رحمت سے نوازنا چاہتا ہوں اس کے لئے تجھے ہی ذریعہ بناتا ہوں۔ اور دوزخ سے فرمایا تو میرے عذاب کا محل ومظہر ہونے کے علاوہ کچھ نہیں میں اپنے بندوں میں سے جس کو عذاب دینا چاہتا ہوں اس لئے تجھے ہی ذریعہ بناتا ہوں اور میں تم دونوں ہی کو لوگوں سے بھر دوں گا البتہ دوزخ کے ساتھ تو یہ معاملہ ہوگا کہ وہ اس وقت تک نہیں بھرے گی جب تک کہ اس پر اللہ تعالیٰ اپنا پاؤں نہ رکھ دے گا، چنانچہ جب اللہ تعالیٰ رکھ دے گا تو دوزخ پکار اٹھے گی کہ بس، بس، بس، اس وقت دوزخ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے بھر جائے گی اور اس کے حصوں کو ایک دوسرے کے قریب کر دیا جائے گا (پس وہ سمٹ جائے گی) مطلب یہ کہ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں سے کسی پر ظلم نہیں کرے گا رہا جنت کا معاملہ تو (اس کے بھرنے کے لئے) اللہ تعالیٰ نئے لوگ پیدا کر دے گا۔ (بخاری ومسلم، مشکوۃ المصابیح، جلد پنجم: رقم الحدیث، 258)

جنت ودوزخ نے آپس میں بحث وتکرار کی" کا مطلب یہ ہے کہ دونوں نے گویا اپنے اپنے بارے میں ایک طرح کا شکوہ شکایت کیا دوزخ کا کہنا اگر یہ تھا کہ سرکش وظالم لوگوں کے لئے مجھے ہی کیوں مخصوص کیا گیا تو جنت نے یہ کہا کہ میرا معاملہ بھی کچھ

زیادہ مختلف نہیں ہے میرے اندر بھی تو انہی لوگوں کو داخل کیا جائے گا دنیا میں جن کی کوئی شان و شوکت نہیں ہے اور کمزور جسم لاغر بدن خستہ حال و مفلس اور لوگوں کی نظروں میں بے وقعت ہیں ان دونوں کا شکوہ سن کر اللہ تعالیٰ نے ان پر واضح کیا کہ تم میں سے کسی کا بھی اس کے علاوہ کوئی معاملہ نہیں کہ تم دونوں کو محض میری مشیت اور مصلحت کے نتیجہ میں وجود میں لایا گیا ہے کہ میں نے ایک کو اپنی رحمت اور لطف و کرم کا اور دوسری کو اپنے قہر و غضب کا محل و مظہر بنایا پس مؤمن اور کافر کی طرح تم دونوں بھی، یعنی جنت و دوزخ دراصل خدائی جمال و جلال کے مظاہر کا نقطہ کمال ہو اور تم دونوں میں سے کسی کو بھی ایسی کوئی خصوصیت حاصل نہیں ہے جس سے دوسرے کے مقابلہ پر اس کی فضیلت و برتری ظاہر ہو اگرچہ اتنی بات ضرور ہے کہ دوزخ کے معاملات کا تعلق عدل و انصاف سے جڑا ہوا ہے اور جنت کے معاملات "فضل و کرم" سے تعلق رکھتے ہیں۔ لوگوں کی نظروں میں گرے ہوئے ہیں "یعنی وہ لوگ جو اگرچہ اپنے عقیدہ و عمل اور اخلاق کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑی قدر و منزلت رکھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں یعنی علماء و صلحاء اور ارباب باطن کی نظروں میں بھی انہیں قدر و منزلت ہی حاصل ہوتی ہے لیکن ظاہری طور پر ان کے کمزور و ضعیف خستہ حال اور غریب و نادار ہونے کی وجہ سے اکثر دنیا والے ان کو حقیر و کمتر اور نا قابل اعتناء سمجھتے ہیں نیز میرے اندر وہی لوگ داخل ہوں گے۔

جو کمزور و ضعیف ہیں میں جو مصر ہے اس سے مراد اکثر و اغلب" ہے کہ جنت میں زیادہ تر لوگ اسی زمرہ کے ہوں گے، ورنہ جنت میں جانے والے تو انبیاء و رسول بھی ہوں گے اور سلاطین و امراء بھی! یا یہ کہا جائے کہ ضعفاء (ضعیف و کمزور) سے مراد وہ بندے ہیں جو پروردگار کے سامنے بھی ذلت و فروتنی ظاہر کرتے ہیں، مخلوق کے ساتھ بھی تو تواضع و انکساری کا رویہ اختیار کرتے ہیں اور خود اپنی نظر میں بھی اپنے کو گرائے رکھتے ہیں۔ "جو بھولے بھالے اور فریب میں آ جانے والے ہیں۔ "یعنی وہ لوگ فکر آخرت میں سرگرداں رہنے کی وجہ سے دنیاوی امور سے غافل اور دنیاوی معاملات میں نا تجربہ کار رہتے ہیں اس لئے دنیا ان کو بڑی آسانی کے ساتھ بیوقوف بنا دیتے ہیں اپنے مکر و فریب کے جال میں پھانس لیتے ہیں اسی اعتبار سے ایک حدیث میں یوں فرمایا گیا ہے کہ اہل جنت کی اکثریت دنیاوی امور سے نابلند اور نادان) لوگوں پر مشتمل ہوگی ان کے مقابلہ پر کافر و منافق دنیاوی معاملات میں بڑے چالاک اور مکار ہوتے ہیں کیونکہ وہ دنیا کے معاملات کو سب کچھ سمجھ کر اپنے فکر و عمل کی پوری توانائی ادھر ہی لگائے رکھتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا یعلمون ظاهرا من الحيوة الدنيا وهم عن الاخرة هم غافلون وہ دوزخ اس وقت تک نہیں بھرے گی۔۔ الخ۔ یعنی جتنے لوگوں کا دوزخ میں جانا مقدر ہوگا ان سب کے دوزخ میں پہنچ جانے کے بعد بھی جب دوزخ کا پیٹ نہیں بھرے گا تو وہ اللہ تعالیٰ سے مزید دوزخیوں کا مطالبہ کرے گی، قرآن کریم میں ہے یوم نقول لجهنم هل امتلئت وتقول هل من مزید لیکن اللہ تعالیٰ اس کا پیٹ بھرنے کے لئے یہ نہیں کرے گا کہ بے گناہ لوگوں کو جہنم میں بھر دے یا جو گناہ گار بخشے جانے والے ہوں گے۔

انہیں کو دوزخ کے سپرد کر دے یا نئے لوگ اس لئے پیدا کرے کہ ان کو دوزخ کا پیٹ بھرنے کے کام میں لایا جائے، بلکہ یہ کرے گا کہ اپنا پیر دوزخ پر رکھ دے گا جس سے دوزخ کے تمام اطراف ایک دوسرے کے قریب ہو جائیں گی اور دوزخ کا پیٹ

سمت کر وہاں موجود لوگوں سے بھر جائے گا، یہ جو فرمایا گیا ہے کہ "اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق پر ظلم نہیں کرے گا تو اس سے مراد یہ ہے کہ دوزخ کا پیٹ بھرنے کے لئے ایسا کوئی فیصلہ نہیں کرے گا جس کو صورتاً ظلم سے تعبیر کیا جا سکتا ہو، ورنہ اصل بات یہ ہے اگر پروردگار بے گناہ لوگوں ہی کو دوزخ میں ڈال کر اس کا پیٹ بھرے تو حقیقت میں اس کو ظلم نہیں کہیں گے کیونکہ اپنی ملکیت میں کسی طرح کے بھی تصرف کو ظلم قرار نہیں دیا جاتا مگر اللہ تعالیٰ صورۃ ظلم بھی نہیں کرے گا اس ضمن میں یہ ذکر کر دینا بھی ضروری ہے کہ حق سبحانہ وتعالیٰ کی طرف "پاؤں" کی نسبت متشابہات میں سے ہے جیسا کہ اس کے لئے ہاتھ آنکھ اور چہرے کے ذکر کو متشابہات میں شمار کیا جاتا ہے اور متشابہات کے سلسلے میں قرآن وحدیث میں ہے وہ یہ ہے کہ بس یہ اعتقاد رکھا جائے کہ اس سے جو کچھ مراد ہے وہی درست اور حق ہے اس کی حقیقت وکیفیت کی جستجو میں نہ پڑا جائے یہی سب سے بہتر راستہ ہے اور اسی کو سلف نے اختیار کیا ہے۔

تاہم متاخرین ارباب طویل مین سے بعض حضرات نے یہ بھی لکھا ہے کہ اس کے "پیر" سے مراد اس کی مخلوق میں سے کسی کا پیر ہے، اس کے علاوہ بعض لوگوں نے کچھ اور ایسی تاویلیں بھی کی ہیں جو ذات اقدس تعالیٰ کی شان کے مطابق ہیں لیکن طوالت کے خوف سے ان کو یہاں ذکر نہیں کیا جا رہا ہے۔ جنت کو بھرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نئے لوگ پیدا کرے گا کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو جمع کر کے جنت میں داخل کر دے گا جنہوں نے کبھی کوئی عمل نہیں کیا ہوگا اور جنت کے مستحق نہیں ہوں گے پس یہ رب کریم کی شان رحمت کا اظہار ہوگا کہ وہ دوزخ کو بھرنے کے لئے بے گناہ لوگوں کو تو اس میں نہیں ڈالے گا لیکن بہشت کو بھرنے کے لئے بے عمل لوگوں کو اس میں داخل کر دے گا۔

# بَاب فِي الْحَوْضِ

# باب 27: حوض کا بیان

## حوض کے معنی ومفہوم کا بیان

حوض کے معنی: لغت میں "حوض کے معنی ہیں "پانی جمع ہونا اور بہنا۔ اسی لئے جو گندا خون عورتوں کو ہر مہینہ آتا ہے۔ "حیض" کہلاتا ہے اور یہ لفظ بھی "حوض" ہی سے مشتق ہے یہاں حوض سے وہ "حوض" (نہر) مراد ہے جو قیامت کے دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مخصوص ہوگا اور جس کی صفات وخصوصیات اس باب میں نقل ہونے والی احادیث سے معلوم ہوں۔ قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ نے لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے دو حوض ہوں گے۔ ایک حوض تو میدان محشر میں پل صراط سے پہلے عطا ہوگا اور دوسرا حوض جنت میں ہوگا اور دونوں کا نام کوثر ہوگا۔ واضح رہے کہ عربی میں " کوثر" کے معنی ہیں خیر کثیر یعنی بیشمار بھلائیاں اور نعمتیں! پھر زیادہ صحیح یہ ہے کہ میدان حشر میں جو حوض عطا ہوگا وہ "میزان" کے مرحلہ سے پہلے ہی ہوگا پس لوگ اپنی قبروں سے پیاس کی حالت میں نکلیں گے اور پہلے حوض پر آئیں گے۔ اس کے بعد میزان (یعنی اعمال کے تولے جانے) کا مرحلہ پیش آئے گا۔ اسی طرح میدان حشر میں ہر پیغمبر کا اپنا حوض ہوگا جس پر اس کی امت آئے گی چنانچہ اس وقت تمام پیغمبر آپس میں فخر کا اظہار کریں گے کہ دیکھیں کس کے حوض پر زیادہ لوگ آتے ہیں ہمارے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میں امید رکھتا ہوں کہ میرے

حوض پر آنے والوں کی تعداد سب سے زیادہ ہوگی۔

**148**- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ وَمُسَدَّدٌ قَالَا حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ أَمَامَكُمْ حَوْضًا مَا بَيْنَ نَاحِيَتَيْهِ كَمَا بَيْنَ جَرْبَاءَ وَأَذْرُحَ

✧✧ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: تمہارے آگے حوض ہوگا' اس کے دونوں کناروں کے درمیان اتنا فاصلہ ہوگا جتنا ''جرباء'' اور ''اذرح'' کے درمیان ہے۔

**149**- حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ النَّمَرِيُّ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ عَنْ أَبِي حَمْزَةَ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَزَلْنَا مَنْزِلًا فَقَالَ مَا أَنْتُمْ جُزْءٌ مِّنْ مِائَةِ أَلْفِ جُزْءٍ مِمَّنْ يَّرِدُ عَلَيَّ الْحَوْضَ قَالَ قُلْتُ كَمْ كُنْتُمْ يَوْمَئِذٍ قَالَ سَبْعَ مِائَةٍ أَوْ ثَمَانَ مِائَةٍ

✧✧ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ موجود تھے۔ ہم نے ایک جگہ پڑاؤ کیا۔ آپ نے فرمایا: جتنے لوگ میرے حوض پر آئیں گے تم ان کا ایک لاکھواں حصہ بھی نہیں ہو۔ راوی بیان کرتے ہیں' میں نے حضرت زید رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا' آپ لوگوں کی تعداد اس وقت کتنی تھی۔ انہوں نے جواب دیا: سات سو تھی یا شاید آٹھ سو تھی۔

**150**- حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ عَنِ الْمُخْتَارِ بْنِ فُلْفُلٍ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَّقُولُ أَغْفَى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِغْفَاءَةً فَرَفَعَ رَأْسَهُ مُتَبَسِّمًا فَإِمَّا قَالَ لَهُمْ وَإِمَّا قَالُوا لَهُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ لِمَ ضَحِكْتَ فَقَالَ إِنَّهُ أُنْزِلَتْ عَلَيَّ آنِفًا سُورَةٌ فَقَرَأَ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ (إِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ) حَتّٰى خَتَمَهَا فَلَمَّا قَرَأَهَا قَالَ هَلْ تَدْرُونَ مَا الْكَوْثَرُ قَالُوا اللّٰهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ قَالَ فَإِنَّهُ نَهْرٌ وَّعَدَنِيهِ رَبِّي عَزَّ وَجَلَّ

---

حدیث 148:

اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث: 6206
اخرجه مسلم فی "صحیحه" رقم الحدیث: 2299
اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث: 6079
اخرجه ابن حبان فی "صحیحه" رقم الحدیث: 6453
اخرجه الطبرانی فی "معجمه الاوسط" رقم الحدیث: 852
اخرجه عبد بن حکیم الکسی فی "مسنده" رقم الحدیث: 753
اخرجه ابن ابی شیبة فی "مصنفه" رقم الحدیث: 31664

حدیث 149:

اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث: 19287
اخرجه الحاکم فی "المستدرک" رقم الحدیث: 256
اخرجه الطبرانی فی "معجمه الکبیر" رقم الحدیث: 4997
اخرجه الطیالسی فی "مسنده" رقم الحدیث: 677
اخرجه عبد بن حکیم الکسی فی "مسنده" رقم الحدیث: 266
اخرجه ابن ابی شیبة فی "مصنفه" رقم الحدیث: 31687

حدیث 150:

اخرجه مسلم فی "صحیحه" رقم الحدیث: 400
اخرجه النسائی فی "سننه" رقم الحدیث: 904
اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث: 12015
اخرجه النسائی فی "سننه الکبرٰی" رقم الحدیث: 977
اخرجه البیهقی فی "سننه الکبرٰی" رقم الحدیث: 2208
اخرجه ابویعلی فی "مسنده" رقم الحدیث: 3951
اخرجه ابن ابی شیبة فی "مصنفه" رقم الحدیث: 31665

فِي الْجَنَّةِ وَعَلَيْهِ خَيْرٌ كَثِيرٌ عَلَيْهِ حَوْضٌ تَرِدُ عَلَيْهِ أُمَّتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ آنِيَتُهُ عَدَدُ الْكَوَاكِبِ

✧✧ مختار بن فلفل بیان کرتے ہیں' میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے' ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اونگھ آ گئی۔ جب آپ نے سر مبارک اٹھایا تو آپ مسکرا رہے تھے۔ لوگوں نے آپ سے عرض کی: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! آپ کیوں مسکرا رہے ہیں تو آپ نے فرمایا: ابھی میرے اوپر یہ سورت نازل ہوئی ہے۔ پھر آپ نے (ان آیات کی) تلاوت کی۔

''اللہ تعالیٰ کے نام سے برکت حاصل کرتا ہوں جو رحمان اور رحیم ہے (وہ فرماتا ہے):

بے شک ہم نے تمہیں الکوثر عطا کی ہے''۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پوری سورت کو تلاوت کیا۔ جب آپ نے اسے پڑھ لیا تو آپ نے فرمایا: کیا تم لوگ جانتے ہو''کوثر'' سے مراد کیا ہے؟ لوگوں نے عرض کیا: اللہ اور اس کا رسول زیادہ بہتر جانتے ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ ایک نہر ہے جس کا میرے پروردگار نے مجھ سے وعدہ کیا ہے' یہ جنت میں ہے۔ اس میں بہت زیادہ بھلائی ہے' اس پر ایک حوض ہے' میری امت کے لوگ قیامت کے دن اس حوض پر آئیں گے۔ اس کے کوزے ستاروں کی تعداد جتنے ہیں۔

## کوثر کی تفسیر سے متعلق روایات کا بیان

۱- ابن مردویہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ سورۃ انا اعطیناک الکوثر مکہ میں نازل ہوئی۔

۲- ابن مردویہ نے ابن الزبیر اور عائشہ رضی اللہ عنہما سے بھی اسی طرح روایت کیا۔

۳- ابن ابی شیبہ نے عمرو بن یمون رحمہ اللہ سے روایت کیا کہ جب عمر رضی اللہ عنہ کو نیزہ مارا گیا اور لوگ مضطرب اور بکھر گئے تو عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ آگے بڑھے اور انہوں نے قرآن میں سب سے چھوٹی سورتیں پڑھیں اور نماز مکمل کی۔ یعنی آیت انا اعطینك الكوثر اور آیت اذا جاء نصر الله والفتح ۔

۴- بیہقی نے اپنی سنن میں ابن شبرمہ رحمہ اللہ سے روایت کیا کہ قرآن میں تین آیات سے کم کوئی سورۃ نہیں ہے۔

۵- طستی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ نافع بن ازرق رحمہ اللہ نے ان سے پوچھا کہ مجھے اللہ تعالیٰ کے اس قول آیت انا اعطینک الکوثر کے بارے میں بتایئے۔ تو انہوں نے فرمایا کہ جنت کے اندر کے حصے میں ایک نہر ہے۔ اس کے کناروں پر موتی اور یاقوت کے گنبد ہیں۔ جن میں آپ کی ازواج اور خدام ہیں۔ پھر پوچھا کونسی چیز ہے کہ جس کے سبب اس کا ذکر کیا گیا اور کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باب صفا سے داخل ہوئے اور باب المروہ سے باہر نکل گئے۔ عامر بن وائل السہمی آپ کے سامنے آ گیا۔ پھر عاص قریش کی طرف لوٹ آیا۔ قریش نے اس سے کہا: اے ابوعمرو! ابھی ابھی تیرے سامنے کون آیا؟ اس نے کہا وہ ابتر تھا۔ اور اس لفظ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مراد لیا۔ تب اللہ تعالیٰ نے یہ سورۃ کوثر نازل فرمائی آیت انا اعطینک الکوثر فصل لربک وانحر، ان شانیک ہوالابتر۔ بے شک ہم نے آپ کو کوثر دی پس اپنے رب کے لیے نماز پڑھیے اور قربانی کیجیے، بے شک آپ کا دشمن ہی بے نام ونشان ہے۔ یعنی آپ کا دشمن عاص بن وائل ہی خیر سے خالی اور بے نام ونشان ہے۔ اے محمد صلی اللہ

علیہ وسلم جہاں میرا ذکر کیا جائے گا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! وہاں آپ کا بھی ذکر کیا جائے گا۔ اور جس نے میرا ذکر کیا اور آپ کا ذکر نہ کیا تو اس کے لیے جنت میں کوئی حصہ نہ ہوگا۔ پھر پوچھا کیا عرب کے لوگ اس معنی سے واقف ہیں؟ فرمایا ہاں کیا تو نے حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے نہیں سنا۔

وحباء الالہ بالکوثر الاکبر فیہ النعیم والخیرات

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے آپ کو کوثر عطا فرمائی اس میں بے شمار نعمتیں اور خیرات و برکات ہیں۔

۶- ابن ابی شیبہ واحمد ومسلم وابوداود والنسائی وابن جریر وابن المنذ ر وابن مردویہ اور بیہقی نے اپنی سنن میں انس بن مالک رحمہ اللہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک مرتبہ اونگھ آ گئی۔ اور پھر مسکراتے ہوئے اپنے سر مبارک کو اٹھایا اور فرمایا کہ مجھ پر ابھی ابھی ایک سورۃ نازل ہوئی اور آپ نے سورۃ کوثر پڑھی آیت بسم اللہ الرحمٰن الرحیم انا اعطینک الکوثر یہاں تک کہ اس کو ختم فرمایا۔ پھر فرمایا کیا تم جانتے ہو کوثر کیا ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا۔ اللہ اور اسکا رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا وہ ایک نہر ہے میرے رب نے مجھے عطا فرمائی ہے جنت میں اس میں خیر کثیر ہے۔ میری امت اس پر آئے گی قیامت کے دن۔ اس کے برتن ستاروں کی تعداد کے برابر ہیں۔ ایک بندے کو اس میں سے کھینچ کر نکال لیا جائے گا تو میں کہوں گا اے میرے رب یہ میری امت میں ہے کہا جائے گا۔ آپ نہیں جانتے کہ جو کچھ اس نے آپ کے بعد کیا۔

۷- مسلم اور بیہقی نے ایک دوسری سند سے اس طرح بیان کیا پھر آپ نے اپنے سر مبارک کو اٹھایا اور یہ سورۃ آخر تک پڑھی اور بیہقی نے کہا کہ اس کے بارے میں مشہور ہے کہ اہل التفاسیر والمغازی کے درمیان کہ یہ سورۃ مکی ہے اور یہ الفاظ اس کے مخالف نہیں ہے۔ پس اس کا مشابہ ہونا اولیٰ ہے۔

۸- الطبرانی والحاکم وصححہ وابن مردویہ نے ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی:
انا اعطینك الكوثر .

۹- احمد وابن المنذ ر وابن مردویہ نے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ انہوں نے یہ آیت **انا اعطینك الكوثر** پڑھی اور کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے کوثر عطا کی گئی ہے پس یہ جنت میں ایک نہر ہے جو جاری ہے اور اس میں کوئی شگاف نہیں۔ اس کے دونوں کناروں پر موتیوں کے گنبد ہیں۔ میں نے اپنا ہاتھ اس کی مٹی تک مارا تو وہ انتہائی خوشبودار کستوری تھی۔

۱۰- الطیالسی وابن ابی شیبہ واحمد والبخاری ومسلم والترمذی والنسائی وابن ماجہ نے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں جنت میں داخل ہوا اچانک میں ایسی نہر پر پہنچا جس کے دونوں کناروں پر موتیوں کے خیمے تھے۔ تو میں نے اپنا ہاتھ وہاں تک مارا جہاں پانی چل رہا تھا۔ تو وہ انتہائی خوشبودار کستوری تھی۔ میں نے پوچھا اے جبرائیل یہ کیا ہے؟ تو انہوں نے فرمایا یہ وہ کوثر ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمائی ہے۔

کوثر کیا چیز ہے؟

۱۱- احمد والترمذی وابن جریر وابن المنذ ر والحاکم وابن مردویہ نے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ ایک آدمی نے کہا:

یارسول اللہ! کوثر کیا ہے؟ آپ نے فرمایا یہ جنت میں ایک نہر ہے جو میرے رب نے مجھے عطا فرمائی ہے اور وہ دودھ سے زیادہ سفید ہے اور شہد سے زیادہ میٹھی ہے۔ اس میں ایسے پرندے ہیں کہ ان کی گردنیں اونٹ کے گردنوں کی طرح ہی۔ عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ بے شک وہی بڑے موٹے تازے ہوں گے۔ تو آپ نے فرمایا اے عمر! اس کے پھل اس سے بڑھ کر لذیذ اور ملائم ہوں گے۔

۱۲- ابن مردویہ نے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا کہ مجھے کوثر عطا کی گئی ہے میں نے کہا: یارسول اللہ! کوثر کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ یہ ایک نہر ہے جنت میں اس کا عرض اور لمبائی اتنی ہے جیسے مشرق اور مغرب کے درمیان کا فاصلہ ہے اس میں سے جو کوئی پیئے گا وہ کبھی پیاسا نہ ہوگا۔ اور اس میں جو کوئی وضو کرے گا تو وہ کبھی غبار آلود نہ ہوگا اس میں سے وہ نہیں پیئے گا۔ جس نے میرے عہد کو توڑ دیا اور نہ ہی وہ پیئے گا جس نے میرے اہل بیت میں سے کسی کو قتل کیا۔

۱۳- ابن ابی شیبہ واحمد والترمذی وصححہ وابن ماہ وابن جریر وابن المنذ روابن مردویہ نے عطا بن سائب رحمہ اللہ سے روایت کیا کہ مجھ کو محرب بن دثار نے کہا کہ سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے کوثر کے بارے میں کیا فرمایا؟ میں نے کہا کہ انہوں نے ہم کو ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ بیان کیا کہ اس سے مراد خیر کثیر ہے تو اس نے کہا تو نے سچ کہا اللہ کی قسم! بلا شبہ وہ خیر کثیر ہے۔ لیکن ہم ابن عمر رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ آیت انا اعطینک الکوثر نازل ہوگئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوثر جنت میں ایک نہر ہے اس کے کنارے سونے کے ہیں وہ موتیوں اور یاقوت پر جاری ہے۔ اس کی مٹی عمدہ مشک سے زیادہ خوشبودار ہے اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ میٹھا ہے۔

کوثر جنتی نہر ہے۔

۱۴- ابن ابی شیبہ والبخاری وابن جریر وابن مردویہ نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا کہ ان سے اللہ تعالیٰ کے اس قول آیت انا اعطینک الکوثر کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ وہ ایک نہر ہے تمہارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا کی گئی ہے جنت کے اندر اور اس کے دونوں کناروں پر کھو کھلے موتی ہیں جس میں برتن اور لوٹے ستاروں کی تعداد میں پڑے ہوئے ہیں۔

۱۵- ابن جریر وابن مردویہ نے ابن ابی نجیح کے طریق سے مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا آیت انا اعطینک الکوثر میں الکوثر سے مراد خیر کثیر ہے اور انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ وہ جنت میں ایک نہر ہے اور عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا وہ ایک جنت میں ہر ہے کوئی آدمی اپنی انگلیوں کو اپنے کانوں میں داخل کرے گا وہ اس نہر کے چلنے کی آواز سنے گا۔

۱۶- ابن مردویہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے کوثر دی گئی۔ اس کے برتن ستاروں کی تعداد کے برابر ہیں۔

۱۷- ابن مردویہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے واسطے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی طرح روایت کیا ہے۔

۱۸- ابن مردویہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے آیت: انا اعطینک الکوثر کے بارے میں روایت کیا کہ وہ ایک نہر ہے

جو اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو جنت میں عطا فرمائی۔

۱۹-ابن جریر نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ کوثر جنت میں ایک نہر ہے اس کے دونوں کنارے سونے اور چاندی کے ہیں۔ وہ یاقوت اور موتیوں پر جاری ہے۔ اس کا پانی برف سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ میٹھا ہے۔

۲۰-ابن مردویہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ آیت انا اعطینک الکوثر سے مراد ایک نہر ہے جنت میں۔ اس کی گہرائی ستر ہزار فرسخ ہے اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید ہے اور شہد سے زیادہ میٹھا ہے اس کے دونوں کنارے موتی، یاقوت اور زبرجد کے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے خاص فرمایا دوسرے انبیاء میں سے۔

۲۱-بخاری و ابن جریر والحاکم نے ابی بشر کے طریق سے سعید بن جبیر سے روایت کیا اور انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ انہوں نے فرمایا کوثر وہ خیر ہے جو اللہ تعالیٰ خاص طور پر آپ کو عطا فرمائی۔ ابو بشر نے کہا کہ میں نے سعید بن جبیر سے کہا کہ لوگ گمان کرتے ہیں کہ کوثر جنت کی نہر ہے تو انہوں نے کہا وہ نہر جو جنت میں ہے وہ بھی اسی خیر میں سے ہے جو اللہ تعالیٰ نے خاص کر آپ کو عطا فرمائی۔

۲۲-طبرانی نے الاوسط میں حذیفہ رضی اللہ عنہ سے آیت انا اعطینك الكوثر کے بارے میں روایت کیا کہ کوثر جنت میں ایک وسیع نہر ہے۔ جس میں سونے اور چاندی کے برتن ہے ان کی تعداد کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

۲۳-ابن جریر و ابن مردویہ نے اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن حمزہ بن عبدالمطلب کے گھر تشریف لائے۔ اس کو نہ پایا تو ان کی بیوی سے ان کے بارے میں سوال کیا۔ اس نے کہا ابھی باہر گئے ہیں۔ یا رسول اللہ! کیا آپ اندر تشریف نہیں لاتے۔ آپ اندر داخل ہوئے تو اس نے کہا ابھی باہر گئے ہیں یا رسول اللہ! کیا آپ اندر تشریف نہیں لاتے۔ آپ اندر داخل ہوئے تو اس نے آپ کو حیس (ایک قسم کا حلوا) پیش کیا۔ آپ نے اس میں سے کھایا۔ تو ان کی بیوی نے کہا مبارک ہو آپ کو یا رسول اللہ! آپ تشریف لائے۔ اور میں ارادہ رکھتی تھی کہ میں آپ کے پاس آؤں تا کہ آپ کو مبارک باد پیش کروں۔ کیونکہ مجھے ابو عمارہ نے یہ خبر دی کہ بلاشبہ آپ کو نہر عطا کی گئی ہے جنت میں جس کو کوثر کہا جاتا ہے۔ آپ نے فرمایا ہاں اور اس کی زمین یاقوت، مرجان اور زبرجد اور موتیوں کی ہے۔

۲۴-ابن مردویہ نے عمرو بن شعیب سے روایت کیا اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے کہا: یا رسول اللہ! کوثر کیا ہے؟ آپ نے فرمایا جنت کی نہروں میں سے ایک نہر ہے جو اللہ تعالیٰ نے مجھے عطا فرمائی ہے۔ اس کا عرض اتنا ہے جتنا ایلہ ہے پھر اس نے کہا اس کے سنگریزے اور کنکریاں بھی ہیں؟ فرمایا اہاں اس کی کنکریاں ہیرے اور جواہر ہیں۔ اور اس کے سنگریزے موتی ہیں۔ پھر اس نے کہا اس کے لیے درخت بھی ہیں؟ فرمایا ہاں اس کے دونوں کناروں پر سونے کے درخت ہیں جن کی لمبی شاخیں اس پر جھکی ہوئی ہیں۔ پھر پوچھا کیا ان شاخوں کے ساتھ پھل بھی ہیں۔ فرمایا ہاں وہاں سرخ یاقوت اور زبرجد کئی قسمیں اگی ہیں۔ اس میں آبخورے اور برتن پیالے بھی ہیں۔ وہ دوڑ کر آئیں گے اس کی طرف جو ان سے پینے کا ارادہ کرے گا۔ جو بکھرے ہوئے ہیں اس کے درمیان میں گویا کہ وہ چمکتے ہوئے ستارے ہیں۔

۲۵-ابن المنذر نے ضحاک رحمہ اللہ آیت انا اعطینک الکوثر کے بارے میں روایت کیا کہ یہ ایک نہر ہے جنت میں اس کے دونوں کنارے موتیوں کے گنبد ہیں اس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات ہوں گی۔

۲۶-ہناد وابن جریر نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا کہ جو شخص یہ پسند کرے کہ وہ کوثر کے چلنے کی آواز کو سنے تو وہ اپنی انگلیوں کو اپنے کانوں میں رکھے۔

۲۷-ابن جریر وابن عساکر نے مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا کہ کوثر سے مراد دنیا وآخرت کی بھلائی ہے۔

۲۸-ہناد وابن جریر وابن ابی حاتم وابن عساکر نے عکرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ کوثر سے مراد وہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت، خیر اور قرآن عطا فرمایا۔ ۲۹-ابن ابی حاتم نے حسن رحمہ اللہ سے روایت کیا کہ کوثر سے مراد ہے قرآن۔ (تفسیر درمنثور، سورہ کوثر، بیروت)

**151**- حَدَّثَنَا عَاصِمُ بْنُ النَّضْرِ قَالَ حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ قَالَ سَمِعْتُ اَبِیْ قَالَ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ لَمَّا عُرِجَ بِنَبِیِّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِی الْجَنَّةِ اَوْ كَمَا قَالَ عُرِضَ لَهٗ نَهْرٌ حَافَتَاهُ الْيَاقُوتُ الْمُجَيَّبُ اَوْ قَالَ الْمُجَوَّفُ فَضَرَبَ الْمَلَكُ الَّذِیْ مَعَهٗ يَدَهٗ فَاسْتَخْرَجَ مِسْكًا فَقَالَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلْمَلَكِ الَّذِیْ مَعَهٗ مَا هٰذَا قَالَ الْكَوْثَرُ الَّذِیْ اَعْطَاكَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ

✧✧ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج ہوئی تو آپ جنت میں تھے (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں) آپ کے سامنے ایک نہر پیش کی گئی جس کے دونوں کنارے کھوکھلے یاقوت کے تھے۔ فرشتے نے جو آپ کے ساتھ تھا' اپنا ہاتھ اس پر مارا اور اس میں سے مشک نکال کر دکھائی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس فرشتے سے جو آپ کے ساتھ تھا' دریافت کیا' یہ کیا ہے؟ اس نے جواب دیا' یہ وہ کوثر ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا کی ہے۔

**152**- حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ حَدَّثَنَا عَبْدُ السَّلَامِ بْنُ اَبِیْ حَازِمٍ اَبُوْ طَالُوْتَ قَالَ شَهِدْتُ اَبَا بَرْزَةَ دَخَلَ عَلٰى عُبَيْدِ اللّٰهِ ابْنِ زِيَادٍ فَحَدَّثَنِیْ فُلَانٌ سَمَّاهُ مُسْلِمٌ وَّكَانَ فِی السِّمَاطِ فَلَمَّا رَاٰهُ عُبَيْدُ اللّٰهِ قَالَ اِنَّ مُحَمَّدِيَّكُمْ هٰذَا الدَّحْدَاحُ فَفَهِمَهَا الشَّيْخُ فَقَالَ مَا كُنْتُ اَحْسَبُ اَنِّیْ اَبْقٰى فِیْ قَوْمٍ يُعَيِّرُوْنِیْ بِصُحْبَةِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهٗ عُبَيْدُ اللّٰهِ اِنَّ صُحْبَةَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَكَ زَيْنٌ غَيْرُ شَيْنٍ قَالَ اِنَّمَا بَعَثْتُ اِلَيْكَ لِاَسْاَلَكَ عَنِ الْحَوْضِ سَمِعْتَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَذْكُرُ فِيْهِ شَيْئًا فَقَالَ لَهٗ اَبُوْ بَرْزَةَ نَعَمْ لَا مَرَّةً وَّلَا ثِنْتَيْنِ وَلَا ثَلَاثًا وَّلَا اَرْبَعًا وَّلَا خَمْسًا فَمَنْ كَذَّبَ بِهٖ فَلَا سَقَاهُ اللّٰهُ مِنْهُ ثُمَّ خَرَجَ مُغْضَبًا

✧✧ ابوطالوت بیان کرتے ہیں' ایک مرتبہ میں حضرت ابوبرزہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ موجود تھا جب وہ عبیداللہ بن زیاد کے پاس آئے' جب عبیداللہ نے انہیں دیکھا تو بولا: یہ چھوٹے قد کا موٹا محمدی ہے۔ وہ بزرگ اس بات کو سمجھ گئے اور بولے: مجھے یہ اندازہ نہیں تھا کہ میں ایسی قوم میں باقی رہوں گا جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہونے کی وجہ سے مجھے طعنہ دیں گے تو عبیداللہ نے ان سے کہا: حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابی ہونا آپ کے لئے عزت کا باعث ہے' رسوائی کا باعث نہیں ہے۔ پھر اس نے بتایا: میں نے آپ کو اس

لیے بلوایا ہے تاکہ آپ سے حوض کوثر کے بارے میں دریافت کروں' کیا آپ نے نبی اکرم ﷺ کو اس بارے میں کوئی تذکرہ کرتے ہوئے سنا ہے؟ تو حضرت ابو برزہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جی ہاں! ایک مرتبہ نہیں دو مرتبہ نہیں' تین مرتبہ نہیں' چار مرتبہ نہیں' پانچ مرتبہ نہیں (بلکہ اس سے بھی زیادہ مرتبہ سنا ہے) اور جو شخص آپ کے حوالے سے کوئی جھوٹی بات بیان کرے تو اللہ تعالیٰ اسے اس حوض سے پینا نصیب نہ کرے پھر حضرت ابو برزہ رضی اللہ عنہ غضب کے عالم میں وہاں سے چلے گئے۔

## شرح

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک ہم نے آپ کو کوثر عطا کی ہے۔ سو آپ اپنے رب کی رضا کے لئے نماز پڑھتے رہیے اور قربانی کرتے رہیں۔ بے شک آپ کا دشمن ہی بے نسل ہے۔ (الکوثر: ۳-۱)

## اس آیت میں انا اور اعطاء کے فوائد اور نکات

اس آیت کے شروع میں لفظ انا ہے اور یہ جمع کا لفظ ہے اور اس لفظ سے کبھی جمعیت مراد ہوتی ہے اور کبھی تعظیم مراد ہوتی ہے اور چونکہ اللہ تعالیٰ واحد ہے، اس لئے اس سے جمعیت مراد نہیں ہو سکتی، تاہم یہ کہا جا سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جو کوثر عطا فرمائی ہے، اس میں کئی افراد وسیلہ ہیں، حضرت ابراہیم (علیہ السلام) نے آپ کو اہل مکہ میں رسول بنا کر بھیجنے کی دعا کی:

(البقرہ: ۱۲۹) اے ہمارے رب! ان میں ان ہی میں سے ایک عظیم رسول بھیج۔

حضرت موسیٰ (علیہ السلام) نے دعا کی: اے میرے رب! مجھے امت احمد میں سے بنا دے۔

حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) نے آپ کی آمد کی بشارت دی:

(الصف: ۶) اور میں اپنے بعد ایک آنے والے رسول کی تم کو بشارت دینے والا ہوں جو میرے بعد آئے گا اور اس کا نام احمد ہوگا۔

لفظ انا میں جمع کے لفظ کی دوسری وجہ تعظیم ہے یعنی آپ کو کوثر عطا کرنے والا تمام آسمانوں اور زمینوں کا خالق اور مالک ہے اور جب آپ کو عطا کرنے والا اس قدر عظیم ہے تو اس کا عطیہ بھی بہت عظیم ہوگا۔

اللہ تعالیٰ نے ماضی کے صیغہ سے فرمایا ہے: ہم نے آپ کو کوثر عطا کر دی اور مستقبل کے صیغہ سے نہیں فرمایا کہ ہم آپ کو کوثر عطا کریں گے، یہ اس کی دلیل ہے کہ کوثر آپ کو ماضی میں حاصل ہو چکی ہے اور اس میں حسب ذیل فوائد ہیں:

(۱) جس کو ماضی میں بہت عظیم نعمت حاصل ہو چکی ہو، وہ اس سے بہت افضل ہے جس کو مستقبل میں وہ نعمت حاصل ہو، اسی لئے جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا: آپ کے لئے نبوت کب واجب ہوئی؟ تو آپ نے فرمایا: اس وقت جب حضرت آدم روح اور جسم کے درمیان تھے۔ (سنن ترمذی رقم الحدیث: ۳۶۰۹)

(۲) گویا کہ اللہ تعالیٰ نے یوں فرمایا: ہم نے آپ کی ولادت سے پہلے ہی آپ کی سعادت کے اسباب مہیا کر دیئے تھے تو ہم آپ کی ولادت اور آپ کی عبادت کے بعد آپ کو کب فراموش کرنے والے ہیں۔

(۳) اللہ تعالیٰ نے پہلے آپ کو کوثر عطا کرنے کا ذکر کیا، اس کے بعد آپ کو نماز پڑھنے اور قربانی کرنے کا حکم دیا، اس سے

معلوم ہوا کہ آپ کو کوثر عطا کرنا محض اللہ تعالیٰ کا آپ پر فضل اور احسان ہے، آپ کسی عبادت اور ریاضت کا معاوضہ نہیں ہے۔

(۴) نیز اس آیت میں فرمایا ہے: ہم نے کوثر آپ کو دی ہے، یوں نہیں فرمایا کہ ہم نے یہ کوثر نبی کو دی ہے یا رسول کو دی ہے کیونکہ اگر فرماتا: یہ کوثر نبی کو دی ہے تو یوں سمجھا جاتا کہ یہ کوثر نبوت کا مقتضیٰ ہے، سو جو بھی نبی ہوگا اس کو یہ کوثر مل گئی ہوگی اور اگر فرماتا: یہ کوثر رسول کو دی ہے تو یوں سمجھا جاتا کہ یہ کوثر رسالت کا تقاضا ہے، سو جو بھی رسول ہوگا اس کو یہ کوثر مل گئی ہوگی اور جب فرمایا: بے شک ہم نے آپ کو کوثر عطا کی ہے تو پتا چلا کہ یہ کوثر نہ نبوت کا تقاضا ہے نہ رسالت کا تقاضا ہے، یہ کوثر تو صرف آپ کی ذات کا تقاضا ہے۔

(۵) عربی میں اعطاء اور ایتاء دونوں کا معنی دینا اور نوازنا ہے، اللہ تعالیٰ نے یہاں پر اعطاء کا لفظ فرمایا ایتاء کا لفظ نہیں فرمایا کیونکہ اعطاء کا متبادر معنی ہے: محض اپنے فضل سے دینا، نیز اعطاء کا معنی ہے، کسی چیز کا مالک بنا دینا اور ایتاء سے یہ متبادر نہیں ہوتا، پس معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے آپ کو کوثر کا مالک بنا دیا ہے، آپ جس کو چاہیں اس کو کوثر میں سے دیں اور جس کو چاہیں نہ دیں، اللہ تعالیٰ نے جب حضرت سلیمان کو ملک عظیم عطا کیا تو فرمایا:

(ص: ۳۹) یہ ہماری عطا ہے، اب آپ کسی پر احسان کر کے اس کو دے دیں یا روک کر رکھیں۔

اسی طرح جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو کوثر عطا کی تو آپ کو اس کا مالک بنا دیا، چاہے آپ کسی کو دیں یا نہ دیں۔

## لفظ کوثر کی تفسیر میں مفسرین کے اقوال

(۱) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: الکوثر جنت میں نہر ہے، اس کے دونوں کنارے سونے کے ہیں، اس میں موتی اور یاقوت جاری ہیں، اس کی مٹی مشک سے زیادہ خوشبودار ہے، اس کا پانی شہد سے زیادہ میٹھا اور برف سے زیادہ سفید ہے۔ (سنن ترمذی رقم الحدیث: ۳۳۶۱ امام ترمذی نے کہا: یہ حدیث حسن صحیح ہے)

(۲) کوثر سے مراد حوض ہے، حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان بیٹھے ہوئے تھے اچانک آپ کو اونگھ آ گئی، آپ نے مسکراتے ہوئے سر بلند کیا اور فرمایا: ابھی مجھ پر ایک سورت نازل ہوئی ہے، پھر آپ نے پڑھا: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ انا اعطینک الکوثر۔ فصل لربک وانحر۔ ان شانئک ھو الابتر۔ پھر آپ نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ کوثر کیا چیز ہے؟ ہم نے کہا: اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے، آپ نے فرمایا: یہ وہ نہر ہے جس کا میرے رب عزوجل نے مجھ سے وعدہ کیا ہے، اس میں خیر کثیر ہے اور یہ وہ حوض ہے جس پر قیامت کے دن میری امت وارد ہوگی، اس کے برتن ستاروں کے عدد کے برابر ہیں، اس پر ان میں سے ایک بندہ وہاں سے نکالا جائے گا، میں کہوں گا: اے میرے رب! یہ میرا امتی ہے، پس اللہ تعالیٰ فرمائے گا، آپ از خود نہیں جانتے کہ اس نے آپ کے بعد دین میں کیا نیا کام نکالا تھا۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۴۰۰)

اس حدیث سے مخالفین یہ استدلال کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ما کان و ما یکون کا علم نہیں تھا ورنہ آپ کو از خود معلوم ہوتا کہ یہ شخص آپ کے دین اور آپ کی امت سے نکل چکا ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہر پیر اور جمعرات کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر امت کے اعمال پیش کئے جاتے ہیں۔ (الوفاص 810 مطبوعہ مصر 1369ھ) سو جس شخص نے دین میں نیا کام نکالا اس کا عمل بھی آپ پر پیش کیا گیا تھا، لہٰذا اس حدیث سے آپ کے علم کی نفی نہیں ہوتی، البتہ اس میں

آپ کی توجہ کی نفی ہے۔

کوثر سے مراد حوض ہو یا جنت میں نہر، یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیان کردہ تفسیر ہے، اس لئے یہ تفسیر تمام اقوال پر راجح اور فائق ہے۔

(۳) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: کوثر سے مراد خیر کثیر ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے ہر خیر کثیر آپ کو عطا کردی اور اسلام، قرآن، نبوت اور دنیا اور آخرت میں تعریف اور تحسین اور ثناء جمیل خیرات کثیرہ ہیں اور جنت کی سب نعمتیں خیر کثیر ہیں۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث، ۴۹۶۶)

(۴) عکرمہ نے کہا: کوثر سے مراد نبوت اور کتاب ہے۔

(۵) حسن بصری نے کہا: کوثر سے مراد قرآن ہے۔

(۶) المغیرہ نے کہا: کوثر سے مراد اسلام ہے۔

(۷) الحسین بن الفضل نے کہا: کوثر سے مراد قرآن کو آسان کرنا اور احکام شرعیہ میں تخفیف ہے۔

(۸) ابوبکر بن عیاش نے کہا: کوثر سے مراد آپ کے اصحاب آپ کی امت اور آپ کے متبعین کی کثرت ہے۔

(۹) الماوردی نے کہا: کوثر سے مراد آپ کے ذکر کی بلندی ہے۔

(۱۰) الماوردی نے کہا: کوثر سے مراد آپ کے ذکر کی بلندی ہے۔

(۱۱) الکوثر سے مراد آپ کے دل کا وہ نور ہے، جس نے آپ کو اللہ کے ماسوا سے منقطع کردیا۔

(۱۲) کوثر سے مراد شفاعت ہے۔

(۱۳) الثعلبی نے کہا: کوثر سے مراد آپ کے معجزات ہیں، جن سے آپ کی امت کو ہدایت حاصل ہوئی۔

(۱۴) بلال بن یساف نے کہا: کوثر سے مراد لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہے اور ایک قول ہے: کوثر سے مراد دین کی فقہ ہے اور ایک قول ہے: پانچ نمازیں ہیں۔

ان اقوال میں سے صحیح ترین قول اول اور ثانی ہے یعنی کوثر سے مراد جنت میں ایک نہر ہے یا حوض ہے، جو محشر میں قائم ہوگا کیونکہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۲۰ ص ۱۹۴، دار الفکر، بیروت ۱۴۱۵ھ)

## حوض کوثر کے متعلق یہ ایمان افروز حدیث ہے

حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم باہر نکلے تو آپ نے شہداء احد پر نماز جنازہ پڑھی، پھر آپ منبر پر گئے، پس فرمایا: میں حوض پر تمہارا پیش رو ہوں گا اور میں تمہارے حق میں گواہی دوں گا، اور بے شک اللہ کی قسم! میں اپنے حوض کو اب بھی ضرور دیکھ رہا ہوں اور بے شک مجھے روئے زمین کے خزانوں کی چابیاں دے دی گئی ہیں اور بے شک اللہ کی قسم! مجھے تم پر یہ خوف نہیں ہے کہ میرے بعد تم (سب) مشرک ہو جاؤ گے لیکن مجھے تم سے یہ خطرہ ہے کہ تم دنیا میں رغبت کروگے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: 1344-6590 (سنن ترمذی رقم الحدیث:: ۳۲۲۳، مسند حمد ج ۴ ص ۱۴۸)

# بَاب فِي الْمَسْأَلَةِ فِي الْقَبْرِ وَعَذَابِ الْقَبْرِ

## باب 28: قبر میں سوال جواب ہونا اور قبر میں عذاب ہونا!

**153**- حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ الطَّيَالِسِيُّ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ مَرْثَدٍ عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَيْدَةَ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ الْمُسْلِمَ إِذَا سُئِلَ فِي الْقَبْرِ فَشَهِدَ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَلِكَ قَوْلُ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ (يُثَبِّتُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ)

✧✧ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: جب قبر میں مسلمان سے دریافت کیا جاتا ہے تو وہ یہ گواہی دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں تو اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے یہی مراد ہے۔

''اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو قول ثابت کے ذریعے ثابت رکھے گا''۔

## شرح

۱-امام طیالسی، بخاری، مسلم، ابوداود، ترمذی، نسائی ابن ماجہ ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ نے براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمان سے جب قبر میں سوال کیا جائے گا تو وہ گواہی دے گا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اسی لئے اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے:

(آیت) یثبت اللہ الذین امنوا بالقول الثابت فی الحیوۃ الدنیا وفی الاخرۃ

۲-امام ابن مردویہ نے براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے اللہ تعالیٰ کے اس قول (آیت) یثبت اللہ الذین امنوا بالقول الثابت فی الحیوۃ الدنیا وفی الاخرۃ کے بارے میں روایت کیا کہ یہ قبر کے بارے میں ہے اگر وہ نیک آدمی ہے تو وہ (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) توفیق مل جاتی ہے بولنے کی اور وہ ایسا آدمی ہے کہ اس میں کوئی خیر نہیں ہوتی تو وہ کچھ نہیں بتا سکتا۔

## عذاب قبر سے پناہ مانگتے رہنا

۳-امام طیالسی، ابن ابی شیبہ، نے مصنف میں، احمد بن حنبل، ھناد بن السری نے زہد میں، عبد بن حمید، ابوداود، ابن جریر،

حدیث153:

اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث:1303

اخرجه مسلم فی "صحیحه" رقم الحدیث:2871

اخرجه الترمذی فی "جامعه" رقم الحدیث:3120

اخرجه النسائی فی "سننه" رقم الحدیث:2056

اخرجه ابن ماجه فی "سننه" رقم الحدیث:4269

اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث:18505

اخرجه ابن حبان فی "صحیحه" رقم الحدیث:206

اخرجه النسائی فی "سننه الکبریٰ" رقم الحدیث:2183

اخرجه الطبرانی فی "معجمه الاوسط" رقم الحدیث:1347

اخرجه الطبرانی فی "معجمه الکبیر" رقم الحدیث:12242

اخرجه ابن حبان فی "صحیحه" رقم الحدیث:745

اخرجه ابن ابی شیبة فی "مصنفه" رقم الحدیث:12048

ابن ابی حاتم، ابن مردویہ حاکم نے (اس کو صحیح بھی کہا ہے) اور بیہقی نے کتاب عذاب القبر میں براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک جنازے میں گئے جو انصار میں سے ایک آدمی کا تھا ہم قبر کے پاس پہنچے تو ابھی اس کی لحد تیار نہیں ہوئی تھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ گئے اور ہم بھی آپ کے اردگرد بیٹھ گئے (اور اتنے ادب سے بیٹھے ہوئے تھے) گویا ہمارے سروں پر پرندے بیٹھے ہوئے ہیں آپ کے ہاتھ مبارک میں ایک لکڑی تھی جس سے آپ زمین کرید رہے تھے آپ نے سر مبارک اٹھایا اور فرمایا قبر کے عذاب سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگو دو یا تین مرتبہ آپ نے فرمایا پھر فرمایا کہ مومن بندہ جس دنیا سے جاتا ہے اور آخرت کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو اس کے پاس آسمان سے سفید چہرے والے فرشتے نازل ہوتے ہیں گویا کہ ان کے چہرے سورج کی طرح روشن ہوتے ہیں ان کے پاس جنت کے کفنوں میں سے ایک کفن ہوتا ہے اور جنت کے خوشبوؤں میں سے ایک خوشبو ہوتی ہے یہاں تک کہ وہ اس سے حد نگاہ تک (دور) بیٹھ جاتے ہیں پھر موت کے فرشتے تشریف لاتے ہیں وہ اس کے سر کے پاس بیٹھ جاتے ہیں اور کہتے ہیں اے اطمینان پکڑنے والی جان تو اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور رضامندی کی طرف چل تو وہ روح نکل آتی ہے اور اس طرح آسانی سے نکلتی ہے جیسے مشکیزہ میں سے (پانی کے) قطرے نکلتے ہیں اگرچہ تم اس کے علاوہ دیکھتے ہو موت کا فرشتہ اس کو پکڑ لیتا ہے جب اس کو لے لیتے ہیں اور اس کو جنتی کفن میں رکھ دیتے ہیں اور اس کو جنت کی خوشبو لگاتے ہیں پس وہ کستوری جو زمین پر پائی جاتی ہے اس سے کہیں زیادہ خوشبو مہکتی ہے وہ فرشتے اس کو لے کر اوپر چڑھتے ہیں اور فرشتوں میں سے کسی فرشتہ پر سے گزرتے ہیں تو وہ کہتے ہیں یہ پاکیزہ روح کس کی ہے؟ یہ فرشتے کہتے ہیں کہ یہ فلاں بن فلاں ہے وہ اس کا اچھا نام لیتے ہیں جو دنیا میں اس کا نام لیا جاتا تھا یہاں تک کہ آسمان دنیا پر پہنچتے ہیں وہ فرشتے اس کے لئے آسمان کا دروازہ کھلواتے ہیں تو وہ ان کے لئے کھول دیا جاتا ہے ہر آسمان کے مقرب فرشتے اس روح کو اوپر والے آسمان تک الوداع کہنے جاتے ہیں یہاں تک کہ یہ روح ساتویں آسمان تک پہنچ جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میرے اس بندے کی کتاب کو علیین میں لکھ دو اور اس کو زمین کی طرف لوٹا دو اسی سے میں نے تم کو پیدا کیا اور اسی میں ان کو لوٹاؤں گا اور اسی میں سے ان کو دوبارہ نکالوں گا اس کی روح اس کے جسم، میں لوٹا دی جاتی ہے پھر اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں اور اس کو بیٹھا دیتے ہیں اور اس سے پوچھتے ہیں تیرا رب کون ہے؟ وہ کہتا ہے میرا رب اللہ ہے پھر وہ اس سے پوچھتے ہیں تیرا دین کیا ہے وہ کہتا ہے میرا دین اسلام ہے پھر اس سے پوچھتے ہیں یہ آدمی کون ہے تمہارے پاس بھیجا گیا وہ کہے گا وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں پھر وہ اس سے پوچھتے ہیں تیرا علم کیا تھا وہ کہے میں نے اللہ کتاب پڑھی اور اس پر ایمان لایا اور اس کی تصدیق کی تو آسمان سے ایک پکارنے والا آواز دیتا ہے کہ میرے بندے نے سچ کہا جنت میں سے اس کا بچھونا بچھا دو اور اسے جنت کا لباس پہنا دو اور اس کے لئے جنت میں سے ایک دروازہ کھول دو پس اسے جنت کی خوشبو اور مہک آتی رہتی ہے۔ اور اس کی قبر حد نگاہ تک کھول دی جاتی ہے اس کے پاس ایک آدمی خوبصورت چہرے والا اور خوبصورت کپڑوں والا اور پاکیزہ خوشبو والا آتا ہے اور کہتا ہے تجھے مبارک ہو اس چیز کی جو تجھ کو خوش لگتی ہے یہ وہ تیرا دن ہے جس کا تجھے وعدہ دیا جاتا تھا وہ اس سے پوچھے گا تو کون ہے؟ اور تیرا چہرہ کیا ہی خوبصورت ہے تو خیر کے ساتھ آیا ہے وہ اس سے کہتا ہے میں تیرا نیک عمل ہوں بندہ کہتا ہے اے میرے رب قیامت قائم کر اے رب قیامت قائم کر یہاں تک میں لوٹ جاوں اپنے اہل وعیال

اور اپنے مال کی طرف۔

اور فرمایا جب کافر بندہ اس دنیا سے جاتا ہے اور آخرت کی طرف آتا ہے تو اس کی طرف آسمان سے فرشتے آتے ہیں سیاہ چہروں والے ان کے ساتھ ٹاٹ ہوتے ہیں وہ اس سے حد نگاہ پر بیٹھ جاتے ہیں پھر ملک الموت آتا ہے یہاں تک کہ اس کے سر کے پاس بیٹھ جاتا ہے اور کہتا ہے اے ناپاک روح اللہ کی ناراضگی اور غضب کی طرف چل اور وہ (روح) اس کے جسم سے نکلتی ہے اور وہ اس کے جسم سے اس طرح نکلتی ہے جس طرح سیخ نکلتی ہے بھیگی ہوئی اون سے ملک الموت اس کو پکڑ لیتا ہے پھر دوسرے فرشتے ایک لمحہ کے لئے بھی اس کے پاس اس روح کو نہیں چھوڑتے یہاں تک کہ وہ اس کو ان ٹاٹوں میں لپیٹ لیتے ہیں اور اس میں سے مردار جیسی بد بو نکلتی ہے جو زمین پر پڑا ہوا ہو اور وہ اس کو لے کر اوپر چڑھتے ہیں اور فرشتوں میں سے جس گروہ پر بھی گزرتے ہیں تو وہ کہتے ہیں یہ کس خبیث کی روح ہے تو وہ کہتے ہیں فلاں بن فلاں کہ اس کا سب سے برے نام لیتے ہیں جس سے وہ دنیا میں پکارا جاتا تھا یہاں تک کہ آسمان دنیا تک پہنچتے ہیں اس کے لئے دروازہ کھلوایا جاتا ہے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ (آیت) لا تفتح لهم ابواب السمآء (الاعراف آیت ۴۰) پڑھی اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اس کی کتاب کو زمین کے نچلے حصے میں سجین میں لکھ دو اور اس کی روح کو نیچے پھینک دیا جاتا ہے۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی (آیت) ومن يشرك بالله فكانما خر من السمآء فتخطفه الطير او تهوى به الريح فى مكان سحيق (الحج آیت ۳۱) پھر اس کی روح کو اس کے جسم میں لوٹا دیا جاتا ہے اور اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں اس کو بٹھلا کر اس سے پوچھتے ہیں تیرا رب کون ہے؟ وہ کہتا ہے ھاہ ھاہ میں نہیں جانتا پھر وہ اس سے پوچھتے ہیں تیرا دین کیا ہے؟ وہ کہتا ہے ھاہ ھاہ میں نہیں جانتا پھر وہ اس سے پوچھتے ہیں وہ آدمی کون تھا جو تمہارے پاس بھیجا گیا تھا وہ کہے گا ھاہ ھاہ میں نہیں جانتا پھر وہ اس سے پوچھتے ہیں وہ آدمی کون تھا جو تمہارے پاس بھیجا گیا تھا وہ کہے گا ھاہ ھاہ میں نہیں جانتا تو ایک آواز لگانے والا آسمان سے آواز لگاتا ہے کہ میرے بندے نے جھوٹ کہا اس کے لئے آگ کا بچھونا بچھو دو اور اس کے لئے جہنم کا دروازہ کھول دو تو اس کے پاس دوزخ کی گرمی اور اس کی گرم ہوا آتی رہتی ہے اور اس پر قبر تنگ کر دی جاتی ہے یہاں تک کہ اس کی پسلیاں ایک دوسرے میں گھس جاتی ہیں اور اس کے پاس ایک برے چہرے والا آدمی آتا ہے برے کپڑوں والا بد بو والا اور کہتا ہے تجھے خوشخبری ہو اس چیز کے ساتھ جس کو تو ناپسند کرتا تھا یہ وہ دن ہے جس کا تو وعدہ دیا جاتا تھا وہ کہے گا تو کون ہے؟ تیرا چہرا ایسا برا چہرہ ہے جو شر کو لاتا ہے وہ کہے گا میں تیرا خبیث عمل ہوں، بندہ کہتا ہے اے میرے رب قیامت قائم فرما۔

## قبر میں سوالات و جوابات کا بیان

۴- امام ابن ابی شیبہ نے براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ (آیت) يثبت الله الذين امنوا بالقول الثابت فى الحيوة الدنيا وفى الاخرة سے مراد ہے کہ تثبیت دنیا کی زندگی کی اس وقت ہوتی ہے (پھر) جب دو فرشتے اس آدمی کے پاس قبر میں آتے ہیں تو اس سے پوچھتے ہیں تیرا رب کون ہے؟ وہ کہتا ہے میرا رب اللہ ہے پھر وہ کہتے ہیں تیرا دین کیا ہے؟ میرا دین اسلام ہے پھر وہ کہتے ہیں تیرا نبی کون ہے؟ وہ کہتا ہے میرا نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور وہ تثبیت ہے دنیا کی زندگی میں۔

۵- امام طبرانی نے الاوسط میں اور ابن مردویہ نے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس آیت کے بارے میں یہ فرماتے ہوئے سنا (آیت) یثبت اللہ الذین امنوا بالقول الثابت فی الحیوۃ الدنیا اس میں وفی الاخرۃ سے مراد ہے قبر یعنی یہ قبر سے متعلق ہے۔

۶- امام ابن منذر، طبرانی اور ابن مردویہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ (آیت) یثبت اللہ الذین امنوا بالقول الثابت فی الحیوۃ الدنیا وفی الاخرۃ یعنی یہ سوال وجواب میں ہوگا تیرا رب کون ہے؟ تیرا دین کیا ہے؟ تیرا نبی کون ہے؟

۷- امام ابن مردویہ نے عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (اس آیت) یثبت اللہ الذین امنوا بالقول الثابت فی الحیوۃ الدنیا وفی الاخرۃ کے بارے میں فرمایا یہ آیت قبر کے متعلق ہے یعنی قبر میں اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو قول ثابت سے ثابت قدم رکھتا ہے۔

۸- امام بیہقی نے عذاب القبر میں عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری وجہ سے قبر والوں کو بھی آزمائش میں ڈالا جاتا ہے اور اس کے بارے میں یہ (آیت) یثبت اللہ الذین امنوا بالقول الثابت فی الحیوۃ الدنیا وفی الاخرۃ نازل ہوئی۔

۹- امام بزار نے عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ امت آزمائی جاتی ہے اپنی قبروں میں میرے ساتھ کیا ہوگا اور میں ایک ضعیف عورت ہوں آپ نے جواب میں یہ (آیت) یثبت اللہ الذین امنوا بالقول الثابت فی الحیوۃ الدنیا وفی الاخرۃ تلاوت فرمائی۔

۱۰- امام ابن جریر اور ابن مردویہ نے براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مومن کی روح قبض کرنے کا ذکر کیا تو فرمایا کہ اس کے پاس آنے والا آتا ہے اور پوچھتا ہے تیرا رب کون ہے؟ وہ کہتا ہے اللہ پھر وہ کہتا ہے تیرا دین کیا ہے؟ وہ کہتا ہے اسلام پھر وہ کہتا ہے تیرا نبی کون ہے؟ وہ کہتا ہے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پھر دوسری مرتبہ اسی طرح کا سوال کیا جاتا ہے تو وہ اسی طرح جواب دیتا ہے پھر تیسری مرتبہ سوال کیا جاتا ہے تو اسے سختی سے پکڑا جاتا ہے اور وہ اسی طرح جواب دیتا ہے اسی لئے اللہ تعالیٰ کا یہ قول (آیت) یثبت اللہ الذین امنوا بالقول الثابت

## مومن کی قبر میں فرشتوں کی آمد

۱۱- امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور بیہقی نے عذاب القبر میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ مومن کو جب موت حاضر ہوتی ہے تو اس کے پاس فرشتے حاضر ہوتے ہیں اس کو سلام کرتے ہیں اور اس کو جنت کی خوشخبری دیتے ہیں جب وہ مرجاتا ہے۔ تو اس کے جنازے کے ساتھ چلتے ہیں پھر لوگوں کے ساتھ اس پر نماز پڑھتے ہیں جب اس کو دفن کیا جاتا ہے تو اس کو قبر میں بٹھا دیتے ہیں اور اسے پوچھتے ہیں تیرا رب کون ہے؟ وہ کہتا ہے میرا رب اللہ ہے پھر اس سے پوچھتے ہیں تیرا رسول کون ہے؟ تو وہ کہتا ہے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پھر اس سے پوچھتے ہیں تیری شہادت کیا ہے؟ تو وہ کہتا ہے میں اس بات میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا

کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اسی کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا (آیت) یثبت اللہ الذین امنوا تو اس کی قبر کو حد نگاہ تک وسیع کر دیا جاتا ہے لیکن کافر پر جب فرشتے نازل ہوتے ہیں وہ کافروں کو موت کے وقت مارتے ہیں ان کے چہروں پر ان کی پیٹھوں پر جب وہ قبر میں داخل کیا جاتا ہے تو اس کو قبر میں بٹھا دیتے ہیں اور پوچھتے ہیں تیرا رب کون ہے؟ تو وہ ان کو کوئی جواب نہیں دیتا اور اللہ تعالیٰ اس کو جواب بھلا دیتے ہیں اور جب اس سے پوچھا جاتا ہے وہ رسول کون ہیں؟ جن کو تمہاری طرف بھیجا گیا تو وہ ان کو کوئی جواب نہیں دیتا۔ (آیت) ویضل اللہ الظلمین سے یہی مراد ہیں۔

۱۲- امام ابن جریر، طبرانی اور بیہقی نے عذاب القبر میں روایت کیا کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب مومن مرجاتا ہے تو اس کو قبر میں بٹھا دیا جاتا ہے اور اس سے پوچھا جاتا ہے تیرا رب کون ہے؟ تیرا دین کیا ہے اور تیرا نبی کون ہے؟ تو وہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے میرا دین اسلام ہے اور میرا نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں تو اس کی قبر کو انتہائی کشادہ کر دیا جاتا ہے اور اس کے غم کو زائل کر دیا تھا ہے، پھر آپ نے یہ (آیت) یثبت اللہ الذین امنوا بالقول الثابت تلاوت فرمائی۔

لیکن کافر کو جب قبر میں رکھا جاتا ہے تو اس کو بھی بٹھا دیا جاتا ہے اور اس سے کہا جاتا ہے تیرا رب کون ہے؟ تیرا دین کیا ہے؟ تیرا نبی کون ہیں؟ وہ کہتا ہے میں نہیں جانتا تو اس پر قبر کو تنگ کر دیا جاتا ہے اور اس میں عذاب دیا جاتا ہے۔ پھر ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے یہ آیت پڑھی (آیت) ومن اعرض عن ذکری فان لہ معیشۃ ضنکا (طٰہٰ آیت ۱۲۴)

۱۳- امام ابن ابی حاتم، ابن منذر اور طبرانی نے الاوسط میں ابوقتادہ انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ مومن جب مرجاتا ہے تو اس کو اس کی قبر میں بٹھا دیا جاتا ہے اور اسے کہا جاتا ہے کہ تیرا رب کون ہے؟ تو وہ کہتا ہے کہ اللہ (میرا رب ہے) پھر اس سے کہا جاتا ہے کہ تیرا نبی کون ہے؟ تو وہ کہتا ہے کہ محمد بن عبداللہ، اس سے تین مرتبہ کہا جاتا ہے پھر اس کے لئے پھر اس کے لئے دوزخ کی طرف دروازہ کھول دیا جاتا ہے اور اسے کہا جاتا ہے کہ تو اپنا ٹھکانہ دیکھ لے اگر تو راہ راست سے بھٹک جاتا ہے پھر اس کے لئے جنت کا دروازہ کھول دیا جاتا ہے اور سے کہا جاتا ہے کہ جنت میں اپنا ٹھکانا دیکھ لے اس لئے کہ تو ثابت قدم رہا۔

اور جب کافر مرتا ہے تو اس کو قبر میں بٹھا دیا جاتا ہے اور اس سے پوچھا جاتا ہے کہ تیرا رب کون ہے؟ تیرا نبی کون ہے؟ وہ کہتا ہے میں نہیں جانتا لوگوں سے میں سنتا تھا وہ کہتے تھے پھر اس سے کہا جاتا ہے تو کبھی نہ جانے، پھر اس کے لئے جنت کا دروازہ کھول کر کہا جاتا ہے اپنے گھر کی طرف دیکھ اگر تو ایمان میں ثابت قدم رہتا تو تیرا یہ ٹھکانا ہوتا، پھر اس کے لئے دوزخ کی طرف دروازہ کھول دیا جاتا ہے اور اس سے کہا جاتا ہے کہ اپنے گھر کی طرف دیکھ جب کہ تو رہ راست سے ہٹ چکا ہے۔ اسی کو فرمایا (آیت) یثبت اللہ الذین امنوا بالقول الثابت فی الحیوۃ الدنیا اور فرمایا کہ قول ثابت سے مراد لا الہ الا اللہ اور فی الاخرۃ سے مراد اور آخرت میں ثابت قدم رکھنے سے مراد ہے قبر میں سوال کے وقت ثابت قدم رکھنا۔

## قبر میں پٹائی اور مردے کی آواز

۱۴- امام احمد، ابن ابی الدنیا نے ذکر الموت میں، ابن ابی عاصم نے سنۃ میں، بزار، ابن جریر، ابن مردویہ اور بیہقی نے عذاب

القبر میں سند صحیح کے ساتھ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنازہ میں حاضر تھا آپ نے فرمایا اے لوگوں یہ امت مبتلا کی گئی اپنی قبروں میں جب انسان دفن کیا جاتا ہے تو اس کے ساتھی اس سے جدا ہو جاتے ہیں ایک فرشتہ اس کے پاس آتا ہے جس کے ہاتھ میں ہتھوڑا ہوتا ہے اس کو بٹھا کر پوچھتا ہے تو اس ذات کے بارے میں کیا کہتا ہے؟ اگر وہ مومن ہوتا ہے تو وہ کہتا ہے میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں تو وہ فرشتہ کہتا ہے تو نے سچ کہا پھر اس کے لئے دوزخ کی طرف ایک دروازہ کھولا جاتا ہے اور وہ فرشتہ اس سے کہتا ہے تیرا ٹھکانہ ہوتا اگر تو اپنے رب کے ساتھ کفر کرتا اب جب کہ تو ایمان لے آیا تو تیرا یہ ٹھکانہ ہے اور اس کے لئے جنت کا دروازہ کھول دیا جاتا ہے تو وہ ارادہ کرتا ہے کہ وہ اس کی طرف چلا جائے تو وہ فرشتہ اس سے کہتا ہے تو ٹھہر جا اور اس کے لئے اس کی قبر کو وسیع کر دیا جاتا ہے اور اگر وہ کافر یا منافق ہوتا ہے تو اس سے (جب) کہا جاتا ہے تو اس آدمی کے بارے میں کیا کہتا ہے؟ تو وہ کہتا ہے نہیں جانتا میں لوگوں سے سنتا تھا کہ کچھ (اس بارے میں) کہتے تھے پھر وہ فرشتہ کہتا ہے تو کبھی نہ جانے اور نہ تجھے جاننے کی طاقت ہو اور نہ کبھی ہدایت حاصل کرے پھر اس کے لئے پہلے جنت کی طرف ایک دروازہ کھولا جاتا ہے اور اس سے کہا جاتا ہے یہ تیرا ٹھکانہ ہوتا اگر تو اپنے رب پر ایمان لاتا اب جب کہ تو نے اس کے ساتھ کفر کیا ہے تو اللہ تعالیٰ نے اس کو تجھ سے بدل دیا ہے پھر اس کے لئے دوزخ کی طرف ایک دروازہ کھولا جاتا ہے پھر اس کے سر پر ہتھوڑے کے ساتھ مارا جاتا ہے اس (کی آواز) کو اللہ کی ساری مخلوق سنتی ہے سوائے انسان اور جنات کے بعض صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس شخص کے اوپر ایسا فرشتہ کھڑا ہوگا جس کے ہاتھ میں ہتھوڑا ہوگا تو وہ اس وقت عقل گم کر بیٹھے گا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ (آیت) یثبت اللہ الذین امنوا بالقول الثابت پڑھی۔

۱۵- امام طبرانی نے الاوسط میں اور ابن مردویہ نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک جنازہ میں حاضر تھے جب اس کے دفن سے فارغ ہو گئے اور لوگ واپس جانے لگے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اب وہ میت سن رہی ہے تمہارے جوتوں کی آہٹ کو اس کے پاس (دو فرشتے) منکر نکیر آئے ہیں ان کی آنکھیں تانبے کی ہانڈیوں کی طرح ہیں اور ان کے دانت گائے کے سینگوں کی طرح ہیں اور ان آواز کڑک کی طرح (گرجدار) ہے دونوں فرشتے اس کو اٹھا کر بٹھاتے ہیں اور اس سے پوچھتے ہیں کس کی عبادت کرتا تھا اور اس کا نبی کون ہے؟ اگر وہ اللہ کی عبادت کرنے والوں میں سے تھا تو وہ کہے گا میں اللہ کی عبادت کرتا تھا اور میرے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جو ہمارے پاس دلائل اور ہدایت لے کر آئے ہم ان پر ایمان لائے اور ہم نے ان کا اتباع کیا اسی کو فرمایا (آیت) یثبت اللہ الذین امنوا بالقول الثابت فی الحیوۃ الدنیا وفی الاخرۃ پھر اس سے کہا جاتا ہے کہ تو یقین پر رہا اور اسی پر تو مرا اور اسی پر تو اٹھایا جائے گا پھر اس کے لئے جنت کا دروازہ کھول دیا جاتا ہے اور اس کے لئے قبر کو کشادہ کر دیا جاتا ہے۔ اور اگر وہ شک کرنے والوں میں سے ہوتا ہے تو وہ کہتا ہے میں نہیں جانتا میں لوگوں سے سنتا تھا کہ جو کچھ وہ کہتے تھے تو میں بھی وہی کہتا تھا میں نہیں جانتا اس سے کہا جائے گا تو شک پر زندہ رہا اور اسی پر تو مرا اور اسی پر تو اٹھا جائے گا پھر اس کے لئے دوزخ میں سے ایک دروازہ کھول دیا جاتا ہے اور اس پر بچھو اور اژدھے مسلط کر دیئے جاتے ہیں اور اگر ان

میں سے کوئی ایک دنیا میں پھونک مار دے تو زمین کچھ نہ اگائے اور سانپ اور بچھو اس کو ڈسیں گے اور زمین کو حکم ہوگا اس پر تنگ ہو جا یہاں تک کہ اس کی پسلیاں (ایک دوسرے میں) گھس جائیں گی۔

۱۶-امام ابن ابی شیبہ، ھناد نے زہد میں، ابن جریر، ابن منذر ابن حبان، طبرانی نے الاوسط میں، حاکم، ابن مردویہ اور بیہقی نے ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے جب میت کو اس کی قبر میں رکھا جاتا ہے تو وہ لوگوں کے جوتوں کی آہٹ سنتا ہے یہاں تک کہ وہ لوگ اس سے پیٹھ پھیر کر چل دیتے ہیں اگر وہ مومن ہے تو نماز اس کے سر کے پاس ہوتی ہے اور زکوٰۃ اس کی دائیں طرف اور روزہ اس کے بائیں طرف ہوتا ہے اور نیک کام اور احسان کرنا لوگوں کی طرف اس کے قدموں کی جانب ہوتے ہیں ایک فرشتہ اس کے سر کی طرف سے آتا ہے اور نماز اس سے کہتی ہے میری طرف سے داخلے کا راستہ نہیں ہے پھر وہ اس کے دائیں طرف آتا ہے تو زکوٰۃ کہتی ہے میری طرف سے داخلہ کا راستہ نہیں ہے پھر اس کے شمال کی جانب سے آتا ہے تو وہ کہتا ہے میری طرف سے داخلے کا راستہ نہیں ہے اس سے کہا جاتا ہے بیٹھ جا تو وہ اٹھ جاتا ہے اس کے لئے سورج کی ایک شکل بنا دی جاتی ہے اور اسے یوں لگتا ہے کہ سورج غروب ہونے کے قریب ہے اس سے کہا جاتا ہے ہم کو بتا ان باتوں کے بارے میں جو ہم تجھ سے سوال کریں گے تو وہ کہتا ہے مجھے چھوڑ دو یہاں تک کہ میں نماز پڑھ لوں اس سے کہا جاتا ہے تو وہ نماز پڑھ لے گا پہلے ہمارے سوالوں کے جواب دے وہ کہے گا کس چیز کے بارے میں تم مجھ سے سوال کرتے اس سے پوچھا جاتا ہے تو کیا کہتا ہے اس آدمی کے بارے میں جو تمہارے اندر تھا یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تو وہ کہے گا میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ اللہ کے رسول ہیں ہمارے پاس معجزات لے کر آئے اپنے رب کی طرف سے ہم نے ان کی تصدیق کی اور ان کا اتباع کیا اس سے کہا جائے گا تو نے سچ کہا اسی پر تو جیتا رہا اور اسی پر تو مرا اسی پر انشاء اللہ اٹھا جائے گا اور اس کے لئے اس کی قبر کو حد نگاہ تک کشادہ کر دیا جاتا ہے اور یہی قول ہے اللہ تعالیٰ کا اس (آیت) یثبت اللہ الذین امنوا بالقول الثابت فی الحیوۃ الدنیا وفی الاخرۃ اور کہا جاتا ہے اس کے لئے دوزخ کی طرف کھول دو اور کہا جاتا ہے کہ یہ تیرا ٹھکانہ تھا اگر تو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتا ہے اور اضافہ ہو جائے گا اس کی کامیابی کی خوشی میں اور لوٹا دیا جائے گا اس کے جسم کو اس مٹی میں جس سے وہ بنا دیا اور اس کی روح نسیم میں رکھی جائے گی اور وہ ایک سبز پرندہ ہوتا ہے جو معلق رہتا ہے جنت کے درخت میں اگر وہ کافر ہوتا تو اس کی قبر میں آئے گا اس کے سر کی طرف سے تو کبھی موجود نہ ہوگا اس کے پاوں کی جانب سے آئے گا تو کچھ بھی موجود نہ ہوگا وہ ڈرتے ہوئے اور مرعوب ہو کر بیٹھ جائے گا اس سے پوچھا جائے گا کہ تو اس آدمی کے بارے میں کیا جانتا ہے جو تمہارے درمیان تھا تو اس کے متعلق کیا گواہی دیتا تھا وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نام مبارک کو نہ پہچان سکے گا اسے کہا جائے گا وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تھے وہ کہے گا میں لوگوں سے سنتا تھا میں بھی وہی کہتا تھا جیسے وہ کہتے تھے اس سے کہا جائے گا تو نے سچ کہا اس پر تو جیتا رہا اس پر تو مرا اور اسی پر تو مرا تو انشاء اللہ اٹھا جائے گا اس پر اس کی قبر کو تنگ کر دیا جائے گا یہاں تک کہ اس کی پسلیاں ایک دوسرے میں گھس جائیں گی اسی کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا (آیت) ومن اعرض عن ذکری فان لہ معیشۃ ضنکا (طٰہٰ آیت ۲۴) کہا جائے اس کے لئے جنت کی طرف دروازہ کھول دو تو جنت کی طرف دروزاہ کھول دیا جائے گا اس سے کہا جائے گا یہ تیرا ٹھکانہ تھا جو اللہ تعالیٰ نے تیرے لئے تیار کر رکھا

تھا اگر تو اس کی اطاعت کرتا (اس کے لئے) اضافہ ہوگا اس کی حسرت اور نا کامی میں پھر کہا جائے گا اس کے لئے دوزخ کی طرف ایک دروازہ کھول دو تو اس کی طرف ایک دروازہ کھول دیا جائے گا کہا جائے گا یہ تیرا ٹھکانہ ہے اور یہ اللہ تعالیٰ نے تیرے لئے تیار کیا ہے (یہ سن کر) اس کی حسرت اور نا کامی اور زیادہ اضافہ ہوگا۔

۱۷- امام ابن جریر، اور ابن مردویہ نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ (آیت) یثبت الله الذين امنوا بالقول الثابت في الحيوة الدنيا وفي الاخرة تلاوت کی اور فرمایا یہ اس وقت ہوگا جب قبر میں کہا جائے گا تیرا رب کون ہے؟ تیرا دین کیا ہے؟ تو وہ کہے گا میرا رب اللہ ہے میرا دین اسلام ہے میرا نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں ہمارے پاس دلائل لے کر آئے اور ہدایت لے کر آئے اللہ کی طرف سے میں ان پر ایمان لایا اور میں نے تصدیق کی اس سے کہا جائے گا تو نے سچ کہا اسی پر تو زندہ رہا اور اسی پر تو مرا اور اسی پر تو اٹھایا جائے گا۔

۱۸- امام ابن جریر نے طاوس رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ (آیت) يثبت الله الذين امنوا بالقول الثابت سے قبر کا فتنہ مراد ہے۔

۱۹- امام ابن ابی شیبہ اور ابن جریر نے مسیب بن رافع رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ (آیت) يثبت الله الذين امنوا بالقول الثابت قبر کے بارے میں نازل ہوئی۔

۲۰- امام ابن جریر نے ابن زید رحمۃ اللہ علیہ سے اس آیت کے بارے میں روایت کیا کہ یہ اس میت کے بارے میں نازل ہوئی جس سے اس کی قبر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بارے میں پوچھا جائے گا۔

۲۱- امام ابن جریر نے مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے (آیت) يثبت الله الذين امنوا کے بارے میں روایت کیا کہ یہ قبر کے بارے میں ہے اور اس سے خطاب مراد ہے۔

۲۲- امام ابن جریر، عبدالرزاق، ابن منذر اور ابن ابی حاتم نے طاوس رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ (آیت) يثبت الله الذين امنوا بالقول الثابت في الحيوة الدنيا سے مراد ہے لا الہ الا اللہ اور (فی الاخرہ) سے مراد قبر میں سوال کرنا ہے۔

۲۳- امام عبد بن حمید، ابن منذر، اور ابن ابی حاتم نے قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ (آیت) يثبت الله الذين امنوا بالقول الثابت في الحيوة الدنيا وفي الاخرة کے بارے میں روایت کیا کہ اس کلمہ طیبہ کی برکت سے اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو دنیا میں ثابت قدم رکھتا ہے خیر اور نیک عمل کے ساتھ اور (فی الآخرۃ) سے مراد ہے قبر میں سوال کے وقت ثابت قدم رکھتا ہے۔

۲۴- امام ابن مردویہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے اس قول (آیت) يثبت الله الذين امنوا کے بارے میں فرمایا کہ مومن اپنی قبر میں ہوتا ہے تو اس کی آزمائش کے وقت اس کے پاس دو آزمانے والے آتے ہیں اور اس سے پوچھتے ہیں تیرا رب کون ہے؟ تیرا دین کیا ہے؟ اور تیرا نبی کون ہے؟ وہ کہتا ہے اللہ تعالیٰ میرا رب ہے میرا دین اسلام ہے پھر وہ فرشتے کہتے ہیں اللہ تعالیٰ نے تجھ کو ثابت قدم رکھا اس کام میں جو وہ پسند کرتا ہے۔ اور راضی ہوتا

ہے پھر دونوں فرشتے اس کے لئے اس کی قبر کو حد نگاہ تک کشادہ کر دیتے ہیں۔ اور اس کے لئے جنت کی طرف ایک دروازہ بھی کھول دیتے اور کہتے ہیں آنکھیں ٹھنڈی کر کے اور اس نوجوان کی طرح سو جا جو اپنی بہترین آرام گاہ میں امن سے ہوتا ہے اور اس بارے میں یہ (آیت) اصحب الجنة یومئذ خیر مستقرا و احسن مقیلا (الفرقان آیت:۲۴) نازل ہوئی لیکن کافر کے لئے وہ دونوں کہتے ہیں تیرا رب کون ہے؟ تیرا دین کیا ہے؟ اور تیرا نبی کون ہے؟ تو وہ کہتا ہے میں نہیں جانتا تو وہ فرشتے کہتے ہیں نہ تو نے جانا اور نہ تو نے ہدایت حاصل کی پھر اس کو آگ کے کوڑے مارتے ہیں خوف زدہ ہو جاتے ہیں اس کے لئے ہر جانور سوائے جنات اور انسانوں کے پھر اس کے لئے دوزخ کی طرف ایک دروازہ کھول دیتے ہیں اور اس پر قبر کو تنگ کر دیتے ہیں یہاں تک کہ اس کا دماغ نکل جاتا ہے اس کے ناخنوں اور اس کے گوشت کے درمیان سے۔

۲۵- امام ابن مردویہ نے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب میت کو قبر میں رکھ دیا جاتا ہے تو اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں اور اس سے سوال کرتے ہیں تو کیا کہتا ہے اس آدمی کے بارے میں جو تمہارے درمیان تھا جس کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہا جاتا تھا تو اللہ تعالیٰ اس کو ثبات کی تلقین فرماتے ہیں اور قبر کی ثبات پانچ ہیں کہ بندہ کہتا ہے میرا رب اللہ ہے، میرا دین اسلام ہے، میرے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں پھر وہ دونوں اس سے کہتے ٹھہر جا کیونکہ وہ مومن ہو کر زندہ رہا اور مومن ہو کر مرا اور مومن ہو کر تو اٹھایا جائے گا پھر وہ دونوں اس کو جنت میں سے گھر دکھاتے ہیں جو چمک رہا ہوتا ہے رحمٰن کے عرش کے نور سے۔

۲۶- امام بخاری، مسلم، ابوداود، نسائی اور ابن مردویہ نے قتادہ کے طریق سے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب بندہ قبر میں رکھ دیا جاتا ہے اور اس کے دوست اس کو پیٹھ پھیر کر چل دیتے ہیں تو وہ اس کے جوتوں کی آواز سنتا ہے اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں اور اس کو بٹھا دیتے ہیں اور اس سے کہتے ہیں تو اس آدمی کے بارے میں کیا کہتا تھا ابن مردویہ نے زائد کہا جو تمہارے درمیان تھا جس کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہا جاتا تھا پھر فرمایا مومن کہتا ہے کہ وہ اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ وہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں پھر اس سے کہا جاتا ہے آگ میں اپنے ٹھکانے کی طرف دیکھ اللہ تعالیٰ اس کے بدلے میں جنت میں ٹھکانہ بنایا ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر آدمی اپنے دونوں ٹھکانے دیکھتا ہے قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہم کو ذکر کیا کہ وہ اس کی قبر کو ستر ہاتھ وسیع کر دیتے ہیں اور اس میں سبزہ بھر دیتے ہیں (لیکن) منافق اور کافر اس سے کہا جاتا ہے تو اس آدمی کے بارے میں کیا کہتا ہے وہ کہتا ہے میں نہیں جانتا میں وہی کہتا ہوں جیسا کہ لوگ کہتے تھے پھر اس سے کہا جاتا ہے نہ تو نے جانا ہے نہ تو نے پڑھا پھر اس کو لوہے کے ہتھوڑے سے مارتے ہیں وہ شخص اتنا چیختا ہے کہ اس کے قریبی سب جانور اس کی چیخ کو سنتے ہیں مگر جنات اور انسان نہیں سنتے۔

۲۷- امام احمد، ابوداود، ابن مردویہ اور بیہقی نے عذاب القبر میں انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ امت اپنی قبروں میں آزمائی جاتی ہے مومن جب قبر میں رکھا جاتا ہے تو ایک فرشتہ اس کے پاس آ کر پوچھتا ہے تو کس

چیز کی عبادت کرتا تھا اور اللہ تعالیٰ خود اس کی رہنمائی فرماتے ہیں تو وہ کہتا ہے کہ میں عبادت کرتا تھا پھر اس سے پوچھا جاتا ہے کہ تو اس شخص کے بارے میں کیا کہتا تھا وہ کہے گا وہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں اس کے بعد پھر کوئی چیز نہیں پوچھی جاتی وہ اسے دکھاتا ہے جو اس کے لیے آگ میں ہوتا ہے اس سے کہا جاتا ہے یہ تیرا گھر ہے جو تیرا آگ میں تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے تجھ کو بچایا اور تجھ پر رحم کیا اور تیرا گھر جنت میں بنا دیا وہ کہتا ہے مجھ کو چھوڑ دو یہاں تک کہ میں جاؤں اپنے گھر والوں کو (اپنی کامیابی کی) خوشخبری دے دوں اس سے کہا جاتا ہے تو ٹھہر جا۔

اور جب کافر کو اس کی قبر میں رکھا جاتا ہے تو ایک فرشتہ اس کے پاس آتا ہے اس کو ڈانٹتا ہے اور اس کو کہتا ہے تو کس کی عبادت کرتا تھا وہ کہے گا میں نہیں جانتا وہ پوچھتا ہے تو اس آدمی کے بارے میں کیا جانتا ہے؟ وہ کہتا ہے میں وہی کہتا تھا جو لوگ کہتے تھے وہ فرشتے ان کو لوہے کے ہتھوڑے سے مارتے ہیں ان کے کانوں کے درمیان وہ چیختا ہے جسے ساری مخلوق سنتی ہے سوائے جنات اور انسانوں کے۔

۲۸- امام احمد، ابن ابی الدنیا، طبرانی نے الاوسط میں اور بیہقی نے ابن الزبیر کے طریق سے روایت کیا کہ انہوں نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے قبر کے دو فتنہ ڈالنے کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ یہ امت اپنی قبروں میں آزمائی جاتی ہے جب ایک مومن اپنی قبر میں داخل کیا جاتا ہے اور اس کے دوست احباب اس سے پیٹھ پھیر کر چل دیتے ہیں تو ایک فرشتہ سخت جھڑکنے والا اس کے پاس آتا ہے اور اس سے کہتا ہے تو اس آدمی کے بارے میں کیا کہتا تھا تو مومن آدمی کہتا ہے میں کہتا تھا کہ وہ اللہ کے رسول اور اس کے بندے ہیں پھر وہ فرشتہ اس سے کہتا ہے اپنے ٹھکانے کی طرف دیکھ جو دوزخ میں تیرے لئے تیار کیا گیا تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے تجھ کو اس سے بچا لیا اور اس کے بدلے میں جنت میں تیرے لئے مکان تیار کیا ہے جس کو تو نے دیکھا ہے پس مومن اپنے دونوں ٹھکانے دیکھتا ہے اور مومن کہے گا مجھے چھوڑ دو تاکہ میں اپنے گھر والوں کو خوشخبری دیدوں تو اس سے کہا جائے گا تو ٹھہر جا۔

لیکن منافق وہ (اٹھ کر) بیٹھ جاتا ہے جب اس سے اس کے گھر والے پیٹھ پھیر کر چلے جاتے ہیں اس سے کہا جاتا ہے تو اس آدمی کے بارے میں کیا کہتا تھا تو وہ کہتا ہے کہ میں نہیں جانتا میں وہی کہتا تھا جو لوگ کہتے تھے اس سے کہا جائے گا تو کبھی نہ جانے اس بات کو یہ تیرا پہلا ٹھکانہ جو جنت میں تھا اس کی جگہ اللہ نے تیرا ٹھکانہ دوزخ میں بدل دیا ہے۔ جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہر آدمی اسی (دین) پر اٹھایا جائے گا قبر سے جس پر وہ مرا تھا مومن اپنے ایمان پر اور منافق اپنے نفاق پر (اٹھایا جائے گا)۔

## مومن کے قبر میں جنتی بچھونا

۲۹- امام ابن ابی عاصم نے سنہ میں، ابن مردویہ اور بیہقی نے ابوسفیان کے طریق سے جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب مومن کو اس کی قبر میں رکھا جاتا ہے تو دو فرشتے اس کے پاس آتے ہیں اور اس کو جھڑکتے ہیں تو وہ کھڑا ہو جاتا ہے اور جاگ جاتا ہے جیسے نیند کرنے والا جاگ جاتا ہے۔ اس سے کہا جاتا ہے تیرا رب کون ہے؟ وہ کہتا ہے اللہ میرا

رب ہے اور اسلام میرا دین اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم میرے نبی ہیں تو ایک آواز دیتا ہے کہ میرے بندے نے سچ کہا جنت میں سے اس کا بچھونا بچھا دو اور جنت کا لباس پہنا دو تو وہ کہے گا مجھ کو چھوڑ دو میں اپنے گھر والوں کو اپنی کامیابی کا بتا دوں اس سے کہا جائے گا ٹھہر جا۔

۳۰- امام بیہقی نے عذاب القبر میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عمر! تیری کیا حالت ہوگی جب تو پہنچایا جائے گا زمین کے اندر تیرے لئے تین ہاتھ گھڑا کھودا جائے گا اور ایک ذراع میں ایک بالشت چوڑا ہوگا پھر تیرے پاس منکر نکیر آئیں گے جو کالے ہوں گے جو اپنے بال کھینچ رہے ہوں گے ان کی آواز سخت کڑک کی طرح ہوگی اور گویا ان کی آنکھیں برق خاطف ہوں گی وہ زمین کو اپنے دانتوں سے کھودیں گے اور تجھ کو اٹھا کر بیٹھا دیں گے جبکہ تو گھبرایا ہوا ہوگا اور وہ تجھ کو ڈرائیں گے اور وہ تجھ کو گھبرادیں گے عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس دن میں (اسی ہوش وحواش) میں ہوں گا جیسے آج ہوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں! عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! اللہ کی اذن سے میں ان کے سامنے آپ کے بارے میں صحیح جواب دوں گا۔

۳۱- امام بیہقی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میت ان کے جوتوں کی آہٹ کو سنتی ہے جب وہ پیٹھ پھیر کر جاتے ہیں پھر وہ (مردہ) بیٹھ جاتا ہے اس سے پوچھا جاتا ہے تیرا رب کون ہے؟ وہ کہتا ہے اللہ میرا رب ہے پھر اس سے کہا جاتا ہے تیرا دین کیا ہے؟ وہ کہے گا اسلام پھر اس سے کہا جائے گا تیرا نبی کون ہے؟ وہ کہے گا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس سے کہا جائے گا تجھے کیسے علم ہوا؟ وہ کہتا ہے میں نے ان کو پہچان لیا اور ان پر ایمان لایا اور میں نے تصدیق کی جو آپ کتاب لے آئے پھر اس کی قبر حد نگاہ وسیع کر دی جاتی ہے اور اس کی روح کو مومنین کی ارواح میں رکھ دیا جاتا ہے۔

۳۲- امام طبرانی نے الاوسط میں روایت نقل کی کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا وہ دو فرشتے جو قبر میں آتے ہیں ان کا نام منکر نکیر ہیں۔

۳۳- امام احمد، ابن ابی الدنیا، طبرانی، الآجری نے الشریعہ میں اور ابن عدی نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر میں فتنہ میں مبتلا کرنے والوں کا ذکر فرمایا عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہماری عقلیں ہماری طرف لوٹ آئیں گئیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں تمہارے آج کے دن کی طرح، عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس کے منہ میں پتھر۔

## منکر نکیر کے حالات کا بیان

۳۴- امام ابن ابی داود نے بعث میں، حاکم نے تاریخ میں اور بیہقی نے عذاب القبر میں عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا اس وقت تیری کیا حالت ہوگی جب تو چار ہاتھ گہری اور دو ہاتھ چوڑی قبر میں ہوگا اور تو منکر نکیر کو دیکھے گا؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منکر نکیر کیا ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قبر کے دو فتنہ میں مبتلا کرنے والے (فرشتے) وہ زمین کو اپنے دانتوں سے کریدتے ہیں اور اپنے بالوں کو روندتے ہیں (یعنی ان کے بال لمبے

ہوں گے) ان کی آواز سخت کڑک کی طرح ہوگی اور ان کی آنکھیں برق خاطف کی طرح ہیں ان کے پاس لوہے کا بھاری گرز ہوتا ہے اگر جمع ہے جائیں ان پر سارے اہل زمین والے تو طاقت نہیں رکھیں گے اس کے اٹھانے کی مگران فرشتوں پر آسان ہوگا اس کا اٹھانا میری اس لاٹھی سے بھی وہ تجھ کو آزمائیں گے اگر تو نے صحیح جواب نہ دیا تو تجھ کو اس گرز کے ساتھ ماریں گے اور تو راکھ ہو جائے گا۔ میں نے عرض کیا پھر میں ان دونوں کو کافی ہو جاوں گا۔

۳۵- امام ترمذی، ابن ابی الدنیا، ابن ابی عاصم، آجری، بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے (ترمذی نے اس کو حسن بھی کہا ہے) ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب میت قبر میں رکھ دی جاتی ہے تو وہ فرشتے کالے اور نیلی آنکھوں والے اس کے پاس آتے ہیں ان میں سے ایک کو منکر اور دوسرے کو نکیر کہا جاتا ہے فرشتے پوچھتے ہیں کہ تو اس آدمی کے بارے میں کیا کہتا ہے؟ وہ کہتا ہے کہ وہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں وہ فرشتے کہتے ہیں کہ ہم جانتے تھے کہ تو یہی کہے گا پھر اس کے لئے اس کی قبر ستر ہاتھ لمبی اور ستر ہاتھ چوڑی کر دی جاتی ہے پھر اس کے لئے قبر میں نور بھر دیا جاتا ہے اور اس سے کہا جاتا ہے سو جا پھر وہ کہتا ہوں واپس جاتا ہوں اپنے گھر والوں کی طرف کہ ان کو خبر دوں وہ فرشتے کہتے ہیں کہ تو سو جا جیسے دلہن ہوتی ہے جس کو نہیں جگاتا ہے مگر جب محبوب ہوتا ہے اس کے گھر والوں میں سے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اٹھائیں گے اس کو اس کی خواب گاہ سے۔

اگر میت منافق ہو تو وہ کہتا ہے میں لوگوں سے جو سنتا تھا میں اسی طرح کہتا تھا میں نہیں جانتا (کہ وہ کون ہیں) تو وہ فرشتے ہیں کہ ہم جانتے تھے کہ تو اسی طرح کہے گا پھر زمین کو حکم ہوتا ہے کہ اس پر مل جا تو اسکی پسلیاں ایک دوسرے میں گھس جاتی ہیں اسی طرح وہ عذاب میں رہے گا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس کو اس کی خواب گاہ سے اٹھائیں گے۔

۳۶- امام ابن ابی الدنیا نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا اس وقت تیرا کیا حال ہوگا جب تو منکر نکیر کو دیکھے گا عرض کیا منکر نکیر کیا ہیں؟ فرمایا قبر میں فتنہ میں ڈالنے والے ان کی آواز سخت کڑک کی طرح ہے اور ان کی آنکھیں مانند بجلی کے اچک لینے والے کی طرح ہیں وہ دونوں روندتے ہیں (زمین) کو اپنے بالوں میں اور اپنے دانتوں سے زمین کو کھودتے ہیں ان کے اپس ایک لاٹھی لوہے کی ہوتی ہے اگر ان پر ہمارے سارے اہل زمین اکٹھے ہو جائیں تو اس کو نہ اٹھا سکیں۔

۳۷- امام بخاری نے اسماء بن ابوبکر رضی اللہ عنہا سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میری طرف وحی کی گئی کہ تم آزمائے جاو گے قبروں میں پوچھا جائے گا کہ تم اس آدمی کے بارے میں کیا جانتے ہو؟ لیکن مومن یا یقین کرنے والا کہے گا کہ وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں ہمارے پاس دلائل اور ہدایت لے کر آئے ہم نے ان کی بات کو قبول کیا اور ہم نے آپ کی اتباع کی اس کے لئے کہا جاتا ہے کہ ہمیں معلوم تھا کہ تو مومن پھر نیک تھا مگر منافق یا شک کرنے والا تو وہ کہے گا میں نہیں جانتا میں لوگوں سے سنتا تھا وہ جو کچھ کہتے تھے تو میں نے بھی وہی کہتا تھا۔

۳۸- امام احمد نے اسماء رضی اللہ عنہا سے روایت کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب انسان اپنی قبر میں داخل کر دیا جاتا ہے اگر وہ مومن ہے تو اس کو اس کے عمل گھیر لیتے ہیں اس کے پاس ایک فرشتہ نماز کی جانب سے آتا ہے تو وہ (نماز) اس کو لوٹا دیتی ہے اسی طرح روزہ کی جانب سے آتا ہے تو وہ اس کو لوٹا دیتا ہے (پھر) فرشتہ اس کو آواز دیتا ہے (اٹھ کر) بیٹھ جا تو وہ بیٹھ جاتا ہے پھر اس سے کہتا ہے تو اس آدمی کے بارے میں کیا کہتا ہے یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کہ وہ کون ہیں؟ تو وہ کہتا ہے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں تو وہ فرشتہ کہتا ہے تجھ کو یہ کیسے معلوم ہوا (ان کے بارے میں) تو نے یہ کیسے علم حاصل کیا؟ انسان کہتا ہے میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ اللہ کے رسول ہیں وہ فرشتہ کہتا ہے اسی پر تو زندہ رہا اور اسی پر تو مرا اور اسی (عقیدہ) پر تو (قیامت کے دن) اٹھایا جائے گا۔

اور اگر وہ فاجر یا کافر ہے تو اس کے پاس (جب) فرشتہ آتا ہے تو اس کے اور اس کے درمیان کوئی چیز ایسی نہیں ہوتی جو اس کو لوٹا دے وہ اس کو بیٹھا دیتا ہے اور کہتا ہے تو اس آدمی کے بارے میں کیا کہتا ہے؟ وہ کہتا ہے کون سا آدمی؟ فرشتہ کہتا محمد صلی اللہ علیہ وسلم وہ کہتا ہے اللہ کی قسم میں نہیں جانتا میں نے لوگوں کو سنا کہ وہ کچھ کہتے تھے پس میں اسی طرح کہتا تھا وہ فرشتہ کہتا ہے اسی (عقیدہ) پر تو زندہ رہا اور اسی پر تو مرا اور اسی پر تو (قیامت کے دن) اٹھایا جائے گا۔ اور ایک جانور اس پر مسلط کر دیا جاتا ہے اس کی قبر میں جس کے پاس ایک کوڑا ہوتا ہے اس کے سرے کی گانٹھ ایک انگارہ ہوتی ہے اونٹ کی بلند جگہ (یعنی کوہان) کی طرح اس سے وہ اس کو مارتا ہے جتنا اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں اس کو آواز کو نہیں سنائی دے گی تا کہ وہ اس پر رحم کرے۔

## یہودیہ نے عذاب قبر سے پناہ مانگی

۳۹- امام احمد اور بیہقی نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا کہ ایک یہودیہ عورت نے میرے دروازے پر آ کر کھانا مانگا اور اس نے کہا مجھ کو کھانا کھلا و اللہ تعالیٰ تم کو دجال کے فتنے سے اور عذاب کے فتنے سے بچائے میں نے اس (عورت) کو روکے رکھا یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ یہودی عورت کیا کہتی ہے؟ آپ نے پوچھا کیا کہتی ہے؟ میں نے کہا یہ کہتی ہے کہ اللہ تعالیٰ تم کو دجال کے فتنے سے اور عذاب قبر کے فتنے سے بچائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور اپنے ہاتھوں کو بلند کیا اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگی دجال کے فتنے سے اور عذاب پھر فرمایا کہ کوئی نبی ایسا نہیں ہوا کہ اس دجال کے فتنے سے اپنی امت کو نہ ڈرایا ہو اور میں عنقریب تم کو اس سے ڈراؤں گا ایسی بات کے ساتھ جو کسی نبی نے اپنی امت کو بیان نہیں کی وہ کانا ہوگا اور اللہ تعالیٰ کانے نہیں ہیں اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان کافر لکھا ہوگا ہر مومن اس کو پڑھ لے گا (لیکن) قبر کا فتنہ تو میری وجہ سے تمہاری آزمائش ہوگا اور میرے بارے میں بھی تم سے پوچھا جائے گا اگر نیک صالح آدمی ہوگا تو قبر میں اٹھ بیٹھے گا بغیر کسی گھبراہٹ اور بغیر کسی فتنہ کے پھر اس سے کہا جائے گا تو کس مذہب میں تھا؟ وہ کہے گا اسلام پر تھا پھر اس سے کہا جائے گا وہ آدمی کون ہے جو تمہارے درمیان تھا؟ وہ کہے گا محمد اللہ کے رسول ہیں ہمارے درمیان نشانیاں اللہ کی طرف سے لے کر آئے تو ہم نے ان کی تصدیق کی پھر اس کے لئے آگ کی طرف سے ایک کھڑکی کھولی جائے گی وہ اس کی طرف دیکھے گا کہ اس کا بعض (حصہ) بعض کو توڑ رہا ہے اس سے کہا جائے گا کہ اس چیز کی طرف دیکھ جس سے تجھ کو اللہ تعالیٰ نے بچا لیا پھر

اس کے لئے جنت کی ایک کھڑکی کھولی جائے گی وہ اس کی رونق کی طرف دیکھے گا اور جو کچھ اس میں ہے اس سے کہا جائے گا یہ تیرا ٹھکانہ ہے اس میں سے اور کہا جائے گا تو یقین پر تھا اور اسی پر تو مرا اور اسی پر تو اٹھایا جائے گا (قیامت کے دن) اگر اللہ نے چاہا۔

اور اگر برا آدمی ہے تو وہ اپنی قبر میں بٹھایا جائے گا گھبرایا ہوا فتنہ میں مبتلا ہوگا اس سے پوچھا جائے گا تو کس دین پر تھا؟ وہ کہے گا میں نہیں جانتا اس سے پھر پوچھا جائے گا وہ آدمی کون ہے جو تمہارے اندر تھا؟ وہ کہے گا میں لوگوں سے سنتا تھا جو وہ کہتے ہیں اور میں بھی ویسے ہی کہتا تھا پھر ایک کھڑکی جنت کی طرف کھولی جائے گی وہ اس کی رونق کو دیکھے گا اور جو کچھ اس میں ہے اس سے کہا جائے گا تو دیکھ لے اس مقام کی طرف جو اللہ تعالیٰ نے اس کو تجھ سے جدا کر دیا ہے پھر اس کے لئے ایک کھڑکی دوزخ کی طرف کھولی گی۔ وہ اس کی طرف دیکھے گا کہ توڑ دیا ہے اس کا بعض حصہ بعض کو اور اس سے کہا جائے گا کہ دوزخ میں یہ تیرا ٹھکانہ ہے شک پر زندگی گزارنے کی وجہ سے اسی شک پر تو مرا اور اس پر تو اٹھایا جائے گا ان شاء اللہ تعالیٰ۔

۴۰- امام احمد نے زہد میں اور ابونعیم نے حلیہ میں طاوس رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ مردے فتنہ میں ڈالے جاتے ہیں اپنی قبروں میں سات دن تک اور وہ اس بات کو محبوب رکھتے ہیں کہ ان کی طرف سے ان دونوں میں کھانا کھلایا جائے۔

۴۱- امام ابن جریر نے مصنف میں حارث بن ابی حارث سے اور انہوں نے عبید بن عمیر رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ دو آدمی آزمائش میں ڈالے جاتے ہیں مومن اور منافق مومن کو سات دنوں تک آزمائش میں ڈالا جاتا ہے اور منافق کو چالیس دنوں تک آزمائش میں ڈالا جاتا ہے۔

۴۲- امام ابن شاہین نے سنہ میں راشد بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے تم اپنی حجت کو سیکھو کیونکہ تم سے سوال کیا جائے گا یہاں تک کہ انصار میں سے کس کی موت کا وقت قریب آتا تو گھر والے اسے قبر کے سوال وجواب کی وصیت کرتے تھے اور لڑکا جب عقل مند ہوتا تو اس کو کہتے تھے کہ جب فرشتے تجھ سے سوال کریں گے تیرا رب کون ہے؟ تو کہہ اللہ میرا رب ہے اور تیرا دین کیا ہے؟ تو کہہ اسلام میرا دین ہے اور تیرا نبی کون ہے؟ تو کہہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔

۴۳- امام ابونعیم نے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب میں سے کسی کو دفن کر کے فارغ ہوئے تو اس کی قبر پر کھڑے ہو کر یہ کلمات کہتے (آیت) انا للہ وانا الیہ راجعون اے یہ تیرے پاس آیا ہے اور آپ اس کو بہتر جگہ عطاء فرمانے والے ہیں اس کے پہلو سے زمین کو جدا کر دے اور اس کی روح کے لئے آسمان کے دروازے کھول دے اور اس کو قبول فرمایئے اپنی بارگاہ میں اچھی قبولیت کے ساتھ اور سوالات کے وقت اس کی زبان کو ثابت رکھ۔

۴۴- امام ابوداود، حاکم اور بیہقی نے عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک قبر کے پاس سے گزرے اس کے دوست احباب اس کو دفن کر رہے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے بھائی کے لئے استغفار کرو اور اس کے لئے ثابت قدمی کی دعا مانگو کیونکہ اب اس سے سوال کیا جائے گا۔

۴۵- امام سعید بن منصور نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبر پر کھڑے ہوتے تھے جب

قبر پر مٹی برابر کردی جاتی تھی اور آپ فرماتے تھے اے اللہ! ہمارا ساتھی آپ کے پاس آیا ہے اور دنیا کو اپنی پیٹھ پیچھے چھوڑ آیا ہے اے اللہ اس کی زبان ثابت رکھ سوالات کے وقت اور اس کو اس کی قبر میں ایسے فتنے میں نہ ڈال جس کی وہ طاقت نہیں رکھتا۔

۴۶- امام طبرانی اور ابن مندہ نے ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے بھائیوں میں سے جب کوئی فوت ہو جائے اور اس پر مٹی برابر کردو تو چاہیے کہ تم میں سے کوئی اس کی قبر کے سرہانے کھڑا ہو کر یوں کہے یا فلاں بن فلاں کیونکہ وہ سنتا ہے لیکن جواب نہیں دے سکتا پھر کہے اے فلاں بن فلاں کیونکہ وہ سیدھا بیٹھا ہوتا ہے پھر کہے فلاں بن فلاں کیونکہ وہ کہتا ہے ہماری رہنمائی کر اللہ تجھ پر رحم کرے گا لیکن لوگ اس بات کا شعور نہیں رکھتے چاہئے کہ وہ یوں کہے یاد کر شہادت کو جس پر تو دنیا چھوڑ آیا ہے یعنی لا الہ الا اللہ وان محمد عبدہ ورسولہ کی گواہی اور تو راضی تھا اللہ کے رب ہونے پر اور اسلام کے دین ہونے پر اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی ہونے پر اور قرآن کے امام ہونے پر کیونکہ منکر نکیر میں سے ہر ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑتا ہے اور کہتا ہے ہم اس کے پاس چلیں جس کو حجت تلقین کی گئی پس اس کی حجت ان دونوں کے پیچھے ہوئی ہے ایک آدمی نے کہا یا رسول اللہ اگر ہمیں اس کی ماں کا نام معلوم نہ ہو تو کیسے پکارا جائے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کی نسبت حوا رضی اللہ عنہ کی طرف! (یوں کہو) یا فلاں بن حوا۔

۴۷- امام ابن مندہ نے ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ جب میں مرجاوں تو مجھ کو دفن کر دینا چاہئے کہ کوئی شخص قبر کے سر پر کھڑا ہو کر یوں کہے اے صدی بن عجلان تو اس کو یاد کر کہ جس شہادت پر تو دنیا میں قائم تھا یعنی یہ شہادت کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔

## قبر کے کنارے تلقین کرنا

۴۸- امام سعید بن منصور نے راشد بن سعد رضی اللہ عنہ، ضمیرہ بن حبیب اور حکیم بن عمیر رحمہم اللہ سے روایت کیا کہ جب میت پر مٹی برابر کردی جائے اور لوگ اس سے واپس جانے لگیں تو مستحب یہ ہے کہ اس کی قبر کے پاس اس طرح تلقین کرے اے فلاں کہہ لا الہ الا اللہ تین مرتبہ اے فلاں کہہ میرا رب اللہ ہے اور میرا دین اسلام ہے اور میرے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں پھر چلا جائے۔

۴۹- امام حکیم ترمذی نے نوادر الاصول میں عمرو بن مرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ وہ لوگ پسند کرتے تھے کہ جب میت کو قبر میں رکھ دیا جائے تو کہا جائے اے اللہ! اس کو بچا دے شیطان مردود سے۔

۵۰- امام حکیم ترمذی نے سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ جب میت سے سوال کیا جاتا ہے تیرا رب کے بارے میں تو اس کو شیطان ایک شکل میں میں دکھائی دیتا ہے اور وہ اشارہ کرتا ہے اپنی ذات کی طرف کہ میں تیرا رب ہوں (اللہ تعالیٰ بچائے)۔

۵۱- امام نسائی نے راشد بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ ایک آدمی نے کہا یا رسول اللہ! کیا وجہ ہے کہ آزمائش میں ڈالے جاتے ہیں سب مومن اپنی قبروں میں شہید کے علاوہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شہید کے سر پر تلوار کی چمک فتنہ سے کفایت کرتی ہے۔

۵۲-امام ابن مردویہ نے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ اشعریین میں سے ایک آدمی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سات سال خدمت کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کے لئے ہمارے اوپر حق ہے اس کو بلاؤ تا کہ وہ ہماری طرف اپنی حاجت کو پیش کرے اس نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ کو چھوڑ دو صبح تک میں اللہ تعالیٰ سے استخارہ کروں گا جب صبح ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو بلایا اس نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ سے شفاعت کا سوال کرتا ہوں قیامت کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (آیت) **یثبت اللہ الذین امنوا بالقول الثابت فی الحیوۃ الدنیا وفی الاخرۃ** پھر آپ نے فرمایا میری مدد کر سجدوں کی کثرت کے ساتھ اپنے نفس پر (یعنی نفل نماز کثرت سے پڑھ)۔

۵۳-امام ابن ابی شیبہ اور ابن منذر نے میمون بن ابی شبیب رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ میں نے جمعہ (کی نماز) کا ارادہ کیا حجاج کے زمانے میں، میں جانے کے لئے تیار ہوا تو مجھے خیال آیا کہ میں نماز پڑھنے کے لئے کہاں جا رہا ہوں اور کس کے پیچھے نماز پڑھنے جا رہا ہوں ایک مرتبہ میں نے کہا جاؤں اور ایک مرتبہ میں نے کہا کہ نہ جاؤں مجھ کو ایک آواز دینے والے نے آواز دی ایک جہت سے (آیت) **یایھا الذین امنوا اذا نودی للصلوۃ من یوم الجمعۃ فاسعوا الی ذکر اللہ وذروا البیع** (الجمعہ آیت ۹) اور فرمایا کہ میں ایک مرتبہ بیٹھ گیا (تا کہ) کتاب لکھوں مجھ کو ایک بات پیش آ گئی اگر میں اس کو لکھ دیتا تو میری کتاب کے لئے زینت بن جاتی جبکہ میں جھوٹ بولنے والا ہوتا اور اگر میں اسے چھوڑ دیتا جو میری کتاب میں قبح کا باعث ہوتی جبکہ میں سچا ہوتا میں کبھی خیال کرتا کہ لکھ دوں کبھی خیال کرتا کہ نہ لکھوں پھر میری رائے ہوئی کہ اس کو چھوڑ دوں تو میں نے اس کو چھوڑ دیا پھر ایک آواز دینے والے نے آواز دی گھر کی ایک جانب سے (آیت) **یثبت اللہ الذین امنوا بالقول الثابت فی الحیوۃ الدنیا وفی الاخرۃ** . (تفسیر درمنثور، سورہ ابراہیم، بیروت)

ابن ماجہ وبیہقی سعید بن مسیب سے راوی ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ساتھ ایک جنازہ میں حاضر ہوا حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب اُسے لحد میں رکھا کہا بسم اللہ وفی سبیل اللہ جب لحد برابر کرنے لگے کہا الٰہی! اسے شیطان سے بچا اور عذاب قبر سے امان دے، پھر فرمایا میں نے اسے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا۔

امام ترمذی حکیم قدس سرہ الکریم بسند جید عمرو بن مرہ تابعی سے روایت کرتے ہیں:

**کانوا یستحبون اذا وضع المیت فی اللحد ان یقولوا اللھم اعذہ من الشیطان الرجیم .**

یعنی صحابہ کرام یا تابعین عظام مستحب جانتے تھے کہ جب میت کو دفن کریں یوں کہیں "اللہ کے نام سے اور اللہ کی راہ میں اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ملت پر، الٰہی! اسے عذابِ قبر وعذابِ دوزخ اور شیطان ملعون کے شر سے پناہ بخش۔

ابن ابی شیبہ اُستاذ امام بخاری ومسلم اپنے مصنف میں خثیمہ سے راوی:

**کانوا یستحبون اذاوضعوا المیت ان یقولوا بسم اللہ وفی سبیل اللہ وعلی ملۃ رسول اللہ اللھم اجرہ من عذاب القبر وعذاب النار ومن شر الشیطان الرجیم .**

مستحب جانتے تھے کہ جب میت کو دفن کریں یوں کہیں "اللہ کے نام سے اور اللہ کی راہ میں اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

کی ملّت پر، الٰہی! اسے عذابِ قبر و عذابِ دوزخ اور شیطان ملعون کے شر سے پناہ بخش۔

ان حدیثوں سے جس طرح یہ ثابت ہوا کہ اس وقت عیاذًا باللہ شیطان رجیم کا دخل ہوتا ہے یونہی یہ بھی واضح ہوا کہ اُس کے دفع کی تدبیر سنّت ہے کہ دعا نہیں مگر ایک تدبیر اور احادیث سابقہ دلیل اوّل سے واضح کہ اذان رفعِ شیطان کی ایک عمدہ تدبیر ہے تو یہ بھی مقصود شارع کے مطابق اور اپنی نظیر شرعی سے موافق ہوئی۔

**154**- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْاَنْبَارِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ عَطَاءٍ الْخَفَّافُ اَبُوْ نَصْرٍ عَنْ سَعِيْدٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسِ ابْنِ مَالِكٍ قَالَ اِنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ نَخْلًا لِبَنِي النَّجَّارِ فَسَمِعَ صَوْتًا فَفَزِعَ فَقَالَ مَنْ اَصْحَابُ هٰذِهِ الْقُبُوْرِ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ نَاسٌ مَاتُوا فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَقَالَ تَعَوَّذُوا بِاللّٰهِ مِنْ عَذَابِ النَّارِ وَمِنْ فِتْنَةِ الدَّجَّالِ قَالُوْا وَمِمَّ ذَاكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ اِنَّ الْمُؤْمِنَ اِذَا وُضِعَ فِيْ قَبْرِهٖ اَتَاهُ مَلَكٌ فَيَقُوْلُ لَهٗ مَا كُنْتَ تَعْبُدُ فَاِنِ اللّٰهُ هَدَاهُ قَالَ كُنْتُ اَعْبُدُ اللّٰهَ فَيُقَالُ لَهٗ مَا كُنْتَ تَقُوْلُ فِيْ هٰذَا الرَّجُلِ فَيَقُوْلُ هُوَ عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُوْلُهٗ فَمَا يُسْاَلُ عَنْ شَيْءٍ غَيْرِهَا فَيُنْطَلَقُ بِهٖ اِلٰى بَيْتٍ كَانَ لَهٗ فِي النَّارِ فَيُقَالُ لَهٗ هٰذَا بَيْتُكَ كَانَ لَكَ فِي النَّارِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ عَصَمَكَ وَرَحِمَكَ فَاَبْدَلَكَ بِهٖ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ فَيَقُوْلُ دَعُوْنِيْ حَتّٰى اَذْهَبَ فَاُبَشِّرَ اَهْلِيْ فَيُقَالُ لَهُ اسْكُنْ وَاِنَّ الْكَافِرَ اِذَا وُضِعَ فِيْ قَبْرِهٖ اَتَاهُ مَلَكٌ فَيَنْتَهِرُهٗ فَيَقُوْلُ لَهٗ مَا كُنْتَ تَعْبُدُ فَيَقُوْلُ لَا اَدْرِيْ فَيُقَالُ لَهٗ لَا دَرَيْتَ وَلَا تَلَيْتَ فَيُقَالُ لَهٗ فَمَا كُنْتَ تَقُوْلُ فِيْ هٰذَا الرَّجُلِ فَيَقُوْلُ كُنْتُ اَقُوْلُ مَا يَقُوْلُ النَّاسُ فَيَضْرِبُهٗ بِمِطْرَاقٍ مِنْ حَدِيْدٍ بَيْنَ اُذُنَيْهِ فَيَصِيْحُ صَيْحَةً يَسْمَعُهَا الْخَلْقُ غَيْرُ الثَّقَلَيْنِ

✧✧ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بنی نجار کے ایک باغ میں تشریف لے گئے۔ آپ نے ایک آواز سنی تو آپ پر گھبراہٹ طاری ہوگئی۔ آپ نے دریافت کیا: یہ قبر والے لوگ کون ہیں؟ لوگوں نے عرض کی: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! یہ کچھ لوگ ہیں جو زمانہ جاہلیت میں مر گئے تھے۔ آپ نے فرمایا: جہنم کے عذاب سے اور دجال کی آزمائش سے اللہ کی پناہ مانگو۔ لوگوں نے عرض کی: وہ کیوں؟ یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! آپ نے فرمایا: جب مومن کو اس کی قبر میں رکھا جاتا ہے تو ایک فرشتہ اس کے پاس آتا ہے اور اس سے کہتا ہے کہ تم کس کی عبادت کرتے تھے اگر اللہ تعالیٰ اسے ہدایت نصیب کردے تو وہ جواب دیتا ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا تھا۔ اس سے دریافت کیا جاتا ہے ان صاحب کے بارے میں تم کیا کہتے تھے؟ تو وہ جواب دیتا ہے کہ یہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ اس سے اس کے علاوہ اور کسی چیز کے بارے میں دریافت نہیں کیا جاتا۔ پھر اسے لے کر ایک گھر کی طرف جایا جاتا ہے جو اس کیلئے جہنم میں ہونا تھا پھر اسے کہا جاتا ہے کہ یہ تمہارا گھر تھا جو جہنم میں تمہارے لیے ہونا تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے تمہیں اس سے بچالیا اور تم پر رحم کیا اور اس کے بدلے میں تمہیں جنت میں گھر دیدیا تو وہ مردہ یہ کہتا ہے تم مجھے چھوڑو تاکہ میں واپس جا کر اپنے گھر والوں کو اس کی خوشخبری دوں تو اسے کہا جاتا ہے تم سکون سے رہو! اور جب کافر کو اس کی قبر میں رکھا جاتا ہے تو ایک فرشتہ اس کے پاس آتا ہے اور اسے جھڑک کر کہتا ہے تم کس کی عبادت کیا کرتے تھے؟ وہ جواب دیتا ہے مجھے نہیں

---

حدیث 154:

اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحديث: 12144

معلوم۔ اسے کہا جاتا ہے تمہیں علم بھی نہیں ہے اور تم نے تلاوت بھی نہیں کی تو اس سے کہا جاتا ہے ان صاحب کے بارے میں تم کیا کہتے ہو؟ وہ جواب دیتا ہے میں نے وہی بات کہی تھی جو لوگ کہتے تھے تو وہ فرشتہ لوہے کے گرز اس کے دونوں کانوں پر مارتا ہے۔ وہ اتنی زور سے چیختا ہے کہ انسانوں اور جنات کے علاوہ ہر مخلوق اس کی آواز کو سن لیتی ہے۔

**155**- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سُلَيْمَانَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بِمِثْلِ هٰذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَهُ قَالَ إِنَّ الْعَبْدَ إِذَا وُضِعَ فِي قَبْرِهِ وَتَوَلَّى عَنْهُ أَصْحَابُهُ إِنَّهُ لَيَسْمَعُ قَرْعَ نِعَالِهِمْ فَيَأْتِيهِ مَلَكَانِ فَيَقُولَانِ لَهُ فَذَكَرَ قَرِيبًا مِنْ حَدِيثِ الْأَوَّلِ قَالَ فِيهِ وَأَمَّا الْكَافِرُ وَالْمُنَافِقُ فَيَقُولَانِ لَهُ زَادَ الْمُنَافِقَ وَقَالَ يَسْمَعُهَا مَنْ وَلِيَهُ غَيْرُ الثَّقَلَيْنِ

✧✧ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں: جب بندے کو اس کی قبر میں رکھا جاتا ہے اور اس کے ساتھی اسے چھوڑ کر چلے جاتے ہیں تو وہ ان کے جوتوں کی چاپ سنتا ہے۔ دو فرشتے اس کے پاس آتے ہیں اور اس سے کہتے ہیں اس کے بعد تقریباً گزشتہ روایت کی طرح روایت کیا گیا ہے۔ تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں: اگر وہ کافر یا منافق ہو تو یہ کہتے ہیں یعنی اس میں لفظ ''منافق'' کا اضافہ ہے اور اس روایت میں یہ بھی الفاظ ہیں: انسانوں اور جنات کے علاوہ اس کے پاس موجود ہر مخلوق اس آواز کو سنتی ہے۔

**156**- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ ح و حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ وَهٰذَا لَفْظُ هَنَّادٍ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنِ الْمِنْهَالِ عَنْ زَاذَانَ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي جَنَازَةِ رَجُلٍ مِنَ الْأَنْصَارِ فَانْتَهَيْنَا إِلَى الْقَبْرِ وَلَمَّا يُلْحَدْ فَجَلَسَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَلَسْنَا حَوْلَهُ كَأَنَّمَا عَلَى رُءُوسِنَا الطَّيْرُ وَفِي يَدِهِ عُودٌ يَنْكُتُ بِهِ فِي الْأَرْضِ فَرَفَعَ رَأْسَهُ فَقَالَ اسْتَعِيذُوا بِاللّٰهِ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا زَادَ فِي حَدِيثِ جَرِيرٍ هَاهُنَا وَقَالَ وَإِنَّهُ لَيَسْمَعُ خَفْقَ نِعَالِهِمْ إِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِينَ حِينَ يُقَالُ لَهُ يَا هٰذَا مَنْ رَبُّكَ وَمَا دِينُكَ وَمَنْ نَبِيُّكَ قَالَ هَنَّادٌ قَالَ وَيَأْتِيهِ مَلَكَانِ فَيُجْلِسَانِهِ فَيَقُولَانِ لَهُ مَنْ رَبُّكَ فَيَقُولُ رَبِّيَ اللّٰهُ فَيَقُولَانِ لَهُ مَا دِينُكَ فَيَقُولُ دِينِيَ الْإِسْلَامُ فَيَقُولَانِ لَهُ مَا هٰذَا الرَّجُلُ الَّذِي بُعِثَ فِيكُمْ قَالَ فَيَقُولُ هُوَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَقُولَانِ وَمَا يُدْرِيكَ فَيَقُولُ قَرَأْتُ كِتَابَ اللّٰهِ فَآمَنْتُ بِهِ وَصَدَّقْتُ زَادَ فِي حَدِيثِ جَرِيرٍ فَذٰلِكَ قَوْلُ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ (يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِينَ آمَنُوا) الْآيَةَ ثُمَّ اتَّفَقَا قَالَ فَيُنَادِي مُنَادٍ مِنَ السَّمَاءِ أَنْ قَدْ صَدَقَ عَبْدِي فَأَفْرِشُوهُ مِنَ الْجَنَّةِ وَافْتَحُوا لَهُ بَابًا إِلَى الْجَنَّةِ وَأَلْبِسُوهُ مِنَ الْجَنَّةِ قَالَ فَيَأْتِيهِ مِنْ رَوْحِهَا وَطِيبِهَا قَالَ وَيُفْتَحُ لَهُ فِيهَا مَدَّ بَصَرِهِ قَالَ وَإِنَّ الْكَافِرَ فَذَكَرَ مَوْتَهُ قَالَ وَتُعَادُ رُوحُهُ فِي جَسَدِهِ وَيَأْتِيهِ

حدیث 156:

اخرجه ابوداؤد فی "سننه" رقم الحديث: 3212

اخرجه النسائی فی "سننه" رقم الحديث: 2001

اخرجه ابن ماجه فی "سننه" رقم الحديث: 1548

اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحديث: 18557

اخرجه الحاكم فی "المستدرك" رقم الحديث: 107

اخرجه النسائی فی "سننه الكبرىٰ" رقم الحديث: 2128

اخرجه ابويعلى فی "مسنده" رقم الحديث: 375

اخرجه الطيالسی فی "مسنده" رقم الحديث: 753

مَلَكَانِ فَيُجْلِسَانِهِ فَيَقُوْلَانِ لَهُ مَنْ رَبُّكَ فَيَقُوْلُ هَاهْ هَاهْ هَاهْ لَا اَدْرِىْ فَيَقُوْلَانِ لَهُ مَا دِيْنُكَ فَيَقُوْلُ هَاهْ هَاهْ لَا اَدْرِىْ فَيَقُوْلَانِ مَا هٰذَا الرَّجُلُ الَّذِىْ بُعِثَ فِيكُمْ فَيَقُوْلُ هَاهْ هَاهْ لَا اَدْرِىْ فَيُنَادِىْ مُنَادٍ مِنَ السَّمَاءِ اَنْ كَذَبَ فَافْرِشُوْهُ مِنَ النَّارِ وَاَلْبِسُوْهُ مِنَ النَّارِ وَافْتَحُوْا لَهُ بَابًا اِلَى النَّارِ قَالَ فَيَاْتِيهِ مِنْ حَرِّهَا وَسَمُومِهَا قَالَ وَيُضَيَّقُ عَلَيْهِ قَبْرُهُ حَتّٰى تَخْتَلِفَ فِيهِ اَضْلَاعُهُ زَادَ فِىْ حَدِيْثِ جَرِيْرٍ قَالَ ثُمَّ يُقَيَّضُ لَهُ اَعْمٰى اَبْكَمُ مَعَهُ مِرْزَبَّةٌ مِنْ حَدِيْدٍ لَوْ ضُرِبَ بِهَا جَبَلٌ لَصَارَ تُرَابًا قَالَ فَيَضْرِبُهُ بِهَا ضَرْبَةً يَسْمَعُهَا مَا بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ اِلَّا الثَّقَلَيْنِ فَيَصِيرُ تُرَابًا قَالَ ثُمَّ تُعَادُ فِيهِ الرُّوحُ

✧✧ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ایک انصاری شخص کے جنازے میں شریک ہوئے۔ جب ہم قبرستان پہنچ گئے اور اس کو لحد میں رکھ دیا گیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وہاں تشریف فرما ہوئے۔ ہم بھی آپ کے اردگرد بیٹھ گئے۔ یوں جیسے ہمارے سروں پر پرندے بیٹھے ہوئے ہوں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک میں ایک لکڑی تھی جس کے ذریعے آپ زمین کو کرید رہے تھے۔ پھر آپ نے اپنا سر مبارک اٹھایا اور فرمایا: قبر کے عذاب سے اللہ کی پناہ مانگو۔ یہ بات آپ نے دو یا تین مرتبہ ارشاد فرمائی۔

جریر نامی راوی نے اس روایت میں یہ الفاظ زائد نقل کیے ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا: جب لوگ واپس جاتے ہیں تو وہ مردہ ان کے جوتوں کی چاپ سنتا ہے۔ جب اسے یہ کہا جاتا ہے اے بندے! تیرے پروردگار کون ہے؟ تیرا دین کیا ہے؟ تیرا نبی کون ہے؟

ہناد نامی راوی نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں' دو فرشتے اس کے پاس آتے ہیں اور اسے بٹھا لیتے ہیں اور اس سے دریافت کرتے ہیں' تیرا پروردگار کون ہے؟ وہ جواب دیتا ہے' میرا پروردگار اللہ تعالیٰ ہے۔ پھر فرشتے اس سے دریافت کرتے ہیں' تمہارا دین کیا ہے؟ وہ جواب دیتا ہے' میرا دین اسلام ہے۔ فرشتے اس سے دریافت کرتے ہیں ان صاحب کے بارے میں جنہیں تمہارے درمیان مبعوث کیا گیا ہے کیا کہتے ہو' تو وہ جواب دیتا ہے یہ اللہ کے رسول ہیں تو وہ دونوں فرشتے اسے کہتے ہیں' تمہیں اس بارے میں کیسے پتہ چلا؟ تو وہ جواب دیتا ہے: میں نے اللہ کی کتاب کی تلاوت کی ہے اس پر ایمان لایا اور اس کی تصدیق کی۔

یہاں جریر نامی راوی نے اپنی روایت میں یہ الفاظ نقل کیے ہیں: اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے یہی مراد ہے۔

''اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو قول ثابت پر دنیاوی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی ثابت رکھے گا''۔

اس کے بعد ان دونوں راویوں کا ان الفاظ پر اتفاق ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آسمان سے ایک منادی اعلان کرتا ہے میرے بندے نے سچ کہا ہے اس کے لئے جنت کا بچھونہ بچھا دو اور اسے جنت کا لباس پہنا دو اور اس کے لئے جنت کی طرف دروازہ کھول دو تو اس شخص کو جنت کی ہوا اور وہاں کی خوشبو آتی ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس شخص کے لئے قبر کو کشادہ کر دیا جاتا ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: جب کافر مرتا ہے آپ نے اس کی موت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: اس کی روح کو واپس

اس کے جسم میں لایا جاتا ہے دو فرشتے اس کے پاس آتے ہیں اسے بٹھا لیتے ہیں اور اس سے دریافت کرتے ہیں تمہارا پروردگار کون ہے؟ وہ جواب دیتا ہے ہائے افسوس! ہائے افسوس! مجھے نہیں معلوم۔ فرشتے اس سے دریافت کرتے ہیں تمہارا دین کون سا ہے؟ وہ جواب دیتا ہے ہائے افسوس' ہائے افسوس مجھے نہیں معلوم۔ فرشتے دریافت کرتے ہیں ان صاحب کے بارے میں تم کیا کہتے ہو جنہیں تمہارے درمیان مبعوث کیا گیا ہے وہ جواب دیتا ہے' ہائے افسوس ہائے افسوس مجھے نہیں معلوم تو آسمان سے آواز دینے والا آواز لگاتا ہے اس نے جھوٹ کہا ہے اس کے لئے جہنم کا بستر بچھا دو' اسے جہنم کا لباس پہنا دو اور اس کے لیے جہنم کی طرف کا دروازہ کھول دو تو اس شخص کو جہنم کی تپش اور گرمی آتی ہے اور اس کی قبر کو اتنا تنگ کر دیا جاتا ہے کہ اس کی پسلیاں ایک دوسرے میں گھس جاتی ہیں۔

یہاں جریر نامی راوی نے یہ الفاظ زائد نقل کئے ہیں: پھر ایک اندھا اور بہرہ فرشتہ اس پر مقرر کر دیا جاتا ہے جس کے پاس لوہے سے بنا ہوا گرز ہوتا ہے۔ اگر وہ اس گرز کو کسی پہاڑ پر مارے تو اسے مٹی کر دے۔

نبی اکرم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: وہ اس گرز کے ذریعے اس پر ایک ضرب لگاتا ہے (تو اس کی چیخ کی آواز) مشرق اور مغرب کے درمیان ہر چیز سنتی ہے۔ صرف انسان اور جنات نہیں سنتے تو وہ شخص مٹی ہو جاتا ہے۔ پھر اس میں دوبارہ روح ڈالی جاتی ہے۔

**157**- حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ حَدَّثَنَا الْمِنْهَالُ عَنْ اَبِىْ عُمَرَ زَاذَانَ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَذَكَرَ نَحْوَهُ

✧✧ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

## قبروں والے سنتے ہیں

1۔ کیا مردے سنتے ہیں؟ 2۔ کیا غیر اللہ سے مدد طلب کر سکتے ہیں؟ 3۔ اونچی قبریں بنانا کیسا؟

پہلا سوال: کیا مردے سنتے ہیں؟

جواب: کثیر صحیح وقوی احادیث اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ بعدِ موت مردے شعور رکھتے ہیں، اور انہیں جو کچھ سنایا جائے وہ اسے سنتے ہیں۔

صحیح بخاری میں حضرت سیّدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب میت کو چارپائی پہ رکھا جاتا ہے اور اسے لوگ اپنے کندھوں پر اٹھا لیتے ہیں، اگر وہ مردہ نیک ہوتا ہے تو وہ کہتا ہے: مجھے جلدی آگے لیے چلو۔ لیکن اگر وہ نیک نہ ہو تو وہ اپنے گھر والوں سے کہتا ہے: ہائے بربادی! مجھے کہاں لیے جا رہے ہو؟ اس کی یہ آواز انسانوں کے سوا ہر مخلوقِ خدا سنتی ہے اور اگر یہ آواز انسان سن لے تو بے ہوش ہو جائے۔ (صحیح البخاری، کتاب الجنائز، باب قول المیت وھو علی الجنازۃ: قدمونی)

اس حدیث پاک سے ثابت ہوا کہ مردوں کو شعور ہوتا ہے کہ اسے اٹھا لیا گیا ہے اور اب اسے لئے جا رہے ہیں، اور اسے اس بات کی بھی مکمل معرفت ہوتی ہے کہ اس کے ساتھ اچھا یا برا، کیا ہونے والا ہے۔

معترض جیسی سوچ رکھنے والوں کے نزدیک قرآن وحدیث کی بات سے بڑھ کر ان کے امام واکابر کی تصانیف زیادہ قابل حجت ہوتی ہیں، اس لیے میں یہاں ایسا عقیدے رکھنے والوں کے متفق علیہ امام، ابن تیمیہ کے "مجموع الفتاوٰی" سے ایک سوال و جواب نقل کرتا ہوں۔

سوال: کیا میت زائر (یعنی قبر پر آنے والے) کا کلام سنتی ہے اور کیا اس شخص کو دیکھتی ہے؟

جواب: بالکل، وہ میت اس کی آواز سنتی ہے جیسا کہ صحیحین (یعنی بخاری اور مسلم) میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میت لوگوں کے قدموں کی چاپ تک سنتی ہے جب وہ اسے دفنا کر لوٹتے ہیں۔

ایسے ہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بھی ثابت ہے کہ انہوں نے بدر میں قتل ہونے والوں (کی لاشوں) کو تین دن تک چھوڑے رکھا، اور پھر ان کے پاس تشریف لائے پھر فرمایا: یا ابا جہل بن ہشام، یا اُمیۃ بن خلف، یا عتبۃ بن ربیعۃ، یا شعبۃ بن ربیعۃ، کیا تم نے اپنے رب کے وعدے کیا تم نے اپنے رب کے وعدے کو سچا پایا جو اس نے تم سے کیا تھا؟ بے شک میں نے اپنے رب کے وعدے کو سچا پایا جو اس نے مجھ سے کیا، جب حضرت سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے یہ سنا تو عرض کی، یا رسول اللہ! وہ کیونکر سنیں گے اور جواب دیں گے؟ یہ تو مردار ہو کر سڑ گئے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قسم اس ذاتِ پاک کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے تم اس بات کو ان سے زیادہ نہیں سنتے جو میں ان سے کہہ رہا ہوں، لیکن یہ جواب دینے کی قدرت نہیں رکھتے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا اور وہ کھینچے گئے اور بدر کے کنوؤں میں ڈال دیئے گئے۔

(صحیح مسلم، کتاب الجنۃ وصفۃ نعیمھا واہلہا، باب عرض مقعد المیت)

ابن تیمیہ مزید لکھتا ہے کہ صحیحین میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے، کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں والوں کو سلام کرنے کا حکم فرمایا، اور فرمایا: تم لوگ کہو: السلام علیکم أہل الدیار من المؤمنین والمسلمین۔ یہ ان مردوں سے خطاب ہے اور خطاب اسی سے ہوتا ہے جو سن سکتا ہے۔ (مجموع الفتاوی، کتاب الجنائز، باب زیارۃ القبور، ج:24، ص:363، دار الوفاء)

اس سے معلوم ہوا کہ مردے زندوں سے بھی زیادہ سنتے ہیں اور یہ بھی پتا چلا کہ فوت شدگان کو "یا" کے ساتھ ندا کرنا شرک نہیں ورنہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کفار کو یا عتبۃ یا شعبۃ کہہ کر ہرگز نہ پکارتے۔ وہ لوگ غور کریں جو یا رسول اللہ، یا علی، یا غوث اعظم (صلی اللہ علیہ وسلم، ورضی اللہ عنہما)" کہنے پر مسلمانوں کو کافر ومشرک کہتے نہیں تھکتے، کہ اب یہاں کیا فتویٰ لگائیں گے؟

یہاں ایک اشکال پیدا ہوتا ہے کہ پھر ان آیات سے کیا مراد ہے جن میں کہا گیا ہے: آپ صلی اللہ علیہ وسلم مُردوں کو، قبر والوں کو نہیں سنا سکتے اور قبروں والے سنتے نہیں۔

یہ سوال پہلے تو ان سے پوچھنا چاہیے جو ان آیات سے مُردوں نے نہ سننے پر استدلال کرتے ہیں کہ وہ اس کا جواب دیں کہ کیا اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا کلام، قرآن اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث آپس میں متعارض (ٹکراتی) ہیں، اور پھر ان کے امام پر کیا فتویٰ ہوگا، جو یہ فرماتے ہیں کہ بے شک مردے سنتے ہیں، کیا وہ مشرک ہوگیا؟ اور اس کا کلام قرآن سے متعارض ہے؟

اور خوش عقیدہ حضرات کی تشفی کے لیے اس کا جواب یہ ہے:

اولاً: یہ آیات مبارکہ کفار اور ان کے باطل خداؤں کے حق میں نازل ہوئیں، انہیں مسلمانوں اور خاص طور پر انبیاء کرام و اولیاء عِظام کی مقدس ذوات پر چسپاں کرنا انتہاء درجہ ظلم اور بے ادبی ہے اور خوارج کا طریقہ ہے کہ جنہوں نے قرآنی آیات پڑھ کر مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم پر شرک کا فتویٰ لگایا تھا اور جن کے بارے میں امام بخاری اپنی "صحیح" میں حضرت سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا قول نقل فرماتے ہیں کہ وہ خوارج کو بدترین مخلوق سمجھتے تھے اور فرماتے کہ یہ وہ لوگ ہیں جو کافروں کے حق میں نازل شدہ آیات مسلمانوں پر چسپاں کرتے ہیں۔ (صحیح البخاری، کتاب استتابۃ المرتدین، باب قتل الخوارج والملحدین)

ثانیاً: قطع نظر اس بات سے کہ یہ آیات کفار کے حق میں نازل ہوئیں، پھر بھی ان آیات سے اہل قبور کے نہ سننے پر استدلال درست نہیں۔ آیئے ان آیات کی تفسیر انہیں کے امام ابن تیمیہ کی زبانی سنتے ہیں:

ابن تیمیہ کہتا ہے: "اِنک لاتسمع الموتی، اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ مردوں کو نہیں سنا سکتے، سے مراد ایسا سننا ہے کہ جسے سننے کے بعد قبول کر لیا جائے اور اس پر عمل کیا جائے، اللہ تعالیٰ نے کافروں کو میت کی طرح کہا جو کہ پکارنے والے کا جواب نہیں دیتی، اور کافروں کو جانوروں کی طرح کا کہا، جو کہ آواز تو سنتے ہیں لیکن بات کا مطلب و مقصود نہیں سمجھتے۔ اور میت، اگرچہ کلام سنتی اور اس کا مطلب سمجھتی ہے لیکن اس کے لیے ممکن نہیں کہ وہ پکارنے والے کا جواب دے سکے اور اس کے امر و نہی کا امتثال کر سکے، میت کو امر و نہی سے کچھ فائدہ نہیں ہوتا، اسی طرح کافر کو بھی امر و نہی کا کچھ فائدہ نہیں ہوتا اگرچہ وہ خطاب سنتا ہے اور اس کا معنی سمجھتا ہے، جیسا اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "**ولو علم اللہ فیھم خیراً لأسمعھم** یعنی اگر اللہ تعالیٰ ان میں کچھ بھلائی جانتا تو انہیں سنا دیتا۔

(مجموع الفتاوی، کتاب الجنائز، باب زیارۃ القبور، ج:24، ص:364، دارالوفاء)

اس سے پتا چلا کہ یہاں مردوں سے مراد کافر ہی اور ان سے بھی مطلقاً ہر کلام کے سننے کی نفی مراد نہیں ہے، بلکہ پند و موعظت اور کلامِ ہدایت کے بسمعِ قبول سننے کی نفی ہے اور مراد یہ ہے کہ کافر، مُردہ دل ہیں کہ نصیحت سے منتفع نہیں ہوتے۔ تو اس طرح کی آیت کے معنی یہ بتانا کہ مردے نہیں سنتے بالکل غلط ہے کیونکہ صحیح اَحادیث سے مردوں کا سننا ثابت ہے جیسا کہ ماقبل گزر چکا۔

دوسرا سوال: کیا غیر اللہ سے مدد طلب کر سکتے ہیں؟

سب سے پہلے تو یہ کہ قرآن و حدیث میں انبیاء و اولیاء سے مدد مانگنے سے کہیں منع ہی نہیں کیا گیا، اور معترض نے جو آیات پیش کیں ان کی تفسیر اپنے ہی امام کی زبانی سن چکے کہ وہاں کون مراد ہیں۔ پھر بھی تشفی قلب کے لیے کچھ آیات و احادیث پیش خدمت ہیں جن سے انبیاء و اولیاء سے مدد مانگنے کا ثبوت حاصل ہوتا۔ مگر اس سے پہلے دو باتیں ذہن نشین کر لیجئے، ان شاء اللہ تعالیٰ بہت سے شبہات و وَساوس دور ہوں گے اور یہ اصول بہت جگہ کارآمد ہوگا۔ پہلی بات یہ یاد رکھیئے کہ شرک ہر حال میں شرک ہے، یہ نہیں ہو سکتا کہ کوئی چیز حضرت سیّدنا آدم علیہ السلام کے زمانہ مبارکہ میں تو شرک تھی اور آج نہ ہو، یا کوئی بات ان کے دور میں شرک نہیں تھی اور آج آ کر وہ بات شرک ہو جائے، دوسری بات یہ کہ یہ بھی ممکن نہیں کہ ایک کام جس کا تعلق اگر زندہ کے ساتھ ہو تو وہ شرک نہ ہو اور اگر وہی کام مردہ سے متعلق ہو جائے تو شرک ٹھہرے، کیونکہ اگر مردہ خدا کا شریک نہیں ہو سکتا تو زندہ بھی نہیں ہو سکتا۔

عقیدہ: ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ دینے والی ذات اللہ کریم ہی کی ہے اگر وہ نہ چاہے تو کوئی کچھ نہیں کر سکتا اور وہ جسے چاہے عطا

کرے تو وہ اسی کی عطا سے اسی کی نعمتیں جس کو چاہے اور جتنا چاہے تقسیم کر سکتا ہے۔ اور جب وہ تقسیم کر سکتا ہے تو اس سے مانگنے میں کیا حرج ہے؟ مزید یہ کہ غیر اللہ سے مدد مانگنے کو ہم فرض یا واجب نہیں سمجھتے اور نہ ہی یہ کہتے ہیں کہ جو غیر اللہ سے مدد نہ مانگے وہ گنہگار ہے، بلکہ یہ ایک جائز فعل ہے۔

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت امام احمد رضا خان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں ارشاد فرماتا ہے: واستعینو بالصبر والصلاۃ نماز اور صبر سے مدد مانگو۔ (البقرۃ:45) کیا صبر خدا ہے جس سے استعانت کا حکم ہوا ہے، کیا نماز خدا ہے جس سے استعانت کو ارشاد کیا ہے۔ دوسری آیت میں فرماتا ہے: وتعاونوا علی البر والتقوی ) آپس میں ایک دوسرے کی مدد کرو بھلائی اور پرہیز گاری پر۔ (المائدۃ:02) کیوں صاحب! اگر غیر خدا سے مدد لینی مطلقاً محال ہے تو اس حکم الٰہی کا حاصل کیا، اور اگر ممکن ہو تو جس سے مدد مل سکتی ہے اس سے مدد مانگنے میں کیا زہر گھل گیا، انتھی۔

لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ مزاروں پر جا کر بیٹے مانگتے ہیں، ابھی آپ نے سنا کہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ آیات کریمہ کا حوالہ دے کر ارشاد فرماتے ہیں کہ جس سے مدد مل سکتی ہے اس سے مدد مانگنے میں کیا زہر گھل گیا؟ اب قرآن پاک کی زبانی سنیے کہ کیا اللہ کے سوا کوئی اور بھی باذن الٰہی بیٹا دے سکتا ہے:

حضرت جبرائیل علیہ السلام فرماتے ہیں: "میں تیرے رب کا بھیجا ہوا ہوں کہ میں تجھے ایک ستھرا بیٹا دوں" (مریم:19)۔

اس موضوع پر دلائل کا احاطہ ممکن نہیں، طوالت کے خوف سے مزید صرف چند آیات واحادیث لکھ کر اختتام چاہوں گا:

قال ربنا تبارک وتعالیٰ: "اور انہیں کیا برا لگا یہی نا کہ انہیں دولت مند کر دیا اللہ اور اللہ کے رسول نے اپنے فضل سے"۔ (التوبۃ:74)

ہاں یہ جگہ ہے کہ غیظ میں کٹ جائیں بیمار دل۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اللہ اور اللہ کے رسول نے دولتمند کر دیا اپنے فضل سے۔ اے اللہ کے رسول! مجھے اور سب اہلسنت کو دین ودنیا کا دولتمند فرما اپنے فضل سے۔

میں گدا تو بادشاہ بھر دے پیالہ نور کا    نور دن دونا ترا دے ڈال صدقہ نور کا

مزید فرماتا ہے: "اور کیا خوب تھا اگر وہ راضی ہوتے خدا اور رسول کے دیئے پر، اور کہتے ہمیں اللہ کافی ہے اب دے گا اللہ ہمیں اپنے فضل سے اور اس کا رسول، بیشک ہم اللہ کی طرف راغبت والے ہیں"۔ (التوبۃ:59)

یہاں رب العزت جل وعلا نے اپنے ساتھ اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی دینے والا فرمایا اور ساتھ ہی یہ بھی ہدایت کی کہ اللہ ورسول سے امید لگی رکھو کہ اب ہمیں اپنے فضل سے دیتے ہیں۔

حضرت سیدنا عیسیٰ روح اللہ علیہ السلام فرماتے ہیں: "میں بناتا ہوں تمہارے لئے مٹی سے پرند کی سی مورت پھر پھونکتا ہوں اس میں تو وہ ہو جاتی ہے پرند اللہ کے اذن سے، اور میں شفاء دیتا ہوں مادر زاد اندھے اور بدن بگڑے کو، اور میں زندہ کرتا ہوں مردے اللہ کے اذن سے، اور میں تمہیں خبر دیتا ہوں جو تم کھاتے اور جو گھروں میں بھر رکھتے ہو تا کہ میں حلال کر دوں تمہارے لئے بعض چیزیں جو تم پر حرام تھیں"۔ (آل عمران:49)

اب بتایئے جو شفاء دیتا ہو، جس کے پاس نابینا پن کا علاج ہو، جو بگڑے بدن کو صحت یاب کر دے، اس سے مانگنے میں کیا حرج ہے؟

اس بارے میں احادیث کا تو شمار ہی نہیں؟ لیکن میں یہاں صرف ایک حدیث پاک پر اکتفاء کروں گا جو کہ جامع مانع ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین زندہ ہستیوں سے بھی مدد طلب کرتے تھے اور بعد وصال بھی انہیں وسیلہ بنایا کرتے تھے، اگرچہ میں یہ اصول پہلے ذکر کر چکا کہ شرک ہر طرح سے شرک ہے، چاہے زندہ سے ہو یا مردہ سے کیونکہ نہ تو کوئی زندہ رب کریم کا شریک ہوسکتا ہے نہ ہی کوئی مردہو لیکن جاہل عقل سے عاری ہیں۔

حضرت سیّدنا عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص اپنی کسی حاجت کے سبب امیر المؤمنین حضرت سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوتا، لیکن حضرت سیّدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ (کسی وجہ سے) اس کے طرف متوجہ نہ ہوتے اور اس کی حاجت کی طرف نظر نہ فرماتے، وہ شخص حضرت سیّدنا عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ سے ملا اور اپنا یہ معاملہ ان سے بیان کیا، انہوں نے اس سے فرمایا کہ وضو کا برتن لاؤ پھر وضو کرو پھر مسجد جا کر وہاں دو رکعت نفل ادا کرو پھر یہ دعا پڑھو: (FONT="Al_Mushaf")اللّٰهم إني أسئلك وأتوجه إليك بنبيّنا محمّد صلى الله عليه وسلم نبي الرحمة يا محمّد إني أتوجه بك إلى ربي فتقضي لي حاجتي (FONT)" یعنی اے اللہ! میں تجھ سے تیرے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم، نبی رحمت کے وسیلہ سے سوال کرتا ہوں اور تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں، یارسول اللہ! میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے اپنے رب کی طرف متوجہ ہوتا ہوں تا کہ میری حاجت پوری ہو۔ (اس دعا کے بعد) پھر اپنی حاجت ذکر کرنا پھر وہ آدمی چلا گیا اور وہی کیا جو حضرت سیّدنا عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا تھا (ایسا کرنے کے بعد) وہ شخص حضرت سیّدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں حاضر ہوا تو دربان نے اسے بازو سے تھاما اور حضرت سیّدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر کر دیا، انہوں نے اس شخص کو اپنے ساتھ تخت پر بٹھایا، اس نے اپنی حاجت بیان کی، آپ رضی اللہ عنہ نے اس کی حاجت پوری کی اور پھر اس سے فرمایا: تم نے ابھی تک مجھ سے اپنی حاجت کا تذکرہ کیوں نہ کیا؟ اور فرمایا آئندہ تمہیں جو بھی حاجت ہو تو ضرور بتانا، پھر وہ شخص امیر المؤمنین کی بارگاہ سے رخصت ہو گیا، اور حضرت سیّدنا عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ سے ملا اور کہنے لگا: جزاک اللہ خیرا، وہ میری حاجت کی طرف نظر نہ کرتے تھے اور نہ ہی میری طرف متوجہ ہوتے یہاں تک کہ آپ نے ان سے میرے بارے میں بات کی، حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی قسم میں نے ہرگز ان سے تمہارا تذکرہ نہیں کیا، (معاملہ کچھ یوں ہے کہ) میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر تھا کہ ایک بیمار شخص حاضر ہوئے جنہوں نے اپنی بینائی چلے جانے کی شکایت کی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں صبر کا مشورہ دیا، انہوں نے عرض کی، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! (چلنے پھرنے میں) میری رہنمائی کرنے والا کوئی نہیں اور یہ میرے لیے بہت تکلیف دہ ہے، تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وضو کا برتن لاؤ پھر وضو کر کے دو رکعتیں ادا کرو پھر یہ (مذکورہ بالا) دعا مانگو۔ خدا کی قسم! کچھ ہی دیر گزری تھی کہ وہ شخص اس حال میں ہمارے پاس لوٹا گویا کہ وہ نابینا تھا ہی نہیں۔ (المعجم الکبیر، باب العین، ج:9، ص:30، مکتبۃ العلوم والحکم، موصل)

اس حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ جب صحابہ کرام علیہم الرضوان کو کوئی پریشانی درپیش ہوتی تو وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں اپنی حاجت روائی کے لیے حاضر ہوتے۔ مزید یہ حدیث پاک حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال ظاہری کے بعد کے واقعے کی طرف نشاندہی کرتی ہے، جس سے معلوم ہوا کہ فوت شدہ بزرگان دین کو "یا" کے ساتھ پکارنا، اور ان سے مدد مانگنا اور انہیں وسیلہ بنانا صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا طریقہ ہے۔

تیسرا سوال: اونچی قبریں بنانا کیسا؟ جبکہ حدیث پاک میں ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سیّدنا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کو قبریں ہموار کرنے پر مامور فرمایا؟

اولاً: یہ حدیث پاک مشرکین کی قبروں کے بارے میں ہے، جیسا کہ علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی شرح بخاری، "فتح الباری" میں اس کی وضاحت فرمائی کہ مشرکین کی قبروں کے علاوہ انبیاء کرام علیہم السلام اور ان کے متبعین کی قبروں کو گرانا منع ہے کیونکہ ایسا کرنے میں ان کی گستاخی ہے برخلاف مشرکین کے کیونکہ ان کی کوئی حرمت نہیں۔

(فتح الباری، قولہ باب ہل تنبش قبور مشرکی جاہلیة، ج:1، ص:524، دار المعرفة بیروت)

ثانیاً: اگر ایسا نہ ہو تو بخاری شریف میں ہے حضرت سیّدنا سفیان بن تمار رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کی زیارت کی جو کہ کوہان نما، اٹھی ہوئی تھی۔ (صحیح بخاری، کتاب الجنائز، باب ماجاء فی قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم)

(حدیث پاک میں لفظ "مُسَنَّمًا" استعمال ہوا جس کا مطلب ہے، زمین سے بالشت بھر اٹھی ہوئی یا اونٹ کے کوہان سے زیادہ اٹھا ہونا)۔

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کس نے بنائی؟ یقیناً صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے، تو کیا انہیں معلوم نہ تھا کہ اونچی قبریں بنانا ممنوع ہے! اگر اونچی قبریں بنانا ممنوع ہے تو ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر کیا فتویٰ ہوگا؟

مزید سنئے: حضرت خارجہ بن زید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانے میں جوان تھا، (اس زمانے میں) چھلانگ لگانے میں سب سے زیادہ وہ سمجھا جاتے تھا جو حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی قبر چھلانگ لگا کر اس پار کود جایا کرتا تھا۔ (صحیح بخاری، کتاب الجنائز، باب الجرید علی القبر)

اب کہیے! کتنی اونچی قبریں ہوا کرتی زمانہ صحابہ میں کہ حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی قبر اتنی اونچی تھی کہ سب سے زیادہ اونچی چھلانگ لگانے والا ہی اسے پھلانگ سکتا۔ امید ہے کہ میرے ان جوابات سے آپ کو تسلی ہوگئی ہوگی، اور قبول کرنے والے کے لیے ایک ہی بات کافی ہے اور جسے "میں نہ مانوں" کا مرض لگ گیا ہو اس کے لیے دفتر کے دفتر (رجسٹر) ناکافی ہیں۔

## زیارت قبور کی شرعی حیثیت اور اس کے فوائد کا بیان

قرآن حکیم میں مقابر ذکر صرف اس سورت میں ہوا ہے قبروں کی زیارت سخت دل والے کے لیے زبردست دوا ہے کیونکہ یہ عمل موت اور آخرت کی یاد دلاتا ہے یہ چیز انسان کی امیدیں کم رکھنے، دنیا میں زہد اختیار کرنے اور اس میں رغبت کی کمی پر برانگیختہ کرتا ہے۔ نبی کریم کا فرمان ہے: کنت نهيتكم عن زيارة القبور فزوروا القبور فانها تذهد في الدنيا و تذكر

الاخـــرة ۔ میں تمہیں قبروں کی زیارت سے منع کیا کرتا تھا اب قبروں کی زیارت کیا کرو کیونکہ یہ چیز دنیا میں زہد پیدا کرتی ہے اور موت کی یاد دلاتی ہے؛ اسے حضرت ابن مسعود نے روایت کیا ابن ماجہ نے اسے نقل کیا ہے۔ صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہ کی حدیث ہے: یہ آخرت کی یاد دلاتی ہے۔ ترمذی میں حضرت بریدہ سے مروی ہے کہ یہ آخرت کی یاد دلاتی ہے۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے، اس میں حضرت ابو ہریرہ سے روایت مروی ہے کہ رسول اللہ نے قبروں کی زیارت کرنے والی عورتوں میں لعنت کی ہے، کہا: اس باب میں حضرت ابن عباس اور حضرت حسان بن ثابت سے روایت مروی ہے۔ ابو عیسیٰ ترمذی نے کہا: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ بعض علماء کی رائے ہے کہ عورتوں پر لعنت والا حکم اس سے قبل کا ہے جس میں رسول اللہ نے قبروں کی زیارت کی رخصت دی۔ جب حضور نے رخصت دی تو اس رخصت میں مرد اور عورتیں شامل ہو گئیں۔ بعض علماء نے کہا: عورتوں کے لیے قبروں کی زیارت اس لیے مکروہ ہے کیونکہ وہ کم صبر والی اور زیادہ جزع فزع کرنے والی ہوتی ہیں۔

علماء نے کہا: جو آدمی اپنے دل کا علاج کرنا چاہتا ہے اور ظلم وقہر کی زنجیروں سے آزاد ہو کر اپنے رب کی طاعت کی طرف متوجہ ہونا چاہتا ہے تو اس کے لیے مناسب ہے کہ وہ لذات کو ختم کرنے والی، جماعتوں کو جدا کرنے والی، بیٹوں اور بیٹیوں کو یتیم کرنے والی کا ذکر کثرت سے کرے جو لوگ موت وحیات کی کشمکش میں ہیں ان کی ملاقات پر مواظبت اختیار کرے اور مسلمانوں کی قبروں کی زیارت میں ہمیشگی اختیار کرے۔ یہ تین امور ہیں جس آدمی کا دل سخت ہو، گناہ اس کی اپنی گرفت میں لے چکا ہو تو اس کے لیے مناسب ہے کہ وہ اپنی مرضی کے خلاف اس سے مدد لے اور شیطان اور اس کے دوستوں کے فتنوں کے خلاف ان سے مدد لے اگر موت کا ذکر کثرت سے کرنے سے اس نے فائدہ اٹھا لیا اور اس کے دل کی سختی چھوٹ گئی تو یہی اس کا مقصود ہے اگر اس پر دل کا میل بڑھ گیا اور گناہ کے اسباب مستحکم ہو گئے تو موت وحیات کی کشمکش میں مبتلا لوگوں کے پاس جانا اور مسلمانوں کی قبروں کی زیارت کرنا ان گناہوں کو دور کرنے میں وہاں تک پہنچ سکتا ہے جہاں تک پہلی صورت نہ پہنچ پائی تھی۔ کیونکہ موت کا ذکر دل کے لیے ایک خبر ہے جس کی طرف اس کا ٹھکانہ ہے اور یہ اسے خبردار کرنے کے قائم مقام ہے۔ جو آدمی موت وحیات کی کشمکش میں مبتلا ہے اس کے پاس جانا اور مسلمانوں میں سے جو کوئی مر چکا ہے اس کی قبر کی زیارت کرنا یہ آنکھوں سے مشاہدہ ہے اس وجہ سے دوسری صورت پہلی سے زیادہ موثر ہے رسول اللہ کا ارشاد ہے: لیس الخبر کالمعاینۃ خبر آنکھوں دیکھی چیز جیسی نہیں ہوتی۔ اسے حضرت ابن عباس نے روایت کیا ہے۔ جو لوگ موت وحیات کی کشمکش میں مبتلا ہوتے ہیں ان کے حال سے عبرت حاصل کرنا ہر وقت ممکن نہیں ہوتا جو آدمی اپنے دل کا علاج کرنا چاہتا ہے اس کا علاج بعض اوقات ایک لمحے میں نہیں ہو پاتا، جہاں تک زیارت قبول کا تعلق ہے تو اس کا وجود یعنی اثر بہت تیز ہوتا ہے اور ان سے نفع حاصل کرنا زیادہ مناسب اور موزوں ہوتا ہے۔ جو آدمی قبروں کی زیارت کا ارادہ کرتا ہے اس کے لیے مناسب یہ ہے وہ اس کے آداب اپنائے، آتے وقت اس کا دل حاضر ہو اس کے پیش نظر صرف قبر کی زیارت نہ ہو کیونکہ یہ تو صرف اس کی ایسی حالت ہے جس میں حیوان بھی اس کے ساتھ شریک ہیں ہم اس سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں، بلکہ اس کے پیش نظر اللہ تعالیٰ کی رضا اور اپنے فاسد دل کی اصلاح ہونی چاہیے۔ یا میت کو نفع پہنچانے کا ارادہ ہونا چاہیے جو زیارت کرنے والا اس کے پاس قرآن پڑھے گا، دعا کرے گا، قبروں کے اوپر چلنے اور ان پر بیٹھنے سے اجتناب کرے جب قبرستان میں داخل ہو تو وہ انہیں

سلام کرے جب وہ اپنے میت کی قبر تک پہنچے جسے وہ پہچانتا ہے تو اسے بھی سلام کرے اور اس کے چہرے کی جانب سے آئے کیونکہ وہ اس کی زیارت میں اس طرح ہے جس طرح وہ زندہ حالت میں اس سے مخاطب تھا اگر زندہ حالت میں اس سے خطاب کرتا تو آداب یہی ہوتے کہ اس کے چہرے کے بالمقابل ہوتا یہاں بھی اسی ہے پھر جو مٹی کے نیچے جا چکا ہے اپنے گھر والوں اور احباب سے الگ ہو چکا ہے اس سے عبرت حاصل کرنے کے بعد کہ اس میت نے چھوٹے بڑے لشکروں کی قیادت کی ہوگی، ساتھیوں اور قبائل سے مقابلہ کیا ہوگا اموال اور ذخائر کو جمع کیا ہوگا تو اسے موت ایسے وقت میں آ پہنچی کہ اسے گمان تک نہ تھا ایسی ہولناکی میں موت آئی جس کا اسے کوئی انتظار نہ تھا تو زیارت کرنے والے کو اس بھائی کی حالت میں غور کرنا چاہیے جو گزر چکا ہے اور ان ساتھیوں میں شامل ہو چکا ہے جنہوں نے امیدوں کو پایا اور اموال کو جمع کیا کہ ان کی آرزوئیں کیسے ختم ہو گئیں، ان کے اموال نے انہیں کوئی نفع نہ دیا، مٹی نے ان کے چہروں کے محاسن کو مٹا دیا اور قبروں میں ان کے اجزا بکھر گئے، ان کے بعد ان کی بیویاں بیوہ ہو گئیں ان کی اولادیں یتیم ہو گئیں، دوسروں نے ان کے عمدہ اموال کو تقسیم کر لیا تا کہ اسے ان کا مقاصد میں گھومنا پھرنا، حصول مطالب میں ان کا حرص، اسباب کے حصول میں ان کا دھوکہ اور جوانی اور صحت کی طرف ان کا میلان سب کو یاد کر سکے اور یہ بھی جان سکے کہ اس کا لہو لعب کی طرف میلان ان کے میلان اور غفلت کی طرح ہے جس کے سامنے خوفناک موت اور تیز ہلاکت ہے یقیناً وہ اس طرف جا رہا ہے جس طرف وہ گئے تھے اسے اپنے دل میں اس آدمی کے ذکر کو یاد کرنا چاہیے جو اپنی اغراض میں متردد تھا کہ اس کے پاؤں کیسے ٹوٹ گئے، وہ اپنے دوستوں کو دیکھ کر لذت حاصل کرتا تھا جبکہ اب اس کی آنکھیں بہہ چکی ہیں، وہ اپنی قوت گویائی کی بلاغت سے حملہ کیا کرتا تھا جبکہ کیڑے اس کی زبان کو کھا گئے ہیں، وہ لوگوں کی موت پر ہنسا کرتا تھا جب کہ مٹی نے اس کے دانتوں کو بوسیدہ کر دیا ہے، وہ یقین کر لے کہ اس کا حال اس کے حال جیسا ہوگا اور اس کا انجام اس کے انجام جیسا ہوگا۔ اس یاد اور عبرت کی وجہ سے اس سے تمام دنیوی غیرتیں زائل ہو جائیں گی اور اور وہ اخروی اعمال پر متوجہ ہوگا۔ وہ دنیا میں زہد اختیار کرے گا اپنے رب کی اطاعت کی طرف متوجہ ہوگا اس کا دل نرم ہو جائے گا اور اعضاء میں خشوع واقع ہو جائے گا۔ (تفسیر قرطبی، سورہ کوثر، بیروت)

# بَاب فِيْ ذِكْرِ الْمِيْزَانِ

# باب 29: میزان کا تذکرہ

میزان "اس چیز سے تعبیر ہے جس کے ذریعہ بندوں کے اعمال کی مقدار و حیثیت جانی جا سکے اور جمہور علماء کا قول ہے کہ وہ چیز میزان یعنی ترازو ہی کی شکل میں ہوگی جس کے دو پلے ہوں گے اور ایک زبان ہوگی اور دونوں پلوں کے درمیان مشرق و مغرب جیسا فاصلہ ہوگا اس میزان کے ذریعہ بندوں کے اعمال تولے جائیں گے یعنی ایک پلے میں نیکیوں کے اعمال نامے اور دوسرے پلے میں برائیوں کے اعمال نامے رکھے جائیں گے اور بعض حضرات نے یہ کہا ہے کہ حسنات یعنی نیک اعمال کو اچھی صورتوں میں اور سیأت یعنی برے عمل کو بری صورتوں میں ڈھال دیا جائے گا اور ان دونوں کو تولا جائے گا لیکن بعض روایتوں میں پہلا قول ہی زیادہ صحیح معلوم ہوتا ہے اور اس سلسلہ میں جو نصوص ہیں ان کا ظاہری مفہوم اسی پر دلالت کرتا ہے۔

**158**- حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَحُمَيْدُ بْنُ مَسْعَدَةَ أَنَّ إِسْمَعِيلَ بْنَ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَهُمْ قَالَ أَخْبَرَنَا يُونُسُ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا ذَكَرَتِ النَّارَ فَبَكَتْ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا يُبْكِيكِ قَالَتْ ذَكَرْتُ النَّارَ فَبَكَيْتُ فَهَلْ تَذْكُرُونَ أَهْلِيكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَّا فِي ثَلَاثَةِ مَوَاطِنَ فَلَا يَذْكُرُ أَحَدٌ أَحَدًا عِنْدَ الْمِيزَانِ حَتَّى يَعْلَمَ أَيَخِفُّ مِيزَانُهُ أَوْ يَثْقُلُ وَعِنْدَ الْكِتَابِ حِينَ يُقَالُ (هَاؤُمُ اقْرَءُوا كِتَابِيَهْ) حَتَّى يَعْلَمَ أَيْنَ يَقَعُ كِتَابُهُ أَفِي يَمِينِهِ أَمْ فِي شِمَالِهِ أَمْ مِنْ وَرَاءِ ظَهْرِهِ وَعِنْدَ الصِّرَاطِ إِذَا وُضِعَ بَيْنَ ظَهْرَيْ جَهَنَّمَ قَالَ يَعْقُوبُ عَنْ يُونُسَ وَهَذَا لَفْظُ حَدِيثِهِ

✧✧ حسن بصری بیان کرتے ہیں' حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا جہنم کو یاد کرتے ہوئے رو پڑیں تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: تم کیوں رو رہی ہو؟ انہوں نے عرض کی' مجھے جہنم کا خیال آ گیا تو میں رو پڑی۔ کیا آپ قیامت کے دن اپنی بیوی کو یاد رکھیں گے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین مقامات کے اوپر کوئی کسی کو یاد نہیں رکھے گا۔ میزان کے قریب' جب تک اسے یہ علم نہ ہو جائے کہ اس کا میزان ہلکا ہے یا بھاری ہے۔ کتاب (نامہ اعمال) ملنے کے نزدیک' جب یہ کہا جائے گا آ ؤ اور اپنی کتاب کو پڑھو۔ جب تک یہ علم نہ ہو جائے کہ اس کی کتاب کہاں واقع ہوتی ہے دائیں ہاتھ میں یا بائیں ہاتھ میں یا اس کے پیچھے' اور پل صراط کے قریب جب اسے جہنم کے اوپر رکھ دیا جائے گا۔

اس روایت کو یعقوب نامی راوی نے یونس سے نقل کیا ہے اور یہ اسی کی حدیث کے الفاظ ہیں۔

## بَاب فِي الدَّجَّالِ

## باب 30: دجال کا تذکرہ

**159**- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَعِيلَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ شَقِيقٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ سُرَاقَةَ عَنْ أَبِي عُبَيْدَةَ بْنِ الْجَرَّاحِ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّهُ لَمْ يَكُنْ نَبِيٌّ بَعْدَ نُوحٍ إِلَّا وَقَدْ أَنْذَرَ الدَّجَّالَ قَوْمَهُ وَإِنِّي أُنْذِرُكُمُوهُ فَوَصَفَهُ لَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ لَعَلَّهُ سَيُدْرِكُهُ مَنْ قَدْ رَآنِي وَسَمِعَ كَلَامِي قَالُوا يَا رَسُولَ اللهِ كَيْفَ قُلُوبُنَا يَوْمَئِذٍ أَمِثْلُهَا الْيَوْمَ قَالَ أَوْ خَيْرٌ

✧✧ حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا' حضرت نوح علیہ السلام کے بعد ہر نبی نے اپنی قوم کو دجال سے ڈرایا ہے۔ میں بھی تمہیں اس سے ڈرا رہا ہوں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے سامنے اس کا حلیہ بیان کیا اور فرمایا: ہوسکتا ہے کوئی ایک شخص اسے پالے جس نے میری زیارت کی ہوئی ہے۔ میرا کلام سنا ہوا ہے۔ لوگوں نے عرض کی: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! اس وقت ہمارے دلوں کا کیا عالم ہوگا۔ کیا یہ آج کی طرح ہوں گے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس سے بھی بہتر ہوں گے۔

---

حدیث 158:

اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحديث: 24740 اخرجه الحاكم فی "المستدرك" رقم الحديث: 8722

**160**- حَدَّثَنَا مَخْلَدٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنْ اَبِيهِ قَالَ قَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي النَّاسِ فَاَثْنٰى عَلَى اللّٰهِ بِمَا هُوَ اَهْلُهُ فَذَكَرَ الدَّجَّالَ فَقَالَ اِنِّي لَاُنْذِرُكُمُوْهُ وَمَا مِنْ نَبِيٍّ اِلَّا قَدْ اَنْذَرَهُ قَوْمَهُ لَقَدْ اَنْذَرَهُ نُوْحٌ قَوْمَهُ وَلٰكِنِّي سَاَقُوْلُ لَكُمْ فِيهِ قَوْلًا لَمْ يَقُلْهُ نَبِيٌّ لِقَوْمِهِ تَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ اَعْوَرُ وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِاَعْوَرَ

✧✧ سالم اپنے والد (حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ) کا یہ بیان نقل کرتے ہیں' ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ لوگوں کے درمیان کھڑے ہوئے آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء اس کی شان کے مطابق بیان کی۔ آپ نے دجال کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا: میں تمہیں اس سے ڈراتا ہوں۔ ہر نبی نے اپنی قوم کو اس سے ڈرایا ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام نے بھی اپنی قوم کو اسے ڈرایا ہے۔ میں تمہیں اس کے بارے میں ایسی بات بتاتا ہوں جو کسی بھی نبی نے اپنی قوم کو نہیں بتائی تم یہ بات جان لو کہ وہ کانا ہوگا اور اللہ تعالیٰ کانا نہیں ہے۔

## دجال سب سے بڑا فتنہ

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ آدم علیہ السلام کی پیدائش سے لے کر قیامت آنے تک دجال سے زیادہ بڑا اور کوئی فتنہ نہیں ہے۔ (مسلم)

## دجال کے شعبدے

حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دجال بائیں آنکھ سے کانا ہوگا اس کے جسم پر بہت گھنے بال ہوں گے اور اس کے ساتھ اس کی جنت اور دوزخ بھی ہوگی لیکن جو اس کی جنت نظر آئے گی در اصل وہ اس کی دوزخ ہوگی اور جو دوزخ نظر آئے گی وہ اصل میں جنت ہوگی (لہٰذا جس کو وہ جنت بخشے گا وہ دوزخی ہوگا او جس کو اپنی دوزخ میں ڈالے گا وہ جنتی ہوگا۔ (مسلم شریف)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا میں تم کو دجال کے متعلق ایسی بات نہ بتادوں جو حضرت نوح علیہ السلام سے لے کر آج تک کسی نبی نے اپنی امت کو نہ بتائی ہو دیکھو وہ کانا ہوگا اور اس کے ساتھ جنت او ر دوزخ کے نام سے دو شعبدے بھی ہوں گے تو جس کو وہ جنت کہے گا وہ درحقیقت دوزخ ہوگی دیکھو دجال سے میں بھی تم کو اسی طرح

حدیث160:

اخرجه البخاري فی "صحيحه" رقم الحديث:3159
اخرجه مسلم فی "صحيحه" رقم الحديث:169
اخرجه ابوداؤد فی "سننه" رقم الحديث:4756
اخرجه الترمذی فی "جامعه" رقم الحديث:2235
اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحديث:1526
اخرجه ابن حبان فی "صحيحه" رقم الحديث:6788
اخرجه الحاكم فی "المستدرك" رقم الحديث:8630
اخرجه النسائی فی "سننه الكبریٰ" رقم الحديث:4259
اخرجه ابويعلی فی "مسنده" رقم الحديث:725
اخرجه الطبرانی فی "معجمه الكبير" رقم الحديث:6445
اخرجه الطيالسی فی "مسنده" رقم الحديث:1106

ڈراتا ہوں جیسا کہ نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو ڈرایا تھا۔ (متفق علیہ)

## دجال سے دور رہو

عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دیکھو جو شخص دجال کی خبر سنے اس کو چاہئے کہ وہ اس سے دور ہی رہے بخدا کہ ایک شخص کو اپنے دل میں یہ خیال ہوگا کہ وہ مومن آدمی ہے لیکن ان عجائبات کو دیکھ کر جو اسکے ساتھ ہوں گے وہ بھی اس کے پیچھے لگ جائے گا (ابوداد)

## دجال کا حلیہ

عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے دجال کے متعلق کچھ تفصیلات تم لوگوں سے بیان کیں لیکن مجھ کو خطرہ ہے کہ کہیں تم پورے طور پر اس کو نہ سمجھے ہو دیکھو مسیح دجال کا قد ٹھنگنا ہوگا اس کے دونوں پیر ٹیڑھے، سر کے بال شدید خمیدہ، ایک چشم مگر ایک آنکھ بالکل پٹ صاف نہ اوپر کو ابھری ہوئی نہ اندر کو دھنسی ہوئی اگر اب بھی تم کو شبہ رہے تو یہ بات یاد رکھنا کہ تمھارا رب یقیناً کانا نہیں ہے۔ (ابوداؤد)

## ہر نبی نے دجال سے ڈرایا

ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے خود سنا ہے کہ نوح علیہ السلام کے بعد جو نبی آیا ہے اس نے اپنی قوم کو دجال سے ضرور ڈرایا ہے اور میں بھی تم کو اس سے ڈراتا ہوں اس کے بعد آپ نے اس کی صورت وغیرہ بیان فرمائی اور کہا ممکن ہے جنہوں نے مجھ کو دیکھا ہے یا میرا کلام سنا ہو۔ اس میں کوئی ایسا نکل آئے جو اس کا زمانہ پاسکے انہوں نے پوچھا اس دن ہمارے دلوں کا حال کیسا ہوگا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایسا ہی جیسا آج ہے یا اور بھی بہتر۔

(ترمذی وابوداؤد)

## دجال کے ظہور کی علامات

اسماء بنت یزید بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر تشریف فرما تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دجال کا ذکر فرمایا کہ اس کے ظہور سے پہلے تین قحط پڑیں گے ایک سال آسمان کی ایک تہائی بارش رک جائے گی اور زمین کی پیداوار بھی ایک تہائی کم ہو جائے گی دوسرے سال آسمان کی دو حصے بارش رک جائے گی اور زمین کی پیداوار دو حصے کم ہو جائے گی اور تیسرے سال آسمان سے بارش بالکل نہ برسے گی اور زمین کی پیداوار بھی کچھ نہ ہوگی حتیٰ کہ جتنے حیوانات ہیں خواہ وہ کھر والے ہوں یا ڈاڑھ سے کھانے والے سب ہلاک ہو جائیں گے اور اس کا سب سے بڑا فتنہ یہ ہوگا کہ وہ ایک گنوار آدمی کے پاس آکر کہے گا اگر میں تیرے اونٹ زندہ کردوں تو کیا اس کے بعد بھی تجھ کو یہ یقین نہ آئے گا کہ میں تیرا رب ہوں؟ وہ کہے گا ضرور، اس کے بعد شیطان اسی کے اونٹ کی سی شکل بن کر اس کے سامنے آئے گا جیسے اچھے تھن اور بڑے کوہان والے اونٹ ہوا کرتے ہیں اسی طرح ایک اور شخص کے

پاس آئے گا جس کا باپ اور سگا بھائی گزر چکا ہوگا اور اس سے آ کر کہے گا بتلا اگر میں تیرے باپ بھائی کو زندہ کر دوں تو کیا پھر بھی یہ یقین نہ آئے گا کہ میں تیرا رب ہوں وہ کہے گا کیوں نہیں؟ بس اس کے بعد شیطان اس کے باپ بھائی کی صورت بن کر آ جائے گا۔ حضرت اسماء کہتی ہیں کہ یہ بیان فرما کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ضرورت سے باہر تشریف لے گئے اسکے بعد لوٹ کر دیکھا تو لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس بیان کے بعد سے بڑے فکر وغم میں پڑے ہوئے تھے۔ اسماء کہتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دروازہ کے دونوں کواڑ پکڑ کر فرمایا اسماء کہو کیا حال ہے؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دجال کا ذکر سن کر ہمارے دل تو سینے سے نکلے پڑتے ہیں اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر وہ میری زندگی میں ظاہر ہوا تو میں اس سے نمٹ لوں گا ورنہ میرے بعد پھر ہر مومن کا نگہبان میرا رب ہے میں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارا حال جب آج یہ ہے کہ ہم آٹا گوندھنا چاہتے ہیں مگر غم کے مارے اس کو اچھی طرح گوندھ بھی نہیں سکتے چہ جائے کہ روٹی پکا سکیں بھوکے ہی رہتے ہیں تو بھلا اس دن مومنوں کا حال کیا ہوگا جب یہ فتنہ آنکھوں کے سامنے آ جائے گا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس دن ان کو وہ غذا کافی ہوگی جو آسمان کے فرشتوں کی ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی تسبیح وتقدیس۔ (احمد)

## دجال کی بدخلقی

دجال قوم یہود میں سے ہوگا عوام میں اس کا لقب مسیح ہوگا دائیں آنکھ میں پھلی ہوگی۔ گھونگر دار بال ہوں گے۔ سواری میں ایک بڑا گدھا ہوگا اولاً اس کا ظہور ملک عراق وشام کے درمیان ہوگا۔ جہاں نبوت ورسالت کا دعویٰ کرتا ہوگا پھر وہاں سے اصفہان چلا جائے گا یہاں اس کے ہمراہ ستر ہزار یہودی ہوں گے یہیں سے خدائی دعویٰ کر کے چاروں طرف فساد برپا کرے گا۔ اور زمین کے اکثر مقامات پر گشت کر کے لوگوں سے اپنے تئیں خدا کہلوائے گا۔

## دجال کی جادوگریاں اور مومنوں کی آزمائش

لوگوں کی آزمائش کیلئے خداوند کریم اس سے بڑے خرق عادات ظاہر کرائے گا اس کی پیشانی پر لفظ (ک، ف، ر) لکھا ہوگا جس کی شناخت صرف اہل ایمان کر سکیں گے اس کے ساتھ ایک آگ ہوگی جس کو دوزخ سے تعبیر کرے گا اور ایک باغ جو جنت کے نام سے موسوم ہوگا مخالفین کو آگ میں موافقین کو جنت میں ڈالے گا مگر وہ آگ درحقیقت باغ کے مانند ہوگی اور باغ آگ کی خاصیت رکھتا ہوگا نیز اس کے پاس اشیائے خوردنی کا ایک بہت بڑا ذخیرہ ہوگا جس کو چاہے گا دے گا جب کوئی فرقہ اس کی الوہیت کو تسلیم کرے گا تو اس کیلئے اس کے حکم سے بارش ہوگی اناج پیدا ہوگا درخت پھلدار مویشی موٹے تازے اور شیر دار ہو جائیں گے۔ جو فرقہ اس کی مخالفت کرے گا تو اس سے اشیائے مذکورہ بند کر دے گا اور اسی قسم کی بہت سی ایذائیں مسلمانوں کو پہنچائے گا مگر خدا کے فضل سے مسلمانوں کو تسبیح وتہلیل کھانے پینے کا کام دے گی اس کے خروج کے بیشتر دو سال تک قحط رہ چکا ہوگا تیسرے سال دوران قحط ہی میں اس کا ظہور ہوگا زمین کے مدفون خزانے اس کے حکم سے اس کے ہمراہ ہو جائیں گے بعض آدمیوں سے کہے گا کہ میں تمہارے مردہ ماں باپوں کو زندہ کرتا ہوں تا کہ تم اس قدرت کو دیکھ کر میری خدائی کا یقین کر لو پس شیاطین کو حکم دے گا کہ زمین میں

سے ان کے ماں باپوں کے ہم شکل ہو کر نکلو چنانچہ وہ ایسا ہی کرینگے۔

## دجال مکہ ومدینہ میں داخل نہ ہو سکے گا

اس کیفیت سے بہت سے ممالک پر اس کا گزر ہوگا یہاں تک کہ وہ جب سرحد یمن میں پہنچے گا اور بددین لوگ بکثرت اس کے ساتھ ہو جائیں گے تو وہاں سے لوٹ کر مکہ معظمہ کے قریب مقیم ہو جائے گا مگر بسبب محافظت فرشتوں کے مکہ معظمہ میں داخل نہ ہو سکے گا پس وہاں سے مدینہ منورہ کا قصد کرے گا اس وقت مدینہ کے سات دروازے ہوں گے ہر دروازے کی محافظت کیلئے خداوند کریم دو دو فرشتے متعین فرمائے گا جن کے ڈر سے دجال کی فوج داخل شہر نہ ہو سکے گی نیز مدینہ منورہ میں تین مرتبہ زلزلہ آئے گا جس کی وجہ سے بدعقیدے ومنافق لوگ خائف ہو کر شہر سے نکل کر دجال کے پھندے میں گرفتار ہو جائیں گے۔

## مدینہ کے ایک بزرگ کے ہاتھوں دجال کی رسوائی

اس وقت مدینہ منورہ میں ایک بزرگ ہوں گے جو دجال سے مناظرہ کرنے کیلئے نکلیں گے دجال کی فوج کے قریب پہنچ کر ان سے پوچھیں گے کہ دجال کہاں ہے وہ اس کی گفتگو کو خلاف ادب سمجھ کر قتل کرنے کا قصد کریں گے مگر بعض ان میں قتل سے مانع ہوں گے اور کہیں گے کیا تم کو معلوم نہیں کہ ہمارے اور تمھارے خدا (دجال) نے منع کیا ہے کہ کسی کو بغیر اجازت کے قتل نہ کرنا۔

پس وہ دجال کے سامنے جا کر بیان کریں گے کہ ایک گستاخ شخص آیا ہے اور آپ کی خدمت میں حاضر ہونا چاہتا ہے دجال ان کو اپنے پاس بلائے گا جب وہ بزرگ دجال کے چہرے کو دیکھیں گے تو فرمائیں گے میں نے تجھے پہچان لیا تو وہی ملعون ہے جس کی پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی تھی اور تیری گمراہی کی حقیقت بیان فرمائی تھی دجال غصہ میں آ کر کہے گا کہ اس کو آرے سے چیر دو بس وہ آپکو ٹکڑے کر کے دائیں بائیں جانب ڈال دیں گے پھر دجال خود ان دونوں ٹکڑوں کو جمع کر کے زندہ ہونے کا حکم دے گا چنانچہ وہ خدائے قدوس کی حکمت وارادے سے زندہ ہو کر کہیں گے کہ اب تو مجھ کو پورا یقین ہو گیا تو وہی مردود دجال ہے کہ جس کی ملعونیت کی خبر پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے دی تھی۔ دجال جھنجھلا کر اپنے معتقدین کو حکم دے گا کہ اس کو ذبح کر دو پس وہ آپ کے حلق پر چھری پھیریں گے مگر اس سے آپ کو کوئی ضرر نہ پہنچے گا۔ دجال شرمندہ ہو کر ان بزرگ کو اپنی دوزخ میں جس کا ذکر اوپر گزر چکا ڈال دے گا مگر خداوند کریم کی قدرت سے وہ آپ کے حق میں بردوسلام ہو جائے گی اس کے بعد دجال کسی مردہ کے زندہ کرنے پر قدرت نہ پائے گا اور یہاں سے ملک شام کی جانب روانہ ہو جائے گا۔

## حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول

دجال کے دمشق پہنچنے سے پہلے حضرت امام مہدی علیہ السلام دمشق آ چکے ہوں گے اور جنگ کی پوری تیاری وترتیب فوج کر چکے ہوں گے جنگ کا ساز وسامان وآلات تقسیم ہوں گے کہ موذن فجر کی اذان دے گا لوگ نماز کی تیاری ہی میں ہوں گے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دو فرشتوں کے کاندھوں پر تکیہ کئے آسمان سے دمشق کی جامع مسجد کے شرقی منارہ پر جلوہ افروز ہو کر آواز دیں گے کہ سیڑھی لے آؤ۔ پس سیڑھی حاضر کر دی جائے گی۔

## حضرت عیسیٰ اور حضرت مہدی کی ملاقات

آپ اس کے ذریعہ سے نیچے اتر کر امام مہدی سے ملاقات فرمائیں گے۔ امام مہدی نہایت تواضع وخوش خلقی کے ساتھ آپ سے پیش آئیں گے اور فرمائیں گے یا نبی اللہ امامت کیجئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام ارشاد فرمائیں گے کہ امامت تم ہی کرو کیونکہ تمھارے بعض بعض کے لئے امام ہیں اور یہ عزت اس امت کو خدا نے دی ہے پس امام مہدی نماز پڑھائیں گے حضرت عیسیٰ اقتدا کریں گے۔

## حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ کا عجیب وغریب واقعہ

فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلان کرنے والے کو سنا وہ اعلان کر رہا تھا چلو نماز ہونے والی ہے میں نماز کے لئے نکلی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز ادا کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہو کر منبر پر بیٹھ گئے اور آپ کے چہرے پر اس وقت مسکراہٹ تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر شخص اپنی اپنی جگہ بیٹھا رہے اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جانتے ہو میں نے تم کو کیوں جمع کیا ہے انہوں نے عرض کی اللہ اور اس کے رسول ہی کو معلوم ہے آپ نے فرمایا بخدا میں نے تم کو نہ تو مال وغیرہ تقسیم کیلئے جمع کیا ہے نہ کسی جہاد کی تیاری کیلئے بس صرف اس بات کیلئے جمع کیا ہے کہ تمیم داری پہلے نصرانی تھا وہ آیا ہے اور مسلمان ہو گیا ہے اور مجھ سے ایک قصہ بیان کرتا ہے جس سے تم کو میرے اس بیان کی تصدیق ہو جائے گی جو میں نے کبھی دجال کے متعلق تمھارے سامنے ذکر کیا تھا وہ کہتا ہے کہ وہ ایک بڑی کشتی پر سوار ہوا جس پر سمندر میں سفر کیا جاتا ہے اور ان کے ساتھ قبیلہ لخم اور جذام کے تیس آدمی اور تھے سمندر کا طوفان ایک ماہ تک ان کا تماشا بنا تا رہا۔ آخر مغربی جانب ان کو ایک جزیرہ نظر پڑا جس کو دیکھ کر وہ بہت مسرور ہوئے اور چھوٹی کشتیوں میں بیٹھ کر اس جزیرہ پر اتر گئے سامنے سے ان کو جانور کی شکل کی ایک چیز نظر پڑی جس کے سارے جسم پر بال ہی بال تھے کہ اس میں اس کے اعضائے مستورہ تک کچھ نظر نہ آتے تھے لوگوں نے اس سے کہا کمبخت تو کیا بلا ہے؟ وہ بولی میں دجال کی جاسوس ہوں چلو اس گرجے چلو وہاں ایک شخص ہے جس کو تمھارا بڑا انتظار لگ رہا ہے یہ کہتے ہیں کہ جب اس نے ایک آدمی کا ذکر کیا تو اب ہم کو ڈر لگا کہ کہیں وہ جن نہ ہو ہم لپک کر اسے گرجے میں پہنچے تو ہم نے ایک بڑا قوی ہیکل شخص دیکھا کہ اس سے قبل ہم نے ویسا کوئی شخص نہیں دیکھا تھا اس کے ہاتھ گردن سے ملا کر اور اس کے پیر گھٹنوں سے لے کر ٹخنوں تک لوہے کی زنجیروں سے نہایت مضبوطی سے جکڑے ہوئے تھے ہم نے اس سے کہا تیرا ناس ہو تو کون ہے؟ وہ بولا تم کو تو میرا پتہ کچھ نہ کچھ لگ ہی گیا اب تم بتاؤ تم کون لوگ ہو انہوں نے کہا کہ ہم عرب کے باشندے ہیں ہم ایک بڑی کشتی میں سفر کر رہے تھے سمندر میں طوفان آیا اور ایک ماہ تک رہا اس کے بعد ہم اس جزیرہ میں آئے تو یہاں ہمیں ایک جانور نظر پڑا جس کے تمام جسم پر بال ہی بال تھے اس نے کہا میں جساسہ (جاسوس۔ خبر رساں) ہوں چلو اس شخص کی طرف چلو جو اس گرجے میں ہے اس لئے ہم جلدی جلدی تیرے پاس آ گئے اس نے کہا مجھے یہ بتا کہ بیسان (شام میں ایک بستی کا نام ہے) کی کھجوروں میں پھل آتا ہے یا نہیں۔ ہم نے کہا ہاں آتا ہے۔ اس نے کہا وہ وقت قریب ہے جب اسمیں پھل نہ آئیں پھر اس نے پوچھا اچھا بحیرہ

طبریہ کے متعلق بتا اسمیں پانی ہے یانہیں؟ ہم نے کہا بہت ہے اس نے کہا وہ زمانہ قریب ہے جبکہ اس میں پانی نہ رہے گا پھر اس نے پوچھا زغر (شام میں ایک بستی) کے چشمہ کے متعلق بتا اس میں پانی ہے یانہیں اور اس بستی والے اس کے پانی سے کھیتوں کو سیراب کرتے ہیں، ہم نے کہا اس میں بھی بہت پانی ہے اور لوگ اسی کے پانی سے کھیتوں کو سیراب کرتے ہیں پھر اس نے کہا اچھا نبی الامیین کا کچھ حال سنا۔ ہم نے کہا وہ مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ تشریف لے آئے ہیں اس نے پوچھا عرب کے لوگوں نے اس کے ساتھ جنگ کی ہے ہم نے کہا ہاں اس نے پوچھا اچھا پھر کیا نتیجہ رہا ہم نے بتایا کہ وہ اپنے گردونواح پر تو غالب آ چکے ہیں اور لوگ ان کی اطاعت قبول کر چکے ہیں اس نے کہا سن لو ان کے حق میں یہی بہتر تھا کہ ان کی اطاعت کر لیں اور اب میں تم کو اپنے متعلق بتاتا ہوں میں مسیح دجال ہوں اور وہ وقت قریب ہے جبکہ مجھ کو یہاں سے باہر نکلنے کی اجازت مل جائے گی میں باہر نکل کر تمام زمین گھوم جاں گا اور چالیس دن کے اندر اندر کوئی بستی ایسی نہ رہ جائے گی جس میں میں داخل نہ ہوں بجز مکہ اور طیبہ کے ان دونوں مقامات میں میرا داخلہ ممنوع ہے جب میں ان دونوں میں سے کسی بستی پر داخل ہونے کا ارادہ کروں گا اس وقت ایک فرشتہ ہاتھ میں ننگی تلوار لئے سامنے سے آ کر مجھ کو داخل ہونے سے روک دیگا اور ان مقامات (مقدسہ) کے جتنے راستے ہیں ان سب پر فرشتے ہوں گے کہ وہ ان کی حفاظت کر رہے ہوں گے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی لکڑی منبر پر مار کر فرمایا کہ وہ طیبہ یہی مدینہ ہے یہ جملہ تین بار فرمایا۔ دیکھو کیا یہی بات میں نے تم سے بیان نہیں کی تھی لوگوں نے کہا جی ہاں آپ نے بیان فرمائی تھی اس کے بعد فرمایا دیکھو وہ بحر شام یا بحر یمن (راوی کو شک ہے) بلکہ مشرق کی جانب ہے اور اسی طرف ہاتھ سے اشارہ فرمایا۔ (مسلم)

## دجال کا ساتھی اور دجال کا قتل

حضرت عائشہ بیان فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر تشریف لائے دیکھا تو میں رو رہی تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کیوں رو رہی ہو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دجال کا ذکر اس طرح فرمایا کہ اس غم میں مجھ کو بے ساختہ رونا آ گیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر وہ نکلا اور میں اس وقت موجود ہوا تو تمھاری طرف سے میں اس سے نمٹ لونگا اور اگر وہ میرے بعد نکلا تو پھر یہ بات یاد رکھنا کہ تمھارا پروردگار کانا نہیں ہے (اور وہ کانا ہوگا) جب وہ نکلے گا تو اس کے ساتھی اصفہان کے یہود ہوں گے یہاں تک کہ جب مدینہ آئے گا تو وہاں ایک طرف آ کر اترے گا اس وقت مدینہ کے سات دروازے ہوں گے اور ہر دروازہ پر دو دو فرشتے نگران ہوں گے (جو اس کے اندر آنے سے مانع ہوں گے) مدینہ میں جو بداعمال آباد ہیں وہ نکل کر خود اس کے پاس چلے جائیں گے اس کے بعد وہ فلسطین میں باب لد پر آئے گا۔ عیسیٰ علیہ السلام نزول فرما چکے ہوں گے اور یہاں وہ اسکو قتل کریں گے پھر عیسیٰ علیہ السلام چالیس سال تک ایک منصف امام کی حیثیت سے زمین پر زندہ رہیں گے۔ (مسند احمد)

## آگ پانی اور پانی آگ

ربعی بن حراش رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عقبہ بن عمرو نے حذیفہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ نے دجال کے متعلق جو

بات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی تھی وہ ہم کو بھی سنا دیجئے۔ انہوں نے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے خود سنا ہے کہ دجال جب ظاہر ہوگا تو اس کے ساتھ پانی اور آگ دونوں ہوں گے مگر لوگوں کو جو آگ نظر آئے گی وہ ٹھنڈا پانی ہوگا اور جس کو لوگ ٹھنڈا پانی سمجھیں گے وہ جھلسا دینے والی آگ ہوگی لہٰذا تم میں جس کو بھی یہ زمانہ ملے اس کو چاہئے کہ جو آگ معلوم ہو رہی ہو اس میں داخل ہو جائے کیونکہ درحقیقت وہ آب خنک ہوگا۔ (بخاری شریف) یہاں مسلم کی روایت میں اتنا اضافہ اور ہے کہ دجال کی ایک آنکھ میں موٹا سا ناخونہ ہوگا اور اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان کافر کے حروف علیحدہ علیحدہ لکھے ہوئے ہوں گے جس کو ہر مومن پڑھ لے گا چاہے وہ خواندہ ہو یا ناخواندہ اور ایک روایت میں ہے کہ اس کی آنکھوں کے درمیان ک، ف، ر اور ایک روایت میں کاف، الف، را ہوگا۔

## حضرت مہدی اور حضرت عیسیٰ کا مل کر

### دجال کی فوج سے لڑنا اور دجال کو قتل کرنا

پھر حضرت عیسیٰ سے کہیں گے یا نبی اللہ اب لشکر کا انتظام آپ کے سپرد ہے جس طرح چاہیں انجام دیں وہ فرمائیں گے نہیں یہ کام بدستور آپ ہی کے تحت میں رہے گا میں تو صرف قتل دجال کے واسطے آیا ہوں جس کا مارا جانا میرے ہی ہاتھ سے مقدر ہے رات امن و امان کے ساتھ بسر کر کے امام مہدی فوج ظفر موج کو لے کر میدان کارزار میں تشریف لائیں گے۔ حضرت عیسیٰ فرمائیں گے کہ میرے لئے گھوڑا اور نیزہ لا تا کہ اس ملعون کے شر سے زمین کو پاک کر دوں پس حضرت عیسیٰ دجال پر اور اسلامی فوج اس کے لشکر پر حملہ آور ہوگی نہایت خوفناک اور گھسان کی لڑائی شروع ہو جائے گی اس وقت دم عیسوی کی یہ خاصیت ہوگی کہ جہاں تک آپ کی نظر کی رسائی ہوگی وہیں تک یہ بھی پہنچے گا اور جس کافر تک آپ کا سانس پہنچے گا تو وہ نیست و نابود ہو جایا کرے گا۔

## دجال کا فرار

دجال آپ کے مقابلہ سے بھاگے گا آپ اس کا تعاقب کرتے کرتے مقام لد میں جالیں گے اور نیزے سے اس کا کام تمام کر کے لوگوں پر اس کی ہلاکت کا اظہار کریں گے کہتے ہیں کہ اگر حضرت عیسیٰ اس کے قتل میں عجلت نہ کرتے تو بھی وہ آپ کے سانس سے اس طرح پگھل جاتا جیسے پانی میں نمک۔ اسلامی فوج دجال کے لشکر کے قتل و غارت کرنے میں مشغول ہو جائے گی یہودیوں کو جو اسکے لشکر میں ہونگے کوئی چیز پناہ نہ دیگی یہاں تک کہ اگر بوقت شب کسی پتھر یا درخت کی آڑ میں ان میں سے کوئی پناہ گزین ہو تو وہ بھی آواز دیگا اے خدا کے بندے دیکھ اس یہودی کو پکڑ اور قتل کر۔ مگر درخت غرقدان کو پناہ دیکر اخفائے حال کرے گا۔

## دجالی فتنہ کے چالیس روز

زمین پر دجال کے شر و فساد کا زمانہ چالیس روز تک رہے گا کہ جن میں سے ایک دن ایک سال کے ایک ایک مہینہ کے اور ایک ایک ہفتہ کے برابر ہوگا باقی ماندہ ایام معمولی دنوں کے برابر ہوں گے بعض روایتوں میں ہے کہ دنوں کی درازی بھی دجال کے استدراج کی وجہ سے ہوگی کیونکہ وہ ملعون آفتاب کو حبس کرنا چاہے گا خداوند کریم اپنی قدرت کاملہ سے اس کی حسب مرضی آفتاب کو

روک دے گا اصحاب کرام رضی اللہ عنہ نے جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ جو روز ایک سال کے برابر ہوگا اس میں ایک دن کی نماز پڑھنی چاہئے یا سال بھر کی؟ آپ نے فرمایا اندازہ وتخمینہ کر کے ایک سال ہی کی نماز ادا کرنی چاہئے شیخ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ جو ارباب کشف وشہود کے محققین میں سے ہیں فرماتے ہیں کہ اس دن کی تصویر دل میں یوں آتی ہے کہ آسمان پر ایک ابر محیط طاری ہوگا اور ضعیف وخفیف روشنی جو عموماً ایسے ایام میں ہوا کرتی ہے تاریکی محض سے مبدل نہ ہوگی اور آفتاب بھی نمایاں نہ ہوگا پس لوگ بموجب شرع اندازہ تخمینہ سے اوقات نماز کے مکلف ہوں گے۔

## دجالی شرانگیزیوں سے متاثرہ شہروں کی تعمیر نو اور روئے زمین پر انصاف کا قیام

دجال کے فتنہ کے خاتمہ پر حضرت امام مہدی وحضرت عیسیٰ ان شہروں میں کہ جن کو دجال نے تاخت وتاراج کر دیا ہوگا دورہ فرمائیں گے دجال سے تکلیف اٹھائے ہوئے لوگوں کو خدا کے یہاں اجر عظیم ملنے کی خوشخبری دیکر دلاسا وتسلی دیں گے اور اپنی عنایات ونوازشات عامہ سے ان کے دنیاوی نقصانات کی تلافی کریں گے۔ حضرت عیسیٰ قتل خنزیر شکست صلیب اور کفار سے جزیہ قبول کرنے کے احکام صادر فرما کر تمام کفار کو اسلام کی طرف مدعو کریں گے خدا کے فضل وکرم سے کوئی کافر بلاد اسلام میں نہ رہے گا تمام زمین حضرت مہدی کے عدل وانصاف کے چمکاروں سے منور وروشن ہو جائے گی ظلم وبے انصافی کی بیخ کنی ہوگی تمام لوگ عبادت واطاعت الٰہی میں سرگرم ومشغول ہوں گے آپ کی خلافت کی میعاد سات، آٹھ یا نو سال ہوگی

واضح رہے کہ سات سال عیسائیوں کے فتنہ اور ملک کے انتظام میں آٹھواں سال دجال کے ساتھ جنگ وجدال میں اور نواں سال حضرت عیسیٰ کی معیت میں گزرے گا اس حساب سے آپ کی عمر 49 سال ہوگی۔

## بَاب فِي قَتْلِ الْخَوَارِجِ

## باب 31: خارجیوں کو قتل کرنا

**161** - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ وَّاَبُوْ بَكْرِ بْنُ عَيَّاشٍ وَمَنْدَلٌ عَنْ مُّطَرِّفٍ عَنْ اَبِي جَهْمٍ عَنْ خَالِدِ بْنِ وَهْبَانَ عَنْ اَبِي ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ فَارَقَ الْجَمَاعَةَ شِبْرًا فَقَدْ خَلَعَ رِبْقَةَ الْاِسْلَامِ مِنْ عُنُقِهِ

✧✧ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: جو شخص ایک بالشت کے برابر بھی مسلمانوں کی جماعت سے الگ ہو جائے تو اس نے اسلام کے پٹے کو اپنی گردن میں سے نکال دیا۔

**162** - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَيْلِيُّ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا مُطَرِّفُ بْنُ طَرِيفٍ عَنْ اَبِي الْجَهْمِ عَنْ خَالِدِ بْنِ وَهْبَانَ عَنْ اَبِي ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيْفَ اَنْتُمْ وَاَئِمَّةٌ مِّنْ بَعْدِي يَسْتَاْثِرُوْنَ

---

حدیث 161:

اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحديث: 8047 — اخرجه الحاكم في "المستدرك" رقم الحديث: 401

اخرجه البيهقي في "سننه الكبرىٰ" رقم الحديث: 16391 — اخرجه الطبراني في "معجمه الكبير" رقم الحديث: 10687

بِهٰذَا الْفَيْءِ قُلْتُ اِذَنْ وَالَّذِىْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ اَضَعُ سَيْفِىْ عَلٰى عَاتِقِىْ ثُمَّ اَضْرِبُ بِهٖ حَتّٰى اَلْقَاكَ اَوْ اَلْحَقَكَ قَالَ اَوَلَا اَدُلُّكَ عَلٰى خَيْرٍ مِنْ ذٰلِكَ تَصْبِرُ حَتّٰى تَلْقَانِىْ

✧✧ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس وقت تم کیا کرو گے جب میرے بعد آنے والے حکمران اس مال فے کے بارے میں تم لوگوں کے ساتھ امتیازی سلوک کریں گے۔ میں نے عرض کی' اس ذات کی قسم! جس نے آپ کو حق کے ہمراہ معبوث کیا ہے۔ اس وقت میں اپنی تلوار اپنی گردن پر رکھوں گا اور ان لوگوں کے ساتھ اس وقت تک جنگ کرتا رہوں گا جب تک آپ سے آ کر مل نہیں جاتا (یعنی شہید نہیں ہو جاتا) نبی اکرم نے فرمایا: کیا میں اس سے بہتر صورت کی طرف تمہاری رہنمائی نہ کروں۔ تم صبر سے کام لینا جب تک مجھ سے مل نہیں جاتے (یعنی مرتے دم تک صبر سے کام لینا)۔

**163**- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ وَّسُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ الْمَعْنٰى قَالَا حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنِ الْمُعَلَّى بْنِ زِيَادٍ وَهِشَامِ بْنِ حَسَّانَ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ ضَبَّةَ بْنِ مِحْصَنٍ عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَتَكُوْنُ عَلَيْكُمْ اَئِمَّةٌ تَعْرِفُوْنَ مِنْهُمْ وَتُنْكِرُوْنَ فَمَنْ اَنْكَرَ قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ قَالَ هِشَامٌ بِلِسَانِهٖ فَقَدْ بَرِئَ وَمَنْ كَرِهَ بِقَلْبِهٖ فَقَدْ سَلِمَ وَلٰكِنْ مَنْ رَضِىَ وَتَابَعَ فَقِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَفَلَا نَقْتُلُهُمْ قَالَ ابْنُ دَاوُدَ اَفَلَا نُقَاتِلُهُمْ قَالَ لَا مَا صَلَّوْا

✧✧ سیّدہ اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: عنقریب میرے بعد ایسے حکمران ہوں گے جن کی کچھ باتیں تمہیں اچھی لگیں گی اور کچھ باتیں تمہیں بری لگیں گی تو جو شخص ناپسند کرے۔

یہاں ہشام نامی راوی نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں۔ اپنی زبان کے ذریعے ناپسند کرے تو وہ بری ہو گیا اور جو شخص اپنے دل کے ذریعے پر ناپسند کرے' وہ سلامت رہا لیکن جو شخص راضی ہوا اور اس نے اس کی پیروی کی (وہ ہلاک ہو جائے گا) عرض کی گئی یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! کیا ہم لوگ انہیں قتل نہ کریں۔

یہاں پر ابن داؤد نامی راوی نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں کیا ہم ان لوگوں کے ساتھ جنگ نہ کریں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں جب تک یہ لوگ نماز ادا کرتے رہیں (تم ان کے ساتھ جنگ نہ کرو)۔

**164**- حَدَّثَنَا ابْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ قَالَ حَدَّثَنِىْ اَبِىْ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ عَنْ ضَبَّةَ بْنِ مِحْصَنٍ الْعَنَزِيِّ عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَعْنَاهُ قَالَ فَمَنْ كَرِهَ فَقَدْ بَرِئَ وَمَنْ اَنْكَرَ فَقَدْ

حدیث 162:

اخرجه مسلم فی "صحیحه" رقم الحدیث:648
اخرجه ابن ماجه فی "سننه" رقم الحدیث:1257
اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث:21517
اخرجه ابن خزیمه فی "صحیحه" رقم الحدیث:1639
اخرجه النسائی فی "سننه الکبریٰ" رقم الحدیث:932
اخرجه النسائی فی "سننه" رقم الحدیث:859
اخرجه الدارمی فی "سننه" رقم الحدیث:1228
اخرجه ابن حبان فی "صحیحه" رقم الحدیث:1482
اخرجه الحاکم فی "المستدرک" رقم الحدیث:408
اخرجه البیهقی فی "سننه الکبریٰ" رقم الحدیث:5098

سَلِمَ قَالَ قَتَادَةُ يَعْنِي مَنْ اَنْكَرَ بِقَلْبِهٖ وَمَنْ كَرِهَ بِقَلْبِهٖ

✧✧ سیدہ اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے اس کی مانند روایت نقل کی ہے تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں: جو شخص ناپسند کرے گا' وہ بری ہو جائے گا اور جو انکار کرے گا وہ سلامت رہے گا۔

قتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' جو شخص اپنے دل کے ذریعے انکار کرے گا اور جو شخص اپنے دل کے ذریعے ناپسند کرے گا۔

**165- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ شُعْبَةَ عَنْ زِيَادِ بْنِ عِلَاقَةَ عَنْ عَرْفَجَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ سَتَكُوْنُ فِيْ اُمَّتِيْ هَنَاتٌ وَّهَنَاتٌ وَّهَنَاتٌ فَمَنْ اَرَادَ اَنْ يُّفَرِّقَ اَمْرَ الْمُسْلِمِيْنَ وَهُمْ جَمِيْعٌ فَاضْرِبُوْهُ بِالسَّيْفِ كَائِنًا مَّنْ كَانَ**

✧✧ حضرت عرفجہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے۔ عنقریب میری امت میں فساد ہوں گے' فساد ہوں گے تو جو شخص مسلمانوں کے درمیان پھوٹ ڈالنے کی کوشش کرے گا جبکہ وہ اکٹھے ہوں تو تم اسے تلوار کے ذریعے قتل کر دو خواہ وہ کوئی بھی شخص ہو۔

## خوارِج کا تعارف

قبل اس کے کہ قرآن وحدیث کی روشنی میں خوارج کی علامات اور عقائد ونظریات کا جائزہ لیا جائے' بعض کتب اسلاف سے خوارج کی چند واضح تعریفات درج کی جا رہی ہیں تاکہ ابتداء میں ہی واضح ہو جائے کہ خارجی کسے کہا جاتا ہے۔

1۔ امام محمد بن عبدالکریم شہرستانی' خوارج کی تعریف میں لکھتے ہیں:

**كل من خرج عن الإمام الحق الذى اتفقت الجماعة عليه يسمى خارجيًا سواء كان الخروج فى أيام الصحابة على الأئمة الراشدين أو كان بعدهم على التابعين باحسان والأئمة فى كل زمان. شهرستانى، الملل والنحل: 114**

ہر وہ شخص جو عوام کی متفقہ مسلمان حکومتِ وقت کے خلاف مسلح بغاوت کرے اسے خارجی کہا جائے گا؛ خواہ یہ خروج و بغاوت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانہ میں خلفاء راشدین کے خلاف ہو یا تابعین اور بعد کے کسی بھی زمانہ کی مسلمان حکومت کے خلاف ہو۔

2۔ امام نووی' خوارج کی تعریف یوں کرتے ہیں:

**الخوارج: صنف من المبتدعة يعتقدون أن من فعل كبيرة كفر، وخلد فى النار، ويطعنون لذلك فى الأئمة ولا يحضرون معهم الجمعات والجماعات. نووى، روضة الطالبين، 10: 51**

خوارج بدعتیوں کا ایک گروہ ہے۔ یہ لوگ گناہِ کبیرہ کے مرتکب کے کافر اور دائمی دوزخی ہونے کا عقیدہ رکھتے ہیں۔ اسی وجہ سے مسلم اُمراء وحکام پر طعن زنی کرتے ہیں اور ان کے ساتھ جمعہ اور عیدین وغیرہ کے اجتماعات میں شریک نہیں ہوتے۔

3۔ابنِ تیمیہ لکھتے ہیں:

كانوا أهل سيف وقتال، ظهرت مخالفتهم للجماعة؛ حين كانوا يقاتلون الناس. وأما اليوم فلا يعرفهم أكثر الناس . . . . ومروقهم من الدين خروجهم باستحلالهم دماء المسلمين وأموالهم.ابن تيمية، النبوات: 222

وہ اسلحہ سے لیس اور بغاوت پر آمادہ تھے، جب وہ لوگوں سے قتال کرنے لگے تو اُن کی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت سے مخالفت وعداوت ظاہر ہوگئی۔ تاہم عصرِ حاضر میں (بظاہر دین کا لبادہ اوڑھنے کی وجہ سے) لوگوں کی اکثریت انہیں پہچان نہیں پاتی۔۔۔۔وہ دین سے نکل گئے کیوں کہ وہ مسلمانوں کے خون اور اَموال (جان ومال) کو حلال ومباح قرار دیتے تھے۔

ابنِ تیمیہ مزید بیان کرتے ہیں:

وهؤلاء الخوارج ليسوا ذلك المعسكر المخصوص المعروف في التاريخ، بل يخرجون إلى زمن الدجّال .(1) وتخصيصه صلى الله عليه وسلم للفئة التي خرجت في زمن علي بن أبي طالب، إنما هو لمعان قامت بهم، وكل من وجدت فيه تلك المعاني ألحق بهم، لأن التخصيص بالذكر لم يكن لاختصاصهم بالحكم، بل لحاجة المخاطبين في زمنه عليه الصلاة والسلام إلى تعيينهم.(2)(1) ابن تيميه، مجموع فتاوى، 28: 495، 496(2) ابن تيميه، مجموع فتاوى، 28: 476، 477

اور یہ خوارج (سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے عہد کا) وہ مخصوص لشکر نہیں ہے جو تاریخ میں معروف ہے بلکہ یہ دجال کے زمانے تک پیدا ہوتے اور نکلتے رہیں گے۔ اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اُس ایک گروہ کو خاص فرمانا جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زمانے میں نکلا تھا، اس کے کئی معانی ہیں جو ان پر صادق آتے ہیں۔ ہر وہ شخص یا گروہ جس میں وہ صفات پائی جائیں اسے بھی ان کے ساتھ ملایا جائے گا۔ کیونکہ ان کا خاص طور پر ذکر کرنا ان کے ساتھ حکم کو خاص کرنے کے لئے نہیں تھا بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کے ان مخاطبین کو (مستقبل میں) ان خوارج کے تعین کی حاجت تھی۔

4۔حافظ ابنِ حجر عسقلانی فتح الباری میں فرماتے ہیں:

الخوارج: فهم جمع خارجة أي طائفة، وهم قوم مبتدعون سموا بذلك لخروجهم عن الدين، وخروجهم على خيار المسلمين.ابن حجر عسقلاني، فتح الباري، 12: 283

خوارج، خارجۃ کی جمع ہے جس کا مطلب ہے: گروہ۔ وہ ایسے لوگ ہیں جو بدعات کا ارتکاب کرتے۔ ان کو (اپنے نظریہ، عمل اور اقدام کے باعث) دینِ اسلام سے نکل جانے اور خیارِ اُمت کے خلاف (مسلح جنگ اور دہشت گردی کی) کارروائیاں کرنے کی وجہ سے یہ نام دیا گیا۔

5۔امام بدرالدین عینی عمدۃ القاری میں لکھتے ہیں:

طائفة خرجوا عن الدين وهم قوم مبتدعون سموا بذلك لأنهم خرجوا على خيار المسلمين. عيني، عمدة القاري، 24: 84

وہ ایسے لوگ ہیں جو دین سے خارج ہوگئے ہیں اور یہ وہ لوگ ہیں جو بدعات کا ارتکاب کرتے تھے (یعنی وہ اُمور جو دین میں شامل نہ تھے ان کو دین میں شامل کرتے تھے)۔ (دینِ اسلام سے نکل جانے اور) بہترین مسلمانوں کے خلاف (مسلح بغاوت اور دہشت گردی کی) کارروائیاں کرنے کی وجہ سے اُنہیں خوارج کا نام دیا گیا۔

6۔علامہ ابنِ نجیم حنفی، خوارج کی تعریف یوں کرتے ہیں:

الخوارج: قومٌ لَهم منعة وحمية خرجوا عليه بتأويل يرون أنه على باطل كفر أو معصية توجب قتاله بتأويلهم يستحلون دماء المسلمين وأموالهم. ابن نجيم، البحر الرائق، 2: 234

خوارج سے مراد وہ لوگ ہیں جن کے پاس طاقت اور (نام نہاد دینی) حمیت ہو اور وہ حکومت کے خلاف بغاوت کریں۔ یہ خیال کرتے ہوئے کہ وہ کفر یا نافرمانی کے ایسے باطل طریق پر ہے جو ان کی خود ساختہ تاویل کی بنا پر حکومت کے ساتھ قتال کو واجب کرتی ہے۔ وہ مسلمانوں کے قتل اور ان کے اموال کو لوٹنا جائز سمجھتے ہیں۔

اِس ابتدائی تعارف کے بعد ہم خوارج کی دہشت گردی، انتہاء پسندی اور مسلم اُمّہ کے خلاف بربریت اور ظالمانہ کارروائیوں کی مذمت میں ترتیب وار آیاتِ مقدسہ اور احادیثِ مبارکہ کے مطالعے کے ساتھ ساتھ ان کے مفاہیم سے آگاہ ہونے کے لئے کتبِ تفاسیر، شروحاتِ حدیث اور دیگر مصادر و مآخذ کا بھی مطالعہ کریں گے۔

## فتنۂ خوارج قرآن حکیم کی تفاسیر کی روشنی میں

قرآن حکیم نے کئی مقامات پر لوگوں کے ناحق بے دردانہ قتل، دہشت گردانہ بمباری، پُراَمن آبادیوں پر خودکش حملوں جیسے انتہائی سفاکانہ اقدامات اور انسانی قتل و غارت گری کی نفی کی ہے۔ دہشت گردی کی یہ ساری بہیمانہ صورتیں شرعی طور پر حرام اور اسلامی تعلیمات سے صریح اِنحراف ہیں اور اَز رُوئے قرآن بغاوت و محاربت، فساد فی الارض اور اِجتماعی قتلِ انسانی میں داخل ہیں (جیسا کہ گزشتہ ابواب میں بالتفصیل ان پر بحث ہو چکی ہے)۔ قرآن حکیم کا بغور مطالعہ کیا جائے تو ہمیں کئی مقامات پر بالصراحت خوارج کی علامات و بدعات اور ان کی فتنہ پروری و سازشی کارروائیوں اور بغاوت کے بارے میں واضح ارشادات ملتے ہیں۔ سورتوں کی ترتیب کے لحاظ سے ذیل میں چند ارشاداتِ باری تعالیٰ ملاحظہ ہوں:

(1) خوارج اہلِ زیغ (کج رَو) ہیں

سورۃ آل عمران میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

هُوَ الَّذِىٓ اَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰيٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ وَاُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ ط فَاَمَّا الَّذِيْنَ فِىْ

قُلُوبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُونَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَاءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَاءَ تَأْوِيلِهِ ج وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيلَهُ إِلَّا اللَّهُ م وَالرّٰسِخُونَ فِي الْعِلْمِ يَقُولُونَ آمَنَّا بِهِ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا ج وَمَا يَذَّكَّرُ إِلَّا أُولُوا الْأَلْبَابِ (آل عمران، 7:3)

وہی ہے جس نے آپ پر کتاب نازل فرمائی جس میں سے کچھ آیتیں محکم (یعنی ظاہراً بھی صاف اور واضح معنی رکھنے والی) ہیں وہی (احکام) کتاب کی بنیاد ہیں اور دوسری آیتیں متشابہ (یعنی معنی میں کئی احتمال اور اشتباہ رکھنے والی) ہیں۔ سو وہ لوگ جن کے دلوں میں کجی ہے اس میں سے صرف متشابہات کی پیروی کرتے ہیں (فقط) فتنہ پروری کی خواہش کے زیرِ اثر اور اصل مراد کی بجائے من پسند معنی مراد لینے کی غرض سے، اور اس کی اصل مراد کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا، اور علم میں کامل پختگی رکھنے والے کہتے ہیں کہ ہم اس پر ایمان لائے، ساری (کتاب) ہمارے رب کی طرف سے اتری ہے، اور نصیحت صرف اہلِ دانش کو ہی نصیب ہوتی ہے o

1۔ امام ابنِ ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہ آیت مذکورہ کے ذیل میں بیان کرتے ہیں:

عَنْ أَبِي أُمَامَةَ، عَنْ رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم: أَنَّهُمُ الْخَوَارِجُ. ابن أبي حاتم رازی، تفسير القرآن العظيم، 2: 594

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ فَأَمَّا الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ زَيْغٌ (سو وہ لوگ جن کے دلوں میں کجی ہے) کی تفسیر میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں کہ ان سے مراد خوارج ہیں۔

2۔ حافظ ابن کثیر نے بھی اس آیت کی تفسیر میں جو حدیث بیان فرمائی ہے، اس میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اہل زیغ۔ جو متشابہات کی پیروی کرتے ہیں۔ سے مراد خوارج ہیں. ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، 1:347

3۔ مفسر شہیر امام خازن رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر لباب التاویل میں اہلِ زَیغ کی تفسیر فرماتے ہوئے جن گمراہ فرقوں کا نام لیا ہے ان میں خوارج کا نام بھی شامل ہے. خازن، لباب التأویل، 1:217

4۔ ابوحفص الحنبلی نے اس آیت کی تفسیر میں حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کی جو مفصل روایت بیان فرمائی ہے، وہ بڑی ہی فکر انگیز، حقیقت کشا اور قابلِ غور ہے۔ یہ روایت اہلِ زَیغ کی اصلیت اور ان کے باطنی انجام کو پوری طرح بے نقاب کر دیتی ہے۔ ابو حفص الحنبلی مذکورہ آیت کی تفسیر میں بیان کرتے ہیں:

وقال الحسن: هم الخوارج، وكان قتادة إذا قرأ هذه الآية فَأَمَّا الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ زَيْغٌ قال: إن لم يكونوا الحرورية فلا أدري مَنْ هُمْ . . . . وعن أبي غالب قال: كنت أمشي مع أبي أمامة، وهو على حمار حتى إذا انتهى إلى درج مسجد دمشق، فقال أبو أمامة: كلابُ النار، كلابُ النار، كلابُ النار، أو قتلى تحت ظل السماء، طوبى لمن قَتَلهم وقتلوه . يقولها ثلاثاً. ثم بكى، فقلت: ما يُبكيك يا أبا أمامة؟ قال: رحمةً لهم، إنهم كانوا من أهل الإسلام (فصاروا كفارًا) فخرجوا منه . فقلت: يا أبا أمامة، هم هؤلاء ؟ قال: نعم، قلت: أشيء تقوله برأيك، أم شيء سمعته من

رسول الله صلى الله عليه وسلم ؟ فقال: إني إذَنْ لَجرِيءٌ، إني إذاً لَجَرِيءٌ، بل سمعته من رسول الله صلى الله عليه وسلم غيرَ مرةٍ ولا مرّتين، ولا ثلاث، ولا أربع، ولا خمس، ولا ست، ولا سبع، ووضع أصبعيه في أذنيه، قال: وإلّا فَصُمَّتَا . قالها ثلاثاً.أبو حفص الحنبلي، اللباب في علوم الكتاب، 3: 437

حضرت حسن بصری فرماتے ہیں کہ (آیت مذکورہ میں اہل زَیغ سے) مراد خوارج ہیں۔حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ جب بھی یہ آیت کریمہ تلاوت کرتے تو فرماتے: میں نہیں سمجھتا کہ اہل زیغ سے خوارج کے علاوہ کوئی اور گروہ بھی مراد ہوسکتا ہے۔۔۔۔ابو غالب روایت کرتے ہیں: میں حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ دمشق کی جامع مسجد کی طرف چل رہا تھا اور وہ دراز گوش پر سوار تھے۔ جب وہ مسجد کے دروازے کے قریب پہنچے تو حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ نے کہا: خوارج دوزخ کے کتے ہیں۔انہوں نے یہ تین بار فرمایا۔پھر انہوں نے ان کی حقیقت سے پردہ اٹھایا اور بتایا: آسمان کے نیچے یہ بدترین لوگ ہیں۔خوش نصیب ہیں وہ لوگ جنہوں نے انہیں قتل کیا اور وہ بھی خوش نصیب ہیں جو ان کے ہاتھ سے شہید ہوئے۔یہ بتا کر ابوامامہ رونے لگ گئے۔ان کی بدنصیبی پر بہت ہی افسردہ ہوئے اور بتایا: یہ مسلمان تھے لیکن اپنی کرتوتوں سے کافر ہو گئے۔پھر یہی آیت کریمہ تلاوت فرمائی جس میں اہل زیغ کا ذکر ہے۔ابو غالب روایت کرتے ہیں: میں نے ابوامامہ سے پوچھا: کیا یہی (خوارج) وہ (اہل زیغ) لوگ ہیں؟ بولے: ہاں! میں نے پوچھا: آپ اپنی طرف سے کہہ رہے ہیں یا ان کے بارے میں آپ نے یہ سب کچھ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہوا ہے؟ انہوں نے فرمایا: اگر ایسی بات ہوتب تو میں بڑی جسارت کرنے والا کہلاؤں گا۔میں نے ایک، دو یا سات بار نہیں بلکہ بارہا یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے، اگر یہ بات سچی نہ ہوتو میرے دونوں کان بہرے ہو جائیں۔آپ رضی اللہ عنہ نے یہ کلمات تین بار فرمائے۔

5۔حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کی اس روایت کو امام سیوطی نے بھی اپنی تفسیر میں بیان کیا ہے اور بتایا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل زیغ سے خوارج مراد لیے ہیں. سیوطی، الدر المنثور، 148:2

6۔النحاس نے بھی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی حدیث ذکر کی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اہل زیغ، خوراج ہی ہیں۔النحاس، معانی القرآن، 349:1

## خوارج سیاہ رو اور مرتد ہیں

سورۃ آل عمران میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوهٌ وَتَسْوَدُّ وُجُوهٌ ج فَاَمَّا الَّذِيْنَ اسْوَدَّتْ وُجُوْهُهُمْ قف اَكَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ٥ آل عمران، 3: 106

جس دن کئی چہرے سفید ہوں گے اور کئی چہرے سیاہ ہوں گے، تو جن کے چہرے سیاہ ہوں گے (ان سے کہا جائے گا) کیا تم نے ایمان لانے کے بعد کفر کیا؟ تو جو کفر تم کرتے رہے تھے سو اس کے عذاب (کا مزہ) چکھ لوo

1۔امام ابنِ ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہ نے آیتِ مذکورہ کے ذیل میں حدیث روایت کی ہے:

عَنْ أَبِي أُمَامَةَ عَنْ رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم: أَنَّهُمُ الْخَوَارِجُ.

ابن أبی حاتم تفسیر القرآن العظیم، 594:2

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس (آیت میں ایمان لانے کے بعد کافر ہو جانے والوں) سے خوارج مراد ہیں۔

2۔حافظ ابن کثیر نے بھی آیت مذکورہ کے تحت اس سے خوارج ہی مراد لیے ہیں۔(ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، 347:1)

یہ قول ابن مردویہ نے حضرت ابوغالب اور حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کے طریق سے مرفوعاً روایت کیا ہے، امام احمد نے اسے اپنی مسند میں، امام طبرانی نے المعجم الکبیر میں اور امام ابن ابی حاتم نے اپنی تفسیر میں ابوغالب کے طریق سے روایت کیا ہے۔

3۔امام سیوطی کا بھی یہی موقف ہے۔انہوں نے بھی اس آیت میں مذکور لوگوں سے خوارج ہی مراد لئے ہیں۔

(سیوطی، الدر المنثور، 148:2)

## خوارج فتنہ پرور اور کینہ ور ہیں

سورۃ آل عمران میں فرمان باری تعالیٰ ہے:

يٰأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ لَا يَأْلُوْنَكُمْ خَبَالًا ط وَدُّوْا مَا عَنِتُّمْ ج قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَآءُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ ج وَمَا تُخْفِيْ صُدُوْرُهُمْ أَكْبَرُ ط قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْاٰيٰتِ إِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَo (آل عمران، 118:3)

اے ایمان والو! تم غیروں کو (اپنا) راز دار نہ بناؤ وہ تمہاری نسبت فتنہ انگیزی میں (کبھی) کمی نہیں کریں گے، وہ تمہیں سخت تکلیف پہنچنے کی خواہش رکھتے ہیں، بغض تو ان کی زبانوں سے خود ظاہر ہو چکا ہے، اور جو (عداوت) ان کے سینوں نے چھپا رکھی ہے وہ اس سے (بھی) بڑھ کر ہے۔ہم نے تمہارے لیے نشانیاں واضح کر دی ہیں اگر تمہیں عقل ہوo

1۔امام ابن ابی حاتم رازی نے آیت مذکورہ کے ذیل میں یہ حدیث نقل کی ہے:

عَنْ أَبِي أُمَامَةَ، عَنْ رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم، أَنَّهُ قَالَ: هُمُ الْخَوَارِجُ. ابن أبي حاتم،

تفسیر القرآن العظیم، (742:3)

حضرت ابواُمامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان (فتنہ انگیزی کرنے والوں) سے مراد خوارج ہیں۔

2۔امام قرطبی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ اس سے مراد خوارج ہیں۔وہ تمہارے درمیان فساد پھیلانے سے باز نہیں

آئیں گے۔ اگر دہشت گردی نہ کر سکے، تو مکروفریب اور دھوکہ بازی ترک نہیں کریں گے۔

قرطبی، الجامع لأحکام القرآن، 179:4

## خوارج اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے برسرپیکار ہیں اس لئے واجب القتل ہیں

سورۃ المائدۃ میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

**اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِيْنَ يُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَسْعَوْنَ فِي الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ يُّقَتَّلُوْٓا اَوْ يُصَلَّبُوْٓا اَوْ تُقَطَّعَ اَيْدِيْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ اَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ ؕ ذٰلِكَ لَهُمْ خِزْيٌ فِي الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ**o (المائدۃ، 33:5)

بے شک جو لوگ اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرتے ہیں اور زمین میں فساد انگیزی کرتے پھرتے ہیں (یعنی مسلمانوں میں خونریز رہزنی اور ڈاکہ زنی وغیرہ کے مرتکب ہوتے ہیں) ان کی سزا یہی ہے کہ وہ قتل کیے جائیں یا پھانسی دیے جائیں یا ان کے ہاتھ اور ان کے پاؤں مخالف سمتوں سے کاٹے جائیں یا (وطن کی) زمین (میں چلنے پھرنے) سے دور (یعنی ملک بدر یا قید) کر دیے جائیں۔ یہ (تو) ان کے لیے دنیا میں رسوائی ہے اور ان کے لیے آخرت میں (بھی) بڑا عذاب ہےo

1۔ اس آیت کی تفسیر میں حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

**من شهر السلاح في فئة الإسلام، وأخاف السبيل ثم ظفر به، وقدر عليه فإمام المسلمين فيه بالخيار، إن شاء قتله وإن شاء صلبه وإن شاء قطع يده ورجله**

(طبری، جامع البیان فی تفسیر القرآن، 214:6، 2۔ ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، 51:2

جس نے مسلم آبادی پر ہتھیار اٹھائے اور راستے کو اپنی دہشت گردی کے ذریعے غیر محفوظ بنایا اور اس پر کنٹرول حاصل کر کے لوگوں کا پرامن طریقے سے گزرنا دشوار کر دیا، تو مسلمانوں کے حاکم کو اختیار ہے چاہے تو اسے قتل کرے، چاہے تو پھانسی دے اور چاہے تو حسبِ قانون کوئی اذیت ناک سزا دے۔

2۔ امام طبری اور حافظ ابنِ کثیر نے لکھا ہے کہ سعید بن مسیب، مجاہد، عطاء، حسن بصری، ابراہیم النخعی اور ضحاک نے بھی اسی معنی کو روایت کیا ہے۔ (ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، 51:2، 2۔ طبری، جامع البیان فی تفسیر القرآن، 214:6، 3۔ اس کو امام سیوطی نے بھی الدر المنثور (68:3) میں روایت کیا ہے۔

4۔ امام قرطبی نے الجامع لأحکام القرآن (148:6) میں روایت کیا ہے کہ یہ آیت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں ایک ایسے گروہ کے حق میں نازل ہوئی جنہوں نے مدینہ کے باہر دہشت گردی کا ارتکاب کیا، قتل اور املاک لوٹنے کے اقدامات کیے جس پر انہیں عبرت ناک سزا دی گئی۔

5۔ علامہ زمخشری نے اس آیتِ مبارکہ کی تفسیر میں لکھا ہے:

يُحَارِبُون رسُول الله، ومحاربة المُسْلِمِين فی حكم مُحَارَبَتِه.زمخشری، الكشاف عن حقائق غوامض التنزیل،661:1

يُحَارِبُون رسُول الله (یعنی) مسلمانوں کے ساتھ جنگ برپا کرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگ کرنے کے حکم میں ہے۔

6۔علامہ ابوحفص الحنبلی، علامہ زمخشری کی مذکورہ بالا عبارت تحریر کرنے کے بعد مزید لکھتے ہیں:

أنّ المقصود أنهم يُحَارِبون رَسُول الله صلى الله عليه وسلم وإنما ذكر اسْم الله تبارك وتعالىٰ تَعْظِيماً وتَفْخِيماً لمن يُحَارَبُ، كقوله تعالىٰ: إنّ الذين يُبَايِعُونَكَ إنّمَا يُبَايِعُونَ الله (الفتح،10:48،(2) ابوحفص الحنبلی، اللباب فی علوم الکتاب،303:7)

مقصد یہ ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگ کرتے ہیں اور (اس آیت میں) اللہ تعالیٰ کا نام جنگ کا نشانہ بننے والوں کی عظمت اور قدر و منزلت بڑھانے کے لئے مذکور ہوا۔ جیسا کہ بیعتِ رضوان کے حوالے سے قرآن مجید میں فرمایا گیا: ((اے حبیب!) بے شک جو لوگ آپ سے بیعت کرتے ہیں وہ اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں۔)

7۔اس آیت سے یہ مفہوم بھی اَخذ ہوتا ہے کہ راہزنی کرنے والوں کا اذیت ناک قتل جائز ہے۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی لکھتے ہیں:

أجمعوا على أن المراد بالمحاربين المفسدين في هذه الآية قطاع الطريق سواء كانوا مسلمين أو من أهل الذمة. واتفقوا على أن من برزو شهر السلاح مخيفا مغيرا خارج المصر بحيث لا يدركه الغوث فهو محارب قاطع للطريق جارية عليه أحكام هذه الآية. . . . وقال البغوی: المكابرون في الأمصار داخلون في حكم هذه الآية.(قاضی ثناء الله، تفسير المظهری، 3: 86)

اس پر سب کا اجماع ہے کہ محاربین سے مراد فساد بپا کرنے والے اور راہ زن ہیں؛ خواہ وہ مسلمان ہوں یا غیر مسلم، سب کے لئے حکم برابر ہے۔ اس اَمر پر بھی اتفاق ہے کہ جو کھل کر ہتھیار اٹھالیں یا شہر سے باہر لوگوں کو خوفزدہ کریں اور غارت گری کریں جہاں کوئی مددگار بھی نہ پہنچ سکے، ایسا شخص جنگجو اور راہ زن ہے۔ اُس پر اس آیت کے احکام جاری ہوں گے۔۔۔۔امام بغوی فرماتے ہیں:: شہروں میں دہشت گردی کرنے والے بھی اس آیت کے حکم میں شامل ہیں۔

: اس آیت مبارکہ اور اکابرین کے بیان کردہ تفسیری اقوال سے یہ مفہوم اَخذ ہوتا ہے کہ مسلمان ریاست کی رعایا میں سے مسلمانوں کو اسلحہ کے ذریعے خوف زدہ کرنے والوں کا خاتمہ ضروری ہے کیوں کہ جو زمین میں فساد انگیزی کرتے ہیں وہ پوری انسانیت کے قاتل ہیں۔ جو کسی مسلم ریاست کی اتھارٹی کو چیلنج کرتے ہیں اور اس کے خلاف مسلح بغاوت کرتے ہیں، ان کے لیے اذیت ناک سزائیں اور دنیا و آخرت میں دردناک عذاب ہے۔

## خوارج فتنہ پرور اور مستحقِ لعنت ہیں

سورۃ الرعد میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَيُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ ج اُولٰئِكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ ○ (الرعد، 25:13)

اور زمین میں فساد انگیزی کرتے ہیں، انہی لوگوں کے لیے لعنت ہے اور ان کے لیے برا گھر ہے ○

یہ آیت صراحتاً بتا رہی ہے کہ زمین میں فساد پھیلانے والے خارجی ہیں۔ اس کی تائید درج ذیل روایت سے ہوتی ہے، جسے امام قرطبی نے بیان کیا ہے:

**وقال سعد بن أبي وقاص: والله الذي لا إله إلا هو إنهم الحرورية.** (قرطبی، الجامع لأحکام القرآن، 9: 314)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں، فساد انگیزی کرنے والوں سے مراد الحروریہ یعنی خوارج ہیں۔

2۔ انسانی جان کی ہلاکت اور اموال واملاک کی تباہی فساد فی الارض ہے، جیسا کہ ابو حفص الحنبلی کی درج ذیل روایت سے عیاں ہوتا ہے:

قال: وَيُفْسِدُوْنَ فِي الْأَرض إما بالدعاء إلى غير دين الله، وإما بالظلم كما في النفوس والأموال وتخريب البلاد. أبو حفص الحنبلي، اللباب في علوم الكتاب، 9: 425

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: (اور زمین میں فساد انگیزی کرتے ہیں)۔ یا تو اللہ کے دین کے علاوہ کسی اور طرف جبراً دعوت دینے سے یا لوگوں کی جان و مال پر ظلم سے اور ملک میں تخریب کاری سے۔

علامہ ابو حفص کی اس تصریح سے معلوم ہوا کہ جان و مال لوٹنے کے علاوہ اسلام سے ہٹ کر اپنے خود ساختہ عقائد کی طرف جبراً دعوت دینا بھی فساد فی الارض کے زمرے میں آتا ہے۔

3۔ امام رازی نے بھی التفسیر الکبیر (9:176) میں اسی معنیٰ کو نقل فرمایا ہے۔

## خوارِج حسنِ عمل کے دھوکے میں رہتے ہیں

خوارج نماز، روزے اور تلاوت قرآن جیسے اعمال کی ادائیگی میں بظاہر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بھی آگے نظر آتے تھے۔ (اس پر آئندہ صفحات میں احادیث مبارکہ آئیں گی۔) یہی حالت دور حاضر کے خوارج کی ہے۔ وہ بھی بظاہر شکل وصورت اور حسن عمل میں بڑے نیک، پرہیزگار اور پابندِ شریعت نظر آتے ہیں مگر باطن میں اعتقادی اور تشدد پسندانہ فتنوں کا شکار ہیں جن سے امت مسلمہ کو نقصان ہو رہا ہے اور باہمی خون خرابے سے اس کی قوت و شوکت متاثر ہو رہی ہے۔

1۔ سورۃ الکہف میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْاَخْسَرِيْنَ اَعْمَالًا ○ اَلَّذِيْنَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ

يُحْسِنُوْنَ صُنْعًاo (الكهف،103:18، 104)

فرما دیجیے: کیا ہم تمہیں ایسے لوگوں سے خبردار کر دیں جو اعمال کے حساب سے سخت خسارہ پانے والے ہیںo یہ وہ لوگ ہیں جن کی ساری جدوجہد دنیا کی زندگی میں ہی برباد ہوگئی اور وہ یہ خیال کرتے ہیں کہ ہم بڑے اچھے کام انجام دے رہے ہیںo

امام طبری نے مذکورہ آیت کی تفسیر میں درج ذیل روایات نقل کی ہیں:

(1) اس آیت میں ان اہلِ کتاب کا ذکر ہے جو اپنا سماوی دین چھوڑ کر کفر کی راہ پر چل نکلے اور دین میں باطل بدعات کو شامل کرلیا۔

(2) دوسری روایت یہ ہے کہ ان خسارہ پانے والوں سے مراد خوارج ہیں کیونکہ جب ابن الکواء خارجی نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ اس سے کون لوگ مراد ہیں تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: أنت وأصحابک (تو اور تیرے ساتھی)۔

(3) ایک روایت میں ہے جسے حضرت ابو طفیل بیان کرتے ہیں کہ عبد اللہ بن الکواء نے سیّدنا علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ بِالْاَخْسَرِيْنَ اَعْمَالًا (اعمال کے حساب سے سخت خسارہ پانے والوں) سے کون لوگ مراد ہیں تو آپ نے فرمایا: اے اہلِ حروراء! تم مراد ہو۔ (طبری، جامع البیان،16: 33، 34)

اِسی آیت کے ذیل میں علامہ سمرقندی اپنی تفسیر میں بیان فرماتے ہیں:

قال علي بن أبي طالب: هُمُ الْخَوارِجُ. (سمرقندی، بحر العلوم، 2: 364)

سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس سے خوارج مراد ہیں۔

2۔ قرآن مجید میں دوسرے مقام پر ان کے اس زعم باطل کی مذمت یوں بیان کی گئی ہے:

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ لا قَالُوْا اِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُوْنَo اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُوْنَ وَلٰكِنْ لَّا يَشْعُرُوْنَo (البقرة،2: 11، 12)

اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ زمین میں فساد بپا نہ کرو، تو کہتے ہیں: ہم ہی تو اصلاح کرنے والے ہیںo آگاہ ہو جاؤ! یہی لوگ (حقیقت میں) فساد کرنے والے ہیں مگر انہیں (اس کا) احساس تک نہیںo

سورۃ فاطر میں ارشاد ہوتا ہے:

اَفَمَنْ زُيِّنَ لَهٗ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ فَرَاٰهُ حَسَنًا. (فاطر،35: 8)

بھلا جس شخص کے لیے اس کا برا عمل آراستہ کر دیا گیا ہو اور وہ اسے (حقیقتاً) اچھا سمجھنے لگے (کیا وہ مومنِ صالح جیسا ہو سکتا ہے)۔

علامہ ابو حفص الحنبلی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

فقال قتادة: منهم الخوارج الذين يستحلون دماء المسلمين وأموالهم. ابو حفص الحنبلی، اللباب في علوم الكتاب، 13: 175

حضرت قتادہ نے فرمایا: ایسے لوگوں میں سے خوارج بھی ہیں جو مسلمانوں کا خون بہانا اور ان کے اموال لوٹنا حلال سمجھتے ہیں۔

## فتنۂ خوارج کا آغاز

عہدِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں دورِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں ہی فتنۂ خوارج کا آغاز ہو گیا تھا۔ امام بخاری و مسلم کی متفق علیہ حدیث کے مطابق حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ:

**بَيْنَـا الـنَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم يَقْسِمُ ذَاتَ يَوْمٍ قِسْمًا فَقَالَ ذُوالْخُوَيْصَرَةِ رَجُلٌ مِنْ بَنِي تَمِيمٍ: يَا رَسُوْلَ اللهِ، اعْدِلْ، قَالَ: وَيْلَكَ مَنْ يَعْدِلُ إِذَا لَمْ أَعْدِلْ؟ فَقَالَ عُمَرُ: ائْذَنْ لِي فَلْأَضْرِبْ عُنُقَهُ، قَالَ: لَا، إِنَّ لَـهُ أَصْـحَـابًـا يَـحْقِرُ أَحَدُكُمْ صَلَاتَهُ مَعَ صَلَاتِهِمْ، وَ صِيَامَهُ مَعَ صِيَامِهِمْ، يَمْرُقُوْنَ مِنَ الدِّيْنِ كَمُرُوْقِ السَّهْمِ مِنَ الرَّمِيَّةِ.**

(بخاری، الصحیح، کتاب الأدب، باب ماجاء فی قول الرجل ویلک، 5:2281، رقم: 5811، 2. بخاری، الصحیح، کتاب استتابة المرتدین والمعاندین وقتالہم، باب من ترک قتال الخوارج للتألف وأن لا ینفر الناس عنہ، 6:2540، رقم: 6534، 3. مسلم، الصحیح، کتاب الزکاة، باب ذکر الخوارج وصفاتہم، 2:744، رقم: 1064)

ایک روز حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مالِ (غنیمت) تقسیم فرما رہے تھے تو بنو تمیم کے ذوالخویصرہ نامی شخص نے کہا: یا رسول اللہ! انصاف کیجیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تو ہلاک ہو، اگر میں انصاف نہیں کروں گا تو اور کون انصاف کرے گا؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: (یا رسول اللہ!) مجھے اجازت دیں کہ اس (گستاخ) کی گردن اڑا دوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں، (اس اکیلے کی گردن اُڑانا کیوں کر) بے شک اس کے (ایسے) ساتھی بھی ہیں کہ تم ان کی نمازوں کے مقابلے میں اپنی نمازوں کو حقیر جانو گے اور ان کے روزوں کے مقابلہ میں اپنے روزوں کو حقیر جانو گے۔ وہ دین سے اس طرح نکلے ہوئے ہوں گے جیسے شکار سے تیر نکل جاتا ہے۔

## خوارج کے فتنے کا آغاز گستاخیِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوا

بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں ذوالخویصرہ تمیمی نامی گستاخ شخص کی گستاخی ہی دراصل اس بدترین فتنے کا پیش خیمہ ثابت ہوئی جس نے بعد ازاں امتِ مسلمہ میں انتشار و افتراق پیدا کر دیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اَدوارِ خلافت میں اسلامی ریاست کی اتھارٹی کو چیلنج کرنے والے باغی اور مسلح گروہ درحقیقت اُسی ذوالخویصرہ تمیمی کی فکر کا تسلسل تھے۔

.1 امام ابوبکر الآجُرِی (م 360ھ) کتاب الشریعة کے باب ذم الخوارج وسوء مذہبہم وإباحة قتالہم، وثواب من قتلہم أو قتلوہ میں لکھتے ہیں:

**وأوّل قرن طلع منهم على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم: هو رجل طعن على النبي صلى**

الله علیه وسلم، وهو یقسم الغنائم بالجعرانة، فقال: اعدل یا محمد، فما أراك تعدل، فقال صلی الله علیه وسلم: ویلك، فمن یعدل إذا لم أکن أعدل؟

خوارج کا اوّلین فرد عہدِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں نمودار ہوا۔ یہ وہ شخص تھا جس نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر اس وقت طعنہ زنی کی جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم جعرانہ کے مقام پر مالِ غنیمت تقسیم فرما رہے تھے۔ اس بدبخت نے کہا: اے محمد! عدل کیجیے! میرے خیال میں آپ عدل نہیں کر رہے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا: تو ہلاک ہو! اگر میں عدل نہیں کروں گا تو اور کون کرے گا؟

2۔ حافظ ابن حجر عسقلانی فتح الباری میں لکھتے ہیں کہ اسی ذوالخویصرہ تمیمی کا ہم خیال گروہ ہی بعد ازاں خوارج کی صورت میں ظاہر ہوا تھا۔

عن عبدالرزاق فقال: ذی الخویصرۃ التمیمی وہو حرقوص بن زہیر، أصل الخوارج. ابن حجر عسقلانی، فتح الباری، 292:12

عبدالرزاق سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا: ذوالخویصرہ تمیمی کا اصل نام حرقوص بن زہیر تھا اور وہ خوارج کا بانی تھا۔

3۔ حافظ ابن حجر عسقلانی نے الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ (49:2) میں بھی یہی تحقیق بیان کی ہے۔

4۔ علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں:

وقال الذهبی: ذو الخویصرة القائل: فقال: یا رسول الله، إعدل. یقال هو حرقوص بن زهیر، رأس الخوارج، قتل فی الخوارج یوم النهر. (1) . . . وفی تفسیر الثعالبی: بینا رسول الله صلی الله علیه وسلم یقسم غنائم هوازن، جاء ه ذو الخویصرة التمیمی، أصل الخوارج. (2)

(بدرالدین العینی، عمدۃ القاری، 62:15، (2) بدرالدین العینی، عمدۃ القاری، 142:16)

امام ذہبی فرماتے ہیں: ذوالخویصرہ نے ہی یہ کہا تھا: یا رسول اللہ! عدل کیجیے۔ کہا جاتا ہے کہ وہ حرقوص بن زہیر تھا۔ یہ خوارج کا فکری قائد اور بانی تھا جو کہ (سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے دور میں) مقام نہروان (پر ہونے والی جنگ) میں مارا گیا۔۔۔۔ تفسیر ثعلبی میں ہے کہ جب حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم معرکہ ہوازن کے غنائم تقسیم فرما رہے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ذوالخویصرہ تمیمی آیا اور وہ خوارج کا بانی تھا۔

## عہدِ عثمانی میں فتنۂ خوارج کی فکری تشکیل

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد اُمت میں کئی فتنوں نے جنم لیا، جن میں جھوٹی نبوت کے دعوے، دین سے ارتداد، زکوٰۃ کی ادائیگی سے انکار اور دیگر کئی بنیادی تعلیمات اسلام سے انحراف شامل ہے۔ انہی فتنوں کا فائدہ اٹھاتے ہوئے خارجی فکر کے حاملین اپنے باغیانہ نظریات کی ترویج کرتے رہے اور اپنے آپ کو ایک منظم شکل دینے کی طرف سرگرم عمل رہے۔ یہاں تک کہ سیّدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دورِ اواخر میں بلوائیوں کی تحریک میں آپ کو قتل کرنے کی سازش تیار کرنے والے لوگ بھی اس انتہاء پسندانہ رجحان کے حامل تھے جن میں سے ایک نمایاں شخص عبداللہ بن سباء تھا۔ اس انتہاء پسند دہشت گرد گروہ نے پہلی

مرتبہ مدینہ منورہ میں سیّدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے عہدِ حکومت میں خالص اسلامی حکومت کی اتھارٹی اور ریاستی نظم کو چیلنج کیا۔

امام حاکم المستدرک میں ایک تابعی حسین بن خارجہ رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ نقل کرتے ہوئے بیان فرماتے ہیں:

لمّا كانت الفتنة الأولى أشكلت عليّ فقلتُ: اللّهم أرني أمراً من أمر الحق أتمسك به. قال: فأريت الدنيا والآخرة و بينهما حائط غير طويل، و إذا أنا بجائز فقلت: لو تشبثت بهذا الجائز لعلي أهبط إلى قتلى أشجع ليخبروني قال: فهبطت بأرض ذات شجر وإذا أنا بنفر جلوس فقلت: أنتم الشهداء؟ قالوا: لا نحن الملائكة. قلت: فأين الشهداء؟ قالوا: تقدم إلى الدرجات العلى إلى محمد صلى الله عليه وسلم، فتقدمت فإذا أنا بدرجة الله أعلم ما هي السعة والحسن؟ فإذا أنا بمحمد صلى الله عليه وسلم و إبراهيم عليه السلام وهو يقول لإبراهيم عليه السلام: استغفر لأمّتي. فقال له إبراهيم عليه السلام: إنك لا تدرى ما أحدثوا بعدك؟ أراقوا دماء هم وقتلوا إمامهم، ألا فعلوا كما فعل خليلي سعد. قلت: أراني قد أريت أذهب إلى سعد، فأنظر مع من هو، فأكون معه فأتيته، فقصصت عليه الرؤيا، فما أكثر بها فرحا. وقال: قد شقي من لم يكن له إبراهيم عليه السلام خليلا. قلت: في أى الطائفتين أنت؟ قال: لست مع واحد منهما. قلت: فكيف تأمرني؟ قال: ألك ماشية؟ قلت: لا. قال: فاشتر ماشية واعتزل فيها حتى تنجلى1.

. حاكم، المستدرك، 4: 499، رقم: 8394، 2. ابن عبد البر، التمهيد، 19: 2223. ذهبي، سير أعلام النبلاء، 1: 120

(حضرت حسین بن خارجہ فرماتے ہیں) جب پہلا فتنہ ظاہر ہوا تو مجھ پر فیصلہ مشکل ہوگیا (کہ اس میں حصہ لوں یا نہ لوں)۔ پس میں نے کہا: اے اللہ! مجھے امرِ حق دکھا جسے میں تھام لوں۔ فرماتے ہیں: پس مجھے (خواب میں) دنیا اور آخرت دکھائی گئی اور ان دونوں کے درمیان ایک دیوار تھی جو کہ زیادہ لمبی نہ تھی اور میں نے اپنے آپ کو دیوار پر دیکھا تو میں نے کہا کہ اگر میں اس دیوار پر معلق رہا تو ہوسکتا ہے کہ میں اشجع کے مقتولوں پر اتروں تا کہ وہ مجھے خبر دیں۔ فرماتے ہیں: پس میں ایسی زمین پر اُترا جو کہ شجر دار یعنی سرسبز و شاداب تھی، تو میں نے ایک گروہ کو بیٹھے ہوئے دیکھا، میں نے کہا: تم شہداء ہو؟ انہوں نے کہا: نہیں ہم فرشتے ہیں۔ میں نے کہا: شہید کہاں ہیں؟ انہوں نے کہا: بلند درجات کی طرف تم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چلے جاؤ۔ جب میں آگے بڑھا تو ایسا مقام دیکھا جس کی وسعت اور حسن و جمال اللہ ہی بہتر جانتا ہے، تو میں نے وہاں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ابراہیم علیہ السلام سے فرما رہے تھے: آپ میری اُمت کے لیے مغفرت کی دعا کیجیے۔ تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان سے کہا: آپ نہیں جانتے کہ ان میں سے بعضوں نے آپ کے بعد کیا نئے فتنے شروع کیے؟ انہوں نے اپنوں کا خون بہایا اور اپنے حاکم کو قتل کیا ہے۔ وہ ایسا کیوں نہیں کرتے جیسا میرے دوست سعد نے کیا ہے؟ میں نے کہا: اللہ نے مجھے جو دکھا دیا ہے

اس میں یہ راہ سمجھایے کہ میں سعد کے پاس جاؤں۔ پس اس کا معاملہ دیکھوں تو اس کے ساتھ ہو جاؤں۔ لہٰذا میں ان کے پاس آیا اور ان کو خواب کا واقعہ سنایا تو وہ اس سے بہت خوش ہوئے اور فرمایا: وہ شخص بدنصیب ہے جس کے خلیل ابراہیم علیہ السلام نہ ہوں۔ میں نے کہا: آپ ان دو گروہوں میں سے کس کے ساتھ ہیں؟ انہوں نے کہا: میں ان دونوں میں سے کسی کے ساتھ نہیں ہوں۔ میں نے کہا: آپ مجھے کیا حکم دیتے ہیں؟ انہوں نے کہا: کیا آپ کے پاس مویشی ہیں؟ میں نے کہا: نہیں، انہوں نے فرمایا: مویشی خرید کر علیحدہ ہو جاؤ یہاں تک کہ صورتِ حال واضح ہو جائے۔

امام ابنِ عبدالبر نے التمہید (1) میں اور حافظ ابنِ حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ (2) میں روایت میں مذکور الفتنۃ الاولی سے مراد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے موقع پر امت مسلمہ میں پیدا ہونے والا فتنہ لیا ہے۔ یہی فتنہ پرور دہشت گرد لوگ ہی ظاہراً دو گروہوں میں تقسیم ہو گئے تھے، جن دو گروہوں کا اشارہ مذکورہ بالا روایت میں ہے۔

(1) ابن عبدالبر، التمہید، 19:222، (2) عسقلانی، الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ، 2:172، رقم: 1979)

اس روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے والے لوگ فتنہ کی آگ بھڑکانے والے تھے۔ یہی دین میں بدعت کے مرتکب ہوئے اور یہی لوگ بدعتی کہلائے، یہی وہ فتنہ پرور، متعصب اور انتہا پسند لوگ تھے جنہوں نے سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے دور میں جنگ صفین کے بعد خارجی گروہ کی باقاعدہ بنیاد رکھی تھی۔

## عہدِ علوی میں خوارج کا تحریکی آغاز

فتنہ خوارج کے علم برداروں کے پیشِ نظر دین کے نام پر مسلم ریاست کو کرنا اور اس کی نظریاتی بنیادوں کو کھوکھلا کرنا مقصود ہوتا ہے۔ یہ حکومت وقت کے خلاف مسلح جدوجہد اور بغاوت کے ذریعے دہشت گردانہ کارروائیاں کرتے ہیں اور مساجد و عبادت گاہوں، گھروں، تعلیمی اداروں، مارکیٹوں اور پر شہریوں کا خون بہاتے ہیں۔ تاریخ کا مطالعہ کرنے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ خوارج کا احتجاج مذاکرات اور پرامن مصالحت کے خلاف تھا جسے سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے جنگ صفین کے موقع پر تحکیم کی صورت میں اپنایا تھا۔ جب تک فضا جنگ جاری رہنے کے حق میں تھی خوارج حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لشکر میں لڑنے کے لئے پیش پیش تھے۔ جونہی آپ رضی اللہ عنہ نے خون خرابے سے بچنے کے لئے تحکیم یعنی ثالثی کے راستے کو اپنایا تو وہ پُرامن مصالحت اور ثالثی کے عمل کو رَد کرتے ہوئے سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے لشکر سے نکل گئے۔ آپ رضی اللہ عنہ کو معاذ اللہ کافر کہنے لگے اور واضح طور پر باغی اور دہشت گرد گروہ تیار کر کے نام نہاد جہاد کے نام پر حضرت علی رضی اللہ عنہ اور امت مسلمہ کے خلاف برسرِ پیکار ہو گئے۔ اپنے منظم ظہور کے وقت انہوں نے یہ نعرہ لگایا تھا:

لَا حُكْمَ إِلَّا لِلّٰهِ.

اللہ کے سوا کوئی حکم نہیں کر سکتا۔

1۔ خوارج کے اس عمل سے جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کو آگاہی ہوئی تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

كَلِمَةُ حَقٍّ أُرِيْدَ بِهَا بَاطِلٌ.

1. مسلم، الصحیح، کتاب الزکاۃ، باب التحریض علی قتل الخوارج، 2:749، رقم: 1066، 2. نسائی، السنن الکبری، 5:160، رقم: 8562، 3. ابن ابی شیبۃ، المصنف، 7:557، رقم: 37907، 4. بیہقی، السنن الکبری، 8:171، رقم: 16478

بات تو حق ہے لیکن اس کا مقصود باطل ہے۔

2۔ بعض کتب میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ بھی ارشاد فرمایا:

**إن سكتوا غممناهم وإن تكلموا حججناهم وإن خرجوا علينا قاتلناهم .1. ابن أثير، الكامل فى التاريخ، 3: 212، 213، .2 طبرى، تاريخ الأمم والملوك، 3: 114**

اگر وہ خاموش رہے تو ہم ان پر چھائے رہیں گے اور اگر انہوں نے کلام کیا تو ہم ان سے دلیل کے ساتھ بات کریں گے، اور اگر انہوں نے ہمارے خلاف بغاوت کی تو ہم ان سے لڑیں گے۔

3۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف مسلح بغاوت کرتے ہوئے خوارج نے عراق کی سرحد پر واقع علاقے حروراء کو اپنا مرکز بنا لیا۔ انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف شرک اور بدعت کے الزامات لگائے، آپ کو کافر قرار دیا اور آپ کے خلاف مسلح بغاوت کردی۔ یہ قتل و غارت گری اور دہشت گردی کی ابتداء تھی۔ اُن کا ابتدائی نقطہ نظر ہی یہ تھا:

**تحكمون فى أمر الله الرجال؟ لاحكم إلّا لله!ابن اثير، الكامل فى التاريخ، 3: 196**

تم اللہ کے امر میں آدمیوں کو حکم بناتے ہو؟ سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی حکم نہیں کر سکتا۔

4۔ ایک خارجی لیڈر یزید بن عاصم محاربی نے خروج کرتے ہوئے خطبہ پڑھا:

تمام حمد اللہ تعالیٰ کو سزاوار ہے جس سے ہم مستغنی نہیں ہو سکتے۔ یا اللہ! ہم اس امر سے پناہ مانگتے ہیں کہ اپنے دین کے معاملے میں کسی قسم کی کمزوری اور خوشامد سے کام لیں کیونکہ اس میں ذلت ہے جو اللہ تعالیٰ کے غضب کی طرف لے جاتی ہے۔ اے علی! کیا تم ہمیں قتل سے ڈراتے ہو؟ آگاہ رہو! اللہ کی قسم! میں امید رکھتا ہوں کہ ہم تمہیں تلواروں کی دھار سے ماریں گے تب تم جان لوگے کہ ہم میں سے کون عذاب کا مستحق ہے۔ (ابن أثیر، الکامل فی التاریخ، 3:313)

5۔ اسی طرح ایک اور خارجی لیڈر کے خطبہ کے الفاظ ملاحظہ ہوں:

**أخرجوا بنا من هذه القرية الظالم أهلها إلى بعض كُوَر الجبال أو إلى بعض هذه المدائن منكرين لهذه البدع المضلة.** ابن اثير، الكامل فى التاريخ، 3: 313، 314

اِس شہر کے لوگ ظالم ہیں، اِس لیے تم (اِس شہر کو چھوڑ کر) ہمارے ساتھ پہاڑوں یا دوسرے شہروں کی طرف نکل جاؤ جہاں کے مکین ان گمراہ کن بدعتوں سے انکاری ہوں۔

6۔ جب سب سرکردہ خوارج شریح ابنِ اوفی عبسی کے گھر جمع ہوئے تو اس مجلس میں ابنِ وہب نے کہا:

**اشخصوا بنا إلى بلدة نجتمع فيها لإنفاذ حكم الله، فإنكم أهل الحق.**

ابن أثیر، الکامل فی التاریخ، 3:314

اب تم ہمارے ساتھ کسی ایسے شہر کی طرف کوچ کرو جس میں ہم سب جمع ہو کر اللہ تعالیٰ کا حکم جاری کریں کیونکہ اہلِ حق اب تمہی لوگ ہو۔

7۔اب خوارج کا وہ بیان پڑھیے جو انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خط کے جواب میں دیا:

**فانك لم تغضب لربك وإنما غضبت لنفسك، فان شهدت على نفسك بالكفر واستقبلت التوبة، نظرنا فيما بيننا وبينك، وإلا فقط نبذناك على سواء أن الله لا يحب الخائنين.**

(ابن اثیر، الکامل فی التاریخ، 217:3)

اب تمہارا غضب خدا کے واسطے نہیں ہے اس میں تمہاری نفسانیت شریک ہے۔تم اب بھی اگر اپنے کفر کا اقرار کرتے ہو اور نئے سرے سے توبہ کرتے ہو تو دیکھا جائے گا ورنہ ہم نے تم کو دور کر دیا کیونکہ اللہ تعالیٰ خیانت کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔

خوارج کے ان خطبات اور جوابی خط سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مخالفت کرتے ہوئے خود کو توحید اور حق کے علم بردار جب کہ سیّدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو (معاذ اللہ) شرک اور بدعت کا نمائندہ تصور کر رہے تھے۔ بدعت اور شرک سے ان کی بزعم خویش نفرت کا یہ عالم تھا کہ انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے شہر کو بھی اس خیال سے کہ یہ بدعتیوں کا شہر ہے، چھوڑ دیا اور جنگلوں، صحراؤں اور پہاڑوں میں گھات لگا کر بیٹھ گئے جہاں وہ اپنے مخالفین کو پکڑ کر ظلم و ستم کا نشانہ بناتے اور انہیں قتل کر دیتے۔ بعد ازاں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا لشکر لے کر خوارج کی ریشہ دوانیوں، دین دشمن کارروائیوں اور سازشوں کے جواب میں ان کے خلاف عسکری کارروائی کی اور انہیں شکست فاش سے دوچار کیا۔ کیوں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ارشادات گرامی میں ان کا قلع قمع کر دینے کی پیشین گوئی اور حکم فرمایا تھا۔ پس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ریاستی سطح پر ان کی سرکوبی کی۔

امام مسلم اور دیگر محدّثین نے یہ پورا واقعہ بالتفصیل حضرت زید بن وہب جہنی سے روایت کیا ہے جو کہ درج ذیل ہے:

أَنَّهُ كَانَ فِي الْجَيْشِ الَّذِيْنَ كَانُوْا مَعَ عَلِيٍّ رضى الله عنه الَّذِيْنَ سَارُوْا إِلَى الْخَوَارِجِ، فَقَالَ عَلِيٌّ رضى الله عنه: أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صلى الله عليه وسلم يَقُوْلُ: يَخْرُجُ قَوْمٌ مِنْ أُمَّتِي يَقْرَءُوْنَ الْقُرْآنَ لَيْسَ قِرَاءَتُكُمْ إِلَى قِرَاءَتِهِمْ بِشَيْءٍ وَلَا صَلَاتُكُمْ إِلَى صَلَاتِهِمْ بِشَيْءٍ وَلَا صِيَامُكُمْ إِلَى صِيَامِهِمْ بِشَيْءٍ، يَقْرَئُوْنَ الْقُرْآنَ يَحْسِبُوْنَ أَنَّهُ لَهُمْ وَهُوَ عَلَيْهِمْ، لَا تُجَاوِزُ صَلَاتُهُمْ تَرَاقِيَهُمْ، يَمْرُقُوْنَ مِنَ الإِسْلَامِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ. لَوْ يَعْلَمُ الْجَيْشُ الَّذِيْنَ يُصِيْبُوْنَهُمْ مَا قُضِيَ لَهُمْ عَلَى لِسَانِ نَبِيِّهِمْ صلى الله عليه وسلم لَاتَّكَلُوا عَنِ الْعَمَلِ وَآيَةُ ذٰلِكَ أَنَّ فِيهِمْ رَجُلًا لَهُ عَضُدٌ وَلَيْسَ لَهُ ذِرَاعٌ عَلَى رَأْسِ عَضُدِهِ مِثْلُ حَلَمَةِ الثَّدْيِ عَلَيْهِ شَعَرَاتٌ بِيضٌ. فَتَذْهَبُوْنَ إِلَى مُعَاوِيَةَ وَأَهْلِ الشَّامِ وَتَتْرُكُوْنَ هٰؤُلَاءِ يَخْلُفُوْنَكُمْ فِي ذَرَارِيِّكُمْ وَأَمْوَالِكُمْ وَاللهِ إِنِّي لَأَرْجُو أَنْ

يَكُونُوا هٰؤُلَاءِ الْقَوْمَ فَإِنَّهُمْ قَدْ سَفَكُوا الدَّمَ الْحَرَامَ وَأَغَارُوا فِي سَرْحِ النَّاسِ فَسِيرُوا عَلَى اسْمِ اللّٰهِ. قَالَ سَلَمَةُ بْنُ كُهَيْلٍ فَنَزَّلَنِي زَيْدُ بْنُ وَهْبٍ مَنْزِلًا حَتّٰى قَالَ مَرَرْنَا عَلَى قَنْطَرَةٍ فَلَمَّا الْتَقَيْنَا وَعَلَى الْخَوَارِجِ يَوْمَئِذٍ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ الرَّاسِبِيُّ فَقَالَ لَهُمْ: أَلْقُوا الرِّمَاحَ وَسُلُّوا سُيُوفَكُمْ مِنْ جُفُونِهَا فَإِنِّي أَخَافُ أَنْ يُنَاشِدُوكُمْ كَمَا نَاشَدُوكُمْ يَوْمَ حَرُورَاءَ، فَرَجَعُوا فَوَحَّشُوا بِرِمَاحِهِمْ وَسَلُّوا السُّيُوفَ وَشَجَرَهُمُ النَّاسُ بِرِمَاحِهِمْ. قَالَ: وَقُتِلَ بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ وَمَا أُصِيبَ مِنَ النَّاسِ مِنْ أَصْحَابِ عَلِيٍّ يَوْمَئِذٍ إِلَّا رَجُلَانِ، فَقَالَ عَلِيٌّ رضى الله عنه: الْتَمِسُوا فِيهِمُ الْمُخْدَجَ فَالْتَمَسُوهُ فَلَمْ يَجِدُوهُ، فَقَامَ عَلِيٌّ رضى الله عنه بِنَفْسِهِ حَتّٰى أَتَى نَاسًا قَدْ قُتِلَ بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ قَالَ: أَخِّرُوهُمْ فَوَجَدُوهُ مِمَّا يَلِي الْأَرْضَ فَكَبَّرَ، ثُمَّ قَالَ: صَدَقَ اللّٰهُ، وَبَلَّغَ رَسُولُهُ. قَالَ: فَقَامَ إِلَيْهِ عَبِيدَةُ السَّلْمَانِيُّ: فَقَالَ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ! هُوَ اللّٰهُ الَّذِي لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ لَسَمِعْتَ هٰذَا الْحَدِيثَ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، فَقَالَ: إِي وَاللّٰهِ الَّذِي لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ! حَتّٰى اسْتَحْلَفَهُ ثَلَاثًا، وَهُوَ يَحْلِفُ لَهُ.

1. مسلم، الصحيح، كتاب الزكاة، باب التحريض على قتل الخوارج، 2:748، رقم: 1066. 2. أبوداود، السنن، كتاب السنة، باب في قتال الخوارج، 4:244، رقم: 47683. نسائي، السنن الكبرى، 5:163، رقم: 8571. 4. أحمد بن حنبل، المسند، 1:91، رقم: 7065. عبد الرزاق، المصنف، 10: 1476. بزار، المسند، 2:197، رقم: 581

وہ (حضرت زید بن وہب) اس لشکر میں تھے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ خوارج سے جنگ کے لئے گیا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے لوگو! میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت میں ایک گروہ ظاہر ہوگا وہ ایسا (خوبصورت) قرآن پڑھے گا کہ ان کے پڑھنے کے سامنے تمہارے قرآن پڑھنے کی کوئی حیثیت نہ ہوگی، ان کی نمازوں کے سامنے تمہاری نمازوں کی کچھ حیثیت نہ ہوگی، ان کے روزوں کے سامنے تمہارے روزوں کی کوئی حیثیت نہ ہوگی۔ وہ یہ سمجھ کر قرآن پڑھیں گے کہ وہ ان کے حق میں ہے حالانکہ وہ ان کے خلاف حجت ہوگا۔ نماز ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گی اور وہ اسلام سے ایسے خارج ہوں گے جیسے تیر شکار سے خارج ہو جاتا ہے۔ جو لشکر ان کی سرکوبی کے لیے جا رہا ہوگا اگر وہ اس ثواب کو جان لے جس کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے ان کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پر کیا ہے تو وہ باقی اعمال کو چھوڑ کر اسی پر بھروسہ کر کے بیٹھ جائیں۔ ان کی نشانی یہ ہے کہ ان میں ایک ایسا آدمی ہوگا جس کے شانہ میں ہڈی نہیں ہوگی اور اس کے شانہ کا سر عورت کے پستان کی طرح ہوگا جس پر سفید رنگ کے بال ہوں گے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے (اپنے لشکر سے) فرمایا: تم معاویہ اور اہلِ شام کی طرف جاتے ہو مگر ان خوارج کو چھوڑ جاتے ہو تاکہ یہ تمہارے پیچھے تمہاری اولاد اور تمہارے اَموال کو ایذا دیں، بخدا! مجھے امید ہے کہ یہ وہی قوم ہے جس نے ناحق خون بہایا اور لوگوں کی چراگاہوں یعنی اَموال کو لوٹ لیا، تم اللہ کا نام لے کر ان سے قتال کے لیے روانہ ہو جاؤ۔

سلمہ بن کہیل کہتے ہیں: پھر مجھ سے (اس کے راوی) زید بن وہب نے ایک ایک منزل کا تذکرہ کیا اور بیان کیا کہ جب ہم جاکران سے ملے تو ہمارا ایک پل سے گزر ہوا، اس وقت خوارج کا سپہ سالار عبداللہ بن وہب راسبی تھا، اس نے حکم دیا کہ اپنے نیزے پھینک دو اور تلواریں میان سے نکال لو کیونکہ مجھے خدشہ ہے کہ یہ تم پر اس طرح حملہ کریں گے جس طرح یوم حروراء میں کیا تھا۔ چنانچہ وہ پھرے، انہوں نے اپنے نیزے پھینک دیے اور تلواریں سونت لیں، لوگوں نے ان پر اپنے نیزوں سے حملہ کیا اور بعض نے بعض کو قتل کرنا شروع کر دیا، اس روز حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لشکر سے صرف دو آدمی شہید ہوئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ان میں اسی ناقص آدمی کو تلاش کرو، انہوں نے اسے ڈھونڈا لیکن وہ نہ ملا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ خود اٹھے اور وہاں گئے جہاں ان کی لاشیں ایک دوسرے پر پڑی تھیں، آپ نے فرمایا: ان لاشوں کو اٹھاؤ۔ تو اس (علامت والے مطلوب) شخص کو زمین پر لگا ہوا پایا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ اکبر، اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم تک صحیح احکام پہنچائے۔ عبیدہ سلمانی کھڑے ہوئے اور کہا: امیر المؤمنین! اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ کیا آپ نے خود حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث سنی تھی؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہاں اللہ رب العزت کی قسم! جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ اس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے تین مرتبہ حلف لیا اور آپ نے تین مرتبہ قسم کھائی۔

بعض روایات میں اس ناقص بازو والے شخص کی علامات بھی بیان کی گئی ہیں کہ وہ شخص سیاہ رنگ کا ہوگا اور اُس کا ہاتھ بکری کے تھن یا عورت کے پستان کے سر کی طرح ہوگا۔ جب حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ گروہ خوارج کا قلع قمع کر چکے تو فرمایا: اس نشانی والے آدمی کو تلاش کرو۔ انہوں نے اسے ڈھونڈا مگر وہ نہ ملا، فرمایا: اس کو پھر جاکر تلاش کرو، بخدا نہ میں نے جھوٹ بولا ہے نہ مجھے جھوٹ بتایا گیا ہے، یہ بات انہوں نے دو یا تین بار کہی، حتیٰ کہ لوگوں نے اسے ایک کھنڈر میں ڈھونڈ لیا اور اس کی لاش لا کر حضرت علی کے سامنے رکھ دی۔ اس واقعے کے راوی عبیداللہ کہتے ہیں: میں اس سارے معاملہ میں ان کے پاس موجود تھا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول ان خوارج کے بارے میں ہی تھا۔

1. مسلم، الصحیح، کتاب الزکاۃ، باب التحریض علی قتل الخوارج، 2:749، رقم: 1066۔ 2. نسائی، السنن الکبری، 5:160، رقم: 8562۔ 3. ابن حبان، الصحیح، 15:387، رقم: 6939۔ 4. بیہقی، السنن الکبری، 8:171، رقم: 16478

خوارج کا یہ حال دیگر کتب حدیث میں مزید تفصیل کے ساتھ بیان ہوا ہے جسے حضرت جندب رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

لما فارقت الخوارج عليًا خرج في طلبهم وخرجنا معه، فانتهينا إلى عسكر القوم فإذا لهم دوي كدوي النحل من قراءة القرآن، وفيهم أصحاب الثفنات وأصحاب البرانس، فلما رأيتهم دخلني من ذلك شدة فتنحيت فركزت رمحي ونزلت عن فرسي ووضعت برنسي، فنشرت عليه درعي، وأخذت بمقود فرسي فقمت أصلي إلى رمحي وأنا أقول في صلاتي: اللّٰهم إن كان

قتال هؤلاء القوم، لك طاعة فإذن لي فيه، وإن كان معصية فأرني براء تك فأنا كذلك إذا أقبل علىّ بن أبي طالب رضى الله عنه على بغلة رسول الله صلى الله عليه وسلم. فلما حاذاني قال: تعوذ بالله يا جندب، من شر الشك. فجئت أسعى إليه، ونزل، فقام يصلي إذا أقبل رجل على برذون يقرب به. فقال: يا أمير المؤمنين. قال: ما شأنك حاجة في القوم؟ قال: وما ذاك؟ قال: قد قطعو النهر، فذهبوا، قلت: الله أكبر. فقال عليّ: ما قطعوه، ثم جاء آخر يستحضر بفرسه. فقال: يا أمير المومنين. قال: ما تشاء؟ قال: ألك حاجة في القوم؟ قال وما ذاك؟ قال: قد قطعوا النهر. فقال عليّ: ما قطعوه ولا يقطعوه، وليقتلن دونه عهد من الله ورسوله صلى الله عليه وسلم. ثم ركب، فقال لي: يا جندب! أما أنا فأبعث إليهم رجلا يقرأ المصحف، يدعو إلى كتاب ربهم وسنة نبيهم، فلا يقبل علينا بوجه حتى يرشقوه بالنبل، يا جندب، أما أنه لا يقتل منا عشرة ولا ينجو منهم عشرة. ثم قال: من يأخذ هذا المصحف فيمشي به إلى هؤلاء القوم فيدعوهم إلى كتاب ربهم وسنة نبيهم وهو مقتول وله الجنة فلم يجبه إلا شاب من بني عامر بن صعصعة. فقال له عليّ: خذ. فأخذ المصحف، فقال: أما إنك مقتول، ولست تقبل علينا بوجهك حتى يرشقوك بالنبل. فخرج الشاب يمشي بالمصحف إلى القوم، فلما دنا منهم حيث سمعوا القتال قبل أن يرجع فرماه إنسان، فأقبل علينا بوجه، فقعد فقال عليّ: دونكم القوم. قال جندب: فقتلت بكفي هذه ثمانية قبل أن أصلي الظهر وما قتل منا عشرة ولا نجا منهم عشرة.

1. طبرانی، المعجم الأوسط، 4:227، رقم: 4051، 2. ہیثمی، مجمع الزوائد، 4:227، 3. عسقلانی، فتح الباری، 12:296، 4. شوکانی، نیل الأوطار، 7:349

جب خوارج علیحدہ ہو گئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ ان کی تلاش میں نکلے اور ہم بھی ساتھ تھے۔ جب ہم ان کے لشکر کے قریب پہنچے تو قرآن شریف پڑھنے کا ایک شور سنائی دیا۔ ان خوارج کی یہ حالت تھی کہ ان کی پیشانیوں پر سجدوں کے نشانات نمایاں تھے۔ وہ ٹوپیاں اوڑھے ہوئے کمال درجہ کے زاہد و عابد نظر آ رہے تھے۔ ان کا یہ حال دیکھ کر تو ان سے قتال مجھ پر نہایت شاق ہوا۔ میں اپنے گھوڑے سے اُترا اور الگ ہو کر اپنا نیزہ زمین میں گاڑ دیا اور اپنی ٹوپی اس پر رکھ دی اور زِرہ لٹکا دی۔ پھر میں نے گھوڑے کی لگام پکڑی اور نیزہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا شروع کر دی اور میں نماز کے دوران میں دل میں کہہ رہا تھا: الٰہی! اگر اس قوم کا قتل کرنا تیری طاعت ہے تو مجھے اجازت مل جائے اور اگر معصیت ہے تو مجھے اس رائے پر اطلاع ہو۔ ہنوز اس دعا سے فارغ نہ ہوا تھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ میرے پاس آئے اور کہا: اے جندب! شک کے شر سے پناہ مانگو۔ میں یہ سنتے ہی ان کی طرف دوڑا تو وہ اتر کر نماز پڑھنے لگے۔ اتنے میں ایک شخص گھوڑا دوڑاتا ہوا آیا اور کہا: یا امیر المومنین! کیا آپ کو ان لوگوں سے جنگ کی ضرورت ہے؟ آپ نے فرمایا: کیا بات ہے؟ اُس نے کہا: وہ سب نہر عبور کر کے پار چلے گئے ہیں، (اب ان کا تعاقب مشکل ہے)۔ میں نے کہا: اللہ اکبر۔ پھر ایک اور شخص گھوڑا دوڑاتا

ہوا حاضر ہوا، اس نے کہا: اے امیر المؤمنین! آپ نے فرمایا: کیا چاہتے ہو؟ کہنے لگا: کیا آپ کو اس قوم سے جنگ کی ضرورت ہے؟ آپ نے فرمایا: کیا ہوا ہے؟ کہنے لگا: انہوں نے نہر عبور کر لی ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نہیں، وہ پار گئے ہیں نہ جا سکیں گے۔ جوان کے مقابلے میں مارا جائے گا، اللہ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا اس کے لیے جنت کا وعدہ ہے۔ پھر آپ سوار ہوئے اور مجھے فرمایا: اے جندب! میں ان کی طرف آدمی بھیجوں گا جو انہیں قرآنی احکام پڑھ کر سنائے گا اور انہیں کتاب اللہ اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت دے گا۔ وہ رُخ نہیں پھیرے گا حتی کہ وہ لوگ اس کو تیروں کی باڑ پر رکھ لیں گے۔ اے جندب! ہمارے دس شہید نہیں ہوں گے اور ان کے دس آدمی نہیں بچیں گے۔ پھر فرمایا: کوئی ہے جو یہ مصحف (قرآن) اس قوم کی طرف لے جائے اور ان کو اللہ کی کتاب اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی طرف بلائے، وہ مارا جائے گا اور اس کے لیے جنت ہوگی۔ بنی عامر کے ایک جوان کے سوا کسی نے جواب نہ دیا۔ آپ نے اسے فرمایا: یہ مصحف لے جاؤ! اُس نے مصحف لے لیا۔ آپ نے فرمایا: اب تم لوٹ کر نہیں آؤ گے، وہ تمہیں تیروں کی باڑ پر رکھ لیں گے۔ وہ جوان قرآن لے کر ان کی طرف روانہ ہوا اور جب ایسی جگہ پہنچا جہاں سے وہ ان کی آواز سن سکتا تھا تو وہ اسے دیکھ کر کھڑے ہو گئے اور تیر چلانے شروع کر دیے، پس اُس نے ہماری طرف رُخ کیا اور (تیر لگنے کی وجہ سے) گر گیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے آدمیوں سے فرمایا: اب تم بھی حملہ کر دو۔ حضرت جندب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے نمازِ ظہر تک ان کے آٹھ ساتھی قتل کر ڈالے۔ (جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا ویسا ہی ہوا) ہمارے دس آدمی شہید نہ ہوئے اور ان کے دس آدمی نہ بچے۔

حضرت جندب رضی اللہ عنہ پر خوارج کی ظاہری پارسائی، ان کی دین داری اور عبادت و ریاضت کا بہت اثر تھا باوجود یکہ وہ تمام علامات ان میں موجود تھیں جو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیان فرمائی تھیں اور ساری پیشین گوئیاں بھی صحیح ثابت ہوئی تھیں مگر ان کی وضع قطع اور پرہیز گاری دیکھ کر پھر بھی ان کا دل ڈرتا تھا کہ کہیں ان کے ہاتھ سے حق پرست لوگ قتل نہ ہو جائیں۔

مسند احمد بن حنبل، السنن الکبریٰ للنسائی اور دیگر کتب میں طارق بن زیاد کا بیان ہے:

خَرَجْنَا مَعَ عَلِيٍّ رضی الله عنه إِلَى الْخَوَارِجِ فَقَتَلَهُمْ، ثُمَّ قَالَ: انْظُرُوْا فَإِنَّ نَبِيَّ اللهِ صلی الله علیه وسلم قَالَ: إِنَّهُ سَيَخْرُجُ قَوْمٌ يَتَكَلَّمُونَ بِالْحَقِّ لَا يُجَاوِزُ حَلْقَهُمْ، يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْحَقِّ كَمَا يَخْرُجُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ، سِيمَاهُمْ أَنَّ فِيهِمْ رَجُلًا أَسْوَدَ مُخْدَجَ الْيَدِ، فِي يَدِهِ شَعَرَاتٌ سُودٌ، إِنْ كَانَ هُوَ فَقَدْ قَتَلْتُمْ شَرَّ النَّاسِ وَإِنْ لَّمْ يَكُنْ هُوَ فَقَدْ قَتَلْتُمْ خَيْرَ النَّاسِ. فَبَكَيْنَا ثُمَّ قَالَ: اطْلُبُوا. فَطَلَبْنَا، فَوَجَدْنَا الْمُخْدَجَ، فَخَرَرْنَا سُجُودًا وَخَرَّ عَلِيٌّ رضی الله عنه مَعَنَا.

1. نسائی، السنن الکبریٰ، 5:161، رقم: 8566، 2. أحمد بن حنبل، المسند، 1:107، رقم: 8483. أحمد بن حنبل، فضائل الصحابة، 2:714، رقم: 1224، 4. خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، 14:362، رقم: 7689، 5. مروزی، تعظیم قدر الصلاة، 1:256، رقم: 247

ہم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ خوارج کی طرف (ان سے جنگ کے لیے) نکلے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کا خاتمہ کیا، پھر فرمایا: دیکھو بے شک حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عنقریب ایسے لوگ نکلیں گے کہ حق کی بات کریں گے لیکن وہ ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گی، وہ حق سے یوں نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے نکل جاتا ہے۔ ان کی علامت یہ ہے کہ ان میں ایک شخص سیاہ فام ہوگا جس کا ہاتھ ناقص اور اس پر سیاہ بال ہوں گے۔ اس کو ڈھونڈو۔ اگر وہ شخص ان میں ہے تو سمجھ جاؤ کہ تم نے بدترین لوگوں کو مارا اور اگر وہ نہ ملا تو سمجھ لو کہ تم نے بہترین لوگوں کو قتل کر ڈالا۔ یہ سن کر ہمیں سخت پریشانی ہوئی اور ہم رونے لگے۔ آپ نے فرمایا: ڈھونڈو تو سہی۔ جب خوب تلاش کی گئی تو اس شخص کی لاش مل گئی۔ تمام اہلِ لشکر سجدۂ شکر میں گر گئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی ہمارے ساتھ سجدۂ شکر ادا کیا۔

## خوارج کے عقائد و نظریات

اب تک کی گئی بحث سے واضح ہو گیا کہ بعض اوقات معاشرے میں ایسا کج فہم اور تنگ نظر طبقہ بھی پیدا ہو جاتا ہے، جو بالکل نادان، دینی حکمت و بصیرت اور اس کے تقاضوں سے مکمل طور پر نا آشنا ہوتا ہے۔ وہ ظاہری طور پر صالح اعمال کی سختی سے پابندی کرتا ہے جس کے باعث وہ اس گھمنڈ میں مبتلا ہو جاتا ہے کہ وہ پکا مسلمان اور دین کا پاسبان ہے اور اسے اللہ کے مقرب ہونے کا درجہ حاصل ہے، اس کے سوا باقی سب کفر و شرک میں مبتلا اور خدا کے نافرمان ہیں۔ اس لئے اس کا حق بنتا ہے کہ وہ بزورِ بازو دوسروں کو بھی راہ راست پر لائے، وہ گروہ اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ (1) (اپنے رب کی راہ کی طرف حکمت کے ساتھ بلایئے) اور لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ (2) (دین میں کوئی زبردستی نہیں) کو بالکل بھول جاتا ہے۔ شیطان اس کے ذہن میں ڈال دیتا ہے کہ وہ سب سے افضل و اعلیٰ اور سچا مسلمان ہے بلکہ اس کے مقابلے میں دوسرے لوگ مسلمان ہی نہیں۔ اس لئے اس کا حق بنتا ہے کہ دوسرے لوگوں کو بھی اپنا ہم خیال بنائے۔ یہی وہ موڑ ہے جہاں پر شیطان ان کو اپنے ڈھب پر لے آتا ہے اور ان کے ذہن میں یہ فاسد خیال ڈال دیتا ہے کہ تم جیسا کوئی نہیں۔ تم ان بے عمل مسلمانوں کو اپنے طریق پر لانے یا انہیں ختم کرنے کے لیے ان کے ساتھ جو چاہے سلوک کرو، خوں ریزی اور دہشت گردی کرو، مال و متاع لوٹو، تمہیں کوئی گناہ نہیں ہوگا، تم جو کچھ کرو گے سب جہاد ہوگا۔ ان ہی کے بارے میں قرآن مجید نے فرمایا ہے کہ اللہ کے ہاں یہ خسارہ پانے والا گروہ ہوگا، مگر وہ خود کو بڑا نیکوکار سمجھے گا اور اس گھمنڈ میں مبتلا ہوگا کہ وہ بڑی خیر پھیلا رہا ہے۔ (1) النحل، 125:16 (2) البقرة، 256:2

(3) قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْاَخْسَرِيْنَ اَعْمَالًا ٥ اَلَّذِيْنَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ صُنْعًا (الكهف، 103:18، 10)

فرما دیجیے: کیا ہم تمہیں ایسے لوگوں سے خبردار کر دیں جو اعمال کے حساب سے سخت خسارہ پانے والے ہیں ٥ یہ وہ لوگ ہیں جن کی ساری جدوجہد دنیا کی زندگی میں ہی برباد ہو گئی اور وہ یہ خیال کرتے ہیں کہ ہم بڑے اچھے کام انجام دے رہے ہیں ٥

1۔ خوارج کے باطل عقائد و مزعومات کے بارے میں امام شہرستانی (م 548ھ) الملل والنحل میں لکھتے ہیں:

كبار فرق الخوارج ستة: الأزارقة والنجدات والعجارة والثعالبة والإباضية والصفرية والباقون فروعهم، ويرون الخروج على الإمام إذا خالف السنة حقا واجبا. . . . هم الذين خرجوا على أمير المؤمنين علي رضي الله عنه حين جرى أمر الحكمين واجتمعوا بحروراء من ناحية الكوفة ورئيسهم عبد الله بن الكواء وعتاب بن الأعور وعبد الله بن وهب الراسبي وعروة بن جرير ويزيد بن عاصم المحاربي وحرقوص بن زهير البجلي المعروف بذي الثدية وكانوا يومئذ في اثني عشر ألف رجل أهل صلاة وصيام أعني يوم النهروان . . . . وهم الذين أولهم ذو الخويصرة وآخرهم ذو الثدية.شهرستاني، الملل والنحل: 115

خوارج کے بڑے بڑے گروہ چھ ہیں: ازارقہ، نجدات، عجاردہ، ثعالبہ، اباضیہ، صفریہ اور بقیہ خوارج ان کی فروع ہیں (اس طرح ان کے کل فرقے بیس بن جاتے ہیں) اور جب کوئی حکومت، سنت کی مخالفت کرے تو یہ اس کے مقابلہ میں بغاوت کو واجب سمجھتے ہیں۔۔۔۔یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں اس وقت بغاوت کی جب تحکیم؛ ثالثی) کا حکم جاری ہوا تھا، اور جو لوگ حروراء کے مقام پر کوفہ کی ایک جانب جمع ہو گئے تھے۔ان کے بانیان عبداللہ بن الکواء، عتاب بن الاعور، عبداللہ بن وہب راسبی، عروہ بن جریر، یزید بن عاصم محاربی، حرقوص بن زہیر بجلی المعروف بہ ذوالثدیہ تھے۔اُس وقت یعنی نہروان کی جنگ کے وقت ان کی تعداد بارہ ہزار تھی اور یہ صوم وصلاۃ کے بہت پابند تھے۔۔۔اور یہ وہی لوگ ہیں جن کا پہلا شخص ذوالخویصرہ اور (پہلے منظم ظہور میں) آخری ذوالثدیہ ہے۔

2۔حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فتح الباری میں فرماتے ہیں:

وقال القاضي أبو بكر بن العربي: الخوارج صنفان أحدهما يزعم أن عثمان وعليا وأصحاب الجمل وصفين وكل من رضي بالتحكيم كفار والآخر يزعم أن كل من أتى كبيرة فهو كافر مخلد في النار أبدا، وزاد نجدة على معتقد الخوارج أن من لم يخرج ويحارب المسلمين فهو كافر، ولو اعتقد معتقدهم. (ابن حجر عسقلانی، فتح الباری، 12:283، 285)

قاضی ابوبکر بن عربی نے فرمایا: خوارج کی دو قسمیں ہیں۔جن میں سے ایک گروہ یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ حضرت عثمان غنی، حضرت علی المرتضیٰ، جنگ جمل وصفین میں حصہ لینے والے تمام لوگ اور ہر وہ شخص جو تحکیم (arbitration) سے راضی ہوا، سب کافر ہیں۔اور دوسرا گروہ یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ جس شخص نے گناہ کبیرہ کا ارتکاب کیا وہ کافر ہے جو ہمیشہ دوزخ میں رہے گا۔اور (یمامہ کے خارجی لیڈر) نجدہ بن عامر نے خوارج کے ان مذکورہ بالا عقائد پر اضافہ کرتے ہوئے کہا کہ جو شخص امتِ مسلمہ کے خلاف بغاوت اور ان (خوارج) کے ساتھ مل کر مسلح جنگ نہ کرے تو وہ بھی کافر ہے چاہے وہ ان (خوارج) جیسے عقائد ہی رکھتا ہو۔

3۔خوارج کے کفریہ عقائد اور مسلمانوں کے خلاف ان کے انتہاء پسندانہ، ظالمانہ اور متعصبانہ رویے کو بیان کرتے ہوئے ابنِ

تیمیہ نے لکھا ہے:

**فكانوا كما نعتهم النبى صلى الله عليه وسلم: يقتلون أهل الإسلام ويدعون أهل الأوثان (1) وكفروا على بن أبى طالب وعثمان بن عفان ومن والاهما. وقتلوا على بن أبى طالب مستحلين لقتله. قتله عبد الرحمن بن ملجم المرادى منهم، وكان هو وغيره من الخوارج مجتهدين فى العبادة، لكن كانوا جهالاً فارقوا السنة والجماعة: فقال هؤلاء: ما الناس إلا مؤمن أو كافر؛ والمؤمن من فعل جميع الواجبات وترك جميع المحرمات: فمن لم يكن كذلك فهو كافر: مخلد فى النار. ثم جعلوا كل من خالف قولهم كذلك. فقالوا: ان عثمان وعلياً ونحوهما حكموا بغير ما أنزل الله، وظلموا فصاروا كفاراً.(2)**

(1) 1. بخاری، الصحیح، کتاب الأنبیاء، باب قصۃ یأجوج ومأجوج، 3:1219، رقم: 3166، 2. مسلم، الصحیح، کتاب الزکوٰۃ، باب إعطاء المؤلفۃ، 2:741، رقم: 1064، 3. ابوداود، السنن، 4:243، رقم: 2764، 4. نسائی، السنن، 5:87، رقم: 2578، 5. أحمد بن حنبل، المسند، 3:68، رقم: 11666، (2) ابن تیمیہ، مجموع فتاویٰ، 7:481

خوارج ایسے لوگ تھے جن کی صفت حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بیان کی تھی کہ وہ اہلِ اسلام سے لڑیں گے اور بت پرستوں سے صلح رکھیں گے۔ انہوں نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ اور اُن کا ساتھ دینے والوں کی تکفیر کی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خون کو مباح قرار دیتے ہوئے اُنہیں شہید کیا۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو عبد الرحمٰن بن ملجم المرادی نے شہید کیا جو کہ خارجیوں میں سے تھا۔ یہ اور اِس کے علاوہ دیگر خوارج بہت عبادت گذار تھے لیکن حقیقت میں وہ حکمتِ دین سے نابلد تھے کیوں کہ انہوں نے سنت اور جماعت کو چھوڑ دیا تھا۔ ان کے عقیدے کے مطابق انسان مؤمن ہوگا یا کافر۔ لہٰذا ان کے نزدیک مؤمن وہ ہے جو تمام واجبات پر عمل کرے اور تمام محرمات کو ترک کرے۔ جو ایسا نہیں کرتا وہ کافر اور دائمی جہنمی ہے۔ پھر انہوں نے ہر اُس شخص کی بھی اسی طرح تکفیر کرنا شروع کر دی جس نے ان کی باتوں کی مخالفت کی۔ انہوں نے کہا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کی طرح دیگر لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ احکام کے خلاف حکومت کی ہے اور وہ ظلم کا اِرتکاب کرتے رہے۔ پس یہ سارے کافر ہو گئے ہیں۔ (نعوذ باللہ۔)

اگر خوارج کے عقائد اور ان کی خصوصیات کا بغور مطالعہ کیا جائے تو یہ ثابت ہوگا کہ خوارج نے نہ صرف سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے بغاوت کی بلکہ مسلمانوں کا خون بہانا بھی جائز قرار دے دیا۔ ابنِ تیمیہ خوارج کی معروف و مشہور خصوصیات بیان کرتے ہوئے مزید لکھتے ہیں:

**ولهم خاصتان مشهورتان فارقوا بهما جماعة المسلمين وأئمتهم: أحدهما: خروجهم عن السنة، وجعلهم ما ليس بسيئة سيئة، أو ما ليس بحسنة حسنة. الفرق الثانى فى الخوارج وأهل البدع: إنهم يكفرون بالذنوب والسيئات. ويترتب على تكفيرهم بالذنوب استحلال دماء**

المسلمين وأموالهم وإن دار الإسلام دار حرب ودارهم هي دار الإيمان. ابنِ تیمیہ، مجموع فتاویٰ، 19: 72، 73

خوارج میں دو بدعات ایسی ہیں جو ان ہی کا خاصہ ہیں اور جن کی آڑ لے کر انہوں نے اہلِ اسلام اور اسلامی ریاست کا ساتھ چھوڑا: ایک یہ کہ انہوں نے سنت سے انحراف کیا؛ دوسری یہ کہ امورِ حسنہ کو امورِ سیئہ اور امورِ سیئہ کو امورِ حسنہ بنا دیا۔
خوارج اور اہل بدعت میں دوسرا گروہ وہ ہے جو گناہوں اور معصیتوں پر بھی لوگوں کو کافر قرار دیتا ہے اور اس بنا پر یہ مسلمانوں کا خون بہانا اور ان کے اموال لوٹنا مباح جانتا ہے۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ دار الاسلام، دار الحرب ہے اور صرف ان کے اپنے گھر ہی دار الایمان ہیں۔

4۔ خوارج کا ایک نام حروریہ بھی ہے کیوں کہ دہشت گردوں کا پہلا گروہ عہدِ علوی رضی اللہ عنہ میں حروراء کے مقام پر خوارج کے نام سے منظرِ عام پر آیا تھا۔ چنانچہ علامہ شبیر احمد عثمانی فتح الملہم میں لکھتے ہیں:

قوله صلى الله عليه وسلم: عَنِ الحَرُورِيَّةِ إلخ: هم الخوارج، جمع خارجة، أي طائفة، وهم قوم مبتدعون سُمّوا بذلك، لخروجهم عن الدين، وخروجهم على خيار المسلمين، وأصل ذلك أنّ بعض أهل العراق أنكروا سيرة بعض أقارب عثمان، فطعنوا على عثمان بذلك، وكان يقالُ لهم: القُرّاء، لشدّة اجتهادهم في التلاوة والعبادة، إلّا أنهم كانوا يتأوّلون القرآن على غير المراد منه، ويستبدّون برأيهم، ويتنطعون في الزهد والخشوع وغير ذلك، فلمّا قتل عثمان قاتلوا مع عليّ رضي الله عنه، واعتقدوا كفر عثمان ومن تابعه، واعتقدوا إمامة علي رضي الله عنه وكفر من قاتله من أهل الجمل. (فانكروا التحكيم، فتركوه بصفين وصاروا خوارج)

شبیر احمد عثمانی، فتح الملہم، 5:158.

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول عن الحرورية میں حروریہ سے مراد خوارج ہیں اور خوارج خارجة کی جمع ہے جس کا مطلب ہے گروہ۔ یہ بدعتی لوگ ہیں جنہیں یہ نام ان کے دین سے خارج ہونے اور نیکوکار مسلمانوں کے خلاف جنگ کرنے کی وجہ سے دیا گیا۔ اس واقعہ کی اصل یہ ہے کہ بعض اہل عراق نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بعض قرابت داروں کے کردار پر اعتراض کیا اور اس وجہ سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بھی برا بھلا کہا، ان خارجیوں کو ان کی تلاوت اور عبادت میں سخت ریاضت کی وجہ سے قراء کہا جاتا تھا، مگر اس کے ساتھ ساتھ وہ قرآن کی من مانی تاویلیں کرتے تھے، اپنی رائے کو حتمی سمجھتے تھے اور زہد و خشوع وغیرہ میں غلو سے کام لیتے تھے۔ پھر جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ مل کر قتال کیا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور ان کے پیروکاروں کے کفر کا عقیدہ بنا لیا، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حکومت کو مانا اور اہل جمل میں سے جن لوگوں نے آپ کے ساتھ لڑائی کی ان کو کافر قرار دیا۔ (پھر انہوں نے تحکیم کا انکار کیا اور صفین کے مقام پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ساتھ چھوڑ دیا اور خوارج قرار پائے)۔

وہ مزید لکھتے ہیں:

وهم ثمانية آلاف. وقيل: كانوا أكثر من عشرة آلاف . . . . فتنادوا من جوانب المسجد: لا حكم إلّا لله، فقال: كلمة حق يراد بها باطل، فقال لهم: لكم علينا ثلاثة: أن لا نمنعكم من المساجد، ولا من رزقكم من الفيء، ولا نبدؤكم بقتال ما لم تحدثوا فساداً، وخرجوا شيئاً بعد شيء إلى أن اجتمعوا بالمدائن، . . . فأصرّوا على الامتناع حتى يشهد على نفسه بالكفر لرضاه بالتحكيم . . .، ثم اجتمعوا على أن من لا يعتقد معتقدهم يكفر ويباح دمه وماله وأهله، . . . فقتلوا من اجتاز بهم من المسلمين.شبير احمد عثماني، فتح الملهم، 5: 158

ان کی تعداد آٹھ ہزار تھی۔اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ دس ہزار سے زیادہ تھی۔(حضرت علی رضی اللہ عنہ جب خطاب فرما رہے تھے) تو انہوں نے مسجد کے ایک کونے سے نعرہ لگایا: لاحکم إلا للہ. تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بات تو حق ہے مگر اس کا مقصود باطل ہے۔ پھر آپ نے انہیں فرمایا: تمہاری تین باتیں ہم اپنے ذمے واجب کرتے ہیں: ایک یہ کہ ہم تمہیں مساجد سے نہیں روکیں گے۔اور (دوسرا) نہ ہی مال غنیمت میں سے تمہارے رزق کو روکیں گے۔اور (تیسرا) ہم تمہارے ساتھ جنگ میں پہل نہیں کریں گے جب تک کہ تم فساد انگیزی کے مرتکب نہ ہوئے۔ پھر وہ تھوڑے تھوڑے نکلتے رہے یہاں تک کہ مدائن میں جمع ہو گئے۔ پھر وہ اپنی ہٹ دھرمی پر ڈٹے رہے (اور یہ شرط رکھی) کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ تحکیم اور پر راضی ہونے کی وجہ سے اپنے کافر ہونے کا اقرار کریں (نعوذ باللہ)۔ پھر وہ تمام خوارج اس بات پر متفق ہوئے کہ جو کوئی بھی ان کا عقیدہ نہ رکھے وہ کافر ہے اور اس کا خون، مال اور اہل وعیال مباح اور حلال ہیں۔ پھر جو مسلمان بھی ان کے قریب سے گزرتا اسے قتل کر دیتے۔

اس کے بعد علامہ شبیر احمد عثمانی مزید بیان کرتے ہیں:

فهذا ملخّص أوّل أمرهم، فكانوا مختفين في خلافة علي رضي الله عنه حتى كان منهم عبد الرحمن بن ملجم الذي قتل عليًّا رضي الله عنه بعد أن دخل عليّ رضي الله عنه في صلاة الصبح. . . . فظهر الخوارج حينئذٍ بالعراق مع نافع بن الأزرق، وباليمامة مع نجدة بن عامر، وزاد نجدة على معتقد الخوارج أن من لم يخرج ويحارب المسلمين فهو كافر، ولو اعتقد معتقدهم. . . . وكفروا من ترك الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر إن كان قادراً، وإن لم يكن قادراً فقد ارتكب كبيرة، وحكم مرتكب الكبيرة عندهم حكم الكافر . قال أبو منصور البغدادي في المقالات: عدة فرق الخوارج عشرون فرقة.شبير احمد عثماني، فتح الملهم، 5: 159

یہ ان کے آغاز کا خلاصہ ہے۔ پس یہ لوگ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت میں روپوش ہو گئے تھے یہاں تک کہ ان میں سے عبدالرحمٰن بن ملجم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اُس وقت شہید کر دیا جب آپ رضی اللہ عنہ صبح کی نماز شروع کر چکے

تھے۔۔۔پس اس وقت خوارج نافع بن ازرق کے ساتھ عراق میں اور یمامہ میں نجدہ بن عامر کے ساتھ ظاہر ہو گئے۔اور نجدہ نے خوارج کے عقیدہ میں یہ اضافہ بھی کیا کہ جو شخص (مسلمانوں کی جماعت سے) بغاوت نہ کرے اور مسلمان کے ساتھ جنگ نہ کرے وہ بھی کافر ہے اگرچہ وہ خوارج کا عقیدہ بھی مانتا ہو۔۔۔انہوں نے قدرت کے باوجود امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے تارک کو کافر قرار دیا اور اگر وہ اس پر قادر نہ ہو تو وہ گناہ کبیرہ کا مرتکب ہے؛ اور گناہِ کبیرہ کے مرتکب کا حکم بھی ان کے نزدیک کافر کا ہے۔ابو منصور بغدادی نے المقالات میں خوارج کے فرقوں کی تعداد بیس بتائی ہے۔

## خوارج کی ذہنی کیفیت اور نفسیات

امام ابن اثیر الکامل فی التاریخ میں خوارج کے منظم ہونے، دین کے نام پر لوگوں کو جمع کرنے، صحابہ کرام و تابعین عظام رضی اللہ عنہم کو بدعتی اور کافر و مشرک قرار دینے اور اپنے آپ کو ہی حق پر سمجھتے ہوئے مسلم علاقوں پر بزورِ شمشیر قبضہ کرنے کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ثم إن الخوارج لقي بعضهم بعضاً واجتمعوا في منزل عبد الله بن وهب الراسبي، فخطبهم فزهّدهم في الدنيا وأمرهم بالأمر بالمعروف والنهي عن المنكر، ثم قال: اخرجوا بنا من هذه القرية الظالم أهلها إلى بعض كور الجبال أو إلى بعض هذه المدائن منكرين لهذه البدع المضلة. ثم اجتمعوا في منزل شريح بن أوفى العبسي، فقال ابن وهب: اشخصوا بنا إلى بلدة نجتمع فيها لإنفاذ حكم الله فإنكم أهل الحق. قال شريح: نخرج إلى المدائن فننزلها ونأخذها بأبوابها ونخرج منها سكانها. ابن الأثير، الكامل في التاريخ، 3: 213، 214

پھر خوارج ایک دوسرے کے ساتھ ملتے گئے اور وہ عبداللہ بن وہب راسبی کے گھر میں جمع ہوئے تو اس نے انہیں خطبہ دیا اور انہیں دنیا سے بے رغبتی کی تلقین کی۔انہیں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا حکم دیا۔پھر اس نے کہا: تم ہمارے ساتھ اِس بستی۔جس کے رہنے والے لوگ ظالم ہیں۔سے الگ تھلگ کسی پہاڑی علاقے یا ان شہروں میں سے کسی ایسے شہر کی طرف نکل چلو جس کے رہنے والے ان گمراہ کن بدعتوں کو مسترد کرتے ہوں۔پھر وہ شریح بن اوفی عبسی کے گھر جمع ہوئے تو وہاں ابن وہب نے کہا: ہمارے ساتھ ایسے شہر کی طرف نکل چلو جہاں ہم حکمِ الٰہی کو نافذ کرنے کے لئے جمع ہو جائیں کیونکہ تم ہی اہلِ حق ہو۔شریح نے کہا: ہم مدائن کی طرف نکلتے ہیں ہم وہاں جا کر پڑاؤ ڈالیں گے اور اس شہر پر قبضہ کر کے اس کے رہنے والوں کو وہاں سے نکال دیں گے۔

آگے چل کر امام ابن اثیر اس خط کا ذکر کرتے ہیں کہ جو منظم ہو کر مسلح گروہ تشکیل دینے کے بعد خوارج نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف تحریر کیا، جس کا ذکر گزشتہ صفحات میں عہد علوی میں خوارج کا تحریکی آغاز کے تحت ہو چکا ہے۔

امام ابن الاثیر نے خوارج کی اسی ذہنی کیفیت اور دہشت گردی و بربریت کو واضح کرنے کے لیے چند واقعات بیان کیے ہیں:

1۔خوارج نے حضرت عبداللہ بن خباب رضی اللہ عنہ اور ان کی زوجہ کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو

کافر نہ کہنے پر ذبح کر دیا۔ امام طبری، امام ابن الاثیر اور حافظ ابن کثیر روایت کرتے ہیں:

**فأضجعوه، فذبحوه، فسال دمه في الماء، وأقبلوا إلى المرأة . فقالت: أنا امرأة، ألا تتقون الله؟ فبقروا بطنها، وقتلوا ثلاث نسوة من طء** (.1. ابن الأثير، الكامل في التاريخ، 3: 219، 2. طبری، تاريخ الأمم والملوك، 3: 119، 3. ابن كثير، البداية والنهاية، 7: 288)

پس خوارج نے حضرت عبداللہ بن خباب رضی اللہ عنہ کو چت لٹا کر ذبح کر دیا۔ آپ کا خون پانی میں بہ گیا تو وہ آپ کی زوجہ کی طرف بڑھے۔ انہوں نے خوارج سے کہا: میں عورت ہوں، کیا تم (میرے معاملے میں) اللہ سے نہیں ڈرتے؟ (لیکن ان پر کوئی اثر نہ ہوا اور) اُنہوں نے ان کا پیٹ چاک کر ڈالا اور (ان سے ہمدردی جتانے پر) قبیلہ طے کی تین خواتین کو بھی قتل کر ڈالا۔

2۔ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت عبداللہ بن خباب رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر پہنچی تو آپ نے حارث بن مُرہ العبدی کو خوارج کے پاس دریافتِ احوال کے لیے بھیجا کہ معلوم کریں کیا ماجرا ہے؟ جب وہ خوارج کے پاس پہنچے اور حضرت عبداللہ کو شہید کرنے کا سبب پوچھا تو خوارج نے انہیں بھی شہید کر دیا۔ ابن الأثیر، الکامل فی التاریخ، 3:219

3۔ حافظ ابن کثیر البدایۃ والنہایۃ میں لکھتے ہیں کہ خوارج نے اِس واقعے کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جواب بھجوایا کہ:

**كلنا قتل إخوانكم، ونحن مستحلون دماء هم ودماء كم.** (ابن كثير، البداية والنهاية، 7: 288، 289)

ہم سب نے تمہارے بھائیوں کو قتل کیا ہے اور ہم تمہارے خون کو بھی جائز سمجھتے ہیں اور ان کے خون کو بھی۔

4۔ خوارج اسلامی ریاست کے نظم اور اتھارٹی کو چیلنج کرتے اور صحابہ کرام و تابعین عظام رضی اللہ عنہم کو مشرک قرار دیتے ہوئے ان کا خون جائز سمجھتے تھے۔ اس کا اندازہ اُس واقعے سے بھی ہوتا ہے جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت قیس بن سعد بن عبادہ انصاری رضی اللہ عنہ کو خوارج کی طرف مذاکرات کے لیے روانہ کیا تو انہوں نے خوارج سے کہا:

**عباد الله، أخرجوا إلينا طلبتنا منكم، وادخلوا في هذا الأمر الذي خرجتم منه، . . . فإنكم ركبتم عظيما من الأمر تشهدون علينا بالشرك وتسفكون دماء المسلمين.**

(ابن الأثیر، الکامل فی التاریخ، 3:219)

اے اللہ کے بندو! تم ہمارے مطلوبہ افراد ہمارے حوالے کر دو اور اس ریاست کی اتھارٹی میں داخل ہو جاؤ جس کے نظم اور عمل داری کو تم نے چیلنج کیا ہے۔ ۔ ۔ ۔ بے شک تم نے ایک بڑے جرم کا ارتکاب کیا ہے، تم ہمیں مشرک گردانتے ہو اور مسلمانوں کا خون بہاتے ہو۔

5۔ اسی طرح حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نمائندہ کے طور پر خوارج کو سمجھانے کی کوشش کی اور ان سے یہ کہا:

**عباد الله، إنا وإياكم على الحال الأولى التي كنا عليها، ليست بيننا وبينكم عداوة، فعلام**

تقاتلوننا؟(ابن الأثير، الكامل في التاريخ، 3: 219)

اے اللہ کے بندو! بے شک ہم اور تم بنیادی طور پر اسی حالت پر ہیں جس پر ہم پہلے تھے! ہمارے اور تمہارے درمیان اصلاً کوئی دشمنی نہیں ہے۔ پھر تم کس بنیاد پر ہمارے ساتھ قتال کرتے ہو؟

6۔ خوارج کی دہشت گردانہ اور باغیانہ ذہنی کیفیت کی وضاحت حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خوارج سے درج ذیل خطاب سے بھی ہوتی ہے:

**فبينوا لنا بم تستحلون قتالنا والخروج عن جماعتنا، وتضعون أسيافكم على عواتقكم، ثم تستعرضون الناس تضربون رقابهم، إن هذا لهو الخسران المبين، والله لو قتلتم على هذا دجاجة لعظم عند الله قتلها، فكيف بالنفس التي قتلها عند الله حرام.**

(ابن الأثير، الكامل في التاريخ، 3:220، 2. ابن كثير، البداية والنهاية، 7:226)

ہمیں بتاؤ کہ تم کس وجہ سے ہمارے ساتھ جنگ کو حلال سمجھتے ہو اور ریاست کی اتھارٹی سے خارج ہوئے ہو اور ہمارے خلاف ہتھیار اٹھاتے ہو؟ پھر تم معصوم لوگوں کی گردنیں مارنے کے لئے سامنے آ جاتے ہو۔ یقیناً یہ بہت بڑا خسارہ ہے۔ اللہ رب العزت کی قسم! اگر تم اس ارادے سے کسی مرغی کو بھی قتل کرو گے تو اللہ تبارک وتعالیٰ کے ہاں یہ برا کام ہوگا۔ اس لیے غور کرو کہ پھر اُس انسان کو قتل کرنا کتنا بڑا جرم ہوگا جس کا خون بہانا اللہ نے حرام قرار دیا ہے؟

7۔ جب حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کو امن کا جھنڈا عطا فرمایا تو حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے جا کر منادی کی:

**من جاء تحت هذه الراية فهو آمن، ومن لم يقتل ولم يستعرض فهو آمنٌ، ومن انصرف منكم إلى الكوفة أو إلى المدائن وخرج من هذه الجماعة فهو آمن.** (ابن الأثير، الكامل في التاريخ، 3: 221)

جو کوئی اس جھنڈے کے نیچے آ جائے گا وہ امن والا یعنی محفوظ و مامون ہو جائے گا؛ اور جس نے کوئی قتل کیا نہ مقابلہ کے لیے سامنے آیا اُسے بھی امان ہوگی اور تم میں سے جو کوئی کوفے یا مدائن کی طرف چلا گیا اور (خوارج کی) اس جماعت سے نکل گیا اُسے بھی امان مل جائے گی۔

مذکورہ بالا تمام بیانات اور استفسارات سے اس امر کی تصریح ہو جاتی ہے کہ خوارج حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ساتھ دینے والے جملہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور عامۃ المسلمین کو کافر و مشرک قرار دیتے اور واجب القتل اور مباح الدم سمجھتے تھے، اور موقع ملنے پر انہیں قتل کرنے سے بھی دریغ نہیں کرتے تھے۔

## خوارج مذہبی جذبات بھڑکا کر کس طرح ذہن سازی کرتے تھے؟

خوارج اپنی دعوت کی بنیاد قرآنی آیات پر استوار کرتے۔ وہ دینی غیرت و حمیت کو بھڑکا کر سادہ لوح مسلمانوں کا اپنا ہم نوا

بناتے۔ اُنہیں جہاد کے نام پر مسلمانوں کے قتل عام کے لیے تیار کرتے اور ان کو جنت کا لالچ دے کر مرنے مارنے کے لیے تیار کرتے۔ حافظ ابن کثیر البدایۃ والنہایۃ میں خوارج کے ایک گروہ سے زید بن حصن طائی سنبسی کے خطبہ کا ذکر ان الفاظ میں کرتے ہیں:

واجتمعوا أيضا في بيت زيد بن حصن الطائي السنبسي فخطبهم وحثهم على الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر، وتلا عليهم آيات من القرآن منها قوله تعالىٰ: يٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِي الْاَرْضِ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ( 1) وقوله تعالىٰ: وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ(2) وكذا التي بعدها وبعدها الظالمون الفاسقون . ثم قال: فأشهد على أهل دعوتنا من أهل قبلتنا أنهم قد اتبعوا الهوى، ونبذوا حكم الكتاب، وجاروا في القول والأعمال، وأن جهادهم حق على المؤمنين . فبكى رجل منهم يقال له عبد الله بن سخبرة السلمي، ثم حرض أولئك على الخروج على الناس، وقال في كلامه: واضربوا وجوههم وجباههم بالسيوف حتى يطاع الرحمن الرحيم، فإن أنتم ظفرتم وأطيع الله كما أردتم أثابكم ثواب المطيعين له العاملين بأمره، وإن قتلتم فأي شيء أفضل من المصير إلى رضوان الله وجنته ـ ص،26:38(2)المائدة،44:5(3)ابن کثیر،البدایۃ والنہایۃ،286:7

خوارج کا گروہ زید بن حصن طائی سنبسی کے گھر میں جمع ہوا تو اس نے انہیں خطبہ دیا اور اُنہیں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر ترغیب کے ذریعے تیار کیا اور ان کے سامنے قرآن مجید کی آیات تلاوت کیں جن میں اللہ تبارک وتعالیٰ کا یہ ارشاد گرامی ہے: (اے داؤد! بے شک ہم نے آپ کو زمین میں (اپنا) نائب بنایا سو تم لوگوں کے درمیان حق وانصاف کے ساتھ فیصلے (یا حکومت) کیا کرو اور خواہش کی پیروی نہ کرنا ورنہ (یہ پیروی) تمہیں راہ خدا سے بھٹکا دے گی۔) اور اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے: (اور جو شخص اللہ کے نازل کردہ حکم کے مطابق فیصلہ (وحکومت) نہ کرے، سو وہی لوگ کافر ہیںo) اس کے بعد اگلی آیت (اور جو شخص اللہ کے نازل کردہ حکم کے مطابق فیصلہ (وحکومت) نہ کرے سو وہی لوگ ظالم ہیںo) اور پھر اس سے اگلی آیت (اور جو شخص اللہ کے نازل کردہ حکم کے مطابق فیصلہ (وحکومت) نہ کرے سو وہی لوگ فاسق ہیںo)۔ یہ آیاتِ مبارکہ ان پر تلاوت کرنے کے بعد اس نے کہا: پس میں مسلمانوں میں سے اپنے مخاطبینِ دعوت پر گواہی دیتا ہوں کہ بے شک انہوں نے خواہشِ نفس کی پیروی کی اور کتاب اللہ کا حکم ترک کر دیا۔ انہوں نے قول اور عمل میں ظلم کا ارتکاب کیا، سو مومنوں پر ایسے لوگوں کے خلاف جہاد کرنا واجب ہے۔ (اس خطاب میں وہ خود کو یعنی گروہ خوارج کو مومن کہہ رہا تھا اور خواہشِ نفس کی پیروی کرنے والے ظالم، جن کے خلاف جہاد واجب ہے، سے اس کی مراد حضرت علی رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے۔) اس پر سامعین میں سے ایک شخص جس کا نام عبد اللہ بن سخبرہ السلمی تھا رو پڑا۔ پھر اس (زید بن حصن طائی) نے سامعین یعنی خوارج کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے خلاف خروج وبغاوت پر اکسایا اور دوران کلام

کہا: ان کے چہروں اور پیشانیوں پر تلواروں سے وار کرتے رہو یہاں تک کہ خدائے رحمٰن ورحیم کی اطاعت کی جائے۔

پس اگر تم کامیاب وکامران ہو گئے اور اللہ تبارک وتعالیٰ کی اطاعت تمہارے حسب منشا کی گئی تو اللہ رب العزت تمہیں اپنی اطاعت کرنے والوں اور اس کے حکم پر عمل پیرا ہونے والوں کا ثواب عطا فرمائے گا۔ اور اگر تم قتل کر دیے گئے تو اللہ کی رضا اور اس کی جنت حاصل کر لینے سے افضل کون سی چیز ہو سکتی ہے؟

آج ہم اپنے گردوپیش ہونے والی دہشت گردوں کی سرگرمیوں اور ان کے طریقہ کار کا جائزہ لیں تو یہ بھی ناپختہ ذہنوں، کم عمروں اور جوانوں کی washingbrain کے لئے بالکل وہی حربہ اور طریقہ استعمال کر رہے ہیں جو اُس دور کے خوارج کرتے تھے۔ اِن دہشت گردوں کے تصور اسلام کا اندازہ اس بات سے ہوتا ہے کہ ایک طرف تو مسلمانوں کو قتل کرنے سے بھی دریغ نہیں کرتے تھے لیکن دوسری طرف اسلام کی تعلیمات پر نہایت سختی سے عمل پیرا ہوتے۔ حافظ ابن کثیر بیان کرتے ہیں کہ ایک سفر کے دوران کسی درخت سے ایک کھجور گری، ایک خارجی نے وہ اٹھا کر منہ میں ڈال لی۔ دوسرا خارجی معترض ہوا کہ تو نے مالک سے اجازت لیے اور قیمت دیے بغیر یہ کھجور منہ میں کیوں ڈال لی ہے؟ اس نے فوراً پھینک دی۔ (ابن کثیر، البدایۃ والنہایۃ، 288:7)

اسی طرح امام ابن الاثیر بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ خارجیوں کے پاس سے غیر مسلم شہریوں کا ایک خنزیر گزرا تو ان میں سے ایک خارجی نے اسے تلوار سے مار ڈالا۔ دیگر خارجیوں نے اسے سخت ملامت کی کہ ایک غیر مسلم شہری کے خنزیر کو کیوں مار ڈالا۔ جب خنزیر کا مالک آیا تو اُس خارجی نے خنزیر کے مالک سے معافی مانگی اور اُسے (قیمت دے کر) راضی کیا۔

(ابن الأثیر، الکامل فی التاریخ، 218:3)

ایک طرف خوارج کی ظاہری دین داری دیکھیے اور دوسری طرف ان کی دہشت گردی، سفاکی اور بربریت ملاحظہ کیجیے۔ حافظ ابن کثیر البدایۃ والنہایۃ میں مزید لکھتے ہیں:

ومع هذا قدموا عبد الله بن خبّاب فذبحوه، وجاؤوا إلى امرأته فقالت: إني امرأة حبلى، ألا تتقون الله، فذبحوها وبقروا بطنها عن ولدها، فلما بلغ الناس هذا من صنيعهم خافوا إن هم ذهبوا إلى الشام واشتغلوا بقتال أهله أن يخلفهم هؤلاء في ذراريهم وديارهم بهذا الصنع، فخافوا غائلتهم، وأشاروا على علي بأن يبدأ بهؤلاء، ثم إذا فرغ منهم ذهب إلى أهل الشام بعد ذلك والناس آمنون من شر هؤلاء فاجتمع الرأى على هذا وفيه خيرة عظيمة لهم ولأهل الشام أيضا. فأرسل على رضى الله عنه إلى الخوارج رسولا من جهته وهو الحرب بن مرة العبدى، فقال: أخبر لي خبرهم، وأعلم لي أمرهم واكتب إلي به على الجلية، فلما قدم عليهم قتلوه ولم ينظروه، فلما بلغ ذلك عليا عزم على الذهاب إليهم أولا قبل أهل الشام. فبعثوا إلى على يقولون: كلنا قتل إخوانكم ونحن مستحلون دماء هم ودماء كم. فتقدم إليهم قيس بن سعد بن عبادة فوعظهم فيما ارتكبوه من الأمر العظيم، والخطب الجسيم، فلم ينفع وكذلك أبو أيوب

الأنصاري وتقدم أمير المؤمنين علي بن أبي طالب إليهم، فإنكم قد سولت لكم أنفسكم أمرا تقتلون عليه المسلمين، والله لو قتلتم عليه دجاجة لكان عظيما عند الله، فكيف بدماء المسلمين. (ابن کثیر، البدایۃ والنہایۃ، 288:7)

وہ حضرت عبداللہ بن خباب رضی اللہ عنہ کو نہر کے کنارے پر لائے اور ذبح کر دیا اور پھر ان کی اہلیہ کے پاس آئے تو اُس نے کہا: میں حاملہ ہوں، کیا تم اللہ سے نہیں ڈرتے ہو؟ انہوں نے اس کو بھی ذبح کر ڈالا اور اس کا پیٹ چاک کر کے بچہ باہر نکال پھینکا۔ جب لوگوں تک ان کے یہ کرتوت پہنچے تو وہ ڈر گئے کہ اگر وہ شام کی طرف چلے گئے اور اہل شام کے ساتھ جنگ میں مصروف ہو گئے تو یہ لوگ ان کے پیچھے ایسی ہی دہشت گردی ان کے اہل خانہ کے ساتھ انجام دیں گے۔ وہ اپنے اہل وعیال کے انجام سے ڈر گئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مشورہ دیا کہ آپ جنگ کا آغاز ان ہی دہشت گردوں سے کریں، پھر جب ان کے خاتمہ سے فارغ ہو جائیں تب اہل شام کی طرف متوجہ ہوں۔ اس طرح ان کے خاتمہ کے بعد لوگ ان کے شر سے محفوظ ہو جائیں گے۔ چنانچہ اس رائے پر اتفاق ہو گیا کیونکہ سب کی بہتری اسی میں تھی۔ پس حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حرب بن مرہ عبدی کو سفارت کار بنا کر خوارج کی طرف بھیجا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے انہیں فرمایا: مجھے اُن کی خبر دینا اور اُن کے معاملہ سے آگاہ کرتے رہنا اور میری طرف واضح طور پر لکھ بھیجنا۔ پس جب وہ ان (خارجیوں) کے پاس پہنچے تو انہوں نے ان کو قتل کر دیا اور انہیں کچھ بھی مہلت نہ دی۔ جب ان کے قتل کی خبر حضرت علی رضی اللہ عنہ تک پہنچی تو آپ رضی اللہ عنہ نے اُن (خارجیوں) کی طرف ملک شام سے پہلے جانے کا عزم کر لیا۔ اُنہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف یہ پیغام بھیجا۔ ہم نے مل کر تمہارے بھائیوں کو قتل کیا ہے اور ہم تمہارے اور ان کے خون کو جائز سمجھتے ہیں۔ پھر حضرت قیس بن سعد بن عبادہ ان (خارجیوں) کے پاس تشریف لے گئے اور اُنہیں سمجھایا کہ تم نے بہت بڑے گناہ کا ارتکاب کیا ہے لیکن آپ کے سمجھانے کا اُن پر کوئی اثر نہ ہوا۔ اسی طرح حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے بھی اُنہیں سمجھایا مگر بے سود! پھر امیر المؤمنین حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے اُن کی طرف پیغام بھیجا کہ تمہارے نفسوں نے تمہارے لئے حرام کو آراستہ کر دیا ہے اور اس بنا پر تم مسلمانوں کے قتل کو حلال سمجھنے لگ گئے ہو۔ بخدا! اگر اس اندازِ فکر سے مرغی بھی مارتے تو گناہ عظیم ہوتا، بے گناہ مسلمانوں کے قتل کے جرم کی سنگینی کا تو اندازہ بھی نہیں لگایا جا سکتا۔

کتب تاریخ کے مذکورہ اقتباسات سے ثابت ہو جاتا ہے کہ خوارج اِنسانی خون کو نہایت ارزاں گردانتے تھے اور اِنسانی جان کو قتل کرنا ان کے نزدیک کوئی معنی نہیں رکھتا تھا حتی کہ انہوں نے اُن نفوسِ قدسیہ کی خوں ریزی سے بھی گریز نہیں کیا جنہوں نے براہِ راست حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زیرِ سایہ تربیت و پرورش پائی تھی۔

چونکہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے واضح طور پر یہ بات سمجھا دی تھی کہ لَا یَزَالُوْنَ یَخْرُجُوْنَ (یہ خوارج ہمیشہ نکلتے رہیں گے) اس لئے موجودہ دور کے خوارج (دہشت گرد) بھی انہی صفات سے متصف ہونے کی بنا پر پہچانے جاتے ہیں۔ یہ بھی اپنے

پیش روؤں کی طرح لوگوں کا خون بہاتے ہیں، خواتین اور بچوں پر حملے کر کے انہیں اذیت ناک موت دیتے ہیں، ریاستی بالادستی اور نظام کو تسلیم نہیں کرتے، مساجد پر حملے کر کے انہیں مسمار کرتے ہیں، آبادیوں اور عوام الناس کو اپنے حملوں کا نشانہ بناتے ہیں اور لوگوں کو ذبح کرنے سے بھی گریز نہیں کرتے۔ یہ لوگ اپنے نظریات کے مخالف لوگوں کو قتل کرنے اور تباہی پھیلانے کو جہاد سمجھتے ہیں۔ یہ تمام انسانیت کُش کارروائیاں بلاشک وشبہ ان خوارج کے فکر وعمل کا ہی تسلسل ہیں۔

## خوارج کی نمایاں بدعات

گزشتہ صفحات میں دی گئی بنیادی مباحث سے یہ اَمر مترشح ہو جاتا ہے کہ خوارج دین میں نئی نئی بدعات ایجاد کرتے تھے۔ وہ قرآنی آیات اور احادیث نبویہ کا خودساختہ اطلاق کرتے اور غلط تاویل کے ذریعے اپنے مخالف مسلمانوں کو واجب القتل ٹھہراتے تھے۔ ذیل میں ان کی چند نمایاں بدعات درج کی جاتی ہیں جن میں سے اکثر کے بارے میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے ہی آگاہ فرما دیا تھا:

1۔ وہ کفار کے حق میں نازل ہونے والی آیات کا اطلاق مومنین پر کریں گے۔

(بخاری، الصحیح، کتاب، استتابة المرتدين والمعاندين وقتالهم، باب قتل الخوارج والملحدين بعد إقامة الحجة عليهم، 6:2539)

2۔ مسلمانوں کو قتل کریں گے اور بت پرستوں کو چھوڑ دیں گے۔

(بخاری، الصحیح، کتاب التوحید، باب قول الله تعالى: تعرج الملائكة والروح إليه، 6:2702، رقم:6995)

3۔ غیر مسلم اقلیتوں کے قتل کو حلال سمجھیں گے۔ (حاکم، المستدرک، 2:166، رقم:2657)

4۔ عبادت میں بہت متشدد اور غلو کرنے والے (extremist) ہوں گے۔ (ابویعلی، المسند، 1:90، رقم:90)

5۔ گناہ کبیرہ کے مرتکب کو دائمی جہنمی اور اس کا خون اور مال حلال قرار دیں گے۔

6۔ جس نے اپنے عمل اور غیر صائب رائے سے قرآن کی نافرمانی کی وہ کافر ہے۔

7۔ ظالم اور فاسق حکومت کے خلاف مسلح بغاوت اور خروج کو فرض قرار دیں گے۔

(1. عبدالقاہر بغدادی، الفرق بین الفرق:73، 2. ابن تیمیہ، مجموع فتاوی، 13:31)

ابتدائی تاریخ سے ہی یہ امر مترشح ہوتا ہے کہ خوارج اپنے عقائد ونظریات اور بدعات میں اس قدر انتہاء پسند تھے کہ اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی (نعوذ باللہ) کافر خیال کرتے اور ان پر کفر کے فتوے لگانے سے نہ ہچکچاتے۔ امام شہرستانی نے الملل والنحل میں لکھا ہے کہ زیاد بن اُمیہ نے عروہ بن ادیہ/اذینہ نامی خارجی سے پوچھا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا کیا حال تھا؟ اُس نے کہا: اچھے تھے۔ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا حال دریافت کیا؟ اُس نے کہا: ابتدا کے چھ سال تک اُن کو میں بہت دوست رکھتا تھا، پھر جب انہوں نے نئی نئی باتیں اور بدعتیں شروع کیں تو ان سے علیحدہ ہو گیا اس لئے کہ وہ آخر میں کافر ہو گئے تھے۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کا حال پوچھا تو اُس نے کہا: وہ بھی اوائل میں اچھے تھے، جب اُنہوں نے حَکَم بنایا تو (نعوذ باللہ) کافر ہو گئے۔ اس لئے ان سے بھی علیحدہ ہو گیا۔ پھر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا حال دریافت کیا تو اُس نے اُن کو سخت گالی

دی۔ (العیاذ باللہ۔ (شہرستانی، الملل والنحل، 118:1)

امام شہرستانی نے مزید لکھا ہے کہ خوارج حضرت عثمان، حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت عائشہ، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم سمیت تمام اہل اسلام کی جو اُن کے ساتھ تھے سب کی تکفیر کیا کرتے تھے اور سب کو دائمی دوزخی کہتے تھے۔ (2) (نعوذ باللہ من ذالك۔ (شہرستانی، الملل والنحل، 121:1)

## امام ابوبکر الآجُرِی کی تحقیق

امام ابوبکر الآجری (م 360ھ) نے کتاب الشریعۃ میں خوارج کی نمایاں بدعات سیئہ کا ذکر کرتے ہوئے ان کی مذمت میں نہایت مفصل تحقیق درج کی ہے اور اس کا عنوان یوں قائم کیا ہے:

باب ذم الخوارج وسوء مذهبهم وإباحة قتالهم، وثواب من قتلهم أو قتلوه:

خوارج کی مذمت، ان کی بدعقیدگی، ان کے ساتھ جنگ کرنے کے جواز اور ان کو قتل کرنے والے یا ان کے ہاتھوں شہید ہونے والے کے اجر وثواب کا بیان۔

امام ابوبکر الآجری لکھتے ہیں:

لم يختلف العلماء قديماً وحديثاً أن الخوارج قوم سوء، عصاة لله عزوجل ولرسوله صلى الله عليه وسلم، وإن صلوا وصاموا، واجتهدوا فى العبادة، فليس ذلك بنافع لهم، وإن أظهروا الأمر بالمعروف والنهى عن المنكر، وليس ذلك بنافع لهم، لأنهم قوم يتأولون القرآن على ما يهوون، ويموهون على المسلمين. وقد حذرنا الله عزوجل منهم، وحذرنا النبى صلى الله عليه وسلم، وحذرناهم الخلفاء الراشدون بعده، وحذرناهم الصحابة رضى الله عنهم ومن تبعهم بإحسان رحمة الله عليهم.

الخوارج هم الشراة الأنجاس الأرجاس، ومن كان على مذهبهم من سائر الخوارج، يتوارثون هذا المذهب قديماً وحديثاً، ويخرجون على الأئمة والأمراء ويستحلون قتل المسلمين.

وأوّل قرن طلع منهم على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم: هو رجل طعن على النبى صلى الله عليه وسلم، وهو يقسم الغنائم بالجعرانة، فقال: اعدل يا محمد، فما أراك تعدل، فقال صلى الله عليه وسلم: ويلك، فمن يعدل إذا لم أكن أعدل؟ فأراد عمر رضى الله عنه قَتْلَه، فمنعه النبى صلى الله عليه وسلم من قتله، وأخبر عليه الصلاة والسلام: أن هذا وأصحاباً له يحقر أحدكم صلاته مع صلاتهم، وصيامه مع صيامهم، يمرقون من الدين كما يمرق السهم من الرمية.

وأمر عليه الصلاة والسلام فى غير حديث بقتالهم، وبين فضل من قتلهم أو قتلوه . ثم إنهم بعد

**ذلك خرجوا من بلدان شتى، واجتمعوا وأظهروا الأمر بالمعروف والنهى عن المنكر، حتى قدموا المدينة، فقتلوا عثمان بن عفان رضى الله عنه. وقد اجتهد أصحاب رسول الله رضى الله عنه ممن كان في المدينة في أن لا يقتل عثمان، فما أطاقوا ذلك. ثم خرجوا بعد ذلك على أمير المؤمنين على بن أبى طالب رضى الله عنه، ولم يرضوا بحكمه، وأظهروا قولهم. وقالوا: لا حكم إلا لله، فقال على رضى الله عنه: كلمة حق أرادوا بها الباطل، فقاتلهم على رضى الله عنه فأكرمه الله عزوجل بقتلهم، وأخبر النبى صلى الله عليه وسلم بفضل من قتلهم أو قتلوه، وقاتل معه الصحابة رضى الله عنهم. فصار سيف على بن أبى طالب فى الخوارج سيف حق إلى أن تقوم الساعة.**

ائمہ متقدمین ومتاخرین کا اس امر پر اجماع ہے کہ خوارج ایک فساد انگیز گروہ ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نافرمانوں کا گروہ ہے۔ یہ صوم وصلوٰۃ کی خواہ کتنی پابندی کریں اور عبادت میں کتنی ہی محنت وریاضت کریں، یہ سب انہیں کچھ نفع نہ دے گا اور یہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا خواہ کتنا پرچار کریں، انہیں یہ بھی کچھ فائدہ نہ پہنچائے گا کیونکہ یہ ایسا گروہ ہے جو اپنی نفسانی خواہشات کے مطابق قرآن کی تفسیر وتاویل کرتا ہے اور مسلمانوں پر امور دین خلط ملط کر دیتا ہے۔ اللہ گ اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ان سے خبردار فرمایا ہے، خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم نے ہمیں ان سے بچنے کی تلقین فرمائی ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اور تابعین وتبع تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ نے ہمیں ان سے خبردار رہنے کی نصیحت فرمائی ہے۔

خوارج فتنہ پرور، شرانگیز اور پلید وناپاک افراد کا گروہ ہے، اور باقی تمام خوارج میں سے جس کسی نے بھی ان کا مذہب اور طریق اختیار کیا، وہ بھی ان کے حکم میں ہے کیونکہ قدیم خوارج ہوں یا آج کے دور کے جدید؛ یہ مذہب انہیں ایک دوسرے سے وراثت میں ملتا ہے۔ یہ حکومت وقت کے خلاف بغاوت کرتے ہیں اور عامۃ المسلمین کی خوں ریزی کو جائز قرار دیتے ہیں۔

خوارج کا اوّلین فرد عہد رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں نمودار ہوا۔ یہ وہ شخص تھا جس نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر اس وقت طعنہ زنی کی جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم جعرانہ کے مقام پر مالِ غنیمت تقسیم فرما رہے تھے۔ اس بدبخت نے کہا: اے محمد! عدل کیجیے! میرے خیال میں آپ عدل نہیں کر رہے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا: تو ہلاک ہو! اگر میں عدل نہیں کروں گا تو اور کون کرے گا؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو قتل کرنے کا ارادہ کیا مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اس کے قتل سے (حکمتِ نبوت کے تحت) روک دیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص سے متعلق خبر دیتے ہوئے فرمایا: اس کے ایسے ساتھی ہوں گے کہ تم میں سے ہر کوئی ان کے مقابلے میں اپنی نمازوں اور روزوں کو حقیر جانے گا، یہ دین سے اس طرح صاف نکل جائیں گے جس طرح تیر شکار سے نکل جاتا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں ان کے ساتھ جنگ کرنے کا حکم فرمایا اور ان کو قتل کرنے والے اور ان کے ہاتھوں شہید ہونے والے کی فضیلت بیان فرمائی۔ پھر یہ لوگ مختلف علاقوں سے نکل کر جمع ہوئے اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا پرچار کرنے لگے تا آنکہ یہ مدینہ منورہ پہنچے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا۔ اس وقت حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جو صحابہ رضی اللہ عنہم مدینہ منورہ میں موجود تھے انہوں نے بہت کوشش کی کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو قتل ہونے سے بچالیں مگر وہ کامیاب نہ ہو سکے۔ پھر انہی لوگوں نے بعد ازاں (جنگِ صفین میں اَمرِ تحکیم کے بعد) حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے خلاف بغاوت کی اور آپ کی خلافت کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا اور ایک نعرے کا پرچار شروع کر دیا کہ حکومت صرف اللہ کی ہے یا قانون صرف اللہ کا ہے۔ پس حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بات تو حق ہے مگر ان کی مراد باطل ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کے خلاف جنگ کی اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو انہیں قتل کرنے کی سعادت بخشی کیوں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں قتل کرنے والوں اور ان کے ہاتھوں شہید ہونے والوں کی افضلیت کی بشارت دی تھی۔ چونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے علاوہ آپ رضی اللہ عنہ کے ساتھ دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی ان کے خلاف جنگ کی۔ پس حضرت علیؑ کی خوارج کے خلاف مسلح جدوجہد قیامت تک کے لیے حق کی مثال بن گئی۔

امام ابوبکر الآجری مزید فرماتے ہیں:

**فلا ينبغي لمن رأى اجتهاد خارجي قد خرج على إمام، عادلاً كان الإمام أم جائراً، فخرج وجمع جماعة وسل سيفه، واستحل قتال المسلمين، فلا ينبغي له أن يغتر بقراءته للقرآن، ولا بطول قيامه في الصلاة، ولا بدوام صيامه، ولا بحسن ألفاظه في العلم إذا كان مذهبه مذهب الخوارج.**

حکومت وقت عدل وانصاف کی علم بردار ہو یا فسق وفجور کی راہ پر گامزن ہو، دونوں صورتوں میں جب کوئی شخص کسی خارجی کو دیکھے کہ اس نے حکومت کے خلاف مسلح بغاوت کر دی ہے اور اس کے خلاف کوئی لشکر تشکیل دے کر ہتھیار اٹھالئے ہیں اور پرامن مسلمان شہریوں کے ساتھ جنگ کرنا جائز قرار دے دیا ہے، تو جو شخص یہ سب کچھ دیکھے اس پر لازم ہے کہ وہ کسی خارجی کے قرآن پڑھنے، نماز میں طویل قیام کرنے، دائمی روزے رکھنے اور خوبصورت الفاظ میں علمی نکات بیان کرنے سے مرعوب نہ ہو اور نہ ہی اس کے دھوکے میں آئے۔ جب کہ ایسے اعمال کرنے والا شخص خوارج کے مذہب پر چلنے والا ہو۔

زیر بحث موضوع سے متعلق حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت سی احادیث مروی ہیں جنہیں امت مسلمہ کے کثیر علماء نے قبول کیا ہے۔

اس کے بعد امام آجری نے خوارج کے ساتھ جنگ کرنے، ان کو واصل جہنم کرنے اور ان کے ہاتھوں شہید ہونے کے اجر و

ثواب کے حوالے سے باب قائم کیا ہے اور اس میں احادیث بیان کی ہیں، جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

.1 عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رضی الله عنه قَالَ رَسُوْلَ اللهِ صلی الله علیه وسلم: يَخْرُجُ فِي آخِرِ الزَّمَانِ قَوْمٌ أَحْدَاثُ الْأَسْنَانِ سُفَهَاءُ الْأَحْلَامِ يَقُوْلُوْنَ مِنْ خَيْرِ قَوْلِ النَّاسِ، يَمْرُقُوْنَ مِنَ الْإِسْلَامِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ، مَنْ لَقِيَهُمْ فَلْيَقْتُلْهُمْ، فَإِنَّ قَتْلَهُمْ أَجْرٌ عِنْدَ اللهِ.

1. بخاری، الصحیح، کتاب استتابۃ المرتدین والمعاندین وقتالہم، باب قتل الخوارج والملحدین بعد إقامۃ الحجۃ علیہم، 6:2539، رقم: 6531، 2. مسلم، الصحیح، کتاب الزکاۃ، باب التحریض علی قتل الخوارج، 2:746، الرقم: 1066، 3. ترمذی، السنن، کتاب الفتن، باب فی صفۃ المارقۃ، 4:481، رقم: 2188

امام ترمذی نے السنن میں اس حدیث کو بیان کرنے کے بعد فرمایا: یہ روایت حضرت علی، حضرت ابو سعید اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہم سے بھی مروی ہے اور یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آخری زمانے میں ایسے لوگ (ظاہر ہوں گے یا) نکلیں گے جو کم عمر (نوجوان)، ناپختہ ذہن اور عقل سے کورے ہوں گے۔ وہ بظاہر لوگوں سے اچھی بات کریں گے مگر دین سے یوں خارج ہوں گے جیسے تیر شکار سے خارج ہو جاتا ہے۔ پس دورانِ جنگ جہاں بھی ان سے سامنا ہو انہیں قتل کیا جائے کیونکہ ان کو قتل کرنا اللہ کے ہاں اَجر و ثواب کا باعث ہوگا۔

.2 عَنْ أَبِي أُمَامَةَ: طُوْبَى لِمَنْ قَتَلَهُمْ وَقَتَلُوْهُ. 1. ابو داود، السنن، کتاب السنة، 4: 243، رقم: 4765، 2. احمد بن حنبل، المسند، 3: 224، رقم: 13362، 3. حاکم، المستدرك علی الصحیحین، 2: 161، رقم: 2649

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے (کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا): خوشخبری ہو اُسے جو انہیں قتل کرے اور جسے وہ قتل کریں۔

.3 وَعَنْهُ قَالَ صلی الله علیه وسلم: كِلَابُ أَهْلِ النَّارِ، كِلَابُ النَّارِ، كِلَابُ النَّارِ، ثَلَاثًا. ثُمَّ قَالَ: شَرُّ قَتْلَى قُتِلُوْا تَحْتَ ظِلِّ السَّمَاءِ، وَخَيْرُ قَتْلَى الَّذِيْنَ قَتَلُوْهُمْ. 1. ابن ماجه، السنن، المقدمة، باب في ذكر الخوارج، 1: 62، رقم: 176، 2. حاكم، المستدرك، 2: 163، رقم: 2654

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے ہی مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (خوارج) اہل دوزخ کے کتے ہیں، دوزخ کے کتے ہیں، دوزخ کے کتے ہیں۔ تین بار فرمایا۔ پھر فرمایا: یہ آسمان کے سائے تلے (یعنی زمین پر) قتل ہونے والے بدترین مقتول ہیں، اور بہترین مقتول وہ ہیں جنہیں یہ لوگ قتل کریں گے۔

.4 عَنْ عَلِيٍّ رضی الله عنه فَأَيْنَمَا لَقِيْتُمُوْهُمْ فَاقْتُلُوْهُمْ، فَإِنَّ قَتْلَهُمْ أَجْرٌ لِمَنْ قَتَلَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ.

1. بخاری، الصحیح، کتاب استتابۃ المرتدین والمعاندین وقتالہم، باب قتل الخوارج والملحدین بعد إقامۃ الحجۃ علیہم، 6:2539، رقم: 6531، 2. مسلم، الصحیح، کتاب الزکاۃ، باب التحریض علی قتل الخوارج، 2:746، رقم: 1066

حضرت علی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: پس تم انہیں جہاں کہیں پاؤ تو قتل کر دو کیونکہ ان کے قاتلوں کو بروزِ قیامت بے حد وحساب اجر ملے گا۔

.5 عَنْ عَائِشَةَ رضی الله عنها قَالَتْ: ذَكَرَ رَسُوْلُ اللهِ صلى الله عليه وسلم الْخَوَارِجَ فَقَالَ: هُمْ شِرَارُ أُمَّتِي يَقْتُلُهُمْ خِيَارُ أُمَّتِي. (هيثمى، مجمع الزوائد، 6: 239)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خوارج کا ذکر کیا اور فرمایا: وہ میری امت کے بدترین لوگ ہیں اور انہیں قتل کرنے والے میری اُمت کے بہترین لوگ ہوں گے۔

(دہشت گردی اور فتنہ خوارج، از: علامہ طاہر القادری)

## بَاب فِيْ قِتَالِ الْخَوَارِجِ

## باب 32: خوارج کے ساتھ جنگ کرنا

**166**- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى الْمَعْنٰى قَالَا حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ اَيُّوبَ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ عَبِيدَةَ اَنَّ عَلِيًّا ذَكَرَ اَهْلَ النَّهْرَوَانِ فَقَالَ فِيهِمْ رَجُلٌ مُودَنُ الْيَدِ اَوْ مُخْدَجُ الْيَدِ اَوْ مَثْدُونُ الْيَدِ لَوْلَا اَنْ تَبْطَرُوا لَنَبَّاْتُكُمْ مَا وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِينَ يَقْتُلُونَهُمْ عَلٰى لِسَانِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قُلْتُ اَنْتَ سَمِعْتَ هٰذَا مِنْهُ قَالَ قَالَ اِي وَرَبِّ الْكَعْبَةِ

✧✧ عبیدہ بیان کرتے ہیں' حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اہل نہروان کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا: ان میں ایک ایسا شخص ہوگا جس کا دایاں ہاتھ نامکمل ہوگا اگر تم لوگ یقین کرو تو میں تمہیں بتاتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی زبانی ان لوگوں کے ساتھ جنگ کرنے والوں کے ساتھ کیا وعدہ کیا ہے؟ راوی بیان کرتے ہیں' میں نے دریافت کیا: کیا آپ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی یہ بات سنی ہے۔ انہوں نے فرمایا: ہاں! رب کعبہ کی قسم!

**167**- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ اَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنْ اَبِيهِ عَنِ ابْنِ اَبِي نُعْمٍ عَنْ اَبِي سَعِيدِ الْخُدْرِيِّ قَالَ بَعَثَ عَلِيٌّ عَلَيْهِ السَّلَام اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِذُهَيْبَةٍ فِي تُرْبَتِهَا فَقَسَّمَهَا بَيْنَ اَرْبَعَةٍ بَيْنَ الْاَقْرَعِ بْنِ حَابِسٍ الْحَنْظَلِيِّ ثُمَّ الْمُجَاشِعِيِّ وَبَيْنَ عُيَيْنَةَ بْنِ بَدْرٍ الْفَزَارِيِّ وَبَيْنَ زَيْدِ الْخَيْلِ الطَّائِيِّ ثُمَّ اَحَدِ بَنِي نَبْهَانَ وَبَيْنَ عَلْقَمَةَ بْنِ عُلَاثَةَ الْعَامِرِيِّ ثُمَّ اَحَدِ بَنِي كِلَابٍ قَالَ فَغَضِبَتْ قُرَيْشٌ وَالْاَنْصَارُ وَقَالَتْ يُعْطِي صَنَادِيدَ اَهْلِ نَجْدٍ

حدیث 167:

اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث: 3166
اخرجه مسلم فی "صحیحه" رقم الحدیث: 1064
اخرجه النسائی فی "سننه" رقم الحدیث: 2578
اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث: 11666
اخرجه ابن حبان فی "صحیحه" رقم الحدیث: 25
اخرجه ابن خزیمه فی "صحیحه" رقم الحدیث: 2373
اخرجه النسائی فی "سننه الکبرٰی" رقم الحدیث: 2359
اخرجه البیهقی فی "سننه الکبرٰی" رقم الحدیث: 12724
اخرجه ابویعلی فی "مسنده" رقم الحدیث: 1163
اخرجه الحمیدی فی "مسنده" رقم الحدیث: 2234

وَيَدَعُنَا فَقَالَ إِنَّمَا أَتَأَلَّفُهُمْ قَالَ فَأَقْبَلَ رَجُلٌ غَائِرُ الْعَيْنَيْنِ مُشْرِفُ الْوَجْنَتَيْنِ نَاتِئُ الْجَبِينِ كَثُّ اللِّحْيَةِ مَحْلُوقٌ قَالَ اتَّقِ اللّٰهَ يَا مُحَمَّدُ فَقَالَ مَنْ يُطِيعُ اللّٰهَ إِذَا عَصَيْتُهُ أَيَأْمَنُنِي اللّٰهُ عَلٰى أَهْلِ الْأَرْضِ وَلَا تَأْمَنُونِي قَالَ فَسَأَلَ رَجُلٌ قَتْلَهُ أَحْسِبُهُ خَالِدَ بْنَ الْوَلِيدِ قَالَ فَمَنَعَهُ قَالَ فَلَمَّا وَلّٰى قَالَ إِنَّ مِنْ ضِئْضِئِ هٰذَا أَوْ فِي عَقِبِ هٰذَا قَوْمًا يَقْرَئُونَ الْقُرْآنَ لَا يُجَاوِزُ حَنَاجِرَهُمْ يَمْرُقُونَ مِنَ الْإِسْلَامِ مُرُوقَ السَّهْمِ مِنَ الرَّمِيَّةِ يَقْتُلُونَ أَهْلَ الْإِسْلَامِ وَيَدَعُونَ أَهْلَ الْأَوْثَانِ لَئِنْ أَنَا أَدْرَكْتُهُمْ قَتَلْتُهُمْ قَتْلَ عَادٍ

✧✧ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مٹی میں ملا ہوا کچھ سونا بھیجا تو آپ نے چار افراد کے درمیان تقسیم کر دیا۔ اقراع بن حابس حنظلی' عیینہ بن بدر فزاری' زید الخیل طائی اور علقمہ بن علاثہ عامری (ان کے درمیان تقسیم کیا) اس پر قریش اور انصار ناراض ہو گئے اور وہ بولے: کہ انہوں نے نجد کے سرداروں کو عطا کر دیا ہے اور ہمیں نہیں دیا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں ان کی تالیف قلب کرنا چاہتا ہوں۔ پھر ایک شخص آیا جس کی آنکھیں اندر دھنسی ہوئی تھیں اور اس کے رخسار ابھرے ہوئے تھے۔ اس کی پیشانی تنگ تھی' اس کی داڑھی گھنی تھی اور اس کا سر منڈا ہوا تھا اور وہ بولا: اے محمد! آپ اللہ تعالیٰ سے ڈریئے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کروں گا تو اس کی اطاعت کون کرے گا۔ اللہ تعالیٰ نے تو مجھے زمین والوں کے لئے امین بنایا ہے' تم مجھے امین نہیں سمجھتے ہو۔ راوی بیان کرتے ہیں' ایک صاحب نے اسے قتل کرنے کی اجازت مانگی۔ میرا خیال ہے کہ وہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں منع کر دیا جب وہ شخص چلا گیا تو آپ نے فرمایا: اس کی اولاد میں سے (یا اس کی پشت میں سے) وہ لوگ پیدا ہوں گے جو قرآن پڑھیں گے لیکن وہ ان کے حلق سے نیچے نہیں جائے گا اور وہ اسلام سے یوں نکل جائیں گے جیسے تیر نشانے سے نکل جاتا ہے۔ وہ لوگ اہل اسلام کے ساتھ جنگ کریں گے اور بت پرستوں کو چھوڑ دیں گے۔ اگر میں نے ان کا زمانہ پایا تو میں ان کے ساتھ جنگ کروں گا یوں جیسے قوم عاد کو قتل کیا گیا تھا۔

**168**- حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَاصِمٍ الْأَنْطَاكِيُّ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ وَمُبَشِّرٌ يَعْنِي ابْنَ إِسْمٰعِيلَ الْحَلَبِيَّ عَنْ أَبِي عَمْرٍو قَالَ يَعْنِي الْوَلِيدَ حَدَّثَنَا أَبُو عَمْرٍو قَالَ حَدَّثَنِي قَتَادَةُ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ وَأَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ سَيَكُونُ فِي أُمَّتِي اخْتِلَافٌ وَفُرْقَةٌ قَوْمٌ يُحْسِنُونَ الْقِيلَ وَيُسِيئُونَ الْفِعْلَ يَقْرَءُونَ الْقُرْآنَ لَا يُجَاوِزُ تَرَاقِيَهُمْ يَمْرُقُونَ مِنَ الدِّينِ مُرُوقَ السَّهْمِ مِنَ الرَّمِيَّةِ لَا يَرْجِعُونَ حَتّٰى يَرْتَدَّ عَلٰى فُوقِهِ هُمْ شَرُّ الْخَلْقِ وَالْخَلِيقَةِ طُوبٰى لِمَنْ قَتَلَهُمْ وَقَتَلُوهُ يَدْعُونَ إِلٰى كِتَابِ اللّٰهِ وَلَيْسُوا مِنْهُ فِي شَيْءٍ مَنْ قَاتَلَهُمْ كَانَ أَوْلٰى بِاللّٰهِ مِنْهُمْ قَالُوا يَا رَسُولَ اللّٰهِ مَا سِيمَاهُمْ قَالَ التَّحْلِيقُ

✧✧ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں' عنقریب میری امت میں اختلاف اور فرقہ بندی ہوگی۔ کچھ لوگ وہ ہوں گے جو باتیں اچھی کریں گے لیکن ان کے عمل برے ہوں گے۔ وہ قرآن کی تلاوت کریں گے لیکن وہ ان کے حلق سے نیچے نہیں جائے گا اور وہ دین سے یوں خارج ہو جائیں گے جیسے تیر نشانے سے نکل جاتا ہے اور پھر وہ واپس نہیں آتا یہاں تک وہ اوپر کی طرف سے لوٹ کر آئے۔ وہ مخلوق میں سے سب سے برے لوگ ہوں گے۔

اس شخص کے لئے خوشخبری ہے جو ان کے ساتھ جنگ کرے اور جس کے ساتھ وہ لوگ جنگ کریں۔ وہ لوگ انہیں اللہ کی کتاب کی طرف بلائیں گے لیکن ان کا ان کے ساتھ کوئی واسطہ نہیں ہوگا۔ جو شخص ان لوگوں کے ساتھ جنگ کرے گا تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان لوگوں کے مقابلے میں زیادہ مقرب ہوگا۔ لوگوں نے عرض کی ان لوگوں کی مخصوص نشانی کیا ہے یارسول اللہ (ﷺ)! نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: سرمنڈوانا۔

**169**- حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ قَالَ سِيمَاهُمُ التَّحْلِيقُ وَالتَّسْبِيدُ فَإِذَا رَاَيْتُمُوْهُمْ فَاَنِيمُوْهُمْ قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ التَّسْبِيدُ اسْتِئْصَالُ الشَّعْرِ

✧✧ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے اسی کی مانند ایک روایت منقول ہے تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں: ان کی مخصوص نشانی سرمنڈوانا ہے اور بالوں کو جڑ سے اکھاڑنا ہے۔ جب تم انہیں دیکھو تو انہیں فنا کردو۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں لفظ ''التسمید'' کا مطلب بالوں کو جڑ سے اکھاڑنا ہے۔

**170**- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ اَخْبَرَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ عَنْ خَيْثَمَةَ عَنْ سُوَيْدِ بْنِ غَفْلَةَ قَالَ قَالَ عَلِيٌّ عَلَيْهِ السَّلَامِ اِذَا حَدَّثْتُكُمْ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدِيثًا فَلَاَنْ اَخِرَّ مِنَ السَّمَاءِ اَحَبُّ اِلَيَّ مِنْ اَنْ اَكْذِبَ عَلَيْهِ وَاِذَا حَدَّثْتُكُمْ فِيمَا بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ فَاِنَّمَا الْحَرْبُ خَدْعَةٌ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ يَاْتِي فِي اٰخِرِ الزَّمَانِ قَوْمٌ حُدَثَاءُ الْاَسْنَانِ سُفَهَاءُ الْاَحْلَامِ يَقُوْلُوْنَ مِنْ قَوْلِ خَيْرِ الْبَرِيَّةِ يَمْرُقُوْنَ مِنَ الْاِسْلَامِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ لَا يُجَاوِزُ اِيْمَانُهُمْ حَنَاجِرَهُمْ فَاَيْنَمَا لَقِيتُمُوْهُمْ فَاقْتُلُوْهُمْ فَاِنَّ قَتْلَهُمْ اَجْرٌ لِمَنْ قَتَلَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

✧✧ حضرت علی رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں: جب میں نبی اکرم ﷺ کے حوالے سے تمہیں کوئی بات بتاؤں تو میرے نزدیک یہ بات زیادہ محبوب ہے کہ میں آسمان سے گر جاؤں' بہ نسبت اس کے کہ میں نبی اکرم ﷺ کی طرف جھوٹی بات منسوب کروں اور جب میں تمہیں اپنے اور تمہارے مسئلے کے بارے میں کچھ کہوں تو جنگ دھوکہ دہی کا نام ہے۔ میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد

حدیث 170:-

اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث: 4770
اخرجه مسلم فی "صحیحه" رقم الحدیث: 1066
اخرجه الترمذی فی "جامعه" رقم الحدیث: 2188
اخرجه النسائی فی "سننه" رقم الحدیث: 4102
اخرجه ابن ماجه فی "سننه" رقم الحدیث: 168
اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث: 616
اخرجه ابن حبان فی "صحیحه" رقم الحدیث: 6739
اخرجه النسائی فی "سننه الکبریٰ" رقم الحدیث: 3565
اخرجه البیهقی فی "سننه الکبریٰ" رقم الحدیث: 16474
اخرجه ابویعلی فی "مسنده" رقم الحدیث: 324
اخرجه الطبرانی فی "معجمه الصغیر" رقم الحدیث: 1049
اخرجه الطیالسی فی "مسنده" رقم الحدیث: 105
اخرجه امام احمد بن حنبل فی "فضائل الصحابة" رقم الحدیث: 1198
اخرجه عبدالرزاق الصنعانی فی "مصنفه" رقم الحدیث: 18677

فرماتے ہوئے سنا ہے۔ آخری زمانے میں کچھ لوگ ایسے پیدا ہوں گے جن کی عمریں کم ہوں گی اور ان میں عقل نام کی کوئی چیز نہیں ہوگی۔ وہ نبی اکرم ﷺ کے ارشادات اُن کے حوالے سے نقل کریں گے لیکن اسلام سے یوں خارج ہو جائیں گے جیسے تیر نشانے سے خارج ہو جاتا ہے۔ وہ قرآن یاد کریں گے لیکن ان کا قرآن ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا۔ جہاں کہیں بھی تم ان کا سامنا کرو تو ان کے ساتھ جنگ کرنا کیونکہ ان کو قتل کرنے کا اجر ملے گا۔ اس شخص کے لئے جو انہیں قتل کرے گا اور اس کو اجر قیامت کے دن ملے گا۔

**171**- حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ اَبِيْ سُلَيْمَانَ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ زَيْدُ ابْنُ وَهْبٍ الْجُهَنِيُّ اَنَّهُ كَانَ فِي الْجَيْشِ الَّذِيْنَ كَانُوْا مَعَ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ الَّذِيْنَ سَارُوْا اِلَى الْخَوَارِجِ فَقَالَ عَلِيٌّ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ يَخْرُجُ قَوْمٌ مِّنْ اُمَّتِيْ يَقْرَءُوْنَ الْقُرْاٰنَ لَيْسَتْ قِرَاءَتُكُمْ اِلٰى قِرَاءَتِهِمْ شَيْئًا وَّلَا صَلَاتُكُمْ اِلٰى صَلَاتِهِمْ شَيْئًا وَّلَا صِيَامُكُمْ اِلٰى صِيَامِهِمْ شَيْئًا يَقْرَءُوْنَ الْقُرْاٰنَ يَحْسِبُوْنَ اَنَّهُ لَهُمْ وَهُوَ عَلَيْهِمْ لَا تُجَاوِزُ صَلَاتُهُمْ تَرَاقِيَهُمْ يَمْرُقُوْنَ مِنَ الْاِسْلَامِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ لَوْ يَعْلَمُ الْجَيْشُ الَّذِيْنَ يُصِيْبُوْنَهُمْ مَا قُضِيَ لَهُمْ عَلٰى لِسَانِ نَبِيِّهِمْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَنَكَلُوْا عَنِ الْعَمَلِ وَاٰيَةُ ذٰلِكَ اَنَّ فِيْهِمْ رَجُلًا لَهُ عَضُدٌ وَّلَيْسَتْ لَهُ ذِرَاعٌ عَلٰى عَضُدِهِ مِثْلُ حَلَمَةِ الثَّدْيِ عَلَيْهِ شَعَرَاتٌ بِيْضٌ اَفَتَذْهَبُوْنَ اِلٰى مُعَاوِيَةَ وَاَهْلِ الشَّامِ وَتَتْرُكُوْنَ هٰٓؤُلَاءِ يَخْلُفُوْنَكُمْ فِيْ ذَرَارِيِّكُمْ وَاَمْوَالِكُمْ وَاللّٰهِ اِنِّيْ لَاَرْجُوْ اَنْ يَّكُوْنُوْا هٰٓؤُلَاءِ الْقَوْمَ فَاِنَّهُمْ قَدْ سَفَكُوا الدَّمَ الْحَرَامَ وَاَغَارُوْا فِيْ سَرْحِ النَّاسِ فَسِيْرُوْا عَلَى اسْمِ اللّٰهِ قَالَ سَلَمَةُ بْنُ كُهَيْلٍ فَنَزَّلَنِيْ زَيْدُ ابْنُ وَهْبٍ مَّنْزِلًا مَّنْزِلًا حَتّٰى مَرَّ بِنَا عَلٰى قَنْطَرَةٍ قَالَ فَلَمَّا الْتَقَيْنَا وَعَلَى الْخَوَارِجِ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ الرَّاسِبِيُّ فَقَالَ لَهُمْ اَلْقُوا الرِّمَاحَ وَسُلُّوا السُّيُوْفَ مِنْ جُفُوْنِهَا فَاِنِّيْ اَخَافُ اَنْ يُّنَاشِدُوْكُمْ كَمَا نَاشَدُوْكُمْ يَوْمَ حَرُوْرَاءَ قَالَ فَوَحَّشُوْا بِرِمَاحِهِمْ وَاسْتَلُّوا السُّيُوْفَ وَشَجَرَهُمُ النَّاسُ بِرِمَاحِهِمْ قَالَ وَقُتِلُوْا بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضِهِمْ قَالَ وَمَا اُصِيْبَ مِنَ النَّاسِ يَوْمَئِذٍ اِلَّا رَجُلَانِ فَقَالَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ الْتَمِسُوْا فِيْهِمُ الْمُخْدَجَ فَلَمْ يَجِدُوْا قَالَ فَقَامَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ بِنَفْسِهِ حَتّٰى اَتٰى نَاسًا قَدْ قُتِلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ فَقَالَ اَخْرِجُوْهُمْ فَوَجَدُوْهُ مِمَّا يَلِي الْاَرْضَ فَكَبَّرَ وَقَالَ صَدَقَ اللّٰهُ وَبَلَّغَ رَسُوْلُهُ فَقَامَ اِلَيْهِ عَبِيْدَةُ السَّلْمَانِيُّ فَقَالَ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَاللّٰهِ الَّذِيْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ لَقَدْ سَمِعْتَ هٰذَا مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِيْ وَاللّٰهِ الَّذِيْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ حَتَّى اسْتَحْلَفَهُ ثَلَاثًا وَّهُوَ يَحْلِفُ

✧✧ حضرت زید بن وہب جہنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' یہ اس لشکر میں شامل تھے جو خوارج کی طرف گیا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: میری امت میں ایسے لوگ نکلیں گے جو قرآن کی تلاوت کریں گے تمہاری قرأت کی ان کے سامنے کوئی حیثیت نہیں ہوگی۔ ان کی نماز کے سامنے تمہاری نماز کی کوئی حیثیت نہیں ہوگی۔ ان

حدیث 171:—

اخرجه البيهقي في "سننه الكبرىٰ" رقم الحديث:16477

کے روزوں کے سامنے تمہارے روزوں کی کوئی حیثیت نہیں ہوگی۔ وہ قرآن کی تلاوت کریں گے اور یہ سمجھیں گے کہ یہ ان کے حق میں ہے لیکن وہ ان کے خلاف ہوگا۔ ان کی نماز ان کے حلق سے نیچے نہیں جائے گی اور وہ اسلام سے یوں خارج ہو جائیں گے جیسے تیر نشانے سے خارج ہوتا ہے۔ جو لشکر ان لوگوں کا مقابلہ کرے گا اگر اسے اس بات کا علم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی زبانی ان کے لئے کیا فیصلہ کیا ہے تو وہ اسی عمل پر بھروسہ کر لیں گے۔ ان کی نشانی یہ ہوگی کہ ان میں ایک ایسا شخص ہوگا جس کا بازو ہوگا لیکن اس کی کلائی نہیں ہوگی۔ اس کے بازو کے اوپر پستان کے سرے کی طرح ابھار ہوگا جس پر سفید بال موجود ہوں گے۔ (حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں) کیا تم لوگ معاویہ اور اہل شام (سے لڑنے) کے لئے چلے جاتے ہو اور ان لوگوں کو اپنے پیچھے اپنے بال بچوں اور اموال میں چھوڑ جاتے ہو۔ اللہ کی قسم! میرا خیال ہے کہ یہ وہی لوگ ہیں کیونکہ انہوں نے خون بہانے کو مباح قرار دیا ہے اور لوگوں کے مال و اسباب پر غارت گری کی ہے تم اللہ کا نام لے کر روانہ ہو جاؤ۔

سلمہ بن کہیل بیان کرتے ہیں' حضرت زید بن وہب نے مجھے وہ جگہ دکھائی جب ہم پل کے اوپر سے گزرے تو حضرت زید نے بتایا: جب ہمارا ان دشمنوں سے سامنا ہوا تو خوارج کا امیر عبداللہ بن وہب تھا۔ اس نے ان سے کہا: تم اپنے نیزے رکھ دو اور تلواریں نکال لو! مجھے یہ اندیشہ ہے کہ لوگ تمہیں اسی طرح قسم دیں گے جیسا کہ انہوں نے حروراء کے دن قسم دی تھی۔ راوی بیان کرتے ہیں' تو انہوں نے اپنے نیزے پھینک دیئے اور تلواریں نکال لیں تو ہم لوگوں نے انہیں اپنے نیزوں کے اوپر رکھ لیا۔ ان میں سے بہت سے لوگ مارے گئے لیکن ہم میں سے صرف دو افراد شہید ہوئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ان کے درمیان اس شخص کو تلاش کرو جس کا ایک بازو نامکمل ہو۔ لوگوں کو وہ شخص نہیں ملا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ بذات خود اٹھے اور ان مرے ہوئے لوگوں کے پاس گئے جو ایک دوسرے پر مرے ہوئے تھے۔ آپ نے فرمایا: ان میں سے نکالو تو لوگوں نے اسے زمین کے ساتھ ملا ہوا پایا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تکبیر کہی اور بولے: اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا ہے اور اس کے رسول نے تبلیغ کر دی ہے۔ حضرت عبیدہ سلمانی' حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور عرض کی: اے امیر المومنین کیا اللہ کی قسم! جس کے علاوہ اور کوئی معبود نہیں ہے؟ کیا آپ نے نبی اکرم کی زبانی یہ بات سنی ہے؟ حضرت علی نے جواب دیا: ہاں! اس ذات کی قسم! جس کے علاوہ اور کوئی معبود نہیں ہے۔ تو عبیدہ سلمانی نے تین مرتبہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے قسم لی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قسم اٹھا کر یہ بات بیان کی۔

**172-** حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ جَمِيلِ بْنِ مُرَّةَ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُو الْوَضِيءِ قَالَ قَالَ عَلِيٌّ عَلَيْهِ السَّلَام اطْلُبُوا الْمُخْدَجَ فَذَكَرَ الْحَدِيثَ فَاسْتَخْرَجُوهُ مِنْ تَحْتِ الْقَتْلٰى فِي طِينٍ قَالَ اَبُو الْوَضِيءِ فَكَاَنِّي اَنْظُرُ اِلَيْهِ حَبَشِيٌّ عَلَيْهِ قُرَيْطِقٌ لَهُ اِحْدَى يَدَيْنِ مِثْلُ ثَدْيِ الْمَرْاَةِ عَلَيْهَا شُعَيْرَاتٌ مِثْلُ شُعَيْرَاتِ الَّتِي

حدیث 172:

اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحديث: 1179 — اخرجه الحاكم فی "المستدرك" رقم الحديث: 2658

اخرجه البيهقی فی "سننه الكبرى" رقم الحديث: 3757 — اخرجه ابويعلى فی "مسنده" رقم الحديث: 480

اخرجه الطبرانی فی "معجمه الصغير" رقم الحديث: 1537 — اخرجه امام احمد فی "فضائل الصحابة" رقم الحديث: 1231

اخرجه الحميدی فی "مسنده" رقم الحديث: 169 — اخرجه عبدالرزاق الصنعانی فی "مصنفه" رقم الحديث: 5962

تَكُوْنُ عَلٰى ذَنَبِ الْيَرْبُوْعِ

✧✧ ابوالوضی بیان کرتے ہیں' حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نامکمل ہاتھ والے شخص کو تلاش کرو (امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں) اس کے بعد انہوں نے پوری حدیث نقل کی ہے۔ پھر ان لوگوں نے مقتولین کے نیچے سے مٹی میں ملے ہوئے اس شخص کو نکالا۔ ابوالوضی بیان کرتے ہیں' میں اسے گویا ابھی بھی دیکھ رہا ہوں۔ وہ حبشی تھا اس نے قریطق پہنا ہوا تھا۔ اس کا ایک بازو اس طرح تھا جیسے عورت کی چھاتی ہوتی ہے۔ اس پر کچھ بال موجود تھے جیسے جنگلی چوہے کی دم پر موجود ہوتے ہیں۔

**173**- حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا شَبَابَةُ بْنُ سَوَّارٍ عَنْ نُعَيْمِ بْنِ حَكِيْمٍ عَنْ اَبِىْ مَرْيَمَ قَالَ اِنْ كَانَ ذٰلِكَ الْمُخْدَجُ لَمَعَنَا يَوْمَئِذٍ فِى الْمَسْجِدِ نُجَالِسُهُ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَكَانَ فَقِيْرًا وَّرَاَيْتُهُ مَعَ الْمَسَاكِيْنِ يَشْهَدُ طَعَامَ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَعَ النَّاسِ وَقَدْ كَسَوْتُهُ بُرْنُسًا لِىْ قَالَ اَبُوْ مَرْيَمَ وَكَانَ الْمُخْدَجُ يُسَمّٰى نَافِعًا ذَا الثُّدَيَّةِ وَكَانَ فِىْ يَدِهٖ مِثْلُ ثَدْىِ الْمَرْاَةِ عَلٰى رَاْسِهٖ حَلَمَةٌ مِثْلُ حَلَمَةِ الثَّدْىِ عَلَيْهِ شُعَيْرَاتٌ مِثْلُ سِبَالَةِ السِّنَّوْرِ

قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ وَهُوَ عِنْدَ النَّاسِ اسْمُهُ حَرْقُوْسُ

✧✧ ابومریم بیان کرتے ہیں' وہ نامکمل ہاتھ والا شخص ہمارے ساتھ مسجد میں موجود تھا۔ ہم رات اور دن اس کے ساتھ بیٹھا کرتے تھے۔ وہ غریب آدمی تھا میں نے اسے ان غریبوں کے ساتھ دیکھا ہے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس کھانا کھانے کے لئے لوگوں کے ساتھ آیا کرتے تھے۔ میں نے اسے اپنی ٹوپی بھی پہننے کے لئے دی تھی۔ ابومریم بیان کرتے ہیں' اس نامکمل ہاتھ والے شخص کا نام چھاتی والا تھا۔ اس کا ایک ہاتھ عورت کی چھاتی کی طرح تھا۔ اس پر اسی طرح گھنڈی بنی ہوئی تھی جیسے چھاتی کے اوپر گھنڈی بنی ہوتی ہے اور اس پر کچھ بال تھے جیسے بلی کی مونچھ کے بال ہوتے ہیں۔

## بَابٌ فِىْ قِتَالِ اللُّصُوْصِ

## باب 33: چوروں کے ساتھ لڑائی کرنا

**174**- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ سُفْيَانَ قَالَ حَدَّثَنِىْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ حَسَنٍ قَالَ حَدَّثَنِىْ عَمِّىْ اِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ طَلْحَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو عَنِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ اُرِيْدَ مَالُهٗ بِغَيْرِ حَقٍّ فَقَاتَلَ فَقُتِلَ فَهُوَ شَهِيْدٌ

✧✧ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں' جس شخص کے مال کو ناحق طور پر چھینا جانے لگا ہو اور وہ لڑتے ہوئے مارا جائے تو وہ شہید ہوگا۔

حدیث 174:

اخرجه الترمذی فی "جامعه" رقم الحديث: 1420

اخرجه النسائی فی "سننه" رقم الحديث: 4088

اخرجه ابن ماجه فی "سننه" رقم الحديث: 2581

اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحديث: 6816

اخرجه النسائی فی "سننه الكبرىٰ" رقم الحديث: 3551

اخرجه البيهقی فی "سننه الكبرىٰ" رقم الحديث: 16555

175- حَدَّثَنَا هَارُوْنُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا اَبُوْ دَاوٗدَ الطَّيَالِسِيُّ وَسُلَيْمَانُ بْنُ دَاوٗدَ يَعْنِىْ اَبَا اَيُّوْبَ الْهَاشِمِيَّ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ ابْنِ سَعْدٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِىْ عُبَيْدَةَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ عَنْ طَلْحَةَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَوْفٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ زَيْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قُتِلَ دُوْنَ مَالِهٖ فَهُوَ شَهِيْدٌ وَّمَنْ قُتِلَ دُوْنَ اَهْلِهٖ اَوْ دُوْنَ دَمِهٖ اَوْ دُوْنَ دِيْنِهٖ فَهُوَ شَهِيْدٌ

✧✧ حضرت طلحہ بن عبیداللہ‘ حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ بیان نقل کرتے ہیں‘ جو شخص اپنے مال کی حفاظت کرتے ہوئے مارا جائے وہ شہید ہے۔ جو شخص اپنے اہل خانہ کی حفاظت کرتے ہوئے مارا جائے وہ شہید ہے۔ جو شخص اپنی جان یا اپنے دین کی حفاظت کرتے ہوئے مارا جائے وہ شہید ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

# كِتَابُ الْفِتَنِ وَالْمَلَاحِمِ

## فتنوں (کے بیان سے متعلق) کتاب

## بَاب ذِكْرِ الْفِتَنِ وَدَلَائِلِهَا

## باب 1: فتنوں کا تذکرہ اوران کے دلائل (نشانیاں)

**176**- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ قَامَ فِينَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَائِمًا فَمَا تَرَكَ شَيْئًا يَكُونُ فِي مَقَامِهِ ذٰلِكَ إِلَى قِيَامِ السَّاعَةِ إِلَّا حَدَّثَهُ حَفِظَهُ مَنْ حَفِظَهُ وَنَسِيَهُ مَنْ نَسِيَهُ قَدْ عَلِمَهُ أَصْحَابُهُ هٰؤُلَاءِ وَإِنَّهُ لَيَكُونُ مِنْهُ الشَّيْءُ فَأَذْكُرُهُ كَمَا يَذْكُرُ الرَّجُلُ وَجْهَ الرَّجُلِ إِذَا غَابَ عَنْهُ ثُمَّ إِذَا رَآهُ عَرَفَهُ

✧✧ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان کھڑے ہوئے اور آپ نے اسی جگہ کھڑے ہو کر قیامت تک ہونے والی ہر اہم بات کو بیان کر دیا جس نے جو یاد رکھا۔ اس نے اسے یاد رکھا اور جو اسے بھول گیا وہ اسے بھول گیا۔ میرے ساتھی جانتے ہیں' جب ان میں سے کوئی چیز رونما ہوتی ہے تو مجھے وہ بات یاد آ جاتی ہے جیسے کوئی شخص دوسرے شخص کو جانتا ہے۔ جب وہ شخص اس کے سامنے موجود نہیں ہوتا لیکن جب وہ اسے دیکھ لیتا ہے تو اسے پہچان لیتا ہے۔

**177**- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ فَارِسٍ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ أَخْبَرَنَا ابْنُ فَرُّوخَ أَخْبَرَنِي أُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ أَخْبَرَنِي ابْنٌ لِقَبِيصَةَ بْنِ ذُؤَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَالَ حُذَيْفَةُ بْنُ الْيَمَانِ وَاللّٰهِ مَا أَدْرِي أَنَسِيَ أَصْحَابِي أَمْ تَنَاسَوْا وَاللّٰهِ مَا تَرَكَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ قَائِدِ فِتْنَةٍ إِلَى أَنْ تَنْقَضِيَ الدُّنْيَا يَبْلُغُ مَنْ مَعَهُ ثَلَاثَ مِائَةٍ فَصَاعِدًا إِلَّا قَدْ سَمَّاهُ لَنَا بِاسْمِهِ وَاسْمِ أَبِيهِ وَاسْمِ قَبِيلَتِهِ

✧✧ حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔ اللہ کی قسم! مجھے نہیں معلوم کہ میرے ساتھی اس بات کو بھول چکے ہیں یا وہ جان بوجھ کر ایسا ظاہر کرتے ہیں۔ اللہ کی قسم! نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر ایسے فتنے کے قائد کے بارے میں بتا دیا ہے جو دنیا ختم ہونے

حدیث 176:

اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث: 6230
اخرجه مسلم فی "صحیحه" رقم الحدیث: 2891
اخرجه الترمذی فی "جامعه" رقم الحدیث: 2191
اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث: 23357
اخرجه ابویعلی فی "مسنده" رقم الحدیث: 1101
اخرجه الطبرانی فی "معجمه الکبیر" رقم الحدیث: 1077
اخرجه الحمیدی فی "مسنده" رقم الحدیث: 752

سے پہلے آئے گا اور اس کے ساتھ تین سو یا اس سے زیادہ افراد ہوں گے۔ آپ نے ہمارے سامنے اس کا نام، اس کے باپ کا نام اس کے قبیلے کا نام تک بیان کیا ہے۔

**178**- حَدَّثَنَا هَارُوْنُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا اَبُوْ دَاوُدَ الْحَفَرِيُّ عَنْ بَدْرِ بْنِ عُثْمَانَ عَنْ عَامِرٍ عَنْ رَّجُلٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَكُوْنُ فِيْ هٰذِهِ الْاُمَّةِ اَرْبَعُ فِتَنٍ فِيْ اٰخِرِهَا الْفَنَاءُ

✧✧ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: اس امت میں چار فتنے ہوں گے۔ جن کے آخر میں (دنیا) فنا ہو جائے گی۔

**179**- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ عُثْمَانَ بْنِ سَعِيْدٍ الْحِمْصِيُّ حَدَّثَنَا اَبُو الْمُغِيْرَةِ حَدَّثَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَالِمٍ حَدَّثَنِي الْعَلَاءُ بْنُ عُتْبَةَ عَنْ عُمَيْرِ بْنِ هَانِئٍ الْعَنْسِيِّ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ يَقُوْلُ كُنَّا قُعُوْدًا عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ فَذَكَرَ الْفِتَنَ فَاَكْثَرَ فِيْ ذِكْرِهَا حَتّٰى ذَكَرَ فِتْنَةَ الْاَحْلَاسِ فَقَالَ قَائِلٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا فِتْنَةُ الْاَحْلَاسِ قَالَ هِيَ هَرَبٌ وَّحَرْبٌ ثُمَّ فِتْنَةُ السَّرَّاءِ دَخَنُهَا مِنْ تَحْتِ قَدَمَيْ رَجُلٍ مِّنْ اَهْلِ بَيْتِيْ يَزْعُمُ اَنَّهُ مِنِّيْ وَلَيْسَ مِنِّيْ وَاِنَّمَا اَوْلِيَائِي الْمُتَّقُوْنَ ثُمَّ يَصْطَلِحُ النَّاسُ عَلٰى رَجُلٍ كَوَرِكٍ عَلٰى ضِلَعٍ ثُمَّ فِتْنَةُ الدُّهَيْمَاءِ لَا تَدَعُ اَحَدًا مِّنْ هٰذِهِ الْاُمَّةِ اِلَّا لَطَمَتْهُ لَطْمَةً فَاِذَا قِيْلَ انْقَضَتْ تَمَادَتْ يُصْبِحُ الرَّجُلُ فِيْهَا مُؤْمِنًا وَّيُمْسِيْ كَافِرًا حَتّٰى يَصِيْرَ النَّاسُ اِلٰى فُسْطَاطَيْنِ فُسْطَاطِ اِيْمَانٍ لَا نِفَاقَ فِيْهِ وَفُسْطَاطِ نِفَاقٍ لَا اِيْمَانَ فِيْهِ فَاِذَا كَانَ ذَاكُمْ فَانْتَظِرُوا الدَّجَّالَ مِنْ يَّوْمِهٖ اَوْ مِنْ غَدِهٖ

✧✧ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' ایک مرتبہ ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ نے فتنوں کا تذکرہ کیا۔ آپ نے کثرت سے ان کا تذکرہ کیا۔ آپ نے ''احلاس'' کے فتنے کا تذکرہ کیا۔ ایک شخص نے عرض کی: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! ''احلاس'' کا فتنہ کیا ہے۔ آپ نے فرمایا: (جان بچانے کے لئے) بھاگنا ہوگا اور جنگ ہوگی پھر آپ نے فتنہ ''سراء'' کا تذکرہ کیا جو میرے اہل بیت سے تعلق رکھنے والے ایک شخص سے ظاہر ہوگا۔ وہ یہ سمجھے گا کہ اس کا مجھ سے تعلق ہے حالانکہ اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں ہوگا کیونکہ میرے ساتھی پرہیزگار لوگ ہیں۔ پھر لوگ ایسے شخص کو اپنا امیر مقرر کر لیں گے جو پسلی پر سرین کی طرح ہوگا پھر ''دہیماء'' کا فتنہ ہوگا جو اس امت کے کسی بھی فرد کو نہیں چھوڑے گا اسے کم از کم طمانچہ ضرور مارے گا اور جب یہ کہا جائے گا کہ اب یہ ختم ہونے لگا ہے تو وہ اور بھڑک اٹھے گا۔ اس میں صبح کے وقت بندہ مومن ہوگا اور شام کے وقت کافر ہو چکا ہوگا۔ یہاں تک کہ لوگ دو گروہوں میں تقسیم ہو چکے ہوں گے۔ ایک گروہ میں صرف ایمان ہوگا اور اس میں کوئی نفاق نہیں ہوگا اور ایک گروہ میں صرف نفاق ہوگا۔ اس میں کوئی ایمان نہیں ہوگا۔ جب ایسا ہو جائے تو اسی دن یا اس سے اگلے دن دجال کے آنے کا انتظار کرنا۔

**180**- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ نَّصْرِ بْنِ عَاصِمٍ عَنْ سُبَيْعِ بْنِ خَالِدٍ قَالَ اَتَيْتُ الْكُوْفَةَ فِيْ زَمَنٍ فُتِحَتْ تُسْتَرُ اَجْلُبُ مِنْهَا بِغَالًا فَدَخَلْتُ الْمَسْجِدَ فَاِذَا صَدْعٌ مِّنَ الرِّجَالِ وَاِذَا رَجُلٌ جَالِسٌ

---

حدیث 179:

اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحديث: 6168 اخرجه الحاكم فی "المستدرك" رقم الحديث: 8441

تَعْرِفُ إِذَا رَأَيْتَهُ أَنَّهُ مِنْ رِجَالِ أَهْلِ الْحِجَازِ قَالَ قُلْتُ مَنْ هٰذَا فَتَجَهَّمَنِي الْقَوْمُ وَقَالُوا أَمَا تَعْرِفُ هٰذَا هٰذَا حُذَيْفَةُ بْنُ الْيَمَانِ صَاحِبُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ حُذَيْفَةُ إِنَّ النَّاسَ كَانُوا يَسْأَلُونَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْخَيْرِ وَكُنْتُ أَسْأَلُهُ عَنِ الشَّرِّ فَأَحْدَقَهُ الْقَوْمُ بِأَبْصَارِهِمْ فَقَالَ إِنِّي أَرَى الَّذِي تُنْكِرُونَ إِنِّي قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَرَأَيْتَ هٰذَا الْخَيْرَ الَّذِي أَعْطَانَا اللّٰهُ أَيَكُونُ بَعْدَهُ شَرٌّ كَمَا كَانَ قَبْلَهُ قَالَ نَعَمْ قُلْتُ فَمَا الْعِصْمَةُ مِنْ ذٰلِكَ قَالَ السَّيْفُ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ ثُمَّ مَاذَا يَكُونُ قَالَ إِنْ كَانَ لِلّٰهِ خَلِيفَةٌ فِي الْأَرْضِ فَضَرَبَ ظَهْرَكَ وَأَخَذَ مَالَكَ فَأَطِعْهُ وَإِلَّا فَمُتْ وَأَنْتَ عَاضٌّ بِجِذْلِ شَجَرَةٍ قُلْتُ ثُمَّ مَاذَا قَالَ ثُمَّ يَخْرُجُ الدَّجَّالُ مَعَهُ نَهْرٌ وَنَارٌ فَمَنْ وَقَعَ فِي نَارِهِ وَجَبَ أَجْرُهُ وَحُطَّ وِزْرُهُ وَمَنْ وَقَعَ فِي نَهْرِهِ وَجَبَ وِزْرُهُ وَحُطَّ أَجْرُهُ قَالَ قُلْتُ ثُمَّ مَاذَا قَالَ ثُمَّ هِيَ قِيَامُ السَّاعَةِ

✧✧ سبیع بن خالد بیان کرتے ہیں' میں کوفہ آیا یہ اس زمانے کی بات ہے جب ''تستر'' فتح ہوا تھا۔ میں نے وہاں سے ایک خچر خریدنا تھا میں مسجد میں آیا تو وہاں درمیانے قد کے کچھ لوگ موجود تھے اور وہاں ایک شخص بیٹھا ہوا تھا کہ جب آپ اسے دیکھیں تو اسے پہچان جائیں کہ یہ اہل حجاز سے تعلق رکھتا ہوگا۔ سبیع بیان کرتے ہیں' میں نے دریافت کیا: یہ کون صاحب ہیں؟ لوگوں نے مجھے گھور کر دیکھا اور کہا تم انہیں نہیں جانتے؟ یہ حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ ہیں جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے یہ بات بیان کی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے لوگ بھلائی کے بارے میں دریافت کیا کرتے تھے اور میں آپ سے برائی کے بارے میں دریافت کیا کرتا تھا۔ لوگ مکمل طور پر اس طرف متوجہ ہو گئے۔ انہوں نے بتایا: میری وہ رائے ہے جو تمہیں پسند نہیں آئے گی۔ (انہوں نے بتایا) میں نے عرض کی: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! آپ کا کیا خیال ہے کہ یہ بھلائی جو اللہ تعالیٰ نے ہمیں عطا کی ہے اس کے بعد کوئی برائی آئے گی۔ جیسا کہ اس سے پہلے برائی موجود تھی؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں۔ میں نے عرض کی: اس سے بچنے کا طریقہ کیا ہوگا۔ آپ نے فرمایا: تلوار۔ میں نے عرض کی: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! پھر کیا ہوگا؟ آپ نے فرمایا: اگر اللہ تعالیٰ کا زمین میں کوئی ایک خلیفہ ہو اور وہ تمہاری پشت پر مارے اور تمہارے مال پر قبضہ کرلے تو بھی تم اس کی اطاعت کرنا ورنہ تم اس حالت میں مرنا کہ تم درخت کی جڑیں چبا رہے ہو (یعنی جنگل میں زندگی بسر کر رہے ہو) پھر میں نے دریافت کیا: اس کے بعد کیا ہو گا؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کے بعد دجال نکلے گا۔ اس کے پاس ایک نہر ہوگی اور آگ ہوگی جو شخص اس کی آگ میں چلا جائے گا۔ اس کا اجر لازم ہو جائے گا اور اس کے گناہ ختم ہو جائیں گے اور جو شخص اس کی نہر میں داخل ہوگا اس کے گناہ لازم ہو جائیں گے اور اس کا اجر ختم ہو جائے گا۔ میں نے دریافت کیا: پھر کیا ہوگا؟ آپ نے فرمایا: پھر ہی تو قیامت قائم ہوگی۔

**181**- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ فَارِسٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ نَصْرِ بْنِ عَاصِمٍ عَنْ خَالِدِ بْنِ خَالِدٍ الْيَشْكُرِيِّ بِهٰذَا الْحَدِيثِ قَالَ قُلْتُ بَعْدَ السَّيْفِ قَالَ بَقِيَّةٌ عَلَى أَقْذَاءٍ وَهُدْنَةٌ عَلَى دَخَنٍ ثُمَّ سَاقَ

حدیث 180:-

اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحديث: 23476 اخرجه الحاكم فی "المستدرك" رقم الحديث: 8332

الْحَدِيْثَ قَالَ وَكَانَ قَتَادَةُ يَضَعُهُ عَلَى الرِّدَّةِ الَّتِي فِي زَمَنِ اَبِي بَكْرٍ عَلٰى اَقْذَاءٍ يَقُوْلُ قَذًى وَهُدْنَةٌ يَقُوْلُ صُلْحٌ عَلٰى دَخَنٍ عَلٰى ضَغَائِنَ

✧✧ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں۔ میں نے دریافت کیا: تلوار کے بعد کیا ہو گا؟ آپ نے فرمایا: کچھ لوگ باقی رہ جائیں گے جن کی زبانوں پر بھلائی ہوگی اور دلوں میں فساد ہوگا۔

اس کے بعد انہوں نے مکمل حدیث نقل کی ہے۔اس کے بعد یہ بیان کرتے ہیں۔

قتادہ نامی راوی بیان کرتے ہیں۔ وہ مرتدین ہیں جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں مرتد ہوئے تھے کہ یہ لوگ ظاہری طور پر اصلاح کرتے تھے اور باطنی طور پر ان کے اندر فساد تھا۔

182- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الْقَعْنَبِيُّ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ يَعْنِي ابْنَ الْمُغِيْرَةِ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ نَصْرِ بْنِ عَاصِمٍ اللَّيْثِيِّ قَالَ اَتَيْنَا الْيَشْكُرِيَّ فِي رَهْطٍ مِنْ بَنِي لَيْثٍ فَقَالَ مَنِ الْقَوْمُ قُلْنَا بَنُو لَيْثٍ اَتَيْنَاكَ نَسْاَلُكَ عَنْ حَدِيْثِ حُذَيْفَةَ فَذَكَرَ الْحَدِيْثَ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هَلْ بَعْدَ هٰذَا الْخَيْرِ شَرٌّ قَالَ فِتْنَةٌ وَّشَرٌّ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هَلْ بَعْدَ هٰذَا الشَّرِّ خَيْرٌ قَالَ يَا حُذَيْفَةُ تَعَلَّمْ كِتَابَ اللّٰهِ وَاتَّبِعْ مَا فِيْهِ ثَلَاثَ مِرَارٍ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هَلْ بَعْدَ هٰذَا الشَّرِّ خَيْرٌ قَالَ هُدْنَةٌ عَلٰى دَخَنٍ وَجَمَاعَةٌ عَلٰى اَقْذَاءٍ فِيْهَا اَوْ فِيْهِمْ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ الْهُدْنَةُ عَلَى الدَّخَنِ مَا هِيَ قَالَ لَا تَرْجِعُ قُلُوْبُ اَقْوَامٍ عَلَى الَّذِيْ كَانَتْ عَلَيْهِ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَبَعْدَ هٰذَا الْخَيْرِ شَرٌّ قَالَ فِتْنَةٌ عَمْيَاءُ صَمَّاءُ عَلَيْهَا دُعَاةٌ عَلٰى اَبْوَابِ النَّارِ فَاِنْ تَمُتْ يَا حُذَيْفَةُ وَاَنْتَ عَاضٌّ عَلٰى جِذْلٍ خَيْرٌ لَكَ مِنْ اَنْ تَتَّبِعَ اَحَدًا مِنْهُمْ

✧✧ نصر بن عاصم لیثی بیان کرتے ہیں' ہم لوگ یشکری کے پاس آئے ہم بنی لیث سے تعلق رکھنے والا ایک گروہ تھا۔ انہوں نے دریافت کیا: تم کون سے قبیلے سے تعلق رکھتے ہو؟ ہم نے جواب دیا: ہم بنی لیث سے ہیں ہم آپ کے پاس اس لئے آئے ہیں تاکہ آپ سے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کے بارے میں دریافت کریں۔ انہوں نے اس حدیث کو سنایا کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے عرض کی: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! کیا اس بھلائی کے بعد کوئی برائی ہوگی یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! آپ نے فرمایا: آزمائش بھی ہوگی اور برائی بھی ہوگی۔ وہ بیان کرتے ہیں' میں نے دریافت کیا: اس برائی کے بعد کوئی بھلائی ہوگی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے حذیفہ! تم اللہ کی کتاب کا علم حاصل کرو اور اس میں جو حکم موجود ہے اس کی پیروی کرو۔ یہ بات آپ نے تین مرتبہ فرمائی حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی: کیا بھلائی کے بعد کوئی برائی ہوگی؟ آپ نے فرمایا: ''هدنة على دخن وجماعة على اقذاء فيها او فيهم'' میں نے دریافت کیا: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! ''هدنة على دخن'' کا مطلب کیا ہے آپ نے فرمایا: ان لوگوں کے دل تبدیل نہیں ہوں گے۔ اس صورتحال پر ہے جس پر وہ پہلے تھے۔ حضرت حذیفہ بیان کرتے ہیں' یارسول اللہ اس بھلائی کے بعد کوئی برائی ہوگی؟ آپ نے فرمایا: ایسی آزمائش ہوگی جو اندھا کر دے گی، بہرا کر دے گی۔ اس میں جہنم کی طرف بلانے والے لوگ ہوں گے۔ اے حذیفہ! اس وقت اگر تم اس حالت میں مرجاؤ (کہ تم جنگل میں تنہا زندگی بسر کرتے

ہوئے) درخت کی جڑ چباتے ہوئے مرجاؤ! تو یہ تمہارے لئے زیادہ بہتر ہے کہ تم ان میں سے کسی ایک کی پیروی کرو۔

**183**- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ حَدَّثَنَا اَبُو التَّيَّاحِ عَنْ صَخْرِ بْنِ بَدْرٍ الْعِجْلِيِّ عَنْ سُبَيْعِ بْنِ خَالِدٍ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ عَنْ حُذَيْفَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَاِنْ لَّمْ تَجِدْ يَوْمَئِذٍ خَلِيْفَةً فَاهْرُبْ حَتّٰى تَمُوْتَ فَاِنْ تَمُتْ وَاَنْتَ عَاضٌّ وَّقَالَ فِيْ اٰخِرِهٖ قَالَ قُلْتُ فَمَا يَكُوْنُ بَعْدَ ذٰلِكَ قَالَ لَوْ اَنَّ رَجُلًا نَتَجَ فَرَسًا لَمْ تُنْتَجْ حَتّٰى تَقُوْمَ السَّاعَةُ

✧✧ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: اگر تم اس وقت کسی خلیفہ کو نہ پاؤ تو تم بھاگ جانا یہاں تک کہ تم اس حالت میں مرو کہ تم درخت کی جڑ چبار ہے ہو۔

اس روایت کے آخر پر یہ الفاظ بھی ہیں: میں نے عرض کی اس کے بعد کیا ہوگا؟ آپ نے فرمایا: اگر کوئی شخص اپنی گھوڑی کے ہاں بچہ ہونے کا انتظار کرے گا تو اس کے ہاں بچہ ہونے سے پہلے قیامت قائم ہو جائے گی۔

**184**- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا عِيْسَى بْنُ يُوْنُسَ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ عَنْ زَيْدِ بْنِ وَهْبٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَبْدِ رَبِّ الْكَعْبَةِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ بَايَعَ اِمَامًا فَاَعْطَاهُ صَفْقَةَ يَدِهٖ وَثَمَرَةَ قَلْبِهٖ فَلْيُطِعْهُ مَا اسْتَطَاعَ فَاِنْ جَاءَ اٰخَرُ يُنَازِعُهُ فَاضْرِبُوْا رَقَبَةَ الْاٰخَرِ قُلْتُ اَنْتَ سَمِعْتَ هٰذَا مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ سَمِعَتْهُ اُذُنَايَ وَوَعَاهُ قَلْبِيْ قُلْتُ هٰذَا ابْنُ عَمِّكَ مُعَاوِيَةُ يَاْمُرُنَا اَنْ نَفْعَلَ وَنَفْعَلَ قَالَ اَطِعْهُ فِيْ طَاعَةِ اللّٰهِ وَاعْصِهٖ فِيْ مَعْصِيَةِ اللّٰهِ

✧✧ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: جو شخص کسی امام کے ہاتھ پر بیعت کرے پھر اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں دے اور اپنا دل اس کے سپرد کر دے تو اس سے جہاں تک ہو سکے۔ اس کی پیروی کرنی چاہیے پھر اگر کوئی دوسرا شخص آکر اس کی مخالفت کرے تو تم اس کی گردن اڑا دو۔

راوی کہتے ہیں: ہم نے دریافت کیا: کیا آپ نے خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی یہ بات سنی ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا: میرے دونوں کانوں نے یہ بات سنی ہے اور میرے ذہن نے اسے محفوظ رکھا ہے۔ میں نے کہا: آپ کے چچازاد معاویہ رضی اللہ عنہ ہمیں یہ حکم دیتے ہیں کہ ہم یہ کریں؟ اور یہ کریں تو انہوں نے فرمایا: تم اللہ کی فرمانبرداری کے کام میں اس کی اطاعت کرو اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے میں ان کی نافرمانی کرو۔

**185**- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ فَارِسٍ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوْسٰى عَنْ شَيْبَانَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِيْ صَالِحٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَيْلٌ لِّلْعَرَبِ مِنْ شَرٍّ قَدِ اقْتَرَبَ اَفْلَحَ مَنْ كَفَّ يَدَهٗ

حدیث 184:

اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحديث: 6501 اخرجه البيهقی فی "سننه الكبرىٰ" رقم الحديث: 16470

اخرجه ابن ابی شيبة فی "مصنفه" رقم الحديث: 32536

قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ حُدِّثْتُ عَنِ ابْنِ وَهْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيْرُ بْنُ حَازِمٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُوْشِكُ الْمُسْلِمُوْنَ اَنْ يُّحَاصَرُوْا اِلَى الْمَدِيْنَةِ حَتّٰى يَكُوْنَ اَبْعَدَ مَسَالِحِهِمْ سَلَاحِ

✧✧ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: اس شر کی وجہ سے عربوں کی بربادی ہے جو قریب آچکا ہے جو شخص اس سے ہاتھ روک لے گا وہ کامیاب ہو جائے گا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: عنقریب مسلمانوں کو مدینہ منورہ میں گھیر لیا جائے گا۔ یہاں تک کہ ان کی حکومت صرف ''سلاح'' تک رہ جائے گی۔

**186**- حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ عَنْ عَنْبَسَةَ عَنْ يُوْنُسَ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ وَسَلَاحِ قَرِيْبٌ مِّنْ خَيْبَرَ

✧✧ زہری بیان کرتے ہیں' ''سلاح'' خیبر کے قریب ایک جگہ ہے۔

**187**- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ عِيْسٰى قَالَا حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ اَبِىْ قِلَابَةَ عَنْ اَبِىْ اَسْمَاءَ عَنْ ثَوْبَانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ زَوٰى لِىَ الْاَرْضَ اَوْ قَالَ اِنَّ رَبِّىْ زَوٰى لِىَ الْاَرْضَ فَرَاَيْتُ مَشَارِقَهَا وَمَغَارِبَهَا وَاِنَّ مُلْكَ اُمَّتِىْ سَيَبْلُغُ مَا زُوِىَ لِىْ مِنْهَا وَاُعْطِيْتُ الْكَنْزَيْنِ الْاَحْمَرَ وَالْاَبْيَضَ وَاِنِّىْ سَاَلْتُ رَبِّىْ لِاُمَّتِىْ اَنْ لَّا يُهْلِكَهَا بِسَنَةٍ بِعَامَّةٍ وَلَا يُسَلِّطَ عَلَيْهِمْ عَدُوًّا مِنْ سِوٰى اَنْفُسِهِمْ فَيَسْتَبِيْحَ بَيْضَتَهُمْ وَاِنَّ رَبِّىْ قَالَ لِىْ يَا مُحَمَّدُ اِنِّىْ اِذَا قَضَيْتُ قَضَاءً فَاِنَّهُ لَا يُرَدُّ وَلَا اُهْلِكُهُمْ بِسَنَةٍ بِعَامَّةٍ وَلَا اُسَلِّطُ عَلَيْهِمْ عَدُوًّا مِنْ سِوٰى اَنْفُسِهِمْ فَيَسْتَبِيْحَ بَيْضَتَهُمْ وَلَوِ اجْتَمَعَ عَلَيْهِمْ مِنْ بَيْنِ اَقْطَارِهَا اَوْ قَالَ بِاَقْطَارِهَا حَتّٰى يَكُوْنَ بَعْضُهُمْ يُهْلِكُ بَعْضًا وَّحَتّٰى يَكُوْنَ بَعْضُهُمْ يَسْبِىْ بَعْضًا وَّاِنَّمَا اَخَافُ عَلٰى اُمَّتِى الْاَئِمَّةَ الْمُضِلِّيْنَ وَاِذَا وُضِعَ السَّيْفُ فِىْ اُمَّتِىْ لَمْ يُرْفَعْ عَنْهَا اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَلَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى تَلْحَقَ قَبَائِلُ مِنْ اُمَّتِىْ بِالْمُشْرِكِيْنَ وَحَتّٰى تَعْبُدَ قَبَائِلُ مِنْ اُمَّتِى الْاَوْثَانَ وَاِنَّهُ سَيَكُوْنُ فِىْ اُمَّتِىْ كَذَّابُوْنَ ثَلَاثُوْنَ كُلُّهُمْ يَزْعُمُ اَنَّهُ نَبِىٌّ وَّاَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ لَا نَبِىَّ بَعْدِىْ وَلَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِّنْ اُمَّتِىْ عَلَى الْحَقِّ قَالَ ابْنُ عِيْسٰى ظَاهِرِيْنَ ثُمَّ اتَّفَقَا لَا يَضُرُّهُمْ مَنْ خَالَفَهُمْ حَتّٰى يَاْتِىَ اَمْرُ اللّٰهِ

---

حدیث185:

اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث:9063 — اخرجه الحاکم فی "المستدرك" رقم الحدیث:8357

اخرجه الطبرانی فی "معجمه الکبیر" رقم الحدیث:135

حدیث187:

اخرجه مسلم فی "صحیحه" رقم الحدیث:2889 — اخرجه الترمذی فی "جامعه" رقم الحدیث:2176

اخرجه ابن ماجه فی "سننه" رقم الحدیث:3952 — اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث:17156

اخرجه ابن حبان فی "صحیحه" رقم الحدیث:6714 — اخرجه البیهقی فی "سننه الکبریٰ" رقم الحدیث:18398

اخرجه ابو بکر شیبانی فی "الآحاد والمثانی" رقم الحدیث:456 — اخرجه ابن ابی شیبة فی "مصنفه" رقم الحدیث:31694

✧✧ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: اللہ تعالیٰ نے میرے لئے زمین کو لپیٹ دیا۔ (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں) میرے پروردگار نے میرے لئے زمین کو لپیٹ دیا اور مجھے زمین کا تمام مشرقی اور مغربی حصہ دکھا دیا گیا۔ میری امت کی حکومت وہاں تک پہنچے گی جہاں تک زمین کو میرے لئے لپیٹا گیا۔ مجھے دو خزانے دیئے گئے سرخ اور سفید' میں نے اپنے پروردگار سے اپنی امت کے لئے دعا کی کہ وہ اسے عام قحط سالی کے ذریعے ہلاک نہ کرے اور ان پر دشمن کو مکمل طور پر مسلط نہ کرے کہ وہ انہیں جڑ سے ختم کر دے اگرچہ دشمن ان کے خلاف دنیا بھر سے اکٹھا ہو جائے۔ البتہ وہ آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ لڑیں۔ یہاں تک کہ ان کا ایک حصہ دوسرے کو ہلاک کر دے اور ایک حصہ دوسرے حصے کو قیدی بنا لے مجھے اپنی امت کے حوالے سے گمراہ کرنے والے پیشواؤں کا اندیشہ ہے۔ جب میری امت میں تلوار رکھ دی جائے گی تو ان سے قیامت تک کبھی نہیں اٹھائی جائے گی اور قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی۔ جب تک میری امت کے کچھ قبائل مشرکین کے ساتھ نہیں مل جائیں گے اور جب تک میری امت کے کچھ قبائل بتوں کی عبادت نہیں کریں گے اور میری امت میں تیس جھوٹے ہوں گے اور ان میں سے ہر ایک یہ کہے گا کہ میں نبی ہوں حالانکہ میں (یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم)

"خاتم النبیین" ہوں۔ میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ حق پر کاربند رہے گا اور کوئی بھی مخالفت کرنے والا انہیں نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔ یہاں تک کہ اللہ کا حکم (قیامت) آجائے گا۔

**188**- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَوْفٍ الطَّائِيُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اِسْمٰعِيلَ حَدَّثَنِي اَبِي قَالَ ابْنُ عَوْفٍ وَقَرَاْتُ فِي اَصْلِ اِسْمٰعِيلَ قَالَ حَدَّثَنِي ضَمْضَمٌ عَنْ شُرَيْحٍ عَنْ اَبِي مَالِكٍ يَعْنِي الْاَشْعَرِيَّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ اَجَارَكُمْ مِنْ ثَلَاثِ خِلَالٍ اَنْ لَّا يَدْعُوَ عَلَيْكُمْ نَبِيُّكُمْ فَتَهْلَكُوا جَمِيعًا وَّاَنْ لَّا يَظْهَرَ اَهْلُ الْبَاطِلِ عَلٰى اَهْلِ الْحَقِّ وَاَنْ لَّا تَجْتَمِعُوا عَلٰى ضَلَالَةٍ

✧✧ حضرت ابومالک اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے تین چیزوں کو جائز قرار دیا ہے۔ (یعنی طے کر دیا ہے) ایک یہ کہ تمہارا نبی تمہارے خلاف دعائے ضرر نہیں کرے گا کہ اس کے نتیجے میں تم سب ہلاکت کا شکار ہو جاؤ اور اہل باطل اہل حق پر مکمل طور پر غالب نہیں آئیں گے اور تم لوگ گمراہی پر متفق نہیں ہو گے۔

**189**- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْاَنْبَارِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ رِبْعِيِّ بْنِ حِرَاشٍ عَنِ الْبَرَاءِ ابْنِ نَاجِيَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُودٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تَدُورُ رَحَى الْاِسْلَامِ لِخَمْسٍ وَّثَلَاثِينَ اَوْ سِتٍّ وَّثَلَاثِينَ اَوْ سَبْعٍ وَّثَلَاثِينَ فَاِنْ يَّهْلَكُوا فَسَبِيلُ مَنْ هَلَكَ وَاِنْ يَّقُمْ لَهُمْ دِينُهُمْ يَقُمْ لَهُمْ

حدیث 188:

اخرجه الطبرانی فی "معجمه الكبير" رقم الحديث: 3440 — اخرجه اسحاق بن راهويه فی "مسنده" رقم الحديث: 421

حدیث 189:

اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحديث: 3707 — اخرجه ابن حبان فی "صحيحه" رقم الحديث: 6664

اخرجه الحاكم فی "المستدرك" رقم الحديث: 4549 — اخرجه ابويعلى فی "مسنده" رقم الحديث: 5009

اخرجه الطبرانی فی "معجمه الكبير" رقم الحديث: 9159 — اخرجه الطيالسی فی "مسنده" رقم الحديث: 383

سَبْعِينَ عَامًا قَالَ قُلْتُ اَمِمَّا بَقِيَ اَوْ مِمَّا مَضَى قَالَ مِمَّا مَضَى قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ مَنْ قَالَ خِرَاشٍ فَقَدْ اَخْطَاَ

✧✧ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں' اسلام کی چکی 35 (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں) 36 یا 37 سال تک گھومتی رہے گی۔ اگر یہ لوگ ہلاک ہو گئے تو ہلاکت کے راستے میں ہلاک ہوں گے اور اگر یہ لوگ قائم رہے تو ستر سال تک قائم رہیں گے۔ راوی بیان کرتے ہیں' میں نے دریافت کیا: جو باقی رہ چکے ہیں یا جو گزر چکے ہیں تو انہوں نے جواب دیا: جو گزر چکے ہیں۔

امام ابوداؤد فرماتے ہیں: جس نے لفظ ''خراش'' استعمال کیا۔ اس نے غلطی کی۔

**190**- حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ حَدَّثَنَا عَنْبَسَةُ حَدَّثَنِي يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ حَدَّثَنِي حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَقَارَبُ الزَّمَانُ وَيَنْقُصُ الْعِلْمُ وَتَظْهَرُ الْفِتَنُ وَيُلْقَى الشُّحُّ وَيَكْثُرُ الْهَرْجُ قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَيَّةُ هُوَ قَالَ الْقَتْلُ الْقَتْلُ

✧✧ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: زمانہ سمٹ جائے گا علم کم ہو جائے گا فتنے ظاہر ہوں گے بخل پھیل جائے گا ''ہرج'' زیادہ ہو جائے گا۔ عرض کی گئی: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! اس سے کیا مراد ہے؟ آپ نے فرمایا: قتل' قتل۔

# بَاب فِي النَّهْيِ عَنِ السَّعْيِ فِي الْفِتْنَةِ

## باب 2: فتنے کے بارے میں کوشش کرنے کی ممانعت

**191**- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ عُثْمَانَ الشَّحَّامِ قَالَ حَدَّثَنِي مُسْلِمُ بْنُ اَبِي بَكْرَةَ عَنْ اَبِيهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّهَا سَتَكُوْنُ فِتْنَةٌ يَكُوْنُ الْمُضْطَجِعُ فِيهَا خَيْرًا مِنَ الْجَالِسِ وَالْجَالِسُ خَيْرًا مِنَ الْقَائِمِ وَالْقَائِمُ خَيْرًا مِنَ الْمَاشِي وَالْمَاشِي خَيْرًا مِنَ السَّاعِي قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا تَاْمُرُنِي قَالَ مَنْ كَانَتْ لَهُ اِبِلٌ فَلْيَلْحَقْ بِاِبِلِهِ وَمَنْ كَانَتْ لَهُ غَنَمٌ فَلْيَلْحَقْ بِغَنَمِهِ وَمَنْ كَانَتْ لَهُ اَرْضٌ فَلْيَلْحَقْ بِاَرْضِهِ قَالَ

---

حدیث 190:

اخرجه البخاری فی "صحيحه" رقم الحديث: 5690
اخرجه ابن ماجه فی "سننه" رقم الحديث: 4052
اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحديث: 7186
اخرجه ابن حبان فی "صحيحه" رقم الحديث: 6711

حدیث 191:

اخرجه البخاری فی "صحيحه" رقم الحديث: 3406
اخرجه مسلم فی "صحيحه" رقم الحديث: 2886
اخرجه الترمذی فی "جامعه" رقم الحديث: 2194
اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحديث: 1446
اخرجه ابن حبان فی "صحيحه" رقم الحديث: 5959
اخرجه الحاكم فی "المستدرك" رقم الحديث: 8361
اخرجه النسائی فی "سننه الكبرىٰ" رقم الحديث: 16573
اخرجه ابويعلى فی "مسنده" رقم الحديث: 789
اخرجه الطيالسی فی "مسنده" رقم الحديث: 2344
اخرجه ابو بكر شيبانی فی "الآحاد والمثانی" رقم الحديث: 1319

فَمَنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ شَيْءٌ مِنْ ذَٰلِكَ قَالَ فَلْيَعْمِدْ إِلَى سَيْفِهِ فَلْيَضْرِبْ بِحَدِّهِ عَلَى حَرَّةٍ ثُمَّ لِيَنْجُ مَا اسْتَطَاعَ النَّجَاءَ

✧✧ حضرت مسلم بن ابوبکرہ رضی اللہ عنہ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: عنقریب ایسا فتنہ آئے گا جس میں لیٹا ہوا شخص بیٹھے ہوئے شخص سے بہتر ہوگا اور بیٹھا ہوا کھڑے ہوئے سے بہتر ہوگا اور کھڑا ہوا چلنے والے سے بہتر ہوگا اور چلنے والا دوڑنے والے سے بہتر ہوگا۔ کسی نے عرض کی: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! آپ ہمیں اس بارے میں کیا حکم دیتے ہیں؟ آپ نے ارشاد فرمایا ہے: جس شخص کے پاس اونٹ ہوں وہ اپنے اونٹوں میں مصروف رہے جس کے پاس بکریاں ہوں وہ اپنی بکریوں میں مشغول رہے، جس کے پاس زمین ہو وہ اپنی زمین میں مصروف رہے۔ اس شخص نے عرض کی: جس کے پاس ان میں سے کوئی چیز نہ ہو؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: تو وہ اپنی تلوار کی طرف جائے اور اس کی ڈھال کو پتھر پر مارے (اور تلوار کو ناکارہ کردے) پھر جہاں تک (فتنے میں مبتلا ہونے سے) بچ سکتا ہو بچ جائے۔

**192** - حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ خَالِدٍ الرَّمْلِيُّ حَدَّثَنَا مُفَضَّلٌ عَنْ عَيَّاشٍ عَنْ بُكَيْرٍ عَنْ بُسْرِ بْنِ سَعِيدٍ عَنْ حُسَيْنِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْاَشْجَعِيِّ أَنَّهُ سَمِعَ سَعْدَ ابْنَ اَبِي وَقَّاصٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي هٰذَا الْحَدِيثِ قَالَ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ اَرَاَيْتَ اِنْ دَخَلَ عَلَيَّ بَيْتِي وَبَسَطَ يَدَهُ لِيَقْتُلَنِي قَالَ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُنْ كَابْنَيْ اٰدَمَ وَتَلَا يَزِيدُ (لَئِنْ بَسَطْتَ اِلَيَّ يَدَكَ) الْاٰيَةَ

✧✧ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے یہی حدیث نقل کرتے ہیں' اور بیان کرتے ہیں' میں نے عرض کی: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! آپ کا کیا خیال ہے اگر وہ میرے گھر میں داخل ہو جائے اور اپنا ہاتھ مجھے قتل کرنے کے لئے پھیلائے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم آدم کے دو بیٹوں میں سے بہتر بیٹے کی طرح ہو جانا۔

یزید نامی راوی نے یہ آیت تلاوت کی "اگر تم میری طرف اپنے ہاتھ کو بڑھاؤ گے تاکہ تم مجھے قتل کردو"

**193** - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ حَدَّثَنَا اَبِي حَدَّثَنَا شِهَابُ بْنُ خِرَاشٍ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ غَزْوَانَ عَنْ اِسْحٰقَ بْنِ رَاشِدٍ الْجَزَرِيِّ عَنْ سَالِمٍ حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ وَابِصَةَ الْاَسَدِيُّ عَنْ اَبِيهِ وَابِصَةَ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ فَذَكَرَ بَعْضَ حَدِيثِ اَبِي بَكْرَةَ قَالَ قَتْلَاهَا كُلُّهُمْ فِي النَّارِ قَالَ فِيهِ قُلْتُ مَتٰى ذٰلِكَ يَا ابْنَ مَسْعُودٍ قَالَ تِلْكَ اَيَّامُ الْهَرْجِ حَيْثُ لَا يَاْمَنُ الرَّجُلُ جَلِيسَهُ قُلْتُ فَمَا تَاْمُرُنِي اِنْ اَدْرَكَنِي ذٰلِكَ الزَّمَانُ قَالَ تَكُفُّ لِسَانَكَ وَيَدَكَ وَتَكُونُ حِلْسًا مِنْ اَحْلَاسِ بَيْتِكَ فَلَمَّا قُتِلَ عُثْمَانُ طَارَ قَلْبِي مَطَارَهُ فَرَكِبْتُ حَتّٰى اَتَيْتُ دِمَشْقَ فَلَقِيتُ خُرَيْمَ بْنَ فَاتِكٍ فَحَدَّثْتُهُ فَحَلَفَ بِاللّٰهِ الَّذِي لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ لَسَمِعَهُ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَا حَدَّثَنِيهِ ابْنُ مَسْعُودٍ

✧✧ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے اس کے بعد انہوں نے حضرت ابوبکرہ والی حدیث کا کچھ حصہ سنایا جس میں یہ الفاظ بھی ہیں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس میں قتل ہونے والے تمام لوگ جہنم میں جائیں گے۔

اس میں یہ بھی ہے کہ راوی نے دریافت کیا: اے ابن مسعود رضی اللہ عنہ یہ کب ہوگا؟ تو انہوں نے جواب دیا: یہ قتل و غارت کے زمانے میں ہوگا جب آدمی اپنے ساتھ بیٹھے ہوئے شخص سے بھی محفوظ نہ ہوگا۔

میں نے دریافت کیا' آپ مجھے کیا ہدایت کرتے ہیں اگر مجھے وہ زمانہ مل جائے؟ انہوں نے جواب دیا: تم اپنے ہاتھ اور زبان کو روکے رکھنا اور اپنے گھر میں موجود کمبل کی طرح ہو جانا۔

راوی بیان کرتے ہیں' جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا گیا تو میرے دل میں یہی اندیشہ پیدا ہوا اس لئے میں وہاں سے سوار ہو کر دمشق آ گیا وہاں میری ملاقات حضرت خریم بن فاتک رضی اللہ عنہ سے ہوئی میں نے انہیں یہ حدیث سنائی تو انہوں نے اللہ کے نام کی قسم اٹھائی جس کے علاوہ اور کوئی معبود نہیں ہے اور بتایا کہ انہوں نے بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی اس حدیث کو اسی طرح سنا ہے جیسے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے مجھے یہ حدیث سنائی تھی۔

**194**- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جُحَادَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ ثَرْوَانَ عَنْ هُزَيْلٍ عَنْ اَبِىْ مُوْسَى الْاَشْعَرِىِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ بَيْنَ يَدَىِ السَّاعَةِ فِتَنًا كَقِطَعِ اللَّيْلِ الْمُظْلِمِ يُصْبِحُ الرَّجُلُ فِيهَا مُؤْمِنًا وَّيُمْسِىْ كَافِرًا وَّيُمْسِىْ مُؤْمِنًا وَّيُصْبِحُ كَافِرًا الْقَاعِدُ فِيهَا خَيْرٌ مِّنَ الْقَائِمِ وَالْمَاشِىْ فِيهَا خَيْرٌ مِّنَ السَّاعِى فَكَسِّرُوْا قِسِيَّكُمْ وَقَطِّعُوْا اَوْتَارَكُمْ وَاضْرِبُوْا سُيُوفَكُمْ بِالْحِجَارَةِ فَاِنْ دُخِلَ يَعْنِىْ عَلٰى اَحَدٍ مِّنْكُمْ فَلْيَكُنْ كَخَيْرِ ابْنَىْ اٰدَمَ

✧✧ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: قیامت سے پہلے تاریک رات کے ٹکڑوں کی طرح فتنہ ہوگا جس میں آدمی صبح کے وقت مومن ہوگا اور شام کے وقت کافر ہو چکا ہوگا یا شام کو مومن ہوگا تو صبح کافر ہو چکا ہوگا۔ اس میں بیٹھا ہوا شخص کھڑے ہوئے سے بہتر ہوگا اور چلنے والا شخص دوڑنے والے سے بہتر ہوگا۔ تم لوگ اپنی کمانوں کو توڑ دینا اس کی تانت کو کاٹ دینا اور اپنی تلواروں کو پتھروں پر مار دینا اگر کوئی شخص داخل ہو جائے (راوی کہتے ہیں) یعنی تمہارے گھر میں آ جائے تو تم آدم کے دونوں بیٹوں میں سے بہتر والے کی طرح ہو جانا (یعنی اس داخل ہونے والے کو قتل کرنے دینا)

**195**- حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيدِ الطَّيَالِسِىُّ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ رَقَبَةَ بْنِ مَصْقَلَةَ عَنْ عَوْنِ بْنِ اَبِىْ جُحَيْفَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ يَعْنِىْ ابْنَ سَمُرَةَ قَالَ كُنْتُ اٰخِذًا بِيَدِ ابْنِ عُمَرَ فِىْ طَرِيقٍ مِّنْ طُرُقِ الْمَدِينَةِ اِذْ اَتٰى عَلٰى رَاْسٍ مَّنْصُوبٍ فَقَالَ شَقِىَ قَاتِلُ هٰذَا فَلَمَّا مَضٰى قَالَ وَمَا اُرٰى هٰذَا اِلَّا قَدْ شَقِىَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ مَشٰى اِلٰى رَجُلٍ مِّنْ اُمَّتِىْ لِيَقْتُلَهٗ فَلْيَقُلْ هٰكَذَا فَالْقَاتِلُ فِى النَّارِ وَالْمَقْتُوْلُ فِى الْجَنَّةِ قَالَ اَبُوْ

---

حدیث 194:

اخرجه مسلم فى "صحيحه" رقم الحديث:118
اخرجه ابوداؤد فى "سننه" رقم الحديث:4262
اخرجه الترمذى فى "جامعه" رقم الحديث:2197
اخرجه ابن ماجه فى "سننه" رقم الحديث:3961
اخرجه الدارمى فى "سننه" رقم الحديث:338
اخرجه الامام احمد فى "مسنده" رقم الحديث:18428
اخرجه ابن حبان فى "صحيحه" رقم الحديث:5962
اخرجه الحاكم فى "المستدرك" رقم الحديث:6234
اخرجه ابويعلى فى "مسنده" رقم الحديث:4260
اخرجه الطبرانى فى "معجمه الكبير" رقم الحديث:7910

دَاوُدَ رَوَاهُ الثَّوْرِيُّ عَنْ عَوْنٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ سُمَيْرٍ اَوْ سُمَيْرَةَ وَرَوَاهُ لَيْثُ بْنُ اَبِي سُلَيْمٍ عَنْ عَوْنٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ سُمَيْرَةَ قَالَ اَبُو دَاوُدَ قَالَ لِيَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيدِ يَعْنِي بِهٰذَا الْحَدِيثِ عَنْ اَبِي عَوَانَةَ وَقَالَ هُوَ فِي كِتَابِي ابْنُ سَبْرَةَ وَقَالُوْا سَمُرَةَ وَقَالُوْا سُمَيْرَةَ هٰذَا كَلَامُ اَبِي الْوَلِيدِ

✧✧ حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا ہاتھ تھام رکھا تھا ہم مدینہ منورہ کے ایک راستے سے گزر رہے تھے؟ ایک لٹکے ہوئے سر کے پاس سے گزرے تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بولے: اس کا قاتل بدبخت ہے جب وہ آگے گزر گئے تو انہوں نے فرمایا: میں اسے بدبخت ہی سمجھتا ہوں کیونکہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے، جب میری امت سے تعلق رکھنے والا کوئی شخص کسی کو قتل کرنے کے لئے چل پڑے تو اس کو یہی کہنا چاہئے کہ وہ قتل کرنے والا شخص جہنم میں داخل ہوگا اور جس کو قتل کیا جائے گا وہ جنت میں داخل ہوگا۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس روایت کو عون نے عبدالرحمٰن بن سمیر یا سمیرہ سے روایت کیا ہے۔ ایک سند میں ان کا نام عبدالرحمٰن بن سمیرہ ہے۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حسن بن علی نے اس روایت کو ابوالولید کے حوالے سے ابوعوانہ سے نقل کیا ہے ابوالولیہ فرماتے ہیں: میرے نوٹس میں اس کا نام ''ابن سبرہ'' ہے لیکن کچھ لوگ ''سمرہ'' کہتے ہیں اور کچھ لوگ ''سمیرہ'' کہتے ہیں۔

**196**- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ اَبِي عِمْرَانَ الْجَوْنِيِّ عَنِ الْمُشَعَّثِ بْنِ طَرِيفٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الصَّامِتِ عَنْ اَبِي ذَرٍّ قَالَ قَالَ لِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا اَبَا ذَرٍّ قُلْتُ لَبَّيْكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ وَسَعْدَيْكَ فَذَكَرَ الْحَدِيثَ قَالَ فِيهِ كَيْفَ اَنْتَ اِذَا اَصَابَ النَّاسَ مَوْتٌ يَكُونُ الْبَيْتُ فِيهِ بِالْوَصِيفِ يَعْنِي الْقَبْرَ قُلْتُ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ اَعْلَمُ اَوْ قَالَ مَا خَارَ اللّٰهُ لِي وَرَسُولُهُ قَالَ عَلَيْكَ بِالصَّبْرِ اَوْ قَالَ تَصْبِرُ ثُمَّ قَالَ لِي يَا اَبَا ذَرٍّ قُلْتُ لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ قَالَ كَيْفَ اَنْتَ اِذَا رَاَيْتَ اَحْجَارَ الزَّيْتِ قَدْ غَرِقَتْ بِالدَّمِ قُلْتُ مَا خَارَ اللّٰهُ لِي وَرَسُولُهُ قَالَ عَلَيْكَ بِمَنْ اَنْتَ مِنْهُ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ اَفَلَا اٰخُذُ سَيْفِي وَاَضَعُهُ عَلٰى عَاتِقِي قَالَ شَارَكْتَ الْقَوْمَ اِذَنْ قُلْتُ فَمَا تَاْمُرُنِي قَالَ تَلْزَمُ بَيْتَكَ قُلْتُ فَاِنْ دُخِلَ عَلَيَّ بَيْتِي قَالَ فَاِنْ خَشِيتَ اَنْ يَبْهَرَكَ شُعَاعُ السَّيْفِ فَاَلْقِ ثَوْبَكَ عَلٰى وَجْهِكَ يَبُوءُ بِاِثْمِكَ وَاِثْمِهِ قَالَ اَبُو دَاوُدَ لَمْ يَذْكُرِ الْمُشَعَّثَ فِي هٰذَا الْحَدِيثِ غَيْرُ حَمَّادِ بْنِ زَيْدٍ

✧✧ حضرت عبداللہ بن صامت رضی اللہ عنہ، حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے ارشاد فرمایا: اے ابوذر! میں نے عرض کی: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! میں حاضر ہوں اس کے بعد انہوں نے پوری حدیث کا ذکر کیا ہے جس میں یہ الفاظ ہیں:

''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس وقت تم کیا کرو گے جب لوگوں کو موت لاحق ہو جائے گی۔ اس وقت انہیں گھر (راوی کہتے ہیں) یعنی قبر بھی کسی غلام کے عوض میں ملے گا۔

(حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں) میں نے عرض کی: اللہ اور اس کا رسول زیادہ بہتر جانتے ہیں یا اللہ اور اس کے رسول

مجھے جو حکم دیں۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم صبر سے کام لینا (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں) تم صبر کرنا۔

پھر نبی اکرم ﷺ نے مجھ سے فرمایا اے ابوذر! میں نے عرض کی: میں حاضر ہوں۔ آپ نے فرمایا: اس وقت تم کیا کرو گے جب تم ''احجار زیت'' کو دیکھو گے کہ وہ خون میں ڈوبا ہوا ہوگا۔ میں نے عرض کی: اللہ اور اس کا رسول جو مجھے حکم دیں گے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم اپنے علاقے میں واپس چلے جانا۔ میں نے عرض کی: یارسول اللہ! کیا میں اپنی تلوار پکڑ کر اسے اپنے کندھوں پر رکھ کر (لڑائی میں شریک نہ ہوں) نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اس طرح تم بھی ان لوگوں میں شامل ہو جاؤ گے میں نے عرض کی: پھر آپ مجھے کیا حکم دیتے ہیں؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم اپنے گھر میں رہنا۔

میں نے عرض کی: اگر وہ میرے گھر میں داخل ہو جائیں؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اگر تمہیں یہ اندیشہ ہو کہ تلوار کی چمک تمہیں خوفزدہ کر دے گی تو تم اپنے چہرے کے اوپر کپڑا ڈال لینا۔ اس طرح وہ (قاتل تمہیں قتل کر کے) تمہارے اور اپنے گناہ کا بوجھ اٹھائے گا۔

**197**- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ فَارِسٍ حَدَّثَنَا عَفَّانُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زِيَادٍ حَدَّثَنَا عَاصِمٌ الْاَحْوَلُ عَنْ اَبِي كَبْشَةَ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا مُوسٰى يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ بَيْنَ اَيْدِيكُمْ فِتَنًا كَقِطَعِ اللَّيْلِ الْمُظْلِمِ يُصْبِحُ الرَّجُلُ فِيهَا مُؤْمِنًا وَّيُمْسِي كَافِرًا الْقَاعِدُ فِيهَا خَيْرٌ مِّنَ الْقَائِمِ وَالْقَائِمُ فِيهَا خَيْرٌ مِّنَ الْمَاشِي وَالْمَاشِي فِيهَا خَيْرٌ مِّنَ السَّاعِي قَالُوا فَمَا تَاْمُرُنَا قَالَ كُونُوا اَحْلَاسَ بُيُوتِكُمْ

✧✧ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: آگے آنے والے وقت میں ایسا فتنہ آ رہا ہے جو تاریک رات کے ایک ٹکڑے کی طرح ہوگا۔ اس میں آدمی صبح کے وقت مومن ہوگا لیکن شام کو کافر ہو چکا ہو گا۔ اس میں بیٹھا ہوا شخص کھڑے ہوئے سے بہتر ہوگا اور کھڑا ہوا چلنے والے سے بہتر ہوگا اور چلنے والا دوڑنے والے سے بہتر ہوگا۔ لوگوں نے دریافت کیا: پھر آپ ہمیں کیا حکم دیتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: تم اپنے گھر کا ٹاٹ بن جانا (یعنی گھر میں مقیم رہنا)

**198**- حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيمُ بْنُ الْحَسَنِ الْمِصِّيصِيُّ حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ يَعْنِي ابْنَ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ قَالَ حَدَّثَنِي مُعَاوِيَةُ بْنُ صَالِحٍ اَنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ جُبَيْرٍ حَدَّثَهُ عَنْ اَبِيهِ عَنِ الْمِقْدَادِ بْنِ الْاَسْوَدِ قَالَ ايْمُ اللّٰهِ لَقَدْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ اِنَّ السَّعِيدَ لَمَنْ جُنِّبَ الْفِتَنَ اِنَّ السَّعِيدَ لَمَنْ جُنِّبَ الْفِتَنَ اِنَّ السَّعِيدَ لَمَنْ جُنِّبَ الْفِتَنُ وَلَمَنِ ابْتُلِيَ فَصَبَرَ فَوَاهًا

✧✧ حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: اللہ کی قسم! میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: بے شک خوش نصیب وہ شخص ہے جو فتنے سے الگ رہے۔ بے شک خوش نصیب وہ شخص ہے جو فتنے سے الگ رہے۔ بیشک خوش نصیب وہ شخص ہے جو فتنے سے الگ رہے اور جس کو اس میں مبتلا کیا جائے اور وہ صبر سے کام لے تو اس کے کیا کہنے؟

# بَاب فِي كَفِّ اللِّسَانِ

## باب 3: زبان کو روکے رکھنا

**199**- حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ شُعَيْبِ بْنِ اللَّيْثِ حَدَّثَنِي ابْنُ وَهْبٍ حَدَّثَنِي اللَّيْثُ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ قَالَ قَالَ خَالِدُ بْنُ أَبِي عِمْرَانَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْبَيْلَمَانِيِّ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ هُرْمُزَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ سَتَكُونُ فِتْنَةٌ صَمَّاءُ بَكْمَاءُ عَمْيَاءُ مَنْ أَشْرَفَ لَهَا اسْتَشْرَفَتْ لَهُ وَإِشْرَافُ اللِّسَانِ فِيهَا كَوُقُوعِ السَّيْفِ

✧✧ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: عنقریب ایسا فتنہ آئے گا جو بہرہ گونگا اور اندھا ہوگا۔ جو شخص اس کی طرف جھانکے گا یہ اسے اپنی طرف کھینچ لے گا۔ اس میں زبان چلانا یوں ہوگا جیسے تلوار چلانا۔

**200**- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ حَدَّثَنَا لَيْثٌ عَنْ طَاوُسٍ عَنْ رَجُلٍ يُقَالُ لَهُ زِيَادٌ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّهَا سَتَكُونُ فِتْنَةٌ تَسْتَنْظِفُ الْعَرَبَ قَتْلَاهَا فِي النَّارِ اللِّسَانُ فِيهَا أَشَدُّ مِنْ وَقْعِ السَّيْفِ قَالَ أَبُو دَاوُد رَوَاهُ الثَّوْرِيُّ عَنْ لَيْثٍ عَنْ طَاوُسٍ عَنِ الْأَعْجَمِ

✧✧ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: عنقریب ایسا فتنہ آئے گا جو عربوں کو گھیرے گا۔ اس میں قتل ہونے والے لوگ جہنم میں جائیں گے اس فتنے میں زبان تلوار کے حملے سے زیادہ تیز ہوگی۔

**201**- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى بْنِ الطَّبَّاعِ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ الْقُدُّوسِ قَالَ زِيَادٌ سِيمِينُ كُوشْ

✧✧ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے تاہم اس میں عبداللہ بن عبدالقدوس نامی راوی کے یہ الفاظ ہیں: زیاد نامی شخص ''سیمیں گوش'' یعنی پتلے کانوں کا مالک تھا۔

# بَاب مَا يُرَخَّصُ فِيهِ مِنَ الْبَدَاوَةِ فِي الْفِتْنَةِ

## باب 4: فتنے کے زمانے میں ویرانوں میں جانے کی رخصت

**202**- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي

حدیث 200:

اخرجه الترمذی فی "جامعه" رقم الحدیث: 2178

حدیث 202:

اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث: 19

اخرجه ابن ماجه فی "سننه" رقم الحدیث: 3980

اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث 11046

اخرجه النسائی فی "سننه الکبریٰ" رقم الحدیث: 11767

اخرجه الحمیدی فی "مسنده" رقم الحدیث: 733

اخرجه النسائی فی "سننه" رقم الحدیث: 5036

اخرجه الامام مالک فی "الموطا" رقم الحدیث: 1744

اخرجه ابن حبان فی "صحیحه" رقم الحدیث: 5955

اخرجه ابویعلی فی "مسنده" رقم الحدیث: 983

اخرجه عبد بن حکیم الکسی فی "مسنده" رقم الحدیث: 933

صَعْصَعَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ نِ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُوْشِكُ اَنْ يَكُوْنَ خَيْرُ مَالِ الْمُسْلِمِ غَنَمًا يَتَّبِعُ بِهَا شَعَفَ الْجِبَالِ وَمَوَاقِعَ الْقَطْرِ يَفِرُّ بِدِيْنِهٖ مِنَ الْفِتَنِ

✧✧ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: عنقریب وہ وقت آئے گا جب مسلمان کا بہترین مال بکریاں ہوں گی جنہیں ساتھ لے کر وہ پہاڑوں کی چوٹیوں پر چلا جائے گا یا جنگلات میں چلا جائے گا۔ وہ اپنے دین کو فتنوں سے بچانے کے لئے بھاگے گا۔

## بَاب فِي النَّهْيِ عَنِ الْقِتَالِ فِي الْفِتْنَةِ

## باب 5: فتنے کے زمانے میں جنگ کرنے کی ممانعت

**203**- حَدَّثَنَا اَبُوْ كَامِلٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ اَيُّوْبَ وَيُوْنُسَ عَنِ الْحَسَنِ عَنِ الْاَحْنَفِ بْنِ قَيْسٍ قَالَ خَرَجْتُ وَاَنَا اُرِيْدُ يَعْنِيْ فِي الْقِتَالِ فَلَقِيَنِيْ اَبُوْ بَكْرَةَ فَقَالَ ارْجِعْ فَاِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِذَا تَوَاجَهَ الْمُسْلِمَانِ بِسَيْفَيْهِمَا فَالْقَاتِلُ وَالْمَقْتُوْلُ فِي النَّارِ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هٰذَا الْقَاتِلُ فَمَا بَالُ الْمَقْتُوْلِ قَالَ اِنَّهٗ اَرَادَ قَتْلَ صَاحِبِهٖ

✧✧ احنف بن قیس بیان کرتے ہیں' میں نکلا میرا ارادہ (حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حمایت میں) جنگ میں شریک ہونے کا تھا۔ حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کی مجھ سے ملاقات ہوئی اور انہوں نے فرمایا: تم واپس چلے جاؤ کیونکہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: جب دو مسلمان اپنی تلواریں لے کر ایک دوسرے کے مقابلے میں آجائیں تو قتل کرنے والا اور قتل ہونے والا جہنم میں جائیں گے۔ انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! قاتل تو ٹھیک ہے مقتول کا کیا قصور ہے؟ آپ نے فرمایا: وہ اپنے مقابل فریق کو قتل کرنا چاہتا تھا۔

**204**- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُتَوَكِّلِ الْعَسْقَلَانِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنْ اَيُّوْبَ عَنِ الْحَسَنِ بِاِسْنَادِهٖ وَمَعْنَاهُ مُخْتَصَرًا

✧✧ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے' تاہم اس کے مضامین مختصر ہیں۔

---

حدیث 203:

اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث: 31

اخرجه مسلم فی "صحیحه" رقم الحدیث: 4118

اخرجه ابن ماجه فی "سننه" رقم الحدیث: 3964

اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث: 19766

اخرجه ابن حبان فی "صحیحه" رقم الحدیث: 5995

اخرجه النسائی فی "سننه الکبریٰ" رقم الحدیث: 3583

اخرجه البیهقی فی "سننه الکبریٰ" رقم الحدیث: 16569

اخرجه ابو بکر شیبانی فی "الآحاد والمثانی" رقم الحدیث: 1564

اخرجه عبد بن حکیم الکسی فی "مسنده" رقم الحدیث: 543

# بَاب فِي تَعْظِيمِ قَتْلِ الْمُؤْمِنِ

## باب 6: مومن کو قتل کرنے کا شدید (گناہ) ہونا

**205-** حَدَّثَنَا مُؤَمَّلُ بْنُ الْفَضْلِ الْحَرَّانِيُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ شُعَيْبٍ عَنْ خَالِدِ بْنِ دِهْقَانَ قَالَ كُنَّا فِي غَزْوَةِ الْقُسْطَنْطِينِيَّةِ بِذُلُقْيَةَ فَأَقْبَلَ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ فِلَسْطِينَ مِنْ أَشْرَافِهِمْ وَخِيَارِهِمْ يَعْرِفُونَ ذَلِكَ لَهُ يُقَالُ لَهُ هَانِئُ بْنُ كُلْثُومِ بْنِ شَرِيكٍ الْكِنَانِيُّ فَسَلَّمَ عَلَى عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي زَكَرِيَّا وَكَانَ يَعْرِفُ لَهُ حَقَّهُ قَالَ لَنَا خَالِدٌ فَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ ابْنُ أَبِي زَكَرِيَّا قَالَ سَمِعْتُ أُمَّ الدَّرْدَاءِ تَقُولُ سَمِعْتُ أَبَا الدَّرْدَاءِ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ كُلُّ ذَنْبٍ عَسَى اللَّهُ أَنْ يَغْفِرَهُ إِلَّا مَنْ مَاتَ مُشْرِكًا أَوْ مُؤْمِنٌ قَتَلَ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا فَقَالَ هَانِئُ بْنُ كُلْثُومٍ سَمِعْتُ مَحْمُودَ بْنَ الرَّبِيعِ يُحَدِّثُ عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ أَنَّهُ سَمِعَهُ يُحَدِّثُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ مَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا فَاعْتَبَطَ بِقَتْلِهِ لَمْ يَقْبَلِ اللَّهُ مِنْهُ صَرْفًا وَلَا عَدْلًا قَالَ لَنَا خَالِدٌ ثُمَّ حَدَّثَنِي ابْنُ أَبِي زَكَرِيَّا عَنْ أُمِّ الدَّرْدَاءِ عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَزَالُ الْمُؤْمِنُ مُعْنِقًا صَالِحًا مَا لَمْ يُصِبْ دَمًا حَرَامًا فَإِذَا أَصَابَ دَمًا حَرَامًا بَلَّحَ وَحَدَّثَ هَانِئُ بْنُ كُلْثُومٍ عَنْ مَحْمُودِ بْنِ الرَّبِيعِ عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ سَوَاءً

✧✧ خالد بن دہقان بیان کرتے ہیں' ہم لوگ قسطنطنیہ کی جنگ میں شریک تھے۔ ہم اس وقت "زلقیہ" کے مقام پر موجود تھے۔ فلسطین سے تعلق رکھنے والا ایک شخص وہاں آیا جو وہاں کے معززین اور شرفاء میں شمار ہوتا تھا۔ لوگ اسے پہچانتے تھے۔ اس کا نام ہانی بن کلثوم بن شریک الکنانی تھا۔ اس نے حضرت عبداللہ بن ابی زکریا رضی اللہ عنہ کو سلام کیا۔ وہ ان کی حیثیت سے واقف تھا۔ خالد بیان کرتے ہیں' حضرت عبداللہ بن ابی زکریا رضی اللہ عنہ نے ہمیں یہ حدیث سنائی وہ بتاتے ہیں' میں نے سیّدہ ام درداء رضی اللہ عنہا کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا وہ فرماتی ہیں' میں نے حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا وہ فرماتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے۔

"اللہ تعالیٰ عنقریب ہر ایک کے گناہ کی مغفرت کر دے گا ماسوائے اس شخص کے جس نے شرک کیا ہو یا وہ مومن جس نے کسی دوسرے مومن کو جان بوجھ کر قتل کیا ہو"۔

ہانی بن کلثوم بیان کرتے ہیں' میں نے حضرت محمود بن ربیع رضی اللہ عنہ کو حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث نقل کرتے ہوئے سنا ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا ہے: جو شخص کسی مسلمان کو قتل کر دے اور جو شخص اس پر راضی ہو تو اللہ تعالیٰ ایسے شخص کی نفل یا فرض عبادت قبول نہیں کرے گا۔

راوی بیان کرتے ہیں' اس کے بعد خالد نے ہمیں ابن ابی زکریا کے حوالے سے سیّدہ ام درداء رضی اللہ عنہا کے حوالے سے حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کا یہ بیان نقل کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''مومن ہمیشہ بے غم اور نیک رہتا ہے جب تک وہ کسی حرام قتل کا ارتکاب نہیں کرتا۔ جب وہ حرام قتل کا ارتکاب کر لیتا ہے تو وہ بوجھل اور سست ہو جاتا ہے''۔

ہانی بن کلثوم نے محمود بن ربیع کے حوالے سے حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کے حوالے سے اس کی مانند حدیث نقل کی ہے۔

**206**- حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَمْرٍو عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ مُبَارَكٍ حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ خَالِدٍ اَوْ غَيْرُهُ قَالَ قَالَ خَالِدُ بْنُ دِهْقَانَ سَاَلْتُ يَحْيَى بْنَ يَحْيَى الْغَسَّانِيَّ عَنْ قَوْلِهِ اعْتَبَطَ بِقَتْلِهِ قَالَ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِي الْفِتْنَةِ فَيَقْتُلُ اَحَدُهُمْ فَيَرٰى اَنَّهُ عَلٰى هُدًى لَا يَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ يَعْنِيْ مِنْ ذٰلِكَ

قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ فَاعْتَبَطَ يَصُبُّ دَمَهُ صَبًّا

◇◇ خالد بن دہقان بیان کرتے ہیں' میں نے یحییٰ بن یحییٰ غسانی سے حدیث کے ان الفاظ کے بارے میں دریافت کیا: اعتبط بقتله تو انہوں نے بتایا یہ وہ لوگ ہیں جو فتنے کے زمانے میں قتل و غارت کریں گے۔ ان میں سے کوئی ایک شخص قتل کرے گا اور وہ یہ سمجھے گا کہ وہ ہدایت پر ہے اس لئے وہ اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب نہیں کرے گا۔ یعنی اپنے اس عمل کی مغفرت طلب نہیں کرے گا۔

**207**- حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ اَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ اِسْحٰقَ عَنْ اَبِي الزِّنَادِ عَنْ مُّجَالِدِ بْنِ عَوْفٍ اَنَّ خَارِجَةَ بْنَ زَيْدٍ قَالَ سَمِعْتُ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ فِيْ هٰذَا الْمَكَانِ يَقُوْلُ اُنْزِلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ (وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَاؤُهُ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيْهَا) بَعْدَ الَّتِيْ فِي الْفُرْقَانِ (وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ) بِسِتَّةِ اَشْهُرٍ

◇◇ حضرت خارجہ بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' میں نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو اس جگہ یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے' وہ فرماتے ہیں: یہ آیت

''اور جو شخص کسی مومن کو جان بوجھ کر قتل کر دے تو اس کا بدلہ جہنم ہے جہاں وہ ہمیشہ رہے گا''۔

یہ آیت اس آیت کے بعد نازل ہوئی جو سورہ فرقان میں ہے:

''اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی دوسرے کی عبادت نہیں کرتے اور اس جان کو قتل نہیں کرتے جسے اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہو البتہ حق کے ساتھ (قتل) کرتے ہیں''۔

یہ پہلی والی آیت دوسری کے چھ ماہ بعد نازل ہوئی تھی۔

## شرح:

امام ابوعبداللہ قرطبی لکھتے ہیں کہ اس میں سات مسائل ہیں۔

مسئلہ نمبر: (۱) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (آیت) ومن یقتل من شرطیہ ہے اور اس کا جواب (آیت) فجزآؤہ ہے، جان بوجھ کر قتل کرنے والے کی صفت کے بارے میں اختلاف ہے، عطا اور نخعی وغیرہما نے کہا: جس نے لوہے کے ساتھ قتل کیا جیسے تلوار،

خنجر، نیزے کی انی اور اس قسم کی دوسری کوئی تیز چیز جو کاٹنے کے لیے تیار کی گئی ہو یا ایسی چیز جس کے متعلق معلوم ہو کہ اس کے استعمال میں موت ہے جیسے بھاری پتھر وغیرہ۔ ایک جماعت نے کہا: جان بوجھ کر قتل کرنے والا وہ ہے جس نے لوہے کے ساتھ قتل یا پتھر کے قتل کیا یا ڈنڈے کے ساتھ قتل کیا یا اس کے علاوہ کسی چیز کے ساتھ قتل کیا، یہ جمہور کا قول ہے۔

(المحرر الوجیز، جلد۲، صفحہ ۹۴ دار الکتب العلمیہ)

مسئلہ نمبر: (۲) اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں قتل عمد اور قتل خطا کا ذکر فرمایا اور شبہ العمد کا ذکر نہیں فرمایا: علماء کا اس کے بارے میں اختلاف ہے، ابن المنذر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا انکار کیا، انہوں نے کہا: کتاب اللہ میں صرف عمد اور خطا کا ذکر ہے، خطابی نے بھی امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے یہ ذکر کیا اور یہ زائد ذکر کیا رہا شبہ عمد تو ہم اس کو نہیں جانتے، ابوعمر رضی اللہ عنہ نے کہا: امام مالک اور لیث بن سعد نے شبہ العمد کا انکار کیا پس جو ان کے نزدیک ایسی چیز سے قتل کیا گیا جس کے ساتھ عام طور پر قتل نہیں کیا جاتا مثلاً دانتوں سے کاٹا، طمانچہ مارا، کوڑا مارا، چھڑی ماری وغیرہ تو یہ عمد ہوگا اور اس میں قصاص ہوگا۔ ابوعمر نے کہا: ان دونوں کے قول کے موافق صحابہ اور تابعین کی ایک جماعت کا قول ہے جمہور فقہائے امصار کا یہ نظریہ ہے کہ یہ تمام صورتیں شبہ عمد کی نہیں، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے یہ ذکر کیا گیا ہے اور یہ ابن وہب اور صحابہ اور تابعین کی ایک جماعت کا قول ہے، ابن المنذر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: ہمارے نزدیک شبہ عمد پر عمل کیا جائے گا، جن علماء نے شبہ عمد کو ثابت کیا ہے ان میں شعبی، حکم، حماد، نخعی، قتادہ، سفیان ثوری، اہل عراق اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہم ہیں۔ ہم نے یہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اور حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

میں کہتا ہوں: یہ صحیح ہے، خون کے سلسلہ میں احتیاط کرنی ضروری ہے، کیونکہ اصل یہ ہے کہ خون کی جلد میں حفاظت کی جائے، پس خون بہانا مباح نہیں مگر ایسی صورت میں جو بالکل واضح ہو جس میں کسی قسم کا اشکال نہ ہو اور صورت میں اشکال ہے، کیونکہ جب حکم عمد اور خطا میں متردد تھا تو اس کے لیے شبہ عمد کا حکم لگایا گیا، ضرب (مارنا) مقصود تھا، قتل مقصود نہیں تھا قتل بغیر ارادہ کے ہوا تھا، پس قصاص ساقط ہوگا اور دیت بھاری ہوگی۔ اسی کی مثال احادیث میں آئی ہے ابوداود نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کی حدیث سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خبردار خطا کی دیت، شبۂ عمد جو کوڑے اور لاٹھی سے ہو سو اونٹ ہیں جن میں چالیس، ایسی اونٹنیاں ہوں جن کے بطنوں میں بچے ہوں۔ (سنن ابی داود، کتاب الدیات، جلد۲، صفحہ ۲۶۹)۔ دارقطنی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قتل عمد میں قصاص ہے اور قتل خطا میں دیت ہے، اس میں قصاص نہیں، ہے اور جو نا معلوم پتھر یا ڈنڈے یا کوڑے سے قتل کیا گیا ہو تو وہ اونٹوں کی دیت مغلظہ ہے۔ (سنن دارقطنی، کتاب الحدود والدیات، جلد۳، صفحہ ۹۴، رقم الحدیث، ۴۷) سلیمان بن موسیٰ عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ کی سند سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شبۂ عمد کی دیت قتل عمد کی طرح مغلظ ہے، شبۂ عمد والے کو قتل نہیں کیا جائے گا۔ (ایضا، جلد۳، صفحہ ۹۵، رقم الحدیث، ۵۳)

یہ نص ہے، طاوس نے اس شخص کے بارے میں کہا جو جنگ میں ڈنڈے، کوڑے یا پتھر کے ساتھ مارا گیا ہو تو اس کی دیت دی جائے گی، اور اس کی وجہ سے قتل نہیں کیا جائے گا، اس لیے کہ معلوم نہیں اس کا قاتل کون ہے؟ امام احمد بن حنبل نے کہا: العمیا وہ امر جس کا

معاملہ پوشیدہ ہو اس کی وجہ معلوم نہ ہو، اسحاق نے کہا: یہ قوم میں تخارج (☆) (شرکاء کا جائیداد کو آپس میں تقسیم کرنا) اور بعض کو بعض نے قتل کی صورت میں ہوتا ہے اس کی اصل التعمیۃ ۔ (☆☆) (پوشیدہ رکھنا) سے ہے جس کا معنی تلبیس ہے یہ دار قطنی نے ذکر کیا ہے۔

مسئلہ: شبہ عمد کو تسلیم کرنے والوں کا دیت مغلظہ میں اختلاف ہے عطا اور امام شافعی، نے کہا: یہ تیس حقے، تیس جذعے اور چالیس خلفہ ہیں۔ یہ قول حضرت عمر، حضرت زید بن ثابت، حضرت مغیرہ بن شعبۃ اور حضرت ابوموسیٰ اشعری کا ہے، یہ امام مالک کا مذہب ہے جب وہ شبہ عمد کا قول کرتے ہیں۔ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا مشہور مذہب یہ ہے کہ انہوں نے یہ نہیں کہا مگر مدلجی نے اپنے بیٹے کے ساتھ جو کچھ کیا اس جیسے مسئلے میں شبہ عمد کا قول کرتے ہیں جب اس نے اپنے بیٹے کو تلوار سے مارا، بعض علماء نے کہا: یہ چار قسم کے اونٹ ہوں گے چوتھائی بنات لبون، چوتھائی حقاق، چوتھائی جذاع اور چوتھائی بنات مخاض، یہ نعمان اور یعقوب کا قول ہے، ابوداود نے یہ سفیان عن ابی اسحاق عن عاصم بن ضمرہ عن علی کے سلسلہ سے ذکر کیا ہے، بعض نے فرمایا: یہ پانچ قسم کے اونٹ ہوں گے، بیس بنت مخاض، بیس بنت لبون، بیس ابن لبون، بیس حقے اور بیس جذعے، یہ ابوثور کا قول ہے۔ بعض نے فرمایا: چالیس جذعے بازل (☆) (بازل اس اونٹ کو کہتے ہیں جس کی عمر آٹھ سال ہو چکی ہو اور نویں سال میں شروع ہو چکا ہو اس وقت اس کی طاقت مکمل ہو جاتی ہے اس کے بعد اسے بازل عام اور بازل عامین کہا جاتا ہے، نہایہ) عام تک، تیس حقے، تیس بنت لبون، یہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، اور یہی حسن بصری، طاووس اور زہری رحمۃ اللہ علیہم کا قول ہے، بعض نے فرمایا: چونتیس خلفۃ بازل عما تک تینتیس حقے، تنتیس جذعے، اور یہی شعبی رحمۃ اللہ علیہ اور نخعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے، یہ ابوداود نے ابو الاحوص عن ابی اسحاق عن عاصم بن ضمرہ عن علی کے سلسلہ سے روایت کیا ہے۔

مسئلہ نمبر: (۳) ان میں اختلاف ہے جن میں شبہ عمد کی دیت لازم ہوتی ہے، حارث عکلی، ابن ابی لیلی، ابن شبرمہ، قتادہ اور ابوثور رحمۃ اللہ علیہم نے کہا: قتل کرنے والے پر اس کے مال میں ہوگی، شعبی، نخعی، حکم، امام شافعی، ثوری، امام احمد، اسحاق، رحمۃ اللہ علیہم اور اصحاب الرائے نے کہا: وہ عاقلہ پر وہ گی، ابن المنذر نے کہا: شعبی کا قول اصح ہے کیونکہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنین کی دیت مارنے والی کے عاقلہ پر جاری کی تھی۔

مسئلہ نمبر: (۴) علماء کا اجماع ہے کہ قتل عمد کی دیت عاقلہ پر نہ ہوگی بلکہ وہ مجرم کے مال میں ہوگی، سورۃ بقرہ میں اس کا ذکر گزر چکا ہے، علماء کا اجماع ہے کہ قتل خطا کرنے والے پر کفارہ ہے اور قتل عمد میں علماء کا اختلاف ہے، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا نظریہ یہ ہے کہ قتل عمد والے پر اسی طرح کفارہ ہے جس طرح قتل خطا میں کفارہ ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: قتل خطا میں جب کفارہ واجب ہے تو قتل عمد میں بدرجہ اولی واجب ہوگا، اور فرمایا: جب سہو میں سجدہ مشروع ہے تو عمد میں بدرجہ اولی مشروع ہوگا، جو اللہ تعالیٰ نے قتل عم میں ذکر فرمایا وہ قتل خطا میں جو واجب ہے اس کو ساقط کرنے والا نہیں۔ بعض علماء نے فرمایا: جان بوجھ کر قتل کرنے والے پر کفارہ نہ ہوگا جو اس کے مال سے لیا جائے گا، بعض علماء نے فرمایا: کفارہ واجب ہوگا، جس نے خودکشی کی اس پر کفارہ اس کے مال سے ہوگا، ثوری، ابوثور، اور اصحاب الرائے رحمۃ اللہ علیہم نے کہا: کفارہ واجب نہ ہوگا، مگر وہاں جہاں اللہ

تعالیٰ نے کفارہ واجب کیا ہے، ابن المنذر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: ہم بھی اسی طرح کہتے ہیں کیونکہ کفارات عبادات ہیں اور تمثیل جائز نہیں اور کسی کے لیے جائز نہیں کہ وہ کوئی فرض اللہ کے بندوں پر لازم کر دے مگر کتاب اللہ یا سنت اجماع سے اور جنہوں نے عمداً قتل کرنے والے پر کفارہ لازم کیا ان کے پاس حجت نہیں جیسا کہ ذکر کیا گیا ہے۔

مسئلہ نمبر: (۵) اس جماعت کے بارے اختلاف ہے جنہوں نے خطاء ایک شخص کو قتل کر دیا، ایک جماعت نے کہا: ہر ایک پر کفارہ ہوگا۔ حسن، عکرمہ، نخعی، حارث عکلی، امام مالک، ثوری، امام شافعی، امام احمد، اسحاق، ابوثور رحمۃ اللہ علیہم اور اصحاب الرائے نے بھی یہی کہا ہے۔ ایک طائفہ نے کہا: ان تمام پر ایک کفارہ ہوگا۔ ابوثور نے یہی کہا ہے اوزاعی سے یہی حکایت کیا گیا ہے۔ زہری نے غلام آزاد کرنے اور روزہ رکھنے میں فرق کیا ہے، ایک جماعت کے بارے میں فرمایا: جو منجنیق پھینکتے ہیں اور ایک شخص کو قتل کر دیتی ہیں، تمام پر ایک غلام آزاد کرنا ہوگا اور اگر وہ غلام نہ پائیں تو ہر ایک پر دو ماہ کے متواتر روزے ہوں گے۔

مسئلہ نمبر: (۶) نسائی نے روایت کیا ہے ہمیں حسن ابن اسحاق المروزی نے بتایا وہ ثقہ ہے فرمایا، مجھے خالد بن خداش نے بتایا، انہوں نے فرمایا ہمیں حاتم بن اسماعیل نے بتایا، انہوں نے بشیر بن مہاجر سے روایت کیا، انہوں نے عبداللہ بن بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا، انہوں نے اپنے باپ سے روایت کیا فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مومن کا قتل کرنا اللہ تعالیٰ کے نزدیک زوال دنیا سے بھی بڑا ہے۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سب سے پہلے جس کا بندے سے حساب لیا جائے گا وہ نماز ہے اور سب سے پہلے بندوں کے درمیان جس کا فیصلہ کیا جائے گا وہ خونوں کے متعلق ہوگا۔ (صحیح بخاری، باب القصاص، رقم الحدیث ۶۰۵۲، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، جامع ترمذی، باب ماجاء ان اول مایحاسب بہ العبد الخ، رقم الحدیث، ۳۷۸، ضیاء القرآن پبلی کیشنز) اسماعیل بن اسحاق نے نافع بن جبیر بن مطعم سے انہوں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ایک سائل نے ان سے کہا: اے ابوالعباس! کیا قاتل کے لیے توبہ ہے؟ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے! سے مسئلہ پر تعجب کرنے والے کی طرح کہا: تو کیا کہتا ہے؟ دو یا تین مرتبہ کہا، پھر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: تجھ پر افسوس اس کے لیے توبہ کہاں! میں نے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے سنا ہے کہ مقتول آئے گا جب کہ اس کا سر اس کے ایک ہاتھ میں لٹکا ہوا ہوگا وہ اپنے دوسرے ہاتھ سے اپنے قاتل کو بلا رہا ہوگا، اس کی رگیں خون آلود ہوں گی حتی کہ دونوں رو کے جائیں گے، مقتول اللہ تعالیٰ سے عرض کرے گا: اے رب! اس نے مجھے قتل کیا اللہ تعالیٰ قاتل کو فرمائے گا: تو نیست و نابود ہو جا پھر اسے آگ کی طرف لے جایا جائے گا۔ حسن سے مروی ہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے اپنے رب سے کسی چیز کے بارے اتنا سوال نہیں کیا جتنا کہ میں نے مومن کے قتل کے بارے میں کیا تو مجھے جواب نہ ملا۔

مسئلہ نمبر: (۷) جان بوجھ کر قتل کرنے والے کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے کیا اس کے لیے توبہ ہے؟ بخاری نے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرمایا: اس میں اہل کوفہ نے اختلاف کیا پھر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس گیا ان سے یہ مسئلہ پوچھا تو انہوں نے فرمایا: یہ آیت نازل ہوئی ہے: (آیت) ومن یقتل مومنا متعمدا فجزآؤہ جھنم۔ یہ سب سے آخر میں نازل ہوا اور اسے کسی چیز نے منسوخ نہیں کیا، نسائی نے حضرت ابن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرمایا:

میں نے حضرت ابن عباس سے پوچھا: کیا اس شخص کے لیے توبہ ہے جو جان بوجھ کر کسی مومن کو قتل کرتا ہے؟ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: یہ آیت مکی ہے ان پر سورۃ فرقان کی آیت ۶۸ پڑھی: (آیت) **والذین لا یدعون مع اللہ الھا اخر** . حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: یہ آیت مکی ہے، اسے مدنی (آیت) **ومن یقتل مومنا متعمدا فجزآؤہ جھنم خلدا فیھا وغضب اللہ علیہ** . نے منسوخ کیا ہے۔

زید بن ثابت سے اسی طرح روایت ہے اور سورۃ نساء کی آیت، سورۃ فرقان کی آیت سے چھ ماہ بعد نازل ہوئی اور ایک روایت میں آٹھ ماہ بعد نازل ہوئی، نسائی نے ان دونوں روایات کو حضرت زید بن ثابت سے روایت کیا ہے۔ حضرت زید اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی روایات کو دیکھ کر معتزلہ نے آیت کے عموم کا نظریہ قائم کیا ہے، انہوں نے کہا: یہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد: (آیت) **ویغفر ما دون ذلک لمن یشآء** . کے عموم کا مخصوص ہے، انہوں نے کہا کہ وعید ہر قاتل پر نافذ ہوگی انہوں نے دونوں آیتوں کو جمع کیا ہے کہ انہوں نے کہا: تقدیر عبارت اس طرح ہوگی، **یغفر مادون ذالک لمن یشاء الا من قتل عمدا** .

علماء کی ایک جماعت جن میں حضرت عبداللہ بن عمر بھی ہیں، حضرت زید رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی یہ مروی ہے، ان کا خیال ہے کہ قاتل کے لیے توبہ ہے، یزید بن ہارون نے کہا: ہمیں ابو مالک اشجعی نے بتایا انہوں نے سعد بن عبیدہ سے روایت کیا انہوں نے فرمایا: ایک شخص حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس آیا اور کہا: کیا جان بوجھ کر مومن کو قتل کرنے والے کے لیے توبہ ہے؟ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: نہیں مگر آگ، جب وہ شخص چلا گیا تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ساتھیوں نے کہا: کیا آپ ہمیں اس طرح فتویٰ دیتے تھے تو آپ یہ فتویٰ دیتے تھے کہ قاتل کی توبہ قبول ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا میں اسے گمان کرتا تھا کہ یہ بہت غصہ میں ہے کسی مومن کو قتل کرنا چاہتا تھا، فرمایا: لوگ اس شخص کے پیچھے گئے تو انہوں اسے ویسا ہی پایا، یہ اہل السنّت کا مذہب ہے اور یہ صحیح ہے، اور یہ آیت مخصوصہ ہے اور تخصیص کی دلیل آیات اور اخبار ہیں۔ علماء کا اجماع ہے کہ یہ آیت مقیس بن ضبانہ کے بارے میں نازل ہوئی ان کا واقعہ اس طرح ہے کہ وہ اور ان کا بھائی، ہسام بن ضبابہ مسلمان ہوئے، پھر مقیس نے اپنے بھائی ہشام کو بنی نجار میں مقول پایا، اس واقعہ کی خبر نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کی گئی تو آپ نے بنی نجار کو لکھا کہ اس کے بھائی کا قاتل اس کے حوالے کردو۔ اور آپ نے مقیس کے ساتھ ایک شخص کو بھیجا جس کا تعلق بنی فہر سے تھا، بنو النجار نے کہا: اللہ قسم! ہم اس کا قاتل نہیں جانتے لیکن ہم دیت دیں گے، پس انہوں نے سو اونٹ دیت دیئے پھر وہ دونوں مدینہ طیبہ کی طرف لوٹ آئے، راستہ میں مقیس نے فہری شخص پر حملہ کر کے اسے اپنے بھائی کے قتل کے بدلے قتل کر دیا، اور اونٹ لے لیے اور مرتد ہو کر مکہ چلا گیا اور وہ شعر پڑھتا تھا:

قتلت بہ فھرا وحملت عقلہ سراۃ بنی النجار ارباب فارع (المحرر الوجیز، جلد۲، صفحہ۹۵ دار الکتب العلمیہ)

حللت بہ وتری وادرکت ثورتی وکنت الی الاوثان اول راجع:

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اسے حل وحرم میں امن نہیں دیتا (۲) (احکام القرآن للطبری، جلد۵، صفحہ۲۵۷)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم۔ نے فتح مکہ کے دن اس کے قتل کا حکم دیا جب کہ وہ کعبہ کے ساتھ متعلق تھا، جب اہل تفسیر اور علماء دین کی نقل سے یہ ثابت ہے تو اسے مسلمانوں پر محمول کرنا مناسب نہیں پھر اس آیت کے ظاہر کو (آیت) ان الحسنت یذھبن السیات ۔ (ہود:۱۱۴) اور (آیت) وھو الذی یقبل التوبة عن عباده ۔ (الشوریٰ:۲۵) اور (آیت) ویغفر مادون ذلك لمن یشآء ۔ کے ظاہر کو لینے سے اولیٰ نہیں ہے، ان دونوں آیات کے ظاہر کو لینے میں تناقص ہے، پس تخصیص ضروری ہے پھر سورۃ فرقان کی آیت اور اس آیت کو جمع کرنا ممکن ہے، نہ نسخ ہے اور نہ تعارض ہے، سورۃ نساء کی مطلق آیت کو سورۃ فرقان کی مقید آیت پر محمول کیا جائے گا معنی یہ ہوگا کہ اس کی جزا یہ ہے کہ مگر جو توبہ کر لیے خصوصا جب کہ موجب یعنی قتل اور موجب یعنی عقاب کی دھمکی متحد ہیں، رہی تو وہ بہت سی ہیں جیسے حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی حدیث جس میں فرمایا: تم میری بیعت کرو کہ تم اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراو گے اور نہ زنا کرو گے اور نہ چوری کرو گے اور نہ اس نفس کو قتل نہیں کروں گے جس کو قتل کرنا اللہ نے حرام کیا ہے مگر حق کے ساتھ، جو تم میں سے ان احکام کو پورا کرے گا اس کا اجر اللہ تعالیٰ پر ہے اور جو ان باتوں میں سے کسی کا ارتکاب کرے گا اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے، اگر وہ چاہے گا تو اسے معاف کر دے گا، اگر چاہے گا تو اسے عذاب دے گا۔ (صحیح مسلم، کتاب الحدود، جلد ۲ صفحہ ۷۳، صحیح بخاری، رقم الحدیث، ۱۷، ضیاء القرآن پبلی کیشنز) اس حدیث کو ائمہ حدیث نے روایت کیا ہے اس کو بخاری اور مسلم نے روایت کیا ہے، جیسے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس شخص کے بارے مروی ہے جس نے سو آدمیوں کو قتل کیا تھا، اس حدیث کو مسلم نے اپنی صحیح میں، ابن ماجہ نے اپنی سنن میں ذکر کیا ہے۔ (ابن ماجہ باب ھل لقاتل المومن توبة، رقم الحدیث، ۲۶۱۱، ضیاء القرآن پبلی کیشنز) اس کے علاوہ بھی اخبار ثابت ہیں پھر ہمارے ساتھ ان کا اس شخص کے بارے میں اجماع ہے جس کے خلاف قتل کی گواہی دی گئی اور وہ اقرار کرتا ہو کہ اس نے جان بوجھ کر قتل کیا ہے، پھر اس کے اولیاء سلطان کے پاس آئیں اور اس پر حد قائم کی جائے اور قصاصا قتل کیا جائے تو آخرت میں اس کا پیچھا نہیں کیا جائے گا، حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کے مقتضی پر بالا جماع اس پر وعید نافذ نہ ہوگی، تو انہوں نے (آیت) ومن یقتل مومنا متعمدا ۔ کے عموم سے جو عمارت تعمیر کی تھی وہ ان پر ٹوٹ گئی اور جو ہم نے ذکر کیا اس کے ساتھ تخصیص داخل ہوگئی، جب معاملہ اس طرح ہے تو معلوم ہوا کہ یہ آیت مخصوص ہے جیسا کہ ہم نے بیان کیا یا یہ اس قول پر محمول سمجھنے والا ہے، یہ بالا جماع کفر کی طرف لوٹتا ہے، ایک جماعت نے کہا: قاتل کا معاملہ مشیت الٰہی کے سپرد ہے خواہ وہ توبہ کرے یا نہ کرے، یہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے مسلک ہے، اگر کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ ارشاد: (آیت) فجزآوہ جھنم خلدا فیھا وغضب اللہ علیه ولعنه ۔ یہ اس کے کفر پر دلیل ہے، اللہ تعالیٰ غضب نہیں فرماتا مگر کافر پر جو ایمان سے خارج ہوتا ہے، ہم اس کے جواب میں کہیں گے یہ وعید ہے اور وعید میں خلف کرم ہے جس طرح کہ شاعر نے کہا: وانی متی اوعدته اوعدته لمخلف ایعادی ومنجز موعدی:

یہ پہلے گزر چکا ہے، دوسرا جواب یہ ہے اگر وہ اسے یہ جزا دے یعنی وہ اپنے بڑے گناہ کی وجہ سے اس گناہ کا مستحق اور سزاوار ہے، ابومجلز لاحق بن حمید اور ابوصالح وغیرہما نے اس پر نص قائم کی ہے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ بندے کے لیے ثواب کا وعدہ فرماتا ہے تو وہ اسے پورا

کرتا ہے اور اگر اس کے لیے عقوبت مقرر فرماتا ہے تو اس کے لیے مشیت ہے اگر چاہے گا تو اسے عتاب دے گا اور اگر چاہے گا تو اسے معاف کردے گا۔ ان دونوں تاویلوں میں نظر ہے رہی پہلی تاویل، قشیری نے کہا: اس میں نظر ہے، کیونکہ رب تعالیٰ کا کلام خلف کو قبول نہیں کرتا مگر یہ کہ اس سے عام کی تخصیص مراد لی جائے اور یہ کلام میں جائز ہے اور رہی دوسری تاویل۔ اگرچہ روایت کیا گیا ہے کہ یہ مرفوع ہے۔ نحاس نے کہا: اس میں غلطی واضح ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ذلک جزآؤھم جھنم بما کفروا۔ (کہف: ۱۰۶) کسی نے یہ نہیں کہا: ان جازاھم (اگر وہ انہیں جزادے گا) یہ عربی جاننے میں خطا ہے، کیونکہ اس کے بعد (آیت) غضب اللہ علیہ۔ ہے وہ جازاہ کے معنی پر محمول ہے۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ اس کی جزا جہنم ہے اگر وہ توبہ نہ کرے اور گناہ پر اصرار کرے حتیٰ کہ وہ اپنے رب سے معاصی کی نحوست کے ساتھ کفر پر ملاقات کرے، ہبۃ اللہ نے اپنی کتاب الناسخ والمنسوخ میں ذکر کیا ہے کہ یہ آیت منسوخ ہے اور اس کی ناسخ (آیت) ویغفر مادون ذلك لمن يشآء۔ ہے اور فرمایا: اس پر لوگوں کا اجماع ہے مگر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا یہ آیت محکمۃ ہے، ہبۃ اللہ کے قول میں نظر ہے، کیونکہ یہ عموم اور تخصیص کا مقام ہے، نہ کہ نسخ کا مقام۔ یہ ابن عطیہ کا قول ہے: (۱) (المحرر الوجیز، زیر آیت ہذہ)

میں کہتا ہوں: یہ حسن ہے، کیونکہ نسخ اخبار میں نہیں ہوتا معنی یہ ہے کہ وہ اسے جزا دے گا۔ نحاس نے معانی القرآن میں کہا: علماء اہل نظر کے نزدیک یہ حکم محکم ہے وہ جزا دے گا جب وہ توبہ نہیں کرے گا۔ اگر وہ توبہ کرے گا تو اس کا حکم بیان کردیا۔ (آیت) وانی لغفار لمن تاب۔ (طٰہٰ: ۸۲) پس قاتل اس سے خارج نہیں ہے الخلو ودوام پر دلالت نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: (آیت) وما جعلنا لبشر من قبلك الخلد۔ (الانبیاء: ۳۴)

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا: (آیت) یحسب ان ماله اخلده۔ (الھمزہ: ۳)

زہیر نے کہا: ولا خالد الا لجبال الرواسیا:

یہ تمام شواہد دلالت کرتے ہیں کہ خلد کا لفظ تابید کے معنی کے علاوہ پر بھی بولا جاتا ہے، کیونکہ پہاڑ بھی اور مال بھی دنیا کے زوال کے ساتھ زائل ہوجائیں گے اسی طرح عرب کہتے ہیں: لاخلدن فلانا فی السجن (میں فلاں کو ہمیشہ قید خانہ میں رکھوں گا) السجن ختم ہوجائے گی اور فنا ہوجائے گی اسی طرح مسجون بھی، اس کی مثل دعا میں ہے: خلد اللہ ملکہ وابد ایامہ، یہ لفظ اور معنی تمام گزر چکے ہیں۔ (تفسیر قرطبی، سورہ نساء، بیروت)

**208-** حَدَّثَنَا يُوسُفُ بْنُ مُوسَى حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ أَوْ حَدَّثَنِي الْحَكَمُ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ سَأَلْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ فَقَالَ لَمَّا نَزَلَتِ الَّتِي فِي الْفُرْقَانِ (وَالَّذِينَ لَا يَدْعُونَ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ وَلَا يَقْتُلُونَ النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ) قَالَ مُشْرِكُو أَهْلِ مَكَّةَ قَدْ قَتَلْنَا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ وَدَعَوْنَا مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ وَأَتَيْنَا الْفَوَاحِشَ فَأَنْزَلَ اللَّهُ (إِلَّا مَنْ تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَأُولَئِكَ يُبَدِّلُ اللَّهُ سَيِّئَاتِهِمْ حَسَنَاتٍ) فَهَذِهِ لِأُولَئِكَ قَالَ وَأَمَّا الَّتِي فِي النِّسَاءِ (وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا فَجَزَاؤُهُ جَهَنَّمُ) الْآيَةَ قَالَ الرَّجُلُ إِذَا عَرَفَ شَرَائِعَ الْإِسْلَامِ ثُمَّ قَتَلَ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا فَجَزَاؤُهُ جَهَنَّمُ لَا تَوْبَةَ لَهُ فَذَكَرْتُ هَذَا لِمُجَاهِدٍ فَقَالَ إِلَّا مَنْ

نَدِمَ

✧✧ سعید بن جبیر بیان کرتے ہیں' میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے دریافت کیا تو انہوں نے بتایا: سورہ فرقان میں موجود یہ آیت جب نازل ہوئی:

''اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کی عبادت نہیں کرتے کسی جان کو قتل نہیں کرتے جسے اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے البتہ حق کے ہمراہ (قتل کرتے ہیں)''۔

تو اہل مکہ سے تعلق رکھنے والے مشرکین نے کہا: ہم نے تو اس جان کو قتل کیا ہوا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے اور ہم اللہ تعالیٰ کے ہمراہ دوسرے معبود کی پرستش بھی کرتے رہے ہیں اور ہم گناہوں کا ارتکاب بھی کرتے ہیں' تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی۔

''ماسوائے اس کے جو توبہ کرلے اور ایمان لے آئے اور نیک عمل کرے یہی وہ لوگ ہیں جن کے گناہوں کو اللہ تعالیٰ نے نیکیوں میں تبدیل کردیا ہے''۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: جہاں تک سورۃ نساء میں موجود اس آیت کا تعلق ہے۔

''اور جو شخص کسی مومن کو جان بوجھ کر قتل کردے تو اس کا بدلہ جہنم ہے''۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: جب کوئی شخص اسلامی احکام کو جان لے اور پھر کسی مومن کو جان بوجھ کر قتل کردے تو اس کا بدلہ جہنم ہوگا اور اس کی توبہ قبول نہیں ہوگی۔

راوی بیان کرتے ہیں' میں نے اس بات کا تذکرہ مجاہد سے کیا تو انہوں نے بتایا: اگر وہ شخص ندامت کا شکار ہو (اور توبہ کرلے) تو اس کی توبہ قبول ہوگی۔

**209**- حَدَّثَنَا اَحْمَدُ ابْنُ اِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ حَدَّثَنِي يَعْلَى عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ فِي هٰذِهِ الْقِصَّةِ فِي (وَالَّذِينَ لَا يَدْعُونَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ) اَهْلِ الشِّرْكِ قَالَ وَنَزَلَ (يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ اَسْرَفُوا عَلٰى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِنْ رَحْمَةِ اللّٰهِ)

✧✧ حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے اس قصے میں یہ نقل کرتے ہیں

''اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کے ہمراہ دوسرے معبود کی عبادت کرتے ہیں''۔

اس سے مراد اہل شرک ہیں جبکہ (مسلمانوں کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی)

''اے میرے وہ بندوں جنہوں نے اپنی جان پر ظلم کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہ ہو۔''

**210**- حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ النُّعْمَانِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ (وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا) قَالَ مَا نَسَخَهَا شَيْءٌ

✧✧ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' یہ آیت

''اور جو شخص کسی مومن کو جان بوجھ کر قتل کرے''۔

اس آیت کو کسی دوسری آیت نے منسوخ نہیں کیا۔

**211- حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا اَبُوْ شِهَابٍ عَنْ سُلَيْمَانَ التَّيْمِيِّ عَنْ اَبِي مِجْلَزٍ فِيْ قَوْلِهِ (وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا فَجَزَاؤُهُ جَهَنَّمُ) قَالَ هِيَ جَزَاؤُهُ فَاِنْ شَآءَ اللّٰهُ اَنْ يَتَجَاوَزَ عَنْهُ فَعَلَ**

✧✧ ابومجلز اس آیت کے بارے میں فرماتے ہیں:

''اور جو شخص کسی مومن کو جان بوجھ کر قتل کردے تو اس کا بدلہ جہنم ہوگا''۔

ابومجلز کہتے ہیں یہ اس کا بدلہ ہے اگر اللہ تعالیٰ اس سے درگزر کرنا چاہے تو کرسکتا ہے۔

## شرح:

(۱) ابن جریج وابن المنذر نے عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ انصار میں سے ایک آدمی نے مقیس بن ضبابہ کے بھائی کو قتل کردیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو دیت دی تو اس نے قبول کرلی پھر وہ اپنے بھائی کے قاتل پر کود پڑا اور اس کو قتل کردیا ابن جریج نے کہا اور دوسرے علماء نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی دیت بنونجار پر رکھ دی پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مقیس اور بنومہر کے ایک آدمی کو کسی کام کے لئے بھیجا مقیس نے فہری کو اٹھایا کیونکہ وہ سخت آدمی تھا اس کو زمین پر گرا کر اس کے سر کو دو پتھروں کے درمیان کچل دیا یہ اشعار پڑھنے لگا۔

قتلت به فهر او حملت عقله سراة بني النجار ارباب قارع

ترجمہ: میں نے فہر نامی شخص کو قتل کیا اور اس کی دیت کو قلعوں والے بنی نجار کے سرداروں پر لازم کیا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات کی خبر پہنچی تو آپ نے فرمایا میں خیال کرتا ہوں کہ اس نے بہت بڑا ظلم کیا اللہ کی قسم اگر ایسا ہوتا میں اس کو حل میں اور نہ حرم میں اور نہ صلح میں اور نہ جنگ میں اس کو پناہ دوں گا پھر وہ فتح مکہ کے دن قتل کردیا گیا ان جریج نے فرمایا اس بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔ لفظ آیت ومن يقتل مؤمنا متعمدا۔

## عمداً کسی مسلمان کو قتل کرنے کی سزا جہنم ہے

(۲) ابن ابی حاتم نے سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ لفظ آیت **ومن يقتل مؤمنا متعمدا فجزاؤه جهنم** کے بارے میں روایت کیا کہ یہ آیت مقیس بن ضبابہ کنانی کے بارے میں نازل ہوئی اور یہ اس وجہ سے کہ وہ اسلام لایا اور اس کا بھائی ہشام بن ضبابہ بھی اور دونوں مدینہ منورہ میں رہتے تھے قیس نے اپنے بھائی ہشام کو ایک انصار کے قبیلہ بنونجار میں قتل کیا ہوا پایا وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا اور ان کا یہ واقعہ بتایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیس کے ایک قبیلہ بنوفہر میں سے ایک آدمی بنونجار کے پاس بھیجا اور اس کے ساتھ مقیس تھا بنونجار کے گھر ان دنوں قباء میں تھے (اور کہا بھیجا) کہ مقیس کو اس کے بھائی کے قاتل دے دو اگر تم جانتے ہو ورنہ اس کو دیت دے دو جب ان کے پاس قاصد آیا تو انہوں نے کہا ہم نے اللہ کے رسول کا پیغام سنا اور

اس کی اطاعت کی اللہ کی قسم ہم قاتل کو نہیں جانتے لیکن ہم ان کو دیت دیں گے تو انہوں نے مقیس کو اس کے بھائی کی دیت کے سو اونٹ اس کو دے دیئے جب مقیس اور فہری قباء سے مدینہ منورہ کی طرف واپس لوٹے تو مقیس نے فہری پر حملہ کر دیا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قاصل تھے اور اس کو قتل کر دیا اور اسلام سے پھر گیا اور اس میں سے ایک اونٹ پر سوار ہو کر باقی اونٹوں کو ہانک کر مکہ مکرمہ جا پہنچا اور وہ اپنے لئے یہ شعر کہتا تھا۔

قتلت به فهر او حملت عقله سراة بني النجار ارباب قارع

ترجمہ: میں نے فہر (نامی شخص) کو قتل کیا اور اس کی دیت کو قلعون والے بنی نجار کے سرداروں پر لازم کیا۔

وادركت ثاری واضطجعت موسدا وكنت الى الاوثان اول راجع

ترجمہ: اور میں نے اپنا بدلہ پا لیا اور تکیہ لگا کر لیٹ گیا اور بتوں کی طرف اول رجوع کرنے والا ہو گیا۔

یہ آیت اس کے بعد نازل ہوئی کہ اس نے ناحق قتل کیا دیت لی اسلام سے مرتد ہوا وہ (یعنی مقیس) اسلام سے پھر گیا اور کافر ہو کر مکہ چلا گیا اسی پر یہ آیت نازل ہوئی لفظ آیت ومن يقتل مؤمنا متعمدا ۔

(۳) البیہقی نے شعب الایمان میں (کلبی کے طریقہ سے) ابو صالح سے اور انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اسی طرح روایت کیا۔

(۴) عبد بن حمید و بخاری و مسلم و ابوداؤد و نسائی و ابن جریر و طبرانی نے سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ اہل کوفہ نے مومن کے قتل میں اختلاف کیا میں اس بارے میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کی طرف روانہ ہوا اور ان سے اس بارے میں پوچھا انہوں نے فرمایا کہ یہ آیت ومن يقتل مؤمنا متعمدا فجزاؤه جهنم یہ آخری آیت ہے جو نازل ہوئی اور اس کو کسی چیز نے منسوخ نہیں کیا۔

(۵) احمد و سعید بن منصور نسائی و ابن ماجہ و عبد بن حمید و ابن جریر و ابن المنذر و ابن ابی حاتم و نحاس نے اپنی ناسخ میں و طبرانی نے سالم بن ابی جعد کے طریق سے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ ایک آدمی آیا اور اس نے کہا مجھے بتایئے کہ ایک آدمی کو ایک آدمی نے جان بوجھ کر قتل کر دیا تو انہوں نے فرمایا لفظ آیت ومن يقتل مؤمنا متعمدا فجزاؤه جهنم خلدا فيها وغضب الله عليه ولعنه واعد له عذابا عظيما پھر فرمایا یہ آیت آخرت میں نازل ہوئی کہ اس کو کسی چیز نے منسوخ نہیں کیا یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا سے چلے گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد وحی نازل نہیں ہوئی۔ سوال کیا بتایئے اگر کوئی آدمی توبہ کرے اور ایمان لے آئے اور نیک عمل کرے پھر وہ ہدایت پا لے انہوں نے فرمایا اس کے لئے توبہ کہا اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا اس کی ماں اس کو گم کرے کہ ایک آدمی نے اگر ایک آدمی کو جان بوجھ کر قتل کیا اس حال میں قیامت کے دن آئے گا کہ اس اپنے قاتل کو قیامت کے دن اپنے داہنے یا بائیں ہاتھ سے پکڑے ہوئے ہو گا اور اپنا سر دائیں یا بائیں ہاتھ سے پکڑا ہو گا اور اس کی آنتیں خون سے بہتی ہوں گی عرش کے سامنے اور وہ مقتول کہے گا اے میرے رب اپنے بندے سے سوال کیجئے مجھے اس نے کیوں قتل کیا تھا۔

(۶) ترمذی نے (اس کو حسن کہا) عمرو بن دینار کے طریق سے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مقتول اپنے قاتل کو قیامت کے دن اس حال میں لائے گا کہ اس کی پیشانی اور اپنا سر اس کے ہاتھ میں تھا اور اس کی آنتیں خون بہا رہی ہوں گی اور وہ کہے گا اے میرے رب! مجھے اس نے قتل کیا ہے یہاں تک کہ وہ عرش سے قریب ہو جائے گا لوگوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس کی توبہ کا ذکر کیا تو انہوں نے یہ آیت ومن یقتل مؤمنا متعمدا تلاوت فرمائی اور فرمایا یہ آیت منسوخ نہیں ہوئی اور نہ اس کا حکم بدلا گیا تو پھر اس کے لئے توبہ کہاں ہے۔

(۷) عبد بن حمید و بخاری و ابن جریر نے سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ عبدالرحمٰن بن ابزی نے مجھ سے فرمایا کہ ابن عباس سے لفظ آیت ومن یقتل مؤمنا متعمدا فجزاؤہ جهنم کے بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے فرمایا اس کو کسی چیز سے منسوخ نہیں کیا اور اس آیت کے بارے میں فرمایا لفظ آیت: والذین لا یدعون مع اللہ الھا اخر (الفرقان آیت ۶۸) یہ اہل شرک کے بارے میں نازل ہوئی۔

(۸) عبد بن حمید و بخاری و ابن جریر و حاکم و ابن مردویہ نے سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ عبدالرحمٰن بن زہری سے پوچھا کہ وہ ابن عباس سے ان دونوں آیتوں کا سوال کرے جو نساء میں ہے یعنی ومن یقتل مؤمنا متعمدا فجزاؤہ جهنم آخری آیت تک اور وہ جو فرقان میں ہے: ومن یفعل ذلك یلق اثاما راوی نے کہا میں نے ان سے پوچھا تو انہوں نے فرمایا جب کوئی آدمی اسلام میں داخل ہو گیا اور شریعت کے احکام کو جان لیا پھر اس نے ایک مومن کو جان بوجھ کر قتل کر دیا تو اس کی جزاء جہنم ہوگی اور اس کی توبہ نہیں ہے۔ اور جو آیت سورۃ فرقان میں ہے جب یہ نازل ہوئی تو مکہ کے مشرکین نے کہا ہم نے اللہ کے ساتھ شرک کیا اور ہم نے ناحق قتل کئے اور ہم نے برے اعمال کئے تو پھر ہم اسلام کو کوئی نفع نہ دے گا تو یہ آیت نازل ہوئی لفظ آیت الا لمن تاب (فرقان آیت ۷۰) یہ حکم ان لوگوں کے لئے ہے۔

(۹) ابن جریر و ابن ابی حاتم نے شہر بن حوشب رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ میں نے ابن عباس کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ یہ آیت ومن یقتل مؤمنا متعمدا فجزاؤہ جهنم سورۃ فرقان کی اس آیت الا من تاب وامن وعمل عملا صالحا کے ایک سال کے بعد نازل ہوئی۔

(۱۰) ابن جریر نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ یہ آیت ومن یقتل مؤمنا متعمدا سورۃ فرقان کی آیت کے ساٹھ سال کے بعد نازل ہوئی یعنی والذین لا یدعون مع اللہ الھا اخر سے لے کر غفورا رحیما تک۔

(۱۱) ابن جریر و نحاس و طبرانی نے سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ میں نے ابن عباس سے سوال کیا کہ کیا اس شخص کے لئے توبہ ہے جس نے کسی مومن کو جان بوجھ کر قتل کر دیا؟ فرمایا نہیں تو میں نے ان پر یہ آیت پڑھی جو سورۃ فرقان میں ہے والذین لا یدعون مع اللہ الھا اخر پھر فرمایا یہ آیت مکی ہے جبکہ سورۃ نساء کی آیت مدنی ہے۔ سورۃ نساء کی اس آیت ومن یقتل مؤمنا متعمدا نے اسے منسوخ کر دیا۔

(۱۲) عبدالرزاق اور ابن جریر زید بن ثابت رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ آیت شدیدہ آیت بینہ کے چھ ماہ بعد نازل ہوئی

یعنی ومن یقتل مؤمنا متعمدا کے بعد ان اللہ لا یغفر ان یشرك به (نازل ہوئی)۔

(۱۳) سعید بن منصور وابن جریر وابن المنذر روابن ابی حاتم نے زید بن ثابت رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ آیت شدیدہ آیت بینہ کے چھ ماہ بعد نازل ہوئی یعنی لفظ آیت ومن یقتل مؤمنا متعمدا سورۃ فرقان کی اس آیت والذین لا یدعون مع اللہ الھا اخر کے چھ ماہ بعد نازل ہوئی۔

(۱۴) ابوداؤد وابن جریر والنحاس وطبرانی وابن مردویہ نے بیہقی نے زید بن ثابت رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ وہ آیات جو سورۃ فرقان میں ہیں ان کے چھ ماہ بعد وہ آیات نازل ہوئیں جو سورۃ نساء میں ہیں۔

(۱۵) طبرانی وابن مردویہ نے زید بن ثابت رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ جب یہ آیت جو سورۃ فرقان میں ہے لفظ آیت والذین لا یدعون مع اللہ الھا اخر نازل ہوئی ہم نے اس کی نرمی پر تعجب کیا پھر ہم سات ماہ ٹھہرے رہے پھر یہ آیت نازل ہوئی۔ جو سورۃ نساء میں ہے: ومن یقتل مؤمنا متعمدا نازل ہوئی۔

(۱۶) عبدالرزاق نے ضحاک رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ ان دونوں آیتوں کے نزول کے درمیان آٹھ سال کا عرصہ ہے اور سورۃ نساء والی آیت سورۃ فرقان والی آیت کے بعد نازل ہوئی۔

(۱۷) سمویہ نے اپنے فوائد میں زید بن ثابت رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ سورۃ نساء کی یہ آیت سورۃ نساء کی اس آیت ویغفر ما دون ذلك لمن یشاء کے چار ماہ بعد نازل ہوئی۔

## مسلمان کا قاتل ملعون ہے

(۱۸) ابن جریر نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ سب سے بڑے گناہ یہ ہیں اللہ کے ساتھ شرک کرنا کسی جان کو قتل کرنا جس کو اللہ تعالیٰ نے حرام فرمایا ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں لفظ آیت فجزاؤہ جھنم خلدا فیھا وغضب اللہ علیه ولعنه واعد له عذابا عظیما۔

(۱۹) عبد بن حمید وابن جریر نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ یہ دونوں مبہم ہیں اور ایک شرک اور دوسرا قتل۔

(۲۰) عبد بن حمید وابن جریر نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ ومن یقتل مؤمنا متعمدا کے بارے میں روایت کیا کہ یہ آیت محکم ہے اور زیادہ نہیں کرتی مگر شدت یعنی سختی ہے۔

(۲۱) سعید بن منصور وابن المنذر رنے کردم سے روایت کیا کہ ابو ہریرہ، ابن عباس اور ابن عمر رضی اللہ عنہ (تینوں حضرات) سے ایک آدمی کے بارے میں پوچھا گیا جس نے ایک مومن کو جان بوجھ کر قتل کیا تھا تو انہوں نے فرمایا کیا وہ ایسا کر سکتا ہے کہ اس کو موت نہ آئے اور کیا وہ ایسا کر سکتا ہے کہ وہ ایک سرنگ زمین میں بنالے یا آسمان میں ایک سیڑھی لگالے یا مقتول کو زندہ کر لے۔

(۲۲) سعید بن منصور وعبد بن حمید وابن المنذر رسعید بن میناء رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے پہلو میں بیٹھا ہوا تھا ایک آدمی آیا اور اس نے مومن کے قاتل کے بارے میں پوچھا کہ کیا اس کے لئے توبہ ہے تو انہوں نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا یہاں تک کہ اونٹ سوئی کے ناکے میں داخل ہو جائے۔

(۲۳) ابن المنذر نے ابورزین کے طریق سے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ یہ مبہم ہے اس کی توبہ کو نہیں جانا گیا۔

(۲۴) عبد بن حمید وابن جریر نے ضحاک رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ اس شخص کے لئے کوئی توبہ نہیں جس نے کسی مومن کو قتل کر دیا اور اس حکم کو کسی چیز نے منسوخ نہیں کیا۔

(۲۵) سعید بن منصور وابن المنذر نے سعید بن میناء رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ میرے ایک ساتھی اور تاجر کے درمیان جھگڑا ہوا میرے ساتھی نے کرسی اٹھائی اور اس آدمی کے سر پر دے ماری اور اس کو قتل کر دیا پھر نادم ہوا اور کہا میں سب کچھ چھوڑتا ہوں پھر جاتا ہوں اور اس اپنی جان کو اللہ کے راستے میں لگاتا ہوں میں نے کہا ہمارے ساتھ چل ابن عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ہم ان سے پوچھتے ہیں کیا تیرے لئے کوئی توبہ ہے؟ ہم دونوں چلے یہاں تک کہ ہم ان کے پاس آئے میں نے ان کو وہ سارا واقعہ بیان کیا پھر میں نے کہا کیا آپ اس کے لئے توبہ کی کوئی راہ پاتے ہیں انہوں نے فرمایا کھاؤ اور پیو اور مجھ سے کھڑا ہو جا میں نے عرض کیا وہ یہ گمان کرتا ہے کہ اس نے اس کے قتل کا ارادہ نہیں کیا تھا فرمایا یہ جھوٹا ہے تم میں سے ایک آدمی لکڑی کو اٹھا کر مسلمان آدمی کے سر کو مارتا ہے پھر کہتا ہے کہ میں نے اس کے قتل کا ارادہ نہیں کیا یہ جھوٹ ہے (پھر) اس سے فرمایا کھا اور پی جتنا ہو سکے میں تجھ پر افسوس کا اظہار کرتا ہوں مجھ سے کھڑا ہو جا (یعنی چلا جا) پھر آپ نے ہم سے مزید کوئی بات نہ کی۔ یہاں تک کہ ہم کھڑے ہو گئے۔

(۲۶) سعید بن منصور نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ مومن کا قتل لٹکا ہوا ہے (کوئی نہیں جانتا کیا ہو گا)۔

(۲۷) بخاری نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مومن برابر اپنے دین کی کشادگی میں رہتا ہے جب تک وہ ناحق خون کو نہ بہائے۔

## قصداً قتل کو حلال سمجھ کر قتل کرنے والے کی مغفرت نہ ہو گی

(۲۸) احمد ونسائی وابن المنذر نے معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہر گناہ قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ معاف فرما دیں گے مگر وہ آدمی جو کافر ہو کر مرا یا وہ آدمی جس نے کسی مومن کو جان بوجھ کر قتل کر دیا۔

(۲۹) ابن المنذر نے ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر گناہ قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو معاف فرما دیں گے مگر وہ آدمی جو مشرک ہو کر مرا یا کسی مومن کو جان بوجھ کر قتل کر دیا۔

(۳۰) ابن المنذر نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے کسی مسلمان کے قتل میں آدھے کلمہ کے ساتھ مدد کی اس دن اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملاقات کرے گا کہ اس کی پیشانی پر لکھا ہوا ہو گا اللہ کی رحمت سے مایوس۔

(۳۱) ابن عدی والبیہقی نے البعث میں ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے کسی مسلمان کے (ناحق) خون پر آدھے کلمہ سے مدد کی تو قیامت کے دن اس کی آنکھوں کے درمیان لکھا ہوا ہو گا اللہ کی رحمت سے مایوس۔

(۳۲) ابن المنذر نے ابوعوف رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ جب تو کسی کے بارے میں قرآن میں خلودا (کالفظ) سنے تو

اس کے لئے کوئی توبہ نہیں۔

(۳۳) عبد بن حمید نے حسن رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے اپنے رب سے مومن کے قاتل کے بارے میں سوال کیا کہ اس کے لئے توبہ مقدر کردی جائے تو مجھ پر انکار کیا گیا۔

(۳۴) ابن ابی حاتم والطبرانی وابو القاسم بن بشر نے اپنی امالیہ میں (ضعیف سند کے ساتھ) ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لفظ آیت **ومن یقتل مؤمنا متعمدا فجزاؤہ جھنم** کے بارے میں فرمایا کہ یہی اس کی جزاء ہے اگر اللہ تعالیٰ اس کو جزا دے۔

(۳۵) ابن ابی حاتم نے ضحاک کے طریق سے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ وہ فرمایا کرتے تھے یہ قاتل کی جزاء ہے اگر وہ جزاء دے یعنی یہ حکم مومن کے لئے ہے نہ کہ کافر کے لئے اگر اللہ تعالیٰ چاہیں گے تو مومن سے معاف فرمادیں گے اور اگر چاہیں گے تو سزا دیں گے۔

(۳۶) ابن المنذر نے عاصم بن ابی النجود کے طریق سے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے لفظ آیت **فجزاؤہ جھنم** کے بارے میں روایت کیا کہ جہنم اس کی جزاء ہوگی اگر (اللہ تعالیٰ) چاہیں گے تو اس کو عذاب دیں گے اور چاہیں گے تو اس بخشش دیں گے۔

(۳۷) سعید بن منصور وعبد بن حمید وابن جریر وابن المنذر و بیہقی نے البعث میں ابومجلز رحمۃ اللہ علیہ سے لفظ آیت **فجزاؤہ جھنم** کے بارے میں روایت کیا کہ یہ اس کی جزا ہے اگر اللہ تعالیٰ اس کی جزا سے تجاوز کرنا چاہے گا تو ایسا کرے گا۔

(۳۸) ابن المنذر نے عون بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ سے فجزاؤہ کے بارے میں روایت کیا کہ یہ اس کی جزا ہے اگر اللہ تعالیٰ اسے جزا دینا چاہے گا۔

ابن جریر وابن المنذر نے ابوصالح سے اسی طرح روایت کیا۔

(۳۹) ابن المنذر نے اسماعیل بن ثوبان رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ میں لوگوں کے پاس بیٹھا ہوا تھا بڑی بیماری سے پہلے جامع مسجد میں میں نے ان کو یہ پڑھتے ہوئے سنا **ومن یقتل مؤمنا متعمدا فجزاؤہ جھنم** سے لے کر **عذابا عظیما** تک مہاجرین اور انصار نے کہا جس نے ایسا کام کیا اس کے لئے یہ آگ واجب ہوگئی یہاں تک کہ یہ آیت **ان اللہ لا یغفر ان یشرك به ویغفر ما دون ذلك لمن یشاء** تو مہاجرین اور انصار نے کہا اللہ تعالیٰ جو چاہتے ہیں وہی کرتے ہیں تو میں خاموش ہوگیا۔

(۴۰) عبد بن حمید وابن المنذر والبیہقی نے البعث میں ہشام بن حسان رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ ہم محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے ایک آدمی نے ان سے کہا لفظ آیت **ومن یقتل مؤمنا متعمدا فجزاؤہ جھنم** یہاں تک کہ آیت کو ختم کیا تو محمد غصہ ہوگئے اور فرمایا تم آیت سے **ان اللہ لا یغفر ان یشرك به ویغفر ما دون ذلك لمن یشاء** سے کیوں غافل ہو میرے پاس سے اٹھ جاؤ اور نکل جاؤ مجھ سے راوی نے کہا تو میں نکل گیا۔

(۴۱) القیس والبیہقی نے البعث میں قریش بن انس رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ میں نے عمرو بن عبید کو یہ فرماتے ہوئے

سنا کہ قیامت کے دن مجھے لایا جائے گا اور میں اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا ہوں گا اور اللہ تعالیٰ مجھ سے فرمائے گا کہ تو نے ایسا کیوں کیا کہ قاتل آگ میں ہے میں عرض کروں گا آپ ہی نے فرمایا ہے پھر یہ آیت تلاوت فرمائی لفظ آیت ومن یقتل مؤمنا متعمدا فجزاؤه جهنم میں نے عرض کیا گھر میں مجھ سے کوئی چھوٹا نہ تھا مجھ کو بتایئے اگر اللہ تعالیٰ آپ کو فرمائے میں نے یہ بھی فرمایا: ان الله لا يغفر ان يشرك به ويغفر ما دون ذلك لمن يشاء وہ فرماتے تو نے کہاں سے جان لیا کہ میں اس کی مغفرت نہیں کروں گا تو وہ مجھے کوئی جواب نہ دے سکے۔

(۴۲) عبد بن حمید نے ابواسحٰق رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ ایک آدمی عمر کے پاس آیا اور کہا کیا مومن کے لئے توبہ ہے؟ فرمایا: ہاں پھر یہ آیت پڑھی: حم ○ تنزيل الكتب من الله العزيز العليم ○ غافر الذنب وقابل التوب شديد العقاب ○ (سورۃ غافر)

(۴۳) عبد بن حمید وابن جریر نے مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ انہوں نے مومن کے قاتل کے بارے میں فرمایا کہا جاتا ہے اس کے لئے توبہ ہے جب وہ نادم ہو۔

عبد بن حمید عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ سے اسی طرح روایت کیا ہے۔

(۴۴) سعید بن منصور وابن المنذر نے کردم سے اور انہوں نے عبد الرزاق وعبد بن حمید نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ ایک آدمی آیا اور اس نے کہا میرا حوض بھر گیا اور میں اپنے اونٹوں کا انتظار کرنے لگا (مجھے نیند آ گئی) میں نہیں جاگا مگر ایک آدمی اپنی اونٹنی کو لا کر اس حوض کے پاس اتر گیا اور پانی کو بہا یا میں گھبرا کر کھڑا ہوا اور میں نے اس کو تلوار سے مارا اور اس کو قتل کر دیا تو ابن عباس نے فرمایا یہ اس جیسا (معاملہ) نہیں ہے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا اور اس کو توبہ کرنے حکم فرمایا سفیان نے کہا وہ اہل علم تھے جب ان سے پوچھا گیا تو ان (علماء) نے کہا اس کے لئے توبہ نہیں ہے جب آدمی نے یہ کام کر لیا (کہ ایک مسلمان کو جان بوجھ کر ناحق قتل کر دیا) اور جب کوئی آدمی اس مصیبت کا شکار ہوتا تو وہ کہتے تو نے جھوٹ بولا ہے۔

(۴۵) عبد الرزاق وعبد بن حمید نے عبد اللہ بن جعفر رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ قتل کا کفارہ قتل ہے۔

(۴۶) عبد بن حمید والنحاس نے سعد بن عبیدہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے تھے جو شخص کسی مومن کو قتل کر دے اس کے لئے توبہ ہے (پھر) ایک آدمی ان کے پاس آیا اور پوچھا کیا مومن کو قتل کرنے والے کے لئے توبہ ہے؟ انہوں نے فرمایا نہیں۔ مگر (اس کے لئے) آگ ہے جب وہ آدمی کھڑا ہوا تو اس کے ہم مجلس لوگوں نے آپ سے کہا کہ ہم کو تو آپ نے ایسا فتویٰ نہیں دیا تھا (بلکہ) ہم کو یہ فتویٰ دیا تھا کہ اس شخص کے لئے مقبول توبہ ہے جو کسی مومن کو قتل کر دے پس آج کیا ہوا (کہ ایسا فتویٰ دے دیا) تو انہوں نے (یعنی ابن عباس رضی اللہ عنہما سے فرمایا کہ میں نے یہ خیال کیا کہ یہ آدمی غصہ میں ہے اور کسی مومن کو قتل کرنے کا ارادہ رکھتا ہے تو وہ ساتھ اس کے پیچھے اٹھے تو ان لوگوں نے اس کو ایسے ہی پایا۔

(۴۷) النحاس نے نافع وسالم رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ ایک آدمی نے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا آپ کیا فرماتے ہیں ایسے آدمی کے بارے میں جس نے کسی آدمی کو جان بوجھ کر قتل کر دیا انہوں نے پوچھا کیا تو نے اس کو قتل کیا؟ اس نے کہا

ہاں آپ نے فرمایا اللہ کی طرف توبہ کر تیری توبہ قبول کی جائے گی۔

(۴۸) عبد بن حمید نے زید بن اسلم رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ قاتل کے لئے کوئی توبہ نہیں مگر یہ کہ اس سے قصاص لیا جائے یا اسے معاف کر دیا جائے یا اس سے دیت لی جائے۔

## قتل عمد کی سزاء قصاص ہے

(۴۹) عبد بن حمید نے سفیان رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ ہم کو یہ بات پہنچی ہے کہ جو شخص کسی کو جان بوجھ کر قتل کر دے تو اس کا کفارہ یہ ہے کہ اس سے قصاص لیا جائے یا اس سے معاف کر دیا جائے یا اس سے دیت لی جائے اگر ایسا کر لیا تو ہم امید کرتے ہیں کہ اس کا کفارہ ہو گیا اور وہ اپنے رب سے استغفار بھی کرے اگر اس میں سے کچھ بھی ایسا نہ ہوا تو اللہ تعالیٰ کی مرضی پر ہے چاہے اس کو بخش دے چاہے اس کو نہ بخشے سفیان نے فرمایا کوئی ایسا شخص تیرے پاس آئے جس نے قتل نہیں کیا تو اس پر سختی کر اور اس کو اجازت نہ دے تاکہ وہ اس عمل سے خارج ہو جائے۔ اور اگر ایسا آدمی سوال کرے جو قتل کر چکا ہے اس کو بتا دو شاید کہ وہ توبہ کر لے اور اس کو مایوس نہ کر۔

(۵۰) عبد بن حمید نے ضحاک رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ میں شرک سے توبہ کروں مجھ کو یہ زیادہ محبوب ہے کہ میں کسی مومن کو قتل کر کے توبہ کروں۔

(۵۱) احمد نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اس حال میں اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرے کہ اس نے کسی چیز کو شریک نہیں بنایا تھا اور اپنے مال کی زکوٰۃ کو ادا کیا تھا دل کی خوشی کے ساتھ ثواب کی امید رکھتے ہوئے اور اس نے اللہ کے احکام کو سنا اور اطاعت کی تو اس کے لئے جنت ہے۔ اور پانچ چیزیں ایسی ہیں کہ ان کے لئے کوئی کفارہ نہیں اللہ کے مال کے ساتھ شرک کرنا کسی جان کو ناحق قتل کرنا۔ کسی مومن کو بہتان لگانا، جنگ سے بھاگ جانا اور جھوٹی قسم کی جس سے ناحق کسی کا مال لینا چاہتا ہو۔

(۵۲) ابن ابی شیبہ نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ بے شک ایک آدمی دنیا میں ایک قتل کرتا ہے تو قیامت کے دن وہ ہزار قتل ہوں گے ابو زرعہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا جس طرح اس نے مارا اسی طرح اسے قتل کیا جائے گا۔

(۵۳) ابن ابی شیبہ و بخاری و مسلم و ترمذی و نسائی و ابن ماجہ نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت، کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کی قسم! دنیا اور جو کچھ اس میں ہے اللہ پر زیادہ آسان ہے ایک مسلمان کے ناحق قتل ہونے سے۔

(۵۴) نسائی و نحاس نے عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دنیا کا ختم ہو جانا اللہ کے نزدیک زیادہ آسان ہے ایک مسلمان کے ناحق قتل ہونے سے۔

(۵۵) ابن المنذر نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ ایک مومن کا قتل زیادہ بڑا ہے اللہ کے نزدیک دنیا کے ختم ہونے سے۔

(۵۶) البیہقی نے شعب میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم ہے اس ذات

کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے ایک مسلمان کا قتل ہونا زیادہ بڑا ہے اللہ تعالیٰ کے نزدیک دنیا کے ختم ہونے سے۔

(۵۷) ابن عدی و بیہقی نے شعب میں بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک مومن کا قتل ہونا زیادہ بڑا گناہ ہے اللہ کے نزدیک دنیا کے ختم ہونے سے۔

(۵۸) سعید بن منصور و بیہقی نے شعب الایمان میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ ایک آدمی برابر اپنے دین کے لحاظ سے گنجائش میں رہتا ہے جب تک اس کی ہتھیلی (کسی مومن کے) خون سے خالی رہتی ہے جب وہ اپنے ہاتھ کو خون حرام میں ڈبو دے تو اس کی حیا چھین لی جاتی ہے۔

## مقتول قاتل کو گھسیٹ کر اللہ تعالیٰ کے دربار میں حاضر کرے گا

(۵۹) بیہقی نے شعب الایمان میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (قیامت کے دن) ایک آدمی کے ہاتھ کو پکڑے ہوئے لائے گا اور وہ کہے گا اے میرے رب اس نے مجھے قتل کیا تھا اللہ تعالیٰ فرمائیں گے اس کو کیوں قتل کیا وہ کہے گا تاکہ عزت تیرے لئے رہے اللہ تعالیٰ فرمائیں گے بے شک وہ میرے لئے ہے اور ایک آدمی دوسرے آدمی کا ہاتھ پکڑ کر لائے گا اور کہے گا اے میرے رب اس نے مجھ کو قتل کیا تھا اللہ تعالیٰ فرمائیں تو نے اس کو کیوں قتل کیا تھا وہ کہے گا میں نے اس کو اس لئے قتل کیا تھا تاکہ فلاں کے لئے عزت ہو جائے اللہ تعالیٰ فرمائیں گے عزت اس کے لئے نہیں ہے اسے اس کے عوض مار ڈالا جائے گا۔

ابن ابی شیبہ نے عمرو بن شرحبیل رحمۃ اللہ علیہ سے موقوفا روایت کی ہے۔

(۶۰) البیہقی نے ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ قیامت کے دن مقتول کو بٹھا دیا جائے گا جب قاتل اس کے پاس سے گزرے گا جس نے اس کو قتل کیا تھا تو وہ کھڑا ہو کر اس کو پکڑے گا اور اس کو لے چلے گا اور کہے گا اے میرے رب! اس سے پوچھیے اس نے مجھے کیوں قتل کیا تھا اللہ تعالیٰ فرمائیں گے اس کو کیوں تو نے قتل کیا تھا؟ وہ کہے گا مجھے فلاں نے حکم کیا تھا تو پھر قاتل اور حکم کرنے والے دونوں کو عذاب دیا جائے گا۔

ایک مومن کے قتل میں شریک ہونے والے سب لوگ جہنمی ہیں

(۶۱) ابو سعید و ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ دونوں سے روایت کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر آسمان اور زمین والے ایک مومن کے خون میں شریک ہوں تو اللہ تعالیٰ سب کو اوندھے منہ جہنم میں گرا دے گا۔

(۶۲) ابن عدی بیہقی نے شعب میں والاصبہانی نے ترغیب میں براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دنیا اور جو کچھ اس میں ہے ان سب کا ختم ہو جانا اللہ کے نزدیک زیادہ آسان ہے ایک مومن کے قتل سے اور اگر آسمان اور زمین والے ایک مومن کے قتل میں شریک ہوں تو اللہ تعالیٰ ان سب کو جہنم کی آگ میں داخل کر دے گا۔

(۶۳) بیہقی نے شعب الایمان میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک قتل ہو گیا نہیں جانا گیا کہ کس نے اس کو قتل کیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر چڑھے اور فرمایا اے لوگو! ایک قتل ہو گیا اور میں تمہارے درمیان

موجود ہوں اور ہم نہیں جانتے کہ کس نے اس کو قتل کیا اگر آسمان اور زمین والے ایک آدمی کے قتل میں جمع ہوں تو اللہ تعالیٰ ان سب کو عذاب دے گا مگر جو وہ کرنا چاہے کرے۔

(۶۴) عبدالرزاق اور بیہقی نے جندب البجلی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص تم میں سے یہ طاقت رکھے کہ اس کے اور جنت کے درمیان ہتھیلی بھر کسی مسلمان کا خون نہ ہو۔ تو اسے چاہئے کہ اس کو نہ بہائے ورنہ جب بھی وہ کسی دروازے کے سامنے آئے گا وہ خون اس کے اور دروازوں کے درمیان حائل ہو جائے گا۔

(۶۵) الاصبہانی نے ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمان ہمیشہ عزت والا اور صالح رہتا ہے۔ جب تک کہ ناحق خون نہ کرے جب اس نے ناحق خون کر لیا تو محتاج ہو جاتا ہے۔

(۶۶) الاصبہانی نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر جن وانس کسی مومن کے قتل میں اکٹھے ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ ان کو اوندھے منہ آگ میں گرا دیں گے اور اللہ تعالیٰ نے قاتل اور حکم دینے والے پر جہنم کو واجب کر دیا ہے۔

(۶۷) بیہقی نے شعب الایمان میں صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے ایک آدمی سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جہنم کی آگ کو ستر حصوں میں تقسیم کیا جائے گا حکم کرنے والے کے لئے ۶۹ حصے ہوں گے اور ایک حصہ قاتل کے لئے ہوگا۔

(۶۸) بیہقی نے محمد بن عجلان رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ اسکندریہ میں تھا ایک آدمی کی موت قریب ہوئی اور اللہ کی مخلوق میں سے ہم نے کسی کو اس سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا نہیں دیکھا جب وہ اس کو کسی چیز کی تلقین کرتے تھے تو وہ قبول کر لیتا تھا سبحان اللہ اور الحمد للہ کی تلقین کو لا الہ الا اللہ کی تلقین کرتے تھے تو وہ انکار کر دیتا تھا ہم نے اس سے کہا ہم نے کسی کو اللہ کی مخلوق میں سے تجھ سے زیادہ ڈرنے والا نہیں دیکھا جب ہم تجھے لا الہ الا اللہ کی تلقین کرتے ہیں تو انکار کر دیتا ہے (اس کی کیا وجہ ہے) اس نے کہا کوئی چیز میرے درمیان حائل ہو جاتی ہے اور یہ اس وجہ سے ہے کہ میں نے اپنی جوانی میں ایک جان کو (ناحق) قتل کیا ہے۔

(۶۹) ابن ماجہ وابن مردویہ وبیہقی نے عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کوئی بندہ اس حال میں اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرے کہ وہ کسی چیز کو اس کے ساتھ شریک نہ کرتا ہو اور اس نے حرام خون سے ہاتھ آلود نہیں کیا تھا تو وہ جنت میں داخل ہوگا جنت کے دروازوں میں سے جس سے چاہے گا داخل ہو جائے گا۔

(۷۰) البیہقی نے عبداللہ بن مسلم زہری کے بھائی سے روایت کیا کہ میں سالم بن عبداللہ کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا اہل مدینہ کی ایک جماعت میں ایک آدمی نے کہا امیر نے ابھی ابھی ایک آدمی کو کوڑے مارے ہیں تو وہ مر گیا ہے سالم نے کہا اللہ تعالیٰ نے ایک کافر کے قتل کرنے میں موسیٰ (علیہ السلام) پر عیب لگایا۔

(۷۱) البیہقی نے شہر بن حوشب رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ ایک دیہاتی ابوذر کے پاس آیا اور کہا کہ اس نے ایک حاجی کو ظلماً قتل کیا کیا اس سے نکلنے کا کوئی راستہ ہے؟ ابوذر نے اس سے فرمایا افسوس ہے تجھ پر کیا تیرے والدین زندہ ہیں اس نے کہا نہیں پھر پوچھا ان میں سے کوئی ایک (زندہ) ہے اس نے کہا نہیں۔ انہوں نے فرمایا اگر دونوں یا ان میں سے ایک زندہ ہوتا تو تیرے حق

میں امید تھی اب میں تیرے لئے نجات کی ایک صورت پاتا ہوں مگر تین چیزوں میں سے ایک میں اس نے کہا وہ کیا ہیں انہوں نے فرمایا کیا تو اس بات کی طاقت رکھتا ہے کہ تو اس کو زندہ کر دے جیسا تو نے اس کو قتل کیا اس نے کہا اللہ کی قسم نہیں! پھر فرمایا کیا تو اس بات کی طاقت رکھتا ہے کہ تجھے موت نہ آئے اس نے کہا نہیں اللہ کی قسم! موت کے سوا کوئی چارہ نہیں تیسری صورت کیا ہے تو فرمایا کیا تو اس بات کی طاقت رکھتا ہے کہ زمین میں سرنگ بنالے یا آسمان میں سیڑھی لگالے وہ آدمی کھڑا ہو گیا اور چیخ رہا تھا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اس سے ملے اور اس سے پوچھا تو اس انہوں نے فرمایا افسوس ہے تجھ پر کیا تیرے والدین زندہ ہیں؟ اس نے کہا نہیں پھر فرمایا اگر وہ دونوں یا ان میں سے ایک زندہ ہوتا تو میں تیرے لئے امید رکھتا لیکن (اب) تو اللہ کے راستے میں جنگ کر اور اپنے آپ کو شہادت کے لئے پیش کر ممکن ہے کوئی صورت بن جائے۔ (تفسیر در منثور، نساء، بیروت)

## بَاب مَا يُرْجَى فِي الْقَتْلِ

## باب 7: قتل ہونے والے کے لئے کس ثواب کی اُمید ہے

**212**- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا اَبُو الْاَحْوَصِ سَلَّامُ بْنُ سُلَيْمٍ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ هِلَالِ بْنِ يَسَافٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ زَيْدٍ قَالَ كُنَّا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ فِتْنَةً فَعَظَّمَ اَمْرَهَا فَقُلْنَا اَوْ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَئِنْ اَدْرَكَتْنَا هٰذِهِ لَتُهْلِكَنَّا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَلَّا اِنَّ بِحَسْبِكُمُ الْقَتْلَ قَالَ سَعِيدٌ فَرَاَيْتُ اِخْوَانِي قُتِلُوْا

✧✧ حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، ہم لوگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس موجود تھے آپ نے فتنے کا تذکرہ کیا اور اس کی شدید مذمت کی۔ ہم نے عرض کی: یا شاید لوگوں نے کہا: یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! اگر وہ ہم تک پہنچ جائے اور ہمیں برباد کرے تو؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہرگز نہیں۔ تمہارے لئے قتل ہو جانا کافی ہے۔

سعید نامی راوی بیان کرتے ہیں، میں نے اپنے بھائیوں کو دیکھا کہ انہیں قتل کر دیا گیا۔

**213**- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا كَثِيرُ بْنُ هِشَامٍ حَدَّثَنَا الْمَسْعُوْدِيُّ عَنْ سَعِيدِ بْنِ اَبِي بُرْدَةَ عَنْ اَبِيهِ عَنْ اَبِي مُوْسٰى قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُمَّتِي هٰذِهِ اُمَّةٌ مَرْحُوْمَةٌ لَيْسَ عَلَيْهَا عَذَابٌ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابُهَا فِي الدُّنْيَا الْفِتَنُ وَالزَّلَازِلُ وَالْقَتْلُ

✧✧ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: میری امت ''اُمت مرحومہ'' ہے۔ اس پر آخرت میں کوئی عذاب نہیں ہوگا۔ اس کا عذاب دنیا میں فتنوں، قتلوں اور زلزلوں کی صورت میں ہوگا۔

---

حدیث 212:

اخرجه مسلم فی "صحيحه" رقم الحديث: 948
اخرجه النسائی فی "سننه الكبرىٰ" رقم الحديث: 8206

حدیث 213:

اخرجه الحاكم فی "المستدرك" رقم الحديث: 8272
اخرجه ابويعلى فی "مسنده" رقم الحديث: 7277
اخرجه الطبرانی فی "معجمه الصغير" رقم الحديث: 5
اخرجه الطبرانی فی "معجمه الاوسط" رقم الحديث: 1
اخرجه عبد بن حكيم الكسی فی "مسنده" رقم الحديث: 536

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

# كِتَابُ الْمَهْدِيّ

## کتاب: مہدی (سے متعلق روایات) کا آغاز

**214**- حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ حَدَّثَنَا مَرْوَانُ بْنُ مُعَاوِيَةَ عَنْ اِسْمٰعِيْلَ يَعْنِىْ ابْنَ اَبِىْ خَالِدٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا يَزَالُ هٰذَا الدِّيْنُ قَائِمًا حَتّٰى يَكُوْنَ عَلَيْكُمْ اثْنَا عَشَرَ خَلِيْفَةً كُلُّهُمْ تَجْتَمِعُ عَلَيْهِ الْاُمَّةُ فَسَمِعْتُ كَلَامًا مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ اَفْهَمْهُ قُلْتُ لِاَبِىْ مَا يَقُوْلُ قَالَ كُلُّهُمْ مِنْ قُرَيْشٍ

✧✧ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: یہ دین اس وقت تک غالب رہے گا جب تک تمہارے اوپر بارہ خلفاء نہیں آ جائیں گے۔ ان میں سے ہر ایک کے پر امت کا اتفاق ہوگا۔

راوی بیان کرتے ہیں' پھر میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام سنا میں اسے سمجھ نہیں سکا۔ میں نے اپنے والد سے دریافت کیا: آپ نے کیا ارشاد فرمایا ہے؟ تو انہوں نے بتایا: وہ سب قریش سے تعلق رکھتے ہوں گے۔

**215**- حَدَّثَنَا مُوْسٰى بْنُ اِسْمٰعِيْلَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ حَدَّثَنَا دَاوُدُ عَنْ عَامِرٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا يَزَالُ هٰذَا الدِّيْنُ عَزِيْزًا اِلٰى اثْنَىْ عَشَرَ خَلِيْفَةً قَالَ فَكَبَّرَ النَّاسُ وَضَجُّوا ثُمَّ قَالَ كَلِمَةً خَفِيْفَةً قُلْتُ لِاَبِىْ يَا اَبَتِ مَا قَالَ قَالَ كُلُّهُمْ مِنْ قُرَيْشٍ

✧✧ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا۔ آپ نے فرمایا: یہ دین اس وقت تک غالب رہے گا جب تک بارہ خلفاء رہیں گے۔ اس پر لوگوں نے بلند آواز میں تکبیریں کہیں پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پست آواز میں کوئی کلمہ ارشاد فرمایا تو میں نے اپنے والد سے دریافت کیا: ابا جان! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا فرمایا ہے؟ تو انہوں نے بتایا: وہ سب قریش سے تعلق رکھتے ہوں گے۔

حدیث 214:

اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث: 6976

اخرجه ابوداؤد فی "سننه" رقم الحدیث: 4280

اخرجه الترمذی فی "جامعه" رقم الحدیث: 2223

اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث: 20868

اخرجه ابن حبان فی "صحیحه" رقم الحدیث: 6663

اخرجه الحاکم فی "المستدرک" رقم الحدیث: 6586

اخرجه الطبرانی فی "معجمه الکبیر" رقم الحدیث: 1791

اخرجه الطیالسی فی "مسنده" رقم الحدیث: 767

اخرجه الطبرانی فی "معجمه الاوسط" رقم الحدیث: 2922

**216**- حَدَّثَنَا ابْنُ نُفَيْلٍ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا زِيَادُ بْنُ خَيْثَمَةَ حَدَّثَنَا الْاَسْوَدُ بْنُ سَعِيْدٍ الْهَمْدَانِيُّ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ زَادَ فَلَمَّا رَجَعَ اِلٰى مَنْزِلِهٖ اَتَتْهُ قُرَيْشٌ فَقَالُوْا ثُمَّ يَكُوْنُ مَاذَا قَالَ ثُمَّ يَكُوْنُ الْهَرْجُ

✧✧ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں' جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر تشریف لے گئے تو قریش آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی' پھر کیا ہوگا؟ تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پھر قتل وغارت ہوگی۔

**217**- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ اَنَّ عُمَرَ بْنَ عُبَيْدٍ حَدَّثَهُمْ ح و حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرٍ يَعْنِيْ ابْنَ عَيَّاشٍ ح و حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ سُفْيَانَ ح و حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوْسٰى اَخْبَرَنَا زَائِدَةُ ح و حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ حَدَّثَنِيْ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوْسٰى عَنْ فِطْرٍ الْمَعْنٰى وَاحِدٌ كُلُّهُمْ عَنْ عَاصِمٍ عَنْ زِرٍّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَوْ لَمْ يَبْقَ مِنَ الدُّنْيَا اِلَّا يَوْمٌ قَالَ زَائِدَةُ فِيْ حَدِيْثِهٖ لَطَوَّلَ اللّٰهُ ذٰلِكَ الْيَوْمَ ثُمَّ اتَّفَقُوْا حَتّٰى يَبْعَثَ فِيْهِ رَجُلًا مِنِّيْ اَوْ مِنْ اَهْلِ بَيْتِيْ يُوَاطِئُ اسْمُهُ اسْمِيْ وَاسْمُ اَبِيْهِ اسْمَ اَبِيْ زَادَ فِيْ حَدِيْثِ فِطْرٍ يَمْلَاُ الْاَرْضَ قِسْطًا وَّعَدْلًا كَمَا مُلِئَتْ ظُلْمًا وَّجَوْرًا وَّقَالَ فِيْ حَدِيْثِ سُفْيَانَ لَا تَذْهَبُ اَوْ لَا تَنْقَضِي الدُّنْيَا حَتّٰى يَمْلِكَ الْعَرَبَ رَجُلٌ مِّنْ اَهْلِ بَيْتِيْ يُوَاطِئُ اسْمُهُ اسْمِيْ قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ لَفْظُ عُمَرَ وَاَبِيْ بَكْرٍ بِمَعْنٰى سُفْيَانَ

✧✧ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں' اگر دنیا ختم ہونے میں صرف ایک دن باقی رہ جائے۔ زائدہ نامی راوی اپنی روایت میں یہ الفاظ بیان کرتے ہیں' اللہ تعالیٰ اس ایک دن کو طویل کردے گا یہاں تک کہ لوگ اتفاق کریں گے کہ اور وہ ان میں' مجھ سے (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں) میرے اہل بیت سے تعلق رکھنے والے ایک شخص کو بھیجے گا۔ اس کا نام میرے نام جیسا ہوگا۔ اس کے والد کا نام میرے والد کے نام جیسا ہوگا۔

فطر نامی راوی کی روایت میں یہ الفاظ ہیں: وہ شخص زمین کو عدل وانصاف سے بھردے گا جیسے وہ پہلے ظلم اور زیادتی سے بھری ہوئی تھی۔

سفیان نامی راوی کی روایت میں یہ الفاظ ہیں: دنیا اس وقت تک نہیں جائے گی (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں) ختم نہیں ہوگی جب تک میرے اہل بیت سے تعلق رکھنے والا شخص عرب کا حکمران نہیں ہوگا۔ اس کا نام میرے نام جیسا ہوگا۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: عمر اور ابوبکر نامی راویوں کی روایتوں کے الفاظ سفیان کی روایت جیسے ہیں۔

**218**- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ دُكَيْنٍ حَدَّثَنَا فِطْرٌ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ اَبِيْ بَزَّةَ عَنْ اَبِي الطُّفَيْلِ عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُم عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَوْ لَمْ يَبْقَ مِنَ الدَّهْرِ اِلَّا يَوْمٌ لَبَعَثَ اللّٰهُ

---

حدیث 218:

اخرجه ابوداؤد فی "سننه" رقم الحديث: 4283 — اخرجه ابن حبان فی "صحيحه" رقم الحديث: 6823

اخرجه الحاكم فی "المستدرك" رقم الحديث: 8669 — اخرجه ابويعلى فی "مسنده" رقم الحديث: 987

رَجُلًا مِنْ اَهْلِ بَيْتِي يَمْلَؤُهَا عَدْلًا كَمَا مُلِئَتْ جَوْرًا

✧✧ حضرت علی رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں' آپ نے فرمایا ہے: اگر زمانہ ختم ہونے میں صرف ایک دن رہ جائے تو اللہ تعالیٰ میرے اہل بیت سے تعلق رکھنے والے ایک شخص کو بھیجے گا جو زمین کو عدل سے یوں بھر دے گا جیسے پہلے وہ ظلم سے بھری ہوئی تھی۔

**219-** حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ اِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ جَعْفَرٍ الرَّقِّيُّ حَدَّثَنَا اَبُو الْمَلِيحِ الْحَسَنُ بْنُ عُمَرَ عَنْ زِيَادِ بْنِ بَيَانٍ عَنْ عَلِيِّ بْنِ نُفَيْلٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ الْمَهْدِيُّ مِنْ عِتْرَتِي مِنْ وَلَدِ فَاطِمَةَ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ جَعْفَرٍ وَسَمِعْتُ اَبَا الْمَلِيحِ يُثْنِي عَلَى عَلِيِّ بْنِ نُفَيْلٍ وَيَذْكُرُ مِنْهُ صَلَاحًا

✧✧ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: ''مہدی'' میرے خاندان سے تعلق رکھتا ہوگا اور فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد میں سے ہوگا۔

عبداللہ بن جعفر نامی راوی بیان کرتے ہیں۔ میں نے اپنے استاد ابوالملیح کو سنا ہے' وہ علی بن نفیل نامی راوی کی تعریف کر رہے تھے اور ان کی خوبیوں کا تذکرہ کر رہے تھے۔

**220-** حَدَّثَنَا سَهْلُ بْنُ تَمَّامِ بْنِ بَزِيعٍ حَدَّثَنَا عِمْرَانُ الْقَطَّانُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَبِي نَضْرَةَ عَنْ اَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَهْدِيُّ مِنِّي اَجْلَى الْجَبْهَةِ اَقْنَى الْاَنْفِ يَمْلَاُ الْاَرْضَ قِسْطًا وَّعَدْلًا كَمَا مُلِئَتْ جَوْرًا وَّظُلْمًا يَمْلِكُ سَبْعَ سِنِينَ

✧✧ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: مہدی مجھ سے ہوگا اور وہ روشن پیشانی اور اونچی ناک کا مالک ہوگا اور زمین کو عدل وانصاف سے یوں بھر دے گا جیسے وہ پہلے ظلم و زیادتی سے بھری ہوئی تھی۔ وہ سات برس تک حکومت کرے گا۔

**221-** حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ حَدَّثَنِي اَبِي عَنْ قَتَادَةَ عَنْ صَالِحٍ اَبِي الْخَلِيلِ عَنْ صَاحِبٍ لَهُ عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَكُونُ اخْتِلَافٌ عِنْدَ مَوْتِ خَلِيفَةٍ فَيَخْرُجُ رَجُلٌ مِّنْ اَهْلِ الْمَدِينَةِ هَارِبًا اِلَى مَكَّةَ فَيَاْتِيهِ نَاسٌ مِّنْ اَهْلِ مَكَّةَ فَيُخْرِجُونَهُ وَهُوَ كَارِهٌ فَيُبَايِعُونَهُ بَيْنَ الرُّكْنِ وَالْمَقَامِ وَيُبْعَثُ اِلَيْهِ بَعْثٌ مِّنْ اَهْلِ الشَّامِ فَيُخْسَفُ بِهِمْ بِالْبَيْدَاءِ بَيْنَ مَكَّةَ وَالْمَدِينَةِ فَاِذَا رَاَى النَّاسُ ذٰلِكَ اَتَاهُ اَبْدَالُ الشَّامِ وَعَصَائِبُ اَهْلِ الْعِرَاقِ فَيُبَايِعُونَهُ بَيْنَ الرُّكْنِ وَالْمَقَامِ ثُمَّ يَنْشَاُ رَجُلٌ مِّنْ قُرَيْشٍ اَخْوَالُهُ كَلْبٌ فَيَبْعَثُ اِلَيْهِمْ بَعْثًا فَيَظْهَرُونَ عَلَيْهِمْ وَذٰلِكَ بَعْثُ كَلْبٍ وَالْخَيْبَةُ لِمَنْ لَمْ يَشْهَدْ غَنِيمَةَ كَلْبٍ فَيَقْسِمُ الْمَالَ وَيَعْمَلُ فِي النَّاسِ بِسُنَّةِ نَبِيِّهِمْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيُلْقِي الْاِسْلَامُ بِجِرَانِهِ فِي الْاَرْضِ فَيَلْبَثُ سَبْعَ سِنِينَ ثُمَّ يُتَوَفّٰى وَيُصَلِّي عَلَيْهِ الْمُسْلِمُونَ قَالَ اَبُو دَاوُدَ قَالَ بَعْضُهُمْ عَنْ هِشَامٍ تِسْعَ سِنِينَ و قَالَ بَعْضُهُمْ

سَبْعَ سِنِيْنَ

✧✧ حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: ایک خلیفہ کی موت کے وقت اختلاف ہوگا تو اہل مدینہ میں سے ایک شخص نکل کر مکہ چلا جائے گا۔ اہل مکہ سے تعلق رکھنے والے افراد اس کے پاس آئیں گے اور اسے نکلنے کے لئے کہیں گے۔ وہ اس بات کو ناپسند کرے گا تو وہ لوگ ''رکن'' اور ''مقامِ ابراہیم'' کے درمیان اس کے ہاتھ پر بیعت کرلیں گے پھر ان کی طرف اہل شام کی طرف سے ایک لشکر بھیجا جائے گا۔ ان لوگوں کو مکہ اور مدینہ کے درمیان ''بیداء'' کے مقام پر زمین میں دھنسا دیا جائے گا جب لوگ یہ دیکھیں گے تو شام اور عراق کے بڑے بڑے لوگ اس کے پاس آئیں گے اور حجرِ اسود اور مقامِ ابراہیم کے درمیان اس کے ہاتھ پر بیعت کرلیں گے پھر قریش سے تعلق رکھنے والا ایک شخص بڑا ہوگا جس کے ننھیال بنی کلب ہوں گے۔ ان لوگوں کی طرف ایک لشکر بھیجے گا یہ لوگ ان پر غالب آجائیں گے۔ یہ بنی کلب کا لشکر ہوگا۔ اس شخص کے لئے خرابی ہے جو بنی کلب کے مال غنیمت میں شامل نہیں ہوگا۔ پھر وہ (مہدی) مال کو تقسیم کرے گا اور لوگوں کے درمیان ان کے نبی علیہ السلام کی سنت کے مطابق حکومت کرے گا۔ وہ اسلام کو پوری دنیا میں پھیلا دے گا اور سات برس تک رہے گا پھر اس کا انتقال ہو جائے گا اور مسلمان اس کی نماز جنازہ ادا کریں گے۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں' بعض راویوں نے ''نو'' برس کا تذکرہ کیا ہے اور بعض راویوں نے سات برس کا تذکرہ کیا ہے۔

**222**- حَدَّثَنَا هَارُوْنُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ عَنْ هَمَّامٍ عَنْ قَتَادَةَ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ وَقَالَ تِسْعَ سِنِيْنَ قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ و قَالَ غَيْرُ مُعَاذٍ عَنْ هِشَامٍ تِسْعَ سِنِيْنَ

✧✧ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے تاہم اس میں نو برس کا ذکر ہے۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: معاذ کے علاوہ دیگر راویوں نے ''نو'' برس کا ذکر کیا ہے۔

**223**- حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَاصِمٍ حَدَّثَنَا اَبُو الْعَوَّامِ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ اَبِى الْخَلِيْلِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ الْحَارِثِ عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ وَحَدِيْثُ مُعَاذٍ اَتَمُّ

✧✧ عبداللہ بن حارث نے سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث نقل کی ہے تاہم معاذ نامی راوی کی نقل کردہ حدیث زیادہ مکمل ہے۔

**224**- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِىْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيْزِ بْنِ رُفَيْعٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ ابْنِ الْقِبْطِيَّةِ عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقِصَّةِ جَيْشِ الْخَسْفِ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَيْفَ بِمَنْ كَانَ كَارِهًا قَالَ يُخْسَفُ بِهِمْ وَلٰكِنْ يُبْعَثُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلٰى نِيَّتِهٖ قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ حُدِّثْتُ عَنْ هَارُوْنَ بْنِ الْمُغِيْرَةِ قَالَ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ اَبِىْ قَيْسٍ عَنْ شُعَيْبِ بْنِ خَالِدٍ عَنْ اَبِىْ اِسْحٰقَ قَالَ قَالَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُم وَنَظَرَ اِلٰى ابْنِهِ الْحَسَنِ فَقَالَ اِنَّ ابْنِىْ هٰذَا سَيِّدٌ كَمَا سَمَّاهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَسَيَخْرُجُ مِنْ صُلْبِهٖ

رَجُلٌ يُسَمَّى بِاسْمِ نَبِيِّكُمْ يُشْبِهُهُ فِي الْخُلُقِ وَلَا يُشْبِهُهُ فِي الْخَلْقِ ثُمَّ ذَكَرَ قِصَّةً يَمْلَأُ الْأَرْضَ عَدْلًا و قَالَ هَارُونُ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ أَبِي قَيْسٍ عَنْ مُطَرِّفِ بْنِ طَرِيفٍ عَنْ أَبِي الْحَسَنِ عَنْ هِلَالِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ سَمِعْتُ عَلِيًّا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُم يَقُولُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْرُجُ رَجُلٌ مِنْ وَرَاءِ النَّهْرِ يُقَالُ لَهُ الْحَارِثُ بْنُ حَرَّاثٍ عَلَى مُقَدِّمَتِهِ رَجُلٌ يُقَالُ لَهُ مَنْصُورٌ يُوَطِّئُ أَوْ يُمَكِّنُ لِآلِ مُحَمَّدٍ كَمَا مَكَّنَتْ قُرَيْشٌ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَبَ عَلَى كُلِّ مُؤْمِنٍ نَصْرُهُ أَوْ قَالَ إِجَابَتُهُ

✧✧ حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتی ہیں: جس میں زمین میں دھنسائے جانے والے لوگوں کا قصہ بیان کیا ہے۔ وہ فرماتی ہیں: میں نے عرض کی: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! اس شخص کا کیا انجام ہوگا جو زبردستی ساتھ لایا گیا ہو؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان سب کو دھنسا دیا جائے گا لیکن قیامت کے دن انہیں ان کی نیت کے مطابق زندہ کیا جائے گا۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ اپنے سند کے ہمراہ فرماتے ہیں: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے صاحبزادے امام حسن رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھا اور فرمایا: میرا یہ بیٹا سردار ہوگا جیسا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے یہ نام دیا ہے اور عنقریب اس کی اولاد میں سے ایک شخص پیدا ہوگا جس کا نام تمہارے نبی علیہ السلام کے نام جیسا ہوگا۔ وہ اخلاق میں تمہارے نبی علیہ السلام کے ساتھ مشابہت رکھتا ہوگا لیکن ظاہری شکل و صورت میں تمہارے نبی علیہ السلام سے مشابہت نہیں رکھتا ہوگا۔

راوی بیان کرتے ہیں' پھر اس کے بعد انہوں نے پورا قصہ بیان کیا جس میں یہ الفاظ ہیں: وہ شخص زمین کو انصاف سے بھر دے گا۔

ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں بلال بن عمرو کہتے ہیں میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: "ماوراء النہر" سے ایک شخص نکلے گا جس کا نام حارث بن حراث ہوگا۔ اس کے ہراول دستے میں ایک شخص ہوگا جس کا نام منصور ہوگا۔ وہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے گھر والوں کی اس طرح تائید کرے گا جیسے قریش نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تائید کی تھی۔ ہر مسلمان پر اس کی مدد کرنا واجب ہوگا۔

(راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں) اس کی دعوت کو قبول کرنا لازم ہوگا۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

# کِتَابُ الْوَصَایَا

# وصیتوں کا بیان

## بَاب مَا جَاءَ فِیْ مَا یُؤْمَرُ بِہٖ مِنَ الْوَصِیَّۃِ

## باب 1: وصیت کا حکم دینے کے بارے میں جو کچھ منقول ہے

**225**- حَدَّثَنَا مُسَدَّدُ بْنُ مُسَرْهَدٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنِي نَافِعٌ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ يَعْنِي ابْنَ عُمَرَ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا حَقُّ امْرِئٍ مُسْلِمٍ لَهُ شَيْءٌ يُوصِي فِيهِ يَبِيتُ لَيْلَتَيْنِ إِلَّا وَوَصِيَّتُهُ مَكْتُوبَةٌ عِنْدَهُ

✧✧ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ، یعنی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: جس مسلمان کے پاس کوئی ایسی چیز موجود ہو جس کے بارے میں وہ وصیت کر سکتا ہو تو اسے اس بات کا حق حاصل نہیں ہے کہ اس پر دو راتیں گزر جائیں مگر یہ کہ وہ وصیت اس کے پاس لکھی ہوئی موجود ہو۔

**226**- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ مَا تَرَكَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دِينَارًا وَلَا دِرْهَمًا وَلَا بَعِيرًا وَلَا شَاةً وَلَا أَوْصَى بِشَيْءٍ

حدیث 225:

اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث: 2587
اخرجه مسلم فی "صحیحه" رقم الحدیث: 1627
اخرجه الترمذی فی "جامعه" رقم الحدیث: 974
اخرجه ابوداؤد فی "سننه" رقم الحدیث: 3615
اخرجه ابن ماجه فی "سننه" رقم الحدیث: 2699
اخرجه الامام مالك فی "الموطا" رقم الحدیث: 1453
اخرجه الدارمی فی "سننه" رقم الحدیث: 3175
اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث: 4878
اخرجه ابن حبان فی "صحیحه" رقم الحدیث: 6024
اخرجه النسائی فی "سننه الکبرٰی" رقم الحدیث: 6442
اخرجه البیهقی فی "سننه الکبرٰی" رقم الحدیث: 12368
اخرجه ابویعلی فی "مسنده" رقم الحدیث: 5546
اخرجه الطبرانی فی "معجمه الاوسط" رقم الحدیث: 390
اخرجه الطیالسی فی "مسنده" رقم الحدیث: 1841
اخرجه الطبرانی فی "معجمه الکبیر" رقم الحدیث: 13189
اخرجه الحمیدی فی "مسنده" رقم الحدیث: 697
اخرجه عبد بن حکیم الکسی فی "مسنده" رقم الحدیث: 727
اخرجه عبدالرزاق الصنعانی فی "مصنفه" رقم الحدیث: 16326

✧✧ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی دینار کوئی درہم کوئی اونٹ یا بکری (ورثے میں) نہیں چھوڑا اور نہ ہی آپ نے (اپنے مال کے بارے میں) کوئی وصیت کی۔

## بَاب مَا جَاءَ فِيْ مَا لَا يَجُوزُ لِلْمُوصِي فِيْ مَالِهِ

## باب 2: وصیت کرنے والے کیلئے اپنے مال کے حوالے سے کیا بات جائز نہیں ہے

**227**- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ وَابْنُ اَبِي خَلَفٍ قَالَا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ اَبِيهِ قَالَ مَرِضَ مَرَضًا قَالَ ابْنُ اَبِي خَلَفٍ بِمَكَّةَ ثُمَّ اتَّفَقَا اَشْفٰى فِيهِ فَعَادَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ لِي مَالًا كَثِيرًا وَلَيْسَ يَرِثُنِي اِلَّا ابْنَتِي اَفَاَتَصَدَّقُ بِالثُّلُثَيْنِ قَالَ لَا قَالَ فَبِالشَّطْرِ قَالَ لَا قَالَ فَبِالثُّلُثِ قَالَ الثُّلُثُ وَالثُّلُثُ كَثِيرٌ اِنَّكَ اَنْ تَتْرُكَ وَرَثَتَكَ اَغْنِيَاءَ خَيْرٌ مِنْ اَنْ تَدَعَهُمْ عَالَةً يَتَكَفَّفُوْنَ النَّاسَ وَاِنَّكَ لَنْ تُنْفِقَ نَفَقَةً اِلَّا اُجِرْتَ بِهَا حَتَّى اللُّقْمَةُ تَرْفَعُهَا اِلٰى فِيْ امْرَاَتِكَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَتَخَلَّفُ عَنْ هِجْرَتِيْ قَالَ اِنَّكَ اِنْ تُخَلَّفْ بَعْدِي فَتَعْمَلَ عَمَلًا صَالِحًا تُرِيدُ بِهِ وَجْهَ اللّٰهِ لَا تَزْدَادُ بِهِ اِلَّا رِفْعَةً وَدَرَجَةً لَعَلَّكَ اَنْ تُخَلَّفَ حَتّٰى يَنْتَفِعَ بِكَ اَقْوَامٌ وَيُضَرَّ بِكَ اٰخَرُوْنَ ثُمَّ قَالَ اللّٰهُمَّ اَمْضِ لِاَصْحَابِيْ هِجْرَتَهُمْ وَلَا تَرُدَّهُمْ عَلٰى اَعْقَابِهِمْ لٰكِنِ الْبَائِسُ سَعْدُ بْنُ خَوْلَةَ يَرْثِي لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ مَاتَ بِمَكَّةَ

حدیث 226:-

اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث: 4192

اخرجه النسائی فی "سننه" رقم الحدیث: 3594

اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث: 1909

اخرجه ابن خزیمه فی "صحیحه" رقم الحدیث: 2489

اخرجه النسائی فی "سننه الکبریٰ" رقم الحدیث: 6421

اخرجه ابویعلی فی "مسنده" رقم الحدیث: 4542

اخرجه الطبرانی فی "معجمه الکبیر" رقم الحدیث: 493

اخرجه الحمیدی فی "مسنده" رقم الحدیث: 271

اخرجه مسلم فی "صحیحه" رقم الحدیث: 1635

اخرجه ابن ماجه فی "سننه" رقم الحدیث: 2695

اخرجه ابن حبان فی "صحیحه" رقم الحدیث: 6606

اخرجه الحاکم فی "المستدرك" رقم الحدیث: 1528

اخرجه البیهقی فی "سننه الکبریٰ" رقم الحدیث: 11674

اخرجه الطبرانی فی "معجمه الاوسط" رقم الحدیث: 511

اخرجه الطیالسی فی "مسنده" رقم الحدیث: 1565

اخرجه اسحاق بن راهویه فی "مسنده" رقم الحدیث: 1419

حدیث 227:-

اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث: 25191

اخرجه الترمذی فی "جامعه" رقم الحدیث: 975

اخرجه ابن ماجه فی "سننه" رقم الحدیث: 2708

اخرجه الدارمی فی "سننه" رقم الحدیث: 3195

اخرجه ابن حبان فی "صحیحه" رقم الحدیث: 4249

اخرجه البیهقی فی "سننه الکبریٰ" رقم الحدیث: 12345

اخرجه الطبرانی فی "معجمه الاوسط" رقم الحدیث: 1147

اخرجه البخاری فی "الادب المفرد" رقم الحدیث: 499

اخرجه مسلم فی "صحیحه" رقم الحدیث: 1628

اخرجه النسائی فی "سننه" رقم الحدیث: 3626

اخرجه الامام مالك فی "المؤطا" رقم الحدیث: 1456

اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث: 1474

اخرجه النسائی فی "سننه الکبریٰ" رقم الحدیث: 6318

اخرجه ابویعلی فی "مسنده" رقم الحدیث: 747

اخرجه الطیالسی فی "مسنده" رقم الحدیث: 195

اخرجه عبد بن حکیم الکسی فی "مسنده" رقم الحدیث: 133

✧✧ حضرت عامر بن سعد رضی اللہ عنہ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں' وہ بیمار ہو گئے اور شدید بیمار ہو گئے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کی عیادت کے لئے آئے انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ میرے پاس بہت زیادہ مال ہے اور میری وارث صرف میری ایک بیٹی ہے تو کیا میں دو تہائی مال صدقہ کر دوں؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں۔ انہوں نے دریافت کیا: نصف؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں۔ انہوں نے دریافت کیا: ایک تہائی۔ آپ نے فرمایا: (ایک تہائی کر سکتے ہو) ویسے ایک تہائی بھی زیادہ ہے اگر تم اپنے وارثوں کو خوشحال چھوڑ کے جاؤ تو یہ اس سے زیادہ بہتر ہے کہ تم انہیں غریب چھوڑ کے جاؤ اور وہ لوگوں سے مانگتے پھریں تم جو کچھ بھی خرچ کرو گے تمہیں اس کا اجر ملے گا یہاں تک کہ تم جو لقمہ اپنی بیوی کے منہ میں ڈالتے ہو (اس کا بھی اجر ملے گا)

میں نے عرض کی: یارسول اللہ! کیا میں اپنی ہجرت میں پیچھے رہ جاؤں گا؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تم پیچھے بھی رہ جاؤ تو پھر بھی تم جو عمل کرو گے اور جس کے ذریعے تم اللہ کی رضا چاہو گے تو اس کے نتیجے میں تمہاری قدر و منزلت میں اضافہ ہو گا۔ ہو سکتا ہے کہ تم زیادہ عرصے تک زندہ رہو یہاں تک کہ کچھ لوگ تم سے نفع حاصل کریں اور کچھ لوگ تم سے نقصان حاصل کریں پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی اے اللہ! میرے ساتھیوں کی ہجرت کو برقرار رکھ انہیں الٹے قدموں واپس نہ لا۔ تاہم سعد بن خولہ پر افسوس ہے۔

(راوی بیان کرتے ہیں) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر افسوس کا اظہار اس لئے کیا کیونکہ ان کا انتقال مکہ میں ہو گیا تھا۔

## بَاب مَا جَاءَ فِي كَرَاهِيَةِ الْإِضْرَارِ فِي الْوَصِيَّةِ

## باب 3: صحت کے عالم میں صدقہ کرنے کی فضیلت

**228-** حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زِيَادٍ حَدَّثَنَا عُمَارَةُ بْنُ الْقَعْقَاعِ عَنْ اَبِي زُرْعَةَ بْنِ عَمْرِو بْنِ جَرِيرٍ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَجُلٌ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ اَيُّ الصَّدَقَةِ اَفْضَلُ قَالَ اَنْ تَصَدَّقَ وَاَنْتَ صَحِيحٌ حَرِيصٌ تَاْمُلُ الْبَقَاءَ وَتَخْشَى الْفَقْرَ وَلَا تُمْهِلَ حَتّٰى اِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُومَ قُلْتَ لِفُلَانٍ كَذَا وَلِفُلَانٍ كَذَا وَقَدْ كَانَ لِفُلَانٍ

✧✧ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' ایک شخص نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! کون سا صدقہ زیادہ فضیلت رکھتا ہے؟

آپ نے فرمایا: یہ کہ تم اس حالت میں صدقہ کرو جب تم تندرست ہو اور حریص ہو زندگی کی امید ہو اور غربت کا اندیشہ ہو تم

حدیث 228:

اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث: 1353
اخرجه مسلم فی "صحیحه" رقم الحدیث: 1032
اخرجه ابوداؤد فی "سننه" رقم الحدیث: 2542
اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث: 7159
اخرجه ابن حبان فی "صحیحه" رقم الحدیث: 3312
اخرجه ابن خزیمه فی "صحیحه" رقم الحدیث: 2454
اخرجه الحاکم فی "المستدرك" رقم الحدیث: 3078
اخرجه النسائی فی "سننه الکبریٰ" رقم الحدیث: 2322
اخرجه البیهقی فی "سننه الکبریٰ" رقم الحدیث: 7621
اخرجه ابویعلی فی "مسنده" رقم الحدیث: 6080
اخرجه اسحاق بن راهویه فی "مسنده" رقم الحدیث: 170
اخرجه البخاری فی "الادب المفرد" رقم الحدیث: 778

اسے اتنے عرصے تک مؤخر نہ کرو جب جان حلق میں پہنچ جائے تو تم یہ کہو کہ فلاں کو اتنا دے دینا اور فلاں کو اتنا دے دینا حالانکہ وہ فلاں کو ویسے ہی مل جائے گا۔

**229**- حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِىْ فُدَيْكٍ اَخْبَرَنِىْ ابْنُ اَبِىْ ذِئْبٍ عَنْ شُرَحْبِيلَ عَنْ اَبِىْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَاَنْ يَّتَصَدَّقَ الْمَرْءُ فِىْ حَيَاتِهٖ بِدِرْهَمٍ خَيْرٌ لَّهٗ مِنْ اَنْ يَّتَصَدَّقَ بِمِائَةِ دِرْهَمٍ عِنْدَ مَوْتِهٖ

✧✧ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: آدمی کا اپنی زندگی میں ایک درہم صدقہ کرنا اس کے حق میں' موت کے وقت اس کے سو درہم صدقہ کرنے سے زیادہ بہتر ہے۔

## بَابُ فِىْ كَرَاهِيَةِ الْاِضْرَارِ فِى الْوَصِيَّةِ

## باب 4: وصیت میں کسی کو نقصان پہنچانے کا مکروہ ہونا

**230**- حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ اَخْبَرَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْحُدَّانِىُّ حَدَّثَنَا الْاَشْعَثُ بْنُ جَابِرٍ حَدَّثَنِىْ شَهْرُ بْنُ حَوْشَبٍ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ حَدَّثَهٗ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ الرَّجُلَ لَيَعْمَلُ وَالْمَرْاَةُ بِطَاعَةِ اللّٰهِ سِتِّيْنَ سَنَةً ثُمَّ يَحْضُرُهُمَا الْمَوْتُ فَيُضَارَّانِ فِى الْوَصِيَّةِ فَتَجِبُ لَهُمَا النَّارُ قَالَ وَقَرَاَ عَلَىَّ اَبُوْ هُرَيْرَةَ مِنْ هَا هُنَا (مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصٰى بِهَا اَوْ دَيْنٍ غَيْرَ مُضَارٍّ) حَتّٰى بَلَغَ (ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ) قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ هٰذَا يَعْنِى الْاَشْعَثَ بْنَ جَابِرٍ جَدَّ نَصْرِ بْنِ عَلِيٍّ

✧✧ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: کوئی مرد یا عورت ساٹھ سال تک اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کرتے رہتے ہیں پھر جب موت کا وقت قریب آتا ہے تو وہ وصیت کے معاملے میں کسی کو نقصان پہنچاتے ہیں تو ان دونوں کے لئے جہنم واجب ہو جاتی ہے۔

اس وقت حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے یہ آیت پڑھی۔

''وصیت کر لینے کے بعد جو وہ وصیت کریں اور قرض (ادا کرنے کے بعد) کسی کو نقصان پہنچائے بغیر''

یہ آیت انہوں نے یہاں تک پڑھی ''بڑی کامیابی''

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ یعنی اشعث بن جابر، نصر بن علی کے دادا ہیں۔

حدیث229:

اخرجه ابن حبان في "صحيحه" رقم الحديث:3334

حدیث230:

اخرجه الترمذي في "جامعه" رقم الحديث:2117 اخرجه البيهقي في "سننه الكبرىٰ" رقم الحديث:12365

## بَاب مَا جَاءَ فِي الدُّخُوْلِ فِي الْوَصَايَا

## باب 5: وصیت میں شامل ہونا (وصی بننا)

**231**- حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْمُقْرِئُ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ اَبِيْ اَيُّوْبَ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ جَعْفَرٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ اَبِيْ سَالِمٍ الْجَيْشَانِيِّ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا اَبَا ذَرٍّ اِنِّيْ اَرَاكَ ضَعِيْفًا وَّاِنِّيْ اُحِبُّ لَكَ مَا اُحِبُّ لِنَفْسِيْ فَلَا تَاَمَّرَنَّ عَلٰى اثْنَيْنِ وَلَا تَوَلَّيَنَّ مَالَ يَتِيْمٍ

قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ تَفَرَّدَ بِهٖ اَهْلُ مِصْرَ

✧✧ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: اے ابوذر! میں تمہیں کمزور سمجھتا ہوں میں تمہارے لئے اسی بات کو پسند کرتا ہوں جو اپنے لئے پسند کرتا ہوں تم دو آدمیوں کے امیر نہ بننا اور یتیم کے مال کے نگران نہ بننا۔

امام ابوداؤد فرماتے ہیں: اہل مصر اسے روایت کرنے میں ''منفرد'' ہیں۔

## بَاب مَا جَاءَ فِيْ نَسْخِ الْوَصِيَّةِ لِلْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ

## باب 6: والدین اور قریبی رشتہ داروں کے لئے وصیت کے حکم کا منسوخ ہونا

**232**- حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْمَرْوَزِيُّ حَدَّثَنِيْ عَلِيُّ بْنُ حُسَيْنِ بْنِ وَاقِدٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ يَزِيْدَ النَّحْوِيِّ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ (اِنْ تَرَكَ خَيْرًا الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ) فَكَانَتِ الْوَصِيَّةُ كَذٰلِكَ حَتّٰى نَسَخَتْهَا اٰيَةُ الْمِيْرَاثِ

✧✧ عکرمہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں' (انہوں نے یہ آیت پڑھی)

''اگر تم کوئی بھلائی (یعنی مال) چھوڑ دو تو والدین اور قریبی رشتہ داروں کے لئے وصیت کرو۔''

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: پہلے وصیت اسی طرح ہوتی تھی یہاں تک کہ میراث سے متعلق آیت نے اسے منسوخ کر دیا۔

## بَاب مَا جَاءَ فِي الْوَصِيَّةِ لِلْوَارِثِ

## باب 7: وارث کیلئے وصیت کے بارے میں جو کچھ منقول ہے

حدیث 231:

اخرجه مسلم فی "صحيحه" رقم الحديث: 1826

اخرجه النسائی فی "سننه" رقم الحديث: 3667

اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحديث: 21063

اخرجه ابن حبان فی "صحيحه" رقم الحديث: 5564

اخرجه الحاكم فی "المستدرك" رقم الحديث: 7019

اخرجه النسائی فی "سننه الكبرىٰ" رقم الحديث: 6494

اخرجه البيهقی فی "سننه الكبرىٰ" رقم الحديث: 5129

**233**- حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ نَجْدَةَ حَدَّثَنَا ابْنُ عَيَّاشٍ عَنْ شُرَحْبِيلَ بْنِ مُسْلِمٍ سَمِعْتُ اَبَا اُمَامَةَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ اَعْطَى كُلَّ ذِىْ حَقٍّ حَقَّهُ فَلَا وَصِيَّةَ لِوَارِثٍ

✧✧ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: اللہ تعالیٰ نے ہر حقدار کو اس کا حق دے دیا ہے اس لئے وارث کے لئے وصیت نہیں ہوگی۔

## بَاب مُخَالَطَةِ الْيَتِيمِ فِى الطَّعَامِ

## باب 8: یتیم کو کھانے میں ساتھ ملا لینا

**234**- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِىْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ لَمَّا اَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ (وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِىْ هِىَ اَحْسَنُ) وَ (اِنَّ الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتَامٰى ظُلْمًا) الْاٰيَةَ انْطَلَقَ مَنْ كَانَ عِنْدَهُ يَتِيْمٌ فَعَزَلَ طَعَامَهُ مِنْ طَعَامِهِ وَشَرَابَهُ مِنْ شَرَابِهِ فَجَعَلَ يَفْضُلُ مِنْ طَعَامِهِ فَيُحْبَسُ لَهُ حَتّٰى يَاْكُلَهُ اَوْ يَفْسُدَ فَاشْتَدَّ ذٰلِكَ عَلَيْهِمْ فَذَكَرُوْا ذٰلِكَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ (وَيَسْاَلُوْنَكَ عَنِ الْيَتَامٰى قُلْ اِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَيْرٌ وَّاِنْ تُخَالِطُوْهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ) فَخَلَطُوْا طَعَامَهُمْ بِطَعَامِهِ وَشَرَابَهُمْ بِشَرَابِهِ

✧✧ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' جب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی

''اور یتیم کے مال کے قریب نہ جاؤ سوائے اس کے جو اچھا کرے اور بے شک جو لوگ یتیم کا مال ظلم کے طور پر کھاتے ہیں''

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' جس شخص کے زیر کفالت کوئی یتیم تھا وہ گیا اس نے اس یتیم کے کھانے سے اپنے کھانے کو الگ کر لیا اور اس کے مشروب کو اپنے مشروب سے الگ کر دیا۔ اس یتیم کا جو کھانا بچ جاتا تھا وہ ویسے ہی پڑا رہتا تھا یہاں تک کہ وہ یتیم اسے کھا لے یا پھر وہ خراب ہو جاتا تھا۔ یہ بات لوگوں کے لئے بڑی پریشانی کا باعث بنی۔ انہوں نے اس بات کا

حدیث 233:

اخرجه ابوداؤد فی "سننه" رقم الحدیث: 3565
اخرجه الترمذی فی "جامعه" رقم الحدیث: 210
اخرجه النسائی فی "سننه" رقم الحدیث: 3641
اخرجه ابن ماجه فی "سننه" رقم الحدیث: 2712
اخرجه الدارمی فی "سننه" رقم الحدیث: 3260
اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث: 17701
اخرجه النسائی فی "سننه الکبریٰ" رقم الحدیث: 6468
اخرجه البیهقی فی "سننه الکبریٰ" رقم الحدیث: 12185
اخرجه ابویعلی فی "مسنده" رقم الحدیث: 1508
اخرجه الطبرانی فی "معجمه الکبیر" رقم الحدیث: 4140
اخرجه الطیالسی فی "مسنده" رقم الحدیث: 1127

حدیث 234:

اخرجه النسائی فی "سننه" رقم الحدیث: 3669
اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث: 3002
اخرجه الحاکم فی "المستدرک" رقم الحدیث: 2499
اخرجه النسائی فی "سننه الکبریٰ" رقم الحدیث: 6496
اخرجه البیهقی فی "سننه الکبریٰ" رقم الحدیث: 10140
اخرجه الطبرانی فی "معجمه الکبیر" رقم الحدیث: 13020

تذکرہ نبی اکرم ﷺ سے کیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی۔

''لوگ تم سے یتیموں کے بارے میں دریافت کرتے ہیں تم فرمادو! ان کے ساتھ بھلائی زیادہ بہتر ہے اور تم ان کے ساتھ مل جل کر رہو تو وہ تمہارے بھائی ہیں۔''

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: تو لوگوں نے اپنا کھانا یتیموں کے کھانے کے ساتھ ملا لیا اور اپنا مشروب ان کے مشروب کے ساتھ ملا لیا۔

## بَاب مَا جَاءَ فِي مَا لِوَلِيِّ الْيَتِيمِ اَنْ يَّنَالَ مِنْ مَالِ الْيَتِيمِ

## باب 9: یتیم کے والی کو کس حد تک یتیم کا مال استعمال کرنا جائز ہے

**235**- حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ مَسْعَدَةَ اَنَّ خَالِدَ بْنَ الْحَارِثِ حَدَّثَهُمْ حَدَّثَنَا حُسَيْنٌ يَعْنِي الْمُعَلِّمَ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ اَنَّ رَجُلًا اَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنِّي فَقِيرٌ لَيْسَ لِي شَيْءٌ وَلِي يَتِيمٌ قَالَ فَقَالَ كُلْ مِنْ مَالِ يَتِيمِكَ غَيْرَ مُسْرِفٍ وَلَا مُبَادِرٍ وَلَا مُتَاَثِّلٍ

✧✧ عمرو بن شعیب اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں' ایک شخص نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور بولا: میں غریب آدمی ہوں اور میرے پاس کوئی چیز نہیں ہے۔ ایک یتیم میرے زیر کفالت ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم اپنے زیر کفالت یتیم کے مال میں سے کسی فضول خرچی کے بغیر' زیادتی کے بغیر اور مال اکٹھا کیے بغیر کھا سکتے ہو۔

## بَاب مَا جَاءَ مَتٰى يَنْقَطِعُ الْيُتْمُ

## باب 10: یتیمی کب ختم ہوتی ہے

**236**- حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُحَمَّدٍ الْمَدِينِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ خَالِدِ بْنِ سَعِيدِ بْنِ اَبِي مَرْيَمَ عَنْ اَبِيهِ عَنْ سَعِيدِ ابْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيدَ بْنِ رُقَيْشٍ اَنَّهُ سَمِعَ شُيُوخًا مِنْ بَنِي عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ وَمِنْ خَالِهِ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ اَبِي اَحْمَدَ قَالَ قَالَ عَلِيُّ بْنُ اَبِي طَالِبٍ حَفِظْتُ عَنْ رَّسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُتْمَ بَعْدَ احْتِلَامٍ وَلَا صُمَاتَ يَوْمٍ اِلَى اللَّيْلِ

✧✧ حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' میں نے نبی اکرم ﷺ کی زبانی یہ بات یاد رکھی ہے: بالغ ہو جانے کے بعد یتیمی باقی نہیں رہتی اور صبح سے لے کر شام تک چپ کے روزے کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔

## بَاب مَا جَاءَ فِي التَّشْدِيدِ فِي اَكْلِ مَالِ الْيَتِيمِ

## باب 11: یتیم کا مال کھانے کی (شدید مذمت کا بیان)

**237**- حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ سَعِيدٍ الْهَمْدَانِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ بِلَالٍ عَنْ ثَوْرِ بْنِ زَيْدٍ عَنْ اَبِي

الْغَيْثِ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اجْتَنِبُوا السَّبْعَ الْمُوبِقَاتِ قِيلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا هُنَّ قَالَ الشِّرْكُ بِاللّٰهِ وَالسِّحْرُ وَقَتْلُ النَّفْسِ الَّتِىْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَاَكْلُ الرِّبَا وَاَكْلُ مَالِ الْيَتِيمِ وَالتَّوَلِّى يَوْمَ الزَّحْفِ وَقَذْفُ الْمُحْصَنَاتِ الْغَافِلَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ

قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ اَبُو الْغَيْثِ سَالِمٌ مَوْلَى ابْنِ مُطِيعٍ

✧✧ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: ہلاک کرنے والے سات اعمال سے گریز کرو۔ عرض کی گئی' یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! وہ کون سے ہیں؟ آپ نے فرمایا: کسی کو اللہ کا شریک ٹھہرانا، جادو کرنا، جس کے قتل کو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے اسے ناحق طور پر قتل کرنا، سود کھانا، یتیم کا مال کھانا، جنگ کے دن پیٹھ پھیر کر بھاگ جانا اور پاک دامن غافل مومن عورتوں پر الزام لگانا۔

امام ابوداؤد فرماتے ہیں: ابوالغیث سالم' ابن مطیع کے غلام ہیں۔

**238**- حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيمُ بْنُ يَعْقُوبَ الْجُوْزَجَانِىُّ حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هَانِئٍ حَدَّثَنَا حَرْبُ بْنُ شَدَّادٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ اَبِىْ كَثِيرٍ عَنْ عَبْدِ الْحَمِيدِ بْنِ سِنَانٍ عَنْ عُبَيْدِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ اَبِيهِ اَنَّهُ حَدَّثَهُ وَكَانَتْ لَهُ صُحْبَةٌ اَنَّ رَجُلًا سَاَلَهُ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا الْكَبَائِرُ فَقَالَ هُنَّ تِسْعٌ فَذَكَرَ مَعْنَاهُ زَادَ وَعُقُوقُ الْوَالِدَيْنِ الْمُسْلِمَيْنِ وَاسْتِحْلَالُ الْبَيْتِ الْحَرَامِ قِبْلَتِكُمْ اَحْيَاءً وَّاَمْوَاتًا

✧✧ عبید بن عمیر اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں' انہیں صحابی ہونے کا شرف حاصل ہے' ایک شخص نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! کبیرہ گناہ کون سے ہیں؟ آپ نے فرمایا: وہ نو ہیں۔

اس کے بعد حسب سابق حدیث نقل کی ہے تاہم اس میں یہ دو چیزیں زائد بھی ہیں۔ مسلمان والدین کی نافرمانی کرنا اور بیت الحرام کی حرمت کو پامال کرنا جبکہ وہ زندگی اور موت ہر حالت میں تمہارا قبلہ ہے۔

## بَاب مَا جَاءَ فِى الدَّلِيلِ عَلٰى اَنَّ الْكَفَنَ مِنْ جَمِيعِ الْمَالِ

## باب 12: اس بات کی دلیل کہ کفن بھی تمام مال کے ساتھ شامل ہوگا

**239**- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ اَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِىْ وَائِلٍ عَنْ خَبَّابٍ قَالَ مُصْعَبُ بْنُ عُمَيْرٍ قُتِلَ يَوْمَ اُحُدٍ وَلَمْ تَكُنْ لَهُ اِلَّا نَمِرَةٌ كُنَّا اِذَا غَطَّيْنَا بِهَا رَاْسَهُ خَرَجَتْ رِجْلَاهُ وَاِذَا غَطَّيْنَا رِجْلَيْهِ خَرَجَ رَاْسُهُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَطُّوا بِهَا رَاْسَهُ وَاجْعَلُوا عَلٰى رِجْلَيْهِ مِنَ الْاِذْخِرِ

حدیث 237:

اخرجه مسلم فى "صحيحه" رقم الحديث: 89
اخرجه النسائى فى "سننه الكبرىٰ" رقم الحديث: 6498
اخرجه ابن حبان فى "صحيحه" رقم الحديث: 5561
اخرجه النسائى فى "سننه" رقم الحديث: 3671
اخرجه البيهقى فى "سننه الكبرىٰ" رقم الحديث: 15629
اخرجه الطبرانى فى "معجمه الكبير" رقم الحديث: 5636

✧✧ حضرت خباب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ غزوہ اُحد کے موقع پر شہید ہو گئے۔ ان کے پاس صرف ایک چادر تھی جب ہم اس کے ذریعے ان کا سر ڈھانپتے تھے تو پاؤں ظاہر ہو جاتے تھے اور جب پاؤں ڈھانپتے تھے تو سر ظاہر ہو جاتا تھا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس (چادر) کے ذریعے اس کے سر کو ڈھانپ دو اور اس کے پاؤں پر ''اذخر'' (گھاس) ڈال دو۔

## بَاب فِي الرَّجُلِ يَهَبُ الْهِبَةَ ثُمَّ يُوصَى لَهُ بِهَا اَوْ يَرِثُهَا

## باب 13: کوئی شخص جب کوئی چیز ہبہ کرے اور پھر اسی چیز کی اس شخص کیلئے وصیت کردی جائے یا وہ اس کا وارث بن جائے

**240**- حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَطَاءٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ اَبِيهِ بُرَيْدَةَ اَنَّ امْرَاَةً اَتَتْ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ كُنْتُ تَصَدَّقْتُ عَلٰى اُمِّي بِوَلِيدَةٍ وَاِنَّهَا مَاتَتْ وَتَرَكَتْ تِلْكَ الْوَلِيدَةَ قَالَ قَدْ وَجَبَ اَجْرُكِ وَرَجَعَتْ اِلَيْكِ فِي الْمِيرَاثِ قَالَتْ وَاِنَّهَا مَاتَتْ وَعَلَيْهَا صَوْمُ شَهْرٍ اَفَيُجْزِئُ اَوْ يَقْضِي عَنْهَا اَنْ اَصُومَ عَنْهَا قَالَ نَعَمْ قَالَتْ وَاِنَّهَا لَمْ تَحُجَّ اَفَيُجْزِئُ اَوْ يَقْضِي عَنْهَا اَنْ اَحُجَّ عَنْهَا قَالَ نَعَمْ

✧✧ عبداللہ بن بریدہ اپنے والد حضرت ابو بریدہ رضی اللہ عنہ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں' ایک خاتون نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ اس نے عرض کی: میں نے اپنی والدہ کو ایک کنیز صدقے (ہبہ) کے طور پر دی تھی۔ ان کا انتقال ہو گیا۔ انہوں نے ترکے میں اسی کنیز کو چھوڑا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارا اجر واجب ہو گیا ہے اور میراث میں وہ کنیز تمہارے پاس واپس آ جائے گی۔ اس خاتون نے عرض کی: ان کا انتقال جب ہوا اس وقت ان پر ایک مہینے کے روزے رکھنا واجب تھا تو کیا یہ بات جائز ہو گی (راوی کو شک ہے) یا ان کی طرف سے ادائیگی ہو جائے گی اگر میں ان کی طرف سے روزہ رکھ لوں؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں! اس عورت نے دریافت کیا: انہوں نے حج بھی کرنا تھا تو کیا یہ بات جائز ہو گی یا یہ ان کی طرف سے ادا ہو جائے گا اگر میں ان کی طرف سے حج کر لوں؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں۔

---

حدیث 240:

اخرجه مسلم فی "صحيحه" رقم الحديث: 1149

اخرجه الترمذی فی "جامعه" رقم الحديث: 667

اخرجه ابن ماجه فی "سننه" رقم الحديث: 2394

اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحديث: 23006

اخرجه النسائی فی "سننه الكبرىٰ" رقم الحديث: 6314

اخرجه البيهقی فی "سننه الكبرىٰ" رقم الحديث: 7424

اخرجه الطبرانی فی "معجمه الكبير" رقم الحديث: 6494

اخرجه ابن ابی شيبة فی "مصنفه" رقم الحديث: 12087

اخرجه عبدالرزاق الصنعانی فی "مصنفه" رقم الحديث: 16587

# بَاب مَا جَاءَ فِي الرَّجُلِ يُوقِفُ الْوَقْفَ

## باب 14: کسی شخص کا کسی چیز کو وقف کرنا

**241-** حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ ح و حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ ح و حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنِ ابْنِ عَوْنٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ اَصَابَ عُمَرُ اَرْضًا بِخَيْبَرَ فَاَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَصَبْتُ اَرْضًا لَمْ اُصِبْ مَالًا قَطُّ اَنْفَسَ عِنْدِي مِنْهُ فَكَيْفَ تَاْمُرُنِي بِهِ قَالَ اِنْ شِئْتَ حَبَّسْتَ اَصْلَهَا وَتَصَدَّقْتَ بِهَا فَتَصَدَّقَ بِهَا عُمَرُ اَنَّهُ لَا يُبَاعُ اَصْلُهَا وَلَا يُوهَبُ وَلَا يُوَرَّثُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْقُرْبَى وَالرِّقَابِ وَفِي سَبِيلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيلِ وَزَادَ عَنْ بِشْرٍ وَالضَّيْفِ ثُمَّ اتَّفَقُوا لَا جُنَاحَ عَلَى مَنْ وَلِيَهَا اَنْ يَاْكُلَ مِنْهَا بِالْمَعْرُوفِ وَيُطْعِمَ صَدِيقًا غَيْرَ مُتَمَوِّلٍ فِيهِ زَادَ عَنْ بِشْرٍ قَالَ وَقَالَ مُحَمَّدٌ غَيْرَ مُتَاَثِّلٍ مَالًا

✧✧ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خیبر میں کچھ زمین ملی وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے انہوں نے بتایا: مجھے خیبر میں کچھ زمین ملی ہے۔ اس سے بہترین مال مجھے کبھی نہیں ملا۔ آپ اس کے بارے میں مجھے کیا ہدایت کرتے ہیں؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تم چاہو تو اصل زمین اپنے پاس رہنے دو اور اس پر جو پھل لگے ہیں اسے صدقہ کر دو' تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے صدقہ کر دیا کہ اصل زمین کو فروخت نہیں کیا جا سکتا اور ہبہ نہیں کیا جا سکتا اور اسے وراثت میں نہیں دیا جا سکتا (اور اس کا پھل) غرباء' قریبی رشتہ داروں' غلاموں کے لئے' اللہ کی راہ میں اور مسافروں کے لئے ہو گا۔

بشر کی روایت میں یہ الفاظ زائد ہیں: مہمانوں کے لئے بھی ہو گا۔

پھر اس کے بعد ان سب راویوں نے اس بات پر اتفاق کیا ہے: جو شخص اس کا نگران ہو اس کو کوئی گناہ نہیں ہو گا اگر وہ مناسب طریقے سے خود کھا لے اور اپنے دوست کو بھی کھلا دے جبکہ وہ اس مال کو اکٹھا کرنے والا نہ ہو۔

بشر کی روایت میں یہ الفاظ زائد ہیں' محمد نامی راوی فرماتے ہیں: مال جمع کرنے والا نہ ہو۔

**242-** حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ الْمَهْرِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ اَخْبَرَنِي اللَّيْثُ عَنْ يَحْيَى ابْنِ سَعِيدٍ عَنْ صَدَقَةِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهم قَالَ نَسَخَهَا لِي عَبْدُ الْحَمِيدِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ ابْنِ الْخَطَّابِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ هٰذَا مَا كَتَبَ عَبْدُ اللّٰهِ عُمَرُ فِي ثَمْغٍ فَقَصَّ مِنْ خَبَرِهِ نَحْوَ حَدِيثِ نَافِعٍ قَالَ غَيْرَ مُتَاَثِّلٍ مَالًا فَمَا عَفَا عَنْهُ مِنْ ثَمَرِهِ فَهُوَ لِلسَّائِلِ وَالْمَحْرُومِ قَالَ وَسَاقَ الْقِصَّةَ قَالَ وَاِنْ شَاءَ وَلِيُّ ثَمْغٍ اشْتَرَى

حدیث 241:

اخرجه البخاری فی "صحيحه" رقم الحديث: 2620
اخرجه مسلم فی "صحيحه" رقم الحديث: 1632
اخرجه ابوداؤد فی "سننه" رقم الحديث: 3597
اخرجه ابن ماجه فی "سننه" رقم الحديث: 2396
اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحديث: 4608
اخرجه ابن حبان فی "صحيحه" رقم الحديث: 4901
اخرجه ابن خزيمه فی "صحيحه" رقم الحديث: 2483
اخرجه النسائی فی "سننه الكبرىٰ" رقم الحديث: 6424
اخرجه البيهقی فی "سننه الكبرىٰ" رقم الحديث: 11667
اخرجه الحميدی فی "مسنده" رقم الحديث: 652

مِنْ ثَمَرِهٖ رَقِيقًا لِعَمَلِهٖ وَكَتَبَ مُعَيْقِيبٌ وَّشَهِدَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْاَرْقَمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ هٰذَا مَا اَوْصٰى بِهٖ عَبْدُ اللّٰهِ عُمَرُ اَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ اِنْ حَدَثَ بِهٖ حَدَثٌ اَنَّ ثَمْغًا وَّصِرْمَةَ بْنَ الْاَكْوَعِ وَالْعَبْدَ الَّذِىْ فِيهِ وَالْمِائَةَ سَهْمٍ الَّتِىْ بِخَيْبَرَ وَرَقِيقَهُ الَّذِىْ فِيهِ وَالْمِائَةَ الَّتِىْ اَطْعَمَهُ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْوَادِىْ تَلِيهِ حَفْصَةُ مَا عَاشَتْ ثُمَّ يَلِيهِ ذُو الرَّاْىِ مِنْ اَهْلِهَا اَنْ لَّا يُبَاعَ وَلَا يُشْتَرٰى يُنْفِقُهُ حَيْثُ رَاٰى مِنَ السَّائِلِ وَالْمَحْرُومِ وَذَوِى الْقُرْبٰى وَلَا حَرَجَ عَلٰى مَنْ وَلِيَهُ اِنْ اَكَلَ اَوْ اٰكَلَ اَوِ اشْتَرٰى رَقِيقًا مِنْهُ

✧✧ لیث بیان کرتے ہیں' یحییٰ بن سعید نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے صدقہ کرنے سے متعلق تحریر کے بارے میں بیان کیا ہے' عبدالحمید بن عبداللہ جو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پوتے ہیں نے اس کا ایک نسخہ مجھے لکھوایا تھا۔ اس کے الفاظ یہ ہیں۔

''اللہ تعالیٰ کے نام سے آغاز کرتا ہوں جو رحمٰن اور رحم کرنے والا ہے۔ یہ وہ ہے جو اللہ کے بندے ''عمر'' نے لکھا ہے جو ''ثمغ'' (نامی زمین کے بارے میں)

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں) اس کے بعد انہوں نے سابقہ حدیث کی طرح پوری حدیث بیان کی ہے جس میں یہ الفاظ ہیں۔ وہ شخص مال اکٹھا کرنے والا نہ ہو اور اس کا جو پھل گر جائے وہ مانگنے والے محروم شخص کے لئے ہوگا۔

اس کے بعد انہوں نے پورا واقعہ بیان کیا ہے جس میں یہ الفاظ ہیں۔ وہ فرماتے ہیں: اگر ''ثمغ'' کا نگران چاہے تو وہ غلام خرید سکتا ہے جو اس (زمین) میں کام کرے۔

معیقیب نے یہ بات تحریر کی ہے اور عبداللہ بن ارقم نے اس کی گواہی دی ہے۔ (اس کے الفاظ یہ ہیں)

''اللہ تعالیٰ کے نام سے آغاز کرتا ہوں جو رحمٰن اور رحم کرنے والا ہے۔ یہ وہ ہے جس کے بارے میں اللہ کے بندے ''عمر'' نے جو مسلمانوں کا امیر ہے' وصیت کی ہے کہ اگر کوئی صورتحال لاحق ہو جائے تو ثمغ، صرمہ بن اکوع اور وہ غلام جو اس میں ہے اور وہ سو حصے جو خیبر میں ہیں اور وہاں کا غلام جو اس میں ہے اور وہ سو حصے جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ''وادی'' میں (حضرت عمر رضی اللہ عنہ) کو دیئے تھے ان سب کی نگران حفصہ رضی اللہ عنہا رہے گی۔ جب تک وہ زندہ ہے' اس کے بعد اس کے گھر والوں میں سے اس کا نگران کوئی اور ہوگا اور اس کو فروخت نہیں کیا جا سکتا۔ اس کو خریدا نہیں جا سکتا۔ اسے خرچ کیا جائے گا جہاں وہ مناسب سمجھے گا۔ سوال کرنے والے محروم شخص کے لئے' قریبی رشتہ دار کے لئے اور جو شخص اس کا نگران ہوگا کوئی حرج نہیں ہوگا اگر وہ خود اس میں سے کھا لے یا کسی کو کھلائے یا اس میں سے کوئی غلام خرید لے (جو وہاں کام کرے)

## بَاب مَا جَاءَ فِى الصَّدَقَةِ عَنِ الْمَيِّتِ

## باب 15: میت کی طرف سے صدقہ کرنا

**243**- حَدَّثَنَا الرَّبِيعُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْمُؤَذِّنُ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ سُلَيْمَانَ يَعْنِى ابْنَ بِلَالٍ عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ

عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اُرَاهُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا مَاتَ الْاِنْسَانُ انْقَطَعَ عَنْهُ عَمَلُهُ اِلَّا مِنْ ثَلَاثَةِ اَشْيَاءَ مِنْ صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ اَوْ عِلْمٍ يُنْتَفَعُ بِهٖ اَوْ وَلَدٍ صَالِحٍ يَدْعُوْ لَهٗ

✧✧ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: جب انسان مرجاتا ہے تو اس کا عمل منقطع ہوجاتا ہے ماسوائے تین اعمال کے' صدقہ جاریہ' وہ علم جس سے نفع حاصل کیا جائے' وہ نیک اولاد جو اس کے لئے دعا کرتی رہے۔

## بَاب مَا جَاءَ فِيمَنْ مَاتَ عَنْ غَيْرِ وَصِيَّةٍ يُتَصَدَّقُ عَنْهُ

## باب 16: جو شخص وصیت کئے بغیر مرجائے کیا اس کی طرف سے صدقہ کیا جاسکتا ہے

**244**- حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمٰعِيْلَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ هِشَامٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ امْرَاَةً قَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ اُمِّىْ افْتُلِتَتْ نَفْسُهَا وَلَوْلَا ذٰلِكَ لَتَصَدَّقَتْ وَاَعْطَتْ اَفَيُجْزِئُ اَنْ اَتَصَدَّقَ عَنْهَا فَقَالَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَعَمْ فَتَصَدَّقِىْ عَنْهَا

✧✧ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' ایک خاتون نے عرض کی: یارسول اللہ! میری والدہ کا اچانک انتقال ہوگیا ہے اگر ایسا نہ ہوتا تو وہ کچھ صدقہ کرتی اور کچھ عطا کرتی تو کیا یہ بات جائز ہوگی اگر میں ان کی طرف سے صدقہ کردوں؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں۔ تم ان کی طرف سے صدقہ کرو۔

**245**- حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيْعٍ حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ حَدَّثَنَا زَكَرِيَّا بْنُ اِسْحٰقَ اَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ دِيْنَارٍ عَنْ

حدیث 243:

اخرجه مسلم فی "صحيحه" رقم الحديث: 1631
اخرجه النسائی فی "سننه" رقم الحديث: 3651
اخرجه الدارمی فی "سننه" رقم الحديث: 517
اخرجه ابن حبان فی "صحيحه" رقم الحديث: 93
اخرجه النسائی فی "سننه الكبرىٰ" رقم الحديث: 6478
اخرجه ابويعلى فی "مسنده" رقم الحديث: 6457
اخرجه البخاری فی "الادب المفرد" رقم الحديث: 38
اخرجه الترمذی فی "جامعه" رقم الحديث: 1376
اخرجه ابن ماجه فی "سننه" رقم الحديث: 241
اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحديث: 8831
اخرجه ابن خزيمه فی "صحيحه" رقم الحديث: 2494
اخرجه البيهقی فی "سننه الكبرىٰ" رقم الحديث: 12415
اخرجه الطبرانی فی "معجمه الصغير" رقم الحديث: 395

حدیث 245:

اخرجه البخاری فی "صحيحه" رقم الحديث: 2609
اخرجه ابوداؤد فی "سننه" رقم الحديث: 2882
اخرجه النسائی فی "سننه" رقم الحديث: 3649
اخرجه الدارمی فی "سننه" رقم الحديث: 1451
اخرجه ابن حبان فی "صحيحه" رقم الحديث: 3353
اخرجه الحاكم فی "المستدرك" رقم الحديث: 1531
اخرجه البيهقی فی "سننه الكبرىٰ" رقم الحديث: 6895
اخرجه مسلم فی "صحيحه" رقم الحديث: 1004
اخرجه الترمذی فی "جامعه" رقم الحديث: 269
اخرجه ابن ماجه فی "سننه" رقم الحديث: 2717
اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحديث: 3524
اخرجه ابن خزيمه فی "صحيحه" رقم الحديث: 2496
اخرجه النسائی فی "سننه الكبرىٰ" رقم الحديث: 6476
اخرجه ابويعلى فی "مسنده" رقم الحديث: 2515

عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَجُلًا قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ اُمِّي تُوُفِّيَتْ اَفَيَنْفَعُهَا اِنْ تَصَدَّقْتُ عَنْهَا فَقَالَ نَعَمْ قَالَ فَاِنَّ لِيْ مَخْرَفًا وَّاِنِّيْ اُشْهِدُكَ اَنِّيْ قَدْ تَصَدَّقْتُ بِهٖ عَنْهَا

✧✧ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' ایک شخص نے عرض کی: یارسول اللہ! اس کی والدہ کا انتقال ہوگیا ہے اگر میں ان کی طرف سے صدقہ کردوں تو کیا انہیں نفع ہوگا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا: ہاں۔ اس نے دریافت کیا: میرے پاس ایک باغ ہے میں آپ کو گواہ بناتا ہوں کہ میں نے اسے ان کی طرف سے صدقہ کیا۔

## بَاب مَا جَاءَ فِيْ وَصِيَّةِ الْحَرْبِيِّ يُسْلِمُ وَلِيُّهُ اَيَلْزِمُهُ اَنْ يُّنْفِذَهَا

## باب 17: حربی کی وصیت' جبکہ اس کا ولی مسلمان ہو چکا ہو تو کیا اس ولی کیلئے لازم ہوگا کہ وہ اس وصیت کو نافذ کرے

**246**- حَدَّثَنَا الْعَبَّاسُ بْنُ الْوَلِيدِ بْنِ مَزْيَدٍ اَخْبَرَنِيْ اَبِيْ حَدَّثَنَا الْاَوْزَاعِيُّ حَدَّثَنِيْ حَسَّانُ بْنُ عَطِيَّةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ اَنَّ الْعَاصَ بْنَ وَائِلٍ اَوْصَى اَنْ يُّعْتَقَ عَنْهُ مِائَةُ رَقَبَةٍ فَاَعْتَقَ ابْنُهُ هِشَامٌ خَمْسِيْنَ رَقَبَةً فَاَرَادَ ابْنُهُ عَمْرٌو اَنْ يُّعْتِقَ عَنْهُ الْخَمْسِيْنَ الْبَاقِيَةَ فَقَالَ حَتّٰى اَسْاَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ اَبِيْ اَوْصَى بِعَتْقِ مِائَةِ رَقَبَةٍ وَاِنَّ هِشَامًا اَعْتَقَ عَنْهُ خَمْسِيْنَ وَبَقِيَتْ عَلَيْهِ خَمْسُوْنَ رَقَبَةً اَفَاُعْتِقُ عَنْهُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّهٗ لَوْ كَانَ مُسْلِمًا فَاَعْتَقْتُمْ عَنْهُ اَوْ تَصَدَّقْتُمْ عَنْهُ اَوْ حَجَجْتُمْ عَنْهُ بَلَغَهٗ ذٰلِكَ

✧✧ حضرت عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہ اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں' عاص بن وائل نے یہ وصیت کی کہ اس کی طرف سے سو غلام آزاد کئے جائیں تو اس کے بیٹے ہشام نے پچاس غلام آزاد کردیئے پھر اس کے بیٹے عمرو (جو مسلمان ہو چکے تھے) انہوں نے یہ ارادہ کیا کہ اس کی طرف سے بقیہ پچاس غلام بھی آزاد کردیں انہوں نے سوچا کہ پہلے میں اس کے بارے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کرلوں وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی' یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! میرے والد نے سو غلام آزاد کرنے کی وصیت کی تھی تو ہشام نے پچاس غلام ان کی طرف سے آزاد کردیئے' کیا باقی پچاس غلام میں آزاد کردوں؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر وہ مسلمان ہوتا تم اس کی طرف سے آزاد کرتے یا اس کی طرف سے صدقہ کرتے تو اس کا

---

حدیث 245:

اخرجه الطبرانی فی "معجمه الاوسط" رقم الحديث: 703
اخرجه الطبرانی فی "معجمه الكبير" رقم الحديث: 5370
اخرجه الحميدی فی "مسنده" رقم الحديث: 243
اخرجه اسحاق بن راهويه فی "مسنده" رقم الحديث: 751
اخرجه البخاری فی "الادب المفرد" رقم الحديث: 39
اخرجه عبدالرزاق الصنعانی فی "مصنفه" رقم الحديث: 16337
اخرجه ابن ابی شيبة فی "مصنفه" رقم الحديث: 12077

حدیث 246:

اخرجه الترمذی فی "جامعه" رقم الحديث: 1247
اخرجه عبدالرزاق الصنعانی فی "مصنفه" رقم الحديث: 16349

ثواب اسے مل جاتا (اب کرنے کی ضرورت نہیں)

## بَاب مَا جَاءَ فِي الرَّجُلِ يَمُوتُ وَعَلَيْهِ دَيْنٌ وَّلَهُ وَفَاءٌ يُسْتَنْظَرُ غُرَمَاؤُهُ وَيُرْفَقُ بِالْوَارِثِ

## باب 18: جوشخص اس حالت میں مر جائے کہ اس کے ذمے قرض ہو اور اس کے پاس اس کی ادائیگی کیلئے مال ہو تو اس کے قرض خواہ انتظار کرینگے اور وارثوں کے ساتھ نرمی سے بات کریں گے

**247**- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ اَنَّ شُعَيْبَ بْنَ اِسْحٰقَ حَدَّثَهُمْ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ وَهْبِ بْنِ كَيْسَانَ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّهُ اَخْبَرَهُ اَنَّ اَبَاهُ تُوُفِّيَ وَتَرَكَ عَلَيْهِ ثَلَاثِيْنَ وَسْقًا لِرَجُلٍ مِنْ يَّهُوْدَ فَاسْتَنْظَرَهُ جَابِرٌ فَاَبٰى فَكَلَّمَ جَابِرٌ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَّشْفَعَ لَهُ اِلَيْهِ فَجَاءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَلَّمَ الْيَهُوْدِيَّ لِيَاْخُذَ ثَمَرَ نَخْلِهِ بِالَّذِيْ لَهُ عَلَيْهِ فَاَبٰى عَلَيْهِ وَكَلَّمَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يُّنْظِرَهُ فَاَبٰى وَسَاقَ الْحَدِيْثَ

✧✧ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' ان کے والد کا انتقال ہو گیا انہوں نے تیس وسق ایک یہودی کا قرض دینا تھا۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے اس سے مہلت مانگی تو اس نے انکار کر دیا۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے اس بارے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بات کی کہ آپ اس سے سفارش کریں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آئے اور آپ نے اس یہودی کے ساتھ بات کی کہ وہ ان کے باغ کا پھل وصول کر لے۔ اس چیز کے عوض میں جو ان کے والد کے ذمے واجب تھی' تو اس نے انکار کر دیا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے اس بارے میں بات کی کہ وہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کو مہلت دے تو اس نے یہ بات بھی نہیں مانی۔

امام ابوداود رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس کے بعد انہوں نے پوری حدیث نقل کی ہے۔

حدیث 247:

اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث: 2266
اخرجه ابن ماجه فی "سننه" رقم الحدیث: 2434
اخرجه الطبرانی فی "معجمه الاوسط" رقم الحدیث: 9143

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

# كِتَابُ الْاَيْمَانِ وَالنُّذُوْرِ

## یہ کتاب قسموں اور نذروں کے بیان میں ہے

### لفظ قسم کی لغوی تحقیق کا بیان

خلیل ابن احمد الفراہیدی لکھتے ہیں کہ عربی زبان میں (ق س م) کا مادّہ دو معنی کے لئے آتا ہے، اگر سین کے سکون کے ساتھ (قَسْم) ہو تو اِسکا معنی "مال کے کسی حصّے کا جزء جزء کرنا، یا مال سے ہر ایک کے حصّے کو جدا کرنا" ہے، اور اسکی جمع "اَقسام" آتی ہے، لیکن اگر یہ مادّہ سین کے فتحہ کے ساتھ (قَسَم) ہو، تو پھر بھی اسکی جمع "اَقسام" ہی ہے، (جیسے: سَبَب و أَسْبَاب)، اور اِس وقت اِسکا معنی "قسم کھانا" ہیں۔ (كِتَابُ الْعَيْنِ، ج ۵، بیروت دار الکتب العلمیۃ ۱۴۲۴ق، ص ۸۶)

اِس مادّہ (قَسَم) سے جو اُفعال، قَسَم کے معنیٰ میں استعمال ہوتے ہیں، وہ باب اِفعال (أَقْسَم)، باب مفاعلہ (قَاسَمَ) جیسے: (وَ قَاسَمَهُمَا اِنِّي لَكُمَا لَمِنَ النّٰصِحِيْنَ) (الاعراف، ۲۱) "اور (شیطان نے) اُن دونوں سے قسم کھائی کہ میں تمھیں نصیحت کرنے والوں میں سے ہوں"۔

یہاں یہ فعل بابِ مفاعلہ سے دو نفر کے درمیان مشترک نہیں ہے، بلکہ "سَافَرْتُ شَهْراً" میں نے پورے ایک ماہ سفر کیا (کی طرح ہے، اور احتمالِ قوی یہ ہے کہ یہاں یہ فعل مبالغہ کیلئے آیا ہو، مبالغہ کی صورت میں آیت کا معنیٰ اِسطرح ہوگا، "اُس نے تاکید اً قسم کھائی کہ میں تم دونوں کا یقیناً خیر خواہ اور ہمدرد ہوں"، لیکن اِس بات کا امکان بھی ہے کہ باب مفاعلہ "قَاسَمَهُمَا" اِس آیت میں طرفین کے لئے (مشترک) ہو، اور حضرت آدم وحوّا کے شیطان کی بات سننے کی وجہ سے، یا اُسکی بات کو قبول کرنے کی وجہ سے، اور یا اُس سے قسم کا مطالبہ کرنے کی وجہ سے یہ فعل استعمال ہوا ہو، نیز بابِ اِفتعال (اِقْتَسَمَ)، باب تفاعل (تَقَاسَمَ)، اور باب استفعال (اِسْتَقْسَمَ) بھی اِسی مادہ قَسَم سے، قسم کے معنیٰ میں استعمال ہوتے ہیں، لیکن قرآن کریم میں زیادہ تر باب اِفعال کے طور پر ہی استعمال ہوا ہے۔

امام راغب اصفہانی "اِس لفظ کے بارے میں لکھتے ہیں، "قَسَم کی اصل "قَسَامَة" هے اور "قَسَامَة" اُس قسم کو کہتے ہیں کہ جسے مقتول کے ورثہ پر تقسیم کیا جاتا ہے، کیونکہ اُنھوں نے یہ دعویٰ کیا ہوتا ہے، مثلاً کہ زید نے عمرو کو مارا ہے، تو ضروری ہے کہ عمرو کے ورثہ میں سے ہر ایک، قتل کا گواہ و شاہد نہ ہونے کی صورت میں، اپنے اس دعوے پر قسم کھائے۔

(اَلْقَسَمُ فِي اللُّغَةِ وَ فِي الْقُرآنِ، ص ۲۴)

بعض اس بات کے قائل ہیں کہ " قَسَامَة " وہ قسم ہے کہ جو مقتول کے خون کے وارثوں میں سے پچاس افراد، اپنے مقتول کے خون کے استحقاق پر کھاتے ہیں، اُس وقت جب وہ قاتل کو کسی ایک قوم میں سے قرار دیں، لیکن قاتل کو مشخص طور پر نہ جانتے ہیں، اور اگر مقتول کے خون کے وارثوں میں سے پچاس اَفراد نہ ہوں، تو جو موجود ہوں، ضروری ہے کہ وہ پچاس قسمیں پوری کریں، اور پھر یہ " قَسَامَة " اسم ہو گیا ہے ہر اُس قسم کیلئے، جو اپنے حق کے ثابت کرنے اور لینے کیلئے کھائی جائے۔۱۲

لفظِ " قَسَم " اسم مصدر ہے یا حاصل مصدر اور یہ لفظ اپنے مختلف مشتقات کے ساتھ 33 بار قرآن کریم میں استعمال ہوا ہے، اور اکثر اِسکا استعمال قسم ہی کے معنیٰ میں ہوا ہے، یہ لفظ فعل ماضی (أَقْسَمَ) کے طور پر تقریباً 8 بار اور فعل مضارع (يُقْسِمُ اور اِسکی جمع) کی مختلف صورتوں میں تقریباً 12 بار ذکر ہوا ہے ۱۳، اور " ڈاکٹر خلیف " کا یہ خیال ہے کہ یہ مادّہ " قَسَم " فقط مکّی آیات کے ساتھ اختصاص رکھتا ہے۔۱۴

بعض محققین نے اِس مادّہ " قَسَم " کے دونوں معنی ( جدا جدا کرنا اور قَسَم کھانا ) کے درمیان تعلّق و ارتباط برقرار کیا ہے، اُنھوں نے دوسرے معنی، یعنی " قسم کھانے " کو پہلے معنی " جدا جدا کرنے " کی طرف پلٹایا ہے، اِسطرح سے کہ قسم بھی حق و باطل کو جدا جدا کرتی ہے اور اِن دونوں کے درمیان فاصلہ ڈالتی ہے، اور نزاع ( جھگڑے ) وغیرہ میں دوسروں سے اپنا حق لینے کیلئے کھائی جاتی ہے۔ پس دونوں معنیٰ کی بازگشت ایک ہی مطلب کی طرف ہے۔

(أُسْلُوْبُ الْقَسَمِ وَ اِجْتِمَاعُه مَعَ الشَّرْطِ فِي رِحَابِ الْقُرآنِ الْكَرِيْم، ص ۳۴)

## لفظِ حَلْف کی لغوی تحقیق

اِس مادّہ (ح ل ف) کے لئے بھی اصلی اور بنیادی طور پر دو معنی وجود رکھتے ہیں، ایک قَسَم اور دوسرا عہد و پیمان، اور اِس دوسرے معنیٰ کی بازگشت بھی قَسَم ہی کی طرف ہے، البتہ کبھی لفظِ " حَلْف " تیز دھار چیز کے معنیٰ میں آتا ہے، (جیسے لفظِ " قَسَم " جو قطع اور تقسیم کرنے کے معنیٰ میں آتا ہے ) کہا جاتا ہے، " سِنَانٌ حَلِيْف " (یعنی تیز دھار تلوار) اور " لِسَانٌ حَلِيْف " (یعنی کاٹنے والی زبان) اور لفظِ " حَلْف " کو دو طرح سے پڑھا گیا ہے: (حَلْف و حَلِف )، لیکن دونوں قسم کا معنیٰ دیتے ہیں، حَلْف کا اصل معنی " اَلْعَقْدُ بِالْعَزْمِ " (یعنی محکم اور مضبوط نیت وعقیدہ ) ہے، اور " حَالِف، حَلَّاف اور حَلَّافَة " (بہت زیادہ قسم کھانے والا ) کے معنی میں ہیں، اور " أَحْلَفَ، حَلَّفَ اور اِستَحْلَفَ " تینوں فعل، قسم کی درخواست اور طلب کرنے کے معنیٰ میں آتے ہیں۔

بعض محققین نے اِس لفظ کو " حاء " کے فتحہ و کسرہ کے ساتھ بھی بیان کیا ہے (حَلْف وحِلْف ) لیکن دونوں قَسم ہی کے معنیٰ میں استعمال ہوتے ہیں، اور یہ " حَلْف " ایسی قَسَم ہے، جس کے ساتھ عہد و پیمان لیا جاتا ہے، لیکن عرفِ عام میں ہر قَسَم کے لئے استعمال ہوتا ہے، اور یہ لفظ " دوام اور پائیداری " کا معنیٰ بھی اپنے ہمراہ رکھتا ہے، کہا جاتا ہے، " حَلَفَ فُلَان وَ حَلِيْفُه " جب کوئی کسی دوسرے کے ساتھ قسم اور عہد و پیمان میں شریک ہو۔

لفظِ " حَلْف " اپنے مختلف مشتقات کے ساتھ 13 بار قرآن کریم میں آیا ہے، اور صرف ایک بار اسم مبالغہ کی صورت میں آیا ہے: (وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِيْنٍ )۱۸، " تو اے پیغمبر اُن منافقوں کی جو ہمیشہ قسم کھاتے رہتے ہیں، اطاعت نہ کرنا "، اور باقی

موارد میں بصورت فعل ذکر ہوا ہے۔

## لفظِ قَسَم اور لفظِ حَلَف کا آپس میں ترادف کا بیان

بعض یہ نظریہ رکھتے ہیں کہ لفظِ "قَسَم" اور لفظِ "حَلَف" دونوں مترادف ہیں اور دونوں ایک ہی معنیٰ کو بیان کرتے ہیں ۱۹، لیکن دوسرے بعض اِس مترادف ہونے کو قبول نہیں کرتے، کیونکہ لفظِ "حَلَف" قرآن کریم میں جن 13 مقامات پر استعمال ہوا ہے، بغیر کسی استثناء کے، تمام موارد میں یا جھوٹی قسم کیلئے استعمال ہوا ہے، اور یا قسم کھا کر توڑ دی گئی ہے، اور اکثر موارد میں فعلِ "حَلَف" کی نسبت منافقین کی طرف ہے۔

علاوہ یہ کہ اِن میں سے گیارہ موارد میں یہ فعل، فعلِ مضارع کی صورت میں آیا ہے، جو کسی کام کے حادث ہونے اور مجدّداً انجام پانے پر دلالت کرتا ہے، یعنی فعلِ مضارع کی دلالت قسم کھانے والوں کے اپنی قسم پر ثابت قدم نہ ہونے پر ہے، جیسے "وَ يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ اِنَّهُمْ لَمِنكُمْ وَ مَا هُمْ مِنكُمْ"، "اور وہ (منافقین) ہمیشہ اللہ کی قسم کھاتے ہیں کہ وہ بھی یقیناً تم مومنین سے ہیں، حالانکہ باطن میں تم سے ہم عقیدہ نہیں ہیں۔"

فقط ایک مقام پر لفظِ "حَلَف" فعلِ ماضی کی صورت میں آیا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہوتا ہے:

" ذٰلِكَ كَفَّارَةُ أَيْمَانِكُمْ اِذَا حَلَفْتُمْ" . سورۂ مائدہ، آیت ۸۹، "یہ ہے تمھاری قسموں کا کفارہ، جب تم نے قسم کھائی

(اور پھر توڑ ڈالی)"، اور قرآن کریم میں فقط یہی ایک مورد ہے، جس میں فعلِ "حَلَف" کی ضمیر کی بازگشت مومنین کی طرف ہے، لیکن اِس مقام پر بھی لفظِ "حَلَف" سے قسم کھانے (اور بعد میں توڑ دینے) کی بناء پر قسم کا کفارہ اُن پر مقرّر کیا گیا ہے ۲۲ اور قرآن کریم نے بھی اِس ٹوٹی ہوئی قسم کو "حَلَف" سے تعبیر کیا ہے۔

"ڈاکٹر عائشہ بنت الشاطی "قَسَم اور حَلَف کے مترادف ہونے کو رڈ کرتے ہوئے لکھتی ہیں: لفظِ "حَلَف" بغیر کسی استثناء کے تمام موارد میں قسم توڑنے کے لئے آیا ہے، لیکن لفظِ "قَسَم" خواہ اِس فعل کی نسبت خداوند عالم کی طرف ہو، یا خواہ اُس کے غیر کی طرف، کہیں بھی اِس لفظ میں قسم کے توڑنے کا احتمال نہیں ہے، پس اِن دونوں لفظوں میں کوئی ترادُف و یکسانیت نہیں ہے۔

(دِرَاسَات فِی الْقُرآنِ وَ الْحَدِيْث، ص۱۱۲)

"جناب مختار سلامی "ڈاکٹر عائشہ کی اس بات کا، کہ لفظِ قَسَم اور حَلَف، آپس میں مترادِف نہیں ہیں، جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں: "چار مقامات ایسے ہیں جہاں غیر خدا کی طرف لفظ "قَسَم" سے قسم کھائی گئی ہے، اور اِن مقامات میں یا جھوٹی قسم کھائی گئی ہے اور یا قسم کے توڑنے کا احتمال موجود ہے، اور اگر اِن موارد کے مضمون و سیاق میں غور و فکر اور توجہ کی جائے، تو واضح ہو جاتا ہے، کہ ان میں سے اکثر موارد میں جھوٹی قسم کھائی گئی ہے، جیسے: (فَيُقْسِمَانِ بِاللّٰهِ اِنِ ارْتَبْتُمْ لَا نَشْتَرِيْ بِهٖ ثَمَناً) سورۂ مائدہ، آیت ۱۰۶، "اُن کو اللہ کی قسم دیں کہ ہم گواہی کیلئے ہرگز کوئی قیمت نہیں چاہیں گے"، لیکن بعد والی آیات اس پر گواہ ہیں کہ یہ جھوٹی قسم ہے، اور

ابن جریر طبری نے اِس قسم کو "فاجرہ قسم" سے تعبیر کیا ہے، نیز اِسی طرح ایک دوسرے مقام پر لفظِ "قَسَم" سے قسم کھائی گئی ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَ يَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يُقْسِمُ الْمُجْرِمُوْنَ مَا لَبِثُوْا غَيْرَ سَاعَةٍ كَذٰلِكَ كَانُوْا يُؤْفَكُوْنَ﴾

(سورۂ روم، آیت ۵۵)

"وہ دن جب قیامت برپا ہوگی، مجرمین قسم کھائیں گے، کہ وہ ایک ساعت (ایک گھنٹہ یا ایک گھڑی بھر) سے زیادہ دنیا میں نہیں رہے ہیں، اور وہ اِسی طرح سچ اور حقیقت کی جگہ جھوٹ اور خلافِ واقع بیان کرتے ہیں"

، اِس آیت کا ذیل اِس قسم کے جھوٹے ہونے کو بیان کرتا ہے، اور "راغب اصفہانی" کے مطابق "یُؤْفَکُوْنَ" کا معنی "اعتقادات میں حق سے باطل کی طرف پھرنا اور انحراف پیدا کرنا ہے، اور نیز گفتار میں سچ سے جھوٹ کی طرف پھرنا ہے۔(اَلْمُفْرَدَاتُ فِی غَرِيْبِ الْقُرآنِ، ص ۱۹)

پس "قَسَم اور حَلْف" دونوں اَلفاظ میں تمام اہلِ لغت کے نزدیک ترادُف و یکسانیت پائی جاتی ہے اور عربی زبان میں مترادِف اَلفاظ کا ہونا قابلِ انکار بھی نہیں ہے، اور ایسے اَلفاظ کا لغتِ عرب میں واقع ہونا، خود ترادُف کے ممکن ہونے پر دلیل ہے، عربی زبان میں ترادُف پیدا ہونے کا سبب، موسمِ حج میں مختلف اَقوام و قبائل کا مکّہ آنا، اور اہلِ مکّہ و قریش والوں کے ساتھ لین دین اور دیگر معاملات انجام دینا ہے، جس کے نتیجے میں مختلف زبانوں کے کلمات اور اَلفاظ قریش کی لغت میں شامل ہو گئے، اور قریش کے شعراء بھی اِن کلمات کو اپنے اَشعار میں استعمال کرنے لگے، اور کیونکہ قرآن کریم بھی قریش کی زبان میں نازل ہوا، لہٰذا اب یہ دونوں لفظ (قَسَم اور حَلْف) ایک ہی معنیٰ میں استعمال ہوتے ہیں اور اِن دونوں کے درمیان مکمل طور پر ترادُف حاصل ہو گیا ہے۔

(اَلْقَسَمُ فِی اللُّغَةِ وَ فِی الْقُرآنِ، ص ۲۶ و؛ اَلْمُفْرَدَاتُ فِی غَرِيْبِ الْقُرآنِ، ص ۴۰۳)

## لفظِ یمین کی لغوی تحقیق

اِس کا مادّہ اصلی (ی م ن) ہے، اور "اَلْيُمْنُ" کا معنیٰ "برکت" ہے اور نون سے پہلے یاء زیادہ کرنے سے، لفظِ "يَمِيْن" بنتا ہے، جو "فَعِيْل" کے وزن پر ہے، اور اِس کے متعدّد معنیٰ ہیں، جیسے: انسان کا سیدھا ہاتھ، یا اُسکی سیدھی طرف، یا اُسکی قدرت و طاقت، یا مقام و منزلت وغیرہ، و نیز اِس لفظ کے معانی میں سے ایک معنیٰ "قَسَم" بھی ہے اور یہ لفظ لفظاً مؤنث ہے اور اِسکی جمع "أَيْمَن و أَيْمَان" آتی ہیں، لفظِ "أَيْمُن" میم کے ضمہ کے ساتھ، "قَسَم" کیلئے وضع کیا گیا ہے، اور کبھی لامِ تاکید اِس پر داخل ہوتا ہے اور کہا جاتا ہے، "لَيْمُنُ اللّٰهِ" اور اِس صورت میں اِسکا الف (ہمزۂ وصل) ابتداء سے حذف ہو جاتا ہے، اور یہ "لَيْمُنُ اللّٰهِ" ابتداء کی وجہ سے مرفوع ہے اور اِسکی خبر محذوف و مقدّر رہتی ہے، اور اصل میں "لَيْمُنُ اللّٰهِ قَسَمِي" تھا۔

(اَلْمُفْرَدَاتُ فِی غَرِيْبِ الْقُرآنِ، ص ۵۵۲-۵۵۳؛ لِسَانُ الْعَرَب، ج ۱۳، ص ۴۶۲)

کبھی لفظِ "أَيْمُن" سے نون حذف ہو جاتا ہے اور پڑھا جاتا ہے، "أَيْمُ اللّٰهِ" اور ہمزہ کا کسرہ "إِيْمُ اللّٰهِ" بھی ذکر ہوا ہے، اور بعض درمیان کی یاء بھی حذف کر دیتے ہیں، جیسے: "أَمُ اللّٰهِ"، اور کبھی فقط میم کو باقی رکھتے ہیں، جیسے: "مُ اللّٰهِ" اور بعض میم

کی باء کے ساتھ شباہت کی وجہ سے میم کو کسرہ دیتے ہیں، جیسے: " مِ اللّٰہِ "۔ اِس لفظ " أَیْمُن " کی مختلف صورتوں میں سے " مِنِ اللّٰہِ " بھی ہے، جس کو تینوں طرح سے قسم کے اسلوب میں استعمال کیا جاتا ہے، یعنی میم اور نون کے ضمہ کے ساتھ، "مُنُ اللّٰہِ" اور دونوں کے فتحہ کے ساتھ " مَنَ اللّٰہِ " اور دونوں کے کسرہ کے ساتھ " مِنِ اللّٰہِ۔ (لِسَانُ الْعَرَبِ، ج ۱۳، ص ۴۶۲)

لفظِ "یَمِین" سے کوئی ایسا فعل مشتق نہیں ہوتا، جو قسم کے معنیٰ پر دلالت کرے اور زمانے کے ساتھ بھی ملا ہوا ہو، اس لیئے نہیں کہا جاتا: " یَمَنَ یا أَیْمَنَ "، قرآن کریم میں یہ لفظ اسم کے طور پر مفرد، جمع، اسم تفضیل اور اسم مفعول کی صورت میں استعمال ہوا ہے، اور قرآن کریم کے استعمال کے موارد میں زیادہ تر سیدھے ہاتھ، سیدھی جانب اور کسی کے مقام و منزلت کے بیان کرنے کے لئے آیا ہے، اور قرآن کریم میں یہ لفظ، قسم کے معنیٰ میں اکثر جمع (أَیْمَان) کی صورت میں آیا ہے، اور پانچ مقامات پر اِس طرح سے بیان ہوا ہے، جیسے: (وَ أَقْسَمُوْا بِاللّٰہِ جَھْدَ أَیْمَانِھِمْ) سورۂ انعام، آیت ۱۰۹، "اور انھوں نے اللہ کی سخت و پختہ قسم کھائی"، اور یہ روش و طریقہ سخت تاکید اور محکم قسم کو بیان کرتا ہے۔

بعض محققین لفظِ "یَمِین" کے اسلوب اور روش قسم میں استعمال کے بارے میں لکھتے ہیں: جو بھی یہ چاہتا تھا کہ قسم کھائے، یا اپنے اور کسی دوسرے کے درمیان کوئی عہد و پیمان برقرار کرے، تو وہ دوسرے سے سیدھا ہاتھ ملاتا تھا، اور دونوں ایک دوسرے کے ہاتھوں کو دباتے تھے، اِس طرح گویا وہ اپنے عہد و پیمان کو مضبوط اور پختہ کرتے تھے، اور کیونکہ یہ "یَمِین" کا لفظ "یُمن" کے مادّہ سے لیا گیا ہے، جس کا معنیٰ "برکت" ہے، لہٰذا " یَمِیْنُ اللّٰہِ " کہنے کے ساتھ کام میں برکت حاصل ہو جاتی ہے، نیز دونوں کے سیدھے ہاتھ کا ایک دوسرے میں ہونا، ایک دوسرے پر اعتماد اور ایک دوسرے کی حمایت کی طرف بھی اشارہ ہوتا ہے۔

(اَلْمُفْرَدَاتُ فِی غَرِیْبِ الْقُرآنِ، ص ۵۵۳؛ قاموس القرآن، ج ۷، ۵۵۵)

## لفظِ اَلِیَّۃ کے قسم ہونے کی تحقیق

"أَلِیَّۃ"، فَعِیْلَۃ کے وزن پر ہے اور اِسکی جمع "أَلَایَا" آتی ہے، یہ لفظ بھی "قسم" کے معنیٰ میں استعمال ہوتا ہے، یعنی "آلَیْتُ" بمعنی " حَلَفْتُ " ہے، اور یہ لفظ قرآن کریم میں فقط دو بار استعمال ہوا ہے، ایک بار بابِ افعال اور ایک بار بابِ اِفْتِعال کی صورت میں آیا ہے، جیسے: (وَ لَا یَأْتَلِ اُولُوا الْفَضْلِ مِنکُمْ وَ السَّعَۃِ)۔ (سورۂ نور، آیت ۲۲)

"تم میں سے صاحبانِ ثروت اور مال (بخشش اور تفضّل) کے ترک کرنے پر قسم نہ کھائیں"

بعض نے اس " وَلَا یَأْتَلِ " کو بابِ تفعّل سے "وَ لَا یَتَأَلَّ" قرائت کیا ہے، لیکن مشہور قرّاء نے " وَلَا یَأْتَلِ "ہی قرائت کیا ہے۔

شریعتِ مقدّسِ اسلام میں "ایلاء" وہ قسم ہے، جو شوہر اپنی بیوی سے مباشرت و ہمبستری ترک کرنے پر کھاتا ہے، قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے: (لِلَّذِیْنَ یُؤْلُوْنَ مِنْ نِسَائِھِمْ تَرَبُّصُ أَرْبَعَۃِ أَشْھُرٍ)۔ (سورۂ بقرہ، آیت ۲۲۶)

وہ لوگ جو اپنی بیویوں کے ساتھ ایلاء کرتے ہیں (اور اُن سے مباشرت ترک کرنے پر قسم کھاتے ہیں) اُنکے لئے چار ماہ انتظار کرنا ہے"۔

لیکن کبھی کسی کام سے بغیر شرط ہاتھ اُٹھالیا جاتا ہے اور اس کو بھی "اِیلاء" کہتے ہیں، لہٰذا یہ لفظ قسم کے معنیٰ میں وسعت پا گیا ہے، اور قسم کے معنیٰ میں استعمال ہوتا ہے، اسلئے عربی اشعار میں کثرت سے استعمال ہوا ہے۔ (اَلْمُفْرَدَاتُ فِی غَرِیْبِ الْقُرآنِ)

بعض لفظِ "اَلِیَّة" کو قَسَم کا معنیٰ دینے میں قَسَم کی صریح اور ظاہر نوع سے جانتے ہیں، لیکن دوسرے بعض اس لفظ کو قَسَم کے فعل کا قائم مقام قرار دیتے ہیں، کیونکہ یہ لفظ اسلوبِ قسم میں بہت کم استعمال ہوا ہے۔

پس "قَسَم" کے اِن چاروں اَلفاظ کے لغوی واصطلاحی معنیٰ کو بیان کرنے کے بعد معلوم ہوا کہ قسم کھانے کے لئے کوئی خاص لفظ نہیں ہے، بلکہ مختلف اسلوب وروشیں موجود ہیں، جو "قَسَم" کے معنیٰ کا فائدہ دیتے ہیں، اور حقیقت میں "قَسَم" کا اصلی مقصد، خبر کو صحیح قرار دینا اور خبر پر تاکید کرنا ہوتا ہے، لہٰذا ہر وہ لفظ جو اِس مقصد کو مکمل طور پر پورا کرے، نحویین اُس جگہ قَسَم کو (اگر ظاہر نہ ہو تو) مقدّر مانتے ہیں۔

اِس لئے "علاّمہ محمد حسین طباطبائی" نے "قَسَم" کی تعریف اِس طرح کی ہے: "خبر اور اِنشاء میں سے کسی ایک کے، کسی دوسری ایسی چیز کے ساتھ، جو شرافت اور اَرزش کی قابلیت رکھتی ہو، ایک خاص طرح کا تعلّق اور ارتباط پیدا کرنا"۔ (محمد حسین طباطبائی، اَلْمِیْزَانُ فِی تَفْسِیْرِ الْقُرْآنِ، ج ۶، قم المقدّسه، جماعة المدرّسين فى الحوزة العلميّة، بدون تاریخ، ص ۲۱۸)۔

## قسم کی شرعی حیثیت کا بیان

اسلام میں قسم اُٹھانے کے احکام مختلف ہیں بعض اوقات اس کا اُٹھانا فائدہ مند ہے اور بعض اوقات قسم اُٹھانا نقصان دہ یعنی گناہ کا سبب بنتا ہے۔ لہٰذا ہم اختصار کے ساتھ چند وجوہ اس کی شرعی حیثیت کو قرآن وسنت کے مطابق بیان کر رہے ہیں۔

## ۱۔ واجب قسم

اگر کسی بے قصور مسلمان کو قتل یا ہلاکت سے بچانا قسم کھانے پر موقوف ہو تو قسم کھانا واجب ہے۔ حضرت سوید بن حنظلہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے (ملاقات) کے ارادہ سے نکلے، ہمارے ساتھ حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ بھی تھے ساتھیوں نے قسم کھانے میں ناگواری محسوس کی اور میں نے قسم کھالی، کہ یہ میرے بھائی ہیں تو دشمن نے ان کو چھوڑ دیا، پس ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے، میں نے بتایا کہ ساتھیوں نے قسم کھانے میں ناگواری محسوس کی تھی اور میں نے قسم کھالی کہ یہ میرے بھائی ہیں۔ آپ نے فرمایا: تو نے سچ کہا؛ مسلمان، مسلمان کا بھائی ہے۔ (سنن ابوداؤد، باب الایمان)

## ۲۔ مستحب قسم

جب دو مسلمانوں میں رنجش ہو اور ان میں صلح کرانا قسم پر موقوف ہو یا کسی مسلمان کے دل سے کینہ زائل کرنا قسم پر موقوف ہو یا کسی شر کو رفع کرنا قسم پر موقوف ہو تو ان تمام صورتوں میں قسم کھانا مستحب ہے اسی طرح کسی عبادت کے کرنے اور کسی گناہ کو ترک کرنے کی قسم کھانا مستحب ہے۔

## ۳-مباح قسم

ہر وہ کام جو مباح ہو اس کے کرنے یا نہ کرنے کی قسم کھانا مباح ہے اور جس بات کے سچا ہونے کا یقین ہو یا غالب گمان ہو، اس پر قسم کھانا مباح ہے۔

## ۴-مکروہ قسم

کسی مکروہ کام کرنے یا کسی مستحب کام کو ترک کرنے کی قسم کھانا مکروہ ہے۔

## ۵-حرام قسم

جھوٹی اور خلاف واقع قسم کھانا مکروہ ہے ترجمہ: اور منافق جان بوجھ کر جھوٹی قسمیں کھاتے ہیں۔ اللہ نے ان کیلئے سخت عذاب تیار کر رکھا ہے بے شک وہ بہت برا کام کرتے تھے۔ (المجادلہ ۱۴،۱۳)

## ۶-اپنے حق کیلئے قسم کھانا:

محمد بن کعب القرظی نے بیان کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ منبر پر کھڑے تھے اور آپ کے ہاتھ میں عصا تھا آپ نے فرمایا: اے لوگو! قسم کھانے کی وجہ سے اپنے حقوق نہ چھوڑو (المغنی ج ۹ ص ۳۸۹ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

## قسم کی مشروعیت:

و النجم اذا هوى ۔(النجم ۱) ۔روشن ستارے کی قسم؛ جب وہ غروب ہوا۔

## ۱-ثبوت اعتقاد کیلئے قسم:

ترجمہ: کافروں نے اپنے فاسد گمان سے کہا؛ وہ مرنے کے بعد ہرگز نہیں اٹھائے جائیں گے۔ آپ فرمائیں کیوں نہیں، میرے رب کی قسم؛ تم ضرور اٹھائے جاؤ گے۔ (التغابن ۷)

## ۲-احکام شرعیہ اور تقویٰ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا ترک کرنے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا: سنو؛ خدا کی قسم، میں تم سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہوں اور تم سے زیادہ متقی ہوں لیکن میں روزہ بھی رکھتا ہوں اور افطار بھی کرتا ہوں اور نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں (صحیح بخاری رقم الحدیث ۵۰۶۳)

## ۳-مخالفین اسلام کی مخالفت کی قسم:

عکرمہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی قسم؛ میں ضرور قریش سے جنگ کروں گا، اللہ کی قسم، میں

ضرور قریش سے جنگ کروں گا، اللہ کی قسم؛ میں ضرور قریش سے جنگ کروں گا۔ پھر فرمایا، ان شاء اللہ۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث ۳۲۸۵)

## بَاب التَّغْلِيْظِ فِي الْاَيْمَانِ الْفَاجِرَةِ

## باب 1: جھوٹی قسم اٹھانے کی شدید (مذمت) کا بیان

**248**- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ الْبَزَّازُ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ اَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ حَسَّانَ عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ حَلَفَ عَلٰى يَمِيْنٍ مَصْبُوْرَةٍ كَاذِبًا فَلْيَتَبَوَّاْ بِوَجْهِهِ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ

✧✧ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: جو شخص جان بوجھ کر جھوٹی قسم اٹھائے گا وہ جہنم میں اپنی مخصوص جگہ پر جانے کے لئے تیار رہے۔

## جھوٹی قسم کھانے والے کے بارے میں وعید کا بیان

حضرت ابن مسعود کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جو شخص کسی چیز پر مقید ہو کر (یعنی حاکم کی مجلس میں) قسم کھائے اور وہ اپنی قسم میں جھوٹا ہو کہ اس کا مقصد قسم کھا کر کسی مسلمان شخص کا مال حاصل کرنا ہو تو وہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملاقات کرے گا کہ اللہ تعالیٰ اس پر غضبناک ہوگا۔" چنانچہ اس ارشاد کی تصدیق میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی (اِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَاَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيْلًا اُولٰٓئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ وَلَا يَنْظُرُ اِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ)، (آل عمران:77) (بخاری، مشکوۃ المصابیح، جلد سوم: رقم الحدیث، 885)

پوری آیت اور اس کا ترجمہ یہ ہے۔ (اِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَاَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيْلًا اُولٰٓئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ وَلَا يَنْظُرُ اِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ، (آل عمران:77) "یقیناً جو لوگ معاوضہ حقیر لے لیتے ہیں، بمقابلہ اس عہد کے جو اللہ تعالیٰ سے (انہوں نے) کیا ہے اور (بمقابلہ اپنی قسموں کے، ان لوگوں کو کچھ حصہ آخرت میں (وہاں کی نعمت کا) نہیں ملے گا اور قیامت کے روز اللہ تعالیٰ نہ ان سے (لطف کا) کلام فرمائیں گے اور نہ ان کی طرف (نظر محبت سے دیکھیں گے۔ اور نہ (ان کے گناہوں کو معاف کر کے) ان کو پاک کریں گے۔ اور ان کے لئے دردناک عذاب ہوگا۔

حدیث کی عبارت من حلف علی یمین "صبر" کے لغوی معنی ہیں "حبس، روکنا، لزوم" اور "یمین صبر" سے مراد یہ ہے کہ حاکم عدالت میں کسی شخص پر قسم کھانا لازم ہے گویا علی یمین صبر میں "علی" حرف با کے معنی میں ہے اور اس سے مراد محلوف علیہ ہے! بعض

حدیث 248:

اخرجه البخاری فی "صحيحه" رقم الحديث: 19981
اخرجه الحاكم فی "المستدرك" رقم الحديث: 7802
اخرجه النسائی فی "سننه الكبرىٰ" رقم الحديث: 5996
اخرجه البيهقی فی "سننه الكبرىٰ" رقم الحديث: 20497
اخرجه ابن ابی شيبة فی "مصنفه" رقم الحديث: 22150

حضرات یہ فرماتے ہیں کہ "یمین صبر" یہ ہے کہ کسی چیز پر قسم کھانے والا اس مقصد سے دیدہ ودانستہ غلط بیانی کرتا ہے کہ ایک مسلمان کا مال تلف کردے یا اس کو ہڑپ کرلے، چنانچہ (وہو فیہا فاجر) اور وہ اپنی قسم میں جھوٹا ہو، کے الفاظ سے اس مفہوم کو ترجیح حاصل ہوتی ہے۔ اور حضرت امامہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ وعلیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے اپنی (جھوٹی) قسم کے ذریعہ کسی مسلمان شخص کا حق غصب کیا بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے آگ کو واجب کیا اور اس پر بہشت کو حرام کردیا۔ "ایک شخص نے (یہ سن کر) آپ صلی اللہ وعلیہ وسلم سے عرض کیا اگرچہ وہ حق کوئی معمولی ہی چیز ہو۔" آپ صلی اللہ وعلیہ وسلم نے فرمایا (ہاں) اگرچہ پیلو کے درخت کا ایک ٹکڑا (یعنی مسواک) ہی کیوں نہ ہو۔" (مسلم) تشریح: اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے آگ کو واجب کیا" اس جملہ کی دو تاویلیں ہیں ایک تو یہ کہ یہ حکم اس شخص پر محمول ہے جو جھوٹی قسم کے ذریعہ کسی مسلمان کا حق غصب کرنا حلال جانے اور اسی عقیدہ پر اس کی موت ہو جائے دوسری تاویل یہ ہے کہ ایسا شخص اگرچہ دوزخ کی آگ کا یقیناً سزاوار ہوگا لیکن یہ بھی غیر بعید نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے اس کو معاف کردے! اسی طرح "بہشت کو اس پر حرام کردیا۔" کی تاویل یہ ہے کہ ایسا شخص اول وہلہ میں نجات یافتہ لوگوں کے ساتھ جنت میں داخل ہونے سے محروم قرار دیا جائے گا۔ واضح رہے کہ جس طرح جھوٹی قسم کے ذریعہ کسی مسلمان کے حق کو ہڑپ کرنے والے کے بارے میں مذکورہ وعید ہے اسی طرح وہ شخص بھی اس وعید میں شامل ہے جو جھوٹی قسم کے ذریعہ کسی ذمی کا حق مارے۔

## جھوٹی قسم کے ذریعہ مال کمانے والے کے لئے عذاب

(۱) عبدالرزاق وسعید بن منصور واحمد وعبد بن حمید بخاری مسلم ابوداؤد ترمذی نسائی ابن ماجہ ابن جریر ابن المنذر ابن ابی حاتم اور بیہقی نے شعب الایمان میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے ایسی قسم کھائی جس میں وہ جھوٹا ہے تاکہ اس کے ذریعہ کسی مسلمان کا مال مارے تو (قیامت کے دن) اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملاقات کرے گا کہ اللہ تعالیٰ اس پر غصہ ہوں گے اشعث بن قیس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ کی قسم یہ آیت میرے بارے میں نازل ہوئی میں نے زمین واپس کرنے سے انکار کردیا تھا اس کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے گیا مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تیرے پاس گواہ ہیں؟ میں نے عرض کیا نہیں پھر آپ نے یہودی سے فرمایا تو قسم کھالے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ تو قسم کھالے گا اور میرا مال لے جائے گا اس پر اللہ تعالیٰ نے اتار الفظ آیت **ان الذین یشترون بعھد اللہ و ایمانھم ثمنا قلیلا**۔

(۲) عبد بن حمید، بخاری، مسلم، اور ابن المنذر نے عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک آدمی بازار میں سودا لے کر کھڑا ہوا اور اللہ کی قسم کھانے لگا کہ اس نے اس مال کے اتنے پیسے دیئے تھے جبکہ اس نے اتنے پیسے نہیں دیئے تھے تاکہ مسلمان کو پھنسائے اس پر یہ آیت نازل ہوئی لفظ آیت **ان الذین یشترون بعھد اللہ و ایمانھم ثمنا قلیلا**۔

(۳) احمد، عبد بن حمید، نسائی، ابن جریر، ابن المنذر، طبرانی، بیہقی نے شعب الایمان میں اور ابن عسا کرنے عدی بن بحیرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ امرؤ القیس اور حضر موت کے ایک آدمی کے درمیان جھگڑا تھا اس معاملہ کو دونوں نبی اکرم صلی اللہ

علیہ وسلم کے پاس لے گئے آپ نے حضرمی سے فرمایا اپنے گواہ لے آ ورنہ وہ قسم کھالے گا حضرمی نے عرض کیا یارسول اللہ! اگر اس نے قسم کھالی تو وہ میری زمین لے جائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے جھوٹی قسم کھائی تا کہ اس کے ذریعہ اپنے بھائی کا حق مارلے اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملاقات کرے گا کہ اللہ تعالیٰ اس پر ناراض ہوں گے امرؤالقیس رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اس کے لیے کیا ہے جو اس کو چھوڑ دے (یعنی اپنے حق کو) حالانکہ وہ جانتا ہے کہ وہ اس کا حق ہے آپ نے فرمایا جنت (اس کو ملے گی) امرؤالقیس رضی اللہ عنہ نے عرض کیا آپ گواہ ہوجایئے کہ تحقیق میں نے اس (اپنے حق) کو چھوڑ دیا (اس پر) یہ آیت نازل ہوئی لفظ آیت ان الذین یشترون بعھد اللہ و ایمانھم ثمنا قلیلا آخری آیت تک۔

(۴) ابن جریر نے ابن جریج رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے کہ اشعث بن قیس اور ایک آدمی ایک زمین کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جھگڑا لے گئے جو اس آدمی کی زمین ان کے ہاتھ میں تھی جو انہوں نے زمانہ جاہلیت میں لی تھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (اس آدمی سے) اپنے گواہ قائم کر اس آدمی نے کہا میرے پاس کوئی گواہ نہیں جو اشعث پر گواہی دے پھر آپ نے اشعث سے فرمایا کہ تیرے لیے قسم (کھانا) ہے اشعث نے عرض کیا ہم قسم کھائیں گے اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا لفظ آیت: ان الذین یشترون بعھد اللہ (یہ آیت سن کر) اشعث پیچھے ہٹ گئے اور عرض کیا میں اللہ تعالیٰ کو گواہ بناتا ہوں اور میں تم لوگوں کو بھی گواہ بناتا ہوں کہ میرا مقابل سچا ہے اور اس کی زمین اس کو لوٹا دی اور اپنے پاس سے بہت زیادہ اس کو دے دی۔

(۵) ابن جریر نے شعبی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے کہ ایک آدمی نے دن کے اول حصہ میں اپنا سامان فروخت کے لیے پیش کیا جب دن کا آخری حصہ (یعنی شام) ہوئی تو ایک آدمی آیا تا کہ اس سے سامان خریدے تو مالک نے قسم کھا کر کہا کہ دن کے اول حصہ میں اتنی قیمت پر اس نے سامان نہیں بیچا اگر شام نہ ہوتی تو میں اس کو اس بھاؤ کے ساتھ فروخت نہ کرتا (اس پر) اللہ تعالیٰ نے اتار ان الذین یشترون بعھد اللہ و ایمانھم ثمنا قلیلا۔

(۶) ابن جریر نے عکرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ یہ آیت ان الذین یشترون بعھد اللہ و ایمانھم ثمنا قلیلا ابورافع کنانہ بن ابی تحقیق کعب بن الاشرف اور حیی بن اخطب کے بارے میں نازل ہوئی۔

(۷) ابن ابی شیبہ نے ابن عون کے طریق سے ابراہیم محمد اور حسن رحمۃ اللہ علیہم ان تینوں حضرات سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت ان الذین یشترون بعھد اللہ و ایمانھم ثمنا قلیلا سے مراد وہ آدمی ہے جو کسی آدمی کے مال کو اپنی قسم کے ذریعہ مار لیتا ہے۔

(۸) مسلم، ابوداؤد، ترمذی نے وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک آدمی حضرموت سے اور ایک آدمی کندہ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے حضرمی نے کہا یارسول اللہ! اس آدمی نے میری زمین پر قبضہ کرلیا ہے جو میرے باپ کی تھی کندی نے کہا یہ زمین میرے قبضہ میں ہے میں اسے کاشت کرتا ہوں اس میں اس کا کوئی حق نہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سے فرمایا کیا تیرے پاس گواہ ہے اس نے کہا نہیں پھر فرمایا پس تیرے لیے اس کی قسم ہے (یعنی کندی اب قسم کھائے گا) حضرمی نے کہا نہیں پھر فرمایا پس تیرے لیے اس کی قسم کھانے کی پرواہ نہیں کرتا اور نہ ہی یہ کسی چیز سے ڈرتا ہے آپ نے فرمایا تیرے

اس میں سے اس کے سوکوئی راستہ نہیں وہ آدمی چلا تا کہ قسم کھائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب اس نے پیٹھ پھیری کہ اگر اس نے ایسے مال پر قسم کھائی تا کہ وہ اس کوظلم کے طور پر کھا جائے تو اللہ تعالیٰ سے وہ اس حال میں ملاقات کرے گا جبکہ اللہ تعالیٰ اس سے اعراض کرنے والا ہوگا۔

(۹) ابوداؤ دوابن ماجہ نے اشعث بن قیس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک آدمی کندہ سے اور دوسرا حضر موت سے ایک زمین کے بارے میں جھگڑا لے کر آئے جو یمن میں تھی حضرمی نے کہا یارسول اللہ! میری زمین اس کے والد نے غصب کر لی تھی اور اب وہ اس کے ہاتھ میں ہے آپ نے فرمایا کیا تیرے پاس گواہ ہے عرض کیا نہیں لیکن میں قسم کھاتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ میری زمین کو اس کے باپ نے غصب کیا ہے کندی قسم کھانے کے لیے تیار ہو گیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی آدمی اگر کسی کا مال قسم کے ذریعہ (ناحق) لے گا تو اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملاقات کرے گا کہ وہ جذام والا ہوگا (یعنی اس کے ہاتھ پاؤں کٹے ہوئے ہوں گے) کندی نے (یہ سن کر) کہا یہ زمین اسی کی ہے۔

(۱۰) احمد البزار ابو یعلی طبرانی نے حسن سند کے ساتھ ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے دو آدمیوں نے ایک زمین کے بارے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جھگڑا کیا ایک ان میں سے حضر موت سے تھا آپ نے ایک پر قسم لازم فرمائی دوسرے نے شور مچا دیا اور کہا اب تو وہ میری زمین لے جائے گا آپ نے فرمایا اگر قسم کے ذریعہ ظلم کرتے ہوئے اس نے تیری زمین کو ہتھیا لیا تو اللہ تعالیٰ اس کی طرف قیامت کے دن نظر رحمت نہیں کرے گا نہ اس کو پاک کرے گا اور اس کے لیے دردناک عذاب ہوگا راوی نے کہا دوسرا آدمی ڈر گیا اور زمین اس کو واپس کر دی۔

(۱۱) احمد بن منیع نے اپنی سند میں اور حاکم نے اس کو صحیح کہا اور بیہقی نے اپنی سنن میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایسا گناہ جس کا کفارہ نہیں ہوتا اس میں ہم یمین الغموس کو شمار کرتے تھے کہا گیا یمین غموس کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا کوئی آدمی اپنی (جھوٹی) قسم کے ذریعہ کسی دوسرے آدمی کا مال مارے۔

(۱۲) ابن حبان، طبرانی، حاکم نے اس کو صحیح کہا حرث بن برصاء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حج میں دو جمروں کے درمیان یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص اپنی جھوٹی قسم کے ذریعہ اپنے بھائی کا مال مارے تو اس کو چاہیے کہ اپنا ٹھکانہ آگ میں بنالے چاہیے کہ یہ حکم تمہارا حاضر آدمی اپنے غائب کو پہنچادے دو یا تین مرتبہ آپ نے ایسا فرمایا۔

(۱۳) البزار نے عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جھوٹی قسم مال کو لے جاتی ہے (یعنی مال کو برباد کر دیتی ہے)۔

## جھوٹی قسم گھروں کو برباد کر دیتی ہے

(۱۴) بیہقی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں میں سے سب سے جلدی عذاب لانے والا ظلم ہے اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں سب سے جلدی ثواب لانے والی صلہ رحمی ہے اور جھوٹی قسم گھروں کو تباہ و برباد کر دیتی ہے۔

(۱۵) حرث بن ابی اسامہ اور حاکم نے (اس کو صحیح کہا) کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا جس شخص نے کسی مسلمان آدمی کا مال جھوٹی قسم کے ذریعہ مارلیا تو ایک سیاہ نقطہ اس کے دل پر لگ جاتا ہے اس کو کوئی چیز نہیں مٹاسکتی اس نقطہ کو قیامت کے دن تک۔

(۱۶) الطبرانی اور حاکم نے اس کو صحیح کہا کعب بن مالک وابن سعد احمد ونسائی ابن ماجہ نے جابر بن عتیک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے کسی مسلمان کا مال (جھوٹی) قسم کے ذریعہ مارلیا تو اللہ تعالیٰ اس پر جنت کو حرام کردیں گے اور اس کے لیے آگ واجب کردیں گے عرض کیا گیا یارسول اللہ! اگرچہ وہ مال تھوڑا سا ہو؟ آپ نے فرمایا اگرچہ ایک مسواک کیوں نہ ہو۔

(۱۷) ابن ماجہ نے صحیح سند کے ساتھ ابوامامہ ایاس بن ثعلبہ حارثی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے کسی مسلمان کا حق مارلیا اپنی جھوٹی قسم سے ساتھ تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے آگ کو واجب کردیں گے اس پر جنت کو حرام کردیں گے صحابہ کرام نے عرض کیا اگرچہ تھوڑی ہی چیز ہو یارسول اللہ! آپ نے فرمایا اگرچہ ایک چھڑی ہو پیلو کے درخت سے (تین مرتبہ ایسا فرمایا)۔

(۱۸) ابن ماجہ، ابن حبان نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی غلام یا باندی اس منبر کے پاس جھوٹی قسم کھاتی ہے اگرچہ ایک تر مسواک پر ہو تو اس کے لیے دوزخ واجب ہوجاتی ہے۔

(۱۹) عبدالرزاق نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے میرے اس منبر کے پاس جھوٹی قسم کھائی تو اس کو چاہیے کہ اپنا ٹھکانہ آگ میں بنالے اگرچہ ایک سبز مسواک پر کیوں نہ ہو ابوعبیدہ وخطابی رحمۃ اللہ علیہ سے فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں منبر کے پاس جھوٹی قسم کھائی جاتی تھی۔

(۲۰) عبدالرزاق نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جھوٹی قسم سامان کو گم کردیتی ہے (یعنی بکوادیتی ہے) اور کمائی کو مٹادیتی ہے۔

(۲۱) عبدالرزاق وعبد بن حمید، ابوداؤد وابن جریر اور حاکم نے اس کو صحیح کہا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت کیا اور وہ کہا کرتے تھے کہ جس شخص نے اپنے بھائی کا مال مارلینے کے لیے جھوٹی قسم کھائی تو اس کو چاہیے کہ اپنا ٹھکانہ آگ میں بنالے ایک کہنے والے نے ان سے کہا کیا یہ ایسی چیز ہے جو تو نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے؟ تو فرمایا بلاشبہ تم اس کو ضرور پاؤ گے پھر یہ آیت پڑھی: لفظ آیت ان الذین یشترون بعھد اللہ و ایمانھم۔

## جھوٹی قسم کھانا بڑا گناہ ہے

(۲۲) بخاری نے ابن ابی ملیکہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ دو عورتیں گھر میں جوتا سی رہی تھیں ستال (جس سے سوراخ کرتے ہیں) اس کے ہاتھ سے آر پار نکل گئی تو اس نے دوسری پر دعویٰ کردیا مسئلہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی طرف سے لے جایا گیا تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر لوگوں کو ان دعوی کے مطابق دے دیا

جائے تو چلا جائے گا قوم کا خون اور ان کا مال جس میں وہ اللہ کے نام کی قسم اٹھائیں اور اس کا اقرار کریں پھر یہ آیت پڑھی لفظ آیت ان الذین یشترون بعهد الله لوگوں نے اس کے سامنے اس کا ذکر کیا اس عورت نے اپنی غلطی کا اعتراف کر لیا۔

(۲۵) عبدالرزاق، عبد بن حمید، ابن جریر اور ابن المنذر نے سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ جھوٹی قسم کھانا بڑے گناہوں میں سے ہے پھر یہ آیت پڑھی لفظ آیت: ان الذین یشترون بعهد الله و ایمانهم ثمنا قلیلا۔

(۲۶) ابن جریر نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ہم یہ جانتے تھے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہوتے تھے کہ بلاشبہ وہ گناہ جس کی مغفرت نہیں کی جائے گی وہ جھوٹی قسم ہے جس میں قسم اٹھانے والا جھوٹا ہو۔

(۲۷) ابن ابی حاتم نے ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے کہ جس نے قرآن اس لیے پڑھا تاکہ اس کے ذریعہ لوگوں سے مال حاصل کرے تو اس حال میں اللہ تعالیٰ کے پاس آئے گا کہ اس کا چہرہ اس کے دونوں کندھوں کے درمیان ہوگا یہ اس وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ان الذین یشترون بعهد الله وایمانهم ثمنا قلیلا۔

(۲۸) ابن ابی شیبہ نے مصنف میں زاذان رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے کہ جس شخص نے قرآن اس لیے پڑھا تاکہ اس کے ذریعہ (لوگوں سے مال) لے تو قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اس کا چہرہ ایک ہڈی ہوگا جن پر گوشت (نہ) ہوگا۔

(۲۹) احمد، عبد بن حمید، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ نے شعب الایمان میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین آدمی ایسے ہیں جن سے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن بات نہیں فرمائیں گے اور نہ ان کی طرف دیکھیں گے اور نہ ان کو پاک کریں گے اور ان کے لیے دردناک عذاب ہوگا چادر کو (بطور تکبر کے) نیچے لٹکانے والا اپنے سامان کو جھوٹی قسم کے ساتھ بیچنے والا اور احسان جتانے والا۔

(۳۰) عبد الرزاق، احمد، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ، ابن ابی حاتم اور بیہقی نے الاسماء والصفات میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین آدمی ایسے ہیں کہ جن سے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن بات نہیں فرمائیں گے نہ ان کی طرف دیکھیں گے اور نہ ان کو پاک کریں گے اور ان کے لیے دردناک عذاب ہوگا ایک وہ آدمی جس نے کسی مسافر کو زائد پانی (جو اس کی ضرورت سے زائد تھا) نہ دیا اور دوسرا وہ آدمی جس نے عصر کے بعد اپنے سامان پر جھوٹی قسم کھائی دوسرے آدمی نے اس کی بات کو سچا قرار دیتے ہوئے اس کو خرید لیا اور تیسرا وہ آدمی جس نے کسی امام کی بیعت کی اگر وہ اس کو کچھ دے تو اس کی وفاداری کرے اور اگر اس کو کچھ نہ دے تو اس کی وفاداری نہ کرے۔

(۳۱) بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین آدمی ایسے ہیں کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان سے کوئی بات نہیں کریں گے اور نہ ان کو پاک کریں گے اور ان کے لیے دردناک عذاب ہوگا بوڑھا زنا کرنے والا محتاج تکبر کرنے والا اور وہ آدمی جس کو اللہ تعالیٰ نے سامان دیا ہو پھر اس کو قسم کے ساتھ بیچتا ہے اور قسم کے ساتھ خریدتا ہے۔

(۳۲) طبرانی اور حاکم نے اس کو صحیح کہا حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو اجازت دی ہے کہ میں ایسے مرغے کے بارے میں بیان کروں کہ اس کی گردن عرش کے نیچے جھکی ہوئی ہے اور وہ کہتا ہے اے ہمارے رب تو پاک ہے کتنی تیری شان بلند ہے تو اسے کہا جاتا ہے کہ وہ شخص میری نام کی جھوٹی قسم کھاتا ہے۔ (تفسیر درمنثور، سورہ آل عمران، بیروت)

## بَاب فِيمَنْ حَلَفَ يَمِينًا لِيَقْتَطِعَ بِهَا مَالًا لِاَحَدٍ

## باب 2: جو شخص جھوٹی (قسم) اٹھائے تاکہ اس کے ذریعے کسی شخص کا مال ہڑپ کرلے

**249**- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسٰى وَهَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ الْمَعْنٰى قَالَا حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ عَنْ شَقِيقٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ حَلَفَ عَلٰى يَمِينٍ هُوَ فِيهَا فَاجِرٌ لِيَقْتَطِعَ بِهَا مَالَ امْرِئٍ مُسْلِمٍ لَقِيَ اللّٰهَ وَهُوَ عَلَيْهِ غَضْبَانُ فَقَالَ الْاَشْعَثُ فِيَّ وَاللّٰهِ كَانَ ذٰلِكَ كَانَ بَيْنِي وَبَيْنَ رَجُلٍ مِنَ الْيَهُوْدِ اَرْضٌ فَجَحَدَنِي فَقَدَّمْتُهُ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلَكَ بَيِّنَةٌ قُلْتُ لَا قَالَ لِلْيَهُوْدِيِّ احْلِفْ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِذًا يَحْلِفُ وَيَذْهَبُ بِمَالِي فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى (اِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَاَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيلًا) اِلٰى اٰخِرِ الْاٰيَةِ

✧✧ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: جو شخص کوئی ایسی قسم اٹھائے جس میں وہ جھوٹا ہوتا کہ اس کے ذریعے کسی مسلمان کا مال ہڑپ کرلے تو جب وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہوگا تو اللہ تعالیٰ اس پر ناراض ہو گا۔

حضرت اشعث رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں یہ حکم میرے بارے میں ہے' اللہ تعالیٰ کی قسم! یہ معاملہ میرے اور ایک یہودی کے درمیان تھا جب زمین سے متعلق اس نے میرا حق (مجھے دینے سے) انکار کردیا تھا میں نے یہ معاملہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے دریافت کیا: کیا تمہارے پاس ثبوت ہے؟ میں نے عرض کیا: نہیں۔ آپ نے یہودی سے فرمایا: تم قسم اٹھالو میں نے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ تو قسم اٹھالے گا اور میرا مال ہڑپ کرجائے گا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی:

حدیث 249:---

اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث: 2229

اخرجه مسلم فی "صحیحه" رقم الحدیث: 138

اخرجه الترمذی فی "جامعه" رقم الحدیث: 1269

اخرجه ابن ماجه فی "سننه" رقم الحدیث: 2323

اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث: 3597

اخرجه ابن حبان فی "صحیحه" رقم الحدیث: 5084

اخرجه الحاکم فی "المستدرک" رقم الحدیث: 7806

اخرجه النسائی فی "سننه الکبریٰ" رقم الحدیث: 5991

اخرجه البیهقی فی "سننه الکبریٰ" رقم الحدیث: 19695

اخرجه ابویعلی فی "مسنده" رقم الحدیث: 5197

اخرجه الطبرانی فی "معجمه الصغیر" رقم الحدیث: 627

اخرجه الطبرانی فی "معجمه الاوسط" رقم الحدیث: 1643

اخرجه الطبرانی فی "معجمه الکبیر" رقم الحدیث: 640

اخرجه الحمیدی فی "مسنده" رقم الحدیث: 262

اخرجه الحمیدی فی "مسنده" رقم الحدیث: 95

اخرجه عبد بن حکیم الکسی فی "مسنده" رقم الحدیث: 403

اخرجه ابن ابی شیبة فی "مصنفه" رقم الحدیث: 22141

''بے شک جولوگ اللہ کے نام کی قسموں اور عہدوں کے عوض میں تھوڑی رقم حاصل کرتے ہیں'' یہ آیت آخر تک ہے۔

**250**- حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا الْفِرْيَابِيُّ حَدَّثَنَا الْحَارِثُ بْنُ سُلَيْمَانَ حَدَّثَنِيْ كُرْدُوسٌ عَنِ الْاَشْعَثِ بْنِ قَيْسٍ اَنَّ رَجُلًا مِنْ كِنْدَةَ وَرَجُلًا مِنْ حَضْرَمَوْتَ اخْتَصَمَا اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ اَرْضٍ مِنَ الْيَمَنِ فَقَالَ الْحَضْرَمِيُّ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ اَرْضِي اغْتَصَبَنِيهَا اَبُوْ هٰذَا وَهِيَ فِيْ يَدِهٖ قَالَ هَلْ لَكَ بَيِّنَةٌ قَالَ لَا وَلٰكِنْ اُحَلِّفُهُ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اَنَّهَا اَرْضِي اغْتَصَبَنِيهَا اَبُوْهُ فَتَهَيَّاَ الْكِنْدِيُّ لِلْيَمِيْنِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَقْتَطِعُ اَحَدٌ مَالًا بِيَمِيْنٍ اِلَّا لَقِيَ اللّٰهَ وَهُوَ اَجْذَمُ فَقَالَ الْكِنْدِيُّ هِيَ اَرْضُهٗ

✧✧ حضرت اشعث بن قیس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں ''کندہ'' سے تعلق رکھنے والا ایک شخص اور ''حضرموت'' سے تعلق رکھنے والا ایک شخص اپنا مقدمہ لے کر نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے وہ اس زمین سے متعلق تھا جو یمن میں تھی حضرمی نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ! میری زمین کو اس شخص کے والد نے لے لیا تھا اور وہ اس شخص کے پاس ہے' نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: کیا تمہارے پاس کوئی ثبوت ہے؟ اس نے عرض کی: نہیں۔ لیکن میں اس پر قسم اٹھاتا ہوں اور اللہ جانتا ہے کہ وہ میری زمین ہے جو اس کے والد نے لی ہوئی تھی تو وہ کندی شخص بھی قسم اٹھانے کے لئے تیار ہو گیا۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جو بھی شخص قسم کے ذریعے کسی کا مال ہڑپ کر لے گا وہ اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہوگا تو وہ معذور ہوگا' تو کندی نے کہا: یہ زمین اس کی ہے۔

**251**- حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ حَدَّثَنَا اَبُو الْاَحْوَصِ عَنْ سِمَاكٍ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ الْحَضْرَمِيِّ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ مِنْ حَضْرَمَوْتَ وَرَجُلٌ مِنْ كِنْدَةَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ الْحَضْرَمِيُّ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ هٰذَا غَلَبَنِيْ عَلٰى اَرْضٍ كَانَتْ لِاَبِيْ فَقَالَ الْكِنْدِيُّ هِيَ اَرْضِيْ فِيْ يَدِيْ اَزْرَعُهَا لَيْسَ لَهٗ فِيْهَا حَقٌّ قَالَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلْحَضْرَمِيِّ اَلَكَ بَيِّنَةٌ قَالَ لَا قَالَ فَلَكَ يَمِيْنُهٗ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّهٗ فَاجِرٌ لَا يُبَالِيْ مَا حَلَفَ عَلَيْهِ لَيْسَ يَتَوَرَّعُ مِنْ شَيْءٍ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ لَكَ مِنْهُ اِلَّا ذَاكَ فَانْطَلَقَ لِيَحْلِفَ لَهٗ فَلَمَّا اَدْبَرَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَا لَئِنْ حَلَفَ عَلٰى مَالٍ لِيَاْكُلَهٗ ظَالِمًا لَيَلْقَيَنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ وَهُوَ عَنْهُ مُعْرِضٌ

✧✧ حضرت علقمہ بن وائل بن حجر حضرمی رضی اللہ عنہ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں' حضرت موت سے تعلق رکھنے والا ایک شخص اور کندہ سے تعلق رکھنے والا ایک شخص نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرمی نے کہا: یارسول اللہ ﷺ! اس شخص نے میری زمین پر قبضہ کر لیا ہے جو میرے والد کی تھی کندی نے کہا: وہ میری زمین ہے' میرے پاس ہے میں اس میں کھیتی باڑی کرتا

---

حدیث 250:

اخرجه مسلم فی "صحیحه" رقم الحديث: 139

اخرجه ابوداؤد فی "سننه" رقم الحديث: 3245

اخرجه الترمذی فی "جامعه" رقم الحديث: 1340

اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحديث: 17752

اخرجه ابن حبان فی "صحیحه" رقم الحديث: 5704

اخرجه النسائی فی "سننه الکبریٰ" رقم الحديث: 5989

اخرجه البیهقی فی "سننه الکبریٰ" رقم الحديث: 20225

اخرجه الطبرانی فی "معجمه الکبیر" رقم الحديث: 17

اخرجه ابن ابی شیبة فی "مصنفه" رقم الحديث: 22146

اخرجه الطیالسی فی "مسنده" رقم الحديث: 1025

ہوں اس شخص کا اس میں کوئی حق نہیں ہے۔ راوی بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے حضرمی سے کہا: کیا تمہارے پاس کوئی ثبوت ہے؟ اس نے جواب دیا: نہیں' نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: پھر یہ قسم اٹھالے گا اس نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! یہ گنہگار آدمی ہے یہ اس چیز کی پرواہ نہیں کرے گا کہ کیا قسم اٹھا رہا ہے؟ یہ کسی چیز سے ڈرتا نہیں ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تمہارے معاملے کا اس کے علاوہ اور کوئی حل نہیں ہے۔ وہ شخص قسم اٹھانے کے لیے تیار ہو گیا جب وہ جانے لگا تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اگر اس نے ایسی قسم اٹھائی تاکہ وہ ظلم کے طور پر مال کو کھالے تو جب یہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہوگا تو اللہ تعالیٰ اس سے منہ پھیر لے گا۔

## شرح:

وہ شخص قسم کھانے کے لئے چلا" ممکن ہے کہ اس کا چلنا اس اعتبار سے ہے کہ جیسے شافعیہ کے یہاں یہ مسئلہ ہے کہ یہ قسم کھانے والا پہلے وضو کرتا ہے اور پھر ایک خاص وقت میں یعنی جمعہ کے روز عصر کے بعد قسم کھاتا ہے اور یہ احتمال بھی ہے کہ وہ مدعی کی طرف سے پیٹھ پھیر کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف چلا تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچ کر قسم کھائے۔ "نووی کہتے ہیں کہ اس حدیث سے کئی مسئلے نکلتے ہیں کہ ایک تو یہ کہ اس طرح کے قضیے میں اس (اجنبی سے قبضے والا اولی ہے۔ جو اس کے زیر چیز پر دعوی کرے۔ دوسرا یہ کہ مدعا علیہ پر قسم کھانا لازم ہے جب کہ وہ مدعی کے دعوی کو تسلیم نہ کرے۔ اور تیسرا یہ کہ فاجر مدعا علیہ کی قسم کو بھی اس طرح تسلیم وقبول کیا جائے جس طرح عادل مدعا علیہ کی قسم تسلیم وقبول کی جاتی ہے نیز اس قسم کھا لینے کی وجہ سے اس پر سے مدعی کا مطالبہ ساقط ہو جاتا ہے۔ لیکن یہ واضح رہے کہ اگر عدالت میں سچی گواہی سے مدعا علیہ کی قسم کا جھوٹ معلوم ہو جائے تو پھر اس کی قسم کالعدم قرار پائے گی۔

# بَاب مَا جَاءَ فِي تَعْظِيمِ الْيَمِينِ عِنْدَ مِنْبَرِ النَّبِيِّ

## باب 3: نبی اکرم ﷺ کے منبر کے پاس قسم اٹھانے کا اہم ہونا

**252**- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِىْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا هَاشِمُ بْنُ هَاشِمٍ اَخْبَرَنِىْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ نِسْطَاسٍ مِنْ اٰلِ كَثِيْرِ ابْنِ الصَّلْتِ اَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَحْلِفُ اَحَدٌ عِنْدَ مِنْبَرِىْ هٰذَا عَلٰى يَمِيْنٍ اٰثِمَةٍ وَلَوْ عَلٰى سِوَاكٍ اَخْضَرَ اِلَّا تَبَوَّاَ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ اَوْ وَجَبَتْ لَهُ النَّارُ

✧✧ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جو شخص میرے اس منبر کے پاس جھوٹی قسم اٹھائے گا اگرچہ وہ ایک تازہ مسواک کے بارے میں کیوں نہ ہو تو اسے جہنم میں اپنی مخصوص جگہ پر جانے کے لئے تیار رہنا

حدیث 252:

اخرجه ابن ماجه فی "سننه" رقم الحدیث: 2325
اخرجه ابن حبان فی "صحیحه" رقم الحدیث: 4368
اخرجه النسائی فی "سننه الکبریٰ" رقم الحدیث: 6018
اخرجه ابویعلی فی "مسنده" رقم الحدیث: 1782
اخرجه ابویعلی فی "مسنده" رقم الحدیث: 6048
اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث: 14747
اخرجه الحاکم فی "المستدرک" رقم الحدیث: 7810
اخرجه البیهقی فی "سننه الکبریٰ" رقم الحدیث: 15085
اخرجه النسائی فی "سننه الکبریٰ" رقم الحدیث: 4710
اخرجه الطبرانی فی "معجمه الکبیر" رقم الحدیث: 4745

چاہیے۔ (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں) اس کے لئے جہنم واجب ہو جائے گی۔

## بَاب الْحَلْفِ بِالْاَنْدَادِ

## باب 4: بتوں کے نام کی قسم اٹھانا

**253** – حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ حَلَفَ فَقَالَ فِيْ حَلْفِهِ وَاللَّاتِ فَلْيَقُلْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَمَنْ قَالَ لِصَاحِبِهِ تَعَالَ اُقَامِرْكَ فَلْيَتَصَدَّقْ بِشَيْءٍ

✧✧ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: جو شخص قسم اٹھاتے ہوئے اپنی قسم میں یہ کہے: لات کی قسم! تو اسے لا الہ الا اللہ پڑھ لینا چاہیے اور جو شخص اپنے ساتھیوں سے یہ کہے کہ آؤ! میں تمہارے ساتھ جوا کھیلوں تو اسے صدقہ کرنا چاہیے۔

**254** – حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا اَبِيْ حَدَّثَنَا عَوْفٌ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَحْلِفُوا بِآبَائِكُمْ وَلَا بِاُمَّهَاتِكُمْ وَلَا بِالْاَنْدَادِ وَلَا تَحْلِفُوا اِلَّا بِاللّٰهِ وَلَا تَحْلِفُوا بِاللّٰهِ اِلَّا وَاَنْتُمْ صَادِقُوْنَ

✧✧ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: اپنے باپ دادا کی اور اپنی ماؤں کی قسم نہ اٹھاؤ اور نہ ہی بتوں کی قسم اٹھاؤ' قسم صرف اللہ کے نام کی اٹھاؤ اور اللہ کے نام کی قسم بھی تم اس وقت اٹھاؤ جب تم سچے ہو۔

## بَاب فِيْ كَرَاهِيَةِ الْحَلْفِ بِالْآبَاءِ

## باب 5: باپ دادا کی قسم اٹھانے کا مکروہ ہونا

**255** – حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَدْرَكَهُ وَهُوَ فِيْ رَكْبٍ وَهُوَ يَحْلِفُ بِاَبِيْهِ فَقَالَ اِنَّ اللّٰهَ يَنْهَاكُمْ اَنْ

---

حدیث 255:

اخرجه البخاری فی "صحيحه" رقم الحديث: 6270
اخرجه مسلم فی "صحيحه" رقم الحديث: 1646
اخرجه الترمذی فی "جامعه" رقم الحديث: 1533
اخرجه النسائی فی "سننه" رقم الحديث: 3766
اخرجه النسائی فی "سننه" رقم الحديث: 2094
اخرجه الامام مالك فی "المؤطا" رقم الحديث: 1020
اخرجه الدارمی فی "سننه" رقم الحديث: 2341
اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحديث: 240
اخرجه ابن حبان فی "صحيحه" رقم الحديث: 4359
اخرجه النسائی فی "سننه الكبرىٰ" رقم الحديث: 4708
اخرجه البيهقی فی "سننه الكبرىٰ" رقم الحديث: 19605
اخرجه ابويعلى فی "مسنده" رقم الحديث: 5537
اخرجه الطبرانی فی "معجمه الكبير" رقم الحديث: 81
اخرجه الطيالسی فی "مسنده" رقم الحديث: 1814
اخرجه عبد بن حكيم الكسی فی "مسنده" رقم الحديث: 9
اخرجه عبدالرزاق الصنعانی فی "مصنفه" رقم الحديث: 19522

تَحْلِفُوا بِآبَائِكُمْ فَمَنْ كَانَ حَالِفًا فَلْيَحْلِفْ بِاللّٰهِ أَوْ لِيَسْكُتْ

✧✧ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نقل کرتے ہیں' حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو پایا کہ وہ چند سواروں کے درمیان موجود تھے اور اپنے والد کے نام کی قسم اٹھا رہے تھے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تمہیں اس بات سے منع کیا ہے کہ تم اپنے باپ دادا کی قسم اٹھاؤ جس نے قسم اٹھانی ہو وہ اللہ کے نام کی قسم اٹھائے یا پھر خاموش رہے۔

**256**- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُم قَالَ سَمِعَنِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَ مَعْنَاهُ إِلَى بِآبَائِكُمْ زَادَ قَالَ عُمَرُ فَوَاللّٰهِ مَا حَلَفْتُ بِهٰذَا ذَاكِرًا وَّلَا آثِرًا

✧✧ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے سنا (امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں) اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے) یعنی تمہارے باپ داداؤں' ایک روایت میں یہ الفاظ زائد ہیں' حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اللہ کی قسم! اس کے بعد میں نے جان بوجھ کر یا بھولے سے کبھی یہ قسم نہیں اٹھائی۔

**257**- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا ابْنُ إِدْرِيسَ قَالَ سَمِعْتُ الْحَسَنَ بْنَ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَيْدَةَ قَالَ سَمِعَ ابْنُ عُمَرَ رَجُلًا يَحْلِفُ لَا وَالْكَعْبَةِ فَقَالَ لَهُ ابْنُ عُمَرَ إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ حَلَفَ بِغَيْرِ اللّٰهِ فَقَدْ أَشْرَكَ

✧✧ سعد بن عبیدہ بیان کرتے ہیں' حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک شخص کو یہ قسم اٹھاتے ہوئے دیکھا' کعبہ کی قسم! تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اس سے فرمایا: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: جو شخص اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کی قسم اٹھائے اس نے شرک کیا۔

**258**- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ الْعَتَكِيُّ حَدَّثَنَا إِسْمٰعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ الْمَدَنِيُّ عَنْ أَبِي سُهَيْلٍ نَافِعِ بْنِ مَالِكِ بْنِ أَبِي عَامِرٍ عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ سَمِعَ طَلْحَةَ بْنَ عُبَيْدِ اللّٰهِ يَعْنِي فِي حَدِيثِ قِصَّةِ الْأَعْرَابِيِّ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَفْلَحَ وَأَبِيهِ إِنْ صَدَقَ دَخَلَ الْجَنَّةَ وَأَبِيهِ إِنْ صَدَقَ

✧✧ حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' (یہ حدیث ایک دیہاتی کے قصے سے متعلق ہے جس میں یہ الفاظ ہیں)

حدیث 257:

اخرجه الدارمي في "سننه" رقم الحديث: 1535 - اخرجه الامام احمد في "مسنده" رقم الحديث: 4904

اخرجه ابن حبان في "صحيحه" رقم الحديث: 4358 - اخرجه الحاكم في "المستدرك" رقم الحديث: 45

حدیث 258:

اخرجه مسلم في "صحيحه" رقم الحديث: 11 - اخرجه ابوداؤد في "سننه" رقم الحديث: 391

اخرجه الامام مالك في "المؤطا" رقم الحديث: 423 - اخرجه النسائي في "سننه" رقم الحديث: 1578

اخرجه البيهقي في "سننه الكبرى" رقم الحديث: 19616 - اخرجه عبدالرزاق الصنعاني في "مصنفه" رقم الحديث: 15927

اخرجه ابن خزيمه في "صحيحه" رقم الحديث: 306 - اخرجه ابويعلى في "مسنده" رقم الحديث: 458

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: یہ کامیاب ہو گیا اس کے باپ کی قسم! اگر اس نے ٹھیک کہا ہے۔ یہ جنت میں داخل ہو گیا اس کے باپ کی قسم! اگر اس نے ٹھیک کہا ہے۔

## بَاب كَرَاهِيَةِ الْحَلْفِ بِالْاَمَانَةِ

## باب 6: امانت سے متعلق قسم اٹھانے کا مکروہ ہونا

**259**- حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا الْوَلِيْدُ بْنُ ثَعْلَبَةَ الطَّائِيُّ عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ حَلَفَ بِالْاَمَانَةِ فَلَيْسَ مِنَّا

✧✧ حضرت ابن بریدہ رضی اللہ عنہ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جس نے امانت سے متعلق قسم اٹھائی اس کا ہم سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

## بَاب الْمَعَارِيضِ فِي الْيَمِيْنِ

## باب 7: قسم میں ذومعنی جملہ استعمال کرنا

**260**- حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ قَالَ اَخْبَرَنَا هُشَيْمٌ ح و حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ عَنْ عَبَّادِ بْنِ اَبِي صَالِحٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمِيْنُكَ عَلٰى مَا يُصَدِّقُكَ عَلَيْهَا صَاحِبُكَ قَالَ مُسَدَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اَبِي صَالِحٍ قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ هُمَا وَاحِدٌ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اَبِي صَالِحٍ وَعَبَّادُ بْنُ اَبِي صَالِحٍ

✧✧ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: تمہاری قسم سے وہ مفہوم مراد ہوگا جس کا تمہارا ساتھی تصدیق کرے۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں' اس حدیث کے راوی عبداللہ بن ابوصالح اور عباد بن ابوصالح دونوں نام ایک ہی شخصیت کے ہیں۔

**261**- حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مُحَمَّدٍ النَّاقِدُ حَدَّثَنَا اَبُوْ اَحْمَدَ الزُّبَيْرِيُّ حَدَّثَنَا اِسْرَائِيْلُ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ عَبْدِ الْاَعْلٰى عَنْ جَدَّتِهِ عَنْ اَبِيْهَا سُوَيْدِ بْنِ حَنْظَلَةَ قَالَ خَرَجْنَا نُرِيْدُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعَنَا وَائِلُ بْنُ حُجْرٍ فَاَخَذَهُ عَدُوٌّ لَهُ فَتَحَرَّجَ الْقَوْمُ اَنْ يَّحْلِفُوْا وَحَلَفْتُ اَنَّهُ اَخِي فَخَلّٰى سَبِيْلَهُ فَاَتَيْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

---

حدیث 260:

اخرجه النسائي في "سننه" رقم الحديث: 1656
اخرجه ابن ماجه في "سننه" رقم الحديث: 2121
اخرجه الدارمي في "سننه" رقم الحديث: 2349
اخرجه الامام احمد في "مسنده" رقم الحديث: 7119
اخرجه الحاكم في "المستدرك" رقم الحديث: 7834
اخرجه البيهقي في "سننه الكبرى" رقم الحديث: 19819
اخرجه الترمذي في "جامعه" رقم الحديث: 1354

وَسَلَّمَ فَاَخْبَرْتُهُ اَنَّ الْقَوْمَ تَحَرَّجُوا اَنْ يَحْلِفُوْا وَحَلَفْتُ اَنَّهُ اَخِي قَالَ صَدَقْتَ الْمُسْلِمُ اَخُو الْمُسْلِمِ

✧✧ حضرت سوید بن حنظلہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، ہم لوگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے روانہ ہوئے ہمارے ساتھ حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ ان کے ایک دشمن نے انہیں پکڑ لیا لوگوں نے جھوٹی قسم اٹھانے میں حرج محسوس کیا لیکن میں نے یہ قسم اٹھالی کہ یہ میرا بھائی ہے تو دشمن نے انہیں چھوڑ دیا پھر جب ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کو اس کے بارے میں بتایا کہ لوگوں نے قسم اٹھانے میں حرج محسوس کیا لیکن میں نے قسم اٹھالی کہ یہ میرا بھائی ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم نے صحیح کہا تھا مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہوتا ہے۔

## بَاب مَا جَاءَ فِي الْحَلْفِ بِالْبَرَائَةِ وَبِمِلَّةٍ غَيْرِ الْإِسْلَامِ

## باب 8: اسلام سے بری ہونے یا اسلام کے علاوہ کسی اور مذہب کی قسم اٹھانے کے بارے میں جو کچھ منقول ہے

**262**- حَدَّثَنَا اَبُوْ تَوْبَةَ الرَّبِيعُ بْنُ نَافِعٍ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ سَلَّامٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ اَبِي كَثِيرٍ قَالَ اَخْبَرَنِي اَبُو قِلَابَةَ اَنَّ ثَابِتَ بْنَ الضَّحَّاكِ اَخْبَرَهُ اَنَّهُ بَايَعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ حَلَفَ بِمِلَّةٍ غَيْرِ مِلَّةِ الْإِسْلَامِ كَاذِبًا فَهُوَ كَمَا قَالَ وَمَنْ قَتَلَ نَفْسَهُ بِشَيْءٍ عُذِّبَ بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَيْسَ عَلٰى رَجُلٍ نَذْرٌ فِيمَا لَا يَمْلِكُهُ

✧✧ حضرت ثابت بن ضحاک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، انہوں نے درخت کے نیچے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی تھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: جو شخص اسلام کی بجائے کسی اور مذہب کی قسم اٹھائے اور وہ جھوٹی بھی ہو تو وہ شخص ایسا ہو گا جو اس نے کہا ہے اور جو شخص کسی چیز کے ذریعے خودکشی کر لے تو قیامت کے دن سے اسی چیز کے ذریعے عذاب دیا جائے گا اور آدمی جس چیز کا مالک نہ ہو اس کے بارے میں کوئی نذر نہیں ہوتی۔

**263**- حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ الْحُبَابِ حَدَّثَنَا حُسَيْنٌ يَعْنِي ابْنَ وَاقِدٍ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ بُرَيْدَةَ عَنْ اَبِيهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ حَلَفَ فَقَالَ اِنِّي بَرِيءٌ مِّنَ الْإِسْلَامِ فَاِنْ كَانَ كَاذِبًا فَهُوَ كَمَا قَالَ وَاِنْ كَانَ صَادِقًا فَلَنْ يَّرْجِعَ اِلَى الْإِسْلَامِ سَالِمًا

---

حدیث 261:

اخرجه ابن ماجه فی "سننه" رقم الحدیث: 2119

اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث: 16772

اخرجه الحاکم فی "المستدرک" رقم الحدیث: 7821

اخرجه البیهقی فی "سننه الکبریٰ" رقم الحدیث: 19818

اخرجه الطبرانی فی "معجمه الکبیر" رقم الحدیث: 6464

حدیث 262:

اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث: 3830

اخرجه البیهقی فی "سننه الکبریٰ" رقم الحدیث: 19811

اخرجه ابویعلی فی "مسنده" رقم الحدیث: 7494

اخرجه ابویعلی فی "مسنده" رقم الحدیث: 732

✧✧ حضرت عبداللہ بن بریدہ رضی اللہ عنہ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: جس شخص نے قسم اٹھاتے ہوئے یہ کہا کہ میں اسلام سے بری ہوں۔ اگر وہ جھوٹا ہو تو بھی وہ ویسا ہی ہو جائے گا۔ جیسا اس نے کہا ہے اور اگر وہ سچا ہو تو وہ کبھی بھی سلامتی کے ساتھ اسلام کی طرف نہیں آسکے گا۔

## بَاب الرَّجُلِ يَحْلِفُ اَنْ لَّا يَتَاَدَّمَ

## باب 9: جو شخص یہ قسم اٹھائے کہ وہ سالن نہیں کھائے گا

**264**- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسٰى حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ الْعَلَاءِ عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى بْنِ حَبَّانَ عَنْ يُّوسُفَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَلَامٍ قَالَ رَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَضَعَ تَمْرَةً عَلٰى كِسْرَةٍ فَقَالَ هٰذِهِ اِدَامُ هٰذِهِ

یوسف بن عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا آپ نے روٹی کے ٹکڑے کے اوپر کھجور رکھی اور فرمایا: یہ اس کا سالن ہے۔

**265**- حَدَّثَنَا هَارُوْنُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ حَدَّثَنَا اَبِىْ عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ اَبِىْ يَحْيَى عَنْ يَّزِيْدَ الْاَعْوَرِ عَنْ يُّوسُفَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَلَامٍ مِثْلَهُ

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

## بَاب الِاسْتِثْنَاءِ فِى الْيَمِيْنِ

## باب 10: قسم میں استثناء کرنا

**266**- حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ يَبْلُغُ بِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ حَلَفَ عَلٰى يَمِيْنٍ فَقَالَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ فَقَدِ اسْتَثْنٰى

✧✧ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں، انہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں یہ بات پتہ چلی ہے آپ نے ارشاد فرمایا ہے: جو شخص کوئی قسم اٹھائے اور ان شاء اللہ کہہ دے تو اس نے استثناء کر لیا۔

---

حدیث 266:

اخرجه الترمذی فی "جامعه" رقم الحدیث: 1531
اخرجه ابوداؤد فی "سننه" رقم الحدیث: 3828
اخرجه ابن ماجه فی "سننه" رقم الحدیث: 2106
اخرجه الدارمی فی "سننه" رقم الحدیث: 2342
اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث: 4581
اخرجه ابن حبان فی "صحیحه" رقم الحدیث: 4341
اخرجه الحاکم فی "المستدرك" رقم الحدیث: 7832
اخرجه النسائی فی "سننه الکبریٰ" رقم الحدیث: 4769
اخرجه البیهقی فی "سننه الکبریٰ" رقم الحدیث: 14895
اخرجه ابویعلی فی "مسنده" رقم الحدیث: 6246
اخرجه الطبرانی فی "معجمه الکبیر" رقم الحدیث: 919
اخرجه الحمیدی فی "مسنده" رقم الحدیث: 690
اخرجه عبد بن حکیم الکسی فی "مسنده" رقم الحدیث: 779

**267**- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى وَمُسَدَّدٌ وَهَذَا حَدِيثُهُ قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ حَلَفَ فَاسْتَثْنَى فَإِنْ شَاءَ رَجَعَ وَإِنْ شَاءَ تَرَكَ غَيْرَ حِنْثٍ

✧✧ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: جو شخص قسم اٹھائے اور استثناء کرلے تو اب اس کی مرضی ہے کہ وہ اس سے رجوع کرے اور اگر چاہے تو اسے چھوڑ دے تو وہ قسم توڑنے والا نہیں ہوگا۔

## بَاب مَا جَاءَ فِي يَمِينِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا كَانَتْ

## باب 11: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کون سے الفاظ میں قسم اٹھایا کرتے تھے

**268**- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَيْلِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ عَنْ سَالِمٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ أَكْثَرُ مَا كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَحْلِفُ بِهَذِهِ الْيَمِينِ لَا وَمُقَلِّبِ الْقُلُوبِ

✧✧ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اکثر ان الفاظ میں قسم اٹھایا کرتے تھے
''دلوں کو پھیرنے والی ذات کی قسم''

**269**- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ بْنُ عَمَّارٍ عَنْ عَاصِمِ بْنِ شُمَيْخٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اجْتَهَدَ فِي الْيَمِينِ قَالَ وَالَّذِي نَفْسُ أَبِي الْقَاسِمِ بِيَدِهِ

✧✧ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی ''قسم'' میں تاکید پیدا کرنی ہوتی تو یہ کہا

---

حدیث 267:

اخرجه ابوداؤد فی "سننه" رقم الحديث: 3793
اخرجه الدارمی فی "سننه" رقم الحديث: 2343
اخرجه ابن حبان فی "صحيحه" رقم الحديث: 4342
اخرجه البيهقی فی "سننه الكبرىٰ" رقم الحديث: 14896
اخرجه ابن ماجه فی "سننه" رقم الحديث: 2105
اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحديث: 4510
اخرجه النسائی فی "سننه الكبرىٰ" رقم الحديث: 4771

حدیث 268:

اخرجه البخاری فی "صحيحه" رقم الحديث: 6243
اخرجه ابوداؤد فی "سننه" رقم الحديث: 3761
اخرجه الامام مالك فی "المؤطا" رقم الحديث: 1021
اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحديث: 5347
اخرجه النسائی فی "سننه الكبرىٰ" رقم الحديث: 4703
اخرجه ابويعلى فی "مسنده" رقم الحديث: 5442
اخرجه عبد بن حكيم الكسی فی "مسنده" رقم الحديث: 741
اخرجه الترمذی فی "جامعه" رقم الحديث: 1540
اخرجه ابن ماجه فی "سننه" رقم الحديث: 2092
اخرجه الدارمی فی "سننه" رقم الحديث: 2350
اخرجه ابن حبان فی "صحيحه" رقم الحديث: 4332
اخرجه البيهقی فی "سننه الكبرىٰ" رقم الحديث: 19600
اخرجه الطبرانی فی "معجمه الكبير" رقم الحديث: 13163

حدیث 269:

اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحديث: 11462
اخرجه البيهقی فی "سننه الكبرىٰ" رقم الحديث: 19596

کرتے تھے "اس ذات کی قسم! ابوالقاسم کی جان جس کے دست قدرت میں ہے"۔

**270**- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ بْنِ اَبِىْ رِزْمَةَ اَخْبَرَنِىْ زَيْدُ بْنُ حُبَابٍ اَخْبَرَنِىْ مُحَمَّدُ بْنُ هِلَالٍ حَدَّثَنِىْ اَبِىْ اَنَّهُ سَمِعَ اَبَا هُرَيْرَةَ يَقُوْلُ كَانَتْ يَمِيْنُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا حَلَفَ يَقُوْلُ لَا وَاَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ

✧✧ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب قسم اٹھانا ہوتی تھی تو یہ الفاظ کہتے تھے:
"نہیں میں اللہ سے مغفرت طلب کرتا ہوں (اس کی قسم)"

**271**- حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ حَمْزَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ عَيَّاشٍ السَّمَعِيُّ الْاَنْصَارِيُّ عَنْ دَلْهَمِ بْنِ الْاَسْوَدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ حَاجِبِ بْنِ عَامِرِ بْنِ الْمُنْتَفِقِ الْعُقَيْلِيِّ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَمِّهِ لَقِيْطِ بْنِ عَامِرٍ قَالَ دَلْهَمٌ وَّحَدَّثَنِيْهِ اَيْضًا الْاَسْوَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ عَاصِمِ بْنِ لَقِيْطٍ اَنَّ لَقِيْطَ بْنَ عَامِرٍ خَرَجَ وَافِدًا اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَقِيْطٌ فَقَدِمْنَا عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ حَدِيْثًا فِيْهِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَعَمْرُ اِلٰهِكَ

✧✧ حضرت لقیط بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' وہ وفد کی شکل میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت لقیط رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' جب ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے (امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں) اس کے بعد انہوں نے پوری حدیث نقل کی ہے جس میں یہ الفاظ ہیں: تمہارے پروردگار کی قسم!

## بَابُ الْحِنْثِ اِذَا كَانَ خَيْرًا

## باب 12: جب بہتری ہو تو قسم توڑ دینا

**272**- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ حَدَّثَنَا غَيْلَانُ بْنُ جَرِيْرٍ عَنْ اَبِىْ بُرْدَةَ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنِّىْ وَاللّٰهِ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ لَا اَحْلِفُ عَلٰى يَمِيْنٍ فَاَرٰى غَيْرَهَا خَيْرًا مِنْهَا اِلَّا كَفَّرْتُ عَنْ يَّمِيْنِىْ وَاَتَيْتُ الَّذِىْ هُوَ خَيْرٌ اَوْ قَالَ اِلَّا اَتَيْتُ الَّذِىْ هُوَ خَيْرٌ وَّكَفَّرْتُ يَمِيْنِىْ

✧✧ حضرت ابوبردہ رضی اللہ عنہ اپنے والد کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں' اللہ کی قسم! اگر اللہ نے چاہا تو میں جب بھی کوئی قسم اٹھاؤں گا اور اس کے برعکس معاملے کو اس سے زیادہ بہتر محسوس کروں گا تو اپنی قسم کا کفارہ دے دوں گا اور وہ کام کروں گا جو زیادہ بہتر ہوگا۔ (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں) میں وہ کام کروں گا جو زیادہ بہتر ہے اور اپنی قسم کا کفارہ دے دوں گا۔

---

حدیث 270:

اخرجه الطبرانی فی "معجمه الصغير" رقم الحديث: 2093

## کفارہ قسم سے متعلق فقہی مذاہب اربعہ

حافظ ابن کثیر شافعی لکھتے ہیں: کفارہ دس مسکینوں کا کھانا جو محتاج فقیر ہوں جن کے پاس بقدر کفایت کے نہ ہو اوسط درجے کا کھانا جو عموماً گھر میں کھایا جاتا ہو وہی انہیں کھلا دینا۔ مثلاً دودھ روٹی، گھی روٹی، زیتون کا تیل روٹی، یہ بھی مطلب بیان کیا گیا ہے کہ بعض لوگوں کی خوراک بہت اعلیٰ ہوتی ہے بعض لوگ بہت ہی ہلکی غذا کھاتے ہیں تو نہ وہ ہو نہ یہ ہو، تکلف بھی نہ ہو اور بخل بھی نہ ہو، سختی اور فراخی کے درمیان ہو، مثلاً گوشت روٹی ہے، سرکہ اور روٹی ہے، روٹی اور کھجوریں ہیں۔ جیسی جس کی درمیانی حثیت، اسی طرح قلت اور کثرت کے درمیان ہو۔

حضرت علی سے منقول ہے کہ صبح شام کا کھانا، حسن اور محمد بن حنفیہ کا قول ہے کہ دس مسکینوں کو ایک ساتھ بٹھا کر روٹی گوشت کھلا دینا کافی ہے یا اپنی حیثیت کے مطابق روٹی کسی اور چیز سے کھلا دینا، بعض نے کہا ہے ہر مسکین کو آدھا صاع گیہوں کھجوریں وغیرہ دے دینا، امام ابوحنیفہ کا قول ہے کہ گیہوں تو آدھا صاع کافی ہے اور اس کے علاوہ ہر چیز کا پورا صاع دے دے۔

ابن مردویہ کی روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صاع کھجوروں کا کفارے میں ایک ایک شخص کو دیا ہے اور لوگوں کو بھی یہی حکم فرمایا ہے لیکن جس کی اتنی حثیت نہ ہو وہ آدھا صاع گیہوں کا دے دے،

یہ حدیث ابن ماجہ میں بھی ہے لیکن اس کا ایک راوی بالکل ضعیف ہے جس کے ضعف پر محدثین کا اتفاق ہے۔ دار قطنی نے اسے متروک کہا ہے اس کا نام عمر بن عبداللہ ہے، ابن عباس کا قول ہے کہ ہر مسکین کو ایک مد گیہوں مع سالن کے دے دے، امام شافعی بھی یہی فرماتے ہیں لیکن سالن کا ذکر نہیں ہے اور دلیل ان کی وہ حدیث ہے جس میں ہے کہ رمضان شریف کے دن میں اپنی بیوی سے جماع کرنے والے کو ایک کمتل (خاص پیمانہ) میں سے ساٹھ مسکینوں کو کھلانے کا حکم حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا تھا اس میں پندرہ صاع آتے ہیں تو ہر مسکین کے لئے ایک مد ہوا۔ ابن مدویہ کی ایک اور حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم کے کفارے میں گیہوں کا ایک مد مقرر کیا ہے لیکن اس کی اسناد بھی ضعیف ہیں کیونکہ نضیر بن زرارہ کوفی کے بارے میں امام ابو حاتم رازی کا قول ہے کہ وہ مجہول ہے گو اس سے بہت سے لوگوں نے روایت کی ہے اور امام ابن حبان نے اسے ثقہ کہا ہے واللہ اعلم،

پھر ان کے استاد عمری بھی ضعیف ہیں، امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے کہ گیہوں کا ایک مد اور باقی اناج کے دو مد دے۔ واللہ اعلم (یہ یاد رہے کہ صاع انگریزی اسی روپے بھر کے سیر کے حساب سے تقریباً پونے تین سیر کا ہوتا ہے اور ایک صاع کے چار مد ہوتے ہیں واللہ اعلم، مترجم) یا ان دس کو کپڑا پہنانا،

امام شافعی کا قول ہے کہ ہر ایک کو خواہ کچھ ہی کپڑا دے دے جس پر کپڑے کا اطلاق ہوتا ہو کافی ہے، مثلاً کرتہ ہے، پاجامہ ہے، تہبند ہے، پگڑی ہے یا سر پر لپیٹنے کا رومال ہے۔

پھر امام صاحب کے شاگردوں میں سے بعض تو کہتے ہیں ٹوپی بھی کافی ہے۔ بعض کہتے ہیں یہ نا کافی ہے، کافی کہنے والے یہ دلیل دیتے ہیں کہ حضرت عمران بن حصین سے جب اس کے بارے میں سوال ہوتا ہے تو آپ فرماتے ہیں اگر کوئی وفد کسی امیر کے پاس آئے اور وہ انہیں ٹوپیاں دے تو عرب تو یہی کہیں گے کہ قد کسوا انہیں کپڑے پہنائے گئے۔ لیکن اس کی اسناد بھی ضعیف ہیں

کیونکہ محمد بن زبیر ضعیف ہیں واللہ اعلم۔ موزے پہنانے کے بارے میں بھی اختلاف ہے۔ صحیح یہ ہے کہ جائز نہیں۔

امام مالک اور امام احمد فرماتے ہیں کہ کم سے کم اتنا اور ایسا کپڑا ہو کہ اس میں نماز جائز ہو جائے مرد کو دیا ہے تو اس کی اور عورت کو دیا ہے تو اس کی۔

ابن عباس فرماتے ہیں عبا ہو یا شملہ ہو۔ مجاہد فرماتے ہیں: ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ ایک کپڑا ہو اور اس سے زیادہ جو ہو۔ غرض کفارہ قسم میں ہر چیز سوائے جانگئے کے جائز ہے۔ بہت سے مفسرین فرماتے ہیں ایک ایک کپڑا ایک ایک مسکین کو دے دے۔ ابراہیم نخعی کا قول ہے ایسا کپڑا جو پورا کارآمد ہو مثلاً لحاف چادر وغیرہ نہ کہ کرتہ دوپٹہ وغیرہ ابن سیرن اور حسن دو دو کپڑے کہتے ہیں، سعید بن مسیب کہتے ہیں عمامہ جسے سر پر باندھے اور عبا جسے بدن پر پہنے۔ حضرت ابو موسیٰ قسم کھاتے ہیں پھر اسے توڑتے ہیں تو دو کپڑے بحرین کے دے دیتے ہیں۔ ابن مردویہ کی ایک مرفوع حدیث میں ہے کہ ہر مسکین کیلئے ایک عبا، یہ حدیث غریب ہے، یا ایک غلام کا آزاد کرنا،

امام ابوحنیفہ تو فرماتے ہیں کہ یہ مطلق ہے کافر ہو یا مسلمان، امام شافعی اور دوسرے بزرگان دین فرماتے ہیں اس کا مومن ہونا ضروری ہے کیونکہ قتل کے کفارے میں غلام کی آزادی کا حکم ہے اور وہ مقید ہے کہ وہ مسلمان ہونا چاہے، دونوں کفاروں کا سبب چاہے جداگانہ ہے لیکن وجہ ایک ہی ہے اور اس کی دلیل وہ حدیث بھی ہے جو مسلم وغیرہ میں ہے کہ حضرت معاویہ بن حکم اسلمی کے ذمے ایک گردن آزاد کرنا تھی وہ حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنے ساتھ ایک لونڈی لئے ہوئے آئے۔ حضور نے اس سیاہ فام لونڈی سے دریافت فرمایا کہ اللہ کہاں ہے؟ اس نے کہا آسمان میں پوچھا ہم کون ہیں؟ جواب دیا کہ آپ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں آپ نے فرمایا اسے آزاد کرو یہ ایماندار عورت ہے۔ پس ان تینوں کاموں میں سے جو بھی کرلے وہ قسم کا کفارہ ہو جائے گا اور کافی ہوگا اس پر سب کا اجماع ہے۔ قرآن کریم نے ان چیزوں کا بیان سب سے زیادہ آسان چیز سے شروع کیا ہے اور بتدریج اوپر کو پہنچایا ہے۔ پس سب سے سہل کھانا کھلانا ہے۔ پھر اس سے قدرے بھاری کپڑا پہنانا ہے اور اس سے بھی زیادہ بھاری غلام کو آزاد کرنا ہے۔ پس اس میں ادنیٰ سے اعلیٰ بہتر ہے۔ اب اگر کسی شخص کو ان تینون میں سے ایک کی بھی قدرت نہ ہو تو وہ تین دن کے روزے رکھ لے۔

سعید بن جبیر اور حسن بصری سے مروی ہے کہ جس کے پاس تین درہم ہوں وہ تو کھانا کھلا دے ورنہ روزے رکھ لے اور بعض متاخرین سے منقول ہے کہ یہ اس کے لئے ہے جس کے پاس ضروریات سے فاضل چیز نہ ہو معاش وغیرہ پونجی کے بعد جو فالتو ہو اس سے کفارہ ادا کرے،

امام ابن جریر فرماتے ہیں جس کے پاس اس دن کے اپنے اور اپنے بال بچوں کے کھانے سے کچھ بچے اس میں سے کفارہ ادا کرے، قسم کے توڑنے کے کفارے کے روزے پے در پے رکھنے واجب ہیں یا مستحب ہیں اس میں دو قول ہیں ایک یہ کہ واجب نہیں،

امام شافعی نے باب الایمان میں اسے صاف لفظوں میں کہا ہے امام مالک کا قول بھی یہی ہے کیونکہ قرآن کریم میں روزوں کا

حکم مطلق ہے تو خواہ پے درپے ہوں خواہ الگ الگ ہوں تو سب پر یہ صادق آتا ہے جیسے کہ رمضان کے روزوں کی قضا کے بارے میں آیت (فعدة من ایام اخر) فرمایا گیا ہے وہاں بھی پے درپے کی یا علیحدہ علیحدہ کی قید نہیں اور حضرت امام شافعی نے کتاب الام میں ایک جگہ صراحت سے کہا ہے کہ قسم کے کفارے کے روزے پے درپے رکھنے چاہئیں یہی قول احناف اور حنابلہ کا ہے۔ اس لئے کہ حضرت ابی بن کعب وغیرہ سے مروی ہے کہ ان کی قرأت آیت (فصیام ثلثه ایام متتابعات) ہے ابن مسعود سے بھی یہی قرأت مروی ہے، اس صورت میں اگرچہ اس کا متواتر قرأت ہونا ثابت نہ ہو۔

تاہم خبر واحد یا تفسیر صحابہ سے کم درجے کی تو یہ قرأت نہیں پس حکماً "یہ بھی مرفوع ہے۔ ابن مردویہ کی ایک بہت ہی غریب حدیث میں ہے کہ حضرت حذیفہ نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں اختیار ہے آپ نے فرمایا ہاں، تو اختیار پر ہے خواہ گردن آزاد کر خواہ کپڑا پہنا دے خواہ کھانا کھلا دے اور جو نہ پائے وہ پے درپے تین روزے رکھ لے۔ پھر فرماتا ہے کہ تم جب قسم کھا کر توڑ دو تو یہ کفارہ ہے لیکن تمہیں اپنی قسموں کی حفاظت کرنی چاہیے انہیں بغیر کفارے کے نہ چھوڑنا چاہیے اسی طرح اللہ تعالیٰ تمہارے سامنے اپنی آیتیں واضح طور پر بیان فرما رہا ہے تاکہ تم شکر گزاری کرو۔ (تفسیر ابن کثیر، مائدہ ۸۹)

علامہ ابن قدامہ رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی مایہ ناز کتاب "المغنی" میں رقمطراز ہیں۔ "غلہ قیمت کفارہ میں کفائت نہیں کرتی، اور نہ ہی لباس کی قیمت، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے غلہ ذکر کیا ہے لہٰذا اس کے بغیر کفارہ ادا نہیں ہو سکتا، اور اس لیے بھی کہ اللہ تعالیٰ نے تین اشیاء کے مابین اختیار دیا ہے اور اگر اس کی قیمت دینا جائز ہوتی تو یہ اختیار ان تین اشیاء میں منحصر نہ ہوتا۔

(المغنی لابن قدامۃ المقدسی (256/11)

**273**- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ الْبَزَّازُ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ اَخْبَرَنَا يُوْنُسُ وَمَنْصُوْرٌ يَعْنِىْ ابْنَ زَاذَانَ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ قَالَ لِىَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ سَمُرَةَ اِذَا حَلَفْتَ عَلٰى يَمِيْنٍ فَرَاَيْتَ غَيْرَهَا خَيْرًا مِنْهَا فَاْتِ الَّذِىْ هُوَ خَيْرٌ وَّكَفِّرْ يَمِيْنَكَ قَالَ اَبُوْ دَاوٗدَ سَمِعْتُ اَحْمَدَ يُرَخِّصُ فِيْهَا الْكَفَّارَةَ قَبْلَ الْحِنْثِ

✧✧ حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے ارشاد فرمایا ہے: اے عبدالرحمٰن بن سمرہ! جب تم قسم اٹھاؤ اور پھر اس کے برعکس معاملے کو اس سے زیادہ بہتر دیکھو تو وہ کام کرو جو زیادہ بہتر ہو اور اپنی قسم کا کفارہ دے دو۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں نے امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کو سنا ہے: وہ قسم توڑنے سے پہلے اس کا کفارہ دینے کی رخصت دیتے ہیں۔

**274**- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ خَلَفٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْاَعْلٰى حَدَّثَنَا سَعِيْدٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ سَمُرَةَ نَحْوَهٗ قَالَ فَكَفِّرْ عَنْ يَمِيْنِكَ ثُمَّ ائْتِ الَّذِىْ هُوَ خَيْرٌ قَالَ اَبُوْ دَاوٗدَ اَحَادِيْثُ اَبِىْ مُوْسَى الْاَشْعَرِىِّ وَعَدِىِّ بْنِ حَاتِمٍ وَاَبِىْ هُرَيْرَةَ فِىْ هٰذَا الْحَدِيْثِ رُوِىَ عَنْ كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمْ فِىْ بَعْضِ الرِّوَايَةِ الْحِنْثُ قَبْلَ الْكَفَّارَةِ

✧✧ حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے ایک اور سند سے یہی روایت منقول ہے اس میں یہ الفاظ ہیں:
تم اپنی قسم کا کفارہ دے دو اور پھر وہ کام کرو جو زیادہ بہتر ہے۔
امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں' حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے اس بارے میں احادیث منقول ہیں اور ان میں سے ہر ایک راوی سے بعض روایات میں کفارے سے پہلے قسم توڑنے کا ذکر موجود ہے۔

## بَاب فِي الْقَسَمِ هَلْ يَكُوْنُ يَمِيْنًا

## باب 13: کیا لفظ ''قسم'' کے ذریعے ''یمین'' منعقد ہو جاتی ہے

**275**- حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ اَبَا بَكْرٍ اَقْسَمَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُقْسِمْ

✧✧ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو قسم دی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
تم قسم نہ دو۔

**276**- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ فَارِسٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ ابْنُ يَحْيَى كَتَبْتُهُ مِنْ كِتَابِهِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ يُحَدِّثُ اَنَّ رَجُلًا اَتَى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنِّي اَرَى اللَّيْلَةَ فَذَكَرَ رُؤْيَا فَعَبَّرَهَا اَبُوْ بَكْرٍ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَصَبْتَ بَعْضًا وَّاَخْطَاْتَ بَعْضًا فَقَالَ اَقْسَمْتُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ بِاَبِي اَنْتَ لَتُحَدِّثَنِّي مَا الَّذِي اَخْطَاْتُ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُقْسِمْ

✧✧ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ یہ حدیث بیان کرتے تھے' ایک شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اس نے عرض کی: میں نے گزشتہ رات خواب دیکھا ہے پھر اس نے اپنے خواب کا تذکرہ کیا پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس کی تعبیر بیان کی پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم نے کچھ ٹھیک بیان کیا ہے اور کچھ غلط بیان کیا ہے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: میں آپ کی قسم دیتا ہوں یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے والد آپ پر قربان ہوں آپ مجھے بتائیے کہ میں نے کیا غلطی کی ہے؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: تم قسم نہ دو۔

**277**- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ فَارِسٍ اَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيْرٍ اَخْبَرَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ كَثِيْرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ لَمْ يَذْكُرِ الْقَسَمَ زَادَ فِيْهِ وَلَمْ يُخْبِرْهُ

---

حدیث 275:

اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحديث: 1894

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے منقول ہے' تاہم اس میں لفظ قسم کا ذکر نہیں ہے اور اس میں صرف یہ بات زائد ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں' نہیں بتایا۔

## بَاب فِيمَنْ يَّحْلِفُ كَاذِبًا مُتَعَمِّدًا

## باب 14: جان بوجھ کر جھوٹی قسم اٹھانا

**278-** حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَعِيلَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ أَخْبَرَنَا عَطَاءُ بْنُ السَّائِبِ عَنْ أَبِي يَحْيَى عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَجُلَيْنِ اخْتَصَمَا إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الطَّالِبَ الْبَيِّنَةَ فَلَمْ تَكُنْ لَهُ بَيِّنَةٌ فَاسْتَحْلَفَ الْمَطْلُوبَ فَحَلَفَ بِاللَّهِ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَلَى قَدْ فَعَلْتَ وَلَكِنْ قَدْ غُفِرَ لَكَ بِإِخْلَاصِ قَوْلِ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ قَالَ أَبُو دَاوُد يُرَادُ مِنْ هَذَا الْحَدِيثِ أَنَّهُ لَمْ يَأْمُرْهُ بِالْكَفَّارَةِ

✧✧ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' دو آدمی اپنا مقدمہ لے کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدعی سے ثبوت طلب کیا اس کے پاس کوئی ثبوت نہیں تھا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدعیٰ علیہ سے قسم لی اس نے اللہ کے نام کی قسم اٹھائی اور کہا اس کے علاوہ اور کوئی معبود نہیں ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ٹھیک ہے تم نے جو کیا تمہارے اخلاص کے ساتھ لا الہ الا اللہ پڑھنے کی وجہ سے تمہاری مغفرت کر دی گئی۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس حدیث سے مراد یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے کفارہ ادا کرنے کا حکم نہیں دیا۔

## بَاب كَمِ الصَّاعُ فِي الْكَفَّارَةِ

## باب 15: کفارے سے متعلق صاع (کا پیمانہ) کتنا ہوگا

**279-** حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ قَالَ قَرَأْتُ عَلَى أَنَسِ بْنِ عِيَاضٍ قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ حَرْمَلَةَ عَنْ أُمِّ حَبِيبٍ بِنْتِ ذُؤَيْبِ بْنِ قَيْسٍ الْمُزَنِيَّةِ وَكَانَتْ تَحْتَ رَجُلٍ مِنْهُمْ مِنْ أَسْلَمَ ثُمَّ كَانَتْ تَحْتَ ابْنِ أَخٍ لِصَفِيَّةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ابْنُ حَرْمَلَةَ فَوَهَبَتْ لَنَا أُمُّ حَبِيبٍ صَاعًا حَدَّثَتْنَا عَنِ ابْنِ أَخِي صَفِيَّةَ عَنْ صَفِيَّةَ أَنَّهُ صَاعُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَنَسٌ فَجَرَّبْتُهُ أَوْ قَالَ فَحَزَرْتُهُ فَوَجَدْتُهُ مُدَّيْنِ وَنِصْفًا بِمُدِّ هِشَامٍ

عبدالرحمٰن بن حرملہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' سیّدہ ام حبیب بنت زویب بن قیس مزنیہ رضی اللہ عنہا جو اسلم قبیلے سے تعلق رکھنے والے ایک صاحب کی اہلیہ تھیں پھر اس کے بعد سیّدہ صفیہ رضی اللہ عنہا' جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ ہیں' کے بھتیجے کی اہلیہ بن گئیں۔ انہوں نے یہ بات بتائی ہے ابن حرملہ کہتے ہیں سیّدہ ام حبیب رضی اللہ عنہا نے ہمیں ایک صاع دیا اور انہوں نے سیّدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کے بھتیجے کے حوالے سے ہمیں یہ بات بتائی انہوں نے سیّدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے یہ بات بتائی کہ یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ''صاع'' ہے۔

انس نامی راوی بیان کرتے ہیں' میں نے اس کی پیمائش کی تو وہ ہشام کے زمانے کے دومد اور نصف مد کے برابر تھا۔ (یعنی اڑھائی مد کے برابر تھا)

# بَاب فِي الرَّقَبَةِ الْمُؤْمِنَةِ

# باب 16: مومن غلام یا کنیز

**280**- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنِ الْحَجَّاجِ الصَّوَّافِ حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ هِلَالِ بْنِ أَبِي مَيْمُونَةَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ الْحَكَمِ السُّلَمِيِّ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ جَارِيَةٌ لِي صَكَكْتُهَا صَكَّةً فَعَظَّمَ ذَلِكَ عَلَيَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ أَفَلَا أُعْتِقُهَا قَالَ ائْتِنِي بِهَا قَالَ فَجِئْتُ بِهَا قَالَ أَيْنَ اللَّهُ قَالَتْ فِي السَّمَاءِ قَالَ مَنْ أَنَا قَالَتْ أَنْتَ رَسُولُ اللَّهِ قَالَ أَعْتِقْهَا فَإِنَّهَا مُؤْمِنَةٌ

✧✧ حضرت معاویہ بن حکم سلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' میں نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! میری ایک کنیز ہے میں نے اس کی پٹائی کردی۔ نبی اکرم ﷺ کو میری یہ بات بہت بری لگی میں نے عرض کی: کیا میں اسے آزاد نہ کردوں؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اسے لے کر آؤ۔ راوی بیان کرتے ہیں' میں اسے لے کر آیا نبی اکرم ﷺ نے دریافت کیا: اللہ تعالیٰ کہاں ہے؟ اس نے جواب دیا: آسمان میں نبی اکرم ﷺ نے دریافت کیا: میں کون ہوں؟ اس نے عرض کی: آپ اللہ کے رسول ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے (مجھ سے) فرمایا: تم اسے آزاد کردو یہ مؤمن ہے۔

**281**- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَعِيلَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنِ الشَّرِيدِ أَنَّ أُمَّهُ أَوْصَتْهُ أَنْ يَعْتِقَ عَنْهَا رَقَبَةً مُؤْمِنَةً فَأَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ أُمِّي أَوْصَتْ أَنْ أُعْتِقَ عَنْهَا رَقَبَةً مُؤْمِنَةً وَعِنْدِي جَارِيَةٌ سَوْدَاءُ نُوبِيَّةٌ فَذَكَرَ نَحْوَهُ قَالَ أَبُو دَاوُدَ خَالِدُ ابْنُ عَبْدِ اللَّهِ أَرْسَلَهُ لَمْ يَذْكُرِ الشَّرِيدَ

ابوسلمہ' شرید رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ بات نقل کرتے ہیں' ان کی والدہ نے یہ وصیت کی تھی کہ ان کی طرف سے کسی مؤمن غلام یا کنیز کو آزاد کردیا جائے' وہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی یارسول اللہ ﷺ! میری والدہ نے یہ وصیت کی تھی کہ میں ان کی طرف سے مؤمن غلام یا کنیز کو آزاد کردوں میرے پاس ایک سیاہ فام کنیز ہے جو نوبیہ (یعنی نوب کی رہنے والی ہے) اس کے بعد انہوں نے حسب سابق حدیث نقل کی ہے۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: خالد بن عبداللہ نے اس روایت کو مرسلاً روایت کے طور پر نقل کیا ہے۔ انہوں نے اس میں شرید نامی راوی کا ذکر نہیں کیا ہے۔

---

حدیث 280:

اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث: 15781
اخرجه الطبرانی فی "معجمه الکبیر" رقم الحدیث: 297
اخرجه الحاکم فی "المستدرک" رقم الحدیث: 5126
اخرجه النسائی فی "سننه الکبریٰ" رقم الحدیث: 1977

**282**- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِی شَیْبَةَ حَدَّثَنَا جَرِیْرُ بْنُ عَبْدِ الْحَمِیْدِ ح و حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُرَّةَ قَالَ عُثْمَانُ الْهَمْدَانِیُّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ اَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَنْهٰی عَنِ النَّذْرِ ثُمَّ اتَّفَقَا وَیَقُوْلُ لَا یَرُدُّ شَیْئًا وَّاِنَّمَا یُسْتَخْرَجُ بِهٖ مِنَ الْبَخِیْلِ

✧✧ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نذر سے منع کر دیا تھا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہ ارشاد فرماتے ہیں: نذر کسی چیز (یعنی مصیبت) کو واپس نہیں کرتی اس کے ذریعے کنجوس سے مال نکلوایا جاتا ہے۔

## بَاب مَا جَاءَ فِی النَّذْرِ فِی الْمَعْصِیَةِ

## باب 17: گناہ کے کام کی نذر ماننا

**283**- حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِیُّ عَنْ مَالِكٍ عَنْ طَلْحَةَ بْنِ عَبْدِ الْمَلِكِ الْاَیْلِیِّ عَنِ الْقَاسِمِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ نَذَرَ اَنْ یُّطِیْعَ اللّٰهَ فَلْیُطِعْهُ وَمَنْ نَذَرَ اَنْ یَّعْصِیَ اللّٰهَ فَلَا یَعْصِهٖ

✧✧ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: جو شخص اس بات کی نذر مانے کہ وہ اللہ کی اطاعت کرے گا تو اسے اس کی اطاعت کرنی چاہیے اور جو یہ نذر مانے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرے گا تو اسے اس کی نافرمانی نہیں کرنی چاہیے۔

**284**- حَدَّثَنَا مُوْسَی بْنُ اِسْمٰعِیْلَ حَدَّثَنَا وُهَیْبٌ حَدَّثَنَا اَیُّوْبُ عَنْ عِکْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ بَیْنَمَا النَّبِیُّ

حدیث 282:

اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث: 6234
اخرجه مسلم فی "صحیحه" رقم الحدیث: 1640
اخرجه الترمذی فی "جامعه" رقم الحدیث: 1538
اخرجه النسائی فی "سننه" رقم الحدیث: 3801
اخرجه ابن ماجه فی "سننه" رقم الحدیث: 2123
اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث: 5275
اخرجه ابن حبان فی "صحیحه" رقم الحدیث: 4376
اخرجه الحاکم فی "المستدرك" رقم الحدیث: 7838
اخرجه النسائی فی "سننه الکبریٰ" رقم الحدیث: 4743
اخرجه البیهقی فی "سننه الکبریٰ" رقم الحدیث: 19890
اخرجه ابویعلی فی "مسنده" رقم الحدیث: 6355
اخرجه الطیالسی فی "مسنده" رقم الحدیث: 1865
اخرجه الحمیدی فی "مسنده" رقم الحدیث: 31112

حدیث 283:

اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث: 6318
اخرجه الترمذی فی "جامعه" رقم الحدیث: 1526
اخرجه النسائی فی "سننه" رقم الحدیث: 3806
اخرجه ابن ماجه فی "سننه" رقم الحدیث: 2126
اخرجه الامام مالك فی "الموطا" رقم الحدیث: 1014
اخرجه الدارمی فی "سننه" رقم الحدیث: 2338
اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث: 24121
اخرجه ابن حبان فی "صحیحه" رقم الحدیث: 4387
اخرجه النسائی فی "سننه الکبریٰ" رقم الحدیث: 4748
اخرجه البیهقی فی "سننه الکبریٰ" رقم الحدیث: 18632
اخرجه اسحاق بن راهویه فی "مسنده" رقم الحدیث: 944

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ اِذَا هُوَ بِرَجُلٍ قَائِمٍ فِي الشَّمْسِ فَسَاَلَ عَنْهُ قَالُوْا هٰذَا اَبُوْ اِسْرَائِيْلَ نَذَرَ اَنْ يَّقُوْمَ وَلَا يَقْعُدَ وَلَا يَسْتَظِلَّ وَلَا يَتَكَلَّمَ وَيَصُوْمَ قَالَ مُرُوْهُ فَلْيَتَكَلَّمْ وَلْيَسْتَظِلَّ وَلْيَقْعُدْ وَلْيُتِمَّ صَوْمَهُ

✧✧ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دے رہے تھے وہاں ایک شخص دھوپ میں کھڑا ہوا تھا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بارے میں دریافت کیا: لوگوں نے بتایا یہ ابواسرائیل ہے اس نے نذر مانی ہے کہ یہ کھڑا رہے گا بیٹھے گا نہیں' سائے میں نہیں آئے گا بات نہیں کرے گا' اور روزہ رکھے گا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس سے کہو بات کرے' سائے میں آجائے اور بیٹھ جائے' البتہ اپنے روزے کو پورا کرے۔

## بَاب مَنْ رَاٰى عَلَيْهِ كَفَّارَةً اِذَا كَانَ فِيْ مَعْصِيَةٍ

## باب 18: جن کے نزدیک ایسے شخص پر کفارہ لازم ہوگا جبکہ نذر معصیت سے متعلق ہو

**285**- حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ اَبُوْ مَعْمَرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ يُوْنُسَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا نَذْرَ فِيْ مَعْصِيَةٍ وَكَفَّارَتُهُ كَفَّارَةُ يَمِيْنٍ حَدَّثَنَا ابْنُ السَّرْحِ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ يُوْنُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ بِمَعْنَاهُ وَاِسْنَادِهٖ قَالَ اَبُوْ دَاوٗدَ سَمِعْتُ اَحْمَدَ يَقُوْلُ قَالَ ابْنُ الْمُبَارَكِ يَعْنِيْ فِيْ هٰذَا الْحَدِيْثِ حَدَّثَ اَبُوْ سَلَمَةَ فَدَلَّ ذٰلِكَ عَلٰى اَنَّ الزُّهْرِيَّ لَمْ يَسْمَعْهُ مِنْ اَبِيْ سَلَمَةَ و قَالَ اَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ وَتَصْدِيْقُ ذٰلِكَ مَا حَدَّثَنَا اَيُّوْبُ يَعْنِي ابْنَ سُلَيْمَانَ قَالَ اَبُوْ دَاوٗدَ سَمِعْتُ اَحْمَدَ بْنَ حَنْبَلٍ يَقُوْلُ اَفْسَدُوْا عَلَيْنَا هٰذَا الْحَدِيْثَ قِيْلَ لَهٗ وَصَحَّ اِفْسَادُهٗ عِنْدَكَ وَهَلْ رَوَاهُ غَيْرُ ابْنِ اَبِيْ اُوَيْسٍ قَالَ اَيُّوْبُ كَانَ اَمْثَلَ مِنْهُ يَعْنِيْ اَيُّوْبَ بْنَ سُلَيْمَانَ بْنِ بِلَالٍ وَقَدْ رَوَاهُ اَيُّوْبُ

✧✧ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: گناہ میں کوئی نذر نہیں ہوتی اور اس کا کفارہ قسم کا کفارہ ہے۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں نے امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے' وہ فرماتے ہیں: ابن مبارک' اس حدیث کے بارے میں' فرماتے ہیں: یہ ابی سلمہ (سے منقول) حدیث ہے۔

یہ اس بات کی دلیل ہے کہ زہری نے اس روایت کو ابوسلمہ سے نہیں سنا ہے۔

امام داؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں نے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے۔ ان (راویوں) نے ہمارے لیے اس

---

حدیث 285:

اخرجه مسلم فی "صحیحه" رقم الحدیث: 3292

اخرجه الترمذی فی "جامعه" رقم الحدیث: 1524

اخرجه النسائی فی "سننه" رقم الحدیث: 3834

اخرجه ابن ماجه فی "سننه" رقم الحدیث: 2125

اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث: 26140

اخرجه الحاکم فی "المستدرک" رقم الحدیث: 7841

اخرجه البیهقی فی "سننه الکبرٰی" رقم الحدیث: 19844

اخرجه الطبرانی فی "معجمه الکبیر" رقم الحدیث: 397

اخرجه الطیالسی فی "مسنده" رقم الحدیث: 1484

روایت (یعنی اس کی استنادی حیثیت کو) خراب کر دیا ہے۔

ان سے دریافت کیا گیا' آپ کے نزدیک اس کی خرابی درست ہے؟ اور کیا ابن ابی اویس کے علاوہ کسی اور نے بھی اس کو روایت کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا: ایوب (نے کیا ہے) لیکن وہ بھی اس کی مانند ہے۔

ان کی مراد ایوب بن سلیمان بن بلال ہے۔ اس روایت کو ایوب نے نقل کیا ہے۔

**286**- حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْمَرْوَزِيُّ حَدَّثَنَا اَيُّوْبُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ اَبِىْ بَكْرِ بْنِ اَبِىْ اُوَيْسٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ بِلَالٍ عَنِ ابْنِ اَبِىْ عَتِيْقٍ وَمُوْسَى بْنِ عُقْبَةَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ اَرْقَمَ اَنَّ يَحْيَى بْنَ اَبِىْ كَثِيْرٍ اَخْبَرَهُ عَنْ اَبِىْ سَلَمَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا نَذْرَ فِىْ مَعْصِيَةٍ وَكَفَّارَتُهُ كَفَّارَةُ يَمِيْنٍ قَالَ اَحْمَدُ ابْنُ مُحَمَّدٍ الْمَرْوَزِيُّ اِنَّمَا الْحَدِيْثُ حَدِيْثُ عَلِيِّ بْنِ الْمُبَارَكِ عَنْ يَحْيَى بْنِ اَبِىْ كَثِيْرٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرَادَ اَنَّ سُلَيْمَانَ بْنَ اَرْقَمَ وَهِمَ فِيْهِ وَحَمَلَهُ عَنْهُ الزُّهْرِيُّ وَاَرْسَلَهُ عَنْ اَبِىْ سَلَمَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَحِمَهَا اللّٰهُ

قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ رَوٰى بَقِيَّةُ عَنِ الْاَوْزَاعِيِّ عَنْ يَحْيَى عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الزُّبَيْرِ بِاِسْنَادِ عَلِيِّ بْنِ الْمُبَارَكِ مِثْلَهُ

✧✧ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: گناہ میں کوئی نذر نہیں ہوتی اور اس کا کفارہ قسم کا کفارہ ہے۔

امام احمد بن محمد مروزی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں' یہ حدیث علی بن مالک کے حوالے سے یحییٰ بن ابوکثیر کے حوالے سے محمد بن زبیر سے ان کے والد کے حوالے سے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے۔

ان کی مراد یہ ہے کہ سلیمان بن ارقم نے اس روایت میں وہم کیا ہے اور ابوسلمہ کے حوالے سے سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔

**287**- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدِ الْقَطَّانُ قَالَ اَخْبَرَنِىْ يَحْيَى بْنُ سَعِيْدِ الْاَنْصَارِيُّ اَخْبَرَنِىْ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ زَحْرٍ اَنَّ اَبَا سَعِيْدٍ اَخْبَرَهُ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ مَالِكٍ اَخْبَرَهُ اَنَّ عُقْبَةَ بْنَ عَامِرٍ اَخْبَرَهُ اَنَّهُ سَاَلَ النَّبِيَّ صَلَّى

حدیث 287:

اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث: 1767
اخرجه الترمذی فی "جامعه" رقم الحدیث: 544
اخرجه ابن ماجه فی "سننه" رقم الحدیث: 2134
اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث: 2829
اخرجه ابن خزیمه فی "صحیحه" رقم الحدیث: 3049
اخرجه البیهقی فی "سننه الکبریٰ" رقم الحدیث: 19902
اخرجه الطبرانی فی "معجمه الاوسط" رقم الحدیث: 1207
اخرجه عبد بن حکیم الکسی فی "مسنده" رقم الحدیث: 580
اخرجه ابوداؤد فی "سننه" رقم الحدیث: 3299
اخرجه النسائی فی "سننه" رقم الحدیث: 3844
اخرجه الدارمی فی "سننه" رقم الحدیث: 2334
اخرجه ابن حبان فی "صحیحه" رقم الحدیث: 4384
اخرجه النسائی فی "سننه الکبریٰ" رقم الحدیث: 4756
اخرجه ابویعلی فی "مسنده" رقم الحدیث: 1753
اخرجه الطبرانی فی "معجمه الکبیر" رقم الحدیث: 11828

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ اُخْتٍ لَهُ نَذَرَتْ اَنْ تَحُجَّ حَافِيَةً غَيْرَ مُخْتَمِرَةٍ فَقَالَ مُرُوهَا فَلْتَخْتَمِرْ وَلْتَرْكَبْ وَلْتَصُمْ ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ

✧✧ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ یہ بات بیان کرتے ہیں' انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی بہن کے بارے میں دریافت کیا: کہ اس نے یہ نذر مانی تھی کہ وہ پیدل حج کرے گی اور سر پر کوئی چیز نہیں لے گی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے کہو کہ سر پر چادر لے سوار ہو جائے اور تین دن روزے رکھے۔

**288**- حَدَّثَنَا مَخْلَدُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ اَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ اَبِي اَيُّوبَ اَنَّ يَزِيدَ بْنَ اَبِي حَبِيبٍ اَخْبَرَهُ اَنَّ اَبَا الْخَيْرِ حَدَّثَهُ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ الْجُهَنِيِّ قَالَ نَذَرَتْ اُخْتِي اَنْ تَمْشِيَ اِلَى بَيْتِ اللّٰهِ فَاَمَرَتْنِي اَنْ اَسْتَفْتِيَ لَهَا رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْتَفْتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لِتَمْشِ وَلْتَرْكَبْ

✧✧ حضرت عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میری بہن نے یہ نذر مانی کہ وہ بیت اللہ پیدل جائے گی تو اس نے مجھے یہ ہدایت کی کہ میں اس بارے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کروں' میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا: تو آپ نے فرمایا: وہ پیدل بھی چلے اور سوار بھی ہو جائے۔ (یعنی وہ سوار ہو کر جا سکتی ہے)

**289**- حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ اِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا بَلَغَهُ اَنَّ اُخْتَ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ نَذَرَتْ اَنْ تَحُجَّ مَاشِيَةً قَالَ اِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ عَنْ نَذْرِهَا مُرْهَا فَلْتَرْكَبْ قَالَ اَبُو دَاوُدَ رَوَاهُ سَعِيدُ بْنُ اَبِي عَرُوبَةَ نَحْوَهُ وَخَالِدٌ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ

✧✧ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب یہ پتہ چلا کہ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کی بہن نے یہ نذر مانی ہے کہ وہ پیدل حج کے لئے جائے گی تو آپ نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ اس کی نذر سے بے نیاز ہے تم اس سے کہو کہ وہ سوار ہو جائے۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

**290**- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيدِ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ اُخْتَ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ نَذَرَتْ اَنْ تَمْشِيَ اِلَى الْبَيْتِ فَاَمَرَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ تَرْكَبَ وَتُهْدِيَ هَدْيًا

✧✧ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کی بہن نے یہ نذر مانی کہ وہ پیدل بیت اللہ تک جائے گی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ہدایت کی: وہ سوار ہو جائے اور قربانی کا جانور ساتھ لے کر جائے۔

**291**- حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ اَبِي يَعْقُوبَ حَدَّثَنَا اَبُو النَّضْرِ حَدَّثَنَا شَرِيكٌ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ مَوْلَى اٰلِ طَلْحَةَ عَنْ كُرَيْبٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ اِنَّ اُخْتِي نَذَرَتْ يَعْنِي اَنْ تَحُجَّ مَاشِيَةً فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَصْنَعُ بِشَقَاءِ اُخْتِكَ شَيْئًا فَلْتَحُجَّ

رَاكِبَةً وَّلْتُكَفِّرْ عَنْ يَمِيْنِهَا

✧✧ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' ایک شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی یارسول اللہ! میری بہن نے یہ نذر مانی ہے (کہ وہ پیدل حج کے لئے جائے گی) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تمہاری بہن کے مشقت کا شکار ہونے کا کوئی اجر نہیں دے گا اسے سوار ہو کر حج کرنا چاہیے اور اپنی قسم کا کفارہ دے دینا چاہیے۔

**292**- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ حُمَيْدِ الطَّوِيلِ عَنْ ثَابِتِ الْبُنَانِيِّ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاٰى رَجُلًا يُهَادٰى بَيْنَ ابْنَيْهِ فَسَاَلَ عَنْهُ فَقَالُوْا نَذَرَ اَنْ يَّمْشِيَ فَقَالَ اِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ عَنْ تَعْذِيبِ هٰذَا نَفْسَهُ وَاَمَرَهُ اَنْ يَّرْكَبَ.

قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ رَوَاهُ عَمْرُو بْنُ اَبِىْ عَمْرٍو عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ

✧✧ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا جو اپنے دو بیٹوں کے سہارے جا رہا تھا آپ نے اس کے بارے میں دریافت کیا: تو لوگوں نے بتایا کہ اس نے پیدل چلنے کی نذر مانی ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس شخص کے اپنی ذات کو اذیت پہنچانے سے بے نیاز ہے۔

پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ہدایت کی' وہ سوار ہو جائے۔

## بَاب مَنْ نَذَرَ اَنْ يُّصَلِّيَ فِيْ بَيْتِ الْمَقْدِسِ

## باب 19: جو شخص یہ نذر مانے کہ وہ بیت المقدس میں نماز ادا کرے گا

**293**- حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمٰعِيلَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ اَخْبَرَنَا حَبِيبٌ الْمُعَلِّمُ عَنْ عَطَاءِ بْنِ اَبِىْ رَبَاحٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّ رَجُلًا قَامَ يَوْمَ الْفَتْحِ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّىْ نَذَرْتُ لِلّٰهِ اِنْ فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْكَ مَكَّةَ اَنْ اُصَلِّيَ فِىْ بَيْتِ الْمَقْدِسِ رَكْعَتَيْنِ قَالَ صَلِّ هَاهُنَا ثُمَّ اَعَادَ عَلَيْهِ فَقَالَ صَلِّ هَاهُنَا ثُمَّ اَعَادَ عَلَيْهِ فَقَالَ شَاْنُكَ اِذَنْ

قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ رُوِىَ نَحْوُهُ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

✧✧ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' فتح مکہ کے دن ایک شخص کھڑا ہوا اور عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے اللہ تعالیٰ کے نام کی نذر مانی تھی کہ اگر اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے مکہ کو فتح کر دیا تو میں بیت المقدس میں دو رکعت ادا کروں گا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم یہاں نماز ادا کرلو! اس نے دوبارہ یہ سوال کیا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم یہاں نماز ادا کرلو! اس نے پھر

حدیث 293:

اخرجه البيهقي في "سننه الكبرٰى" رقم الحديث: 19922
اخرجه ابويعلي في "مسنده" رقم الحديث: 2224
اخرجه الطبراني في "معجمه الكبير" رقم الحديث: 7258
اخرجه عبد بن حكيم الكسي في "مسنده" رقم الحديث: 1009
اخرجه عبدالرزاق الصنعاني في "مصنفه" رقم الحديث: 9140

یہی سوال کیا تو آپ نے فرمایا: تمہاری مرضی ہے۔

**294**- حَدَّثَنَا مَخْلَدُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَاصِمٍ ح و حَدَّثَنَا عَبَّاسٌ الْعَنْبَرِیُّ الْمَعْنٰی حَدَّثَنَا رَوْحٌ عَنِ ابْنِ جُرَیْجٍ اَخْبَرَنِیْ یُوْسُفُ بْنُ الْحَکَمِ بْنِ اَبِیْ سُفْیَانَ اَنَّهٗ سَمِعَ حَفْصَ بْنَ عُمَرَ ابْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ وَعَمْرُو وَقَالَ عَبَّاسٌ ابْنُ حَنَّةَ اَخْبَرَاهُ عَنْ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ عَنْ رِجَالٍ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِهٰذَا الْخَبَرِ زَادَ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِیْ بَعَثَ مُحَمَّدًا بِالْحَقِّ لَوْ صَلَّیْتَ هٰهُنَا لَاَجْزَاَ عَنْكَ صَلٰوةً فِیْ بَیْتِ الْمَقْدِسِ قَالَ اَبُوْ دَاوٗدَ رَوَاهُ الْاَنْصَارِیُّ عَنِ ابْنِ جُرَیْجٍ فَقَالَ جَعْفَرُ بْنُ عُمَرَ وَقَالَ عَمْرُو بْنُ حَیَّةَ وَقَالَ اَخْبَرَاهُ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ وَعَنْ رِجَالٌ مَنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

✧✧ حضرت عمر بن عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چند صحابہ کرام رحمۃ اللہ علیہ رضی اللہ عنہم کے حوالے سے اس روایت کو نقل کیا ہے تاہم اس میں یہ الفاظ زائد ہیں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: اس ذات کی قسم! جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حق کے ہمراہ مبعوث کیا ہے اگر تم یہاں نماز ادا کرلو تو یہ تمہارے لیے بیت المقدس میں نماز ادا کرنے کی جگہ کافی ہوگا۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس روایت کو انصاری نے ابن جریج کے حوالے سے روایت کیا ہے وہ کہتے ہیں' جعفر بن عمر اور عمرو بن حیہ نے اس روایت کو حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کے حوالے سے اور چند دیگر صحابہ کرام رحمۃ اللہ علیہ رضی اللہ عنہم کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

## شرح:

(۱) عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم نے مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے لفظ آیت وما انفقتم من نفقة او نذرتم من نذر فان الله يعمله کے بارے میں روایت کیا کہ یعلمہ سے مراد ہے اللہ تعالیٰ اس کو شمار کرتا ہے۔

## حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور کثرت عطیہ کا واقعہ

(۲) عبدالرزاق اور بخاری نے ابن شہاب کے طریق سے عوف بن حرث بن طفیل رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ماں شریک بھتیجے تھے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے اس عطیہ کے بارے میں فرمایا جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عطا کیا تھا کہ اللہ قسم! حضرت عائشہ (اس سخاوت سے) باز آ جائیں یا میں ان پر پابندیاں لگادوں گا (یہ بات جب ان کو پہنچی) تو انہوں نے پوچھا کیا اس نے یہ بات کہی ہے؟ لوگوں نے کہا ہاں! تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا میں اللہ کے لیے نذر مانتی ہوں کہ ابن زبیر سے کبھی بھی بات نہیں کروں گی۔ ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے مہاجرین کے ذریعہ سفارش کرائی جب ان کا قطع تعلق لمبا ہوگیا اور فرمایا میں اس بات میں کبھی بھی کسی کی سفارش قبول نہیں کروں گی اور میں اپنی نذر کو نہیں توڑوں گی جو میں نے نذر کی قسم کھائی ہے۔ جب ابن زبیر رضی اللہ عنہ پر وقت زیادہ گذر گیا تو انہوں نے مسور

بن مخرمہ اور عبدالرحمن بن اسود بن عبدیغوث سے بات کی وہ دونوں بنوزہرہ میں سے تھے ان سے فرمایا میں تم کو اللہ کی قسم دیتا ہوں کہ تم دونوں مجھے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس داخل کر دو اس لیے کہ ان کے لیے مجھ سے قطع کلامی کی نذر ماننا حلال نہیں۔ مسور اور عبدالرحمن نے ان کو اپنی چادر میں چھپالیا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے (اندر جانے کی اجازت مانگی) انہوں نے فرمایا داخل ہو جاؤ پھر انہوں نے پوچھا کیا ہم سب داخل ہو جائیں؟ اے ام المؤمنین! فرمایا ہاں سب داخل ہو جاؤ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نہیں جانتی تھیں کہ ان کے ساتھ ابن زبیر رضی اللہ عنہ بھی ہیں جب دروازے کے اندر گئے تو ابن زبیر رضی اللہ عنہ پردہ کے اندر داخل ہو گئے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے لپٹ گئے اور ان کو قسم دینا اور رونا شروع کر دیا مسور اور عبدالرحمن رضی اللہ عنہ نے بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو قسمیں دینا شروع کیں کہ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے بات کرلیں اور ان سے (معذرت) قبول کرلیں اور دونوں حضرات کہتے رہے کہ آپ جانتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قطع تعلق سے منع فرمایا ہے کہ کسی آدمی کے لیے یہ حلال نہیں کہ اپنے بھائی کو تین دن سے زیادہ چھوڑ دے (یعنی اس سے قطع تعلق کرلے) جب انہوں نے بہت اصرار کیا اور نصیحت کی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے روتے ہوئے ان سے فرمایا کہ میں نے سخت نذر مانی ہوئی ہے وہ لوگ برابر ان کو نصیحت کرتے رہے یہاں تک کہ انہوں نے ابن زبیر رضی اللہ عنہ (اپنے بھانجے) سے بات کرلی اور اپنی نذر کے کفارہ کے طور پر چالیس غلاموں کو آزاد فرمایا ان غلامون کے آزاد کرنے کے بعد بھی وہ اس (نذر) کو یاد کر کے اتنا روتی تھیں کہ ان کا دوپٹہ آنسوؤں سے تر ہو جاتا تھا۔

(۳) ابن ابی حاتم نے عبداللہ بن جحیرہ اکبر رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ ایک آدمی آیا اور کہنے لگا میں نے اپنے بھائی سے نہ بولنے کی نذر مانی ہے تو انہوں نے فرمایا کہ شیطان کا ایک بچہ پیدا ہوا تھا جس کا نام اس نے نذر رکھا تھا اور جس شخص نے ان تعلقات کو ختم کرنے کی نذر مانی جس کو اللہ تعالیٰ نے جوڑنے کا حکم فرمایا ہے تو اس پر لعنت اترتی ہے۔

(۴) مالک، ابن ابی شیبہ، بخاری، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے اس بات کی نذر مان لی کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرے گا تو اس کو چاہیے کہ اطاعت کرے اور جس شخص نے اس بات کی نذر مان لی کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرے گا تو اس کو چاہیے نافرمانی نہ کرے۔

(۵) ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی نذر مانی اس کو چاہیے کہ اس کی اطاعت کرے اور جس شخص نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی نذر مان لی اس کو چاہیے کہ اس کی نافرمانی نہ کرے۔

(۶) ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا گناہ کی نذر نہیں ہے اور اس کا کفارہ قسم کا کفارہ ہے۔

## گناہ کی نذر پوری کرنا لازم نہیں

(۷) ابن ابی شیبہ، مسلم، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ نے عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انصار میں سے ایک

عورت قید کر لی گئی اور غضباء اونٹنی بھی پکڑی گئی وہ عورت اس اونٹنی کی پشت پر بیٹھ گئی پھر اس عورت نے اس کو ڈانٹا تو وہ چل پڑی اور اس نے یہ نذر مان لی کہ اگر اللہ تعالیٰ نے اس اونٹنی پر نجات دے دی تو میں اس کو ذبح کر دوں وہ جب مدینہ منورہ آئی تو لوگوں نے دیکھا اور کہنے لگے کہ یہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی غضباء ہے وہ عورت کہنے لگی میں نے تو نذر مان لی ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے اس کے ذریعہ نجات دی تو میں اس کو ذبح کروں گی ۔لوگ اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے آئے اور یہ بات ان کو بتائی تو آپ نے فرمایا سبحان اللہ! اس نے کتنی جزا دی ہے اس نے اللہ تعالیٰ کے لیے نذر مانی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اگر اس کے ذریعہ نجات دی تو وہ اس کو ذبح کرے گی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں نذر کو پورا نہیں کیا جائے گا اور نہ اس چیز میں نذر کو پورا کیا جائے گا جس کا انسان مالک نہیں۔

(۸) ابن ابی شیبہ، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ نے عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نذر کا کفارہ جب وہ نام نہ لے (متعین نہ کرے) تو قسم والا کفارہ ہے۔

(۹) بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ نے ثابت بن ضحاک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی بندہ پر اس نذر کا پورا کرنا لازم نہیں ہے جس کا وہ مالک نہ ہو۔

(۱۰) بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نذر (ماننے) سے منع فرمایا کہ نذر خیر کو نہیں لاتی اور بلاشبہ اس کے ذریعے بخیل سے مال نکالا جاتا ہے۔

(۱۱) مسلم، ترمذی، اور نسائی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نذر مت مانو کیونکہ نذر تقدیر کا ٹالنے کا فائدہ نہیں دیتی اور بلاشبہ (اس کے ذریعے) بخیل سے مال نکالا جاتا ہے۔

(۱۲) بخاری، مسلم، ابن ماجہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابن آدم کو نذر کوئی چیز نہیں پہنچاتی جو میں نے اس کی تقدیر میں نہیں لکھی بلکہ نذر کبھی اس تقدیر سے موافقت کر جاتی ہے جو میں نے اس کے لیے لکھی ہوتی ہے اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ بخیل سے (مال) نکالتے ہیں پس وہ مال خرچ کرتا ہے جو اس سے پہلے وہ خرچ کرنے کے لیے تیار نہ تھا۔

(۱۳) بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی اور نسائی نے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بوڑھے آدمی کو دیکھا جو اپنے بیٹوں کے درمیان (پیدل) چل رہا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا اس کو کیا ہوا (پیدل کیوں چل رہا ہے؟) صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ اس نے کعبہ تک پیدل چلنے جانے کی نذر مانی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بلاشبہ اللہ تعالیٰ کسی جان کو عذاب دینے سے بے پرواہ ہیں اور اس کو سوار ہونے کا حکم فرمایا۔

## بلا وجہ اپنے کو مشقت میں ڈالنا درست نہیں

(۱۴) مسلم اور ابن ماجہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بوڑھے کو اپنے بیٹوں پر سہارا لیتے ہوئے پیدل چلتے ہوئے دیکھا۔ آپ نے پوچھا اس کو کیا ہوا؟ اس کے بیٹوں نے کہا یا رسول اللہ! اس نے

(پیدل چلنے) کی نذر مانی تھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے بوڑھے سوار ہو جا اللہ تعالیٰ تجھ سے اور تیری نذر سے بھی بے پرواہ ہے۔

(۱۵) بخاری، مسلم، ابوداؤد، اور نسائی نے عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ میری بہن نے بیت اللہ کی طرف پیدل ننگے پاؤں جانے کی نذر مانی اس نے مجھ سے کہا کہ میں نے اس بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ اسے پیدل بھی چلنا چاہیے اور سوار ہو کر بھی۔

(۱۶) ابوداؤد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کی بہن نے نذر مانی کہ وہ پیدل حج کرے گی حالانکہ وہ اس کی طاقت نہیں رکھتی تھی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بلاشبہ اللہ تعالیٰ تیری بہن کے پیدل چلنے سے بے پرواہ ہے اس کو چاہئے کہ سوار ہو جائے اور چاہئے کہ ایک اونٹ ہدیہ دے۔

(۱۷) ابوداؤد اور حاکم (نے اس کو صحیح کہا) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک آدمی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر کہنے لگا یارسول اللہ! میری بہن نے نذر مانی ہے کہ وہ پیدل حج کرے گی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بلاشبہ اللہ تعالیٰ تیری بہن کو ذرا بھی مشقت میں نہیں ڈالنا چاہتے اس کو چاہئے کہ سوار ہو کر حج کرے اور اپنی قسم کا کفارہ ادا کرے۔

(۱۸) ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ نے عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی بہن کی نذر کے بارے میں پوچھا کہ وہ بغیر سر ڈھانکے اور ننگے پاؤں حج کرے گی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کو حکم کرو کہ وہ سر ڈھانکے اور سوار بھی ہو جائے اور تین دن کے روزے بھی رکھ لے۔

(۱۹) بخاری، ابوداؤد اور ابن ماجہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا اس درمیان میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ ارشاد فرما رہے تھے تو ایک آدمی دھوپ میں کھڑا تھا آپ نے اس کے بارے میں پوچھا تو لوگوں نے کہا یہ ابو اسرائیل ہے اس نے نذر مانی ہے کہ وہ کھڑا رہے گا، نہ بیٹھے گا، نہ سایہ میں جائے، نہ بات کرے گا، اور روزہ رکھے گا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کو حکم کرو کہ وہ بات کرے، سایہ میں بیٹھے اور اپنے روزہ کو پورا کرے۔

(۲۰) ابوداؤد اور ابن ماجہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے ایسی نذر مانی کہ اس کو متعین نہیں کیا تو اس کا کفارہ قسم کا کفارہ ہے اور جس شخص نے کسی گناہ کی نذر مانی اس کی وہ طاقت نہیں رکھتا تو اس کو کفارہ بھی قسم کا کفارہ ہے اور جس نے ایسی بات کی قسم کھائی کہ اس کو پورا کرنے کی طاقت رکھتا ہے تو اس کو چاہئے کہ نذر کو پورا کرے۔

(۲۱) نسائی نے عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا نذر دو قسم ہے جو نذر اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں سے ہو تو وہ اللہ کے لیے ہے اور اس کو پورا کرنا (لازم) ہے اور جو نذر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں سے ہو تو وہ شیطان کے لیے ہے اس کو پورا کرنا نہیں ہے اس کا کفارہ دے جو قسم کا کفارہ ہوتا ہے۔

(۲۲) ابن ابی شیبہ، نسائی اور حاکم نے عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو بھی

خطبہ دیا اس میں آپ نے ہم کو صدقہ کا حکم فرمایا اور مثلہ (یعنی قتل کرنے کے بعد اعضاء کاٹ دینا) کرنے سے منع فرمایا اور اس کی ناک کو کاٹ دینا بھی مثلہ کرنے میں سے ہے اور پیدل حج کرنے کی نذر سے منع فرمایا پس جس شخص نے پیدل حج کرنے کی نذر مانی تو اس کو چاہئے کہ ہدی کا جانور (کفارہ میں) ذبح کرے اور سوار ہو جائے۔

(۲۴) سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے ایک آدمی ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ میں نے نذر مانی ہے کہ قعیقعان پہاڑ پر رات تک ننگا کھڑا رہوں تو انہوں نے فرمایا شیطان نے یہ ارادہ کیا ہے کہ تیری شرمگاہ کو ننگا کر دے اور تجھ پر لوگوں کو ہنسائے اپنے کپڑے پہن لے اور حجر اسود کے پاس دو رکعت پڑھ۔

## نذر کی چار قسمیں ہیں

(۲۵) عبد الرزاق اور ابن ابی شیبہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نذر چار قسم پر ہیں جس شخص نے ایسی نذر مانی جس کو مستر دنہیں کیا تو اس کا کفارہ قسم کا کفارہ ہے اور جس نے کسی گناہ کی قسم کھائی تو اس کا کفارہ بھی قسم کا کفارہ ہے اور جس نے ایسی بات کی قسم کھائی جس کی وہ طاقت نہیں رکھتا تو اس کا کفارہ بھی قسم کا کفارہ ہے اور جس نے ایسی نذر مانی جس کو پورا کرنے کی طاقت رکھتا ہے تو اس کو چاہئے کہ اپنی نذر کو پورا کرے۔ لفظ آیت **واما قوله تعالىٰ وما للظلمين من انصار**۔

(۲۶) ابن ابی حاتم نے شریح رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ ظالم سزا کا منتظر ہوتا ہے اور مظلوم مدد کا منتظر ہوتا ہے۔

(۲۷) بخاری، مسلم اور ترمذی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ظلم قیامت کے دن اندھیروں کی صورت میں ہوگا۔

(۲۸) بخاری نے ادب میں، مسلم اور بیہقی نے شعب میں جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ظلم کرنے سے بچو کیونکہ ظلم قیامت کے دن اندھیروں کی صورت میں ہوگا اور کنجوسی سے بچو کیونکہ کنجوسی نے تم سے پہلے لوگوں کو ہلاک کر دیا اور ان کو ناحق خون بہانے پر آمادہ کیا اور ان کو حرام کردہ چیزوں کو حلال کرنے پر آمادہ کیا۔

(۲۹) بخاری نے ادب میں ابن حبان اور حاکم نے (اس کو صحیح کہا) بیہقی نے شعب میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ظلم کرنے سے بچو کیونکہ ظلم قیامت کے دن اندھیروں کی صورت میں ہوگا۔ اور بری باتوں سے بچو کیونکہ اللہ تعالیٰ برائی کرنے والے اور بدکلامی کرنے والے کو پسند نہیں فرماتے۔ اور کنجوسی سے بچو کیونکہ کنجوسی نے تم سے پہلے لوگوں کو ان کے ناحق خونوں کے بہانے پر آمادہ کیا اور حرام کردہ چیزوں کو حلال سمجھا اور قطع رحمی کی۔

(۳۰) حاکم اور بیہقی نے شعب میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ظلم کرنے سے بچو کیونکہ قیامت کے دن اندھیروں کی صورت میں ہوگا اور بدکاری اور بدکلامی کرنے بچو، اور کنجوسی سے بچو، کیونکہ تم سے پہلے لوگ کنجوسی سے ہلاک ہو گئے اسی کنجوسی نے ان کو قطع رحمی کا حکم دیا تو انہوں نے قطع رحمی کر لی اور ان کو بخل کا حکم دیا تو انہوں نے بخل کیا اور ان کو نافرمانی کا حکم دیا تو وہ نافرمانی کرنے لگے۔

خیانت سے بچنے کی تاکید

(۳۱) الطبرانی نے ہرماس بن زیاد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی اونٹنی پر خطبہ ارشاد فرماتے ہوئے دیکھا آپ نے فرمایا بچو تم خیانت سے کیونکہ وہ چھپی ہوئی بری خصلت ہے اور ظلم ہے اور ظلم سے بچو کیونکہ ظلم قیامت کے دن اندھیروں کی صورت میں ہوگا اور کنجوسی سے بچو کیونکہ کنجوسی نے تم سے پہلے لوگوں کو ہلاک کر دیا یہاں تک کہ انہوں نے اپنے خونوں کو بہایا اور قطع رحمی کی۔

(۳۲) اصبہانی نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے اسی کے مثل نقل کیا ہے۔

(۳۳) الطبرانی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ظلم نہ کرو ورنہ تم دعائیں کرو گے تو تمہاری دعائیں قبول نہ ہوں گی، بارش طلب کرو گے تو بارش نہ ہوگی، مدد طلب کرو گے تو تمہاری مدد نہ کی جائے گی۔

(۳۴) الطبرانی نے ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت میں دو قسم کے ایسے لوگ ہوں گے جن کو ہرگز میری شفاعت نہ پہنچے گی انتہائی ظالم (امام بہت ظلم کرنے والا اور بہت خیانت کرنے والا) (اور) دین سے نکل جانے والا۔

(۳۵) حاکم نے (اور اس کو صحیح کہا) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مظلوم کی بددعا سے ڈرو کیونکہ آسمان کی طرف اس طرح چڑھتی ہے گویا کہ وہ ایک شعلہ ہے۔

(۳۶) الطبرانی نے عقبہ بن جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین آدمیوں کی دعائیں قبول کی جاتی ہیں والد کی دعا (اولاد کے حق میں) مسافر کی دعا اور مظلوم کی دعا۔

(۳۷) احمد نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مظلوم کی دعا قبول کی جاتی ہے اگرچہ وہ گناہ گار ہو کیونکہ اس کے گناہ کا وبال اس کی اپنی جان پر ہے۔

(۳۸) الطبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دو دعائیں ایسی ہیں کہ ان کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کوئی پردہ نہیں مظلوم کی دعا اور کسی آدمی کی دعا اپنے بھائی کے لیے اس کی پیٹھ پیچھے۔

(۳۹) الطبرانی نے خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مظلوم کی بددعا سے ڈرو کیونکہ وہ بادلوں سے (اوپر) اٹھائی جاتی ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میری عزت اور میرے جلال کی قسم میں تیری ضرور مدد کروں گا اگرچہ کچھ دیر کے بعد ہو۔

(۴۰) احمد نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مظلوم کی بددعا سے ڈرو اگرچہ وہ کافر ہی کیوں نہ ہو اس لیے کہ کیونکہ اس کے سامنے حجاب نہیں۔

(۴۱) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میرا غصہ تیز ہو جاتا ہے اس شخص پر جو ایسے شخص پر ظلم کرتا ہے جو میرے علاوہ کسی دوسرے کو مدد کرنے والا نہیں پاتا۔

(۴۲) ابوالشیخ ابن حبان نے کتاب التوبیخ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں مجھے اپنی عزت اور اپنے جلال کی قسم! میں ظالم سے ضرور بدلہ لوں گا جلدی میں یا دیر میں اور میں ضرور بدلہ لوں گا اس شخص سے بھی جو مظلوم کی مدد کرنے پر قدرت رکھتا تھا مگر پھر بھی مدد نہ کی۔

(۴۳) الطبرانی نے عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب مخلوق کو پیدا فرمایا تو وہ سب اپنے سر اٹھائے اپنے قدموں پر برابر کھڑے ہوئے اور عرض کیا اے ہمارے رب! آپ کس کے ساتھ ہیں؟ تو رب تعالیٰ نے فرمایا میں مظلوم کے ساتھ ہوں تک کہ (ظالم) اس کی طرف اس کا حق ادا کردے۔

(۴۴) ابن مردویہ اور الطبرانی نے ترغیب میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ اپنے ملک میں لوگوں سے چھپ کر پھرنے لگا یہاں تک کہ وہ ایک آدمی کے پاس آیا جس کی ایک گائے تھی شام کے وقت وہ گائے آئی تو اس کو دوہا گیا اچانک اس کا دودھ تیس گایوں کے برابر تھا (یعنی بہت زیادہ دودھ تھا) بادشاہ کے دل میں یہ بات پیدا ہوئی کہ یہ گائے اس آدمی سے لے لوں گا جب صبح ہوئی تو وہ گائے اپنی چراگاہ کی طرف چلی گئی پھر شام کو آئی تو اس کو دوہا گیا تو اس کا دودھ آدھا نکلا یعنی پندرہ گایوں کے برابر۔ بادشاہ نے مالک کو بلایا اور کہا مجھے اپنی گائے کے بارے میں بتاؤ کیا آج یہ گائے کل والی چراگاہ کے علاوہ کسی دوسری چراگاہ پر گئی تھی آج اس نے کسی دوسرے گھاٹ سے پانی پیا ہے؟ مالک نے کہا اس گائے نے کل والی چراگاہ سے کسی دوسری چراگاہ پر نہیں چرا اور نہ ہی اس نے کسی دوسرے گھاٹ سے پانی پیا ہے؟ تو بادشاہ نے کہا پھر اس کا دودھ کیوں آدھا ہو گیا مالک نے کہا بادشاہ نے ارادہ کیا ہے کہ اس گائے کو لے لے۔ اس لیے اس کا دودھ کم ہو گیا کیونکہ جب بادشاہ ظلم کرے یا ظلم کا ارادہ کرے تو برکت چلی جاتی ہے بادشاہ نے کہا بادشاہ تجھے کیسے جان لے گا؟ مالک نے کہا بات اسی طرح ہے جو میں نے تجھ سے کہی ہے (اس بات پر بادشاہ نے دل میں اپنے رب سے یہ وعدہ کیا کہ وہ (کبھی) ظلم نہیں کرے گا اور نہ اس گائے کو لے گا اور نہ اس کا کبھی مالک ہے وہ گائے صبح کو چرنے چلی گئی (جب) شام کو آئی تو اس کو پھر دوہا گیا تو اس کا دودھ (پہلے کی طرح) تیس گایوں کی مقدار پر ہوا۔ بادشاہ نے اپنے دل میں کہا اور عبرت حاصل کی کہ بادشاہ جب ظلم کرے یا ظلم کا ارادہ کرے تو برکت چلی جاتی ہے یقیناً میں ضرور عدل کروں گا اور ضرور بہتر عدل کرنے والوں میں سے ہوں گا۔

(۴۵) الاصبہانی نے سعید بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے جس نے نیک کام کیا اس کو چاہئے کہ ثواب کی امید رکھے جس نے برا کام کیا پھر وہ سزا کو ناپسند نہ کرے جس نے بغیر حق کے عزت حاصل کی اللہ تعالیٰ اس کو حق کے ساتھ ذلت کا وارث بنائیں گے اور جس نے ظلم کے ساتھ مال جمع کیا اللہ تعالیٰ اس کو بغیر ظلم کے فقیر (یعنی محتاج یا تنگ دستی) کا وارث بنائیں گے۔

(۴۶) احمد نے زہد میں وھب بن منبہ سے روایت کیا کہ اللہ عزوجل نے فرمایا جس شخص نے فقراء کے مال کے ساتھ مالداروں کو طلب کیا میں اس کو فقیر بنا دوں گا اور ہر وہ گھر جو ضعیف لوگوں کی قوت سے بنے گا اس کا انجام خراب کر دوں گا۔

(تفسیر در منثور، سورہ بقرہ، بیروت)

# بَاب فِیْ قَضَاءِ النَّذْرِ عَنِ الْمَیِّتِ

## باب 20: میت کی طرف سے نذر پوری کرنا

**295**- حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِیُّ قَالَ قَرَاْتُ عَلٰی مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُبَیْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ سَعْدَ ابْنَ عُبَادَةَ اسْتَفْتٰی رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّ اُمِّی مَاتَتْ وَعَلَیْهَا نَذْرٌ لَمْ تَقْضِهِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اقْضِهِ عَنْهَا

✧✧ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا: میری والدہ انتقال کرگئی ہیں ان کے ذمے ایک نذر تھی جو انہوں نے پوری نہیں کی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان کی طرف سے تم پوری کردو۔

**296**- حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ اَخْبَرَنَا هُشَیْمٌ عَنْ اَبِیْ بِشْرٍ عَنْ سَعِیْدِ بْنِ جُبَیْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ امْرَاَةً رَكِبَتِ الْبَحْرَ فَنَذَرَتْ اِنْ نَجَّاهَا اللّٰهُ اَنْ تَصُوْمَ شَهْرًا فَنَجَّاهَا اللّٰهُ فَلَمْ تَصُمْ حَتّٰی مَاتَتْ فَجَائَتِ ابْنَتُهَا اَوْ اُخْتُهَا اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاَمَرَهَا اَنْ تَصُوْمَ عَنْهَا

✧✧ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' ایک خاتون سمندر پہ سوار ہوئیں انہوں نے یہ نذر مانی کہ اگر اللہ تعالیٰ انہیں نجات دے گا تو وہ ایک مہینے تک روزہ رکھیں گی اللہ تعالیٰ نے انہیں نجات دے دی تو انہوں نے روزے نہیں رکھے یہاں تک کہ ان کا انتقال ہوگیا' ان کی صاحبزادی یا ان کی بہن' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ہدایت کی' وہ ان کی طرف سے روزے رکھ لے۔

**297**- حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ یُوْنُسَ حَدَّثَنَا زُهَیْرٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَطَاءٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ بُرَیْدَةَ عَنْ اَبِیْهِ

حدیث 295:

اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث: 2610
اخرجه مسلم فی "صحیحه" رقم الحدیث: 1638
اخرجه الترمذی فی "جامعه" رقم الحدیث: 1546
اخرجه النسائی فی "سننه" رقم الحدیث: 3656
اخرجه ابن ماجه فی "سننه" رقم الحدیث: 2132
اخرجه الامام مالك فی "الموطا" رقم الحدیث: 1007
اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث: 1893
اخرجه ابن حبان فی "صحیحه" رقم الحدیث: 4393
اخرجه النسائی فی "سننه الکبریٰ" رقم الحدیث: 4759
اخرجه البیهقی فی "سننه الکبریٰ" رقم الحدیث: 12413
اخرجه ابویعلی فی "مسنده" رقم الحدیث: 2383
اخرجه الطبرانی فی "معجمه الاوسط" رقم الحدیث: 211
اخرجه الطبرانی فی "معجمه الکبیر" رقم الحدیث: 5364
اخرجه الطیالسی فی "مسنده" رقم الحدیث: 2717
اخرجه الحمیدی فی "مسنده" رقم الحدیث: 522
اخرجه عبدالرزاق الصنعانی فی "مصنفه" رقم الحدیث: 15899

حدیث 296:

اخرجه النسائی فی "سننه" رقم الحدیث: 3816
اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث: 1861
اخرجه النسائی فی "سننه الکبریٰ" رقم الحدیث: 4758
اخرجه البیهقی فی "سننه الکبریٰ" رقم الحدیث: 8018
اخرجه ابن خزیمه فی "صحیحه" رقم الحدیث: 2054

بُرَيْدَةَ اَنَّ امْرَاَةً اَتَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ كُنْتُ تَصَدَّقْتُ عَلٰى اُمِّىْ بِوَلِيْدَةٍ وَاِنَّهَا مَاتَتْ وَتَرَكَتْ تِلْكَ الْوَلِيْدَةَ قَالَ قَدْ وَجَبَ اَجْرُكِ وَرَجَعَتْ اِلَيْكِ فِى الْمِيْرَاثِ قَالَتْ وَاِنَّهَا مَاتَتْ وَعَلَيْهَا صَوْمُ شَهْرٍ فَذَكَرَ نَحْوَ حَدِيْثِ عَمْرٍو

✧✧ حضرت عبداللہ بن بریدہ رضی اللہ عنہ اپنے والد حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں' ایک خاتون نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اس نے عرض کی: میں نے اپنی والدہ کو ایک کنیز دے دی تھی والدہ کا انتقال ہو گیا انہوں نے وراثت میں وہی کنیز چھوڑی ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارا اجر لازم ہو گیا اور وہ میراث میں تمہارے پاس واپس آجائے گی۔ اس خاتون نے عرض کی: ان کا انتقال ہو گیا ہے ان کے ذمے ایک مہینے کے روزے تھے۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس کے بعد انہوں نے ''عمرو'' والی حدیث کی مانند روایت کا تذکرہ کیا ہے۔

## بَاب مَا يُؤْمَرُ بِهٖ مِنَ الْوَفَاءِ بِالنَّذْرِ

## باب 21: نذر کو پوری کرنے کے بارے میں جو حکم دیا گیا

**298**- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا الْحَارِثُ بْنُ عُبَيْدٍ اَبُوْ قُدَامَةَ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ الْاَخْنَسِ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ اَنَّ امْرَاَةً اَتَتِ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّىْ نَذَرْتُ اَنْ اَضْرِبَ عَلٰى رَاْسِكَ بِالدُّفِّ قَالَ اَوْفِىْ بِنَذْرِكِ قَالَتْ اِنِّىْ نَذَرْتُ اَنْ اَذْبَحَ بِمَكَانِ كَذَا وَكَذَا مَكَانٌ كَانَ يَذْبَحُ فِيْهِ اَهْلُ الْجَاهِلِيَّةِ قَالَ لِصَنَمٍ قَالَتْ لَا قَالَ لِوَثَنٍ قَالَتْ لَا قَالَ اَوْفِىْ بِنَذْرِكِ

✧✧ حضرت عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہ اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں' ایک خاتون نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت حاضر ہوئی اس نے عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے یہ نذر مانی تھی کہ میں آپ کے پاس دف بجاؤں گی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اپنی نذر پوری کرلو اس نے عرض کی: میں نے یہ نذر مانی تھی کہ میں فلاں جگہ قربانی کروں گی (راوی کہتے ہیں) یہ وہ جگہ تھی جہاں اہل جاہلیت قربانی کیا کرتے تھے' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: کیا تم نے بت کے نام پر کرنی ہے؟ اس نے عرض کی:

---

حدیث 297:

اخرجه مسلم فی "صحيحه" رقم الحديث: 1149 — اخرجه الترمذی فی "جامعه" رقم الحديث: 667

اخرجه ابن ماجه فی "سننه" رقم الحديث: 2394 — اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحديث: 23006

اخرجه النسائی فی "سننه الكبرىٰ" رقم الحديث: 6314 — اخرجه البيهقی فی "سننه الكبرىٰ" رقم الحديث: 7424

اخرجه الطبرانی فی "معجمه الكبير" رقم الحديث: 6494 — اخرجه ابن ابی شيبة فی "مصنفه" رقم الحديث: 12087

اخرجه عبدالرزاق الصنعانی فی "مصنفه" رقم الحديث: 16587

حديث 298:

اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحديث: 23061 — اخرجه ابن حبان فی "صحيحه" رقم الحديث: 4386

اخرجه البيهقی فی "سننه الكبرىٰ" رقم الحديث: 19888

نہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: دوسرے بت کے نام پر کرنی ہے اس نے عرض کی: نہیں آپ نے فرمایا: پھر تم اپنی نذر پوری کرلو۔

**299**- حَدَّثَنَا دَاوُدُ بْنُ رُشَيْدٍ حَدَّثَنَا شُعَيْبُ بْنُ اِسْحٰقَ عَنِ الْاَوْزَاعِيِّ عَنْ يَحْيَى بْنِ اَبِي كَثِيرٍ قَالَ حَدَّثَنِي اَبُوْ قِلَابَةَ قَالَ حَدَّثَنِي ثَابِتُ بْنُ الضَّحَّاكِ قَالَ نَذَرَ رَجُلٌ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَّنْحَرَ اِبِلًا بِبُوَانَةَ فَاَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنِّيْ نَذَرْتُ اَنْ اَنْحَرَ اِبِلًا بِبُوَانَةَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ كَانَ فِيْهَا وَثَنٌ مِّنْ اَوْثَانِ الْجَاهِلِيَّةِ يُعْبَدُ قَالُوْا لَا قَالَ هَلْ كَانَ فِيْهَا عِيْدٌ مِّنْ اَعْيَادِهِمْ قَالُوْا لَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوْفِ بِنَذْرِكَ فَاِنَّهُ لَا وَفَاءَ لِنَذْرٍ فِيْ مَعْصِيَةِ اللّٰهِ وَلَا فِيْمَا لَا يَمْلِكُ ابْنُ اٰدَمَ

✧✧ حضرت ثابت بن ضحاک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ کے زمانہ اقدس میں ایک شخص نے یہ نذر مانی کہ وہ ''بوانہ'' کے مقام پر اونٹ قربان کرے گا وہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی میں نے یہ نذر مانی ہے کہ میں ''بوانہ'' کے مقام پر اونٹ قربان کروں گا نبی اکرم ﷺ نے دریافت کیا: کیا وہاں زمانہ جاہلیت کا کوئی بت تھا؟ جس کی عبادت ہوتی تھی؟ اس نے عرض کی: نہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: کیا یہ کفار کی کوئی عید تھی؟ اس نے عرض کی: نہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: پھر تم اپنی نذر پوری کرلو کیونکہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے متعلق نذر کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی اور اس نذر کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی جو ایسی چیز کے بارے میں ہو جس کا انسان مالک نہیں ہے۔

## بَاب فِي النَّذْرِ فِيمَا لَا يَمْلِكُ

## باب 22: جو چیز آدمی کی ملکیت میں نہ ہو اس کے بارے میں نذر ماننا

**300**- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ عِيْسٰى قَالَا حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ اَبِي قِلَابَةَ عَنْ اَبِي الْمُهَلَّبِ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ كَانَتِ الْعَضْبَاءُ لِرَجُلٍ مِنْ بَنِيْ عُقَيْلٍ وَكَانَتْ مِنْ سَوَابِقِ الْحَاجِّ قَالَ فَاُسِرَ فَاَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِيْ وَثَاقٍ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى حِمَارٍ عَلَيْهِ قَطِيْفَةٌ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ عَلَامَ تَاْخُذُنِيْ وَتَاْخُذُ سَابِقَةَ الْحَاجِّ قَالَ نَاْخُذُكَ بِجَرِيْرَةِ حُلَفَائِكَ ثَقِيْفَ قَالَ وَكَانَ ثَقِيْفُ قَدْ اَسَرُوْا رَجُلَيْنِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَقَدْ قَالَ فِيْمَا قَالَ وَاَنَا مُسْلِمٌ اَوْ قَالَ وَقَدْ اَسْلَمْتُ فَلَمَّا

حدیث 299:

اخرجه ابن ماجه فی ''سننه'' رقم الحديث: 2130
اخرجه الامام احمد فی ''مسنده'' رقم الحديث: 27111
اخرجه البيهقی فی ''سننه الكبرٰی'' رقم الحديث: 19926
اخرجه الطبرانی فی ''معجمه الكبير'' رقم الحديث: 1341
اخرجه ابن ابی شيبة فی ''مصنفه'' رقم الحديث: 12438

حدیث 300:

اخرجه الدارمی فی ''سننه'' رقم الحديث: 2505
اخرجه الامام احمد فی ''مسنده'' رقم الحديث: 19876
اخرجه النسائی فی ''سننه الكبرٰی'' رقم الحديث: 8592
اخرجه البيهقی فی ''سننه الكبرٰی'' رقم الحديث: 18023
اخرجه الطبرانی فی ''معجمه الكبير'' رقم الحديث: 456
اخرجه الحميدی فی ''مسنده'' رقم الحديث: 829

مَضَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ فَهِمْتُ هٰذَا مِنْ مُحَمَّدِ بْنِ عِيْسٰى نَادَاهُ يَا مُحَمَّدُ يَا مُحَمَّدُ قَالَ وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَحِيمًا رَفِيقًا فَرَجَعَ اِلَيْهِ فَقَالَ مَا شَأْنُكَ قَالَ اِنِّيْ مُسْلِمٌ قَالَ لَوْ قُلْتَهَا وَاَنْتَ تَمْلِكُ اَمْرَكَ اَفْلَحْتَ كُلَّ الْفَلَاحِ قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ ثُمَّ رَجَعْتُ اِلٰى حَدِيْثِ سُلَيْمَانَ قَالَ يَا مُحَمَّدُ اِنِّيْ جَائِعٌ فَاَطْعِمْنِيْ اِنِّيْ ظَمْآنٌ فَاسْقِنِيْ قَالَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذِهِ حَاجَتُكَ اَوْ قَالَ هٰذِهِ حَاجَتُهُ فَفُوْدِيَ الرَّجُلُ بَعْدُ بِالرَّجُلَيْنِ قَالَ وَحَبَسَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعَضْبَاءَ لِرَحْلِهِ قَالَ فَاَغَارَ الْمُشْرِكُوْنَ عَلٰى سَرْحِ الْمَدِيْنَةِ فَذَهَبُوْا بِالْعَضْبَاءِ قَالَ فَلَمَّا ذَهَبُوْا بِهَا وَاَسَرُوْا امْرَاَةً مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ قَالَ فَكَانُوْا اِذَا كَانَ اللَّيْلُ يُرِيحُوْنَ اِبِلَهُمْ فِيْ اَفْنِيَتِهِمْ قَالَ فَنُوِّمُوْا لَيْلَةً وَّقَامَتِ الْمَرْاَةُ فَجَعَلَتْ لَا تَضَعُ يَدَهَا عَلٰى بَعِيْرٍ اِلَّا رَغَا حَتّٰى اَتَتْ عَلَى الْعَضْبَاءِ قَالَ فَاَتَتْ عَلٰى نَاقَةٍ ذَلُوْلٍ مُجَرَّسَةٍ قَالَ فَرَكِبَتْهَا ثُمَّ جَعَلَتْ لِلّٰهِ عَلَيْهَا اِنْ نَجَّاهَا اللّٰهُ لَتَنْحَرَنَّهَا قَالَ فَلَمَّا قَدِمَتِ الْمَدِيْنَةَ عُرِفَتِ النَّاقَةُ نَاقَةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاُخْبِرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِذٰلِكَ فَاَرْسَلَ اِلَيْهَا فَجِيْءَ بِهَا وَاُخْبِرَ بِنَذْرِهَا فَقَالَ بِئْسَ مَا جَزَيْتِيهَا اَوْ جَزَتْهَا اِنِ اللّٰهُ اَنْجَاهَا عَلَيْهَا لَتَنْحَرَنَّهَا لَا وَفَاءَ لِنَذْرٍ فِيْ مَعْصِيَةِ اللّٰهِ وَلَا فِيْمَا لَا يَمْلِكُ ابْنُ اٰدَمَ قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ وَالْمَرْاَةُ هٰذِهِ امْرَاَةُ اَبِيْ ذَرٍّ

✧✧ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: "عضباء" نامی اونٹنی بنوعقیل سے تعلق رکھنے والے ایک شخص کی ملکیت تھی یہ حاجیوں کے آگے جایا کرتی تھی اسے قید کرلیا گیا وہ شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا وہ بندھا ہوا تھا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت ایک گدھے پر سوار تھے جس پر چادر پڑی ہوئی تھی اس نے عرض کی: اے محمد! آپ نے مجھے اور حاجیوں کے آگے جانے والی اس اونٹنی کو کس جرم میں پکڑا ہے؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہم نے تمہارے حلیف ثقیف قبیلے کی زیادتی کی وجہ سے تمہیں پکڑا ہے' راوی بیان کرتے ہیں' ثقیف قبیلے کے افراد نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے دو آدمیوں کو قید کیا ہوا تھا اس نے اس بارے میں جو بھی بات کہنی تھی کہی اور پھر بولا میں مسلمان ہوں' یا شاید اس نے یہ کہا میں اسلام قبول کرتا ہوں' جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آگے گزر گئے۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہاں پر روایت کا یہ حصہ میں نے امام محمد بن عیسیٰ (ترمذی) رحمۃ اللہ علیہ کی زبانی سنا ہے' اس شخص نے بلند آواز میں کہا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! راوی بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بہت نرم اور مہربان تھے آپ واپس اس کے پاس آئے اور دریافت کیا: تمہارا کیا مسئلہ ہے؟ اس نے عرض کی: میں مسلمان ہوتا ہوں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تم یہ کہتے ہوتو تم اپنے معاملے کے مالک ہو (یعنی آزاد ہو) اور تم ہر طرح کی کامیابی حاصل کرلو گے۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں پھر میں سلیمان نامی راوی کی روایت کی طرف واپس آتا ہوں' اس نے کہا: اے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم! میں بھوکا ہوں مجھے کھانے کے لئے کچھ دیں میں پیاسا ہوں مجھے پینے کے لئے کچھ دیں راوی بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ تمہاری ضرورت کی چیزیں ہیں (یعنی تمہاری کھانے پینے کی چیزیں ہیں) پھر اس کے بعد ان دو آدمیوں کے عوض میں اس شخص کو فدیے کے طور پر دیا گیا۔

راوی بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے "عضباء" کو اپنی سواری کے لئے رکھ لیا۔

راوی بیان کرتے ہیں' ایک مرتبہ مشرکین نے مدینہ منورہ کے جانوروں پر ڈاکہ ڈالا اور ''عضباء'' کو بھی ساتھ لے گئے جب وہ ان جانوروں کو ساتھ لے کر جا رہے تھے تو انہوں نے ایک مسلمان خاتون کو بھی قیدی بنالیا۔

راوی بیان کرتے ہیں' جب رات کا وقت ہوا تو انہوں نے اپنے پڑاؤ کی جگہ پر اپنے اونٹوں کو آرام کے لئے چھوڑ دیا اور جب وہ لوگ رات کے وقت سو گئے تو وہ خاتون اٹھی وہ جس بھی اونٹ پہ ہاتھ رکھتی تھی وہ اونٹ آواز نکالتا تھا یہاں تک کہ وہ خاتون ''عضباء'' اونٹنی کے پاس آئی۔

راوی بیان کرتے ہیں۔ وہ خاتون اس اونٹنی پر سوار ہوئی پھر اس نے اس اونٹنی کے لئے اللہ تعالیٰ کے نام کی یہ نذر مانی کہ اگر اللہ تعالیٰ نے اسے نجات دے دی تو وہ اس اونٹنی کو قربان کر دے گی۔

راوی بیان کرتے ہیں' جب وہ خاتون مدینہ منورہ پہنچی تو نبی اکرم ﷺ کی اونٹنی کو پہچان لیا گیا' نبی اکرم ﷺ کو اس بارے میں اطلاع دی گئی' نبی اکرم ﷺ نے اس کے لئے پیغام بھیجا اس خاتون کو نبی اکرم ﷺ کے پاس لایا گیا نبی اکرم ﷺ کو اس کی نذر کے بارے میں بتایا گیا تو آپ نے فرمایا: اس اونٹنی کو بہت برا بدلہ ملا (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں) تم نے اسے بہت برا بدلہ دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس عورت کو اس اونٹنی کی وجہ سے اس لیے نجات دی ہے تاکہ وہ اسے قربان کر دے۔ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے متعلق نذر کو پورا نہیں کیا جاتا اور اس نذر کو بھی پورا نہیں جاتا جس کا آدمی مالک نہ ہو۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ خاتون حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کی اہلیہ تھی۔

## بَاب فِيمَنْ نَذَرَ اَنْ يَّتَصَدَّقَ بِمَالِهِ

## باب 23: جو شخص یہ نذر مانے کہ وہ اپنے مال کو صدقہ کر دے گا

**301**- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ وَابْنُ السَّرْحِ قَالَا حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ اَخْبَرَنِي يُونُسُ قَالَ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ فَاَخْبَرَنِي عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ كَعْبٍ وَكَانَ قَائِدَ كَعْبٍ مِنْ بَنِيهِ حِينَ عَمِيَ عَنْ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ اِنَّ مِنْ تَوْبَتِي اَنْ اَنْخَلِعَ مِنْ مَالِي صَدَقَةً اِلَى اللّٰهِ وَاِلٰى رَسُولِهِ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمْسِكْ عَلَيْكَ بَعْضَ مَالِكَ فَهُوَ خَيْرٌ لَكَ قَالَ فَقُلْتُ اِنِّي اُمْسِكُ سَهْمِيَ الَّذِي بِخَيْبَرَ

✧✧ حضرت عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن کعب بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' حضرت عبداللہ بن کعب رضی اللہ عنہ نے یہ بات بیان کی ہے یہ حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے وہ صاحبزادے ہیں جب حضرت کعب رضی اللہ عنہ نابینا ہو گئے تھے تو یہ انہیں ساتھ لے کر چلا کرتے تھے حضرت کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' میں نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! میری توبہ میں یہ بات بھی شامل ہے کہ میں اپنے مال کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی بارگاہ میں صدقے کے لئے پیش کرتا ہوں۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم اپنے بعض مال کو اپنے پاس رہنے دو یہ تمہارے لئے زیادہ بہتر ہوگا۔ وہ بیان کرتے ہیں' میں نے عرض کی: پھر میں ''خیبر'' میں موجود اپنا حصہ اپنے پاس رہنے دیتا ہوں۔

**302** - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا حَسَنُ بْنُ الرَّبِيعِ حَدَّثَنَا ابْنُ اِدْرِيسَ قَالَ قَالَ ابْنُ اِسْحٰقَ حَدَّثَنِي الزُّهْرِيُّ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ كَعْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ فِيْ قِصَّتِهٖ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ مِنْ تَوْبَتِيْ اِلَى اللّٰهِ اَنْ اَخْرُجَ مِنْ مَالِيْ كُلِّهٖ اِلَى اللّٰهِ وَاِلٰى رَسُوْلِهٖ صَدَقَةً قَالَ لَا قُلْتُ فَنِصْفُهٗ قَالَ لَا قُلْتُ فَثُلُثُهٗ قَالَ نَعَمْ قُلْتُ فَاِنِّيْ سَاُمْسِكُ سَهْمِيْ مِنْ خَيْبَرَ

عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن کعب اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا کا' ان کے قصے کے بارے میں بیان نقل کرتے ہیں' میں نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! میری توبہ میں یہ بات بھی شامل ہے کہ میں اپنا تمام مال اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی بارگاہ میں صدقے کے طور پر پیش کرتا ہوں۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: نہیں! میں نے عرض کی: نصف کردیتا ہوں؟ آپ نے فرمایا: نہیں! میں نے عرض کی: ایک تہائی کردیتا ہوں؟ آپ نے فرمایا: ہاں ٹھیک ہے۔ میں نے عرض کی تو پھر میں ''خیبر'' میں موجود اپنا حصہ اپنے پاس رہنے دیتا ہوں۔

## بَاب مَنْ نَذَرَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ ثُمَّ اَدْرَكَ الْاِسْلَامَ

## باب 24: جس شخص نے زمانۂ جاہلیت میں نذر مانی اور پھر اس نے اسلام قبول کرلیا

**303** - اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنِيْ نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُم اَنَّهٗ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ نَذَرْتُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ اَنْ اَعْتَكِفَ فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ لَيْلَةً فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوْفِ بِنَذْرِكَ

✧✧ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! میں نے زمانۂ جاہلیت میں یہ نذر مانی تھی کہ میں مسجد حرام میں ایک رات اعتکاف کروں گا؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم اپنی نذر کو پورا کرلو۔

## بَاب مَنْ نَذَرَ نَذْرًا لَّمْ يُسَمِّهٖ

## باب 25: جو شخص کوئی نذر مانے لیکن اسے متعین نہ کرے

---

حدیث 303:

اخرجه البخاری فی "صحيحه" رقم الحديث: 1927
اخرجه مسلم فی "صحيحه" رقم الحديث: 1656
اخرجه ابوداؤد فی "سننه" رقم الحديث: 2474
اخرجه الترمذی فی "جامعه" رقم الحديث: 1539
اخرجه النسائی فی "سننه" رقم الحديث: 3821
اخرجه ابن ماجه فی "سننه" رقم الحديث: 1772
اخرجه الامام مالك فی "المؤطا" رقم الحديث: 1022
اخرجه الدارمی فی "سننه" رقم الحديث: 2333
اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحديث: 4705
اخرجه ابن حبان فی "صحيحه" رقم الحديث: 4379
اخرجه ابن خزيمه فی "صحيحه" رقم الحديث: 2228
اخرجه النسائی فی "سننه الكبرٰی" رقم الحديث: 3349
اخرجه البيهقی فی "سننه الكبرٰی" رقم الحديث: 8369
اخرجه ابويعلی فی "مسنده" رقم الحديث: 254
اخرجه الطيالسی فی "مسنده" رقم الحديث: 69
اخرجه الحميدی فی "مسنده" رقم الحديث: 691
اخرجه عبد بن حكيم الكسی فی "مسنده" رقم الحديث: 40
اخرجه عبدالرزاق الصنعانی فی "مصنفه" رقم الحديث: 8030

**304**- حَدَّثَنَا هَارُوْنُ بْنُ عَبَّادٍ الْاَزْدِيُّ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرٍ يَعْنِيْ ابْنَ عَيَّاشٍ عَنْ مُحَمَّدٍ مَوْلَى الْمُغِيْرَةِ قَالَ حَدَّثَنِيْ كَعْبُ بْنُ عَلْقَمَةَ عَنْ اَبِي الْخَيْرِ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَفَّارَةُ النَّذْرِ كَفَّارَةُ الْيَمِيْنِ

قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ وَرَوَاهُ عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ عَنْ كَعْبِ بْنِ عَلْقَمَةَ عَنِ ابْنِ شِمَاسَةَ عَنْ عُقْبَةَ

✧✧ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: نذر کا کفارہ (وہی ہے جو) قسم کا کفارہ ہے۔

امام ابوداؤد فرماتے ہیں: عمرو بن حارث نے اسے کعب بن علقمہ کے حوالے سے' ابن شماسہ کے حوالے سے' حضرت عقبہ سے نقل کیا ہے۔

**305**-حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَوْفٍ اَنَّ سَعِيْدَ بْنَ الْحَكَمِ حَدَّثَهُمْ اَخْبَرَنَا يَحْيَى يَعْنِيْ ابْنَ اَيُّوْبَ حَدَّثَنِيْ كَعْبُ بْنُ عَلْقَمَةَ اَنَّهُ سَمِعَ ابْنَ شِمَاسَةَ عَنْ اَبِي الْخَيْرِ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ

✧✧ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے اسی کی مانند حدیث نقل کی ہے۔

## بَابُ لَغْوِ الْيَمِيْنِ

## باب 26: لغو قسم کا بیان

**306**- حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ مَسْعَدَةَ السَّامِيُّ حَدَّثَنَا حَسَّانُ يَعْنِيْ ابْنَ اِبْرَاهِيْمَ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ يَعْنِي الصَّائِغَ عَنْ عَطَاءٍ فِي اللَّغْوِ فِي الْيَمِيْنِ قَالَ قَالَتْ عَائِشَةُ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ هُوَ كَلَامُ الرَّجُلِ فِيْ بَيْتِهِ كَلَّا وَاللّٰهِ وَبَلٰى وَاللّٰهِ قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ كَانَ اِبْرَاهِيْمُ الصَّائِغُ رَجُلًا صَالِحًا قَتَلَهُ اَبُوْ مُسْلِمٍ بِعَرَنْدَسَ قَالَ وَكَانَ اِذَا رَفَعَ الْمِطْرَقَةَ فَسَمِعَ النِّدَاءَ سَيَّبَهَا قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ رَوٰى هٰذَا الْحَدِيْثَ دَاوُدُ بْنُ اَبِي الْفُرَاتِ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ الصَّائِغِ مَوْقُوْفًا عَلٰى عَائِشَةَ وَكَذٰلِكَ رَوَاهُ الزُّهْرِيُّ وَعَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ اَبِيْ سُلَيْمَانَ وَمَالِكُ بْنُ مِغْوَلٍ وَكُلُّهُمْ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ عَائِشَةَ مَوْقُوْفًا

عطاء کے حوالے سے لغو قسم کے بارے میں یہ بات منقول ہے' وہ بیان کرتے ہیں' سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ بات بیان کی ہے: اس سے مراد آدمی کا اپنے گھر میں کلام ہے یعنی اللہ کی قسم! ایسا نہیں ہے' اللہ کی قسم! ایسا ہی ہے۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ابراہیم صائغ نامی راوی کو ابو مسلم نے ''فرندس'' (کے مقام پر) قتل کر دیا تھا۔ وہ فرماتے ہیں: ان صاحب نے ہتھوڑی اٹھائی ہوتی تھی جیسے ہی اذان کی آواز سنتے تھے۔ فوراً ہتھوڑی کو رکھ دیتے تھے۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اسی روایت کو داؤد بن ابوالفرات نے ابراہیم صائغ کے حوالے سے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر ''موقوف'' روایت کے طور پر نقل کیا ہے۔

اس روایت کو زہری' عبدالملک بن ابی سلمہ اور مالک بن مغول' ان سب نے' عطاء کے حوالے' سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا تک ''موقوف'' روایت کے طور پر نقل کیا ہے۔

## بَاب فِيمَنْ حَلَفَ عَلٰى طَعَامٍ لَا يَاكُلُهُ

## باب 27: جو شخص کسی کھانے کے بارے میں قسم اٹھائے کہ وہ اسے نہیں کھائے گا

**307**- حَدَّثَنَا مُؤَمَّلُ بْنُ هِشَامٍ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ عَنِ الْجُرَيْرِيِّ عَنْ اَبِيْ عُثْمَانَ اَوْ عَنْ اَبِي السَّلِيلِ عَنْهُ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ اَبِيْ بَكْرٍ قَالَ نَزَلَ بِنَا اَضْيَافٌ لَنَا قَالَ وَكَانَ اَبُوْ بَكْرٍ يَتَحَدَّثُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاللَّيْلِ فَقَالَ لَا اَرْجِعَنَّ اِلَيْكَ حَتّٰى تَفْرُغَ مِنْ ضِيَافَةِ هٰؤُلَاءِ وَمِنْ قِرَاهُمْ فَاَتَاهُمْ بِقِرَاهُمْ فَقَالُوْا لَا نَطْعَمُهُ حَتّٰى يَاتِيَ اَبُوْ بَكْرٍ فَجَاءَ فَقَالَ مَا فَعَلَ اَضْيَافُكُمْ اَفَرَغْتُمْ مِنْ قِرَاهُمْ قَالُوْا لَا قُلْتُ قَدْ اَتَيْتُهُمْ بِقِرَاهُمْ فَاَبَوْا وَقَالُوْا وَاللّٰهِ لَا نَطْعَمُهُ حَتّٰى يَجِيءَ فَقَالُوْا صَدَقَ قَدْ اَتَانَا بِهٖ فَاَبَيْنَا حَتّٰى تَجِيءَ قَالَ فَمَا مَنَعَكُمْ قَالُوْا مَكَانَكَ قَالَ وَاللّٰهِ لَا اَطْعَمُهُ اللَّيْلَةَ قَالَ فَقَالُوْا وَنَحْنُ وَاللّٰهِ لَا نَطْعَمُهُ حَتّٰى تَطْعَمَهُ قَالَ مَا رَاَيْتُ فِي الشَّرِّ كَاللَّيْلَةِ قَطُّ قَالَ قَرِّبُوْا طَعَامَكُمْ قَالَ فَقَرَّبَ طَعَامَهُمْ فَقَالَ بِسْمِ اللّٰهِ فَطَعِمَ وَطَعِمُوْا فَاُخْبِرْتُ اَنَّهُ اَصْبَحَ فَغَدَا عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرَهُ بِالَّذِيْ صَنَعَ وَصَنَعُوْا قَالَ بَلْ اَنْتَ اَبَرُّهُمْ وَاَصْدَقُهُمْ

✧✧ حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' ایک مرتبہ ہمارے ہاں کچھ مہمان آ گئے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رات گئے تک بات چیت کرتے رہے۔ انہوں نے یہ کہہ دیا تھا کہ جب میں تمہارے پاس واپس آؤں تو تم اپنے ان مہمانوں سے فارغ ہو چکے ہو اور کھانا کھلا چکے ہو' حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکر رضی اللہ عنہ ان کے پاس کھانا لے کر آئے تو مہمانوں نے کہا: کہ ہم اس وقت تک نہیں کھائیں گے جب تک حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نہیں آ جاتے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے انہوں نے دریافت کیا: تمہارے مہمانوں کا کیا حال ہے کیا تم نے انہیں کھانا کھلا دیا ہے؟ تو گھر والوں نے بتایا نہیں! عبدالرحمٰن بن ابوبکر کہتے ہیں میں نے کہا: میں ان کے پاس کھانا لے کر گیا تھا لیکن انہوں نے انکار کر دیا انہوں نے کہا: اللہ کی قسم! ہم اس وقت تک کھانا نہیں کھائیں گے جب تک حضرت ابوبکر آ نہیں جاتے مہمانوں نے بتایا: یہ ٹھیک کہہ رہا ہے یہ ہمارے پاس کھانا لے کر آیا تھا لیکن ہم نے انکار کر دیا کہ جب تک آپ نہیں آ جاتے۔ (ہم کھانا نہیں کھائیں گے) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا: آپ لوگوں نے کیوں نہیں کھایا انہوں نے جواب دیا: آپ کی وجہ سے' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کی قسم! آج رات میں کھانا نہیں کھاؤں گا مہمانوں نے کہا اللہ کی قسم! ہم بھی کھانا نہیں کھائیں گے۔ اس وقت تک جب تک آپ نہیں کھائیں گے' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے آج جتنی بری رات کبھی نہیں دیکھی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ان کا کھانا ابھی لے کر آؤ حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ان

حدیث 307:

اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث: 3388 — اخرجه مسلم فی "صحیحه" رقم الحدیث: 176

اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث: 1712

کا کھانا سامنے رکھا گیا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بسم اللہ پڑھی پھر انہوں نے کھانا کھایا تو مہمانوں نے بھی کھانا کھالیا۔

مجھے یہ بتایا گیا کہ اگلے دن وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کو اس بارے میں بتایا جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا تھا اور جو مہمانوں نے کہا تھا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم ان میں سے سب سے زیادہ نیک اور سب سے زیادہ سچے ہو۔

**308**- حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا سَالِمُ بْنُ نُوحٍ وَعَبْدُ الْاَعْلٰى عَنِ الْجُرَيْرِيِّ عَنْ اَبِىْ عُثْمَانَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِىْ بَكْرٍ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ نَحْوَهُ زَادَ عَنْ سَالِمٍ فِىْ حَدِيْثِهٖ قَالَ وَلَمْ يَبْلُغْنِىْ كَفَّارَةٌ

◇◇ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے' تاہم ایک روایت میں یہ الفاظ زائد ہیں۔ سالم کہتے ہیں: مجھے یہ اطلاع نہیں ملی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کفارہ کے لئے کہا ہے۔

## بَابُ الْيَمِيْنِ فِىْ قَطِيْعَةِ الرَّحِمِ

## باب 28: رشتے داری کے حقوق پامال کرنے کے بارے میں قسم اٹھانا

**309**- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمِنْهَالِ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا حَبِيْبٌ الْمُعَلِّمُ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ اَنَّ اَخَوَيْنِ مِنَ الْاَنْصَارِ كَانَ بَيْنَهُمَا مِيْرَاثٌ فَسَاَلَ اَحَدُهُمَا صَاحِبَهُ الْقِسْمَةَ فَقَالَ اِنْ عُدْتَ تَسْاَلُنِىْ عَنِ الْقِسْمَةِ فَكُلُّ مَالٍ لِّىْ فِىْ رِتَاجِ الْكَعْبَةِ فَقَالَ لَهُ عُمَرُ اِنَّ الْكَعْبَةَ غَنِيَّةٌ عَنْ مَالِكَ كَفِّرْ عَنْ يَمِيْنِكَ وَكَلِّمْ اَخَاكَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا يَمِيْنَ عَلَيْكَ وَلَا نَذْرَ فِىْ مَعْصِيَةِ الرَّبِّ وَفِىْ قَطِيْعَةِ الرَّحِمِ وَفِيْمَا لَا تَمْلِكُ

◇◇ سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' انصار سے تعلق رکھنے والے دو بھائیوں کے درمیان وراثت کا معاملہ تھا ان میں سے ایک نے دوسرے سے تقسیم کے لئے کہا تو اس نے کہا: اگر تم نے دوبارہ مجھے تقسیم کے لئے کہا تو میرا تمام مال خانہ کعبہ کے خزانے میں جمع ہو جائے گا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا: خانہ کعبہ تمہارے مال سے بے نیاز ہے تم اپنی قسم کا کفارہ دو اور اپنے بھائی سے بات کرو میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کے معاملے میں تم پر کوئی قسم لازم نہیں ہوگی اور کوئی نذر لازم نہیں ہوگی اور رشتے داری کے حقوق پامال کرنے کے معاملے میں بھی نہیں ہوگی اور اس چیز میں بھی نہیں ہوگی جس کے تم مالک نہیں ہو۔

## بَابُ الْاِسْتِثْنَاءِ فِى الْيَمِيْنِ بَعْدَ السُّكُوْتِ

## باب 29: قسم میں سکوت کے بعد استثناء کرنا

**310**- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا شَرِيْكٌ عَنْ سِمَاكٍ عَنْ عِكْرِمَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

حدیث 309:

اخرجه ابن حبان فی "صحیحه" رقم الحدیث: 4355 اخرجه الحاکم فی "المستدرک" رقم الحدیث: 8723

وَسَلَّمَ قَالَ وَاللّٰهِ لَاَغْزُوَنَّ قُرَيْشًا وَّاللّٰهِ لَاَغْزُوَنَّ قُرَيْشًا وَّاللّٰهِ لَاَغْزُوَنَّ قُرَيْشًا ثُمَّ قَالَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ قَالَ اَبُوْ دَاوٗدَ وَقَدْ اَسْنَدَ هٰذَا الْحَدِيْثَ غَيْرُ وَاحِدٍ عَنْ شَرِيْكٍ عَنْ سِمَاكٍ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ

✧✧ حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی قسم! میں قریش سے ضرور جنگ کروں گا اللہ کی قسم! میں قریش سے ضرور جنگ کروں گا۔ اللہ کی قسم! میں قریش سے ضرور جنگ کروں گا۔ پھر آپ نے ''انشاءاللہ'' کہہ دیا۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس روایت کو کئی راویوں نے شریک کے حوالے سے سماک کے حوالے سے عکرمہ کے حوالے سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔

**311**- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ اَخْبَرَنَا ابْنُ بِشْرٍ عَنْ مِسْعَرٍ عَنْ سِمَاكٍ عَنْ عِكْرِمَةَ يَرْفَعُهُ قَالَ وَاللّٰهِ لَاَغْزُوَنَّ قُرَيْشًا ثُمَّ قَالَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ ثُمَّ قَالَ وَاللّٰهِ لَاَغْزُوَنَّ قُرَيْشًا اِنْ شَآءَ اللّٰهُ ثُمَّ قَالَ وَاللّٰهِ لَاَغْزُوَنَّ قُرَيْشًا ثُمَّ سَكَتَ ثُمَّ قَالَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ قَالَ اَبُوْ دَاوٗدَ زَادَ فِيْهِ الْوَلِيْدُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنْ شَرِيْكٍ قَالَ ثُمَّ لَمْ يَغْزُهُمْ

✧✧ حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ مرفوع روایت کے طور پر اس کو نقل کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی قسم! میں قریش سے ضرور جنگ کروں گا پھر آپ نے فرمایا: ''انشاءاللہ'' پھر آپ نے فرمایا: میں قریش سے ضرور جنگ کروں گا اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا پھر آپ نے فرمایا: اللہ کی قسم! میں قریش سے ضرور جنگ کروں گا پھر آپ خاموش رہے پھر آپ نے ''انشاءاللہ'' کہا۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ولید بن مسلم نامی راوی نے شریک کے حوالے سے اس میں یہ الفاظ زائد نقل کیے ہیں: پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کے ساتھ جنگ نہیں کی۔

**312**- حَدَّثَنَا الْمُنْذِرُ بْنُ الْوَلِيْدِ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ بَكْرٍ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ الْاَخْنَسِ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا نَذْرَ وَلَا يَمِيْنَ فِيْمَا لَا يَمْلِكُ ابْنُ اٰدَمَ وَلَا فِيْ مَعْصِيَةِ اللّٰهِ وَلَا فِيْ قَطِيْعَةِ رَحِمٍ وَمَنْ حَلَفَ عَلٰى يَمِيْنٍ فَرَاٰى غَيْرَهَا خَيْرًا مِنْهَا فَلْيَدَعْهَا وَلْيَاْتِ الَّذِيْ هُوَ خَيْرٌ فَاِنَّ تَرْكَهَا كَفَّارَتُهَا

✧✧ حضرت عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہ اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد

حدیث 310:

اخرجه مسلم فی "صحیحه" رقم الحدیث: 3286
اخرجه ابن حبان فی "صحیحه" رقم الحدیث: 34343
اخرجه البیهقی فی "سننه الکبریٰ" رقم الحدیث: 19712
اخرجه ابویعلی فی "مسنده" رقم الحدیث: 2674
اخرجه الطبرانی فی "معجمه الاوسط" رقم الحدیث: 1004
اخرجه الطبرانی فی "معجمه الکبیر" رقم الحدیث: 11742

حدیث 312:

اخرجه ابویعلی فی "مسنده" رقم الحدیث: 3792
اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث: 6990
اخرجه ابن حبان فی "صحیحه" رقم الحدیث: 4392
اخرجه النسائی فی "سننه الکبریٰ" رقم الحدیث: 4734
اخرجه البیهقی فی "سننه الکبریٰ" رقم الحدیث: 19644
اخرجه الطبرانی فی "معجمه الاوسط" رقم الحدیث: 1137
اخرجه الطبرانی فی "معجمه الکبیر" رقم الحدیث: 413
اخرجه الحاکم فی "المستدرک" رقم الحدیث: 2820

فرمایا ہے: جس چیز کا آدمی مالک نہ ہو اور جو چیز اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے متعلق ہو اور جو رشتے داری کے حقوق کو پامال کرنے سے متعلق ہو اس میں نذر یا قسم کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی اور جو شخص کوئی قسم اٹھائے اور پھر اس کے برعکس معاملے کو زیادہ بہتر سمجھے تو اسے (یعنی قسم کو) چھوڑ دے اور وہ کام کرے جو زیادہ بہتر ہو کیونکہ اسے چھوڑ دینا ہی اس کا کفارہ ہے۔

## بَاب مَنْ نَذَرَ نَذْرًا لَا يُطِيقُهُ

## باب 30: جو شخص ایسی نذر مانے جس کی وہ طاقت نہ رکھتا ہو

**313**- حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ مُسَافِرٍ التِّنِّيسِيُّ عَنِ ابْنِ اَبِي فُدَيْكٍ قَالَ حَدَّثَنِي طَلْحَةُ بْنُ يَحْيَى الْاَنْصَارِيُّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَعِيدِ بْنِ اَبِي هِنْدٍ عَنْ بُكَيْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْاَشَجِّ عَنْ كُرَيْبٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ نَذَرَ نَذْرًا لَمْ يُسَمِّهِ فَكَفَّارَتُهُ كَفَّارَةُ يَمِينٍ وَمَنْ نَذَرَ نَذْرًا فِي مَعْصِيَةٍ فَكَفَّارَتُهُ كَفَّارَةُ يَمِينٍ وَمَنْ نَذَرَ نَذْرًا لَا يُطِيقُهُ فَكَفَّارَتُهُ كَفَّارَةُ يَمِينٍ وَمَنْ نَذَرَ نَذْرًا اَطَاقَهُ فَلْيَفِ بِهِ قَالَ اَبُو دَاوُدَ رَوَى هٰذَا الْحَدِيثَ وَكِيعٌ وَّغَيْرُهُ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَعِيدِ بْنِ اَبِي الْهِنْدِ اَوْقَفُوهُ عَلَى ابْنِ عَبَّاسٍ

✧✧ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: جو شخص کوئی ایسی نذر مانے جسے اس نے متعین نہ کیا ہو تو اس کا کفارہ وہی ہوگا جو قسم کا کفارہ ہوتا ہے اور جو شخص کوئی ایسی نذر مانے جو گناہ سے متعلق ہو تو اس کا کفارہ وہی ہوگا جو قسم کا کفارہ ہوتا ہے اور جو شخص کوئی ایسی نذر مانے جس کی وہ طاقت نہ رکھتا ہو تو اس کا کفارہ وہی ہوگا۔ جو قسم کا کفارہ ہوتا ہے اور جو شخص کوئی ایسی نذر مانے جس کی وہ طاقت رکھتا ہو اسے چاہیے کہ وہ اس نذر کو پورا کرلے۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس حدیث کو وکیع اور نے دیگر راویوں نے 'عبداللہ بن سعید بن ابوالہند کے حوالے سے روایت کیا ہے اور انہوں نے اسے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما تک ''موقوف'' رکھا ہے۔

### شرح:

اور جس نے اپنے اوپر پیدل حج کرنا لازم کرلیا تو وہ طواف زیارت پورا کرنے تک سوار نہ ہو۔ جبکہ مبسوط میں ہے کہ اس کو پیدل چلنے اور سوار ہونے میں اختیار ہے اور وجوب کی طرف یہی اشارہ ہے اور یہی اصل ہے۔ کیونکہ صفت کمال کے ساتھ اس نے قربت کا لزوم کیا ہے۔ لہٰذا وہ اسی صفت کے ساتھ لازم ہوگی۔ جس طرح کسی شخص نے مسلسل روزے رکھنے کی نیت کرلی ہو۔ جبکہ حج کے افعال طواف زیارت پر اپنی انتہاء کو پہنچ جاتے ہیں۔ لہٰذا وہ پیدل چلے حتیٰ کہ طواف زیارت کرلے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ پیدل چلنے کی ابتداء احرام سے کرے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ پیدل چلنے کی ابتداء گھر سے کرے۔ اس لئے ظاہر اسی طرح ہے۔ کیونکہ اس کی مراد اسی طرح تھی۔

حدیث 313:

اخرجہ ابن ماجہ فی "سننہ" رقم الحدیث: 2127 اخرجہ البیہقی فی "سننہ الکبریٰ" رقم الحدیث: 19697

اخرجہ الطبرانی فی "معجمہ الکبیر" رقم الحدیث: 12169

اگر وہ سوار ہوا تو دم دے گا۔ کیونکہ نذر میں دخول نقصان ہوا ہے۔ مشائخ فقہاء نے کہا ہے کہ مسافت دور ہونے کی صورت میں سوار ہو جائے گا کیونکہ پیدل چلنا مشکل ہے اور اگر مسافت قریب ہے اور وہ شخص پیدل چلنے والوں میں سے ہو اور پیدل چلنا مشکل بھی نہ ہو تو پھر سوار نہیں ہونا چاہیے۔ (ہدایہ، کتاب الحج)

## پیدل حج کرنے والے کیلئے جب مشقت ہو تو اباحت سواری

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بوڑھے شخص کو دیکھا جو اپنے دو بیٹوں کا سہارا لئے چل رہا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا ان صاحب کا کیا حال ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ انہوں نے کعبہ کو پیدل چلنے کی منت مانی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس سے بے نیاز ہے کہ یہ اپنے کو تکلیف میں ڈالیں پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں سوار ہونے کا حکم دیا۔ (صحیح بخاری، کتاب العمرہ)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لیے سوار ہونے کا حکم دیا کہ اس کو پیدل چلنے کی طاقت نہ تھی۔ عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا میری بہن نے منت مانی تھی کہ بیت اللہ تک وہ پیدل جائیں گی، پھر انہوں نے مجھ سے کہا کہ تم اس کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی پوچھ لو چنانچہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ پیدل چلیں اور سوار بھی ہو جائیں۔ (صحیح بخاری، کتاب العمرہ)

حضرت عقبہ بن عامر سے روایت ہے کہ انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی بہن کے متعلق دریافت کیا جنھوں نے یہ نذر مانی تھی کہ وہ ننگے سر ننگے پاؤں پیدل حج کا سفر کریں گی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان کو یہ حکم کرو کہ وہ اپنا سر ڈھانپیں اور سوار ہوں اور تین روزے رکھ لیں۔

عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نذر ماننے کی ممانعت شروع کی تو فرمایا نذر ماننے سے (تقدیر کی) کوئی چیز بدلی نہیں جاسکتی ہاں یہ فائدہ ضرور ہے کہ اس بہانے بخیل کا مال صرف ہو جاتا ہے۔

حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اللہ کی اطاعت کی نذر کرے تو اس کو چاہئے کہ اطاعت کرے اور جو شخص گناہ کی نذر مانے تو وہ گناہ نہ کرے۔

حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا گناہ میں نذر کا پورا کرنا جائز نہیں اور اس کا کفارہ وہی ہے جو قسم کا ہے۔ ابوداؤد فرماتے ہیں: کہ میں نے احمد بن شبویہ سے سنا وہ کہتے تھے کہ ابن مبارک نے فرمایا اس حدیث میں یعنی ابوسلمہ والی حدیث میں۔ پس اس سے معلوم ہوا کہ ابوسلمہ نے زہری سے نہیں سنا۔ ابوداؤد فرماتے ہیں کہ میں نے امام احمد بن حنبل کو یہ فرماتے سنا ہے کہ اس حدیث کو ہمارے سامنے کر دیا۔ ان سے دریافت کیا گیا کہ کیا آپ کے نزدیک اس حدیث کا خراب ہو جانا صحیح ہے؟ اور کہا کہ ابن ابی اویس کے علاوہ کسی اور نے بھی اسے روایت کیا ہے؟ تو انھوں نے فرمایا۔ ہاں ایوب بن سلیمان بن بلال نے اسے روایت کیا ہے۔

# شرح معانی الآثار

# طحاوی شریف

# فہرست ابواب

# امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ

**نام:**

آپ کا نام احمد بن محمد بن سلامہ بن عبدالملک ہے۔ آپ کی کنیت ''ابو جعفر'' ہے۔

**اسم منسوب:**

آپ کے اسمائے منسوب تین ہیں۔

(i) ازدی: یہ نسبت آپ کے قبیلے ''ازد'' کی طرف ہے۔

(ii) مصری: آپ مصر کے رہنے والے تھے اسی حوالے سے یہ اسم منسوب ہے۔

(iii) طحاوی: آپ دریائے نیل کے کنارے آباد ''طحا'' نامی بستی کے رہنے والے تھے۔

**پیدائش:**

آپ کی پیدائش 239ھ میں ہوئی۔

**اساتذہ:**

امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے فقہ ''شافعی'' پڑھنے کا آغاز امام ابو ابراہیم مزنی رحمۃ اللہ علیہ سے کیا جو امام ابو عبداللہ محمد بن ادریس شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے جلیل القدر شاگرد تھے۔

268ھ میں آپ مصر کے عظیم فقیہہ احمد بن ابو عمران رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے جو امام بن محمد بن سماعہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے یعنی صرف دو واسطوں سے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد رشید تھے۔

احمد بن عمران رحمۃ اللہ علیہ سے امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے فقہ حنفی کا درس لیا۔

مصر میں حصول تعلیم کے بعد امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ شام تشریف لے گئے اور وہاں آپ نے شام کے قاضی القضاۃ ابو حازم رحمۃ اللہ علیہ سے علم فقہ میں استفادہ کیا۔

امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی میں جتنے محدثین مصر تشریف لائے۔ امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے ان سب سے بھرپور استفادہ کیا۔

**تلامذہ:**

بہت جلد امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ علم حدیث اور علم فقہ کے عظیم ماہر کے طور پر معروف ہو گئے جس کے نتیجے میں دور دراز سے لوگ ان کی خدمت میں اخذ و استفادے کیلئے حاضر ہونے لگے۔ایک خلق کثیر نے امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ سے حدیث وفقہ میں استفادہ کیا جن میں سے چند ایک کے اسماء درج ذیل ہیں۔

ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانی (یہ ''معجم ،صغیر ،کبیر'' کے مؤلف ہیں)

ابومحمد عبدالعزیز بن محمد الہیتمی الجوہری احمد بن قاسم بن عبداللہ بغدادی (یہ صاحب ابن خشاب کے نام سے مشہور ہیں)

## تصانیف:

امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے بہت سی تصانیف یادگار چھوڑی ہیں جو تفسیر' حدیث' فقہ' اصول فقہ' کلام وغیرہ مختلف موضوعات پر مشتمل ہیں۔

### (i) احکام القرآن:

نام سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ قرآن پاک کی فقہی انداز میں لکھی گئی تفسیر ہے۔ ہمارے علم کے مطابق یہ اب تک شائع نہیں ہوئی لیکن قیاس کیا جا سکتا ہے کہ بعد میں آنیوالے آئمہ احناف جیسے ابوبکر جصاص وغیرہ نے ''احکام القرآن'' کے نام سے موسوم اپنی تصانیف میں امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ کی اس تصنیف کو مشعل راہ بنایا ہوگا۔

### (ii) مشکل الآثار:

علم حدیث میں سب سے مشکل فن یہ ہے کہ بظاہر دو متضاد روایات کے درمیان تطبیق دی جائے یا ان کے درمیان مطلق اور مقید کا تعین کیا جائے یا پھر کسی ایک کو منسوخ قرار دے کر نسخ کی دلیل پیش کی جائے۔اس موضوع پر بہت کم آئمہ نے قلم اٹھایا ہے اور ہم کسی ہچکچاہٹ کے بغیر یہ اعتراف کر سکتے ہیں کہ امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ کی ''مشکل الآثار'' اس موضوع پر اپنی مثال آپ ہے۔ یہ کتاب شائع ہو چکی ہے۔

### (iii) شرح معانی الآثار:

امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ کا بنیادی مقصد اس کتاب کے ذریعے احناف کے مؤقف کے دلائل فراہم کرنا ہے اور جو روایات بظاہر احناف کے مؤقف کے خلاف ہوں ان کی تاویل پیش کرنا ہے یا ان کے منسوخ ہونے کو واضح کرنا ہے۔

امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کتاب میں یہ اسلوب رکھا ہے کہ وہ ہر بحث کے آخر میں عقلی طور پر زیر بحث مسئلے کا جائزہ لیتے ہیں اور قیاس کے ساتھ احناف کے موقف کی درستگی کو ثابت کرتے ہیں۔

مشہور مؤرخ حاجی خلیفہ نے اپنی کتاب ''کشف الظنون'' میں ''فاضل اتقانی'' کا یہ بیان نقل کیا ہے۔

''جو شخص امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ کی علمی مہارت کا اندازہ لگانا چاہتا ہو اسے ''شرح معانی الآثار'' کا مطالعہ کرنا چاہئے۔صرف حنفی مکتبہ فکر ہی نہیں بلکہ کسی بھی مکتبہ فکر میں اس کتاب کی کوئی مثال پیش نہیں کی جا سکتی''۔

## (iv) اختلاف العلماء:

یہ کتاب آج تک شائع نہیں ہوسکی۔ تاہم کسی حنفی فقیہہ نے اس کی تلخیص کی ہے جو ''مختصر اختلاف العلماء'' کے نام سے شائع ہوچکی ہے جسے دیکھ کر اصل کتاب کی عظمت کا اندازہ لگانا چنداں مشکل نہیں ہے۔

مؤرخین نے امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ کی بعض دیگر تصانیف کا تذکرہ کیا ہے جن کے اسماء درج ذیل ہیں۔

(1) النوادر الفقهيه
(2) شروط الصغير
(3) اختلاف الروايات
(4) حكم ارض مكه
(5) الرزيه
(6) كتاب الشروط
(7) صحيح الآثار
(8) الشروط الاوسط
(9) كتاب النوادى و الحكايات
(10) اخبار ابى حنيفه
(11) مختصر الطحاوى فى الفقه
(12) حكم الفئ و الغنائم
(13) الرد على ابى عبيد
(14) نقض كتاب المدلسين
(15) شرح الجامع الكبير
(16) شرح الجامع الصغير
(16) الردعلى عيسىٰ بن ابان
(17) سنن الشافعى رحمة الله عليه
(18) كتاب التاريخ الكبير
(19) كتاب الاشربة
(20) كتاب المحاضر والسجلات
(21) عقيدة الطحاويه

(22) كتاب الوصايا والفرائض

(23) تسويه بين اخبرنا وحدثنا .

## انتقال:

امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال یکم ذی قعد 321ھ میں ہوا۔ انتقال کے وقت آپ کی عمر 82 سال تھی۔

## ''شرح معانی الآثار'' کی شروح

(i) شرح معانی الآثار کی سب سے بہترین شرح ''مبانی الاخبار'' ہے جو مشہور محدث امام بدرالدین محمود عینی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف ہے۔ اس کتاب کی چند ابتدائی جلدیں شائع ہو چکی ہیں۔

(ii) امام عینی رحمۃ اللہ علیہ نے ''شرح معانی الآثار'' کے راویوں کے بارے میں ایک کتاب ''معانی الاخیار'' بھی تحریر کی ہے۔

(iii) شرح معانی الآثار کے رجال کے حوالے سے امام قاسم بن قطلو بغا نے بھی ایک کتاب تحریر کی ہے جس کا نام ''الایثار'' ہے۔

(iv) حضرت مولانا وصی احمد محدث سورتی رحمۃ اللہ علیہ نے ''شرح معانی الآثار'' پر ایک مختصر حاشیہ تحریر کیا ہے جو مطبوعہ نسخے کے ساتھ دستیاب ہے۔

(v) صدرالشریعہ مولانا امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ جو ''بہار شریعت'' کے مصنف ہیں۔ انہوں نے شرح معانی الآثار کی مبسوط شرح لکھنا شروع کی تھی لیکن ان کے چند قریبی عزیزوں کی یکے بعد دیگرے وفات نے ان کی بینائی کو متاثر کیا جس کی وجہ سے وہ اس کام کو جاری نہیں رکھ سکے۔

''بہار شریعت'' کے آخر میں انہوں نے اس کا تذکرہ کیا ہے۔

# بَابُ التَّكْبِيْرِ لِلرُّكُوْعِ وَالتَّكْبِيْرِ لِلسُّجُوْدِ وَالرَّفْعِ مِنَ الرُّكُوْعِ هَلْ مَعَ ذٰلِكَ رَفْعٌ اَمْ لَا ؟

## باب 1: رکوع (میں جاتے ہوئے) تکبیر کہتے ہوئے' سجدے (میں جاتے ہوئے) تکبیر کہتے ہوئے اور رکوع سے اٹھتے ہوئے' کیا ان کے ساتھ رفع یدین کیا جائے گا یا نہیں؟

**1-** حَدَّثَنَا رَبِيْعٌ الْمُؤَذِّنُ قَالَ: ثنا وَهْبٌ، قَالَ: اَخْبَرَنِی عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ اَبِی الزِّنَادِ، عَنْ مُوْسَى بْنِ عُقْبَةَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْفَضْلِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْاَعْرَجِ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِی رَافِعٍ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ اَبِی طَالِبٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، (عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ كَانَ اِذَا قَامَ اِلَى الصَّلٰوةِ الْمَكْتُوْبَةِ كَبَّرَ وَرَفَعَ يَدَيْهِ حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ، وَيَصْنَعُ مِثْلَ ذٰلِكَ اِذَا قَضٰى قِرَاءَ تَهٗ اِذَا اَرَادَ اَنْ يَّرْكَعَ، وَيَصْنَعُهٗ اِذَا فَرَغَ وَرَفَعَ مِنَ الرُّكُوْعِ، وَلَا يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِیْ شَیْءٍ مِنْ صَلَاتِهٖ وَهُوَ قَاعِدٌ، وَاِذَا قَامَ مِنَ السَّجْدَتَيْنِ رَفَعَ يَدَيْهِ كَذٰلِكَ كَبَّرَ) .

✧✧ حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں یہ بات نقل کرتے ہیں: جب آپ فرض نماز ادا کرنے کے لیے کھڑے ہوتے تھے تو تکبیر کہتے تھے اور دونوں ہاتھ کندھوں تک بلند کرتے تھے۔ ایسا ہی آپ اس وقت کرتے تھے جب آپ اپنی قرأت مکمل کر لیتے تھے۔ جب آپ نے رکوع میں جانا ہوتا تھا اور ایسا آپ اس وقت کرتے تھے۔ جب آپ اس سے فارغ ہو جاتے تھے اور رکوع سے سر اٹھاتے تھے۔ بقیہ نماز کے دوران آپ رفع یدین نہیں کرتے تھے جبکہ آپ بیٹھے ہوئے ہوتے تھے لیکن جب آپ دو سجدوں (دو رکعات) کے بعد کھڑے ہوتے تھے تو اسی طرح رفع یدین کرتے تھے اور تکبیر کہتے تھے۔

**2-** حَدَّثَنَا يُوْنُسُ قَالَ: ثنا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ اَبِيْهِ قَالَ: (رَاَيْتُ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا افْتَتَحَ الصَّلٰوةَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ، حَتّٰى يُحَاذِیَ بِهِمَا مَنْكِبَيْهِ، وَاِذَا اَرَادَ اَنْ يَّرْكَعَ وَبَعْدَ مَا يَرْفَعُ وَلَا يَرْفَعُ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ) .

✧✧ سالم اپنے والد (حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما) کا یہ بیان نقل کرتے ہیں' میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا جب آپ نے نماز کا آغاز کیا تو آپ نے رفع یدین کیا یہاں تک کہ انہیں دونوں کندھوں تک اٹھایا۔ پھر جب آپ نے رکوع میں جانے کا

1- اخرجه ابو داؤد فی الصلاة باب 112' حدیث 744' والترمذی فی الصلاة باب 76' حدیث 255

2- اخرجه مسلم فی الصلاة حدیث 21

ارادہ کیا تو پھر (رفع یدین کیا) جب آپ نے رکوع سے سر اٹھایا تو بھی رفع یدین کیا لیکن آپ نے دونوں سجدوں کے درمیان رفع یدین نہیں کیا۔

**3**-حَدَّثَنَا يُونُسُ قَالَ: اَنَا ابْنُ وَهْبٍ، اَنَّ مَالِكًا اَخْبَرَهُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ اَبِيْهِ (اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا افْتَتَحَ الصَّلٰوةَ، رَفَعَ يَدَيْهِ حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ، وَاِذَا كَبَّرَ لِلرُّكُوْعِ، وَاِذَا رَفَعَ مِنَ الرُّكُوْعِ، رَفَعَهُمَا كَذٰلِكَ وَقَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ، رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ وَكَانَ لَا يَفْعَلُ ذٰلِكَ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ) .

✧✧ سالم اپنے والد (حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما) کا یہ بیان نقل کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے آغاز میں دونوں ہاتھ کندھوں تک بلند کرتے تھے۔ جب آپ رکوع میں جانے کے لئے تکبیر کہتے تھے اس وقت' پھر جب رکوع سے سر اٹھاتے تھے۔ ان دونوں ہاتھوں کو اسی طرح بلند کرتے تھے۔ سمع الله لمن حمدہٗ ربنا لك الحمد پڑھتے تھے۔ تاہم آپ دو سجدوں کے درمیان ایسا نہیں کرتے تھے۔

**4**-حَدَّثَنَا ابْنُ مَرْزُوْقٍ قَالَ: ثنا بِشْرُ بْنُ عُمَرَ قَالَ: ثنا مَالِكٌ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَذَكَرَ بِاِسْنَادِهٖ مِثْلَهٗ .

✧✧ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے۔

**5**-حَدَّثَنَا فَهْدٌ قَالَ: ثنا عَلِيُّ بْنُ مَعْبَدٍ، قَالَ: ثنا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَمْرٍو، عَنْ زَيْدٍ، عَنْ جَابِرٍ قَالَ: رَاَيْت سَالِمَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَفَعَ يَدَيْهِ حِذَاءَ مَنْكِبَيْهِ

فِي الصَّلٰوةِ ثَلَاثَ مِرَارٍ حِيْنَ افْتَتَحَ الصَّلٰوةَ وَحِيْنَ رَكَعَ، وَحِيْنَ رَفَعَ رَأْسَهٗ .

قَالَ: جَابِرٌ فَسَاَلْت سَالِمًا عَنْ ذٰلِكَ فَقَالَ: سَالِمٌ (رَاَيْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا يَفْعَلُ ذٰلِكَ) وَقَالَ: ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا (رَاَيْت رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْعَلُ ذٰلِكَ) .

✧✧ جابر نامی راوی بیان کرتے ہیں' میں نے سالم بن عبداللہ کو نماز مین دونوں ہاتھ تین مرتبہ کندھوں تک بلند کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ جب وہ نماز کا آغاز کرتے تھے اس وقت جب وہ رکوع میں جاتے تھے اس وقت اور جب (رکوع سے) سر اٹھاتے تھے۔ جابر نامی راوی بیان کرتے ہیں' میں نے سالم بن عبداللہ سے اس بارے میں دریافت کیا تو سالم نے بتایا: میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو ایسا کرتے ہوئے سنا دیکھا اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے یہ بات بیان کی ہے: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

**6**-حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرَةَ قَالَ: ثنا اَبُوْ عَاصِمٍ، قَالَ: ثنا عَبْدُ الْحَمِيْدِ بْنُ جَعْفَرٍ، قَالَ: ثنا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ

---

3- اخرجه البخاری فی الاذان باب' 83' 84

6- اخرجه ابو داؤد فی الصلاة باب 112' حدیث 733' والنسائی فی السھو باب 29' واحمد فی المسند 464/5' والبیھقی فی السنن الکبرٰی 26/2' 73' 101' 118

عَطَاءٍ قَالَ: سَمِعْتُ اَبَا حُمَيْدٍ السَّاعِدِيَّ فِيْ عَشَرَةٍ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، اَحَدُهُمْ اَبُوْ قَتَادَةَ قَالَ: (قَالَ اَبُوْ حُمَيْدٍ اَنَا اَعْلَمُكُمْ بِصَلَاةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

قَالُوْا لِمَ؟ فَوَاللّٰهِ مَا كُنْتَ اَكْثَرَنَا لَهٗ تَبِعَةً، وَلَا اَقْدَمَنَا لَهٗ صُحْبَةً فَقَالَ: بَلٰى، فَقَالُوْا فَاعْرِضْ.

قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قَامَ اِلَى الصَّلٰوةِ، رَفَعَ يَدَيْهِ، حَتّٰى يُحَاذِيَ بِهِمَا مَنْكِبَيْهِ، ثُمَّ يُكَبِّرُ، ثُمَّ يَقْرَاُ، ثُمَّ يُكَبِّرُ فَيَرْفَعُ يَدَيْهِ، حَتّٰى يُحَاذِيَ بِهِمَا مَنْكِبَيْهِ، ثُمَّ يَرْكَعُ، ثُمَّ يَرْفَعُ رَاْسَهٗ فَيَقُوْلُ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ ثُمَّ يَرْفَعُ يَدَيْهِ حَتّٰى يُحَاذِيَ بِهِمَا مَنْكِبَيْهِ ثُمَّ يَقُوْلُ اللّٰهُ اَكْبَرُ يَهْوِيْ اِلَى الْاَرْضِ، فَاِذَا قَامَ مِنَ الرَّكْعَتَيْنِ كَبَّرَ، وَرَفَعَ يَدَيْهِ، حَتّٰى يُحَاذِيَ بِهِمَا مَنْكِبَيْهِ، ثُمَّ صَنَعَ مِثْلَ ذٰلِكَ فِيْ بَقِيَّةِ صَلَاتِهٖ.

قَالَ: فَقَالُوْا جَمِيْعًا صَدَقْتَ، هٰكَذَا كَانَ يُصَلِّيْ.

✧✧ حضرت ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی موجودگی میں جن میں سے ایک حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ یہ بات کہی' میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے بارے میں آپ حضرات سے زیادہ بہتر جانتا ہوں۔ ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے فرمایا: وہ کس طرح۔ اللہ کی قسم! نہ تو آپ ہم سے زیادہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیروکار ہیں اور نہ ہی ہم سے زیادہ پرانے صحابی ہیں۔ حضرت ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ایسا ہی ہے (لیکن میں اپنی بات پر قائم ہوں) تو ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا: تم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی (نماز کا طریقہ) پیش کرو تو حضرت ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے تھے تو دونوں ہاتھ کندھوں تک بلند کرتے تھے۔ پھر آپ تکبیر کہتے تھے۔ پھر آپ قرأت کرتے تھے۔ پھر آپ تکبیر کہتے تھے اور دونوں ہاتھ بلند کرتے تھے۔ پھر آپ تکبیر کہتے تھے۔ پھر آپ قرأت کرتے تھے۔ پھر آپ تکبیر کہتے تھے اور دونوں ہاتھ بلند کرتے تھے یہاں تک کہ انہیں کندھوں تک اٹھاتے تھے۔ پھر آپ رکوع میں چلے جاتے تھے۔ پھر آپ اپنا سر اٹھاتے تھے تو سمع اللہ لمن حمدہ کہتے تھے اور دونوں ہاتھ بلند کرتے تھے۔ یہاں تک کہ انہیں کندھوں تک اٹھاتے تھے۔ پھر آپ اللہ اکبر کہتے ہوئے زمین کی طرف جھک جاتے تھے۔ پھر جب آپ دو رکعات پڑھنے کے بعد تکبیر کہتے تو دونوں ہاتھ بلند کرتے۔ یہاں تک کہ دونوں کندھوں تک آ جاتے پھر آپ بقیہ نماز میں اسی طرح کرتے تھے۔

راوی بیان کرتے ہیں تو ان تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے فرمایا: آپ نے سچ کہا ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح نماز ادا کیا کرتے تھے۔

7- حَدَّثَنَا ابْنُ مَرْزُوْقٍ قَالَ: ثنا اَبُوْ عَامِرٍ الْعَقَدِيُّ قَالَ: ثنا فُلَيْحُ بْنُ سُلَيْمَانَ، عَنْ عَبَّاسِ بْنِ سَهْلٍ قَالَ: اجْتَمَعَ اَبُوْ حُمَيْدٍ، وَاَبُوْ اُسَيْدٍ، وَسَهْلُ بْنُ سَعْدٍ، فَذَكَرُوْا صَلَاةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

فَقَالَ اَبُوْ حُمَيْدٍ: اَنَا اَعْلَمُكُمْ بِصَلَاةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

---

7- اخرجه ابو داؤد في الصلاة باب 115' حديث 728' والنسائي في الصلاة باب 187

وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا قَامَ رَفَعَ يَدَيْهِ، ثُمَّ رَفَعَ يَدَيْهِ حِينَ يُكَبِّرُ لِلرُّكُوعِ، فَاِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ، رَفَعَ يَدَيْهِ .

حضرت عباس بن سہل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' ایک مرتبہ حضرت ابوحمید رضی اللہ عنہ' ابواسید اور حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ ایک جگہ اکٹھے ہوئے تو انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کا تذکرہ کیا تو حضرت ابوحمید رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے بارے میں آپ سب سے بہتر جانتا ہوں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز پڑھنے کے لیے کھڑے ہوتے تھے تو دونوں ہاتھ بلند کرتے تھے۔ پھر جب آپ رکوع میں جانے کے لیے تکبیر کہتے تھے تو دونوں ہاتھ بلند کرتے تھے اور جب آپ رکوع سے سر اٹھاتے تھے تو دونوں ہاتھ بلند کرتے تھے۔

**8**-حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرَةَ قَالَ: ثنا مُؤَمَّلُ بْنُ اِسْمَاعِيْلَ قَالَ: ثنا سُفْيَانُ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ كُلَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ قَالَ: (رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ يُكَبِّرُ لِلصَّلٰوةِ، وَحِيْنَ يَرْفَعُ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوْعِ يَرْفَعُ يَدَيْهِ حِيَالَ اُذُنَيْهِ) .

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا جب آپ نے نماز (کے آغاز) میں تکبیر کہی اور جب آپ رکوع میں گئے اور جب آپ نے رکوع سے سر اٹھایا تو دونوں ہاتھوں کو کانوں تک بلند کیا۔

**9**-حَدَّثَنَا صَالِحُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَ: ثنا يُوْسُفُ بْنُ عَدِيٍّ قَالَ: ثنا اَبُو الْاَحْوَصِ، عَنْ عَاصِمٍ فَذَكَرَ بِاِسْنَادِهٖ مِثْلَهٗ .

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے۔

**10**-حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو قَالَ: ثنا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ نُمَيْرٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ اَبِىْ عَرُوْبَةَ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ نَصْرِ بْنِ عَاصِمٍ، عَنْ مَالِكِ بْنِ الْحُوَيْرِثِ، قَالَ (رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا رَكَعَ، وَاِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنْ رُكُوْعِهٖ، يَرْفَعُ يَدَيْهِ، حَتّٰى يُحَاذِىَ بِهِمَا فَوْقَ اُذُنَيْهِ) .

حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا جب آپ رکوع میں گئے اور جب آپ نے رکوع سے سر اٹھایا تو دونوں ہاتھ بلند کیے یہاں تک کہ آپ نے انہیں کانوں کے اوپر تک اٹھایا۔

**11**-حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِىْ دَاوُدَ قَالَ: ثنا سَعِيْدُ بْنُ مَنْصُوْرٍ قَالَ: ثنا اِسْمَاعِيْلُ بْنُ عَيَّاشٍ، عَنْ صَالِحِ بْنِ كَيْسَانَ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ (اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ اِذَا افْتَتَحَ الصَّلٰوةَ، وَحِيْنَ يَرْكَعُ، وَحِيْنَ يَسْجُدُ) .

---

**10**- اخرجه مسلم فى الصلاة حديث 25' 26 و ابو داؤد فى الصلاة باب 112' حديث 745' والنسائى فى الافتتاح باب 4' واحمد فى المسند 53/5' والدار قطنى فى سننه 292/1' والطبرانى فى المعجم الكبير 626/19' 627

**11**- اخرجه ابن ماجه فى اقامة الصلاة والسنة فيها باب 15' حديث 860

✧✧ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رفع یدین اس وقت کرتے تھے جب آپ نماز کا آغاز کرتے تھے اور جب رکوع میں جاتے تھے اور جب سجدے میں جاتے تھے۔

## بیان المسئلة

## مسئلے کا بیان

**12**-قَالَ اَبُوْ جَعْفَرٍ : فَذَهَبَ قَوْمٌ اِلٰى هٰذِهِ الْاٰثَارِ، فَاَوْجَبُوا الرَّفْعَ عِنْدَ الرُّكُوْعِ وَعِنْدَ الرَّفْعِ مِنَ الرُّكُوْعِ، وَعِنْدَ النُّهُوْضِ اِلَى الْقِيَامِ عَنِ الْقُعُوْدِ فِى الصَّلٰوةِ كُلِّهَا .

وَخَالَفَهُمَا فِىْ ذٰلِكَ اٰخَرُوْنَ فَقَالُوْا لَا تَرَى الرَّفْعَ اِلَّا فِى التَّكْبِيْرَةِ الْاُوْلٰى .

وَاحْتَجُّوْا فِىْ ذٰلِكَ

✧✧ امام ابوجعفر رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں' (اہل علم) کی ایک قوم ان آثار کی طرف گئی ہے۔انہوں نے رکوع میں جاتے وقت رکوع سے اٹھتے ہوئے اور (پہلے) قعدے کے بعد قیام کی طرف جاتے ہوئے رفع یدین کرنے کو تمام نمازوں میں واجب قرار دیا ہے۔

دیگر حضرات نے اس بارے میں ان کی مخالفت کی ہے۔وہ یہ کہتے ہیں ہمارے نزدیک صرف پہلی تکبیر میں رفع یدین کیا جائے گا۔ان حضرات نے اپنے موقف کی تائید میں یہ دلائل پیش کیے ہیں۔

**13**-بِمَا حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرَةَ قَالَ :ثنا مُؤَمَّلٌ، قَالَ :ثنا سُفْيَانُ قَالَ :ثنا يَزِيْدُ بْنُ اَبِىْ زِيَادٍ عَنِ ابْنِ اَبِىْ لَيْلٰى عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ :(كَانَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا كَبَّرَ لِافْتِتَاحِ الصَّلٰوةِ، رَفَعَ يَدَيْهِ حَتّٰى يَكُوْنَ اِبْهَامَاهُ قَرِيْبًا مِّنْ شَحْمَتَىْ اُذُنَيْهِ، ثُمَّ لَا يَعُوْدُ) .

✧✧ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے آغاز میں جب تکبیر کہتے تھے تو رفع یدین کرتے تھے یہاں تک کہ آپ اپنے دونوں انگوٹھوں کو کانوں کی لو کے قریب تک لے آتے تھے۔ پھر آپ دوبارہ ایسا نہیں کرتے تھے۔

**14**-حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِىْ دَاوٗدَ قَالَ :ثنا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ، قَالَ اَنَا خَالِدٌ، عَنِ ابْنِ اَبِىْ لَيْلٰى، عَنْ عِيْسَى بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ، عَنِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهٗ .

✧✧ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے اسی کی مانند نقل کیا ہے۔

**15**-حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ النُّعْمَانِ، قَالَ ثنا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى، قَالَ :ثنا وَكِيْعٌ، عَنِ ابْنِ اَبِىْ لَيْلٰى، عَنْ اَخِيْهِ،

13- اخرجه ابو داؤد فى الصلاة باب 116' حديث 749' 750' 752 والنسائى فى الافتتاح باب 5

وَعَنْ الْحَكَمِ، عَنْ ابْنِ اَبِیْ لَيْلٰى عَنْ الْبَرَاءِ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ .

✧✧ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت براء رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے۔

16- حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ دَاوُدَ، قَالَ: ثنا نُعَيْمُ بْنُ حَمَّادٍ، قَالَ: ثنا وَكِيعٌ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ كُلَيْبٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْاَسْوَدِ، عَنْ عَلْقَمَةَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (اَنَّهُ كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِیْ اَوَّلِ تَكْبِيْرَةٍ، ثُمَّ لَا يَعُوْدُ) .

✧✧ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں یہ بات نقل کرتے ہیں: آپ پہلی تکبیر میں رفع یدین کرتے تھے پھر دوبارہ ایسا نہیں کرتے تھے۔

17- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ النُّعْمَانِ، قَالَ: ثنا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى، قَالَ: ثنا وَكِيعٌ، عَنْ سُفْيَانَ، فَذَكَرَ مِثْلَهُ بِاِسْنَادِهِ

✧✧ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے۔

18- حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرَةَ، قَالَ: ثنا مُؤَمَّلٌ، قَالَ: ثنا سُفْيَانُ، عَنْ الْمُغِيرَةِ قَالَ: قُلْت لِاِبْرَاهِيمَ (حَدِيْثُ وَائِلٍ اَنَّهُ رَاَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَرْفَعُ يَدَيْهِ اِذَا افْتَتَحَ الصَّلٰوةَ، وَاِذَا رَكَعَ، وَاِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوْعِ ؟) .

فَقَالَ اِنْ كَانَ وَائِلٌ رَآهُ مَرَّةً يَفْعَلُ ذٰلِكَ، فَقَدْ رَآهُ عَبْدُ اللّٰهِ خَمْسِيْنَ مَرَّةً، لَا يَفْعَلُ ذٰلِكَ .

✧✧ مغیرہ بیان کرتے ہیں' میں نے ابراہیم نخعی سے کہا حضرت وائل رضی اللہ عنہ کی حدیث میں یہ بات منقول ہے کہ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز کے آغاز میں رکوع میں جاتے ہوئے اور رکوع سے سر اٹھاتے ہوئے رفع یدین کرتے ہوئے دیکھا ہے تو ابراہیم نخعی نے جواب دیا۔ حضرت وائل رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک مرتبہ ایسا کرتے ہوئے دیکھا ہے تو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو پچاس مرتبہ (کئی مرتبہ) ایسا نہ کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

19- حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ دَاوُدَ قَالَ: ثنا مُسَدَّدٌ، قَالَ: ثنا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ: ثنا حُصَيْنٌ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ، قَالَ: دَخَلْت مَسْجِدَ حَضْرَمَوْتَ، فَاِذَا عَلْقَمَةُ بْنُ وَائِلٍ يُحَدِّثُ، عَنْ اَبِيْهِ، (اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ قَبْلَ الرُّكُوْعِ، وَبَعْدَهُ) .

فَذَكَرْت ذٰلِكَ لِاِبْرَاهِيمَ

فَغَضِبَ وَقَالَ رَآهُ هُوَ وَلَمْ يَرَهُ ابْنُ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَلَا اَصْحَابُهُ .

✧✧ عمرو بن مرہ بیان کرتے ہیں' میں ''حضر موت' کی مسجد میں داخل ہوا۔ وہاں حضرت علقمہ بن وائل رضی اللہ عنہ موجود تھے انہوں نے اپنے والد کے حوالے سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رکوع میں جانے سے پہلے اور رکوع میں جانے کے بعد

16- اخرجه ابو داؤد فی الصلاة باب 117' والترمذی فی الصلاة باب 76' حدیث 257' والنسائی فی الافتتاح باب 87

19- اخرجه ابو داؤد فی الصلاة باب 115' حدیث 723' 726' وابن ابی شیبة فی الصلاة 236/1

رفع یدین کرتے تھے۔

راوی بیان کرتے ہیں' میں نے اس بات کا تذکرہ ابراہیم نخعی سے کیا تو وہ ناراض ہو گئے اور بولے اگرانہوں نے (حضرت وائل رضی اللہ عنہ نے) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا کرتے ہوئے دیکھا ہے تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اوران کے ساتھیوں نے آپ کو ایسا کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔

**20**-فَكَانَ هٰذَا مِمَّا احْتَجَّ بِهٖ اَهْلُ هٰذَا الْقَوْلِ، لِقَوْلِهِمْ مِمَّا رَوَيْنَاهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

فَكَانَ مِنْ حُجَّةِ مُخَالِفِهِمْ عَلَيْهِمْ فِيْ ذٰلِكَ اَنْ قَالَ مَا رَوَيْنَا نَحْنُ، بِتَوَاتُرِ الْاٰثَارِ، وَصِحَّةِ اَسَانِيْدِهَا وَاسْتِقَامَتِهَا، فَقَوْلُنَا اَوْلٰى مِنْ قَوْلِكُمْ.

فَكَانَ مِنَ الْحُجَّةِ عَلَيْهِمْ فِيْ ذٰلِكَ مَا سَنُبَيِّنُهُ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى.

✧✧ یہ وہ روایات ہیں جن کے ذریعے اس موقف کے قائلین نے اپنے موقف کی تائید میں استدلال کیا ہے جنہیں ہم نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے روایت کیا ہے۔

ان کے مخالفین میں یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ ہم نے جو روایات نقل کی ہیں وہ تواتر کے ساتھ منقول ہیں اوراس کی اسناد زیادہ مستند اور مضبوط ہیں اس لیے ہماری رائے تمہاری رائے کے مقابلے میں زیادہ بہتر ہے۔ان لوگوں کے خلاف جو دلیل ہے اسے ہم عنقریب بیان کریں گے۔اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا۔

**21**-اَمَّا مَا رُوِيَ فِيْ ذٰلِكَ عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ حَدِيْثِ ابْنِ اَبِي الزِّنَادِ الَّذِيْ بَدَاْنَا بِذِكْرِهٖ فِيْ اَوَّلِ هٰذَا الْبَابِ.

فَاِنَّ اَبَا بَكْرَةَ قَدْ حَدَّثَنَا قَالَ: ثنا اَبُوْ اَحْمَدَ، قَالَ: ثنا اَبُوْ بَكْرٍ النَّهْشَلِيُّ، قَالَ: ثنا عَاصِمُ بْنُ كُلَيْبٍ، عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ عَلِيًّا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِيْ اَوَّلِ تَكْبِيْرَةٍ مِنَ الصَّلٰوةِ، ثُمَّ لَا يَرْفَعُ بَعْدُ.

✧✧ جہاں تک اس روایت کا تعلق ہے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کی گئی ہے جو ابن ابی زناد نے نقل کی ہے۔ اس کا تذکرہ ہم اس باب کے آغاز میں کر چکے ہیں تو عاصم بن کلیب نامی راوی اپنے والد کے حوالے سے یہ بات نقل کرتے ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نماز میں صرف پہلی تکبیر میں رفع یدین کرتے تھے پھر اس کے بعد رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

**22**-حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ دَاوٗدَ قَالَ: ثنا اَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ، قَالَ: ثنا اَبُوْ بَكْرٍ النَّهْشَلِيُّ، عَنْ عَاصِمٍ، عَنْ اَبِيْهِ - ؟ وَكَانَ مِنْ اَصْحَابِ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ ؟ عَنْ عَلِيٍّ مِثْلَهٗ.

فَحَدِيْثُ عَاصِمِ بْنِ كُلَيْبٍ هٰذَا، قَدْ دَلَّ اَنَّ حَدِيْثَ ابْنِ اَبِي الزِّنَادِ عَلٰى اَحَدِ وَجْهَيْنِ.

اِمَّا اَنْ يَّكُوْنَ فِيْ نَفْسِهٖ سَقِيْمًا اَوْ لَا يَكُوْنُ فِيْهِ ذِكْرُ الرَّفْعِ اَصْلًا، كَمَا قَدْ رَوَاهُ غَيْرُهٗ

✧✧ عاصم اپنے والد‘ جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں میں سے ایک ہیں‘ کے حوالے سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے اس کی مانند ایک روایت نقل کرتے ہیں۔ (امام ابوجعفر طحاوی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں) عاصم بن کلیب سے منقول یہ روایت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ ابوزناد کی نقل کردہ روایت میں سے ان دو میں سے کوئی ایک صورت ہو سکتی ہے یا تو اس میں بذات خود کوئی سقیم ہوگا یا پھر اس میں سرے سے رفع یدین کرنے کا ذکر ہی نہیں ہوگا جیسا کہ دیگر راویوں نے یہ بات نقل کی ہے۔

**23-** فَإِنَّ ابْنَ خُزَيْمَةَ حَدَّثَنَا قَالَ: ثنا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ رَجَاءٍ ح .

وَحَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي دَاوُدَ قَالَ: ثنا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ صَالِحٍ وَّالْوَهْبِيُّ، قَالُوْا: أَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْفَضْلِ .

فَذَكَرُوْا مِثْلَ حَدِيْثِ ابْنِ أَبِي الزِّنَادِ فِيْ إِسْنَادِهِ وَمَتْنِهِ، وَلَمْ يَذْكُرُوا الرَّفْعَ فِيْ شَيْءٍ مِنْ ذٰلِكَ .

فَإِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْمَحْفُوظُ، وَحَدِيْثُ ابْنِ أَبِي الزِّنَادِ خَطَأً، فَقَدِ ارْتَفَعَ بِذٰلِكَ أَنْ يَّجِبَ لَكُمْ بِحَدِيْثٍ خَطَأً حُجَّةٌ .

وَإِنْ كَانَ مَا رَوَى ابْنُ أَبِي الزِّنَادِ صَحِيحًا لِأَنَّهُ زَادَ عَلٰى مَا رَوَى غَيْرُهُ، فَإِنَّ عَلِيًّا لَمْ يَكُنْ لِيَرَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْفَعُ، ثُمَّ يَتْرُكُ هُوَ الرَّفْعَ بَعْدَهُ إِلَّا وَقَدْ ثَبَتَ عِنْدَهُ نَسْخُ الرَّفْعِ .

فَحَدِيْثُ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، إِذَا صَحَّ، فَفِيْهِ أَكْثَرُ الْحُجَّةِ لِقَوْلِ، مَنْ لَا يَرَى الرَّفْعَ .

✧✧ ابن ابی داود نے اپنی سند کے ہمراہ عبداللہ بن فضل کے حوالے سے یہی روایت نقل کی ہے جو ابن ابی زناد کے حوالے سے منقول ہے۔ اس کی سند اور متن وہی ہے تاہم اس میں انہوں نے رفع یدین کا ذکر نہیں کیا۔ (امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں) اگر یہ روایت محفوظ شمار کی جائے تو ابن ابی زناد سے منقول روایت خطا ہوگی۔ اس کے ذریعے یہ صورت اٹھ جائے گی کہ آپ لوگ حدیث خطاء کو دلیل کے طور پر پیش کریں۔ اگر ابن ابی زناد کی نقل کردہ روایت صحیح ہو۔ اس صورت میں کہ انہوں نے دیگر راویوں کے بارے میں اضافی بات نقل کی ہے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ ایسی شخصیت نہیں ہیں کہ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو رفع یدین کرتے ہوئے دیکھا ہو اور پھر اس کے بعد خود اسے ترک کر دیا ہو۔

ایسا صرف اس وقت ہو سکتا ہے جب ان کے نزدیک رفع یدین کا منسوخ ہونا ثابت ہو چکا ہو اس لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث کو اگر درست تسلیم کر لیا جائے تو اس روایت میں ان لوگوں کے لئے زیادہ دلیل ہے جن کے نزدیک رفع یدین نہیں کیا جائے گا۔

**24-** وَأَمَّا حَدِيْثُ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، فَإِنَّهُ قَدْ رَوَى عَنْهُ مَا ذَكَرْنَا عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ رُوِيَ عَنْهُ، مِنْ فِعْلِهِ بَعْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خِلَافُ ذٰلِكَ .

✧✧ جہاں تک حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول حدیث کا تعلق ہے تو ان سے یہ روایت بھی نقل کی گئی ہے جو ہم ان کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے اس سے پہلے نقل کر چکے ہیں اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے ان کے اپنے فعل

کے طور پر جو نبی اکرم ﷺ کے بعد تھا' اس کے برعکس بھی نقل کیا گیا ہے۔

**25**-حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ دَاوُدَ قَالَ: ثنا اَحْمَدُ بْنُ یُوْنُسَ قَالَ: ثنا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ عَيَّاشٍ، عَنْ حُصَيْنٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ: صَلَّيْتُ خَلْفَ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فَلَمْ يَكُنْ يَرْفَعُ يَدَيْهِ اِلَّا فِی التَّكْبِيْرَةِ الْاُوْلٰی مِنَ الصَّلٰوةِ.

✧✧ مجاہد بیان کرتے ہیں' میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی اقتداء میں نماز ادا کی ہے' وہ نماز میں صرف پہلی تکبیر کے ساتھ رفع یدین کیا کرتے تھے۔

**26**-فَهٰذَا ابْنُ عُمَرَ قَدْ رَاَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْفَعُ، ثُمَّ قَدْ تَرَكَ هُوَ الرَّفْعَ بَعْدَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَا يَكُوْنُ ذٰلِكَ اِلَّا وَقَدْ ثَبَتَ عِنْدَهُ نَسْخُ مَا قَدْ رَاَی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِعْلَهُ وَقَامَتِ الْحُجَّةُ عَلَيْهِ بِذٰلِكَ.

✧✧ یہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ہیں جنہوں نے نبی اکرم ﷺ کو رفع یدین کرتے ہوئے دیکھا ہے اور انہوں نے نبی اکرم ﷺ کے بعد رفع یدین کو ترک کر دیا۔ ایسا صرف اس وقت ہو سکتا ہے جب ان کے نزدیک ان کا منسوخ ہونا ثابت ہو چکا ہو' جو انہوں نے نبی اکرم ﷺ کو کرتے ہوئے دیکھا ہے اور اس بارے میں ان کے نزدیک حجت قائم ہو چکی ہو۔

**27**-فَاِنْ قَالَ: قَائِلٌ "هٰذَا حَدِيْثٌ مُنْكَرٌ" قِيْلَ لَهُ "وَمَا دَلَّكَ عَلٰی ذٰلِكَ؟ فَلَنْ تَجِدَ اِلٰی ذٰلِكَ سَبِيْلًا".

✧✧ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ یہ روایت ''منکر'' ہے تو اسے یہ جواب دیا جائے گا تمہارے پاس اس کی کیا دلیل ہے؟ تمہیں اس کی کوئی دلیل نہیں مل سکے گی۔

**28**-فَاِنْ قَالَ: فَاِنَّ طَاوُسًا قَدْ ذَكَرَ اَنَّهُ رَاَی ابْنَ عُمَرَ يَفْعَلُ مَا يُوَافِقُ مَا رُوِیَ عَنْهُ، عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، مِنْ ذٰلِكَ.

قِيْلَ لَهُمْ: فَقَدْ ذَكَرَ ذٰلِكَ طَاوُسٌ، وَقَدْ خَالَفَهُ مُجَاهِدٌ.

فَقَدْ يَجُوْزُ اَنْ يَّكُوْنَ ابْنُ عُمَرَ فَعَلَ مَا رَآهُ طَاوُسٌ مَا يَفْعَلُهُ قَبْلَ اَنْ تَقُوْمَ عِنْدَهُ الْحُجَّةُ بِنَسْخِهِ، ثُمَّ قَامَتْ عِنْدَهُ الْحُجَّةُ بِنَسْخِهِ فَتَرَكَهُ وَفَعَلَ مَا ذَكَرَهُ عَنْهُ مُجَاهِدٌ.

هٰكَذَا يَنْبَغِیْ اَنْ يُّحْمَلَ مَا رُوِیَ عَنْهُمْ، وَيُنْفٰی عَنْهُ الْوَهْمُ، حَتّٰی يَتَحَقَّقَ ذٰلِكَ، وَاِلَّا سَقَطَ اَكْثَرُ الرِّوَايَاتِ.

✧✧ اگر وہ شخص یہ ہے کہ طاؤس نے یہ بات ذکر کی ہے کہ انہوں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو ایسا کرتے ہوئے دیکھا ہے جو اس کے موافق ہے جو ان کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کے حوالے سے اس بارے میں نقل کیا گیا ہے تو اسے یہ کہا جائے گا

**25**- اخرجه ابن ابی شیبة فی الصلاة 237/1

طاؤس نے اس بات کا تذکرہ کیا ہے اور مجاہد نے اس کے برعکس بات بیان کی ہے تو ہوسکتا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے وہ عمل بھی کیا ہو جسے طاؤس نے انہیں کرتے ہوئے دیکھا ہے اور اس سے پہلے کیا ہو جب ان کے نزدیک اس کے منسوخ ہونے کی حجت ثابت نہیں ہوئی تھی۔ پھر جب ان کے نزدیک اس کے منسوخ ہونے کی حجت ثابت ہوگئی تو انہوں نے اسے ترک کردیا اور وہ عمل کیا جس کا ذکر مجاہد نے ان کے حوالے سے کیا ہے۔ (امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں) ان کے حوالے سے جو روایات نقل کی گئی ہیں۔ انہیں اس صورت پر محمول کیا جاسکتا ہے تاکہ ان کے حوالے سے وہم کی نفی کی جائے اور تمہارے سامنے یہ بات واضح ہوجائے ورنہ اکثر روایات کو ساقط اعتبار قرار دینا پڑے گا۔

**29**-وَاَمَّا حَدِيْثُ وَائِلٍ، فَقَدْ ضَادَّهُ اِبْرَاهِيمُ بِمَا ذَكَرَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّهُ لَمْ يَكُنْ رَاَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَلَ مَا ذَكَرَ.

فَعَبْدُ اللّٰهِ اَقْدَمُ صُحْبَةً لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَاَفْهَمُ بِاَفْعَالِهِ مِنْ وَائِلٍ، قَدْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحِبُّ اَنْ يَّلِيَهُ الْمُهَاجِرُوْنَ لِيَحْفَظُوا عَنْهُ.

✧✧ جہاں تک حضرت وائل رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث کا تعلق ہے تو ابراہیم نخعی نے اس کی جو تردید کی ہے اسے ہم پہلے ذکر کرچکے ہیں جو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے ہے کہ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا کرتے ہوئے نہیں دیکھا جو حضرت وائل رضی اللہ عنہ نے ذکر کیا ہے اور حضرت عبداللہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پرانے صحابی ہیں اور حضرت وائل رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال کا زیادہ علم رکھتے ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات پسند تھی کہ آپ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو مہاجرین کے ساتھ رکھیں تاکہ وہ آپ کے افعال کو یاد رکھیں۔

**30**-حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مَعْبَدٍ، قَالَ: ثنا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ بَكْرٍ، قَالَ: ثنا حُمَيْدٌ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ (كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحِبُّ اَنْ يَّلِيَهُ الْمُهَاجِرُوْنَ وَالْاَنْصَارُ، لِيَحْفَظُوا عَنْهُ).

وَكَمَا حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرَةَ، قَالَ: ثنا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ بَكْرٍ، فَذَكَرَ بِاِسْنَادِهِ مِثْلَهُ.

قَالَ اَبُوْ جَعْفَرٍ: وَقَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (لِيَلِيَنِي مِنْكُمْ اُولُوا الْاَحْلَامِ وَالنُّهٰى).

✧✧ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس بات کو پسند کرتے تھے کہ انہیں (حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو) مہاجرین اور انصار کے ساتھ رکھیں تاکہ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (کے احکام اور اعمال) یاد رکھ سکیں۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے۔

امام ابوجعفر طحاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: تم میں سے سمجھدار اور تجربہ کار لوگ میرے قریب رہا کریں۔

---

**29**- اخرجه مسلم فی الصلاة حديث **123,122** و ابو داؤد فی الصلاة باب **95**' حديث **674**' والترمذی المواقيت باب **54**' والنسائی فی الاقامة باب **23**' **26**' وابن ماجه فی الاقامة باب **45**' والدارمی فی الصلاة باب **51**' واحمد فی السند **457/1**' **122/4**

**31**-كَمَا حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيمُ بْنُ مَرْزُوْقٍ، قَالَ: ثنا بِشْرُ بْنُ عُمَرَ، قَالَ: ثنا شُعْبَةُ قَالَ: اَخْبَرَنِي سُلَيْمَانُ، قَالَ: سَمِعْتُ عُمَارَةَ بْنَ عُمَيْرٍ يُحَدِّثُ عَنْ اَبِي مَعْمَرٍ، عَنْ اَبِي مَسْعُوْدِ الْاَنْصَارِيِّ، قَالَ: (كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: لِيَلِيَنِي مِنْكُمْ اُولُوا الْاَحْلَامِ وَالنُّهَى، ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ).

✧✧ حضرت ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: تم میں سے سمجھدار اور تجربہ کار لوگ میرے قریب رہا کریں۔ پھر جو اس کے بعد کے درجے کے ہوں پھر جو اس کے بعد کے درجے کے ہوں۔

**32**-وَكَمَا حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرَةَ وَابْنُ مَرْزُوْقٍ قَالَا: ثنا وَهْبُ بْنُ جَرِيْرٍ، قَالَ: ثنا شُعْبَةُ، عَنْ اَبِي حَمْزَةَ، عَنْ اِيَاسِ بْنِ قَتَادَةَ، عَنْ قَيْسِ بْنِ عَبَّادٍ قَالَ: قَالَ لِي اُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ، قَالَ لَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (كُوْنُوا فِي الصَّفِّ الَّذِيْ يَلِيْنِي).

✧✧ قیس بن عباد بیان کرتے ہیں: حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے مجھ سے کہا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے یہ فرمایا تھا: تم لوگ مجھ سے پیچھے والی صف میں رہا کرو۔

**33**-قَالَ اَبُوْ جَعْفَرٍ: فَعَبْدُ اللّٰهِ مِنْ اُولٰئِكَ الَّذِيْنَ كَانُوْا يَقْرُبُوْنَ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، لِيَعْلَمُوا اَفْعَالَهُ فِي الصَّلٰوةِ كَيْفَ هِيَ؟

لِيُعَلِّمُوا النَّاسَ ذٰلِكَ.

فَمَا حَكَوْا مِنْ ذٰلِكَ، فَهُوَ اَوْلٰى مِمَّا جَاءَ بِهِ مَنْ كَانَ اَبْعَدَ مِنْهُ مِنْهُمْ فِي الصَّلٰوةِ.

✧✧ امام ابوجعفر طحاوی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ان افراد میں سے ایک ہیں جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب رہا کرتے تھے تاکہ نماز کے دوران نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال کا علم حاصل کرلیں کہ وہ کیسے ہوتے ہیں؟ تاکہ وہ لوگوں کو اس کی تعلیم دے سکیں تو ان حضرات نے اس بارے میں جو بات بیان کی ہوگی وہ اس سے زیادہ مستند ہوگی جو ان صحابی نے نقل کی ہو جو نماز کے دوران ان حضرات سے زیادہ دور ہوتے تھے۔

**34**-فَاِنْ قَالُوْا مَا ذَكَرْتُمُوْهُ عَنْ اِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ غَيْرُ مُتَّصِلٍ.

قِيلَ لَهُمْ كَانَ اِبْرَاهِيمُ، اِذَا اَرْسَلَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ، لَمْ يُرْسِلْهُ اِلَّا بَعْدَ صِحَّتِهِ عِنْدَهُ، وَتَوَاتُرِ الرِّوَايَةِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ، قَدْ قَالَ لَهُ الْاَعْمَشُ: اِذَا حَدَّثْتَنِي فَاَسْنِدْ.

فَقَالَ: اِذَا قُلْتُ لَكَ قَالَ "عَبْدُ اللّٰهِ" فَلَمْ اَقُلْ ذٰلِكَ حَتّٰى حَدَّثَنِيهِ جَمَاعَةٌ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ، وَاِذَا قُلْتُ "حَدَّثَنِي فُلَانٌ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ" فَهُوَ الَّذِيْ حَدَّثَنِي.

---

32- اخرجه مسلم في الصلاة حديث 123

✧✧ اگر وہ لوگ یہ کہیں کہ تم نے ابراہیم نخعی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے جو روایت نقل کی ہے وہ متصل نہیں ہے تو اسے یہ جواب دیا جائے گا۔ ابراہیم نخعی' حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے جب کوئی روایت ''مرسل'' روایت کے طور پر نقل کرتے ہیں تو اسے اسی وقت م''رسل'' کے طور پر نقل کرتے ہیں جب وہ ان کے نزدیک مستند ہو اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے تواتر کے ساتھ منقول ہو۔ اعمش نے جب ان سے کہا کہ جب آپ مجھے حدیث بیان کرتے ہیں تو اس کی سند بھی بیان کیجئے تو انہوں نے جواب دیا کہ جب میں تم سے یہ کہوں کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے یہ بیان فرمایا ہے تو میں ایسا اس وقت کروں گا جب ایک جماعت نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ حدیث بیان کی ہو اور جب میں یہ کہوں کہ فلاں نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ بات نقل کی ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ صرف اس شخص نے مجھے حدیث سنائی ہے۔

**35**-حَدَّثَنَا بِذٰلِكَ اِبْرَاهِيمُ بْنُ مَرْزُوْقٍ، قَالَ: ثنا وَهْبٌ اَوْ بِشْرُ بْنُ عُمَرَ، شَكَّ اَبُوْ جَعْفَرٍ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنِ الْاَعْمَشِ بِذٰلِكَ.

✧✧ یہی روایت حضرت ابراہیم بن مرزوق نے اپنی سند کے ہمراہ نقل کی ہے۔

**36**-قَالَ اَبُوْ جَعْفَرٍ: فَاَخْبَرَ اَنَّ مَا اَرْسَلَهٗ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ، فَمَخْرَجُهٗ عِنْدَهٗ اَصَحُّ مِنْ مَخْرَجِ مَا ذَكَرَهٗ عَنْ رَجُلٍ بِعَيْنِهٖ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ.

✧✧ امام ابوجعفر طحاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں' یہاں پر ایک راوی کے بارے میں شک ہے کہ جس کے حوالے سے اسے نقل کیا گیا ہے۔

فَكَذٰلِكَ هٰذَا الَّذِىْ اَرْسَلَهٗ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ لَمْ يُرْسِلْهُ اِلَّا وَمَخْرَجُهٗ عِنْدَهٗ اَصَحُّ مِنْ مَخْرَجِ مَا يَرْوِيهِ عَنْ رَجُلٍ بِعَيْنِهٖ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ.

وَمَعَ ذٰلِكَ فَقَدْ رَوَيْنَاهُ مُتَّصِلًا فِىْ حَدِيْثِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْاَسْوَدِ، وَكَذٰلِكَ كَانَ عَبْدُ اللّٰهِ يَفْعَلُ فِىْ سَائِرِ صَلَاتِهٖ.

امام ابوجعفر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں' یہاں پر انہوں نے یہ بات بتائی ہے کہ وہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے جب ''مرسل'' روایت نقل کریں تو اس کی حیثیت ان کے نزدیک اس روایت سے زیادہ مستند ہوگی جس میں وہ کسی معین شخص کے حوالے سے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے اس کا تذکرہ کریں۔ اسی طرح ہر وہ روایت جسے انہوں نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے ''مرسل'' روایت کے طور پر نقل کیا ہو تو اسے وہ اس وقت ارسال کرتے ہیں۔ جب وہ ان کے نزدیک اس روایت سے زیادہ مستند ہو جس کو انہوں نے کسی معین شخص کے حوالے سے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہو۔ اسکے باوجود ہم نے جو روایت نقل کی ہے وہ متصل بھی ہے جیسے عبدالرحمٰن بن اسود نے نقل کیا ہے اس طرح حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اپنی تمام نمازوں میں کیا کرتے تھے۔

**37**-كَمَا حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِىْ دَاوٗدَ، قَالَ: ثنا اَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ، قَالَ: ثنا اَبُو الْاَحْوَصِ، عَنْ حُصَيْنٍ، عَنْ

اِبْرَاهِيمَ، قَالَ: كَانَ عَبْدُ اللّٰهِ لَا يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِي شَيْءٍ مِنَ الصَّلٰوةِ اِلَّا فِي الِافْتِتَاحِ .

✧✧ ابراہیم نخعی فرماتے ہیں: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نماز میں صرف آغاز میں رفع یدین کیا کرتے تھے۔

**38**-وَقَدْ رُوِيَ مِثْلُ ذٰلِكَ اَيْضًا عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، كَمَا حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِي دَاوُدَ، قَالَ: ثنا الْحِمَّانِيُّ، قَالَ: ثنا يَحْيَى بْنُ اٰدَمَ، عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عَيَّاشٍ، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ اَبْجَرَ، عَنِ الزُّبَيْرِ بْنِ عَدِيٍّ، عَنْ اِبْرَاهِيمَ، عَنِ الْاَسْوَدِ، قَالَ: رَاَيْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِي اَوَّلِ تَكْبِيرَةٍ، ثُمَّ لَا يَعُودُ، قَالَ: وَرَاَيْتُ اِبْرَاهِيمَ، وَالشَّعْبِيَّ يَفْعَلَانِ ذٰلِكَ .

✧✧ اسی طرح کی روایت حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے حوالے سے منقول ہے۔

اسود بیان کرتے ہیں' میں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو صرف پہلی (تکبیر میں یا) رکعت میں رفع یدین کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ اس کے بعد انہوں نے ایسا نہیں کیا۔

راوی بیان کرتے ہیں' میں نے ابراہیم بن نخعی کو اور شعبی کو بھی ایسا ہی کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

**39**-قَالَ اَبُوْ جَعْفَرٍ: فَهٰذَا عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ لَمْ يَكُنْ يَرْفَعُ يَدَيْهِ اَيْضًا اِلَّا فِي التَّكْبِيرَةِ الْاُولٰى فِي هٰذَا الْحَدِيثِ، وَهُوَ حَدِيثٌ صَحِيحٌ لِاَنَّ الْحَسَنَ بْنَ عَيَّاشٍ، وَاِنْ كَانَ هٰذَا الْحَدِيثُ اِنَّمَا دَارَ عَلَيْهِ، فَاِنَّهُ ثِقَةٌ حُجَّةٌ، قَدْ ذَكَرَ ذٰلِكَ يَحْيَى بْنُ مَعِينٍ وَغَيْرُهُ .

اَفَتَرٰى عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ خَفِيَ عَلَيْهِ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِي الرُّكُوعِ وَالسُّجُودِ، وَعَلِمَ بِذٰلِكَ مَنْ دُونَهُ، وَمَنْ هُوَ مَعَهُ يَرَاهُ يَفْعَلُ غَيْرَ مَا رَاٰى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْعَلُ، ثُمَّ لَا يُنْكِرُ ذٰلِكَ عَلَيْهِ، هٰذَا عِنْدَنَا مُحَالٌ .

وَفِعْلُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ هٰذَا وَتَرْكُ اَصْحَابِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِيَّاهُ عَلٰى ذٰلِكَ، دَلِيلٌ صَحِيحٌ اَنَّ ذٰلِكَ هُوَ الْحَقُّ الَّذِي لَا يَنْبَغِي لِاَحَدٍ خِلَافُهُ .

✧✧ امام ابوجعفر طحاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں' یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں جو نماز میں صرف پہلی تکبیر میں رفع یدین کیا کرتے تھے جیسا کہ اس حدیث میں موجود ہے اور یہ حدیث ''صحیح'' ہے کیونکہ اس حدیث کا دار و مدار حسن بن عیاش کے اوپر ہے لیکن وہ ثقہ ہیں اور حجت ہیں جیسا کہ یحییٰ بن معین اور دیگر حضرات نے اس بات کا تذکرہ کیا ہے۔ آپ کیا سمجھتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے یہ بات مخفی رہی ہوگی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رکوع اور سجدے میں جاتے وقت رفع یدین کرتے تھے یا نہیں کرتے تھے؟ اور دوسروں کو اس بات کا پتہ چل گیا ہوگا۔ پھر اس طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو وہ عمل کرتے ہوئے دیکھا جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل کے برعکس تھا اور پھر انہوں نے اس پر ان کا انکار بھی نہیں کیا۔

امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں' ہمارے نزدیک یہ بات ناممکن ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ایسا کرنا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کا

انہیں ایسا کرنے دینا اس بات کی صحیح دلیل ہے کہ یہی وہ حق ہے جس کی مخالفت کرنا کسی بھی شخص کے لیے درست نہیں ہے۔

40-وَاَمَّا مَا رَوَوْهُ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ مِنْ ذٰلِكَ، فَاِنَّمَا هُوَ مِنْ حَدِيْثِ اِسْمَاعِيْلَ بْنِ عَيَّاشٍ، عَنْ صَالِحِ بْنِ كَيْسَانَ .

وَهُمْ لَا يَجْعَلُوْنَ اِسْمَاعِيْلَ فِيمَا رُوِىَ عَنْ غَيْرِ الشَّامِيِّينَ، حَجَّةً، فَكَيْفَ يَحْتَجُّونَ عَلٰى خَصْمِهِمْ، بِمَا لَوْ احْتَجَّ بِمِثْلِهِ عَلَيْهِمْ، لَمْ يُسَوِّغُوْهُ اِيَّاهُ .

✧✧ جہاں تک اس روایت کا تعلق ہے جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے اس بارے میں منقول ہے تو وہ اسماعیل بن عیاش نے صالح بن کیسان کے حوالے سے نقل کی ہے اور محدثین کے نزدیک اسماعیل نے شامیوں کے علاوہ جس سے روایت نقل کی ہے وہ حجت نہیں ہے تو یہ لوگ اپنے مخالف کے خلاف ایسی روایت کو کیسے دلیل کے طور پر پیش کر سکتے ہیں کہ اس طرح کی روایت کو اگر ان کیخلاف دلیل کے طور پر پیش کیا جائے تو وہ اسے قبول نہیں کریں گے۔

41-وَاَمَّا حَدِيْثُ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ فَهُمْ يَزْعُمُوْنَ اَنَّهُ خَطَأٌ، وَاَنَّهُ لَمْ يَرْفَعْهُ اَحَدٌ اِلَّا عَبْدُ الْوَهَّابِ الثَّقَفِىُّ خَاصَّةً، وَالْحُفَّاظُ يُوْقِفُوْنَهُ، عَلٰى اَنَسٍ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ .

✧✧ جہاں تک حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث کا تعلق ہے تو محدثین یہ کہتے ہیں کہ یہ روایت خطا پر مبنی ہے اور اس روایت کو مرفوعاً روایت کے طور پر صرف عبدالوہاب ثقفی نے نقل کیا ہے جبکہ دیگر محدثین نے اس روایت کو حضرت انس رضی اللہ عنہ پر موقوف کے طور پر نقل کیا ہے۔

42-وَاَمَّا حَدِيْثُ عَبْدِ الْحَمِيدِ بْنِ جَعْفَرٍ، فَاِنَّهُمْ يُضَعِّفُوْنَ عَبْدَ الْحَمِيدِ، فَلَا يُقِيمُوْنَ بِهٖ حُجَّةً، فَكَيْفَ يَحْتَجُّونَ بِهٖ فِىْ مِثْلِ هٰذَا .

وَمَعَ ذٰلِكَ فَاِنَّ مُحَمَّدَ بْنَ عَمْرِو بْنِ عَطَاءٍ لَمْ يَسْمَعْ ذٰلِكَ الْحَدِيْثَ مِنْ اَبِىْ حُمَيْدٍ، وَلَا مِمَّنْ ذُكِرَ مَعَهُ فِىْ ذٰلِكَ الْحَدِيْثِ بَيْنَهُمَا رَجُلٌ مَجْهُوْلٌ، قَدْ ذَكَرَ ذٰلِكَ الْعَطَّافُ بْنُ خَالِدٍ عَنْهُ، عَنْ رَجُلٍ، وَاَنَا ذَاكِرٌ ذٰلِكَ فِىْ بَابِ الْجُلُوْسِ فِى الصَّلٰوةِ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى .

وَحَدِيْثُ اَبِىْ عَاصِمٍ، عَنْ عَبْدِ الْحَمِيْدِ هٰذَا، فَفِيْهِ "فَقَالُوْا جَمِيْعًا صَدَقْتَ" فَلَيْسَ يَقُوْلُ ذٰلِكَ اَحَدٌ غَيْرُ اَبِىْ عَاصِمٍ .

✧✧ جہاں تک عبدالحمید بن جعفر کی روایت کا تعلق ہے تو محدثین نے عبدالحمید کو ضعیف قرار دیا ہے اور وہ اسے دلیل نہیں ٹھہراتے تو یہ لوگ اس طرح کی روایت کو دلیل کے طور پر کیسے پیش کر سکتے ہیں پھر اس کے ساتھ یہ بھی ہے کہ محمد بن عمرو بن عطاء نے اس حدیث کو ابوحمید ساعدی سے سنا نہیں ہے اور نہ ہی ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی ایک سے سنا ہے جن کا تذکرہ اس حدیث میں

ان کے ساتھ کیا گیا ہے۔ اس راوی اور حضرت ابوحمید رضی اللہ عنہ کے درمیان ایک مجہول راوی ہے۔ عطاف بن خالد نے اس روایت کو اس مجہول شخص کے حوالے سے ذکر کیا ہے۔ میں اس کا تذکرہ نماز کے دوران بیٹھنے کے باب میں کروں گا اگر اللہ نے چاہا۔ ابوعاصم نے عبدالحمید کے حوالے سے جو روایت نقل کی ہے جس میں یہ الفاظ ہیں کہ ان تمام حضرات نے یہ کہا کہ تم نے ٹھیک کیا ہے تو یہ الفاظ ابوعاصم کے علاوہ کسی اور نے نقل نہیں کیے ہیں۔

**43**-حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ شَيْبَةَ قَالَ: ثنا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ: ثنا هُشَيْمٌ، ح .

وَحَدَّثَنَا ابْنُ اَبِي عِمْرَانَ قَالَ: ثنا الْقَوَارِيرِيُّ، قَالَ ثنا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ قَالَا: ثنا عَبْدُ الْحَمِيدِ، فَذَكَرَاهُ بِإِسْنَادِهِ، وَلَمْ يَقُوْلَا " فَقَالُوْا جَمِيعًا صَدَقْتَ " وَهٰكَذَا رَوَاهُ غَيْرُ عَبْدِ الْحَمِيدِ .

✧✧ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ نقل کی گئی ہے۔ تاہم اس میں راویوں نے یہ الفاظ نقل نہیں کیے ہیں کہ ان تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے یہ کہا کہ آپ نے ٹھیک کیا ہے۔ عبدالحمید کے علاوہ دیگر راویوں نے اسے اسی طرح نقل کیا ہے۔

**44**-وَقَدْ ذَكَرْنَا فِي بَابِ الْجُلُوسِ فِي الصَّلٰوةِ .

فَمَا نَرٰى كَشْفَ هٰذِهِ الْاٰثَارِ، يُوْجِبُ لِمَا وَقَفَ عَلٰى حَقَائِقِهَا وَكَشْفَ مَخَارِجِهَا اِلَّا تَرْكَ الرَّفْعِ فِي الرُّكُوْعِ فَهٰذَا وَجْهُ هٰذَا الْبَابِ مِنْ طَرِيقِ الْاٰثَارِ .

✧✧ نماز کے دوران بیٹھنے کے باب میں ہم اس بات کا ذکر کر چکے ہیں جس میں ہم نے ان روایات کی تحقیق کی ہے جو اس بات کو واجب کرتی ہے کہ جب ان کے حقائق پر وقوف کیا جائے اور ان کے مخارج کی تحقیق کی جائے تو رکوع کے دوران یا اس میں جاتے ہوئے رفع یدین کو ترک کیا جائے گا۔ منقول روایات کے حوالے سے اس بارے میں یہی کچھ ہے۔

**45**-قَالَ اَبُوْ جَعْفَرٍ: فَمَا اَرَدْتُ بِشَيْءٍ مِنْ ذٰلِكَ تَضْعِيفَ اَحَدٍ مِّنْ اَهْلِ الْعِلْمِ، وَمَا هٰكَذَا مَذْهَبِي، وَلٰكِنِّي رَدْتُ بَيَانَ ظُلْمِ الْخَصْمِ لَنَا .

✧✧ امام ابوجعفر طحاوی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں' مرا مقصد اہل علم میں سے کسی ایک کو ضعیف قرار نہیں دینا ہے نہ ہی میرا یہ طریقہ ہے لیکن میں تو یہ ظاہر کرنا چاہتا ہوں کہ ہمارے مخالفین نے ہمارے ساتھ کتنی زیادتی کی ہے۔

**46**-وَاَمَّا وَجْهُ هٰذَا الْبَابِ مِنْ طَرِيقِ النَّظَرِ، فَاِنَّهُمْ قَدْ اَجْمَعُوا اَنَّ التَّكْبِيرَةَ الْاُولٰى، مَعَهَا رَفْعٌ، وَالتَّكْبِيرَةَ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ لَا رَفْعَ مَعَهَا .

وَاخْتَلَفُوا فِي تَكْبِيرَةِ النُّهُوضِ، وَتَكْبِيرَةِ الرُّكُوْعِ فَقَالَ قَوْمٌ حُكْمُهَا حُكْمُ تَكْبِيرَةِ الْافْتِتَاحِ، وَفِيهِمَا الرَّفْعُ كَمَا فِيهَا الرَّفْعُ .

وَقَالَ اٰخَرُوْنَ حُكْمُهَا حُكْمُ التَّكْبِيرَةِ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ، وَلَا رَفْعَ فِيهِمَا، كَمَا لَا رَفْعَ فِيهَا .

وَقَدْ رَاَيْنَا تَكْبِيرَةَ الْافْتِتَاحِ مِنْ صُلْبِ الصَّلٰوةِ لَا تُجْزِءُ الصَّلٰوةُ اِلَّا بِاِصَابَتِهَا، وَرَاَيْنَا التَّكْبِيرَةَ بَيْنَ

السَّجْدَتَيْنِ، لَيْسَتْ كَذٰلِكَ، لِاَنَّهُ لَوْ تَرَكَهَا تَارِكٌ، لَمْ تَفْسُدْ عَلَيْهِ صَلَاتُهُ.

وَرَاَيْنَا تَكْبِيْرَةَ الرُّكُوْعِ، وَتَكْبِيْرَةَ النُّهُوْضِ، لَيْسَتَا مِنْ صُلْبِ الصَّلٰوةِ لِاَنَّهُ لَوْ تَرَكَهَا تَارِكٌ لَمْ تَفْسُدْ عَلَيْهِ صَلَاتُهُ، وَهُمَا مِنْ سُنَنِهَا.

فَلَمَّا كَانَتْ مِنْ سُنَّةِ الصَّلٰوةِ، كَمَا اَنَّ الْكَبِيْرَةَ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ مِنْ سُنَّةِ الصَّلٰوةِ، كَانَتَا كَهِيَ، فِيْ اَنْ لَا رَفْعَ فِيْهِمَا، كَمَا لَا رَفْعَ فِيْهَا.

فَهٰذَا هُوَ النَّظَرُ فِيْ هٰذَا الْبَابِ، وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ، وَاَبِيْ يُوْسُفَ، وَمُحَمَّدٍ، رَحِمَهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰى.

✧✧ جہاں تک غور وفکر کے اعتبار سے اس مسئلے کی تحقیق کا تعلق ہے تو تمام علماء کا اس بات پر اتفاق ہے پہلی تکبیر کے ساتھ رفع یدین کیا جائے گا اور دونوں سجدوں کے درمیان والی تکبیر میں رفع یدین نہیں کیا جائے گا لیکن اٹھتے ہوئے اور رکوع میں جاتے ہوئے کہی جانے والی تکبیر کے ساتھ (رفع یدین کرنے کے بارے میں) ان کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے۔

ایک گروہ کے نزدیک اس کا حکم وہی ہے جو آغاز والی تکبیر کا ہے یعنی ان دونوں مقامات پر اسی طرح رفع یدین کیا جائے گا جیسے آغاز میں رفع یدین کیا جاتا ہے۔

دیگر حضرات کے نزدیک اس کا حکم دونوں سجدوں کے درمیان والی تکبیر کی طرح ہے کہ جس طرح اس میں رفع یدین نہیں کیا جاتا اسی طرح ان دونوں مقامات پر بھی رفع یدین نہیں کیا جائے گا۔

جب ہم نے آغاز والی تکبیر کا جائزہ لیا تو یہ نماز کے ارکان میں شامل ہے۔ نماز اس وقت تک درست نہیں ہوتی جب تک اسے درست طریقے سے ادا نہ کیا جائے اور جب ہم نے دو سجدوں کے درمیان والی تکبیر کا جائزہ لیا تو اس کی یہ حیثیت نہیں ہے۔ اگر کوئی شخص اسے ترک کر دیتا ہے تو اس کی نماز فاسد نہیں ہوگی اور وہ دو (یعنی رکوع میں جاتے ہوئے اور اٹھتے ہوئے کہی جانے والی تکبیریں) نماز کی سنتوں میں شامل ہیں تو جب وہ نماز کی سنتوں میں شامل ہوں گی تو جس طرح اٹھتے ہوئے کہی جانے والی تکبیر نماز کے ارکان میں شامل نہیں ہے کہ کوئی شخص اگر اسے ترک کر دے تو اس کی نماز فاسد نہیں ہوگی اور یہ دونوں نماز کی سنتوں میں شامل ہیں تو اگر یہ نماز کی سنتوں میں شامل ہیں جیسا کہ دو سجدوں کے درمیان والی تکبیر بھی نماز کی سنت ہے تو ان دونوں کی بھی وہی حیثیت ہوگی کہ ان دونوں میں اسی طرح رفع یدین نہیں کیا جائے گا جیسے اس میں رفع یدین نہیں کیا جاتا۔

غور وفکر کے اعتبار سے اس بارے میں یہی چیز ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ اسی بات کے قائل ہیں۔

**47**-وَلَقَدْ حَدَّثَنِيْ ابْنُ اَبِيْ دَاوُدَ قَالَ: ثنا اَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ، قَالَ: ثنا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ عَيَّاشٍ قَالَ: مَا رَاَيْتُ فَقِيْهًا قَطُّ يَفْعَلُهُ، يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِيْ غَيْرِ التَّكْبِيْرَةِ الْاُوْلٰى.

✧✧ ابوبکر بن عیاش بیان کرتے ہیں، میں نے کبھی کسی فقیہ کو تکبیر تحریمہ کے علاوہ رفع یدین کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔

## شرح

ہم سب سے پہلے اس مسئلہ پر اپنا مؤقف اور اس پر قرآنی آیت، چند احادیث مبارکہ اور جلیل القدر صحابہ کرام ث تابعین اور دیگر ائمہ دین وعلماء کے اقوال وآراء پیش کریں گے، پھر آخر میں وہابی لوگوں کی عبارات پیش کر کے روز روشن کی طرح واضح کردیں گے کہ اہل سنت وجماعت کا عمل برحق اور اسلامی تعلیمات کے مطابق ہے، جبکہ مخالفین کا شور وغل بے معنٰی وبے مقصد ہے۔ واللہ ولی التوفیق، علیہ توکلنا والیہ المصیر۔

## اہلسنّت کا مؤقف

حضرت امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: السنۃ ان یکبر الرجل فی صلاتہ کلما خفض وکلما رفع واذا انحط للسجود کبر واذا انحط للسجود الثانی کبر فامارفع الیدین فی الصلوٰۃ فانہ یرفع الیدین حذو الاذنین فی ابتداء الصلوٰۃ مرۃ واحدۃ ثم لا یرفع فی شئی من الصلوٰۃ بعد ذلک وھذا کلہ قول ابی حنیفۃ رحمہ اللہ وفی ذلک اثار کثیرۃ۔ (مؤطا امام محمد)

یعنی سنت یہ ہے کہ آدمی اپنی نماز میں ہر اونچ نیچ پر اللہ اکبر کہے، جب سجدہ کرے اور دوسرے سجدے کے لیے جھکے تو تکبیر کہے۔ پس نماز میں رفع یدین کا مسئلہ، تو وہ یہ ہے کہ (نمازی کا) نماز کے شروع میں صرف ایک بار کانوں کے برابر ہاتھ اٹھانا ہے، اس کے بعد نماز میں کسی مقام پر بھی رفع یدین نہیں کرے گا۔ یہ امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمہ کا مؤقف ہے اور اس بارے میں کثیر آثار ہیں۔

حضرت امام طحاوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: فانھم قد اجمعوا ان التکبیرۃ الاولیٰ معھا رفع وان التکبیرۃ بین السجدتین لا رفع معھا واختلفوا فی تکبیرۃ النھوض وتکبیرۃ الرکوع فقال قوم حکمھا حکم تکبیرۃ الافتتاح وفیھما الرفع کما فیھا الرفع وقال اٰخرون حکمھما حکم التکبیرۃ بین السجدتین ولا رفع فیھما کما لا رفع فیھا وھو قول ابی حنیفۃ وابی یوسف ومحمد رحمھم اللہ تعالیٰ۔

(شرح معانی الآثار) یعنی اس بات پر ان کا اتفاق ہے کہ پہلی تکبیر کے ساتھ رفع یدین ہے اور سجدوں کے درمیان تکبیر کے ساتھ رفع یدین نہیں ہے اور انہوں نے جھکنے کے لیے اور رکوع والی تکبیر کے رفع یدین کے متعلق اختلاف کیا ہے۔ پس ایک قوم نے کہا کہ ان دونوں کا حکم افتتاح والی تکبیر کے حکم کی طرح ہے جس طرح وہاں رفع یدین ہے تو ان دونوں مقامات پر بھی رفع یدین ہوگا۔ جبکہ دوسری جماعت نے کہا ہے کہ ان دونوں تکبیروں کا حکم سجدوں کے درمیان والی تکبیر کے حکم کی طرح ہے جس طرح سجدوں کے وقت رفع یدین نہیں ہے ایسے ہی رکوع کے وقت بھی رفع یدین نہیں کیا جائے گا۔ اور یہی قول امام اعظم ابوحنیفہ، قاضی ابویوسف اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہم تینوں کا ہے (کہ رفع یدین صرف نماز کے شروع میں کیا جائے گا رکوع اور سجود کے وقت نہیں)۔

حضرت ملا علی قاری حنفی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: ولیس فی غیر التحریمۃ رفع یدین عند ابی حنیفۃ رحمہ اللہ لخبر مسلم عن جابر بن سمرۃ۔ (مرقاۃ، حاشیہ نسائی)

امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک تکبیر تحریمہ کے علاوہ رفع یدین نہیں کرنا چاہیئے ،اس کی دلیل سیّدنا جابر بن سمرہ ص والی روایت ہے۔ جسے امام مسلم نے نقل کیا ہے۔

مولانا عبدالحی لکھنوی نے لکھا ہے: قول ابی حنیفۃ ووافقہ فی عدم الرفع الامرۃ الثوری والحسن بن حیی وسائرفقہاء الکوفۃ قدیما وحدیثاوھوقول ابن مسعودواصحابہ (الخ

یعنی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مؤقف ہے کہ رفع یدین صرف ایک بار کرنا چاہیئے ۔اور امام سفیان ثوری، حسن بن حیی اور تمام متقدمین اور متاخرین فقہائے کوفہ اور حضور عبداللہ بن مسعود اور آپ کے اصحاب کا بھی یہی مؤقف ہے۔ (التعلیق المجد )

ارشاد باری تعالیٰ ہے: قد افلح المؤمنون الذین ھم فی صلوٰتھم خاشعون۔ (المؤمنون)

تحقیق وہ ایمان والے کامیاب ہوگئے، جو اپنی نمازوں کو خشوع وخضوع سے ادا کرتے ہیں۔

## محدثین کی وضاحت

اس کی تفسیر کرتے ہوئے حضرت امام حسن بصری تابعی ص بیان کرتے ہیں: خاشعون الذین لا یرفعون ایدیھم فی الصلوٰۃ الا فی التکبیرۃ الاولیٰ۔ (تفسیر سمرقندی)

ترجمہ: خشوع وخضوع کرنے والے وہ لوگ ہیں جو نماز کی ابتداء میں صرف ایک بار رفع یدین کرتے ہیں۔ یعنی بار بار رفع یدین کرنا نماز میں خشوع وخضوع کے منافی ہے اس۔ لیئے صرف ایک بار شروع میں ہی رفع یدین کرنا چاہیئے۔ اس کے بعد رکوع وسجود کے وقت رفع یدین کرنا درست نہیں۔

امام بیہقی علیہ الرحمۃ رقمطراز ہیں: جماع ابواب الخشوع فی الصلوٰۃ والاقبال علیھا۔ قال اللہ جل ثناؤہ، قد افلح المؤمنون الذین ھم فی صلوٰتھم خاشعون عن جابر بن سمرۃ قال دخل علینا رسول اللہ ونحن رافعی ایدینا فی الصلوٰۃ فقال مالی اراکم رافعی ایدیکم کانھا اذناب خیل شمس اسکنوا فی الصلوٰۃ۔ (السنن الکبریٰ)

ترجمہ: نماز میں خشوع وخضوع کرنے کا بیان۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: تحقیق وہ ایماندار فلاح پا گئے جو اپنی نمازیں خشوع وخضوع کے ساتھ ادا کرتے ہیں۔

سیّدنا جابر بن سمرہ ص بیان کرتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، اس حال میں کہ ہم نماز میں رفع یدین کر رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا وجہ ہے کہ میں تمہیں رفع یدین کرتے ہوئے دیکھ رہا ہوں، جیسے وحشی گھوڑے اپنی دمیں ہلاتے ہیں۔ نماز سکون سے ادا کرو۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں: عدم رفع راجح ست بآں کہ وے از جنس سکون ست کہ مناسب تر ست بحال صلوٰۃ کہ خضوع وخشوع است۔ ترجمہ: رفع یدین نہ کرنا راجح ہے اور اس کا تعلق سکون سے جو نماز کے مناسب ہے کہ اس میں خضوع وخشوع ہونا چاہیئے۔ (اشعۃ اللمعات)

## ترک رفع یدین سے متعلق احادیث کا بیان

عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ رضى الله عنه قَالَ: صَلَّى مَعَ عَلِيٍّ رضى الله عنه بِالْبَصْرَةِ، فَقَالَ: ذَكَّرَنَا هٰذَا الرَّجُلُ صَلَاةً، كُنَّا نُصَلِّيهَا مَعَ رَسُوْلِ اللهِ صلى الله عليه وسلم، فَذَكَرَ أَنَّهُ كَانَ يُكَبِّرُ كُلَّمَا رَفَعَ وَكُلَّمَا وَضَعَ. (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ. الحديث رقم 14: أخرجه البخاري في الصحيح، كتاب: صفة الصلاة، باب: إتمام التكبير في الركوع، 1/271، الرقم: 751، والبيهقي في السنن الكبرى، 2/78، الرقم: 2326، والبزار في المسند، 9/26، الرقم: 3532.)

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے فرمایا: انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ بصرہ میں نماز پڑھی تو انہوں نے ہمیں وہ نماز یاد کروادی جو ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پڑھا کرتے تھے۔ انہوں نے بتایا کہ وہ (یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ) جب بھی اٹھتے اور جھکتے تو تکبیر کہا کرتے تھے۔

صحیح بخاری اس کی حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ نماز بیان کیا گیا ہے لیکن رکوع میں جانے یا اٹھنے والے رفع یدین کا اس میں کوئی ذکر نہیں ہے۔

عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضى الله عنه أَنَّهُ كَانَ يُصَلِّي لَهُمْ، فَيُكَبِّرُ كُلَّمَا خَفَضَ وَرَفَعَ، فَإِذَا انْصَرَفَ قَالَ: إِنِّي لَأَشْبَهُكُمْ صَلَاةً بِرَسُوْلِ اللهِ صلى الله عليه وسلم. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(الحديث رقم 15: أخرجه البخاري في الصحيح، كتاب: صفة الصلاة، باب: إتمام التكبير في الركوع، 1/272، الرقم: 752، ومسلم في الصحيح، كتاب: الصلاة، باب: اثبات التكبير في كل خفض ورفع في الصلاة، 1/293، الرقم: 392، والنسائي في السنن، كتاب: التطبيق، باب: التكبير للنهوض، 2/235، الرقم: 1155، وأحمد بن حنبل في المسند، 2/236، الرقم: 7219، ومالك في الموطأ، 1/76، الرقم: 166، والطحاوي في شرح معاني الآثار، 1/221.)

حضرت ابو سلمہ سے روایت ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ انہیں نماز پڑھایا کرتے تھے، وہ جب بھی جھکتے اور اٹھتے تو تکبیر کہتے۔ جب وہ نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا: تم میں سے میری نماز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز سے زیادہ مشابہت رکھتی ہے۔

عَنْ مُطَرِّفِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رضى الله عنه قَالَ: صَلَّيْتُ خَلْفَ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رضى الله عنه، أَنَا وَعِمْرَانُ بْنُ حُصَيْنٍ، فَكَانَ إِذَا سَجَدَ كَبَّرَ، وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ كَبَّرَ، وَإِذَا نَهَضَ مِنَ الرَّكْعَتَيْنِ كَبَّرَ، فَلَمَّا قَضَى الصَّلَاةَ، أَخَذَ بِيَدِي عِمْرَانُ بْنُ حُصَيْنٍ فَقَالَ: قَدْ ذَكَّرَنِي هٰذَا صَلَاةَ مُحَمَّدٍ صلى الله عليه وسلم، أَوْ قَالَ: لَقَدْ صَلَّى بِنَا صَلَاةَ مُحَمَّدٍ صلى الله عليه وسلم. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. (الحديث رقم 16: أخرجه البخاري في الصحيح، كتاب: صفة الصلاة، باب: إتمام التكبير في السجود، 1/272، الرقم: 753، ومسلم في الصحيح، كتاب: الصلاة، باب: إثبات التكبير في كل خفض ورفع في الصلاة، 1/295، الرقم: 393، وأحمد بن حنبل في المسند، 4/)

حضرت مطرف بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے اور حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی جب انہوں نے سجدہ کیا تو تکبیر کہی جب سر اٹھایا تو تکبیر کہی اور جب دو رکعتوں سے اٹھے تو تکبیر کہی۔ جب نماز مکمل ہوگئی تو حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے میرا ہاتھ پکڑ کر فرمایا: انہوں نے مجھے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز یاد کرا دی ہے (یا فرمایا) انہوں نے مجھے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز جیسی نماز پڑھائی ہے۔

. عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رضي الله عنه يَقُوْلُ: كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صلى الله عليه وسلم إِذَا قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ، يُكَبِّرُ حِينَ يَقُوْمُ، ثُمَّ يُكَبِّرُ حِينَ يَرْكَعُ، ثُمَّ يَقُوْلُ: (سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ). حِينَ يَرْفَعُ صُلْبَهُ مِنَ الرَّكْعَةِ. ثُمَّ يَقُوْلُ وَهُوَ قَائِمٌ: (رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ). قَالَ عَبْدُ اللهِ: (وَلَكَ الْحَمْدُ). ثُمَّ يُكَبِّرُ حِينَ يَهْوِي، ثُمَّ يُكَبِّرُ حِينَ يَرْفَعُ رَأْسَهُ، ثُمَّ يُكَبِّرُ حِينَ يَسْجُدُ، ثُمَّ يُكَبِّرُ حِينَ يَرْفَعُ رَأْسَهُ، ثُمَّ يَفْعَلُ ذَلِكَ فِي الصَّلَاةِ كُلِّهَا حَتَّى يَقْضِيَهَا، وَيُكَبِّرُ حِينَ يَقُوْمُ مِنَ الثِّنْتَيْنِ بَعْدَ الْجُلُوْسِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(الحدیث رقم 17: أخرجه البخاری فی الصحیح، کتاب: صفة الصلاة، باب: التکبیر إذا قام من السجود، 1 / 272، الرقم: 756، ومسلم فی الصحیح، کتاب: الصلاة، باب: إثبات التکبیر فی کل خفض ورفع فی الصلاة، 1 / 293، الرقم: 392.)

حضرت ابو بکر بن عبد الرحمٰن نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو کھڑے ہوتے وقت تکبیر کہتے پھر رکوع کرتے وقت تکبیر کہتے پھر (سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ) کہتے جب کہ رکوع سے اپنی پشت مبارک کو سیدھا کرتے پھر سیدھے کھڑے ہو کر (رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ) کہتے۔ پھر جھکتے وقت تکبیر کہتے۔ پھر سر اٹھاتے وقت تکبیر کہتے۔ پھر سجدہ کرتے وقت تکبیر کہتے پھر سجدے سے سر اٹھاتے وقت تکبیر کہتے۔ پھر ساری نماز میں اسی طرح کرتے یہاں تک کہ پوری ہو جاتی اور جب دو رکعتوں کے آخر میں بیٹھنے کے بعد کھڑے ہوتے تو تکبیر کہتے۔

عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رضي الله عنه كَانَ يُكَبِّرُ فِي كُلِّ صَلَاةٍ مِنَ الْمَكْتُوبَةِ وَغَيْرِهَا، فِي رَمَضَانَ وَغَيْرِهِ، فَيُكَبِّرُ حِينَ يَقُوْمُ، ثُمَّ يُكَبِّرُ حِينَ يَرْكَعُ، ثُمَّ يَقُوْلُ: (سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ)، ثُمَّ يَقُوْلُ: (رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ)، قَبْلَ أَنْ يَسْجُدَ، ثُمَّ يَقُوْلُ: (اللهُ أَكْبَرُ)، حِينَ يَهْوِي سَاجِدًا، ثُمَّ يُكَبِّرُ حِينَ يَرْفَعُ رَأْسَهُ مِنَ السُّجُوْدِ، ثُمَّ يُكَبِّرُ حِينَ يَسْجُدُ، ثُمَّ يُكَبِّرُ حِينَ يَرْفَعُ رَأْسَهُ مِنَ السُّجُوْدِ، ثُمَّ يُكَبِّرُ حِينَ يَقُوْمُ مِنَ الْجُلُوْسِ فِي الاِثْنَتَيْنِ، وَيَفْعَلُ ذَلِكَ فِي كُلِّ رَكْعَةٍ، حَتَّى يَفْرُغَ مِنَ الصَّلَاةِ، ثُمَّ يَقُوْلُ حِينَ يَنْصَرِفُ: وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، إِنِّي لَأَقْرَبُكُمْ شَبَهًا بِصَلَاةِ رَسُوْلِ اللهِ صلى الله عليه وسلم، إِنْ كَانَتْ هَذِهِ لَصَلَاتَهُ حَتَّى فَارَقَ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَأَبُوْ دَاوُدَ. (الحديث رقم 18: أخرجه البخاري في الصحيح، كتاب: صفة الصلاة، باب: يهوى بالتكبير حين يسجد، 1 / 276، الرقم: 770، وأبو داود في السنن، كتاب: الصلاة، باب: تمام التكبير، 1 / 221، الرقم: 836.)

ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن سے روایت ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہر نماز میں تکبیر کہتے خواہ وہ فرض ہوتی یا دوسری، ماہِ رمضان میں ہوتی یا اس کے علاوہ جب کھڑے ہوتے تو تکبیر کہتے اور جب رکوع کرتے تو تکبیر کہتے۔ پھر (سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ) کہتے۔ پھر سجدہ کرنے سے پہلے (رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ) کہتے۔ پھر جب سجدے کے لئے جھکتے تو (اَللهُ اَكْبَرُ) کہتے۔ پھر جب سجدے سے سر اٹھاتے تو تکبیر کہتے، پھر جب (دوسرا) سجدہ کرتے تو تکبیر کہتے، پھر جب سجدے سے سر اٹھاتے تو تکبیر کہتے، پھر جب دوسری رکعت کے قعدہ سے اٹھتے تو تکبیر کہتے، اور ہر رکعت میں ایسا ہی کرتے یہاں تک کہ نماز سے فارغ ہو جاتے۔ پھر فارغ ہونے پر فرماتے: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے! تم سب میں سے میری نماز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے ساتھ زیادہ مشابہت رکھتی ہے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تادمِ وِصال اسی طریقہ پر نماز ادا کی۔

عَنْ أَبِي قِلَابَةَ أَنَّ مَالِكَ ابْنَ الْحُوَيْرِثِ رضی الله عنه قَالَ لِأَصْحَابِهِ: أَلَا أُنَبِّئُكُمْ صَلَاةَ رَسُوْلِ اللهِ صلى الله عليه وسلم؟ قَالَ: وَذَاكَ فِي غَيْرِ حِيْنِ صَلَاةٍ، فَقَامَ، ثُمَّ رَكَعَ فَكَبَّرَ، ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ، فَقَامَ هُنَيَّةً، ثُمَّ سَجَدَ، ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ هُنَيَّةً، فَصَلَّى صَلَاةَ عَمْرِو بْنِ سَلَمَةَ شَيْخِنَا هٰذَا. قَالَ أَيُّوْبُ: كَانَ يَفْعَلُ شَيْئًا لَمْ أَرَهُمْ يَفْعَلُوْنَهُ، كَانَ يَقْعُدُ فِي الثَّالِثَةِ وَالرَّابِعَةِ. قَالَ: فَأَتَيْنَا النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم فَأَقَمْنَا عِنْدَهُ، فَقَالَ: لَوْ رَجَعْتُمْ إِلَى أَهْلِيْكُمْ، صَلُّوْا صَلَاةَ كَذَا فِي حِيْنِ كَذَا، صَلُّوْا صَلَاةَ كَذَا فِي حِيْنِ كَذَا، فَإِذَا حَضَرَتِ الصَّلَاةُ، فَلْيُؤَذِّنْ أَحَدُكُمْ، وَلْيَؤُمَّكُمْ أَكْبَرُكُمْ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ. (الحديث رقم 19: أخرجه البخاري في الصحيح، كتاب: صفة الصلاة، باب: المكث بين السجدتين إتمام التكبير في الركوع، 1 / 282، الرقم 785.)

حضرت ابوقلابہ سے روایت ہے کہ حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا: کیا میں تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز نہ بتاؤں؟ اور یہ نماز کے معینہ اوقات کے علاوہ کی بات ہے۔ سو انہوں نے قیام کیا، پھر رکوع کیا تو تکبیر کہی پھر سر اٹھایا تو تھوڑی دیر کھڑے رہے۔ پھر سجدہ کیا، پھر تھوڑی دیر سر اٹھائے رکھا پھر سجدہ کیا۔ پھر تھوڑی دیر سر اٹھائے رکھا۔ انہوں نے ہمارے ان بزرگ حضرت عمرو بن سلمہ کی طرح نماز پڑھی۔ ایوب کا بیان ہے وہ ایک کام ایسا کرتے جو میں نے کسی کو کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔ وہ دوسری اور چوتھی رکعت میں بیٹھا کرتے تھے۔ فرمایا: ہم حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ٹھہرے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم اپنے گھر والوں کے پاس واپس جاؤ تو فلاں نماز فلاں وقت میں پڑھنا۔ جب نماز کا وقت ہو جائے تو تم میں سے ایک اذان کہے اور جو بڑا ہو وہ تمہاری امامت کرے۔

عَنْ عَلْقَمَةَ قَالَ: قَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْعُوْدٍ رضی الله عنه: أَلَا أُصَلِّي بِكُمْ صَلَاةَ رَسُوْلِ اللهِ صلى الله عليه وسلم؟ قَالَ: فَصَلَّى فَلَمْ يَرْفَعْ يَدَيْهِ إِلَّا مَرَّةً. رَوَاهُ أَبُوْدَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ، وَالنَّسَائِيُّ وَزَادَ: ثُمَّ لَمْ

يُعِدْ. وَقَالَ أَبُوْعِيْسَى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ.

(الحدیث رقم 20: أخرجہ أبوداود فی السنن، کتاب: التطبیق، باب: من لم یذکر الرفع عند الرکوع، 1/ 286، الرقم: 748، والترمذی فی السنن، کتاب: الصلاۃ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، باب: رفع الیدین عند الرکوع، 1/ 297، الرقم: 257، والنسائی فی السنن، کتاب: الافتتاح، باب: ترک ذلک، 2/ 131، الرقم: 1026، وفی السنن الکبری، 1/ 221، 351، الرقم: 645، 1099، وأحمد بن حنبل فی المسند، 1/ 388، 441، وابن أبی شیبۃ فی المصنف، 1/ 213، الرقم: 2441.)

حضرت علقمہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا میں تمہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز نہ پڑھاؤں؟ راوی کہتے ہیں: پھر انہوں نے نماز پڑھائی اور ایک مرتبہ کے سوا اپنے ہاتھ نہ اٹھائے۔ امام نسائی کی بیان کردہ روایت میں ہے: پھر انہوں نے ہاتھ نہ اٹھائے۔

حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ وَخَالِدُ بْنُ عَمْرٍو وَ أَبُوْحُذَيْفَةَ رضی الله عنهم، قَالُوْا: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بِإِسْنَادِهِ بِهٰذَا، قَالَ: فَرَفَعَ يَدَيْهِ فِي أَوَّلِ مَرَّةٍ، وَ قَالَ بَعْضُهُمْ: مَرَّةً وَاحِدَةً. (رَوَاهُ أَبُوْدَاوُدَ. الحديث رقم 21: أخرجه أبوداود في السنن، كتاب: التطبيق، باب: من لم يذكر الرفع عند الركوع، 1/ 286، الرقم: 749.)

حضرت حسن بن علی، معاویہ، خالد بن عمرو اور ابو حذیفہ رضی اللہ عنہم روایت کرتے ہیں کہ سفیان نے اپنی سند کے ساتھ ہم سے حدیث بیان کی (کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے) پہلی دفعہ ہی ہاتھ اٹھائے، اور بعض نے کہا: ایک ہی مرتبہ ہاتھ اٹھائے۔

عَنِ الْبَرَاءِ رضی الله عنه أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صلی الله عليه وسلم كَانَ إِذَا افْتَتَحَ الصَّلَاةَ رَفَعَ يَدَيْهِ إِلَى قَرِيْبٍ مِنْ أُذُنَيْهِ ثُمَّ لَا يَعُوْدُ. (رَوَاهُ أَبُوْدَاوُدَ. الحديث رقم 22: أخرجه أبوداود في السنن، كتاب: الصلاة، باب: من لم يذكر الرفع عند الركوع، 1/ 287، الرقم: 750، وعبد الرزاق في المصنف، 2/ 70، الرقم: 2530، وابن أبي شيبة في المصنف، 1/ 213، الرقم: 2440، والدارقطني في السنن، 1/ 293، والطحاوي في شرح معاني الآثار، 1/ 253، الرقم 1131.)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع کرتے تو اپنے دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھاتے، اور پھر ایسا نہ کرتے۔

عَنِ الْأَسْوَدِ أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ مَسْعُوْدٍ رضی الله عنه كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِي أَوَّلِ التَّكْبِيْرِ، ثُمَّ لَا يَعُوْدُ إِلَى شَيْءٍ مِنْ ذٰلِكَ. وَيَأْثِرُ ذٰلِكَ عَنْ رَسُوْلِ اللهِ صلی الله عليه وسلم. (رَوَاهُ أَبُوْحَنِيْفَةَ. الحديث رقم 23: أخرجه الخوارزمي في جامع المسانيد، 1/ 355.)

حضرت اسود روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ صرف تکبیر تحریمہ کے وقت ہاتھ اُٹھاتے تھے، پھر نماز میں کسی اور جگہ ہاتھ نہ اٹھاتے اور یہ عمل حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا کرتے۔

عَنْ عَبْدِ اللهِ رضی الله عنه قَالَ: صَلَّيْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللهِ صلی الله عليه وسلم وَأَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ رضی الله عنهما، فَلَمْ يَرْفَعُوْا أَيْدِيَهِم إِلَّا عِنْدَ اسْتِفْتَاحِ الصَّلَاةِ. (رَوَاهُ الدَّارُقُطْنِيُّ. الحديث رقم 24: أخرجه الدارقطني في السنن، 1 / 295، وأبو يعلى في المسند، 8 / 453، الرقم: 5039، والبيهقي في السنن الكبرى، 2 / 79، والهيثمي في مجمع الزوائد، 2 / 101.)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ نماز پڑھی، یہ سب حضرات صرف نماز کے شروع میں ہی اپنے ہاتھ بلند کرتے تھے۔

عَنْ سَالِمٍ، عَنْ أَبِيْهِ، قَالَ: رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللهِ صلی الله عليه وسلم إِذَا افْتَتَحَ الصَّلَاةَ رَفَعَ يَدَيْهِ حَتَّى يُحَاذِيَ بِهِمَا، وَقَالَ بَعْضُهُمْ: حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ، وَإِذَا أَرَادَ أَنْ يَرْكَعَ، وَبَعْدَ مَا يَرْفَعُ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوْعِ، لَا يَرْفَعُهُمَا، وَقَالَ بَعْضُهُمْ: وَلَا يَرْفَعُ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ.

رَوَاهُ أَبُوْعَوَانَةَ. (الحديث رقم 25: أخرجه أبو عوانة في المسند، 1 / 423، الرقم 1572.)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز شروع کرتے وقت اپنے ہاتھوں کو کندھوں تک اٹھایا، اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم رکوع کرنا چاہتے اور رکوع سے سر اٹھاتے تو ہاتھ نہیں اٹھاتے تھے، اور بعض نے کہا دونوں سجدوں کے درمیان (ہاتھ) نہیں اٹھاتے تھے۔

عَنِ الْأَسْوَدِ، قَالَ: رَأَيْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رضی الله عنه يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِي أَوَّلِ تَكْبِيْرَةٍ، ثُمَّ لَا يَعُوْدُ.
رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ. (الحديث رقم 26: أخرجه الطحاوي في شرح معاني الآثار، 1 / 294، الرقم: 1329.)

حضرت اسود بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو نماز ادا کرتے دیکھا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ تکبیر تحریمہ کہتے وقت دونوں ہاتھ اٹھاتے، پھر (بقیہ نماز میں ہاتھ) نہیں اٹھاتے تھے۔

عَنْ عَاصِمِ بْنِ كُلَيْبٍ عَنْ أَبِيْهِ أَنَّ عَلِيًّا رضی الله عنه كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ إِذَا افْتَتَحَ الصَّلَاةَ، ثُمَّ لَا يَعُوْدُ. رَوَاهُ ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ. (لحديث رقم 27: أخرجه ابن أبي شيبة في المصنف، 1 / 213، الرقم 2444.)

عاصم بن کلیب اپنے والد کلیب سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ صرف تکبیر تحریمہ میں ہی ہاتھوں کو اٹھاتے تھے پھر دوران نماز میں ہاتھ نہیں اٹھاتے تھے۔

صحاح ستہ کے مشہور امام، امام ترمذی اپنی جامع ترمذی شریف ایک مستقل باب بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

بـاب مَـا جَـاءَ اَنَّ النَّبِیَّ صلی الله علیه وسلم لَمْ یَرْفَعْ اِلَّا فِی اَوَّلِ مَرَّةٍ حَدَّثَنَا هَنَّادٌ، حَدَّثَنَا وَکِیعٌ، عَـنْ سُفْیَانَ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ کُلَیْبٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الاَسْوَدِ، عَنْ عَلْقَمَةَ، قَالَ قَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْـعُـودٍ اَلاَ اُصَـلِّـی بِکُمْ صَلاَةَ رَسُولِ اللَّهِ صلی الله علیه وسلم فَصَلَّی فَلَمْ یَرْفَعْ یَدَیْهِ اِلَّا فِی اَوَّلِ مَرَّةٍ . قَـالَ وَفِی الْبَابِ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ . قَـالَ اَبُـو عِیسَی حَدِیثُ ابْنِ مَسْعُودٍ حَدِیثٌ حَسَنٌ . وَبِـهِ یَـقُولُ غَیْرُ وَاحِدٍ مِنْ اهلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صلی الله علیه وسلم وَالتَّابِعِینَ . وَهُوَ قَوْلُ سُفْیَانَ الثَّوْرِیِّ وَاهلِ الْکُوفَةِ .

اس کے علاوہ:(مسند احمد 3498 نمبر۔ سنن نسائی کتاب التطبیق 21 - باب الرُّخْصَةِ فِی تَرْکِ ذٰلِکَ 1066)

علاوہ اس کے شرح معانی الآ ثار، طبرانی، بیہقی، موطا امام محمد، مسند امام اعظم، مصنف ابن ابی شیبہ، دار قطنی، صحیح ابن عوانہ، وغیرہ میں نبی کرم صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ اور تابعین کا یہ عمل ذکر کیا گیا ہے۔

آپ کے علم کے لیے بتادوں کی اوپر ترمذی شریف کی جو حدیث ذکر کی گئی ہے، اس کے پہلے رفع یدین کرنے کی حدیث ذکر کی ہے، اور کثرت سے صحابہ وتابعین کے نام رفع یدین کرنے والوں کے گنوائے ہیں۔ لیکن یہی امام ترمذی رح ترک رفع والی حدیث میں یہ بھی کہتے ہیں کہ وَبِـهِ یَـقُـولُ غَیْـرُ وَاحِـدٍ مِـنْ اهـلِ الْعِـلْـمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صلی الله علیه وسلم وَالتَّابِعِینَ، یعنی بکثرت اہل علم صحابہ وتابعین اسی کے قائل ہیں۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع کرنے کے لئے تکبیر کہتے تو رفع یدین کرتے یہاں تک کہ آپ کے انگوٹھے کانوں کی لو کے قریب ہو جاتے۔ پھر (رفع یدین) نہیں کرتے تھے۔

عـن الـزهری عن سالم عن ابیه قال رایت رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا افتتح الصلوة رفع یـدیـه حتـی یـحـاذی بهـما وقال بعضهم حذو منکبیه و اذ ا اراد ان یرکع بعد ما یرفع راسه من الرکوع لا یرفعهما و قال بعضهم ولا یرفع بین السجد تین والمعنی واحد .(صحیح ابی عوانہ ج2ص90)

حضرت امام زہری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت سالم رحمۃ اللہ علیہ سے اور وہ اپنے والد حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب آپ نماز شروع کرتے تو رفع یدین کرتے مونڈھوں تک۔ اور جب آپ ارارہ فرماتے کہ رکوع کریں اور رکوع سے سر اٹھالینے کے بعد آپ رفع یدین نہ کرتے۔ بعض راویوں نے کہا ہے کہ آپ دونوں سجدوں کے درمیان بھی رفع یدین نہ کرتے۔ مطلب سب راویوں کی روایت کا ایک ہی ہیں۔

عن علی عن النبی صلی الله علیه وسلم انه کان یرفع یدیه فی اول الصلوة ثم لا یعود .

(العلل الواردۃ فی الاحادیث النبویۃ، (دار قطنی ج4ص106))

حضرت علی رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نماز کے شروع میں رفع یدین کرتے تھے، پھر دوبارہ نہیں کرتے تھے۔

**عن عبد الله قال صليت مع النبي صلى الله عليه وسلم مع ابى بكر ومع عمر رضى الله عنهما فلم يرفعوا ايديهم الا عند التكبيرة الاولى فى افتتاح الصلوة، قال اسحق به ناخذ فى الصلوة كلها .** (دارقطنی ج1 ص295، بیہقی ج2 ص79)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ نماز پڑھی۔ ان سب نے رفع یدین نہیں کیا مگر پہلی تکبیر کے وقت نماز کے شروع میں، محدث اسحٰق بن ابی اسرائیل رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ہم بھی اسی کو اپناتے ہیں پوری نماز میں۔

**عن الاسود قال صليت مع عمر فلم يرفع يديه فى شىء من صلوة الا حين افتتح الصلوة الحديث .** (مصنف ابن ابی شیبۃ ج ص237، شرح معانی الآثار للطحاوی ج ص156)

حضرت اسود رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کیساتھ نماز پڑھی تو انہوں نے نماز میں کسی جگہ بھی رفع یدین نہیں کیا سوائے ابتداء نماز کے۔

**عن عاصم بن كليب عن ابيه ان عليا كان يرفع يديه فى اول تكبيرة من الصلوة ثم لا يرفع بعد .**

(شرح معانی الآثار للطحاوی جلد صفحہ 154، مصنف ابن ابی شیبۃ جلد اول صفحہ 236، مؤطا امام محمد جلد صفحہ 90)

حضرت عاصم بن کلیب رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نماز کی پہلی تکبیر میں رفع یدین کرتے تھے پھر اسکے بعد رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

**عن ابراهيم عن عبدالله انه كان يرفع يديه فى اول ما يستفتح ثم لا يرفعهما .**

(مصنف ابن ابی شیبۃ ج صفحہ 236، شرح معانی الآثار للطحاوی جلد اول صفحہ 156، مصنف عبدالرزاق جلد دوم صفحہ 71)

حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نماز کے شروع میں رفع یدین کرتے تھے پھر نہیں کرتے تھے۔

**عن مجاهد قال صليت خلف ابن عمر فلم يكن يرفع يديه الافى التكبيرة الاولى من الصلوة .**

(شرح معانی الآثار للطحاوی جلد اول صفحہ 155، مصنف ابن ابی شیبۃ جلد اول صفحہ 237، مؤطا امام محمد صفحہ 90، معرفۃ السنن والآثار جلد دوم صفحہ 428)

حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی تو انہوں نے رفع یدین نہیں کیا مگر نماز کی پہلی تکبیر میں۔

**عن اشعث عن الشعبى انه كان يرفع يديه فى اول التكبير ثم لا يرفعهما** (مصنف ابن ابی شیبۃ ج1 ص236)

امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ وہ تکبیر تحریمہ کے وقت ہی رفع یدین کرتے تھے پھر نہیں کرتے تھے۔

عن جابر عن الاسود و علقمة انهما كان يرفعان ايديهما اذا افتتحا ثم لا يعودان ۔

(مصنف ابن ابی شیبۃ جلد اول ص 236)

حضرت جابر رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ حضرت اسود یزید رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت علقمہ رحمۃ اللہ علیہ نماز کے شروع میں رفع یدین کرتے تھے پھر نہیں کرتے تھے۔

## ترک رفع الیدین والی حدیث کو جن محدثین نے صحیح قرار دیا ہے

اخبرنا محمود بن غيلان المروزی قال حدثنا سفيان عن عاصم بن كليب عن عبد الرحمن بن الاسود عن علقمه عن عبد الله انه قال الا اصلی بكم صلوٰة رسول الله صلى الله عليه وسلم فصلى فلم يرفع يديه الا مرة واحدة ۔ (نسائی ص 161، قدیمی کتب خانہ، نسائی مترجم ج1 ص345 دار الاشاعت)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کیا میں تم لوگوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز پڑھ کہ نہ دکھاؤں پھر انہوں نے نماز پڑھی اور صرف (شروع نماز میں) ایک مرتبہ رفع یدین کیا۔

## حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو صحیح قرار دینے والے حضرات محدثین:

عدم رفع یدین والی روایت کی صحیح قرار دینے والے محدثین کی تعداد اور ثقاہت میں کسی قسم کا شک ہی نہیں کیا جا سکتا۔ اس لئے ہم یہاں پر ان کثیر محدثین وفقہاء میں چند کا تذکرہ کریں گے۔ تاکہ غیر مقلدین کو اس بات کا احساس ہو کہ مسئلہ کی حقانیت کیا ہے۔ اور فقہ حنفی کی حقانیت ان پر واضح ہو جائے۔

انتباہ: اصول فقہ حدیث کا ضابطہ ہے کہ جس حدیث سے کوئی فقیہ و مجتہد و محدث استدلال کرے وہ اس کے نزدیک صحیح ہے۔ (تدریب الراوی ج1 ص48، تلخیص الحبیر ج2 ص143، قواعد فی علوم الحدیث 57)

## عدم رفع یدین میں فقہاء و محدثین کی روایات کی کثرت:

ہم یہاں وہ ائمہ و مجتہدین کا اختصار کے ساتھ ذکر کریں گے جنہوں نے عدم رفع یدین پر بڑی کثرت کے ساتھ دلائل جمع کیے ہیں۔ اور یہ ثابت کیا ہے کہ سوائے تکبیر تحریمہ کے نماز میں رفع یدین منسوخ ہو گیا ہے۔ اور اب سنت یہی ہے کہ نماز میں صرف تکبیر تحریمہ کے وقت ہی رفع یدین کیا جائے گا۔ باقی مواقع منسوخ ہو گئے ہیں۔

### 1۔ حضرت ابراہیم النخعی رحمۃ اللہ علیہ 96ھ:

مسند ابی حنیفہ بروایت حسن ص 13، مسند ابی حنیفہ بروایت ابی یوسف ص 21، مؤطا امام محمد ص 93، کتاب الحجہ لامام محمد

ج1 ص96، مسند ابن الجعد ص292، سنن الطحاوی ج1 ص162,163، مشکل الآثار للطحاوی ج2 ص11، جامع المسدنید ج1 ص352، معجم الکبیر للطبرانی ج22 ص22، سنن دارقطنی ج1 ص394، سنن الکبری للبیہقی ج2 ص81

## 2۔امام اعظم ابوحنیفہ التابعی رحمۃ اللہ علیہ 150ھ:

مسند ابی حنیفہ بروایت حسن ص13، مسند ابی حنیفہ بروایت ابی یوسف ص21، مؤطا امام محمد ص93، کتاب الحجہ ج1 ص96، سنن الطحاوی ج1 ص162، جامع المسانید ج1 ص353، الاوسط لابن المنذر ج3 ص148، التجرید للقدروی ج5 ص272، حلیۃ العماء للشاشی ج1 ص189، المحلی ابن حزم ج4 ص119۔ج1 ص301، التمہید ج9 ص213، الاتذکار لابن البرج4 ص99، مناقب المکی ج1 ص130، مغنی لابن قدامہ ج2 ص172، دلائل الاحکام ج1 ص263، شرح سنن ابن ماجہ المغلطائی ج5 ص1466,1467، عمدۃ القاری ج5 ص272

## 3۔امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ 161ھ:

جز رفع الیدین ص46، ترمذی ج1 ص59، الاوسط لابن منذر ج3 ص148، حلیۃ العماء للشاشی ج1 ص189، التجرید للقدوری ج1 ص272، شرح البخاری لابن بطال ج2 ص423، التمہید ج9 ص213، الاستذکار ج4 ص99، شرح السنہ للبغوی ج2 ص24، مغنی لابن قدامہ ج2 ص172، دلائل الاحکام لابن شداد ج1 ص263، شرح سنن ابن ماجہ للمغلطائی ج5 ص1466، عمدۃ القاری ج5 ص272

4۔امام ابن القاسم المصری رحمۃ اللہ علیہ 191ھ المدونۃ الکبری لامام مالک ج1 ص71

5۔امام وکیع بن الجراح الکوفی رحمۃ اللہ علیہ 197ھ جزء رفع الیدین للبخاری ص46، عمدۃ القاری ج5 ص272

6۔امام اسحاق بن ابی اسرائیل المروزی رحمۃ اللہ علیہ 246ھ سنن دارقطنی ج1 ص399,400 سند صحیح

7۔امام محمد بن اسماعیل البخاری 256ھ جزء رفع الیدین للبخاری ص25، للزئی ص112

8۔امام ابوداؤد السجستانی 275ھ تاریخ بغداد الخطیب ج9 ص59، تذکرۃ الحفاظ ج2 ص127، النکت لابن حجر ص141

9۔امام ابوعیسیٰ ترمذی رحمۃ اللہ علیہ 279ھ ترمذی ج1 ص59، شرح الھدایہ للعینی ج2 ص294

10۔امام احمد بن شعیب نسائی 303ھ النکت لابن حجر ص165، زہر الربی للسیوطی ص3

## 11۔امام ابوعلی الطوسی 312ھ

مختصر الاحکام مستخرج الطوسی علی جامع الترمذی ج2 ص103، شرح ابن ماجہ للحافظ للمغلطائی ج5 ص1467

12۔امام ابوجعفر الطحاوی رحمۃ اللہ علیہ 321ھ الطحاوی ج 1 ص 162، الردعلی الکرانی بحوالہ جوہرالنقی ص 77,78

13۔امام ابومحمد الحارثی البخاری رحمۃ اللہ علیہ 340ھ، جامع المسانید ج 1 ص 353 مکۃ المکرمۃ

14۔امام ابوعلی النسابوری رحمۃ اللہ علیہ 349ھ، النکت لابن حجر رحمۃ اللہ علیہ ص 165، زہرالربی علی النسائی للسیوطی ص 3

15۔امام ابوعلی ابن السکن المصری رحمۃ اللہ علیہ 353ھ، النکت لابن حجر 164 زہرالربی للسیوطی ص 3

16۔امام محمد بن معاویہ الاحمر رحمۃ اللہ علیہ 358ھ، النکت لابن حجر ص 164، زہرالربی للسیوطی 3

17۔امام ابوبکر ابن السنی رحمۃ اللہ علیہ 364ھ، الارشاد لامام الخلیلی ص زہرالربی للسیوطی ص 3

18۔امام ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ 365ھ، النکت لابن حجر ص 164 زہرالربی ص 3

19۔امام ابوالحسن الدارقطنی رحمۃ اللہ علیہ 385ھ، کتاب العلل ج 5 ص 172، النکت ص 164 زہرالربی ص 3

20۔امام ابن مندۃ 390ھ، النکت لابن حجر 164، زہرالربی للسیوطی ص 3

21۔امام ابوعبداللہ الحاکم رحمۃ اللہ علیہ 405ھ، النکت لابن حجر ص 164 زہرالربی للسیوطی ص 3

22۔امام عبدالغنی بن سعید رحمۃ اللہ علیہ 409ھ، النکت لابن حجر ص 164 زہرالربی للسیوطی ص 3

23۔امام ابوالحسین القدوری رحمۃ اللہ علیہ 428ھ، التجرید للقدوری رحمۃ اللہ علیہ ج 2 ص 518

24۔امام ابویعلی الخلیلی رحمۃ اللہ علیہ 446ھ، الارشاد للخلیلی ص النکت ص 164 زہرالربی للسیوطی ص 3

25۔امام ابومحمد ابن حزم 456ھ، المحلی لابن حزم ج 4 ص 121 مصر

26۔امام ابوبکر الخطیب للبغدادی رحمۃ اللہ علیہ 463ھ، النکت الابن حجر ص 163 زہرالربی للسیوطی ص 3

27۔امام ابوبکر السرخسی رحمۃ اللہ علیہ 490ھ، المبسوط للسرخسی ج 1 ص 14

28۔امام موفق المکی رحمۃ اللہ علیہ 568ھ، مناقب موفق المکی ج 1 ص 130,131

29۔امام ابوطاہر السلفی رحمۃ اللہ علیہ 576ھ، النکت الابن حجر ص 163 زہرالربی للسیوطی ص 3

30۔امام ابوبکر کاسانی رحمۃ اللہ علیہ 587ھ، بدائع الصنائع للکاسانی رحمۃ اللہ علیہ ج 1 ص 40

31۔امام ابن القطان الفاسی رحمۃ اللہ علیہ 628ھ، بیان الوھم والایھام لابن القطان الفاسی ج 3 ص 367

32۔امام محمد الخوارزمی 655ھ، جامع المسانید

33۔امام ابومحمد علی بن زکریا المنجی رحمۃ اللہ علیہ 686ھ، اللباب فی الجمع بین السنۃ والکتاب ج 1 ص 256

34۔امام ابن الترکمانی رحمۃ اللہ علیہ 745ھ، الجوہرالنقی علی البیہقی لابن الترکمانی ج 2 ص 77,78

35۔امام حافظ مغلطائی 762ھ، شرح ابن ماجہ الحفاظ المغلطائی ج5 ص 1467

36۔امام حافظ زیلعی رحمۃ اللہ علیہ 672ھ، نصب الرایہ للزیلعی ج1 ص396 وفی نسخۃ ج1 ص 474

37۔امام حافظ عبد القادر القرشی رحمۃ اللہ علیہ 775ھ، الحاوی علی الطحاوی ج1 ص530

38۔امام فقیہ محمد البابرتی 786ھ، العنایہ شرح الھدایہ ج1 ص269

39۔امام فقیہ محمد الکردری 826ھ، مناقب کردری ج1 ص174

40۔محدث احمد بن ابی بکر البوصیری رحمۃ اللہ علیہ 840ھ، اتحاف الخیرۃ المھرہ للبوصیری ج10 ص355,356

41۔محدث محمود العینی رحمۃ اللہ علیہ 855ھ، شرح سنن ابی داؤد للحافظ العینی رحمۃ اللہ علیہ ج3 ص341,342، شرح الھدایہ عینی ج2 ص294

42۔امام ابن الھمام رحمۃ اللہ علیہ 861ھ، فتح القدیر شرح الھدایہ لابن الھمام ج1 ص269,270

43۔ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ 1014ھ، مرقات ج2 ص269، شرح النقایہ ج1 ص257,58، شرح مسند ابی حنیفہ للعلی قاری ص38۔

## رفع یدین کی منسوخیت کے دلائل میں احادیث وآثار کا بیان

نماز میں رفع یدین کرنا ابتدائے اسلام میں مباح تھا بعد میں یہ رفع یدین منسوخ کر دیا گیا ہم اس کے منسوخ ہونے پر صحاح ستہ کی حدیث بیان کر رہے ہیں۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا: کیا وجہ ہے کہ میں تم کو سرکش گھوڑوں کی دموں کی طرح نماز میں رفع یدین کرتے دیکھتا ہوں نماز سکون کے ساتھ پڑھا کرو۔ پھر دوبارہ تشریف لائے تو ہم کو متفرق حلقوں میں بیٹھے ہوئے دیکھا پھر آپ نے فرمایا: کہ تم متفرق طور پر کیوں بیٹھتے ہو، تم اس طرح صف کیوں نہیں بناتے جس طرح فرشتے اپنے رب کے سامنے صف بناتے ہیں آپ نے فرمایا: وہ پہلے پہلی صف پوری کرتے ہیں۔ (صحیح مسلم، ج۱ص، ۱۸۱، قدیمی کتب خانہ کراچی)

اس حدیث میں بڑی وضاحت کے ساتھ موجود ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے رفع یدین کرنے سے منع فرمایا ہے۔ اور اہل علم کیلئے یہ قانون بیان کر دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ تمام علمائے اصول حدیث کے نزدیک یہ تسلیم شدہ قاعدہ ہے کہ جب کسی قولی حدیث اور فعلی حدیث میں تقابل آجائے تو فعلی حدیث کو چھوڑ کر قولی حدیث پر عمل کیا جاتا ہے۔ ہم نے رفع یدین کے منسوخ ہونے پر قولی حدیث بیان کر دی ہے۔ جب کہ رفع یدین کرنے والے بیچارے رفع یدین پر قیامت تک بھی ایک بھی قولی حدیث بیان نہیں

کر سکتے۔ لہٰذا انہیں چاہیے کہ وہ رفع یدین ترک کرتے ہوئے بغیر رفع یدین کے نماز پڑھا کریں۔ ہم انصاف کی دعوت دیتے ہیں کہ ضد کو چھوڑ کر عدل پسندی کا مظاہرہ کریں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے شروع ہوتے وقت کندھوں تک رفع یدین کرتے اور رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین نہیں کرتے تھے۔ اور نہ دو سجدوں کے درمیان رفع یدین کرتے تھے۔ (مسند، ج ۲، ص ۷۷، بیروت)

فقہاء احناف کے پاس اپنے مسلک کی تائید میں بہت زیادہ احادیث وآثار ہیں انہیں یہاں ذکر کیا جاتا ہے تاکہ حنفی مسلک پوری طرف واضح ہو جائے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے ترمذی میں دو باب قائم کئے ہیں۔ پہلا باب تو رکوع کے وقت رفع یدین کا ہے۔ اس کے ضمن میں امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث نقل کی ہے جو اوپر مذکور ہوئی۔ دوسرا باب یہ ہے کہ ہاتھ اٹھانا صرف نماز کی ابتداء کے وقت دیکھا گیا ہے اس باب کے ضمن میں امام جامع ترمذی نے حضرت علقمہ رضی اللہ عنہ کی وہ حدیث جو عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے نقل کی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں کہ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اپنے رفقاء سے فرمایا کہ میں تمہارے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز ادا کرتا ہوں چنانچہ عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے نماز ادا کی اور انہوں نے صرف پہلی مرتبہ ہی (یعنی تکبیر تحریمہ کے وقت) ہاتھ اٹھائے۔ اسی باب میں امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح منقول ہونا ثابت کیا ہے۔ نیز امام موصوف نے کہا ہے کہ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن ہے اور صحابہ وتابعین میں سے اکثر اہل علم اس کے قائل ہیں اور سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ واہل کوفہ کا قول بھی یہی ہے۔

(جامع ترمذی، ج ۱، ص ۳۳، فاروقی کتب خانہ ملتان)

جامع الاصول میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث کو ابوداؤد وسنن نسائی کے حوالے سے اور براء ابن عازب رضی اللہ عنہ کی حدیث کو بھی ابوداؤد کے حوالے سے نقل کیا گیا ہے۔ جس کے الفاظ یہ ہیں کہ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز شروع فرماتے تھے تو (تکبیر تحریمہ کے وقت) دونوں ہاتھ اپنے دونوں کندھوں کے قریب تک اٹھاتے تھے اور ایسا دوبارہ نہیں کرتے تھے۔ اور ایک دوسری روایت میں یوں کہ پھر دوبارہ ہاتھوں کو نہیں اٹھاتے تھے یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہو جاتے تھے۔

اس موقع پر اتنی سی بات اور سنتے چلیے کہ اس حدیث کے بارے میں ابوداؤد نے جو یہ کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔ تو ہو سکتا ہے کہ ان کے نزدیک صحیح ہونے سے مراد یہ ہو کہ اس خاص سند وطریق سے صحیح ثابت نہیں لہٰذا ایک خاص سند وطریق سے صحیح ثابت نہ ہونا اصل حدیث کی صحت پر اثر انداز نہیں ہوتا۔ یا پھر یہ احتمال ہے کہ ابوداؤد کا مقصد اس حدیث کو حسن ثابت کرنا ہو جیسا کہ ترمذی نے کہا ہے لہٰذا اس صورت میں کہا جائے گا تمام ائمہ ومحدثین کے نزدیک حدیث حسن قابل استدلال ہوتی ہے۔

حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب مؤطا میں حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کی اس روایت کو بس رکوع اور رکوع

سے سر اٹھانے کے وقت رفع یدین ثابت ہوتا ہے نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ۔ یہ سنت ہے کہ ہر مرتبہ جھکنے اور اٹھنے کے وقت تکبیر کہی جائے لیکن رفع یدین سوائے ایک مرتبہ (یعنی تحریمہ کے وقت) کے دوسرے مواقع پر نہ ہو اور یہ قول امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا ہے اور اس سلسلے میں بہت زیادہ آثار وارد ہیں۔ چنانچہ اس کے بعد عاصم ابن کلیب خرمی کی ایک روایت جسے عاصم نے اپنے والد مکرم سے جو حضرت علی المرتضیٰ کے تابعین میں سے ہیں روایت نقل کی ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہ سوائے تکبیر اولیٰ کے رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

عبدالعزیز ابن حکم کی روایت نقل کی گئی ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا وہ ابتداء نماز میں پہلی تکبیر کے وقت ہاتھ اٹھاتے تھے اس کے علاوہ اور کسی موقع پر رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

مجاہد کی روایت نقل کی گئی ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی ہے چنانچہ وہ صرف تکبیر اولیٰ کے وقت رفع یدین کرتے تھے۔ اسود سے منقول ہے کہ میں نے حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ صرف تکبیر اولیٰ کے موقع پر رفع یدین کرتے تھے۔

لہٰذا جب حضرت عمر، حضرت عبداللہ ابن مسعود اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم جیسے جلیل القدر صحابہ کرام جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت قرب رکھتے تھے ترک رفع یدین پر عمل کرتے تھے تو وہ عمل جو اس کے برخلاف ہے قبول کرنے کے سلسلے میں اولیٰ اور بہتر نہیں ہوگا۔

شرح ابن ہمام میں ایک روایت دار قطنی اور ابن عدی سے نقل کی گئی ہے جسے انہوں نے محمد ابن جابر سے انہوں نے حماد ابن سلیمان سے انہوں نے ابراہیم سے انہوں نے علقمہ سے اور انہوں نے عبداللہ سے روایت کیا ہے۔ عبداللہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے ہمراہ نماز پڑھی ہے چنانچہ انہوں نے سوائے تکبیر اولیٰ کے اور کسی موقع پر رفع یدین نہیں کیا۔ (فتح القدیر، کتاب الصلوٰۃ)

## امام اعظم اور امام اوزاعی کا رفع یدین و عدم رفع یدین والی روایت میں سند کا اعتبار

منقول ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ابوحنیفہ اور امام اوزاعی رحمہما اللہ تعالیٰ علیہما مکہ کے دار الحیاطین میں جمع ہوئے۔ امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ نے امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ آپ رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع یدین کیوں نہیں کرتے؟ حضرت امام صاحب نے جواب دیا اس لیے کہ آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم سے اس سلسلہ میں کچھ صحت کے ساتھ ثابت نہیں ہے! امام اوزاعی نے فرمایا کہ، مجھے زہری نے حضرت سالم کی یہ حدیث بیان کی کہ انہوں نے اپنے والد حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تکبیر اولیٰ کے وقت، رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع یدین کیا کرتے تھے۔ حضرت امام ابوحنیفہ نے فرمایا کہ مجھ سے حماد نے ان سے ابراہیم نے اور ان سے علقمہ اور اسود نے اور ان دونوں نے حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صرف ابتداء نماز میں دونوں ہاتھ اٹھاتے تھے اور دوبارہ ایسا نہیں کرتے تھے۔ یہ روایت سن کر امام اوزاعی نے کہا کہ میں نے تو زہری سے نقل کیا اور انہوں

نے سالم سے اور انہوں نے اپنے باپ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے اور انہوں نے سالم سے اور انہوں نے اپنے باپ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے اور آپ اس کے مقابلے میں حماد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے ابراہیم سے اور انہوں نے علقمہ سے نقل کیا ہے یعنی میری بیان کردہ سند آپ کی بیان کردہ سند سے عالی اور افضل ہے۔

حضرت امام اعظم نے فرمایا کہ اگر یہی بات ہے تو پھر سنو کہ حماد، زہری سے زیادہ فقیہ ہیں اور ابراہیم سالم سے زیادہ فقیہ ہیں اور اسی طرح علقمہ بھی حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں فقہ میں کم نہیں ہیں۔ یہ اور بات ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت وصحابیت کا شرف حاصل ہے۔ نیز اسود کو بھی بہت زیادہ فضیلت حاصل ہے۔ اور عبداللہ تو خود عبداللہ ہیں۔ یعنی عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی تعریف وتوصیف کیا کی جائے کہ علم فقہ میں اپنی عظمت شان اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت وصحبت کی سعادت وشرف کی وجہ سے مشہور ہیں۔

گویا امام اوزاعی نے تو اسناد کے عالی ہونے کی حیثیت سے حدیث کو ترجیح دی اور حضرت امام اعظم نے راویان حدیث کے فقیہ ہونے کے اعتبار سے حدیث کو ترجیح دی۔ چنانچہ حضرت امام اعظم کا اصول یہی ہے کہ وہ فقیہ راوی کو غیر راویوں پر ترجیح دیتے ہیں جیسا کہ اصول فقہ میں مذکور ہے۔

نہایہ شرح ہدایہ میں عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے بارے میں منقول ہے کہ انہوں نے ایک آدمی کو مسجد حرام میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا جو رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع یدین کر رہا تھا، انہوں نے اس آدمی سے کہا کہ ایسا مت کرو کیونکہ یہ ایک ایسا عمل ہے جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے اختیار کیا تھا اور بعد میں اسے ترک کر دیا یعنی ان مواقع پر رفع یدین کا حکم پہلے تھا اب منسوخ ہو گیا ہے۔

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رفع یدین کیا تو ہم نے بھی رفع یدین کیا اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ترک کر دیا تو ہم نے بھی ترک کر دیا۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ عشرہ مبشرہ (یعنی وہ دس خوش نصیب صحابہ جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی زندگی ہی میں جنتی ہونے کی خوشخبری دی تھی) صرف ابتداء نماز ہی میں رفع یدین کیا کرتے تھے۔

حضرت مجاہد حضرت عبداللہ ابن عمر کا معمول نقل کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ ابن عمر کے پیچھے سالہا سال نماز ادا کی ہے مگر میں نے اس کو سوائے ابتداء نماز کے اور کسی موقع پر رفع یدین کرتے نہیں دیکھا۔ حالانکہ حضرت عبداللہ ابن عمر کی وہ روایت گزر چکی ہے۔ جس سے تینوں مواقع پر رفع یدین کا اثبات ہوتا ہے اور جو شوافع کی سب سے اہم دلیل ہے۔ لہٰذا اصول حدیث کا چونکہ قاعدہ ہے کہ راوی کا عمل اگر خود اس کی روایت کے خلاف ہو تو روایت پر عمل نہیں کیا جاتا اس لیے حضرت عبداللہ ابن عمر کی وہ روایت ساقط العمل قرار دی جائے گی۔

بہر حال ان روایات وآثار سے معلوم ہوا کہ رفع یدین دونوں کے اثبات میں احادیث وآثار وارد ہیں اور صحابہ کی ایک جماعت خصوصاً حضرت عبداللہ مسعود اور ان کے تابعین رفع یدین نہ کرنے ہی کے حق میں ہیں۔ لہٰذا۔ ان تمام موافق ومخالف

احادیث کا محمول یہی ہوسکتا ہے کہ ہم یہ کہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اوقات مختلفہ میں دونوں طریقے وجود میں آئے ہیں اور امام اعظم ابوحنیفہ کے علم فقہ اور ان کی اسناد کا نقطہ منتہا حضرت عبداللہ ابن مسعود اور ان کے تابعین کی ذات گرامی ہے اور چونکہ ان کا رجحان عدم رفع یدین کی طرف ہے اس لیے امام اعظم ابوحنیفہ کے ترک رفع یدین کے مسلک ہی کو اختیار کیا ہے اور اب تمام حنفیہ اسی مسلک کے حامی اور اس مسلک پر عامل ہیں۔

علمائے احناف صرف اسی قدر نہیں کہتے بلکہ ان حضرات کے نزدیک تکبیر تحریمہ کے علاوہ دیگر مواقع پر رفع یدین کا حکم منسوخ ہے کیونکہ جب حضرت عبداللہ ابن عمر کے بارے میں یہ ثابت ہوگیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد یہ ترک رفع یدین ہی اختیار کرتے تھے باوجود اس کے کہ رفع یدین کی حدیث کے راوی یہی ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ پہلے تو رفع یدین کا حکم رہا ہوگا مگر بعد میں یہ حکم باوجود کثرت احادیث وآثار کے منسوخ ہے۔ (نہایہ شرح الہدایہ، بتصرف)

## رفع یدین کے بارے میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب کی تحقیق

اس بات کا دعویٰ کرنا کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے زیر بحث حدیث پر عمل نہیں کیا ہے تو یہ محض دعوی ہے، حقیقت یہ ہے کہ انھوں نے اس پر عمل کیا ہے اور اس کو مالکیہ نے اختیار کیا ہے، چنانچہ امام سحنون نے المدونۃ الکبری میں ذکر کیا ہے کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مجھے رفع یدین معلوم نہیں ہے، نہ ہی جھکنے کے وقت اور نہ ہی اٹھنے کے وقت سوائے تکبیر تحریمہ کے وقت کہ تھوڑا سا ہاتھ اٹھایا جائے گا، ابن القاسم رحمۃ اللہ علیہ کا کہنا ہے کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں رفع یدین ضعیف ہے مگر تکبیر احرام میں۔

علامہ ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب التمہید میں ہے کہ: **واختلف العلماء فی رفع الیدین فی الصلاۃ فروی ابن القاسم وغیرہ عن مالک أنہ کان یریٰ رفع الیدین فی الصلاۃ ضعیفًا الا فی تکبیرۃ الاحرام وحدھا، وتعلق بھٰذہ الروایۃ عن مالک أکثر المالکیین.**

ترجمہ: اور نماز میں رفع یدین کے سلسلہ میں علماء کا اختلاف ہے چنانچہ ابن القاسم وغیرہ نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نماز میں رفع یدین کو ضعیف سمجھتے تھے مگر صرف تکبیر احرام میں، اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی اس روایت پر اکثر مالکیین کا اعتماد ہے۔ (التمہید)

اس جگہ اس بات کی طرف اشارہ کردینا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ مؤطا شریف امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا وہ مذہب نہیں ہے جس کو ان کے متبعین اختیار کرتے ہوں اور اس کی تقلید کرتے ہوں، بلکہ فتاویٰ اور احکام میں مالکیہ کا اعتماد اس پر ہے جس کو ابن القاسم رحمۃ اللہ علیہ نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہو، خواہ وہ مؤطا کے موافق ہو یا نہ ہو جیسا کہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے تعجیل المنفعۃ ص: پر امام حسینی پر رد کرتے ہوئے ذکر کیا ہے۔

پھر امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے عدم رفع کو نقل کرنے میں ابن عون متفرد نہیں ہیں، بلکہ ان کی متابعت ابن وہب اور ابن القاسم رحمۃ اللہ علیہ نے کی ہے جیسا کہ گزر چکا۔

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح مسلم کے اندر ذکر کیا ہے: قال أبو حنيفة وأصحابه وجماعةٌ من أهل الكوفة: لا يستحب الرفع في غير تكبيرة الافتتاح، وهو أشهر الروايات عن مالك.

یعنی امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب اور اہل کوفہ کی ایک جماعت کا کہنا ہے کہ تکبیر تحریمہ کے علاوہ میں رفع یدین مستحب نہیں ہے اور یہی امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے مشہور روایت ہے۔ (حاشیہ مسلم شریف)

اور الجواہر النقی میں مع سنن بیہقی میں امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کی شرح مسلم سے نقل کیا گیا ہے کہ ترک رفع امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا مشہور مذہب ہے، قواعد ابن رشد میں بھی اسی کو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب قرار دیا ہے۔

علامہ ابن رشد مالکی اپنی کتاب بدایۃ المجتہد میں ذکر کرتے ہیں: فمِنهُم مَن اقتصر به على الاحرام فقط، ترجيحاً لحديث عبد الله بن مسعود وحديث البراءُ بن عازب، وهو مذهب مالك رحمة الله عليه لِموافقة العمل به.

یعنی ائمہ میں سے بعض وہ حضرات ہیں جو عبداللہ ابن مسعود اور براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی حدیث کو ترجیح دیتے ہوئے صرف تکبیر احرام میں رفع کے قائل ہیں، اور یہی امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب ہے اس پر عمل کے موافقت کی بنا پر۔

ان نقول معتبرہ سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب افتتاح نماز کے علاوہ میں عدم رفع ہی کا تھا، نیز ترمذی شریف کے نسخے مختلف ہیں چنانچہ ہندیہ اور مجموعہ شروح اربعہ ترمذی اور معارف السنن وغیرہ جو ہمارے پاس متداول ہیں اس میں قائلین رفع میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر نہیں ہے، صرف بیروت کے جدید نسخہ میں بین المعکوفین (مالک رحمۃ اللہ علیہ) امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا نام ہے جو کہ کثیر نسخوں کے مقابلہ میں معتبر نہیں ہے۔

تیسری وجہ: وہ یہ تھی کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ رفع پر محافظت کرتے تھے اور اس سے یہ مراد لیا گیا تھا کہ ترک رفع ان سے ثابت نہیں ہے، پس ماقبل میں ہم نے مجاہد اور عبدالعزیز ابن حکیم کی روایت سے یہ ثابت کر دیا ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ افتتاح صلاۃ کے علاوہ میں رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

رہی البانی کی یہ بات کہ اگر وہ حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہ سے ثابت ہوتی تو وہ رفع یدین نہ کرتے، پس یہ تو سرے سے مردود ہے، کیونکہ وہ کبھی رفع کرتے تھے اور کبھی رفع کو چھوڑ دیتے تھے بیان جواز اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے دونوں کے ثابت ہونے کی وجہ سے۔

اور ابن عمر رضی اللہ عنہ کے علاوہ بہت سارے صحابہ کرام رضی اللہ عنہ سے مسنداً ترک رفع ثابت ہے جیسے ابن مسعود، براء بن عازب، ابوہریرۃ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما وغیرہم اور صحابہ میں سے حضرت عمر، حضرت علی، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہم اجمعین کا اسی پر عمل رہا ہے۔

**رفع یدین کے سلسلہ میں ابن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث کے الفاظ سات طرح کے وارد ہوئے ہیں:**

(۱) جس میں صرف شروع میں رفع کا ذکر ہے۔ (المدونۃ الکبریٰ)

عن ابن وهب وابن القاسم عن مالك عن ابن شهاب عن سالم عن ابن عمر رضي الله عنه عن النبي صلى الله

علیہ وسلم۔ نیز عبداللہ بن عون الخراز نے بھی امام مالک سے روایت کیا ہے (الخلافیات) للبیہقی

(۲) جس میں افتتاح صلاۃ اور رکوع کے بعد رفع کا ذکر ہے، (معارف السنن)

(۳) جس میں رکوع اور سجدہ میں جاتے وقت رفع کا ذکر ہے۔ (مجمع الزوائد)

(۴) جس میں افتتاح صلاۃ وانحطاط الی الرکوع اور رکوع سے اٹھنے کے وقت رفع کا تذکرہ ہے جس کو امام محمد نے اپنی مؤطاً کے اندر، اور بخاری، نسائی، ابوعوانہ، دارمی، طحاوی وغیرہم نے ذکر کیا ہے۔

(۵) جس میں ان مذکورہ تین جگہوں کے علاوہ دو رکعت کے بعد بھی رفع کا ذکر ہے، (ہو بخاری شریف، باب رفع الیدین اذا قام من الرکعتین.

(۶) جس میں مذکورہ چار جگہوں کے علاوہ سجدہ کے وقت بھی رفع کا ذکر ہے۔ (بخاری: جزء رفع الیدین)

(۷) جس میں ہر خفض ورفع، رکوع وسجود، قیام وقعود کے وقت نیز دو سجدوں کے درمیان بھی رفع کا ذکر ہے۔ (فتح الباری)

یہ سات طرح کے الفاظ ہیں سب کے سب ابن عمر رضی اللہ عنہ سے صحیح طور پر ثابت ہیں، پس ان میں سے کسی بھی صورت کا انکار محض اس وجہ سے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کا عمل ویسا نہیں رہا ہے ممکن نہیں ہے، لہٰذا ابن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں سیاق کا تنوع عہد رسالت میں رفع اور عدم رفع دونوں کے اوپر عمل کی دلیل ہے۔ (معارف السنن)

# بَابُ الْوِتْرِ

## یہ باب وتر کے بیان میں ہے

### وتر کے معنی ومفہوم کا بیان

وتر (لفظ وتر میں واؤ کو زیر اور زبر دونوں کے ساتھ پڑھ سکتے ہیں مگر زیر کے ساتھ پڑھنا زیادہ مشہور ہے۔ (ہر اس نماز کو کہہ سکتے ہیں جس میں طاق رکعتیں ہوں مگر فقہا کے ہاں وتر اسی خاص نماز کو کہتے ہیں جس کا وقت عشاء کی نماز کے بعد ہے جو عام طور پر عشاء کے فوراً بعد ہی پڑھی جاتی ہے اور اس باب میں اسی نماز وتر کا بیان ہوگا۔ نماز وتر واجب ہے یا سنت نماز وتر کے سلسلہ میں ائمہ کے ہاں دو چیزوں میں اختلاف پایا جاتا ہے پہلی چیز تو یہ کہ آیا نماز وتر واجب ہے یا سنت؟ چنانچہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ وتر کی نماز واجب ہے۔

حضرت امام شافعی اور حضرت قاضی ابو یوسف فرماتے ہیں کہ سنت ہے۔ نماز وتر کی ایک رکعت ہے یا تین رکعتیں علماء کے نزدیک دوسرا اختلاف یہ ہے کہ نماز وتر کی ایک رکعت ہے یا تین؟ حنفیہ کے ہاں وتر کی تین رکعتیں ہیں جب کہ اکثر ائمہ کا مسلک یہ ہے کہ نماز وتر صرف ایک ہی رکعت ہے تاہم ان حضرات کے نزدیک بھی وتر کے لئے صرف ایک رکعت پڑھنا مکروہ ہے بلکہ ان حضرات کا کہنا ہے کہ پہلے دو رکعت پڑھ کر سلام پھیرا جائے اس کے بعد ایک وتر پڑھی جائے۔ نماز وتر کا طریقہ وتر کی نماز مغرب کی نماز کی طرح (حنفیہ کے مسلک کے مطابق) تین رکعت پڑھی جاتی ہے، اس کے پڑھنے کا وہی طریقہ ہے جو فرض نمازوں کا ہے۔

فرق صرف اتنا ہے کہ محض دو رکعتوں میں سورت فاتحہ کے بعد دوسری سورت ملائی جاتی ہے جب کہ وتر کی نماز میں تینوں رکعتوں میں دوسری سورت پڑھنے کا حکم ہے اور تیسری رکعت میں دوسری سورت کے بعد دونوں ہاتھ تکبیر کے ساتھ کانوں تک اٹھا کر (جس طرح کہ تکبیر تحریمہ کے وقت اٹھاتے ہیں) پھر باندھے جائیں اور بآواز آہستہ دعا قنوت پڑھی جائے۔

## وتر کے یا واجب یا سنت ہونے کا بیان

حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وتر کی نماز ہر مسلمان پر حق یعنی لازم ہے لہٰذا جو آدمی وتر پانچ رکعتیں پڑھنا چاہے وہ پانچ رکعتیں پڑھ لے، جو آدمی تین رکعتیں پڑھنا چاہیے وہ تین رکعتیں پڑھ لے اور جو آدمی ایک ہی رکعت پڑھنا چاہے وہ ایک ہی رکعت پڑھ لے۔ (ابوداود، سنن نسائی، ابن ماجہ، مشکوۃ المصابیح، جلد اول: رقم الحدیث، 1241)

حق " کے معنی ہیں واجب اور ثابت، لہٰذا حضرت امام ابوحنیفہ تو حق کے معنی واجب مراد لیتے ہیں، اس لئے وہ فرماتے ہیں کہ وتر کی نماز واجب ہے، حضرت امام شافعی حق کے معنی ثابت مراد لیتے ہیں یعنی وتر کی نماز سنت سے ثابت ہے لہٰذا وہ فرماتے ہیں کہ وتر کی نماز سنت ہے چونکہ اس حدیث میں وتر کی رکعتوں کی تعداد پانچ بھی ثابت ہے اور تین اور ایک بھی، اس لئے حضرت سفیان ثوری اور دیگر ائمہ نے تو پانچ کے عدد کو اختیار کیا ہے۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ نے تین کے عدد کو قبول کیا ہے اور حضرت امام شافعی نے ایک کے عدد کو اختیار کرتے ہوئے کہا ہے کہ وتر کی ایک ہی رکعت ہے۔

حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کے بارے میں منقول ہے کہ انہیں یہ بات پہنچی ہے کہ ایک آدمی نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ وتر کی نماز واجب ہے (یا سنت ہے) حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے (کوئی صریح جواب دینے کی بجائے) فرمایا کہ وتر کی نماز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی پڑھی ہے اور دوسرے مسلمانوں نے بھی! وہ آدمی بار بار یہی سوال کرتا تھا اور حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ یہی کہے جاتے تھے کہ وتر کی نماز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی پڑھی ہے اور دوسرے مسلمانوں نے بھی پڑھی ہے۔ (موطا، مشکوۃ المصابیح، جلد اول: رقم الحدیث، 1252)

کسی سوال کے جواب دینے کا ایک بلیغ طریقہ یہ بھی ہوتا ہے کہ کسی خاص مصلحت کی بنا پر مدلول (اصل جواب) کا ذکر نہ کیا جائے اور صرف دلیل بیان کر دی جائے، چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے جب ایک آدمی نے وتر کی نماز کے وجوب یا سنت کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے مدلول کے بجائے صرف دلیل پر اکتفا کیا گو ان کا مطلب یہ تھا کہ وتر کی نماز واجب ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مستقل طور پر بطریق مواظبت وتر کی نماز پڑھنا اور اہل اسلام کا اس پر متفق ہونا اس بات کی دلیل ہے۔ اب رہا یہ سوال کہ جب سائل حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے صریح جواب چاہنے کے لئے ان سے بار بار سوال کرتا تھا تو انہوں نے صاف طریقہ سے یہ کیوں نہیں کہہ دیا کہ وتر کی نماز واجب ہے؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے انداز بیان اور جواب کا یہ طریقہ احتیاط کے پیش نظر اختیار کیا کیونکہ انہوں نے اس سلسلہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی صریح بات نہیں سنی تھی اس لئے انہوں نے بھی صریح جواب دینا مناسب نہیں سمجھا۔

48-حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيمُ بْنُ اَبِي دَاوُدَ، قَالَ: ثنا عَلِيُّ بْنُ الْجَعْدِ، قَالَ: اَنَا شُعْبَةُ ح وَحَدَّثَنَا بَكَّارٌ، قَالَ: ثنا وَهْبٌ، قَالَ: ثنا شُعْبَةُ، عَنْ اَبِي التَّيَّاحِ، قَالَ: سَمِعْتُ اَبَا مِجْلَزٍ يُحَدِّثُ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: (الْوِتْرُ رَكْعَةٌ مِنْ اٰخِرِ اللَّيْلِ).

✧✧ حضرت ابومجلز رضی اللہ عنہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں۔
وتر رات کے آخری حصے میں ایک رکعت ہے۔

49-حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ شُعَيْبِ الْكَيْسَانِيُّ، قَالَ: ثنا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ زِيَادٍ، قَالَ: ثنا شُعْبَةُ، عَنْ قَتَادَةَ، قَالَ: سَمِعْتُ اَبَا مِجْلَزٍ فَذَكَرَ مِثْلَهُ.

✧✧ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

50-حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ، قَالَ: ثنا الْخَصِيبُ، قَالَ: ثنا هَمَّامٌ عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ اَبِي مِجْلَزٍ، قَالَ: سَاَلْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، عَنِ الْوِتْرِ فَقَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: (رَكْعَةٌ مِنْ اٰخِرِ اللَّيْلِ)
وَسَاَلْتُ ابْنَ عُمَرَ فَقَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: (رَكْعَةٌ مِنْ اٰخِرِ اللَّيْلِ).

✧✧ ابومجلز بیان کرتے ہیں' میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے وتر کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے بتایا میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: وتر رات کے آخری حصے کی ایک رکعت ہے۔
ابومجلز کہتے ہیں میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بعد میں اس بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے بتایا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: یہ رات کے آخری حصے کی ایک رکعت ہے۔

شرح

الوتر رکعۃ کا مطلب یہ ہے کہ "پہلے پڑھی گئی دو رکعتوں کے ساتھ ملی ہوئی وتر کی ایک رکعت ہے" گویا کہ اس کا مفہوم یہ ہوا کہ وتر سے ہٹ کر تاویل کا راستہ اختیار کرتے ہوئے یہ معنی اس لئے بیان کئے گئے ہیں تاکہ ان حدیث میں جن سے وتر کے لئے تین رکعتیں پڑھنا ثابت ہے اور ان احادیث میں جن سے وتر کی ایک رکعت کا اثبات ہوتا ہے تطبیق پیدا ہو جائے اور احادیث کے حقیقی معنی و مفہوم میں کوئی تعارض پیدا نہ ہو۔ وتر کے پڑھنے کا مختار اور افضل وقت آخری رات ہے جب کہ تہجد وغیرہ کی نماز پڑھ لی جائے لیکن عام طور سے چونکہ لوگ رات کو تہجد کی نماز کے لئے نہیں اٹھتے اس لئے عشاء کی نماز کے فوراً بعد ہی وتر بھی پڑھ لئے جاتے ہیں۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے لکھا ہے کہ یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ وتر ایک ہی رکعت ہے۔ جن احادیث سے

48- اخرجه مسلم فی المسافرین حدیث 154,153 و ابو داؤد فی الوتر باب 3' والنسائی فی قیام اللیل باب 34' واحمد فی المسند 33/2' 154 '100 '83 '51 '43

وتر کی تین رکعتیں پڑھنا ثابت ہے وہ آگے ذکر کر جائیں گی۔

## بَيَانُ الْمَسْئَلَةِ

## مسئلہ کا بیان

**51**-قَالَ اَبُو جَعْفَرٍ: فَذَهَبَ قَوْمٌ اِلٰى هٰذَا فَقَلَّدُوهُ وَجَعَلُوهُ اَصْلًا.

امام ابوجعفر طحاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ایک گروہ ان روایات کی طرف گیا ہے انہوں نے اس کی تقلید کی ہے اور اسے اصل قرار دیا ہے۔

وَخَالَفَهُمْ فِي ذٰلِكَ اٰخَرُونَ، فَافْتَرَقُوا عَلٰى فِرْقَتَيْنِ، فَقَالَ بَعْضُهُمْ: الْوِتْرُ ثَلَاثُ رَكَعَاتٍ لَا يُسَلِّمُ اِلَّا فِي اٰخِرِهِنَّ، وَقَالَ بَعْضُهُمْ: الْوِتْرُ ثَلَاثُ رَكَعَاتٍ يُسَلِّمُ فِي الْاِثْنَتَيْنِ مِنْهُنَّ، وَفِي اٰخِرِهِنَّ.

✧✧ اس بارے میں دیگر حضرات نے ان کی مخالفت کی ہے اور یہ دیگر حضرات دو حصوں میں تقسیم ہو گئے ہیں بعض نے یہ کہا ہے کہ وتر کی تین رکعات ہیں اور ان میں صرف آخر میں سلام پھیرا جائے گا اور بعض نے کہا ہے کہ وتر کی تین رکعات ہیں لیکن ان میں دو رکعات کے بعد سلام پھیرا جائے گا اور پھر آخر میں سلام پھیرا جائے گا۔

**52**-وَكَانَ قَوْلُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (الْوِتْرُ رَكْعَةٌ مِنْ اٰخِرِ اللَّيْلِ) قَدْ يَحْتَمِلُ عِنْدَنَا مَا قَالَ اَهْلُ الْمَقَالَةِ الْاُوْلٰى، وَيَحْتَمِلُ اَنْ يَكُونَ رَكْعَةً مِنْ شَفْعٍ قَدْ تَقَدَّمَهَا وَذٰلِكَ كُلُّهُ وِتْرٌ فَتَكُونُ تِلْكَ الرَّكْعَةُ تُوتِرُ الشَّفْعَ الْمُتَقَدِّمَ لَهَا.

وَقَدْ بَيَّنَ ذٰلِكَ مَا قَدْ رَوَاهُ بَعْضُهُمْ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا.

✧✧ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان کہ وتر رات کے آخری حصے کی ایک رکعت ہے یہ ہمارے نزدیک اس بات کا احتمال رکھتا ہے جو پہلے موقف کے قائلین نے بیان کی ہے اور اس بات کا بھی احتمال رکھتا ہے کہ وہ ایک رکعت ان دو رکعات کے ہمراہ ہو جو ان سے پہلے ادا کی گئی ہیں اور یہ سب مل کر وتر ہو جائیں تو اس صورت میں وہ ایک رکعت' ان دو رکعات کو جو پہلے ادا کی گئی ہیں' وتر بنا دے گی۔

اس بات کی وضاحت ان روایات کے ذریعے ہوتی ہے جنہیں بعض حضرات نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے روایت کیا ہے۔

**53**-حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ سِنَانٍ، قَالَ: ثنا اَبُو عَاصِمٍ، عَنِ ابْنِ عَوْنٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، اَنَّ رَجُلًا سَاَلَ

53- اخرجه البخاری فی الوتر باب 1' و مسلم فی المسافرین حدیث 146,145 والنسائی فی قیام اللیل باب 35' واحمد فی المسند 133/2

النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ صَلَاةِ اللَّيْلِ فَقَالَ:

مَثْنٰى، مَثْنٰى، فَإِذَا خَشِيتَ الصُّبْحَ، فَصَلِّ رَكْعَةً تُوتِرُ لَكَ صَلَاتَكَ.

✧✧ نافع' حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا یہ بیان نقل کرتے ہیں' ایک شخص نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے رات کی نماز کے بارے میں دریافت کیا: تو آپ نے فرمایا: وہ دو، دو کر کے ادا کی جائے گی اور جب تمہیں صبح ہونے کا اندیشہ ہو تو تم ایک رکعت پڑھ کے اپنی نماز کو وتر کرلو۔

54- حَدَّثَنَا يُونُسُ، قَالَ: اَنَا ابْنُ وَهْبٍ اَنَّ مَالِكًا حَدَّثَهُ عَنْ نَافِعٍ وَّعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِينَارٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ.

✧✧ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے۔

55- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَيْمُونٍ، قَالَ: ثنا الْوَلِيدُ، عَنِ الْاَوْزَاعِيِّ، عَنْ يَحْيَى، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ.

✧✧ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے۔

56- حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ مَرْزُوقٍ، قَالَ: ثنا عَلِيُّ بْنُ مَعْبَدٍ قَالَ: ثنا اِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِينَارٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ.

✧✧ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے۔

57- حَدَّثَنَا بَكَّارٌ قَالَ: ثنا اِبْرَاهِيمُ بْنُ بَشَّارٍ، قَالَ: ثنا سُفْيَانُ، عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ عَنْ طَاوُسٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ.

✧✧ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے۔

58- حَدَّثَنَا بَكَّارٌ قَالَ: ثنا اَبُو دَاوُدَ عَنْ هُشَيْمٍ، عَنْ اَبِي بِشْرٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ شَقِيقٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ.

✧✧ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے۔

59- حَدَّثَنَا فَهْدٌ، قَالَ: ثنا عَلِيُّ بْنُ مَعْبَدٍ، قَالَ: ثنا جَرِيرٌ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ حَبِيبٍ، عَنْ طَاوُسٍ.
عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ.

✧✧ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے۔

60- حَدَّثَنَا صَالِحُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، قَالَ: ثنا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ، قَالَ: ثنا هُشَيْمٌ، قَالَ: اَنَا خَالِدٌ، قَالَ: ثنا

عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ شَقِيقٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ .

✧✧ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے۔

61- حَدَّثَنَا فَهْدٌ، قَالَ: ثنا اَبُوْ نُعَيْمٍ، قَالَ: ثنا فِطْرٌ، عَنْ حَبِيبِ بْنِ اَبِيْ ثَابِتٍ، عَنْ طَاوُسٍ، قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا يُحَدِّثُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ .

✧✧ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے۔

62- حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ دَاوُدَ، قَالَ: ثنا مُسَدَّدٌ، قَالَ: ثنا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ بُدَيْلِ بْنِ مَيْسَرَةَ، وَاَيُّوبَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ شَقِيقٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ .

✧✧ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے۔

63- حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ دَاوُدَ قَالَ: ثنا يَحْيَى بْنُ صَالِحٍ، قَالَ: ثنا مُعَاوِيَةُ بْنُ سَلَّامٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ اَبِيْ كَثِيرٍ، عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ، وَنَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَخْبَرَهُمَا، عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ .

✧✧ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے۔

64- حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، قَالَ: ثنا عَمِّي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ، قَالَ: ثنا عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمٍ وَحُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ حَدَّثَاهُ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ .

✧✧ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے۔

65- وَقَدْ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ دَاوُدَ بْنِ مُوسَى، قَالَ: ثنا عَلِيُّ بْنُ بَحْرٍ الْقَطَّانُ، قَالَ: ثنا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ، عَنِ الْوَضِينِ بْنِ عَطَاءٍ، قَالَ: اَخْبَرَنِي (سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّهُ كَانَ يَفْصِلُ بَيْنَ شَفْعِهِ وَوِتْرِهِ بِتَسْلِيمَةٍ، وَاَخْبَرَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَفْعَلُ ذٰلِكَ) .

فَقَدْ اَخْبَرَ اَنَّهُ كَانَ يُصَلِّي شَفْعًا وَوِتْرًا، وَذٰلِكَ فِي الْجُمْلَةِ كُلُّهُ وِتْرٌ، وَقَوْلُهُ: يَفْصِلُ بِتَسْلِيمَةٍ يَحْتَمِلُ اَنْ يَكُوْنَ تِلْكَ التَّسْلِيمَةُ يُرِيدُ بِهَا التَّشَهُّدَ، وَيَحْتَمِلُ اَنْ يَكُوْنَ التَّسْلِيمَ الَّذِي يَقْطَعُ الصَّلٰوةَ .فَنَظَرْنَا فِي ذٰلِكَ

✧✧ سالم بن عبداللہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں یہ بات نقل کرتے ہیں: وہ اپنی جفت نماز اور طاق نماز میں سلام کے ذریعے فصل کیا کرتے تھے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے یہ بات بیان کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی ایسا ہی کیا کرتے تھے۔

امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: گویا انہوں نے یہ اطلاع دی ہے کہ وہ جفت اور طاق رکعات ادا کیا کرتے تھے اور انہوں نے ان تمام نمازوں کو وتر قرار دیا ہے ان کا یہ کہنا ہے کہ وہ سلام کے ذریعے فصل کیا کرتے تھے اس بات کا احتمال رکھتا ہے کہ اس سلام پھیرنے سے مراد تشہد پڑھنا ہو اور اس بات کا بھی احتمال رکھتا ہے کہ سلام پھیرنے سے مراد وہ چیز ہو جو نماز کو ختم کر دیتی ہے ہم اس

بارے میں تحقیق کریں گے۔

**66**-فَاِذَا يُونُسُ قَدْ حَدَّثَنَا، قَالَ:اَنَا ابْنُ وَهْبٍ اَنَّ مَالِكًا حَدَّثَهُ، عَنْ نَافِعٍ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ كَانَ يُسَلِّمُ بَيْنَ الرَّكْعَةِ وَالرَّكْعَتَيْنِ فِي الْوِتْرِ حَتّٰى يَأْمُرَ بِبَعْضِ حَاجَتِهِ .

✧✧ نافع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ایک رکعت اور دو رکعات کے درمیان وتر کی نماز میں سلام پھیرا کرتے تھے یہاں تک کہ آپ کسی کام کی ہدایت بھی کر دیتے تھے۔

**67**-حَدَّثَنَا صَالِحُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، قَالَ:ثنا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ، قَالَ:ثنا هُشَيْمٌ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ بَكْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ صَلَّى ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ قَالَ :يَا غُلَامُ ارْحَلْ لَنَا ثُمَّ قَامَ فَاَوْتَرَ بِرَكْعَةٍ .

✧✧ بکر بن عبداللہ بیان کرتے ہیں' حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے دو رکعات ادا کی پھر فرمایا: اے لڑکے! ہمارے لئے سواری تیار کر دو (یہ سفر کے دوران کی بات ہے) پھر وہ اٹھ کر کھڑے ہوئے اور انہوں نے ایک رکعت وتر ادا کی۔

**68**-فَفِيْ هٰذِهِ الْاٰثَارِ اَنَّهُ كَانَ يُوتِرُ بِثَلَاثٍ، وَلٰكِنَّهُ كَانَ يَفْصِلُ بَيْنَ الْوَاحِدَةِ وَالِاثْنَتَيْنِ، فَقَدْ اتُّفِقَ عَنْهُ فِي الْوِتْرِ اَنَّهُ ثَلَاثٌ .

وَقَدْ جَاءَ عَنْهُ مِنْ رَأْيِهِ اَيْضًا مَا يَدُلُّ عَلٰى اَنَّ قَوْلَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّذِيْ ذَكَرْنَاهُ كَمَا وَصَفْنَا اَنَّهُ يَحْتَمِلُ مِنَ التَّاْوِيْلِ .

✧✧ ان آثار میں یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ وہ وتر کی نماز میں تین رکعات ادا کیا کرتے تھے البتہ ایک اور دو رکعات کے درمیان فصل کیا کرتے تھے اور وتر کی نماز کے بارے میں ان سے اس بارے میں اتفاق ہے کہ وہ تین رکعات ہوتی ہیں۔

ان سے ان کی ذاتی رائے بھی نقل کی گئی ہے جو اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان جسے ہم نے پہلے ذکر کیا ہے اس کا وہی مفہوم ہے جو ہم بیان کر چکے ہیں اور وہ اسی تاویل کا احتمال رکھتا ہے۔

• حدثنا رَوْحُ بْنُ الْفَرَجِ ثنا يَحْيَى بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُكَيْرٍ، قَالَ:ثنا بَكْرُ بْنُ مُضَرَ، عَنْ جَعْفَرِ بْنِ رَبِيعَةَ، عَنْ عُقْبَةَ بْنِ مُسْلِمٍ، قَالَ سَاَلْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ الْوِتْرِ فَقَالَ: اَتَعْرِفُ وِتْرَ النَّهَارِ؟ قُلْتُ: نَعَمْ، صَلَاةُ الْمَغْرِبِ قَالَ: صَدَقْتَ اَوْ اَحْسَنْتَ، ثُمَّ قَالَ: بَيْنَا نَحْنُ فِي الْمَسْجِدِ قَامَ رَجُلٌ فَسَاَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْوِتْرِ اَوْ عَنْ صَلَاةِ اللَّيْلِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: (صَلَاةُ اللَّيْلِ مَثْنٰى، مَثْنٰى،

---

**68**- اخرجه البخاری فی الوتر باب 1' و مسلم فی المسافرین حدیث 145' وابو داؤد فی الصلاۃ السفر باب 24' حدیث 1326' والنسائی فی قیام اللیل باب 35' ومالك فی صلاۃ اللیل حدیث 13' واحمد فی المسند 133/2

فَإِذَا خَشِيتَ الصُّبْحَ فَأَوْتِرْ بِوَاحِدَةٍ) .

✧✧ حضرت عقبہ بن مسلم بیان کرتے ہیں' میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے وتر کی نماز کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ دن کے وتر کون سے ہیں؟ انہوں نے عرض کی: جی ہاں! مغرب کی نماز ہے۔ انہوں نے فرمایا: تم نے ٹھیک کہا ہے (راوی کو شک ہے یا شاید یہ الفاظ ہیں) تم نے اچھا جواب دیا۔ پھر انہوں نے فرمایا: ایک مرتبہ ہم مسجد میں میں بیٹھے ہوئے تھے ایک شخص کھڑا ہوا اس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے وتر کی نماز کے بارے میں یا رات کے نوافل کے بارے میں دریافت کیا: تو نبی اکرم نے ارشاد فرمایا: رات کی نماز دو دو کر کے ادا کی جائے گی اور جب تمہیں صبح کا اندیشہ ہو تو ایک رکعت کے ذریعے وتر کر لو۔

**69**-اَفَلَا تَرٰى اَنَّ ابْنَ عُمَرَ حِيْنَ سَاَلَهُ عُقْبَةُ عَنِ الْوِتْرِ فَقَالَ: اَتَعْرِفُ وِتْرَ النَّهَارِ ؟ اَىْ هُوَ كَهُوَ، وَفِىْ ذٰلِكَ مَا يُنْبِئُكَ اَنَّ الْوِتْرَ كَانَ عِنْدَ ابْنِ عُمَرَ ثَلَاثًا كَصَلَاةِ الْمَغْرِبِ ؛ اِذْ جَعَلَ جَوَابَهُ لِسَائِلِهِ عَنْ وِتْرِ اللَّيْلِ: اَتَعْرِفُ وِتْرَ النَّهَارِ، صَلَاةَ الْمَغْرِبِ .

ثُمَّ حَدَّثَهُ بَعْدَ ذٰلِكَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَا ذَكَرْنَا، فَثَبَتَ اَنَّ قَوْلَهُ فَاَوْتِرْ بِوَاحِدَةٍ اَىْ مَعَ شَىْءٍ تَقَدَّمَهَا تُوتِرُ بِتِلْكَ الْوَاحِدَةِ مَا صَلَّيْتَ قَبْلَهَا وَكُلُّ ذٰلِكَ وِتْرٌ .

✧✧ امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: کیا آپ نے غور کیا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے جب "عقبہ" نے وتر کی نماز کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے یہ جواب دیا: کیا تم دن کی وتر (یعنی طاق نماز) کے بارے میں جانتے ہو؟ یہ بھی اسی کی طرح ہے اور اس بارے میں وہ روایت بھی ہے جو آپ کے سامنے یہ بات واضح کرے گی کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے نزدیک وتر کی تین رکعات تھیں اسی طرح جیسے مغرب کی نماز ہوتی ہے کیونکہ انہوں نے یہ جواب دیا تھا اس سوال کرنے والے کو جس نے رات کے وتر کے بارے میں دریافت کیا تھا' کیا تم دن کے وتر کو جانتے ہو؟ وہ مغرب کی نماز ہے! پھر اس کے بعد انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے یہ بات نقل کی ہے جسے ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں تو اس سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان کہ ایک رکعت کے ذریعے وتر کر لو یعنی کسی ایسی چیز کے ذریعے وتر کر لو جو اس سے پہلے گزر چکی ہو تم اس ایک رکعت کے ذریعے اس نماز کو وتر کر لو گے جو اس سے پہلے تم نے ادا کی تھی اور یہ سب مل کر وتر ہو جائیں گے۔

**70**-وَقَدْ بَيَّنَ ذٰلِكَ اَيْضًا بِمَا حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِىْ دَاوُدَ قَالَ: ثنا سَعِيدُ بْنُ اَبِىْ مَرْيَمَ، قَالَ: ثنا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، قَالَ: اَخْبَرَنِىْ مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ، عَنْ اَبِىْ اِسْحَاقَ، عَنْ عَامِرٍ الشَّعْبِيِّ، قَالَ: (سَاَلْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ وَّابْنَ عُمَرَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُمَا كَيْفَ كَانَ صَلَاةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاللَّيْلِ فَقَالَ: ثَلَاثَ عَشْرَةَ رَكْعَةً، ثَمَانٍ وَّيُوتِرُ بِثَلَاثٍ وَّرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْفَجْرِ).

هٰكَذَا فِى النُّسَخِ .

**70**- اخرجه ابن ماجه فى الاقامة باب **181**' حديث **1361**' ومالك فى صلاة الليل' حديث **10**' واحمد فى المسجد **28,27/5**

✧✧ اس بات کی وضاحت اس روایت سے بھی ہوتی ہے جسے عامر شعبی نے نقل کیا ہے وہ فرماتے ہیں: میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے دریافت کیا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے رات کے وقت کے نوافل کیسے ہوا کرتے تھے تو ان دونوں نے جواب دیا: وہ تیرہ رکعات ہوتی تھیں پہلے آٹھ رکعات ہوتی تھیں پھر آپ تین رکعات کے ذریعے وتر کر لیتے تھے اور پھر فجر کے بعد (یعنی صبح صادق کے بعد) دو رکعات ادا کیا کرتے تھے۔

نسخوں میں اسی طرح ہے۔

**71**-حَدَّثَنَا سليمان بن شعيب، قَالَ: ثنا بِشْرُ بْنُ بَكْرٍ، قَالَ ثنا الْاَوْزَاعِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنِي الْمُطَّلِبُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْمَخْزُومِيُّ، اَنَّ رَجُلًا سَاَلَ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ الْوِتْرِ، فَاَمَرَهُ اَنْ يَّفْصِلَ، فَقَالَ الرَّجُلُ: اِنِّي لَاَخَافُ اَنْ يَّقُوْلَ النَّاسُ هِيَ الْبُتَيْرَاءُ .

فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا تُرِيدُ سُنَّةَ اللّٰهِ وَسُنَّةَ رَسُوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ؟ هٰذِهٖ سُنَّةُ اللّٰهِ وَسُنَّةُ رَسُوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

✧✧ مطلب بن عبداللہ بیان کرتے ہیں' ایک شخص نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے وتر کے بارے میں دریافت کیا: تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اسے ہدایت کی کہ وہ فصل کیا کرے اس شخص نے یہ کہا مجھے یہ اندیشہ ہے کہ لوگ یہ کہیں گے کہ یہ دم کٹی ہوئی نماز ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی سنت (پر عمل کرنا چاہتے ہو) یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی سنت (یعنی حکم) ہے۔

**72**-وَقَدْ رُوِيَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا فِيْ ذِكْرِهَا وِتْرَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا يَدُلُّ عَلٰى حَقِيقَةِ مَا ذَكَرْنَا .

✧✧ امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس بارے میں سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے بھی احادیث منقول ہیں جس میں انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وتر کی نماز کا تذکرہ کیا ہے جو اس حقیقت پر دلالت کرتی ہے جس کا ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں۔

حَدَّثَنَا اَبُوْ بِشْرٍ الرَّقِّيُّ، قَالَ: ثنا شُجَاعُ بْنُ الْوَلِيدِ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ اَبِيْ عَرُوبَةَ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ زُرَارَةَ بْنِ اَوْفٰى عَنْ سَعْدِ بْنِ هِشَامٍ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، قَالَتْ: (كَانَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُسَلِّمُ فِيْ رَكْعَتَيِ الْوِتْرِ .

✧✧ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وتر کی دو رکعات پڑھنے کے بعد سلام نہیں پھیرا کرتے تھے۔

**73**-حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ دَاوُدَ، قَالَ: ثنا مُحَمَّدُ بْنُ الْمِنْهَالِ، قَالَ ثنا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ، عَنْ سَعِيدٍ، فَذَكَرَ بِاِسْنَادِهٖ

---

71- اخرجه ابن ماجه فى الاقامة باب 116, حديث 1176

72- اخرجه النسائى فى قيام الليل باب 36' وابن ابى شيبة فى الصلاة 295/1'

مِثْلَهُ .

✧✧ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

74-فَاَخْبَرَتْ اَنَّ الْوِتْرَ ثَلَاثًا لَا يُسَلِّمُ بَيْنَ شَيْءٍ مِنْهُنَّ .

ثُمَّ قَدْ رُوِيَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا بَعْدَ هٰذَا اَحَادِيْثُ فِي الْوِتْرِ اِذَا كُشِفَتْ رَجَعَتْ اِلٰى مَعْنٰى حَدِيْثِ سَعْدٍ هٰذَا .

✧✧ امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ بات بیان کی ہے کہ وتر کی تین رکعات ہیں اور ان کے درمیان سلام نہیں پھیرا جائے گا۔

اس کے بعد سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے وتر کے بارے میں ایسی احادیث بھی روایت کی گئی ہیں کہ جب ان کی تحقیق کی جائے اور ان کی وضاحت کی جائے تو اس سے وہی مفہوم سامنے آتا ہے جو سعد کی روایت میں ہے۔

فَمِنْ ذٰلِكَ مَا حَدَّثَنَا صَالِحُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، قَالَ: ثنا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ، قَالَ: ثنا هُشَيْمٌ، قَالَ: اَنَا اَبُوْ حُرَّةَ، قَالَ: ثنا الْحَسَنُ، عَنْ سَعْدِ بْنِ هِشَامٍ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، قَالَتْ: (كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قَامَ مِنَ اللَّيْلِ افْتَتَحَ صَلَاتَهُ بِرَكْعَتَيْنِ خَفِيفَتَيْنِ ثُمَّ صَلّٰى ثَمَانَ رَكَعَاتٍ ثُمَّ اَوْتَرَ)

✧✧ سعد بن ہشام سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب رات کے وقت نوافل ادا کرنے کے لئے کھڑے ہوتے تھے تو اپنی نماز کا آغاز دو مختصر رکعات کے ذریعے کیا کرتے تھے۔ پھر آپ آٹھ رکعت ادا کرتے تھے اور پھر وتر ادا کرتے تھے۔

شرح

جیسا کہ پہلے بتایا جا چکا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مداومت عمل کو بہت زیادہ پسند فرماتے تھے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ یہ تھی کہ جب کوئی نفل نماز پڑھتے یا اسی طرح کوئی بھی نفل عبادت کرتے تو اس پر دوام اختیار فرماتے۔ ہاں اگر کوئی عذر پیش آ جاتا یا بیان جواز کا اظہار مقصود ہوتا تو کبھی ترک بھی فرما دیتے تھے۔ یہاں تو حضرت عائشہ فرما رہی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے علاوہ کسی بھی مہینہ میں پورے مہینے روزے نہیں رکھتے تھے جب کہ ان کی ایک دوسری روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شعبان میں پورے مہینے کے روزے رکھتے تھے۔ لہٰذا حضرت عائشہ کی ان دونوں روایتوں کے ظاہری تعارض کو خود انہیں کی ایک تیسری روایت نے ختم کر دیا ہے جس میں انہوں نے تصریح کر دی ہے کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شعبان (میں پورے مہینے کے نہیں بلکہ) اس کے اکثر دنوں میں روزے رکھتے تھے۔ وتر کے بعد دو رکعت نفل پڑھنے کا مسئلہ وتر کے بعد دو رکعت نفل پڑھنے کا اثبات نہ صرف یہ کہ اسی روایت سے ہوتا ہے بلکہ اور بھی بہت سے روایتیں وارد ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ وتر پڑھنے کے بعد دو رکعت نفل نماز پڑھی جا سکتی ہے لیکن ابھی اس کے بعد ہی ایک روایت آ رہی ہے جس

74-اخرجه مسلم فی المسافرین حدیث 121' و ابو داؤد فی الصلاة' حدیث 1340' والنسائی فی قیام اللیل باب 55

کے الفاظ یہ ہیں کہ اجعلو اخر صلاتکم باللیل وترا پنی رات کی نماز میں آخری نماز وتر کو رکھو لہٰذا بظاہر ان تمام روایتوں میں بڑا سخت تعارض نظر آتا ہے یہی وجہ ہے کہ اس تعارض کو رفع کرنے کے لئے علماء کو بڑی محنت کرنا پڑی ہے۔ حضرت امام احمد نے درمیانی راہ نکالنے کی کوشش کی ہے چنانچہ وہ فرماتے ہیں کہ وتر کے بعد دو رکعت نماز نہ تو میں خود پڑھتا ہوں اور نہ کسی دوسرے کو پڑھنے سے منع کرتا ہوں۔

جمہور علماء کا کہنا ہے کہ چونکہ وتر کے بعد دو رکعت نفل کا پڑھنا بہرحال حدیث صحیح سے ثابت ہے اس لئے اس سے بالکل صرف نظر بھی نہیں کیا جا سکتا لہٰذا یہ حضرات دونوں رکعتوں کے پڑھنے کے قائل ہیں جہاں تک احادیث کے باہم تعارض کو رفع کرنے کا سوال ہے تو ان حضرات کی جانب سے ان احادیث میں دو طرح کی تطبیق پیدا کی گئی ہے۔ ایک تو یہ کہ اجعلو اخر صلاتکم باللیل وترا میں صلوٰۃ سے مراد ان دو رکعتوں کے علاوہ دوسرے نوافل ہیں اس طرح اس حدیث کا مطلب یہ ہوگا کہ رات کو وتر پڑھ لینے کے بعد ان دونوں رکعتوں کے علاوہ دوسرے نوافل نہ پڑھو۔

دوسری تطبیق جمہور علماء کی طرف سے یہ بیان کی جاتی ہے کہ اس سلسلے میں بہتر طریقہ یہ ہے کہ کبھی تو وتر کے بعد دو رکعتیں پڑھ لی جائیں اور کبھی نہ پڑھی جائیں تا کہ دونوں احادیث پر عمل ہوتا رہے۔ گویا یوں کہنا چاہیے کہ حدیث اجعلو اخر صلوتک الخ استحباب پر محمول ہے نہ کہ وجوب پر یعنی اس میں جو حکم دیا گیا ہے وہ استحباب کے طور پر ہے وجوب کے طور پر نہیں ہے۔ اس کے بعد یہ بات بھی اختلافی ہے کہ آیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتر کے بعد دو رکعت اس صورت میں پڑھتے تھے جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وتر رات کے ابتدائی حصے میں ہی یعنی عشاء کے بعد ادا کرتے تھے یا اس شکل میں پڑھتے تھے جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وتر آخر رات کو تہجد کے بعد ادا کرتے تھے؟ چنانچہ اس سلسلے میں ابوامامہ سے جو حدیث منقول ہے وہ تو مطلق ہے اس میں صرف اتنا ہی مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتر کے بعد دو رکعتیں بیٹھ کر پڑھتے تھے۔ یہ کچھ ذکر نہیں ہے کہ جو حدیث منقول ہے وہ تو مطلق ہے اس میں صرف اتنا ہی مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتر کے بعد دو رکعتیں بیٹھ کر پڑھتے تھے۔ یہ کچھ ذکر نہیں ہے کہ اول شب میں پڑھتے تھے یا آخر شب میں مگر ثوبان سے جو حدیث منقول ہے وہ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وتر کے بعد پڑھنا اس صورت میں تھا جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اول شب میں وتر ادا کرتے تھے۔

یہ دونوں حدیثیں اسی باب کے آخر میں آرہی ہیں صحیح البخاری و صحیح مسلم اور موطا کی روایات اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ یہ قیام لیل کی صورت میں تھا یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو تہجد کی نماز پڑھتے تو وتر کے بعد رکعت بھی پڑھا کرتے تھے اور یہی صحیح بھی ہے۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ یہ دونوں رکعتیں وتر کے ملحق ہیں اور وتر کی سنتوں کے قائم مقام ہیں۔ یعنی جس طرح فرض نماز کی سنتیں ہوتی ہیں کہ وہ فرض نماز سے پہلے یا بعد میں پڑھی جاتی ہیں اسی طرح یہ دونوں رکعتیں وتر کی سنتوں کے قائم مقام ہیں جو وتر کے بعد پڑھی جاتی ہیں۔

**75**- فَاَخْبَرَتْ هَاهُنَا اَنَّهُ كَانَ يُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ ثَمَانِيًا ثُمَّ يُوتِرُ.

فَكَانَ مَعْنٰى ثُمَّ يُوتِرُ يَحْتَمِلُ ثُمَّ يُوتِرُ بِثَلَاثٍ، مِنْهُنَّ رَكْعَتَانِ مِنَ الثَّمَانِ وَرَكْعَةٌ بَعْدَهَا فَكُوْنُ جَمِيعُ مَا

صَلَّى اِحْدَى عَشْرَةَ رَكْعَةً .

وَيَحْتَمِلُ: ثُمَّ يُوتِرُ بِثَلَاثٍ مُتَتَابِعَاتٍ .

فَيَكُوْنُ جَمِيعُ مَا صَلَّى ثَلَاثَ عَشْرَةَ رَكْعَةً .

✧✧ امام طحاوی عِشْلِلَّہ فرماتے ہیں: یہاں سیّدہ عائشہ رٖضی اللہ عنہا نے اس بات کی وضاحت کی ہے کہ نبی اکرم ﷺ پہلے دو رکعات ادا کیا کرتے تھے پھر آٹھ رکعات ادا کرتے تھے اور پھر وتر ادا کیا کرتے تھے تو اس کا مفہوم یہ ہوگا کہ پھر نبی اکرم ﷺ ان آٹھ رکعات میں سے دو رکعات کو وتر بنا کر تین کر دیا کرتے تھے اور ایک رکعت اس کے بعد ادا کیا کرتے تھے یوں آپ جتنی بھی نماز ادا کرتے تھے اس کی تعداد گیارہ ہو جائے گی اور وہ اس بات کا بھی احتمال رکھتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ تین وتر ادا کیا کرتے تھے جو لگاتار ہوتے تھے یوں آپ کی مکمل نماز تیرہ رکعات پر مشتمل ہوگی۔

76-فَنَظَرْنَا فِيمَا يُحْتَمَلُ مِنْ ذٰلِكَ، هَلْ جَاءَ شَيْءٌ يَدُلُّ عَلٰى شَيْءٍ مِنْهُ بِعَيْنِهٖ .

✧✧ اس بارے میں جو احتمال ہے جب ہم نے اس کا جائزہ لیا کہ کیا کوئی ایسی روایت منقول ہے جو اس میں سے کسی ایک معین مفہوم پر دلالت کرتی ہو۔

77-فَاِذَا اِبْرَاهِيمُ بْنُ مَرْزُوْقٍ، وَمُحَمَّدُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْبَاغَنْدِيُّ، قَدْ حَدَّثَانَا قَالَا: حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيدِ، ثنا حُصَيْنُ بْنُ نَافِعٍ الْعَنْبَرِيُّ عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ سَعْدِ بْنِ هِشَامٍ، قَالَ: دَخَلْتُ عَلٰى عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا فَقُلْتُ: حَدِّثِينِي عَنْ صَلَاةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَتْ: (كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي بِاللَّيْلِ ثَمَانَ رَكَعَاتٍ وَّيُوتِرُ بِالتَّاسِعَةِ فَلَمَّا بَدَّنَ صَلَّى سِتَّ رَكَعَاتٍ وَّاَوْتَرَ بِالسَّابِعَةِ وَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ وَهُوَ جَالِسٌ) .

✧✧ تو سعد بن ہشام نے ایک روایت نقل کی ہے وہ فرماتے ہیں: میں سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا میں نے عرض کی: آپ مجھے نبی اکرم ﷺ کی نماز کے بارے میں بتائیں تو انہوں نے بتایا نبی اکرم ﷺ رات کے وقت آٹھ رکعات ادا کرتے تھے اور نویں رکعات کے ذریعے اسے وتر کر لیتے تھے جب آپ کا وزن زیادہ ہو گیا تو آپ چھ رکعات ادا کیا کرتے تھے اور ساتویں رکعت کے ذریعے اسے وتر کر لیتے تھے اور پھر آپ دو رکعت بیٹھ کر ادا کیا کرتے تھے۔

78-فَفِي هٰذَا الْحَدِيثِ اَنَّهٗ كَانَ يُوتِرُ بِالتَّاسِعَةِ، فَذٰلِكَ مُحْتَمَلٌ اَنْ يَّكُوْنَ يُوتِرُ بِالتَّاسِعَةِ مَعَ اثْنَتَيْنِ مِنَ الثَّمَانِ الَّتِي قَبْلَهَا، حَتّٰى يَتَّفِقَ هٰذَا الْحَدِيثُ وَحَدِيثُ زُرَارَةَ وَلَا يَتَضَادَّانِ .

✧✧ اس روایت میں یہ بات موجود ہے کہ نبی اکرم ﷺ نویں رکعت کے ذریعے نماز کو وتر کر لیتے تھے تو یہ اس بات کا احتمال رکھتی ہے کہ نبی اکرم ﷺ اس نویں رکعت کے ذریعے ان آٹھ رکعات میں سے دو رکعات کو وتر کرتے ہوں جو اس سے پہلے آپ نے ادا کی تھیں یہاں تک کہ یہ روایت اور زرارہ سے منقول روایت متفق ہو جائیں اور ان دونوں کے درمیان کوئی تضاد نہ رہے۔

77- اخرجه ابو داؤد فی الصلاۃ' حدیث 1356' والنسائی فی قیام اللیل باب 43,42

**79**-حَدَّثَنَا بَكَّارٌ قَالَ: ثنا أَبُو دَاوُدَ، قَالَ: ثنا أَبُو حُرَّةَ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ (سَعْدِ بْنِ هِشَامٍ الْأَنْصَارِيِّ، أَنَّهُ سَأَلَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، عَنْ صَلَاةِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاللَّيْلِ، فَقَالَتْ: كَانَ يُصَلِّي الْعِشَاءَ ثُمَّ يَتَجَوَّزُ بِرَكْعَتَيْنِ، وَقَدْ أَعَدَّ سِوَاكَهُ وَطَهُوْرَهُ

فَيَبْعَثُهُ اللّٰهُ لِمَا شَاءَ أَنْ يَبْعَثَهُ، فَيَتَسَوَّكُ، وَيَتَوَضَّأُ، ثُمَّ يُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ يَقُومُ فَيُصَلِّي ثَمَانَ رَكَعَاتٍ يُسَوِّي بَيْنَهُنَّ فِي الْقِرَاءَةِ، ثُمَّ يُوتِرُ بِالتَّاسِعَةِ.

فَلَمَّا أَسَنَّ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَخَذَهُ اللَّحْمُ، جَعَلَ تِلْكَ الثَّمَانِيَ سِتًّا، ثُمَّ يُوتِرُ بِالسَّابِعَةِ، ثُمَّ يُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ وَهُوَ جَالِسٌ يَقْرَأُ فِيهِمَا بِ (قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُوْنَ) وَ (إِذَا زُلْزِلَتِ الْأَرْضُ)).

✧✧ سعد بن ہشام انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' انہوں نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے رات کے نوافل کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے بتایا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رات کے وقت نماز ادا کیا کرتے تھے پہلے آپ دو مختصر رکعات ادا کیا کرتے تھے آپ اپنی مسواک اور وضو کا پانی تیار رکھتے تھے پھر جب اللہ تعالیٰ آپ کو بیدار کرتا تھا تو آپ مسواک کرتے تھے پھر وضو کرتے تھے پھر دو رکعات ادا کرتے تھے پھر کھڑے ہو کر آٹھ رکعات ادا کیا کرتے تھے آپ ان میں برابر کی قرأت کیا کرتے تھے پھر آپ نویں رکعت کے ذریعے وتر ادا کر لیتے تھے جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر زیادہ ہوگئی اور آپ کا جسم بھاری ہو گیا تو آپ نے ان آٹھ رکعات کو چھ رکعات میں تبدیل کیا اور آپ ساتویں رکعت کے ذریعے وتر ادا کر لیتے تھے پھر آپ دو رکعات بیٹھ کر ادا کیا کرتے تھے آپ ان دو رکعات میں قل یا ایھا الکفرون اور اذا زلزلت الارض پڑھا کرتے تھے۔

**80**-فَفِي هٰذَا الْحَدِيْثِ أَنَّهُ كَانَ يُصَلِّي قَبْلَ الثَّمَانِي الَّتِي يُوتِرُ بِتَاسِعَتِهِنَّ أَرْبَعًا فَجَمِيعُ ذٰلِكَ ثَلَاثَ عَشْرَةَ رَكْعَةً مِنْهَا الْوِتْرُ الَّذِي فَسَّرَهُ زُرَارَةُ، عَنْ سَعْدٍ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا وَهُوَ ثَلَاثُ رَكَعَاتٍ لَا يُسَلِّمُ إِلَّا فِي آخِرِهِنَّ فَقَدْ صَحَّتْ رِوَايَةُ سَعْدٍ عَنْ عَائِشَةَ وَثَابِتٌ عَلَى مَا ذَكَرْنَا.

✧✧ اس حدیث میں یہ بات سامنے آتی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان آٹھ رکعات سے پہلے جنہیں آپ نویں رکعت کے ذریعے وتر کیا کرتے تھے چار رکعات ادا کیا کرتے تھے تو یہ کل تیرہ رکعات ہو جائیں گی جن میں وہ وتر بھی شامل ہوگا جس کی وضاحت ہم نے سعد کے حوالے سے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے کی ہے اور وہ تین رکعات ہوں گی جس میں وہ سلام نہیں پھیرتے تھے صرف ان کے آخر میں سلام پھیرتے تھے تو سعد کی سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے مستند روایت ثابت ہوگئی اور وہ مفہوم ثابت ہو گیا جو ہم نے پہلے ذکر کیا ہے۔

**81**-وَقَدْ رَوَى عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ شَقِيقٍ عَنْ عَائِشَةَ فِي ذٰلِكَ مَا حَدَّثَنَا رَبِيعٌ الْمُؤَذِّنُ، قَالَ: ثنا أَسَدٌ، قَالَ: ثنا

**79**-اخرجه مسلم فی المسافرین حدیث **139**' و ابوداؤد فی الصلاة باب **173**' حدیث **1349**' والنسائی فی قیام اللیل باب **2**, **18**, **39**, **43** وابن ماجه فی الاقامة باب **123**' حدیث **1191**' والدارمی فی الصلاة باب **165**' واحمد فی المسند **6/32**' **54**, **225**

هُشَیْمُ بْنُ بَشِیرٍ، قَالَ: اَنَا خَالِدُ الْحَذَّاءُ، قَالَ: اَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ شَقِیقٍ قَالَ: سَاَلْتُ عَائِشَةَ، عَنْ (تَطَوُّعِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِاللَّیْلِ فَقَالَتْ: کَانَ اِذَا صَلّٰی بِالنَّاسِ الْعِشَاءَ یَدْخُلُ فَیُصَلِّی رَکْعَتَیْنِ قَالَتْ: وَکَانَ یُصَلِّی مِنَ اللَّیْلِ تِسْعَ رَکَعَاتٍ فِیهِنَّ الْوِتْرُ فَاِذَا طَلَعَ الْفَجْرُ صَلّٰی رَکْعَتَیْنِ فِیْ بَیْتِیْ ثُمَّ یَخْرُجُ فَیُصَلِّی بِالنَّاسِ صَلَاةَ الْفَجْرِ).

✧✧ عبداللہ بن شقیق بیان کرتے ہیں' میں نے سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے رات کے وقت کے نوافل کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے بتایا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب لوگوں کو عشاء کی نماز پڑھا دیتے تھے تو پھر گھر تشریف لے آتے تھے پھر آپ دو رکعات ادا کیا کرتے تھے۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رات کے وقت نو رکعات ادا کرتے تھے جن میں وتر بھی شامل ہوتا تھا پھر جب صبح صادق ہو جاتی تھی تو آپ دو رکعات میرے گھر میں ادا کیا کرتے تھے پھر تشریف لے جاتے تھے اور لوگوں کو فجر کی نماز پڑھایا کرتے تھے۔

**82**-فَفِیْ هٰذَا الْحَدِیْثِ اَنَّهٗ کَانَ یُصَلِّی اِذَا دَخَلَ بَیْتَهٗ بَعْدَ الْعِشَاءِ رَکْعَتَیْنِ وَمِنَ اللَّیْلِ تِسْعًا فِیهِنَّ الْوِتْرُ. فَذٰلِكَ - عِنْدَنَا - عَلٰی تِسْعٍ غَیْرِ الرَّکْعَتَیْنِ اللَّتَیْنِ کَانَ یُخِفُّهُمَا عَلٰی مَا قَالَ سَعْدُ بْنُ هِشَامٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا (اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَانَ یَفْتَتِحُ صَلَاتَهٗ مِنَ اللَّیْلِ رَکْعَتَیْنِ خَفِیفَتَیْنِ). وَاِنَّمَا حَمَلْنَا الْمَعْنٰی حَدِیْثِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ شَقِیقٍ عَلٰی هٰذَا الْمَعْنٰی لِیَتَّفِقَ هُوَ وَحَدِیْثُ سَعْدِ بْنِ هِشَامٍ وَّلَا یَتَضَادَّانِ.

✧✧ اس روایت میں یہ بات موجود ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب عشاء کی نماز کے بعد گھر تشریف لے آتے تھے تو دو رکعت ادا کیا کرتے تھے اور رات کے وقت نو رکعات ادا کیا کرتے تھے جن میں وتر بھی شامل ہوتا تھا تو ہمارے نزدیک یہ نو رکعات ان دو رکعات کے علاوہ ہوں گی جنہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مختصر طور پر ادا کیا کرتے تھے جس کا تذکرہ سعد بن ہشام نے سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی رات کی نماز کا آغاز دو مختصر رکعات کے ذریعے کیا کرتے تھے اور عبداللہ بن شقیق کی روایت کا مفہوم ہم یہ لیں گے تاکہ یہ روایت اور سعد بن ہشام کی روایت متفق ہو جائے اور ان میں کوئی تضاد نہ رہے۔

**83**-وَقَدْ رَوٰی اَبُوْ سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا فِیْ ذٰلِكَ مَا قَدْ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ دَاوٗدَ، قَالَ: ثنا سَهْلُ بْنُ بَکَّارٍ، قَالَ: ثنا اَبَانُ بْنُ یَزِیدَ، قَالَ: ثنا یَحْیَی بْنُ اَبِیْ کَثِیرٍ، قَالَ: ثنا اَبُوْ سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا (اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَانَ یُصَلِّی مِنَ اللَّیْلِ ثَلَاثَ عَشْرَةَ رَکْعَةً، یُصَلِّی ثَمَانَ رَکَعَاتٍ ثُمَّ یُوْتِرُ بِرَکْعَةٍ ثُمَّ یُصَلِّی رَکْعَتَیْنِ وَهُوَ جَالِسٌ فَاِذَا اَرَادَ اَنْ یَّرْکَعَ قَامَ فَرَکَعَ وَصَلّٰی

**83**- اخرجه مسلم فی المسافرین حدیث **126**' و ابو داؤد فی الصلاة حدیث **1340**' والنسائی فی قیام اللیل باب **55**

بَيْنَ اَذَانِ الْفَجْرِ وَالْإِقَامَةِ رَكْعَتَيْنِ).

✧✧ ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن' سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رات کے وقت تیرہ رکعات ادا کیا کرتے تھے آپ آٹھ رکعات ادا کرتے تھے پھر ایک رکعت کے ذریعے انہیں وتر کر لیتے تھے پھر دو رکعات ادا کیا کرتے تھے وہ آپ بیٹھ کر ادا کرتے تھے پھر جب آپ نے رکوع میں جانا ہوتا تھا تو کھڑے ہو جاتے تھے پھر رکوع میں چلے جاتے تھے آپ فجر کی اذان اور اقامت کے درمیان دو رکعات ادا کیا کرتے تھے۔

**84**-فَيُحْتَمَلُ اَنْ يَكُوْنَ الثَّمَانِ رَكَعَاتٍ الَّتِىْ اَوْتَرَ بِتَاسِعَتِهِنَّ فِىْ هٰذَا الْحَدِيْثِ هِىَ الثَّمَانِ رَكَعَاتٍ الَّتِىْ ذَكَرَ سَعْدُ بْنُ هِشَامٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّىْ قَبْلَهُنَّ اَرْبَعَ رَكَعَاتٍ لِيَتَّفِقَ هٰذَا الْحَدِيْثُ وَحَدِيْثُ سَعْدٍ، وَيَكُوْنَ هٰذَا الْحَدِيْثُ قَدْ زَادَ عَلٰى حَدِيْثِ سَعْدٍ وَّحَدِيْثِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ شَقِيْقٍ تَطَوُّعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ الْوِتْرِ.

وَيُحْتَمَلُ اَيْضًا اَنْ يَكُوْنَ هٰذِهِ التِّسْعُ هِىَ التِّسْعَ الَّتِىْ ذَكَرَهَا سَعْدُ بْنُ هِشَامٍ فِىْ حَدِيْثِهٖ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّيْهَا لَمَّا بَدَّنَ فَيَكُوْنُ ذٰلِكَ تِسْعَ رَكَعَاتٍ مَعَ الرَّكْعَتَيْنِ الْخَفِيْفَتَيْنِ اللَّتَيْنِ كَانَ يَفْتَتِحُ بِهِمَا صَلَاتَهٗ، ثُمَّ كَانَ يُصَلِّىْ بَعْدَ الْوِتْرِ رَكْعَتَيْنِ جَالِسًا بَدَلًا مِمَّا كَانَ يُصَلِّيْهِ قَبْلَ اَنْ يُبَدِّنَ قَائِمًا، وَهُوَ رَكْعَتَانِ، فَقَدْ عَادَ ذٰلِكَ اَيْضًا اِلٰى ثَلَاثَ عَشْرَةَ رَكْعَةً.

✧✧ یہ اس بات کا احتمال رکھتا ہے کہ آپ کی وہ آٹھ رکعات جنہیں آپ نویں رکعت کے ذریعے وتر کیا کرتے تھے اس حدیث میں موجود وہ آٹھ رکعات ہوں گی جن کا ذکر سعد بن ہشام نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان سے پہلے چار رکعات ادا کیا کرتے تھے تاکہ یہ روایت اور سعد بن ہشام کی روایت متفق ہو جائیں اور اس روایت میں سعد کی روایت پر اضافہ ہو جائے گا اور عبداللہ بن شقیق نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نفلی نماز کے' جو وتر کے بعد ہوتی ہے' اس کے بارے میں جو ذکر کیا ہے (اس پر بھی اضافہ ہو جائے گا) اور یہ اس بات کا بھی احتمال رکھتا ہے کہ یہ نو رکعات وہ والی نو رکعات ہوں جن کا تذکرہ سعد بن ہشام نے اپنی روایت میں سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان رکعات کو اس وقت ادا کرتے تھے جب آپ کا جسم بھاری ہو گیا تھا۔ تو یہ نو رکعات ان دو مختصر رکعات کے ساتھ ہوں گی جن کے ذریعے آپ اپنی نماز کا آغاز کیا کرتے تھے اس کے بعد آپ وتر ادا کر لیا کرتے تھے اور پھر دو رکعات بیٹھ کر ادا کیا کرتے تھے یہ ان دو رکعات کا بدلہ ہوں گی جو آپ بھاری جسم ہونے سے پہلے کھڑے ہو کر ادا کیا کرتے تھے اور یہ دو رکعات ہوں گی تو یہ بھی کل تیرہ رکعات ہو جائیں گی۔

**85**-حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ مَرْزُوْقٍ، قَالَ: ثنا هَارُوْنُ بْنُ اِسْمَاعِيْلَ الْخَزَّازُ، قَالَ: ثنا عَلِىُّ بْنُ الْمُبَارَكِ، قَالَ: ثنا يَحْيَى بْنُ اَبِىْ كَثِيْرٍ، عَنْ اَبِىْ سَلَمَةَ، قَالَ: (سَاَلْتُ عَائِشَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهَا عَنْ صَلَاةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاللَّيْلِ فَقَالَتْ: كَانَ يُصَلِّىْ ثَلَاثَ عَشْرَةَ رَكْعَةً، يُصَلِّىْ ثَمَانِ رَكَعَاتٍ ثُمَّ يُصَلِّىْ رَكْعَتَيْنِ وَهُوَ جَالِسٌ،

فَإِذَا أَرَادَ أَنْ يَرْكَعَ قَامَ فَرَكَعَ قَائِمًا. ثُمَّ يَسْجُدَ وَكَانَ يُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ بَيْنَ الْأَذَانِ وَالْإِقَامَةِ مِنْ صَلَاةِ الصُّبْحِ).

❖❖ ابوسلمہ بیان کرتے ہیں' میں نے سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رات کے وقت کی نماز کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے بتایا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آٹھ رکعات ادا کرتے تھے پھر دو رکعات بیٹھ کر ادا کرتے تھے جب آپ نے رکوع میں جانا ہوتا تھا تو کھڑے ہو جاتے تھے پھر قیام کی حالت میں رکوع میں جاتے تھے پھر سجدے میں جاتے تھے پھر آپ صبح کی نماز کی اذان اور اقامت کے درمیان دو رکعات ادا کیا کرتے تھے۔

فَهٰذَا الْحَدِيثُ مَعْنَاهُ مَعْنٰى حَدِيثِ أَحْمَدَ بْنِ دَاوُد، عَنْ سَهْلٍ، غَيْرَ أَنَّهُ تَرَكَ ذِكْرَ الْوِتْرِ.

اس حدیث کا مفہوم یہ ہے جو احمد بن داؤد نے سہل کے حوالے سے روایت کی ہے البتہ انہوں نے وتر کا تذکرہ نہیں کیا۔

**86**- حَدَّثَنَا فَهْدٌ، قَالَ: ثنا عَلِيُّ بْنُ مَعْبَدٍ، قَالَ: ثنا إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أَنَّهَا قَالَتْ: (كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي بِاللَّيْلِ إِحْدَى عَشْرَةَ رَكْعَةً، مِنْهَا رَكْعَتَانِ، وَهُوَ جَالِسٌ، وَيُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ الصُّبْحِ، فَذٰلِكَ ثَلَاثَ عَشْرَةَ رَكْعَةً).

❖❖ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رات کے وقت گیارہ رکعات ادا کیا کرتے تھے جن میں سے دو رکعات آپ بیٹھ کر ادا کرتے تھے اور دو رکعات صبح (فجر کی نماز سے پہلے) ادا کرتے تھے تو یہ کل تیرہ رکعات ہو جائیں گی۔

**87**- فَقَدْ وَافَقَ هٰذَا الْحَدِيثُ أَيْضًا حَدِيثَ أَحْمَدَ بْنِ دَاوُدَ وَقَوْلُهَا يُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ الصُّبْحِ يَعْنِي قَبْلَ صَلَاةِ الصُّبْحِ وَهُمَا الرَّكْعَتَانِ اللَّتَانِ ذَكَرَهُمَا أَحْمَدُ بْنُ دَاوُدَ فِي حَدِيثِهِ أَنَّهُ كَانَ يُصَلِّيهِمَا بَيْنَ الْأَذَانِ وَالْإِقَامَةِ

❖❖ یہ حدیث احمد بن ابوداؤد کی حدیث کے موافق ہے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ کہنا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صبح سے پہلے دو رکعات ادا کیا کرتے تھے اور یہ وہ دو رکعات ہیں جن کا ذکر احمد بن ابوداؤد نے اپنی حدیث میں کیا ہے کہ آپ انہیں اذان اور اقامت کے درمیان ادا کیا کرتے تھے۔

**88**- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ أَبِي عِمْرَانَ، قَالَ: ثنا الْقَوَارِيرِيُّ . ح وَحَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ الْفَرَجِ، قَالَ: ثنا حَامِدُ بْنُ يَحْيَى، قَالَا: ثنا سُفْيَانُ، قَالَ: ثنا ابْنُ أَبِي لَبِيدٍ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا سَلَمَةَ يَقُولُ: دَخَلْتُ عَلَى عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا فَسَأَلْتُهَا عَنْ (صَلَاةِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاللَّيْلِ فَقَالَتْ: كَانَتْ صَلَاتُهُ فِي رَمَضَانَ وَغَيْرِهِ ثَلَاثَ عَشْرَةَ رَكْعَةً مِنْهَا رَكْعَتَا الْفَجْرِ).

❖❖ ابوسلمہ بیان کرتے ہیں' میں سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا میں نے ان سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے رات کے نوافل کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے جواب دیا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں اور رمضان کے علاوہ تیرہ رکعات ادا کیا

---

86- اخرجه ابو داؤد فى الصلاة حديث 1350

88- اخرجه مسلم فى المسافرين حديث 127

کرتے تھے جن میں فجر کی دو رکعات بھی ہوتی تھیں۔

فَقَدْ وَافَقَ هٰذَا الْحَدِيْثُ اَيْضًا مَا رَوَيْنَاهُ قَبْلَهُ مِنْ اَحَادِيْثِ اَبِىْ سَلَمَةَ .

تو یہ روایت بھی اس حدیث کے موافق ہو جائے گی جو اس سے پہلے ہم ابوسلمہ کے حوالے سے نقل کر چکے ہیں۔

**89**- حَدَّثَنَا يُوْنُسُ قَالَ: اَنَا ابْنُ وَهْبٍ اَنَّ مَالِكًا حَدَّثَهُ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ اَبِىْ سَعِيْدِ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ اَبِىْ سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّهُ اَخْبَرَهُ اَنَّهُ سَاَلَ عَائِشَةَ (كَيْفَ كَانَ صَلَاةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِىْ رَمَضَانَ فَقَالَتْ: مَا كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَزِيْدُ فِىْ رَمَضَانَ وَلَا فِىْ غَيْرِهٖ عَلٰى اِحْدٰى عَشْرَةَ رَكْعَةً يُصَلِّىْ اَرْبَعًا فَلَا تَسَاَلْ عَنْ حُسْنِهِنَّ، وَطُوْلِهِنَّ، ثُمَّ يُصَلِّىْ اَرْبَعًا، فَلَا تَسَاَلْ، عَنْ حُسْنِهِنَّ وَطُوْلِهِنَّ، ثُمَّ يُصَلِّىْ ثَلَاثًا .

قَالَتْ عَائِشَةُ فَقُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ

اَتَنَامُ قَبْلَ اَنْ تُوْتِرَ، قَالَ: يَا عَائِشَةُ اِنَّ عَيْنَىَّ تَنَامَانِ وَلَا يَنَامُ قَلْبِىْ) .

✧✧ ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن بیان کرتے ہیں' انہوں نے سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں کس طرح نوافل ادا کیا کرتے تھے انہوں نے جواب دیا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے مہینے میں یا رمضان کے علاوہ گیارہ رکعات سے زیادہ ادا نہیں کرتے تھے آپ پہلے چار رکعات ادا کیا کرتے تھے تم ان کی خوبصورتی اور طوالت کے بارے میں نہ پوچھو پھر چار رکعات ادا کرتے تھے تم ان کی خوبی اور طوالت کے بارے میں نہ پوچھو پھر تین رکعات ادا کیا کرتے تھے۔

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' میں نے عرض کی: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! آپ وتر ادا کرنے سے پہلے ہی سونے لگے ہیں تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عائشہ رضی اللہ عنہا! میری آنکھیں سو جاتی ہیں میں نہیں سوتا۔

**90**- فَيَحْتَمِلُ هٰذَا الْحَدِيْثُ اَنْ يَّكُوْنَ قَوْلُهَا ثُمَّ يُصَلِّىْ ثَلَاثًا تُرِيْدُ يُوْتِرُ بِاِحْدَاهُنَّ اثْنَتَيْنِ مِنَ الثَّمَانِ ثُمَّ يُصَلِّى الرَّكْعَتَيْنِ الْبَاقِيَتَيْنِ .

وَهُمَا الرَّكْعَتَانِ اللَّتَانِ ذَكَرَهُمَا اَبُوْ سَلَمَةَ فِيْمَا تَقَدَّمَ مِمَّا رَوَيْنَا عَنْهُ اَنَّهُ كَانَ يُصَلِّيْهِمَا وَهُوَ جَالِسٌ حَتّٰى يَتَّفِقَ هٰذَا الْحَدِيْثُ وَمَا تَقَدَّمَهُ مِنْ اَحَادِيْثِهٖ .

✧✧ یہ حدیث اس بات کا احتمال رکھتی ہے کہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ فرمان کہ پھر آپ تین رکعات ادا کیا کرتے تھے ان کی مراد یہ ہو کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان آٹھ رکعات میں سے دو کو ایک رکعت کے ذریعے وتر کر لیا کرتے تھے پھر آپ دو رکعات ادا کیا کرتے تھے جو باقی رہ جاتی تھیں اور یہ وہ دو رکعات ہوں گی جن کا تذکرہ ابوسلمہ نے اس سے پہلے روایت میں کیا ہے اور جسے ہم ان کے

**89**- اخرجه البخاری فی صلاة التراويح باب 1' والتهجد باب 16' و مسلم فی السافرين حديث 125' وابو داؤد فی الصلاة حديث 1341' والنسائی فی قيام الليل باب 36' والترمذی فی الصلاة باب 208' و احمد فی المسند 36/6' 104,73

حوالے سے نقل کر چکے ہیں کہ آپ ان دو رکعات کو بیٹھ کر ادا کیا کرتے تھے تا کہ یہ روایت اور اس سے پہلے والی احادیث متفق ہو جائیں۔

**91**-وَيَحْتَمِلُ اَنْ يَكُوْنَ الثَّلاثُ وِتْرًا كُلُّهَا وَهُوَ اَغْلَبُ الْمَعْنَيَيْنِ ؛ لِاَنَّهَا قَدْ فَصَّلَتْ صَلَاتَهُ فَقَالَتْ: كَانَ يُصَلِّي اَرْبَعًا ثُمَّ اَرْبَعًا وَوَصَفَتْ ذٰلِكَ كُلَّهُ بِالْحُسْنِ وَالطُّولِ، ثُمَّ قَالَتْ: ثُمَّ يُصَلِّي ثَلَاثًا وَلَمْ تَصِفْ ذٰلِكَ بِطُولٍ وَّجَمَعَتْ الثَّلاثَ بِالذِّكْرِ .

فَذٰلِكَ عِنْدَنَا عَلَى الْوِتْرِ فَيَكُوْنُ جَمِيعُ مَا كَانَ يُصَلِّيهِ اِحْدَى عَشْرَةَ رَكْعَةً مَعَ الرَّكْعَتَيْنِ الْخَفِيفَتَيْنِ اللَّتَيْنِ فِيْ حَدِيْثِ سَعْدِ بْنِ هِشَامٍ اَوْ مَعَ الرَّكْعَتَيْنِ اللَّتَيْنِ كَانَ يُصَلِّيهِمَا وَهُوَ جَالِسٌ بَعْدَ الْوِتْرِ .

✧✧ یہاں اس بات کا بھی احتمال موجود ہے کہ یہ تین رکعات مکمل طور پر وتر ہوں اور یہی معنی غالب ہے اس لئے کہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کا تفصیل کے ساتھ تذکرہ کیا ہے انہوں نے فرمایا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پہلے چار رکعات ادا کیا کرتے تھے پھر انہوں نے ان تمام رکعات کو حسن اور طوالت سے موصوف کیا پھر انہوں نے یہ بات بیان کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پھر تین رکعات ادا کیا کرتے تھے انہوں نے ان رکعات کو طوالت کے ساتھ موصوف نہیں کیا اور تین رکعات کا ذکر ایک ساتھ کیا ہے تو ہمارے نزدیک یہ وتر پر محمول ہوں گی اور یوں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جتنی رکعات ادا کیا کرتے تھے ان کی تعداد گیارہ ہو جائے گی ان دو مختصر رکعات سمیت جن کا تذکرہ سعد بن ہشام کی روایت میں کیا گیا ہے یا ان دو رکعات سمیت جو آپ وتر کے بعد بیٹھ کر ادا کیا کرتے تھے۔

**92**-وَهٰذَا اَشْبَهُ بِرِوَايَاتِ اَبِيْ سَلَمَةَ لِاَنَّ جَمِيعَهَا تُخْبِرُ عَنْ صَلَاتِهِ بَعْدَمَا بَدَّنَ، وَحَدِيْثُ سَعْدِ بْنِ هِشَامٍ يُخْبِرُ عَنْ صَلَاتِهِ بَعْدَمَا بَدَّنَ، وَعَنْ صَلَاتِهِ قَبْلَ ذٰلِكَ

✧✧ یہ مفہوم ابوسلمہ کی روایات سے زیادہ مشابہت رکھتا ہے اس لئے کہ ان تمام روایات میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس نماز کا تذکرہ ہے جو آپ بھاری جسم ہو جانے کے بعد ادا کیا کرتے تھے جبکہ سعد بن ہشام نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس نماز کے بارے میں روایت بیان کی ہے جو آپ جسم بھاری ہو جانے کے بعد ادا کرتے تھے یا اس سے پہلے ادا کیا کرتے تھے۔

**93**-وَقَدْ رَوَى عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا فِيْ ذٰلِكَ مَا حَدَّثَنَا يُوْنُسُ، قَالَ: ثنا ابْنُ وَهْبٍ اَنَّ مَالِكًا حَدَّثَهُ، عَنْ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا (اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ اِحْدَى عَشْرَةَ رَكْعَةً وَيُوتِرُ مِنْهَا بِوَاحِدَةٍ فَاِذَا فَرَغَ مِنْهَا اضْطَجَعَ عَلٰى شِقِّهِ الْاَيْمَنِ حَتّٰى يَأْتِيَهُ الْمُؤَذِّنُ فَيُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ خَفِيفَتَيْنِ) .

**93**- اخرجه مسلم فی المسافرین حدیث **121**' و ابو داؤد فی الصلاۃ حدیث **1335**' والترمذی فی الصلاۃ باب **208**' حدیث **440**' **441** والنسائی فی قیام اللیل باب **35**

✧✧ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رات کے وقت گیارہ رکعات ادا کیا کرتے تھے آپ ان میں سے ایک رکعت کے ذریعے وتر ادا کر لیتے تھے جب آپ اس سے فارغ ہوتے تھے تو بائیں پہلو کے بل لیٹ جاتے تھے یہاں تک کہ موذن آپ کے پاس آتا تھا تو آپ دو مختصر رکعات ادا کر لیتے تھے۔

**94**-فَهٰذَا يَحْتَمِلُ اَنْ يَّكُوْنَ عَلٰى صَلَاتِهٖ قَبْلَ اَنْ يُّبَدِّنَ فَيَكُوْنُ ذٰلِكَ هُوَ جَمِيعَ مَا كَانَ يُصَلِّيهِ مَعَ الرَّكْعَتَيْنِ الْخَفِيفَتَيْنِ اللَّتَيْنِ كَانَ يَفْتَتِحُ بِهِمَا صَلَاتَهٗ .

✧✧ یہ اس بات کا احتمال رکھتا ہے کہ آپ کی یہ نماز آپ کے جسم بھاری ہونے سے پہلے ہو اور اس میں وہ دو مختصر رکعات بھی شامل ہوں جو آپ مختصر طور پر پڑھا کرتے تھے جن کے ذریعے آپ اپنے رات کے نوافل کا آغاز کیا کرتے تھے۔

**95**-وَيُحْتَمَلُ اَنْ يَّكُوْنَ عَلٰى صَلَاتِهٖ بَعْدَمَا بَدَّنَ فَيَكُوْنُ ذٰلِكَ عَلٰى اِحْدٰى عَشْرَةَ مِنْهَا تِسْعٌ فِيهَا الْوِتْرُ، وَرَكْعَتَانِ بَعْدَهُمَا وَهُوَ جَالِسٌ عَلٰى مَا فِیْ حَدِيْثِ اَبِیْ سَلَمَةَ وَعَلٰى مَا فِیْ حَدِيْثِ سَعْدِ بْنِ هِشَامٍ وَّعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ شَقِيقٍ .

غَيْرَ اَنَّ غَيْرَ مَالِكٍ رَوٰى هٰذَا الْحَدِيْثَ فَزَادَ فِيهِ شَيْئًا .

✧✧ اور یہاں یہ احتمال بھی ہے کہ اس نماز سے مراد وہ ہو جو آپ جسم بھاری ہو جانے کے بعد ادا کیا کرتے تھے اس صورت میں یہ گیارہ رکعات ہوں گی جن میں سے نو رکعات وہ ہوں گی جن میں وتر بھی شامل ہوگا اور دو رکعات اس کے بعد ہوں گی جو آپ بیٹھ کر ادا کیا کرتے تھے جس کا تذکرہ ابوسلمہ کی روایت میں ہے اور جس کا تذکرہ سعد بن ہشام اور عبداللہ بن شقیق نے بھی کیا ہے۔

البتہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو نقل کیا ہے اور اس میں کچھ اضافہ بھی نقل کیا ہے۔

**96**-حَدَّثَنَا يُوْنُسُ، قَالَ: اَنَا ابْنُ وَهْبٍ، قَالَ: اَخْبَرَنِی يُوْنُسُ وَعَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ وَابْنُ اَبِیْ ذِئْبٍ، عَنْ ابْنِ شِهَابٍ اَخْبَرَهُمْ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: (كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّی فِيمَا بَيْنَ اَنْ يَّفْرُغَ مِنْ صَلَاةِ الْعِشَاءِ اِلَى الْفَجْرِ اِحْدٰى عَشْرَةَ رَكْعَةً يُسَلِّمُ بَيْنَ كُلِّ رَكْعَتَيْنِ وَيُوتِرُ بِوَاحِدَةٍ وَّيَسْجُدُ سَجْدَةً قَدْرَ مَا يَقْرَاُ اَحَدُكُمْ خَمْسِينَ اٰيَةً فَاِذَا سَكَتَ الْمُؤَذِّنُ مِنْ صَلَاةِ الْفَجْرِ وَتَبَيَّنَ لَهُ الْفَجْرُ قَامَ فَرَكَعَ رَكْعَتَيْنِ خَفِيفَتَيْنِ ثُمَّ اضْطَجَعَ عَلٰى شِقِّهِ الْاَيْمَنِ حَتّٰى يَاْتِيَهُ الْمُؤَذِّنُ لِلْاِقَامَةِ فَيَخْرُجَ مَعَهٗ) .

وَبَعْضُهُمْ يَزِيدُ عَلٰى بَعْضٍ فِیْ قِصَّةِ الْحَدِيْثِ .

✧✧ ابن شہاب' عروہ کے حوالے سے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عشاء کی نماز سے فارغ ہونے کے بعد سے لے کر صبح تک گیارہ رکعات ادا کیا کرتے تھے۔ آپ ہر دو رکعات کے بعد سلام پھیر لیا کرتے تھے اور ایک

**96**- اخرجہ مسلم فی المسافرین حدیث 122' و ابو داؤد فی الصلاۃ حدیث 1336' 1337

رکعت وتر ادا کرتے تھے اور آپ اتنا سجدہ ادا کرتے تھے جتنی دیر میں تم میں سے کوئی ایک شخص پچاس آیات پڑھ سکتا ہے۔ جب موذن صبح کی اذان دے کر فارغ ہوتا اور صبح صادق ہو جاتی تو نبی اکرم ﷺ اٹھتے اور دو مختصر رکعات ادا کر لیتے پھر آپ دائیں پہلو کے بل لیٹ جاتے تھے یہاں تک کہ موذن آپ کو بلانے کے لئے آتا تو آپ اس کے ساتھ تشریف لے جاتے۔

امام طحاوی فرماتے ہیں: بعض راویوں نے اس روایت کے الفاظ میں اضافہ نقل کیا ہے۔

**97**-حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرَةَ، قَالَ: ثنا اَبُوْ عَامِرٍ الْعَقَدِيُّ، قَالَ: ثنا ابْنُ اَبِیْ ذِئْبٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ فَذَكَرَ مِثْلَهٗ بِاِسْنَادِهٖ

✧✧ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے۔

**98**-فَفِیْ هٰذَا الْحَدِیْثِ اَنَّ جَمِیْعَ مَا كَانَ یُصَلِّیْهِ بَعْدَ الْعِشَاءِ الْاٰخِرَةِ اِلَی الْفَجْرِ اِحْدٰی عَشْرَةَ رَكْعَةً .

✧✧ امام طحاوی فرماتے ہیں: اس روایت میں یہ بات موجود ہے کہ نبی اکرم ﷺ عشاء کی نماز سے لے کر فجر تک جو رکعات ادا کرتے تھے ان کی تعداد گیارہ تھی۔

فَقَدْ عَادَ ذٰلِكَ اِلٰی حَدِیْثِ اَبِیْ سَلَمَةَ وَعَلِمْنَا بِهٖ اَنَّ تِلْكَ الصَّلٰوةَ هِیَ صَلَاتُهٗ بَعْدَمَا بَدَّنَ .

اس کے بعد ابوسلمہ کی اس روایت کی طرف رجوع کیا جائے گا اور ہمیں اس کے ذریعے پتہ چل جائے گا کہ یہ نماز وہ تھی جو آپ اس وقت ادا کیا کرتے تھے جب آپ کا جسم بھاری ہو چکا تھا۔

وَاَمَّا قَوْلُهَا یُسَلِّمُ بَیْنَ كُلِّ رَكْعَتَیْنِ

جہاں تک سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے اس فرمان کا تعلق ہے کہ نبی اکرم ﷺ ہر دو رکعات کے بعد سلام پھیرا کرتے تھے۔

فَاِنَّ ذٰلِكَ مُحْتَمَلٌ اَنْ یَّكُوْنَ كَانَ یُسَلِّمُ بَیْنَ كُلِّ رَكْعَتَیْنِ فِی الْوِتْرِ وَغَیْرِهٖ فَیَثْبُتُ بِذٰلِكَ مَا یَذْهَبُ اِلَیْهِ اَهْلُ الْمَدِیْنَةِ مِنَ التَّسْلِیْمِ بَیْنَ الشَّفْعِ وَالْوِتْرِ .

وَیُحْتَمَلُ اَنْ یَّكُوْنَ كَانَ یُسَلِّمُ بَیْنَ كُلِّ رَكْعَتَیْنِ مِنْ ذٰلِكَ غَیْرَ الْوِتْرِ لِیَتَّفِقَ ذٰلِكَ، وَحَدِیْثُ سَعْدِ بْنِ هِشَامٍ، وَلَا یَتَضَادَّانِ، مَعَ اَنَّهٗ قَدْ رُوِیَ عَنْ عُرْوَةَ فِیْ هٰذَا خِلَافُ مَا رَوَاهُ الزُّهْرِیُّ عَنْهُ .

تو اس میں اس بات کا احتمال موجود ہے کہ ان دو رکعات میں وتر سمیت تمام رکعات شامل ہوں اور اس کے ذریعے ان لوگوں کے موقف کا ثبوت مل جائے گا جو اہل مدینہ اس بات کے قائل ہیں کہ جفت اور طاق رکعات کے درمیان سلام پھیرا جائے گا اور اس میں اس بات کا بھی احتمال موجود ہے کہ آپ وتر کے علاوہ رکعات میں دو رکعات کے بعد سلام پھیرا کرتے تھے تاکہ ان روایات میں اتفاق ہو جائے (اس روایت میں اور سعد بن ہشام کی روایت میں اتفاق ہو جائے) اور کوئی اختلاف باقی نہ رہے۔ اگرچہ عروہ سے اس روایت سے برعکس بھی منقول ہے، جسے زہری نے ان سے روایت کیا ہے۔

---

**99**- اخرجه مسلم فی السافرین حدیث **122**' و ابو داوٗد فی الصلاۃ حدیث **1336**' **1337**' اخرجه مسلم السافرین حدیث **121**' و ابو داوٗد فی الصلاۃ ' باب **26**' حدیث **1339**

**99**-فَمِنْ ذٰلِكَ مَا حَدَّثَنَا يُوْنُسُ، قَالَ: اَنَا ابْنُ وَهْبٍ اَنَّ مَالِكًا حَدَّثَهُ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا (اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي بِاللَّيْلِ ثَلَاثَ عَشْرَةَ رَكْعَةً ثُمَّ يُصَلِّي اِذَا سَمِعَ النِّدَاءَ رَكْعَتَيْنِ خَفِيْفَتَيْنِ) .

✧✧ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ ہشام بن عروہ کے والد کے حوالے سے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رات کے وقت تیرہ رکعات ادا کیا کرتے تھے پھر آپ اس وقت دو مختصر رکعات ادا کرتے تھے جب آپ اذان سن لیتے تھے۔

**100**-فَهٰذَا خِلَافُ مَا فِيْ حَدِيْثِ ابْنِ اَبِيْ ذِئْبٍ وَّعَمْرٍو وَيُوْنُسَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ فَذٰلِكَ مُحْتَمَلٌ اَنْ يَّكُوْنَ الرَّكْعَتَانِ الزَّائِدَتَانِ فِيْ هٰذَا الْحَدِيْثِ عَلٰى ذٰلِكَ الْحَدِيْثِ هُمَا الرَّكْعَتَانِ الْخَفِيْفَتَانِ اللَّتَانِ ذَكَرَهُمَا سَعْدُ بْنُ هِشَامٍ فِيْ حَدِيْثِهٖ وَلَيْسَ فِيْ ذٰلِكَ دَلِيْلٌ عَلٰى وِتْرِهٖ كَيْفَ كَانَ .

✧✧ یہ روایت زہری کی روایت کے خلاف ہے اور اس میں اس بات کا احتمال موجود ہے کہ اس حدیث میں جن دو اضافی رکعات کا ذکر ہے جو پہلے والی حدیث میں نہیں ہے اس سے مراد وہ دو مختصر رکعات ہیں جن کا تذکرہ سعد بن ہشام نے اپنی روایت میں کیا ہے تاہم اس میں اس بات کی کوئی دلیل نہیں ہے کہ وتر کی کیفیت کیا تھی؟

فَنَظَرْنَا فِيْ ذٰلِكَ فَاِذَا ابْنُ مَرْزُوْقٍ قَدْ حَدَّثَنَا، قَالَ: ثنا وَهْبُ بْنُ جَرِيْرٍ، قَالَ: ثنا شُعْبَةُ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا (اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُوْتِرُ بِخَمْسِ سَجَدَاتٍ) (يَعْنِيْ رَكَعَاتٍ) .

✧✧ جب ہم نے اس بات کا جائزہ لیا کہ ہشام بن عروہ اپنے والد کے حوالے سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پانچ سجدوں یعنی رکعات کے ذریعے نماز کو وتر کر لیتے تھے۔

**101**-حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ الْفَرَجِ، قَالَ: ثنا يَحْيَى بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُكَيْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي اللَّيْثُ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا (اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُوْتِرُ بِخَمْسِ سَجَدَاتٍ وَّلَا يَجْلِسُ بَيْنَهَا حَتّٰى يَجْلِسَ فِي الْخَامِسَةِ ثُمَّ يُسَلِّمُ) .

✧✧ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پانچ سجدوں (یعنی رکعات) کے ذریعے نماز کو وتر کر لیتے تھے آپ ان کے درمیان بیٹھتے نہیں تھے یہاں تک کہ پانچویں رکعت کے بعد بیٹھتے تھے اور پھر سلام پھیر لیتے تھے۔

**102**-حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ دَاوُدَ، قَالَ: ثنا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ، قَالَ: ثنا يُوْنُسُ بْنُ بُكَيْرٍ، قَالَ: اَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اِسْحَاقَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جَعْفَرِ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: (كَانَ رَسُوْلُ

**102**- اخرجه ابو داؤد في الصلاة باب 26' حديث 1359

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُوتِرُ بِخَمْسٍ لَا يَجْلِسُ اِلَّا فِيْ اٰخِرِهِنَّ).

✧✧ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پانچ رکعات وتر ادا کیا کرتے تھے آپ صرف ان کے آخر میں بیٹھتے تھے۔

**103**-فَقَدْ خَالَفَ مَارَوَى هِشَامٌ وَّمُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، عَنْ عُرْوَةَ مَا رَوَى الزُّهْرِيُّ مِنْ قَوْلِهِ (كَانَ يُصَلِّي اِحْدَى عَشْرَةَ رَكْعَةً يُوتِرُ مِنْهَا بِوَاحِدَةٍ وَّيُسَلِّمُ بَيْنَ كُلِّ رَكْعَتَيْنِ).

✧✧ ہشام اور محمد بن جعفر نے جو عروہ سے روایت کیا ہے یہ اس بات سے مختلف ہے جسے زہری نے ان کے قول کے طور پر نقل کیا ہے: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم گیارہ رکعات ادا کرتے تھے جس میں سے ایک وتر ہوتی تھی۔ اور آپ ہر دو رکعت کے بعد سلام پھیرتے تھے۔

**104**-فَلَمَّا اضْطَرَبَ مَا رُوِيَ، عَنْ عُرْوَةَ فِيْ هٰذَا، عَنْ عَائِشَةَ مِنْ صِفَةِ وِتْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَكُنْ فِيمَا رَوَى عَنْهَا فِيْ ذٰلِكَ حُجَّةٌ، وَرَجَعْنَا اِلٰى مَا رَوَى عَنْهَا غَيْرُهُ.

✧✧ جب عروہ کے حوالے سے منقول روایات میں اضطراب آ گیا جو انہوں نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وتر کی نماز کے بارے میں نقل کی ہیں تو ان سے منقول روایات میں کوئی دلیل باقی نہیں رہی۔ اس لئے ہم ان روایات کی طرف رجوع کریں گے جنہیں ان کے علاوہ دیگر حضرات نے نقل کیا ہے۔

**105**-فَنَظَرْنَا فِيْ ذٰلِكَ فَاِذَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَدْ حَدَّثَنَا، قَالَ: ثنا عَبْدُ الْغَفَّارِ بْنُ دَاوُدَ، قَالَ: ثنا مُوسَى بْنُ اَعْيَنَ عَنِ الْاَعْمَشِ، عَنْ اِبْرَاهِيمَ، عَنِ الْاَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا

(اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُوتِرُ بِتِسْعِ رَكَعَاتٍ)

✧✧ جب ہم نے اس بات کی تحقیق کی تو اسود، سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نو رکعات کے ہمراہ وتر ادا کیا کرتے تھے۔

**106**-حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ دَاوُدَ، قَالَ: ثنا مُوسَى بْنُ اَعْيَنَ، عَنِ الْاَعْمَشِ، عَنْ اِبْرَاهِيمَ، عَنِ الْاَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا (اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُوتِرُ بِتِسْعِ رَكَعَاتٍ).

✧✧ اسود، سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نو رکعات کے ہمراہ وتر ادا کیا کرتے تھے۔

**107**-حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ دَاوُدَ، قَالَ: ثنا سَهْلُ بْنُ بَكَّارٍ، قَالَ: ثنا اَبُوْ عَوَانَةَ، عَنِ الْاَعْمَشِ، عَنْ اَبِي الضُّحٰى،

---

**105**- اخرجه الترمذی فی الصلاة باب **210**' حدیث **443**' وابن ابی شیبة فی الصلاة **293/2**

**106**- اخرجه النسائی فی قیام اللیل باب **40**' وابن ماجه فی الاقامة حدیث **1190** والطبرانی فی المعجم الکبیر **147/4**' وابن ابی شیبة فی الصلاة **293/2**

عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، قَالَتْ (كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُوتِرُ بِتِسْعٍ فَلَمَّا بَلَغَ سِنًّا وَثَقُلَ اَوْتَرَ بِسَبْعٍ).

✧✧ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وتر سمیت نو رکعات ادا کیا کرتے تھے جب آپ کی عمر زیادہ ہوگئی اور جسم بھاری ہوگیا تو آپ وتر سمیت سات رکعات ادا کرتے تھے۔

**108**-حَدَّثَنَا اَبُوْ اَيُّوبَ يَعْنِي ابْنَ خَلَفٍ الطَّبَرَانِيَّ، قَالَ: ثنا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ، قَالَ: ثنا ابْنُ فُضَيْلٍ، عَنِ الْاَعْمَشِ، عَنْ عُمَارَةَ، عَنْ يَحْيَى بْنِ الْجَزَّارِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ فَفِي هٰذَا الْحَدِيْثِ اَنَّ وِتْرَهُ كَانَ تِسْعًا.

✧✧ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔ان احادیث سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وتر میں نو رکعات ادا کیا کرتے تھے۔

**109**-اِلَّا اَنَّ فَهْدًا حَدَّثَنَا قَالَ: ثنا الْحَسَنُ بْنُ الرَّبِيعِ قَالَ: ثنا اَبُو الْاَحْوَصِ، عَنِ الْاَعْمَشِ، عَنْ اِبْرَاهِيمَ قَالَ اَبُوْ جَعْفَرٍ: فِيمَا اَظُنُّ، عَنِ الْاَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ

(اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ تِسْعَ رَكَعَاتٍ)

✧✧ البتہ اعمش نے ابراہیم کے حوالے سے یہ روایت نقل کی ہے امام ابوجعفر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میرا یہ خیال ہے کہ ابراہم کے حوالے سے یہ روایت اسود کے حوالے سے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہوگی: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رات کے وقت نو رکعات ادا کیا کرتے تھے۔

**110**-فَفِي هٰذَا الْحَدِيْثِ اَنَّ تِلْكَ التِّسْعَ هِيَ صَلَاتُهُ الَّتِي كَانَ يُصَلِّيهَا فِي اللَّيْلِ فَخَالَفَ هٰذَا مَا قَبْلَهُ مِنْ حَدِيْثِ الْاَسْوَدِ.

وَاحْتَمَلَ اَنْ يَكُوْنَ جَمِيعُ مَا سَمَّاهُ وِتْرًا هُوَ جَمِيعَ صَلَاتِهِ الَّتِي فِيهَا الْوِتْرُ.

✧✧ اس حدیث میں یہ بات موجود ہے کہ وہ نو رکعات جو آپ ادا کیا کرتے تھے اور آپ انہیں رات کے وقت ادا کرتے تھے یہ روایت اس بات کے خلاف ہوگی جو اس سے پہلے اسود کی روایت کے طور پر نقل کی جاچکی ہے اور اس میں اس بات کا بھی احتمال موجود ہے کہ انہوں نے جن تمام نمازوں کو وتر قرار دیا ہے اس سے مراد وہ تمام نماز ہو جس میں وتر بھی شامل ہوں۔

**111**-وَالدَّلِيلُ عَلٰى ذٰلِكَ مَا فِي حَدِيْثِ يَحْيَى بْنِ الْجَزَّارِ اَنَّهُ كَانَ يُصَلِّي قَبْلَ اَنْ يَضْعُفَ تِسْعًا فَلَمَّا بَلَغَ سِنًّا صَلَّى سَبْعًا فَوَافَقَ ذٰلِكَ مَا رَوَى سَعْدُ بْنُ هِشَامٍ فِي حَدِيْثِهِ مِنَ الثَّمَانِ الَّتِي كَانَ يُصَلِّيهِنَّ اَوَّلًا وَيُوتِرُ بِوَاحِدَةٍ فَلَمَّا بَدَّنَ جَعَلَ تِلْكَ الثَّمَانِ سِتًّا، وَاَوْتَرَ بِالسَّابِعَةِ.

فَدَلَّ هٰذَا عَلٰى اَنَّهُ سَمَّى جَمِيعَ صَلَاتِهِ فِي اللَّيْلِ الَّتِي كَانَ فِيهَا الْوِتْرُ وِتْرًا حَتّٰى تَتَّفِقَ هٰذِهِ الْاٰثَارُ فَلَا

تَتَضَادُّ غَيْرَ اَنَّا لَمْ نَقِفْ بَعْدُ عَلٰى حَقِيقَةِ الْوِتْرِ اِلَّا فِىْ حَدِيْثِ زُرَارَةَ بْنِ اَوْفٰى عَنْ سَعْدِ بْنِ هِشَامٍ خَاصَّةً .

**112**-فَنَظَرْنَا هَلْ فِىْ غَيْرِ ذٰلِكَ دَلِيْلٌ عَلٰى كَيْفِيَّةِ الْوِتْرِ اَيْضًا كَيْفَ هِىَ ؟

✧✧ اوراس کی دلیل وہ ہے جسے یحییٰ جزار نے نقل کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ ضعیف ہونے سے پہلے نو رکعات ادا کیا کرتے تھے اور جب آپ کی عمر زیادہ ہوگئی تو آپ سات رکعات ادا کیا کرتے تھے اس صورت میں یہ روایت اس روایت کے مطابق ہوجائے گی۔ جسے سعد بن ہشام نے اپنی روایت میں نقل کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ پہلے آٹھ رکعات ادا کرتے تھے پھرایک رکعت کے ذریعے انہیں وتر کرلیتے تھے اور جب آپ کا جسم بھاری ہوگیا تو پھرآپ نے ان آٹھ رکعات کی جگہ چھ پڑھنا شروع کردیں اور ساتویں رکعت کے ذریعے اسے وتر کرلیتے تھے۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ انہوں نے ان تمام رات کی نمازوں کو جن میں وتر بھی شامل ہیں وتر کا نام دیا ہے یہاں تک کہ یہ آثار متفق ہوجائیں گے اوران کے درمیان کوئی اختلاف نہیں رہے گا۔ البتہ اس کے بعد بھی ہم وتر کی حقیقت سے صرف زرارہ بن اوفیٰ کے حوالے سے منقول سعد بن ہشام کی روایت کے ذریعے ہی واقف ہوسکتے ہیں جب ہم نے اس بات کی تحقیق کی کہ کیا اس بارے میں کوئی اور دلیل بھی موجود ہے؟ جو وتر کی کیفیت پر دلالت کرسکے؟ وہ کیسے ہوتے ہیں؟

**113**-فَاِذَا حُسَيْنُ بْنُ نَصْرٍ قَدْ حَدَّثَنَا، قَالَ: ثنا سَعِيْدُ بْنُ عُفَيْرٍ، قَالَ: اَنَا يَحْيَى بْنُ اَيُّوْبَ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ، عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهَا (اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقْرَاُ فِى الرَّكْعَتَيْنِ اللَّتَيْنِ كَانَ يُوْتِرُ بَعْدَهُمَا بِ سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى وَ قُلْ يَا اَيُّهَا الْكَافِرُوْنَ وَيَقْرَاُ فِى الَّتِىْ فِى الْوِتْرِ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ وَّ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ وَ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ) .

✧✧ عمرہ بنت عبدالرحمٰن' سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ بیان نقل کرتی ہیں: نبی اکرم ﷺ ان دو رکعات میں جن کے بعد ایک رکعت وتر ادا کرتے تھے۔ سورۃ الاعلیٰ اور سورۃ الکافرون پڑھا کرتے تھے اور پھر وتر والی (یعنی طاق رکعت میں) سورۃ الاخلاص اور معوذتین پڑھا کرتے تھے۔

شرح

محقق علامہ ابن ہمام فرماتے ہیں کہ "حنفیہ نے آخری روایت یعنی درامی کی نقل کردہ روایت پر عمل کیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتر کی تیسری رکعت میں قل ھواللہ پڑھا کرتے تھے۔ چنانچہ حنفی حضرات وتر کی تیسری رکعت میں صرف قل ھواللہ ہی پڑھتے ہیں۔ حنفی حضرات کے پیش نظر صرف یہی روایت نہیں بلکہ حضرت عائشہ ہی کی ایک دوسری روایت بھی ان کے مسلک کی دلیل ہے جس میں منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تیسری رکعت میں قل ھواللہ ہی پڑھتے تھے۔ جہاں تک حضرت عائشہ کی اس روایت کا تعلق ہے جو یہاں نقل کی گئی ہے اور جس سے وتر کی تیسری رکعت میں قل ھواللہ کے علاوہ معوذتین

**113**- اخرجه ابو داؤد فى الصلاة باب **4**' حديث **1424** والترمذى فى الوتر باب **9**' حديث **463**' والدارقطنى فى سننه **35/2** والحاكم فى المستدرك **305/1**

(یعنی قل اعوذ برب الفلق و قل اعوذ برب الناس ) کا پڑھنا بھی ثابت ہوتا ہے کہ اس پر حنفیہ اس لئے عمل نہیں کرتے کہ اول تو اس روایت کی سند میں ضعف ہے، نیز یہ کہ اس میں جو طریقہ ذکر کیا گیا ہے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت کے خلاف معلوم ہوتا ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں تو یہ صراحت سے ثابت ہو چکا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بعد کی رکعت کو پہلی رکعتوں کی بنسبت مختصر کرتے تھے جب کہ اس روایت کے پیش نظر تیسری رکعت میں پہلی دونوں رکعتوں کی بنسبت کہیں زیادہ طویل ہو جاتی ہے ملا علی قاری نے اس سلسلے میں تفصیل کے ساتھ گفتگو کی ہے اور حنفیہ کی طرف سے اور بھی دلائل پیش کئے ہیں جسے اہل علم ان کی کتاب "مرقاۃ" میں دیکھ سکتے ہیں۔ یہ حدیث بصراحت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتر کی تینوں رکعتیں ایک ہی سلام سے پڑھتے تھے۔

**114**- حَدَّثَنَا بَكْرُ بْنُ سَهْلٍ الدِّمْيَاطِيُّ، قَالَ: ثنا شُعَيْبُ بْنُ يَحْيَى، قَالَ: ثنا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ عَمْرَةَ، عَنْ عَائِشَةَ (أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُوتِرُ بِثَلَاثٍ يَقْرَأُ فِي أَوَّلِ رَكْعَةٍ بِ سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلٰى وَفِي الثَّانِيَةِ قُلْ يَا

أَيُّهَا الْكَافِرُونَ وَفِي الثَّالِثَةِ قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ وَّالْمُعَوِّذَتَيْنِ).

فَأَخْبَرَتْ عَمْرَةُ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا فِي هٰذَا الْحَدِيثِ بِكَيْفِيَّةِ الْوِتْرِ كَيْفَ كَانَتْ وَوَافَقَتْ عَلٰى ذٰلِكَ سَعْدَ بْنَ هِشَامٍ وَّزَادَ عَلَيْهَا سَعْدٌ أَنَّهُ كَانَ لَا يُسَلِّمُ إِلَّا فِي اٰخِرِهِنَّ.

✧✧ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تین رکعت وتر ادا کرتے تھے۔ پہلی رکعت میں سورہ الاعلیٰ" پڑھتے تھے دوسری میں سورۃ الکافرون پڑھتے تھے اور تیسری میں سورۃ الاخلاص اور معوذتین پڑھتے تھے۔

عمرہ بنت عبدالرحمن نے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے منقول اس حدیث میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وتر کی نماز کی کیفیت بیان کی ہے کہ وہ کیسی تھی اور یہ روایت سعد بن ہشام کی روایت کے مطابق ہے۔ البتہ سعد نے اپنی روایت میں یہ چیز اضافی نقل کی ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے صرف آخر میں سلام پھیرا کرتے تھے۔

**115**- حَدَّثَنَا أَبُو زُرْعَةَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَمْرٍو الدِّمَشْقِيُّ، قَالَ: ثنا صَفْوَانُ بْنُ صَالِحٍ، قَالَ: ثنا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ عَيَّاشٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَزِيدَ الرَّحَبِيِّ، عَنْ أَبِي إِدْرِيسَ، عَنْ أَبِي مُوسَى، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، قَالَتْ (كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي وِتْرِهٖ فِي ثَلَاثِ رَكَعَاتٍ (قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ وَّالْمُعَوِّذَتَيْنِ).

✧✧ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وتر کی نماز میں تین رکعات ادا کیا کرتے تھے جن میں سورہ اخلاص اور معوذتین پڑھا کرتے تھے۔

**116**- لَقَدْ وَافَقَ هٰذَا الْحَدِيثُ أَيْضًا مَا رَوٰى سَعْدٌ وَّعَمْرَةُ.

✧✧ یہ روایت بھی اس روایت کے مطابق ہے جسے سعد اور عمرہ بنت عبدالرحمٰن نے نقل کیا ہے۔

**117**-وَحَدَّثَنَا بَحْرُ بْنُ نَصْرٍ، قَالَ: ثنا ابْنُ وَهْبٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي مُعَاوِيَةُ بْنُ صَالِحٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِي قَيْسٍ قَالَ: (قُلْتُ لِعَائِشَةَ بِكَمْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُوتِرُ ؟ قَالَتْ: كَانَ يُوتِرُ بِاَرْبَعٍ وَّثَلَاثٍ، وَثَمَانٍ وَّثَلَاثٍ، وَعَشْرٍ وَّثَلَاثٍ وَّلَمْ يَكُنْ يُّوتِرُ بِاَنْقَصَ مِنْ سَبْعٍ وَّلَا بِاَكْثَرَ مِنْ ثَلَاثَ عَشْرَةَ) .

✧✧ عبداللہ بن ابوقیس بیان کرتے ہیں' میں نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وتر کی رکعات کتنی ہوتی تھیں۔انہوں نے جواب دیا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم چار (نفل پڑھنے کے بعد) تین وتر ادا کرتے تھے یا آٹھ (نفل پڑھنے کے بعد) تین وتر ادا کرتے تھے یا دس (نفل پڑھنے کے بعد) تین وتر ادا کرتے تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وتر کی نماز (یعنی نوافل سمیت) سات سے کم نہیں ہوتی تھی اور تیرہ سے زیادہ نہیں ہوتی تھی۔

**118**-فَفِي هٰذَا الْحَدِيْثِ ذِكْرُهَا لَمَّا كَانَ يُصَلِّيهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي اللَّيْلِ مِنَ التَّطَوُّعِ وَتَسْمِيَتُهَا اِيَّاهُ وِتْرًا اِلَّا اَنَّهَا قَدْ فَصَلَتْ بَيْنَ الثَّلَاثِ وَبَيْنَ مَا ذَكَرَتْ مَعَهَا وَلَيْسَ فِي ذٰلِكَ اِلَّا لِاَنَّ الثَّلَاثَ كَانَ لَهَا مَعْنًى بَائِنٌ مِنْ مَعْنٰى مَا قَبْلَهَا فَدَلَّ ذٰلِكَ عَلٰى مَعْنٰى حَدِيْثِ الْاَسْوَدِ وَمَسْرُوْقٍ وَّيَحْيَى بْنِ الْجَزَّارِ، عَنْ عَائِشَةَ اَنَّهُ كَذٰلِكَ .

وَالدَّلِيْلُ عَلٰى ذٰلِكَ اَيْضًا مَا رُوِيَ عَنْهَا مِنْ قَوْلِهَا .

✧✧ اس حدیث میں انہوں نے یہ بات ذکر کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رات کے وقت نوافل ادا کیا کرتے تھے اور ان نمازوں کو انہوں نے وتر قرار دیا ہے البتہ انہوں نے تین رکعات کا الگ سے ذکر کیا ہے اور جو انہوں نے ذکر کیا ہے اس سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ یہ ان رکعات سے مختلف ہے جو اس کے علاوہ ہیں۔اس لئے کہ تین کا معنی اس مفہوم سے مختلف ہے جو اس سے پہلے کا ہے اور یہی بات اسود اور مسروق کی روایت میں بھی موجود ہے اور یحییٰ بن جزار کی روایت میں بھی ہے جو سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے۔
اس بات کی دلیل وہ روایت بھی ہے جو سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا اپنا قول ہے۔

## شرح

چار اور تین رکعتوں کے ساتھ کا مطلب یہ ہے کہ چار رکعتیں تو تہجد کی ہوتی تھیں اور تین رکعتیں وتر کی، اس طرح مجموعی طور پر سات رکعتیں ہوگئی۔ گویا پہلی چار رکعتوں کو بھی مجازاً وتر ہی میں شمار کیا اسی طرح چھ رکعتیں تہجد کی اور تین وتر کی ان کی مجموعی تعداد نو رکعتیں ہوئی، آٹھ رکعتیں تہجد کی اور تین رکعتیں وتر کی ان کی مجموعی تعداد گیارہ رکعت ہوئی اور دس نماز تہجد کی اور تین رکعتیں وتر کی، ان کی مجموعی تعداد تیرہ رکعتیں ہوئی۔ بہرحال یہ حدیث صراحت کے ساتھ دلالت کرتی ہے کہ وتر کی ایک رکعت نہیں بلکہ تین رکعتیں ہیں۔
حدیث کے آخری الفاظ کا مطلب یہ نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی بھی وتر کی نماز سات سے کم اور تیرہ سے زیادہ رکعت

**117**- اخرجه ابو داؤد فی الصلاة باب "26" حديث 1362

کے ساتھ نہیں پڑھی بلکہ مطلب یہ ہے کہ اکثر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سات رکعتیں سے کم کے ساتھ وتر نہیں پڑھتے، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پانچ رکعتیں بھی ثابت ہیں۔ اسی طرح اکثر آپ صلی اللہ علیہ وسلم تیرہ رکعتوں سے زیادہ کے ساتھ وتر نہیں پڑھتے تھے چنانچہ پندرہ رکعتیں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پڑھنی ثابت ہیں۔

**119**-حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ دَاوُدَ قَالَ: ثنا ابْنُ اَبِیْ عُمَرَ، قَالَ: ثنا سُفْیَانُ، عَنْ عَبْدِ الْحَمِیْدِ بْنِ جُبَیْرِ بْنِ شَیْبَةَ، عَنْ سَعِیْدِ بْنِ الْمُسَیَّبِ، عَنْ (عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا، قَالَتْ: کَانَ الْوِتْرُ سَبْعًا وَخَمْسًا، وَالثَّلَاثُ بُتَیْرَاءُ).

✧✧ سعید بن مسیب، سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں، وتر کی رکعات سات ہوسکتی ہیں یا پانچ ہوسکتی ہیں یا تین ہوں گی جو سب سے کم ہیں۔

فَکَرِهَتْ اَنْ تَجْعَلَ الْوِتْرَ ثَلَاثًا لَمْ یَتَقَدَّمْهُنَّ شَیْءٌ حَتّٰی یَکُوْنَ قَبْلَهُنَّ غَیْرُهُنَّ، فَلَمَّا کَانَ الْوِتْرُ عِنْدَهَا اَحْسَنَ مَا یَکُوْنُ هُوَ اَنْ یَتَقَدَّمَهُ تَطَوُّعٌ اِمَّا اَرْبَعٌ وَّاِمَّا اثْنَتَانِ جَمَعَتْ بِذٰلِكَ تَطَوُّعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِی اللَّیْلِ الَّذِیْ صَلُحَ بِهِ الْوِتْرُ الَّذِیْ بَعْدَهَا وَالْوِتْرَ فَسَمَّتْ ذٰلِكَ بِذٰلِكَ وِتْرًا.

انہیں یہ بات ناپسند تھی کہ تم وتر میں صرف تین رکعات ادا کرو اس سے پہلے کوئی نفل نہ پڑھو اور ان سے پہلے ان کے علاوہ اور نفل بھی ہونے چاہئیں تو جب سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے نزدیک وتر کی بہترین نماز وہ ہے جس سے پہلے کوئی اور نفل نماز میں موجود ہو وہ چار ہو یا دو ہو تو سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رات کے وقت ادا کی جانے والی تمام نفلی نماز کو وتر کا نام دے دیا ہے۔ جس میں نفل کے بعد ادا کیے جانے والے وتر بھی شامل ہیں انہوں نے ان سب کو وتر کا نام دیا۔

اِلَّا اَنَّهُ قَدْ ثَبَتَ فِیْ جُمْلَةِ ذٰلِكَ عَنْهَا اَنَّ الْوِتْرَ ثَلَاثًا فَثَبَتَ مِنْ رِوَایَتِهَا عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَا رَوَاهُ عَنْهَا سَعْدُ بْنُ هِشَامٍ لِمُوَافَقَةِ قَوْلِهَا مِنْ رَأْیِهَا اِیَّاهُ.

اور ان سب کے ذریعے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ وتر کی نماز کی تین رکعات ہیں اور سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول روایات کے ذریعے یہ بات بھی ثابت ہوجاتی ہے جسے سعد بن ہشام نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے نقل کیا ہے کیونکہ اس صورت میں ان کا بیان ان کی اپنی رائے کے مطابق ہوجائے گا۔

**120**-فَثَبَتَ بِذٰلِكَ اَنَّ الْوِتْرَ ثَلَاثًا لَا یُسَلِّمُ اِلَّا فِیْ اٰخِرِهِنَّ.

✧✧ اس کے ذریعے یہ بات بھی ثابت ہوئی ہے کہ وتر کی تین رکعات ہیں اور ان کے صرف آخر میں سلام پھیرا جائے گا۔

غَیْرَ اَنَّ مَا رَوَاهُ هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ اَبِیْهِ فِیْ ذٰلِكَ (اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَانَ یُوْتِرُ بِخَمْسٍ لَا یَجْلِسُ اِلَّا فِیْ اٰخِرِهِنَّ) لَمْ نَجِدْ لَهٗ مَعْنًی.

**119**- اخرجه ابن ابی شیبة فی الصلاة 294/2

البتہ ہشام بن عروہ نے اپنے والد کے حوالے سے اس بارے میں جو روایت نقل کی ہے: نبی اکرم ﷺ پانچ رکعات کے ذریعے وتر ادا کرتے تھے اور صرف ان کے آخر میں بیٹھا کرتے تھے تو ہمیں اس کی تائید میں کوئی چیز نہیں مل سکی۔

**121**-وَقَدْ جَاءَتِ الْعَامَّةُ عَنْ اَبِيْهِ وَعَنْ غَيْرِهٖ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، بِخِلَافِ ذٰلِكَ، فَمَا رَوَتْهُ الْعَامَّةُ اَوْلٰى مِمَّا رَوَاهُ هُوَ وَحْدَهٗ وَانْفَرَدَ بِهٖ .

✧✧ عام راویوں نے ان کے والد کے حوالے سے یا دیگر راویوں کے حوالے سے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس کے برعکس روایت کیا ہے اور عام راویوں نے جو روایت کیا ہے وہ اس سے زیادہ مستند ہوگا جسے صرف انہوں نے روایت کیا ہے اور جسے نقل کرنے میں یہ منفرد ہیں۔

وَقَدْ رُوِيَتْ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ ذٰلِكَ اٰثَارٌ يَعُوْدُ مَعْنَاهَا اَيْضًا اِلَى الْمَعْنَى الَّذِيْ عَادَ اِلَيْهِ مَعْنٰى حَدِيْثِ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا .

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کے حوالے سے یہ بات نقل کی گئی ہے جو اس بارے میں ہے اور اس کے ذریعے وہی مفہوم سامنے آتا ہے جو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث سے ظاہر ہوتا ہے۔

**122**-فَمِنْ ذٰلِكَ مَا قَدْ حَدَّثَنَا ابْنُ مَرْزُوْقٍ وَبَكَّارٌ، قَالَا: ثنا وَهْبٌ، قَالَ: ثنا شُعْبَةُ، عَنْ اَبِيْ جَمْرَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: (كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ مِنَ اللَّيْلِ ثَلَاثَ عَشْرَةَ رَكْعَةً) .

✧✧ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ رات کے وقت تیرہ رکعات ادا کیا کرتے تھے۔

**123**-وَمِنْ ذٰلِكَ مَا قَدْ حَدَّثَنَا ابْنُ خُزَيْمَةَ، قَالَ: ثنا مُعَلَّى بْنُ اَسَدٍ قَالَ: ثنا وُهَيْبُ بْنُ خَالِدٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ طَاوُسٍ عَنْ عِكْرِمَةَ بْنِ خَالِدٍ، (عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّهٗ بَاتَ عِنْدَ خَالَتِهٖ مَيْمُوْنَةَ، فَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ اللَّيْلِ يُصَلِّيْ فَقُمْتُ فَتَوَضَّاْتُ، ثُمَّ قُمْتُ عَنْ يَسَارِهٖ فَجَذَبَنِيْ فَاَدَارَنِيْ عَنْ يَمِيْنِهٖ، فَصَلّٰى ثَلَاثَ عَشْرَةَ رَكْعَةً، قِيَامُهٗ فِيْهِنَّ سَوَاءٌ) .

✧✧ عکرمہ بن خالد' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ بیان نقل کرتے ہیں' انہوں نے اپنی خالہ سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کے ہاں رات بسر کی۔ نبی اکرم ﷺ رات کے وقت کھڑے ہوئے انہوں نے نماز ادا کی میں بھی کھڑا ہو گیا میں نے وضو کیا میں آپ کے بائیں طرف آ کر کھڑا ہوا تو آپ نے مجھے کھینچ کر اپنے دائیں طرف کر لیا پھر آپ نے تیرہ رکعات ادا کیں جن میں قیام ایک جتنا تھا۔

**124**-وَمِنْ ذٰلِكَ مَا حَدَّثَنَا بَكَّارٌ، قَالَ: ثنا اَبُوْ دَاوُدَ، قَالَ: ثنا شُعْبَةُ، عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ، قَالَ: سَمِعْتُ كُرَيْبًا يُحَدِّثُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فَذَكَرَ مِثْلَهٗ وَقَالَ: فَتَكَامَلَتْ صَلَاةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

**123**- اخرجه البخاری فی الوضو باب **37**' والعمل فی الصلاة باب **1**' و تفسیر سورة **3**' باب **20,19** و مالك فی صلاة اللیل حدیث **11**

**124**- اخرجه مسلم فی المسافرین حدیث **187**' و احمد فی المسند **284/1**

وَسَلَّمَ ثَلاثَ عَشْرَةَ رَكْعَةً .

✧✧ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے۔ اس میں ان کے یہ الفاظ ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کامل تیرہ رکعات ادا کیں۔

**125**-فَقَدْ اتَّفَقَ هٰذَا الْحَدِيْثُ وَحَدِيْثُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا فِيْ جُمْلَةِ صَلَاتِهِ اَنَّهَا كَانَتْ ثَلَاثَ عَشْرَةَ رَكْعَةً .

اِلَّا اَنَّهُ لَا تَفْصِيلَ فِيْ حَدِيْثِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فَاَرَدْنَا اَنْ نَنْظُرَ هَلْ رُوِيَ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فِيْ تَفْصِيلِ ذٰلِكَ شَيْءٌ . فَنَظَرْنَا فِيْ ذٰلِكَ

✧✧ یہ حدیث اور سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مکمل نماز کے بارے میں متفق ہوگئی ہیں کہ وہ تیرہ رکعات ہوتی تھیں۔ البتہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں تفصیل نہیں ہے۔ اس لئے ہم نے اس بات کا جائزہ لیا ہے کہ اگر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس تفصیل کے بارے میں کوئی اور روایت بھی منقول ہو؟ جب ہم نے اس بات کا جائزہ لیا (تو یہ روایت سامنے آئی)۔

**126**-فَاِذَا عَلِيُّ بْنُ مَعْبَدٍ قَدْ حَدَّثَنَا قَالَ: ثنا شَبَابَةُ بْنُ سَوَّارٍ، قَالَ: ثنا يُوْنُسُ بْنُ اَبِي اِسْحَاقَ، عَنْ الْمِنْهَالِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ عَلِيِّ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ، عَنْ اَبِيهِ قَالَ: (اَمَرَنِي الْعَبَّاسُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنْ اَبِيتَ بِآلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَقَدَّمَ اِلَيَّ اَنْ لَا تَنَامَ حَتّٰى تَحْفَظَ لِي صَلَاةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

قَالَ: فَصَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعِشَاءَ، ثُمَّ نَامَ، ثُمَّ قَامَ، فَبَالَ، ثُمَّ تَوَضَّاَ، ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ، لَيْسَتَا بِطَوِيلَتَيْنِ وَلَا بِقَصِيرَتَيْنِ، ثُمَّ عَادَ اِلَى فِرَاشِهِ، ثُمَّ نَامَ حَتّٰى سَمِعْتُ غَطِيطَهُ اَوْ خَطِيطَهُ ثُمَّ اسْتَوَى وَفَعَلَ مِثْلَ ذٰلِكَ حَتّٰى صَلَّى سِتَّ رَكَعَاتٍ وَاَوْتَرَ بِثَلَاثٍ) .

✧✧ علی بن عبداللہ والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں' (حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں) حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے مجھے یہ ہدایت کی کہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اہلیہ (جو میری خالہ تھیں) کے ہاں رات بسر کروں۔ تم نے کوشش کرنی ہے کہ تم نے سونا نہیں اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے رات کے نوافل کے بارے میں یاد رکھنا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عشاء کی نماز ادا کی پھر آپ سو گئے۔ پھر آپ اٹھے آپ نے پیشاب کیا پھر آپ نے وضو کیا پھر آپ نے دو رکعات ادا کیں۔ یہ طویل رکعات نہ تھیں اور مختصر بھی نہ تھیں۔ پھر آپ بستر پر گئے پھر آپ سو گئے یہاں تک کہ میں نے آپ کے خراٹوں کی آواز سنی پھر آپ اٹھے اور اسی طرح کیا۔ آپ نے چھ رکعات ادا کیں اور تین رکعت وتر ادا کیے۔

**126**- اخرجه البخاری فی العلم باب 41 والاذان باب 75 واحمد فی المسند 341/1

127-حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ دَاوُد، قَالَ: ثنا اَبُو الْوَلِيدِ، قَالَ: ثنا اَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ حُصَيْنٍ، عَنْ حَبِيبِ بْنِ اَبِیْ ثَابِتٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: ثنا اَبِیْ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ مِثْلَهٗ.

✧✧ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

128-حَدَّثَنَا صَالِحُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، قَالَ. ثنا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ قَالَ: ثنا هُشَيْمٌ، قَالَ: اَنَا حُصَيْنٌ عَنْ حَبِيبِ بْنِ اَبِیْ ثَابِتٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ، عَنْ اَبِيهِ، عَنْ جَدِّهٖ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهٗ، غَيْرَ اَنَّهٗ قَالَ: ثُمَّ اَوْتَرَ وَلَمْ يَقُلْ بِثَلَاثٍ.

✧✧ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے اسی کی مانند نقل کرتے ہیں' تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وتر ادا کیے اور پھر نماز ادا کی اس روایت میں تین رکعات کا تذکرہ نہیں ہے۔

129-فَاَخْبَرَ عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ عَنْ اَبِيهِ، عَنْ وِتْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيْفَ كَانَ فِیْ صَلَاتِهٖ تِلْكَ وَاَنَّهٗ ثَلَاثٌ وَّخَالَفَ اَبَا جَمْرَةَ وَعِكْرِمَةَ بْن خَالِدٍ وَّكُرَيْبًا فِیْ عَدَدِ التَّطَوُّعِ.

✧✧ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وتر کی نماز کے بارے میں بیان کرتے ہیں' وہ کیسی تھی؟ وہ فرماتے ہیں: یہ تین رکعات تھیں۔

ابو جمرہ، عکرمہ بن خالد اور کریب نے نوافل کی تعداد روایت کرنے میں اختلاف کیا ہے۔

130-وَاَمَّا سَعِيدُ بْنُ جُبَيْرٍ فَرَوٰى عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فِیْ ذٰلِكَ مَا حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرَةَ، قَالَ: ثنا اَبُوْ دَاوُدَ قَالَ: ثنا شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ، قَالَ: سَمِعْتُ سَعِيدَ بْنَ جُبَيْرٍ يَقُوْلُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا ح.

وَحَدَّثَنَا ابْنُ مَرْزُوْقٍ قَالَ: ثنا اَبُوْ عَامِرٍ ح وَحَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ شُعَيْبٍ قَالَ: ثنا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ زِيَادٍ قَالَا: ثنا شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ (ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: بِتُّ فِیْ بَيْتِ خَالَتِیْ مَيْمُوْنَةَ، فَصَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعِشَاءَ، ثُمَّ جَاءَ فَصَلّٰى اَرْبَعًا، ثُمَّ قَامَ فَصَلّٰى خَمْسَ رَكَعَاتٍ، ثُمَّ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ نَامَ حَتّٰى سَمِعْتُ غَطِيطَهٗ اَوْ خَطِيطَهٗ ثُمَّ خَرَجَ اِلَى الصَّلٰوةِ).

✧✧ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس بارے میں حضرت سعید بن جبیر نے بھی روایت نقل کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ بات بیان کرتے ہیں' میں نے اپنی خالہ سیّدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کے ہاں رات بسر کی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عشاء کی نماز ادا کی پھر آپ تشریف لے آئے۔ پھر آپ نے چار رکعات ادا کیں پھر آپ کھڑے ہوئے پھر آپ نے پانچ رکعات ادا

130- اخرجه البخاری فی العلم باب 41' والوضو باب 5' والاذان باب 161, 59, 57 و تفسیر سورة 3' باب 17, 18 واللباس باب 71 والادب باب 118' والتوحید' باب 27 و مسلم فی المسافرین حدیث 188, 189, 192, 193, 181, 182, 184, 185, 186, 187 والنسائی فی الامامة باب 2' والتطبیق باب 63' وابن ماجة فی الطهارة باب 48' والاقامة باب 44

کیں پھر آپ نے دو رکعات ادا کیں پھر آپ سو گئے۔ یہاں تک کہ میں نے آپ کے خراٹوں کی آواز سنی پھر آپ (صبح کے وقت) اٹھ گئے اور نماز کے لئے تشریف لے گئے۔

**131**- فَفِیْ هٰذَا الْحَدِیْثِ اَنَّهٗ صَلّٰی اِحْدٰی عَشْرَةَ رَكْعَةً مِّنْهَا رَكْعَتَانِ بَعْدَ الْوِتْرِ.

✧✧ اس روایت میں یہ بات موجود ہے: نبی اکرم ﷺ نے گیارہ رکعات ادا کی تھیں جن میں دو رکعات وتر کے بعد تھیں۔

فَقَدْ وَافَقَ عَلِیَّ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ فِی التِّسْعِ الَّتِیْ مِنَ الْوِتْرِ وَزَادَ عَلَیْهِ رَكْعَتَیْنِ بَعْدَ الْوِتْرِ.

تو علی بن عبداللہ کی روایت سے جو نو رکعات کے بارے میں ہیں جن میں وتر بھی شامل ہیں متفق ہو گئیں اور اس میں وتر کے بعد کی دو رکعات کا ذکر اضافی ہے۔

**132**- وَقَدْ رُوِیَ عَنْ سَعِیْدِ بْنِ جُبَیْرٍ وَّیَحْیَی بْنِ الْجَزَّارِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فِیْ وِتْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مُفْرَدًا مَا یَدُلُّ عَلٰی اَنَّهٗ ثَلَاثٌ.

✧✧ سعید بن جبیر کے حوالے سے اور یحییٰ بن جزار کے حوالے سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نبی اکرم ﷺ کی وتر کی نماز کے بارے میں یہ بات بھی منقول ہے جو اس بات پر دلالت کرتی ہے۔ وہ تین رکعات تھیں۔

**133**- فَمِنْ ذٰلِكَ مَا حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرَةَ، قَالَ: ثنا اَبُوْ دَاوُدَ، قَالَ: ثنا اَبُوْ بَكْرٍ النَّهْشَلِیُّ عَنْ حَبِیْبِ بْنِ اَبِیْ ثَابِتٍ، عَنْ یَحْیَی بْنِ الْجَزَّارِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا

(اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ كَانَ یُوْتِرُ بِثَلَاثِ رَكَعَاتٍ).

✧✧ یحییٰ بن جزار حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے یہ بات نقل کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے وتر کی نماز میں تین رکعات ادا کرتے تھے۔

**134**- حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ الْفَرَجِ، قَالَ: ثنا لُوَیْنٌ، قَالَ: ثنا شَرِیْكٌ، عَنْ اَبِیْ اِسْحَاقَ، عَنْ سَعِیْدِ بْنِ جُبَیْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهٗ.

✧✧ سعید بن جبیر، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ سے اس کی مانند نقل کرتے ہیں۔

**135**- حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ الْفَرَجِ، قَالَ: ثنا لُوَیْنٌ، قَالَ: ثنا شَرِیْكٌ عَنْ مُّخَوَّلٍ عَنْ مُّسْلِمٍ الْبَطِیْنِ، عَنْ سَعِیْدِ بْنِ جُبَیْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: (كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُوْتِرُ بِثَلَاثٍ، یَقْرَاُ فِی الْاُوْلٰی بِ سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰی وَفِی الثَّانِیَةِ قُلْ یَا اَیُّهَا الْكَافِرُوْنَ وَفِی الثَّالِثَةِ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ).

✧✧ سعید بن جبیر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے یہ بات نقل کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ وتر کی نماز میں تین

رکعات ادا کرتے تھے آپ پہلی رکعت میں سورۃ الاعلیٰ دوسری رکعت میں الکافروں اور تیسری رکعت میں سورۃ الاخلاص پڑھا کرتے تھے۔

136- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ خُزَيْمَةَ، قَالَ: ثنا ابْنُ رَجَاءٍ، قَالَ: اَنَا اِسْرَائِيلُ عَنْ اَبِي اِسْحَاقَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ.

✧✧ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ سعید بن جبیر کے حوالے سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں منقول ہے۔

137- فَهٰذَا فِيهِ تَحْقِيقُ مَا رَوَى عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ اَبِيهِ مِنْ وِتْرِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ كَانَ ثَلَاثًا.

✧✧ ان روایات میں اس بات کی تحقیق ہوگئی ہے جسے علی بن عبداللہ نے اپنے والد کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وتر کی نماز کے بارے میں نقل کرتے ہیں، وہ تین رکعات تھیں۔

138- وَاَمَّا كُرَيْبٌ فَرَوَى عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فِي ذٰلِكَ مَا حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِي دَاوُدَ، قَالَ: ثنا الْوُحَاظِيُّ قَالَ: ثنا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ، قَالَ: ثنا شَرِيكُ بْنُ اَبِي نَمِرٍ اَنَّ كُرَيْبًا اَخْبَرَهُ اَنَّهُ سَمِعَ (ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا يَقُولُ بِتُّ لَيْلَةً عِنْدَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمَّا انْصَرَفَ مِنَ الْعِشَاءِ الْاٰخِرَةِ انْصَرَفْتُ مَعَهُ، فَلَمَّا دَخَلَ الْبَيْتَ رَكَعَ رَكْعَتَيْنِ خَفِيفَتَيْنِ، رُكُوعُهُمَا مِثْلُ سُجُودِهِمَا.

وَسُجُودُهُمَا مِثْلُ قِيَامِهِمَا، ثُمَّ اضْطَجَعَ مَكَانَهُ فِي مُصَلَّاهُ، حَتّٰى سَمِعْتُ غَطِيطَهُ، ثُمَّ تَعَارَّ ثُمَّ تَوَضَّاَ فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ كَذٰلِكَ، ثُمَّ اضْطَجَعَ ثَانِيَةً مَكَانَهُ فَرَقَدَ حَتّٰى سَمِعْتُ غَطِيطَهُ، ثُمَّ فَعَلَ مِثْلَ ذٰلِكَ خَمْسَ مَرَّاتٍ فَصَلّٰى عَشْرَ رَكَعَاتٍ ثُمَّ اَوْتَرَ بِوَاحِدَةٍ، وَاَتَاهُ بِلَالٌ فَاٰذَنَهُ بِالصُّبْحِ فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ خَرَجَ اِلَى الصَّلٰوةِ).

✧✧ کریب بیان کرتے ہیں انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے ایک رات میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں بسر کی جب آپ عشاء کی نماز پڑھ کر واپس آئے تو آپ کے ساتھ میں بھی واپس آ گیا جب آپ گھر میں داخل ہوئے تو آپ نے دو مختصر رکعات ادا کیں جن میں رکوع اور سجدہ ایک جتنا تھا اور آپ کا سجدہ آپ کے قیام جتنا تھا۔ پھر آپ تھوڑی دیر کے لئے اپنی اسی جگہ پر لیٹ گئے اور سو گئے جہاں آپ نماز ادا کر رہے تھے میں نے آپ کے خراٹوں کی آواز سنی پھر آپ بیدار ہوئے پھر آپ نے وضو کیا پھر آپ نے دو رکعات ادا کیں پھر آپ تھوڑی دیر کے لئے اسی جگہ پر لیٹ گئے اور سو گئے یہاں تک کہ میں نے آپ کے خراٹوں کی آواز سنی آپ نے ایسا پانچ مرتبہ کیا پھر آپ نے دس رکعات ادا کیں پھر ایک رکعت وتر ادا کی پھر حضرت بلال رضی اللہ عنہ آپ کے پاس آئے اور آپ کو صبح کی نماز کے لئے بلایا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعات ادا کیں اور پھر نماز پڑھانے کے لئے تشریف لے گئے۔

**139**- فَقَدْ اَخْبَرَ فِي هٰذَا الْحَدِيْثِ اَنَّهُ صَلّٰى عَشْرَ رَكْعَاتٍ ثُمَّ اَوْتَرَ بِوَاحِدَةٍ فَقَدْ يُحْتَمَلُ اَنْ يَكُوْنَ اَوْتَرَ بِوَاحِدَةٍ مَعَ ثِنْتَيْنِ قَدْ تَقَدَّمَتَاهَا، فَتَكُوْنَانِ مَعَ هٰذِهِ الْوَاحِدَةِ ثَلَاثًا لِيَسْتَوِيَ مَعْنٰى هٰذَا الْحَدِيْثِ وَمَعْنٰى حَدِيْثِ عَلِيِّ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، وَسَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ، وَيَحْيَى بْنِ الْجَزَّارِ .

ثُمَّ نَظَرْنَا هَلْ رُوِيَ عَنْهُ مَا يُبَيِّنُ ذٰلِكَ .

✧✧ انہوں نے اس حدیث میں یہ بات نقل کی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے دس رکعات ادا کی تھیں اور پھر ایک رکعت وتر ادا کی تھی۔ اس میں اس بات کا احتمال موجود ہے کہ آپ نے اس ایک وتر کے ذریعے اس سے پہلے دو رکعات کو وتر کیا ہو جو پہلے ادا کی گئی تھیں اور یہ ایک رکعت ان سمیت تین ہو جائیں تا کہ اس حدیث کا مفہوم اور علی بن عبداللہ اور سعید بن جبیر اور یحییٰ بن جزار سے منقول روایات کا مفہوم ایک جیسا ہو۔

پھر ہم نے اس بات کا جائزہ لیا کہ کیا اس بارے میں کوئی ایسی روایت بھی منقول ہے' جو اس بات کی وضاحت کر دے۔

**140**- فَاِذَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُنْقِذٍ الْعُصْفُرِيُّ قَدْ حَدَّثَنَا قَالَ: ثنا الْمُقْرِي، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ اَبِيْ اَيُّوْبَ، قَالَ: ثنا عَبْدُ رَبِّهِ بْنُ سَعِيْدٍ، عَنْ قَيْسٍ عَنْ مَخْرَمَةَ بْنِ سُلَيْمَانَ، عَنْ كُرَيْبٍ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا حَدَّثَهُ قَالَ: (فَصَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعِشَاءِ، ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ اَوْتَرَ بِثَلَاثٍ) .

✧✧ کریب جو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے آزاد کردہ غلام ہیں' بیان کرتے ہیں' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے انہیں یہ بات بتائی کہ نبی اکرم ﷺ نے دو رکعات عشاء کے بعد ادا کیں پھر آپ نے دو رکعات ادا کیں پھر آپ نے دو رکعات ادا کیں پھر آپ نے دو رکعات ادا کیں پھر آپ نے تین رکعات وتر ادا کیے۔

**141**- فَاتَّفَقَ هٰذَا الْحَدِيْثُ وَحَدِيْثُ ابْنِ اَبِيْ دَاوُد، عَلٰى اَنَّ جَمِيْعَ مَا صَلّٰى اِحْدٰى عَشْرَةَ رَكْعَةً، وَبَيَّنَ هٰذَا اَنَّ الْوِتْرَ فِيْهَا ثَلَاثٌ فَثَبَتَ بِذٰلِكَ اَنَّ مَعْنٰى حَدِيْثِ ابْنِ اَبِيْ دَاوُد، ثُمَّ اَوْتَرَ بِوَاحِدَةٍ، اَيْ مَعَ اثْنَتَيْنِ قَدْ تَقَدَّمَتَاهَا هُمَا مَعَهَا وِتْرٌ .

✧✧ یہ حدیث اور ابن ابوداؤد کی حدیث اس بات پر متفق ہوگئیں ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے جو رکعات ادا کی تھیں وہ گیارہ تھیں اور اس میں انہوں نے اس بات کی وضاحت بھی کی ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی وتر کی نماز میں تین رکعات تھیں اس کے ذریعے یہ بات ثابت ہوگئی کہ ابن ابی ابوداؤد کی حدیث کا مفہوم کیا ہوگا؟ جس میں انہوں نے یہ کہا تھا: نبی اکرم ﷺ نے ایک رکعت وتر ہی ادا کی یعنی آپ نے اس سے پہلے دو رکعات کے ہمراہ انہیں وتر کر لیا۔

**142**- حَدَّثَنَا يُوْنُسُ قَالَ: ثنا ابْنُ وَهْبٍ اَنَّ مَالِكًا حَدَّثَهُ عَنْ مَخْرَمَةَ بْنِ سُلَيْمَانَ، عَنْ كُرَيْبٍ اَنَّ (عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا حَدَّثَهُ اَنَّهُ بَاتَ لَيْلَةً عِنْدَ مَيْمُوْنَةَ وَهِيَ خَالَتُهُ فَصَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ اَوْتَرَ، ثُمَّ اضْطَجَعَ، ثُمَّ جَاءَهُ

الْمُؤَذِّنُ، فَقَامَ فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ خَفِيفَتَيْنِ، ثُمَّ خَرَجَ فَصَلَّى الصُّبْحَ).

✧✧ کریب' حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ بیان نقل کرتے ہیں' انہوں نے سیّدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کے ہاں رات بسر کی جو ان کی خالہ تھیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعات ادا کیں پھر آپ نے دو رکعات ادا کیں پھر آپ نے دو رکعات ادا کیں پھر آپ نے دو رکعات ادا کیں پھر آپ نے دو رکعات ادا کیں پھر آپ نے دو رکعات ادا کیں پھر آپ نے وتر کی نماز ادا کی پھر آپ لیٹ گئے پھر موذن آپ کے پاس آیا آپ کھڑے ہوئے آپ نے دو مختصر رکعات ادا کیں پھر آپ تشریف لے گئے اور صبح کی نماز پڑھائی۔

**143**-فَقَدْ زَادَ فِي هَذَا الْحَدِيثِ رَكْعَتَيْنِ وَلَمْ يُخَالِفْهُ فِي الْوِتْرِ فَكَانَ مَا رَوَيْنَا عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا لَمَّا جُمِعَتْ مَعَانِيهِ يَدُلُّ عَلَى اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُوتِرُ بِثَلَاثٍ.

✧✧ اس حدیث میں دو رکعات کا تذکرہ اضافی ہے تاہم اس میں انہوں نے پہلے راوی کی وتر کے بارے میں مخالفت نہیں کی لہٰذا ہم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے جو روایات نقل ہیں انہیں جمع کیا گیا تو یہ بات سامنے آئی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وتر کی نماز میں تین رکعات ادا کیا کرتے تھے۔

**144**-وَقَدْ رُوِيَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا مِنْ قَوْلِهِ فِي ذَلِكَ شَيْءٌ" حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْحَجَّاجِ الْحَضْرَمِيُّ، قَالَ: ثنا الْخَصِيبُ بْنُ نَاصِحٍ، قَالَ: ثنا يَزِيدُ بْنُ عَطَاءٍ، عَنِ الْاَعْمَشِ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: اِنِّي لَاَكْرَهُ اَنْ يَكُونَ بَتْرَاءَ ثَلَاثًا، وَلَكِنْ سَبْعًا اَوْ خَمْسًا.

✧✧ اس بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی اپنی رائے بھی منقول ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' مجھے یہ بات پسند نہیں ہے کہ وتر کی صرف تین رکعات ہوں بلکہ یہ سات یا پانچ ہونی چاہئیں۔

**145**-حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ اِبْرَاهِيمَ الْغَافِقِيُّ قَالَ: ثنا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ، فَذَكَرَ بِاِسْنَادِهِ نَحْوَهُ.

✧✧ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

**146**-حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ خُزَيْمَةَ، قَالَ: ثنا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ رَجَاءٍ، قَالَ: اَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْاَعْمَشِ، فَذَكَرَ بِاِسْنَادِهِ مِثْلَهُ.

✧✧ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

**147**-فَهَذَا عِنْدَنَا عَلَى اَنَّهُ كَرِهَ اَنَّهُ يُوتِرُ وِتْرًا لَمْ يَتَقَدَّمْهُ تَطَوُّعٌ، وَاَحَبَّ اَنْ يَكُونَ قَبْلَهُ تَطَوُّعٌ، اِمَّا رَكْعَتَانِ وَاِمَّا اَرْبَعٌ.

✧✧ تو ہمارے نزدیک حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس بات کو ناپسند کرتے تھے کہ صرف وتر کی نماز ادا کی جائے اور اس سے پہلے کوئی نفل نماز نہ ہو اور وہ اس بات کو پسند کرتے تھے کہ اس سے پہلے کوئی نفلی نماز ادا کی جائے خواہ اس کی رکعات دو ہوں یا چار ہوں۔

---

**144**- اخرجه ابن ابی شیبة فی الصلاة 293/2

**148**-فَإِنْ قَالَ قَائِلٌ: فَقَدْ رُوِيَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا خِلَافُ هٰذَا.

✧✧ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس کے برعکس منقول ہے

**149**-فَذَكَرَ مَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَيْمُوْنٍ الْبَغْدَادِيُّ قَالَ: ثنا الْوَلِيْدُ بْنُ مُسْلِمٍ، عَنِ الْاَوْزَاعِيِّ، عَنْ عَطَاءٍ: قَالَ: قَالَ رَجُلٌ لِابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا هَلْ لَكَ فِيْ مُعَاوِيَةَ اَوْتَرَ بِوَاحِدَةٍ، وَهُوَ يُرِيْدُ اَنْ يَّعِيبَ مُعَاوِيَةَ، فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: اَصَابَ مُعَاوِيَةُ.

✧✧ عطاء بیان کرتے ہیں' ایک شخص نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا آپ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو دیکھا ہے وہ ایک رکعت وتر ادا کرتے ہیں وہ شخص یہ چاہتا تھا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو غلط قرار دیں تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ٹھیک کیا ہے۔

**150**-قِيلَ لَهُ: قَدْ رُوِيَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فِيْ فِعْلِ مُعَاوِيَةَ هٰذَا مَا يَدُلُّ عَلٰى اِنْكَارِهٖ اِيَّاهُ عَلَيْهِ.

✧✧ اس شخص کو یہ جواب دیا جائے گا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے اس طرز عمل کے بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے وہ روایت بھی منقول ہے' جو اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس بارے میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ (کے عمل کا) انکار کیا تھا۔

**151**-وَذٰلِكَ اَنَّ اَبَا غَسَّانَ مَالِكَ بْنَ يَحْيَى الْهَمْدَانِيَّ حَدَّثَنَا قَالَ: ثنا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ عَطَاءٍ، قَالَ: اَنَا عِمْرَانُ بْنُ حُدَيْرٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ اَنَّهُ قَالَ: كُنْتُ مَعَ ابْنِ عَبَّاسٍ عِنْدَ مُعَاوِيَةَ نَتَحَدَّثُ حَتّٰى ذَهَبَ هَزِيعٌ مِنَ اللَّيْلِ، فَقَامَ مُعَاوِيَةُ، فَرَكَعَ رَكْعَةً وَاحِدَةً، فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: مِنْ اَيْنَ تُرٰى اَخَذَهَا الْحِمَارُ.

✧✧ عکرمہ بیان کرتے ہیں' ایک مرتبہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے ساتھ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس موجود تھا ہم لوگ بات چیت کرتے رہے یہاں تک کہ رات کا کچھ حصہ گزر گیا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے انہوں نے ایک رکعت ادا کی تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: انہوں نے اسے کہاں سے حاصل کیا ہے۔

**152**-حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرَةَ، قَالَ: ثنا عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ، قَالَ: ثنا عِمْرَانُ، فَذَكَرَ بِاِسْنَادِهٖ مِثْلَهُ اِلَّا اَنَّهُ لَمْ يَقُلِ الْحِمَارُ.

✧✧ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے' تاہم اس میں لفظ ''حمار'' کا ذکر نہیں ہے۔

**153**-وَقَدْ يَجُوْزُ اَنْ يَّكُوْنَ قَوْلُ ابْنِ عَبَّاسٍ "اَصَابَ مُعَاوِيَةُ" عَلَى التَّقِيَّةِ لَهُ، اَيْ اَصَابَ فِيْ شَيْءٍ اٰخَرَ لِاَنَّهُ كَانَ فِيْ زَمَنِهٖ، وَلَا يَجُوْزُ عَلَيْهِ - عِنْدَنَا - اَنْ يَّكُوْنَ مَا خَالَفَ فِعْلَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّذِيْ قَدْ عَلِمَهُ عِنْدَهُ صَوَابًا.

✧✧ امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ بھی ہوسکتا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ کہنا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ٹھیک کیا

---

**149**- اخرجه ابن ابی شیبة فی الصلاۃ 291/2

ہے یہ کوئی ذو معنی مفہوم رکھتا ہو یعنی انہوں نے کسی دوسرے معاملے میں درست کام کیا ہو کیونکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانے سے تعلق رکھتے ہیں اور ہمارے نزدیک حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے لیے یہ بات جائز نہیں ہے کہ ایک ایسا عمل جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہوانہیں پتہ ہواور وہ اس کی مخالفت کو درست قرار دیں۔

**154**-وَقَدْ رُوِیَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ فِی الْوِتْرِ اَنَّهٗ ثَلَاثٌ .

✧✧ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس بارے میں یہ روایات منقول ہیں کہ وتر کی رکعات تین ہوتی ہیں۔

حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ الْفَرَجِ، قَالَ: ثنا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْفَهْمِیُّ، قَالَ: اَنَا ابْنُ لَهِيعَةَ، عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ صَالِحٍ، عَنْ اَبِی مَنْصُورٍ، قَالَ: سَاَلْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ الْوِتْرِ فَقَالَ: ثَلَاثٌ،

✧✧ ابومنصور رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' میں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے وتر کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا: وہ تین ہوتے ہیں۔

قَالَ: ابْنُ لَهِيعَةَ: وَحَدَّثَنِی يَزِيدُ بْنُ اَبِی حَبِيبٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْوَلِيدِ بْنِ عَبْدَةَ عَنْ اَبِی مَنْصُورٍ بِذٰلِكَ .

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ ابومنصور سے منقول ہے۔

**155**-حَدَّثَنَا يُوْنُسُ قَالَ: ثنا سُفْيَانُ عَنْ حُصَيْنٍ عَنْ اَبِی يَحْيٰى قَالَ: سَمَرَ الْمِسْوَرُ بْنُ مَخْرَمَةَ وَابْنُ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ حَتّٰى طَلَعَتِ الْحَمْرَاءُ ثُمَّ نَامَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فَلَمْ يَسْتَيْقِظْ اِلَّا بِاَصْوَاتِ اَهْلِ الزَّوْرَاءِ فَقَالَ لِاَصْحَابِهٖ اَتَرَوْنَنِی اُدْرِكُ اُصَلِّی ثَلَاثًا، يُرِيدُ الْوِتْرَ وَرَكْعَتَیِ الْفَجْرِ وَصَلَاةَ الصُّبْحِ، قَبْلَ اَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ فَقَالُوْا: نَعَمْ، فَصَلّٰى، وَهٰذَا فِی اٰخِرِ وَقْتِ الْفَجْرِ

✧✧ ابویحییٰ بیان کرتے ہیں' ایک مرتبہ حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما رات دیر تک جاگتے رہے یہاں تک کہ (صبح صادق کی) سرخی نمودار ہوئی تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سو گئے اور وہ اس وقت بیدار ہوئے جب بازار والوں کا شور آیا۔ انہوں نے اپنے ساتھیوں سے کہا (وہ خود اس وقت نابینا ہو چکے تھے) کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ میں سورج نکلنے سے پہلے تین رکعات پڑھ لوں گا (راوی کہتے ہیں ان کی مراد وتر کی نماز تھی) اور فجر کی دو رکعات (یعنی دو سنتیں) اور صبح کی نماز پڑھ لوں گا ساتھیوں نے جواب دیا: جی ہاں! تو انہوں نے یہ نماز ادا کی حالانکہ یہ فجر کا آخری وقت تھا۔

**156**-فَمُحَالٌ اَنْ يَكُوْنَ الْوِتْرُ عِنْدَهٗ يُجْزِءُ فِيهِ اَقَلُّ مِنْ ثَلَاثٍ، ثُمَّ يُصَلِّيهِ حِيْنَئِذٍ ثَلَاثًا مَعَ مَا يَخَافُ مِنْ فَوْتِ الْفَجْرِ فَدَلَّ ذٰلِكَ عَلٰى صِحَّةِ مَا صَرَفْنَا اِلَيْهِ مَعَانِی اَحَادِيْثِهٖ فِی الْوِتْرِ اَنَّهٗ ثَلَاثٌ .

✧✧ یہ بات محال ہے کہ اگر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے نزدیک تین سے کم وتر ادا کرنا جائز ہوتا تو وہ ایسے وقت میں تین رکعات ادا کرتے جب کہ انہیں فجر کی نماز فوت ہونے کا بھی اندیشہ تھا۔

یہ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ ہم نے وتر کے بارے میں منقول احادیث کا جو حکم بیان کیا ہے وہ درست ہے کہ وتر کی تعداد تین ہے۔

**157**-وَقَدْ رُوِیَ، عَنْ عَلِیِّ بْنِ اَبِی طَالِبٍ فِی الْوِتْرِ اَيْضًا اَنَّهٗ ثَلَاثٌ

✧✧ وتر کے بارے میں حضرت علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ سے بھی روایات منقول ہیں کہ یہ تین ہوتے ہیں۔

حَدَّثَنَا فَهْدٌ، قَالَ: ثنا اَبُوْ غَسَّانَ، قَالَ: ثنا اِسْرَائِيلُ، عَنْ اَبِیْ اِسْحَاقَ عَنِ الْحَارِثِ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ: (كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُوْتِرُ بِتِسْعِ سُوَرٍ مِنَ الْمُفَصَّلِ فِي الرَّكْعَةِ الْاُوْلٰى (اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ) وَ (اِنَّا اَنْزَلْنَاهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ) وَ (اِذَا زُلْزِلَتْ) وَفِي الثَّانِيَةِ (وَالْعَصْرِ) وَ (اِذَا جَاءَ نَصْرُ اللّٰهِ) وَ (اِنَّا اَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ) وَفِي الثَّالِثَةِ (قُلْ يَا اَيُّهَا الْكَافِرُوْنَ) وَ (تَبَّتْ) وَ (قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَد) .

✧✧ حارث' حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وتر سمیت نو رکعات ادا کرتے تھے آپ اس کی پہلی رکعت میں سورۃ التکاثر پڑھتے تھے اور سورہ القدر پڑھتے تھے اور سورہ اذا زلزلت پڑھتے تھے دوسری رکعت میں سورہ عصر، سورہ نصر اور سورہ کوثر پڑھتے تھے اور تیسری رکعت میں سورہ کافرون، سورہ لھب اور سورہ اخلاص پڑھتے تھے۔

**158**-وَرَوٰى عِمْرَانُ بْنُ حُصَيْنٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَ ذٰلِكَ

✧✧ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے بھی اس بارے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی کی مانند روایت کیا ہے۔

**159**-حَدَّثَنَا فَهْدٌ قَالَ: ثنا الْحِمَّانِيُّ، قَالَ: ثنا عَبَّادُ بْنُ الْعَوَّامِ، عَنِ الْحَجَّاجِ، عَنْ قَتَادَةَ عَنْ زُرَارَةَ بْنِ اَوْفٰى عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ (اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقْرَاُ فِي الْوِتْرِ فِي الرَّكْعَةِ الْاُوْلٰى بِ سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى وَفِي الثَّانِيَةِ قُلْ يَا اَيُّهَا الْكَافِرُوْنَ وَفِي الثَّالِثَةِ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ) .

✧✧ حضرت زرارہ بن اوفی' حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وتر کی نماز میں پہلی رکعت میں سورۃ الاعلیٰ، دوسری میں سورہ الکافروں اور تیسری میں سورہ اخلاص پڑھی۔

**160**-وَرُوِيَ عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ ذٰلِكَ مَا حَدَّثَنَا يُوْنُسُ قَالَ: ثنا ابْنُ وَهْبٍ اَنَّ مَالِكًا حَدَّثَهُ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ بَكْرٍ، عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ قَيْسِ بْنِ مَخْرَمَةَ اَخْبَرَهُ عَنْ (زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ اَنَّهُ قَالَ: لَاَرْمُقَنَّ صَلَاةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: فَتَوَسَّدْتُ عَتَبَتَهُ اَوْ فُسْطَاطَهُ فَصَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكْعَتَيْنِ خَفِيْفَتَيْنِ ثُمَّ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ طَوِيْلَتَيْنِ طَوِيْلَتَيْنِ طَوِيْلَتَيْنِ ثَلَاثَ مِرَارٍ ثُمَّ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ، وَهُمَا دُوْنَ اللَّتَيْنِ قَبْلَهُمَا، ثُمَّ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ، هُمَا دُوْنَ اللَّتَيْنِ قَبْلَهُمَا، ثُمَّ اَوْتَرَ)، فَذٰلِكَ ثَلَاثَ عَشْرَةَ رَكْعَةً .

فَالْكَلَامُ فِيْ هٰذَا مِثْلُ الْكَلَامِ فِيْمَا تَقَدَّمَهُ .

✧✧ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ عبداللہ بن ابوبکر کے حوالے سے ان کے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں' حضرت عبداللہ بن قیس بن مخرمہ رضی اللہ عنہ نے انہیں یہ بتایا ہے کہ حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے سوچا کہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کا ضرور

---

**157**- اخرجه الترمذی فی الوتر' باب **7**' حدیث **460**

**160**- اخرجه مسلم فی السافرین حدیث **195**' و ابو داؤد فی التطوع باب **26**' حدیث **1366**' وابن ماجه فی الاقامة باب **181**' حدیث **1362**' ومالك فی صلاة اللیل حدیث **12**' واحمد فی المسند **193/5**' والطبرانی فی المعجم الکبیر **332/8**

جائزہ لوں گا وہ فرماتے ہیں: میں نبی اکرم ﷺ کی چوکھٹ پر (یا خیمے کے دروازے پر) بیٹھ گیا' نبی اکرم ﷺ نے دو مختصر رکعات ادا کیں پھر آپ نے دو رکعات ادا کیں جو طویل، طویل، طویل تھیں یہ بات انہوں نے تین مرتبہ کہی پھر نبی اکرم ﷺ نے دو رکعات ادا کیں لیکن یہ پہلی والی دو سے کچھ کم تھیں جو آپ نے اس سے پہلے ادا کی تھیں پھر آپ نے دو رکعات ادا کیں جو اس سے پہلے ادا کی گئیں دو رکعات سے کچھ مختصر تھیں پھر آپ نے وتر ادا کیے (امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں) یہ کل تیرہ رکعات ہو گئیں۔

اس پر وہی کلام کیا جائے گا جو اس سے پہلے روایات پر کیا گیا ہے۔

**161**-وَقَدْ رُوِىَ عَنْ اَبِى اُمَامَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي ذٰلِكَ مَا حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ شُعَيْبٍ قَالَ: ثنا الْخَصِيْبُ بْنُ نَاصِحٍ قَالَ: ثنا عُمَارَةُ بْنُ زَاذَانَ، عَنْ اَبِى غَالِبٍ، عَنْ اَبِى اُمَامَةَ (اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُوْتِرُ بِتِسْعٍ، فَلَمَّا بَدَّنَ وَكَثُرَ لَحْمُهٗ اَوْتَرَ بِسَبْعٍ وَّصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ وَهُوَ جَالِسٌ يَقْرَاُ فِيْهِمَا (اِذَا زُلْزِلَتْ) وَ (قُلْ يَا اَيُّهَا الْكَافِرُوْنَ)) .

✧✧ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ وتر کی نماز ادا کیا کرتے تھے جب آپ کا جسم بھاری ہو گیا اور گوشت زیادہ ہو گیا تو آپ وتر سمیت سات رکعات ادا کیا کرتے تھے آپ دو رکعات ادا کرتے تھے آپ بیٹھ کر انہیں ادا کرتے تھے اور ان میں سورہ اذا زلزلت اور سورہ کافرون پڑھا کرتے تھے۔

فَقَدْ يَجُوْزُ اَنْ يَّكُوْنَ ذَكَرَ شَفْعَهٗ وَهُوَ التَّطَوُّعُ وَوِتْرَهٗ، فَجَعَلَ ذٰلِكَ كُلَّهٗ وِتْرًا كَمَا قَدْ ذَكَرْنَا فِي بَعْضِ مَا تَقَدَّمَ ذِكْرُنَا لَهٗ .

امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس بات کا امکان موجود ہے کہ انہوں نے جس نماز کا ذکر کیا ہے اس سے مراد نفل نماز ہو اور اس کے علاوہ وتر بھی ہوں اور انہوں نے ان تمام نمازوں کو وتر قرار دے دیا ہو جیسا کہ ہم اس سے پہلے بعض روایات میں اس حوالے سے بات کر چکے ہیں۔

وَقَدْ رَوَيْنَا عَنْ اَبِى اُمَامَةَ مِنْ فِعْلِهٖ مَا يَدُلُّ عَلٰى هٰذَا .

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کے اپنے فعل کے بارے میں ہم وہ روایت نقل کریں گے جو اس مفہوم پر دلالت کرتی ہے۔

**162**-حَدَّثَنَا ابْنُ مَرْزُوْقٍ، قَالَ: ثنا اَبُوْ دَاوُدَ، قَالَ: ثنا سُلَيْمَانُ بْنُ حَيَّانَ عَنْ اَبِى غَالِبٍ اَنَّ اَبَا اُمَامَةَ كَانَ يُوْتِرُ بِثَلَاثٍ .

✧✧ ابوغالب بیان کرتے ہیں' حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ تین رکعات وتر ادا کرتے تھے۔

**163**-فَثَبَتَ بِذٰلِكَ اَنَّ الْوِتْرَ عِنْدَ اَبِى اُمَامَةَ هُوَ مَا ذَكَرْنَا، وَمُحَالٌ اَنْ يَّكُوْنَ ذٰلِكَ عِنْدَهٗ كَذٰلِكَ، وَقَدْ عَلِمَ مِنْ فِعْلِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خِلَافَهٗ، وَلٰكِنْ مَا عَلِمَهٗ مِنْ فِعْلِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعْنَاهُ مَا صَرَفْنَا اِلَيْهِ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ .

---

**161**- اخرجه احمد في المسند 269/5

**162**- اخرجه ابن ابى شيبة فى الصلاة 294,293/2

✧✧ اس سے یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک وتر کی نماز وہی ہے جو ہم ذکر کر چکے ہیں اور یہ بات محال ہے کہ ان کے نزدیک یہ ایسے ہی ہے اور وہ یہ جانتے ہوں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل اس کے خلاف ہے لیکن جب انہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل کا پتہ چل گیا تو پھر انہوں نے اس کے مطابق عمل کیا اور اس کا وہی مفہوم ہے جو ہم پہلے بیان کر چکے ہیں باقی اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔

**164**-وَقَدْ رُوِیَ فِیْ ذٰلِكَ عَنْ اُمِّ الدَّرْدَاءِ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا قَدْ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ خُزَيْمَةَ قَالَ: ثنا نُعَيْمُ بْنُ حَمَّادٍ قَالَ: ثنا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ عَنْ يَحْيَى بْنِ الْجَزَّارِ عَنْ اُمِّ الدَّرْدَاءِ قَالَتْ: (كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُوْتِرُ بِثَلَاثَ عَشْرَةَ رَكْعَةً، فَلَمَّا كَبِرَ وَضَعُفَ اَوْتَرَ بِسَبْعٍ).

✧✧ اس بارے میں سیّدہ ام درداء رضی اللہ عنہا سے بھی احادیث منقول ہیں۔ سیّدہ ام درداء رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وتر سمیت تیرہ رکعات ادا کیا کرتے تھے جب آپ کی عمر زیادہ ہوگئی اور آپ کمزور ہو گئے تو آپ وتر سمیت سات رکعات ادا کرتے تھے۔

**165**-فَالْكَلَامُ فِیْ هٰذَا مِثْلُ الْكَلَامِ فِیْ حَدِيْثِ اَبِیْ اُمَامَةَ اَيْضًا.

✧✧ اس بارے میں وہی کلام کیا جائے گا جو حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں کیا جا سکتا تھا۔

**166**-وَقَدْ رُوِیَ فِیْ ذٰلِكَ عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا حَدَّثَنَا فَهْدٌ، قَالَ: ثنا عَلِيُّ بْنُ مَعْبَدٍ، قَالَ: ثنا جَرِيْرُ بْنُ عَبْدِ الْحَمِيْدِ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ مِقْسَمٍ عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ (كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُوْتِرُ بِخَمْسٍ وَّبِسَبْعٍ لَا يَفْصِلُ بَيْنَهُنَّ بِسَلَامٍ وَّلَا كَلَامٍ).

✧✧ اس بارے میں سیّدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث نقل کی ہے سیّدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پانچ یا سات رکعات ادا کرتے تھے ان کے درمیان کوئی سلام نہیں پھیرتے تھے اور نہ ہی کوئی بات چیت کرتے تھے۔

**167**-فَقَدْ يَجُوْزُ اَنْ يَّكُوْنَ هٰذَا قَبْلَ اَنْ يُّحْكَمَ الْوِتْرُ فَكَانَ مَنْ شَاءَ اَوْتَرَ بِخَمْسٍ، وَمَنْ شَاءَ اَوْتَرَ بِسَبْعٍ، وَكَانَ اِنَّمَا يُرَادُ مِنْهُمْ اَنْ يُّصَلُّوْا وِتْرًا لَّا عَدَدَ لَهٗ مَعْلُوْمٌ.

✧✧ امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ ہو سکتا ہے کہ یہ اوپر کا حکم نازل ہونے سے پہلے کی بات ہو چاہے وہ پانچ وتر پڑھ سکتا ہو چاہے وہ سات پڑھ سکتا ہو اور ان حضرات کی مراد یہی ہو کہ وہ لوگ وتر ادا کریں تاہم اس کا کوئی عدد ان کے لئے معین نہ ہو۔

**168**-وَقَدْ رُوِیَ عَنْ اَبِیْ اَيُّوْبَ مَا يَدُلُّ عَلٰى اَنَّ ذٰلِكَ كَانَ كَذٰلِكَ.

✧✧ حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ بات نقل کی گئی ہے جو اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ پہلے ایسا ہی تھا۔

---

164- اخرجه ابن ابی شیبة فی الصلاة 2/293 والطبرانی فی المعجم الکبیر 23/344

166- اخرجه الطبرانی فی المعجم الکبیر 23/378

168- اخرجه ابن ابی شیبة فی الصلاة 2/295

حَدَّثَنَا اَبُوْ غَسَّانَ، قَالَ: ثنا يَزِيدُ بْنُ هَارُوْنَ قَالَ: اَنَا سُفْيَانُ بْنُ حُسَيْنٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيدَ اللَّيْثِيِّ عَنْ اَبِي اَيُّوبَ الْاَنْصَارِيِّ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (اَوْتِرْ بِخَمْسٍ، فَاِنْ لَمْ تَسْتَطِعْ فَبِثَلَاثٍ فَاِنْ لَمْ تَسْتَطِعْ فَبِوَاحِدَةٍ، فَاِنْ لَمْ تَسْتَطِعْ فَاَوْمِءْ اِيمَاءً) .

✧✧ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: پانچ رکعت وتر ادا کرو اگر نہ کر سکو تو تین کرو اگر یہ بھی نہ کر سکو تو ایک ادا کرو اگر یہ بھی نہ کر سکو تو اشارہ ہی کر دو۔

**169**-حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ دَاوُدَ، قَالَ ثنا سَهْلُ بْنُ بَكَّارٍ قَالَ: ثنا وُهَيْبُ بْنُ خَالِدٍ، قَالَ: ثنا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيدَ، عَنْ اَبِي اَيُّوبَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: (الْوِتْرُ حَقٌّ فَمَنْ اَوْتَرَ بِخَمْسٍ، فَحَسَنٌ، وَمَنْ اَوْتَرَ بِثَلَاثٍ فَقَدْ اَحْسَنَ، وَمَنْ اَوْتَرَ بِوَاحِدَةٍ فَحَسَنٌ، وَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَلْيُوْمِءْ اِيمَاءً) .

✧✧ حضرت ابوایوب انصاری نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں''وتر'' لازم ہے جو شخص پانچ رکعات ادا کرے وہ بہتر ہے اور جو تین ادا کرے اس نے بھی بہتر کیا اور جو ایک رکعت ادا کرے اس نے بھی بہتر کیا اور جو یہ بھی نہ کر سکے اسے اشارہ کرنا چاہئے۔

**170**-حَدَّثَنَا فَهْدٌ، قَالَ: ثنا يَحْيَى بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الضَّحَّاكِ، قَالَ: ثنا الْاَوْزَاعِيُّ، قَالَ: ثنا الزُّهْرِيُّ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيدَ، عَنْ اَبِي اَيُّوبَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: (الْوِتْرُ حَقٌّ فَمَنْ شَاءَ اَوْتَرَ بِخَمْسٍ، وَمَنْ شَاءَ اَوْتَرَ بِثَلَاثٍ، وَمَنْ شَاءَ اَوْتَرَ بِوَاحِدَةٍ) .

✧✧ حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: وتر لازم ہے جو شخص چاہے وہ پانچ رکعات وتر ادا کرلے جو چاہے وہ تین ادا کرلے اور جو چاہے وہ ایک رکعت ادا کرلے۔

**171**-حَدَّثَنَا يُوْنُسُ قَالَ: ثنا سُفْيَانُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيدَ اللَّيْثِيِّ، عَنْ اَبِي اَيُّوبَ، قَالَ: (الْوِتْرُ حَقٌّ اَوْ وَاجِبٌ، فَمَنْ شَاءَ اَوْتَرَ بِسَبْعٍ، وَمَنْ شَاءَ اَوْتَرَ بِخَمْسٍ، وَمَنْ شَاءَ اَوْتَرَ بِثَلَاثٍ، وَمَنْ شَاءَ اَوْتَرَ بِوَاحِدَةٍ، وَمَنْ غُلِبَ اِلَى اَنْ يُوْمِءَ فَلْيُوْمِءْ) .

✧✧ حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' وتر حق ہے (راوی کو شک ہے یا شاید یہ الفاظ ہیں) واجب ہے جو شخص چاہے وہ سات وتر ادا کرلے جو چاہے وہ پانچ وتر ادا کرلے جو چاہے وہ تین وتر ادا کرلے اور جو چاہے وہ ایک وتر ادا کرلے اور جو یہ بھی نہ کر سکے وہ اشارہ کرلے۔

**172**-فَاَخْبَرَ فِي هٰذَا الْحَدِيثِ اَنَّهُمْ كَانُوا مُخَيَّرِينَ فِي اَنْ يُوْتِرُوْا بِمَا اَحَبُّوا، لَا وَقْتَ فِي ذٰلِكَ، وَلَا عَدَدَ،

169- اخرجه الدارقطني في سننه 23/2

170- اخرجه ابن ماجه في الاقامة باب 123' حديث 1190

171- اخرجه ابو داؤد في الصلاة باب 3' حديث 1422' والنسائي في قيام الليل باب 40' والدارقطني في سننه 22/2' وابن ابي شيبة في الصلاة 295/2

بَعْدَ اَنْ یَکُوْنَ مَا یُصَلُّوْنَ وِتْرًا .

✧✧ انہوں نے اس حدیث میں یہ بات نقل کی ہے کہ پہلے لوگوں کو اختیار تھا وہ اپنی پسند کے مطابق وتر ادا کر سکتے تھے اس بارے میں ان کے لئے کوئی وقت یا تعداد معین نہیں تھی البتہ وتر انہوں نے ضرور پڑھنے ہوتے تھے۔

**173**-وَقَدْ اَجْمَعَتْ الْاُمَّةُ بَعْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَلٰی خِلَافِ ذٰلِكَ وَاَوْتَرُوْا وِتْرًا لَّا یَجُوْزُ لِکُلِّ مَنْ اَوْتَرَ عِنْدَهٗ تَرْكُ شَیْءٍ مِنْهُ .

✧✧ نبی اکرم ﷺ کے بعد آپ کی امت نے اس کے برعکس صورت پر اتفاق کیا ہے لوگ وتر ضرور ادا کرتے ہیں اور کسی بھی شخص کے لئے آپ کے بعد یہ بات جائز نہیں ہے کہ وہ وتر کے کچھ حصے کو ترک کرے۔

**174**-فَدَلَّ اِجْمَاعُهُمْ عَلٰی نَسْخِ مَا قَدْ تَقَدَّمَهٗ مِنْ قَوْلِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لِاَنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ لَمْ یَکُنْ لِیَجْمَعَهُمْ عَلٰی ضَلَالٍ .

✧✧ امت کا اجماع اس بات کی دلیل ہے کہ پہلے جو حکم تھا وہ منسوخ ہو چکا ہے کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: اللہ تعالیٰ اس امت کو گمراہی پر اکٹھا نہیں کرے گا۔

**175**-وَقَدْ رَوٰی عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ اَبْزٰی عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ ذٰلِكَ

✧✧ حضرت عبدالرحمٰن بن رضی اللہ عنہ ابزی نے نبی اکرم ﷺ کے حوالے سے اس بارے میں حدیث نقل کی ہے۔

مَا حَدَّثَنَا اَبُوْ بَکْرَةَ قَالَ: ثنا اَبُو الْمُطَرِّفُ بْنُ اَبِی الْوَزِیْرِ قَالَ: ثنا مُحَمَّدُ بْنُ طَلْحَةَ عَنْ زُبَیْدٍ، عَنْ ذَرٍّ، عَنْ سَعِیْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبْزٰی، عَنْ اَبِیْهِ اَنَّهٗ (صَلّٰی مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ الْوِتْرَ فَقَرَاَ فِی الْاُوْلٰی: بِ سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰی وَفِی الثَّانِیَةِ قُلْ یَا اَیُّهَا الْکَافِرُوْنَ وَفِی الثَّالِثَةِ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ فَلَمَّا فَرَغَ قَالَ: سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ ثَلَاثًا، یَمُدُّ صَوْتَهٗ بِالثَّالِثَةِ) .

✧✧ سعید بن عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں' انہوں نے نبی اکرم ﷺ کے ساتھ وتر کی نماز ادا کی نبی اکرم ﷺ نے پہلی رکعت میں سورہ الاعلیٰ پڑھی دوسری میں سورہ الکافرون پڑھی اور تیسری میں سورہ الاخلاص پڑھی جب آپ فارغ ہوئے تو آپ نے سبحان الملك القدوس تین مرتبہ پڑھا اور تیسری مرتبہ آواز بلند کی۔

**176**-حَدَّثَنَا حُسَیْنُ بْنُ نَصْرٍ قَالَ: ثنا اَبُوْ نُعَیْمٍ، قَالَ: ثنا سُفْیَانُ، عَنْ زُبَیْدٍ، فَذَکَرَ مِثْلَهٗ بِاِسْنَادِهٖ .

✧✧ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ زبید سے منقول ہے۔

**177**-حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ دَاوٗدَ، قَالَ ثنا اَحْمَدُ بْنُ یُوْنُسَ قَالَ: ثنا مُحَمَّدُ بْنُ طَلْحَةَ، عَنْ زُبَیْدٍ، فَذَکَرَ مِثْلَهٗ بِاِسْنَادِهٖ .

غَیْرَ اَنَّهٗ قَالَ: وَفِی الثَّانِیَةِ (قُلْ لِلَّذِیْنَ کَفَرُوْا) یَعْنِیْ: (قُلْ یَا اَیُّهَا الْکَافِرُوْنَ)، وَفِی الثَّالِثَةِ: اَللّٰهُ الْوَاحِدُ

**175**- اخرجه ابو داؤد فی الصلاة باب **4**' حدیث **1463**' والترمذی فی الوتر باب **9**' حدیث **462**' والنسائی فی قیام اللیل باب **47**' وابن ماجه فی الاقامة باب **14**' حدیث **1171**' وابن ابی شیبة فی الصلاة **298/2**

الصَّمَدُ .

فَهٰذَا يَدُلُّ عَلٰى اَنَّهٗ كَانَ يُوْتِرُ بِثَلَاثٍ .

✧✧ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ زبید سے منقول ہے تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں: آپ نے دوسری رکعت میں قُلْ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا پڑھا یعنی سورہ الکافرون پڑھی اور تیسری رکعت میں "اللّٰہ الواحد الصمد" (سورۂ اخلاص) پڑھی۔

یہ اس بات کی دلیل ہے کہ آپ تین رکعت وتر ادا کرتے تھے۔

**178**-وَقَدْ رُوِىَ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِىْ ذٰلِكَ

✧✧ اس بارے میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایات منقول ہیں۔

مَا قَدْ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، قَالَ: ثنا عَمِّىْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ قَالَ: ثنا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ، عَنْ صَالِحِ بْنِ كَيْسَانَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْفَضْلِ، عَنْ اَبِىْ سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، وَالْاَعْرَجِ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ (: لَا تُوْتِرُوْا بِثَلَاثٍ، وَاَوْتِرُوْا بِخَمْسٍ اَوْ سَبْعٍ وَّلَا تَشَبَّهُوا بِصَلَاةِ الْمَغْرِبِ) .

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: صرف تین وتر ادا نہ کرو بلکہ پانچ یا سات ادا کرو اور اسے مغرب کی نماز کے مشابہ قرار نہ دو (یعنی اس سے پہلے کچھ نوافل پڑھ لو)

**179**-حَدَّثَنَا فَهْدٌ قَالَ: ثنا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ: ثنا بَكْرُ بْنُ مُضَرَ، عَنْ جَعْفَرِ بْنِ رَبِيْعَةَ حَدَّثَهٗ، عَنْ عِرَاكِ بْنِ مَالِكٍ، عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ، وَلَمْ يَرْفَعْهُ، قَالَ لَا تُوْتِرُوْا بِثَلَاثِ رَكَعَاتٍ تَشَبَّهُوْا بِالْمَغْرِبِ، وَلٰكِنْ اَوْتِرُوْا بِخَمْسٍ اَوْ بِسَبْعٍ اَوْ بِتِسْعٍ اَوْ بِاِحْدٰى عَشْرَةَ .

✧✧ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' انہوں نے اس کو مرفوع حدیث کے طور پر نقل نہیں کیا: تم لوگ صرف تین رکعات وتر ادا نہ کرو اسے مغرب کی نماز کے مشابہ نہ کرو بلکہ تم پانچ یا سات یا نو یا گیارہ رکعات ادا کرو (یعنی ان وتر کے ساتھ نفل بھی پڑھ لیا کرو)

**180**-فَقَدْ يُحْتَمَلُ اَنْ يَّكُوْنَ كَرِهَ اِفْرَادَ الْوِتْرِ حَتّٰى يَكُوْنَ مَعَهٗ شَفْعٌ عَلٰى مَا قَدْ رَوَيْنَا قَبْلَ هٰذَا عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَّعَائِشَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُمْ فَيَكُوْنُ ذٰلِكَ تَطَوُّعًا قَبْلَ الْوِتْرِ وَفِىْ ذٰلِكَ نَفْىُ الْوَاحِدَةِ اَنْ تَكُوْنَ وِتْرًا .

✧✧ یہ روایت اس بات کا احتمال رکھتی ہے کہ انہوں نے اس بات کو ناپسند کیا ہو کہ صرف وتر ادا کیے جائیں بلکہ اس کے ساتھ جفت نماز بھی ہونی چاہئے جیسا کہ ہم اس سے پہلے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے یہ نقل کر چکے ہیں تو وتر سے پہلے والے نوافل ہو جائیں گے اور اس روایت میں ایک رکعت کے وتر ہونے کی نفی ہو جاتی ہے۔

وَيُحْتَمَلُ اَنْ يَّكُوْنَ عَلٰى مَعْنٰى مَا ذَكَرْنَا مِنْ حَدِيْثِ اَبِىْ اَيُّوْبَ فِى التَّخْيِيْرِ اِلَّا اَنَّهٗ لَيْسَ فِيْهِ اِبَاحَةُ الْوِتْرِ بِالْوَاحِدَةِ .

---

**178**- اخرجه الدارقطنی فی سننه 24/2

اس میں اس بات کا احتمال بھی موجود ہے جو مفہوم اس سے پہلے ہم حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ کی حدیث میں نقل کر چکے ہیں کہ پہلے لوگوں کو اختیار تھا البتہ ایک رکعت، تر اختیار کرنا جائز نہیں ہوگا۔

**181**-فَقَدْ ثَبَتَ بِهٰذِهِ الْاٰثَارِ الَّتِیْ رَوَیْنَاهَا، عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ الْوِتْرَ اَکْثَرُ مِنْ رَکْعَةٍ، وَلَمْ یُرْوَ فِی الرَّکْعَةِ شَیْءٌ وَّتَاْوِیْلُهٗ یَحْتَمِلُ مَا قَدْ شَرَحْنَاهُ وَبَیَّنَّاهُ فِیْ مَوْضِعِهٖ مِنْ هٰذَا الْبَابِ

✧✧ ان آثار کے ذریعے جو ہم نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے روایت کئے ہیں یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ وتر کی تعداد ایک رکعت سے زیادہ ہے اور یہ حضرات ایک رکعت کو تسلیم نہیں کرتے اور ایک رکعت کی تاویل وہی احتمال رکھے گی جس کی ہم وضاحت کر کے ہیں اور ہم اس باب میں متعلقہ جگہ پر اسے بیان کر چکے ہیں۔

## نماز وتر کی تعداد رکعات کا بیان

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رات کی نماز دو دو رکعت ہے اور جب کسی کو صبح ہونے کا اندیشہ ہونے لگے تو ایک رکعت پڑھ لے، یہ (ایک رکعت) پہلی پڑھی ہوئی نماز کو طاق کر دے گی۔

(صحیح البخاری وصحیح مسلم، مشکوٰۃ المصابیح، جلد اول: رقم الحدیث، 1230)

حدیث کے پہلے جزو کا مطلب یہ ہے کہ رات کو پڑھی جانے والی نفل نمازیں دو دو رکعت کر کے پڑھی جائیں چنانچہ حضرت امام شافعی، حضرت امام ابویوسف اور حضرت امام محمد نے اس حدیث کے پیش نظر کہا ہے کہ افضل یہی ہے کہ رات میں نفل نمازیں اس طرح پڑھی جائیں کہ ہر دو رکعت کے بعد سلام پھیرا جائے یعنی دو دو رکعت کر کے پڑھی جائیں۔ حدیث کے دوسرے جزء کا مطلب یہ ہے کہ رات کو نماز میں مشغول رہنے والا آدمی جب یہ دیکھے کہ رات ختم ہو رہی ہے اور صبح نمودار ہونے والی ہے تو وہ ان نمازوں کے بعد ایک رکعت پڑھ لے تا کہ یہ ایک رکعت پہلی پڑھی ہوئی نمازوں کو طاق کر دے، اس طرح یہ حدیث امام شافعی کی دلیل ہے کیونکہ ان کے نزدیک وتر کی ایک ہی رکعت ہے۔

امام طحاوی حنفی نے صلی رکعۃ واحدۃ الخ کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ "ایک رکعت اس طرح پڑھے کہ اس سے پہلے دو رکعتیں پڑھ لے تا کہ یہ رکعت شفع یعنی اس ایک رکعت سے پہلے پڑھی گئی دونوں رکعتوں کو طاق کر دے۔ گویا ایک رکعت علیحدہ نہ پڑھی جائے بلکہ دو رکعتوں کے ساتھ ملا کر پڑھی جائے۔

علامہ ابن ہمام فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے تو یہ کہیں ثابت ہی نہیں ہوتا کہ وتر کی ایک رکعت علیحدہ تکبیر تحریمہ کے ساتھ پڑھی جائے" لہٰذا اس کے ذریعے وتر کی ایک رکعت ہونے پر استدلال کرنا درست نہیں ہے۔ پھر وتر کی تین ہی رکعتیں ہونے کے سلسلہ میں حنفیہ کی ایک بڑی دلیل یہ بھی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صلوۃ بتیر ا یعنی تنہا ایک رکعت نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔ جہاں تک صحابہ اور سلف کے عمل کا تعلق ہے تو اس کے بارے میں وثوق کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ اکثر فقہا صحابہ اور سلف کا معمول وتر کی تین رکعتیں ہی پڑھنا تھا۔

چنانچہ حضرت عمر فاروق کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے ان کو تو اس سلسلے میں بہت زیادہ اہتمام تھا۔ انہوں نے ایک مرتبہ

حضرت سعید بن مسیب کو وتر ایک رکعت پڑھتے ہوئے دیکھا تو فرمایا کہ " کیسی ناقص نماز پڑھتے ہو؟ دو رکعت اور پڑھو ورنہ تمہیں سزا دوں گا۔ (نہایہ)

جامع ترمذی نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے وتر کی تین رکعتیں نقل کی ہیں اور اسی کو عمران بن حصین، حضرت عائشہ، عبداللہ ابن عباس اور ابوایوب کی طرف منسوب کیا ہے اور آخر میں انہوں نے صراحت کردی ہے کہ صحابہ اور تابعین کی ایک جماعت اسی طرف ہے۔ حضرت عمر فاروق اور حضرت عبداللہ ابن مسعود کے بارے میں مؤطا امام محمد میں مذکور ہے کہ ان کے نزدیک بھی وتر کی تین ہی رکعتیں ہیں۔ حضرت امام حسن بصری فرماتے ہیں کہ سلف کا اسی پر معمول تھا۔ (ہدایہ)

تین رکعت کی وتر صحابہ میں مشہور تھی، ایک رکعت کی وتر تو عام طور پر لوگ جانتے بھی نہ تھے چنانچہ حضرت معاویہ کو عبداللہ ابن عباس کے مولیٰ نے ایک رکعت وتر پڑھتے ہوئے دیکھا تو ان کو بہت تعجب ہوا انہوں نے حضرت عباس کی خدمت میں حاضر ہو کر اس کو بڑے اہتمام کے ساتھ بیان کیا۔ حضرت عبداللہ ابن عباس نے ان کی وحشت و حیرت یہ کہہ کر ختم کردی کہ معاویہ فقیہ ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت سے مشرف ہو چکے ہیں ان پر اعتراض نہ کرو" (صحیح البخاری) بہر حال ان تمام باتوں کو دیکھتے ہوئے فیصلہ کرنا پڑتا ہے کہ وتر کی تین ہی رکعتیں ہیں جن احادیث سے وتر کی ایک رکعت ثابت ہوتی ہے وہ سب قابل تاویل ہیں یا یہ کہ ان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پہلی حالتوں کا ذکر ہے آخر فعل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی تین ہی رکعت پر تھا جو صحابہ میں مشہور ہوا اور ظاہر ہے کہ امت کے لئے آپ کا وہی فعل حجت اور دلیل بن سکتا ہے جس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آخر میں عمل اختیار فرمایا ہو۔

## حکم الوتر علی وجه النظر والقیاس

## باب 3: غور و فکر اور قیاس کے حوالے سے وتر کا حکم

**182**- ثُمَّ اَرَدْنَا اَنْ نَلْتَمِسَ ذٰلِكَ مِنْ طَرِيْقِ النَّظَرِ

✧✧ اور پھر جب ہم نے یہ ارادہ کیا کہ ہم غور و فکر کے حوالے سے اس کا حل تلاش کریں۔

فَوَجَدْنَا الْوِتْرَ لَا يَخْلُو مِنْ اَحَدِ وَجْهَيْنِ، اِمَّا اَنْ يَكُوْنَ فَرْضًا اَوْ سُنَّةً،

تو ہم نے یہ بات پائی کہ وتر میں دو میں سے کوئی ایک صورت ہو سکتی ہے یا وہ فرض ہوں گے یا وہ سنت ہوں گے۔

فَاِنْ كَانَ فَرْضًا فَاِنَّا لَمْ نَرَ شَيْئًا مِّنَ الْفَرَائِضِ اِلَّا عَلٰى ثَلَاثَةِ اَوْجُهٍ، فَمِنْهُ مَا هُوَ رَكْعَتَانِ، وَمِنْهُ مَا هُوَ اَرْبَعٌ وَّمِنْهُ مَا هُوَ ثَلَاثٌ، وَكُلٌّ قَدْ اَجْمَعَ اَنَّ الْوِتْرَ لَا تَكُوْنُ اثْنَتَيْنِ وَلَا اَرْبَعًا .

فَثَبَتَ بِذٰلِكَ اَنَّهٗ ثَلَاثٌ .

اگر وہ فرض ہوں تو ہمیں فرائض کی صرف تین ہی صورتیں سامنے نظر آتی ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ فرض کی دو رکعات ہوتی ہیں ایک یہ ہے کہ اس کی چار رکعات ہوتی ہیں اور ایک یہ ہے کہ اس کی تین رکعات ہوتی ہیں۔

اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ وتر کی نہ دو رکعات ہو سکتی ہیں اور نہ چار ہو سکتی ہیں تو اس کے ذریعے یہ ثابت ہو گیا کہ اس کی تین رکعات ہوں گی۔

هَذَا اِذَا كَانَ فَرْضًا، وَاَمَّا اِذَا كَانَ سُنَّةً، فَاِنَّا لَمْ نَجِدْ شَيْئًا مِنَ السُّنَنِ اِلَّا وَلَهُ مِثْلٌ فِي الْفَرْضِ .

مِنْ ذٰلِكَ الصَّلٰوةُ مِنْهَا تَطَوُّعٌ، وَمِنْهَا فَرْضٌ .

وَمِنْ ذٰلِكَ: الصَّدَقَاتُ، لَهَا اَصْلٌ فِي الْفَرْضِ، وَهُوَ الزَّكَاةُ .

وَمِنْ ذٰلِكَ: الصِّيَامُ، وَلَهُ اَصْلٌ فِي الْفَرْضِ، وَهُوَ صِيَامُ شَهْرِ رَمَضَانَ وَمَا اَوْجَبَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ فِي الْكَفَّارَاتِ .

وَمِنْ ذٰلِكَ: الْحَجُّ، يُتَطَوَّعُ بِهٖ، وَلَهُ اَصْلٌ فِي الْفَرْضِ، وَهُوَ حَجَّةُ الْاِسْلَامِ .

وَمِنْ ذٰلِكَ الْعُمْرَةُ، يُتَطَوَّعُ بِهَا، وَوُجُوبُهَا فِيهِ اخْتِلَافٌ سَنُبَيِّنُهُ فِي مَوْضِعِهٖ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى .

وَمِنْ ذٰلِكَ الْعَتَاقُ، لَهُ اَصْلٌ فِي الْفَرْضِ، وَهُوَ مَا فَرَضَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ فِي الْكِتَابِ مِنَ الْكَفَّارَاتِ وَالظِّهَارِ .

(یہ اس وقت ہے) اگر یہ فرض ہوں۔ اگر یہ سنت ہوں تو ہمیں کوئی بھی ایسی سنت نظر نہیں آتی جس کی فرض میں مثال موجود نہ ہو ان میں نفل نمازیں ہیں اور ان میں صدقات ہیں جن کی اصل فرض میں موجود ہے اور وہ زکوٰۃ ہے اس میں روزے شامل ہیں جن کی اصل فرض میں موجود ہیں اور وہ رمضان کے مہینے کے روزے ہیں اور جو اللہ تعالیٰ نے کفاروں میں لازم کئے ہیں اور ان میں سے ایک حج ہے جسے نفلی طور پر کیا جا سکتا ہے لیکن اس کی اصل فرض میں موجود ہے اور وہ اسلامی حج (فرض حج) ہے اور اسی سے تعلق رکھنے والا عمرہ ہے جسے نفلی طور پر کیا جا سکتا ہے۔ البتہ اس کے وجوب کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے اگر اللہ نے چاہا تو ہم اس کے مناسب مقام پر اس کی وضاحت کریں گے اس میں سے ایک غلام کو آزاد کرنا ہے جس کی اصل فرض میں موجود ہے اور یہ وہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے کفاروں اور ظہار کے حوالے کے حوالے سے اپنی کتاب میں نقل کیا ہے۔

فَكَانَتْ هَذِهِ الْاَشْيَاءُ كُلُّهَا يُتَطَوَّعُ بِهَا، وَلَهَا اُصُولٌ فِي الْفَرْضِ، فَلَمْ نَرَ شَيْئًا يُتَطَوَّعُ بِهٖ، اِلَّا وَلَهُ اَصْلٌ فِي الْفَرْضِ .

وَقَدْ رَاَيْنَا اَشْيَاءَ هِيَ فَرْضٌ وَّلَا يَجُوزُ اَنْ يُّتَطَوَّعَ بِهَا .

مِنْهَا الصَّلٰوةُ عَلَى الْجِنَازَةِ وَهِيَ فَرْضٌ وَّلَا يَجُوزُ اَنْ يُّتَطَوَّعَ بِهَا وَلَا يَجُوزُ لِاَحَدٍ اَنْ يُّصَلِّيَ عَلٰى مَيِّتٍ مَرَّتَيْنِ يَتَطَوَّعُ بِالْاٰخِرَةِ مِنْهُمَا .

یہ وہ تمام اشیاء ہیں جو سب نفلی طور پر کی جاتی ہیں لیکن ان کی اصل فرض میں موجود ہے ہمیں کوئی ایسی چیز نظر نہیں آئی جو نفلی طور پر تو کی جا سکتی ہو لیکن اس کی اصل فرض میں موجود نہ ہو البتہ ہم نے کچھ ایسی چیزیں دیکھی ہیں جو فرض ہیں لیکن انہیں نفلی طور پر کرنا جائز نہیں ہے۔ ان میں سے ایک نماز جنازہ ہے جو فرض ہے لیکن اسے نفلی طور پر ادا نہیں کیا جا سکتا۔ کسی بھی شخص کے لئے یہ بات جائز نہیں ہے کہ وہ ایک میت پر دو مرتبہ نماز جنازہ ادا کرلے اور دوسری مرتبہ نفل کے طور پر ادا کرے۔

فَكَانَ الْفَرْضُ قَدْ يَكُوْنُ فِيْ شَيْءٍ وَّلَا يَجُوْزُ اَنْ يُّتَطَوَّعَ بِمِثْلِهِ.

وَلَمْ نَرَ شَيْئًا يُتَطَوَّعُ بِهٖ اِلَّا وَلَهٗ مِثْلٌ فِي الْفَرْضِ، مِنْهُ اُخِذَ، وَكَانَ الْوِتْرُ يُتَطَوَّعُ بِهٖ، فَلَمْ يَجُزْ اَنْ يَّكُوْنَ كَذٰلِكَ اِلَّا وَلَهٗ مِثْلٌ فِي الْفَرْضِ، وَالْفَرْضُ لَمْ نَجِدْ فِيْهِ وِتْرًا اِلَّا ثَلَاثًا.

فَثَبَتَ بِذٰلِكَ اَنَّ الْوِتْرَ ثَلَاثٌ.

لہٰذا بعض اوقات فرض ایسا ہوسکتا ہے جسے نفلی طور پر ادانہ کیا جاسکتا ہو لیکن کوئی نفل ایسا نہیں ہوگا جس کی فرض میں مثال موجود نہ ہو اس سے یہ حکم اخذ کیا جائے گا کہ وتر کو نفلی طور پر ادا کیا جاسکتا ہے تو یہ بات اسی وقت جائز ہوگی کہ اس کی مثال فرض میں موجود ہو۔ فرض میں ہمیں طاق تعداد میں صرف تین رکعات ملتی ہیں اور اس سے یہ ثابت ہوگیا کہ وتر کی تین رکعات ہیں۔

هٰذَا هُوَ النَّظَرُ وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ، وَاَبِيْ يُوْسُفَ، وَمُحَمَّدٍ، رَحِمَهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰى.

یہ غور وفکر کی صورت تھی۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابومحمد رحمۃ اللہ علیہ اسی بات کے قائل ہیں۔

**183**-وَقَدْ رُوِيَ فِيْ ذٰلِكَ عَنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا حَدَّثَنَا يُوْنُسُ، قَالَ: اَنَا ابْنُ وَهْبٍ اَنَّ مَالِكًا حَدَّثَهٗ ح.

وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرَةَ، قَالَ: ثنا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ، قَالَ: ثنا مَالِكٌ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يُوْسُفَ، عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيْدَ، قَالَ: اَمَرَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ اُبَيَّ بْنَ كَعْبٍ وَّتَمِيْمَ الدَّارِيَّ اَنْ يَّقُوْمَا لِلنَّاسِ بِاِحْدٰى عَشْرَةَ رَكْعَةً قَالَ: فَكَانَ الْقَارِئُ يَقْرَاُ بِالْمِئِيْنَ حَتّٰى يَعْتَمِدَ عَلَى الْعَصَا مِنْ طُوْلِ الْقِيَامِ، وَمَا كُنَّا نَنْصَرِفُ اِلَّا فِيْ فُرُوْعِ الْفَجْرِ.

✧✧ اس بارے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کی کچھ روایات منقول ہیں۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اپنی سند کے ہمراہ سائب بن یزید کا یہ بیان نقل کرتے ہیں' حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ اور حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ کو یہ ہدایت کی کہ وہ لوگوں کو گیارہ رکعات پڑھایا کریں تو قاری صاحب دوسو آیات کی تلاوت کرلیا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ وہ اپنے قیام کی طوالت کی وجہ سے عصا کے ساتھ ٹیک لگالیا کرتے تھے اور ہم اسی وقت نماز ختم کرتے تھے جب صبح صادق قریب ہوتی تھی۔

**184**-فَهٰذَا يَدُلُّ عَلٰى اَنَّهُمْ كَانُوْا يُوْتِرُوْنَ بِثَلَاثٍ لِاَنَّهٗ لَا يَجُوْزُ اَنْ يَّكُوْنُوْا كَانُوْا يُصَلُّوْنَ شَفْعًا وَاحِدًا ثُمَّ يَنْصَرِفُوْنَ عَلَيْهِ حَتّٰى يَصِلُوْهُ بِشَفْعٍ اٰخَرَ

✧✧ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ یہ حضرات تین رکعات وتر ادا کیا کرتے تھے کیونکہ یہ نہیں ہوسکتا کہ کوئی ایک مرتبہ جفت تعداد میں (یعنی دو رکعات) ادا کرے اور پھر وہیں سے نماز ختم کردے۔ یہ اسی وقت ہوگا کہ جب انہوں نے دوسری جفت بھی ساتھ ادا کی ہوں۔

**185**-حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ دَاوُدَ، قَالَ: ثنا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ الْجُعْفِيُّ، قَالَ اَنَا ابْنُ وَهْبٍ، قَالَ: اَخْبَرَنِيْ عَمْرٌو، عَنِ ابْنِ اَبِيْ هِلَالٍ، عَنِ ابْنِ السَّبَّاقِ عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ، قَالَ: دَفَنَّا اَبَا بَكْرٍ لَيْلًا، فَقَالَ عُمَرُ اِنِّيْ لَمْ اُوْتِرْ،

**185**- اخرجه ابن ابی شیبة فی الصلاة 293/2

فَقَامَ وَصَفَفْنَا وَرَاءَهُ، فَصَلَّى بِنَا ثَلَاثَ رَكَعَاتٍ، لَمْ يُسَلِّمْ إِلَّا فِي آخِرِهِنَّ.

✧✧ حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو رات کے وقت دفن کیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے وتر ادا نہیں کیے وہ کھڑے ہوگئے ہم ان کے پیچھے صف بنا کر کھڑے ہوئے انہوں نے ہمیں تین رکعات وتر پڑھائیں اوران کے آخر پر سلام پھیرا۔

**186**- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرَةَ، قَالَ: ثنا أَبُو دَاوُد، قَالَ: ثنا أَبُو خَلْدَةَ، قَالَ: سَأَلْتُ أَبَا الْعَالِيَةِ عَنِ الْوِتْرِ، فَقَالَ: عَلَّمَنَا أَصْحَابُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْ عَلَّمُونَا أَنَّ الْوِتْرَ مِثْلُ صَلَاةِ الْمَغْرِبِ، غَيْرَ أَنَّا نَقْرَأُ فِي الثَّالِثَةِ، فَهَذَا وِتْرُ اللَّيْلِ، وَهَذَا وِتْرُ النَّهَارِ.

✧✧ ابوخلدہ بیان کرتے ہیں: میں نے ابوالعالیہ سے وتر کی نماز کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے بتایا: ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کے بارے میں یہ بات جانتے ہیں (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں) انہوں نے ہمیں یہ تعلیم دی ہے کہ وتر کی نماز مغرب کی نماز کی مانند ہوگی البتہ وتر کی نماز میں ہم تیسری رکعت میں قرأت کرتے ہیں۔ یہ رات کے وتر ہیں اور دن کے وتر بھی ہیں۔ (یعنی طاق نماز ہے)

**187**- حَدَّثَنَا أَبُو بِشْرٍ الرَّقِّيُّ، قَالَ: ثنا شُجَاعٌ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ مِهْرَانَ عَنْ مَالِكِ بْنِ الْحَارِثِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ يَزِيدَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ، قَالَ: الْوِتْرُ ثَلَاثٌ، كَوِتْرِ النَّهَارِ، صَلَاةِ الْمَغْرِبِ.

✧✧ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: وتر کی تین رکعات ہیں جیسے دن کے وتر مغرب کی نماز (طاق تعداد میں ہے)

**188**- حَدَّثَنَا ابْنُ مَرْزُوقٍ، قَالَ: ثنا أَبُو حُذَيْفَةَ، قَالَ: ثنا سُفْيَانُ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ مَالِكِ بْنِ الْحَارِثِ، فَذَكَرَ مِثْلَهُ بِإِسْنَادِهِ.

✧✧ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے اور یہ مالک بن حارث سے منقول ہے۔

**189**- حَدَّثَنَا صَالِحُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، قَالَ: ثنا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ، قَالَ: ثنا هُشَيْمٌ، عَنْ حُمَيْدٍ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالُوا: الْوِتْرُ ثَلَاثُ رَكَعَاتٍ، وَكَانَ يُوتِرُ بِثَلَاثِ رَكَعَاتٍ.

✧✧ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: وتر کی تین رکعات ہوں گی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ خود بھی تین رکعات ادا کیا کرتے تھے۔

**190**- حَدَّثَنَا ابْنُ مَرْزُوقٍ، قَالَ: ثنا عَفَّانَ، قَالَ: ثنا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، قَالَ: ثنا ثَابِتٌ، قَالَ صَلَّى بِي أَنَسٌ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ الْوِتْرَ أَنَا عَنْ يَمِينِهِ وَأُمُّ وَلَدِهِ خَلْفَنَا، ثَلَاثَ رَكَعَاتٍ، لَمْ يُسَلِّمْ إِلَّا فِي آخِرِهِنَّ، ظَنَنْتُ أَنَّهُ يُرِيدُ أَنْ

187- اخرجه ابن ابی شيبة فی الصلاة 292/2

189- اخرجه ابن ابی شيبة فی الصلاة 293/2

يُعَلِّمَنِي .

✧✧ ثابت بیان کرتے ہیں' حضرت انس رضی اللہ عنہ نے مجھے وتر کی نماز پڑھائی میں ان کے دائیں طرف کھڑا ہوا تھا اور ان کی ام ولد ہمارے پیچھے کھڑی تھیں۔ انہوں نے ہمیں تین رکعات پڑھائیں اور ان کے آخر میں سلام پھیرا۔ میرا یہ خیال ہے کہ وہ مجھے اس کا طریقہ تعلیم کر رہے تھے۔

**191** -حَدَّثَنَا اَبُوْ اُمَيَّةَ، قَالَ: ثنا اَبُوْ عَاصِمٍ، عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ، عَنْ نَافِعٍ وَّالْمَقْبُرِيِّ، سَمِعَا مُعَاذًا الْقَارِئَ يُسَلِّمُ فِي الرَّكْعَتَيْنِ مِنَ الْوِتْرِ .

✧✧ مقبری اور نافع بیان کرتے ہیں' انہوں نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ قاری کو سنا کہ وہ وتر کی نماز میں دو رکعات کے بعد سلام پھیر دیتے تھے۔

**192** -حَدَّثَنَا فَهْدٌ، قَالَ: ثنا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ صَالِحٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي اللَّيْثُ، عَنْ عَيَّاشِ بْنِ عَبَّاسٍ الْقِتْبَانِيِّ، عَنْ عَامِرِ بْنِ يَحْيَى، عَنْ حَنَشٍ الصَّنْعَانِيِّ، قَالَ: كَانَ مُعَاذٌ يَقْرَأُ لِلنَّاسِ فِي رَمَضَانَ فَكَانَ يُوتِرُ بِوَاحِدَةٍ، يَفْصِلُ بَيْنَهَا وَبَيْنَ الثِّنْتَيْنِ بِالسَّلَامِ،

حَتّٰى يَسْمَعَ مَنْ خَلْفَهُ تَسْلِيمَهُ .

فَلَمَّا تُوُفِّيَ قَامَ لِلنَّاسِ زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ، فَاَوْتَرَ بِثَلَاثٍ، لَمْ يُسَلِّمْ حَتّٰى فَرَغَ مِنْهُنَّ .

فَقَالَ لَهُ النَّاسُ: اَرَغِبْتَ عَنْ سُنَّةِ صَاحِبِكَ ؟ فَقَالَ: لَا، وَلٰكِنْ اِنْ سَلَّمْتُ انْفَضَّ النَّاسُ .

✧✧ حنش صنعانی بیان کرتے ہیں' حضرت معاذ رضی اللہ عنہ رمضان کے مہینے میں لوگوں کو تراویح پڑھایا کرتے تھے وہ ایک رکعت وتر ادا کرتے تھے اور اس ایک رکعت اور اس سے پہلے کی دو رکعت کے درمیان سلام پھیرا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ وہ سلام کی آواز اپنے پیچھے موجود لوگوں تک پہنچا دیتے تھے جب ان کا انتقال ہو گیا تو حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو نماز پڑھائی۔ انہوں نے تین رکعات ادا کیں جب انہوں نے تینوں رکعات پڑھ لیں تو سلام پھیرا۔ لوگوں نے ان سے کہا آپ اپنے ساتھی کے طریقے سے ہٹ رہے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا: اگر میں پہلے سلام پھیر لیتا تو لوگ گھر واپس چلے جاتے۔

**193** -فَهٰؤُلَاءِ جَمِيعًا مِّنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانُوا يُوتِرُوْنَ بِثَلَاثٍ، فَمِنْهُمْ مَنْ كَانَ يُسَلِّمُ فِي الِاثْنَتَيْنِ وَمِنْهُمْ مَنْ كَانَ لَا يُسَلِّمُ .

فَلَمَّا ثَبَتَ عَنْهُمْ اَنَّ الْوِتْرَ ثَلَاثٌ، نَظَرْنَا فِي حُكْمِ التَّسْلِيمِ بَيْنَ الِاثْنَتَيْنِ مِنْهُنَّ، كَيْفَ هُوَ ؟ فَرَاَيْنَا التَّسْلِيمَ يَقْطَعُ الصَّلٰوةَ وَيُخْرِجُ الْمُسْلِمَ بِهٖ مِنْهَا، حَتّٰى يَكُوْنَ فِي غَيْرِ صَلَاةٍ .

وَقَدْ رَاَيْنَا مَا اَجْمَعُوا عَلَيْهِ مِنَ الْفَرْضِ لَا يَنْبَغِي اَنْ يُّفْصَلَ بَعْضُهُ مِنْ بَعْضٍ بِسَلَامٍ .

فَكَانَ النَّظَرُ عَلٰى ذٰلِكَ اَنْ يَّكُوْنَ كَذٰلِكَ، الْوِتْرُ لَا يَنْبَغِي اَنْ يُّفْصَلَ بَعْضُهُ مِنْ بَعْضٍ بِسَلَامٍ .

---

**190**- اخرجه ابن ابی شيبة فی الصلاة 294/2

**191**- اخرجه ابن ابی شيبة فی الصلاة 292/2

✧✧ یہ تمام نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب ہیں جو تین رکعات ادا کیا کرتے تھے ان میں کچھ وہ ہیں جو دو رکعات کے بعد سلام پھیر لیتے تھے اور کچھ وہ ہیں جو سلام نہیں پھیرا کرتے تھے۔

جب ان حضرات سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ وتر کی تین رکعات ہیں تو ہم نے سلام پھیرنے کے حکم کا جائزہ لیا کہ کیا ان میں سے دو رکعات کے بعد سلام پھیرا جائے گا لیکن یہ کیسے ہوسکتا ہے جبکہ ہم نے یہ بات دیکھی ہے کہ سلام پھیرنا نماز کو ختم کر دیتا ہے اور سلام پھیرنے والے شخص کو باہر نکال دیتا ہے یہاں تک کہ وہ شخص دوسری نماز ادا کرتا ہے۔ ہم نے یہ بات دیکھی ہے کہ اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ فرض نماز پڑھنے والے کے لئے سلام کے ذریعے نماز کے کچھ حصے کو دوسرے سے الگ کرنا درست نہیں ہے تو اس پر قیاس کرتے ہوئے ہونا یہ چاہئے کہ وتر کا حکم بھی یہی ہو اس میں بھی ایک حصے کو دوسرے حصے سے سلام کے ذریعے الگ کرنا درست نہیں ہونا چاہئے۔

فَاِنْ قَالَ قَائِلٌ: فَاِنَّهٗ قَدْ رُوِیَ عَنْ غَیْرِ وَاحِدٍ مِنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ كَانَ يُوْتِرُ بِوَاحِدَةٍ،

اگر کوئی شخص یہ کہے کہ ایک سے زیادہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے یہ بات منقول ہے کہ وہ ایک رکعت وتر ادا کیا کرتے تھے۔

**194**- فَذَكَرَ مَا حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرَةَ، قَالَ: ثنا اَبُوْ دَاوُدَ، قَالَ: ثنا فُلَيْحُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْخُزَاعِيُّ، قَالَ: ثنا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُنْكَدِرِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ التَّيْمِيِّ، قَالَ: قُلْتُ: لَا يَغْلِبُنِي اللَّيْلَةَ عَلَى الْقِيَامِ اَحَدٌ، فَقُمْتُ اُصَلِّي فَوَجَدْتُ حِسَّ رَجُلٍ مِنْ خَلْفِ ظَهْرِي فَنَظَرْتُ فَاِذَا عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ، فَتَنَحَّيْتُ لَهٗ فَتَقَدَّمَ فَاسْتَفْتَحَ الْقُرْاٰنَ حَتّٰى خَتَمَ ثُمَّ رَكَعَ وَسَجَدَ فَقُلْتُ اَوْهَمَ الشَّيْخُ، فَلَمَّا صَلّٰى قُلْتُ: يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ، اِنَّمَا صَلَّيْتَ رَكْعَةً وَاحِدَةً، فَقَالَ: اَجَلْ، هِيَ وِتْرِي.

✧✧ پھر وہ یہ بات ذکر کرے کہ حضرت عبدالرحمٰن تیمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' میں نے سوچا کہ آج رات میں نوافل ضرور ادا کروں گا۔ میں نماز پڑھنے کے لئے کھڑا ہوا تو مجھے اپنی کمر کے پیچھے کسی شخص کی موجودگی محسوس ہوئی جب میں نے مڑ کر دیکھا تو وہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ تھے۔ میں پیچھے ہٹ گیا وہ آگے بڑھے انہوں نے قرآن پاک پڑھنا شروع کیا یہاں تک کہ قرأت ختم کی تو رکوع میں چلے گئے اور سجدہ کیا (اور سلام پھیر دیا) میں نے سوچا شاید شیخ کو غلط فہمی ہوئی ہے جب انہوں نے سلام پھیر لیا تو میں نے عرض کی: امیر المومنین! آپ نے ایک رکعت ادا کی ہے انہوں نے کہا: ہاں ایسا ہی ہے یہ میری وتر کی نماز تھی۔

قِيْلَ لَهٗ: قَدْ يَجُوْزُ اَنْ يَّكُوْنَ عُثْمَانُ كَانَ يَفْصِلُ بَيْنَ شَفْعِهٖ وَوِتْرِهٖ فَيَكُوْنُ قَدْ صَلّٰى شَفْعَهٗ قَبْلَ ذٰلِكَ، ثُمَّ اَوْتَرَ فِيْ وَقْتِ مَا رَاٰهُ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ.

وَفِيْ اِنْكَارِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ فِعْلَ عُثْمَانَ دَلِيْلٌ عَلٰى اَنَّ الْعَادَةَ الَّتِيْ قَدْ كَانَ جَرٰى عَلَيْهَا قَبْلَ ذٰلِكَ وَعَرَفَهَا عَلٰى غَيْرِ مَا فَعَلَ عُثْمَانُ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ فَلَهٗ صُحْبَةٌ.

اس شخص سے یہ کہا جائے گا کہ ہوسکتا ہے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بھی اپنی جفت اور طاق رکعت کے درمیان فصل کرتے ہوں (یعنی

سلام پھیر دیتے ہوں) انہوں نے اپنی جفت رکعات پہلے ادا کر لی ہوں۔ اور پھر طاق رکعت اس وقت ادا کی جب عبدالرحمٰن نے انہیں دیکھا۔ حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے فعل پر انکار کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ عام عادت جو لوگوں میں جاری تھی اس سے پہلے یہی تھی اور وہ اسی کو جانتے تھے اور وہ اس کے برعکس تھی جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کیا تھا۔

امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ان عبدالرحمٰن کو صحابی ہونے پر شرف حاصل ہے۔

**195**-فَقَدْ دَخَلَ بِذٰلِكَ هٰذَا الْمَعْنٰى فِي الْمَعْنَى الْاَوَّلِ.

وَاِنِ احْتَجَّ فِيْ ذٰلِكَ مُحْتَجٌّ بِمَا رُوِيَ عَنْ سَعْدٍ،

✧✧ اس وضاحت کے ذریعے یہ مفہوم پہلے والے مفہوم میں داخل ہو جائے گا۔

اگر کوئی شخص حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی روایت کو دلیل کے طور پر پیش کرے۔

فَاِنَّهٗ قَدْ حَدَّثَنَا يُوْنُسُ، قَالَ: ثنا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ، قَالَ: ثنا بَكْرُ بْنُ مُضَرَ، عَنْ جَعْفَرِ بْنِ رَبِيْعَةَ، حَدَّثَهُمْ، عَنْ يَعْقُوْبَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْاَشَجِّ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ قَالَ: شَهِدَ عِنْدِيْ مِنْ شُيُبٍ مِنْ اٰلِ سَعْدِ بْنِ اَبِيْ وَقَّاصٍ، اَنَّ سَعْدَ بْنَ اَبِيْ وَقَّاصٍ كَانَ يُوْتِرُ بِوَاحِدَةٍ.

سعید بن مسیب فرماتے ہیں: میرے سامنے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے خاندان سے تعلق رکھنے والے افراد نے یہ گواہی دی کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ ایک رکعت وتر ادا کیا کرتے تھے۔

**196**-حَدَّثَنَا صَالِحُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، قَالَ: ثنا سَعِيْدُ بْنُ مَنْصُوْرٍ، قَالَ: ثنا هُشَيْمٌ، قَالَ: ثنا حُصَيْنٌ، عَنْ مُصْعَبِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ اَبِيْهِ اَنَّهٗ كَانَ يُوْتِرُ بِوَاحِدَةٍ

✧✧ حضرت مصعب بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' ان کے والد ایک رکعت وتر ادا کیا کرتے تھے۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ خُزَيْمَةَ، قَالَ: ثنا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ رَجَاءٍ، قَالَ: ثنا شُعْبَةُ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَلَمَةَ قَالَ: اَمَّنَا سَعْدُ بْنُ اَبِيْ وَقَّاصٍ فِيْ صَلَاةِ الْعِشَاءِ الْاٰخِرَةِ، فَلَمَّا انْصَرَفَ، تَنَحّٰى فِيْ نَاحِيَةِ الْمَسْجِدِ، فَصَلّٰى رَكْعَةً فَاتَّبَعْتُهٗ فَاَخَذْتُ بِيَدِهٖ فَقُلْتُ لَهٗ: يَا اَبَا اِسْحَاقَ مَا هٰذِهِ الرَّكْعَةُ؟ فَقَالَ: وِتْرٌ اَنَامُ عَلَيْهِ، قَالَ عَمْرٌو: فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِمُصْعَبِ بْنِ سَعْدٍ فَقَالَ: كَانَ يُوْتِرُ بِرَكْعَةٍ يَعْنِيْ سَعْدًا.

✧✧ حضرت عبداللہ بن سلمہ بیان کرتے ہیں' حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے ہمیں عشاء کی نماز پڑھائی جب وہ نماز پڑھ کر فارغ ہوئے تو مسجد کے ایک کنارے میں الگ ہو گئے وہاں ایک کعت ادا کی میں ان کے پیچھے گیا میں نے ان کا ہاتھ تھام لیا میں نے ان سے کہا: اے ابواسحاق! یہ ایک رکعت کس چیز کی ہے۔ انہوں نے جواب دیا: یہ وتر ہیں میں اسے پڑھ کر سونا چاہتا تھا۔ عمرو نامی راوی بیان کرتے ہیں' انہوں نے اس بات کا تذکرہ مصعب بن سعد سے کیا تو انہوں نے بتایا: (حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ) ایک رکعت وتر ادا کیا کرتے تھے۔

---

**195**- اخرجه ابن ابی شیبة فی الصلاة **292/2**

**196**- اخرجه ابن ابی شیبة فی الصلاة **292/2**

قِيلَ لَهُ: قَدْ يَجُوزُ اَنْ يَكُوْنَ سَعْدٌ فَعَلَ فِيْ ذٰلِكَ مَا احْتَمَلَهُ مَا فَعَلَهُ عُثْمَانُ فِيمَا ذَكَرْنَا قَبْلَهُ.

امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس شخص سے یہ کہا جائے گا کہ ہوسکتا ہے حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے وہی کچھ کیا ہو اور اس میں وہی احتمال ہو جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے طرز عمل میں تھا جس کا ہم اس سے پہلے تذکرہ کر چکے ہیں۔

**197**-فَاِنْ قَالَ قَائِلٌ: فَفِيْ حَدِيْثِ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ مَا يَدُلُّ عَلٰى خِلَافِ ذٰلِكَ لِاَنَّهُ قَالَ: صَلّٰى بِنَا فَلَمَّا انْصَرَفَ تَنَحّٰى فَصَلّٰى رَكْعَةً

✧✧ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ عمرو بن مرّہ کی روایت میں اس پر دلالت کی جاتی ہے اور وہ یہ الفاظ ہیں کہ انہوں نے کہا: حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے ہمیں نماز پڑھائی وہ نماز پڑھا کر فارغ ہوئے تو ایک طرف ہٹے اور ایک رکعت ادا کی۔

قِيلَ لَهُ: قَدْ يَجُوزُ اَنْ يَكُوْنَ ذٰلِكَ الِانْصِرَافُ هُوَ الِانْصِرَافُ اِلٰى مَنْزِلِهِ وَقَدْ صَلّٰى قَبْلَ ذٰلِكَ بَعْدَ انْصِرَافِهِ مِنْ صَلَاتِهِ.

اس شخص کو یہ جواب دیا جاسکتا ہے ایسا ہوسکتا ہے کہ یہ ان کا اپنے گھر کی طرف واپس جانا مراد ہو اور وہ اپنی نماز مکمل کرنے کے بعد اسے ادا کر چکے ہوں۔

**198**-وَقَدْ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُمَيَّةَ، قَالَ: ثنا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ عَطَاءٍ قَالَ: ثنا دَاوُدَ بْنُ اَبِيْ هِنْدٍ عَنْ عَامِرٍ، قَالَ: كَانَ اٰلُ سَعْدٍ وَّاٰلُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ يُسَلِّمُوْنَ فِي الرَّكْعَتَيْنِ مِنَ الْوِتْرِ وَيُوْتِرُوْنَ بِرَكْعَةٍ رَكْعَةٍ.

✧✧ عامر بیان کرتے ہیں' حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی آل اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی آل دو رکعات پڑھنے کے بعد سلام پھیر دیا کرتے تھے یہ وتر میں ایسا کرتے تھے۔ یہ لوگ وتر میں ایک رکعت ادا کیا کرتے تھے۔

**199**-فَقَدْ بَيَّنَ الشَّعْبِيُّ فِيْ هٰذَا الْحَدِيْثِ مَذْهَبَ اٰلِ سَعْدٍ فِي الْوِتْرِ، وَهُمُ الْمُقْتَدُوْنَ بِسَعْدٍ، الْمُتَّبِعُوْنَ لِفِعْلِهِ، وَاَنَّ وِتْرَهُمُ الَّذِيْ كَانَ رَكْعَةً رَكْعَةً اِنَّمَا هُوَ وِتْرٌ بَعْدَ صَلَاةٍ، قَدْ فَصَلُوْا بَيْنَهُ وَبَيْنَهَا بِتَسْلِيمٍ.
فَقَدْ عَادَ ذٰلِكَ اِلٰى قَوْلِ الَّذِيْنَ ذَهَبُوْا اِلٰى اَنَّ الْوِتْرَ ثَلَاثٌ.

✧✧ شعبی نے اس حدیث میں یہ بات بیان کی ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی اولاد کا وتر کی نماز کے بارے میں مذہب کیا ہے اور یہ لوگ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی پیروی کرنے والے تھے اور ان کے طریقے کی اتباع کرنے والے تھے اور ان کی وتر کی نماز ایک رکعت پر مشتمل ہوتی تھی اور یہ وہ ایک رکعت ہے جو نماز کے بعد ہوتی تھی لہٰذا یہ لوگ اس ایک رکعت کے درمیان اور اس سے پہلی والی نماز کے درمیان سلام پھیر کر فصل کیا کرتے تھے اس کے ذریعے بھی ان لوگوں کے قول کی طرف رجوع ہو جائے گا جو اس بات کے قائل ہیں کہ وتر کی تین رکعات ہوتی ہیں۔

**200**-وَقَدْ حَدَّثَنَا بَكَّارٌ قَالَ: ثنا اَبُوْ دَاوُدَ قَالَ: ثنا حَمَّادٌ، عَنْ حَمَّادٍ، عَنْ اِبْرَاهِيمَ، اَنَّ ابْنَ مَسْعُوْدٍ عَابَ ذٰلِكَ عَلٰى سَعْدٍ وَّمُحَالٌ - عِنْدَنَا - اَنْ يَّكُوْنَ عَبْدُ اللّٰهِ عَابَ ذٰلِكَ عَلٰى سَعْدٍ مَعَ نُبْلِ سَعْدٍ وَّعِلْمِهِ اِلَّا لِمَعْنًى قَدْ ثَبَتَ عِنْدَهُ، وَهُوَ اَوْلٰى مِنْ فِعْلِهِ، وَلَوْ كَانَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ اِنَّمَا خَالَفَهُ بِرَاْيِهِ لَمَا كَانَ رَاْيُهُ اَوْلٰى مِنْ رَاْيِ سَعْدٍ، وَلَمَا

عَابَ ذٰلِكَ عَلٰى سَعْدٍ، اِذَا كَانَ مَا اَخَذَ ذٰلِكَ مِنْهُ هُوَ الرَّأْيُ، وَلٰكِنَ الَّذِيْ عَلِمَهُ ابْنُ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ مِمَّا خَالَفَ فِعْلَ سَعْدٍ فِيْ ذٰلِكَ هُوَ غَيْرُ الرَّأْيِ .

✧✧ ابراہیم نخعی فرماتے ہیں: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ پر تنقید کی ہے (امام طحاوی فرماتے ہیں) ہمارے نزدیک یہ بات محال ہے کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ اس بارے میں حضرت سعد رضی اللہ عنہ پر تنقید کریں حالانکہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ بڑے سمجھدار اور صاحب علم آدمی ہیں ایسا اسی صورت میں ہوسکتا ہے کہ جب حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے نزدیک یہ بات ثابت ہو جائے اور وہ علم اور ثبوت حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے طرز عمل سے زیادہ مستند ہو اور اگر حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اپنی رائے کے ذریعے مخالفت کرنی ہوتی تو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی رائے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی رائے سے زیادہ مستند شمار نہیں ہوسکتی تھی لیکن جب انہوں نے اس بارے میں حضرت سعد رضی اللہ عنہ پر تنقید کی تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ جس بارے میں انہوں نے ایسا کیا ہے وہ مسئلہ رائے کے ساتھ تعلق نہیں رکھتا۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اس بات کو جانتے تھے اس لئے انہوں نے اس بارے میں حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے طرز عمل کی مخالفت کی اور اس کا تعلق رائے کے ساتھ نہیں ہے۔

**201**-وَاِنِ احْتَجَّ فِيْ ذٰلِكَ بِمَا حَدَّثَنَا فَهْدٌ، قَالَ: ثنا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيْرٍ عَنِ الْاَوْزَاعِيِّ، عَنْ يَزِيْدَ بْنِ اَبِيْ مَرْيَمَ، عَنْ اَبِيْ عُبَيْدِ اللّٰهِ، قَالَ: رَاَيْتُ اَبَا الدَّرْدَاءِ وَفَضَالَةَ بْنَ عُبَيْدٍ، وَمُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ يَدْخُلُوْنَ الْمَسْجِدَ وَالنَّاسُ فِيْ صَلَاةِ الْغَدَاةِ فَيَتَنَحَّوْنَ اِلٰى بَعْضِ السَّوَارِيْ فَيُوْتِرُ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمْ بِرَكْعَةٍ ثُمَّ يَدْخُلُوْنَ مَعَ النَّاسِ فِي الصَّلٰوةِ .

قِيْلَ لَهُ: قَدْ يَجُوْزُ اَنْ يَكُوْنَ ذٰلِكَ كَانَ مِنْهُمْ بَعْدَمَا كَانُوْا صَلَّوْا فِيْ بُيُوْتِهِمْ اَشْفَاعًا كَثِيْرَةً ؟ فَكَانَ ذٰلِكَ الَّذِيْ صَلَّوْا فِيْ بُيُوْتِهِمْ هُوَ الشَّفْعَ وَمَا صَلَّوْا فِي الْمَسْجِدِ هُوَ الْوِتْرَ فَيَعُوْدُ ذٰلِكَ اَيْضًا اِلَى الْوِتْرِ ثَلَاثٌ .

✧✧ اگر کوئی اس روایت سے استدلال کرے۔ ابوعبیداللہ بیان کرتے ہیں' میں نے حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ اور حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو دیکھا یہ حضرات مسجد میں داخل ہوئے لوگ اس وقت فجر کی نماز پڑھ رہے تھے۔ یہ لوگ مسجد میں ایک ستون کے ایک کنارے کے پاس کھڑے ہوئے ان میں سے ہر ایک نے ایک رکعت وتر ادا کیا پھر لوگوں کے ساتھ نماز میں شامل ہو گئے۔

اس شخص سے یہ کہا جائے گا کہ ایسا ہوسکتا ہے کہ ان حضرات نے اپنے گھروں میں جفت تعداد میں کئی رکعات ادا کر لی ہوں تو اس کے بعد انہوں نے مسجد میں طاق تعداد میں رکعت ادا کر لی۔ تو یہ بھی اسی مفہوم کی طرف جائے گا جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ وتر کی تین رکعات ہیں۔

**202**-وَقَدْ حَدَّثَنَا رَبِيْعٌ الْمُؤَذِّنُ، قَالَ: ثنا ابْنُ وَهْبٍ، قَالَ: اَخْبَرَنِي ابْنُ اَبِي الزِّنَادِ، عَنْ اَبِيْهِ، قَالَ: اَثْبَتَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ الْوِتْرَ بِالْمَدِيْنَةِ بِقَوْلِ الْفُقَهَاءِ ثَلَاثًا، لَا يُسَلِّمُ اِلَّا فِيْ اٰخِرِهِنَّ .

✧✧ ابوزناد کے صاحبزادے اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں' حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے مدینہ منورہ میں یہ حکم

ثابت رکھا تھا کہ فقہاء فرماتے ہیں: وتر کی تین رکعات ہیں اور ان میں صرف آخر میں سلام پھیرا جائے گا۔

**203**-حَدَّثَنَا اَبُو الْعَوَّامِ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ الْجَبَّارِ الْمُرَادِیُّ قَالَ: ثنا خَالِدُ بْنُ نِزَارٍ الْاَیْلِیُّ، قَالَ: ثنا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ اَبِی الزِّنَادِ، عَنْ اَبِیْهِ، عَنِ السَّبْعَةِ، سَعِیْدِ بْنِ الْمُسَیَّبِ، وَعُرْوَةَ بْنِ الزُّبَیْرِ، وَالْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ، وَاَبِیْ بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، وَخَارِجَةَ بْنِ زَیْدٍ، وَعُبَیْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، وَسُلَیْمَانَ بْنِ یَسَارٍ، فِی مَشْیَخَةٍ سِوَاهُمْ اَهْلِ فِقْهٍ وَّصَلَاحٍ وَّفَضْلٍ وَّرُبَّمَا اخْتَلَفُوا فِی الشَّیْءِ فَاَخَذَ بِقَوْلِ اَكْثَرِهِمْ وَاَفْضَلِهِمْ رَأْیًا.

فَكَانَ مِمَّا وَعَیْتُ عَنْهُمْ عَلٰی هٰذِهِ الصِّفَةِ اَنَّ الْوِتْرَ ثَلَاثٌ لَا یُسَلِّمُ اِلَّا فِیْ اٰخِرِهِنَّ

✧✧ عبدالرحمٰن بن زناد اپنے والد کے حوالے سے سات اہل علم کا یہ بیان نقل کرتے ہیں' سعید بن مسیب، عروہ بن زبیر، قاسم بن محمد، ابوبکر بن عبدالرحمٰن، خارجہ بن زید، عبداللہ اور سلیمان بن یسار' ان حضرات نے ان کے علاوہ دیگر اہل علم نیک اور صاحب فضیلت لوگوں کی موجودگی میں یہ کام کیا تھا۔ بعض اوقات ان حضرات کے درمیان کسی چیز میں اختلاف ہوتا تھا تو ان میں سے اکثر کے قول کو اختیار کیا جاتا تھا اور اس کی رائے کو اختیار کیا جاتا تھا جو زیادہ فضیلت رکھتا ہو۔ میں نے ان حضرات کے حوالے سے یہ بات جانی ہے کہ وتر کی تین رکعات ہوتی ہیں اور اس کے صرف آخر میں سلام پھیرا جائے گا۔

فَهٰذَا مَنْ ذَكَرْنَا مِنْ فُقَهَاءِ الْمَدِیْنَةِ وَعُلَمَائِهِمْ قَدْ اَجْمَعُوْا اَنَّ الْوِتْرَ ثَلَاثٌ لَا یُسَلِّمُ اِلَّا فِیْ اٰخِرِهِنَّ،

ہم نے جو یہ روایت ذکر کی ہے اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مدینہ منورہ کے فقہاء اور علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ وتر کی تین رکعات ہوتی ہیں اور ان کے صرف آخر میں سلام پھیرا جائے گا۔

وَتَابَعَهُمْ عَلٰی ذٰلِكَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِیْزِ، وَلَمْ یُنْكِرْ ذٰلِكَ مُنْكِرٌ سِوَاهُمْ

وَقَدْ عَلِمَ سَعِیْدُ بْنُ الْمُسَیَّبِ مَا كَانَ مِنْ وِتْرِ سَعْدٍ، فَاَفْتٰی بِغَیْرِهٖ، وَرَاٰهُ اَوْلٰی مِنْهُ

وَقَدْ اَفْتٰی عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَیْرِ بِذٰلِكَ اَیْضًا،

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے بھی اس کی پیروی کی ہے اور ان حضرات کے علاوہ اور کسی نے بھی ان کا انکار نہیں کیا۔

حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ یہ بات جانتے تھے کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ ایک رکعت وتر ادا کرتے تھے۔ اس کے باوجود انہوں نے اس کے برعکس فتویٰ دیا ہے اور انہوں نے اس فتویٰ کو حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے طرز عمل سے زیادہ بہتر سمجھا ہے۔

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے بھی اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔

وَقَدْ رَوٰی عَنْهُ الزُّهْرِیُّ وَابْنُهٗ هِشَامٌ فِی الْوِتْرِ مَا قَدْ تَقَدَّمَتْ رِوَایَتُنَا لَهٗ فِیْ هٰذَا الْبَابِ.

زہری نے ان کے حوالے سے یہ بات بیان کی ہے اور ان کے صاحبزادے ہشام نے بھی یہ بات بیان کی ہے اور یہ وتر کے بارے میں ہے جو پہلے اس باب میں گزر چکی ہے۔ ہم ان روایات کو اس باب میں ذکر کر چکے ہیں۔

**204**-فَهٰذَا عِنْدَنَا مِمَّا لَا یَنْبَغِیْ خِلَافُهٗ لِمَا قَدْ شَهِدَ لَهٗ مِنْ حَدِیْثِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ فِعْلِ اَصْحَابِهٖ، وَاَقْوَالِ اَكْثَرِهِمْ مِنْ بَعْدِهٖ ثُمَّ اتَّفَقَ عَلَیْهِ تَابِعُوْهُمْ.

✧✧ ہمارے نزدیک یہ وہ حکم ہے جس کی مخالفت کرنا مناسب نہیں ہے جبکہ نبی اکرم ﷺ کی احادیث سے آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اقوال سے اوران کے بعد آنے والے اہل علم کی اکثریت کے اقوال سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ اوران کی پیروی کرنے والوں نے بھی اس پر اتفاق کیا۔

# كِتَابُ الطَّلَاقِ
# یہ کتاب طلاق کے بیان میں ہے

## طلاق کی لغوی تعریف

علامہ ابن ہمام حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

وَالطَّلَاقُ اسْمٌ بِمَعْنَى الْمَصْدَرِ الَّذِي هُوَ التَّطْلِيقُ كَالسَّلَامِ وَالسَّرَاحِ بِمَعْنَى التَّسْلِيمِ وَالتَّسْرِيحِ، وَمِنْهُ قَوْلُهُ تَعَالَى (الطَّلَاقُ مَرَّتَانِ) أَيْ التَّطْلِيقُ، أَوْ هُوَ مَصْدَرُ طَلُقَتْ بِضَمِّ اللَّامِ أَوْ فَتْحِهَا طَلَاقًا كَالْفَسَادِ .وَعَنْ الْأَخْفَشِ نَفْيُ الضَّمِّ .وَفِي دِيوَانِ الْأَدَبِ إنَّهُ لُغَةٌ، وَالطَّلَاقُ لُغَةً رَفْعُ الْوَثَاقِ مُطْلَقًا، وَاسْتُعْمِلَ فِعْلُهُ بِالنِّسْبَةِ إلَى غَيْرِ نِكَاحِ الْمَرْأَةِ مِنْ الْأَفْعَالِ أَطْلَقْت بَعِيرِي وَأَسِيرِي، وَفِيهِ مِنْ التَّفْعِيلِ طَلَّقْت امْرَأَتِي، يُقَالُ ذَلِكَ إخْبَارًا عَنْ أَوَّلِ طَلْقَةٍ أَوْقَعَهَا، فَإِنْ قَالَهُ ثَانِيَةً فَلَيْسَ فِيهِ إلَّا التَّأْكِيدُ، أَمَّا إذَا قَالَهُ فِي الثَّالِثَةِ فَلِلتَّكْثِيرِ كَغَلَّقْتِ الْأَبْوَابَ .(فتح القدیر، ج۷، ص ۴۴۱، بیروت)

یہ مصدر ہے: طلقت المرأة وطلقت تطلق طلاقا فهي طالق سے یعنی چھوڑنا، ترک کرنا اور الگ کر دینا۔ کہا جاتا ہے: طلق البلاد یعنی اس نے شہر چھوڑ دیا، اور أطلق الأسير یعنی قیدی کو رہا کر دیا۔ اسی طرح یہ چند دیگر معانی پر بھی دلالت کرتا ہے:

اس کا اطلاق پاک، صاف اور حلال پر بھی ہوتا ہے۔ کہا جاتا ہے: هو لك طلق یعنی وہ تیرے لیے حلال ہے۔ اسی طرح بُعد اور دوری پر بھی بولا جاتا ہے، کہا جاتا ہے: طلق فلان فلاں شخص دور ہوا۔

اسے خروج اور نکلنے کے معنوں میں بھی استعمال کیا جاتا ہے جیسا کہ انت طلق من هذا الأمر (اللسان: ۲۶۹۶۴، مجمل اللغۃ: ۳۳۰۳) یعنی تو اس معاملے سے خارج ہے۔

علامہ ابن حجر عسقلانی شافعی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: مذکورہ معانی پر گہری نظر ڈالتے ہیں تو مقصود لفظ طلاق اور ان میں ہم یک گونہ ربط پاتے ہیں۔ جب شوہر بیوی کو طلاق دیتا ہے تو اس کو چھوڑ رہا ہوتا ہے اور کسی دوسرے کے لیے اسے حلال کر رہا ہوتا ہے۔ اس سے دوری اختیار کر رہا ہوتا ہے تو اس عقد سے بھی نکل رہا ہوتا ہے جو ان دونوں کو جمع کیے ہوئے تھا، چنانچہ لفظ طلاق میں یہ تمام معانی جمع ہو جاتے ہیں۔ (فتح الباری: ۲۵۸۹)

## طلاق کی شرعی تعریف

طلاق کی شرعی تعریف کے سلسلہ میں فقہائے کرام کی طرف سے متعدد عبارات دیکھنے میں آئی ہیں۔ ان میں سے جامع و مانع تعریف اس طرح ہوگی۔

حل قيد النكاح (وبعضه) في الحال أو المآل بلفظ مخصوص ۔(الدرالمختار:۳؍۱۴۲)

علامہ ابن قاسم لکھتے ہیں کہ حال یا مستقبل میں کسی مخصوص لفظ کے ساتھ نکاح کی گرہ کھولنا۔ یہ تعریف الدرالمختار کی ہے جس پر اہل علم کا اتفاق موجود ہے۔ میں نے اس میں (وبعضہ) کا اضافہ اس لیے کیا ہے کہ اس میں طلاقِ رجعی بھی داخل ہو جائے۔

(الروض المربع لابن قاسم:۶؍۴۸۲)

## قرآن کے مطابق مشروعیت طلاق کا بیان

(۱) اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ فَاِمْسَاكٌ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌ بِاِحْسَانٍ ۔(البقرہ،۲۳۰)

طلاق (جس کے بعد رجعت ہو سکے) دو بار تک ہے پھر بھلائی کے ساتھ روک لینا ہے یا بھلائی کے ساتھ چھوڑ دینا۔

(۲) فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَه مِنْ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَه فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَآ اَنْ يَّتَرَاجَعَآ اِنْ ظَنَّآ اَنْ يُّقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ وَ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ يُبَيِّنُهَا لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۔(البقرہ۲۳۲)

پھر اگر تیسری طلاق دی تو اس کے بعد وہ عورت اسے حلال نہ ہوگی جب تک دوسرے شوہر سے نکاح نہ کرے۔ پھر اگر دوسرے شوہر نے طلاق دے دی تو اُن دونوں پر گناہ نہیں کہ دونوں آپس میں نکاح کر لیں۔ اگر یہ گمان ہو کہ اللہ (عزوجل) کے حدود کو قائم رکھیں گے اور یہ اللہ (عزوجل) کی حدیں ہیں، اُن لوگوں کے لیے بیان کرتا ہے جو سمجھدار ہیں۔

(۳) وَ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ سَرِّحُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ وَّ لَا تُمْسِكُوْهُنَّ ضِرَارًا لِّتَعْتَدُوْا وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَه وَلَا تَتَّخِذُوْٓا اٰيٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا وَ اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَمَآ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنَ الْكِتٰبِ وَالْحِكْمَةِ يَعِظُكُمْ بِه وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۔(البقرہ۲۳۱)

اور جب تم عورتوں کو طلاق دو اور اُن کی میعاد پوری ہونے لگے تو اُنہیں بھلائی کے ساتھ روک لو یا خوبی کے ساتھ چھوڑ دو اور اُنہیں ضرر دینے کے لیے نہ روکو کہ حد سے گزر جاؤ اور جو ایسا کرے گا اُس نے اپنی جان پر ظلم کیا اور اللہ (عزوجل) کی آیتوں کو ٹھٹا نہ بناؤ اور اللہ (عزوجل) کی نعمت جو تم پر ہے اُسے یاد کرو اور وہ جو اُس نے کتاب و حکمت تم پر اُتاری تمہیں نصیحت دینے کو اور اللہ (عزوجل) سے ڈرتے رہو اور جان لو کہ اللہ (عزوجل) ہر شے کو جانتا ہے۔

(۴) وَ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ اَنْ يَّنْكِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ اِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ ذٰلِكَ يُوْعَظُ بِه مَنْ كَانَ مِنْكُمْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ذٰلِكُمْ اَزْكٰى لَكُمْ وَاَطْهَرُ وَاللّٰهُ

يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۔(البقرہ ۲۳۲)

اور جب عورتوں کو طلاق دو اور اُن کی میعاد پوری ہو جائے تو لے عورتوں کے والیو! اُنہیں شوہروں سے نکاح کرنے سے نہ روکو جب کہ آپس میں موافق شرع رضامند ہو جائیں۔ یہ اُس کو نصیحت کی جاتی ہے جو تم میں سے اللہ (عزوجل) اور قیامت پر ایمان رکھتا ہو۔ یہ تمہارے لیے زیادہ ستھرا اور پاکیزہ ہے اور اللہ (عزوجل) جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔

(۵) فان خفتم الا يقيما حدود الله فلا جناح عليهما فيما افتدت به (البقرہ ۲۲۹)

اگر تم کو خوف ہو کہ وہ اللہ کی حدوں پر قائم نہ رہ سکیں گے تو دونوں پر کوئی حرج نہیں کہ عورت بدلہ دے کر علیحدگی اختیار کرے۔

اس آیت مبارکہ سے معلوم ہوا کہ جب شوہر اور بیوی اللہ تعالیٰ کے احکام و حدود کو قائم نہ رکھ سکیں اور نکاح کے مقاصد فوت ہونے کا پختہ قرینہ موجود ہو تو پھر ایسی صورت میں شوہر کیلئے مباح ہے کہ وہ اسلام کے بیان کردہ طریقے کے مطابق طلاق دے اور اسی طرح عورت کیلئے بھی مباح ہے کہ اپنے شوہر سے خلع کر سکتی ہے تا کہ حدود اللہ جیسے بڑے احکام کے تحفظ کیلئے کمتر نقصان کا ارتکاب کر لیا جائے۔ کیونکہ وہ دونوں کسی دوسری جگہ اپنے اپنے نکاح بعد میں کر سکتے ہیں لیکن اگر اللہ تعالیٰ کی حدوں کو توڑ دیا تو دنیا میں اس کا کوئی قائم مقام نہیں ہے کہ جس سے اس قانون کے ٹوٹنے کا ازالہ کیا جائے۔ کیونکہ وحی منقطع ہو چکی اور قوانین اسلام کو ابدی حیثیت حاصل ہے۔

## احادیث کے مطابق مشروعیت طلاق کا بیان

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے راوی، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اے معاذ! کوئی چیز اللہ (عزوجل) نے غلام آزاد کرنے سے زیادہ پسندیدہ روئے زمین پر پیدا نہیں کی اور کوئی شے روئے زمین پر طلاق سے زیادہ ناپسندیدہ پیدا نہ کی۔

(سنن الدارقطنی"، کتاب الطلاق، الحدیث، ۳۹۳۹)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: کہ "تمام حلال چیزوں میں خدا کے نزدیک زیادہ ناپسندیدہ طلاق ہے۔ (سنن أبی داود"، کتاب الطلاق، باب کراهية الطلاق، الحدیث، ۲۱۷۸)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے راوی کہ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ ابلیس اپنا تخت پانی پر بچھاتا ہے اور اپنے لشکر کو بھیجتا ہے اور سب سے زیادہ مرتبہ والا اُس کے نزدیک وہ ہے جس کا فتنہ بڑا ہوتا ہے۔ اُن میں ایک آ کر کہتا ہے میں نے یہ کیا، یہ کیا۔ ابلیس کہتا ہے تو نے کچھ نہیں کیا۔ دوسرا آتا ہے اور کہتا ہے میں نے مرد اور عورت میں جدائی ڈال دی۔ اسے اپنے قریب کر لیتا ہے اور کہتا ہے، ہاں تو ہے۔ (مسند احمد بن حنبل، رقم الحدیث، ۱۴۳۸۴)

إنما الطلاق لمن أخذ بالساق (سنن ابن ماجہ: ۲۰۸۱) طلاق کا اختیار اسی کو ہے جو پنڈلی تھامتا ہے۔

## مشروعیت طلاق پر اجماع کا بیان

علامہ ابن قدامہ حنبلی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو طلاق دی اور پھر

انتظام کیا ہے۔میاں بیوی کے ہر معاملے اور ہر حال کے لئے جو ہدایتیں قرآن وسنت میں مذکو ہیں ان سب کا حاصل یہی ہے کہ یہ رشتہ ہمیشہ زیادہ سے زیادہ مستحکم ہوتا چلا جائے۔ٹوٹنے نہ پائے ،میاں بیوی میں ناموافقت کی صورت میں اول افہام وتفہیم سے کام لیا جائے۔مسئلہ حل نہ ہو تو زجر وتنبیہ کی جائے۔اور پھر بھی اگر معاملہ حل نہ ہو سکے تو خاندان ہی کے چند افراد کو ثالث بنا کر معاملہ طے کرنے کی تعلیم دی ہے۔

وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَحَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا اِنْ يُّرِيْدَآ اِصْلَاحًا يُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَيْنَهُمَا اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا خَبِيْرًا ۔(النساء،۳۵)

اور اگر تم کو میاں بی بی کے جھگڑے کا خوف ہو۔تو ایک حاکم مرد والوں کی طرف سے بھیجو اور ایک حاکم عورت والوں کی طرف سے۔یہ دونوں اگر صلح کرانا چاہیں گے تو اللہ ان میں میل کر دے گا بے شک اللہ جاننے والا خبردار ہے۔

اس آیت میں خاندان ہی کے افراد کو ثالث بنانے کا فرمان کس قدر حکیمانہ ہے کہ اگر میاں بیوی کے اختلاف کا یہ معاملہ خاندان سے باہر گیا تو بات بڑھ جانے اور دلوں میں زیادہ بعد پیدا ہو جانے کا خطرہ ہے۔

لیکن بسا اوقات ایسی صوتحال پیدا ہو جاتی ہے کہ اصلاح احوال کی تمام تر کوششیں ناکام ہو جاتی ہیں اور تعلق نکاح کے مطلوبہ ثمرات میاں بیوی، خاندان اور معاشرے کو حاصل نہیں ہو پاتے۔اور میاں بیوی کا آپس میں ایک ساتھ رہنا ان دونوں کے لئے ہی نہیں بلکہ خاندان اور معاشرے کے لئے ایک عذاب بن سکتا ہے یا بن جاتا ہے۔

ایسی حالت میں نکاح کے اس رشتہ کو ختم کرنے میں ہی سب کے لئے راحت اور سلامتی بن سکتا ہے۔اسی لئے شریعت اسلامیہ نے بعض دیگر مذاہب کی طرح یہ نہیں کہا کہ جب ایک بار نکاح ہو گیا تو اب یہ ناقابل تنسیخ ہے۔بس جو بھی ہے جیسا بھی ہے جہاں بھی ہے اب ساری زندگی ایک ساتھ ہی رہنا ہے۔بلکہ شریعت نے طلاق اور فسخ نکاح کا قانون بنایا ہے۔طلاق کا اختیار مرد کو دیا۔جس میں عادۃً فکر وتدبر اور تحمل کا مادہ عورت سے زیادہ ہوتا ہے۔۔لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ عورت کو بالکل اس حق سے محروم کر دیا کہ وہ شوہر کے ظلم وستم سہنے پر ہی مجبور رہے۔بلکہ عورت کو یہ حق دیا ہے کہ حاکم شرعی کی عدالت میں اپنا معاملہ پیش کر کے نکاح فسخ کرا سکے۔

اسی طرح شریعت اسلامیہ کی یہ تعلیم بھی نہیں ہے جس کا جب دل چاہے نکاح ختم کر دے۔جب چاہا دوبارہ شادی کر لی۔جیسا کہ یورپ امریکہ وغیرہ میں عموماً کیا جا رہا ہے۔اور یہی بد تہذیبی جمہوریت اور حقوق نسواں کے نام پر دوسروں پر مسلط کرنے کی ایک کامیاب کوشش کی جا رہی ہے۔

بہر حال مختصر یہ کہ شریعت نے نکاح کو ختم کرنے کا اختیار بہر حال دیا ہے اور یہ اختیار مرد کو بھی حاصل ہے اور عورت کو بھی حاصل ہے۔مگر شریعت کے بتائے ہوئے طریقہ کار کے مطابق۔چونکہ ہمارا موضوع اس وقت طلاق ہے۔جس کا تعلق مرد کے نکاح کو ختم کرنے کے حق سے ہے اس لئے عورت کے نکاح کو ختم کرنے کے حق، تنسیخ نکاح۔یا خلع سے یہاں بات نہیں کروں گا۔

شریعت نے مرد کو بوقت ضرورت شدیدہ کے نکاح کو ختم کرنے کی اجازت دی ہے۔لیکن اس کے ساتھ ہی اسلام نے مرد کو

بعض ہدایات دی ہیں یا یوں کہہ لیجئے کہ اس پر بعض پابندیاں عائد کی ہیں۔

شریعت نے بتادیا کہ مرد کا طلاق کا اختیار استعمال کرنا اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت مبغوض اور مکروہ ہے صرف مجبوری کی حالت میں اجازت ہے۔

(۱) حالت غیظ وغضب میں یا کسی وقتی اور ہنگامی ناگواری میں اس طلاق کے اختیار کو استعمال نہ کرے۔ لیکن اگر کرے گا تو طلاق تو ہو چکی مگر گناہ بھی ملے گا۔

(۲) اسی طرح عورت کے ایام ماہواری میں طلاق دینے سے منع کیا گیا ہے۔ اگر دی تو طلاق تو ہوگی مگر گناہ گار ہوگا۔

(۳) معاملہ نکاح کو ختم کرنے کا طریقہ وہ نہیں رکھا گیا جو عام معاملات کو ختم کرنے کا رکھا گیا ہے۔ ادھر معاملہ ختم ادھر دونوں فریق آزاد جو مرضی ہے کریں چاہے خود ہی دوبارہ معاملہ کرلیں یا فوراً کسی دوسرے سے معاملہ کرلیں۔ بلکہ معاملہ نکاح کو ختم کرنے کے لئے پہلے تو اس کے تین درجے تین طلاقوں کی صورت میں رکھے ہیں۔ پھر اس پر عدت کی پابندی لگائی ہے۔ عدت پوری ہونے تک معاملہ نکاح کے متعدد اثرات باقی رہتے ہیں۔ مثلاً عورت دوسرا نکاح دوران عدت نہیں کرسکتی۔ اور مرد ذمہ عورت کا نان ونفقہ دوران عدت ہوگا۔

(۴) ایک یا دو طلاق صریح الفاظ میں دی ہے تو نکاح نہیں ٹوٹتا، عدت ختم ہونے سے قبل مرد رجوع کرسکتا ہے۔

(۵) لیکن یہ رجوع کا اختیار بھی اللہ تعالیٰ نے مرد کو صرف دو طلاق تک محدود رکھا ہے۔ اس کے بعد تیسری طلاق اگر دے دی تو مرد کو رجوع کا اختیار حاصل نہیں ہوگا۔۔ حکیمانہ قانون اللہ تعالیٰ نے عورت کی حفاظت کے لئے بنا رکھا ہے تاکہ کوئی ظالم اور بے قدر شخص ہمیشہ طلاق دیتا اور رجوع کرتا ہی نہ رہے۔ اور اس کی نظر میں بیوی یا عورت کی کوئی قدر ومنزلت ہی نہ ہو۔

## طلاق کی شرعی حیثیت کا بیان

فقہاء کا کہنا ہے کہ طلاق پر پانچ احکامات لاگو ہوتے ہیں۔ کبھی واجب ہوتی ہے: یہ اس وقت جب شوہر مباشرت (صحبت) کے قابل نہ ہو، یا بیوی پر خرچ نہیں کرسکتا، تو اسکی دینداری کا تقاضا ہے اسکو طلاق دے دے، (اگر یہ بیوی کی خواہش ہو تو)، تاکہ اسکو روکنے کے نتیجہ میں اسکے اخلاق میں بگاڑ نہ آجائے، یا کوء نقصان نہ ہو، نیز ناچاقی کی اصلاح کیلئے جمع ثالثوں کی طلاق، جب دونوں میں ہوئے جھگڑوں کی اصلاح کی کوششیں ناکام ہوجائیں، اور دونوں ثالث، دونوں میں علاحدگی ہی مناسب سمجھیں۔

کبھی مستحب ہوتی ہے: یہ اس صورت میں جب بیوی، شوہر کے حقوق کی ادائیگی میں تساھل برتے، مثلاً بغیر کسی شرعی سبب کے اپنے آپ کو شوہر سے دور رکھے، اور اس پر مصر رہے، نیز اس صورت میں بھی طلاق مستحب ہے، جب بیوی خود، نااتفاقی کی بنا پر اسکا مطالبہ کرے، اور اس پر مصر رہے۔

کبھی جائز ہوتی ہے: یہ اس صورت میں جب بیوی کی بداخلاقی، اور اسکے برے سلوک سے بچنے، اسکی واقعی ضرورت پیش آئے، یا شوہر بیوی سے اتنی سخت نفرت کرتا ہیکہ اسکو کنٹرول نہیں کرسکتا، یا یہ اندیشہ لاحق ہوجائے کہ بیوی کی حق تلفی ہوگی، یا اس پر ظلم ہوگا، (اس صورت میں طلاق جائز ہوگی)۔

انہی تینوں احکام کیطرف دفعہ نے ان لفظوں میں اشارہ کیا ھے،" یہ ایسی شادی سے، جسکا شرعی مقصد پورا نہیں ہورہا ہو، ایسے وقت میں چھٹکارا حاصل کرنے کیلئے رکھی گ ء ھے، جبکہ خاوند و بیوی کے درمیان اختلافات زور پکڑ جائیں، اور یہ یقین ہوجائے کہ شادی کا برقرار رہنا محال ھے"۔

موجودہ دفعہ میں مذکور لفظ 'شرع' (مشروع کی گئی ہے یا رکھی گئی ہے) میں، واجب، مستحب، اور جائز بھی آجاتے ہیں۔

طلاق کبھی مکروہ ہوتی ھے، یہ عام فقہاء کا مذھب ھے، یہ اس صورت میں، جب طلاق کی کوئی ضرورت ہی نہ ہو، بعض لوگوں کا تو کہنا ھیکہ اسمیں بیوی کیلئے بنا کسی سبب کے جو تکلیف و نقصان ھے، اس بنا پر یہ طلاق حرام ھے۔

طلاق کبھی حرام ہوتی ھے: یہ اس صورت میں، جب شوہر کو یقین ہو کہ یا تو بیوی سے بے انتہا قلبی تعلق کی بنا پر، یا اسکے علاوہ کسی اور خاتون سے شادی پر قادر نہ ہونے کی وجہ سے گناہ میں مبتلا ہو نیکا یقین ہو، نیز حالت حیض میں یا اس پاکی کی حالت میں، جس میں صحبت کی ہو، طلاق دینا حرام ھے، اسکو بدعی طلاق کہتے ہیں، اسکا تفصیلی بیان آگے آئے گا۔

## مسئلہ طلاق میں اصلاح عوام کی ضرورت

لیکن بدقسمتی سے بہت سے لوگ بیک وقت تین طلاقیں دے بیٹھتے ہیں پھر علمائے کرام سے مسئلہ پوچھتے ہیں تو علمائے حق اہل سنت و جماعت یہ فتوی دیتے ہیں کہ اب وہ بغیر حلالہ کے تمہارے نکاح میں نہیں آسکتی کیونکہ شریعت نے بغیر حلالہ کے شوہر اول سے اسکا نکاح منع کردیا ہے۔ تو جاہل و بے وقوف لوگ سر پکڑ کو بلبلا اٹھتے ہیں کہ دیکھو ایک شخص کا گھر برباد ہورہا ہے اور اس کے پانچ، سات بچے ہیں جو معصوم ہیں وہ بیچارے تو بھوک سے مرجائیں گے۔ خاندان کے اندر کئی دشمنیاں جنم لیں گی اور علمائے کرام پر اس طرح کے جملے کستے ہیں کہ جیسے ان کے درمیان اور علمائے کرام کے درمیان حق و باطل کا معرکہ شروع ہوچکا ہے۔

لیکن افسوس: اس بات پر کہ لوگ ساری ساری عمر بسر کر جاتے ہیں مگر نکاح، طلاق اور دیگر شرعی احکام کو سمجھنے کی طرف ذرا توجہ نہیں دیتے۔ ایسے لوگوں کو یاد رکھنا چاہیے اگر غلطی ان کی اپنی ہو اور الزام شریعت پر، یہ کتنی بڑی غلط فہمی ہے۔ اور اللہ کا کیا ہوا حرام تو کسی بھی صورت میں حلال نہیں ہوسکتا۔ اگرچہ ساری دنیا کے روشن خیال اور عقل کل کا دعوی کرنے والے لوگ ساری عمر اپنا سر پکڑ کر بیٹھیں تب بھی وہ اللہ کے حرام کیے ہوئے کو حلال نہیں کرسکتے۔ لہٰذا برائے مہربانی اپنی غلطیوں کی وجہ سے اسلام کے احکام کو بدلنے سے باز رہیں۔

اسی طرح وہ نام نہاد علماء جو عوامی خواہشات کی پیروی کرتے ہوئے تین طلاقوں کو ایک طلاق کہہ دیتے ہیں اور پھر اس پر فتاوئی جات کی بھرپور اشاعت بھی کر بیٹھتے ہیں انہیں بھی یاد رکھنا چاہیے کہ تین، تین ہوتا ہے اور ایک، ایک ہوتا ہے۔ کیا اگر کسی نے کہا کہ اس کے تین خدا ہیں تو کیا تم اسکی توحید کو قبول کرلو گے۔ اگر ایسی توحید قابل قبول نہیں تو پھر وحدہ لاشریک کے احکام کو بھی حق کے ساتھ بیان کرو، نہ کہ عوامی خواہشات کی پیروی۔۔۔؟

یاد رہے احکام شرع میں حلت وحرمت کا حکم شرعی نصوص کے ذریعے ثابت کرنا یہ کوئی عام لوگوں کا منصب نہیں ہے کہ وہ جس طرح چاہیں استدلال کرتے ہوئے احکام کی تشریح کریں۔ یہ مجتہدانہ صلاحیت وبصیرت اہل علم لوگوں یعنی فقہائے اسلاف کا کام تھا

اور وہ پوری دیانتداری کے ساتھ یہ کام کر گزرے ہیں اور اب ہمیں ان کی اتباع وتقلید کا حکم ہے۔

## بَابُ الرَّجُلِ يُطَلِّقُ امْرَاَتَهٗ وَهِيَ حَائِضٌ ثُمَّ يُرِيدُ اَنْ يُّطَلِّقَهَا لِلسُّنَّةِ، مَتٰى يَكُوْنُ لَهٗ ذٰلِكَ ؟

## باب 1: جو شخص اپنی بیوی کو طلاق دے دے اور وہ عورت حیض کی حالت میں ہو پھر وہ شخص اس عورت کو سنت کے مطابق طلاق دینا چاہتا ہو تو وہ کب دے گا؟

**205**-حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرَةَ وَاِبْرَاهِيمُ بْنُ مَرْزُوْقٍ، قَالَا: ثنا اَبُوْ عَاصِمٍ، عَنْ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنْ اَبِي الزُّبَيْرِ، قَالَ: سَمِعْتُ (عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ اَيْمَنَ يَسْاَلُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ، عَنْ الرَّجُلِ يُطَلِّقُ امْرَاَتَهٗ وَهِيَ حَائِضٌ، قَالَ: فَعَلَ ذٰلِكَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ .

فَسَاَلَ عُمَرُ عَنْ ذٰلِكَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مُرْهُ فَلْيُرَاجِعْهَا حَتّٰى تَطْهُرَ، ثُمَّ يُطَلِّقُهَا، قَالَ: ثُمَّ تَلَا (اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ)

اَیْ فِیْ قُبُلِ عِدَّتِهِنَّ .

✧✧ ابوزبیر بیان کرتے ہیں' میں نے عبدالرحمٰن بن ایمن کو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ایسے شخص کے بارے میں سوال کرتے ہوئے سنا جو اپنی بیوی کو طلاق دیتا ہے اور وہ عورت اس وقت حیض کی حالت میں ہوتی ہے تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ایسا کیا تھا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس بارے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا: تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس سے کہو! وہ اس عورت سے رجوع کرلے یہاں تک کہ وہ عورت پاک ہو جائے تو پھر اسے (اگلی) طلاق دے راوی بیان کرتے ہیں' پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت کی۔

''اور جب تم اپنی بیویوں کو طلاق دو تو انہیں ان کی عدت کے حساب سے طلاق دو''۔

امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یعنی ان کی عدت سے پہلے طلاق دو۔

**206**-حَدَّثَنَا فَهْدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ عَبْدِ الْحَمِيدِ، قَالَ: ثنا وَكِيعٌ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ مَوْلٰى اٰلِ طَلْحَةَ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ (ابْنِ عُمَرَ اَنَّهٗ طَلَّقَ امْرَاَتَهٗ، وَهِيَ حَائِضٌ فَسَاَلَ عُمَرُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مُرْهُ فَلْيُرَاجِعْهَا ثُمَّ لِيُطَلِّقْهَا وَهِيَ طَاهِرٌ، اَوْ حَامِلٌ) .

✧✧ سالم' حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں یہ بات نقل کرتے ہیں' انہوں نے اپنی اہلیہ کو طلاق دے دی وہ خاتون اس

---

**205**- روى الحديث بطرق و اسانيده متعددة' اخرجه البخاري في تفسير سورة **65**' باب **1**' والطلاق باب **1**' **44** والاحكام باب **13**' و مسلم في الطلاق حديث **1**، **2**، **3**، **8**، و ابو داؤد في الطلاق باب **4**' وابن ماجه في الطلاق باب **2**' والدارمي في الطلاق باب **1**' و مالك في الطلاق حديث **53**' واحمد في المسند **54/2**' **124**، **102**، **89**، **81**، **78**، **74**، **61**، **63**

**206**- اخرجه ابن ماجه في الطلاق باب **3**' والدارمي في الطلاق باب **1**' واحمد في المسند **59/1**

وقت حیض کی حالت میں تھیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا: تو آپ نے فرمایا: اس سے کہو کہ وہ اس عورت سے رجوع کرلے اور پھر اسے اس وقت طلاق دے جب وہ طہر کی حالت میں ہو یا حاملہ ہو۔

**207** -حَدَّثَنَا صَالِحُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، قَالَ ثنا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ، قَالَ: ثنا هُشَيْمٌ، قَالَ: ثنا اَبُوْ بِشْرٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنْ (ابْنِ عُمَرَ، قَالَ طَلَّقْتُ امْرَاَتِيْ وَهِيَ حَائِضٌ، فَرَدَّهَا عَلَيَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى طَلَّقْتُهَا، وَهِيَ طَاهِرٌ) .

✧✧ سعید بن جبیر، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں نقل کرتے ہیں، وہ فرماتے ہیں: میں نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی وہ اس وقت حیض کی حالت میں تھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے میرے پاس واپس کروا دیا یہاں تک کہ میں نے اسے اس وقت طلاق دی جب وہ طہر کی حالت میں تھی۔

**208** -حَدَّثَنَا فَهْدٌ، قَالَ: ثنا يَحْيَى بْنُ حُمَيْدٍ الْحِمَّانِيُّ، قَالَ: ثنا هُشَيْمٌ، عَنْ اَبِيْ بِشْرٍ، ثُمَّ ذَكَرَ بِاِسْنَادِهٖ مِثْلَهٗ .

✧✧ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے۔

**209** -حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرَةَ، قَالَ: ثنا وَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ، قَالَ: ثنا هِشَامُ بْنُ حَسَّانَ، عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ سِيرِيْنَ، عَنْ (يُوْنُسَ بْنِ جُبَيْرٍ، قَالَ: سَاَلْتُ ابْنَ عُمَرَ عَنْ رَجُلٍ طَلَّقَ امْرَاَتَهٗ وَهِيَ حَائِضٌ، فَقَالَ: هَلْ تَعْرِفُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ ؟ قُلْتُ .

نَعَمْ، قَالَ: فَاِنَّهٗ طَلَّقَ امْرَاَتَهٗ وَهِيَ حَائِضٌ، فَاَتٰى عُمَرُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ ذٰلِكَ لَهٗ، فَقَالَ مُرْهُ فَلْيُرَاجِعْهَا، فَاِذَا طَهُرَتْ، فَلْيُطَلِّقْهَا

قُلْتُ: وَيُعْتَدُّ بِتِلْكَ التَّطْلِيقَةِ، قَالَ فَمَهْ اَرَاَيْتَ اِنْ عَجَزَ وَاسْتَحْمَقَ ؟)

✧✧ یونس بن جبیر بیان کرتے ہیں، میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ایسے شخص کے بارے میں سوال کیا جو اپنی بیوی کو حیض کی حالت میں طلاق دے دیتا ہے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: کیا تم عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو جانتے ہو؟ میں نے عرض کی: جی ہاں! انہوں نے فرمایا: اس نے بھی اپنی بیوی کو حیض کی حالت میں طلاق دے دی تھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے انہوں نے اس بات کا تذکرہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس سے کہو کہ وہ اس عورت سے رجوع کرلے جب وہ پاک ہو جائے تو پھر اسے طلاق دے۔

راوی کہتے ہیں میں نے دریافت کیا، کیا اس طلاق کو شمار کیا گیا تھا حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: کیوں نہیں؟ کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ وہ عاجز تھا یا احمق تھا؟

---

**207**- اخرجه مسلم في الطلاق حديث 2, 4, 10, 12 والنسائي في الطلاق باب 1' 76 و احمد في المسند 130/2

**209**- اخرجه البخاري في الطلاق 2, 3, 45 و مسلم في الطلاق حديث 9, 11, 12 و ابو داؤد في الطلاق باب 4' والترمذي في الطلاق باب 1' والنسائي في الطلاق باب 5' 76 وابن ماجه في الطلاق باب 2

وَلَمْ يَذْكُرْ اَبُوْ بَكْرَةَ فِي حَدِيْثِهِ هٰذَا، غَيْرَ مَا ذَكَرْنَاهُ فِيْهِ .

امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ابوبکرہ نامی راوی نے اس روایت میں اس کے علاوہ اور کوئی چیز ذکر نہیں کی جو ہم بیان کر چکے ہیں۔

**210**-حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ خُزَيْمَةَ، قَالَ: ثنا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ، قَالَ: اَخْبَرَنَا شُعْبَةُ، قَالَ: اَخْبَرَنِي اَنَسُ بْنُ سِيرِيْنَ قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ يَقُوْلُ: (طَلَّقَ ابْنُ عُمَرَ امْرَاَتَهُ وَهِيَ حَائِضٌ، فَذَكَرَ ذٰلِكَ عُمَرُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُرْهُ فَلْيُرَاجِعْهَا، فَاِذَا طَهُرَتْ فَلْيُطَلِّقْهَا فَقِيلَ: اَيُحْتَسَبُ بِهَا ؟ قَالَ: فَمَهْ) .

✧✧ انس بن سیرین بیان کرتے ہیں میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنی اہلیہ کو طلاق دے دی وہ عورت اس وقت حیض کی حالت میں تھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس بات کا تذکرہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: تم اس سے کہو کہ وہ اس عورت سے رجوع کر لے جب وہ پاک ہو جائے تو پھر اسے طلاق دے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے دریافت کیا گیا اس طلاق کو شمار کیا گیا تھا؟ تو انہوں نے جواب دیا: کیوں نہیں۔

**211**-حَدَّثَنَا فَهْدٌ، قَالَ: ثنا الْفَضْلُ، قَالَ: ثنا زُهَيْرُ بْنُ مُعَاوِيَةَ، قَالَ: ثنا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ سُلَيْمَانَ، عَنْ (اَنَسِ بْنِ سِيرِيْنَ، قَالَ: سَاَلْتُ ابْنَ عُمَرَ كَيْفَ صَنَعْتَ فِي امْرَاَتِكَ الَّتِي طَلَّقْتَ ؟ قَالَ: طَلَّقْتُهَا وَهِيَ حَائِضٌ، فَذُكِرَ ذٰلِكَ لِعُمَرَ، فَاَتَى عُمَرُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَاَلَهُ، فَقَالَ مُرْهُ فَلْيُرَاجِعْهَا، ثُمَّ لِيُطَلِّقْهَا عِنْدَ طُهْرِ .

قَالَ: فَقُلْتُ، جُعِلْتُ فِدَاكَ، فَيُعْتَدُّ بِالطَّلَاقِ الْاَوَّلِ ؟ قَالَ: وَمَا يَمْنَعُنِي اِنْ كُنْتُ اَسَاْتُ وَاسْتَحْمَقْتُ) .

✧✧ انس بن سیرین بیان کرتے ہیں میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سوال کیا آپ نے اپنی جس اہلیہ کو طلاق دی تھی اس کے ساتھ کیا کیا تھا؟ انہوں نے جواب دیا: میں نے اسے اس وقت طلاق دی جب وہ حیض کی حالت میں تھی میں نے اس بات کا تذکرہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے اس بارے میں دریافت کیا: تو آپ نے فرمایا: اس سے کہو کہ وہ اس عورت سے رجوع کر لے اور پھر اس عورت کو طہر کے عالم میں طلاق دے۔

راوی کہتے ہیں میں نے کہا: مجھے آپ پر فدا کیا جائے کیا اس پہلی طلاق کو شمار کیا گیا تھا؟ تو انہوں نے جواب دیا: اس میں کیا رکاوٹ ہو سکتی ہے اگر میں نے غلط کیا تھا یا میں نے حماقت کا مظاہرہ کیا تھا۔

**212**-حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ شُعَيْبٍ، قَالَ: ثنا الْخَصِيبُ، قَالَ: ثنا يَزِيدُ بْنُ اِبْرَاهِيمَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِيْنَ، قَالَ: حَدَّثَنِي (مُغِيرَةُ بْنُ يُونُسَ، هُوَ ابْنُ جُبَيْرٍ، قَالَ: سَاَلْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ، قُلْتُ: رَجُلٌ طَلَّقَ امْرَاَتَهُ وَهِيَ حَائِضٌ؟ قَالَ: اَتَعْرِفُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ ؟ فَقُلْتُ: نَعَمْ، قَالَ: فَاِنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ طَلَّقَ امْرَاَتَهُ وَهِيَ حَائِضٌ،

**210**- اخرجه البخاری فی الطلاق باب 2، والنسائی فی الطلاق باب 76

**211**- اخرجه مسلم فی الرضاع حدیث 78 واحمد فی المسند 44/1

فَاَتٰی عُمَرُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَسَاَلَہٗ فَاَمَرَہُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنْ یُّرَاجِعَھَا، ثُمَّ یُطَلِّقَھَا فِیْ قُبُلِ عِدَّتِھَا) .

✧✧ یونس بن جبیر بیان کرتے ہیں' میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے دریافت کیا: میں نے کہا: ایک شخص اپنی بیوی کو طلاق دے دیتا ہے وہ عورت اس وقت حیض کی حالت میں ہوتی ہے تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: کیا تم عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو جانتے ہو؟ میں نے عرض کی: جی ہاں انہوں نے فرمایا: عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی تھی وہ عورت اس وقت حیض کی حالت میں تھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے اس بارے میں دریافت کیا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ہدایت کی کہ وہ اس عورت سے رجوع کرلے اور پھر اس کی عدت سے پہلے اسے طلاق دے۔

## تَحْقِیْقُ الْمَسْئَلَۃِ

قَالَ اَبُوْ جَعْفَرٍ: فَذَھَبَ قَوْمٌ اِلٰی ھٰذِہِ الْاٰثَارِ، فَقَالُوْا: مَنْ طَلَّقَ امْرَاَتَہٗ وَھِیَ حَائِضٌ، فَقَدْ اَثِمَ، وَیَنْبَغِیْ لَہٗ اَنْ یُّرَاجِعَھَا، فَاِنَّ طَلَاقَہٗ ذٰلِکَ، طَلَاقٌ خَطَأٌ، فَاِنْ تَرَکَھَا تَمْضِیْ فِی الْعِدَّۃِ، بَانَتْ مِنْہُ بِطَلَاقٍ خَطَأٍ، وَلٰکِنَّہٗ یُؤْمَرُ اَنْ یُّرَاجِعَھَا، لِیُخْرِجَھَا بِذٰلِکَ مِنْ اَسْبَابِ الطَّلَاقِ الْخَطَأِ، ثُمَّ یَتْرُکَھَا حَتّٰی تَطْھُرَ مِنْ ھٰذِہِ الْحَیْضَۃِ، ثُمَّ یُطَلِّقَھَا طَلَاقًا صَوَابًا، فَتَمْضِیْ فِیْ عِدَّۃٍ مِنْ طَلَاقٍ صَوَابٍ، فَاِنْ شَاءَ رَاجَعَھَا، فَکَانَتِ امْرَاَتُہٗ وَبَطَلَتِ الْعِدَّۃُ، وَاِنْ شَاءَ تَرَکَھَا حَتّٰی تَبِیْنَ مِنْہُ بِطَلَاقٍ صَوَابٍ .

فَھٰذَا قَوْلُ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ .

✧✧ امام ابوجعفر طحاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ایک جماعت ان آثار کی طرف گئی ہے وہ یہ کہتے ہیں کہ جو شخص اپنی بیوی کو طلاق دے دے اور وہ عورت اس وقت حیض کی حالت میں ہو وہ شخص گنہگار ہوگا اور اس شخص کے لئے مناسب یہ ہے کہ وہ اس عورت کے ساتھ رجوع کرے کیونکہ اس کی طلاق غلط طلاق تھی اگر وہ اس عورت کو ویسے ہی چھوڑ دیتا ہے اور اس عورت کی عدت ختم ہو جاتی ہے تو وہ اس غلط طلاق کے ذریعے اس مرد سے علیحدہ ہو جائے گی لیکن مرد کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ اس عورت سے رجوع کرلے تاکہ اس عورت کو غلط طلاق کے اسباب کے ذریعے الگ نہ کرے پھر وہ اسی عورت کو ایسی حالت میں ہی رہنے دے یہاں تک کہ جب وہ عورت اس حیض سے پاک ہو جائے تو پھر اسے درست طریقے سے طلاق دے یوں اس عورت کی عدت درست طلاق کے حساب سے ختم ہوگی اس دوران اگر وہ چاہے تو وہ اس عورت کے ساتھ رجوع کرسکتا ہے یہ اس کی بیوی شمار ہوگی اور عدت باطل ہو جائے گی اور اگر وہ چاہے تو اس عورت کو ایسے ہی رہنے دے یہاں تک کہ وہ درست طلاق کے ذریعے اس سے علیحدہ ہو جائے۔

یہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی رائے ہے۔

وَخَالَفَھُمْ فِیْ ذٰلِکَ اٰخَرُوْنَ، مِنْھُمْ اَبُوْ یُوْسُفَ رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ، فَزَعَمُوْا اَنَّہٗ اِذَا طَلَّقَھَا حَائِضًا، لَمْ یَکُنْ لَّہٗ بَعْدَ ذٰلِکَ اَنْ یُّطَلِّقَھَا حَتّٰی تَطْھُرَ مِنْ ھٰذِہِ الْحَیْضَۃِ، ثُمَّ تَحِیْضَ حَیْضَۃً اُخْرٰی، ثُمَّ تَطْھُرَ مِنْھَا .

دیگر اہل علم نے ان سے اختلاف کیا ہے' ان میں سے ایک امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ ہیں' وہ یہ کہتے ہیں کہ جب کوئی شخص عورت کو

طلاق دے اور وہ عورت حیض کی حالت میں ہو تو اب اس شخص کو اس کے بعد اس وقت تک طلاق دینے کا حق نہیں ہے جب تک وہ اس حیض سے پاک نہیں ہو جاتی اور پھر اس کے بعد اگلا حیض نہیں آجاتا اور پھر اس سے پاک نہیں ہو جاتی۔

وَعَارَضُوا الْاٰثَارَ الَّتِیْ رَوَیْنَاهَا فِیْ مُوَافَقَةِ الْقَوْلِ الْاَوَّلِ، بِمَا

ہم نے پہلے قول کی تائید میں جو آثار روایت کئے ہیں ان حضرات نے ان کے مقابلے میں یہ روایات پیش کی ہیں۔

**213**-حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ مَرْزُوْقٍ، وَابْنُ اَبِیْ دَاوُدَ، قَالَا: ثنا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ صَالِحٍ، قَالَ: حَدَّثَنِی اللَّیْثُ، قَالَ: حَدَّثَنِیْ عُقَیْلٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، قَالَ: اَخْبَرَنِیْ سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ (اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ اَخْبَرَهُ اَنَّهُ طَلَّقَ امْرَاَةً لَهُ، وَهِیَ حَائِضٌ، فَذَکَرَ ذٰلِكَ عُمَرُ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، فَتَغَیَّظَ عَلَیْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لِیُرَاجِعَهَا، ثُمَّ لِیُمْسِکْهَا حَتّٰى تَطْهُرَ، ثُمَّ تَحِیْضَ فَتَطْهُرَ، فَاِنْ بَدَا لَهُ اَنْ یُّطَلِّقَهَا، فَلْیُطَلِّقْهَا طَاهِرًا قَبْلَ اَنْ یَّمَسَّهَا، فَتِلْكَ الْعِدَّةُ کَمَا اَمَرَ اللّٰهُ).

✧✧ ابن شہاب کہتے ہیں سالم بن عبداللہ نے مجھے بتایا' حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے انہیں بتایا' انہوں نے اپنی اہلیہ کو طلاق دے دی تھی وہ عورت اس وقت حیض کی حالت میں تھی اس بات کا تذکرہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا گیا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہو گئے پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: وہ (عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما) اس عورت سے رجوع کر لے اور پھر اسے اپنے پاس رکھے یہاں تک کہ وہ پاک ہو جائے پھر اسے حیض آئے وہ پھر پاک ہو جائے پھر اگر وہ مناسب سمجھے اور اسے طلاق دینا چاہے تو اسے طہر کی حالت میں طلاق دے' اس کے ساتھ صحبت کرنے سے پہلے' تو یہ وہ عدت ہو گی جس کے مطابق اللہ تعالیٰ نے (طلاق دینے کا) حکم دیا ہے۔

**214**-حَدَّثَنَا یَزِیْدُ بْنُ سِنَانٍ، قَالَ: ثنا اَبُوْ صَالِحٍ، فَذَکَرَ بِاِسْنَادِهٖ مِثْلَهُ.

✧✧ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

**215**-حَدَّثَنَا یُوْنُسُ، قَالَ: اَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ اَنَّ مَالِکًا اَخْبَرَهُ، عَنْ نَافِعٍ، (عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهُ طَلَّقَ امْرَاَتَهُ وَهِیَ حَائِضٌ، عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَسَاَلَ عُمَرُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذٰلِكَ فَقَالَ مُرْهُ فَلْیُرَاجِعْهَا، ثُمَّ لِیُمْسِکْهَا حَتّٰى تَطْهُرَ، ثُمَّ تَحِیْضَ، ثُمَّ تَطْهُرَ، فَتِلْكَ الْعِدَّةُ الَّتِیْ اَمَرَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ اَنْ یُّطَلَّقَ لَهَا النِّسَاءُ).

✧✧ نافع بیان کرتے ہیں' حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنی اہلیہ کو طلاق دے دی وہ خاتون اس وقت حیض کی حالت میں تھیں یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس کی بات ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس بارے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا: تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

---

**214**- اخرجه البخاری فی الطلاق باب **1**' **44**' و مسلم فی الرضاع حدیث **66, 67, 68, 69** و الطلاق حدیث **3,2** و ابو داؤد فی الطلاق باب **4**' والنسائی فی الطلاق باب **3,1** و ابن ماجة فی الطلاق باب **2**' والدارمی فی الطلاق باب **1**' و مالك فی الطلاق حدیث **53**' و احمد فی المسند **124, 102, 64, 63, 54, 6/2**

نے فرمایا: اس سے کہو کہ وہ اس عورت سے رجوع کر لے اور پھر اس عورت کو اپنے پاس رکھے یہاں تک کہ وہ پاک ہو جائے اسے پھر حیض آئے پھر وہ پاک ہو جائے یہ وہ عدت ہوگی جس کے بارے میں خواتین کو طلاق دینے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔

**216**-حَدَّثَنَا صَالِحُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، قَالَ: ثنا الْقَعْنَبِيُّ، قَالَ: ثنا مَالِكٌ، فَذَكَرَ بِإِسْنَادِهِ مِثْلَهُ، غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ (ثُمَّ يَتْرُكَهَا حَتّٰى تَطْهُرَ، ثُمَّ تَحِيضَ، ثُمَّ تَطْهُرَ، ثُمَّ إِنْ شَاءَ طَلَّقَ).

✧✧ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں۔ پھر اس عورت کو رہنے دے یہاں تک کہ وہ پاک ہو جائے پھر اسے حیض آ جائے وہ پھر پاک ہو جائے پھر اگر وہ چاہے تو طلاق دے دے۔

**217**-حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ خُزَيْمَةَ، قَالَ: ثنا حَجَّاجٌ، قَالَ: ثنا حَمَّادٌ، عَنْ أَيُّوبَ وَعُبَيْدِ اللّٰهِ.

✧✧ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے۔

**218**-وَحَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ مَرْزُوقٍ، قَالَ: ثنا الْخَصِيبُ، قَالَ: ثنا حَمَّادٌ، عَنْ أَيُّوبَ، وَعُبَيْدِ اللّٰهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ.

✧✧ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے اسی کی مانند روایت کرتے ہیں۔

**219**-حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْبَرْقِيُّ، قَالَ: ثنا عَمْرُو بْنُ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ زُهَيْرِ بْنِ مُحَمَّدٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، وَمُوسَى بْنُ عُقْبَةَ، وَعُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ، عَنْ نَافِعٍ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ، ثُمَّ ذَكَرَ مِثْلَهُ وَزَادَ (قَبْلَ أَنْ يُجَامِعَهَا).

✧✧ یہی روایت بعض دیگر اسناد کے ہمراہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے اس میں یہ الفاظ زائد ہیں وہ اس عورت سے صحبت کرنے سے پہلے (اسے طلاق دے)

**220**-حَدَّثَنَا فَهْدٌ وَحُسَيْنُ بْنُ نَصْرٍ، قَالَا: ثنا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، قَالَ: ثنا زُهَيْرٌ، قَالَ: ثنا مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ، قَالَ: حَدَّثَنِي نَافِعٌ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ، ثُمَّ ذَكَرَ مِثْلَهُ.

✧✧ نافع حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے اسی کی مانند روایت نقل کرتے ہیں۔

فَقَدْ أَخْبَرَ سَالِمٌ وَنَافِعٌ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فِي هٰذِهِ الْآثَارِ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَهُ أَنْ يُمْسِكَهَا، حَتّٰى تَطْهُرَ، ثُمَّ تَحِيضَ، ثُمَّ تَطْهُرَ.

امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: سالم اور نافع نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے ان آثار میں یہ بات نقل کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں یہ ہدایت کی تھی کہ وہ اس خاتون کو اپنے پاس رہنے دیں یہاں تک کہ وہ پاک ہو جائے پھر اسے حیض آئے وہ پھر پاک ہو جائے۔

فَزَادَ ذٰلِكَ عَلٰى مَا فِي الْآثَارِ الْأُوَلِ، فَهُوَ أَوْلٰى مِنْهَا.

فَهٰذَا وَجْهُ هٰذَا الْبَابِ مِنْ طَرِيقِ الْآثَارِ.

-ان حضرات نے پہلے والے آثار میں اضافہ نقل کیا ہے اور یہ روایات پہلے والی روایات کے مقابلے میں زیادہ مناسب ہیں۔ آثار کے حوالے سے اس بارے میں یہی کچھ منقول ہے۔

وَاَمَّا وَجْهُهٗ مِنْ طَرِيْقِ النَّظَرِ، فَاِنَّا وَجَدْنَا الْاَصْلَ فِيْ ذٰلِكَ اَنَّ الرَّجُلَ نُهِيَ اَنْ يُّطَلِّقَ امْرَاَتَهٗ حَائِضًا، وَنُهِيَ اَنْ يُّطَلِّقَهَا فِيْ طُهْرٍ قَدْ جَامَعَهَا فِيْهِ، وَقَدْ نُهِيَ عَنِ الطَّلَاقِ فِي الطُّهْرِ الَّذِيْ قَدْ جَامَعَهَا فِيْهِ، كَمَا نُهِيَ عَنِ الطَّلَاقِ فِي الْحَيْضِ .

جہاں تک غور وفکر کے طریقے کا تعلق ہے تو ہم اس بارے میں یہ بنیادی حکم پاتے ہیں کہ آدمی کو اس بات سے منع کیا گیا ہے کہ وہ اپنی بیوی کو اس کے حیض کی حالت میں ہونے کے دوران طلاق دے اور آدمی کو اس بات سے بھی منع کیا گیا ہے کہ وہ بیوی کو ایسے طہر میں طلاق دے جس میں وہ اس سے پہلے طلاق دے چکا ہو اور جس طہر میں وہ بیوی کو پہلے طلاق دے چکا ہو اس میں طلاق دینے کی ممانعت بالکل اسی طرح ہے جیسے حیض کی حالت میں طلاق دینے سے منع کیا گیا ہے۔

ثُمَّ رَاَيْنَاهُمْ لَا يَخْتَلِفُوْنَ، فِيْ رَجُلٍ جَامَعَ امْرَاَتَهٗ حَائِضًا، ثُمَّ اَرَادَ اَنْ يُّطَلِّقَهَا لِلسُّنَّةِ، اَنَّهٗ مَمْنُوْعٌ مِنْ ذٰلِكَ حَتّٰى تَطْهُرَ مِنْ هٰذِهِ الْحَيْضَةِ الَّتِيْ كَانَ الْجِمَاعُ فِيْهَا، وَمِنْ حَيْضَةٍ اُخْرٰى بَعْدَهَا، وَجُعِلَ جِمَاعُهٗ اِيَّاهَا فِي الْحَيْضَةِ، كَجِمَاعِهٖ اِيَّاهَا فِي الطُّهْرِ الَّذِيْ يَعْقُبُ تِلْكَ الْحَيْضَةَ .

فَلَمَّا كَانَ حُكْمُ الطُّهْرِ الَّذِيْ بَعْدَ كُلِّ حَيْضَةٍ، كَحُكْمِ نَفْسِ الْحَيْضَةِ فِيْ وُقُوْعِ الطَّلَاقِ فِي الْجِمَاعِ فِيْ ذٰلِكَ، وَكَانَ مَنْ جَامَعَ امْرَاَتَهٗ وَهِيَ حَائِضٌ، فَلَيْسَ لَهٗ اَنْ يُّطَلِّقَهَا بَعْدَ ذٰلِكَ، حَتّٰى يَكُوْنَ بَيْنَ ذٰلِكَ الْجِمَاعِ وَبَيْنَ الطَّلَاقِ الَّذِيْ يُوْقِعُهٗ حَيْضَةٌ كَامِلَةٌ مُسْتَقْبَلَةٌ .

پھر ہم انہیں دیکھتے ہیں کہ ان حضرات کا ایسے شخص کے بارے میں کوئی اختلاف نہیں ہے جس نے حیض کی حالت میں اپنی بیوی کے ساتھ صحبت کر لی ہو اور پھر وہ اس عورت کو سنت کے مطابق طلاق دینا چاہتا ہو تو یہ بات اس کے لئے ممنوع ہوگی جب تک وہ عورت اس حیض سے پاک نہیں ہو جاتی جس میں اس کے ساتھ صحبت کی گئی تھی اور اس کے بعد والے حیض سے بھی پاک نہیں ہو جاتی اور اس حیض کے دوران اس عورت کے ساتھ کی جانے والی صحبت طہر کی حالت میں اس کے ساتھ کی جانے والی صحبت کی مانند شمار ہوگی جو اس پہلے حیض کے بعد آتا ہے تو جب ہر حیض کے بعد آنے والے طہر کا حکم اس حیض ہی کی مانند ہے اور یہ حکم اس میں صحبت کرنے کے بعد اس میں طلاق دینے کے حوالے سے ہے تو جو شخص اپنی بیوی کے ساتھ صحبت کرے اور وہ عورت حائضہ ہو تب اس شخص کے لئے یہ گنجائش نہیں ہوگی کہ وہ اس کے بعد اس عورت کو طلاق دے دے جب تک وہ صحبت اور طلاق کے درمیان' جو اس نے واقع کی ہے' ایک مکمل حیض نہ آ جائے۔

كَانَ كَذٰلِكَ فِي النَّظَرِ اَنَّهٗ اِذَا طَلَّقَ امْرَاَتَهٗ وَهِيَ حَائِضٌ، ثُمَّ اَرَادَ بَعْدَ ذٰلِكَ اَنْ يُّطَلِّقَهَا، لَمْ يَكُنْ لَهٗ ذٰلِكَ حَتّٰى يَكُوْنَ بَيْنَ الطَّلَاقِ الْاَوَّلِ الَّذِيْ كَانَ طَلَّقَهَا اِيَّاهُ وَبَيْنَ طَلَاقِهٖ اِيَّاهَا الثَّانِيْ، حَيْضَةٌ مُسْتَقْبَلَةٌ .

غور وفکر کے اعتبار سے یہ اسی طرح ہوگا کہ جب کوئی شخص اپنی بیوی کو طلاق دے دے اور وہ عورت حیض کی حالت میں ہو اور

اس کے بعد وہ عورت کو طلاق دینا چاہے تو اب اس شخص کو یہ حق حاصل نہیں ہوگا جب تک اس پہلی طلاق جو اس نے اس عورت کو دی ہے اور دوسری طلاق کے درمیان ایک حیض نہ آجائے۔

فَهٰذَا وَجْهُ النَّظَرِ - عِنْدَنَا - فِيْ هٰذَا الْبَابِ مَعَ مُوَافَقَةِ الْاٰثَارِ، وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ يُوْسُفَ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ.

وَفِيْ مَنْعِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ابْنَ عُمَرَ، اَنْ يُّطَلِّقَ امْرَاَتَهٗ بَعْدَ الطَّلَاقِ الْاَوَّلِ، حَتّٰى يَكُوْنَ بَعْدَ ذٰلِكَ حَيْضَةٌ مُسْتَقْبَلَةٌ، فَيَكُوْنُ بَيْنَ التَّطْلِيْقَتَيْنِ حَيْضَةٌ مُسْتَقْبَلَةٌ، دَلِيْلٌ اَنَّ حُكْمَ طَلَاقِ السُّنَّةِ اَنْ لَا يُجْمَعَ مِنْهُ تَطْلِيْقَتَانِ فِيْ طُهْرٍ وَّاحِدٍ.

فَافْهَمْ ذٰلِكَ، فَاِنَّهٗ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ، وَاَبِيْ يُوْسُفَ، وَمُحَمَّدٍ، رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِمْ اَجْمَعِيْنَ.

غور وفکر کے اعتبار سے اس بارے میں ہمارے نزدیک یہی صورت تھی اور اسی میں آثار کی تائید بھی حاصل ہے اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

نیز نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کو اس بات سے منع کیا تھا کہ وہ پہلی طلاق کے بعد اپنی اہلیہ کو اس وقت تک اگلی طلاق نہ دیں جب تک اس کے بعد حیض نہ آجائے اور دو طلاقوں کے درمیان ایک حیض کا ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ سنت طلاق کا حکم یہ ہے کہ ایک ہی طہر میں دو طلاقوں کو جمع نہ کیا جائے۔

تو تم اس بات کو سمجھ لو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ اسی بات کے قائل ہیں۔

## بَابُ الرَّجُلِ يُطَلِّقُ امْرَاَتَهٗ ثَلَاثًا مَعًا

## باب 2: جو شخص اپنی بیوی کو تین طلاقیں ایک ساتھ دے دیتا ہے

**221**-حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ الْفَرَجِ، قَالَ ثنا اَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، قَالَ: ثنا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، قَالَ: اَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، قَالَ: اَخْبَرَنِيْ ابْنُ طَاوُسٍ، عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ (اَبَا الصَّهْبَاءِ قَالَ لِابْنِ عَبَّاسٍ: اَتَعْلَمُ اَنَّ الثَّلَاثَ كَانَتْ تُجْعَلُ وَاحِدَةً عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبِيْ بَكْرٍ وَّثَلَاثًا مِّنْ اِمَارَةِ عُمَرَ ؟ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: نَعَمْ)

✧✧ طاؤس کے صاحبزادے اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں' ابوصہباء نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے دریافت کیا' کیا آپ جانتے ہیں کہ ایک شخص کے تین طلاقوں کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے ابتدائی تین سالوں میں ایک قرار دیا جاتا تھا تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ہاں (ایسا ہی ہے)

قَالَ اَبُوْ جَعْفَرٍ: فَذَهَبَ قَوْمٌ اِلٰى اَنَّ الرَّجُلَ اِذَا طَلَّقَ امْرَاَتَهٗ ثَلَاثًا مَعًا، فَقَدْ وَقَعَتْ عَلَيْهَا وَاحِدَةٌ اِذَا كَانَتْ فِيْ وَقْتِ سُنَّةٍ، وَذٰلِكَ اَنْ تَكُوْنَ طَاهِرًا فِيْ غَيْرِ جِمَاعٍ.

امام ابوجعفر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ایک جماعت اس بات کی قائل ہے کہ جب کوئی شخص اپنی بیوی کو تین طلاقیں ایک ساتھ دے دے تو عورت پر ایک طلاق واقع ہوگی جبکہ وہ طلاق سنت وقت میں دی گئی ہو اور وہ سنت وقت یہ ہے کہ وہ عورت طہر کی حالت میں

ہواوراس کے ساتھ صحبت نہ کی گئی ہو۔

وَاحْتَجُّوْا فِیْ ذٰلِکَ بِهٰذَا الْحَدِیْثِ وَقَالُوْا: لَمَّا کَانَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ اِنَّمَا اَمَرَ عِبَادَهٗ اَنْ یُّطَلِّقُوا لِوَقْتٍ عَلٰی صِفَةٍ، فَطَلَّقُوا عَلٰی غَیْرِ مَا اَمَرَهُمْ بِهٖ، لَمْ یَقَعْ طَلَاقُهُمْ.

یہ لوگ اس بارے میں اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ ایک مخصوص وقت میں طلاق دیں اور پھر وہ بندے اللہ تعالیٰ کے حکم کے برعکس طلاق دے دیں تو وہ طلاق واقع نہیں ہوگی۔

وَقَالُوْا: اَلَا تَرَوْنَ اَنَّ رَجُلًا لَوْ اَمَرَ رَجُلًا اَنْ یُّطَلِّقَ امْرَاَتَهٗ فِیْ وَقْتٍ عَلٰی صِفَةٍ، فَطَلَّقَهَا فِیْ غَیْرِهٖ، اَوْ اَمَرَهٗ اَنْ یُّطَلِّقَهَا عَلٰی شَرِیْطَةٍ، فَطَلَّقَهَا عَلٰی غَیْرِ تِلْکَ الشَّرِیْطَةِ، اَنَّ ذٰلِکَ لَا یَقَعُ، اِذْ کَانَ قَدْ خَالَفَ مَا اَمَرَ بِهٖ.

قَالُوْا: فَکَذٰلِکَ الطَّلَاقُ، الَّذِیْ اَمَرَ بِهِ الْعِبَادَ، فَاِذَا اَوْقَعُوْهُ کَمَا اُمِرُوْا بِهٖ، وَقَعَ، وَاِذَا اَوْقَعُوْهُ عَلٰی خِلَافِ ذٰلِکَ، لَمْ یَقَعْ.

یہ حضرات یہ کہتے ہیں کہ کیا آپ نے اس بات کا جائزہ نہیں لیا؟ اگر کوئی شخص کسی دوسرے بندے کو یہ کہے کہ وہ اس کی بیوی کو طلاق دے دے اور اس میں معین وقت بیان کردے تو پھر وہ شخص اس کی بجائے کسی دوسرے وقت میں طلاق دے یا وہ بندہ اس دوسرے بندے کو یہ کہے کہ وہ کسی خاص شرط کے ساتھ اس کی بیوی کو طلاق دے اور وہ اس مخصوص شرط کے علاوہ دوسری شرط کے ساتھ طلاق دے دے تو وہ طلاق واقع نہیں ہوگی کیونکہ اس نے اس چیز کی مخالفت کی ہے جس کی اسے ہدایت کی گئی تھی یہ حضرات یہ کہتے ہیں کہ اسی طرح جس طلاق کو دینے کی بندوں کو ہدایت کی گئی ہے جب وہ حکم کے مطابق اسے دیں گے تو وہ طلاق واقع ہو جائے گی جب وہ حکم کے خلاف اسے دیں گے تو وہ طلاق واقع نہیں ہوگی۔

وَخَالَفَهُمْ فِیْ ذٰلِکَ اَکْثَرُ اَهْلِ الْعِلْمِ، فَقَالُوْا: الَّذِیْ اَمَرَ بِهِ الْعِبَادَ مِنْ اِیْقَاعِ الطَّلَاقِ، فَهُوَ کَمَا ذَکَرْتُمْ، اِذَا کَانَتِ الْمَرْاَةُ طَاهِرًا، مِنْ غَیْرِ جِمَاعٍ، اَوْ کَانَتْ حَامِلًا، وَاُمِرُوْا بِتَفْرِیْقِ الثَّلَاثِ اِذَا اَرَادُوْا اِیْقَاعَهُنَّ، وَلَا یُوْقِعُوْنَهُنَّ مَعًا.

فَاِذَا خَالَفُوْا ذٰلِکَ، فَطَلَّقُوْا فِی الْوَقْتِ الَّذِیْ لَا یَنْبَغِیْ لَهُمْ اَنْ یُّطَلِّقُوْا فِیْهِ، وَاَوْقَعُوْا مِنَ الطَّلَاقِ اَکْثَرَ مِمَّا اُمِرُوْا بِاِیْقَاعِهٖ، لَزِمَهُمْ مَا اَوْقَعُوْا مِنْ ذٰلِکَ، وَهُمْ اٰثِمُوْنَ فِیْ تَعَدِّیْهِمْ مَا اَمَرَهُمُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ.

وَلَیْسَ ذٰلِکَ کَالْوَکَالَاتِ، لِاَنَّ الْوُکَلَاءَ اِنَّمَا یَفْعَلُوْنَ ذٰلِکَ لِلْمُوَکِّلِیْنَ، فَیَحِلُّوْنَ فِیْ اَفْعَالِهِمْ تِلْکَ مَحَلَّهُمْ فَاِنْ فَعَلُوْا ذٰلِکَ کَمَا اُمِرُوْا لَزِمَ وَاِنْ فَعَلُوْا ذٰلِکَ عَلٰی غَیْرِ مَا اُمِرُوْا بِهٖ لَمْ یَلْزَمْ.

وَالْعِبَادُ فِیْ طَلَاقِهِمْ اِنَّمَا یَفْعَلُوْنَهٗ لِاَنْفُسِهِمْ لَا لِغَیْرِهِمْ، لَا لِرَبِّهِمْ عَزَّ وَجَلَّ، وَلَا یَحِلُّوْنَ فِیْ فِعْلِهِمْ ذٰلِکَ مَحَلَّ غَیْرِهِمْ، فَیُرَادُ مِنْهُمْ فِیْ ذٰلِکَ اِصَابَةُ مَا اَمَرَهُمْ بِهِ الَّذِیْنَ یَحِلُّوْنَ فِیْ فِعْلِهِمْ ذٰلِکَ مَحَلَّهُمْ.

فَلَمَّا کَانَ ذٰلِکَ کَذٰلِکَ، لَزِمَهُمْ مَا فَعَلُوْا، وَاِنْ کَانَ ذٰلِکَ مِمَّا قَدْ نُهُوْا عَنْهُ.

اس بارے میں اکثر اہل علم نے ان لوگوں کی مخالفت کی ہے اہل علم یہ کہتے ہیں کہ بندوں کو جس بات کا حکم دیا گیا ہے طلاق

دینے کے اندر وہ ویسا ہی ہے جیسا تم نے بیان کیا ہے کہ جب عورت طہر کی حالت میں ہو اس کے ساتھ صحبت نہ کی گئی ہو یا عورت حاملہ ہو اور بندوں کو یہ ہدایت کی گئی ہے کہ وہ تین طلاقیں الگ الگ کر کے دیں جیسے وہ انہیں دینا چاہتے ہوں وہ انہیں ایک ساتھ نہیں دیں گے لیکن اگر وہ اس کی مخالفت کر دیتے ہیں اور اس وقت میں طلاق دے دیتے ہیں جس میں انہیں طلاق نہیں دینی چاہئے تھی یا جتنی طلاقوں کا انہیں حکم دیا گیا ہے وہ اس سے زیادہ طلاقیں دے دیتے ہیں تو وہ طلاقیں لازم ہو جائیں گی کیونکہ انہوں نے دے دی ہیں۔ البتہ وہ اس حد سے تجاوز کرنے کی وجہ سے گنہگار ہوں گے جن کا اللہ تعالیٰ نے انہیں حکم دیا تھا اور اس کا حکم کسی کو وکیل مقرر کرنے کی طرح نہیں ہے کیونکہ وکیل لوگ اپنے مؤکل کے لئے ایسا کام کرتے ہیں جس میں وہ ان کے قائم مقام بن جاتے ہیں اگر وہ اس عمل کو اسی طرح کریں گے جیسے انہیں ہدایت کی گئی تھی تو وہ عمل لازم ہو گا اور اگر وہ اس کے برعکس طریقے سے کریں گے جن کی انہیں ہدایت کی گئی تھی تو وہ عمل لازم نہیں ہو گا لیکن طلاق کے معاملے میں بندے خود اپنی ذات کے لئے ایسا کرتے ہیں کسی دوسرے کے لئے یا اپنے پروردگار کے لئے ایسا نہیں کرتے اور نہ ہی وہ اس فعل میں کسی دوسرے کے قائم مقام ہوتے ہیں کہ ان سے اسی درستگی کا تقاضا کیا جائے جس کا ان کے کسی دوسرے کے قائم مقام ہونے کی صورت میں کیا جاتا ہے تو جب ایسی صورتحال ہو گی تو جو انہوں نے کہا ہے وہ لازم ہو جائے گا اگرچہ وہ ایک ایسا عمل ہے جس سے منع کیا گیا ہے۔

لِاَنَّا قَدْ رَاَيْنَا اَشْيَاءَ، مِمَّا قَدْ نَهَى اللّٰهُ تَعَالٰى الْعِبَادَ عَنْ فِعْلِهَا، اَوْجَبَ عَلَيْهِمْ اِذَا فَعَلُوْهَا اَحْكَامًا .

مِنْ ذٰلِكَ اَنَّهُ نَهَاهُمْ عَنِ الظِّهَارِ، وَوَصَفَهُ بِاَنَّهُ مُنْكَرٌ مِنَ الْقَوْلِ وَزُوْرٌ، وَلَمْ يَمْنَعْ مَا كَانَ كَذٰلِكَ اَنْ تَحْرُمَ بِهِ الْمَرْاَةُ عَلٰى زَوْجِهَا، حَتّٰى يَفْعَلَ مَا اَمَرَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى بِهِ مِنَ الْكَفَّارَةِ .

فَلَمَّا رَاَيْنَا الظِّهَارَ قَوْلًا مُنْكَرًا وَزُوْرًا، وَقَدْ لَزِمَتْ بِهِ حُرْمَةٌ، كَانَ كَذٰلِكَ الطَّلَاقُ الْمَنْهِيُّ عَنْهُ، هُوَ مُنْكَرٌ مِنَ الْقَوْلِ وَزُوْرٌ، وَالْحُرْمَةُ بِهِ وَاجِبَةٌ .

اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم نے بہت سی ایسی چیزوں کو دیکھا ہے کہ جن سے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو منع کیا ہے لیکن اگر وہ اس کا ارتکاب کر لیں تو ان پر اس کا حکم لازم ہو جاتا ہے اللہ تعالیٰ نے بندوں کو ظہار سے منع کیا ہے اور اسے منکر اور جھوٹی بات قرار دیا ہے لیکن اس نے اس بات کو ممنوع قرار نہیں دیا کہ اگر کوئی شخص اس طریقے کے ساتھ اپنی بیوی کو اپنے اوپر حرام کر لے تو یہ اس وقت تک حلال نہیں ہو گی جب تک اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق کفارہ ادا نہ کیا جائے تو جب ہم نے یہ دیکھا کہ یہ قول منکر ہے "زور" ہے لیکن اس کے باوجود اس کی حرمت لازم ہو گئی تو یہ طلاق بھی اسی طرح ہو گی جس سے منع کیا گیا ہو تو وہ بھی قول منکر ہو گا اور "زور" ہو گا لیکن اس کے ذریعے حرمت واجب ہو جائے گی۔

وَقَدْ رَاَيْنَا (رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، لَمَّا سَاَلَهُ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنْ طَلَاقِ عَبْدِ اللّٰهِ امْرَاَتَهُ وَهِيَ حَائِضٌ، اَمَرَهُ بِمُرَاجَعَتِهَا)، وَتَوَاتَرَتْ عَنْهُ بِذٰلِكَ الْاٰثَارُ، وَقَدْ ذَكَرْتُهَا فِي الْبَابِ الْاَوَّلِ وَلَا يَجُوْزُ اَنْ يُؤْمَرَ بِالْمُرَاجَعَةِ، مَنْ لَمْ يَقَعْ طَلَاقُهُ .

فَلَمَّا كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ اَلْزَمَهُ الطَّلَاقَ فِي الْحَيْضِ، وَهُوَ وَقْتٌ لَا يَحِلُّ اِيقَاعُ الطَّلَاقِ

فِيهِ، كَانَ كَذٰلِكَ مَنْ طَلَّقَ امْرَاَتَهُ ثَلَاثًا، فَاَوْقَعَ كُلًّا فِيْ وَقْتِ الطَّلَاقِ لَزِمَهُ مِنْ ذٰلِكَ مَا اَلْزَمَ نَفْسَهُ، وَاِنْ كَانَ قَدْ فَعَلَهُ عَلٰى خِلَافِ مَا اُمِرَ بِهِ .

فَهٰذَا هُوَ النَّظَرُ فِيْ هٰذَا الْبَابِ .

ہم نے نبی اکرم ﷺ کو دیکھا ہے کہ جب حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ان سے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے اپنی اہلیہ کو' جو حالت حیض میں تھیں' طلاق دینے کے بارے میں دریافت کیا: تو نبی اکرم ﷺ نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو اس خاتون کے ساتھ رجوع کرنے کی ہدایت کی اس بارے میں روایات تواتر کے ساتھ ثابت ہیں اور ہم اس باب سے پہلے باب میں انہیں ذکر کر چکے ہیں کہ یہ بات جائز نہیں ہوگی کہ انہیں رجوع کرنے کا حکم دیا جائے جس کی طلاق ہی واقع نہیں ہوئی تو جب نبی اکرم ﷺ نے اس طلاق کو لازم کیا جو حیض کی حالت میں تھی اور یہ ایک ایسا وقت ہے جس میں طلاق دینا حلال نہیں ہے تو اسی طرح جو شخص اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دے گا وہ بھی ان تمام طلاقوں کو واقع کر دے گا اور اس پر وہ چیز لازم ہوگی جو اس نے اپنی ذات پر لازم کی ہے اگرچہ جو اس نے کیا ہے وہ اس چیز کے خلاف ہے جس چیز کا اسے حکم دیا گیا تھا۔

اس بارے میں غور و فکر کے حوالے سے یہی صورت ہے۔

وَفِيْ حَدِيْثِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، مَا لَوِ اكْتَفَيْنَا بِهِ كَانَ حُجَّةً قَاطِعَةً، وَذٰلِكَ اَنَّهُ قَالَ (فَلَمَّا كَانَ زَمَانُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: اَيُّهَا النَّاسُ، قَدْ كَانَتْ لَكُمْ فِي الطَّلَاقِ اَنَاةٌ وَّاِنَّهُ مَنْ تَعَجَّلَ اَنَاةَ اللّٰهِ فِي الطَّلَاقِ اَلْزَمْنَاهُ اِيَّاهُ) .

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث کا جہاں تک تعلق ہے اگر ہم اس پر اکتفاء کر لیں تو یہ بھی قطعی حجت ہے اور وہ اس طرح کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ اقدس میں ایسا ہوا تو انہوں نے فرمایا: اے لوگو! تمہارے لئے طلاق میں ڈھیل تھی لیکن جو شخص طلاق کے معاملے میں اللہ تعالیٰ کی ڈھیل کے بارے میں جلد بازی کا مظاہرہ کرے گا تو ہم اس طلاق کو اس پر لازم کر دیں گے۔

**222**-حَدَّثَنَا بِذٰلِكَ ابْنُ اَبِيْ عِمْرَانَ، قَالَ، ثنا اِسْحَاقُ بْنُ اَبِيْ اِسْرَائِيلَ، قَالَ: اَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ .

✧✧ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

وَحَدَّثَنَا عَبْدُ الْحَمِيدِ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ، قَالَ: ثنا اَحْمَدُ بْنُ مَنْصُوْرٍ الرَّمَادِيُّ، قَالَ: ثنا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنْ طَاوُسٍ، عَنْ اَبِيهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، مِثْلَ الْحَدِيْثِ الَّذِيْ ذَكَرْنَاهُ فِيْ اَوَّلِ هٰذَا الْبَابِ، غَيْرَ اَنَّهُمَا لَمْ يَذْكُرَا اَبَا الصَّهْبَاءِ وَلَا سُؤَالَهُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا، وَاِنَّمَا ذَكَرَا مِثْلَ جَوَابِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا الَّذِيْ فِيْ ذٰلِكَ الْحَدِيْثِ، وَذَكَرَا بَعْدَ ذٰلِكَ مِنْ كَلَامِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، مَا قَدْ ذَكَرْنَاهُ قَبْلَ هٰذَا الْحَدِيْثِ .

فَخَاطَبَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ بِذٰلِكَ النَّاسَ جَمِيعًا، وَفِيهِمْ اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَضِيَ عَنْهُمْ، الَّذِيْنَ قَدْ عَلِمُوا مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذٰلِكَ، فِيْ ذٰلِكَ، فِيْ زَمَنِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ،

فَلَمْ يُنْكِرْهُ عَلَيْهِ مِنْهُمْ مُنْكِرٌ، وَلَمْ يَدْفَعْهُ دَافِعٌ، فَكَانَ ذٰلِكَ اَكْبَرَ الْحُجَّةِ فِي نَسْخِ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذٰلِكَ .

لِاَنَّهُ لَمَّا كَانَ فِعْلُ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَمِيعًا، فِعْلًا يَجِبُ بِهِ الْحُجَّةُ، كَانَ كَذٰلِكَ اَيْضًا اِجْمَاعُهُمْ عَلَى الْقَوْلِ اِجْمَاعًا يَجِبُ بِهِ الْحُجَّةُ .

وَكَمَا كَانَ اِجْمَاعُهُمْ عَلَى النَّقْلِ بَرِيئًا مِنَ الْوَهْمِ وَالزَّلَلِ، كَانَ كَذٰلِكَ اِجْمَاعُهُمْ عَلَى الرَّأْيِ بَرِيئًا مِنَ الْوَهْمِ وَالزَّلَلِ .

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اسی کی مانند حدیث منقول ہے جسے ہم اس باب کے آغاز میں نقل کر چکے ہیں البتہ اس میں راویوں نے ابوصہباء کا اور اس کے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سوال کرنے کا ذکر نہیں کیا لیکن انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے جواب کی مانند ذکر کیا ہے جو اس حدیث میں ہے اور اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا کلام تفصیل سے ذکر کیا ہے جو ہم پہلے بیان کر چکے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس بارے میں لوگوں کو خطبہ دیتے ہوئے فرمایا ان لوگوں میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب موجود تھے یہ وہ لوگ ہیں جو یہ بات جانتے تھے کہ اس سے پہلے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں کیا صورتحال تھی اور ان میں سے کسی ایک نے بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر انکار نہیں کیا اور اس بات کو مسترد نہیں کیا تو یہ اس بات کی سب سے بڑی حجت ہے کہ اس سے پہلے کا حکم منسوخ ہو چکا ہے کیونکہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام اصحاب کے فعل کے ذریعے حجت واجب ہو جاتی ہے تو اسی طرح ان کے کسی قول پر اتفاق کر لینے کی وجہ سے حجت واجب ہو جاتی ہے تو اسی طرح ان کے کسی بات کو نقل کرنے سے وہم اور زلل (خطاء) دور ہو جاتے ہیں تو اسی طرح کسی رائے پر ان کا اتفاق بھی کسی وہم اور خطا کو ختم کر دے گا۔

وَقَدْ رَاَيْنَا اَشْيَاءَ قَدْ كَانَتْ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى مَعَانِي، فَجَعَلَهَا اَصْحَابُهُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ مِنْ بَعْدِهٖ، عَلٰى خِلَافِ تِلْكَ الْمَعَانِي، لَمَّا رَاَوْا فِيهِ مِمَّا قَدْ خَفِيَ عَلٰى مَنْ بَعْدَهُمْ، فَكَانَ ذٰلِكَ حُجَّةً نَاسِخًا، لِمَا تَقَدَّمَهُ .

مِنْ ذٰلِكَ، تَدْوِينُ الدَّوَاوِينِ وَالْمَنْعُ مِنْ بَيْعِ اُمَّهَاتِ الْاَوْلَادِ، وَقَدْ كُنَّ يُبَعْنَ قَبْلَ ذٰلِكَ .

وَالتَّوْقِيتُ فِي حَدِّ الْخَمْرِ، وَلَمْ يَكُنْ فِيهِ تَوْقِيتٌ قَبْلَ ذٰلِكَ فَلَمَّا كَانَ مَا عَمِلُوْا بِهٖ مِنْ ذٰلِكَ، وَوَقَفْنَا عَلَيْهِ، لَا يَجُوزُ لَنَا خِلَافُهُ اِلٰى مَا قَدْ رَاَيْنَاهُ، مِمَّا قَدْ تَقَدَّمَ فِعْلُهُمْ لَهُ كَانَ كَذٰلِكَ مَا وَقَفُوْنَا عَلَيْهِ مِنَ الطَّلَاقِ الثَّلَاثِ، الْمُوقَعِ مَعًا، اَنَّهُ يَلْزَمُ، لَا يَجُوزُ لَنَا خِلَافُهُ اِلٰى غَيْرِهٖ، مِمَّا قَدْ رُوِيَ اَنَّهُ كَانَ قَبْلَهُ عَلٰى خِلَافِ ذٰلِكَ .

ہم نے ایسے بہت سے احکام دیکھے ہیں کہ جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں ایک صورت میں تھے اور پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب نے آپ کے بعد اس کے برعکس صورت سامنے رکھی جب انہوں نے دیکھا کہ بعد والوں کے لئے یہ اصل صورت پوشیدہ رہے گی تو یہ ایسی حجت ہوگئی جس نے پہلے والے حکم کو منسوخ کر دیا ان میں سے ایک رجسٹر تیار کرنا ہے۔ ام ولد کو فروخت کرنا ہے حالانکہ اس سے پہلے انہیں فروخت کیا جاتا تھا شراب کی حد مقرر کرنا ہے اگرچہ پہلے اس کی کوئی مقرر حد نہیں تھی تو جب ان حضرات نے ان صورتوں پر عمل کیا اور ہم اس سے واقف ہو گئے تو اب ہمارے لئے اس سے برعکس کرنا اور اپنی رائے اختیار کرنا جائز نہیں ہے،

وہ بھی ایسے مسئلے کے بارے میں ان کا طرزِ عمل آ چکا ہو۔ اسی طرح ایک ساتھ دی جانے والی تین طلاقوں کے بارے میں جب ہم واقف ہوئے کہ یہ لازم ہو جاتی ہیں تو اب ہمارے لئے اس کے خلاف کرنا جائز نہیں ہے اور اس چیز کو اختیار کرنا جائز نہیں ہے جو اس کے خلاف اس سے پہلے ہوا کرتی تھی۔

ثُمَّ هٰذَا ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا، قَدْ كَانَ مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ يُفْتِي مَنْ طَلَّقَ امْرَاَتَهُ ثَلَاثًا مَعًا، اَنَّ طَلَاقَهُ قَدْ لَزِمَهُ، وَحَرَّمَهَا عَلَيْهِ.

پھر یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما ہیں جو اس کے بعد یہ فتویٰ دیتے ہیں کہ جو شخص اپنی بیوی کو ایک ساتھ تین طلاقیں دے گا تو اس کی طلاق لازم ہو جائے گی اور وہ عورت اس کے لئے حرام ہو جائے گی۔

**223**-حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيمُ بْنُ مَرْزُوقٍ، قَالَ: ثنا اَبُو حُذَيْفَةَ، قَالَ: ثنا سُفْيَانُ، عَنِ الْاَعْمَشِ، عَنْ مَالِكِ بْنِ الْحَارِثِ، قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ اِلَى ابْنِ عَبَّاسٍ فَقَالَ: اِنَّ عَمِّي طَلَّقَ امْرَاَتَهُ ثَلَاثًا، فَقَالَ: اِنَّ عَمَّكَ عَصَى اللّٰهَ فَاَثِمَهُ اللّٰهُ وَاَطَاعَ الشَّيْطَانَ فَلَمْ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا.

فَقُلْتُ: كَيْفَ تَرٰى فِي رَجُلٍ يُحِلُّهَا لَهُ؟ فَقَالَ (مَنْ يُخَادِعِ اللّٰهَ يُخَادِعْهُ).

✧✧ مالک بن حارث بیان کرتے ہیں ایک شخص حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس آیا اور بولا میرے چچا نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دی ہیں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: تمہارے چچا نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کو مکمل کر دیا ہے اس نے شیطان کی پیروی کی ہے لیکن شیطان نے اس کے لئے کوئی گنجائش نہیں چھوڑی۔

راوی کہتے ہیں میں نے دریافت کیا: ایسے شخص کے بارے میں آپ کیا رائے رکھتے ہیں؟ جو اس کو حلال قرار دیتا ہو؟ تو انہوں نے فرمایا: جو شخص اللہ تعالیٰ کے بارے میں دھوکہ دینے کی کوشش کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو اس کا بدلہ دے گا۔

**224**-حَدَّثَنَا يُونُسُ، قَالَ: اَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ اَنَّ مَالِكًا اَخْبَرَهُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ ثَوْبَانَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِيَاسِ بْنِ الْبُكَيْرِ، قَالَ: طَلَّقَ رَجُلٌ امْرَاَتَهُ ثَلَاثًا قَبْلَ اَنْ يَدْخُلَ بِهَا، ثُمَّ بَدَا لَهُ اَنْ يَنْكِحَهَا، فَجَاءَ يَسْتَفْتِي فَذَهَبْتُ مَعَهُ اَسْاَلُ لَهُ

اَبَا هُرَيْرَةَ، وَعَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَبَّاسٍ عَنْ ذٰلِكَ.

فَقَالَا: لَا نَرٰى اَنْ تَنْكِحَهَا، حَتّٰى تَتَزَوَّجَ زَوْجًا غَيْرَكَ.

فَقَالَ: اِنَّمَا كَانَ طَلَاقِي اِيَّاهَا وَاحِدَةً.

فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: اِنَّكَ اَرْسَلْتَ مِنْ يَدِكَ، مَا كَانَ لَكَ مِنْ فَضْلٍ.

✧✧ محمد بن ایاس بن بکیر فرماتے ہیں: ایک شخص نے اپنی بیوی کو اس کی رخصتی ہونے سے پہلے تین طلاقیں دے دیں پھر اسے یہ مناسب لگا کہ وہ اس عورت کے ساتھ نکاح کر لے تو وہ مسئلہ دریافت کرنے کے لئے آیا میں اس کے ساتھ گیا تا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے اس بارے میں دریافت کریں تو دونوں حضرات نے یہ جواب دیا: ہمارے

نزدیک تم اس عورت کے ساتھ اس وقت تک شادی نہیں کر سکتے جب تک وہ دوسری شادی کرنے کے بعد (بیوہ یا طلاق یافتہ نہ ہو جائے) اس شخص نے کہا: میری طلاق جو اس عورت کو دی تھی وہ ایک شمار ہوگی تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: تم نے اپنے ہاتھ میں موجود چیز کو چھوڑ دیا اب تمہارے پاس کوئی گنجائش نہیں ہے۔

**225** -حَدَّثَنَا يُونُسُ، قَالَ: اَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ اَنَّ مَالِكًا اَخْبَرَهُ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، اَنَّ بُكَيْرَ بْنَ الْاَشَجِّ اَخْبَرَهُ عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ اَبِي عَيَّاشٍ الْاَنْصَارِيِّ اَنَّهُ كَانَ جَالِسًا مَعَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ، وَعَاصِمِ بْنِ عُمَرَ، فَجَاءَ هُمَا مُحَمَّدُ بْنُ اِيَاسِ بْنُ الْبُكَيْرِ، قَالَ: اِنَّ رَجُلًا مِنْ اَهْلِ الْبَادِيَةِ طَلَّقَ امْرَاَتَهُ ثَلَاثًا، قَبْلَ اَنْ يَدْخُلَ بِهَا، فَمَاذَا تَرَيَانِ ؟ فَقَالَ ابْنُ الزُّبَيْرِ: اِنَّ هٰذَا الْاَمْرَ مَا لَنَا فِيهِ مِنْ قَوْلٍ، فَاذْهَبْ اِلَى عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ وَاَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ

فَاسْاَلْهُمَا ثُمَّ ائْتِنَا فَاَخْبِرْنَا .

فَذَهَبَ فَسَاَلَهُمَا، فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ لِاَبِي هُرَيْرَةَ: اَفْتِهِ يَا اَبَا هُرَيْرَةَ، فَقَدْ جَاءَ تْكَ مُعْضِلَةٌ (اَيْ مَسْاَلَةٌ صَعْبَةٌ مُشْكِلَةٌ) .

فَقَالَ اَبُو هُرَيْرَةَ: اَلْوَاحِدَةُ تُبِينُهَا، وَالثَّلَاثُ تُحَرِّمُهَا، حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ .

✧✧ معاویہ بن عیاش انصاری بیان کرتے ہیں' وہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما اور عاصم بن عمر کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے محمد بن ایاس ان دونوں کے پاس آئے اور بولے ایک شخص جو دیہاتی ہے اس نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دی ہیں اس عورت کی رخصتی ہونے سے پہلے ہی' آپ دونوں کی کیا رائے ہے۔ حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: یہ معاملہ ہمارے بس کا کام نہیں ہے کہ ہم کچھ کہیں! تم حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے پاس جاؤ اور ان دونوں سے دریافت کرو پھر ہمارے پاس آ کر ہمیں بتانا۔ وہ شخص گیا اور ان دونوں سے دریافت کیا: تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہا: اے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ! آپ اسے حکم بتائیں آپ کے پاس ایک مشکل مسئلہ آیا ہے تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ایک طلاق کی وجہ سے تم اس عورت سے الگ ہو جاؤ گے اور تین طلاقوں کی وجہ سے تم نے اسے حرام قرار دے دیا (تو یہ اس وقت تک حرام رہے گی) جب تک دوسرے شوہر کے ساتھ شادی کرنے کے بعد (مطلقہ یا بیوہ نہیں ہو جاتی)

**226** -حَدَّثَنَا رَبِيعٌ الْمُؤَذِّنُ، قَالَ: ثنا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، قَالَ: اَخْبَرَنَا ابْنُ اَبِي ذِئْبٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ ثَوْبَانَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِيَاسِ بْنِ الْبُكَيْرِ اَنَّ رَجُلًا سَاَلَ ابْنَ عَبَّاسٍ، وَاَبَا هُرَيْرَةَ، وَابْنَ عُمَرَ، عَنْ طَلَاقِ الْبِكْرِ ثَلَاثًا وَهُوَ مَعَهُ، فَكُلُّهُمْ قَالَ حُرِّمَتْ عَلَيْكَ .

✧✧ زہری بیان کرتے ہیں' محمد بن عبدالرحمن بن ثوبان نے محمد بن ایاس بن بکیر کے حوالے سے یہ بات نقل کی ہے کہ ایک شخص نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے باکرہ عورت کو تین طلاقیں دینے کے بارے میں دریافت کیا: وہ اس وقت ان کے ساتھ تھے تو ان تمام حضرات نے یہی جواب دیا: وہ عورت تمہارے لئے حرام ہو گئی

ہے۔

**227**-حَدَّثَنَا يُونُسُ، قَالَ: اَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ اَبِي سَلَمَةَ، عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ وَابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّهُمَا قَالَا فِي الرَّجُلِ يُطَلِّقُ الْبِكْرَ ثَلَاثًا: لَا تَحِلُّ لَهُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ .

✧✧ زہری ابوسلمہ، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے یہ بات نقل کرتے ہیں' ان دونوں حضرات نے ایسے شخص کے بارے میں یہ ارشاد فرمایا ہے' جو رخصتی سے پہلے ہی بیوی کو تین طلاقیں دے دیتا ہے وہ عورت اس شخص کے لئے اس وقت تک حلال نہیں ہوگی جب تک دوسری شادی کرنے کے بعد (بیوہ یا طلاق یافتہ نہیں ہو جاتی)

**228**-حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرَةَ، قَالَ: ثنا مُؤَمَّلٌ، قَالَ: ثنا سُفْيَانُ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ اَنَّ رَجُلًا سَاَلَ ابْنَ عَبَّاسٍ، اَنَّ رَجُلًا طَلَّقَ امْرَاَتَهُ مِائَةً . فَقَالَ: ثَلَاثٌ تُحَرِّمُهَا عَلَيْهِ، وَسَبْعَةٌ وَّتِسْعُونَ فِي رَقَبَتِهِ، اِنَّهُ اتَّخَذَ ايَاتِ اللّٰهِ هُزُوًا .

✧✧ سعید بن جبیر بیان کرتے ہیں' ایک شخص نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سوال کیا ایک شخص نے اپنی بیوی کو سو طلاقیں دے دی ہیں تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: تین طلاقوں کے ذریعے وہ عورت اس کے لئے حرام ہوگئی اور ستانویں اس کی گردن پر ہیں اور اس نے اللہ تعالیٰ کے حکم کا مذاق اڑایا ہے۔

**229**-حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ شَيْبَةَ، قَالَ: ثنا اَبُوْ نُعَيْمٍ، قَالَ: ثنا اِسْرَائِيلُ، عَنْ عَبْدِ الْاَعْلٰى، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، مِثْلَهُ .

✧✧ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے۔

**230**-حَدَّثَنَا ابْنُ مَرْزُوقٍ، قَالَ: ثنا وَهْبٌ، قَالَ: ثنا شُعْبَةُ، عَنِ ابْنِ اَبِي نَجِيحٍ، وَحُمَيْدٍ الْاَعْرَجِ، عَنْ مُجَاهِدٍ اَنَّ رَجُلًا قَالَ لِابْنِ عَبَّاسٍ: رَجُلٌ طَلَّقَ امْرَاَتَهُ مِائَةً، فَقَالَ: عَصَيْتَ رَبَّكَ وَبَانَتْ مِنْكَ امْرَاَتُكَ، لَمْ تَتَّقِ اللّٰهَ فَيَجْعَلَ لَكَ مَخْرَجًا، مَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهُ مَخْرَجًا، قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى (يَا اَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَطَلِّقُوهُنَّ فِي قُبُلِ عِدَّتِهِنَّ) .

✧✧ حضرت مجاہد بیان کرتے ہیں' ایک شخص نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے دریافت کیا: ایک شخص اپنی بیوی کو سو طلاقیں دیتا ہے تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: تم نے اپنے پروردگار کی نافرمانی کی اور تمہاری بیوی تم سے الگ ہوگئی تم اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرے ورنہ وہ تمہارے لئے کوئی راستہ رہنے دیتا اور جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے کوئی راستہ بنا دیتا ہے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

''اے نبی! جب تم اپنی بیویوں کو طلاق دو تو ان کی عدت کے حساب سے طلاق دو''۔

ثُمَّ قَدْ رُوِيَ عَنْ غَيْرِهِ مِنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَضِيَ عَنْهُمْ، مَا يُوَافِقُ ذٰلِكَ اَيْضًا .

یہی حکم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دیگر اصحاب سے بھی منقول ہے' جو اس کی تائید کرتے ہیں۔

---

**230**- اخرجه ابوداؤد في الطلاق باب 10' والنسائي في الطلاق باب 76,72,70

**231**-حَدَّثَنَا صَالِحُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، قَالَ: ثنا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ، قَالَ: ثنا سُفْيَانُ وَاَبُوْ عَوَانَةَ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ اَبِي وَائِلٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّهُ قَالَ - فِيمَنْ طَلَّقَ امْرَاَتَهُ ثَلَاثًا، قَبْلَ اَنْ يَدْخُلَ بِهَا - قَالَ: لَا تَحِلُّ لَهُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ .

✧✧ ابووائل بیان کرتے ہیں' حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے ایسے شخص کے بارے میں فرمایا ہے جو اپنی بیوی کو اس کی رخصتی ہونے سے پہلے ہی تین طلاقیں دے دیتا ہے' حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: وہ عورت اس شخص کے لئے حلال نہیں ہوگی جب تک وہ دوسری شادی نہ کرلے۔

**232**-حَدَّثَنَا ابْنُ مَرْزُوْقٍ، قَالَ: ثنا بِشْرُ بْنُ عُمَرَ، قَالَ: ثنا شُعْبَةُ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ اِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَلْقَمَةَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّهُ سُئِلَ عَنْ رَجُلٍ طَلَّقَ امْرَاَتَهُ مِائَةً قَالَ (ثَلَاثٌ تُبِينُهَا مِنْكَ، وَسَائِرُهَا عُدْوَانٌ) .

✧✧ علقمہ' حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ بات نقل کرتے ہیں' ان سے ایسے شخص کے بارے میں دریافت کیا گیا جو اپنی بیوی کو سو طلاقیں دیتا ہے انہوں نے فرمایا: تین طلاقوں کے ذریعے وہ عورت تم سے الگ ہوجائے گی اور باقی گناہ ہوں گی۔

**233**-حَدَّثَنَا يُوْنُسُ، قَالَ: اَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ اَنَّ مَالِكًا اَخْبَرَهُ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ بُكَيْرِ بْنِ الْاَشَجِّ، عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ اَبِي عَيَّاشٍ الْاَنْصَارِيِّ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ اَنَّهُ قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ اِلٰى عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو، فَسَاَلَهُ عَنْ رَجُلٍ طَلَّقَ امْرَاَتَهُ ثَلَاثًا، قَبْلَ اَنْ يَمَسَّهَا .

قَالَ عَطَاءٌ: فَقُلْتُ لَهُ، طَلَاقُ الْبِكْرِ وَاحِدَةٌ ؟ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ (اِنَّمَا اَنْتَ قَاصٌّ، الْوَاحِدَةُ تُبِينُهَا، وَالثَّلَاثُ تُحَرِّمُهَا حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ) .

✧✧ عطاء بن یسار بیان کرتے ہیں' ایک شخص حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی خدمت میں آیا اس نے ان سے ایسے شخص کے بارے میں دریافت کیا: جو اپنی بیوی کو اس کے ساتھ صحبت کرنے سے پہلے ہی تین طلاقیں دے دیتا ہے۔ عطاء نے کہا: میں نے اس شخص سے کہا (صحبت سے پہلے) عورت کو ایک طلاق دی جاتی ہے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم ایک واعظ ہو' ایک طلاق کے ذریعے تم نے عورت کو الگ کردیا اور تین کے ذریعے تم نے اسے حرام کردیا۔ جب تک کہ وہ عورت دوسری شادی نہ کرلے۔

**234**-حَدَّثَنَا فَهْدٌ، قَالَ ثنا ابْنُ اَبِي مَرْيَمَ، قَالَ: اَخْبَرَنَا ابْنُ لَهِيعَةَ، وَيَحْيَى بْنُ اَيُّوبَ، قَالَا: ثنا ابْنُ الْهَادِ، عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ اَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو، قَالَ (الْوَاحِدَةُ تُبِينُهَا وَالثَّلَاثُ تُحَرِّمُهَا) .

✧✧ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے۔ وہ فرماتے ہیں: ایک کے ذریعے تم نے اسے الگ کردیا اور تین کے ذریعے تم نے اسے حرام کردیا۔

**235**-حَدَّثَنَا صَالِحٌ، قَالَ: ثنا سَعِيدٌ هُوَ ابْنُ مَنْصُورٍ، قَالَ: ثنا اَبُوْ عَوَانَةَ: عَنْ شَقِيقٍ، عَنْ اَنَسٍ قَالَ (لَا

---

233 – اخرجه الك فی الطلاق حدیث 38

تَحِلُّ لَهُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ .

✧✧ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں وہ عورت اس شخص کے لئے اس وقت تک حلال نہیں ہوگی جب تک وہ دوسرے شوہر کے ساتھ شادی کرنے کے بعد (طلاق یافتہ یا بیوہ نہ ہو جائے)

قَالَ: وَكَانَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ اِذَا اُتِيَ بِرَجُلٍ طَلَّقَ امْرَاَتَهُ ثَلَاثًا اَوْجَعَ ظَهْرَهُ .

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں منقول ہے کہ جب ان کے پاس کوئی ایسا شخص آتا جس نے اپنی بیوی کو (ایک ساتھ) تین طلاقیں دی ہوئی ہوتیں تو وہ اس کی پٹائی کیا کرتے تھے۔

**236**-حَدَّثَنَا يُوْنُسُ، قَالَ: اَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ بَهْدَلَةَ، عَنْ شَقِيقٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ - فِي الرَّجُلِ يُطَلِّقُ الْبِكْرَ ثَلَاثًا - اِنَّهَا لَا تَحِلُّ لَهُ، حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ .

✧✧ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: وہ شخص جو رخصتی سے پہلے عورت کو تین طلاقیں دے دے تو وہ عورت اس کے لئے حلال نہیں ہوگی جب تک وہ دوسری شادی (کرنے کے بعد مطلقہ یا بیوہ نہ ہو جائے)

**237**-حَدَّثَنَا يُوْنُسُ، قَالَ: اَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، قَالَ: حَدَّثَنِي شَقِيقٌ، عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، عَنْ عُمَرَ، مِثْلَهُ .

✧✧ یہی روایت حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کی ہے۔

فَاِنْ قَالَ قَائِلٌ: قَدْ رَاَيْنَا الْعِبَادَ اُمِرُوْا اَنْ لَا يَنْكِحُوا النِّسَاءَ اِلَّا عَلٰى شَرَائِطَ، مِنْهَا اَنَّهُمْ مُنِعُوا مِنْ نِكَاحِهِنَّ فِيْ عِدَّتِهِنَّ، فَكَانَ مَنْ نَكَحَ امْرَاَةً فِيْ عِدَّتِهَا، لَمْ يَثْبُتْ نِكَاحُهُ عَلَيْهَا، وَهُوَ فِيْ حُكْمِ مَنْ لَمْ يَعْقِدْ عَلَيْهَا نِكَاحًا، فَالنَّظَرُ عَلٰى ذٰلِكَ، اَنْ يَكُوْنَ كَذٰلِكَ هُوَ اِذَا عَقَدَ عَلَيْهَا طَلَاقًا، فِيْ وَقْتٍ قَدْ نُهِيَ عَنْ اِيقَاعِ الطَّلَاقِ فِيْهِ، اَنْ لَا يَقَعَ طَلَاقُهُ ذٰلِكَ، وَاَنْ يَكُوْنَ فِيْ حُكْمِ مَنْ لَمْ يُوقِعْ طَلَاقًا .

اگر کوئی شخص یہ کہے کہ ہم نے لوگوں کو دیکھا کہ انہیں یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ مخصوص شرائط کے تحت ہی خواتین کے ساتھ شادی کر سکتے ہیں انہیں خواتین کی عدت کے دوران خواتین کے ساتھ شادی کرنے سے منع کیا گیا ہے اب اگر کوئی شخص کسی خاتون کے ساتھ اس خاتون کی عدت کے دوران شادی کر لیتا ہے تو اس کا نکاح اس خاتون کے ساتھ ثابت نہیں ہوگا اور وہ ایسے حکم میں ہوگا جیسے اس نے اس عورت کے ساتھ نکاح کیا ہی نہیں ہے تو اس پر قیاس کرتے ہوئے ایسا ہی ہوگا اگر وہ اس عورت کو ایسی طلاق دے دیتا ہے جو ایسے وقت میں دی گئی ہو جس میں طلاق دینے سے منع کیا گیا ہو تو وہ طلاق بھی واقع نہیں ہونی چاہئے اور وہ اس شخص کے حکم میں ہوگا جس نے طلاق دی ہی نہیں ہے۔

فَالْجَوَابُ فِيْ ذٰلِكَ، اَنَّ مَا ذَكَرَ مِنْ عَقْدِ النِّكَاحِ كَذٰلِكَ هُوَ، وَكَذٰلِكَ الْعُقُوْدُ كُلُّهَا الَّتِيْ يَدْخُلُ الْعِبَادُ بِهَا فِيْ اَشْيَاءَ لَا يَدْخُلُوْنَ فِيْهَا اِلَّا مِنْ حَيْثُ

اُمِرُوْا بِالدُّخُوْلِ فِيْهَا .

وَاَمَّا الْخُرُوْجُ مِنْهَا، فَقَدْ يَجُوْزُ بِغَيْرِ مَا اُمِرُوْا بِالْخُرُوْجِ بِهِ، مِنْ ذٰلِكَ اَنَّا قَدْ رَاَيْنَا الصَّلَوَاتِ قَدْ اُمِرَ الْعِبَادُ

بِدُخُولِهَا، اَنْ لَا يَدْخُلُوْهَا اِلَّا بِالتَّكْبِيْرِ وَالْاَسْبَابِ الَّتِيْ يَدْخُلُوْنَ فِيْهَا، وَاُمِرُوْا اَنْ لَا يَخْرُجُوا مِنْهَا اِلَّا بِالتَّسْلِيْمِ.

فَكَانَ مَنْ دَخَلَ فِي الصَّلٰوةِ بِغَيْرِ طَهَارَةٍ وَّبِغَيْرِ تَكْبِيْرٍ، لَمْ يَكُنْ دَاخِلًا فِيْهَا، وَكُلُّ مَنْ تَكَلَّمَ فِيْهَا بِكَلَامٍ مَكْرُوْهٍ اَوْ فَعَلَ فِيْهَا شَيْئًا مِمَّا لَا يُفْعَلُ فِيْهَا، مِنَ الْاَكْلِ وَالشُّرْبِ، وَالْمَشْيِ، وَمَا اَشْبَهَهُ، خَرَجَ بِهٖ مِنَ الصَّلٰوةِ، وَكَانَ مُسِيْئًا فِيْمَا فَعَلَ مِنْ ذٰلِكَ فِيْ صَلَاتِهٖ.

فَكَذٰلِكَ الدُّخُوْلُ فِي النِّكَاحِ، لَا يَكُوْنُ اِلَّا مِنْ حَيْثُ اُمِرَ الْعِبَادُ بِالدُّخُوْلِ فِيْهِ.

وَالْخُرُوْجُ مِنْهُ، قَدْ يَكُوْنُ بِمَا اُمِرُوْا بِالْخُرُوْجِ مِنْهُ وَبِغَيْرِ ذٰلِكَ.

فَهٰذَا كُلُّهٗ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ، وَاَبِيْ يُوْسُفَ، وَمُحَمَّدٍ، رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِمْ اَجْمَعِيْنَ.

اس کا جواب یہ ہے کہ نکاح کے بارے میں جو کچھ ذکر کیا گیا ہے وہ ایسا ہی ہے اور تمام معاہدوں کے اندر یہی حکم ہوتا ہے جن کے ذریعے لوگ کسی چیز کے پابند ہوتے ہیں وہ اس معاہدے میں اسی وقت شامل ہوتے ہیں جب وہ اس کے مطابق معاہدہ کریں جس کے حساب سے انہیں معاہدہ کرنے کا حکم دیا گیا تھا لیکن ان سے باہر نکلنے کے لئے یہ بات بھی جائز ہے کہ وہ حکم کے بغیر اس صورت سے باہر آجائیں ہم نے نماز میں دیکھا کہ بندوں کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ نماز میں تکبیر تحریمہ اور دیگر اسباب کے ذریعے ہی داخل ہوسکتے ہیں اور انہیں یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ صرف سلام پھیر کر نماز سے باہر آسکتے ہیں اب اگر کوئی شخص طہارت کے بغیر یا تکبیر تحریمہ کے بغیر نماز میں داخل ہونا چاہئے تو وہ اس میں داخل نہیں ہوسکتا لیکن جو شخص مکروہ کلام کرے یا کوئی ایسا عمل کرلے جو نماز میں نہیں کیا جاسکتا جیسے کھا پی لے یا چل پڑے یا اسی طرح کا کوئی اور عمل کرلے تو وہ نماز سے باہر ہوجائے گا اگرچہ وہ گنہگار ہوگا جو اس نے اپنی نماز کے دوران کیا ہے اسی طرح نکاح میں داخل ہونے کا حکم ہے یہ صرف اسی طرح ہوسکتا ہے جس طریقے کے مطابق بندوں کو نکاح میں داخل ہونے کا حکم دیا گیا ہے لیکن اس سے باہر نکلنے کے اندر وہ صورت ہوسکتی ہے جس کے مطابق باہر نکلنے کی ہدایت کی گئی ہے اور اس کے برعکس صورت بھی ہوسکتی ہے۔

یہ تمام امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی آراء ہیں۔

## حالت حیض کی وقوع طلاق میں مذاہب اربعہ

علامہ بدرالدین عینی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ حیض کی حالت میں طلاق دینے والے کو چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رجوع کا حکم دیا تھا، اس لئے فقہاء کے درمیان یہ سوال پیدا ہوا ہے کہ یہ حکم کس معنی میں ہے۔ امام ابوحنیفہ، امام شافعی، امام احمد، امام اوزاعی، ابن ابی لیلی، اسحاق بن راہویہ اور ابوثور رکھتے ہیں کہ ایسے شخص کو رجوع کا حکم تو دیا جائے گا مگر رجوع پر مجبور نہ کیا جائے گا۔

(عمدۃ القاری، علامہ بدرالدین عینی حنفی علیہ الرحمہ)

ہدایہ ہیں حنفیہ کا مذہب یہ بیان کیا گیا ہے کہ اس صورت میں رجوع کرنا نہ صرف مستحب بلکہ واجب ہے۔ مغنی المحتاج میں شافعیہ کا مسلک یہ بیان ہوا ہے کہ جس نے حیض میں طلاق دی ہو اور تین نہ دے ڈالی ہوں اس کے لئے مسنون یہ ہے کہ وہ رجوع کرے، اور اس کے بعد والے طہر میں طلاق نہ دے بلکہ اس کے گزرنے کے بعد جب دوسری مرتبہ عورت حیض سے فارغ ہو تب

طلاق دینا چاہے تو دے، تاکہ حیض میں دی ہوئی طلاق سے رجوع محض کھیل کے طور پر نہ ہو۔

الانصاف میں حنابلہ کا مسلک یہ بیان ہوا ہے کہ اس حالت میں طلاق دینے والے کے لئے رجوع کرنا مستحب ہے۔

لیکن امام مالک علیہ الرحمہ اور ان کے اصحاب کہتے ہیں کہ حیض کی حالت میں طلاق دینا جرم قابل دست اندازی پولیس ہے۔ عورت خواہ مطالبہ کرے یا نہ کرے، بہر حال حاکم کا یہ فرض ہے کہ جب کسی شخص کا یہ فعل اس کے علم میں آئے تو وہ اسے رجوع پر مجبور کرے اور عدت کے آخری وقت تک اس پر دباؤ ڈالتا رہے۔ اگر وہ انکار کرے تو اسے قید کر دے۔ پھر بھی انکار کرے تو اسے مارے۔ اس پر نہ مانے تو حاکم خود فیصلہ کر دے کہ "میں نے تیری بیوی تجھ پر واپس کر دی" اور حاکم کا یہ فیصلہ رجوع ہوگا جس کے بعد مرد کے لئے اس عورت سے مباشرت کرنا جائز ہوگا، خواہ اس کی نیت رجوع کی ہو یا نہ ہو، کیونکہ حاکم کی نیت کی قائم مقام ہے۔

(حاشیہ الدسوتی)

مالکیہ یہ بھی کہتے ہیں کہ جس شخص نے طوعاً و کرہاً حیض میں دی ہوئی طلاق سے رجوع کر لیا ہو وہ اگر طلاق ہی دینا چاہے تو اس کے لئے مستحب طریقہ یہ ہے کہ جس حیض میں اس نے طلاق دی ہے اس کے بعد والے طہر میں اسے طلاق نہ دے بلکہ جب دوبارہ حیض آنے کے بعد وہ طاہر ہو اس وقت طلاق دے۔ طلاق سے متصل والے طہر میں طلاق نہ دینے کا حکم دراصل اس لئے دیا گیا ہے کہ حیض کی حالت میں طلاق دینے والے کا رجوع صرف زبانی کلامی نہ ہو بلکہ اسے طہر کے زمانے میں عورت سے مباشرت کرنی چاہیے پھر جس طہر میں مباشرت کی جا چکی ہو اس میں طلاق دینا چونکہ ممنوع ہے، لہٰذا طلاق دینے کا صحیح وقت اس کے طہر والا ہی ہے (حاشیہ الدسوتی)

## طلاق ثلاثہ کے وقوع میں مذاہب اربعہ

ایک مجلس میں تین دفعہ دی گئی طلاق گو سنت کے خلاف ہے، طلاق بدعت ہے؛ لیکن اِس کے واقع ہو جانے میں ائمہ اربعہ کا اختلاف نہیں، حضرت امام نووی شافعی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

**"وقد اختلف العلماء فيمن قال لامراته انت طالق ثلثاً فقال الشافعي ومالك وابو حنيفة واحمد وجماهير العلماء من السلف والخلف يقع الثلاث"** ۔ (نووی شرح مسلم)

علامہ نووی شافعی کہتے ہیں: امام مالک علیہ الرحمہ، امام ابوحنیفہ، امام شافعی اور قدیم وجدید تمام علماء کے نزدیک تین طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں۔ اسی طرح امام ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں کہ جس شخص نے بیک وقت تین طلاقیں دیں وہ واقع ہو جائیں گی۔

سیّدنا حضرت ابو ہریرہ، حضرت ابن عمر، حضرت عبداللہ بن عمرو، حضرت ابن مسعود اور حضرت انس رضی اللہ عنہم اجمعین کا بھی یہی نظریہ ہے اور بعد کے تابعین اور ائمہ بھی اسی کے قائل ہیں۔ (المغنی، ج:7،ص ۲۸۲، بیروت)

## بیک وقت تین طلاق دینا حرام ہیں

حضرت محمود ابن لبید کہتے ہیں کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس شخص کے بارے میں بتایا گیا جس نے اپنی بیوی کو ایک

ساتھ تین طلاقیں دی تھیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم غضبناک ہو کر کھڑے ہو گئے اور فرمایا کیا اللہ عزوجل کی کتاب کے ساتھ کھیلا جاتا ہے (یعنی حکم خداوندی کے ساتھ استہزاء کیا جاتا ہے) درآنحالیکہ میں تمہارے درمیان موجود ہوں یہ سن کر مجلس نبوی میں موجود صحابہ میں سے ایک شخص کھڑا ہوا اور عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا میں اس شخص کو قتل نہ کر دوں؟ (نسائی)

اللہ عزوجل کی کتاب سے قرآن کریم کی یہ آیت (اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ فَاِمۡسَاكٌ بِمَعۡرُوۡفٍ (البقرۃ:229) مراد ہے۔

اس آیت میں یہاں یہ حکم بیان کیا گیا ہے کہ ایک ساتھ تین طلاقیں نہ دینی چاہئیں بلکہ متفرق طور پر دینی چاہئیں وہیں (وَلَا تَتَّخِذُوۡۤا اٰيٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا (البقرۃ:231) کے ذریعہ یہ تنبیہ فرمائی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکام کو لہو لعب کی طرح بے وقعت مت سمجھو چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی آیت کی طرف اشارہ فرمایا کہ متفرق طور پر طلاق دینے کی بجائے ایک ساتھ تینوں طلاقیں دینا حق تعالیٰ کے حکم ومنشاء کی خلاف ورزی ہے اور یہ خلاف ورزی گویا حق تعالیٰ کے احکام کے ساتھ استہزاء ہے۔ کیونکہ جس شخص نے حق تعالیٰ کے حکم کے خلاف کیا اس نے درحقیقت اپنے عمل سے یہ ثابت کیا کہ اس کی نظر میں حکم خداوندی کی کوئی وقعت نہیں ہے کہ اس پر عمل نہ کرنا اور کرنا دونوں برابر ہیں۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کے نزدیک تین طلاق ایک ساتھ دینا بدعت وحرام ہے۔ اور اس حدیث سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کسی شخص کے اس فعل پر غضب ناک ہوتے تھے جو گناہ ومعصیت کا باعث ہوتا تھا حضرت امام شافعی کے نزدیک تین طلاق ایک ساتھ دینا حرام نہیں ہے بلکہ خلاف اولی ہے۔

علماء لکھتے ہیں کہ تین طلاقیں ایک ساتھ نہ دینے میں فائدہ یہ ہے کہ ایک طلاق کے بعد شاید اللہ تعالیٰ خاوند کے دل کو اس کی بیوی کی طرف مائل کر دے اور اس کے فیصلہ میں کوئی ایسی خوشگوار تبدیلی آجائے کہ وہ رجوع کر لے اور ان دونوں کے درمیان مستقل جدائی کی نوبت نہ آئے۔

علماء کے اس بارے میں مختلف اقوال ہیں کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی سے یوں کہے کہ انت طالق ثلاثا (یعنی تجھ پر تین طلاق ہیں) تو آیا اس کی بیوی پر ایک طلاق پڑے گی یا تین طلاق واقع ہوں گی چنانچہ حضرت امام مالک علیہ الرحمہ حضرت امام شافعی حضرت امام ابوحنیفہ حضرت امام احمد اور جمہور علماء یہ فرماتے ہیں کہ تین طلاقیں پڑیں گی جب کہ طاؤس اور بعض اہل ظاہر یہ کہتے ہیں کہ ایک طلاق پڑ گئی۔

ایک صحابی کا یہ کہنا کہ میں اس شخص کو قتل نہ کر دوں؟ اس بناء پر تھا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کو کتاب اللہ کے ساتھ استہزاء کرنے والا کہا تھا جو کفر ہے اور اگر کوئی مسلمان کفر کی حد میں داخل ہو جائے تو اس کی سزا قتل ہے حالانکہ ان صحابی نے یہ نہیں جانا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کے بارے میں جو الفاظ ارشاد فرمائے ہیں وہ زجر وتوبیخ پر مبنی ہیں ان کے حقیقی معنی مراد نہیں ہیں۔

## ایک ساتھ تین طلاقیں دینے کا بیان

حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ان سے حضرت عویمر عجلان نے بیان کیا کہ میں حضرت عاصم بن

عدی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان سے عرض کیا کہ اگر کوئی شخص اپنی اہلیہ کے پاس کسی اجنبی آدمی کو دیکھے اور وہ شخص اس اجنبی شخص کو قتل کر دے تو اس قتل کرنے کے عوض کیا اس شخص کو بھی قتل کر دیں گے اگر وہ شخص ایسا نہ کرے؟ یعنی اس عورت کے شوہر کے واسطے کیا شرعی حکم ہے؟ تم یہ مسئلہ اے عاصم میری جانب سے حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کرو چنانچہ پھر حضرت عاصم رضی اللہ عنہ نے یہ مسئلہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا اگرچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مذکورہ سوال ناگوار محسوس ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سوال کو برا خیال فرمایا اور سائل کے اس سوال کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے معیوب خیال فرمایا حضرت عاصم رضی اللہ عنہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ناگواری محسوس کر کے گراں محسوس ہوا اس وجہ سے حضرت عاصم رضی اللہ عنہ کو اس سوال سے افسوس ہوا اور ان کو اس سوال سے شرمندگی محسوس ہوئی اور خیال ہوا کہ میں نے خواہ مخواہ یہ مسئلہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا بہرحال جس وقت حضرت عاصم رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے واپس گھر تشریف لائے جب حضرت عویمر کہنے لگے کہ تم سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ارشاد فرمایا ہے؟ حضرت عویمر سے حضرت عاصم نے کہا کہ تم نے مجھ کو اس طرح کے سوال کرنے کا خواہ مخواہ مشورہ دیا (یعنی مجھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ مسئلہ نہیں دریافت کرنا چاہیے تھا) اس پر حضرت عویمر نے جواب دیا کہ خدا کی قسم میں اس مسئلہ کو بغیر دریافت کیے نہیں رہوں گا۔ یہ کہہ کر حضرت عویمر حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف چل دیئے۔ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے درمیان تشریف فرما تھے انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر کوئی شخص اپنی بیوی کے ساتھ کسی دوسرے کو دیکھے اور اگر یہ شخص اس کو قتل کر دے تو کیا اس کو بھی قتل کر دیا جائے گا؟ آیا اس کے ساتھ (یعنی قاتل کے ساتھ) کس قسم کا معاملہ ہوگا؟ اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تمہارے واسطے حکم خداوندی نازل ہو چکا ہے تم جاؤ اور اس عورت کو لے کر آؤ۔ حضرت سہل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ان دونوں نے لعان کیا یعنی حضرت عویمر اور ان کی اہلیہ محترمہ نے اور ہم لوگ بھی اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک موجود تھے۔ جس وقت حضرت عویمر لعان سے فارغ ہو گئے تو فرمانے لگے کہ اگر اب میں اس خاتون کو مکان میں رکھوں تو میں جھوٹا اور غلط گو قرار پایا۔ چنانچہ انہوں نے اس کو اسی وقت تین طلاقیں دے ڈالیں اور انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کا انتظار بھی نہ فرمایا۔ (سنن نسائی: جلد دوم: رقم الحدیث، 1340)

## بیک وقت تین طلاقیں دینے کی ممانعت وانعقاد

سہ بارہ طلاق کا طریقہ یقیناً قرآن وحدیث کے خلاف اور گناہ ومعصیت ہے، غور وفکر کے بغیر غصہ کی حالت میں طلاق دینے کی وجہ سے زوجین مزید مشکلات میں مبتلاء ہو جاتے ہیں، اس لئے سہ بارہ طلاق کا طریقہ اختیار نہیں کرنا چاہیئے اور مسلم معاشرے میں مرد حضرات کو اس سے واقف کرانا چاہیئے تاکہ سہ بارہ طلاق کا غیر شرعی طریقہ اختیار نہ کیا جائے اور معصیت کی یہ راہ مسدود ہو جائے، اس کے باوجود اگر کوئی شخص تین طلاق دے تو تین واقع ہو جائیں گی۔ عہد نبوی میں ایک صاحب نے تین طلاق دی تو حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے نافذ قرار دیا

سنن ابوداؤد شریف کتاب الطلاق، باب فی اللعان ص 306، میں حدیث پاک ھے: عن سھل بن سعد فی ھذا الخبر قال

فطلقها ثلاث تطليقات عند رسول الله صلى الله عليه وسلم فانفذه رسول الله صلى الله عليه وسلم .

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے (حضرت عویمر عجلانی رضی اللہ عنہ کے) واقعہ کے بارے میں روایت ہے انہوں نے فرمایا (عویمر عجلانی رضی اللہ عنہ) نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور اپنی بیوی کو تین طلاق دی تو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تین طلاق کو نافذ قرار دیا۔

اس حدیث شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ تین طلاق کو کالعدم نہیں قرار دیا جاسکتا، جمہور صحابہ وتابعین اور ائمہ اربعہ اہل سنت کا مذہب یہی ہے کہ تین طلاق دینے سے تین طلاق واقع ہو جاتی ہیں۔

یہ مسئلہ احادیث مبارکہ سے ثابت اور صحابہ وتابعین، فقہاء ومحدثین سے منقول ہونے کے بعد اس کے مقابل کسی کی رائے کو قبول نہیں کیا جاسکتا مقام غور ہے کہ غصہ کی حالت میں اگر کوئی شخص کسی دنیوی قانون کی خلاف ورزی کرے تو اس کو قابل سزا قرار دیا جاتا ہے اور وہی شخص اسلامی قانون کی خلاف ورزی کرے تو غصہ کی حالت کا عذر پیش کر کے رائے زنی کی جاتی ہے، اہل اسلام قرآن وحدیث میں بتائے گئے اصول واحکام کے پابند ہیں، لہٰذا تین طلاق کے سلسلہ میں دی گئی یہ رائے کہ غصہ کی حالت میں اور بیوی کو اطلاع نہ پہنچنے کی صورت میں طلاق واقع نہیں ہوگی، نا قابل قبول ہے۔

ردالمحتار ج 2 کتاب الطلاق ص 455, میں ہے وذهب جمهور الصحابة والتابعين ومن بعد هم من ائمة المسلمين الى انه يقع ثلاث وعن هذا قلنالو حكم حاكم بانها واحدة لم ينفذ حكمه لانه لايسوغ الاجتهاد فيه فهو خلاف لا اختلاف .

## طلاق ثلاثہ کے نفاذ کا ثبوت

حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور میں نے عرض کیا کہ میں خالد کی لڑکی ہوں اور فلاں کی اہلیہ ہوں اور اس نے مجھ کو طلاق کہلوائی ہے اور میں اس کے لوگوں سے خرچہ اور رہائش کے واسطے مکان مانگ رہی ہوں۔ وہ انکار کرتے ہیں۔ شوہر کی جانب کے لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس عورت کے شوہر نے اس کو تین طلاقیں دے کر بھیجا ہے اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اس کا نان نفقہ اور رہائش کے واسطے جگہ اس خاتون کو ملتی ہے کہ جس خاتون سے مرد طلاق سے رجوع کرے اور تین طلاق دینے کے بعد طلاق سے رجوع نہیں ہوسکتا۔ اس وجہ سے ایسی عورت کا نان نفقہ بھی نہ ملے گا۔ (سنن نسائی: جلد دوم: رقم الحدیث، 1341)

## ایک مجلس کی تین طلاقوں کے وقوع میں اسلاف امت مسلمہ کا اختلاف

علامہ ابن قدامہ حنبلی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ ابن عباس، ابو ہریرہ، ابن عمر، عبداللہ بن عمرو، ابن مسعود اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کے نزدیک ایک مجلس کی تین طلاق واقع ہو جاتی ہیں اور عورت اس پر حرام ہو جائے گی حتیٰ کہ کسی دوسرے مرد سے شادی کرے اور پھر بیوہ ہو یا طلاق پائے اور اس میں مدخولہ یا غیر مدخولہ کا کوئی فرق نہیں۔ اور یہی قول ہے بعد کے اکثر اہل علم کا تابعین اور ائمہ میں سے بھی ہے۔

اور عطاء، طاؤس سعید بن جبیر، ابو الشعثا اور عمرو بن دینار کا کہنا ہے کہ غیر مدخولہ کی اکٹھی تین طلاقیں ایک ہوں گی۔ اور طاؤس ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہ کی ابتدائی خلافت میں تین طلاقیں ایک ہوتی تھیں، اور سعید بن جبیر، عمرو بن دینار، مجاہد، اور مالک بن الحارث ابن عباس سے طاؤس کی روایت کے خلاف روایت کرتے ہیں، اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کا فتویٰ بھی طاؤس کی روایت کے خلاف ہے۔ (مغنی، ج ۷، ص ۳۷۰، بیروت)

## بہ یک وقت تین طلاقوں کے عدم وقوع میں غیر مقلدین کے عجیب استدلالات

غیر مقلدین نے تین کو ایک ثابت کرنے کیلئے ہر طرح کے ہتھکنڈے استعمال کرنے شروع کر دیئے ہیں اور اس قسم کے استدلال شروع کیے ہیں جو بعض اوقات عقل وادارک سے بالکل دور اور انسانی سوچ سے کوسوں دور ہیں۔ اول تو غیر مقلدین رائے اور قیاس کی سخت مخالفت کرتے ہیں مگر جب خود کسی مسئلہ میں رائے یا قیاس سے کام لیتے ہیں تو پھر تمام عقلی حدود سے بھی گزر جاتے ہیں۔ ان کا دعویٰ ہمہ وقت قرآن وحدیث ہوتا ہے۔ اور کسی قسم کے فقہی اصول کو خاطر میں نہیں لاتے لیکن جب کسی مسئلہ میں پھنس جاتے ہیں یا فقہاء کی مخالفت کی ٹھان لیتے ہیں تو پھر رائے، قیاس، ظن، گمان اور ہر طرح غیر فقہی اصول بھی اپنانے سے گریز نہیں کرتے۔

## طلاق ثلاثہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا تعزیری فیصلہ

اللہ تعالیٰ کے نزدیک طلاق ناپسندیدہ عمل ہے: اسلام کے اصول عدل واصلاح پر مبنی ہیں اسی بناء پر بوقت مجبوری اسلام نے طلاق کو جائز رکھا ہے۔ یعنی اگر میاں بیوی کے درمیان نباہ کی صورت نہیں رہتی تو پھر طلاق کے ذریعہ وہ ایک دورے سے خلاصی کر سکیں گے باوجود اس کے کہ یہ فعل اللہ کو پسند نہیں جیسا کہ حدیث میں ہے کہ: "عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حلال چیزوں میں اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ ناپسند چیز طلاق ہے"۔

(المستدرک للحاکم، ج2، ص:196)

اس حدیث کو امام حاکم نے صحیح کہا ہے اور حافظ ذھبی نے تلخیص میں اس کو صحیح مسلم کی شرط پر مانا ہے۔ اس ناپسندیدگی سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ طلاق آخری حربہ ہے اس سے قبل جہاں تک اصلاح کا امکان ہو تو اس کی کوشش کی جائے۔

## بیک وقت زیادہ طلاق دینا منع ہے:

اسی لئے شریعت نے بیک وقت ایک سے زیادہ طلاقیں دینے سے منع فرمایا ہے۔ محمود بن ابید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی شخص کی خبر دی گئی کہ اس نے بیک وقت اپنی بیوی کو تین طلاقین دیدی ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم غصہ کی حالت میں کھڑے ہو گئے اور فرمانے لگے کہ اللہ کی کتاب سے کھیل ہو رہا ہے حالانکہ میں تم میں موجود ہون یہاں تک کہ یہ سن کر ایک آدمی کھڑا ہو گیا اور کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اس کو قتل نہ کر دوں؟ (سنن نسائی، ج2، ص:81)

فقہ حنفی کی مشہور کتاب ہدایہ میں بیک وقت تین طلاقوں کو بدعت کہا گیا ہے اور اس طرح طلاق دینے والے کو عاصی اور گنہگار

بتلایا گیا ہے-(ہدایہ، ج2، باب طلاق السنۃ، ص:355)

امام ابوبکر جصاص رازی حنفی نے صحابہ رض سے اس مسئلہ کی بابت چند آثار نقل کر کے فرماتے ہیں:"ان صحابہ رضی اللہ عنہم سے تین طلاقیں اکھٹی دینے کی منع ثابت ہے-اور کسی ایک صحابی سے اسکے خلاف منقول نہیں لہذا اجماع ہوا-"

(احکام القرآن، ج1، ص:383))

(طلاق سنت) بلکہ شریعت نے طریقہ یہ بتلایا ہے کہ کم از کم ایک مہینہ کے بعد دوسری طلاق ہو-چنانچہ امام نسائی نے سنن میں اس کے لیے ایک باب مقرر کیا ہے کہ "باب طلاق السنۃ" اس کے تحت یہ حدیث لائے ہیں-

"عبداللہ ابن مسعود رض سے روایت ہے (وہ فرماتے ہیں) مسنون طریقہ طلاق کہ یہ ہے کہ طہر کی حالت میں بغیر ہم بستیر کے ایک طلاق دے پھر ایک ماہواری کے بعد طہر آئے تو دوسری طلاق دے اسی طرح تیسرے طہر میں-پھر (تیسری) طلاق دے اسکے بعد عدت گزارے-اور امام اعمش فرماتے ہیں کہ ابراہیم نخعی سے یہ مسئلہ پوچھا تو انہوں نے بھی یہی جواب دیا"-

(سنن نسائی، ج2، باب طلاق السنۃ، ص۸۰)

اور علامہ ابوبکر جصاص رازی حنفی فرماتے ہیں:"ہمارے علماء (حنفی) نے کہاہ یکہ طلاق کا بہتر طریقہ یہ ہے کہ جب حیض سے پاک ہو تو بغیر جماع (ہمبستری) کرنے کے ایک طلاق دے دے اور اگر تین دینا چاہتا ہے تو ہر ایک طلاق ہر ایک طہر میں قبل الجماع (ہمبستری سے پہلے) دے دے یہی قول امام سفیان ثوری کا ہے-اور امام ابوحنیفہ نے کہا ہے کہ بواسطہ ابراہیم نخعی ہم کو خبر پہنچی ہے کہ صحابہ کرام کو یہ بات پسند تھی کہ بیک وقت ایک سے زیادہ طلاقیں نہ دی جائیں اور تین طلاقیں الگ الگ ہر ایک طہر میں دی جائیں-

(احکام القران للجصاص، ج1، ص:389)

ایک وقت کی تین طلاق کا ایک ہونا فطرت سلیمہ کے موافق ہے: یہی فیصلہ عقل سلیم اور فطرت انسانیہ کے موافق ہے کیونکہ تین ماہ کا وقفہ اس لیے دیا جاتا ہے کہ کسی طرح دونوں میاں بیوی پشیماں ہو کر دوبارہ اپنا گھر آباد کریں-اور جب ثابت ہوا کہ بیک وقت تین طلاقیں دینا بدعت اور گناہ ہے بلکہ اللہ کی کتاب کے ساتھ کھیل اور مذاق ہے، تو پھر اس قسم کی طلاق کیسے واقع ہو سکتی ہے اس کو واقع کہنا گویا کہ ایک ناجائز فعل کی اجازت دینا ہے-

ایک وقت کی تین طلاق کا ایک ہونا اور (مرّتان) کی وضاحت: (طلاق دو مرتبہ ہے اس کے بعد پھر نیکی کے ساتھ لوٹا کے رکھنا یا بھلائی کے ساتھ چھوڑ دینا ہے-) (البقرۃ،۲۲۹)

یہ آیت کریمہ بھی واضح کرتی ہے کہ بیک وقت ایک ہی طلاق ہوگی، نہ دو، نہ تین کیونکہ "مــرّتــان" کا اطلاق "مرۃ بعد مرۃ" یکے بعد دیگرے پر ہوتا ہے-جیسا کہ: (سنعذبھم مرّتین) (التوبہ:101) "یعنی عنقریب انکو ہم دو مرتبہ عذاب کریں گے-"

جس کا مطلب صاف ظاہر ہے کہ دونوں عذابوں کے درمیان وقفہ ہوگا ورنا بیک وقت ایک ہی عذاب کہلائے گا نہ کہ اسے دو مرتبہ کہا جائے گا-اس طرح (مرّتان) کا مطلب ہے کہ دونوں طلاقوں میں وقفہ ہو-اسی طرح تیسری (طلاق) بھی وقفہ کے بعد ہو

جیسا کہ حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے معلوم ہوا۔

مندرجہ بالا استدلال میں غیر مقلدین نے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے فقہی استدلال کو تعزیری کہہ کر ٹھکرا دیا اور خود اپنے اجتہادی نقطہ نظر اور تین کو ایک بنا کر ایک ایسی رائے قائم کی جس کی کوئی بنیاد نہ ہوا سے شریعت بنا کر لوگوں پر ٹھونس دیا ہے۔ ہم غیر مقلدین سے یہ پوچھنے میں بہ جانب حق ہیں کہ انہیں اس قسم کے استدلال کونسی وحی سے معلوم ہوئے ہیں۔ کہیں مرزے قادیانی کی طرح ان پر الہامی وحی یا قادیانی دجال کی طرح کوئی خفیہ جالی وحی تو نہیں آنے لگی کہ جس سے استدلال کرتے کرتے لوگوں پر کوئی نئی شریعت زبردستی نافذ کرنے میں مصروف ہوئے ہیں۔

## غیر مقلدین کا فقہ حنفی کی بعض عبارات سے جاہل ہونا

علماء حنفیہ کے سرخیل ابوبکر جصاص رازی حنفی فرماتے ہیں: (الطلاق مرّتان)

اس آیت کا تقاضا ہے کہ لازماً دو طلاقین الگ الگ ہوں کیونکہ اگر کسی نے بیک وقت دو اکھٹی طلاقیں دیں تو اس کے لیے یہ کہنا درست نہیں ہوگا کہ اس نے دو مرتبہ طلاق دی ہے اسی طرح کوئی آدمی کسی کو بیک وقت دم درہم دیتا ہے تو اس وقت یہ نہیں کہا جاسکتا کہ اس نے دو مرتبہ درہم دیے ہیں جب تک کہ دونوں الگ الگ نہ دے۔ (احکام القرآن، ج 1، ص: 389)

(تفسیر البحر المحیط ج 2، ص:- 192-191 تفسیر کشاف للزمخشری، ج 1، ص:- 283 تفسیر المظہری مصنفہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی، ج 1، ص:- 300 التفسیرات الاحمدیہ مصنفہ ملاجیون الحنفی ص: 144-143 وغیرھا من التفاسیر میں مذکور ہے پس ثابت ہوا کہ بیک وقت دو یا تین طلاقیں ایک ہی شمار ہونگی۔

امام ابوبکر جصاص علیہ الرحمہ کی مذکورہ تصریح میں کہیں بھی طلاق ثلاثہ کو ایک طلاق شمار نہیں کیا گیا نہ جانے غیر مقلدین کس طرح لوگوں کی آنکھوں میں غبار ڈالنے کی کوشش کرنے لگے ہیں۔

قارئین غور کریں غیر مقلدین کا کس قدر خطرناک اسلام دشمن عنصر ہے جو لوگوں کو گمراہ کرنے کیلئے سرگرداں رہتا ہے۔

## سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کا تعزیری فیصلہ؟

اور پھر خلافت فاروقیہ میں بھی دو سال تک اسی طرح حکم جاری رہا اس کے بعد امیر المومنین عمر فاروق رض نے ایک سیاسی مصلحت کی بناء پر بیک وقت تین کو تین قرار دیدیا اس لیے کہ لوگوں نے اس سہولت کا ناجائز فائدہ لینا شروع کیا اور طلاق دینے میں جلد بازی کرنے لگے تو امیر المومنین عمر فاروق رض نے تین کو نافذ کر دیا۔ اور خود علت بیان کرتے ہیں کہ: **ان الناس قد استعجلو فی امر - الخ** - چونکہ لوگ ایک ایسے کام میں جلدی کرنے لگے جس میں ان کو شریعت کی جانب سے کافی مہلت دی گئی تھی، اور اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کی انہوں نے قدر نہیں کی، اس لیے امیر المومنین عمر رض نے اس بڑھتے ہوئے فتنہ کو روکنے کے لیے بحیثیت حاکم شرعی ہونے کے تادیباً اور تعزیراً یہ حکم جاری کیا، تاکہ لوگ اس بری حرکت سے باز آجائیں۔

یہی حدیث مسلم میں تین طرق سے مروی ہے اور تیسرے میں یہ لفظ ہیں: "**فلما کان فی عھد عمر تتابع الناس فاجازة الیھم**" (یعنی لوگ طلاق کے معاملہ میں شرارت کرنے لگے لہٰذا ان پر اس کو حد جاری کر دیا۔)

غیر مقلدین بتائیں کہ انہوں نے کس نص سے یہ جانا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا یہ فیصلہ تعزیری تھا۔اس حکم کو تعزیری ثابت کرنے قرآن وحدیث سے دلیل پیش کریں اگر نہیں کر سکتے تو انہیں کسی قسم کی رائے یا قیاس آرائیوں سے ہرگز کام نہیں لینا چاہیے۔

خود بعض علماء کو بھی اعتراف ہے کہ امیر المومنین عمر رض کا یہ حکم تعزیری اور انتظامی تھا۔ چنانچہ علامہ قہستانی لکھتے ہیں:" زمانہ رسالت سے لے کر امیر المومنین عمر رض کی شروع خلافت تک جب کوئی شخص اکٹھی تین طلاقیں دیتا تھا تو وہ ایک ہی طلاق واقع ہوتی تھی پھر لوگوں کے بکثرت طلاق دینے کی وجہ سے تین طلاقیں سیاستا اور تعزیرا تین نافذ کر دی گئیں"۔

(جامع الرموض، ص:331)

اسی طرح علامہ طحاوی نے لکھا ہے کہ:" پس امیر المومنین عمر رض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی مخالفت کرنے والے نہیں تھے، نہ انکو ایسا حق تھا اسکی سب سے بڑی دلیل یہی ہے کہ وہ خود اپنے دور خلافت میں نبوی فیصلے پر کاربند تھے اور اسی کے مطابق فیصلہ نافذ کرتے تھے۔ اسلئے ان کے اس انتظامی قدم کو اپنے مذہب کی دلیل بنانا اختلاس ہے اقتباس نہیں بلکہ شریعت میں ناجائز تصرف ہے"۔ (حاشیہ درمختار، ج2، ص:128)

(امیر مومنین عمر رض کا اپنے فیصلہ سے رجوع) بلکہ خود عمر فاروق رض نے اپنے فیصلہ سے بھی آخر میں رجوع فرمایا۔ چنانچہ حافظ ابوبکر اسمعیلی کتاب مسند عمر میں حدیث لاتے ہیں:" امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں کسی چیز پر اتنا نادم نہیں ہوا جتنا کہ تین چیزوں پر ہوا کاش میں طلاق کو حرام نہ کرتا اور لونڈیوں کی شادی نہ کرواتا اور نوحہ کرنے والی عورتوں کو قتل نہ کرواتا"۔

(اغثاۃ اللھفان لابن القیم، ج1، ص:351))

قارئین! طلاق فی نفسہ ایک مباح عمل ہے اگر چہ وہ لوگ کثرت سے طلاق دے رہے تھے، اور اس سے ایک بہت بڑا فتنہ شروع ہو گیا تھا، اور امیر المومنین نے ان کی تنبیہ کے لیے یہ قدم اٹھایا؛ تاہم آپ نے اس پر بھی (اسی طرح) ندامت کا اظہار کیا (کہ) جو چیز ایک مباح تھی، اگر چہ وہ شرارت کا سبب بن گئی، تاہم مجھے یہ حق نہیں تھا کہ ایسا قدم اٹھاؤں جس سے ایک مباح چیز جس کی اللہ نے رخصت دی ہے وہ ممنوع ہو جائے۔ امیر المومنین تو شرعی معاملات میں اپنے دخل دینے سے اتنے خائف تھے۔ اگر چہ اس میں افادیت کے کئی پہلو موجود بھی ہوں پھر بھی ایسے قدم اٹھانے پر نادم ہو جاتے تھے۔ پھر جب خود فیصلہ کرنے والا اپنے فیصلہ پر نادم ہے تو پھر اس کا سہارا لے کر ایک صریح اور واضح حکم (کو) جو کہ حدیث میں مذکور ہو اس کے خلاف مذہب بنانا کسی طرح جائز نہیں۔

(امیر المومنین سیّدنا عمر بن خطاب رض کے دیگر بعض انتظامی اور تعزیری فیصلے) امیر المومنین عمر رض کے ایسے کئی اقدام ہیں جو انتظام کے طور پر تھے۔ مثلا: ☆ شرابی کا گھر جلانا۔ (کتاب الاموال لابی عبید القاسم ابن سلام، ص:102 وما بعدھا) ☆ اسی طرح جب لوگ شراب سے باز نہیں آرہے تھے تو اس کی سزا 40 سے بڑھا کر 80 کوڑوں تک کر دی اور بعض کو ملک بدر کر دیا۔ ☆ کوفہ کے گورنر سعد رض کی جگہ کو جلانا اس لیے کہ رعیت والوں سے وہ پردہ میں تھے۔ (اغاثۃ اللھفان، ج1، ص-349348))

## طلاق ثلاثہ میں غیر مقلدین واہل تشیع کا اتحاد

پہلی قسم (لفظ تین کو تین بار تکرار کرنے) میں طلاق اس لئے واقع نہیں ہوگی کیونکہ یہ ایک طلاق ہے اور صیغہ طلاق میں لفظ تین کو استعمال کرنے سے تین طلاقیں واقع نہیں ہوں گی، اس کی مثال ایسی ہی ہے کہ نماز کی ہر رکعت میں ایک مرتبہ سورہ فاتحہ پڑھنا شرط ہے، لہٰذا اگر کوئی پوری نماز میں ایک مرتبہ سورہ فاتحہ پڑھے اور نماز ختم کرنے کے بعد لفظ پانچ یا دس کی قید کا اضافہ کرے (اور کہے کہ میں نے پانچ مرتبہ یا دس مرتبہ سورہ فاتحہ پڑھ لیا) تو کوئی بھی یہ نہیں کہے گہ کہ اس نے پانچ مرتبہ یا دس مرتبہ سورہ فاتحہ کی تکرار کی ہے۔

اور جن احکام میں بھی تکرار اور عدد کی شرط ہے اس میں اسی طرح ہے: جیسے رمی جمرات میں سات مرتبہ پتھر مارنا واجب ہے اور ایک مرتبہ میں سات پتھر مارنا کافی نہیں ہے، یا لعان کے مسئلہ میں چار مرتبہ شہادت کو ایک مرتبہ شہادت کو چار کی قید سے ادا کرنا کافی نہیں ہے بلکہ اصل شہادت کو چار مرتبہ اس کی طرف سے تکرار کرے۔ (اہل تشیع کے مسائل)

## ایک مجلس کی طلاق ثلاثہ کا حدیث سے ثبوت وقوع

عامر شعبی سے روایت ہے میں نے فاطمہ بنت قیس سے کہا تم اپنی طلاق کو حدیث بیان کرو۔ انہوں نے کہا کہ میرے خاوند نے مجھ کو تین طلاقیں دیں اور وہ یمن کو جانے والا تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس (طلاق) کو برقرار رکھا۔

(سنن ابن ماجہ: جلد دوم: رقم الحدیث، 181

## طلاق ثلاثہ کے وقوع میں مذاہب اسلاف و مذاہب اربعہ

واضح رہے کہ از روئے قرآن وحدیث و جمہور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین رضی اللہ عنہم وتبع تابعین رضی اللہ عنہم، ائمہ مجتہدین بالخصوص چاروں ائمہ کرام امام اعظم ابوحنیفہ، امام مالک علیہ الرحمہ، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہم ان تمام حضرات کے نزدیک ایک ساتھ تین طلاق دینے سے تینوں طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

الطلاق مرتان فامساك بمعروف او تسريح باحسان (بقره)

اور اگلی آیت میں ھے :فان طلقها فلاتحل له من بعد حتى تنكح زوجا غيره (بقره)

یعنی دو طلاق دینے تک تو مرد کو رجوع کا اختیار ہے، لیکن جب تیسری طلاق بھی دیدی تو اب مرد کے لئے رجوع کا حق باقی نہیں رہتا، عورت اپنے شوہر پر حرمت مغلظہ کے ساتھ حرام ہو جاتی ہے۔

چنانچہ اس آیت کی تفسیر میں علامہ قرطبی علیہ الرحمہ فرماتے ھیں :ترجم البخاری علی هذه الاية باب من اجاز الطلاق الثلاث بقوله تعالىٰ الطلاق مرتان، فامساك بمعروف او تسريح باحسان، وهذا اشارة الى ان هذه التعديد انما هو فسحة لهم فمن ضيق على نفسه لزمه قال علمائنا: واتفق ائمة الفتوىٰ على لزوم ايقاع الطلاق الثلاث فى كلمة واحدة، وهو قول جمهور

السلف المشهور عن الحجاج بن ارطاة وجمهور السلف والائمة انه لازم واقع ثلاثاً ولافرق بين ان يوقع ثلاثًا مجتمعة فی كلمة او متفرقة فی كلمات (الجامع لاحکام القرآن)

اسی طرح احکام القرآن میں ہے

قال ابوبكر: قوله تعالیٰ الطلاق مرتان فامساك بمعروف او تسريح باحسان الاية: يدل علی وقوع الثلاث معاً مع كونه منهياً عنها

اسی طرح حدیث میں ہے:

عن عائشة ان رجلًا طلق امراته ثلاثاً فتزوجت فطلق فسئل النبيا اتحل للاول قال لاحتی يذوق عسيلتها كما ذاق الاول (بخاری شریف)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ایک آدمی نے اپنی عورت کو تین طلاقیں دیدیں پھر اس نے دوسرے سے نکاح کرلیا، اس نے صحبت کئے بغیر طلاق دیدی، آپ علیہ السلام سے دریافت کیا گیا کہ پہلے خاوند کے لئے یہ عورت حلال ہوئی؟ آپ علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا: جب تک دوسرا شوہر صحبت نہ کرلے پہلے شوہر کے لئے حلال نہیں ہوگی۔

اس حدیث میں طلق امراته ثلاثًا کا جملہ اس کا مقتضی ہے کہ تین طلاق اکٹھی اور دفعۃً دی گئیں۔ اسی طرح حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے تین طلاقیں اکٹھی واقع ہوجانے پر استدلال ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔

وهی بايقاع الثلاث اعم من ان تكون مجمعةً او متفرقةً (فتح الباری، ادارة بحوث العلمية)

حدیث میں ہے:

عن مجاهد قال كنت عند ابن عباس فجاءه رجل فقال انه طلق امراته ثلاثاً قال فسكت حتی ظننت انه رآدها اليه ثم قال ينطلق احدكم فيركب الحموقة ثم يقول: يا ابن عباس يا ابن عباس وان الله تعالیٰ قال ومن يتق الله يجعل له مخرجاً، وانك لم تتق الله فلااجد لك مخرجاً، عصيت ربك وبانت منك امراتك . (سنن ابی داؤد، حقانیہ)

ترجمہ: مجاہد سے روایت ہے کہ ایک دفعہ میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی خدمت میں بیٹھا ہوا تھا کہ ایک آدمی آیا اور کہا کہ میں نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دی ہیں (کیا حکم ہے) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کوئی جواب نہیں دیا اور خاموش ہوگئے (مجاہد کہتے ہیں) مجھے گمان ہونے لگا کہ شاید ابن عباس رضی اللہ عنہما اس کی بیوی کو واپس لوٹانے والے ہیں پھر ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: کہ تم میں سے بعض لوگ ایسے ہیں کہ ان پر حماقت سوار ہوتی ہے، پھر میرے پاس آتا ہے اور کہتا ہے یا ابن عباس یا ابن عباس رضی اللہ عنہما جب کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے وہ اس کے لئے راستہ نکالتا ہے اور تو اللہ تعالیٰ سے ڈرا نہیں (اور بیک وقت تین طلاقیں دیدی) اس لئے قرآن کے مطابق تمہارے لئے کوئی راستہ نہیں پاتا تو نے خدا کی نافرمانی کی ہے اور تمہاری بیوی تم پر حرام ہوگئی ہے اور تم سے جدا ہوگئی ہے۔ اور ابوداؤد اس حدیث کو بیان کرنے کے بعد فرماتے

ہیں:

روى هذا الحديث حميد الاعرج وغيره عن مجاهد عن ابن عباس كلهم قالوا في الطلاق الثلاث انه اجازها قال وبانت منك (ابی داؤد ج:/ ط حقانیه)

یعنی ان حضرات نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت بیان کی ہے یہ تمام رواۃ متفقہ طور پر نقل فرما رہے ہیں کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے تین طلاقوں کو نافذ فرمادیا اور فتویٰ دیا کہ عورت جدا ہوگئی۔ اسی طرح نسائی شریف کی حدیث میں ہے:

عن محمود بن لبيد قال اخبر رسول الله ا عن رجل طلق امراته ثلاث تطليقات جميعاً فقام غضباناً ثم قال ايلعب بكتاب الله وانا بين اظهر كم حتى قال رجل وقال يا رسول الله الا اقتله

(سنن نسائی، کتاب طلاق، قدیمی کتب خانہ کراچی)

ترجمہ: محمود بن لبید سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ آپ علیہ الصلاۃ والسلام کو خبر دی گئی کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں اکٹھی دیدیں ہیں۔ آپ علیہ السلام نے غضبناک ہو کر تقریر فرمائی کہ کیا کتاب اللہ کے ساتھ کھیل کیا جارہا ہے، حالانکہ میں تمہارے درمیان موجود ہوں، آنحضرت ا کا یہ غصہ دیکھ کر ایک صحابی کھڑے ہوگئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا اسے قتل نہ کردوں۔

حدیث مذکورہ بالا سے ثابت ہوتا ہے کہ تین طلاقیں مجتمعاً واقع ہوجاتی ہیں۔ اگر واقع نہ ہوتیں تو آنحضرت ا غضبناک نہ ہوتے اور فرمادیتے کہ کوئی حرج نہیں رجوع کرلو۔

اسی طرح مؤطا امام مالک علیہ الرحمہ میں ہے۔

عن مالك بلغه ان رجلاً قال لابن عباس رضى الله عنهما انى طلقت امرأتى مأة تطليقة ما ذاترى على؟ فقال له ابن عباس طلقت منك بثلاث وسبع وتسعون اتخذت بها آيات الله هزوا

ترجمہ: ایک شخص نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا میں نے اپنی بیوی کو سو طلاقیں دے دیں ہیں، اس کے متعلق آپ کیا فرماتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: تین طلاقوں سے تو عورت تجھ سے جدا ہوگئی اور بقیہ ستانوے طلاقوں سے تو نے اللہ کی آیات کا تمسخر کیا ہے۔

اور طحاوی شریف میں ھے:

عن مالك بن حارث قال رجل الى ابن عباس فقال ان عمى طلق امراته ثلاثاً فقال: ان عمك عصى الله فاثمه الله واطاع الشيطان فلم يجعل له مخرجا فقلت كيف ترى فى رجل يحلها له فقال من يخادع الله يخادعه (باب الرجل يطلق امراته ثلاثا معا .

مالک بن حارث فرماتے ہیں کہ ایک شخص ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس آیا اور کہا میرے چچا اپنی عورت کو دفعۃً تین طلاقیں دے بیٹھے ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: تیرے چچا نے خدا کی نافرمانی کی اور شیطان کی اطاعت کی اور آپ نے

اس کے لئے کوئی گنجائش نہیں نکالی۔ مالک بن حارث فرماتے ہیں، میں نے عرض کیا: آپ اس شخص کے متعلق کیا فرماتے ہیں جو اس عورت کو اس شوہر کے لئے حلال کرے؟ آپ نے فرمایا: جو اللہ سے چالبازی کرے گا اللہ بھی اس کے ساتھ ایسا ہی معاملہ کرے گا۔

اور مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے:

**عن انس قال كان عمر اذا اتى برجل قد طلق امراته ثلاثاً فى مجلس او جعه ضرباً وفرق بينهما وفيه ايضا عن معمر عن الزهرى فى رجل طلق امراته ثلاثاً جميعاً قال ان من فعل فقد عصى ربه وبانت منه امراته .**

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس ایسا شخص لایا جاتا جس نے اپنی بیوی کو ایک مجلس میں تین طلاق دی ہوتیں تو آپ اس کو سزا دیتے ہیں اور دونوں میں تفریق کردیتے ہیں۔تو قرآنی آیات وتفاسیر واحادیث سے روز روشن کی طرح یہ بات واضح ہوتی ہے کہ دفعۃً تین طلاقیں دینے سے تین ہی شمار ہوتی ہیں۔

باقی غیر مقلدین کا مسلک فتویٰ از روئے قرآن وحدیث اور جمہور صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین اور چاروں ائمہ کے متفقہ مسلک کے خلاف ہے، جیسا کہ اوپر لکھا گیا ہے اور جس حدیث کو بطور استدلال پیش کیا ہے، اس حدیث سے تین طلاقوں کو ایک شمار کرنے کا استدلال کرنا تمام فقہاء کے نزدیک باطل ہے۔مذکورہ حدیث حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی ہے اس حدیث سے استدلال کرنا اس لئے درست نہیں ہے کہ اس حدیث کو ابوداؤد نے بھی روایت کیا ہے اور اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ روایت غیر مدخولہ کے متعلق ہے، عام نہیں ہے۔واضح رہے کہ عورتیں دو قسم کی ہیں۔

غیر مدخولہ (جس کے ساتھ ہمبستری نہ ہوئی ہو)

مدخولہ (جس کے ساتھ صحبت ہو چکی ہو) غیر مدخولہ عورت کو اگر الگ الگ لفظوں میں اس طرح طلاق دی جائے۔ تجھے طلاق ہے، تجھے طلاق ہے، تجھے طلاق ہے تو پہلے ہی لفظ سے وہ بائنہ ہو جاتی ہے یعنی نکاح سے نکل جاتی ہے اور ایسی عورت پر عدت بھی لازم نہیں ہوتی، جب یہ عورت پہلے ہی لفظ سے بائنہ ہوگی اور اس پر عدت بھی نہیں تو اس کے بعد وہ طلاق کا محل نہ رہی، اس بناء پر دوسری اور تیسری طلاق لغو ہوتی ہے، اسی اعتبار سے حدیث میں کہا گیا ہے کہ اگر تین طلاقیں دی جائیں تو ایک شمار ہوتی ہیں۔حضور اکرم احضرت صدیق اکبر اور حضرت عمر کے ابتدائی سالوں میں غیر مدخولہ کو طلاق دینے کا یہی طریقہ تھا۔مگر بعد میں لوگوں نے جلد بازی شروع کردی اور ایسی غیر مدخولہ کو ایک ساتھ ایک لفظ میں تین طلاق دینے لگے تو حضرت عمر نے فرمایا کہ اب تین طلاق ہی ہوں گی۔کہ (انت طالق ثلاثا) کہہ کر طلاق دی ہے اور یہ لفظ نکاح قائم ہونے کی حالت میں بولا ہے۔(ابوداؤد شریف ج ا،ص ۳۰۶)

دوسرا جواب یہ ہے کہ حضور اکرم ااور حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر کے ابتدائی زمانہ میں جب انت طالق، انت طالق، انت طالق کہا جاتا تو عموماً لوگوں کی دوسری اور تیسری طلاق سے تاکید کی نیت ہوتی، استیناف کی نیت نہیں ہوتی تھی اور اس زمانہ میں لوگوں میں دین اور تقویٰ اور خوف آخرت اور خوف خدا غالب تھا دنیا کی خاطر دروغ بیانی کا خطرہ تک دل میں نہ آتا تھا۔آخرت میں جوابدہی اور آخرت کے عذاب کا اتنا استحضار رہتا کہ مجرم بذات خود حاضر ہو کر اپنے جرم کا اقرار کرتا اور اپنے اوپر شرعی حد جاری

کرنے کی درخواست کرتا، اس بناء پر ان کی بات پر اعتماد کر کے ایک طلاق کا حکم کیا جاتا، اسی اعتبار سے حدیث میں کہا گیا ہے کہ اس زمانے میں تین طلاقیں ایک شمار کی جاتی تھیں مگر جیسے جیسے عہد نبوی سے بعد ہوتا گیا اور بکثرت عجمی لوگ بھی حلقہ بگوش اسلام ہونے لگے، ان میں تقویٰ وخوف آخرت کا معیار کم ہونے لگا اور پہلے جیسی سچائی، امانت داری اور دیانت داری نہ رہی، دنیا اور عورت کی خاطر دروغ بیانی ہونے لگی، جس کا اندازہ اس واقعہ سے لگایا جاسکتا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس عراق سے ایک سرکاری خط آیا کہ یہاں ایک شخص نے اپنی بیوی کو یہ جملہ کہا ہے حبلك علی غاربك (تیری رسی تیری گردن پر ہے) حضرت عمر بن خطاب نے اپنے عامل کو لکھا کہ ان مرہ ان یوافینی بمکۃ فی الموسم اس کو کہو کہ حج کے زمانہ میں مکہ مکرمہ میں مجھ سے ملے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حج کے زمانہ میں کعبہ کا طواف کر رہے تھے کہ اس آدمی (عراقی) نے آپ سے ملاقات کی اور سلام کیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم کون ہو، اس نے کہا: میں وہی ہوں جس کو آپ نے حج کے زمانہ میں طلب کیا تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تجھے رب کعبہ کی قسم سچ بتا حبلك علی غاربك سے تیری کیا نیت تھی، اس نے کہا: اے امیر المؤمنین! آپ نے اگر اس مبارک جگہ کے علاوہ کسی اور جگہ قسم لی ہوتی تو میں صحیح نہ بتاتا، حقیقت یہ ہے کہ میں نے اس جملے سے فراق کا یعنی عورت کو اپنے نکاح سے الگ کرنے کا ارادہ کیا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: عورت تیرے ارادے کے مطابق تجھ سے علیحدہ ہوگئی۔ (مؤطا امام مالک علیہ الرحمہ ماجاء فی الخلیۃ والبریۃ واشباہ ذلک بحوالہ فتاویٰ رحیمیہ)

یہ عراقی ایک عورت کے لئے جھوٹی قسم کھانے کے لئے اور دروغ بیانی کے لئے تیار تھا مگر کعبۃ اللہ اور حرم شریف کی عظمت وتقدس کا خیال رکھتے ہوئے کذب بیانی سے احتراز کیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عوام کی جب یہ حالت دیکھی، نیز آپ کی نظر اس حدیث پر تھی۔

**اکرموا اصحابی فانھم خیارکم، ثم الذین یلونھم، ثم الذین یلونھم، ثم یظھر الکذب حتی ان الرجل یحلف ولایستحلف ویشھد ولایستشھد الخ۔ (مشکوٰۃ المصابیح، باب مناقب الصحابۃ)**

یعنی عہد نبوت سے جیسے جیسے دوری ہوتی چلی جائے گی، دینداری کم ہوتی رہے گی اور کذب ظاہر ہوگا۔ حضرت عمر نے موجودہ اور آئندہ حالات کو پیش نظر رکھ کر صحابہ سے مشورہ کیا کہ جب ابھی یہ حالت ہے تو آئندہ کیا حالت ہوگی اور لوگ عورت کو الگ کردینے کی نیت سے تین طلاق دیں گے اور پھر غلط بیانی کر کے کہیں گے کہ ہم نے ایک طلاق کی نیت کی تھی۔ آپ نے اس چور دروازے کو بند کرنے کے لئے فیصلہ کیا کہ لوگوں نے ایسی چیز میں جلد بازی شروع کردی جس میں انہیں دیر کرنی چاہئے تھی، اب جو شخص تین مرتبہ طلاق دے گا، ہم اسے تین ہی قرار دیں گے۔ صحابہ کرام نے اس فیصلہ سے اتفاق کیا اور کسی ایک نے بھی حضرت عمر کی مخالفت نہ کی، چنانچہ طحاوی شریف میں ہے:

**فخاطب عمر بذلك الناس جمیعا وفیھم اصحاب رسول اللہ ا ورضی اللہ عنھم الذین قد علموا ما تقدم من ذلك فی زمن رسول اللہ ا فلم ینکرہ علیہ منھم ولم یدفعہ دافع** (طحاوی، ج۲، ص۳۲۰)

محقق احناف علامہ ابن ہمام رحمۃ اللہ فرماتے ہیں:

**ولم ينقل عن احد منهم انه خالف عمر حين امضى الثلاث وهي يكفي في الاجماع**

(حاشیہ ابوداؤد ج ۱، ص ۳۰۶)

یعنی کسی ایک صحابی سے بھی یہ منقول نہیں ہے کہ جب حضرت عمر نے صحابہ کی موجودگی میں تین طلاق کا فیصلہ کیا، ان میں سے کسی ایک نے بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے خلاف کیا ہو اور اس قدر بات اجماع کے لئے کافی ہے۔ امام نووی اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

**فاختلف العلماء في جوابه وتاويله فالاصح ان معناه انه كان في اول الامر اذا قال لها انت طالق، انت طالق، انت طالق، ولم ينو تاكيداً ولا استينافاً يحكم بوقوع طلقة لقلة ارادتهم الاستيناف بذلك فحمل على الغالب الذي هو ارادة التاكيد فلما كان في زمن عمر وكثر استعمال الناس بهذه الصيغة وغلب منهم ارادة الاستيناف بها حملت الاطلاق على الثلاث عملاً بالغالب السابق الى الفهم** (نووی شرح مسلم ج ۱، ص ۴۸۰، قدیمی کتب خانہ کراچی)

یعنی حدیث حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی بالکل صحیح تاویل اور اس کی صحیح مراد یہ ہے کہ شروع زمانہ میں جب کوئی انت طالق، انت طالق، انت طالق کہہ کر طلاق دیتا تو عموماً اس زمانہ میں دوسری اور تیسری طلاق سے تاکید کی نیت ہوتی تھی، استیناف کی نیت نہ ہوتی تھی، جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا زمانہ آیا اور لوگوں نے اس جملہ کا استعمال بکثرت شروع کیا اور عموماً ان کی نیت طلاق کی دوسرے اور تیسرے لفظ سے استیناف ہی کی ہوتی تھی، اس لئے اس جملہ کا جب کوئی استعمال کرتا تو عرف کی بناء پر تین طلاقوں کا حکم کیا جاتا۔

یہ ہے حدیث حضرت ابن عباس کا مطلب محدثین کی نظر میں اور یہی تشریح اور مقصد صحیح ہے۔ جو مطلب غیر مقلدین بیان کرتے ہیں، وہ صحیح نہیں۔ اس لئے کہ راوی حدیث حضرت عبداللہ ابن عباس نے خود تین طلاقوں کے نفاذ کا فتویٰ دیا ہے، جیسا کہ مذکور ہو چکا ہے۔

علامہ ابن قیم نے بھی باوجود اس تشدد و تصلب کے جو ان کو اس مسئلہ میں تھا، حضرت ابن عباس کے اس فتویٰ ایک مجلس میں تین طلاقیں تین ہیں اور اس کے بعد رجعت جائز نہیں سے انکار نہیں کیا، بلکہ اس فتویٰ کے ثابت ہونے کا صاف اقرار کیا ہے۔ چنانچہ اغاثة اللفهان میں فرماتے ہیں:

**فقد صح بلاشك ابن مسعود وعلى ابن عباس الالزام بالثلاث ان اوقعها جملة**

اور چونکہ یہ مسئلہ حلال و حرام کے متعلق ہے، اگر واقعی تین کو ایک سمجھا جاتا تو اس کے راوی صرف حضرت ابن عباس ہی کیوں ہیں، ان کے علاوہ دوسرے صحابہ کرام سے اس کے بارے میں کوئی روایت نہیں ہے، جبکہ ان سے بڑے خلیفہ راشد حضرت عمر فاروق اس کے برخلاف فیصلہ فرماتے ہیں اور یہ صحابہ کرام کے سامنے کی بات ہے اور ایک صحابی نے بھی اس حکم کے خلاف نہیں کیا جس سے

اس مسئلہ پر ان کا اجماع معلوم ہوتا ہے۔ الغرض تین طلاقیں شرعاً واقع ہوچکی ہیں، بیوی شوہر پر حرمت مغلظہ سے حرام ہوگئی ہے، گمراہ لوگوں سے فتویٰ لے کر حرام کو حلال بنانے کی کوشش کرنا بدترین گناہ ہے، لہٰذا دونوں میں علیحدگی ضروری ہے، بصورت دیگر اگر ایک ساتھ رہے تو حرام کے اندر مبتلا ہوں گے چنانچہ حدیث میں ہے۔

**من اعلام الساعة وان یکثروا اولاد الزنا قیل لابن مسعود وھم مسلمون ! قال نعم: یاتی علی الناس زمان یطلق الرجل المرأة طلقھا فیقیم علی فراشھا منھما زانیان ما اقاما .**

(الخصائص الکبریٰ للسیوطی ج ۲، ص ۲۷۰، حقانیہ)

اور قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ ہے کہ زنا کی اولاد کی کثرت ہوجائے گی، پوچھا گیا حضرت ابن مسعود سے کیا وہ مسلمان ہوں گے؟ فرمایا: ہاں! وہ مسلمان ہوں گے، ایک زمانہ آئے گا لوگوں پر کہ مرد اپنی بیوی کو طلاق دے دے گا، لیکن پھر بھی اس کے ساتھ اس کے بستر پر رہے گا جب تک دونوں اس طرح رہیں گے زنا کار ہوں گے۔

**قال: یاتی علی الناس زمان یطلق الرجل المرأة ثم یجحدھا طلاقھا ثم یقیم علی فرجھا فھما زانیان ما اقاما** (المعجم الاوسط للطبرانی ج ۵، ص ۴۴۲، بیروت)

فرمایا کہ لوگوں پر ایک زمانہ آئے گا کہ مرد اپنی بیوی کو طلاق دے گا پھر طلاق دینے سے انکار کرے گا پھر اس سے ہم بستری کرتا رہے گا پس جب تک وہ دونوں اس طرح رہیں گے زنا کار ہوں گے۔

## تین طلاق کے بارے میں حدیثِ ابنِ عباس پر بحث

شیخ حسن الکوثری لکھتے ہیں کہ یہ دعویٰ کرنے کے بعد کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا تین طلاق کو طلاق دہندگان پر نافذ کرنا بطورِ سزا تھا، حکمِ شرعی کے طور پر نہیں تھا، غیر مقلدین لکھتے ہیں:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی جانب سے یہ سزا لوگوں کو طلاق کو کھلونا بنانے سے روکنے کے لئے تھی، اور یہ محض وقتی سزا تھی، پھر معاملہ اور زیادہ اُلجھ گیا، اور لوگ اندھا دُھند طلاق کو کھلونا بنانے لگے، اور اکثر صحابہ اس موقع پر موجود تھے، اور وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حکم کو دیکھ رہے تھے جس کو انہوں نے برقرار رکھا تھا، اور وہ، اکثر حضرات کی رائے کے مطابق خروج سے بچنے کے لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مخالفت سے ڈرتے تھے، اور ان میں سے بعض حضرات سمجھتے تھے کہ یہ حکم محض زجر وتعزیر کی خاطر ہے، پس کبھی تین طلاق کے نفاذ کا فتویٰ دیتے تھے، اور کبھی عدمِ نفاذ کا۔ اور اس اعتبار سے کہ آخری دو طلاقیں عدّت میں باطل ہیں، واقع نہیں ہوتیں، جیسا کہ ابنِ عباس سے دونوں طرح کے فتوے ثابت ہیں۔

اس کے بعد تابعین کا دور آیا تو انہوں نے بھی اختلاف کیا، ان میں سے بہت سے حضرات پر فتویٰ کے بارے میں وارد شدہ روایات کی حقیقت اوجھل ہوگئی، زبانوں میں عجمیت داخل ہوچکی تھی، اور انہوں نے روایات عربی طریقے پر سنی تھیں کہ: فلاں نے تین طلاقیں دیں اس لئے جو لوگ عربیت کا صحیح ذوق نہیں رکھتے تھے اور جو انشاء اور خبر کے درمیان فرق پر غور نہیں کرسکتے تھے، انہوں نے یہ سمجھ لیا کہ تین طلاق دینے کا مطلب یہ ہے کہ کوئی شخص طلاق دینے کے ارادے سے اپنی بیوی کو یوں کہے کہ: تجھے تین طلاق۔

اور حدیثِ عمر کو تکرار فی المجلس پر محمول کرنا، جبکہ قبل ازیں تکرار کو تاکید پر محمول کیا جاتا تھا (جیسا کہ نووی اور قرطبی کی رائے ہے) نا قابلِ اعتبار تاویل ہے، جس کو حدیثِ ابنِ عباس جو رکانہ کے بارے میں وارِد ہے ساقط قرار دیتی ہے (یہ حدیث مسندِ احمد میں ہے، اور ابھی آپ دیکھیں گے کہ یہ روایت خود ہی ساقط ہے، کسی دُوسری چیز کو کیا ساقط کرے گی)، اور ابنِ حجر کہتے ہیں کہ: یہ حدیث اس مسئلے میں نص ہے، یہ اس تاویل کو قبول نہیں کرتی جو دُوسری احادیث میں جاری ہوسکتی ہے (یہ حدیث ابنِ حجر کے نزدیک معلول ہے، جیسا کہ التلخیص الحبیر میں ہے، پس اس کا محتملِ تاویل نہ ہونا کیا فائدہ دیتا ہے؟)

میں کہتا ہوں کہ مجھے رہ رہ کر تعجب ہوتا ہے کہ اس خودرو مجتہد کے کلام میں آخر ایک بات بھی ایسی کیوں نہیں ملتی جس کو کسی درجے میں بھی صحیح اور دُرست کہہ سکیں؟ شاید حق تعالیٰ شانہ نے ان لوگوں کو رُسوا کرنے کا فیصلہ کر رکھا ہے جو پوری اُمت کے خلاف بغاوت کرتے ہیں، واقعی اللہ تعالیٰ کے فیصلے کو ٹالنا ناممکن ہے، اور وہ حکیم و خبیر ہے!

یا سبحان اللہ! کیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسے شخص کے بارے میں یہ تصوّر کیا جاسکتا ہے وہ لوگوں کو ما ثبت فی الشرع کے خلاف پر مجبور کریں؟ اور کیا صحابہ کے بارے میں یہ خیال کیا جاسکتا ہے کہ وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ڈر کر ان کی ہاں میں ہاں ملادیں؟ حالانکہ ان میں ایسے حضرات بھی موجود تھے جو کج رو کی کجی کو اپنی تلواروں سے سیدھا کردیتے تھے۔ موٴلفِ رسالہ نے جو کچھ کہا ہے یہ خالص رافضی وساوس اور رافضیت کے جراثیم ہیں، اہلِ فساد ان جراثیم کو چکنے چپڑے الفاظ کے پردے میں چھپانا چاہتے ہیں۔

کوئی کج رو کسی ایک صحابی سے ایک بھی صحیح روایت پیش نہیں کرسکتا کہ انہوں نے فتویٰ دیا ہو کہ تین طلاقیں ایک ہوتی ہیں، اس کو زیادہ سے زیادہ کوئی چیز مل سکتی ہے تو وہ اس قبیل سے ہوگی جس کو ابنِ رجب نے اعمش سے نقل کیا ہے، اور جس کا ذکر گزشتہ سطور میں آچکا ہے۔

یا ابوالصہبا کی روایت کے قبیل سے ہوگی جس کی عللِ قادحہ کو اہلِ علم طشت ازبام کرچکے ہیں، اور یہ بھی اس صورت میں ہے جبکہ اس روایت کو اس احتمال پر محمول کیا جائے جس کے اہلِ زیغ قائل ہیں، اس کی بحث عنقریب آتی ہے۔

یا ابوالزبیر کی اس منکر روایت کے قبیل سے ہوگی جس کے منکر ہونے کے دلائل اُوپر گزر چکے ہیں، یا طلاقِ رکانہ کی بعض روایات کے قبیل سے ہوگی جن کا غلط ہونا عنقریب آتا ہے، یا اس قبیل سے ہوگی جس کو ابنِ سیرین بیس برس تک ایسے لوگوں سے سنتے رہے جن کو وہ سچا سمجھتے تھے، بعد میں اس کے خلاف نکلا، جیسا کہ صحیح مسلم میں ہے۔ یا ابنِ مغیث جیسے ساقط الاعتبار شخص کی نقل کے قبیل سے ہوگی۔

پس کیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نہیں جانتے تھے کہ لوگوں کو خلافِ شرع پر مجبور کرنا حرام اور بدترین حرام ہے اور شریعت سے خروج ہے؟ اور کیسا بُرا خروج؟ چلئے فرض کرلیجئے! کہ انہوں نے لوگوں کو مجبور کیا تھا، لیکن سوال یہ ہے کہ ترکِ رجعت یا منعِ تزوّج پر مجبور کرنے کی قیمت نکاح و طلاق پر مجبور کرنے سے زیادہ تو نہیں ہوگی؟ اکثر اہلِ علم کے نزدیک جبراً نکاح کا ایجاب و قبول کرانے سے نکاح نہیں ہوتا، اسی طرح جبراً طلاق کے الفاظ کہلانے سے طلاق نہیں ہوتی، اس صورت میں کیا ان طلاق دینے والوں کو یہ

استطاعت نہیں تھی کہ وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے علم کے بغیر اپنی مطلقہ عورت سے رُجوع کرلیں؟ یا (بعد از عدّت) نکاح کرلیں؟ آخر ایسا کون ہے جو لوگوں کو ایسی چیزوں سے روک دے جن کے وہ مالک ہیں؟ یہاں تک کہ انساب میں گڑبڑ ہوجائے، اور شر ور کے تمام دروازے چوپٹ کھل جائیں۔

اور ابنِ قیم کو خیال ہوا کہ وہ اپنے کلامِ فاسد پر یہ کہہ کر پردہ ڈال سکتے ہیں کہ حضرت عمر کا یہ عمل اس تعزیر کے قبیل سے تھا جو ان کے لئے مشروع تھی، لیکن سوال یہ ہے کہ یہ کیسے تصوّر کیا جاسکتا ہے کہ کوئی شخص تعزیر کے طور پر ایک شرعی حکم کے اِلغا کا اقدام کرے؟ اور ایسے نام نہاد تعزیری حکم کا اس تعزیر سے کیا جوڑ جو شریعت میں معروف ہے اور جس کے فقہائے اُمت قائل ہیں؟ ابنِ قیم اس مسئلے پر طول طویل کلام کرنے کے باوجود اس کی ایک بھی نظیر تو پیش نہیں کرسکے، بلکہ اس دروازے کا کھولنا درحقیقت پوری شریعت کو اس قسم کے حیلوں بہانوں سے معطل کردینے کا دروازہ کھولنا ہے، جیسا کہ طوفی حنبلی نے مصالحِ مرسلہ کی آڑ میں اسی قسم کا دروازہ کھولنے میں دراز نفسی سے کام لیا ہے، پس اس قسم کی توجیہ درحقیقت ایک گندی تہمت ہے، حضرت عمر پر بھی، ان جمہور صحابہ پر بھی جنھوں نے حضرت عمر کی اس مسئلے میں موافقت کی، اور خود شریعتِ مطہرہ پر بھی۔ چنانچہ یہ بات اس شخص پر مخفی نہیں جس نے اس مسئلے کی گہرائی میں اُتر کر دیکھا ہو، اور جس نے اس کے تمام اطراف و جوانب کی پوری چھان بین کی ہو، محض شاذ اقوال کی تقلید پر اکتفا نہ کیا ہو، یا بحث کے محض کسی ایک گوشے کو نہ لے اُڑا ہو۔

اور حافظ ابنِ رجب حنبلی نے اپنی مذکورہ بالا کتاب میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فیصلوں کے بارے میں ایک نفیس فائدہ ذکر کیا ہے، میرے لئے ممکن نہیں کہ اس کی طرف اشارہ کئے بغیر اسے چھوڑ جاؤں، وہ لکھتے ہیں:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جو فیصلے کئے وہ دو قسم کے ہیں، ایک یہ کہ اس مسئلے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے کوئی فیصلہ سرے سے صادر نہ ہوا ہو، اور اس کی پھر دو صورتیں ہیں:

ایک یہ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس مسئلے میں غور کرنے کے لئے صحابہ کو جمع کیا، ان سے مشورہ فرمایا، اور صحابہ نے اس مسئلے پر ان کے ساتھ اِجماع کیا، یہ صورت تو ایسی ہے کہ کسی کے لئے اس میں شک و شبہ کی گنجائش نہیں کہ یہی حق ہے۔ جیسے عمرتین کے بارے مین آپ کا فیصلہ، اور جیسے اس شخص کے بارے میں فیصلہ جس نے اِحرام کی حالت میں بیوی سے صحبت کرکے حج کو فاسد کرلیا تھا کہ وہ اس اِحرام کے مناسک کو پورا کرے، اور اس کے ذمہ قضا اور دَم لازم ہے، اور اس قسم کے اور بہت سے مسائل۔

اور دُوسری صورت یہ کہ صحابہ نے اس مسئلے میں حضرت عمر کے فیصلے پر اِجماع نہیں کیا، بلکہ حضرت عمر کے زمانے میں بھی اس مسئلے میں ان کے اقوال مختلف رہے، ایسے مسئلے میں اختلاف کی گنجائش ہے، جیسے دادا کے ساتھ بھائیوں کی میراث کا مسئلہ۔

اور دُوسری قسم وہ ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ، حضرت عمر کے فیصلے کے خلاف مروی ہو۔ اس کی چار صورتیں ہیں۔

اوّل: یہ کہ اس میں حضرت عمر نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے کی طرف رُجوع کرلیا ہو، ایسے مسئلے میں حضرت عمر کے پہلے قول کا کوئی اعتبار نہیں۔

دوم: یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسے اس مسئلے میں دو حکم مروی ہوں، ان میں سے ایک حضرت عمر کے فیصلے کے موافق ہو، اس صورت میں جس فیصلے پر حضرت عمر نے عمل کیا وہ دُوسرے کے لئے ناسخ ہوگا۔

سوم: یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جنسِ عبادات میں متعدّد انواع کی رُخصت دی ہو، پس حضرت عمر ان انواع میں افضل اور اَصلح کو لوگوں کے لئے اختیار کرلیں، اور لوگوں سے اس کی پابندی کرائیں۔ پس جس صورت کو حضرت عمر نے اختیار فرمایا ہو اس کو چھوڑ کر کسی دُوسری صورت پر عمل کرنا ممنوع نہیں۔

چہارم: یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ کسی علت پر مبنی تھا، وہ علت باقی نہ رہی تو حکم بھی باقی نہ رہا، جیسے مؤلفۃ القلوب، یا کوئی ایسا مانع پایا گیا جس نے اس حکم پر عمل کرنے سے روک دیا۔

اور صاحبِ بصیرت پر مخفی نہیں کہ زیرِ بحث مسئلہ ان انواع و اقسام میں کس قسم کی طرف راجع ہے۔ چنانچہ اب ہم حدیثِ ابنِ عباس پر، جس میں حضرت عمر کے تین طلاقوں کے نافذ کرنے کا ذکر ہے، اور حدیثِ رکانہ پر بحث کرتے ہیں، تاکہ یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہوجائے کہ کسی کج رو شخص کے لئے ان دونوں حدیثوں سے تمسک کی گنجائش نہیں، بلکہ ان دونوں سے جمہور کے دلائل میں مزید اضافہ ہوجاتا ہے۔

رہی ابنِ عباس کی حدیث، جس کے گرد یہ شذوذ پسند گنگناتے نظر آتے ہیں، اس اُمید پر کہ ان کو اس حدیث میں کوئی ایسی چیز مل جائے گی جو ان کو اُمت کے خلاف بغاوت کے لئے کچھ سہارے کا کام دے سکے گی، اس حدیث کا متن یہ ہے۔ ابنِ عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں، حضرت ابوبکر کے زمانے میں اور حضرت عمر کی خلافت کے پہلے دو سالوں میں تین طلاق ایک تھی، پس حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: لوگوں نے ایک ایسے معاملے میں جلد بازی سے کام لیا، جس میں ان کے لئے سوچ بچار کی گنجائش تھی، پس اگر ہم ان تین طلاقوں کو ان پر نافذ کردیں (تو بہتر ہو)، چنانچہ آپ نے ان پر تین طلاق کو نافذ قرار دے دیا۔

اور ایک دُوسری روایت میں حضرت طاؤس سے یہ الفاظ مروی ہیں کہ ابوالصہبا نے ابنِ عباس سے کہا کہ: اپنی عجیب وغریب باتوں میں سے کچھ لائیے! کیا تین طلاق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر کے زمانے میں ایک نہیں تھی؟ ابنِ عباس نے فرمایا کہ: ہاں! یہی تھا، پھر جب حضرت عمر کے زمانے میں لوگوں نے پے درپے طلاق دینی شروع کی تو حضرت عمر نے تین طلاقوں کو ان پر نافذ کردیا۔

اور ایک روایت میں طاؤس سے یہ الفاظ مروی ہیں کہ ابوالصہبا نے ابنِ عباس سے کہا کہ: کیا آپ کو علم ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں، حضرت ابوبکر کے زمانے میں اور حضرت عمر کی خلافت کے تین سالوں میں تین طلاق صرف ایک ٹھہرائی جاتی تھی؟ ابنِ عباس نے کہا: ہاں!

ان تینوں احادیث کی تخریج امام مسلم نے اپنی صحیح میں کی ہے۔ لیکن مستدرک حاکم میں یردّدون کا جو لفظ ہے (یعنی تین طلاقوں کو ایک کی طرف لوٹایا جاتا تھا) تو یہ عبداللہ بن مؤمل کی روایت سے ہے، جس کو ابنِ معین، ابوحاتم اور ابنِ عدی نے ضعیف کہا ہے،

ابوداود اس کو منکر الحدیث کہتے ہیں، اور ابن ابی ملیکہ کے الفاظ حدیث میں انقطاع کے الفاظ ہیں، اور اگر حاکم میں تشیع نہ ہوتا تو وہ مستدرک میں اس حدیث کی تخریج سے انکار کر دیتے، چنانچہ شیعوں میں کتنے ہی ایسے اشخاص ہیں جو روافض کی تلبیسات کے اور ان کے مذہب شیعہ کا لبادہ اوڑھنے سے دھوکا کھا جاتے ہیں، بغیر اس کے کہ جانیں کہ اس قسم کے مسائل سے شیعوں کا اصل مدعا کیا ہے۔

اب ہمیں سب سے پہلے طلاق الثلاث کے لفظ پر غور کرنا چاہئے کہ آیا الثلاث پر لام استغراق داخل ہے اور تین طلاق سے ہر قسم کی تین طلاقیں مراد ہیں؟ یا تین طلاقوں کی کوئی خاص معہود قسم مراد ہے؟ چنانچہ (پہلی شق تو باطل ہے، کیونکہ) یہاں ہر قسم کی تین طلاق مراد لینا ممکن نہیں، کیونکہ تین طلاق کی ایک صورت یہ ہے کہ تین طلاقیں الگ الگ طہروں میں دی جائیں، ایسی تین طلاقوں کا ایک ہونا ممکن نہیں، خواہ یہ طلاق کی تعداد کو تین تک محدود کئے جانے سے قبل ہو، یا اس کے بعد، کیونکہ جب تک طلاق کو تین تک محدود نہیں کیا گیا تھا لوگ جتنی چاہیں طلاق دے سکتے تھے، اور تین کے ایک ہونے کا کوئی اعتبار نہیں تھا، لہٰذا طلاق کو تین تک محدود قرار دینے سے پہلے تین کے ایک ہونے کے کوئی معنی نہیں تھے، اور اس کے بعد بھی تین کے ایک ہونے کا تصور نہیں کیا جا سکتا، کیونکہ حق تعالیٰ شانہ کا ارشاد: اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ اس امر میں نص ہے کہ طلاق کی تعداد، جس کے بعد مراجعت صحیح ہے، صرف دو ہیں، تیسری طلاق کے بعد عورت شوہر کے لئے حلال نہیں رہے گی یہاں تک کہ وہ دُوسرے شوہر سے نکاح کرے۔ پس ان آیت شریفہ کے نزول کے بعد تین کو ایک قرار دینا کیسے ممکن ہوگا؟

الغرض! اس حدیث میں تین طلاقوں سے مراد ایسی تین طلاقیں مراد نہیں ہوسکتیں جو الگ الگ طہروں میں دی گئی ہوں، لہٰذا صرف ایک ہی احتمال باقی رہا کہ تین طلاقوں سے مراد ایسی تین طلاقیں ہیں جو ایسے الگ الگ طہروں میں نہ دی گئی ہوں، جن میں صحبت نہ ہوئی ہو، اور اس احتمال کی صرف دو صورتیں ہیں، یا تو یہ تین طلاقیں بیک لفظ دی جائیں گی، یا الگ الگ الفاظ سے، اگر الگ الگ الفاظ سے پے در پے واقع کی جائیں تو اس مطلقہ کے ساتھ شوہر کی خلوت ہو چکی ہوگی یا نہیں، اگر خلوت نہیں ہوئی تھی تو وہ پہلے لفظ سے بائنہ ہو جائے گی، دُوسری اور تیسری طلاق کا محل ہی نہیں رہے گی۔ اور جس صورت میں کہ عورت کے ساتھ شوہر کی خلوت ہو چکی ہو، پس اگر طلاق دینے والے کی نیت ایک طلاق کی تھی اور اس نے دُوسرا اور تیسرا لفظ محض تاکید کے طور پر استعمال کیا تھا تو دیانۃً اس کا قول قبول کیا جائے گا۔

اور جس صورت میں کہ تین طلاق بالفاظِ غیر متعاقبہ یا بلفظِ واحد واقع کی گئی ہوں تو اس کے دو مفہوم ہو سکتے ہیں: ایک یہ کہ آج جو تین طلاق بلفظِ واحد دینے کا رواج ہے، دورِ نبوی، دورِ صدیقی اور حضرت عمر کے ابتدائی دور میں اس کا رواج نہیں تھا، بلکہ ان مقدس اَدوار میں اس کے بجائے ایک طلاق دینے کا رواج تھا، لوگ ان زمانوں میں سنت طلاق کی رعایت کرتے ہوئے تین الگ الگ طہروں میں طلاق دیا کرتے تھے، بعد کے زمانے میں لوگ پے در پے اکٹھی طلاقیں دینے لگے، کبھی حیض کی حالت میں، کبھی ایک ہی طہر میں بلفظِ واحد یا بالفاظِ متعاقبہ۔

دُوسرا مفہوم یہ ہوسکتا ہے کہ جس طرح تین طلاق دینے کا آج رواج ہے کہ لوگ بلفظِ واحد یا بالفاظِ متعاقبہ ایک طہر میں یا حیض

کی حالت میں طلاق دیا کرتے ہیں، یہی رواج ان تین مقدس زمانوں میں بھی تھا، لیکن ان زمانوں میں ایسی تین طلاقوں کو ایک ہی شمار کیا جاتا تھا، تو کیا ہم اس معاملے میں ان حضرات کی مخالفت کریں؟ اور ہم ان کو تین طلاقیں شمار کریں جبکہ وہ حضرات ان تین کو ایک شمار کرتے تھے؟

الغرض! سبر و تقسیم کے بعد جو آخری دو احتمال نکلتے ہیں ان میں سے پہلے احتمال کے خلاف کوئی ایسی چیز نہیں جو اس کو غلط قرار دے، اس کے برعکس دُوسرے احتمال کے غلط ہونے کے قوی دلائل موجود ہیں، مثلاً:

اس حدیث کے راوی حضرت عبداللہ بن عباس کا فتویٰ اس کے خلاف ہے، (جو اس احتمال کے باطل اور مردود ہونے کی دلیل ہے)، چنانچہ نقاد نے کتنی ہی احادیث کو اس بنا پر نا قابلِ عمل قرار دیا ہے کہ ان کی روایت کرنے والے صحابہ کا فتویٰ ان کے خلاف ہے، جیسا کہ ابنِ رجب نے شرح علل ترمذی میں اس کو شرح وبسط سے لکھا ہے، یہی مذہب ہے یحییٰ بن معین کا، یحییٰ بن سعید القطان کا، احمد بن حنبل کا اور ابن المدینی کا۔ اگرچہ بعض اہلِ علم کی رائے یہ ہے کہ راوی کی روایت کا اعتبار ہے، اس کی رائے کا اعتبار نہیں، لیکن یہ بھی اس صورت میں ہے کہ حدیث اپنے مفہوم میں نص ہو کہ اس میں دُوسرا احتمال نہ ہو، یا اگر مفہوم قطعی نہیں تو کم سے کم راجح احتمال ہو، مرجوح نہ ہو، لیکن جو احتمال کہ محض فرضی اور مصنوعی ہو اس رائے کے مطابق بھی وہ کیسے لائقِ شمار ہوسکتا ہے؟ اور جس شخص نے علم مصطلح الحدیث میں صرف متأخرین کی کتابوں تک اپنی نظر کو محدود رکھا ہو اس نے اپنی بصارت پر اپنی نظر کے اُفق کی پٹی باندھ رکھی ہے، اور حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے یہ فتویٰ تواتر کے ساتھ ثابت ہے کہ تین طلاق بلفظِ واحد سے تین ہی واقع ہوتی ہیں۔ جیسا کہ گزشتہ بحث میں ابنِ عباس سے اس کی روایت حضرت عطاء، حضرت عمرو بن دینار، حضرت سعید بن جبیر، حضرت مجاہد رحمہم اللہ اور دیگر حضرات کے حوالے سے بلکہ خود طاؤس کے حوالے سے بھی گزر چکی ہے۔

اس روایت کے نقل کرنے میں طاؤس منفرد ہیں، اور ان کی یہ روایت دیگر حضرات کی روایت کے خلاف ہے، اور یہ ایسا شذوذ (شاذ ہونا) ہے جس کی وجہ سے روایت مردود ہو جاتی ہے، جیسا کہ مذکورہ بالا وجہ سے مردود ہو جاتی ہے۔

کرابیسی کے حوالے سے اُوپر گزر چکا ہے کہ ابنِ طاؤس جو اپنے والد سے اس روایت کو نقل کرتے ہیں انہوں نے اس شخص کو جھوٹا قرار دیا ہے جو ان کے باپ (طاؤس) کی طرف یہ بات منسوب کرے کہ وہ تین طلاق کے ایک ہونے کے قائل تھے۔

اس روایت کے یہ الفاظ کہ: ابوالصہبا نے کہا یہ انقطاع کے الفاظ ہیں، (یعنی معلوم نہیں کہ طاؤس نے خود ابوالصہبا سے یہ بات سنی یا نہیں؟) اور صحیح مسلم میں بعض احادیث منقطع موجود ہیں۔

نیز ابوالصہبا سے اگر ابنِ عباس کا مولیٰ مراد ہے تو وہ ضعیف ہے، جیسا کہ امام نسائی نے ذکر کیا ہے، اور اگر کوئی دُوسرا ہے تو مجہول ہے۔

نیز حدیث کے بعض طرق میں یہ الفاظ ہیں: ہات من ہنا تک یعنی ابوالصہبا نے ابنِ عباس کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ: لائیے! اپنی قابلِ نفرت اور بُری باتوں میں سے کچھ سنائیے! حضرت ابنِ عباس کی جلالتِ قدر کو ملحوظ رکھتے ہوئے ان کے درجے کا کوئی صحابی بھی ان کو ایسے الفاظ سے مخاطب نہیں کرسکتا، چہ جائیکہ ان کا غلام ایسی گستاخانہ گفتگو کرے، اور حضرت ابنِ عباس اس کے

ان گستاخانہ خطاب کی تردید بھی نہ کریں۔

اور بریں تقدیر کہ ابنِ عباس نے اس کو بغیر تردید کے جواب دیا (تو گویا اس حدیث کا قابلِ نفرت اور بُری باتوں میں سے ہونا تسلیم کرلیا) اندریں صورت یہ روایت خود انہی کے اقرار و تسلیم کے مطابق قبیح اور مردود باتوں میں سے ہوئی، (پھر اس کو استدلال میں پیش کرنے کے کیا معنی؟) اور حضرت ابنِ عباس کی رُخصتوں کا حکم سلف وخلف کے درمیان مشہور ہے، اور امام مسلم کی عادت یہ ہے کہ وہ تمام طرقِ حدیث کو ایک ہی جگہ جمع کر دیتے ہیں، تا کہ حدیث پر حکم لگانا آسان ہو، اور یہ حدیث کے مرتبے کی تعریف و تشخیص کا ایک عجیب وغریب طریقہ ہے۔

اس حدیث کا اگر زیرِ بحث مفہوم لیا جائے تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ نعوذ باللہ حضرت عمر نے محض اپنی رائے سے شریعت سے خروج اختیار کیا، اور حضرت عمر کی عزّت وعظمت اس سے بالاتر ہے کہ ایسی بات ان کی جانب منسوب کی جائے۔

نیز اس سے جمہور صحابہ پر یہ تہمت عائد ہوتی ہے کہ وہ نعوذ باللہ اپنے تنازعات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حَکَم بنانے کے بجائے رائے کو حَکَم ٹھہراتے تھے، اور یہ ایک ایسی شناعت وقباحت ہے جس کو صحابہ کے بارے میں روافض کے سوا کوئی گوارا نہیں کرسکتا، اور اہلِ تحقیق کے نزدیک اس شذوذ کا مصدر روافض ہیں۔

اور یہ سمجھنا کہ: حضرت عمر کا یہ عمل سیاسی تھا، جس کو بطور تعزیر اختیار کرنے کی حضرت عمر کے لئے گنجائش تھی یہ نری تہمت ہے، جس سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دامن پاک ہے۔ آخر ایسا کون ہوگا جو سیاست کے طور پر شریعت کے خلاف بغاوت کو جائز رکھے؟

پس یہ عشرہ کاملہ (پوری دس وجوہ) آخری دو احتمالوں میں سے دُوسرے احتمال کے باطل ہونے کا فیصلہ کرتی ہیں، لہٰذا بر تقدیرِ صحتِ حدیث پہلا احتمال متعین ہے، اور میں ذیول طبقات الحفاظ کی تعلیقات میں بھی اس حدیث کے علل کو ذکر کر چکا ہوں، جو یہاں کے بیان کے قریب قریب ہے۔ علاوہ ازیں تین کو ایک کہنا (نصاریٰ کا قول ہے) مسلمانوں کے مذہب سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔

**جعلوا الثلاثة واحدًا، لو انصفوا لم یجعلوا العدد الکثیر قلیلًا**

انہوں نے تین کو ایک بنادیا، اگر وہ انصاف کرتے تو عددِ کثیر کو قلیل نہ بناتے۔

حافظ ابنِ رجب اپنی مذکور الصدر کتاب میں ابنِ عباس کی اس حدیث پر گفتگو شروع کرتے ہوئے لکھتے ہیں: پس اس حدیث کے بارے میں ائمۂ اسلام کے دو مسلک ہیں، ایک مسلک امام احمد اور ان کے موافقین کا ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اس حدیث کی اسناد میں کلام ہے، کیونکہ یہ روایت شاذ ہے، طاؤس اس کے نقل کرنے میں متفرد ہیں، اور ان کا کوئی متابع موجود نہیں، کوئی راویءِ حدیث خواہ بذاتِ خود ثقہ ہو، لیکن ثقہ راویوں کے خلاف اس کا کسی حدیث کے نقل کرنے میں متفرد ہونا حدیث میں ایک ایسی علت ہے جو اس کے قبول کرنے میں توقف کو واجب کر دیتی ہے، اور جس کی وجہ سے روایت شاذ یا منکر بن جاتی ہے، جبکہ وہ کسی دُوسرے صحیح طریق سے مروی نہ ہو۔ اور یہ طریقہ ہے متقدمین ائمہ حدیث کا، جیسے امام احمد، یحییٰ بن معین، یحییٰ بن قطان، علی بن المدینی وغیرہ۔ اور زیرِ بحث حدیث ایسی ہے کہ اس کو طاؤس کے سوا حضرت ابنِ عباس سے کوئی بھی روایت نہیں کرتا، ابنِ منصور کی روایت میں ہے (ہم اس روایت کی طرف سابق میں اشارہ کر چکے ہیں) کہ: امام احمد نے فرمایا۔

ابنِ عباس کے تمام شاگرد طاؤس کے خلاف روایت کرتے ہیں۔ (ہم اس کی مثل اثرم) سے بھی اُوپر نقل کر چکے ہیں، اور جوز جانی (صاحب الجرح) کہتے ہیں: یہ حدیث شاذ ہے، میں نے زمانہ قدیم میں اس کی بہت تتبع تلاش کی، لیکن مجھے اس کی کوئی اصل نہیں ملی۔

اس کے بعد ابنِ رجب لکھتے ہیں اور جب اُمت کسی حدیث کے مطابق عمل نہ کرنے پر اِجماع کر لے تو اس کو ساقط اور متروک العمل قرار دینا واجب ہے، اِمام عبدالرحمٰن بن مہدی فرماتے ہیں کہ: وہ شخص علم میں اِمام نہیں ہوسکتا جو شاذ علم کو بیان کرے۔ اِمام ابراہیم نخعی فرماتے ہیں کہ: وہ حضرات (یعنی سلف صالحین) احادیثِ غریبہ سے کراہت کیا کرتے تھے۔ یزید بن ابی حبیب کہتے ہیں کہ: جب تم کوئی حدیث سنو تو اس کو تلاش کرو، جس طرح گم شدہ چیز کو تلاش کیا جاتا ہے، اگر پہچانی جائے تو ٹھیک، ورنہ اس کو چھوڑ دو۔ اِمام مالک سے مروی ہے کہ: بدتر علم غریب ہے، اور سب سے بہتر علم ظاہر ہے، جس کو عام لوگ روایت کرتے ہیں۔ اور اس باب میں سلف کے بہت سے ارشاد مروی ہیں۔

اس کے بعد ابنِ رجب لکھتے ہیں حضرت ابنِ عباس جو اس حدیث کے راوی ہیں، ان سے صحیح اسانید کے ساتھ ثابت ہے کہ انہوں نے اس حدیث کے خلاف اکٹھی تین طلاق کے لازم ہونے کا فتویٰ دیا، اور اِمام احمد اور اِمام شافعیؒ نے اسی علت کی وجہ سے اس حدیث کو معلول قرار دیا ہے، جیسا کہ ابنِ قدامہ نے المغنی میں ذکر کیا ہے، اور تنہا یہی ایک علت ہوتی تو اس حدیث کے ساقط ہونے کے لئے کافی تھی، چہ جائیکہ اس کے ساتھ یہ علت بھی شامل ہو کہ یہ حدیث شاذ اور منکر ہے اور اِجماعِ اُمت کے خلاف ہے۔ اور قاضی اسماعیل اَحکام القرآن میں لکھتے ہیں کہ: طاؤس اپنے فضل وصلاح کے باوجود بہت سی منکر اشیاء روایت کیا کرتے ہیں، من جملہ ان کے ایک یہ حدیث ہے، اور اَیوب سے مروی ہے کہ وہ طاؤس کی کثرتِ خطا سے تعجب کیا کرتے تھے اور ابنِ عبدالبر کہتے ہیں کہ اس حدیث کی روایت میں طاؤس نے شذوذ اختیار کیا ہے۔

پھر ابنِ رجب لکھتے ہیں کہ علمائے اہلِ مکہ ان شاذ اقوال کی وجہ سے طاؤس پر نکیر کیا کرتے تھے جن کے نقل کرنے میں وہ متفرد ہوں۔ اور کرابیسی ادب القضا میں لکھتے ہیں کہ: طاؤس، ابنِ عباس سے بہت سے اخبارِ منکرہ نقل کرتے ہیں، اور ہماری رائے یہ ہے واللہ اعلم کہ یہ منکر خبریں انہوں نے عکرمہ سے لی ہیں، اور سعید بن مسیب، عطاء اور تابعین کی ایک جماعت عکرمہ سے پرہیز کرتی ہے۔ عکرمہ، طاؤس کے پاس گئے تھے، طاؤس نے عکرمہ سے وہ کچھ لیا ہے، جن کو عموماً وہ ابنِ عباس سے روایت کرتے ہیں۔ ابوالحسن السبکی کہتے ہیں کہ: پس ان روایات کی ذمہ داری عکرمہ پر ہے، طاؤس پر نہیں۔

اور ابنِ طاؤس سے کرابیسی کی روایت ہم پہلے نقل کر چکے ہیں کہ: ان کے باپ طاؤس کی طرف یہ جو کچھ منسوب کیا گیا ہے، وہ سب جھوٹ ہے۔ یہ گفتگو تو مسلکِ اوّل سے متعلق تھی۔ اور دُوسرے مسلک کے بارے میں ابنِ رجب ہی لکھتے ہیں اور یہ مسلک ہے ابنِ راہویہ کا اور ان کے پیروکاروں کا، اور وہ ہے معنیٔ حدیث پر کلام کرنا، اور وہ یہ کہ حدیث کو غیر مدخول بہا پر محمول کیا جائے، اس کو ابنِ منصور نے اسحاق بن راہویہ سے نقل کیا ہے۔ اور الحوفی نے الجامع میں اس کی طرف اشارہ کیا ہے، اور ابوبکر الاثرم نے اپنی سنن میں اس پر باب باندھا ہے، اور ابوبکر الخلال نے بھی اس پر دلالت کی ہے، اور سنن ابوداؤد میں بروایت حماد بن زید عن

اَیوب عن غیر واحد عن طاؤس عن ابنِ عباس یہ حدیث اس طرح نقل کی ہے کہ آدمی جب اپنی بیوی کو تین طلاق دُخول سے پہلے دیتا تو اس کو ایک ٹھہراتے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اور حضرت ابو بکر کے زمانے میں اور حضرت عمر کے ابتدائی دور میں، پھر جب حضرت عمر نے لوگوں کو دیکھا کہ پے در پے طلاق دینے لگے ہیں تو فرمایا کہ ان کو ان پر نافذ کر دو۔

اور اَیوب اِمام کبیر ہیں، پس اگر کہا جائے کہ وہ روایت تو مطلق تھی تو ہم کہیں گے کہ ہم دونوں دلیلوں کو جمع کر کے یہ کہیں گے کہ وہ روایت بھی قبل الدخول پر محمول ہے۔

یہاں تک مسلکِ ثانی میں ابنِ رجب کا کلام تھا۔ اور شوکانی نے اپنے رسالہ تین طلاق میں (ابوداؤد کی مندرجہ بالا) اس روایت کو (جس میں طلاق قبل الدخول کا ذکر ہے) بعض افرادِ عام کی تنصیص کے قبیل سے ٹھہرانے کا قصد کیا ہے، حالانکہ ہم ذکر کر چکے ہیں کہ الثلاث میں لام کو استغراق پر محمول کرنا صحیح نہیں، لہٰذا یہ روایت اس قبیل سے نہیں ہوگی۔ اور شوکانی کا یہ کلام محض اس لئے کہ ان کو بہر حال بولتے رہنا ہے، خواہ بات کا نفع ہو یا نہ ہو، بالکل ایسی ہی حالت جس کا ذکر اِمام زفر نے فرمایا تھا (کہ میں مخالف کے ساتھ مناظرہ کرتے ہوئے اسے صرف خاموش ہو جانے پر مجبور نہیں کرتا بلکہ اس کے ساتھ مناظرہ کرتا رہتا ہوں یہاں تک کہ وہ پاگل ہو جائے، اور پاگل ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ایسی مجنونانہ باتیں کرنے لگے جو کبھی کسی نے نہیں کیں)۔

پھر شوکانی کہتے ہیں کہ: طلاق قبل الدخول نادر ہے، پس لوگ کیسے پے در پے طلاقیں دینے لگے یہاں تک کہ حضرت عمر غصہ ہو گئے؟ میں کہتا ہوں کہ جو چیز ایک شہر میں یا ایک زمانے میں نادر شمار ہوتی ہے وہ بسا اوقات دُوسرے زمانے میں اور دُوسرے شہر میں نادر نہیں، بلکہ کثیر الوقوع ہوتی ہے، اس لئے شوکانی کا یہ اعتراض بے محل ہے، علاوہ ازیں شوکانی یہ چاہتے ہیں کہ سنن ابوداؤد میں روایت شدہ صحیح حدیث کے حکم کو محض رائے سے باطل کر دیں، (پس یہ درحقیقت انکارِ حدیث کے جراثیم ہیں)، غالباً اس قدر وضاحت اس بات کو بتانے کے لئے کافی ہے کہ ان لوگوں کے لئے حدیثِ ابنِ عباس سے استدلال کی کوئی گنجائش نہیں۔

اب لیجئے حدیثِ رکانہ! جس سے یہ لوگ تمسک کرنا چاہتے ہیں، یہ وہ حدیث ہے جسے اِمام احمد نے مسند میں بایں الفاظ ذکر کیا ہے حدیث بیان کی ہم سے سعد بن ابراہیم نے، کہا: خبر دی ہم کو میرے والد نے محمد بن اسحاق سے، کہا: حدیث بیان کی مجھ سے داؤد بن حصین نے عکرمہ سے، اس نے ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے کہ انہوں نے فرمایا۔

رکانہ بن عبد یزید نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں ایک ہی مجلس میں دے دی تھیں، پھر ان کو اس پر شدید غم ہوا، پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا کہ تم نے کیسے طلاق دی تھی؟ انہوں نے کہا کہ: میں نے تین طلاقیں ایک ہی مجلس میں دے دیں۔ فرمایا: یہ تو ایک ہوئی، لہٰذا تم اگر چاہو تو اس سے رُجوع کر لو، چنانچہ رکانہ نے اس سے رُجوع کر لیا۔

اور مجھے بے حد تعجب ہوتا ہے کہ جو شخص یہ دعویٰ کرتا ہے کہ صحابہ کے زمانے میں تین طلاق اَنتِ طالق ثلاثا کے لفظ سے ہوتی ہی نہیں تھی، وہ اس حدیث سے تین کو ایک کی طرف رَدّ کرنے پر استدلال کیسے کرنا چاہتا ہے؟ پس جو تین طلاق کہ مجلسِ واحد میں اَنتِ طالق ثلاثا کے الفاظ سے نہ تو لامحالہ تکرارِ لفظ کے ساتھ ہوگی، اور تکرار کی صورت میں دو احتمال ہیں، ایک یہ کہ اس نے تاکید کا ارادہ کیا ہو، دُوسرے یہ کہ تین طلاق واقع کرنے کا قصد کیا ہو، پس جب معلوم ہوا کہ اس نے صرف ایک کا ارادہ کیا تھا تو دیانۃً اس کا قول

قبول کیا جائے گا، اور اس کا یہ کہنا کہ میں نے تین طلاق دیں، اس کے معنی یہ ہوں گے کہ اس نے طلاق کا لفظ تین بار دہرایا، اور ہوسکتا ہے کہ راوی نے حدیث کو مختصر کر کے روایت بامعنی کر دی ہو۔ علاوہ ازیں یہ حدیث منکر ہے، جیسا کہ امام جصاص اور ابن ہمام فرماتے ہیں، کیونکہ یہ پختہ کار ثقہ راویوں کی روایت کے خلاف ہے، نیز یہ حدیث معلول بھی ہے، جیسا کہ ابن حجر نے تخریج احادیث رافعی (التلخیص الحبیر) میں ذکر کیا ہے، تخریج میں ابن حجر کے الفاظ یہ ہیں۔

حدیث: رکانہ بن عبد یزید آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، پس کہا کہ: میں نے اپنی بیوی سہیمہ کو البتہ طلاق دے دی ہے، اور اللہ کی قسم! کہ میں نے ایک طلاق کا ارادہ کیا تھا، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری بیوی مجھ کو لوٹا دی۔ اس حدیث کو امام شافعی، ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ نے تخریج کیا ہے۔ اور انہوں نے اس میں اختلاف کیا ہے کہ آیا یہ رکانہ تک مسند ہے یا مرسل؟ ابوداؤد نیز ابن حبان اور حاکم نے اس کی تصحیح کی ہے، اور امام بخاری نے اس کو اضطراب کی وجہ سے معلول کہا ہے، ابن عبد البر نے تمہید میں کہا ہے کہ محدثین نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے، اور اس باب میں ابن عباس سے بھی روایت ہے (یعنی بلفظ ثلاث، جیسا کہ ہم نے اُوپر پوری روایت نقل کر دی ہے) اس کو امام احمد نے اور حاکم نے روایت کیا ہے، اور یہ معلول ہے۔

بلکہ ابن حجر نے فتح الباری میں ان حضرات کی رائے کی تصویب کی ہے کہ (ابن عباس کی مذکورہ بالا حدیث میں) تین کا لفظ بعض راویوں کا تبدیل کیا ہوا لفظ ہے، کیونکہ البتہ کے لفظ سے تین طلاق واقع کرنا شائع تھا، (اس لئے راوی نے البتہ کو تین سمجھ کر تین طلاق کا لفظ نقل کر دیا) اور اہلِ علم کے اقوال طلاق بتہ کے بارے میں مشہور ہیں۔

اب ہم مسندِ احمد میں (مذکورہ بالا) حدیث محمد بن اسحاق پر کلام کرتے ہیں تا کہ اس کے منکر اور معلول ہونے کے وجوہ ظاہر ہوجائیں۔ رہا محمد بن اسحاق! تو امام مالک اور ہشام بن عروہ وغیرہ نے طویل وعریض الفاظ میں اس کو کذاب کہا ہے، یہ صاحب ضعفا سے تدلیس کرتے تھے، اور بیان کئے بغیر اہلِ کتاب کی کتابوں سے نقل کرتے تھے اور بتاتے نہیں تھے کہ یہ اہلِ کتاب کی روایت ہے، اس پر قدر کی بھی تہمت ہے، اور لوگوں کی حدیث کو اپنی حدیث میں داخل کر دینے کا بھی اس پر الزام ہے، یہ ایسا شخص نہیں جس کا قول صفات میں قبول کیا جائے، اور نہ اَحادیثِ اَحکام میں اس کی روایت معتبر ہے، خواہ وہ سماع کی تصریح کرے، جبکہ اس کی روایت کے خلاف روایات پے در پے وارد ہوں، اور جس نے اس کی روایت کو قوی کہا ہے تو صرف مغازی میں قوی کہا ہے۔

اس حدیث کی سند میں دُوسرا راوی داؤد بن حصین ہے، جو خارجیوں کے مذہب کے داعیوں میں سے تھا، اور اگر امام مالک نے اس سے روایت نہ کی ہوتی تو اس کی حدیث ترک کر دی جاتی، جیسا کہ ابو حاتم نے کہا ہے، اور ابنِ مدینی کہتے ہیں کہ داؤد بن حصین جس روایت کو عکرمہ سے نقل کرے، وہ منکر ہے، اور اہلِ جرح و تعدیل کا کلام اس کے بارے میں طویل الذیل ہے، جن حضرات نے اس کی روایت کو قبول کیا ہے تو صرف اس صورت میں قبول کیا جبکہ وہ نکارت سے خالی ہو، پس اس کی روایت ثقہ ثبت راویوں کے خلاف کیسے قبول کی جاسکتی ہے؟

اور تیسرا راوی عکرمہ ہے، جس پر بہت سی بدعات کی تہمت ہے، اور سعید ابنِ مسیب اور عطاء جیسے حضرات اس سے اجتناب کرتے تھے، پس حضرت ابنِ عباس سے روایت کرنے والے ثقہ راویوں کے خلاف اس کا قول کیسے قبول کیا جائے گا؟ پس جس نے

اس روایت کو منکر کہا اس نے بہت ہی صحیح کہا ہے۔ اور امام احمد سے اس قسم کے متن کی تحسین ایسی سند کے ساتھ صحیح نہیں، حالانکہ وہ خود فرماتے ہیں کہ: طاؤس کی روایت حضرت ابنِ عباس سے تین طلاق کے بارے میں شاذ اور مردود ہے، جیسا کہ ہم اسحاق بن منصور اور ابوبکر اثرم کے حوالے سے قبل ازیں نقل کر چکے ہیں۔

علامہ ابنِ ہمام حنفی لکھتے ہیں کہ: صحیح تر وہ روایت ہے جس کو ابوداؤد، ترمذی اور ابنِ ماجہ نے نقل کیا ہے کہ: رکانہ نے اپنی بیوی کو بتہ طلاق دی تھی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے حلف لیا کہ اس نے صرف ایک کا ارادہ کیا تھا، اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت اس کو واپس کرا دی، اس نے دُوسری طلاق حضرت عمر کے زمانے میں اور تیسری حضرت عثمان کے زمانے میں دی۔

اور اسی کی مثل مسندِ شافعی میں ہے، چنانچہ ابوداؤد کی سند میں نافع بن عجیر بن عبد یزید ہے، پس نافع کو ابنِ حبان نے ثقات میں ذکر کیا ہے، اگرچہ نافع کو بعض ایسے لوگوں نے مجہول کہا ہے جن کی رجال سے ناواقفیت بہت زیادہ ہے۔ اور اس کے والد کے لئے یہی کافی ہے کہ وہ کبار تابعین میں ہیں اور ان کے بارے میں کوئی جرح منقول نہیں۔ اور امام شافعی کی سند میں عبداللہ بن علی بن سائب بن عبید بن عبد یزید ابو رکانہ واقع ہے، جس کو امام شافعی نے ثقہ کہا ہے۔ رہے عبداللہ بن علی بن یزید بن رکانہ، جس کو ابنِ حزم ذکر کرتے ہیں، ان کی ابنِ حبان نے توثیق کی ہے۔ علاوہ ازیں تابعین میں یہی کافی ہے کہ ان کو جرح کے ساتھ ذکر نہ کیا گیا ہو، تاکہ وہ جہالتِ وصفی سے نکل جائیں، صحیحین میں اس نوعیت کے بہت سے رجال ہیں، جیسا کہ الذہبی نے یہ کہتے ہوئے اعتماد کیا ہے کہ آدمی کی اولاد اور اس کے گھر کے لوگ اس کے حالات سے زیادہ واقف ہوا کرتے ہیں۔

حافظ ابنِ رجب نے ابنِ جریج کی وہ حدیث ذکر کی ہے، جس میں وہ کہتے ہیں کہ: مجھے خبر دی ہے ابو رافع مولی النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد میں سے بعض نے عکرمہ سے انہوں نے ابنِ عباس سے (اس سند سے مسند کی روایت کے ہم معنی روایت ذکر کی ہے) اس روایت کو ذکر کر کے حافظ ابنِ رجب لکھتے ہیں کہ:

اس کی سند میں مجہول راوی ہے، اور جس شخص کا نام نہیں لیا گیا وہ محمد بن عبداللہ بن ابی رافع ہے، جو ضعیف الحدیث ہے، اور اس کی احادیث منکر ہیں، اور کہا گیا ہے کہ وہ متروک ہے، لہٰذا یہ حدیث ساقط ہے، اور محمد بن ثور الصنعانی کی روایت میں ہے کہ رکانہ نے کہا: میں نے اس کو طلاق دے دی، اس میں ثلاثا کا لفظ ذکر نہیں کیا، اور محمد بن ثور ثقہ ہیں، بڑے درجے کے آدمی ہیں، نیز اس کے معارض وہ روایت بھی ہے جو رکانہ کی اولاد سے مروی ہے کہ اس نے اپنی بیوی کو بتہ طلاق دی تھی۔

اس سے ابنِ قیم کے کلام کا فساد معلوم ہو جاتا ہے جو انہوں نے اس حدیث پر کیا ہے، جس صورت میں کہ حدیثِ رکانہ میں البتہ کی روایت صحیح ہو اس سے جمہور کے دلائل میں مزید اضافہ ہو جاتا ہے، اور جس صورت میں کہ حدیثِ رکانہ میں اضطراب ہو، جیسا کہ امام ترمذی نے امام بخاری سے نقل کیا ہے، اور امام احمد نے اس کے تمام طرق کو ضعیف قرار دیا ہے، اور ابنِ عبدالبر نے بھی اس کی تضعیف میں امام احمد کی پیروی کی ہے، اس صورت میں حدیثِ رکانہ کے الفاظ میں کسی لفظ سے بھی استدلال ساقط ہو جاتا ہے۔ اس حدیث کے اضطرابات میں سے ایک یہ ہے کہ کبھی روایت کرتے ہیں کہ طلاق دینے والا ابو رکانہ تھا، اور کبھی یہ کہ رکانہ کا

باپ نہیں بلکہ خود رکانہ تھا، اس اضطراب کو یوں دفع کیا جاسکتا ہے کہ یہ اضطراب تین کی روایت میں ہے، البتہ کی روایت میں نہیں، البتہ کی روایت متن وسند کے اعتبار سے علل سے خالی ہے، اور اگر فرض کرلیا جائے کہ اس میں بھی علت ہے تو (یہ روایت ساقط الاعتبار ہوگی اور) باقی دلائل بغیر معارض کے باقی رہیں گے۔

اور ابنِ رجب کہتے ہیں ہم اُمت میں سے کسی کو نہیں جانتے جس نے اس مسئلے میں مخالفت کی ہو، نہ ظاہری مخالفت، نہ حکم کے اعتبار سے، نہ فیصلے کے لحاظ سے، نہ علم کے طور پر، نہ فتویٰ کے طور پر۔ اور یہ مخالفت نہیں واقع ہوئی مگر بہت ہی کم افراد کی جانب سے، ان لوگوں پر بھی ان کے ہم عصر حضرات نے آخری درجے کی نکیر کی، ان میں سے اکثر لوگ اس مسئلے کو مخفی رکھتے تھے، اس کا اظہار نہیں کرتے تھے۔

پس اللہ تعالیٰ کے دِین کے اخفاء پر اِجماعِ اُمت کیسے ہوسکتا ہے، جس دِین کو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے نازل فرمایا؟ اور اس شخص کے اجتہاد کی پیروی کیسے جائز ہوسکتی ہے جو اپنی رائے سے اس کی مخالفت کرتا ہو؟ اس کا اعتقاد ہرگز جائز نہیں۔

اُمید ہے کہ اس بیان سے واضح ہوگیا ہوگا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا تین طلاق کو نافذ کرنا حکمِ شرعی تھا، جس کی مدد پر کتاب و سنت موجود ہیں، اور جو اِجماعِ فقہائے صحابہ کے مقارن ہے، تابعین اور ان سے بعد کے حضرات کا اِجماع مزید براں ہے، اور یہ حکمِ شرعی کے مقابلے میں تعزیری سزا نہیں تھی۔ پس جو شخص حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے تین طلاق کو نافذ کرنے سے خروج کرتا ہے وہ ان تمام چیزوں سے خروج کرتا ہے۔ (مقالہ شیخ حسن کوثری)

## طلاق ثلاثہ سے ازالہ نکاح ووقوع طلاق میں فقہی بحث ونظر

شیخ حسن الکوثری لکھتے ہیں کہ اس حدیث کی (یعنی حضرت ابنِ عمر کے اپنی بیوی کو بحالتِ حیض طلاق دینے کی) روایات اور اس کے الفاظ کتبِ حدیث میں بہت سے ہیں، اور ان میں اس نکتے پر شدید اختلاف واضطراب ہے کہ ابنِ عمر نے حیض میں جو طلاق دی تھی اسے شمار کیا گیا یا نہیں؟ بلکہ اس حدیث کے الفاظ بھی مضطرب ہیں لہٰذا ابوالزبیر کی اس روایت کو ترجیح دی جائے گی، جس میں ابنِ عمر کے یہ الفاظ مروی ہیں کہ: آپ نے میری بیوی واپس لوٹادی، اور اس کو کچھ نہیں سمجھا (فردھا علیّ ولم یرھا شیئًا)۔ یہ روایت اس لئے راجح ہے کہ یہ ظاہر قرآن اور قواعدِ صحیحہ کے موافق ہے، اور اس روایت کی تائید ابوالزبیر ہی کی دُوسری روایت سے بھی ہوتی ہے جسے وہ حضرت جابر سے سماعاً بایں الفاظ نقل کرتے ہیں ابنِ عمر سے کہو وہ اس سے رُجوع کرلے کیونکہ وہ اس کی بیوی ہے۔

یہ سند صحیح ہے اور ابن لہیعہ ثقہ ہے اور خشنی کی روایت محمد بن بشار سے یہ ہے: لا یعتد بذٰلك (اس کا اعتبار نہ کرے) اور یہ سند بہت ہی صحیح ہے، اور ابنِ وہب کی روایت میں جو آتا ہے کہ: وھی واحدۃ (اور یہ ایک طلاق شمار ہوگی) اس سے لوگوں نے یہ سمجھ لیا کہ یہ ضمیر اس طلاق کی طرف راجع ہے جو ابنِ عمر نے حیض کے دوران دی تھی، حتیٰ کہ ابنِ حزم اور ابنِ قیم کو بھی اس دلیل سے گلو خلاصی کی صورت اس کے سوا نظر نہ آئی کہ وہ اس کے مدرج ہونے کا دعویٰ کریں۔ حالانکہ صحیح اور واضح بات یہ ہے کہ یہ ضمیر اس طلاق

کی طرف راجع ہے جو ابنِ عمر کو بعد میں دینی تھی، لہٰذا یہ فقرہ حیض کے دوران کی طلاق کے باطل ہونے پر دلیل ہے، اور ابوالزبیر کی روایت کا مؤید ہے۔

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابنِ عمر کو ان کی مطلقہ فی الحیض سے رُجوع کرنے کا جو حکم فرمایا تھا اس میں مراجعت سے مراد لفظ کے معنی لغوی ہیں، اور مطلقہ رجعیہ سے رُجوع کرنے میں اس کا استعمال ایک نئی اصطلاح ہے، جو عصرِ نبوّت کے بعد ایجاد ہوئی۔

مؤلف نے صفحہ: پر صاف صاف لکھا ہے کہ: حیض میں دی گئی طلاق صحیح نہیں، اور اس کا کوئی اثر مرتب نہیں ہوتا مؤلف کا یہ قول روافض اور ان کے ہم مسلک لوگوں کی پیروی ہے، اور یہ ان صحیح احادیث سے تلاعب ہے جو صحیحین وغیرہ میں موجود ہیں اور جن کی صحت، ثقہ حفاظ کی شہادت سے ثابت ہے، یہ قول محض نفس پرستی پر مبنی ہے اور اہلِ نقد کی نظر میں ایک منکر (روایت) کو اس سے بدترین منکر کے ساتھ تقویت دینے کی کوشش ہے۔ اور پھر ایسی احادیث میں اضطراب کا دعویٰ کرنا جن کو تمام اربابِ صحاح نے لیا ہے پرلے درجے کی بے حیائی ہے، اور ایسے مدعی کی عقل میں فتور اور اضطراب کی دلیل ہے۔ اِمام بخاری نے صحیح میں حائضہ کو دی گئی طلاق کے صحیح ہونے پر باب باندھا ہے: باب اذا طلقت الحائض يعتد بذلك الطّلاق یعنی: جب حائضہ کو طلاق دی جائے تو اس طلاق کو صحیح شمار کیا جائے گا اِمام بخاری اس مسئلے میں کسی کے اختلاف کی طرف اشارہ تک نہیں کرتے؛ اور اس باب کے تحت ابنِ عمر کے اپنی بیوی کا طلاق دینے کی حدیث درج کرتے ہیں جس میں یہ الفاظ ہیں: مره فليراجعها یعنی اس سے کہو کہ اپنی بیوی سے رُجوع کرلے۔ اِمام مسلم بھی اس طلاق کے شمار کئے جانے کی تصریح کرتے ہیں، ان کے الفاظ یہ ہیں: وحسبت لها التطليقة التى طلقها یعنی: ابنِ عمر نے اپنی بیوی کو اس کے حیض کی حالت میں جو طلاق دی تھی اسے شمار کیا گیا۔ اسی طرح مسندِ احمد میں حضرت حسن کی حدیث جو خود حضرت ابنِ عمر سے مروی ہے، اور جس کا ذکر مع سند کے پہلے آچکا ہے، وہ بھی اس اَمر کی دلیل ہے کہ اس طلاق کو صحیح اور مؤثر قرار دیا گیا۔

صحیحین وغیرہ میں جو اَحادیث اس سلسلے میں مروی ہیں ان میں جو رُجوع کرنے کا لفظ آیا ہے، جو شخص اس پر سرسری نظر بھی ڈالے اسے ایک لمحے کے لئے بھی اس بات میں شک نہیں ہوگا کہ یہ لفظ طلاق وغیرہ کی طرح عہدِ نبوی میں ایک خاص اصطلاحی مفہوم رکھتا تھا، اور یہ کہ یہ اصطلاح دورِ نبوّت کے بعد قطعاً ایجاد نہیں ہوئی۔ احادیثِ طلاق میں ارتجاع، رجعت اور مراجعت کے جتنے الفاظ وارِد ہیں ان کے شرعی معنی مراد ہیں، یعنی طلاقِ رجعی دینے کے بعد دوبارہ ازدواجی تعلقات قائم کرنا، بلکہ فقہائے اُمت کی عبارتوں میں اس قبیل کے جتنے الفاظ وارِد ہیں وہ لفظاً معنیً انہی الفاظ کے مطابق ہیں جو اَحادیث میں وارِد ہوئے ہیں۔ اور یہ بات پہلے گزر چکی ہے کہ اس باب کی احادیث میں رُجوع کے لغوی معنی مراد لینا یکسر غلط ہے، ابنِ قیم بھی اس دعویٰ کی جراٴت نہیں کرسکے کہ یہاں رُجوع کے شرعی معنی مراد نہیں، کیونکہ ان کے سامنے وہ احادیث موجود تھیں جن میں شرعی معنی کے سوا اور کوئی معنی ہو ہی نہیں سکتے، انہوں نے اپنی ذات کو اس سے بالاتر سمجھا کہ وہ ایک ایسی مہمل بات کہہ ڈالیں جو حاملینِ حدیث کے نزدیک بھی ساقط الاعتبار ہو، چہ جائیکہ فقہاء اس پر کان نہ دھریں۔

شوکانی چونکہ زیغ میں سب سے آگے ہے، اور یہ بات کم ہی سمجھ پاتا ہے کہ فلاں بات کہنے سے اس کی ذلت ورُسوائی ہوگی، اس لئے اس نے اپنے رسالہء طلاق میں یہ راستہ اختیار کرنے میں کوئی باک نہیں سمجھا کہ یہاں رُجوع کے معنی ءشرعی مرادنہیں ہیں، اور مؤلفِ رسالہ کو (شوکانی کی تقلید میں) یہ دعویٰ کرتے ہوئے یہ خیال نہیں رہا کہ اس سے اس کی دلیل کا بھی مطالبہ کیا جاسکتا ہے، اور یہ بھی دریافت کیا جاسکتا ہے کہ زمانہء نبوّت کے بعد کس زمانے میں یہ نئی اصطلاح ایجاد ہوئی جس کا وہ مدعی ہے؟ مؤلفِ رسالہ، ابنِ حزم کی طرح بے دلیل دعوے ہانکنے میں جری ہے، اس نے ان صحیح احادیث کی طرف نظر اُٹھا کر نہیں دیکھا جن میں طلاق بحالتِ حیض کوواقع شدہ شمار کیا گیا ہے، اور یہ اَحادیث نا قابلِ تردید فیصلہ کرتی ہیں کہ یہاں مراجعت سے قطعاً معنی ءشرعی مراد ہیں۔

پس ان احادیث میں مطلقہ بحالتِ حیض سے رُجوع کرنے کا جوحکم وارد ہوا ہے، تنہا وہی یہ بتانے کے لئے کافی ہے کہ حیض کی حالت میں جوطلاق دی جائے وہ بلاشک وشبہ واقع ہوجاتی ہے، پھر جبکہ صحیح احادیث میں یہ بھی وارد ہے جیسا کہ پہلے گزر چکا کہ اس حالت میں دی گئی طلاق کوصحیح شمار کیا گیا، تو اَب بتایئے کہ اس مسئلے میں شک وتردّد کی کیا گنجائش باقی رہ جاتی ہے؟ اور آیتِ کریمہ میں تراجع کا جولفظ آیا ہے یہ اس صورت سے متعلق ہے جبکہ سابق میاں بیوی کے درمیان عقدِ جدید کی ضرورت ہو، اور یہ صورت ہماری بحث سے خارج ہے۔

اور جس شخص نے ان احادیث کا، جوابنِ عمر کے واقعہء طلاق میں وارد ہوئی ہیں، احاطہ کیا ہو، بلکہ احادیث کی وہ تھوڑی سی تعداد، جوحافظ ابنِ حجر نے فتح الباری میں ذکر کی ہے، بالخصوص دارقطنی کی حدیثِ شعبہ اور حدیثِ سعید بن عبدالرحمٰن الجمحی، جس کے پیشِ نظر ہو، اسے یہ یقین کئے بغیر چارہ نہیں ہوگا کہ ان احادیث میں مراجعت سے صرف معنی ءشرعی مراد ہیں، یعنی طلاقِ رجعی کے بعد معاشرتِ زوجیت کی طرف لوٹنا۔ اور الفاظ سے ان کی حقیقتِ شرعیہ ہی مراد ہوتی ہے، اِلاّ یہ کہ وہاں کوئی صارف موجود ہو، اور یہاں کوئی مانع موجودنہیں۔ ابنِ قیم کو چونکہ یہ احادیث مستحضر تھیں اس لئے وہ اس پر راضی نہیں ہوئے کہ محض ہٹ دھرمی سے معنیء شرعی کے مراد ہونے سے انکار کردیں، کیونکہ یہاں انکار کی مجال ہی نہیں۔ اس کے بجائے انہوں نے چاہا کہ شریعت میں مراجعت کے تین معنی ثابت کردیں:: نکاح، : جائز ہبہ کوواپس کردینا، : طلاق کے بعد معاشرتِ زوجیت کی طرف لوٹنا، تا کہ وہ یہ کہہ سکیں کہ یہ لفظ مشترک ہے، اور مشترک میں احتمال ہوتا ہے، اور احتمال کی صورت میں استدلال ساقط ہوجاتا ہے۔ لیکن انہیں یہ خیال نہیں رہا کہ یہاں مراجعت کی نسبت میاں بیوی کی طرف کی گئی ہے، مرد کی طرف بحیثیت رُجوع کنندہ کے، اور عورت کی طرف بحیثیت رُجوع کردہ شدہ کے، اس سے مراجعت کے معنی خود بخود متعین ہوجاتے ہیں، یعنی طلاق کے بعد معاشرتِ زوجیت کی طرف عود کرنا، لہٰذا یہاں اشتراک ثابت کرکے استدلال پر اعتراض کرنا صحیح نہیں، علاوہ ازیں وہ یہ بھی بھول گئے کہ ہماری بحث لفظ مراجعت میں ہے جو ان احادیث میں وارد ہوا ہے، نہ تو لفظ تراجع میں ہے جو قرآنِ کریم میں بہ معنی نکاح کے آیا ہے، اور نہ لفظ ارجاع میں ہے، جو جائز ہبہ کے واپس کرنے کی حدیث میں آیا ہے۔

ابنِ قیم کے بعد شوکانی آئے، اور موصوف نے اپنے رسالے میں جوطلاقِ بدعی کے موضوع پر ہے، یہ مسلک اختیار کیا کہ ان احادیث میں مراجعت کے معنی ءشرعی مراد ہونا مُسلّم نہیں، بایں خیال کہ معنی ءلغوی، معنیء شرعی سے عام ہیں۔ شوکانی کے اس موقف

کو اختیار کرنے کی دلیل یہ ہے کہ ان کو فضول کٹ حجتی میں جس کا موصوف نے عجمیوں کی کتابوں سے استفادہ کیا ایک خاص ملکہ اور رُسوخ حاصل ہے۔ کیونکہ شوکانی نے عجمی کتابیں پڑھی تھیں، ابنِ قیم نے نہیں، مگر شوکانی سے یہ بات اوجھل رہی کہ باتفاق اہلِ علم کتاب وسنت میں الفاظ کی حقیقتِ شرعیہ مراد ہوا کرتی ہے، اور لفظ مراجعت کی حقیقتِ شرعیہ کو تسلیم کر لینے کے بعد اس کے مراد ہونے کو تسلیم نہ کرنے کی کوئی گنجائش نہیں۔ اس کے بعد وہ تحریف وتحریف میں اور آگے بڑھے اور محض ہٹ دھرمی کی بنا پر نیل الاوطار میں لفظ مراجعت کے معنیٔ شرعی سے ہی انکار کر ڈالا۔ ان کا خیال تھا کہ جو احادیث کہ معنیٔ شرعی میں نص ہیں، اور جن کو شوکانی نے ابنِ حجر کی فتح الباری سے نقل کیا ہے، اگر ان کو غلط سلط نقل کر کے ان کے معنی بگاڑ دیئے جائیں تو کمزور علم کے لوگوں کو گمراہ کرنے کے لئے کافی ہے، اور ایسا کوئی آئے گا جو ان کی خیانت فی النقل کا پردہ چاک کرے، ذرا شوکانی سے پوچھو کہ اس نے فتح الباری سے ابنِ حجر کا یہ قول کیوں نقل نہیں کیا۔

اور دار قطنی میں بروایت شعبہ عن انس بن سیرین عن ابنِ عمر اس قصے میں یہ الفاظ ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا یہ طلاق شمار ہوگی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں! اس حدیث کے شعبہ تک تمام راوی ثقہ ہیں۔

اور دار قطنی میں بروایت سعید بن عبدالرحمٰن الجمحی (ابنِ معین وغیرہ نے اس کی تصحیح کی ہے) عن عبیداللہ بن عمر عن نافع عن ابنِ عمر یہ واقعہ منقول ہے کہ ایک شخص نے ابنِ عمر سے عرض کیا کہ: میں نے اپنی بیوی کو البتہ (قطعی طلاق، یعنی تین) طلاق دے دی، جبکہ وہ حیض کی حالت میں تھی، ابنِ عمر نے فرمایا کہ: تو نے اپنے ربّ کی نافرمانی کی، اور تیری بیوی تجھ سے الگ ہوگئی، وہ شخص بولا کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو ابنِ عمر کو اپنی بیوی سے رُجوع کرنے کا حکم دیا تھا، فرمایا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابنِ عمر کو اس طلاق کے ساتھ رُجوع کرنے کا حکم دیا تھا جو اس کے لئے ابھی باقی تھی، اور تو نے تو کچھ باقی ہی نہیں چھوڑا جس کے ذریعہ تو اپنی بیوی سے رُجوع کر سکتا (یعنی ابنِ عمر نے تو ایک رجعی طلاق دی تھی، اور دو طلاقیں ابھی باقی تھیں، اس لئے وہ رُجوع کر سکتے تھے، مگر تو نے تین دے ڈالیں، تو کیسے رُجوع کر سکتا ہے؟)۔ اور اس سیاق میں رَدّ ہے اس شخص پر جو ابنِ عمر کے قصے میں رجعت کو معنیٔ لغوی پر محمول کرتا ہے۔

اور یہ ساری بحث تو اس وقت ہے جبکہ یہ تسلیم کر لیا جائے کہ لفظ رجعت کے ایک ایسے معنیٔ لغوی بھی ہیں جو احادیثِ ابنِ عمر میں مراد لئے جاسکتے ہیں، لیکن جس شخص نے کتبِ لغت کا مطالعہ کیا ہو اس پر واضح ہوگا کہ لفظ مراجعت کے لغوی معنی ہر اس صورت میں متحقق ہیں، جبکہ مرد، عورت سے کسی معاملے میں بات چیت کرے، اور یہ عام معنی ان احادیث میں قطعاً مراد نہیں لئے جاسکتے، اِلَّا یہ کہ شوکانی اس لفظ کو کوئی جدید معنی پہنا دیں، جو کتاب وسنت، اجماعِ فقہائے ملت اور لغت کے علی الرغم شوکانی کی من گھڑت دلیل کے موافق ہوں۔

اس تقریر سے واضح ہوا کہ قصہ ابنِ عمر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کہ: اس سے کہو کہ اپنی بیوی سے رُجوع کر لے از خود معنیٔ شرعی پر نص ہے، اس کے لئے دار قطنی کی تخریج کردہ روایات کی بھی حاجت نہیں۔

رہا ابنِ حزم کا المحلّٰی میں یہ کہنا کہ بعض لوگوں نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابنِ عمر کو اپنی بیوی سے رُجوع کا جو حکم فرمایا تھا، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اس طلاق کو شمار کیا گیا۔ ہم جواب میں یہ کہتے ہیں کہ آپ کا یہ ارشاد تمہارے زعم کی دلیل نہیں، کیونکہ ابنِ عمر نے جب اسے حیض کی حالت میں طلاق دے دی تو بلا شبہ اس سے اجتناب بھی کیا ہوگا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں صرف یہ حکم دیا تھا کہ اپنی علیحدگی کو ترک کر دیں اور اس کی پہلی حالت کی طرف لوٹا دیں۔

اس کی پہلی حالت سے ابنِ حزم کی مراد اگر طلاق سے پہلے کی حالت ہے، تب تو ابنِ حزم کی طرف سے یہ اقرار ہے کہ یہ جملہ طلاق کے واقع ہونے کی دلیل ہے، اور اگر پہلی حالت سے مراد اجتناب سے پہلے کی حالت ہے، تو یہ لفظ کے نہ لغوی معنی ہیں، نہ شرعی۔ البتہ ممکن ہے کہ یہ معنی مجازی ہوں، جو اطلاق وتقیید کی مناسبت سے معنیٔ شرعی سے اخذ کئے گئے ہیں، لیکن معنیٔ مجازی مراد لینے کی ضرورت اس وقت ہوتی ہے جبکہ کوئی قرینہ ایسا موجود ہو جو معنیٔ حقیقی سے مراد لینے سے مانع ہو۔ سوال یہ ہے کہ یہاں وہ کون سا قرینہ ہے جو حقیقتِ شرعیہ سے مانع ہے؟ اس بیان کے بعد مؤلفِ رسالہ کی بات کو جس وادی میں چاہو پھینک دو۔

اور ابوداوٗد میں ابوالزبیر کی روایت کا یہ لفظ مجمل ہے کہ: فردھا علیّ ولم یرھا شیئاً، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے مجھ پر لوٹا دیا اور اس کو کچھ نہیں سمجھا یہ اس بات کی دلیل نہیں کہ یہ طلاق واقع نہیں ہوئی، بلکہ واپس لوٹانے کے لفظ سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ یہ طلاق بینونت میں قطعاً موثر نہیں تھی، رَدّ اور امساک کے الفاظ اس رُجوع میں استعمال ہوتے ہیں جو طلاقِ رجعی کے بعد ہو۔

اور اگر فرض کر لیا جائے کہ اس لفظ سے طلاق کا واقع ہونا کسی درجے میں مفہوم ہوتا ہے تو سنئے! امام ابوداود اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں: تمام احادیث اس کے خلاف ہیں۔ یعنی تمام احادیث بتاتی ہیں کہ ابنِ عمر پر ایک طلاق شمار کی گئی۔ امام بخاری نے اس کو صراحتاً روایت کیا ہے اور اسی طرح امام مسلم نے بھی، جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔ اور بہت سے حضرات نے ذکر کیا ہے کہ امام احمد کے سامنے ذکر کیا گیا کہ طلاقِ بدعی واقع نہیں ہوتی، آپ نے اس پر نکیر فرمائی اور فرمایا کہ: یہ رافضیوں کا مذہب ہے۔

اور ابوالزبیر محمد بن مسلم مکی کو ان سب مؤلفین نے جنھوں نے مدلسین پر کتابیں لکھی ہیں، مدلس راویوں کی فہرست میں جگہ دی ہے، پس جن کے نزدیک مدلسین کی روایت مطلقاً مردود ہے ان کے نزدیک تو اس کی روایت مردود ہوگی، اور جو لوگ مدلس کی روایت کو کچھ شرائط سے قبول کرتے ہیں وہ اس کی روایت بھی شرائط کے ساتھ ہی قبول کر سکتے ہیں، مگر وہ شرائط یہاں مفقود ہیں، لہٰذا یہ روایت بالاتفاق مردود ہوگی۔

ابنِ عبدالبر کہتے ہیں کہ: یہ بات ابوالزبیر کے سوا کسی نے نہیں کہی، اس حدیث کو ایک بہت بڑی جماعت نے روایت کیا ہے، مگر اس بات کو کوئی بھی نقل نہیں کرتا۔ بعض محدثین نے کہا ہے کہ: ابوالزبیر نے اس سے بڑھ کر کوئی منکر روایت نقل نہیں کی۔ اب اگر ابوالزبیر مدلس نہ بھی ہوتا، صرف صحیحین وغیرہ میں حدیثِ ابنِ عمر کے راویوں کی روایت اس کے خلاف ہوتی تب بھی اس کی روایت منکر ہی شمار ہوتی، چہ جائیکہ وہ مشہور مدلس ہے۔

رہی وہ روایت جس کو ابنِ حزم نے بطریق محمد بن عبدالسلام الخشنی (شوکانی کے رسالے میں خود اس کے اپنے قلم سے اس

راوی کی نسبت الخشنی کے بجائے الحبی لکھی ہے، اس سے علمِ رجال میں شوکانی کا مبلغ علم معلوم ہوسکتا ہے) عن محمد بن بشار عن عبدالوهاب الثقفی عن عبیدالله عن نافع عن ابنِ عمر نقل کی ہے کہ ابنِ عمر نے اس شخص کے بارے میں جس نے اپنی بیوی کو اس کے حیض کی حالت میں طلاق دے دی ہو، فرمایا کہ اس کو شمار نہیں کیا جائے گا، ابنِ حجر تخریج رافعی میں فرماتے ہیں کہ: اس کا مطلب یہ ہے کہ اس نے سنت کے خلاف کیا، یہ مطلب نہیں کہ وہ طلاق ہی شمار نہیں ہوگی علاوہ ازیں بندار اگرچہ صحیح کے راویوں میں سے ہے، لیکن یہ ان لوگوں میں سے ہے جن کی روایتوں کو چھانٹ کرلیا جاتا ہے، مطلقاً قبول نہیں کیا جاتا، اس لئے کہ وہ حدیث کی چوری اور کذب وغیرہ کے ساتھ متہم ہے، اور بہت سے ناقدین نے اس میں کلام کیا ہے، بعض اصحاب صحاح کے نزدیک اس کی عدالت راجح ثابت ہوئی اس لئے انہوں نے اس کی صرف وہ احادیث روایت کیں جو نکارت سے سالم تھیں۔ امام بخاری اس سے بکثرت روایت کرتے ہیں مگر انہوں نے بھی اس کی زیرِ بحث حدیث نہیں لی۔ الخشنی اگرچہ ثقہ ہے، مگر احادیث کی چھان پھٹک میں امام بخاری جیسا نہیں۔

اور یہ دعویٰ بے حد مضحکہ خیز ہے کہ مسندِ احمد کی روایت، جو ابنِ لہیعہ عن ابی الزبیر عن جابر کی سند سے مروی ہے، وہ ابوالزبیر کی روایت کی موئید ہے۔ اس لئے کہ مسندِ احمد متفرد راویوں پر مشتمل ہونے کی بنا پر اہلِ نقد کے نزدیک ان کتبِ احادیث میں سے نہیں جن میں صرف صحیح احادیث درج کرنے کا التزام کیا گیا ہو۔ ابنِ حجر نے اس کی روایت کا دائرہ وسیع ہونے سے قبل، جو اس کا دفاع کیا ہے وہ صرف اس مقصد کے لئے ہے کہ اس سے موضوع احادیث کی نفی کی جائے، خواہ اس کی روایت کسی اور راوی کے خلاف بھی نہ ہو۔ جیسا کہ حافظ ابوسعید العلائی نے جامع التحصیل میں ذکر کیا ہے، اور زیرِ بحث روایت بطریق لیث نہیں، اور مسندِ احمد جیسی ضخیم کتاب اس بات سے محفوظ نہیں رہ سکتی کہ اس کے متفرد راویوں کے قلتِ ضبط کی بنا پر عنعنہ کی جگہ سماع اور تحدیث کو ذکر کردیا گیا ہو، ایسی صورت میں اس قسم کی روایت کی صحت ان لوگوں کے نزدیک کیسے ثابت ہوسکتی ہے جو روایت کی چھان پھٹک کے فن سے ناواقف ہیں؟

اور اگر روایت کی صحت کو فرض بھی کرلیا جائے تب بھی اس کو حالتِ حیض میں دی گئی طلاق کے عدمِ وقوع کے لئے موئید ماننا ممکن نہیں، جیسا کہ ہمارے نام نہاد مجتہد نے سمجھا ہے، کیونکہ اس روایت کے الفاظ یہ ہیں: لیراجعها فانها امرأته ۔ وہ اس سے رُجوع کرلے، کیونکہ وہ اس کی بیوی ہے۔

یہ لفظ حالتِ حیض کی طلاق کے وقوع اور انقضائے عدّت تک زوجیت کے باقی رہنے کی دلیل ہے، جیسا کہ جمہور فقہائے اُمت اس کے قائل ہیں، کیونکہ مراجعت صرف طلاقِ رجعی کے بعد ہوتی ہے، اور ارشادِ نبوی: کیونکہ وہ اس کی بیوی ہے ان دونوں کے درمیان تعلقِ زوجیت کی بقا کی تصریح ہے، بلکہ یہ روایت، دُوسری روایت کے اجمال کی تفسیر کرتی ہے کہ کوئی چیز نہیں سے مراد یہ ہے کہ طلاق بحالتِ حیض ایسی چیز نہیں جس سے بینونت (علیحدگی) واقع ہوجائے جب تک کہ عدّت باقی ہے، اس تفسیر کے بعد ابوالزبیر کی روایت بھی دُوسرے راویوں کی روایت کے موافق ہوجاتی ہے۔

اور جو روایت ابنِ حزم نے بطریق ہمام بن یحییٰ عن قتادۃ عن خلاس عن عمرو ذکر کی ہے کہ انہوں نے ایسے شخص کے بارے میں

جو اپنی بیوی کو اس کے حیض میں طلاق دے دے، فرمایا کہ اس کو کچھ نہیں سمجھا جائے گا، اس پر پہلا اعتراض تو یہ ہے کہ ہمام کے حافظے میں نقص تھا۔ دُوسرے، قتادہ مدلّس ہیں اور وہ عن کے ساتھ روایت کر رہے ہیں۔ علاوہ ازیں اس کے مفہوم میں دو احتمال ہیں، ایک یہ کہ اس کو یوں نہیں سمجھا جائے گا کہ اس نے سنت کے موافق طلاق دی ہے، جیسا کہ بعض کے نزدیک طلاق کو جمع کرنا خلافِ سنت نہیں۔ دُوسرا احتمال یہ ہے کہ اس طلاق کو طلاق ہی نہیں سمجھا جائے گا، مگر صحابہ میں جو اجماع جاری تھا وہ پہلے احتمال کا مؤید ہے۔ اور خلاس ان لوگوں میں نہیں جو مسائل میں شذوذ کے ساتھ معروف ہوں اور ابن عبدالبر کی دلیل یہ ہے کہ اس قسم کی ضمیریں اس حیض کی طرف راجع ہیں جس میں طلاق دی گئی، مطلب یہ ہے کہ اس حیض کو عورت کی عدّت میں شمار نہیں کیا جائے گا۔

اور مؤلفِ رسالہ نے ابوالزبیر کی منکر روایت کی تائید کے لئے جامع ابنِ وہب کی مندرجہ ذیل روایت جو حضرت عمر سے مروی ہے، پیش کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابنِ عمر کے بارے میں فرمایا۔ اس سے کہو کہ وہ اس سے رُجوع کرلے، پھر اسے روک رکھے یہاں تک کہ وہ پاک ہوجائے، پھر اسے حیض آئے، پھر پاک ہوجائے، اب اس کے بعد اگر چاہے تو اسے روک رکھے، اور اگر چاہے تو مقاربت سے پہلے اسے طلاق دے دے، یہ ہے وہ عدّت کہ جس کے لئے اللہ تعالیٰ نے عورت کو طلاق دینے کا حکم فرمایا ہے، اور یہ ایک طلاق ہوگی۔

یہ مؤلف کا فکری اختلال ہے، اور آگ سے بچ کر گرم پتھروں میں پناہ لینے کی کوشش ہے۔ اس حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد: وھی واحدۃ (اور یہ ایک طلاق ہوچکی) زیرِ بحث مسئلے میں نصِ صریح ہے، جس سے جمہور کے دلائل میں مزید ایک دلیل کا اضافہ ہوجاتا ہے۔ ابنِ حزم اور ابنِ قیم اس سے جان چھڑانے کے لئے زیادہ سے زیادہ جو کوشش کرچکے ہیں وہ یہ کہ اس میں مدرج ہونے کا احتمال ہے، حالانکہ یہ دعویٰ قطعاً بے دلیل ہے۔ لیکن ہمارے خود ساختہ مجتہد صاحب نے اس ارشادِ نبوی سے جان چھڑانے کے لئے ایک نیا طریقہ ایجاد کیا ہے، جس سے اس کے خیال میں حدیث کا مفہوم اُلٹ کر اس کی دلیل بن جاتا ہے، اور وہ یہ کہ: وھی واحدۃ کی ضمیر کو مناسبتِ قرب کی بنا پر اس طلاق کی طرف راجع کیا جائے جو وان شاء طلق سے مفہوم ہوتی ہے، (مطلب یہ کہ حیض میں جو طلاق دی گئی اس سے تو رُجوع کرلے، یہ حیض گزر جائے، پھر اس کے بعد دُوسرا حیض گزر جائے، اب جو طلاق دی جائے گی اس کے بارے میں فرمایا ہے کہ وہ ایک ہوگی)۔

فرض کرلیجئے کہ ضمیر اسی کی طرف راجع ہے، اس سے قطع نظر کہ اس صورت میں یہ جملہ خالی از فائدہ ہوگا، اور اس سے بھی قطع نظر کہ جس طلاق کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہدایت دے رہے تھے اس سے کلام کو پھیرنا لازم آتا ہے، لیکن سوال یہ ہے کہ اس سے ابوالزبیر کی روایت کی کوئی ادنیٰ تائید کہاں سے نکلتی ہے؟ زیادہ سے زیادہ اس حدیث سے جو بات نکلتی ہے وہ یہ ہے کہ ابنِ عمر نے اپنی بیوی کو بحالتِ حیض طلاق دی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو حضرت عمر کی زبانی حکم دیا کہ اس سے رُجوع کرلیں، آئندہ ان کو اختیار ہوگا، خواہ اس کو روک رکھیں یا طلاق دے دیں، اور یہ طلاق، جس کا وقوع اور عدمِ وقوع ابھی معلوم نہیں، ایک شمار ہوگی۔

اب یہ طلاق جس کا وقوع خارج میں ابھی نامعلوم ہے اس کے بارے میں آخر کون کہتا ہے کہ وہ تین ہوں گی، جب وہ خارج

میں واقع اور متحقق ہوگی تو قطعاً ایک ہی ہوگی، لیکن اس کا ایک ہونا کیا اس بات کے منافی ہے کہ اس سے قبل بھی عورت پر حقیقتاً طلاق ہو چکی ہے، جیسا کہ حدیث کے لفظ اس سے رُجوع کر لے سے خود معلوم ہوتا ہے۔

غالباً جناب مؤلف وسعتِ علوم، خصوصاً خالص عربی لغت میں اس مقام پر فائز ہو چکے ہیں کہ انہیں نہ تو اہلِ علم سے سیکھنے کی ضرورت ہے، اور نہ اس کے مصادر تلاش کرنے کی حاجت ہے، یہاں تک کہ ان کے نزدیک جو واقعہ کہ وقوع پذیر ہو چکا ہے، اور جو چیز کہ اس کا وقوع محض فرض کیا جا رہا ہے، یہ دونوں ایک ہی صف میں کھڑے ہیں۔ یہ صرف موصوف ہی کی دریافت ہے کہ جس کو عدد کہا جاتا ہے وہ کبھی باعتبار اس کی ذات کے عدد ہوتا ہے، کبھی باعتبار اس کے مرتبہ کے، اور کبھی باعتبار اس کے آئندہ عدد بن جانے کے۔ حالانکہ یہ سب عجمی اعتبارات ہیں جو عربیت میں داخل کئے گئے، اس لئے اس کا ترک کرنا واجب ہے۔ اب اگر وھی واحدة میں ضمیر طلاقِ مفروض کی طرف راجع ہو تو اس جملے کے معنی یہ ہوں گے کہ یہ پہلی طلاق ہے، پس اس سے ابنِ حزم، ابنِ قیم اور جمہور کے خلاف حجت قائم ہو جائے گی؟ کیا اس قسم کے خود ساختہ مجتہدوں کو یہ مشورہ دینا مناسب نہ ہوگا کہ: برخوردار! تم ابھی بچے ہو، ایک طرف ہو رہو، کہیں ہجوم تمہیں روند نہ ڈالے۔

اور ابنِ عمر نے اپنی بیوی کو حیض کی حالت میں صرف ایک طلاق دی تھی، جیسا کہ لیث کی روایت میں ہے، نیز ابنِ سیرین کی روایت میں بھی، جس پر خود مؤلف اعتماد کرتا ہے، اور اس بات کو احمقانہ قرار دیتا ہے جو بعض لوگوں سے بیس سال تک سنتا اور اسے صحیح سمجھتا رہا کہ ابنِ عمر نے اس حالت میں تین طلاقیں دی تھیں۔ امام مسلم نے لیث اور ابنِ سیرین کی دونوں روایتیں اپنی صحیح میں تخریج کی ہیں۔

علاوہ ازیں طلاق بحالتِ حیض کو باطل قرار دینے کے معنی یہ ہوں گے کہ طلاق عورت کے ہاتھ میں دے دی جائے، کیونکہ حیض اور طہر کا علم عورت ہی کی جانب سے ہو سکتا ہے، پس جب کسی نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی اور عورت نے کہہ دیا کہ وہ تو حیض کی حالت میں تھی تو آدمی بار بار طلاق دیتا رہے گا یہاں تک کہ وہ اعتراف کرے کہ طلاق طہر میں ہوئی ہے، یا آدمی تھک ہار کر رہ جائے اور غیر شرعی طور پر اسے گھر میں ڈالے رکھے، حالانکہ اسے علم ہے کہ وہ تین طہروں میں الگ الگ تین طلاقیں دے چکا ہے، اور اس سے جو مفاسد لازم آتے ہیں وہ کسی فہیم آدمی پر مخفی نہیں، اس بحث میں مؤلف کے من گھڑت نظریات کی تردید کے لئے غالباً اسی قدر بیان کافی ہے۔

## ایک لفظ سے تین طلاق دینے میں فقہی بحث ونظر

مؤلف لکھتے ہیں عام لوگوں کا خیال ہے اور یہی بات ان جمہور علماء کے اقوال سے مفہوم ہوتی ہے جنھوں نے اس بحث سے تعرض کیا ہے کہ تین طلاق سے مراد یہ ہے کہ کوئی اپنی بیوی سے کہے کہ: تجھے تین طلاق وہ سمجھتے ہیں کہ متقدمین کے درمیان تین طلاقوں کے وقوع یا عدم وقوع میں جو اختلاف تھا وہ بس اسی لفظ میں یا اس کے ہم معنی الفاظ میں تھا، بلکہ یہ لوگ ان تمام احادیث و اخبار کو، جن میں تین طلاقوں کا ذکر آیا ہے، اسی پر محمول کرتے ہیں، حالانکہ یہ محض غلط اور عربی وضع کو تبدیل کرنا اور لفظ کے صحیح اور قابلِ فہم استعمال کے بجائے ایک باطل اور ناقابلِ فہم استعمال کی طرف عدول کرنا ہے۔ پھر یہ لوگ ایک قدم اور آگے بڑھے اور

انہوں نے لفظ البتہ سے تین طلاق واقع کر دیں، جبکہ طلاق دہندہ نے تین کی نیت کی ہو۔ حالانکہ تجھے تین طلاق کا لفظ ہی محال ہے، یہ نہ صرف الفاظ کا کھیل ہے، بلکہ عقول وافکار سے کھیلنا ہے۔ یہ بات قطعاً غیر معقول ہے کہ بلفظ واحد تین طلاق دینے کا مسئلہ ائمہ تابعین اوران کے مابعد کے درمیان محلِ اختلاف رہا ہو، جبکہ صحابہ اسے پہچانتے تک نہ تھے، اوران میں سے کسی نے اس کو لوگوں پر نافذ نہیں کیا، کیونکہ وہ اہلِ لغت تھے، اور فطرتِ سلیمہ کی بنا پر لغت میں محقق تھے۔ انہوں نے صرف ایسی تین طلاقوں کو نافذ قرار دیا جو تکرار کے ساتھ ہوں، اور یہ بات مجھے بیس سال پہلے معلوم ہوئی، اور میں نے اس میں تحقیق کی، اور اب میں اس میں اپنے تمام پیشرو بحث کرنے والوں سے اختلاف کرتا ہوں اور یہ قرار دیتا ہوں کہ کسی شخص کے تجھے تین طلاق جیسے الفاظ کہنے سے صرف ایک ہی طلاق واقع ہوتی ہے، الفاظ کے معنی پر دلالت کے اعتبار سے بھی، اور بداہتِ عقل کے اعتبار سے بھی۔ اوراس فقرے میں تین کا لفظ انشاء اور ایقاع میں عقلاً محال اور لغت کے لحاظ سے باطل ہے، اس لئے یہ محض لغو ہے۔ جس جملے میں یہ لفظ رکھا گیا ہے اس میں کسی چیز پر دلالت نہیں کرتا، اور میں یہ بھی قرار دیتا ہوں کہ تابعین اوران کے بعد کے لوگوں کا تین طلاق کے مسئلے میں جو اختلاف ہے وہ صرف اس صورت میں ہے جبکہ تین طلاقیں یکے بعد دیگرے دی گئی ہوں، اور عقود، معنوی حقائق ہیں جن کا خارج میں کوئی وجود نہیں ہوتا، سوائے اس کے کہ ان کو الفاظ کے ذریعے وجود میں لایا جائے۔ پس تجھے طلاق کے لفظ سے ایک حقیقتِ معنویہ وجود میں آتی ہے اور وہ ہے طلاق۔ اور جب اس لفظ سے طلاق واقع ہوگئی تو اس کے بعد تین کا لفظ بولنا محض لغو ہوگا۔ جیسا کہ میں نے فروخت کیا کے بعد کوئی بیع کی ایجاد وانشاء کے قصد سے تین کا لفظ بولے تو یہ محض لغو ہوگا، اور یہ جو کچھ ہم نے کہا ہے یہ بالکل بدیہی ہے، ایک ایسا شخص جس نے معنی میں غور وفکر اور تحقیق وتدقیق سے کام لیا ہو بشرطِ انصاف اس میں چوں چرا نہیں کرسکتا۔

یہ وہ نکتہ ہے جو مؤلف نے تین طلاق کے بارے میں اپنے رسالے میں کئی جگہ لکھا ہے، اوراگر تم ان تمام باتوں کو دلیل وحجت کا مطالبہ کئے بغیر قبول نہیں کرو گے تو مؤلف کی بارگاہ میں غیر منصف ٹھہرو گے۔

فقہ اوراسلام کی زبوں حالی کا ماتم کرو کہ دین کے معاملے میں ایسا برخود غلط آدمی ایسی جسارت سے بات کرتا ہے، اور وہ بھی اس پاکیزہ ملک میں جو عالمِ اسلام کا قبلہء علم ہے، اس کے باوجود اس کی گوش مالی نہیں کی جاتی۔

مؤلف تین طلاق کے مسئلے میں صحابہ وتابعین کے درمیان اختلاف کا تخیل پیش کرتا ہے، جبکہ اس کے نہاں خانہء خیال کے سوا اس اختلاف کا کوئی وجود نہیں، اور نہ تجھے تین طلاق کے لفظ سے طلاق دینا صحابہ وتابعین کے لئے کوئی غیر معروف چیز تھی، بلکہ اس کو صحابہ بھی جانتے تھے، اور تابعین بھی، اور عرب بھی۔ ہاں! اس سے اگر جاہل ہے تو ہمارا یہ خود رو مجتہد۔ اوراس کا یہ کہنا کہ یہ نکتہ اسے بیس سال قبل معلوم ہوا تھا، بتاتا ہے کہ عقلی اختلال بچپن ہی سے اس کے شاملِ حال تھا، اس سلسلے میں خبر وانشاء اور طلبی وغیر طلبی کے درمیان کسی نے فرق نہیں کیا، بلکہ فقہائے اُمت نے تجھے تین طلاق کے لفظ کو بینونتِ کبریٰ میں نص شمار کیا ہے، بخلاف لفظ البتہ کے، جس کے بارے میں عمر بن عبدالعزیز کا قول مشہور ہے (کہ اس سے تین طلاق واقع ہوجاتی ہیں، جیسا کہ آگے آتا ہے)، اور فقہاء نے البتہ جیسے الفاظ میں جو کہا ہے کہ: اگر اس سے تین طلاق کی نیت کی ہو تو تین واقع ہوجاتی ہیں وہ بھی اس بات کی دلیل ہے کہ تین طلاقیں بیک بار واقع ہوسکتی ہیں۔

ہمارے قول کے دلائلِ ظاہرہ میں سے ایک وہ حدیث ہے جسے بیہقی نے سنن میں اور طبرانی وغیرہ نے بروایت ابراہیم بن عبدالاعلیٰ سوید بن غفلہ سے تخریج کیا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ عائشہ بنت فضل، حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کے نکاح میں تھیں، جب ان سے بیعتِ خلافت ہوئی تو اس بی بی نے انہیں مبارک باد دی، حضرت حسن نے فرمایا: تم امیر المومنین (علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ) کے قتل پر اظہارِ مسرت کرتی ہو؟ تجھے تین طلاق۔ اور اسے دس ہزار کا عطیہ (متعہ) دے کر فارغ کر دیا۔ اس کے بعد فرمایا: اگر میں نے اپنا نانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات نہ سنی ہوتی یا یہ فرمایا کہ: اگر میں نے اپنے والد ماجد سے اپنے نانا صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث نہ سنی ہوتی کہ آپ نے فرمایا: جب آدمی نے اپنی بیوی کو تین طلاق دے دیں، خواہ الگ الگ طہروں میں دی ہوں، یا تین طلاقیں مبہم دی ہوں تو وہ عورت اس کے لئے حلال نہیں رہتی یہاں تک کہ وہ دُوسری جگہ نکاح کرے تو میں اس سے رُجوع کر لیتا۔ حافظ ابنِ رجب حنبلی اپنی کتاب بیان مشکل الأحادیث الواردة فی ان الطّلاق الثلاث واحدة میں اس حدیث کو سند کے ساتھ نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ اس کی سند صحیح ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو جو خط لکھا تھا، اس میں یہ بھی تحریر فرمایا تھا کہ جس شخص نے اپنی بیوی سے کہا: تجھے تین طلاق تو یہ تین ہی شمار ہوں گی۔ اس کو ابونعیم نے روایت کیا ہے۔

اِمام محمد بن حسن کتاب الآثار میں اپنی سند کے ساتھ حضرت ابراہیم بن یزید نخعی سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے اس شخص کے بارے میں، جو ایک طلاق دے کر تین کی یا تین طلاق دے کر ایک کی نیت کرے، فرمایا کہ: اگر اس نے ایک طلاق کہی تو ایک ہوگی اور اس کی نیت کا کچھ اعتبار نہیں، اور اگر تین طلاق کہی تھیں تو تین واقع ہوں گی، اور اس کی نیت کا اعتبار نہیں۔ اِمام محمد فرماتے ہیں: ہم اسی کو لیتے ہیں اور یہی اِمام ابوحنیفہ کا قول ہے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز نے فرمایا، جیسا کہ موطا میں ہے کہ: طلاق ایک ہزار ہوتی تب بھی البتہ کا لفظ ان میں سے کچھ نہ چھوڑتا۔ جس نے البتہ طلاق دے دی اس نے آخری نشانے پر تیر پھینک دیا۔ یہ ان کی دلیل لفظ البتہ کے بارے میں ہے چہ جائیکہ تین طلاق کا لفظ ہو۔

اِمام شافعی کتاب الام میں فرماتے ہیں کہ: اگر کسی نے اپنی کسی بیوی کو آتے ہوئے دیکھ کر کہا: تجھے تین طلاق اور پھر اپنی بیویوں میں سے کسی ایک کے بارے میں کہا کہ یہ مراد تھی، تو اسی پر طلاق واقع ہوگی۔

عربی شاعر کہتا ہے: واُمّ عمرو طالق ثلاثا (اُمِ عمرو کو تین طلاق) یہ شاعر اپنے حریف سے مقابلہ کر رہا تھا، اسے ثا کا کوئی اور قافیہ نہیں ملا، تو اس نے بیوی کو طلاق دیتے ہوئے یہی مصرعہ جڑ دیا۔

ایک اور عربی شاعر کہتا ہے وأنت طالق والطّلاق عزیمة ثلاث ومن یخرق أعق وأظلم

فبینی بها ان کنتِ غیر رفیقة وما لأمرىء بعد الثلاث تندم

اور تجھے تین طلاق، اور طلاق کوئی ہنسی مذاق کی بات نہیں، اور جو موافقت نہ کرے وہ سب سے بڑا ظالم اور قطع تعلق کرنے والا ہے، لہٰذا اگر تو رفاقت نہیں چاہتی تو تین طلاق لے کر الگ ہو جا، اور تین کے بعد تو آدمی کے لئے اظہارِ ندامت کا موقع بھی نہیں

رہتا۔

اِمام محمد بن حسن سے اِمام کسائی نے اس شعر کا مطلب اور حکم دریافت کیا تھا، آپ نے جو جواب دیا امام کسائی نے اسے بے حد پسند فرمایا، جیسا کہ شمس الائمہ سرخسی کی المبسوط میں ہے، اور نحویوں نے اس شعر کے وجوہِ اعراب پر طویل کلام کیا ہے۔

کسی ہوسناک کا یہ مقدور نہیں کہ وہ ائمہ نحو وعربیت کے کسی امام سے کوئی ایسی بات نقل کر سکے جو تین طلاق بلفظ واحد دینے کے منافی ہو۔ سیبویہ کی الکتاب، ابوعلی فارسی کی ایضاح، ابنِ جنی کی خصائص، ابنِ یعیش کی شرح مفصل اور ابوحیان کی ارتشاف وغیرہ اُمہاتِ کتب لو اور جتنا چاہو انہیں چھان مارو، مگر تمہیں ان میں ایک لفظ بھی ہمارے دعویٰ کے خلاف نہیں ملے گا۔ ارے خود رو مجتہد! تو یہ دعویٰ کیسے کرتا ہے کہ تین طلاق بلفظ واحد کو نہ صحابہ جانتے تھے، نہ تابعین، نہ فقہاء، نہ عرب۔ ان کے یہاں تین طلاق دینے کی کوئی صورت اس کے سوا نہیں کہ طلاق کا لفظ تین بار دہرا دیا جائے یہ سب صحابہ وتابعین، تبع تابعین، فقہائے دِین، عرب اور علومِ عربیہ پر افتراء ہے۔ تم دیکھ رہے ہو کہ اسے نواسہء رسول حضرت حسن رضی اللہ عنہ جو صحابی ہیں وہ بھی جانتے تھے، ان کے والد اور ان کے نانا (علیہم السلام) بھی جانتے تھے، اس کو حضرت عمر اور ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہما جانتے تھے، ابراہیم نخعی جانتے تھے، جن کے بارے میں اِمام شعبی فرماتے ہیں کہ: ابراہیم نے اپنے بعد اپنے سے بڑا عالم نہیں چھوڑا، نہ حسن بصری، نہ ابنِ سیرین، نہ اہلِ بصرہ میں، نہ اہلِ کوفہ میں، اور نہ اہلِ حجاز اور شام میں۔ اور جن کے بارے میں ابنِ عبدالبر نے التمہید میں ان کی مرسل احادیث کے حجت ہونے کا ذکر کرتے ہوئے جو کچھ لکھا ہے وہ قابلِ دید ہے۔

اور اس کو حضرت عمر بن عبدالعزیز بھی جانتے تھے، اور عمر بن عبدالعزیز، عمر بن عبدالعزیز ہیں، اور اس کو اِمام ابوحنیفہ جانتے تھے، وہ اِمامِ یکتا جو علومِ عربیہ کی گود میں پلا اور پھلا پھولا، اس کو اِمام محمد بن حسن جانتے تھے، جن کے بارے میں موافق ومخالف متفق اللفظ ہیں کہ وہ عربیت میں حجت تھے، اس کو اِمام شافعی جانتے تھے، وہ اِمام قرشی جو ائمہ کے درمیان یکتا تھے، ان دونوں سے پہلے عالم دارالہجرت اِمام مالک بھی اس کو جانتے تھے، اس کو یہ عربی شاعر اور وہ عربی شاعر بھی جانتا تھا، کیا اس بیان کے بعد مؤلف کی پیشانی ندامت سے عرق آلود ہوگی؟ اور اس کے یقین میں کوئی تبدیلی واقع ہوگی؟

اور انشاء میں عدد کو لغو قرار دینا شاید ایک خواب تھا جو مؤلف نے دیکھا اور وہ اس پر اَحکام کی بنیاد رکھنے لگا، اور عدد کو لغو ٹھہرانے کی بات اگر مؤلف کو حاذق اُصولیین کے ایک گروہ کے اس قول سے سوجھی ہے کہ عدد کا مفہوم نہیں ہوتا اور اس سے مؤلف نے یہ سمجھ لیا ہو کہ جس کا مفہوم نہیں ہوتا وہ لغو ہوتی ہے، تو یہ ایک ایسا انکشاف ہے جس میں کوئی شخص موصوف کا مقابلہ نہیں کر سکتا، اس قسم کی سوجھ سے اللہ کی پناہ مانگنی چاہئے۔

ہبہ کرنے والا، عاریت دینے والا، طلاق دہندہ، بیع کنندہ اور آزاد کرنے والا یہ سب لوگ انشاء میں جتنے عدد چاہیں واقع کر سکتے ہیں، مثلاً: ہبہ کرنے والا کہتا ہے کہ: میں نے یہ غلام فلاں شخص کو ہبہ کر دیئے تو یہ ہبہ سارے غلاموں پر واقع ہوگا۔ طلاق دینے والا اپنی چاروں بیویوں کو مخاطب کر کے کہتا ہے کہ: تم کو طلاق تو ان میں سے ہر ایک پر طلاق واقع ہو جائے گی، جیسا کہ حضرت مغیرہ بن شعبہ نے کیا تھا۔ بائع یا عاریت دینے والا یا غلاموں کو آزاد کرنے والا کہتا ہے کہ: میں نے یہ مکان فروخت کئے، میں نے

یہ مکان فلاں کو عاریت پر دیئے، میں نے ان غلاموں کو آزاد کر دیا ان میں سے ہر ایک کے لئے لفظِ واحد کافی ہے، تکرارِ لفظ کی حاجت نہیں۔ ظاہر ہے کہ وہ مصدر جس کو یہ انشائی افعال متضمن ہیں اگر ہم مفعولِ مطلق کے ذریعے اس کا افادہ کرنا چاہتے تو ایسا عدد ذکر کرنا پڑتا جو ان غلاموں کی، ان عورتوں کی اور ان مکانوں کی تعداد کے مطابق ہوتا، مگر ان مثالوں میں مفعول کو ذکر کرنے کے بعد مفعولِ مطلق عددی کے ذکر کی حاجت نہیں رہی۔ اور مرد کا اپنی بیوی کی تین طلاق کا مالک ہونا اسے صرف شرع سے حاصل ہوا ہے، کسی خاص لغت سے اس کا کوئی علاقہ نہیں، بلکہ ساری لغات اس میں برابر ہیں۔ لہٰذا مؤلفِ رسالہ کا یہ کہنا کہ: أنت طالق ثلاثًا، کے لفظ سے طلاق دینا از رُوئے لغت باطل ہے، اور جو لوگ اس لفظ کو بولتے ہیں یہ ان کے کلام میں محض عجمیت کی دلیل سے داخل ہوا یہ ایک بے معنی اور بے مقصد بات ہے، یہ بات اس صورت میں بامعنی ہو سکتی تھی اگر مسلمانوں کی شرع کے خلاف عجمیوں کی شرع میں آدمی اپنی بیوی کو تین طلاقیں دینے کا مجاز ہوتا، حالانکہ مسلمانوں کی شرع نے ہی آدمی کو تین طلاقوں کا اختیار دیا ہے، خواہ بیک وقت دے یا متفرق کر کے، ہماری بحث شرعِ اسلام کے سوا کسی اور شرع میں نہیں ہے، نہ مسلمان بھائیوں کی طلاق کے سوا کسی اور مذہب وملت کے لوگوں کی طلاق کے بارے میں گفتگو ہے، خواہ وہ کسی عنصر سے ہوں۔

پس مسلمان جب اپنی بیوی کو طلاق دینا چاہے تو یا تو خلافِ سنت تین طلاق بلفظ واحد طہر میں یا حیض میں دے گا، یا سنت کے مطابق تین طلاقیں تین الگ الگ طہروں میں دے گا۔ طلاق خواہ کسی لغت میں ہو، عربی میں ہو، یا فارسی میں، ہندی میں ہو یا حبشی زبان میں، ان لغات کے درمیان کوئی فرق نہیں۔ بہر حال جب آدمی طلاق دینا چاہے تو پہلے ایک یا دو یا تین کا ارادہ کرے گا، پھر ایسا لفظ ذکر کرے گا جو اس کی مراد کو ادا کر سکے، لہٰذا وہی طلاق واقع ہو جائے گی جس کا اس نے ارادہ کیا ہے، خواہ ایک کا، خواہ دو کا، خواہ تین کا، پس انشاء کا لفظ اس کے ارادے کے مطابق ہوا۔

اور انشاء میں عدد کے لغو ہونے کا دعویٰ ان دعاوی میں سے ہے جن کی اولاد بے نسب ہے، کیونکہ پہلے واضح ہو چکا ہے کہ جب ضرورت پیش آئے تو مفعولِ مطلق عددی کو فعل کے بعد ذکر کیا جا سکتا ہے، اور اس میں خبر وانشاء اور طلبی وغیر طلبی کا کوئی فرق نہیں ہے، نہ لغت کے اعتبار سے، نہ نحو کے لحاظ سے، کیونکہ اس میں اختیار صرف شرع کے سپرد ہے، جیسا کہ ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں۔

اور جہاں نص موجود ہو وہاں قیاس کے گھوڑے دوڑانا ایک احمقانہ حرکت ہے۔ علاوہ ازیں تسبیح وتحمید، تہلیل وتکبیر اور تلاوت و صلوٰۃ وغیرہ عبادات ہیں، جن میں اجر بقدرِ مشقت ہے، اور اقرارِ زنا، حلف، لعان اور قسامت میں عدد تاکید کے لئے ہے، اور یہ منصوص تعداد کے ادا کرنے ہی سے حاصل ہو سکتی ہے، بخلاف ہمارے زیرِ بحث مسئلے کے کہ طلاق نہ تو عبادت ہے، نہ اس میں عدد تاکید کے لئے ہے کہ اسے اِس پر یا اُس پر قیاس کیا جائے۔ دیکھئے! ایک عدد وہ ہے جس کے اقل پر اکتفا کیا جا سکتا ہے (مثلاً: طلاق)، اور ایک وہ ہے جس میں اقل پر اکتفا نہیں کیا جا سکتا (مثلاً: اقرارِ زنا، حلف، لعان اور قسامت)، آخر اول الذکر کو مؤخر الذکر پر کیسے قیاس کیا جا سکتا ہے؟ اور دلیل فرق کے باوجود قیاس کرنا اور بھی احمقانہ بات ہے۔

محمود بن لبید کی حدیث میں ہے کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو بیک وقت تین طلاقیں دے دی تھیں، اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غضب ناک ہوئے، اس کے بارے میں مؤلف لکھتے ہیں: میرا غالب گمان یہ ہے کہ یہ رکانہ ہی تھے، ارے میاں! ہمیں

اپنے غالب گمان سے معاف رکھو، جب تمہارا الیقین بھی سراسر غلط ہے، تو غالب گمان کا کیا پوچھنا؟ اور محمود بن لبید کی حدیث بر تقدیرِ صحت، اہلِ استنباط کے نزدیک کسی طرح بھی عدمِ وقوع پر دلالت نہیں کرتی، البتہ گناہ پر دلالت کرتی ہے۔ اور اس میں بھی امام شافعی اور ابنِ حزم کی دلیل مختلف ہے، مگر ہم گناہ ہونے یا نہ ہونے کی بحث میں نہیں پڑنا چاہتے، بلکہ ابوبکر بن عربی نے روایت نقل کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص پر تین طلاقیں نافذ کر دی تھیں، اور توسع فی الروایات میں ابنِ عربی کا جو پایہ ہے وہ اہلِ علم کو معلوم ہے، اور حافظ ابنِ حجر کو ہر چیز میں ہر قسم کے اقوال نقل کر دینے کا عجیب شغف ہے، وہ ایک کتاب میں تحقیق قلم بند کرتے ہیں اور دوسری کتاب میں کلام کو بے تحقیق چھوڑ جاتے ہیں، اور یہ ان کی کتابوں کا عیب شمار کیا گیا ہے، محمود بن لبید کے بارے میں ان کے اقوال کا اختلاف بھی اسی قبیل سے ہے، تحقیق یہ ہے کہ محمود بن لبید کو سماع حاصل نہیں، جیسا کہ فتح الباری میں ہے، اور یہ کتاب ان کی پختہ کتابوں میں ہے، بخلاف اصابہ کے، اور اصابہ میں جو کچھ لکھا ہے وہ مسند کے بعض نسخوں کی نقل ہے اور مسند ہر چیز میں محلِ اعتماد نہیں، جبکہ ابن المنذہب اور قطیعی جیسے حضرات اس کی روایت میں منفرد ہوں۔

اور رکانہ کے تین طلاق دینے میں ابنِ اسحاق کی جو روایت مسند میں ہے اس پر بحث آگے آئے گی، اور جب سند سامنے موجود ہے تو ضیاء کی تصحیح کیا کام دے سکتی ہے؟ ضیاء تو حدیث خضر جیسی روایات کی بھی تصحیح کر جاتے ہیں، بعض غلو پسند حضرات مسندِ احمد میں جو کچھ بھی ہے سب کو صحیح قرار دیتے ہیں، اور ہم خصائص مسند کی تعلیقات میں حافظ ابنِ طولون سے اس نظریے کی غلطی نقل کر چکے ہیں، لہٰذا ان لوگوں کو تو رہنے دو اور حدیثِ رکانہ پر آئندہ بحث میں گفتگو کا انتظار کرو۔

اور تین طلاقیں بہ لفظِ واحد واقع ہو جاتی ہیں اس کی ایک دلیل حدیثِ لعان ہے، جس کی تخریج صحیح بخاری میں ہوئی ہے:

عویمر عجلانی رضی اللہ عنہ نے مجلسِ لعان میں کہا کہ: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم اگر میں اس کو اپنے پاس رکھوں تو گویا میں نے اس پر جھوٹی تہمت لگائی، پس انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے پہلے ہی اس کو تین طلاق دے دیں۔ اور کسی روایت میں یہ نہیں آتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر نکیر فرمائی ہو، پس یہ تین طلاق بیک لفظ واقع ہونے کی دلیل ہے، کیونکہ یہ ممکن نہیں تھا کہ لوگ تین طلاق کا بلفظِ واحد واقع ہونا سمجھتے رہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کی اصلاح نہ فرمائیں، اگر یہ سمجھنا صحیح نہ تھا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کی اصلاح ضرور فرماتے۔ اس حدیث سے تمام اُمت نے یہی سمجھا ہے (کہ تین طلاقیں بلفظِ واحد واقع ہو جاتی ہیں) حتیٰ کہ ابنِ حزم نے بھی یہی سمجھا ہے، وہ لکھتے ہیں: عویمر نے اس عورت کو یہ سمجھ کر طلاق دی کہ وہ ان کی بیوی ہے، اگر تین طلاق بیک وقت واقع نہیں ہو سکتی تھیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس پر ضرور نکیر فرماتے۔ اور امام بخاری نے بھی اس حدیث سے وہی سمجھا ہے جو پوری اُمت نے سمجھا، چنانچہ انہوں نے باب من اجاز طلاق الثلاث کے تحت پہلے یہی حدیث نقل کی ہے، اس کے بعد حدیثِ عسیلہ اور پھر حضرت عائشہ کی حدیث اس شخص کے بارے میں جو تین طلاقیں دے۔ جواز سے ان کی مراد یہ ہے کہ تین طلاق جمع کرنے میں گناہ نہیں، جیسا کہ امام شافعی اور ابنِ حزم کی دلیل ہے۔ مگر جمہور کا مذہب یہ ہے کہ تین طلاق بیک وقت واقع کرنے میں گناہ ہے، جیسا کہ ابنِ عبدالبر نے الاستذکار میں خوب تفصیل سے لکھا ہے، اور ہم یہاں اس مسئلے کی تحقیق کے درپے نہیں۔ امام بخاری کا یہ مطلب نہیں کہ تین طلاق کے بہ لفظِ واحد واقع ہونے میں کوئی اختلاف ہے، اس لئے یہ

مفہوم امام بخاری کے الفاظ کے خلاف ہونے کے علاوہ حق کے بھی خلاف ہے، اس لئے کہ تین طلاقوں کا بیک وقت واقع ہو جانا ان تمام حضرات کا متفق علیہ مسئلہ ہے جن کا قول لائق اعتبار ہے، جیسا کہ ابن التین نے کہا ہے۔ اختلاف اگر نقل کیا گیا ہے تو صرف کسی غلط رو سے، یا ایسے شخص سے جس کا اختلاف کسی شمار میں نہیں۔ ابن حجر کو یہاں بھول ہوئی ہے، اس لئے انہوں نے امام بخاری کے الفاظ کا اس مفہوم کو شامل ہونا بھی تجویز کیا ہے۔ اس کا منشا یہ ہے کہ انہوں نے ابن مغیث جیسے لوگوں پر اعتماد کرلیا، حالانکہ کسی محدث کے لئے ایسے شخص پر اعتماد کرنا صحیح نہیں، جب تک کہ قابلِ اعتماد راویوں کی سند سے اختلاف نقل نہ کیا جائے، اس بحث کا اس کے موقع پر انتظار کیجئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے، فقہائے صحابہ سے، تابعین سے اور بعد کے حضرات سے بہت احادیث منقول ہیں، جن میں ذکر کیا گیا ہے کہ کسی نے اپنی بیوی کو ایک ہزار طلاق دے دی، کسی نے سو طلاق دیں، کسی نے ننانوے، کسی نے آٹھ، کسی نے آسمان کے ستاروں کی تعداد میں، وغیرہ وغیرہ۔ یہ روایات موطا امام مالک، مصنف ابن ابی شیبہ اور سنن بیہقی وغیرہ میں مروی ہیں۔ یہ تمام احادیث اس مسئلے کی دلیل ہیں کہ تین طلاق بلفظِ واحد واقع ہو جاتی ہیں، کیونکہ یہ بات بہت ہی بعید ہے کہ صحابہ کرام میں کوئی ایسا شخص بھی موجود ہو جو یہ نہ جانتا ہو کہ طلاق کی تعداد صرف تین تک ہے، یہاں تک کہ وہ یکے بعد دیگرے ہزار، سو، یا ننانوے مرتبہ طلاق دیتا چلا جائے، اور اس طویل مدت میں فقہائے صحابہ میں سے کوئی بھی اسے یہ نہ بتائے کہ بندہ ٔخدا! طلاق کی آخری حد بس تین ہے۔ صحابہ کرام کے بارے میں اس فروگزاشت کا تصور بھی محال ہے، لہٰذا یہ تسلیم کرنا ہوگا کہ یہ طلاق دیتے وقت طلاق دہندگان کے الفاظ تھے، یعنی ایک شخص کہتا: تجھے ہزار طلاق، دُوسرا کہتا: تجھے سو طلاقیں، تیسرا کہتا: تجھے ننانوے طلاقیں ان تمام الفاظ سے طلاق دینے والوں کا مقصد ایسی طلاق واقع کرنا تھا جس سے بینونتِ کبریٰ حاصل ہو جائے، اور یہ ایسی کھلی بات ہے کہ اس میں کسی طرح بھی شغب کی گنجائش نہیں۔

یحییٰ اللیثی امام مالک سے روایت کرتے ہیں کہ انہیں یہ حدیث پہنچی ہے کہ ایک شخص نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا کہ: میں نے اپنی بیوی کو سو طلاقیں دے دی ہیں، اس کا کیا حکم ہے؟ فرمایا: تین طلاقیں اس پر واقع ہو گئیں اور ستانوے طلاقوں کے ساتھ تو نے اللہ تعالیٰ کی آیات کا مذاق بنایا۔ التمہید میں ابن عبدالبر نے اس کو سند کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

ابن حزم بھی بطریق عبدالرزّاق، عن سفیان الثوری، سلمہ بن کہیل سے روایت کرتے ہیں کہ ہم سے زید بن وہب نے یہ حدیث بیان کی کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ایک شخص کا مقدمہ پیش ہوا جس نے اپنی بیوی کو ہزار طلاق دی تھیں، حضرت عمر نے اس سے دریافت فرمایا کہ: کیا واقعی تو نے طلاق دی ہے؟ وہ بولا کہ: میں تو ہنسی مذاق کرتا تھا۔ آپ نے اس پر دُرّہ اُٹھایا اور فرمایا: تجھ کو ان میں سے تین کافی تھیں۔ سننِ بیہقی میں بھی بطریق شعبہ اس کی مثل روایت ہے۔

نیز ابن حزم بطریق وکیع، عن جعفر بن برقان، معاویہ بن ابی یحییٰ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہا کہ: میں نے اپنی بیوی کو ایک ہزار طلاق دی ہے، فرمایا: وہ تین طلاق کے ساتھ تجھ سے بائنہ ہو گئی۔

نیز بطریق عبدالرزّاق عن الثوری، عن عمرو بن مرۃ عن سعید بن جبیر روایت کرتے ہیں کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ایک شخص

سے جس نے ہزار طلاق دی تھی، فرمایا: تین طلاق اس کو تجھ پر حرام کر دیتی ہیں، باقی طلاقیں تجھ پر جھوٹ لکھی جائیں گی، جن کے ساتھ تو نے اللہ تعالیٰ کی آیات کو مذاق بنایا۔ سننِ بیہقی میں بھی اس کی مثل ہے۔

نیز ابنِ حزم بطریق وکیع، عن الاعمش عن حبیب بن ابی ثابت حضرت علی کرّم اللہ دلیلہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے اس شخص کو جس نے ہزار طلاق دی تھیں، فرمایا: تین طلاقیں اسے تجھ پر حرام کر دیتی ہیں الخ اس کی مثل سننِ بیہقی میں بھی ہے۔

طبرانی حضرت عبادہ سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کے بارے میں، جس نے ہزار طلاقیں دیں، فرمایا کہ: تین کا تو اسے حق حاصل ہے، باقی عدوان اور ظلم ہے، اللہ تعالیٰ چاہیں تو اس پر گرفت فرمائیں اور چاہیں تو معاف کر دیں۔

مسندِ عبدالرزّاق میں جد عبادہ سے اس کی مثل روایت ہے، مگر عبدالرزّاق کی روایت میں علل ہیں۔ بیہقی بطریق شعبہ، عن ابی نجیح، عن مجاہد روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو سو طلاقیں دے دیں، ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نے اس سے فرمایا۔

تو نے اپنے رَبّ کی نافرمانی کی اور تیری بیوی تجھ سے بائنہ ہوگئی، تو نے اللہ سے خوف نہیں کیا، کہ اللہ تعالیٰ تیرے لئے نکلنے کی کوئی صورت پیدا کر دیتا۔ اس کے بعد آپ نے یہ آیت پڑھی: يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ ۔

(الطلاق)

نیز بیہقی بطریق شعبہ، عن الاعمش، عن مسروق، عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے اس شخص سے، جس نے سو طلاقیں دے تھیں، فرمایا: وہ تین کے ساتھ بائنہ ہوگئی اور باقی طلاقیں عدوان ہیں۔

ابنِ حزم بطریق عبدالرزّاق، عن معمر، عن الاعمش، عن ابراہیم، عن علقمہ، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ: ایک شخص نے ننانوے طلاقیں دی تھیں، آپ نے اس سے فرمایا کہ: وہ تین کے ساتھ بائنہ ہوگئی، باقی طلاقیں عدوان ہیں۔

نیز ابنِ حزم بطریق وکیع، عن اسماعیل ابن ابی خالد، امام شعبی سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے قاضی شریح سے کہا کہ: میں نے اپنی بیوی کو سو طلاقیں دی ہیں، شریح نے فرمایا کہ: وہ تجھ سے تین کے ساتھ بائنہ ہوگئی اور ستانوے طلاقیں اسراف اور معصیت ہیں۔ حضرت علی، حضرت زید بن ثابت اور حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہم سے بہ سندِ صحیح ثابت ہے کہ انہوں نے لفظ حرام اور لفظ البتہ کے بارے میں فرمایا کہ اس سے تین طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں جیسا کہ ابنِ حزم کی المحلّٰی اور باجی کی المنتقیٰ اور دیگر کتب میں ہے، اور یہ تین طلاقوں کو بلفظِ واحد جمع کرنا ہے۔

بیہقی، مسلمہ بن جعفر سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے کہا کہ: کچھ لوگ کہتے ہیں کہ جو شخص جہالت سے تین طلاقیں دے دے انہیں سنت کی طرف لوٹایا جائے گا، اور وہ تین طلاقوں کو ایک ہی سمجھتے ہیں اور آپ لوگوں سے اس بات کو روایت کرتے ہیں، فرمایا: خدا کی پناہ! یہ ہمارا قول نہیں، بلکہ جس نے تین طلاقیں دیں وہ تین ہی ہوں گی۔

مجموع فقہی (مسندِ زید) میں زید بن علی عن ابیہ عن جدہ کی سند سے حضرت علی کرّم اللہ دلیلہ سے روایت کرتے ہیں کہ: قریش کے

ایک آدمی نے اپنی بیوی کو سو طلاقیں دیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی خبر دی گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین کے ساتھ اس سے بائنہ ہوگئی، اور ستانوے طلاقیں اس کی گردن میں معصیت ہیں۔

اِمام مالک، اِمام شافعی اور اِمام بیہقی، عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ایک طلاق عورت کو بائنہ کردیتی ہے، تین طلاقیں اسے حرام کردیتی ہیں، یہاں تک کہ وہ دُوسری جگہ نکاح کرے۔ اور ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نے اس بدوی شخص کے بارے میں جس نے دُخول سے قبل اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دی تھیں ایسا ہی فرمایا، اور اس کی مثل حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

عبدالرزّاق اپنی سند کے ساتھ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ: ایک شخص نے ننانوے طلاقیں دیں، آپ نے فرمایا: تین طلاقیں عورت کو بائنہ کردیں گی اور باقی عدوان ہے۔

اِمام محمد بن حسن کتاب الآثار میں فرماتے ہیں کہ: ہم کو اِمام ابوحنیفہ نے خبر دی بروایت عبداللہ بن عبدالرحمٰن ابن ابی حسن عن عمرو بن دینار عن عطاء کہ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کے پاس ایک شخص آیا اور کہا کہ: میں نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دی ہیں، فرمایا: ایک شخص جاکر گندگی میں لت پت ہوجاتا ہے، پھر ہمارے پاس آجاتا ہے، جا! تو نے اپنے رَبّ کی نافرمانی کی اور تیری بیوی تجھ پر حرام ہوگئی، وہ اب تیرے لئے حلال نہیں یہاں تک کہ کسی دُوسرے شوہر سے نکاح کرے۔ اِمام محمد فرماتے ہیں: ہم اسی کو لیتے ہیں، اور یہی اِمام ابوحنیفہ کا اور عام علماء کا قول ہے، اس میں کوئی اختلاف نہیں۔

نیز اِمام محمد بن حسن بروایت اِمام ابوحنیفہ، عن حماد، حضرت ابراہیم نخعی سے نقل کرتے ہیں کہ: جس شخص نے ایک طلاق دی، مگر اس کی نیت تین طلاق کی تھی، یا تین طلاقیں دیں مگر نیت ایک کی تھی، فرمایا کہ: اگر اس نے ایک کا لفظ کہا تو ایک طلاق ہوگی، اس کی نیت کوئی چیز نہیں، اور اگر تین کا لفظ کہا تو تین ہوں گی، اور اس کی نیت کوئی چیز نہیں۔ اِمام محمد فرماتے ہیں: ہم ان سب کو لیتے ہیں اور یہی اِمام ابوحنیفہ کا قول ہے۔

حسین بن علی کرابیسی ادب القضا میں بطریق علی بن عبداللہ (ابن المدینی) عن عبدالرزّاق عن معمر بن طاؤس سے حضرت طاؤس (تابعی) کے بارے میں روایت کرتے ہیں کہ: جو شخص تمہیں طاؤس کے بارے میں یہ بتائے کہ وہ تین طلاق کے ایک ہونے کی روایت کرتے تھے، اسے جھوٹا سمجھو۔

ابنِ جریج کہتے ہیں کہ: میں نے عطاء (تابعی) سے کہا کہ: آپ نے ابنِ عباس سے یہ بات سنی ہے کہ بکر (یعنی وہ عورت جس کی شادی کے بعد ابھی خانہ آبادی نہ ہوئی ہو) کی تین طلاقیں ایک ہی ہوتی ہیں؟ فرمایا: مجھے تو ان کی یہ بات نہیں پہنچی اور عطاء، ابنِ عباس کو سب سے زیادہ جانتے ہیں۔

ابوبکر جصاص رازی اَحکام القرآن میں آیات واحادیث اور اقوالِ سلف سے تین طلاق کے وقوع کے دلائل ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں: پس کتاب وسنت اور اجماعِ سلف تین طلاق بیک وقت کے وقوع کو ثابت کرتے ہیں، اس طرح طلاق دینا معصیت ہے۔

ابوالولید الباجی المنتقیٰ میں فرماتے ہیں: پس جو شخص بیک لفظ تین طلاقیں دے گا اس کی تین طلاقیں واقع ہو جائیں گی، جماعتِ فقہاء بھی اسی کی قائل ہے، اور ہمارے قول کی دلیل اِجماعِ صحابہ ہے، کیونکہ یہ مسئلہ ابنِ عمر، عمران بن حصین، عبداللہ بن مسعود، ابنِ عباس، ابو ہریرہ اور عائشہ رضی اللہ عنہام سے مروی ہے، اور ان کا کوئی مخالف نہیں۔

ابو بکر بن عربی تین طلاق کے نافذ کرنے کے بارے میں ابنِ عباس کی حدیث نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں: اس حدیث کی صحت مختلف فیہ ہے، پس اس کو اِجماع پر کیسے مقدم کیا جاسکتا ہے؟ اور اس کے معارض محمود بن لبید کی حدیث موجود ہے، جس میں یہ تصریح ہے کہ ایک شخص نے بیک وقت تین طلاقیں دیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو رَدّ نہیں فرمایا، بلکہ نافذ کیا۔ غالباً ان کی مراد نسائی کی روایت کے علاوہ کوئی اور روایت ہے، اور ابو بکر بن عربی حافظ ہیں اور بہت ہی وسیع الروایات ہیں۔ یا ان کا مطلب یہ ہے کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو رَدّ کیا ہوتا تو حدیث میں اس کا ذکر ہوتا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اس پر غضب ناک ہونا بھی تین طلاق کے وقوع کی دلیل ہے، اور ابنِ عربی کی مراد کے لئے کافی ہے۔ حافظ ابنِ عبدالبر نے التمہید اور الاستذکار میں اس مسئلے کے دلائل نقل کرنے اور اس پر اجماع ثابت کرنے میں بہت توسع سے کام لیا ہے۔

## لفظ واحد سے طلاق ثلاثہ کے وقوع میں فقہاءِ اسلاف امت کا اجماع

علامہ ابنہمام حنفی علیہ الرحمہ فتح القدیر میں لکھتے ہیں: فقہائے صحابہ کی تعداد بیس سے زیادہ نہیں، مثلاً: خلفائے راشدین، عبادلہ، زید بن ثابت، معاذ بن جبل، انس اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم۔ ان کے سوا فقہائے صحابہ قلیل ہیں، اور باقی حضرات انہی سے رُجوع کرتے اور انہی سے فتویٰ دریافت کیا کرتے تھے، اور ہم ان میں سے اکثر کی نقل صریح ثابت کر چکے ہیں کہ وہ تین طلاق کے وقوع کے قائل تھے، اور ان کا مخالف کوئی ظاہر نہیں ہوا۔ اب حق کے بعد باطل کے سوا کیا رہ جاتا ہے؟ اسی بنا پر ہم نے کہا ہے کہ اگر کوئی حاکم یہ فیصلہ دے کہ تین طلاق بلفظِ واحد ایک ہوگی تو اس کا فیصلہ نافذ نہیں ہوگا۔ اس لئے کہ اس میں اِجتہاد کی گنجائش نہیں، لہٰذا یہ مخالفت ہے اختلاف نہیں۔ اور حضرت انس کی یہ روایت کہ تین طلاقیں تین ہی ہوتی ہیں، امام طحاوی وغیرہ نے ذکر کی ہے۔

جس شخص نے کتاب وسنت، اقوالِ سلف اور اَحوالِ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے جمہور کے دلائل کا احاطہ کیا ہو وہ اس مسئلے میں، نیز فقہائے صحابہ کی تعداد کے بارے میں ابنِ ہمام کے کلام کی قوت کا صحیح اندازہ کرسکتا ہے، اگرچہ ابنِ حزم نے اَحکام میں ان کی تعداد بڑھانے کی بہت کوشش کی ہے، چنانچہ انہوں نے ہر اس صحابی کو جس سے فقہ کے ایک دو مسئلے بھی منقول تھے، فقہائے صحابہ کی صف میں شامل کردیا۔ اس سے ابنِ حزم کا مقصد صحابہ کرام کا اِجلال و تعظیم نہیں، بلکہ یہ مقصد ہے کہ اجماعی مسائل میں جمہور کا یہ کہہ کر توڑ کرسکیں کہ ان سب کی نقل پیش کرو۔ حالانکہ ہر وہ شخص جس سے فقہ کے ایک دو مسئلے یا سنت میں ایک دو حدیثیں مروی ہوں، اسے مجتہدین میں کیسے شمار کیا جاسکتا ہے؟ خواہ وہ کوئی ہو، اگرچہ صحابیت کے اعتبار سے صحابہ کرام کا مرتبہ بہت عظیم القدر ہے، اور اس کی کچھ تفصیل آئندہ آئے گی۔

اور جو شخص کسی چیز پر اجماع ثابت کرنے کے لئے ان ایک لاکھ صحابہ کے ایک ایک فرد کی نقل کو شرط ٹھہراتا ہے جو وصالِ نبوی کے وقت موجود تھے، وہ خیال کے سمندر میں غرق ہے، اور وہ حجیتِ اجماع میں جمہور کا توڑ کرنے میں ابنِ حزم سے بازی لے گیا

ہے، ایسا شخص خواہ حنبلی ہونے کا مدعی ہو مگر وہ مسلمانوں کے راستے کے بجائے کسی اور راہ پر چل رہا ہے۔

حنابلہ میں حافظ ابن رجب حنبلی بچپن ہی سے ابن قیم اور ان کے شیخ (ابن تیمیہ) کے سب سے بڑے متبع تھے۔ بعد ازاں ان پر بہت سے مسائل میں ان دونوں کی گمراہی واضح ہوئی، اور موصوف نے ایک کتاب میں جس کا نام بیان مشکل الأحادیث الواردة فی ان الطّلاق الثلاث واحدة رکھا، اس مسئلے میں ان دونوں کے قول کو رَدّ کیا، اور یہ بات ان لوگوں کے لئے باعثِ عبرت ہونی چاہئے جو احادیث کے مداخل ومخارج کو جانے بغیر ان دونوں کی کج بحثی (تشغیب) سے دھوکا کھاتے ہیں، حافظ ابن رجب اس کتاب میں دیگر باتوں کے علاوہ یہ بھی فرماتے ہیں:

جاننا چاہئے کہ صحابہ، تابعین اور ان ائمہ سلف سے، جن کا قول حرام وحلال کے فتویٰ میں لائقِ اعتبار ہے، کوئی صریح چیز ثابت نہیں کہ تین طلاقیں دُخول کے بعد ایک شمار ہوں گی، جبکہ ایک لفظ سے دی گئی ہوں، اور اِمام اعمش سے مروی ہے کہ کوفہ میں ایک بڈھا تھا، وہ کہا کرتا تھا کہ میں نے علی بن ابی طالب (رضی اللہ عنہ) سے سنا ہے کہ: جب آدمی اپنی بیوی کو تین طلاقیں ایک مجلس میں دے ڈالے تو ان کو ایک کی طرف رَدّ کیا جائے گا لوگوں کی اس کے پاس ڈار لگی ہوئی تھی، آتے تھے اور اس سے یہ حدیث سنتے تھے، میں بھی اس کے پاس گیا اور اس سے کہا کہ: تم نے علی بن ابی طالب (رضی اللہ عنہ) سے سنا ہے؟ بولا: میں نے ان سے سنا ہے کہ جب آدمی اپنی بیوی کو تین طلاقیں ایک مجلس میں دے ڈالے تو ان کو ایک کی طرف رَدّ کیا جائے گا۔ میں نے کہا: آپ نے حضرت علی سے یہ بات کہاں سنی ہے؟ بولا: میں تجھے اپنی کتاب نکال کر دِکھاتا ہوں، یہ کہہ کر اس نے اپنی کتاب نکالی اس میں لکھا تھا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، یہ وہ تحریر ہے جو میں نے علی بن ابی طالب سے سنی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ: جب آدمی اپنی بیوی کو تین طلاقیں ایک مجلس میں دے ڈالے تو اس سے بائنہ ہو جائے گی، اور اس کے لئے حلال نہیں رہے گی یہاں تک کہ کسی اور شوہر سے نکاح کرے۔ میں نے کہا: تیرا ناس ہو جائے! تحریر کچھ اور ہے، اور تو بیان کچھ اور کرتا ہے۔ بولا: صحیح تو یہی ہے، لیکن یہ لوگ مجھ سے یہی چاہتے ہیں۔ اس کے بعد ابنِ رجب نے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کی وہ حدیث سند کے ساتھ نقل کی، جو پہلے گزر چکی ہے، اور کہا کہ: اس کی سند صحیح ہے۔

اور حافظ جمال الدین بن عبدالہادی الحنبلی نے اپنی کتاب السیر الحاث الٰی علم الطّلاق الثلاث میں اس مسئلے پر ابنِ رجب کی مذکورہ بالا کتاب سے بہت عمدہ نقول جمع کر دیئے ہیں، اس کا مخطوطہ دمشق کے کتب خانہ ظاہریہ میں موجود ہے، جو المجامیع کے شعبے میں کے تحت درج ہے۔

جمال بن عبدالہادی اس کتاب میں ایک جگہ لکھتے ہیں: تین طلاقیں تین ہی واقع ہوتی ہیں، یہی صحیح مذہب ہے، اور ایسی مطلقہ، مرد کے لئے حلال نہیں ہوگی یہاں تک کہ کسی دُوسری جگہ نکاح کرے۔ اِمام احمد کے مذہب کی اکثر کتابوں مثلاً: خرقی، المقنع، المحرر، الہدایہ وغیرہ میں اسی قول کو جزم کے ساتھ لیا گیا ہے۔ اثرم کہتے ہیں کہ میں نے ابوعبداللہ (اِمام احمد بن حنبل) سے کہا کہ: ابنِ عباس کی حدیث کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کے زمانے میں تین طلاق ایک ہوتی تھی، آپ اس کو کس چیز کے ساتھ رَدّ کرتے ہیں؟ فرمایا: لوگوں کی ابنِ عباس سے اس روایت کے ساتھ کہ وہ تین ہوتی ہیں۔ اور فروع میں اسی قول کو مقدم کیا

ہے، اور المغنی میں بھی اسی پر جزم کیا ہے، اور اکثر حضرات نے تو اس قول کے علاوہ کوئی قول ذکر ہی نہیں کیا۔

اور ابنِ عبدالہادی کی عبارت میں اکثر کتب اصحاب احمد کا جو لفظ ہے وہ احمد بن تیمیہ کے بعد کے متاخرین، مثلاً: بنو مفلح اور مرادوہ کے اعتبار سے ہے، ان لوگوں نے ابنِ تیمیہ سے دھوکا کھایا ہے، اس لئے ان کا قول امام احمد کے مذہب میں ایک قول شمار نہیں ہوگا۔ الفروع کا مصنف بھی بنی مفلح کے انہی لوگوں سے ہے، جنھوں نے ابنِ تیمیہ سے فریب کھایا۔

امام ترمذی کے اُستاذ اسحاق بن منصور نے بھی اپنے رسالہ مسائل عن احمد میں جو ظاہر یہ دمشق میں فقہ حنابلہ کے تحت نمبر: پر درج ہے اسی کی مثل ذکر کیا ہے جو اثرم نے ذکر کیا ہے۔ بلکہ امام احمد بن حنبل اس مسئلے کی مخالفت کو خروج از سنت سمجھتے تھے، چنانچہ انہوں نے سنت کے بارے میں جو خط مسدد بن مسرہد کو لکھا اس میں تحریر فرماتے ہیں:

اور جس نے تین طلاقیں ایک لفظ میں دیں اس نے جہالت کا کام کیا، اور اس کی بیوی اس پر حرام ہوگئی، اور وہ اس کے لئے کبھی حلال نہ ہوگی یہاں تک کہ وہ دُوسری جگہ نکاح کرے۔

امام احمد کا یہ جواب قاضی ابوالحسین بن ابی یعلیٰ الحنبلی نے طبقاتِ حنابلہ میں مسدد بن مسرہد کے تذکرے میں سند کے ساتھ ذکر کیا ہے، اور اس کی سند ایسی ہے جس پر حنابلہ اعتماد کرتے ہیں۔ امام احمد نے اس مسئلے کو سنت میں سے اس لئے شمار کیا کہ روافض، مسلمانوں کے نکاحوں سے کھیلنے کے لئے اس مسئلے کی مخالفت کرتے تھے۔

امام کبیر ابوالوفاء بن عقیل الحنبلی کے التذکرہ میں ہے: اور جب کسی نے اپنی بیوی سے کہا: تجھے تین طلاق مگر دو تو تین ہی واقع ہوں گی، کیونکہ یہ اکثر کا استثناء ہے، لہٰذا استثناء صحیح نہیں۔

اور ابوالبرکات مجد الدین عبدالسلام بن تیمیہ الحرانی الحنبلی مؤلف منتقی الاخبار (حافظ ابنِ تیمیہ کے دادا) اپنی کتاب المحرر میں لکھتے ہیں:

اور اگر اس کو (ایک طلاق دے کر) بغیر مراجعت کے دو طلاقیں دیں یا تین، ایک لفظ میں یا الگ الگ لفظوں میں، ایک طہر میں یا الگ الگ طہروں میں تو یہ واقع ہو جائیں گی، اور یہ طریق بھی سنت کے موافق ہے۔ امام احمد کی ایک روایت ہے کہ یہ بدعت ہے، اور ایک روایت ہے کہ ایک طہر میں تین طلاقیں جمع کرنا بدعت ہے، اور تین الگ الگ طہروں میں دینا سنت ہے۔

اور احمد بن تیمیہ اپنے اس دادا سے روایت کرتے ہیں کہ وہ خفیہ طور پر فتویٰ دیا کرتا تھے کہ تین طلاقوں کو ایک کی طرف رَدّ کیا جائے گا۔ حالانکہ ان کی اپنی کتاب المحرر کی تصریح آپ کے سامنے ہے، اور ہم ابنِ تیمیہ کے دادا کو اس بات سے بَری سمجھتے ہیں کہ وہ اپنی کتابوں میں جو تصریح کریں چھپ کر اس کے خلاف بات کریں۔ یہ حالت تو منافقین اور زنادقہ کی ہوا کرتی ہے، اور ہمیں ابنِ تیمیہ کی نقل میں بکثرت جھوٹ کا تجربہ ہوا ہے، پس جب وہ اپنے دادا کے بارے میں یہ کھلا سفید جھوٹ بول سکتے ہیں تو دُوسروں کے بارے میں ان کو جھوٹ بولنا کچھ بھی مشکل نہیں۔ اللہ تعالیٰ سے ہم سلامتی کی درخواست کرتے ہیں

اور اس مسئلے میں شافعیہ کا مذہب آفتاب نصف النہار سے زیادہ روشن ہے، ابوالحسن السبکی، کمال زملکانی، ابنِ جہبل، ابنِ فرکان، عز بن جماعہ اور تقی حصنی وغیرہ نے اس مسئلے میں اور دیگر مسائل میں ابنِ تیمیہ کے رَدّ میں تالیفات کی ہیں جو آج بھی اہل علم

کے ہاتھ میں ہیں۔

اور ابنِ حزم ظاہری کو مسائل میں شذوذ پر فریفتہ ہونے کے باوجود یہ گنجائش نہ ہوئی کہ اس مسئلے میں جمہور کے راستے پر نہ چلیں، بلکہ انہوں نے بلفظِ واحد تین طلاق کے وقوع پر دلائل قائم کرنے میں بڑے توسع سے کام لیا ہے، اس پر اطلاع واجب ہے، تا کہ ان برخود غلط مدعیوں کے زیغ کا اندازہ ہو سکے جو اس کے خلاف کا زعم رکھتے ہیں۔

اس مفصل بیان سے اس مسئلے میں صحابہ و تابعین وغیرہ پوری اُمت کا قول واضح ہو گیا، صحابہ و تابعین کا بھی، اور دیگر حضرات کا بھی، اور جو احادیث ہم نے ذکر کی ہیں وہ تین طلاق بلفظِ واحد کے وقوع میں کسی قائل کے قول کی گنجائش باقی نہیں رہنے دیتیں۔

اور کتاب اللہ کی دلالت اس مسئلے پر ظاہر ہے، جو مشاغبہ (کج بحثی) کو قبول نہیں کرتی، چنانچہ ارشادِ خداوندی ہے: **فَطَلِّقُوهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ** (پس ان کو طلاق دو ان کی عدّت سے قبل) اللہ تعالیٰ نے عدّت سے آگے طلاق دینے کا حکم فرمایا، مگر یہ نہیں فرمایا کہ غیر عدّت میں طلاق دی جائے تو باطل ہوگی، بلکہ طرزِ خطاب غیر عدّت کی طلاق کے وقوع پر دلالت کرتا ہے، چنانچہ ارشاد ہے۔ **وَتِلْكَ حُدُودُ اللهِ وَمَنْ يَتَعَدَّ حُدُودَ اللهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهُ** (الطلاق)

اور یہ اللہ کی قائم کی ہوئی حدود ہیں، اور جو شخص حدود اللہ سے تجاوز کرے اس نے اپنے نفس پر ظلم کیا۔

پس اگر غیر عدّت میں دی گئی طلاق واقع نہ ہوتی (بلکہ لغو اور کالعدم ہوتی) تو غیر عدّت میں طلاق دینے سے وہ ظالم نہ ہوتا، نیز اس پر حق تعالیٰ کا یہ ارشاد دلالت کرتا ہے: **وَمَنْ يَتَّقِ اللهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا** ۔ (الطلاق)

اور جو ڈرے اللہ سے بنا دے گا اللہ اس کے نکلنے کا راستہ۔

اس کا مطلب واللہ اعلم یہ ہے کہ جب طلاق اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق دے اور طلاق الگ الگ طہروں میں دے، اس صورت میں اگر طلاق واقع کرنے کے بعد اسے پشیمانی ہو تو اس کے لئے اپنی واقع کردہ طلاق سے مخرج کی صورت موجود ہے، اور وہ ہے رجعت۔ حضرت عمر، ابنِ مسعود اور ابنِ عباس رضی اللہ عنہم نے آیت کا یہی مطلب سمجھا ہے، قرآنِ کریم کے فہم و ادراک میں ان کی مثل کون ہے؟

اور حضرت علی کرّم اللہ دلیلہ کا ارشاد ہے کہ: اگر لوگ طلاق کی مقرّر کردہ حد کو ملحوظ رکھیں تو کوئی شخص جس نے بیوی کو طلاق دی ہو، نادم نہ ہوا کرے۔ یہ ارشاد بھی اسی طرف اشارہ ہے، اور اسرارِ تنزیل کے سمجھنے میں باب مدینۃ العلم کی مثل کون ہے؟

اور حق تعالیٰ کا ارشاد: **اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ** بھی دلالت کرتا ہے کہ دو طلاقوں کا جمع کرنا صحیح ہے، جبکہ مَرَّتَان کے لفظ کو دو پر محمول کیا جائے، جیسا کہ ارشادِ خداوندی: **نُؤْتِهَآ اَجْرَهَا مَرَّتَيْنِ** میں ہے۔ اور قرآنِ کریم کی آیات ایک دوسرے کی تفسیر کرتی ہیں، اور امام بخاری نے آیت کے معنی اسی طرح سمجھے ہیں، چنانچہ انہوں نے اس آیت کو باب من اجاز طلاق الثلاث کے تحت ذکر کیا ہے، اسی طرح ابنِ حزم نے بھی یہی سمجھا ہے، اور علامہ کرمانی نے اس کی تائید کی ہے، کیونکہ ایسا کوئی شخص نہیں پایا جاتا ہے جو دو اور تین طلاق کے وقوع کی صحت میں فرق کرتا ہو، اور اسی کی طرف شافعیہ کا میلان ہے۔ اور ابنِ حجر کا فقہ تکلف ہے، انہیں لغت میں توسع حاصل نہیں، اور نظر اور لغت کے باب میں ان کا قول کرمانی کے قول کے سامنے کوئی چیز نہیں، اور جب اس لفظ مَرَّتَانِ کو اس پر محمول

کرو کہ یہ تثانی مکررہ کے قبیل سے ہے (یعنی مَرَّتَانِ کا مفہوم یہ ہے کہ طلاق دومرتبہ الگ الگ الفاظ میں دی جانی چاہئے)، تو یہ لفظ تین طلاق کے وقوع کی صحت پر بھی دلالت کرے گا، جبکہ وہ بہ تکرارِ لفظ ہوں، خواہ حیض میں ہوں، یا طہر میں، یا چند طہروں میں، یا ایک مجلس میں، یا چند مجالس میں، پس جب طلاق طہر میں یا حیض میں بہ تکرارِ لفظ صحیح ہے تو طہر میں یا حیض میں بلفظِ واحد بھی صحیح ہوگی، کیونکہ ایسا کوئی شخص نہیں جو اِس میں اور اُس میں فرق کرتا ہو، نزاع کرنے والوں کا نزاع صرف اس صورت میں ہے جبکہ طلاق متفرق طہروں میں نہ دی گئی ہو، اور یہ ظاہر ہے۔

اور شوکانی نے چاہا کہ اس کے تثانیء مکرّرہ کے قبیل سے ہونے کے ساتھ تمسک کریں جیسا کہ زمخشری کہتے ہیں، اور ان کو خیال ہوا کہ (زمخشری) اس قول کے ساتھ اس مسئلے میں اپنے مذہب سے دُور چلے گئے ہیں، مگر ایسا کیسے ہوسکتا ہے؟ شوکانی کو ایسی جگہ کہاں سے مل سکتی ہے؟ جس کے ذریعہ وہ اس آیت سے تمسک کریں، آیت تو اس طرح ہے جس طرح کہ ہم شرح کر چکے ہیں، لیکن ڈُوبتا ہوا آدمی ہر تنکے کا سہارا لیا کرتا ہے۔

اور یہ گفتگو تو اس صورت میں ہے جبکہ یہ فرض کرلیا جائے کہ آیت قصر پر دلالت کرتی ہے، اور یہ بھی فرض کرلیا جائے طلاق سے مراد طلاقِ شرعی ہے جس کے خلاف دی گئی طلاق لغو ہوتی ہے، جیسا کہ شوکانی کا خیال ہے، پھر جبکہ یہ دونوں باتیں بھی ناقابلِ تسلیم ہوں تو شوکانی کا تمسک کیسے صحیح ہوگا؟ کیونکہ یہ بات ظاہر ہے کہ ایک طلاقِ رجعی، طلاقِ شرعی شمار ہوتی ہے اور انقضائے عدت کے بعد اس سے بینونت واقع ہو جاتی ہے، باوجودیکہ وہ طلاق بعداز طلاق نہیں۔

اور اِمام ابوبکر جصاص رازی نے جمہور کے قول پر کتاب اللہ کی دلالت کو اس سے زیادہ تفصیل سے لکھا ہے، جو شخص مزید بحث دیکھنا چاہتا ہو وہ اَحکام القرآن کی مراجعت کرے۔

اور آیاتِ شریفہ طرزِ خطاب میں اس طرف اشارہ کرتی ہیں کہ متفرّق طہروں میں طلاق دینے کا حکم طلاق دہندگان کی دُنیوی مصلحت پر مبنی ہے، اور وہ مصلحت ہے ان کو طلاق میں ایسی جلد بازی سے بچانا، جس کا نتیجہ ندامت ہو۔ لیکن بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ مخصوص حالات کی بنا پر طلاق دینے والے کو ندامت نہیں ہوتی، پس غیر عدّت میں دی گئی طلاق سے ندامت منفک ہوسکتی ہے، کیونکہ جو شخص الگ الگ طہروں میں طلاق دے، کبھی اس کو بھی ندامت ہوتی ہے، اور کبھی خاص حالات کی بنا پر ایسے شخص کو بھی ندامت نہیں ہوتی جس نے حیض میں طلاق دی ہو، یا ایسے طہر میں جس میں مقاربت ہو چکی ہو، پس ندامت طلاق مذکور کے ساتھ پائی تو جاتی ہے، مگر اس کے لئے وصف لازم نہیں ہے، تاکہ یہاں حکم اس کی ضد کی تحریم کو مفید ہو، جیسا کہ بعض لوگ اس کے قائل ہیں۔ اس تقریر سے شوکانی کے اس کلام کی قیمت معلوم ہوجاتی ہے جو اس نے اس موقع پر کیا ہے۔

حاصل یہ کہ آیاتِ شریفہ نسق خطاب کے لحاظ سے اور حق تعالیٰ کا ارشاد: اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ دونوں تفسیروں پر، نیز وہ احادیث جو پہلے گزر چکی ہیں، یہ سب اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ غیر عدّت میں دی گئی طلاق واقع ہو جاتی ہے، مگر گناہ کے ساتھ۔ پس یہ بات قیاس سے مستغنی کر دیتی ہے، کیونکہ موردِ نص میں قیاس کی حاجت نہیں۔

اور یہ جو ذکر کیا جاتا ہے کہ: ظہار، قولِ منکر اور زُور ہے، اس کے باوجود اس پر حکم مرتب ہو جاتا ہے یہ محض نظیر کے طور پر ہے،

قیاس کے طور پر نہیں۔ اور چونکہ شوکانی نے یہ سمجھا کہ اس کا ذکر قیاس کے طور پر کیا جا رہا ہے اس لئے موصوف نے فوراً یہ کہہ کر مشاغبہ شروع کر دیا کہ: یہ قیاس غلط ہے، کیونکہ حرام چیزوں کی بیع اور محرمات سے نکاح کرنا بھی قولِ منکر اور زُور ہے، لیکن وہ باطل ہے اس پر اس کا اثر مرتب نہیں ہوگا، لہٰذا قیاس صحیح نہیں۔ مگر یہ بات شوکانی کی نظر سے اوجھل رہی کہ بیع اور نکاح کی مثال میں دلیل فرق بالکل ظاہر اور کھلی ہے، کیونکہ یہ دونوں ابتدائی عقد ہیں، کسی عقدِ قائم پر طاری نہیں ہوتے، بخلاف طلاق اور ظہار کے، کہ وہ دونوں ایک ایسے عقد پر جو پہلے سے قائم ہے، طاری ہوتے ہیں۔ اس لئے اگر بالفرض یہاں قیاس کی ضرورت ہو تو طلاق کو ظہار پر قیاس کرنا شوکانی کے علی الرغم صحیح ہے، تعجب تو اس پر ہے کہ شوکانی اس قسم کے بے مقصد مشاغبوں سے اُکتاتے نہیں۔

## امام طحاوی کی احادیث بیان کرنے کا مقصد

یہاں ایک اور دقیق بات کی طرف بھی اشارہ ضروری ہے، اور وہ یہ کہ امام طحاوی اکثر و بیشتر ابواب کے تحت احادیث پر، جو اخبارِ آحاد ہیں، بحث کرنے کے بعد دلیل نظر بھی ذکر کیا کرتے ہیں، کہ نظر یہاں فلاں فلاں بات کا تقاضا کرتی ہے۔ بعض لوگ جو حقیقتِ حال سے بے خبر ہیں یہ سمجھتے ہیں کہ موصوف زیرِ بحث مسئلے میں قیاس کو پیش کر رہے ہیں، حالانکہ ایسا نہیں، دراصل اہلِ عراق کا قاعدہ یہ ہے کہ کتاب وسنت سے ان کے یہاں جو اُصول منقح ہو کر سامنے آتے ہیں وہ احادیث آحاد کو ان پر پیش کیا کرتے ہیں، اگر کوئی خبرِ واحد ان اُصولِ شرعیہ کے خلاف ہو تو وہ اسے شاذ اور نظائر سے خارج قرار دے کر اس میں توقف سے کام لیتے ہیں، اور اس میں مزید غور وفکر کرتے ہیں، تا آنکہ مزید دلائل ان کے سامنے آ جائیں۔ پس امام طحاوی کا دلیل نظر کو پیش کرنا دراصل اس قاعدے کی تطبیق کے لئے ہوتا ہے۔ اور چونکہ یہ اُصول ان کے نزدیک بہت ہی دقیق ہے، اس لئے ان کی تطبیق بھی آسان نہیں، بلکہ اس کے لئے امام طحاوی جیسے دقیق النظر اور وسیع العلم مجتہد کی ضرورت ہے، اس لئے امام طحاوی کی کتابیں اس قسم کے اُصول و قواعد کے لئے، جن کو ضعیف متاخرین نے چھوڑ دیا ہے، بہت ہی مفید ہیں۔ اور اس میں شک نہیں کہ امام طحاوی اجتہادِ مطلق کے مرتبے پر فائز ہیں، اگرچہ انہوں نے امام ابوحنیفہ سے انتساب کو نہیں چھوڑا۔ اور امام طحاوی کا یہ قول کہ: عقود میں شروع ہونا تو صحیح نہیں، مگر اسی طریقے سے جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے، بخلاف ان اُمور کے جو عقودِ قائمہ پر طاری ہوں یہ من جملہ انہی اُصول کے ہے جن پر خبرِ واحد کو پیش کیا جاتا ہے، اور خروج من الصلوٰۃ کا ذکر بطور نظیر کے ہے، جیسا کہ ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں۔ حاصل یہ کہ امام طحاوی جو وجوہِ نظر ذکر کرتے ہیں وہ موردِ نص میں قیاس کی خاطر نہیں، بلکہ اپنے اُصول کے مطابق کسی حدیث کی تصحیح یا ایک حدیث کی دُوسری حدیث پر ترجیح کی خاطر ذکر کرتے ہیں، اگرچہ ان کی ذکر کردہ نظر میں قیاس بھی صحیح ہوتا ہے۔

بہر حال کتاب وسنت اور فقہائے اُمت تین طلاق کے مسئلے میں پوری طرح متفق ہیں، پس جو شخص ان سب سے نکل جائے وہ قریب قریب اسلام ہی سے نکلنے والا ہوگا، اِلَّا یہ کہ وہ غلط فہمی میں مبتلا ہو، اور اس مسئلے میں جہلِ بسیط رکھتا ہو تو اس کو تو بیدار کرنا ممکن ہے، بخلاف اس شخص کے جس کا جہل مرکب یا مکعب ہو، کہ یا تو صرف اپنے جہل سے جاہل و بے خبر ہو (یہ تو جہلِ مرکب ہوا)، یا اپنے جہلِ مرکب کے ساتھ یہ بھی اعتقاد رکھتا ہو کہ وہ اس مسئلے کو، جو اس کے لئے جہلِ مرکب کے ساتھ مجہول ہے، اللہ کی مخلوق میں سب سے زیادہ جانتا ہے، (یہ جہلِ مکعب ہے)، ایسے شخص کو راہِ راست پر لانا ممکن نہیں۔ (مقالہ، شیخ حسن کوثری)

# بَابُ الْاَقْرَاءِ

## باب 3: اقراء (کا مفہوم کیا ہے؟)

قَالَ اَبُوْ جَعْفَرٍ: اخْتَلَفَ النَّاسُ فِي الْاَقْرَاءِ الَّتِيْ تَجِبُ عَلَى الْمَرْاَةِ اِذَا طُلِّقَتْ.

امام ابوجعفر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اقراء جن کے ذریعے عورت پر عدت (واجب ہوتی ہے) جب اسے طلاق دی جائے اس کے بارے میں اہل علم کے درمیان اختلاف ہے۔

فَقَالَ قَوْمٌ: هِيَ الْحَيْضُ، وَقَالَ اٰخَرُوْنَ: هِيَ الْاَطْهَارُ.

کچھ حضرات یہ کہتے ہیں اس سے مراد "حیض" ہے اور دیگر نے یہ کہا ہے اس سے مراد "طہر" ہے۔

فَكَانَ مِنْ حُجَّةِ مَنْ ذَهَبَ اِلٰى اَنَّهَا الْاَطْهَارُ، (قَوْلُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعُمَرَ، حِيْنَ طَلَّقَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ امْرَاَتَهٗ وَهِيَ حَائِضٌ مُرْهُ اَنْ يُّرَاجِعَهَا، ثُمَّ يَتْرُكَهَا حَتّٰى تَطْهُرَ، ثُمَّ لِيُطَلِّقْهَا اِنْ شَاءَ، فَتِلْكَ الْعِدَّةُ الَّتِيْ اَمَرَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ اَنْ تُطَلَّقَ لَهَا النِّسَاءُ) وَقَدْ ذَكَرْنَا ذٰلِكَ بِاِسْنَادِهٖ فِي الْبَابِ الَّذِيْ قَبْلَ هٰذَا الْبَابِ.

جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ اس سے مراد "طہر" ہے ان کی دلیل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے یہ فرمان ہے کہ جب حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنی اہلیہ کو طلاق دے دی اور وہ خاتون حیض کی حالت میں تھیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے کہو کہ اس عورت سے رجوع کرے پھر وہ اسے چھوڑ دے حتیٰ کہ وہ پاک ہو جائے۔ پھر وہ اسے طلاق دے اگر وہ چاہے' یہ وہ عدت ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے کہ اس کے حساب سے عورتوں کو طلاق دی جائے۔

امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس حدیث کو اس کی اسناد کے ہمراہ ہم اس سے پہلے والے باب میں ذکر کر چکے ہیں۔

قَالُوْا: فَلَمَّا اَمَرَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يُّطَلِّقَهَا فِي الطُّهْرِ، وَجَعَلَهُ الْعِدَّةَ دُوْنَهَا، وَنَهَاهُ اَنْ يُّطَلِّقَهَا فِي الْحَيْضِ، وَاَخْرَجَهٗ مِنْ اَنْ يَّكُوْنَ عِدَّةً، ثَبَتَ بِذٰلِكَ اَنَّ الْاَقْرَاءَ هِيَ الْاَطْهَارُ.

یہ علماء فرماتے ہیں: جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں یہ ہدایت کی کہ وہ انہیں طہر کی حالت میں طلاق دیں اور آپ نے اس کو عدت قرار دیا اور دوسرے کو نہیں دیا اور آپ نے انہیں اس بات سے منع کیا کہ وہ انہیں حیض کے دوران میں طلاق دیں اور انہیں اس صورت حال سے نکال دیا کہ وہ عدت ہو تو یہ ثابت ہو گیا کہ اقراء سے مراد طہر ہے۔

فَكَانَ مِنَ الْحُجَّةِ عَلَيْهِمْ لِلْاٰخَرِيْنَ، اَنَّ هٰذَا الْحَدِيْثَ قَدْ رُوِيَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا، كَمَا ذَكَرُوْا.

وَقَدْ رُوِيَ عَنْهُ مَا هُوَ اَتَمُّ مِنْ ذٰلِكَ.

فَرُوِيَ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (اَمَرَ عُمَرَ اَنْ يَّاْمُرَهٗ اَنْ يُّرَاجِعَهَا ثُمَّ يُمْهِلَهَا، حَتّٰى تَطْهُرَ، ثُمَّ تَحِيْضَ، ثُمَّ تَطْهُرَ، ثُمَّ لِيُطَلِّقْهَا اِنْ شَاءَ وَقَالَ: تِلْكَ الْعِدَّةُ الَّتِيْ اَمَرَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ اَنْ تُطَلَّقَ لَهَا النِّسَاءُ).

ان حضرات کے خلاف دوسرے قائلین کی دلیل یہ حدیث ہے یہ حدیث حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے روایت کی گئی ہے جیسا کہ انہوں نے ذکر کیا ہے لیکن اس کے علاوہ یہ زیادہ مکمل طور پر روایت کی گئی ہے انہی کے حوالے سے منقول ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ وہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو یہ ہدایت کریں کہ وہ اس خاتون کے ساتھ رجوع کر لیں اور وہ اسے رہنے دیں یہاں تک کہ وہ خاتون پاک ہو جائے اور پھر اسے حیض آ جائے پھر وہ پاک ہو جائے پھر اسے طلاق دیں۔ اگر وہ چاہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ وہ عدت ہے کہ اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا ہے کہ اس کے حساب سے عورتوں کو طلاق دی جائے۔

وَقَدْ ذَكَرْنَا ذٰلِكَ اَيْضًا بِاِسْنَادِهٖ فِي الْبَابِ الَّذِیْ قَبْلَ هٰذَا الْبَابِ.

فَلَمَّا نَهَاهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ اِيقَاعِ الطَّلَاقِ فِي الطُّهْرِ الَّذِیْ بَعْدَ الْحَيْضَةِ، الَّتِیْ طَلَّقَ فِيهَا، حَتّٰى يَكُوْنَ طُهْرٌ وَّحَيْضَةٌ اُخْرٰى بَعْدَهَا، ثَبَتَ بِذٰلِكَ اَنَّهٗ لَوْ كَانَ اَرَادَ بِقَوْلِهٖ (فَتِلْكَ الْعِدَّةُ الَّتِیْ اَمَرَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ اَنْ تَطَلَّقَ لَهَا النِّسَاءُ الْاَطْهَارَ) اِذًا لَّجَعَلَ لَهٗ اَنْ يُّطَلِّقَهَا بَعْدَ

طُهْرِهَا مِنْ هٰذِهِ الْحَيْضَةِ، وَلَا يَنْتَظِرُ مَا بَعْدَهَا، لِاَنَّ ذٰلِكَ طُهْرٌ.

فَلَمَّا لَمْ يُبِحْ لَهُ الطَّلَاقَ فِیْ ذٰلِكَ الطُّهْرِ حَتّٰى يَكُوْنَ طُهْرًا اٰخَرَ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ ذٰلِكَ الطُّهْرِ حَيْضَةٌ، ثَبَتَ بِذٰلِكَ اَنَّ تِلْكَ الْعِدَّةَ الَّتِیْ اَمَرَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ اَنْ تَطَلَّقَ لَهَا النِّسَاءُ، اِنَّمَا هِیَ وَقْتُ مَا تَطْلُقُ النِّسَاءُ، وَلَيْسَ لِاَنَّهَا عِدَّةٌ تَطْلُقُ لَهَا النِّسَاءُ يَجِبُ بِذٰلِكَ اَنْ تَكُوْنَ هِیَ الْعِدَّةَ الَّتِیْ تَعْتَدُّ بِهَا النِّسَاءُ، لِاَنَّ الْعِدَّةَ مُخْتَلِفَةٌ.

اس روایت کو بھی ہم اس کی اسناد کے ہمراہ پہلے والے باب میں ذکر کر چکے ہیں۔ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طہر کے دوران طلاق دینے سے منع کیا جو اس حیض کے بعد آیا تھا جس میں طلاق دی گئی اور یہ ہدایت کی اس کے بعد کے طہر کے بعد اگلا حیض بھی اسے آ جائے تو اس سے یہ بات واضح ہو گئی کہ اگر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان یعنی "یہ وہ عدت ہے جس کے مطابق اللہ تعالیٰ نے بیویوں کو طلاق دینے کا حکم دیا ہے" اگر اس سے مراد طہر ہوتا تو اس صورت میں آپ اس خاتون کو طلاق دینے کا حکم اس طہر کے بعد آنے والے دوسرے حیض میں دیتے اور اس کے بعد کا انتظار نہ کرتے کیونکہ وہ تو طہر ہے اور جب ان کے لئے اس طہر کے دوران طلاق نہیں ہوگی بلکہ دوسرا طہر آ گیا اور اس طہر اور پہلے والے طہر کے درمیان ایک حیض بھی آ گیا تو اس سے یہ ثابت ہو گیا کہ وہ عدت جس کے حساب سے اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو طلاق دینے کا حکم دیا ہے یہ وہ وقت ہے جس میں عورتوں کو طلاق دی جاتی ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ یہ اس عدت کی وجہ سے ہے جس سے عورتوں کو طلاق دی جاتی ہے ورنہ اس سے لازم آئے گا کہ یہی عدت ہو جس کے حساب سے عورتیں عدت بسر کریں گی کیونکہ عدت تو مختلف ہوتی ہے۔

مِنْهَا: عِدَّةُ الْمُتَوَفّٰى عَنْهَا زَوْجُهَا، اَرْبَعَةُ اَشْهُرٍ وَّعَشْرٌ.

وَمِنْهَا: عِدَّةُ الْمُطَلَّقَةِ ثَلَاثَةُ قُرُوْءٍ.

وَمِنْهَا: عِدَّةُ الْحَامِلِ اَنْ تَضَعَ حَمْلَهَا،

ایک عدت وہ ہے جو ایک بیوہ عورت چار ماہ دس دن تک بسر کرتی ہے۔
ایک عدت وہ ہے جو طلاق یافتہ عورت تین ''اقراء'' کے حساب سے بسر کرتی ہے۔
اور ایک عدت حاملہ عورت کی عدت ہے اور یہ بچے کو جنم دینے تک ہے۔
فَكَانَتِ الْعِدَّةُ اسْمًا وَاحِدًا، لِمَعَانٍ مُخْتَلِفَةٍ.
وَلَمْ يَكُنْ كُلُّ مَا لَزِمَهُ اسْمُ (عِدَّةٍ) وَجَبَ اَنْ يَكُوْنَ قُرْءًا.
فَكَذٰلِكَ لَمَّا لَزِمَ اسْمَ الْوَقْتِ الَّذِیْ تَطْلُقُ فِيْهِ النِّسَاءُ اسْمُ عِدَّةٍ، لَمْ يَثْبُتْ لَهُ بِذٰلِكَ اسْمُ الْقُرْءِ.
فَهٰذِهِ مُعَارَضَةٌ صَحِيْحَةٌ، وَلَوْ اَرَدْنَا اَنْ نُكْثِرَ هَاهُنَا، فَنَحْتَجُّ (بِقَوْلِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلْمُسْتَحَاضَةِ دَعِی الصَّلٰوةَ اَيَّامَ اَقْرَائِكِ) فَنَقُوْلُ: الْاَقْرَاءُ هِیَ: الْحَيْضُ عَلٰى لِسَانِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَكَانَ ذٰلِكَ مَا قَدْ تَعَلَّقَ بِهِ بَعْضُ مَنْ تَقَدَّمَ وَلٰكِنَّا لَا نَفْعَلُ ذٰلِكَ، لِاَنَّ الْعَرَبَ قَدْ تُسَمِّی الْحَيْضَ قُرْءًا، وَتُسَمِّی الطُّهْرَ قُرْءًا، وَتَجْمَعُ الْحَيْضَ وَالطُّهْرَ، فَتُسَمِّيْهِمَا قُرْءًا.

تو عدت ایک اسم ہے جو مختلف معنی پر صادق آتا ہے اور جس پر بھی لفظ عدت صادق آتا ہے اس کے لئے یہ واجب نہیں ہے کہ وہ ''اقراء'' کے حساب سے ہو۔ اسی طرح جب وقت کا نام جس میں عورتوں کو طلاق دی جائے عدت کے نام پر صادق آئے تو اس سے یہ ثابت نہیں ہوگا کہ اس کے ذریعے ''اقراء'' کا مفہوم بھی واضح ہوگیا ہے۔ اگر ہم چاہیں تو ہم یہاں اضافی طور پر اپنے موقف کی تائید میں نبی اکرم ﷺ کے اس فرمان سے استدلال کر سکتے ہیں جو آپ نے مستحاضہ خاتون سے فرمایا تھا: ''تم نماز چھوڑے رکھو اپنے اقراء (حیض) کے ایام کے دوران'' تو ہم یہ کہیں کہ اقراء سے مراد حیض ہے اور یہ نبی اکرم ﷺ کی زبانی ثابت ہے تو اس سے اس چیز کا تعلق ہو جائے گا جو پہلے گزری ہے لیکن ہم ایسا نہیں کریں گے کیونکہ عرب حیض کو بھی ''اقراء'' کہتے ہیں اور طہر کو بھی ''اقراء'' کہتے ہیں بعض اوقات حیض اور طہر کو ملا کر ان دونوں کو ''اقراء'' کہہ دیتے ہیں۔

**238**- حَدَّثَنِیْ بِذٰلِكَ مَحْمُوْدُ بْنُ حَسَّانَ النَّحْوِیُّ، قَالَ: ثنا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ هِشَامٍ، عَنْ اَبِیْ زَيْدٍ، عَنْ اَبِیْ عَمْرِو بْنِ الْعَلَاءِ.

✧✧ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

وَفِیْ ذٰلِكَ اَيْضًا حُجَّةٌ اُخْرٰی، اَنَّ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، هُوَ الَّذِیْ خَاطَبَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقَوْلِهٖ: (فَتِلْكَ الْعِدَّةُ الَّتِیْ اَمَرَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ اَنْ تُطَلَّقَ لَهَا النِّسَاءُ) وَلَمْ يَكُنْ ذٰلِكَ - عِنْدَهُ - دَلِيْلًا اَنَّ الْاَقْرَاءَ الْاَطْهَارُ، اِذْ قَدْ جَعَلَ الْاَقْرَاءَ الْحَيْضَ، فِيْمَا رُوِیَ عَنْهُ.
فَاِذَا كَانَ هٰذَا عِنْدَ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ، وَقَدْ خَاطَبَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهٖ، لَا دَلِيْلَ فِيْهِ عَلٰى اَنَّ الْقُرْءَ الطُّهْرُ، كَانَ مَنْ بَعْدَهُ فِيْهِ اَيْضًا كَذٰلِكَ، وَسَنَذْكُرُ مَا رُوِیَ عَنْ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ فِیْ هٰذَا، فِیْ مَوْضِعِهٖ مِنْ هٰذَا الْبَابِ، اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰی.

اسی روایت میں دوسری دلیل یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ وہ شخصیت ہیں جنہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے فرمان میں مخاطب کیا تھا کہ یہ وہ عدت ہے جس کے حساب سے اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو طلاق دینے کا حکم دیا ہے۔ ان کے نزدیک بھی یہ بات دلیل نہیں تھی کہ اقراء سے مراد طہر ہوگا کیونکہ انہوں نے اقراء سے مراد حیض قرار دیا ہے جیسا کہ ان سے روایت کیا گیا ہے تو اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نزدیک ایسا ہے جنہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مخاطب کیا تھا تو ان کے نزدیک اس میں کوئی دلیل نہیں ہے کہ "اقراء" سے مراد طہر ہو تو ان کے بعد آنے والوں کے لئے بھی ایسا ہوگا اور عنقریب ہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے اس بارے میں روایات ذکر کریں گے جو اس کی مخصوص جگہ پر اسی باب میں آئیں گی اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا۔

وَكَانَ مِمَّا احْتَجَّ بِهِ الَّذِيْنَ جَعَلُوا الْاَقْرَاءَ الْاَطْهَارَ اَيْضًا،

**239**-مَا قَدْ حَدَّثَنَا يُوْنُسُ، قَالَ: اَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، اَنَّ مَالِكًا اَخْبَرَهُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ اَنَّهَا نَقَلَتْ حَفْصَةَ بِنْتَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِىْ بَكْرٍ، حِيْنَ دَخَلَتْ فِى الدَّمِ مِنَ الْحَيْضَةِ الثَّالِثَةِ.

✧✧ اور جو لوگ "اقراء" کو طہر قرار دیتے ہیں ان کی ایک دلیل یہ بھی ہے۔

ابن شہاب عروہ کے حوالے سے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں' انہوں نے حفصہ بنت عبدالرحمٰن بن ابوبکر رضی اللہ عنہم کو (شوہر کے گھر سے) منتقل کروادیا تھا جب وہ تیسرے حیض کے خون میں داخل ہوئی تھیں۔

قَالَ ابْنُ شِهَابٍ: فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِعَمْرَةَ، فَقَالَتْ: (صَدَقَ عُرْوَةُ، قَدْ جَادَلَهَا فِىْ ذٰلِكَ اُنَاسٌ، وَقَالُوْا: اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يَقُوْلُ ثَلَاثَةَ قُرُوْءٍ).

فَقَالَتْ عَائِشَةُ (صَدَقْتُمْ، اَتَدْرُوْنَ مَا الْاَقْرَاءُ؟ اِنَّمَا الْاَقْرَاءُ الْاَطْهَارُ)

ابن شہاب بیان کرتے ہیں' میں نے عمرہ کے سامنے اس بات کا تذکرہ کیا تو انہوں نے بتایا: عروہ نے ٹھیک بات بتائی ہے کچھ لوگوں نے اس بارے میں سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ بحث بھی کی تھی انہوں نے یہ کہا تھا: اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا ہے کہ تین "قروء" ہیں تو سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا تھا: تم ٹھیک کہہ رہے ہو کیا تم یہ جانتے ہو کہ قروء سے مراد کیا ہے؟ اس سے مراد طہر ہے۔

**240**-حَدَّثَنَا يُوْنُسُ قَالَ: اَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ اَنَّ مَالِكًا حَدَّثَهُ قَالَ: قَالَ ابْنُ شِهَابٍ: سَمِعْتُ اَبَا بَكْرِ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ يَقُوْلُ: مَا اَدْرَكْتُ اَحَدًا مِّنْ فُقَهَائِنَا اِلَّا وَهُوَ يَقُوْلُ هٰذَا، يُرِيْدُ الَّذِىْ قَالَتْ عَائِشَةُ.

✧✧ ابن شہاب بیان کرتے ہیں' میں نے عبدالرحمٰن بن ابوبکر کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے' میں نے جس بھی فقیہہ کو دیکھا ہے وہ یہی کہتا ہے کہ یہاں مراد وہی ہے جو سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کی ہے۔

**241**-حَدَّثَنَا يُوْنُسُ قَالَ: اَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ اَنَّ مَالِكًا اَخْبَرَهُ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّهُ قَالَ: اِذَا طَلَّقَ الرَّجُلُ امْرَاَتَهُ، فَدَخَلَتْ فِى الدَّمِ مِنَ الْحَيْضَةِ الثَّالِثَةِ، فَقَدْ بَرِئَتْ مِنْهُ، وَبَرِءَ مِنْهَا وَلَا تَرِثُهُ وَلَا يَرِثُهَا.

✧✧ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نخعی کے حوالے سے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا یہ بیان نقل کرتے ہیں' جب کوئی شخص اپنی بیوی کو طلاق

239- اخرجه مالك فى الطلاق حديث 54

دے دے اور وہ تیسرے حیض کے خون میں داخل ہو جائے تو وہ عورت شوہر سے لاتعلق ہو جائے گی اور وہ شوہر اس عورت سے لاتعلق ہو جائے گا وہ عورت اس مرد کی وارث نہیں بنے گی اور وہ مرد اس عورت کا وارث نہیں بنے گا۔

**242**-حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ دَاوُد، قَالَ: ثنا حَجَّاجُ بْنُ اِبْرَاهِیمَ الْاَزْرَقُ قَالَ: اَخْبَرَنَا سُفْیَانُ عَنِ الزُّهْرِیِّ، عَنْ سُلَیْمَانَ بْنِ یَسَارٍ، عَنْ زَیْدِ بْنِ ثَابِتٍ قَالَ: (اِذَا طَعَنَتْ "اَیْ دَخَلَتْ" الْمُطَلَّقَةُ فِی الْحَیْضَةِ الثَّالِثَةِ، فَقَدْ بَرِئَتْ مِنْهُ وَبَرِءَ مِنْهَا) .

✧✧ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' جب طلاق یافتہ عورت تیسرے حیض کے خون میں داخل ہو جائے تو وہ مرد سے لاتعلق ہو جائے گی اور مرد اس سے لاتعلق ہو جائے گا۔

**243**-حَدَّثَنَا یُوْنُسُ، قَالَ: ثنا سُفْیَانُ، فَذَکَرَ بِاِسْنَادِهٖ مِثْلَهٗ .

✧✧ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

**244**-حَدَّثَنَا یُوْنُسُ، قَالَ: اَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، قَالَ: حَدَّثَنِیْ ابْنُ اَبِیْ ذِئْبٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، قَالَ: قَضٰی زَیْدُ بْنُ ثَابِتٍ، فَذَکَرَ مِثْلَهٗ .

قَالَ ابْنُ شِهَابٍ: وَاَخْبَرَنِیْ بِذٰلِکَ عُرْوَةُ عَنْ عَائِشَةَ .

✧✧ ابن شہاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے یہ فیصلہ دیا تھا اس کے بعد انہوں نے حسب سابق ذکر کیا ہے۔

ابن شہاب بیان کرتے ہیں' عروہ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے یہی بات مجھے بتائی ہے۔

**245**-حَدَّثَنَا ابْنُ مَرْزُوْقٍ، قَالَ: ثنا وَهْبٌ، قَالَ: ثنا شُعْبَةُ، عَنْ عَبْدِ رَبِّهٖ بْنِ سَعِیْدٍ، عَنْ نَافِعٍ، اَنَّ مُعَاوِیَةَ کَتَبَ اِلٰی زَیْدِ بْنِ ثَابِتٍ یَسْاَلُهٗ، فَکَتَبَ (اِنَّهَا اِذَا دَخَلَتْ فِی الْحَیْضَةِ الثَّالِثَةِ، فَقَدْ بَانَتْ مِنْهُ)

قَالَ نَافِعٌ: وَکَانَ ابْنُ عُمَرَ یَقُوْلُهٗ .

✧✧ نافع بیان کرتے ہیں' حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو خط لکھا اور ان سے اس بارے میں دریافت کیا: تو حضرت زید رضی اللہ عنہ نے انہیں جواب میں لکھا کہ جب عورت تیسرے حیض میں داخل ہو جائے تو وہ شوہر سے الگ ہو جائے گی۔ نافع بیان کرتے ہیں' حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بھی یہی فرمایا کرتے تھے۔

قَالُوْا: فَهٰذِهٖ اَقَاوِیْلُ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَرَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ، فِیْ ذٰلِکَ، تَدُلُّ عَلٰی مَا ذَکَرْنَاهُ .

یہ حضرات یہ کہتے ہیں یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام کے فتاویٰ ہیں اس بارے میں جو اس بات پر دلالت کرتے ہیں جو ہم نے ذکر کی ہے۔

قِیْلَ لَهُمْ: هٰذَا لَوْ لَمْ یَخْتَلِفْ اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ ذٰلِکَ، فَاَمَّا اِذَا اخْتَلَفُوْا فِیْهِ،

فَقَالَ بَعْضُهُمْ مَا ذَكَرْتُمْ .

وَقَالَ اٰخَرُوْنَ مِنْهُمْ بِخِلَافِ ذٰلِكَ، لَمْ يَجِبْ بِمَا ذَكَرْتُمْ لَكُمْ حُجَّةٌ فَمِمَّا رُوِىَ خِلَافُ مَا احْتَجُّوْا بِهٖ مِنْ هٰذِهِ الْاٰثَارِ الْمَذْكُوْرَةِ عَمَّنْ رُوِيَتْ عَنْهُ مِنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الدَّالَّةِ عَلٰى اَنَّ الْاَقْرَاءَ غَيْرُ الْاَطْهَارِ .

ان کو یہ جواب دیا جائے گا یہ اس صورت میں ہوسکتا تھا جب اس بارے میں نبی اکرم ﷺ کے اصحاب کے درمیان کوئی اختلاف نہ ہوتا لیکن جب ان کے درمیان اس بارے میں اختلاف ہوگیا اوران میں سے بعض نے وہ بات بیان کی جوتم نے ذکر کی ہے اور دیگر حضرات نے اس کے برعکس بات بیان کی تو تم نے جو بات ذکر کی ہے اب وہ تمہارے حق میں دلیل نہیں بن سکتی۔ ان حضرات نے جن مذکورہ روایات کو دلیل کے طور پر پیش کیا ہے اس کے برعکس جو روایات نقل کی گئی ہیں جو نبی اکرم ﷺ کے اصحاب سے منقول ہیں کہ ''اقراء'' سے مراد طہر کی بجائے (حیض ہوتا ہے)

**246** -حَدَّثَنَا يُوْنُسُ، قَالَ ثنا سُفْيَانُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ اَبِىْ طَالِبٍ، قَالَ: زَوْجُهَا اَحَقُّ بِهَا مَا لَمْ تَغْتَسِلْ مِنَ الْحَيْضَةِ الثَّالِثَةِ .

✧✧ حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' عورت کا شوہر عورت کا زیادہ حقدار ہوگا جب تک وہ عورت تیسرے حیض کے بعد غسل نہیں کرلیتی۔

**247** -حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ شَيْبَةَ، قَالَ: ثنا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ، قَالَ: ثنا سُفْيَانُ بْنُ سَعِيْدٍ، عَنْ مَنْصُوْرٍ، عَنْ اِبْرَاهِيْمَ، عَنْ عَلْقَمَةَ اَنَّ رَجُلًا طَلَّقَ امْرَاَتَهٗ فَحَاضَتْ حَيْضَتَيْنِ، فَلَمَّا كَانَتِ الثَّالِثَةُ وَدَخَلَتِ الْمُغْتَسَلَ، اَتَاهَا زَوْجُهَا فَقَالَ (قَدْ رَاجَعْتُكِ ثَلَاثًا) فَارْتَفَعَا اِلٰى عُمَرَ، فَاَجْمَعَ عُمَرُ، وَعَبْدُ اللّٰهِ عَلٰى اَنَّهٗ اَحَقُّ بِهَا، مَا لَمْ تَحِلَّ لَهَا الصَّلٰوةُ، فَرَدَّهَا عُمَرُ عَلَيْهِ .

✧✧ علقمہ بیان کرتے ہیں' ایک شخص نے اپنی بیوی کو طلاق دیدی۔ اس عورت کو دو مرتبہ حیض آگیا جب تیسرا حیض آیا تو وہ عورت غسل خانے میں داخل ہوئی تو اس کا شوہر اس کے پاس آیا اور اس سے تین مرتبہ یہ کہا کہ میں تم سے رجوع کرتا ہوں۔ یہ معاملہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے پیش ہوا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے متفقہ طور پر یہ فیصلہ دیا اس عورت کا شوہر اس سے رجوع کرنے حق رکھتا ہے۔ جب تک وہ عورت نماز کے لئے حلال نہ ہوجاتی۔ (یعنی غسل مکمل نہ کرلیتی) تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس عورت کو اس شوہر کے ساتھ رہنے دیا۔

**248** -حَدَّثَنَا يُوْنُسُ قَالَ: ثنا ابْنُ وَهْبٍ، اَنَّ مَالِكًا اَخْبَرَهٗ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، كَانَ يَقُوْلُ: اِذَا طَلَّقَ الْعَبْدُ امْرَاَتَهٗ ثِنْتَيْنِ، فَقَدْ حَرُمَتْ عَلَيْهِ، حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ، حُرَّةً كَانَتْ اَوْ اَمَةً، وَعِدَّةُ الْحُرَّةِ ثَلَاثُ حِيَضٍ، وَعِدَّةُ الْاَمَةِ حَيْضَتَانِ .

✧✧ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: جب کوئی غلام اپنی بیوی کو دو طلاقیں دے دے تو وہ عورت اس کے لئے

حرام ہو جائے گی یہاں تک کہ وہ دوسری شادی کر لے۔ خواہ وہ عورت آزاد ہو یا کنیز ہو اور آزاد عورت کی عدت تین حیض ہوگی اور کنیز کی عدت دو حیض ہوگی۔

قَالَ اَبُوْ جَعْفَرٍ: فَهٰذَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، وَهُوَ الَّذِیْ رَوٰی عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَوْلَهُ لِعُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ (فَتِلْكَ الْعِدَّةُ الَّتِیْ اَمَرَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ اَنْ تُطَلَّقَ لَهَا النِّسَاءُ) لَمْ يَدُلَّهُ ذٰلِكَ عَلٰى اَنَّ الْاَقْرَاءَ الْاَطْهَارُ، اِذَا كَانَ قَدْ جَعَلَهَا الْحَيْضَ.

امام ابوجعفر طحاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ہیں اور یہ وہی شخصیت ہیں جنہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ فرمان روایت کیا ہے جو آپ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا تھا کہ یہ وہ عدت ہے جس کے حساب سے اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو طلاق دینے کا حکم دیا ہے اس روایت کے ذریعے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے یہ معنی مراد نہیں لیا کہ یہاں اقراء سے مراد طہر ہے کیونکہ انہوں نے اس سے مراد حیض لیا ہے۔

**249**- حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ دَاوُد، قَالَ: ثنا الْوَهْبِیُّ، قَالَ: ثنا مُحَمَّدُ بْنُ رَاشِدٍ، عَنْ مَكْحُوْلٍ اَنَّهُ قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ، فَذَكَرَ لَهُ سُلَيْمَانُ بْنُ يَسَارٍ اَنَّ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ كَانَ يَقُوْلُ: اِذَا طَلَّقَ الرَّجُلُ امْرَاَتَهُ فَرَاَتْ اَوَّلَ قَطْرَةٍ مِنْ دَمٍ مِنْ حَيْضَتِهَا الثَّالِثَةِ، فَلَا رَجْعَةَ لَهُ عَلَيْهَا.

✧✧ مکحول بیان کرتے ہیں: جب وہ مدینہ منورہ آئے تو سلیمان بن یسار نے ان سے تذکرہ کیا کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ یہ فرمایا کرتے تھے کہ جب کوئی شخص اپنی بیوی کو طلاق دے دے اور عورت تیسرے حیض کے خون کا پہلا قطرہ دیکھ لے تو اب مرد کو رجوع کی گنجائش نہیں ہوگی۔

قَالَ: فَسَاَلْتُ عَنْ ذٰلِكَ بِالْمَدِيْنَةِ، فَبَلَغَنِیْ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ، وَمُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ، وَاَبَا الدَّرْدَاءِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ، كَانُوْا يَجْعَلُوْنَ لَهُ عَلَيْهَا الرَّجْعَةَ، حَتّٰى تَغْتَسِلَ مِنَ الْحَيْضَةِ الثَّالِثَةِ.

راوی کہتے ہیں میں نے اس بارے میں مدینہ منورہ میں دریافت کیا: تو مجھے پتہ چلا کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کے نزدیک ایسی صورت میں مرد کو عورت کے ساتھ رجوع کرنے کا حق حاصل ہوگا اور اس وقت تک ہوگا کہ جب تک وہ تیسرے حیض کے بعد غسل نہ کر لے۔

**250**- حَدَّثَنَا يُوْنُسُ، قَالَ: ثنا ابْنُ وَهْبٍ، قَالَ: اَخْبَرَنِیْ يُوْنُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، قَالَ: اَخْبَرَنِیْ قَبِيْصَةُ بْنُ اَبِیْ ذُؤَيْبٍ اَنَّهُ سَمِعَ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ يَقُوْلُ (الطَّلَاقُ اِلَى الرَّجُلِ، وَالْعِدَّةُ اِلَى الْمَرْاَةِ، اِنْ كَانَ الرَّجُلُ حُرًّا، وَكَانَتِ الْمَرْاَةُ اَمَةً، فَثَلَاثُ تَطْلِيْقَاتٍ، وَالْعِدَّةُ: عِدَّةُ الْاَمَةِ حَيْضَتَانِ وَاِنْ كَانَ عَبْدًا، وَامْرَاَتُهُ حُرَّةً، طَلَّقَ طَلَاقَ الْعَبْدِ تَطْلِيْقَتَيْنِ، وَاعْتَدَّتْ عِدَّةَ الْحُرَّةِ ثَلَاثَ حِيَضٍ).

---

**250**- روی الحدیث بلفظ: "طلاق الامة تطیتقان وعدتها حیضتان لا اخرجه ابو داؤد فی الطلاق باب **6**' والترمذی فی الطلاق باب **7** وابن ماجه فی الطلاق باب **30**' والدارمی فی الطلاق باب **18,17**' و مالك فی الطلاق حدیث **91,69** و احمد فی المسند **117/6**

✧✧ ابن شہاب بیان کرتے ہیں' قبیصہ بن ابوذویب نے مجھے بتایا کہ انہوں نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا طلاق کا معاملہ مرد کے حوالے سے ہوگا اور عدت عورت کے حوالے سے ہوگی اگر مرد آزاد ہو اور عورت کنیز ہو تو وہ تین طلاقیں دے گا لیکن عورت کنیزوں کی طرح دو حیض تک عدت بسر کرے گی اور اگر مرد غلام ہو اور عورت آزاد ہو تو غلام دو طلاقیں دے گا اور عورت آزاد عورت کی طرح تین حیض تک عدت گزارے گی۔

فَلَمَّا جَاءَ هٰذَا الِاخْتِلَافُ عَنْهُمْ،

ثَبَتَ اَنَّـهُ لَا يُـحْتَـجُّ فِـيْ ذٰلِكَ بِـقَـوْلِ اَحَـدٍ مِنْهُمْ، لِاَنَّهُ مَتٰى احْتَجَّ مُحْتَجٌّ فِيْ ذٰلِكَ بِقَوْلِ بَعْضِهِمْ، احْتَجَّ مُخَالِفٌ عَلَيْهِ بِقَوْلٍ مِثْلِهٖ، فَارْتَفَعَ ذٰلِكَ كُلُّهُ اَنْ يَكُوْنَ فِيْهِ حُجَّةٌ لِاَحَدِ الْفَرِيقَيْنِ عَلَى الْفَرِيقِ الْاٰخَرِ .

وَكَـانَ مِـنْ حُـجَّةِ مَنْ جَعَلَ الْاَقْرَاءَ الْحَيْضَ عَلٰى مُخَالِفِهٖ اَنْ قَالَ: فَاِذَا كَانَتِ الْاَقْرَاءُ الْاَطْهَارَ، فَاِذَا طَلَّقَ الرَّجُلُ الْمَرْاَةَ وَهِيَ طَاهِرَةٌ، فَـحَـاضَـتْ بَعْدَ ذٰلِكَ بِسَاعَةٍ، فَحُسِبَ ذٰلِكَ لَهَا قُرْءٌ مَعَ قُرْاَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ، كَانَتْ عِـدَّتُهَا قُـرْاَيْـنِ وَبَـعْـضَ قُرْءٍ، وَاِنَّمَا قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ (ثَلَاثَةَ قُرُوْءٍ) فَكَانَ مِنْ حُجَّةِ مَنْ ذَهَبَ اِلٰى اَنَّ الْاَقْرَاءَ الْاَطْهَارُ فِيْ ذٰلِكَ اَنْ قَـالَ (فَـقَـدْ قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ (اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَعْلُوْمَاتٌ) فَكَانَ ذٰلِكَ عَلٰى شَهْرَيْنِ وَبَعْضِ شَهْرٍ، فَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا الْاَقْرَاءَ الثَّلَاثَةَ عَلٰى قُرْاَيْنِ وَبَعْضِ قُرْءٍ .

فَكَانَ مِنْ حُجَّتِنَا عَلَيْهِمْ فِيْ ذٰلِكَ اَنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ قَالَ فِي الْاَقْرَاءِ ثَلَاثَةَ قُرُوْءٍ، وَلَمْ يَقُلْ فِي الْحَجِّ ثَلَاثَةُ اَشْهُرٍ، وَاِنْ قَـالَ فِـيْ ذٰلِكَ ثَلَاثَةُ اَشْهُـرٍ فَـاَجْـمَـعُـوا اَنَّ ذٰلِكَ عَـلٰـى شَهْـرَيْنِ وَبَعْضِ شَهْرٍ، ثَبَتَ بِذٰلِكَ مَا قَالَ الْمُخَالِفُ لَنَا، وَلٰكِنَّهُ اِنَّمَا قَالَ اَشْهُرٌ، وَلَمْ يَقُلْ ثَلَاثَةٌ .

فَـاَمَّـا مَـا حَـصَـرَهُ بِـالثَّلَاثَةِ، فَـقَـدْ حَـصَـرَهُ بِعَدَدٍ مَعْلُوْمٍ، فَلَا يَكُوْنُ اَقَلَّ مِنْ ذٰلِكَ الْعَدَدِ، كَمَا اَنَّهُ لَمَّا قَالَ (وَاللَّآئِيْ يَئِسْنَ مِنَ الْمَحِيْضِ مِنْ نِسَائِكُمْ اِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلَاثَةُ اَشْهُرٍ وَّاللَّآئِيْ لَمْ يَحِضْنَ) .

جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے یہ اختلاف سامنے آ گیا تو یہ بات ثابت ہوگئی کہ اس بارے میں کسی ایک کے قول کو حجت کے طور پر پیش نہیں کیا جا سکتا کیونکہ جب کوئی ایک شخص کسی ایک کے قول کو حجت کے طور پر پیش کرے گا تو اس کا مخالف اسی کی مانند (کسی اور صحابی کے قول کو) اس کے مقابلے میں پیش کر دے گا اور یہ نہیں ہو سکے گا کہ دونوں فریقوں میں سے کسی ایک کی دلیل کے طور پر اس میں سے کچھ لیا جا سکے جو دوسرے فریق کے خلاف ہو جن حضرات نے قروء سے مراد حیض لیا ہے ان کی مخالف فریق کے خلاف دلیل یہ ہے کہ اگر قروء سے مراد طہر لیا جائے اور پھر کوئی شخص اپنی بیوی کو طلاق دے دے اور وہ عورت طہر کی حالت میں ہو اور اس کے ایک لمحے بعد اسے حیض آ جائے تو وہ اس قروء (طہر کو) اس کے بعد آنے والے دو طہر کے ہمراہ اس عورت کی عدت قرار دیں گے یوں دو قروء پورے ہو جائیں گے اور ایک قروء کا کچھ حصہ ہوگا جبکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: (عورت کی عدت) تین قروء ہے۔

جو حضرات یہ کہتے ہیں کہ قروء سے مراد طہر ہے تو وہ اس بارے میں دلیل یہ پیش کرتے ہیں' اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: "الحج اشھر معلومات" (حج طے شدہ مہینوں میں ہوتا ہے) حالانکہ یہ دو مہینے اور ایک مہینہ کا کچھ حصہ ہوتا ہے اور اسی طرح ہم

تین قروء کو دو قروء اور ایک قروء کا کچھ حصہ قرار دے سکتے ہیں۔ ان سب کے خلاف ہماری دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قروء میں تین قروء کا ذکر کیا ہے جبکہ حج میں تین مہینوں کا ذکر نہیں کیا اگر اس نے یہاں پر تین مہینوں کا ذکر کیا ہوتا اور تمام لوگوں کا اتفاق ہوتا کہ دو مہینے اور ایک مہینہ کا کچھ حصہ اس میں شامل ہے تو اس کے ذریعے وہ بات ثابت ہو جاتی جو ہمارے مخالف نے بیان کی ہے پھر اللہ تعالیٰ نے صرف مہینوں کا ذکر کیا ہے اور تین نہیں کہا اس لئے تین کے ساتھ اس کا حصر کرنا ایک معین عدد کے ساتھ اس کا حصر ہوگا اور اس مخصوص عدد سے کم کرنا جائز نہیں ہوگا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

''اور تمہاری عورتوں میں سے جو حیض سے مایوس ہو چکی ہوں اگر تمہیں شک ہو تو ان کی عدت تین ماہ ہوگی اور ان کی بھی جنہیں حیض نہ آیا ہو''۔

فَحَصَرَ ذٰلِكَ بِالْعَدَدِ، فَلَمْ يَكُنْ ذٰلِكَ عَلٰى اَقَلَّ مِنْ ذٰلِكَ الْعَدَدِ، فَكَذٰلِكَ لَمَّا حَصَرَ الْاَقْرَاءَ بِالْعَدَدِ، فَقَالَ (ثَلَاثَةَ قُرُوْءٍ) فَلَمْ يَكُنْ ذٰلِكَ عَلٰى اَقَلَّ مِنْ ذٰلِكَ الْعَدَدِ.

اس میں معین عدد کے ذریعے حصر کیا گیا ہے اب اس عدد سے کم کرنا درست نہیں ہوگا اور اس طرح جب قروء کو معین عدد کے ذریعے حصر کیا گیا اور فرمایا گیا کہ تین قرء تو اب اس مخصوص تعداد سے کم کرنا صحیح نہیں ہوگا۔

وَكَانَ مِنْ حُجَّةِ مَنْ ذَهَبَ اِلٰى اَنَّ الْاَقْرَاءَ الْاَطْهَارُ اَيْضًا اَنْ قَالَ: لَمَّا كَانَتِ الْهَاءُ تَثْبُتُ فِي عَدَدِ الْمُذَكَّرِ فَيُقَالُ (ثَلَاثَةُ رِجَالٍ) وَتَنْتَفِيْ مِنْ عَدَدِ الْمُؤَنَّثِ، فَيُقَالُ (ثَلَاثُ نِسْوَةٍ) فَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى (ثَلَاثَةَ قُرُوْءٍ) فَاَثْبَتَ الْهَاءَ، ثَبَتَ اَنَّهُ اَرَادَ بِذٰلِكَ مُذَكَّرًا، وَهُوَ الطُّهْرُ لَا الْحَيْضُ.

جو حضرات یہ کہتے ہیں کہ قروء سے مراد طہر ہے وہ یہ دلیل پیش کرتے ہیں لفظ ''ۃ'' مذکر عدد میں ثابت ہوتا ہے یعنی یہ کہا جاتا ہے کہ ''ثلاثه رجال'' اور مونث عدد میں ختم ہو جاتی ہے یعنی یہ کہا جاتا ہے ''ثلاث نسوه'' اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: ''ثلاثة قروء'' تو اللہ تعالیٰ نے یہاں پر ''ۃ'' کو باقی رہنے دیا ہے جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے ذریعے مذکر قرار دیا ہے اور وہ طہر ہے حیض نہیں ہے۔

فَكَانَ مِنَ الْحُجَّةِ عَلَيْهِمْ فِيْ ذٰلِكَ اَنَّ الشَّيْءَ اِذَا كَانَ لَهُ اسْمَانِ، اَحَدُهُمَا مُذَكَّرٌ وَّالْاٰخَرُ مُؤَنَّثٌ، فَاِنْ جُمِعَ بِالْمُذَكَّرِ اُثْبِتَتِ الْهَاءُ، وَاِنْ جُمِعَ بِالْمُؤَنَّثِ اُسْقِطَتِ الْهَاءُ.

مِنْ ذٰلِكَ اَنَّكَ تَقُوْلُ (هٰذَا ثَوْبٌ، وَهٰذِهِ مِلْحَفَةٌ) فَاِنْ جَمَعْتَ بِالثَّوْبِ قُلْتَ (ثَلَاثَةُ اَثْوَابٍ) وَاِنْ جَمَعْتَ بِالْمِلْحَفَةِ قُلْتَ (ثَلَاثُ مَلَاحِفَ) وَكَذٰلِكَ (هٰذِهِ دَارٌ، وَّهٰذَا مَنْزِلٌ) لِشَيْءٍ وَّاحِدٍ.

فَكَانَ الشَّيْءُ قَدْ يَكُوْنُ وَاحِدًا يُسَمّٰى بِاسْمَيْنِ مُخْتَلِفَيْنِ اَحَدُهُمَا مُذَكَّرٌ، وَالْاٰخَرُ مُؤَنَّثٌ فَاِذَا جُمِعَ بِالْمُذَكَّرِ، فُعِلَ فِيْهِ كَمَا يُفْعَلُ فِيْ جَمْعِ الْمُذَكَّرِ فَاُثْبِتَتِ الْهَاءُ، وَاِنْ جُمِعَ بِالْمُؤَنَّثِ، فُعِلَ فِيْهِ كَمَا يُفْعَلُ فِيْ جَمْعِ الْمُؤَنَّثِ، فَاُسْقِطَتِ الْهَاءُ.

فَكَذٰلِكَ الْحَيْضَةُ وَالْقُرْءُ، هُمَا اسْمَانِ بِمَعْنًى وَّاحِدٍ، وَهُوَ الْحَيْضَةُ فَاِنْ جُمِعَ بِالْحَيْضَةِ، سَقَطَتِ الْهَاءُ،

فَقِيلَ: ثَلَاثُ حِيَضٍ، وَإِنْ جُمِعَ بِالْقُرْءِ، ثَبَتَتِ الْهَاءُ فَقِيلَ (ثَلَاثَةَ قُرُوءٍ) وَذَلِكَ كُلُّهُ، اسْمَانِ لِشَيْءٍ وَّاحِدٍ، فَانْتَفَى بِذَلِكَ مَا ذَكَرْنَا مِمَّا احْتَجَّ بِهِ الْمُخَالِفُ لَنَا.

ان لوگوں کے خلاف اس بارے میں یہ دلیل پیش کی جائے گی کہ جب ایک ہی چیز کے دو معنی ہوں تو ان میں سے ایک مذکر ہو اور دوسرا مونث ہو تو اگر اسے مذکر کے طور پر جمع کے ساتھ ذکر کیا جائے گا تو اس میں ''ۃ'' باقی رہے گی اور اگر اسے مونث کے طور پر جمع کے طور پر ذکر کیا جائے گا تو اس میں ''ۃ'' کو گرا دیا جائے گا یعنی تم یہ کہو گے ''ھذا ثوب'' اور ''ھذہ'' ملحفۃ لیکن اگر ثوب کی جمع لائی جائے گی تو تم کہو گے ''ثلاث اثواب'' اور اگر ملحفۃ کی جمع لائی جائے گی تو تم کہو گے ''ثلاث ملاحف'' اسی طرح ''ھذہ دار'' اور ''ھذا منزل'' یہ ایک ہی شے کے لئے استعمال ہوتا ہے لہٰذا بعض اوقات کوئی چیز ایک ہوتی ہے لیکن اس کے نام دو مختلف ہوتے ہیں ان میں سے ایک مذکر ہوتا ہے اور ایک مونث ہوتا ہے اور جب اسے مذکر کے طور پر جمع کی صورت میں لایا جائے گا تو اس میں وہ فعل لایا جائے گا جس طرح مذکر لایا جاتا ہے اور اس میں ''ۃ'' برقرار رہے گی اور اگر اسے مونث کے طور پر لایا جائے گا تو اس میں وہی عمل کیا جائے گا جو جمع مونث میں کیا جاتا ہے اور اس میں ''ۃ'' گر جائے گی۔ اسی طرح حیض اور قروء ہے۔ ان دونوں کا معنی ایک ہی ہے اور وہ حیض ہی ہے لیکن اگر اسے لفظ ''حیض'' کے ساتھ لایا جائے گا تو اس میں ''ۃ'' گر جائے گی اور کہا جائے گا ''ثلاث حیض'' لیکن اگر اسے لفظ قروء کے ساتھ لایا جائے گا تو اس میں ''ۃ'' برقرار رہے گی اور کہا جائے گا ''ثلاثۃ قروءٍ'' یہ حکم ان تمام کے لئے ہوگا جو ایک ہی چیز کے لئے ہوں اور اس کے ذریعے اس چیز کی نفی ہو جاتی ہے جو ہم نے اس سے پہلے ذکر کی تھی جس کے ذریعے ہمارے مخالف نے حجت پیش کی تھی۔

وَأَمَّا وَجْهُ هَذَا الْبَابِ مِنْ طَرِيقِ النَّظَرِ، فَإِنَّا قَدْ رَأَيْنَا الْأَمَةَ جُعِلَ عَلَيْهَا فِي الْعِدَّةِ، نِصْفُ مَا جُعِلَ عَلَى الْحُرَّةِ.

فَكَانَتِ الْأَمَةُ إِذَا كَانَتْ مِمَّنْ لَا تَحِيضُ، كَانَ عَلَيْهَا نِصْفُ عِدَّةِ الْحُرَّةِ، إِذَا كَانَتْ مِمَّنْ لَا تَحِيضُ، وَذَلِكَ شَهْرٌ وَّنِصْفٌ فَإِذَا كَانَتْ مِمَّنْ تَحِيضُ جُعِلَ عَلَيْهَا - بِاتِّفَاقِهِمْ - حَيْضَتَانِ، وَأُرِيدَ بِذَلِكَ نِصْفُ مَا عَلَى الْحُرَّةِ؛ وَلِهَذَا قَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: بِحَضْرَةِ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (لَوْ قَدِرْتُ أَنْ أَجْعَلَهَا حَيْضَةً وَنِصْفًا، لَفَعَلْتُ).

فَلَمَّا كَانَ مَا عَلَى هَذِهِ الْأَمَةِ هُوَ الْحَيْضَ لَا الْأَطْهَارَ، وَذَلِكَ نِصْفُ مَا عَلَى الْحُرَّةِ، ثَبَتَ أَنَّ مَا عَلَى الْحُرَّةِ أَيْضًا، هُوَ مِنْ جِنْسِ مَا عَلَى الْأَمَةِ، وَهُوَ الْحَيْضُ لَا الْأَطْهَارُ.

فَثَبَتَ بِذَلِكَ قَوْلُ الَّذِينَ ذَهَبُوا فِي الْقُرْءِ إِلَى أَنَّهَا الْحَيْضُ، وَانْتَفَى قَوْلُ مُخَالِفِهِمْ،

جہاں تک غور و فکر کے اعتبار سے اس مسئلے کی تحقیق کا تعلق ہے تو ہم نے یہ دیکھا ہے کہ کنیز کی عدت آزاد عورت کی عدت سے نصف قرار دی گئی ہے اگر وہ کنیز ایسی ہو جسے حیض نہ آتا ہو تو اس کی عدت آزاد عورت کی عدت سے نصف ہوگی جسے حیض نہ آتا ہو اور وہ ڈیڑھ مہینے ہوگی اگر وہ کنیز ایسی ہو جسے حیض آتا ہو تو علماء کا اتفاق ہے کہ اس کی عدت دو حیض ہوگی اور اس سے مراد آزاد عورت کی

عدت کا نصف ہوگا۔ اسی لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کی موجودگی میں یہ کہا تھا: اگر میں یہ کر سکتا تو ڈیڑھ حیض کو اس کی عدت قرار دیتا تو جب اس کنیز کی عدت حیض کے حساب سے ہے طہر کے حساب سے نہیں۔ اور اس کی عدت آزاد عورت کی عدت کا نصف ہے تو اس سے یہ ثابت ہو گیا کہ جو آزاد عورت پر لازم ہوگی وہی صورت ہوگی جو اس پر لازم ہوئی تھی تو یہ حیض ہے طہر نہیں ہے اس کے ذریعے ان لوگوں کا قول ثابت ہو گیا جو اس بات کے قائل ہیں کہ قروء سے مراد حیض ہے اور ان کے مخالفین کی نفی ہو گئی۔

وَهٰذَا قَوْلُ اَبِیْ حَنِیْفَةَ، وَاَبِیْ یُوْسُفَ، وَمُحَمَّدٍ .

اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ اس بات کے قائل ہیں۔

وَقَدْ رُوِیَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِیْ عِدَّةِ الْاَمَةِ،

کنیز کی عدت کے بارے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی حدیث منقول ہے۔

**251**-مَا حَدَّثَنَا اِبْرَاهِیْمُ بْنُ مَرْزُوْقٍ، قَالَ: ثنا اَبُوْ عَاصِمٍ، عَنِ ابْنِ جُرَیْجٍ، عَنْ مُّظَاهِرِ بْنِ اَسْلَمَ، عَنِ الْقَاسِمِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (تَعْتَدُّ الْاَمَةُ حَیْضَتَیْنِ، وَتَطْلُقُ تَطْلِیْقَتَیْنِ) .

فَدَلَّ ذٰلِكَ اَیْضًا عَلٰی مَا ذَكَرْنَا .

✧✧ قاسم' سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کنیز دو حیض تک عدت گزارے گی اور اسے دو طلاقیں دی جائیں گی۔

یہ بھی اس بات پر دلالت کرتا ہے جس کا ہم ذکر کر چکے ہیں۔

**252**-وَقَدْ حَدَّثَنَا یَزِیْدُ بْنُ سِنَانٍ، قَالَ: ثنا الصَّلْتُ بْنُ مَسْعُوْدٍ الْجَحْدَرِیُّ، عَنْ عُمَرَ بْنِ شَبِیْبٍ الْمُسْلِیِّ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عِیْسَی، عَنْ عَطِیَّةَ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، مِثْلَهٗ

فَدَلَّ ذٰلِكَ اَیْضًا عَلٰی مَا ذَكَرْنَا، وَبِاللّٰهِ التَّوْفِیْقُ .

✧✧ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے اسی کی مانند ذکر کرتے ہیں۔

یہ اس بات کی دلیل ہے کہ جو ہم نے ذکر کیا ہے (وہی موقف درست ہے) باقی اللہ تعالیٰ کی مدد سے توفیق مل سکتی ہے۔

## لفظ قروء سے مراد حیض یا طہر ہونے اختلاف فقہاء کا بیان

حافظ ابن کثیر شافعی دمشقی لکھتے ہیں کہ ان عورتوں کو جو خاوندوں سے مل چکی ہوں اور بالغہ ہوں، حکم ہو رہا ہے کہ طلاق کے بعد تین حیض تک رکی رہیں پھر اگر چاہیں تو اپنا نکاح دوسرا کر سکتی ہیں، ہاں چاروں اماموں نے اس میں لونڈی کو مخصوص کر دیا ہے وہ دو حیض عدت گزارے کیونکہ لونڈی ان معاملات میں آزاد عورت سے آدھے پر ہے لیکن حیض کی مدت کا ادھورا ٹھیک نہیں بیٹھتا، اس لئے وہ دو حیض گزارے۔ ایک حدیث میں یہ بھی ہے کہ لونڈی کی طلاقیں بھی دو ہیں اور اس کی عدت بھی دو حیض ہیں۔ (ابن جریر)

لیکن اس کے راوی حضرت مظاہر ضعیف ہیں، یہ حدیث ترمذی، ابوداؤد اور ابن ماجہ بھی ہے۔ امام حافظ دار قطنی فرماتے ہیں

گو اس کی نسبت بھی امام دارقطنی یہی فرماتے ہیں کہ یہ حضرت عبداللہ کا اپنا قول ہی ہے۔ اسی طرح خود خلیفۃ المسلمین حضرت فاروق اعظم سے مروی ہے، بلکہ صحابہ میں اس مسئلہ میں اختلاف ہی نہ تھا، ہاں بعض سلف سے یہ بھی مروی ہے کہ عدت کے بارے میں آزاد اور لونڈی برابر ہے، کیونکہ آیت اپنی عمومیت کے لحاظ سے دونوں کو شامل ہے اور اس لئے بھی کہ یہ فطری امر ہے لونڈی اور آزاد عورت اس میں یکساں ہیں۔

محمد بن سیرین اور بعض اہل ظاہر کا یہی قول ہے لیکن یہ ضعیف ہے۔ ابن ابی حاتم کی ایک غریب سند والی روایت میں ہے کہ حضرت اسماء بن یزید بن سکن انصاریہ کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی ہے، اس سے پہلے طلاق کی عدت نہ تھی۔ سب سے پہلے عدت کا حکم ان ہی کی طلاق کے بعد نازل ہوا۔ قروء کے معنی میں سلف خلف کا برابر اختلاف رہا ہے۔ ایک قول تو یہ ہے کہ اس سے مراد طہر یعنی پاکی ہے۔ حضرت عائشہ کا یہی فرمان ہے چنانچہ انہوں نے اپنی بھتیجی حضرت عبدالرحمٰن کی بیٹی حفصہ کو جبکہ وہ تین طہر گزار چکیں اور تیسرا حیض شروع ہوا تو حکم دیا کہ وہ مکان بدل لیں۔

حضرت عروہ نے جب یہ روایت بیان کی تو حضرت عمرہ نے جو صدیقہ کی دوسری بھتیجی ہیں، اس واقعہ کی تصدیق کی اور فرمایا کہ لوگوں نے حضرت صدیقہ پر اعتراض بھی کیا تو آپ نے فرمایا اقراء سے مراد طہر ہیں (موطا مالک) بلکہ موطا میں ابوبکر بن عبدالرحمٰن کا تو یہ قول بھی مروی ہے کہ میں نے سمجھدار علماء فقہاء کو قروء کی تفسیر طہر سے ہی کرتے سنا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر بھی یہی فرماتے ہیں کہ جب تیسرا حیض شروع ہوا تو یہ اپنے خاوند سے بری ہوگی اور خاوند اس سے الگ ہوا۔ (موطا)

امام مالک فرماتے ہیں ہمارے نزدیک بھی مستحق امر یہی ہے۔ ابن عباس، زید بن ثابت، سالم، قاسم، عروہ، سلیمان بن یسار، ابوبکر بن عبدالرحمٰن، ابان بن عثمان، عطاء، قتادہ، زہری اور باقی ساتوں فقہاء کا بھی یہی قول ہے۔ امام مالک، امام شافعی کا بھی یہی مذہب ہے۔ داؤد اور ابوثور بھی یہی فرماتے ہیں:

امام احمد سے بھی ایک روایت اسی طرح کی مروی ہے اس کی دلیل ان بزرگوں نے قرآن کی اس آیت سے بھی نکالی ہے کہ آیت (فطلقوهن لعدتهن) یعنی انہیں عدت میں یعنی طہر میں پاکیزگی کی حالت میں طلاق دو، چونکہ جس طہر میں طلاق دی جاتی ہے وہ بھی گنتی میں آتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ آیت مندرجہ بالا میں بھی قروء سے مراد حیض کے سوا کی یعنی پاکی کی حالت ہے، اسی لئے یہ حضرات فرماتے ہیں کہ جہاں تیسرا حیض شروع ہوا اور عورت نے اپنے خاوند کی عدت سے باہر ہوگئی اور اس کی کم سے کم مدت جس میں اگر عورت کہے کہ اسے تیسرا حیض شروع ہوگیا ہے تو اسے سچا سمجھا جائے۔ بتیس دن اور دو لحظہ ہیں، عرب شاعروں کے شعر میں بھی یہ لفظ طہر کے معنی میں مستعمل ہوا ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد تین حیض ہیں، اور جب تک تیسرے حیض سے پاک نہ ہولے تب تک وہ عدت ہی میں ہے۔

بعض نے غسل کر لینے تک کہا ہے اور اس کی کم سے کم مدت تینتیس دن اور ایک لحظہ ہے اس کی دلیل میں ایک تو حضرت عمر فاروق کا یہ فیصلہ ہے کہ ان کے پاس ایک مطلقہ عورت آئی اور کہا کہ میرے خاوند نے مجھے ایک یا دو طلاقیں دی تھیں پھر وہ میرے پاس اس وقت آیا جبکہ اپنے کپڑے اتار کر دروازہ بند کیے ہوئے تھی (یعنی تیسرے حیض سے نہانے کی تیاری میں تھی تو فرمائے کیا حکم

ہے یعنی رجوع ہو جائے گا یا نہیں؟) آپ نے فرمایا میرا خیال تو یہی ہے رجوع ہو گیا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود نے اس کی تائید کی۔

حضرت صدیق اکبر، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت ابو درداء، حضرت عبادہ بن صامت، حضرت انس بن مالک، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت معاذ، حضرت ابی بن کعب، حضرت ابوموسیٰ اشعری، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی یہی مروی ہے۔ سعید بن مسیب، علقمہ، اسود، ابراہیم، مجاہد، عطاء، طاؤس، سعید بن جبیر، عکرمہ، محمد بن سیرین، حسن، قتادہ، شعبی، ربیع، مقاتل بن حیات، سدی، مکحول، ضحاک، عطاء خراسانی بھی یہی فرماتے ہیں:

امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کا بھی یہی مذہب ہے۔ امام احمد سے بھی زیادہ صحیح روایت میں یہی مروی ہے آپ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بڑے بڑے صحابہ کرام سے یہی مروی ہے۔ ثوری، اوزاعی، ابن ابی لیلیٰ، ابن شیرمہ، حسن بن صالح، ابوعبید اور اسحٰق بن راہویہ کا قول بھی یہی ہے۔ ایک حدیث میں بھی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ بن ابی جیش سے فرمایا تھا نماز کو اقراء کے دنوں میں چھوڑ دو۔ پس معلوم ہوا کہ قروء سے مراد حیض ہے لیکن اس حدیث کا ایک راوی منذر مجہول ہے جو مشہور نہیں۔ ہاں ابن حبان اسے ثقہ بتاتے ہیں۔

امام ابن جریر فرماتے ہیں لغتاً قرء کہتے ہیں ہر اس چیز کے آنے اور جانے کے وقت کو جس کے آنے جانے کا وقت مقرر ہو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس لفظ کے دونوں معنی ہیں حیض کے بھی اور طہر کے بھی اور بعض اصولی حضرات کا یہی مسلک ہے واللہ اعلم۔ اصمعی بھی فرماتے ہیں کہ قرء کہتے ہیں وقت کو ابوعمر بن علاء کہتے ہیں عرب میں حیض کو اور طہر کو دونوں کو قرء کہتے ہیں۔ ابوعمر بن عبدالبر کا قول ہے کہ زبان عرب کے ماہر اور فقہاء کا اس میں اختلاف ہی نہیں کہ طہر اور حیض دونوں کے معنی قرء کے ہیں البتہ اس آیت کے معنی مقرر کرنے میں ایک جماعت اس طرف گئی اور دوسری اس طرف۔ (مترجم کی تحقیق میں بھی قرء سے مراد یہاں حیض لینا ہی بہتر ہے) پھر فرمایا ان کے رحم میں جو ہو اس کا چھپانا حلال نہیں حمل ہو تو اور حیض آئے تو۔ پھر فرمایا اگر انہیں اللہ اور قیامت پر ایمان ہو، اس میں دھمکایا جا رہا ہے کہ حق کیخلاف نہ کہیں اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس خبر میں ان کی بات کا اعتبار کیا جائے گا کیونکہ اس پر کوئی بیرونی شہادت قائم نہیں کی جا سکتی اس لئے انہیں خبردار کر دیا گیا کہ عدت سے جلد نکل جانے کیلئے (حیض نہ آیا ہو) اور کہہ نہ دیں کہ انہیں حیض آ گیا یا عدت کو بڑھانے کیلئے (حیض) آیا مگر اسے چھپا نہ لیں اسی طرح حمل کی بھی خبر کر دیں۔

پھر فرمایا کہ عدت کے اندر اس شوہر کو جس نے طلاق دی ہے لوٹا لینے کا پورا حق حاصل ہے جبکہ طلاق رجعی ہو یعنی ایک طلاق کے بعد اور دو طلاقوں کے بعد، باقی رہی طلاق بائن یعنی تین طلاقیں جب ہو جائیں تو یاد رہے کہ جب یہ آیت اتری ہے تب تک طلاق بائن ہی نہیں بلکہ اس وقت تک جب چاہے طلاق ہو جائے سب رجعی تھیں طلاق بائن تو پھر اسلام کے احکام میں آئی کہ تین اگر ہو جائیں تو اب رجعت کا حق نہیں رہے گا۔ جب یہ بات خیال میں رہے گی تو علماء اصول کے اس قاعدے کا ضعف بھی معلوم ہو جائے گا کہ ضمیر لوٹانے سے پہلے کے عام لفظ کی خصوصیت ہوتی ہے یا نہیں اس لئے کہ اس آیت کے وقت دوسری شکل تھی ہی نہیں، طلاق کی ایک ہی صورت تھی واللہ اعلم۔ پھر فرماتا ہے کہ جیسے ان عورتوں پر مردوں کے حقوق ہیں ویسے ہی ان عورتوں کے مردوں پر بھی حقوق ہیں۔ ہر ایک کو دوسرے کا پاس و لحاظ عمدگی سے رکھنا چاہئے۔

صحیح مسلم شریف میں حضرت جابر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے اپنے خطبہ میں فرمایا لوگو عورتوں کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہو تم نے اللہ کی امانت کہہ کر انہیں لیا ہے اور اللہ کے کلمہ سے ان کی شرمگاہوں کو اپنے لئے حلال کیا ہے، عورتوں پر تمہارا یہ حق ہے کہ وہ تمہارے فرش پر کسی ایسے کو نہ آنے دیں جس سے تم ناراض ہو اگر وہ ایسا کریں تو انہیں مارو لیکن مار ایسی نہ ہو کہ ظاہر ہو، ان کا تم پر یہ حق ہے کہ انہیں اپنی بساط کے مطابق کھلاؤ پلاؤ پہناؤ اوڑھاؤ، ایک شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ ہماری عورتوں کے ہم پر کیا حق ہیں، آپ نے فرمایا جب تم کھاؤ تو اسے بھی کھلاؤ جب تم پہنو تو اسے بھی پہناؤ، اس کے منہ پر نہ مارو اسے گالیاں نہ دو، اس سے روٹھ کر اور کہیں نہ بھیج دو، ہاں گھر میں رکھو، اسی آیت کو پڑھ کر حضرت ابن عباس فرمایا کرتے تھے کہ میں پسند کرتا ہوں کہ اپنی بیوی کو خوش کرنے کیلئے بھی اپنی زینت کروں جس طرح وہ مجھے خوش کرنے کیلئے اپنا بناؤ سنگار کرتی ہے۔

پھر فرمایا کہ مردوں کو ان پر فضیلت ہے، جسمانی حیثیت سے بھی اخلاقی حیثیت سے بھی، مرتبہ کی حیثیت سے بھی حکمرانی کی حیثیت سے بھی، خرچ اخراجات کی حیثیت سے بھی دیکھ بھال اور نگرانی کی حیثیت سے بھی، غرض دنیوی اور اخروی فضیلت کے ہر اعتبار سے، جیسے اور جگہ ہے آیت (اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَاءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّبِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ ،(34) یعنی مرد عورتوں کے سردار ہیں اللہ تعالیٰ نے ایک کو ایک پر فضیلت دے رکھی ہے اور اس لئے بھی کہ یہ مال خرچ کرتے ہیں۔ پھر فرمایا اللہ تعالیٰ اپنے نافرمانوں سے بدلہ لینے پر غالب ہے اور اپنے احکام میں حکمت والا۔

(تفسیر ابن کثیر، سورہ بقرہ، بیروت)

## قرء بمعنی حیض کی اشارۃ النص سے دلیل کا بیان

امام ابوالبرکات عبداللہ بن احمد نسفی لکھتے ہیں کہ ثَلٰثَةَ قُرُوْءٍ۔ (تین حیض) قرٗ جمع قرء یا قروء کی اور اس کا معنی حیض ہے۔ اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ دعی الصلوۃ ایام اقرائک (دارقطنی)

تو نماز اپنے حیض کے ایام کی مقدار چھوڑ دو۔ اسی طرح یہ ارشاد طلاق الامۃ تطلیقتان وعدتھا حیضتان ۔

(ابوداؤد و ترمذی)

آپ نے طہران نہیں فرمایا اور سورۃ الطلاق آیت نمبر ۴ والّٰئی یئسن من المحیض من نساء کم ان ار تبتم فعدتھن ثلاثۃ اشھر ۔ میں اشہر کو حیض کے قائم مقام قرار دیا گیا۔ اطہار کو قائم مقام قرار نہیں دیا گیا۔ (پس گویا اشارۃ النص سے اس معنی کی تاکید ہوگئی) ان نصوص کے علاوہ دلائل عقلیہ۔

## اس معنی کے تین دلائل عقلیہ:

دلیل عقلی نمبر ۱: عدت کا مقصود استبراء رحم ہے حیض سے رحم کا استبراء حاصل ہوتا ہے نہ کہ طہر سے اسی بناء پر بالاتفاق لونڈی کے لئے استبراء ایک حیض سے حاصل ہوتا ہے۔

نمبر ۲- اگر طہر مراد لیا جائے جیسا کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے تو عدت دو قرء اور تیسرے کے کسی قدر حصہ سے ختم

ہو جائے پس تین کی عددیت حاصل نہ ہوئی کیونکہ جب کوئی شخص اپنی بیوی کو طہر کے آخر میں طلاق دے تو وہ حیض امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں عدت میں پورا شمار کیا جاتا ہے۔ اور وہ اگر اس کو حیض کے آخر میں طلاق دے تو ہمارے ہاں وہ حیض گنتی میں نہ آئے گا اور یہ ظاہر بات ہے کہ تین ایک خاص عدد ہے جو تین سے کم پر بولا نہیں جاتا۔

نمبر۳-محاورۂ عرب ہے اقرات المراۃ جبکہ اس کو حیض آئے اور امراۃ مقری حائضہ عورت

## نحوی تحقیق کا بیان

نحو: ثلاثۃ منصوب ہے کیونکہ مفعول بہ ہے یعنی یتربصن ثلاثۃ قروء نمبرا-یا ظرفیت کی وجہ سے منصوب ہے یعنی یتربصن مدۃ ثلاثۃ قروء نمبر۲-یعنی وہ روکیں اپنے کو مدت تین حیض کے گزرنے تک۔ تمیز جمع کثرت ہے نہ جمع قلت جو کہ اقراء ہے کیونکہ اتساعاً یہ جمعیت میں مشترک ہیں۔ شاید قروء کا لفظ قرء کی جمع کے طور پر اقراء سے زیادہ استعمال ہوتا ہے پس اس کو قلیل الاستعمال پر ترجیح دے کر ذکر کیا گیا۔ کیونکہ قلیل الاستعمال بمنزلہ مہمل کے ہے۔ (تفسیر مدارک التنزیل، سورہ بقرہ، بیروت)

## لفظ قرؤ سے متعلق اہل لغت وفقہاء کی تصریحات کا بیان

امام ابوعبداللہ قرطبی لکھتے ہیں کہ قولہ تعالیٰ: (آیت) والمطلقت یتربصن بانفسھن ثلثۃ قروء . اس میں پانچ مسائل ہیں۔

مسئلہ نمبر: (۱) قولہ تعالیٰ: (آیت) والمطلقت . جب اللہ تعالیٰ نے ایلاء کا ذکر فرمایا اور بلاشبہ اس میں طلاق واقع ہو جاتی ہے، تو اللہ تعالیٰ نے طلاق ہو جانے کے بعد عورت کے حکم کو بیان فرمایا۔

ابو داود اور نسائی کی کتاب میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ نے ارشاد باری تعالیٰ (آیت) والمطلقت یتربصن بانفسھن ثلثۃ قروء . الآیہ کے بارے میں فرمایا کہ آدمی جب اپنی بیوی کو طلاق دے دے تو وہی اس کا زیادہ حقدار ہے اور اگر وہ اسے تین طلاقیں دے تو پس یہ منسوخ ہے۔ (سنن ابی داود، کتاب الطلاق، باب فی نسخ المراجعۃ، جلد۱، صفحہ۲۹۷، وزارت تعلیم) اور فرمایا: (آیت) الطلاق مرتن . الآیہ .

اور (آیت) المطلقت . لفظ عام ہے لیکن اس سے مراد خاص ہے اور وہ ہے مدخول بہا عورتیں اور دخول سے پہلے جس عورت کو طلاق دے دی گئی وہ سورۃ الاحزاب کی آیت کے تحت اس سے خارج ہو گئی۔

(آیت) فمالك علیھن من عدۃ تعتدونھا . (الاحزاب:۴۹)

ترجمہ: پس تمہارے لئے ان پر عدت گزارنا ضروری نہیں جسے تم شمار کرو) اس کا بیان آگے آئے گا اور اسی طرح حاملہ عورت اس ارشاد کے ساتھ اس سے خارج ہو گئی۔

(آیت) واولات الاحمال اجلھن ان یضعن حملھن . (الطلاق:۴)

ترجمہ: اور حاملہ عورتوں کی میعاد ان کے بچے جننے تک ہے)

اور اقراء سے مقصود استبرا ہے، بخلاف عدت وفات کے کہ وہ عبادت ہے۔ (المحرر الوجیز، جلد۱، صفحہ۳۰۴ دار الکتب العلمیہ) اور وہ

صغیرہ جسے ابھی تک حیض نہ آئے اور وہ کبیر جو نا امیدی کی عمر کو پہنچ جائے، اللہ تعالیٰ نے ان کی عدت مہینے مقرر کی ہے جیسا کہ آگے آئے گا۔

اور ایک قوم نے کہا ہے: بلاشبہ المطلقات میں عموم ان تمام کو شامل ہے پھر انہیں منسوخ کر دیا گیا ہے، یہ قول ضعیف ہے، کیونکہ یہ آیت صرف ان عورتوں کے بارے میں ہے جو حائضہ ہیں اور یہی عورتوں کا عرف ہے اور اسی پر ان کا بڑا حصہ ہے۔
(المحرر الوجیز، جلد۱، صفحہ۳۰۲، دار الکتب العلمیہ)

مسئلہ نمبر: (۲) قولہ تعالیٰ: یتربصن ۔ التربص کا معنی انتظار کرنا ہے جیسا کہ ہم پہلے بھی بیان کر چکے ہیں۔ یہ (بظاہر) خبر ہے لیکن اس سے مراد امر ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے: (آیت) والوالدت یرضعن اولادھن ۔ (بقرہ:۲۳۳) اور جمع رجل علیہ ثیابہ، (اور آدمی اپنے اوپر اپنے کپڑے لے) اور حسبک درھم یعنی تو ایک درہم پر اکتفا کر۔ یہ اہل زبان کا قول ہے۔ ان کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے اس میں جو ابن الشجری نے ذکر کیا ہے۔

ابن عربی نے کہا ہے: یہ باطل ہے اور بلاشبہ یہ حکم شریعت کے بارے خبر ہے، پس تو کسی مطلقہ کو پائے کہ وہ انتظار نہیں کرتی تو یہ حکم شریعت کے مطابق نہیں ہے اور اس سے اللہ تعالیٰ کی خبر کا مخبر کے خلاف واقع ہونا لازم نہیں آئے گا (۲) (احکام القرآن للماوردی، جلد۱صفحہ۲۸۸، دار الفکر) اور یہ بھی کہا گیا ہے: اس کا معنی لیتربصن ۔ (یعنی چاہئے کہ وہ انتظار کریں) اور پھر لام کو حذف کر دیا گیا ہے۔

مسئلہ نمبر: (۳) جمہور لوگوں نے قروء۔ فعول کے وزن پر قرأت کی ہے، اس میں لام کلمہ ہمزہ ہے اور حضرت نافع رضی اللہ عنہ سے قرو روایت کیا گیا ہے یعنی واو کے کسرہ اور شد کے ساتھ بغیر ہمزہ کے۔ اور حسن نے قرء قاف کے فتحہ، را کے سکون اور تنوین کے ساتھ پڑھا ہے۔ (۳) (المحرر الوجیز، جلد۱، صفحہ۳۰۲، دار الکتب العلمیہ)

اور قرو، اقرو، اور اقراء کی جمع ہے (۴) (معالم التنزیل، جلد۱، صفحہ۳۰۲، دار الفکر) اور واحد قرء قاف کے ضمہ کے ساتھ ہے۔ اصمعی نے یہی کہا ہے۔ اور ابو زید نے کہا ہے: قری قاف کے فتحہ کے ساتھ ہے اور ان دونوں کے کہا ہے: اقرات المراۃ جب عورت حائضہ ہو جائے فھی مقرء۔ اور اقرات کا معنی طہرت بھی ہے جب وہ پاک ہو جائے۔

اور اخفش نے کہا ہے: اقرات المراۃ (یہ کہا جاتا ہے) جب عورت حیض والی ہو جائے اور جب اسے حیض آئے تو تو کہے گا: قرات، بغیر الف کے۔ کہا جاتا ہے: اقرات المراۃ حیضۃ او حیضتین، (عورت کو ایک حیض آیا یا دو) اور القرء کا معنی حیض کا ختم ہونا بھی ہے اور بعض نے کہا ہے: اس سے مراد وہ ایام ہیں جو دو حیضوں کے درمیان ہوتے ہیں (یعنی طہر) اور اقرات حاجتک: تیری حاجت قریب آ گئی۔ یہ جوہری سے منقول ہے۔ اور ابو عمرو ابن العلاء نے بیان کیا ہے کہ عربوں میں سے بعض حیض کو قرء کا نام دیتے ہیں، بعض طہر کو قرء کہتے ہیں اور ان میں سے بعض دونوں کو ایک ساتھ قرء کہتے ہیں، پس طہر کو حیض کے ساتھ قرء کہا جاتا ہے۔ اسے نحاس نے ذکر کیا ہے۔

مسئلہ نمبر: (۴) اقراء کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے: اہل کوفہ نے کہا ہے: اقراء سے مراد حیض ہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ، حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ، حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ، حضرت قتادہ رضی

اللہ عنہ، حضرت ضحاک رضی اللہ عنہ، حضرت رضی اللہ عنہ، اور حضرت سدی رضی اللہ عنہ، نے یہی کہا ہے۔

(المحرر الوجیز، جلد ا، صفحہ ۳۰۴ دار الکتب العلمیہ)

اور اہل حجاز نے کہا ہے: اقراء سے مراد اطہار ہیں، حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ، حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ، حضرت زہری رضی اللہ عنہ، حضرت ابان بن عثمان رضی اللہ عنہ، اور حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا یہی قول ہے۔ پس جنہوں نے حیض کو قرء کا نام دیا ہے تو انہوں نے رحم میں خون جمع ہونے کی وجہ سے یہ نام رکھا ہے اور جنہوں نے اسے طہر کا اسم قرار دیا ہے تو وہ بدن میں خون جمع ہونے کی وجہ سے ہے اور وہ جو القرء میں اس اصل کو تیرے لئے ثابت کر رہا ہے وہ وقت ہے، کہا جاتا ہے: ھبت الریح لقرئھا و قارئھا ای لوقتھا (یعنی ہوا چلی اپنے وقت کے سبب) شاعر نے کہا ہے:

کرھت العقر عقر بنی شلیل اذا ھبت لقارئھا الریاح (النکت والعیون للماوردی، جلد ا، صفحہ ۲۹۲، موسسۃ الکتب الثقافۃ بیروت) میں نے بنی شلیل کی بستی العقر کو ناپسند کیا جب کہ ہوائیں چلیں اپنے وقت پر۔

اور کہا گیا ہے کہ حیض کے لئے ایک وقت ہے اور طہر کے لئے بھی ایک وقت ہے، کیونکہ یہ دونوں ایک معین وقت کی طرف راجع ہوتے ہیں اور اعشی نے الاطہار کے بارے میں کہا ہے:

افی کل عام انت جاشم غزوۃ تشد لاقصاھا عزیم عزائکا۔

مورثۃ عزا وفی الحی رفعۃ لما ضاع فیھا من قروء نسائکا: (۳) معالم التنزیل، جلد ا، صفحہ ۳۰۳، دار الفکر)

اور ایک دوسرے نے حیض کے بارے میں کہا ہے:

یارب ذی ضغن علی فارض لہ قروء کقروء الحائض: (۴) (المحرر الوجیز، جلد ا، صفحہ ۳۰۴ دار الکتب العلمیہ)

یعنی اس نے اسے نیزہ مارا تو اس کا خون حیض والی عورت کے خون کی طرح تھا۔

اور ایک قوم نے کہا ہے: یہ قرء الماء فی الحوض سے ماخوذ ہے اور اس سے مراد حوض میں پانی کا جمع ہونا ہے۔

(المحرر الوجیز، جلد ا، صفحہ ۳۰۴ دار الکتب العلمیہ)

اور اسی سے القرآن ہے کیونکہ یہ معانی کو مجتمع ہے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اجتماع حروف کی وجہ سے قرآن کہا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے: ماقرات الناقۃ سلی قط۔ یعنی کبھی اس کے پیٹ میں جیلی جمع نہیں ہوئی۔

اور عمرو بن کلثوم نے کہا ہے: ذراعی عیطل ادماء بکر ھجان اللون لم تقرا جنینا۔

(احکام القرآن للجصاص، جلد ا، صفحہ ۳۶۵، دار الکتب العربیۃ بیروت)

تو گویا رحم حیض کے وقت خون کو جمع کرتا ہے اور جسم طہر کے وقت اسے جمع کرتا ہے۔

ابو عمر بن عبد البر نے کہا ہے: اس کا قول جس نے یہ کہا کہ القراء ان کے اس قول سے ماخوذ ہے: قریت الماء فی الحوض (میں نے حوض میں پانی جمع کیا) یہ کوئی شے نہیں ہے، کیونکہ القرء مہموز ہے اور یہ غیر مہموز ہے۔

میں (مفسر) کہتا ہوں: اہل لغت کی نقل کے مطابق یہ صحیح ہے، یعنی جوہری وغیرہ نے یہ کہا ہے اور اس پانی کا نام قری ہے، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ القرء کا معنی ہے الخروج (نکلنا) یا طہر سے حیض کی طرف یا حیض سے طہر کی طرف، اسی بنا پر امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ

نے ایک قول میں کہا ہے: القرء الانتقال من الطهر الى الحيض ، یعنی القرء کا معنی طہر سے حیض کی طرف منتقل ہونا ہے اور وہ حیض سے طہر کی طرف نکلنے کو قرء نہیں کہتے۔ اور اشتقاق کے حکم کے مطابق تو لازم آتا ہے کہ وہ بھی قرء ہو۔ اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد (آیت) والمطلقت يتربصن بانفسهن ثلثة قروء ۔ کا معنی ہوگا تین ادوار یا تین انتقالات اور مطلقہ عورت صرف دو حالتوں سے متصف ہوتی ہے، پس کبھی وہ طہر سے حیض کی طرف منتقل ہوتی ہے اور کبھی حیض سے طہر کی طرف اس کلام کا معنی صحیح ہو جائے گا اور اس کی دلالت طہر اور حیض دونوں پر ہوگی اور یہ اسم مشترک ہوگا۔

اور کہا جاتا ہے: جب یہ ثابت ہو گیا کہ القرء سے مراد انتقال (تبدیل ہونا) ہے تو عورت کا طہر سے حیض کی طرف نکلنا آیت میں بالکل مراد نہیں اور اسی لئے حالت حیض میں طلاق کا ہونا طلاق سنی (سنت والی) نہیں ہے جس کا حکم دیا گیا ہے اور نہ عدت کے لئے وہ طلاق ہے، کیونکہ عدت کے لئے طلاق وہ ہے جو حالت طہر میں ہو اور یہ القرء کے انتقال سے ماخوذ ہونے پر دلالت کرتا ہے اور جب حالت طہر میں طلاق وہ ہے جو حالت طہر میں ہو اور یہ القرء کے انتقال سے ماخوذ ہونے پر دلالت کرتا ہے اور جب حالت طہر میں طلاق سنی ہے تو پھر تقدیر کلام یہ ہوگی: فعدتهن ثلاثة انتقالات ، (پس ان کی عدت تین انتقالات ہیں) ان میں سے پہلا اس طہر سے انتقال ہے جس میں طلاق واقع ہوئی اور وہ انتقال جو حیض سے طہر کی طرف ہے اسے قرء نہیں بنایا گیا، کیونکہ لغت اس پر دلالت نہیں کرتی، لیکن ہمیں دوسری دلیل سے معلوم ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حیض سے طہر کی طرف منتقل ہونے کا ارادہ نہیں کیا ہے اور جب ان دو میں سے ایک معنی مراد بہ ہونے سے خارج ہو گیا تو دوسرا مراد بہ باقی رہ گیا اور وہ ہے طہر سے حیض کی طرف منتقل ہونا، پس اس بنا پر اس کی عدت تین انتقالات ہے، ان میں سے پہلا طہر ہے اور اس معنی کی بنا پر کامل تین اقراء کو پورا کرنا ممکن ہوتا ہے بشرطیکہ طلاق حالت طہر میں ہو اور کسی اعتبار سے اسے مجاز پر محمول کرنے کی ضرورت نہ ہوگی۔

الکیا طبری نے کہا ہے: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب کی انتہائی توجیہ کے لئے یہ گہری نظر ہے اور ممکن ہے کہ ہم اس میں وہ راز ذکر کریں جسے شریعت کی حکمتوں کی باریکیوں میں سے سمجھنا بعید نہ ہوگا اور وہ ہے طہر سے حیض کی طرف منتقل ہونا، اسے قرء کہا گیا ہے کیونکہ یہ براءت رحم پر دلالت کرتا ہے تو چونکہ حاملہ عورت کو اغلباً حیض نہیں آتا پس اسے حیض آنا اس کے لئے برات رحم کی علامت ہے اور حیض سے طہر کی طرف منتقل ہونا اس کے خلاف ہے اور حیض والی عورت کے لئے ممکن ہوتا ہے کہ وہ اپنے حیض کے بعد حاملہ ہو جائے اور جب حمل برقرار رہے اور بچہ قوی ہو جائے تو اس کا خون منقطع ہو جاتا ہے اسی وجہ سے عرب حالت طہر میں اپنی عورتوں کے حمل کے سبب تعریف کرتے ہیں اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح بیان کی۔ شاعر کہتا ہے:

ومبرء من كل غبر حيضة وفساد مرضعة وداء مغيل:

یعنی یہ کہ اس کی ماں اپنے حیض کے باقی ہونے کی صورت میں اس کے ساتھ حاملہ نہیں ہوئی۔

پس یہ وہ ہے جو علماء اور اہل زبان نے القراء کی تاویل میں کہا ہے۔ اور انہوں نے کہا: قرات المراة قرءا ۔ جب وہ (عورت) حائضہ ہو یا پاک ہو۔ اور قرات تب بھی بولا جاتا ہے جب وہ حاملہ ہو اور اس پر انہوں نے اتفاق کیا ہے کہ القرء سے مراد

الوقت ہے اور جب تو کہے: (آیت) والمطلقت یتربصن بانفسھن ثلثة ۔ اوقات، تو آیت عدد میں مفسر ہو جائے گی درآنحالیکہ معدود میں احتمال ہوگا۔ اور پھر معدود کے لئے بیان کی تلاش کسی دوسری آیت میں ضروری ہوگی، پس ہماری دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے: (آیت) فطلقوھن لعدتھن ۔ اور انہیں طلاق دو ان کی عدت کو ملحوظ رکھتے ہوئے۔ اور اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ اسے طہر کے وقت طلاق دینے کے بارے حکم دیا جائے گا پس ضروری ہے کہ وہی (طہر) عدت میں بھی معتبر ہو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: (آیت) فطلقوھن ۔ یعنی تم انہیں ایسے وقت میں طلاق دو جس کے ساتھ عدت گزاری جاتی ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: (آیت) واحصوا العدة ۔ ترجمہ: اور تم عدت کو شمار کرو۔

اس سے مراد وہ ہے جس کے ساتھ مطلقہ عدت گزارتی ہے اور وہ وہ طہر ہے جس میں طلاق دی جاتی ہے۔

اور حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو فرمایا: اسے (یعنی اپنے بیٹے کو) حکم دو کہ وہ اس کی طرف رجوع کرلے پھر اسے چاہیے کہ وہ اسے روکے رکھے یہاں تک کہ وہ (حیض سے) پاک ہو جائے۔ پھر وہ حائضہ ہو پھر وہ پاک ہو پس یہی وہ عدت ہے جس کے بارے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ عورتوں کو اس وقت طلاق دی جائے۔ (صحیح مسلم، کتاب الطلاق، باب تحریم طلاق الحائض، جلد ا، صفحہ ۴۷۶، قدیمی کتب خانہ) اسے مسلم وغیرہ نے روایت کیا ہے۔

(بخاری شریف: باب: کتاب الطلاق، رقم الحدیث: ۴۸۵۰، ضیاء القرآن پبلی کیشنز)

اور یہ اس بیان میں نص ہے کہ طہر کا زمانہ ہی وہ ہے جسے عدت کا نام دیا جاتا ہے اور یہی وہ زمانہ ہے جس میں عورتوں کو طلاق دی جائے گی اور اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ جس نے حالت حیض میں طلاق دی تو وہ اس حیض کو شمار نہ کرے گی اور جس نے حالت طہر میں طلاق دی تو جمہور کے نزدیک وہ اس طہر کو عدت میں شمار کرے گی، پس یہی اولیٰ اور بہتر ہے۔

ابوبکر بن عبدالرحمٰن نے کہا ہے: ہم اپنے فقہاء میں سے کسی کو نہیں جانتے مگر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے قول کے مطابق وہ یہ کہتا ہے کہ اقراء سے مراد اطہار ہیں، پس جب آدمی ایسے طہر میں طلاق دے جس میں اس نے وطی نہ کی تو عورت باقی طہر کو شمار کرلے گی اگرچہ وہ ایک ساعت اور ایک لحظہ ہو، پھر وہ حیض کے بعد دوسرے طہر کی طرف متوجہ ہوگی، پھر دوسرے حیض کے بعد تیسرے کی طرف متوجہ ہوگی، پس جب اس نے تیسرے حیض کا خون دیکھ لیا تو وہ ازواج کے لئے حلال ہوگئی۔ (یعنی وہ نئی شادی کرسکتی ہے) اور عدت سے نکل گئی۔

اور اگر طلاق دینے والے نے ایسے طہر میں طلاق دی جس میں اس نے مباشرت کی تھی تو طلاق ثابت ہو جائے گی اور وہ گنہگار ہوگا اور وہ اس طہر میں سے باقی کے عدت گزارے۔ (المحرر الوجیز، جلد ا، صفحہ ۳۰۴ دار الکتب العلمیہ) اور زہری نے ایسی عورت کے بارے میں کہا ہے جسے طہر کے دوران طلاق دی گئی کہ وہ اس طہر کے باقی دونوں کے سوا تین اطہار کے ساتھ عدت گزارے گی۔

(*) عورت کی عدت حیض کے اعتبار، ائمہ فقہ کا اس میں اختلاف ہے ائمہ احناف کے نزدیک حیض کے اعتبار سے ہے احناف کے دلائل قوی ہیں تفصیل ہدایہ میں دیکھی جاسکتی ہے۔

ابو عمر نے کہا ہے: میں کسی کو نہیں جانتا جس نے یہ کہا ہو کہ الاقراء سے مراد اطہار ہیں۔ یہ ابن شہاب زہری کے علاوہ کوئی کہتا

ہے، کیونکہ انہوں نے کہا ہے وہ طہر جس میں طلاق دی گئی وہ لغو ہو جائے گا پھر وہ عورت تین اطہار کے ساتھ عدت گزارے گی، کیونکہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: (آیت) ثلاثة قروء .

میں (مفسر) کہتا ہوں: اس قول کی بنا پر مطلقہ عورت حلال نہیں ہوتی یہاں تک کہ وہ چوتھے حیض میں داخل ہو جائے اور ابن القاسم اور امام مالک اور آپ کے جمہور اصحاب، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور علمائے مدینہ رحمۃ اللہ علیہم کا قول ہے کہ مطلقہ عورت جب تیسرے حیض کا پہلا نقطہ دیکھے گی تو وہ عصمت (پابندی) سے نکل جائے گی (۱) (المحرر الوجیز، جلد ا، صفحہ ۳۰۵ دار الکتب العلمیہ) یہی حضرت زید بن ثابت، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ابن عمر رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا مذہب ہے۔ اسی طرح امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے بھی کہا ہے اور اسی کی طرف داود بن علی اور ان کے اصحاب گئے ہیں۔

اور زہری کے خلاف دلیل یہ ہے کہ حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے طاہر کی طلاق میں بغیر جماع کے اجازت عطا فرمائی اور اول طہر اور آخر طہر کا ذکر نہ فرمایا۔

اور اشہب نے کہا ہے: عصمت اور میراث منقطع نہیں ہوتیں یہاں تک کہ یہ ثابت ہو جائے کہ یہ دم حیض ہے، تا کہ ایک دفعہ خون کا آنا دم حیض کے سوا کوئی اور نہ ہو۔ (۲) (المحرر الوجیز، جلد ا، صفحہ ۳۰۵ دار الکتب العلمیہ)

علمائے کوفہ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس ارشاد سے استدلال کیا ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فاطمہ بنت ابی حبیش کو اس وقت فرمایا جب اس نے آپ کے پاس خون کی شکایت کی: بے شک وہ ایک رگ ہے پس تو ابھی دیکھ اور جب تجھے دم حیض آئے تو تو نماز نہ پڑھ اور جب حیض کے ایام گزر جائیں تو تو طہارت حاصل کر (غسل کر لے) پھر ایک حیض سے دوسرے حیض تک نمازیں پڑھتی رہ۔ (سنن نسائی، کتاب الطہارۃ، باب ماء الرجل وماء المرأۃ، جلد، صفحہ ۴۵، وزارت تعلیم)

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: (آیت) **والی یئسن من المحیض من نسائکم ان ارتبتم فعدتھن ثلثة اشھر .** (الطلاق:۴)

ترجمہ: اور تمہاری (مطلقہ) عورتوں میں سے جو حیض سے مایوس ہو چکی ہوں اگر تمہیں شبہ ہو تو ان کی عدت تین ماہ ہے۔

پس جس سے اسے ناامید اور مایوس قرار دیا گیا ہے وہ حیض ہے۔ اور یہ اس پر دلیل ہے کہ وہی عدت ہے اور جو اس کا عوض بنایا گیا ہے وہ مہینے ہیں جبکہ وہ معدوم ہو (یعنی حیض نہ آنے کی صورت میں عدت مہینوں کے ساتھ ہوگی) اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی موجودگی میں کہا کہ لونڈی کی عدت دو حیض ہے (یعنی) آزاد عورت کی عدت کا نصف ہے، اور اگر اس پر قدرت رکھتا کہ میں اس کی عدت ایک کامل اور ایک نصف حیض مقرر کر سکوں تو میں کر دیتا اور کسی صحابی نے بھی آپ کی بات کا انکار نہ کیا۔ اور یہ اس پر دلیل ہے کہ یہ ان کی طرف سے اجماع ہے اور یہی دس صحابہ کرام کا قول ہے انہیں میں سے خلفائے اربعہ بھی ہیں۔ اور تیرے لئے وہی کافی ہے جو انہوں نے کہا ہے اور قول باری تعالیٰ: (آیت) **والمطلقت یتربصن بانفسھن ثلثة قروء .** اس پر دلالت کرتا ہے، کیونکہ اس کا معنی یتربصن ثلاثة اقراء ہے اور اس سے مراد کامل تین حیض ہیں اور یہ ممکن نہیں ہو سکتا مگر ہمارے قول کے مطابق کہ اقراء سے مراد حیض ہیں کیونکہ جو کہتے ہیں کہ مراد طہر ہیں وہ جائز قرار دیتے ہیں کہ وہ دو طہر اور

تیسرے کے بعد ایام عدت گزارے، کیونکہ جب اس نے حالت طہر میں طلاق دی تو وہ ان کے نزدیک اس طہر کا بقیہ حصہ عدت گزارے، یہی ایک قرء ہے اور ہمارے نزدیک وہ شروع حیض سے آغاز کرے گی تا کہ اسم (قرء) صادق آجائے اور جب آدمی نے عورت کو ایسے طہر میں طلاق دی جس میں اس نے وطی نہ کی تو وہ متوجہ ہوگی حیض کی طرف پھر حیض کی طرف پھر حیض کی طرف (یعنی وہ تین حیض عدت گزارے گی) اور جب وہ تیسرے حیض سے غسل کرلے تو وہ عدت سے نکل جائے گی۔

میں (مفسر) کہتا ہوں: اسے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد رد کرتا ہے:

(آیت) سخرها عليهم سبع ليال وثمنية ايام (الحاقۃ:۷)

ترجمہ: (اللہ نے مسلط کردیا اسے ان پر (مسلسل) سات رات اور آٹھ دن تک۔

اور ثمانیۃ ایام میں ہاء کو ثابت رکھا ہے، کیونکہ الیوم مذکر ہے اور اسی طرح القرء ہے اور یہ اس پر دلیل ہے کہ یہی مراد ہے۔

اور امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے ہمارے ساتھ اس میں موافقت کی ہے کہ عورت کو جب حالت حیض میں طلاق دی جائے کہ وہ اس حیض کو عدت میں شمار نہ کرے گی جس میں اسے طلاق دی گئی اور نہ ہی اس طہر کو جو اس حیض کے بعد ہوگا، بلکہ وہ عدت کا آغاز اس حیض سے کرے گی جو طہر کے بعد ہوگا اور ہمارے نزدیک وہ طہر سے عدت شروع کرے گی، جیسا کہ ہم نے بیان کردیا ہے۔

اور اہل لغت نے جائز قرار دیا ہے کہ وہ بعض کو کل کے نام سے تعبیر کریں، جیسے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: (آیت) الحج اشهر معلومٰت اور اس سے مراد شہران (دو مہینے) اور تیسرے کے بعض ایام ہیں۔ (احکام القرآن لابن العربی، جلد ۱، صفحہ ۱۸۵، دار الفکر)

اور اسی طرح اللہ تعالیٰ کا ارشاد: (آیت) ثلثة قروء ہے۔ واللہ اعلم۔

اور جو یہ کہتے ہیں کہ قرء سے مراد حیض ہیں ان میں سے بعض نے کہا ہے جب وہ تیسرے حیض سے پاک ہو جائے تو غسل کے بعد اس کی عدت گزر گئی اور رجعت کا حق باطل ہوگیا۔ (۲) (المحرر الوجیز، جلد ۱، صفحہ ۳۰۴ دار الکتب العلمیہ) حضرت سعید بن جبیر، طاوس، ابن شبرمہ اور امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہم نے یہی کہا ہے۔

اور شریک نے کہا ہے: جب عورت غسل میں بیس برس تک کوتاہی کرے گی تو اس کے خاوند کو اس پر رجعت کا حق حاصل رہے گا جب تک وہ غسل نہ کرلے۔

اور اسحاق بن راہویہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا: جب تیسرے حیض میں عورت میں عیب پڑ گیا تو وہ جدا ہو جائے گی اور خاوند کے لئے رجوع کا حق منقطع ہو جائے گا، مگر یہ کہ عورت کے لئے شادی کرنا حلال نہیں ہوگی، یہاں تک کہ وہ اپنے حیض سے غسل کرلے اور اسی طرح حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے اور یہ قول ضعیف ہے۔ اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے:

(آیت) فاذا بلغن اجلهن فلاجناح عليكم فيما فعلن في انفسهن بالمعروف ۔(البقرۃ:۲۳۴)

ترجمہ: اور جب پہنچ جائیں اپنی (اس) مدت کو تو کوئی گناہ نہیں تم پر اس میں جو کریں وہ اپنی ذات کے بارے میں

مناسب طریقے سے۔

اور رہا وہ جو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا ہے کہ طہر سے حیض کی طرف نفس انتقال کو قرء کا نام دیا جاتا ہے اور اس کا فائدہ عورت پر عدت کو کم کرنا ہے اور وہ اس طرح کہ جب وہ عورت کو اس کے طہر کی آخری ساعت میں طلاق دے پھر وہ حیض میں داخل ہو جائے تو وہ اسے ایک قرء شمار کر لے گی اور تیسرے طہر سے منتقل ہوتے ہی عصمت منقطع ہو گئی اور وہ حلال ہو جائے گی۔ واللہ اعلم۔

مسئلہ نمبر: (۵) جمہور علماء کا نظریہ یہ ہے کہ وہ لونڈی جسے حیض آتا ہے جب اس کا خاوند اسے طلاق دے تو اس کی عدت دو حیض ہوگی۔ اور ابن سیرین سے روایت کیا گیا ہے کہ انہوں نے کہا: میں لونڈی کی عدت کو آزاد عورت کی عدت کی طرح ہی دیکھتا ہوں مگر یہ کہ اس میں کوئی سنت جاری ہو چکی ہو، کیونکہ سنت زیادہ حق رکھتی ہے کہ اس کی اتباع کی جائے۔

اور الاصم عبدالرحمٰن بن کیسان، داود بن علی اور اہل ظاہر کی ایک جماعت نے کہا ہے: بے شک طلاق اور وفات کی عدت مہینوں اور حیضوں کے ساتھ ہے اس سے متعلقہ آیات لونڈی اور آزاد عورت کے حق میں عام ہیں، پس آزاد اور لونڈی کی مدت برابر ہے۔

(تفسیر قرطبی، سورہ بقرہ، بیروت)

# بَابُ الْمُطَلَّقَةِ طَلَاقًا بَائِنًا مَاذَا لَهَا عَلٰى زَوْجِهَا فِيْ عِدَّتِهَا

## باب 4: وہ عورت جسے طلاق بائنہ دی گئی ہو اس کی عدت کے دوران اس کے شوہر پر اسے (کیا ادا کرنا) لازم ہوگا

**253**- حَدَّثَنَا صَالِحُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْاَنْصَارِيُّ، قَالَ: ثنا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ، قَالَ: ثنا هُشَيْمٌ، قَالَ: ثنا مُغِيرَةُ، وَحُصَيْنٌ، وَاَشْعَثُ، وَاِسْمَاعِيلُ بْنُ اَبِيْ خَالِدٍ، وَدَاوُد، وَيَسَارٌ وَّمُجَالِدٌ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، قَالَ: (دَخَلْتُ عَلٰى فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ بِالْمَدِيْنَةِ، فَسَاَلْتُهَا عَنْ قَضَاءِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْهَا.

قَالَتْ: طَلَّقَنِي زَوْجِي الْبَتَّةَ فَخَاصَمْته اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي السُّكْنٰى وَالنَّفَقَةِ، فَلَمْ يَجْعَلْ لِي سُكْنٰى وَلَا نَفَقَةً وَاَمَرَنِي اَنْ اَعْتَدَّ فِيْ بَيْتِ ابْنِ مَكْتُومٍ.

وَقَالَ مُجَالِدٌ فِيْ حَدِيْثِهٖ: يَا ابْنَةَ قَيْسٍ اِنَّمَا النَّفَقَةُ وَالسُّكْنٰى عَلٰى مَنْ كَانَ لَهُ الرَّجْعَةُ).

✧✧ حدیث: شعبی بیان کرتے ہیں' میں سیدہ فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کی خدمت میں' مدینہ منورہ میں' حاضر ہوا' تو میں نے ان سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے' ان کے بارے میں' فیصلے کے بارے میں دریافت کیا' تو انہوں نے بتایا میرے شوہر نے مجھے طلاق بتہ دے دی تھی میں یہ مقدمہ لے کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی جو رہائش اور خرچ کے بارے میں تھا تو آپ نے مجھے رہائش کا حق نہیں دیا اور خرچ کا بھی نہیں دیا آپ نے مجھے یہ ہدایت کی کہ میں ابن ام مکتوم کے ہاں عدت بسر کروں۔

**253**: اخرجه مسلم في الطلاق حديث **42**' والنسائي في الطلاق باب **70**' **72** والترمذي في الطلاق **5**' والنكاح باب **38** واحمد في المسند **416, 413/6**

مجاہد نامی راوی نے اپنی روایت میں یہ الفاظ نقل کئے ہیں: قیس کی صاحبزادی! خرچ اور رہائش اس مرد پر لازم ہوتا ہے جسے رجوع کرنے کا حق ہو۔

## عدت کے معنی و مفہوم کا بیان

لغت میں عدت کے معنی ہیں شمار کرنا اور اصطلاح شریعت میں عدت اسے کہتے ہیں کہ جب کسی عورت کو اس کا خاوند طلاق دے دے یا خلع وایلاء وغیرہ کے ذریعہ نکاح یا نکاح جیسی چیز مثلاً نکاح فاسد ٹوٹ جائے بشرطیکہ اس نکاح میں جماع یا خلوت صحیحہ ہو چکی ہو یا شوہر مر جائے تو وہ مقررہ مدت کہ جس کی تفصیل آگے آئے گی) گھر میں رکی رہے جب تک وہ مدت ختم نہ ہو جائے تب تک نہ کہیں جائے اور نہ کسی دوسرے مرد سے ملاقات کرے جب مدت پوری ہو جائے تو جہاں چاہے جائے اور جس طرح چاہے نکاح کرے۔

## عدت کی مدت کا بیان

جس آزاد عورت کو اس کے خاوند نے طلاق دے دی ہو یا نکاح فسخ ہو گیا ہو اور اس کو حیض آتا ہو تو اس کی عدت کی مدت تین حیض ہے یعنی وہ تین حیض آنے تک شوہر ہی کے گھر میں جہاں طلاق ملی ہو بیٹھی رہے اس گھر سے باہر نہ نکلے اور نہ کسی سے نکاح کرے اسی طرح جس عورت کے ساتھ شبہ میں جماع ہو گیا ہو اس کی عدت کی مدت بھی تین حیض ہے یعنی کسی مرد نے کسی غیر عورت کو اپنی بیوی سمجھ کر دھوکہ سے صحبت کر لی تو اس عورت کو بھی تین حیض آنے تک عدت میں بیٹھنا ہوگا جب تک عدت ختم نہ ہو جائے تب تک وہ اپنے شوہر کو جماع نہ کرنے دے جس عورت کے ساتھ بے قاعدہ یعنی فاسد نکاح ختم ہوا ہو جیسے موقت نکاح اور پھر تفریق کرادی گئی یا تفریق کرانے سے پہلے ہی خاوند مر گیا ہو تو اس عدت کی مدت بھی تین حیض ہے۔ ام ولد جب کہ آزاد کردی جائے یا اس کا مولیٰ مر جائے تو اس کی عدت بھی تین حیض ہیں۔

اگر کسی عورت کو کم سن ہونے کیوجہ سے یا بانجھ ہونے کی وجہ سے اور یا بڑھاپے کی وجہ سے حیض نہ آتا ہو تو اس کی عدت تین مہینہ ہے۔ جس آزاد عورت کا خاوند مر گیا اور اس کی عدت چار مہینہ دس دن ہے خواہ اس عورت سے جماع کیا گیا ہو یا جماع نہ کیا گیا ہو خواہ وہ مسلمان عورت ہو یا مسلمان مرد کے نکاح میں یہودیہ اور نصرانیہ ہو خواہ وہ بالغہ ہو یا نابالغہ اور یا آئسہ ہو خواہ اس کا شوہر آزاد ہو یا غلام ہو اور خواہ اس کی مدت میں اس کو حیض آئے یا نہ آئے۔

حاملہ عورت کی عدت وضع حمل ہے خواہ اس عورت کو اس کے خاوند نے طلاق دی ہو یا اس کا خاوند مر گیا ہو اور خواہ وہ عورت آزاد ہو یا لونڈی ولادت ہوتے ہی اس کی عدت پوری ہو جائے گی اگر چہ خاوند کے طلاق دینے یا خاوند کے مرنے کے کچھ ہی دیر بعد ولادت ہو جائے یہاں تک کہ کتاب مبسوط میں لکھا ہے کہ اگر حاملہ عورت کا شوہر مر گیا ہو اور وہ ابھی تختہ پر نہلایا جا رہا تھا یا کفنایا جا رہا تھا کہ اس عورت کے ولادت ہو گئی تو اس صورت میں بھی اس کی عدت پوری ہو جائے گی۔

جو عورت آزاد ہو یعنی کسی کی لونڈی ہو اور اس کا خاوند اس کو طلاق دے دے تو اس کی عدت دو حیض ہے بشرطیکہ اس کو حیض آتا ہو اور اگر اس کو حیض نہ آتا ہو تو پھر اس کی عدت ڈیڑھ مہینہ ہو گی اور اگر اس کا خاوند مر جائے تو تو اس کی عدت دو مہینے پانچ دن ہو گی

خواہ اس کو حیض آتا ہو یا نہ آتا ہو۔

## عدت کی ابتداء کا وقت

طلاق کی صورت میں عدت کی ابتداء طلاق کے بعد سے ہوگی یعنی طلاق کے بعد جو تین حیض آئیں گے ان کا شمار ہوگا اگر کسی نے حیض کی حالت میں طلاق دی ہوگی تو اس حیض کا شمار نہ ہوگا بلکہ اس کے بعد کے تین حیض کا اعتبار کیا جائے گا اور وفات میں عدت کا شمار شوہر کی وفات کے بعد سے ہوگا اگر عورت کو طلاق یا وفات کی خبر نہیں ہوئی یہاں تک کہ عدت کی مدت گزر گئی تو اس کی عدت پوری ہوگئی۔

**254**-حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ مَيْمُوْنٍ، قَالَ: ثنا الْوَلِيْدُ بْنُ مُسْلِمٍ، عَنِ الْاَوْزَاعِيِّ عَنْ يَحْيَى قَالَ: حَدَّثَنِي اَبُوْ سَلَمَةَ، قَالَ: (حَدَّثَتْنِي فَاطِمَةُ بِنْتُ قَيْسٍ اَنَّ اَبَا عَمْرِو بْنَ حَفْصٍ الْمَخْزُوْمِيَّ طَلَّقَهَا ثَلَاثًا، فَاَمَرَ لَهَا بِنَفَقَةٍ، فَاسْتَقَلَّتْهَا، وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَهُ نَحْوَ الْيَمَنِ.

فَانْطَلَقَ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيْدِ فِيْ نَفَرٍ مِنْ بَنِي مَخْزُوْمٍ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِيْ بَيْتِ مَيْمُوْنَةَ، فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اِنَّ اَبَا عَمْرِو بْنَ حَفْصٍ طَلَّقَ فَاطِمَةَ ثَلَاثًا، فَهَلْ لَهَا نَفَقَةٌ؟ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَيْسَ لَهَا نَفَقَةٌ وَّلَا سُكْنٰى وَاَرْسَلَ اِلَيْهَا اَنْ تَنْتَقِلَ اِلٰى اُمِّ شَرِيْكٍ ثُمَّ اَرْسَلَ اِلَيْهَا اَنَّ اُمَّ شَرِيْكٍ يَأْتِيْهَا الْمُهَاجِرُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ، فَانْتَقِلِي اِلَى ابْنِ اُمِّ مَكْتُوْمٍ، فَاِنَّكِ اِذَا وَضَعْتِ خِمَارَكِ لَمْ يَرَكِ)

✧✧ ابوسلمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں سیّدہ فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا نے مجھے بتایا کہ ابوعمرو بن حفص مخزومی نے انہیں تین طلاقیں دے دیں اور انہیں کچھ خرچ دینے کی ہدایت کی اس خاتون نے اس خرچ کو کچھ کم تصور کیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان صاحب کو یمن بھیج دیا تھا۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ بنو مخزوم کے چند افراد کے ساتھ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت سیّدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں موجود تھے۔ انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! ابوعمرو بن حفص نے اب فاطمہ کو تین طلاقیں دے دی ہیں تو کیا اس عورت کو خرچ کا حق ہوگا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس عورت کو رہائش یا خرچ کا حق نہیں ہوگا پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خاتون کو پیغام بھجوایا کہ تم ام شریک کے گھر منتقل ہو جاؤ پھر آپ نے اسے پیغام بھجوایا کہ ام شریک کے ہاں مہاجرین اولین (بکثرت) آتے ہیں تم ابن ام مکتوم کے ہاں منتقل ہو جاؤ کیونکہ اگر تم نے سر سے چادر اتار دی تو وہ تمہیں نہیں دیکھ سکے گا۔

**255**-حَدَّثَنَا رَبِيْعٌ الْمُؤَذِّنُ، قَالَ: ثنا بِشْرُ بْنُ بَكْرٍ، قَالَ: ثنا الْاَوْزَاعِيُّ، فَذَكَرَ بِاِسْنَادِهٖ مِثْلَهٗ.

✧✧ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

**256**-حَدَّثَنَا بَحْرُ بْنُ نَصْرٍ، قَالَ: قُرِئَ عَلٰى شُعَيْبِ اللَّيْثِ اَخْبَرَكَ اَبُوْكَ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ اَبِيْ اَنَسٍ، عَنْ اَبِيْ

---

**254**: اخرجه مسلم فی الطلاق حدیث **44** وابو داؤد فی الطلاق باب **39** والنسائی فی النکاح باب **21** والطلاق باب **7** واحمد فی المسند **414, 413, 412/6**

**256**: اخرجه مسلم فی الطلاق حدیث **37**

سَلَمَةَ، اَنَّهُ قَالَ: (سَاَلْتُ فَاطِمَةَ بِنْتَ قَيْسٍ، فَاَخْبَرَتْنِي اَنَّ زَوْجَهَا الْمَخْزُومِيَّ طَلَّقَهَا، وَاَنَّهُ اَبَى اَنْ يُنْفِقَ عَلَيْهَا، فَجَاءَ تْ اِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرَتْهُ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا نَفَقَةَ لَكِ، انْتَقِلِي اِلَى ابْنِ اُمِّ مَكْتُومٍ، فَكُوْنِي عِنْدَهُ، فَاِنَّهُ رَجُلٌ اَعْمَى تَضَعِيْنَ ثِيَابَكِ عِنْدَهُ)

✧✧ ابوسلمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' میں نے فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا تو انہوں نے مجھے بتایا کہ ان کے مخزومی شوہر نے انہیں طلاق دے دی اور اس نے انہیں خرچ دینے سے انکار کر دیا وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں آپ کو اس بارے میں بتایا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہیں خرچ نہیں ملے گا تم ابن ام مکتوم کے ہاں منتقل ہو جاؤ اور وہیں رہو کیونکہ وہ نابینا شخص ہیں تم اگر اس کی موجودگی میں (اپنے سر سے چادر وغیرہ) اتار بھی دو (تو کچھ حرج نہیں ہوگا)

## شرح

ابوسلمہ فاطمہ بنت قیس سے نقل کرتے ہیں کہ ابوعمرو بن حفص نے فاطمہ بن قیس کو جوان کی بیوی تھیں تین طلاقیں دیں جب کہ وہ خود موجود نہیں تھے یعنی عمرو کہیں باہر تھے وہیں سے انہوں نے کسی کی زبانی کہلا کر بھیجا کہ میں نے طلاق دی پھر ابوعمرو کے وکیل کارندے نے بطور نفقہ فاطمہ کے پاس کچھ جو بھیجے فاطمہ کے خیال میں جو کی وہ مقدار بہت کم تھی اس لئے وہ اس پر ناراض ہوئیں وکیل نے کہا کہ اللہ کی قسم ہم پر تمہارا کوئی حق نہیں ہے (کیونکہ تمہیں تین طلاقیں مل چکی اس کے نفقہ کا کوئی حکم نہیں ہے اس وقت تمہیں جو کی جو بھی مقدار دی گئی ہے وہ محض احسان وسلوک کے طور پر ہے فاطمہ یہ سن کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ واقعہ بیان کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارا نفقہ ابوعمر پر واجب نہیں ہے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فاطمہ کو یہ حکم دیا کہ وہ ام شریک کے گھر عدت میں بیٹھ جائیں لیکن پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ام شریک کے گھر میں میرے صحابہ جو ام شریک کے عزیز واقارب اور آل اولاد ہیں آتے جاتے ہیں اس لئے ان کے گھر میں تمہارا بیٹھنا مناسب نہیں ہوگا۔

البتہ تم ابن ام مکتوم کے ہاں عدت کے دن گزار لو کیونکہ وہ اندھے ہیں وہاں تم اپنے کپڑے رکھ سکتی ہو اور جب تم حلال ہو جاؤ یعنی تمہاری عدت کے دن پورے ہو جائیں تو مجھے اطلاع کر دینا تاکہ میں تمہارے دوسرے نکاح کی فکر کروں فاطمہ کہتی ہیں کہ پھر جب میں حلال ہوگی تو میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ معاویہ ابن ابی سفیان اور ابوجہم نے میرے پاس نکاح کا پیغام بھیجا ہے (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا رائے ہے؟) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابوجہم کی بات تو یہ ہے کہ وہ اپنی لاٹھی اپنے کاندھے سے کبھی رکھتے ہی نہیں اور معاویہ غریب آدمی ہیں جن کے پاس مال واسباب نہیں ہے لہٰذا میری رائے میں تو مناسب یہ ہے کہ تم اسامہ ابن زید سے نکاح کر لو چنانچہ میں نے اسامہ سے نکاح کر لیا اور اللہ تعالیٰ نے اس نکاح اور اسامہ کی رفاقت میں خیر و برکت عطاء فرمائی اور مجھ پر رشک کیا جانے لگا (یعنی ہم دونوں کی رفاقت اتنی راس آئی اور ہم میں اتنی الفت ومحبت پیدا ہوئی کہ جو بھی دیکھتا مجھ پر رشک کرتا) اور ایک روایت میں یوں ہے کہ فاطمہ کے الفاظ یہ ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابوجہم ایک ایسا مرد ہے جو عورتوں کو بہت مارتا ہے۔ (مسلم)

اور مسلم ہی کی ایک اور روایت میں یوں ہے کہ فاطمہ کے شوہر نے ان کو تین طلاقیں دی تھیں۔ چنانچہ جب وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارا نفقہ تمہارے شوہر کے ذمہ نہیں ہے ہاں اگر تم حاملہ ہوتیں تو اس پر تمہارا نفقہ واجب ہوتا) تشریح: وہاں تم اپنے کپڑے رکھ سکتی ہو کا مطلب یہ ہے کہ ابن ام مکتوم چونکہ نابینا ہیں اس لئے تمہیں وہاں پردے کی احتیاط کرنے کی ضرورت نہیں ہوگی اور اگر یہ ترجمہ کیا جائے کہ وہاں تم اپنے کپڑے رکھ دو تو پھر مطلب یہ ہوگا کہ وہاں تم جب تک عدت میں رہو زینت و آرائش کے کپڑے نہ پہننا یا پھر اس جمہ کے ذریعہ کنایۃً یہ اظہار مقصود تھا کہ ایام عدت میں گھر سے باہر نکلنا جائز نہیں ہے۔

امام نووی فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے بعض علماء نے یہ استدلال کیا ہے کہ عورت کو اجنبی مرد کی طرف دیکھنا جائز ہے بشرطیکہ وہ اجنبی مرد اس کو نہ دیکھے لیکن یہ استدلال کمزور وضعیف ہے اور صحیح وہی بات ہے جو اکثر علماء کا قول ہے کہ جس طرح اجنبی مرد کو اجنبی عورت دیکھنا حرام ہے اسی طرح اجنبی عورت کو بھی اجنبی مرد کی طرف دیکھنا حرام ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جس طرح مردوں کے حق میں یہ حکم دیا ہے کہ آیت (قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ (24۔النور:30) اے محمد آپ مسلمان مردوں سے کہہ دیجئے کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں (آخر آیت تک) اسی طرح عورتوں کے حق میں بھی یہ حکم دیا گیا ہے آیت: (وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ (24۔النور:31) اور مسلمان عورتوں سے بھی یہی کہہ دیجئے کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں (آخر آیت تک) نیز اس سلسلہ میں حضرت ابن ام مکتوم سے متعلق ام المومنین حضرت ام سلمہ کی وہ روایت بھی ایک بڑی واضح دلیل ہے جس میں حضرت ام سلمہ نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ وہ اور حضرت میمونہ آنحضرت کے پاس تھیں کہ اچانک حضرت ابن ام مکتوم آ گئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں سے فرمایا کہ پردہ کرلو حضرت ام سلمہ نے عرض کیا کہ یہ تو نابینا ہیں یہ ہمیں کہاں دیکھ رہے؟ کہ ہم ان سے پردہ کریں اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حدیث (افعمیا وان انتما الستما تبصرانہ) کیا تم دونوں بھی اندھی ہو کیا تم ان کو نہیں دیکھ رہی ہو۔

پھر حضرت فاطمہ کی اس روایت سے یہ کسی طرح ثابت نہیں ہوتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن ام مکتوم کو دیکھنا حضرت فاطمہ کے لئے جائز قرار دیا تھا بلکہ دراصل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد تو صرف یہ ظاہر کرنا تھا کہ تم ابن ام مکتوم کے ہاں امن وحفاظت کے ساتھ رہو گی کیونکہ ان کے ہاں تمہیں کوئی دیکھے گا نہیں اور جہاں تک حضرت فاطمہ کا سوال ہے تو انہیں خود ہی کتاب اللہ کا یہ حکم معلوم تھا کہ اجنبی مرد کو دیکھنا ممنوع ہے اس ل ءان سے یہ کیونکہ ممکن تھا کہ وہ حضرت ابن ام مکتوم کو دیکھتی ہوں گی؟ بہرکیف حضرت فاطمہ کی اس روایت سے بعض علماء نے عورت کو اجنبی مرد کے دیکھنے کا جو جواز ثابت کیا ہے اس کے متعلق اکثر جمہور علماء کی طرف سے یہ جواب دیا جاتا ہے۔

اب رہی بات حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کے فقہی مسلک کی تو یہ ملحوظ رہنا چاہئے کہ ان کے نزدیک اجنبی مرد کو اس کے زیر ناف سے زیر زانو تک کے حصہ کے علاوہ دیکھنا عورت کے لئے جائز ہے بشرطیکہ وہ جنسی ترغیب شہوت سے محفوظ و مامون ہو اگر جنسی ترغیب سے مامون نہ ہو تو پھر اجنبی مرد کے پورے جسم کو دیکھنا اس کے لئے حرام ہوگا۔ ابوجہم اپنی لاٹھی اپنے کندھے سے رکھتے ہی

نہیں اس سے ابوجہم کی تند خوئی اور درست مزاجی کی طرف اشارہ مقصود تھا کہ ابوجہم بہت سخت گیر اور تند خو ہیں۔ وہ عورتوں کو مارتے ہیں ان سے تمہارا نباہ مشکل ہوگا اس سے معلوم ہوا کہ جس شخص کو مرد یا عورت کا کوئی عیب معلوم ہو تو منگنی کے وقت اس کا اظہار کر دینا جائز ہے تا کہ شادی کے بعد وہ دونوں ہی کسی تکلیف اور پریشانی میں مبتلا نہ ہوں۔

فاطمہ نے حضرت اسامہ کے انتخاب کو اس لئے ناپسند کیا کہ وہ اول تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام بیٹے تھے، دوسرا ان کا رنگ سیاہ تھا جبکہ حضرت فاطمہ قریشی تھیں اور خوبصورت بھی تھیں لیکن حضرت اسامہ چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت محبوب تھے اور انہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں ایک مخصوص فضیلت اور تقرب حاصل تھا اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ ان کی سفارش کی جس کے بعد فاطمہ نے بھی انکار کرنا مناسب نہیں سمجھا اور حکم نبوی کے مطابق حضرت اسامہ سے نکاح کر لیا اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے نکاح میں خیر و برکت عطا فرمائی اور ان کو اسامہ کی زوجیت و رفاقت میں چین و آرام نصیب ہوا۔ اس بارے میں علماء کے اختلافی اقوال ہیں کہ جس عورت کو طلاق بائن دی گئی ہو اور وہ حاملہ نہ ہو تو عدت پوری ہونے تک اس کا نفقہ (کھانے پینے اور کپڑے کا خرچ اور سکنی (رہنے کی جگہ) شوہر کے ذمہ ہے یا نہیں؟

چنانچہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور بعض علماء کے نزدیک شوہر پر اس عورت کا نفقہ اور سکنی واجب ہے سکنی تو آیت سے ثابت ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے آیت (اَسْكِنُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ مِّنْ وُّجْدِكُمْ (65۔ الطلاق: 6) تم ان مطلقہ کو اپنی وسعت کے موافق رہنے کا مکان دو جہاں تم رہتے ہو اور نفقہ کے اعتبار سے واجب ہے کہ وہ عورت اسی شوہر کی وجہ سے تمام پابندیوں کے ساتھ عدت میں بیٹھی ہوئی ہے۔ حضرت عمر فاروق بھی اسی کے قائل تھے بلکہ وہ اس حدیث کے بارے میں فرماتے تھے کہ ہم ایک عورت فاطمہ بنت قیس کے کہنے سے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ تمہارا نفقہ اور سکنی تمہارے شوہر کے ذمہ نہیں ہے) کتاب اللہ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو ترک نہیں کر سکتے جس سے نفقہ اور سکنی کا واجب ہونا ثابت ہے ہوسکتا ہے کہ فاطمہ کو اشتباہ ہوا ہو یا نہیں آپ کا اصل ارشاد یاد نہ رہا ہو چنانچہ میں نے خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اس عورت کا نفقہ اور سکنی شوہر کے ذمہ ہے لیکن حضرت ابن ملک کہتے ہیں کہ یہ واقعہ صحابہ کے سامنے پیش آیا تھا ان صحابہ میں سے کسی نے فاطمہ کے قول کی تردید نہیں کی ہے اس لئے یہ بمنزلہ اجماع کے ہوا)

حضرت امام احمد یہ فرماتے ہیں کہ اس عورت کے لئے نہ تو نفقہ واجب ہے اور نہ سکنی اور انہوں نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے حضرت امام مالک حضرت امام شافعی اور بعض علماء یہ فرماتے ہیں کہ اس آیت (اَسْكِنُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ مِّنْ وُّجْدِكُمْ (الطلاق: 6) کے موجب اس عورت کے لئے سکنی واجب ہے نفقہ واجب نہیں ہے ہاں اگر اسے حمل کی حالت میں طلاق دی گئی ہو تو اس حدیث کے مطابق اس کے لئے نفقہ واجب ہوگا۔ اور حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ فاطمہ بنت قیس جس مقام میں رہتی تھی وہ ایک ویران جگہ تھی اور وہاں اس کے بارے میں اندیشہ رہتا تھا اس لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو عدت کے دنوں میں اپنے مکان سے ابن ام مکتوم کے مکان میں منتقل ہونے کی آسانی عطا فرما دی تھی ایک اور روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ حضرت عائشہ نے کہا کہ فاطمہ کو کیا ہوا ہے کہ وہ اللہ سے نہیں ڈرتی؟ اس سے حضرت کی مراد فاطمہ کے اس قول کہ نہ نفقہ واجب ہے اور نہ سکنی کی تردید

کرنا ہے۔(بخاری، مشکوۃ المصابیح، جلد سوم: رقم الحدیث، 521)

حدیث کے ابتدائی الفاظ کا مطلب ہے کہ فاطمہ بنت قیس جس مکان میں رہتی تھیں وہ ایک ویران جگہ میں تھا جہاں ہر وقت چور وغیرہ کا اندیشہ رہتا تھا اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اس مکان سے حضرت ابن ام مکتوم کے مکان میں منتقل ہونے کی اجازت مرحمت فرمادی اور اس بیان سے حضرت عائشہ کا مقصد یہ آگاہ کرنا تھا کہ فاطمہ اپنی عدت کے دنوں میں اپنے خاوند کے گھر کو چھوڑ کر غیر کے گھر میں جو بیٹھی تھیں اس سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ تین طلاقوں والی عورت کے لئے سکنی نہیں ہے اور وہ جہاں چاہے عدت میں بیٹھ جائے بلکہ فاطمہ کا اپنے خاوند کے مکان کو چھوڑ کر ایک دوسرے شخص کے مکان میں عدت گزارنے کا سبب یہ ہے جو بیان کیا گیا ہے۔

دوسری روایت کے الفاظ کا مطلب یہ ہے کہ حضرت فاطمہ بنت قیس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ نقل کیا کرتی تھیں کہ جس عورت کو طلاق بائن دی گئی ہو اس کے لئے نہ تو نفقہ ہے اور نہ سکنی ہے چنانچہ حضرت عائشہ نے ان کی اس بات کی تردید کی اور فرمایا کہ فاطمہ اس قول: نہ نفقہ اور نہ سکنی ہے: کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرتے ہوئے اللہ سے نہیں ڈرتی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح ہرگز نہیں فرمایا ہوگا بلکہ فاطمہ کو غلط فہمی ہوئی ہے۔ گویا اس مسئلہ میں حضرت عائشہ کا بھی وہی مسلک تھا جو حضرت عمر کا تھا اور یہ حدیث حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کے مسلک کی مؤید ہے کہ طلاق بائن والی عورت کے لئے سکنی بھی ہے اور نفقہ بھی ہے۔ اور حضرت سعید ابن مسیب کہتے ہیں کہ فاطمہ کو عدت کے زمانہ میں اس کے خاوند کے گھر سے اس لئے منتقل کر دیا گیا تھا کہ وہ اپنے خاوند کے عزیزوں سے زبان درازی کیا کرتی تھیں۔(شرح السنۃ)

رکھنے کی کوشش کرو اگر اس پر زبانی نصیحت تنبیہ کا کوئی اثر نہ ہو تو پھر اس کو مارو لیکن بے رحمی کے ساتھ نہ مارو بلکہ ہلکے سے اور تھوڑا سا مارو۔

**257**-حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ الْفَرَجِ، قَالَ: ثنا عَمْرُو بْنُ خَالِدٍ، قَالَ: ثنا اللَّيْثُ، فَذَكَرَ بِإِسْنَادِهِ مِثْلَهُ.

✧✧ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

**258**-حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ الْفَرَجِ، قَالَ: ثنا يَحْيَى بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُكَيْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي اللَّيْثُ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ الْمَكِّيِّ أَنَّهُ (سَأَلَ عَبْدَ الْحَمِيدِ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي عَمْرِو بْنِ الْحَفْصِ، عَنْ طَلَاقِ جَدِّهِ أَبِي عُمَرَ، وَفَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ.

فَقَالَ لَهُ عَبْدُ الْحَمِيدِ، طَلَّقَهَا الْبَتَّةَ ثُمَّ خَرَجَ إِلَى الْيَمَنِ، وَوَكَّلَ عَيَّاشَ بْنَ أَبِي رَبِيعَةَ، فَأَرْسَلَ إِلَيْهَا عَيَّاشٌ بِبَعْضِ النَّفَقَةِ فَسَخِطَتْهَا.

فَقَالَ لَهَا عَيَّاشٌ: مَا لَكِ عَلَيْنَا مِنْ نَفَقَةٍ، وَلَا مَسْكَنٍ، فَهَذَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَلِيهِ، فَسَأَلَتْ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَمَّا قَالَ، فَقَالَ: لَيْسَ لَكِ نَفَقَةٌ وَلَا مَسْكَنٌ، وَلَكِنْ مَتَاعٌ بِالْمَعْرُوفِ، اُخْرُجِي عَنْهُمْ.

**258**: اخرجه مسلم فی الطلاق حدیث **36**، وابو داؤد فی الطلاق باب **39**، والنسائی فی النکاح باب **22**، و مالك فی الطلاق حدیث **62**

فَقَالَتْ: أَأَخْرُجُ إِلَى بَيْتِ أُمِّ شَرِيكٍ؟ فَقَالَ لَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ بَيْتَهَا يُوطَأُ انْتَقِلِي إِلَى بَيْتِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أُمِّ مَكْتُومٍ الْأَعْمٰى، فَهُوَ أَوْلٰى).

✧✧ ابوزبیر مکی بیان کرتے ہیں' انہوں نے عبدالحمید بن عبداللہ بن ابوعمرو بن حفص سے ان کے دادا ابوعمرو کے اور (ان کی اہلیہ) فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کی طلاق دینے کے بارے میں دریافت کیا: تو عبدالحمید نے انہیں بتایا کہ انہوں نے اس خاتون کو طلاق بتہ دے دی تھی پھر وہ یمن چلے گئے انہوں نے عیاش بن ابوربیعہ کو وکیل مقرر کیا اور اس خاتون کے پاس کچھ خرچ کے ہمراہ عیاش کو بھیجا تو وہ خاتون اس خرچ پر ناراض ہوگئیں۔ عیاش نے ان سے کہا تمہیں خرچ یا رہائش دینا ہم پر لازم نہیں ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم موجود ہیں تم ان سے دریافت کرسکتی ہو اس خاتون نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس شخص کے قول کے بارے میں دریافت کیا: تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہیں خرچ یا رہائش نہیں ملے گی البتہ مناسب طریقے سے کچھ ادائیگی ہو جائے گی تم ان کے ہاں سے نکل آؤ اس خاتون نے دریافت کیا: کیا میں ام شریک کے ہاں چلی جاؤں؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے کہا: ان کے گھر لوگ بکثرت آتے جاتے ہیں تم عبداللہ بن ام مکتوم نابینا کے گھر منتقل ہو جاؤ یہ زیادہ بہتر ہے۔

**259**-حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ الْفَرَجِ، قَالَ: ثنا يَحْيَى، قَالَ: حَدَّثَنِي اللَّيْثُ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ يَزِيدَ، مَوْلَى الْأَسْوَدِ بْنِ سُفْيَانَ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ نَفْسِهَا، بِمِثْلِ حَدِيثِ اللَّيْثِ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، حَرْفٌ بِحَرْفٍ.

✧✧ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن نے سیّدہ فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کے حوالے سے ان کی اپنی ذات کے بارے میں نقل کی ہے اور یہ لیث کی روایت کی مانند ہے اور حرف بہ حرف ویسے ہی ہے۔

**260**-حَدَّثَنَا يُونُسُ قَالَ: ثنا ابْنُ وَهْبٍ أَنَّ مَالِكًا أَخْبَرَهُ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ يَزِيدَ، مَوْلَى الْأَسْوَدِ بْنِ سُفْيَانَ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ (فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ أَنَّ أَبَا عَمْرِو بْنَ حَفْصٍ طَلَّقَهَا الْبَتَّةَ وَهُوَ غَائِبٌ، فَأَرْسَلَ إِلَيْهَا وَكِيلَهُ بِشَعِيرٍ فَسَخِطَتْهُ فَقَالَ: وَاللّٰهِ مَالَكِ عَلَيْنَا مِنْ شَيْءٍ.

فَجَاءَتْ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَذَكَرَتْ لَهُ فَقَالَ: لَيْسَ لَكِ عَلَيْهِ نَفَقَةٌ، وَاعْتَدِّي فِي بَيْتِ أُمِّ شَرِيكٍ).

✧✧ ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن' سیّدہ فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں' ابوعمرو بن حفص نے انہیں طلاق بتہ دے دی وہ اس وقت وہاں موجود نہیں تھے۔ انہوں نے اس خاتون کے پاس اپنے وکیل کو کچھ ''جو'' کے ہمراہ بھیجا تو وہ خاتون اس وکیل پر ناراض ہوئیں تو اس وکیل نے کہا: اللہ کی قسم! آپ کو کوئی ادائیگی کرنا ہمارے ذمے لازم نہیں ہے خاتون نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں انہوں نے اس بات کا تذکرہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہیں خرچ نہیں ملے گا تم ام شریک کے گھر میں عدت بسر کرو۔

**261**-حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ مَرْزُوقٍ، وَابْنُ أَبِي دَاوُدَ، قَالَا: ثنا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ صَالِحٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي اللَّيْثُ، قَالَ:

حَدَّثَنِي عُقَيْلٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي اَبُو سَلَمَةَ اَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ قَيْسٍ، حَدَّثَتْهُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ مِثْلَهُ سَوَاءً .

✧✧ ابوسلمہ' سیّدہ فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث نقل کرتے ہیں' انہوں نے اس کے بعد حسب سابق حدیث نقل کی ہے۔

**262**-حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ الْفَرَجِ، قَالَ: حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: حَدَّثَنِي اللَّيْثُ، فَذَكَرَ بِاِسْنَادِهِ مِثْلَهُ وَزَادَ: (فَاَنْكَرَ النَّاسُ عَلَيْهَا مَا كَانَتْ تُحَدِّثُ مِنْ خُرُوجِهَا قَبْلَ اَنْ تَحِلَّ) .

✧✧ لیث نے اپنی سند کے ہمراہ اس کی مانند روایت نقل کی ہے اور اس میں اس بات کا اضافہ کیا ہے، لوگوں نے اس بات پر فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کا انکار کیا جو انہوں نے عدت ختم ہونے سے پہلے اپنے گھر سے نکلنے کے بارے میں بیان کی تھی۔

**263**-حَدَّثَنَا فَهْدٌ، قَالَ: ثنا عَلِيُّ بْنُ مَعْبَدٍ، قَالَ: ثنا اِسْمَاعِيلُ بْنُ اَبِي كَثِيرٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ عَلْقَمَةَ، عَنْ اَبِي سَلَمَةَ، عَنْ (فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ اَنَّهَا كَانَتْ تَحْتَ رَجُلٍ مِنْ بَنِي مَخْزُومٍ فَطَلَّقَهَا الْبَتَّةَ، فَاَرْسَلَتْ اِلَى اَهْلِهِ، تَبْتَغِي النَّفَقَةَ، فَقَالُوا: لَيْسَ لَكِ عَلَيْنَا نَفَقَةٌ .

فَبَلَغَ ذٰلِكَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: لَيْسَ لَكِ عَلَيْهِمُ النَّفَقَةُ، وَعَلَيْكِ الْعِدَّةُ، فَانْتَقِلِي اِلَى اُمِّ شَرِيكٍ .

ثُمَّ قَالَ: اِنَّ اُمَّ شَرِيكٍ يَدْخُلُ عَلَيْهَا اِخْوَتُهَا مِنَ الْمُهَاجِرِينَ، انْتَقِلِي اِلَى ابْنِ اُمِّ مَكْتُومٍ) .

✧✧ ابوسلمہ' فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں' وہ بنو مخزوم سے تعلق رکھنے والے صاحب کی بیوی تھیں ان صاحب نے انہیں تین طلاق بتہ دے دیں تو اس خاتون نے شوہر کے گھر والوں کو پیغام بھجوایا وہ خرچ کا مطالبہ کر رہی تھیں تو گھر والوں نے کہا: تمہیں کوئی خرچ دینا ہم پر لازم نہیں ہے اس بات کی اطلاع نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ملی تو آپ نے فرمایا: تمہیں کوئی خرچ دینا ان پر لازم نہیں ہے تم پر عدت بسر کرنا لازم ہے تم ام شریک کے گھر منتقل ہو جاؤ پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ام شریک کے گھر اس کے مہاجرین بھائی آتے جاتے رہتے ہیں تم ابن ام مکتوم کے ہاں منتقل ہو جاؤ۔

**264**-حَدَّثَنَا رَبِيعٌ الْمُؤَذِّنُ وَسُلَيْمَانُ بْنُ شُعَيْبٍ، قَالَا: ثنا اَسَدٌ، قَالَ: ثنا

ابْنُ اَبِي ذِئْبٍ، عَنِ الْحَارِثِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ اَبِي سَلَمَةَ وَمُحَمَّدِ بْنِ الرَّحْمٰنِ بْنِ ثَوْبَانَ، عَنْ (فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ اَنَّهَا اسْتَفْتَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ طَلَّقَهَا زَوْجُهَا، فَقَالَ لَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا نَفَقَةَ لَكِ عِنْدَهُ وَلَا سُكْنٰى وَكَانَ يَاْتِيهَا اَصْحَابُهُ فَقَالَ: اعْتَدِّي عِنْدَ ابْنِ اُمِّ مَكْتُومٍ فَاِنَّهُ اَعْمٰى) .

✧✧ ابوسلمہ اور محمد بن عبدالرحمٰن' سیّدہ فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کے حوالے سے یہ بات نقل کرتے ہیں' انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا: جب ان کے شوہر نے انہیں طلاق دے دی تھی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بتایا کہ تمہیں اس سے کوئی

263- اخرجه النسائی فی النکاح باب 19,8 والدارمی فی النکاح باب 7' واحمد فی المسند 416, 414, 413/6

264: اخرجه مسلم فی الطلاق حدیث 35 ,45 والنسائی فی النکاح باب 22, مالک فی الطلاق حدیث 67

خرچ نہیں ملے گا اور نہ ہی رہائش ملے گی (راوی کہتے ہیں) نبی اکرم ﷺ کے اصحاب اس خاتون (یعنی سیّدہ ام شریک رضی اللہ عنہا جن کے ہاں عدت بسر کرنے کی نبی اکرم ﷺ نے پہلے ہدایت کی تھی) کے ہاں آئے تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم ابن مکتوم کے ہاں عدت بسر کرو کیونکہ وہ نابینا ہیں۔

**265**-حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ الْفَرَجِ، قَالَ: ثنا اَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، قَالَ: ثنا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، قَالَ: اَخْبَرَنَا ابْنُ فَرٍّ قَالَ: اَخْبَرَنِی عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَاصِمٍ، عَنْ (ثَابِتٍ اَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ قَيْسٍ اَخْبَرَتْهُ، وَكَانَتْ عِنْدَ رَجُلٍ مِنْ بَنِی مَخْزُومٍ، فَاَخْبَرَتْهُ اَنَّهُ طَلَّقَهَا ثَلَاثًا، وَخَرَجَ اِلٰی بَعْضِ الْمَغَازِی وَاَمَرَ وَكِيلًا لَهُ اَنْ يُعْطِيَهَا بَعْضَ النَّفَقَةِ فَاسْتَقَلَّتْهَا

فَانْطَلَقَتْ اِلٰی اِحْدٰی نِسَاءِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَدَخَلَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهِیَ عِنْدَهَا، فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، هٰذِهِ فَاطِمَةُ بِنْتُ قَيْسٍ طَلَّقَهَا فُلَانٌ، فَاَرْسَلَ اِلَيْهَا بَعْضَ النَّفَقَةِ فَرَدَّتْهَا، وَزَعَمَ اَنَّهُ شَیْءٌ تَطَوَّلَ بِهٖ، قَالَ: صَدَقَ.

وَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: انْتَقِلِی اِلٰی اُمِّ شَرِيكٍ، فَاعْتَدِّی عِنْدَهَا، ثُمَّ قَالَ: اِنَّ اُمَّ شَرِيكٍ يَكْثُرُ عُوَّادُهَا، وَلٰكِنِ انْتَقِلِی اِلٰی عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اُمِّ مَكْتُومٍ، فَاِنَّهُ اَعْمٰی فَانْتَقَلَتْ اِلٰی عَبْدِ اللّٰهِ، فَاعْتَدَّتْ عِنْدَهُ، حَتّٰی انْقَضَتْ عِدَّتُهَا).

✧✧ عبدالرحمن بن عاصم' ثابت کے حوالے سے یہ بات نقل کرتے ہیں' سیّدہ فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا نے انہیں بتایا وہ بنو مخزوم سے تعلق رکھنے والے ایک شخص کی اہلیہ تھیں سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے انہیں بتایا کہ ان صاحب نے انہیں تین طلاقیں دے دیں پھر وہ کسی جنگ میں شرکت کے لئے چلے گئے انہوں نے اپنے وکیل سے یہ کہا کہ وہ کچھ خرچ اس خاتون کو دے دیں اس خاتون نے اسے کم تصور کیا وہ نبی اکرم ﷺ کی ایک زوجہ محترمہ کے پاس گئیں نبی اکرم ﷺ اندر تشریف لائے تو یہ خاتون ان زوجہ محترمہ کے پاس بیٹھی ہوئی تھیں زوجہ محترمہ نے عرض کی: یارسول اللہ (ﷺ)! یہ خاتون فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا ہیں فلاں صاحب نے انہیں طلاق دے دی ہے اور کچھ خرچ انہیں بھیجا ہے تو انہوں نے اس خرچ کو واپس کر دیا ہے وہ صاحب یہ کہتے ہیں کہ انہیں کچھ دینا ان پر لازم نہیں ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اس نے ٹھیک کہا ہے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم ام شریک کے گھر منتقل ہو جاؤ اور وہاں عدت بسر کرو پھر آپ نے فرمایا: ام شریک کے گھر مہمان بہت آتے ہیں تم عبداللہ بن ام مکتوم کے ہاں منتقل ہو جاؤ کیونکہ وہ نابینا ہے تو وہ خاتون حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے گھر منتقل ہو گئیں اور انہوں نے اسی گھر میں عدت بسر کی حتی کہ ان کی عدت ختم ہو گئی۔

**266**-حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيمُ بْنُ مَرْزُوقٍ، قَالَ: ثنا وَهْبٌ، قَالَ: ثنا سَعِيدٌ عَنْ (اَبِی بَكْرِ بْنِ اَبِی الْجَهْمِ، قَالَ: دَخَلْتُ اَنَا وَاَبُو سَلَمَةَ عَلٰی فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ، فَحَدَّثَتْ اَنَّ زَوْجَهَا طَلَّقَهَا طَلَاقًا بَائِنًا وَاَمَرَ اَبَا حَفْصِ بْنَ عَمْرٍو اَنْ يُّرْسِلَ اِلَيْهَا بِنَفَقَتِهَا خَمْسَةَ اَوْسَاقٍ، فَاَتَتِ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

فَقَالَتْ: اِنَّ زَوْجِی طَلَّقَنِی، وَلَمْ يَجْعَلْ لِی السُّكْنٰی وَلَا النَّفَقَةَ، فَقَالَ: صَدَقَ فَاعْتَدِّی فِی بَيْتِ ابْنِ اُمِّ مَكْتُومٍ ثُمَّ قَالَ اِنَّ ابْنَ اُمِّ مَكْتُومٍ رَجُلٌ يُغْشٰی فَاعْتَدِّی فِی بَيْتِ اُمِّ فُلَانٍ).

---

**265**: اخرجه النسائی فی الطلاق باب **70**' واحمد فی المسند **414/6**

✧✧ ابوبکر بن ابوجہم کہتے ہیں میں اور ابوسلمہ' سیّدہ فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے یہ بتایا کہ ان کے شوہر نے انہیں طلاق بائنہ دے دی انہوں نے ابوحفص بن عمرو کو یہ ہدایت کی کہ وہ اس خاتون کا خرچ پانچ وسق (گیہوں) انہیں بھیج دیں وہ خاتون نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں انہوں نے عرض کی: میرے شوہر نے مجھے طلاق دے دی ہے اور مجھے رہائش نہیں دی اور خرچ بھی نہیں دیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس نے ٹھیک کیا ہے تم ابن ام مکتوم کے ہاں عدت بسر کرو پھر آپ نے فرمایا: ابن ام مکتوم کے ہاں لوگ آتے جاتے ہیں' تم ام فلاں کے ہاں عدت بسر کرو۔

**267**-حَدَّثَنَا فَهْدٌ، قَالَ: حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ سَعِيدٍ، قَالَ: انَا شَرِيكٌ عَنْ اَبِي بَكْرِ بْنِ سَخْبَرَةَ قَالَ: (دَخَلْتُ اَنَا وَاَبُوْ سَلَمَةَ عَلٰى فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ، وَكَانَ زَوْجُهَا قَدْ طَلَّقَهَا ثَلَاثًا، فَقَالَتْ: اَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يَجْعَلْ لِي سُكْنٰى وَلَا نَفَقَةً).

✧✧ ابوبکر بن سخبرہ بیان کرتے ہیں' میں اور ابوسلمہ' سیّدہ فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے ان کے شوہر نے انہیں تین طلاقیں دی تھیں انہوں نے بتایا میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی تو آپ نے مجھے رہائش اور خرچ کا حق نہیں دیا۔

**268**-حَدَّثَنَا فَهْدٌ، قَالَ: ثنا اَبُو الْيَمَانِ، قَالَ: اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: اَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ، عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ.

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ سیّدہ فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے۔

## طلاق کی عدت کے مسائل کا بیان

(۲) عبد بن حمید نے قتادہ رحمۃ اللہ علیہ سے لفظ آیت والمطلقت یتربصن بانفسھن ثلثة قروء کے بارے میں روایت کیا کہ زمانہ جاہلیت میں جب کوئی طلاق دیتا تھا تو اس کے لئے عدت نہیں ہوتی تھی۔

(۳) ابوداؤد، نسائی، ابن المنذر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ لفظ آیت والمطلقت یتربصن بانفسھن ثلثة قروء (اور) وللائی یئسن من المحیض من نساء کم ان ارتبتم فعدتھن ثلاثة اشھر (الطلاق آیت ۴) یہ آیت نازل ہوئیں تو ان میں عدت کا ذکر تھا پھر غیر مدخول تھا عورتوں کو عدت سے استثنا فرما دیا۔ اور فرمایا لفظ آیت طلقتموھن من قبل ان تمسوھن فما لکم علیھن من عدة تعتدونھا (الاحزاب آیت ۴۹) (پھر تم ان کو طلاق دو اس سے پہلے کہ تم ان کو ہاتھ لگاؤ پس تمہارے لئے ان پر عدت گزارنا ضروری نہیں ہے جسے تم شمار کرو۔

(۴) امام مالک، شافعی، عبدالرزاق، عبد بن بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، النحاس، دارقطنی، بیہقی نے سنن میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا کہ اقراء سے مراد اطہار ہیں۔

(۵) مالک شافعی، بیہقی نے ابن شہاب سے انہوں نے عروہ سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا کہ حضرت حفصہ بنت عبدالرحمٰن (شوہر کے گھر سے) منتقل ہوگئیں جب وہ تیسرے حیض کے خون میں داخل ہوئیں ابن شہاب نے فرمایا کہ میں نے

یہ بات عمرہ بنت عبدالرحمٰن کو بتائی تو انہوں نے کہا کہ عروہ نے سچ کہا لیکن اس بات میں لوگوں نے اس سے جھگڑا کیا اور کہنے لگے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ثلثۃ قروء حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا تم نے سچ کہا کیا تم جانتے ہو اقراء کیا ہیں (پھر فرمایا) اقراء سے مراد اطہار ہیں ابن شہاب نے کہا کہ میں نے ابوبکر بن عبدالرحمٰن کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میں نے ایک فقیہ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ یہی مراد ہے جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ہے۔

(۶) عبدالرزاق، ابن جریر، بیہقی نے ابن عمر اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہ دونوں حضرات سے روایت کیا کہ اقراء سے مراد اطہار ہیں۔

(۷) عبدالرزاق، ابن جریر، ابن المنذر، بیہقی نے عمرو بن دینار رحمہ اللہ علیہ سے روایت کیا اور وہ صحابہ رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں کہ اقراء سے مراد حیض ہیں۔

(۸) ابن جریر، بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ ثلثۃ قروء سے مراد تین حیض ہیں۔

(۹) عبد بن حمید نے مجاہد رحمہ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ لفظ آیت والمطلقت یتربصن بانفسھن ثلثۃ قروء میں قروء سے مراد حیض ہیں۔

(۱۰) عبد بن حمید نے قتادہ رحمہ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ لفظ آیت والمطلقت یتربصن بانفسھن ثلثۃ قروء اللہ تعالیٰ نے طلاق کی عدت تین حیض مقرر فرمائی ہے۔ پھر اس میں اس مطلقہ کو منسوخ کر دیا گیا جس کے ساتھ اس کے خاوند نے دخول نہیں کیا۔ جس کو سورۃ احزاب میں فرمایا لفظ آیت یایھا الذین امنو اذا نکحتم المومنت ثم طلقتموھن من قبل ان تمسوھن فما لکم علیھن من عدۃ تعتدونھا سو یہ عورت اگر چاہے تو اسی (طلاق والے) دن (دوسرے مرد سے) نکاح کر سکتی ہے۔ پھر ان تینوں حیضوں سے (حکم کو) منسوخ کرتے ہوئے فرمایا لفظ آیت: والی یئسن من المحیض من نسائکم ان ارتبتم اس سے مراد وہ بوڑھی عورت ہے جس کو حیض نہیں آیا اور وہ عورت جس کو (بیماری کی وجہ سے) حیض نہیں آتا سو ان کی عدت تین مہینے ہے۔ اور ان تینوں میں سے حامل عورت کے حیض کو بھی منسوخ کرتے ہوئے فرمایا لفظ آیت اجلھن ان تضعن حملھن کہ اس کی عدت بچہ جننے پر ہے۔

## عدت کے متعلق اختلاف ائمہ

(۱۱) امام مالک، شافعی، عبدالرزاق، عبد بن حمید، بیہقی نے عمرہ اور عروہ کے طریق سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا کہ جب عورت طلاق کے بعد تیسرے حیض میں داخل ہو جائے تو اس کے خاوند سے اس کا نکاح ٹوٹ گیا اور دوسرے شوہروں کے لئے حلال ہو گئی عمرہ رحمہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا یوں فرماتی تھیں کہ قرء سے مراد طہر ہے حیض نہیں ہے۔

(۱۲) مالک شافعی، عبدالرزاق، عبد بن حمید، بیہقی نے زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ جب مطلقہ عورت تیسرے حیض میں داخل ہو جائے تو اس کے خاوند سے اس کا نکاح ٹوٹ گیا اور دوسرے شوہروں کے لئے حلال ہو گئی (کہ اس کو نکاح کا پیغام دے سکتے ہیں)

(۱۳) مالک، شافعی، بیہقی نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ جب مرد اپنی عورت کو طلاق دے دے اور وہ تیسرے حیض کے خون میں داخل ہوگئی تو وہ عورت اپنے خاوند سے بری ہوگئی۔ اور خاوند اپنی عورت سے بری ہوگیا۔ وہ اس کی وارث نہ ہوگی اور نہ وہ اس کا وارث ہوگا۔

(۱۴) عبدالرزاق، عبد بن حمید، بیہقی نے علقمہ رحمہ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ ایک مرد نے اپنی عورت کو طلاق دی پھر اس کو چھوڑے رکھا یہاں تک کہ جب دو حیض گزر گئے اور تیسرا حیض آیا تو وہ اس عورت کے پاس آیا اور وہ عورت اپنے نہانے کی جگہ میں بیٹھ چکی تھی تا کہ تیسرے حیض سے غسل کرلے۔ اس کے پاس اس کا خاوند آیا اس سے تین مرتبہ کہا میں نے تجھ سے رجوع کیا۔ دونوں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس آئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے فرمایا جوان کے پہلو میں بیٹھے ہوئے تھے تم اس بارے میں کیا کہتے ہو؟ انہوں نے فرمایا میں یہ خیال کرتا ہوں کہ اس کا خاوند زیادہ حق دار ہے جب تک کہ وہ تیسرے حیض سے غسل نہ کرے۔ اور اس کے لئے نماز حلال نہ ہوجائے۔ حضرت عمر نے فرمایا میں بھی ایسا ہی خیال کرتا ہوں۔

(۱۵) شافعی، عبدالرزاق، عبد بن حمید، بیہقی نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ خاوند کے لئے رجوع کرنا حلال ہے جب تک تیسرے حیض کا غسل نہ کرے (اگر اس نے تیسرے حیض کا غسل کرلیا) تو دوسرے مردوں کے لئے حلال ہوجائے گی۔

(۱۶) عبدالرزاق، بیہقی نے ابوعبیدہ بن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ انہوں نے فرمایا کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے ابی رضی اللہ عنہ کے پاس ایسے مرد کے بارے میں مسئلہ پوچھنے کے لئے بھیجا جس نے اپنی عورت کو طلاق دیدی پھر اس سے رجوع کیا جبکہ وہ عورت تیسرے حیض میں داخل ہوچکی تھی۔ ابی رضی اللہ عنہ نے فرمایا منافق کیسے فتویٰ دیگا؟ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہم اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگتے ہیں کہ آپ منافق ہوجائیں اور ہم اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگتے ہیں کہ آپ سے اسلام کے زمانہ میں ایسا عمل سرزد ہوجائے پھر آپ مرجائیں اور آپ اس مسئلہ کو بیان بھی نہ کریں پھر ابی رضی اللہ عنہ نے فرمایا میرا خیال ہے کہ خاوند زیادہ حقدار ہے جب تک کہ عورت تیسرے حیض میں غسل نہ کرے اور اس کے لئے نماز حلال نہ ہوجائے۔

(۱۷) بیہقی نے حسن کے طریق سے حضرت عمر و عبداللہ اور ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ یہ تینوں حضرات اس مرد کے بارے میں فرماتے ہیں جس نے اپنی عورت کو طلاق دی اور اس کو تین حیض آچکے پھر مرد اس کے غسل کرنے سے پہلے طلاق دے دے تو غسل سے

پہلے مرد اپنی بیوی کا زیادہ حق دار ہے۔

(۱۸) وکیع نے حسن رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ عورت اپنی عدت حیض سے شمار کرے گی اگرچہ اس کو سال میں ایک حیض آتا ہو۔ (تفسیر درمنثور، سورہ بقرہ، بیروت)

## تَحْقِيقُ الْمَسْئَلَةِ

قَالَ اَبُوْ جَعْفَرٍ: فَذَهَبَ قَوْمٌ اِلٰى هٰذِهِ الْاٰثَارِ فَقَلَّدُوهَا وَقَالُوْا: لَا تَجِبُ النَّفَقَةُ وَلَا السُّكْنٰى اِلَّا لِمَنْ كَانَتْ عَلَيْهِ الرَّجْعَةُ.

امام ابوجعفر طحاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: کچھ لوگ ان آثار کی طرف گئے ہیں انہوں نے ان کی پیروی کرتے ہوئے یہ بات کہی ہے کہ خرچ اور رہائش کی ادائیگی اس عورت کے لیے لازم ہوتی ہے جس کی طرف رجوع کرنے کا مرد کو حق حاصل ہو۔

وَخَالَفَهُمْ فِيْ ذٰلِكَ اٰخَرُوْنَ فَقَالُوْا: كُلُّ مُطَلَّقَةٍ فَلَهَا فِيْ عِدَّتِهَا السُّكْنٰى اِلَّا لِمَنْ كَانَتْ حَتّٰى تَنْقَضِيَ عِدَّتُهَا، وَسَوَاءٌ كَانَ الطَّلَاقُ بَائِنًا اَوْ غَيْرَ بَائِنٍ فَاَمَّا النَّفَقَةُ فَاِنَّمَا تَجِبُ لَهَا اَيْضًا اِنْ كَانَ الطَّلَاقُ غَيْرَ بَائِنٍ، وَاَمَّا اِذَا كَانَ الطَّلَاقُ بَائِنًا، فَهُمْ مُخْتَلِفُوْنَ فِيْ ذٰلِكَ فَقَالَ بَعْضُهُمْ: لَهَا النَّفَقَةُ اَيْضًا مَعَ السُّكْنٰى، حَامِلًا كَانَتْ اَوْ غَيْرَ حَامِلٍ، وَمِمَّنْ قَالَ ذٰلِكَ اَبُوْ حَنِيْفَةَ، وَاَبُوْ يُوْسُفَ، وَمُحَمَّدٌ، رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِمْ اَجْمَعِيْنَ.

دیگر حضرات نے ان کی مخالفت کرتے ہوئے یہ کہا ہے کہ ہر طلاق یافتہ عورت کو اس کی عدت کے دوران رہائش ملے گی ماسوائے اس عورت کے جس کے پاس پہلے رہائش ہو یہاں تک کہ اس کی عدت ختم ہو جائے اس بارے میں بائنہ طلاق اور غیر بائنہ طلاق برابر ہیں جہاں تک خرچ کا تعلق ہے تو یہ بھی عورت کو ادا کرنا لازم ہوگا اگر طلاق غیر بائنہ ہو لیکن اگر وہ بائنہ ہو تو اس بارے میں پھر ان حضرات میں اختلاف ہے بعض نے یہ کہا ہے کہ رہائش کے ہمراہ اس خاتون کو خرچ بھی ملے گا وہ حاملہ ہو یا نہ ہو۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے یہی بات کہی ہے۔

وَقَالَ بَعْضُهُمْ: لَا نَفَقَةَ لَهَا اِلَّا اَنْ تَكُوْنَ حَامِلًا.

بعض حضرات نے یہ کہا ہے کہ اس عورت کو اس وقت تک خرچ نہیں ملے گا جب تک وہ حاملہ نہ ہو۔

**269**-وَاحْتَجُّوْا فِيْ دَفْعِ حَدِيْثِ فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ بِمَا اَخْبَرَنَا اَبُوْ بَكْرَةَ، قَالَ: ثنا اَبُوْ اَحْمَدَ، مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ، قَالَ: ثنا عَمَّارُ بْنُ رُزَيْقٍ عَنْ اَبِيْ اِسْحَاقَ، قَالَ: كُنْتُ عِنْدَ الْاَسْوَدِ بْنِ يَزِيْدَ فِي الْمَسْجِدِ الْاَعْظَمِ،

وَمَعَنَا الشَّعْبِيُّ، فَذَكَرُوا الْمُطَلَّقَةَ ثَلَاثًا.

فَقَالَ الشَّعْبِيُّ: حَدَّثَتْنِيْ (فَاطِمَةُ بِنْتُ قَيْسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهَا لَا سُكْنٰى لَكِ وَلَا نَفَقَةَ.

قَالَ: فَرَمَاهُ الْاَسْوَدُ بِحَصَاةٍ، قَالَ: وَيْلَكَ، اَتُحَدِّثُ بِمِثْلِ هٰذَا، قَدْ رُفِعَ ذٰلِكَ اِلٰى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فَقَالَ: لَسْنَا بِتَارِكِيْ كِتَابِ رَبِّنَا وَسُنَّةِ نَبِيِّنَا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقَوْلِ امْرَاَةٍ، لَا نَدْرِيْ لَعَلَّهَا كَذَبَتْ، قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى (لَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْ بُيُوْتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ) الْاٰيَةَ).

✧✧ سیدہ فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کی روایت کا جواب دیتے ہوئے انہوں نے یہ دلیل پیش کی ہے۔

ابواسحاق بیان کرتے ہیں' میں اسود بن یزید کے پاس مسجد اعظم میں موجود تھا ہمارے ساتھ شعبی بھی تھے لوگوں نے تین طلاقیں دی گئی خاتون کا ذکر کیا تو شعبی نے بتایا سیّدہ فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا نے مجھے یہ بتایا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے کہا تھا تمہیں رہائش یا خرچ نہیں ملے گا۔

راوی کہتے ہیں تو اسود نے انہیں کنکریاں مارتے ہوئے کہا' تمہارا ستیاناس ہو کیا تم اس طرح کی حدیثیں بیان کرتے ہو یہ معاملہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے سامنے پیش ہوا تھا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ کہا تھا: ہم اپنے پروردگار کی کتاب اور اپنے نبی کی سنت (کا حکم) کسی ایک عورت کے بیان کی وجہ سے ترک نہیں کر سکتے ہمیں نہیں معلوم ہو سکتا ہے کہ وہ عورت (کسی غلط فہمی کی وجہ سے) غلط بیانی کر رہی ہو۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

''تم ان عورتوں کو ان کے گھروں سے نہ نکالو اور نہ ہی وہ باہر نکلیں''۔

**270**-حَدَّثَنَا ابْنُ مَرْزُوْقٍ، قَالَ: اَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، قَالَ: اَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنْ سَلَمَةَ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ فَاطِمَةَ (عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ لَمْ يَجْعَلْ لَّهَا حِيْنَ طَلَّقَهَا زَوْجُهَا سُكْنٰى وَلَا نَفَقَةً .

فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِاِبْرَاهِيمَ فَقَالَ: قَدْ رُفِعَ ذٰلِكَ اِلٰى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فَقَالَ: لَا نَدَعُ كِتَابَ رَبِّنَا عَزَّ وَجَلَّ، وَسُنَّةَ نَبِيِّنَا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِقَوْلِ امْرَاَةٍ، لَهَا السُّكْنٰى وَالنَّفَقَةُ) .

✧✧ امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں یہ بات نقل کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں رہائش اور خرچ کا حق نہیں دیا تھا جب ان کے شوہر نے انہیں طلاق دے دی تھی۔

راوی کہتے ہیں میں نے اس بات کا تذکرہ ابراہیم نخعی سے کیا تو انہوں نے بتایا یہ معاملہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے سامنے پیش ہوا تھا تو انہوں نے یہ کہا تھا: ہم اپنے پروردگار کی کتاب اور اپنے نبی کی سنت (کا حکم) کسی ایک عورت کے بیان کی وجہ سے نہیں چھوڑیں گے ایسی عورت کو رہائش اور خرچ کا حق ملے گا۔

**271**-حَدَّثَنَا فَهْدٌ، قَالَ: ثنا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ، قَالَ: اَنَا اَبِیْ، قَالَ: اَنَا الْاَعْمَشُ، عَنْ اِبْرَاهِيمَ، عَنْ عُمَرَ وَعَبْدِ اللّٰهِ اَنَّهُمَا كَانَا يَقُوْلَانِ (الْمُطَلَّقَةُ ثَلَاثًا لَّهَا النَّفَقَةُ وَالسُّكْنٰى) .

✧✧ ابراہیم نخعی' حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ بات نقل کرتے ہیں' یہ دونوں حضرات فرماتے ہیں: جس عورت کو تین طلاقیں دی گئی ہوں اسے خرچ اور رہائش کا حق ملے گا۔

وَكَانَ الشَّعْبِيُّ يَذْكُرُ عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ قَالَ: (لَيْسَ لَهَا نَفَقَةٌ وَّلَا سُكْنٰى) .

امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ سیّدہ فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں' ایسی عورت کو خرچ اور رہائش نہیں ملے گی۔

**272**-حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ مَرْزُوْقٍ وَّسُلَيْمَانُ بْنُ شُعَيْبٍ، قَالَا: ثنا الْخَصِيبُ بْنُ نَاصِحٍ، قَالَ: ثنا حَمَّادُ بْنُ

سَلَمَةَ، عَنْ حَمَّادٍ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، (عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ اَنَّ زَوْجَهَا طَلَّقَهَا ثَلَاثًا فَاَتَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَا نَفَقَةَ لَكِ وَلَا سُكْنٰى .

قَالَ: فَاَخْبَرْتُ بِذٰلِكَ النَّخَعِيَّ، فَقَالَ: قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ

وَاُخْبِرَ بِذٰلِكَ لَسْنَا بِتَارِكِي اٰيَةً مِّنْ كِتَابِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَقَوْلَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِقَوْلِ امْرَاَةٍ، لَعَلَّهَا اُوْهِمَتْ، سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَهَا السُّكْنٰى وَالنَّفَقَةُ) .

✧✧ امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ سیّدہ فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کے حوالے سے یہ بات نقل کرتے ہیں' ان کے شوہر نے انہیں تین طلاقیں دے دی تھیں وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں تو آپ نے فرمایا: تمہیں خرچ یا رہائش نہیں ملے گی۔

راوی کہتے ہیں میں نے یہ حدیث امام نخعی رحمۃ اللہ علیہ کو سنائی تو انہوں نے فرمایا: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے یہ کہا تھا' جب انہیں اس بارے میں بتایا گیا تھا' ہم اللہ تعالیٰ کی کتاب کی آیت اور اللہ کے رسول کے فرمان کو کسی ایک عورت کے بیان کی وجہ سے ترک نہیں کر سکتے۔ ہوسکتا ہے کہ اس عورت کو وہم ہو گیا ہو اس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا ہو کہ ایسی عورت کو رہائش اور خرچ کا حق ملے گا (لیکن اسے سمجھنے میں غلطی لگی ہو)

**273**-حَدَّثَنَا نَصْرٌ، قَالَ: حَدَّثَنِي الْخَصِيبُ، قَالَ: حَدَّثَنِي اَبُوْ عَوَانَةَ، عَنِ الْاَعْمَشِ، عَنْ عُمَارَةَ بْنِ عُمَيْرٍ، عَنِ الْاَسْوَدِ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ وَعَبْدَ اللّٰهِ بْنَ مَسْعُوْدٍ، قَالَا فِي الْمُطَلَّقَةِ ثَلَاثًا: (لَهَا السُّكْنٰى وَالنَّفَقَةُ)

✧✧ اسود' حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے بارے میں نقل کرتے ہیں۔ یہ دونوں حضرات فرماتے ہیں: جس عورت کو تین طلاقیں دی گئی ہوں اسے رہائش اور خرچ کا حق ملے گا۔

**274**-قَالُوْا: فَهٰذَا عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، قَدْ اَنْكَرَ حَدِيْثَ فَاطِمَةَ هٰذَا، وَلَمْ يَقْبَلْهُ، وَقَدْ اَنْكَرَهُ عَلَيْهَا اَيْضًا اُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ .

✧✧ اہل علم کا یہ گروہ یہ کہتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اس حدیث کا انکار کیا ہے اور اسے قبول نہیں کیا۔ اس کے علاوہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما نے بھی اس بارے میں اس خاتون کا انکار کیا ہے۔

**275**-حَدَّثَنَا رَبِيْعٌ الْمُؤَذِّنُ، قَالَ: ثنا شُعَيْبُ بْنُ اللَّيْثِ، قَالَ: ثنا اللَّيْثُ، عَنْ جَعْفَرِ بْنِ رَبِيْعَةَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ هُرْمُزَ، عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، قَالَ: (كَانَتْ فَاطِمَةُ بِنْتُ قَيْسٍ، تُحَدِّثُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ قَالَ لَهَا اعْتَدِّيْ فِيْ بَيْتِ ابْنِ اُمِّ مَكْتُوْمٍ) .

✧✧ ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن بیان کرتے ہیں' سیّدہ فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے یہ بات نقل کرتی ہیں کہ آپ نے انہیں یہ ہدایت کی تھی کہ تم ابن ام مکتوم کے ہاں عدت بسر کرو۔

وَكَانَ مُحَمَّدُ بْنُ اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ يَقُوْلُ: كَانَ اُسَامَةُ اِذَا ذَكَرَتْ فَاطِمَةُ مِنْ ذٰلِكَ شَيْئًا، رَمَاهَا بِمَا كَانَ فِيْ يَدِهِ قَالَ اَبُوْ جَعْفَرٍ: فَهٰذَا اُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ، قَدْ اَنْكَرَ مِنْ ذٰلِكَ اَيْضًا، مَا اَنْكَرَهُ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ .

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کے صاحبزادے محمد بن اسامہ فرماتے ہیں: جب سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اس روایت کو ذکر کرتی تھیں تو حضرت اسامہ اپنے ہاتھ میں موجود چیز انہیں مار دیتے تھے۔

امام ابوجعفر طحاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما ہیں جنہوں نے اس کا انکار کیا ہے جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کا انکار کیا ہے۔

وَقَدْ اَنْكَرَتْ ذٰلِكَ اَيْضًا عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا .

اسی طرح سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بھی اس کا انکار کیا ہے۔

**276**-حَدَّثَنَا يُوْنُسُ قَالَ: ثنا اَنَسُ بْنُ عِيَاضٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ، قَالَ: سَمِعْتُ الْقَاسِمَ بْنَ مُحَمَّدٍ وَّسُلَيْمَانَ بْنَ يَسَارٍ يَذْكُرَانِ اَنَّ يَحْيَى بْنَ سَعِيْدِ بْنِ الْعَاصِ طَلَّقَ بِنْتَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْحَكَمِ، فَانْتَقَلَهَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ الْحَكَمِ .

فَاَرْسَلَتْ عَائِشَةُ اِلٰى مَرْوَانَ وَهُوَ اَمِيْرُ الْمَدِيْنَةِ (اَنِ اتَّقِ اللّٰهَ وَارْدُدِ الْمَرْاَةَ اِلٰى بَيْتِهَا) .

فَقَالَ مَرْوَانُ فِيْ حَدِيْثِ سُلَيْمَانَ (اِنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ غَلَبَنِيْ) وَقَالَ فِيْ حَدِيْثِ الْقَاسِمِ (اَمَا بَلَغَكِ حَدِيْثُ فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ ؟) :

فَقَالَتْ عَائِشَةُ (لَا يَضُرُّكَ اَنْ لَا تَذْكُرَ حَدِيْثَ فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ) .

فَقَالَ مَرْوَانُ: اِنْ كَانَ بِكِ الشَّرُّ، فَحَسْبُكِ مَا بَيْنَ هٰذَيْنِ مِنَ الشَّرِّ .

✧✧ قاسم بن محمد اور سلیمان بن یسار بیان کرتے ہیں' یحییٰ بن سعید بن العاص نے عبدالرحمٰن بن حکم کی صاحبزادی کو طلاق دے دی تو عبدالرحمٰن بن حکم نے اپنی اس صاحبزادی کو (اس کے سابقہ شوہر کے گھر سے) منتقل کروادیا۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے مروان کو پیغام بھیجا جو مدینہ منورہ کا گورنر تھا تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اس خاتون کو اس کے گھر واپس بھیجو۔

تو سلیمان نامی راوی کی روایت میں یہ الفاظ ہیں مروان نے کہا: عبدالرحمٰن مجھ پر غالب آگئے ہیں جبکہ قاسم نامی راوی کی روایت میں یہ الفاظ ہیں کیا آپ کو فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کی حدیث نہیں پتہ چلی؟ تو سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اگر تم فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کی حدیث کو ذکر نہ کرتے تو تمہیں کوئی نقصان نہیں ہونا تھا مروان نے کہا: اگر آپ کو یہ خراب لگتا ہے تو ان دونوں کے درمیان جو خرابی ہے وہی کافی ہے۔

**277**-حَدَّثَنَا يُوْنُسُ قَالَ: اَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ اَنَّ مَالِكًا اَخْبَرَهُ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ، فَذَكَرَ بِاِسْنَادِهٖ مِثْلَهٗ .

۷ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ یحییٰ بن سعید کے حوالے سے منقول ہے۔

**278**-حَدَّثَنَا ابْنُ مَرْزُوْقٍ، قَالَ: اَخْبَرَنَا بِشْرُ بْنُ عُمَرَ، قَالَ: ثنا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ الْقَاسِمِ، عَنْ اَبِيْهِ، قَالَ: قَالَتْ عَائِشَةُ (مَا لِفَاطِمَةَ مِنْ خَيْرٍ فِيْ اَنْ تَذْكُرَ هٰذَا الْحَدِيْثَ) يَعْنِيْ قَوْلَهَا (لَا نَفَقَةَ وَلَا سُكْنٰى) .

✧✧ عبدالرحمٰن بن قاسم اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں' سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ہے: فاطمہ رضی اللہ عنہا کے اس حدیث کو

ذکر کرنے میں کوئی بھلائی نہیں ہے (راوی کہتے ہیں) یعنی ان کا یہ کہنا کہ خرچ اور رہائش نہیں ملے گی۔

فَهٰذِهِ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، لَمْ تَرَ الْعَمَلَ بِحَدِيْثِ فَاطِمَةَ اَيْضًا، وَقَدْ صَرَفَ ذٰلِكَ سَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيِّبِ اِلٰى خِلَافِ الْمَعْنَى الَّذِىْ صَرَفَهُ اِلَيْهِ اَهْلُ الْمَقَالَةِ الْاُوْلٰى.

(امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں) یہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ہیں انہوں نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی حدیث پر عمل کو درست نہیں سمجھا۔ سعید بن میسّب نے اس حدیث کا دوسرا مفہوم بیان کیا ہے جو اس مفہوم کے برعکس ہے جسے پہلے موقف کے قائلین نے بیان کیا ہے۔

**279**-حَدَّثَنَا اَبُوْ بِشْرٍ الرَّقِّيُّ، قَالَ: ثنا مُعَاوِيَةُ الضَّرِيْرُ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُوْنٍ، عَنْ اَبِيْهِ، قَالَ: قُلْتُ لِسَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ: اَيْنَ تَعْتَدُّ الْمُطَلَّقَةُ ثَلَاثًا ؟ فَقَالَ: فِيْ بَيْتِهَا، فَقُلْتُ لَهُ: اَلَيْسَ قَدْ اَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاطِمَةَ بِنْتَ قَيْسٍ اَنْ تَعْتَدَّ فِيْ بَيْتِ ابْنِ اُمِّ مَكْتُوْمٍ ؟ فَقَالَ: تِلْكَ الْمَرْاَةُ فَتَنَتِ النَّاسَ وَاسْتَطَالَتْ عَلٰى اَحْمَائِهَا بِلِسَانِهَا فَاَمَرَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ تَعْتَدَّ فِيْ بَيْتِ ابْنِ اُمِّ مَكْتُوْمٍ، وَكَانَ رَجُلًا مَكْفُوْفَ الْبَصَرِ.

✧✧ عمرو بن میمون اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں' میں نے سعید بن میسّب سے کہا جس عورت کو تین طلاقیں دی گئی ہوں وہ عدت کہاں بسر کرے گی؟ انہوں نے جواب دیا: اپنے گھر میں میں نے ان سے کہا: کیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیّدہ فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کو یہ ہدایت نہیں کی تھی کہ وہ ابن ام مکتوم کے ہاں عدت بسر کریں؟ تو سعید نے فرمایا: وہ ایسی خاتون تھیں جنہوں نے ہم لوگوں کو (اپنی بدمزاجی کی وجہ سے) آزمائش میں مبتلا کر دیا تھا وہ اپنے دیوروں کے سامنے درشت زبانی کا مظاہرہ کرتی تھیں تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں یہ ہدایت کی کہ وہ ابن ام مکتوم کے گھر میں عدت بسر کریں کیونکہ وہ نابینا شخص تھے۔

قَالَ اَبُوْ جَعْفَرٍ: فَكَانَ مَا رَوَتْ فَاطِمَةُ بِنْتُ قَيْسٍ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ قَوْلِهِ لَهَا (لَا سُكْنٰى لَكِ وَلَا نَفَقَةَ) لَا دَلِيْلَ فِيْهِ عِنْدَ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ اَنْ لَا نَفَقَةَ لِلْمُطَلَّقَةِ ثَلَاثًا وَلَا سُكْنٰى اِذَا كَانَ قَدْ صَرَفَ ذٰلِكَ اِلَى الْمَعْنَى الَّذِىْ ذَكَرْنَاهُ عَنْهُ.

امام ابوجعفر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: سیّدہ فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا جو یہ فرمان نقل کیا ہے جو آپ نے ان سے کہا تھا کہ تمہیں رہائش اور خرچ نہیں ملے گا اس میں سعید بن میسّب کے نزدیک کوئی دلیل نہیں ہے اس بات کے لئے کہ جس عورت کو تین طلاقیں دی گئی ہوں اسے خرچ نہیں ملے گا اور رہائش بھی نہیں ملے گی کیونکہ انہوں نے حدیث کا دوسرا پس منظر بیان کیا ہے جو ہم ان کے حوالے سے ذکر کر چکے ہیں۔

**280**-وَقَدْ حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ مَرْزُوْقٍ وَّابْنُ اَبِىْ دَاوٗدَ قَالَا ثنا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ صَالِحٍ، قَالَ: حَدَّثَنِى اللَّيْثُ، قَالَ: حَدَّثَنِىْ عُقَيْلٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، قَالَ: حَدَّثَنِىْ اَبُوْ سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ قَيْسٍ اَخْبَرَتْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: (اعْتَدِّىْ فِيْ بَيْتِ ابْنِ اُمِّ مَكْتُوْمٍ فَاَنْكَرَ النَّاسُ عَلَيْهَا مَا كَانَتْ تُحَدِّثُ بِهِ

مِنْ خُرُوجِهَا قَبْلَ اَنْ تَحِلَّ).

✧✧ ابن شہاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن نے مجھے یہ بات بتائی ہے کہ سیّدہ فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا نے انہیں بتایا تھا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم ابن ام مکتوم کے ہاں عدت بسر کرو۔

فَهٰذَا اَبُوْ سَلَمَةَ يُخْبِرُ اَيْضًا اَنَّ النَّاسَ قَدْ كَانُوْا اَنْكَرُوْا ذٰلِكَ عَلٰى فَاطِمَةَ، وَفِيْهِمْ اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَنْ لَحِقَ بِهِمْ مِنَ التَّابِعِيْنَ.

فَقَدْ اَنْكَرَ عُمَرُ، وَاُسَامَةُ، وَسَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيِّبِ، مَعَ مَنْ سَمَّيْنَا مَعَهُمْ فِيْ حَدِيْثِ فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ هٰذَا، وَلَمْ يَعْمَلُوْا بِهٖ، وَذٰلِكَ مِنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ بِحَضْرَةِ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يُنْكِرْهُ عَلَيْهِ مِنْهُمْ مُنْكِرٌ.

فَدَلَّ تَرْكُهُمُ النَّكِيْرَ فِيْ ذٰلِكَ عَلَيْهِ، اَنَّ مَذْهَبَهُمْ فِيْهِ كَمَذْهَبِهٖ.

راوی کہتے ہیں لوگوں نے اس بارے میں اس خاتون کا انکار کیا ہے جو انہوں نے عدت ختم ہونے سے پہلے اپنے گھر سے اپنے نکلنے کے بارے میں بیان کی ہے۔

امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہاں ابوسلمہ یہ بھی اطلاع دے رہے ہیں کہ لوگوں نے اس بارے میں سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا انکار کیا ہے اور ان لوگوں میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب بھی موجود تھے اور ان کے ساتھ تابعین بھی موجود تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ، سعید بن مسیّب اور ان کے ہمراہ ہم نے جن حضرات کے نام بیان کیے ہیں ان سب نے حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کی حدیث کا انکار کیا ہے اور اس پر عمل نہیں کیا اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ایسا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کی موجودگی میں کیا تھا اور ان میں سے کسی ایک نے بھی ان پر انکار نہیں کیا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا اس بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا انکار نہ کرنا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ ان کا مذہب بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مذہب کے مطابق تھا۔

فَقَالَ الَّذِيْنَ ذَهَبُوْا اِلٰى حَدِيْثِ فَاطِمَةَ وَعَمِلُوْا بِهٖ: اِنَّ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اِنَّمَا اَنْكَرَ ذٰلِكَ عَلَيْهَا لِاَنَّهَا خَالَفَتْ عِنْدَهٗ كِتَابَ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ، يُرِيْدُ قَوْلَ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ (اَسْكِنُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ مِنْ وُّجْدِكُمْ).

فَهٰذَا اِنَّمَا هُوَ فِي الْمُطَلَّقَةِ طَلَاقًا، لِزَوْجِهَا عَلَيْهَا فِيْهِ الرَّجْعَةُ.

جو حضرات حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کی طرف گئے ہیں انہوں نے اس پر عمل کیا ہے وہ یہ کہتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کا انکار اس لئے کیا تھا کیونکہ ان کے نزدیک یہ روایت اللہ تعالیٰ کی کتاب کے حکم کے خلاف تھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مراد اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے۔

"تم انہیں رہائش فراہم کرو جہاں تم اپنی حیثیت کے مطابق رہتے ہو"۔

یہ حکم اس عورت کے بارے میں ہے جسے طلاق دی گئی ہو اور اس کا شوہر اس سے رجوع کر سکتا ہو۔

وَفَاطِمَةُ كَانَتْ مَبْتُوتَةً لَا رَجْعَةَ لِزَوْجِهَا عَلَيْهَا، وَقَدْ قَالَتْ: إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهَا (إِنَّمَا النَّفَقَةُ وَالسُّكْنٰى لِمَنْ كَانَتْ عَلَيْهِ الرَّجْعَةُ) وَمَا ذَكَرَ اللّٰهُ تَعَالٰى فِيْ كِتَابِهٖ مِنْ ذٰلِكَ، إِنَّمَا هُوَ فِي الْمُطَلَّقَةِ الَّتِيْ لِزَوْجِهَا عَلَيْهَا الرَّجْعَةُ، وَفَاطِمَةُ لَمْ تَكُنْ عَلَيْهَا رَجْعَةٌ.

فَمَا رَوَتْ مِنْ ذٰلِكَ فَلَا يَدْفَعُهُ كِتَابُ اللّٰهِ، وَلَا سُنَّةُ نَبِيِّهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

لیکن سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو طلاق بتہ دی گئی تھی ان کے شوہر کو ان سے رجوع کرنے کا حق نہیں تھا وہ یہ بیان کرتی ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے یہ فرمایا تھا: خرچ اور رہائش کا حق اس عورت کے لئے ہوتا ہے جس سے رجوع کیا جا سکتا ہو۔

اور اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں جو ذکر کیا ہے وہ اسی سے متعلق ہے کیونکہ یہ اس طلاق یافتہ عورت کے بارے میں ہے جس کا شوہر اس سے رجوع کر سکتا ہو لیکن سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے رجوع نہیں کیا جا سکتا تھا۔

تو سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اس حوالے سے جو روایت نقل کی ہے اللہ تعالیٰ کی کتاب اور اس کے نبی علیہ السلام کی سنت کے ذریعے اسے ترک نہیں کیا جا سکتا۔

وَقَدْ تَابَعَهَا غَيْرُهَا عَلٰى ذٰلِكَ، مِنْهُمْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبَّاسٍ وَّالْحَسَنُ.

**283**-حَدَّثَنَا صَالِحُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، قَالَ: ثنا سَعِيْدُ بْنُ مَنْصُوْرٍ، قَالَ: ثنا هُشَيْمٌ، قَالَ. ثنا حَجَّاجٌ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ.

وَحَدَّثَنَا صَالِحٌ، قَالَ: ثنا سَعِيْدٌ، قَالَ: ثنا هُشَيْمٌ، قَالَ: ثنا يُوْنُسُ عَنِ الْحَسَنِ أَنَّهُمَا كَانَا يَقُوْلَانِ فِي الْمُطَلَّقَةِ ثَلَاثًا، وَالْمُتَوَفّٰى عَنْهَا زَوْجُهَا (لَا نَفَقَةَ لَهُمَا، وَتَعْتَدَّانِ حَيْثُ شَاءَ تَا).

✧✧ سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ بعض دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم نے بھی اس کی پیروی کی ہے جن میں سے ایک حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک سند کے ہمراہ یہی روایت منقول ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جس عورت کو تین طلاقیں دی گئی ہوں یا جس عورت کا شوہر فوت ہو جائے ان دونوں کا خرچ نہیں ملے گا البتہ وہ دونوں جہاں چاہیں عدت بسر کر سکتی ہیں۔

قَالُوْا: فَإِنْ كَانَ عُمَرُ، وَعَائِشَةُ، وَأُسَامَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ، أَنْكَرُوْا عَلٰى فَاطِمَةَ مَا رَوَتْ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالُوْا بِخِلَافِهٖ.

فَهٰذَا ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَدْ وَافَقَهَا عَلٰى مَا رَوَتْ مِنْ ذٰلِكَ فَعَمِلَ بِهٖ، وَتَابَعَهُ عَلٰى ذٰلِكَ الْحَسَنُ.

فَكَانَ مِنْ حُجَّتِنَا عَلٰى أَهْلِ هٰذِهِ الْمَقَالَةِ، أَنَّ مَا احْتَجَّ بِهٖ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فِيْ دَفْعِ حَدِيْثِ فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ حُجَّةٌ صَحِيْحَةٌ، وَذٰلِكَ أَنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ قَالَ (يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ) ثُمَّ قَالَ (لَا تَدْرِيْ لَعَلَّ اللّٰهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ أَمْرًا) وَأَجْمَعُوْا أَنَّ ذٰلِكَ الْأَمْرَ هُوَ الْمُرَاجَعَةُ.

ثُمَّ قَالَ (اَسْكِنُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ مِنْ وُجْدِكُمْ) ثُمَّ قَالَ (لَا تُخْرِجُوهُنَّ مِنْ بُيُوتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ) يُرِيدُ فِي الْعِدَّةِ.

یہ حضرات یہ کہتے ہیں اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اس حدیث کا انکار کیا ہے جو انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کی ہے تو کچھ حضرات نے اس کے برعکس موقف بھی پیش کیا ہے اور یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما ہیں جنہوں نے اس بات کی تائید کی ہے جو سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اس حوالے سے روایت کیا ہے اور اس پر عمل کیا ہے اور امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس کی پیروی کی ہے تو پہلے موقف کے قائلین کے خلاف ہماری دلیل یہ ہوگی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کی حدیث کے مقابلے میں جو دلیل پیش کی ہے وہ درست دلیل ہے وہ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

''اے نبی! جب تم اپنی بیویوں کو طلاق دو تو ان کی عدت کے دوران انہیں طلاق دو''۔

پھر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

''تم نہیں جانتے ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے بعد کوئی نیا حکم دے دے''۔

اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ اس حکم سے مراد رجوع کرنا ہے۔

پھر اس نے یہ ارشاد فرمایا:

''اور تم انہیں رہائش فراہم کرو جہاں تم اپنی حیثیت کے مطابق رہتے ہو''۔

پھر اس نے فرمایا:

''اور تم انہیں ان کے گھروں سے نہ نکالو اور نہ ہی وہ باہر نکلیں''۔

یہاں پر اللہ تعالیٰ کی مراد ''عدت'' ہے۔

فَكَانَتِ الْمَرْاَةُ اِذَا طَلَّقَهَا زَوْجُهَا اثْنَتَيْنِ لِلسُّنَّةِ، عَلٰى مَا اَمَرَهُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ بِهِ، ثُمَّ رَاجَعَهَا، ثُمَّ طَلَّقَهَا اُخْرٰى لِلسُّنَّةِ، حَرُمَتْ عَلَيْهِ، وَوَجَبَتْ عَلَيْهَا الْعِدَّةُ الَّتِىْ جَعَلَ اللّٰهُ لَهَا فِيْهَا السُّكْنٰى، اَوْ اَمَرَهَا فِيْهَا اَنْ لَا تَخْرُجَ، وَاَمَرَ الزَّوْجَ اَنْ لَا يُخْرِجَهَا.

وَلَمْ يُفَرِّقِ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ بَيْنَ هٰذِهِ الْمُطَلَّقَةِ لِلسُّنَّةِ الَّتِىْ لَا رَجْعَةَ عَلَيْهَا، وَبَيْنَ الْمُطَلَّقَةِ لِلسُّنَّةِ الَّتِىْ عَلَيْهَا الرَّجْعَةُ.

فَلَمَّا جَاءَتْ فَاطِمَةُ بِنْتُ قَيْسٍ، فَرَوَتْ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ قَالَ لَهَا (اِنَّمَا السُّكْنٰى وَالنَّفَقَةُ لِمَنْ كَانَتْ عَلَيْهَا الرَّجْعَةُ) خَالَفَتْ بِذٰلِكَ كِتَابَ اللّٰهِ نَصًّا،

تو جس عورت کو اس کے شوہر نے سنت کے مطابق دو طلاقیں دی ہوں جس کا اللہ تعالیٰ نے اسے حکم دیا ہے اور پھر وہ اس عورت کے ساتھ رجوع کرلے اور پھر اسے ایک اور طلاق دے دے جو سنت کے مطابق ہو تو وہ عورت اس مرد کے لئے حرام ہو جائے گی اور

اس عورت کا عدت بسر کرنا واجب ہوگا وہ عدت جس میں اللہ تعالیٰ نے اسے رہائش کا حق دیا ہے اور اسے اس عدت میں حکم دیا ہے کہ وہ باہر نہ نکلے اور اس کے شوہر کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ اسے باہر نہ نکالے۔

اللہ تعالیٰ نے یہاں سنت کے مطابق دی گئی اس طلاق' جس میں رجوع کا حق نہیں ہوتا' اور سنت کے مطابق دی گئی' اس طلاق جس میں رجوع کا حکم ہوتا ہے' کے درمیان کوئی فرق نہیں کیا۔

پھر جب سیّدہ فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا آئی اور انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے یہ روایت نقل کی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے یہ کہا تھا:

''رہائش اور خرچ کا حق اس عورت کو ہوگا جس سے رجوع کیا جا سکتا ہو''۔

انہوں نے اس روایت کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی کتاب کے واضح حکم کے مخالف (حکم کو بیان کیا ہے)

لِاَنَّ كِتَابَ اللّٰهِ تَعَالٰى قَدْ جَعَلَ السُّكْنٰى لِمَنْ لَا رَجْعَةَ عَلَيْهَا، وَخَالَفَتْ سُنَّةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِاَنَّ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَدْ رَوٰى عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خِلَافَ مَا رَوَتْ، فَخَرَجَ الْمَعْنَى الَّذِىْ مِنْهُ اَنْكَرَ عَلَيْهَا عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ مَا اَنْكَرَ خُرُوْجًا صَحِيْحًا، وَبَطَلَ حَدِيْثُ فَاطِمَةَ، فَلَمْ يَجِبِ الْعَمَلُ بِهٖ اَصْلًا، لِمَا ذَكَرْنَا وَبَيَّنَّا .

اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی کتاب میں اس عورت کو رہائش کا حق دیا گیا' ہے جس سے رجوع نہیں کیا جا سکتا اور انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے خلاف (حکم بیان کیا) کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے اس کے برعکس روایت کیا ہے جو سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے روایت کیا ہے۔

تو اس سے وہ مفہوم باہر نکل گیا جس کا انکار حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کیا تھا اور جو انکار بالکل درست تھا اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی حدیث باطل قرار پائی اس لئے اصولی طور پر اس پر عمل کرنا واجب نہیں ہوگا جیسا کہ ہم ذکر کر چکے ہیں اور بیان کر چکے ہیں۔

فَقَالَ قَائِلٌ: لَمْ يَجِئْ تَخْلِيْطُ حَدِيْثِ فَاطِمَةَ اِلَّا مِمَّا رَوَاهُ الشَّعْبِيُّ عَنْهَا، وَذٰلِكَ اَنَّهٗ هُوَ الَّذِىْ رَوٰى عَنْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، لَمْ يَجْعَلْ لَّهَا سُكْنٰى وَلَا نَفَقَةً .

قَالَ: اَوَلَيْسَ ذٰلِكَ فِىْ حَدِيْثِ اَصْحَابِنَا الْحِجَازِيِّيْنَ .

اگر کوئی شخص یہ کہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں اضطراب نہیں ہے ماسوائے اس روایت کے جسے شعبی نے ان کے حوالے سے نقل کیا ہے اور یہی وہ شخصیت ہیں جنہوں نے سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے یہ بات نقل کی ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: ایسی عورت کو رہائش اور خرچ کا حق نہیں ملے گا۔

تو وہ یہ کہتے ہیں ہمارے حجازی محدثین کی حدیث میں یہ بات نہیں ہے۔

قَالَ اَبُوْ جَعْفَرٍ: فَاَغْفَلَ فِىْ ذٰلِكَ، اَوْ ذَهَبَ عَنْهُ، لِاَنَّهٗ لَمْ يَرْوِ مَا فِىْ هٰذَا الْبَابِ بِكَمَالِهٖ، كَمَا رَوَاهُ غَيْرُهٗ، فَتَوَهَّمَ اَنَّهٗ جَمَعَ كُلَّ مَا رُوِىَ فِىْ هٰذَا الْبَابِ، فَتَكَلَّمَ عَلٰى ذٰلِكَ فَقَالَ مَا حَكَيْنَاهُ عَنْهُ، مِمَّا وَصَفْنَا وَلَيْسَ كَمَا

تَوَهَّمَ، لِاَنَّ الشَّعْبِيَّ اَضْبَطُ مِمَّا يَظُنُّ، وَاَتْقَنُ، وَاَوْثَقُ، وَقَدْ وَافَقَهُ عَلٰى مَا رَوٰى مِنْ ذٰلِكَ مَنْ قَدْ ذَكَرْنَاهُ فِيْ حَدِيْثِهِ فِيْ اَوَّلِ هٰذَا الْبَابِ، مَا يُغْنِيْنَا ذٰلِكَ عَنْ اِعَادَتِهِ فِيْ هٰذَا الْمَوْضِعِ .

امام ابوجعفر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس شخص نے اس بارے میں غفلت کی اور غلطی کا مرتکب ہوا اس لئے کہ اس بارے میں مکمل حدیث انہوں نے روایت نہیں کی جیسا کہ ان کی بجائے دیگر حضرات نے کی ہے اس لئے اسے یہ وہم ہوا کہ اس نے ان تمام چیزوں کو اکٹھا کرلیا ہے جو اس بارے میں نقل کی گئی ہیں اور اس نے اس پر کلام کرلیا ہے اور یہ کہا ہے کہ ہم نے اس کے حوالے سے بیان کیا ہے اس چیز میں سے جو ہم نے پہلے بیان کیا ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے جیسا اسے وہم ہوا ہے اس لئے کہ شعبی نہایت مستند، قابل اعتماد اور مضبوط راوی ہیں اور اس بارے میں جس نے بھی روایت کی ہے ان کی تائید کی ہے جیسا کہ ہم اس باب کے آغاز میں احادیث نقل کرچکے ہیں اور اس جگہ پر انہیں دہرانے کی ضرورت نہیں ہے۔

وَيُقَالُ لَهٗ: اِنَّ حَدِيْثَ مَالِكٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ يَزِيْدَ، الَّذِيْ لَمْ يُذْكَرْ فِيْهِ (لَا سُكْنٰى لَكِ) قَدْ رَوَاهُ اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ يَزِيْدَ، عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ، عَنْ فَاطِمَةَ، بِمِثْلِ مَا رَوَاهُ الشَّعْبِيُّ عَنْهَا .

فَمَا جَاءَ مِنَ الشَّعْبِيِّ فِيْ هٰذَا تَخْلِيْطٌ، وَاِنَّمَا جَاءَ التَّخْلِيْطُ مِمَّنْ رَوٰى عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ، عَنْ فَاطِمَةَ فَحَذَفَ بَعْضَ مَا فِيْهِ، وَجَاءَ بِبَعْضٍ، فَاَمَّا اَصْلُ الْحَدِيْثِ، فَكَمَا رَوَاهُ الشَّعْبِيُّ .

اس شخص کو یہ جواب دیا جائے گا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے عبداللہ بن یزید کے حوالے سے یہ روایت نقل کی ہے جس میں یہ ذکر نہیں ہے، تمہیں خرچ نہیں ملے گا لیکن لیث بن سعد نے اس روایت کو عبداللہ بن یزید کے حوالے سے، ابوسلمہ کے حوالے سے سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے نقل کیا ہے اور اس کی مانند نقل کیا ہے جو امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ نے اس خاتون کے حوالے سے روایت کیا ہے۔

اس لئے امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ نے اس میں کوئی اضطراب بیان نہیں کیا اضطراب اس راوی کی روایت میں ہے جسے ابوسلمہ سے روایت کیا ہے اور انہوں نے سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے اور اس نے روایت کے کچھ حصے کو حذف کردیا ہے اور کچھ حصے کو بیان کردیا ہے جہاں تک اصل حدیث کا تعلق ہے تو وہ اسی طرح ہے جیسے امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کی ہے۔

وَكَانَ مِنْ قَوْلِ هٰذَا الْمُخَالِفِ لَنَا اَيْضًا اَنْ قَالَ: وَلَوْ كَانَ اَصْلُ حَدِيْثِ فَاطِمَةَ كَمَا رَوَاهُ الشَّعْبِيُّ، لَكَانَ مُوَافِقًا اَيْضًا لِمَذْهَبِنَا، لِاَنَّ مَعْنٰى قَوْلِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا نَفَقَةَ لَكِ " اَيْ: لِاَنَّكِ غَيْرُ حَامِلٍ " وَلَا سُكْنٰى لَكِ " لِاَنَّكِ بَذِيْئَةٌ، وَالْبَذَاءُ: هُوَ الْفَاحِشَةُ الَّتِيْ قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ (اِلَّا اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ) .

**282**-وَذَكَرَ فِيْ ذٰلِكَ مَا قَدْ حَدَّثَنَا ابْنُ مَرْزُوْقٍ، قَالَ: ثنا اَبُوْ عَامِرٍ الْعَقَدِيُّ، قَالَ: ثنا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ اَبِيْ عَمْرٍو، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّهٗ سُئِلَ عَنْ قَوْلِهٖ تَعَالٰى (وَلَا يَخْرُجْنَ اِلَّا اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ) فَقَالَ:

اَلْفَاحِشَةُ الْمُبَيِّنَةُ اَنْ تُفْحِشَ عَلٰى اَهْلِ الرَّجُلِ وَتُؤْذِيَهُمْ، فَقَالَ: فَفَاطِمَةُ حُرِمَتِ السُّكْنٰى لِبَذَائِهَا وَالنَّفَقَةَ لِاَنَّهَا غَيْرُ حَامِلٍ .

✧✧ یہ مخالف ہم سے یہ بھی کہہ سکتا ہے کہ اگر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اصل حدیث اسی طرح ہوتی جیسے امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے تو وہ پھر بھی ہمارے مذہب کے موافق ہوگی اس لئے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان تمہیں خرچ نہیں ملے گا یعنی اس وجہ سے کہ تم حاملہ نہیں ہو اور تمہیں رہائش نہیں ملے گی اس وجہ سے ہے کیونکہ تم بدزبان ہو۔

راوی کہتے ہیں ''البذاء'' کا مطلب بدزبانی ہے اور یہ وہی بدزبانی ہے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے کیا ہے۔

''ماسوائے اس کے کہ وہ واضح بدزبانی کا ارتکاب کریں''۔

اور پھر وہ مخالف اس بارے میں حدیث نقل کرے جسے عکرمہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے نقل کیا ہے ان سے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے بارے میں دریافت کیا گیا۔

''اور وہ عورتیں باہر نہ نکلیں ماسوائے اس صورت کے کہ وہ واضح طور پر گناہ کا ارتکاب کریں''۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ''فاحشة مبينه'' کا مطلب یہ ہے کہ عورت اپنے شوہر کے گھر والوں کے خلاف بدزبانی کا مظاہرہ کرے اور انہیں اذیت دے۔

تو وہ شخص یہ کہتے ہیں سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو رہائش اس لئے نہیں دی گئی کہ وہ بدزبان خاتون تھیں اور خرچ اس لئے نہیں دیا گیا کہ وہ حاملہ نہیں تھیں۔

قَالَ: وَهٰذَا حُجَّةٌ لَنَا فِيْ قَوْلِنَا: اِنَّ الْمَبْتُوتَةَ لَا يَجِبُ لَهَا النَّفَقَةُ اِلَّا اَنْ تَكُوْنَ حَامِلًا .

قِيلَ لَهٗ: لَوْ خَرَجَ مَعْنٰى حَدِيْثِ فَاطِمَةَ مِنْ حَيْثُ ذَكَرْتَ، لَوَقَعَ الْوَهْمُ عَلٰى عُمَرَ، وَعَائِشَةَ، وَاُسَامَةَ، وَمَنْ اَنْكَرَ ذٰلِكَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ، عَلٰى فَاطِمَةَ مَعَهُمْ، وَقَدْ كَانَ يَنْبَغِي اَنْ يُّتْرَكَ اَمْرُهُمْ عَلَى الصَّوَابِ حَتّٰى يُعْلَمَ يَقِيْنًا مَا سِوَى ذٰلِكَ فَكَيْفَ، وَلَوْ صَحَّ حَدِيْثُ فَاطِمَةَ، لَكَانَ قَدْ يَجُوْزُ اَنْ يَّكُوْنَ مَعْنَاهُ عَلٰى غَيْرِ مَا حَمَلْته اَنْتَ عَلَيْهِ .

وَذٰلِكَ اَنَّهٗ قَدْ يَجُوْزُ اَنْ يَّكُوْنَ مَعْنَاهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَرَمَهَا السُّكْنٰى لِبَذَائِهَا كَمَا ذَكَرْتَ، وَرَاٰى اَنَّ ذٰلِكَ هُوَ الْفَاحِشَةُ الَّتِيْ قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ، وَحَرَمَهَا النَّفَقَةَ لِنُشُوزِهَا بِبَذَائِهَا الَّذِيْ خَرَجَتْ بِهٖ مِنْ بَيْتِ زَوْجِهَا، لِاَنَّ الْمُطَلَّقَةَ لَوْ خَرَجَتْ مِنْ بَيْتِ زَوْجِهَا فِيْ عِدَّتِهَا، لَمْ يَجِبْ لَهَا عَلَيْهِ نَفَقَةٌ حَتّٰى تَرْجِعَ اِلٰى مَنْزِلِهٖ .

وہ شخص یہ کہے کہ یہ ہمارے موقف کی تائید میں ہماری دلیل ہے کہ جس عورت کو طلاق بتہ دی گئی ہو اسے خرچ اسی صورت میں مل سکتا ہے جب وہ حاملہ ہو۔

اس شخص سے یہ کہا جائے گا تم نے جو بات ذکر کی ہے اگر اس حوالے سے سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کا مفہوم مراد لیا جائے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ، سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ہمراہ اس روایت کا انکار کرنے والے تمام حضرات کے بارے میں وہم لاحق ہو جائے گا جنہوں نے سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی روایت کا انکار کیا ہے اس لئے ہونا یہ چاہئے کہ ان کے معاملے کو درست صورت پر محمول کیا جائے تاکہ یقینی طور پر پتہ چل جائے کہ اصل صورت حال کیا ہے اگر سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کو درست تسلیم کر لیا

جائے تو یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس کا وہ معنی مراد ہو جس پر تم نے اسے محمول نہیں کیا۔

اور وہ یہ ہے ایسا ہوسکتا ہے کہ اس کا مفہوم یہ ہو کہ نبی اکرم ﷺ نے انہیں رہائش سے اس لئے محروم قرار دیا ہو کیونکہ وہ بدزبان ہیں جیسا کہ تم نے ذکر کیا ہے اور آپ نے یہ سمجھا ہو کہ اس بدزبانی سے مراد وہی چیز ہے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے کیا ہے اور نبی اکرم ﷺ نے انہیں خرچ سے اس لئے محروم کیا ہو کیونکہ وہ اپنی بدزبانی کی وجہ سے اپنے شوہر کے گھر سے نکلنے کی وجہ سے نافرمانی کی مرتکب ہوئی تھیں اس لئے کیونکہ طلاق یافتہ عورت اگر اپنی عدت کے دوران اپنے شوہر کے گھر سے نکل جائے تو شوہر پر اسے خرچ دینا لازم نہیں ہوتا جب تک وہ اس کے گھر میں واپس نہ آجائے۔

فَكَذٰلِكَ فَاطِمَةُ مُنِعَتْ مِنَ النَّفَقَةِ لِنُشُوْزِهَا الَّذِىْ بِهٖ خَرَجَتْ مِنْ مَنْزِلِ زَوْجِهَا .

فَهٰذَا مَعْنًى قَدْ يَجُوْزُ اَنْ يَكُوْنَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرَادَهٗ، اِنْ كَانَ حَدِيْثُ فَاطِمَةَ صَحِيْحًا، وَقَدْ يَجُوْزُ اَنْ يَكُوْنَ اَرَادَ مَا وَصَفْتَ اَنْتَ .

وَقَدْ يَجُوْزُ اَنْ يَكُوْنَ اَرَادَ مَعْنًى غَيْرَ هٰذَيْنِ، مِمَّا لَا يَبْلُغُهٗ عِلْمُنَا .

وَلَا يُحْكَمُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ اَرَادَ فِىْ ذٰلِكَ مَعْنًى بِعَيْنِهٖ، دُوْنَ مَعْنًى كَمَا حَكَمْتَ اَنْتَ عَلَيْهِ ؛ لِاَنَّ الْقَوْلَ عَلَيْهِ بِالظَّنِّ حَرَامٌ، كَمَا اَنَّ الْقَوْلَ بِالظَّنِّ عَلَى اللّٰهِ حَرَامٌ .

اسی طرح سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو خرچ سے ان کی نافرمانی کی وجہ سے روکا گیا کیونکہ وہ اپنے شوہر کے گھر سے نکل آئی تھیں۔

تو یہ مفہوم بھی ہوسکتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے یہی معنی مراد لیا ہو اگر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی روایت درست ہو اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس کا وہ مفہوم مراد ہو جو تم نے بیان کیا ہے۔

اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ان دونوں مفاہیم کی بجائے کوئی اور مفہوم مراد ہو۔

نبی اکرم ﷺ کے بارے میں یہ فیصلہ نہیں کیا جاسکتا کہ آپ نے اس بارے میں کسی متعین معنی کو مراد لیا ہو اور دوسرے معنی کو ترک کردیا ہو جیسا کہ تم نے اس بارے میں یہ فیصلہ دیا ہے۔ اس لئے کہ آپ کے بارے میں گمان کر کے کوئی بات کہنا حرام ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں گمان کے تحت کوئی بات کہنا حرام ہے۔

وَقَدْ رُوِىَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فِى الْفَاحِشَةِ الْمُبَيِّنَةِ، غَيْرُ مَا قَالَ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا .

"فاحشہ مبینہ" کے بارے میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے اس کے برعکس روایت کیا گیا ہے جو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا ہے۔

**283**- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ خُزَيْمَةَ، قَالَ: ثنا حَجَّاجٌ، قَالَ: ثنا حَمَّادٌ، عَنْ مُوْسَى بْنِ عُقْبَةَ، عَنْ نَافِعٍ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ قَالَ فِىْ قَوْلِهٖ تَعَالٰى (لَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْ بُيُوْتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ اِلَّا اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ) قَالَ: خُرُوْجُهَا مِنْ بَيْتِهَا، فَاحِشَةٌ مُّبَيِّنَةٌ .

✧✧ نافع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے بارے میں کہا ہے
''تم انہیں ان کے گھروں سے نہ نکالو اور وہ بھی باہر نہ نکلیں ماسوائے اس صورت کے کہ وہ واضح ''فاحشہ'' کا ارتکاب کریں''۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: اس سے مراد اس عورت کا اپنے گھر سے نکلنا ہے یہ ''فاحشہ مبینہ'' ہے۔
وَقَدْ قَالَ اٰخَرُوْنَ: اِنَّ الْفَاحِشَةَ الْمُبَيِّنَةَ اَنْ تَزْنِىَ فَتَخْرُجُ لِيُقَامَ عَلَيْهَا الْحَدُّ.
بعض دیگر اہل علم نے یہ کہا ہے کہ یہاں ''فاحشہ مبینہ'' سے مراد یہ ہے کہ وہ عورت زنا کا ارتکاب کرے تو وہ باہر نکلے گی تاکہ اس پر حد قائم کی جائے۔

فَمَنْ جَعَلَ لَكَ اَنْ تُثْبِتَ مَا رُوِىَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فِىْ تَأْوِيلِ هٰذِهِ الْاٰيَةِ، وَتَحْتَجَّ بِهٖ عَلٰى مُخَالِفِكَ، وَتَدَعَ مَا قَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُمَا.

تو تمہیں کس نے یہ حق دیا ہے کہ تم اس چیز کو درست مان لو جو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے اور جو اس آیت کی تفسیر کے بارے میں ہے اور اس کے ذریعے اپنے مخالف کے خلاف حجت حاصل کرو اور اس چیز کو چھوڑ دو جو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کی ہے۔

**284**-وَقَدْ رُوِىَ عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ فِىْ حَدِيْثِهَا مَعْنًى غَيْرَ مَا ذَكَرْنَا، وَذٰلِكَ اَنَّ اَبَا شُعَيْبٍ الْبَصْرِىَّ صَالِحَ بْنَ شُعَيْبٍ حَدَّثَنَا قَالَ: ثنا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى الزَّمِنُ، قَالَ: ثنا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ (فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ قَالَتْ: قُلْت: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ زَوْجِى طَلَّقَنِى، وَاِنَّهٗ يُرِيْدُ اَنْ يَّقْتَحِمَ، قَالَ انْتَقِلِى عَنْهُ).

✧✧ سیّدہ فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کے حوالے سے اس حدیث کا ایک اور مفہوم بھی ذکر کیا گیا ہے جو ہمارے ذکر کئے ہوئے مفہوم سے مختلف ہے اور وہ یہ ہے کہ ابوشعیب بصری اپنی سند کے ہمراہ عروہ بن زبیر کے حوالے سے فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں' میں نے عرض کی: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! میرے شوہر نے مجھے طلاق دے دی ہے اور وہ یہ چاہتا ہے (کہ میرے ہاں ہجوم رہے یعنی اس کے دوست بکثرت گھر آتے جاتے رہتے ہیں) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم وہاں سے منتقل ہو جاؤ۔
فَهٰذِهٖ فَاطِمَةُ تُخْبِرُ فِىْ هٰذَا الْحَدِيْثِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا اَمَرَهَا اَنْ تَنْتَقِلَ حِيْنَ خَافَتْ زَوْجَهَا عَلَيْهَا.

اس حدیث میں سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے یہ بتایا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں منتقل ہونے کی ہدایت اس وقت کی تھی جب اس خاتون کو اپنے شوہر کی طرف سے اندیشہ تھا۔
فَقَالَ قَائِلٌ: وَكَيْفَ يَجُوْزُ هٰذَا وَفِىْ بَعْضِ مَا قَدْ رُوِىَ فِىْ هٰذَا الْبَابِ اَنَّهٗ طَلَّقَهَا وَهُوَ غَائِبٌ، اَوْ طَلَّقَهَا ثُمَّ غَابَ فَخَاصَمَتْ ابْنَ عَمِّهٖ فِىْ نَفَقَتِهَا، وَفِىْ هٰذَا اَنَّهَا كَانَتْ تَخَافُهُ، فَاَحَدُ الْحَدِيْثَيْنِ يُخْبِرُ اَنَّهٗ كَانَ غَائِبًا،

وَالْاٰخَرُ يُخْبِرُ اَنَّهُ كَانَ حَاضِرًا، فَقَدْ تَضَادَّ هٰذَانِ الْحَدِيْثَانِ .

کوئی شخص کہہ سکتا ہے کہ ایسا کیسے ہوسکتا ہے جو اس باب میں بعض روایات میں یہ بات ذکر کی گئی ہے کہ اس شوہر نے اس خاتون کو اس وقت طلاق دی تھی جب وہ وہاں موجود نہیں تھا یا اس کو طلاق دینے کے بعد وہاں سے چلا گیا اور اس خاتون نے اپنے خرچ کے بارے میں اس شوہر کے چچازاد سے بحث کی تھی اور اس روایت میں یہ موجود ہے کہ وہ خاتون اپنے شوہر کی طرف سے اندیشے کا شکار تھی تو ایک روایت میں یہ اطلاع مل رہی ہے کہ وہ غیر موجود تھا اور دوسری روایت میں یہ پتہ چل رہا ہے کہ وہ موجود تھا تو ان دونوں حدیثوں کے درمیان تطبیق کا مسئلہ آ گیا۔

قِيْلَ لَهُ: مَا تَضَادَّا، لِاَنَّهُ قَدْ يَجُوزُ اَنْ تَكُوْنَ فَاطِمَةُ لَمَّا طَلَّقَهَا زَوْجُهَا، خَافَتْ عَلَى الْهُجُوْمِ عَلَيْهَا وَسَاَلَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَتَاهَا بِالنَّفَقَةِ ثُمَّ غَابَ بَعْدَ ذٰلِكَ، وَوَكَّلَ ابْنَ عَمِّهٖ بِنَفَقَتِهَا، فَخَاصَمَتْ حِيْنَئِذٍ فِي النَّفَقَةِ وَهُوَ غَائِبٌ، فَقَالَ لَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (لَا سُكْنٰى لَكِ وَلَا نَفَقَةَ) .

اس شخص کو یہ جواب دیا جائے گا کہ ان دونوں کے درمیان تعارض نہیں ہے کیونکہ ایسا ہوسکتا ہے کہ جب سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے شوہر نے انہیں طلاق دی ہو اس وقت انہیں اپنے گھر جانے کا زیادہ اندیشہ ہو اور انہوں نے اس بارے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا ہو اور اس شوہر نے انہیں اس کا خرچ دیا ہو اور اس کے بعد وہاں سے چلا گیا ہو اور اپنے چچازاد کو ان کے خرچ کے لئے وکیل بنالیا ہو اور اس وقت انہوں نے خرچ کے بارے میں مقدمہ پیش کیا ہو جبکہ ان کا شوہر موجود نہ ہو اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے یہ فرمایا ہو تمہیں رہائش اور خرچ کا حق نہیں ملے گا۔

فَاتَّفَقَ مَعْنٰى حَدِيْثِ عُرْوَةَ هٰذَا، وَمَعْنٰى حَدِيْثِ الشَّعْبِيِّ وَاَبِيْ سَلَمَةَ، وَمَنْ وَافَقَهُمَا عَلٰى ذٰلِكَ عَنْ فَاطِمَةَ فَهٰذَا وَجْهُ هٰذَا الْبَابِ مِنْ طَرِيْقِ الْاٰثَارِ .

وَاَمَّا وَجْهُ ذٰلِكَ مِنْ طَرِيْقِ النَّظَرِ، فَاِنَّا قَدْ رَاَيْنَاهُمْ اَجْمَعُوْا اَنَّ الْمُطَلَّقَةَ طَلَاقًا بَائِنًا، وَهِيَ حَامِلٌ مِنْ زَوْجِهَا، اَنَّ لَهَا النَّفَقَةَ عَلٰى زَوْجِهَا، وَبِذٰلِكَ حَكَمَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ لَهَا فِيْ كِتَابِهٖ فَقَالَ (وَاِنْ كُنَّ اُولَاتِ حَمْلٍ فَاَنْفِقُوْا عَلَيْهِنَّ حَتّٰى يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ) .

اس صورت میں عروہ کی اس روایت اور شعبی اور ابوسلمہ کی گزری ہوئی روایت کا اتفاق ہو جائے گا اور ان تمام روایات کے درمیان بھی جنہوں نے سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی رائے کی مخالفت کی ہے کہ ان کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جس عورت کو طلاق بتہ دی گئی ہو اور وہ حاملہ بھی ہو اسے خرچ دینا اس کے شوہر پر لازم ہوگا اور اسی بات کا حکم اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں دیتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے:

''اگر وہ حاملہ ہوں تو انہیں خرچ دو یہاں تک کہ وہ بچے کو جنم دیں''۔

فَاحْتَمَلَ اَنْ تَكُوْنَ تِلْكَ النَّفَقَةُ جُعِلَتْ عَلَى الْمُطَلِّقِ، لِاَنَّهُ يَكُوْنُ عَنْهَا مَا يُغَذِّي الصَّبِيَّ فِيْ بَطْنِ اُمِّهٖ فَيَجِبُ

ذٰلِكَ عَلَيْهِ لِوَلَدِهٖ، كَمَا يَجِبُ عَلَيْهِ اَنْ يُغَذِّيَهٗ فِيْ حَالِ رَضَاعِهٖ بِالنَّفَقَةِ عَلٰى مَنْ تُرْضِعُهٗ، وَتُوَصِّلُ الْغِذَاءَ عَلَيْهِ، ثُمَّ يُغَذِّيَهٗ بَعْدَ ذٰلِكَ بِمِثْلِ مَا يُغَذّٰى بِهٖ مِثْلُهٗ مِنَ الطَّعَامِ وَالشَّرَابِ.

یہاں اس بات کا احتمال ہوسکتا ہے کہ یہ خرچ طلاق دینے والے شخص کے ذمے بھی لازم کیا گیا ہو کیونکہ ہوسکتا ہے کہ (حمل کے دوران عورت کو خرچ فراہم کرنا) اس لئے ہو کیونکہ وہ مرد ماں کے پیٹ میں موجود بچے کو غذا فراہم کرے۔ تو اس بچے کی وجہ سے یہ ادائیگی اس پر لازم ہوگی۔ بالکل اسی طرح جس طرح رضاعت کے دوران دودھ پلانے والی عورت کا خرچ دینا اس شخص کے ذمے لازم ہوتا ہے پھر بچے کو غذا فراہم کرنا پھر اس کے بعد اس کی مانند رضاعت فراہم کرنا جو کھانے پینے سے تعلق رکھتی ہو اس کے ذمے لازم ہوتا ہے۔

فَيُحْتَمَلُ اَيْضًا اِذَا كَانَ حَمْلًا فِيْ بَطْنِ اُمِّهٖ، اَنْ يَّجِبَ عَلٰى اَبِيْهِ غِذَاؤُهٗ بِمَا يُغَذّٰى بِهٖ مِثْلُهٗ فِيْ حَالِهٖ تِلْكَ مِنَ النَّفَقَةِ عَلٰى اُمِّهٖ، لِاَنَّ ذٰلِكَ يُوَصِّلُ الْغِذَاءَ اِلَيْهِ.

وَيُحْتَمَلُ اَنْ تَكُوْنَ تِلْكَ النَّفَقَةُ اِنَّمَا جُعِلَتْ لِلْمُطَلَّقَةِ خَاصَّةً، لِعِلَّةِ الْعِدَّةِ، لَا لِعِلَّةِ الْوَلَدِ الَّذِيْ فِيْ بَطْنِهَا.

تو یہاں اس بات کا بھی احتمال ہوسکتا ہے کہ اگر وہ بچہ اپنی ماں کے پیٹ میں حمل کی صورت میں ہو تو اس کے باپ کے ذمے یہ بات لازم ہوگی کہ وہ اس کی رضاعت کا بندوبست کرے یعنی اس حالت کے درمیان میں اس کی ماں کو خرچ فراہم کرے تو ایسی صورت میں غذا اس تک پہنچے گی اور یہاں یہ احتمال بھی ہوسکتا ہے کہ وہ خرچ بطور خاص طلاق یافتہ عورت کے لئے ہو اور اس کی عدت کی وجہ سے ہو بچے کی وجہ سے نہ ہو جو اس کے پیٹ میں موجود ہے۔

فَاِنْ كَانَتِ النَّفَقَةُ عَلَى الْحَامِلِ اِنَّمَا جُعِلَتْ لَهَا لِمَعْنَى الْعِدَّةِ، ثَبَتَ قَوْلُ الَّذِيْنَ قَالُوْا (لِلْمَبْتُوْتَةِ النَّفَقَةُ وَالسُّكْنٰى حَامِلًا كَانَتْ اَوْ غَيْرَ حَامِلٍ).

وَاِنْ كَانَتِ الْعِلَّةُ الَّتِيْ بِهَا وَجَبَتِ النَّفَقَةُ هِيَ الْوَلَدُ، فَاِنَّ ذٰلِكَ لَا يَدُلُّ عَلٰى اَنَّ النَّفَقَةَ وَاجِبَةٌ لِغَيْرِ الْحَامِلِ، فَاعْتَبَرْنَا ذٰلِكَ لِنَعْلَمَ كَيْفَ الْوَجْهُ فِيْمَا اَشْكَلَ مِنْ ذٰلِكَ.

اگر حاملہ پر خرچ کرنا اس کی عدت کی وجہ سے قرار دیا جائے تو ان لوگوں کا قول ثابت ہو جائے گا جو یہ کہتے ہیں بتہ طلاق یافتہ عورت کو خرچ دیا جائے گا اور رہائش بھی دی جائے گی۔ اگر چہ وہ حاملہ ہو یا نہ ہو۔ اس خرچ کی' جس کی ادائیگی لازم ہے' اگر علت بچہ ہو تو یہ اس بات پر دلالت نہیں کرے گا کہ غیر حاملہ کو خرچ دینا واجب ہے اس لئے ہم یہاں یہ قیاس کریں گے کہ ہمیں پتہ چل جائے کہ اس مشکل صورتحال کی حقیقت کیا ہے؟

فَرَاَيْنَا الرَّجُلَ يَجِبُ عَلَيْهِ اَنْ يُّنْفِقَ عَلَى ابْنِهِ الصَّغِيْرِ فِيْ رَضَاعِهٖ حَتّٰى يَسْتَغْنِيَ عَنْ ذٰلِكَ، وَيُنْفِقَ عَلَيْهِ بَعْدَ ذٰلِكَ مَا يُنْفِقُ عَلٰى مِثْلِهٖ، مَا كَانَ الصَّبِيُّ مُحْتَاجًا اِلٰى ذٰلِكَ.

فَاِنْ كَانَ غَنِيًّا عَنْهُ بِمَالٍ لَهٗ، قَدْ وَرِثَهٗ عَنْ اُمِّهٖ، اَوْ قَدْ مَلَكَهٗ بِوَجْهٍ سِوٰى ذٰلِكَ، مِنْ هِبَةٍ اَوْ غَيْرِهَا لَمْ يَجِبْ عَلٰى اَبِيْهِ اَنْ يُّنْفِقَ عَلَيْهِ مِنْ مَالِهٖ، وَاَنْفَقَ عَلَيْهِ مِمَّا وَرِثَ، اَوْ مِمَّا وُهِبَ لَهٗ.

فَكَانَ اِنَّمَا يُنْفِقُ عَلَيْهِ مِنْ مَالِهِ لِحَاجَتِهِ اِلٰى ذٰلِكَ، فَاِذَا ارْتَفَعَ ذٰلِكَ، لَمْ يَجِبْ عَلَيْهِ الْاِنْفَاقُ عَلَيْهِ مِنْ مَالِهِ .
وَلَوْ اَنْفَقَ عَلَيْهِ الْاَبُ مِنْ مَالِهِ عَلٰى اَنَّهُ فَقِيرٌ اِلٰى ذٰلِكَ، بِحُكْمِ الْقَاضِي عَلَيْهِ، ثُمَّ عَلِمَ اَنَّ الصَّبِيَّ قَدْ كَانَ وَجَبَ لَهُ مَالٌ قَبْلَ ذٰلِكَ، بِمِيْرَاثٍ اَوْ غَيْرِهِ، كَانَ لِلْاَبِ اَنْ يَّرْجِعَ بِذٰلِكَ الْمَالِ الَّذِيْ اَنْفَقَهُ فِيْ مَالِ الصَّبِيِّ الَّذِيْ وَجَبَ لَهُ، بِالْوَجْهِ الَّذِيْ ذَكَرْنَا .

ہم نے ایک شخص کو دیکھا اس پر یہ لازم ہے کہ وہ اپنے کم سن بچے کی رضاعت کے دوران اس پر خرچ کرے یہاں تک کہ وہ اس رضاعت کو ختم کر دے اس کے بعد بھی اس پر خرچ کرے جیسے وہ اپنے اوپر خرچ کرتا ہے جب تک بچہ اس کا محتاج ہے لیکن اگر اس بچے کو اپنے ذاتی مال کی وجہ سے اس کی ضرورت نہ ہو یعنی وہ اپنی ماں کی طرف سے اس مال کا وارث ہوا ہو یا کسی دوسری صورتحال کی وجہ سے اس مال کا وارث ہوا ہو یا وہ کسی اور صورت سے تعلق رکھتی ہو تو اب اس کے باپ پر یہ لازم نہیں ہوگا کہ وہ اپنے مال میں سے اس بچے پر خرچ کرے۔ وہ باپ اس بچے پر اس مال میں سے خرچ کرسکتا ہے جس کا وہ بچہ وارث ہوا ہے یا اسے جو ہبہ کے طور پر دیا گیا ہے تو وہ باپ اس بچے پر اس مال میں سے اس وقت تک خرچ کرے گا جب تک اسے ضرورت ہو اور جب ضرورت ختم ہو جائے گی تو اپنے مال میں سے اس بچے پر خرچ کرنا لازم نہیں ہوگا۔ اگر باپ اپنے مال میں سے اس بچے پر خرچ کرتا ہے اور بچہ اس کا محتاج ہے اور باپ قاضی کے فیصلے کی وجہ سے خرچ کرتا ہے تو پھر یہ پتہ چلتا ہے کہ بچے کے پاس اس سے پہلے کچھ مال موجود تھا جو وراثت یا کسی اور وجہ سے تھا تو اب باپ کو یہ حق حاصل ہوگا کہ وہ اس مال کو حاصل کرسکتا ہے۔ اس بچے کے مال میں سے جو اس نے اس پر خرچ کیا تھا اور بچے کے اس مال میں سے جو اس پر واجب ہوا ہے۔ اس صورت کے مطابق جو ہم نے ذکر کی ہے۔

وَكَانَ الرَّجُلُ اِذَا طَلَّقَ امْرَاَتَهُ وَهِيَ حَامِلٌ، فَحَكَمَ الْقَاضِي لَهَا عَلَيْهِ بِالنَّفَقَةِ، فَاَنْفَقَ عَلَيْهَا حَتّٰى وَضَعَتْ وَلَدًا حَيًّا، وَقَدْ كَانَ اَخٌ لَهُ مِنْ اُمِّهِ مَاتَ قَبْلَ ذٰلِكَ، فَوَرِثَهُ الْوَلَدُ وَاُمُّهُ حَامِلٌ بِهِ، لَمْ يَكُنْ لِلْاَبِ، فِيْ قَوْلِهِمْ جَمِيعًا، اَنْ يَّرْجِعَ عَلٰى ابْنِهِ بِمَا كَانَ اَنْفَقَ عَلٰى اُمِّهِ بِحُكْمِ الْقَاضِي لَهَا عَلَيْهِ بِذٰلِكَ، اِذَا كَانَتْ حَامِلًا بِهِ .

جو شخص اپنی بیوی کو طلاق دیتا ہے اور وہ حاملہ ہوتی ہے پھر قاضی اس عورت کو خرچ فراہم کرنے کا فیصلہ دے دیتا ہے اور وہ شخص اس عورت پر خرچ کرتا ہے یہاں تک کہ وہ عورت زندہ بچے کو جنم دیتی ہے اور اس بچے کا اس کی ماں کی طرف سے ایک بھائی تھا جو اس سے پہلے فوت ہو گیا تو وہ بچہ اور اس کی حاملہ ماں اس (مرحوم بچے) کے وارث بن گئے تو اب باپ کو یہ حق حاصل نہیں ہوگا۔ ان تمام فقہاء کے نزدیک، وہ شخص اپنے بیٹے سے وہ مال واپس لے جو اس کی ماں اور اپنے بیٹے پر قاضی کے فیصلے کے تحت خرچ کیا تھا جب وہ ماں اس بچے سے حاملہ تھی۔

فَثَبَتَ بِذٰلِكَ اَنَّ النَّفَقَةَ عَلَى الْمُطَلَّقَةِ الْحَامِلِ، هِيَ لِعِلَّةِ الْعِدَّةِ الَّتِيْ هِيَ فِيْهَا، مِنَ الَّذِيْ طَلَّقَهَا، لَا لِعِلَّةِ مَا هِيَ بِهِ حَامِلٌ مِنْهُ .

اس سے یہ ثابت ہوا کہ حاملہ طلاق یافتہ عورت کو خرچ دینا اس عدت کی علت کی وجہ سے ہے جو وہ بسر کر رہی ہے اور اس شخص

کی طرف سے ہوگا جس نے اسے طلاق دی ہے وہ اس کے پیٹ میں موجود حمل کی وجہ سے نہیں ہوگا۔

فَلَمَّا كَانَ مَا ذَكَرْنَا كَذٰلِكَ، ثَبَتَ اَنَّ كُلَّ مُعْتَدَّةٍ مِنْ طَلَاقٍ بَائِنٍ، فَلَهَا مِنَ النَّفَقَةِ مِثْلُ مَا لِلْمُعْتَدَّةِ مِنَ الطَّلَاقِ، اِذَا كَانَتْ حَامِلًا، قِيَاسًا وَنَظَرًا عَلٰى مَا ذَكَرْنَا مِمَّا وَصَفْنَا وَبَيَّنَّا .

جو ہم نے ذکر کیا ہے۔ جب صورتحال یہ ہوگئی تو یہ ثابت ہوگیا کہ ہر عدت بسر کرنے والی عورت خواہ اسے طلاق بائنہ ملی ہو اسے خرچ ملے گا۔ اسی کی مانند جو دیگر طلاق بسر کرنے والی عورت کو ملتا ہے جبکہ وہ حاملہ ہوتی ہے۔

قیاس اور غور وفکر کے اعتبار سے جیسا کہ ہم نے ذکر کیا ہے اور بیان کیا ہے۔

وَهٰذَا قَوْلُ اَبِىْ حَنِيْفَةَ، وَاَبِىْ يُوْسُفَ، وَمُحَمَّدٍ، رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِمْ اَجْمَعِيْنَ .

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ اس بات کے قائل ہیں۔

وَقَدْ رُوِىَ ذٰلِكَ عَنْ عُمَرَ، وَعَبْدِ اللّٰهِ، وَقَدْ ذَكَرْنَاهُ فِيْمَا تَقَدَّمَ مِنْ كِتَابِنَا هٰذَا،

اس بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا گیا ہے۔ جس کا ہم اپنی پہلی کتاب میں ذکر کر چکے ہیں۔

وَرُوِىَ ذٰلِكَ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ، وَاِبْرَاهِيْمَ النَّخَعِيِّ .

اس بارے میں سعید بن مسیّب سے بھی اور ابراہیم نخعی سے بھی روایت کیا گیا ہے۔

**285**-حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ الْفَرَجِ، قَالَ: ثنا عَمْرُو بْنُ خَالِدٍ، قَالَ: ثنا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَمْرٍو، عَنْ عَبْدِ الْكَرِيْمِ الْجَزَرِيِّ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ قَالَ (الْمُطَلَّقَةُ ثَلَاثًا لَهَا النَّفَقَةُ وَالسُّكْنٰى) .

✧✧ سعید بن مسیّب فرماتے ہیں: جس عورت کو تین طلاقیں دی گئی ہوں اسے خرچ اور رہائش ملے گی۔

**286**-حَدَّثَنَا اَبُوْ بِشْرٍ الرَّقِّيُّ، قَالَ: ثنا شُجَاعُ بْنُ الْوَلِيْدِ، عَنِ الْمُغِيْرَةِ، عَنْ اِبْرَاهِيْمَ، مِثْلَهُ .

✧✧ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ ابراہیم نخعی سے بھی منقول ہے۔

## بَابُ الْمُتَوَفّٰى عَنْهَا زَوْجُهَا، هَلْ لَهَا اَنْ تُسَافِرَ فِىْ عِدَّتِهَا ؟

### وَمَا دَخَلَ ذٰلِكَ مِنْ حُكْمِ الْمُطَلَّقَةِ فِىْ وُجُوْبِ الْاِحْدَادِ عَلَيْهَا فِىْ عِدَّتِهَا ؟

## باب 5: جس عورت کا شوہر فوت ہو جائے تو کیا وہ اپنی عدت کے دوران سفر کر سکتی ہے اور جو عورت طلاق یافتہ ہونے کی وجہ سے اپنی عدت کے دوران سوگ کے وجوب کے حکم میں ہو

**287**-حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ مَرْزُوْقٍ، قَالَ: ثنا اَبُوْ عَاصِمٍ .

وَحَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ دَاوُدَ، قَالَ: ثنا مُسَدَّدٌ، قَالَ: ثنا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ، قَالَا جَمِيْعًا، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، قَالَ:

**287**: اخرجه مسلم فی الرضاع حدیث **122**' الطلاق حدیث **57**' ابو داؤد فی الطلاق باب **47**' والدارمی فی الطلاق باب **14**' واحمد فی السند **321/3**

اَخْبَرَنِی اَبُو الزُّبَیْرِ، عَنْ (جَابِرٍ قَالَ: طَلُقَتْ خَالَةٌ لِی، فَاَرَادَتْ اَنْ تَخْرُجَ فِیْ عِدَّتِهَا اِلٰی نَخْلٍ لَهَا، فَقَالَ لَهَا رَجُلٌ: لَیْسَ ذٰلِكَ لَكَ .

فَاَتَتِ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اُخْرُجِی اِلٰی نَخْلِك وَجُدِّیهِ، فَعَسٰی اَنْ تَصَدَّقِی، وَتَصْنَعِی مَعْرُوفًا) .

✧✧ ابوزبیر حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں' میری خالہ کو طلاق دے دی گئی۔ انہوں نے اپنی عدت کے دوران اپنے باغ میں جانا چاہا تو ایک شخص نے کہا: تمہیں اس کا حق حاصل نہیں ہے وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں آپ نے فرمایا: تم اپنے باغ میں جاؤ وہاں محنت کرو ہوسکتا ہے کہ تم (اس باغ کی آمدن کو) صدقہ کرو اور اس کو نیکی کے کام میں استعمال کرو۔

**288**-حَدَّثَنَا رَبِیْعٌ الْمُؤَذِّنُ، قَالَ ثنا اَسَدٌ، قَالَ: ثنا ابْنُ لَهِیعَةَ، قَالَ: ثنا اَبُو الزُّبَیْرِ، قَالَ: سَمِعْت (جَابِرًا یَقُوْلُ اَخْبَرَتْنِی خَالَتِیْ اَنَّهَا طَلُقَتْ اَلْبَتَّةَ، فَاَرَادَتْ اَنْ تُجِدَّ نَخْلَهَا، فَزَجَرَهَا رِجَالٌ اَنْ تَخْرُجَ فَاَتَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ بَلٰی فَجُدِّی نَخْلَك، فَاِنَّك عَسٰی اَنْ تَصَدَّقِی وَتَفْعَلِی مَعْرُوْفًا) .

✧✧ ابوزبیر بیان کرتے ہیں' میں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے' میری خالہ نے مجھے بتایا کہ انہیں طلاق بتہ دے دی گئی انہوں نے یہ ارادہ کیا کہ وہ اپنے باغ میں محنت مزدوری کریں تو کچھ لوگوں نے انہیں جھڑکا کہ وہ گھر سے باہر کیوں نکل رہی ہیں۔ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں آپ نے فرمایا: ہاں ٹھیک ہے تم اپنے باغ میں محنت کرو ہوسکتا ہے کہ تم (اس کی پیداوار کو) صدقہ کرو اور اسے نیکی کے کام میں استعمال کرو۔

قَالَ اَبُوْ جَعْفَرٍ: فَذَهَبَ قَوْمٌ اِلٰی اَنَّ لِلْمُطَلَّقَةِ وَلِلْمُتَوَفّٰی عَنْهَا زَوْجُهَا اَنْ تُسَافِرَا فِیْ عِدَّتِهِمَا اِلٰی حَیْثُ مَا شَاءَ تَا، وَاحْتَجُّوْا فِیْ ذٰلِكَ بِهٰذَا الْحَدِیْثِ .

امام ابوجعفر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: کچھ حضرات اس بات کی طرف گئے ہیں کہ جس عورت کو طلاق دی گئی ہو یا جس کا شوہر فوت ہوگیا ہو وہ اپنی عدت کے دوران جہاں چاہے سفر کرسکتی ہے۔ انہوں نے اس بارے میں اس حدیث سے استدلال کیا ہے۔

وَخَالَفَهُمْ فِیْ ذٰلِكَ اٰخَرُوْنَ، فَقَالُوْا: اَمَّا الْمُتَوَفّٰی عَنْهَا زَوْجُهَا، فَاِنَّ لَهَا اَنْ تَخْرُجَ فِیْ عِدَّتِهَا مِنْ بَیْتِهَا، نَهَارًا وَلَا تَبِیْتُ اِلَّا فِیْ بَیْتِهَا .

وَاَمَّا الْمُطَلَّقَةُ فَلَا تَخْرُجُ مِنْ بَیْتِهَا فِیْ عِدَّتِهَا، لَا لَیْلًا وَلَا نَهَارًا .

اس بارے میں دیگر حضرات نے ان کی مخالفت کی ہے وہ یہ کہتے ہیں جس عورت کا شوہر فوت ہوگیا ہو اسے یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنی عدت کے دوران اپنے گھر سے دن کے وقت نکل سکتی ہے لیکن رات اسے اپنے گھر میں ہی بسر کرنا ہوگی البتہ جس عورت کو طلاق دی گئی ہوگی وہ اپنی عدت کے دوران رات میں یا دن میں کسی بھی وقت گھر سے باہر نہیں نکل سکتی۔

وَفَرَّقُوا بَیْنَهُمَا، لِاَنَّ الْمُطَلَّقَةَ، فِیْ قَوْلِهِمْ، لَهَا النَّفَقَةُ وَالسُّكْنٰی فِیْ عِدَّتِهَا، عَلٰی زَوْجِهَا الَّذِیْ طَلَّقَهَا،

فَذٰلِكَ يُغْنِيهَا عَنِ الْخُرُوجِ مِنْ بَيْتِهَا .

وَالْمُتَوَفّٰى عَنْهَا زَوْجُهَا، لَا نَفَقَةَ، فَلَهَا اَنْ تَخْرُجَ فِيْ بَيَاضِ نَهَارِهَا، تَبْتَغِي مِنْ فَضْلِ رَبِّهَا .

ان حضرات نے ان دونوں کے درمیان اس لئے فرق کیا ہے کیونکہ جس عورت کو طلاق دی گئی ہو ان حضرات کے قول کے مطابق اس عورت کو خرچ اور رہائش اس کی عدت کے دوران ملتی ہے اس کی ادائیگی اس کے شوہر پر لازم ہے جس نے اسے طلاق دی ہو تو یہ اس عورت کو اس بات سے بے نیاز کر دیتی ہے کہ وہ اپنے گھر سے نکلے لیکن جس عورت کا شوہر فوت ہو چکا ہو اسے خرچ نہیں ملتا اس لئے اسے یہ حق حاصل ہوگا کہ وہ دن کی روشنی میں اپنے گھر سے باہر جائے اور اپنے پروردگار کے فضل کو تلاش کرے۔

وَكَانَ مِنَ الْحُجَّةِ لَهُمْ، فِيْ حَدِيْثِ جَابِرٍ، الَّذِيْ احْتَجَّ بِهِ عَلَيْهِمْ اَهْلُ الْمَقَالَةِ الْاُولٰى، اَنَّهُ قَدْ يَجُوْزُ اَنْ يَكُوْنَ مَا ذُكِرَ فِيْهِ، كَانَ فِيْ وَقْتٍ مَا لَمْ يَكُنِ الْاِحْدَادُ، يَجِبُ فِيْ كُلِّ الْعِدَّةِ فَاِنَّهُ قَدْ كَانَ ذٰلِكَ كَذٰلِكَ .

ان حضرات کی دلیل حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں موجود ہے جس کے ذریعے پہلے موقف کے قائلین نے استدلال کیا ہے۔ اس بارے میں جو کچھ ذکر کیا گیا ہے اس میں یہ احتمال ہو سکتا ہے کہ یہ اس وقت کی بات ہو جب سوگ منانا ہر عدت میں لازم نہیں تھا کیونکہ پہلے ایسا بھی ہوا کرتا تھا۔

**289**-حَدَّثَنَا ابْنُ مَرْزُوْقٍ، قَالَ: ثنا حِبَّانُ بْنُ هِلَالٍ .

وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرَةَ اَيْضًا قَالَ: ثنا حِبَّانُ .

وَحَدَّثَنَا فَهْدٌ، قَالَ: ثنا اَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ .

وَحَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ دَاوُد، قَالَ: ثنا جُبَارَةُ بْنُ الْمُغَلِّسِ .

وَحَدَّثَنَا رَبِيْعٌ الْمُؤَذِّنُ، وَسُلَيْمَانُ بْنُ شُعَيْبٍ، قَالَا: ثنا اَسَدٌ، قَالُوْا: ثنا مُحَمَّدُ بْنُ طَلْحَةَ، عَنِ الْحَكَمِ بْنِ عُتَيْبَةَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ شَدَّادٍ، عَنْ (اَسْمَاءَ بِنْتِ عُمَيْسٍ قَالَتْ: لَمَّا اُصِيبَ جَعْفَرٌ، اَمَرَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَسَكَّنِي ثَلَاثًا، ثُمَّ اصْنَعِي مَا شِئْتِ) .

✧✧ عبداللہ بن شداد' سیدہ اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں' جب حضرت جعفر رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ہدایت کی کہ تم تین دن تک گھر میں رہو اس کے بعد جو چاہو کر سکتی ہو۔

فَفِيْ هٰذَا الْحَدِيْثِ اَنَّ الْاِحْدَادَ لَمْ يَكُنْ عَلَى الْمُعْتَدَّةِ فِيْ كُلِّ عِدَّتِهَا، وَاِنَّمَا كَانَ فِيْ وَقْتٍ مِنْهَا خَاصٍّ، ثُمَّ نُسِخَ ذٰلِكَ وَاُمِرَتْ بِاَنْ تَحُدَّ عَلَيْهِ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا .

اس حدیث میں یہ بات موجود ہے کہ سوگ منانا ہر طرح کی عدت بسر کرنے والی کے لئے لازم نہیں تھا اور یہ اس سے پہلے

**289** اخرجه البخاری فی الجنائز باب **31**' والحیض باب **12**' والطلاق باب **46**' حدیث **846, 748, 749** و مسلم فی الرضاع حدیث **125, 126, 129, 130, 131, 132, 133** و ابو داؤد فی الطلاق باب **46, 43** والترمذی فی الطلاق باب **18**' والنسائی فی الطلاق باب **58, 59**' وابن ماجه فی الطلاق باب **35**' والدارمی فی الطلاق باب **12, 12**و مالك فی الطلاق حدیث **101, 102**' و احمد فی المسند **6/37**' **183, 249, 281, 286, 287, 324, 326, 408, 426**

مخصوص وقت کے لئے ہوتا تھا۔ اس کے بعد اس حکم کو منسوخ کر دیا گیا اور عورتوں کو یہ ہدایت کی گئی کہ وہ ایسی صورت میں چار ماہ دس دن تک سوگ منائیں۔

**290**-فَمِمَّا رُوِیَ فِیْ ذٰلِكَ مَا حَدَّثَنَا یُوْنُسُ، قَالَ: اَخْبَرَنَا سُفْیَانُ، عَنِ الزُّهْرِیِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ (لَا یَحِلُّ لِامْرَاَةٍ تُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ اَنْ تُحِدَّ عَلٰی مَیِّتٍ فَوْقَ ثَلَاثَةِ اَیَّامٍ اِلَّا عَلٰی زَوْجٍ، فَاِنَّهَا تَحِدُّ عَلَیْهِ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا).

✧✧ اس بارے میں جو روایات نقل کی گئی ہیں ان میں سے ایک سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے آپ نے فرمایا ہے: ''اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھنے والی کسی عورت کے لیے یہ بات جائز نہیں ہے کہ وہ کسی مرے ہوئے شخص پر تین دن سے زیادہ سوگ کرے البتہ اپنے شوہر پر اس سے زیادہ سوگ کرے گی کیونکہ وہ اس پر چار ماہ دس دن تک سوگ کرے گی۔

**291**-حَدَّثَنَا یُوْنُسُ، قَالَ: اَخْبَرَنَا سُفْیَانُ، عَنْ اَیُّوْبَ بْنِ مُوْسَی، عَنْ حُمَیْدِ بْنِ نَافِعٍ، عَنْ (زَیْنَبَ بِنْتِ اَبِیْ سَلَمَةَ قَالَتْ: لَمَّا جَاءَ نَعِیُّ اَبِیْ سُفْیَانَ، دَعَتْ اُمُّ حَبِیْبَةَ بِصُفْرَةٍ، فَمَسَحَتْ بِذِرَاعَیْهَا وَعَارِضَیْهَا، وَقَالَتْ اِنِّیْ عَنْ هٰذَا لَغَنِیَّةٌ، لَوْلَا اَنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ)، ثُمَّ ذَكَرَتْ مِثْلَ حَدِیْثِ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا سَوَاءً.

✧✧ سیدہ زینب بنت ابوسلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: جب حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے انتقال کی اطلاع آئی تو سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا (جو حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی تھیں) نے زرد رنگ منگوایا۔ اس کو اپنی کلائیوں اور رخساروں پر ملا اور فرمایا: مجھے اس کی ضرورت نہیں تھی میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: اس کے بعد انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کی مثل کو نقل کیا ہے۔

**292**-حَدَّثَنَا رَبِیْعٌ الْمُؤَذِّنُ، قَالَ: ثنا شُعَیْبُ بْنُ اللَّیْثِ، قَالَ: ثنا اللَّیْثُ، عَنْ اَیُّوْبَ بْنِ مُوْسَی، عَنْ حُمَیْدِ بْنِ نَافِعٍ، عَنْ زَیْنَبَ بِنْتِ اُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ (بَیْنَمَا اَنَا عِنْدَ اُمِّ حَبِیْبَةَ) ثُمَّ ذَكَرَتْ مِثْلَ حَدِیْثِ یُوْنُسَ.

✧✧ سیدہ زینب بنت ابوسلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: میں ایک مرتبہ سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے پاس موجود تھی اس کے بعد انہوں نے یونس نامی راوی کی حدیث کی طرح نقل کیا ہے۔

قَالَ حُمَیْدٌ: وَحَدَّثَتْنِیْ زَیْنَبُ بِنْتُ اُمِّ سَلَمَةَ، عَنْ اُمِّهَا اُمِّ سَلَمَةَ اَنَّهَا قَالَتْ: (جَاءَتْ امْرَاَةٌ اسْمُهَا عَاتِكَةُ مِنْ قُرَیْشٍ بِنْتِ النَّحَّامِ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ: اِنَّا نَخَافُ عَلٰی بَصَرِهَا، فَقَالَ لَا، اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا، قَدْ كَانَتْ اِحْدَاكُنَّ تُحِدُّ عَلٰی زَوْجِهَا السَّنَةَ، ثُمَّ تَرْمِیْ عَلٰی رَاْسِ السَّنَةِ بِالْبَعْرِ).

سیدہ زینب بنت ام سلمہ رضی اللہ عنہا اپنی والدہ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے یہ بات نقل کرتی ہیں ایک خاتون آئیں جس کا نام بنت نحام تھا۔ یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کی: ہمیں اس کی بینائی کے بارے میں اندیشہ ہے۔ نبی

اکرم ﷺ نے فرمایا: نہیں چار ماہ دس دن تک تم سرمہ استعمال نہیں کرسکتیں پہلے تم میں سے عورت ایک سال تک اپنے شوہر کا سوگ منایا کرتی تھی اور پھر ایک سال گزرنے کے بعد مینگنی پھینکتی تھی۔

**293**-حَدَّثَنَا يُوْنُسُ، قَالَ: ثنا عَلِيُّ بْنُ مَعْبَدٍ، قَالَ: ثنا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَمْرٍو، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ حُمَيْدِ بْنِ نَافِعٍ مَوْلَى الْاَنْصَارِ اَنَّهُ سَمِعَ زَيْنَبَ بِنْتَ اُمِّ سَلَمَةَ تُحَدِّثُ عَنْ اُمِّهَا وَاُمِّ حَبِيبَةَ (اسْمُهَا رَمْلَةُ) مِثْلَ مَا فِيْ حَدِيثِ رَبِيعٍ عَنْهُمَا.

✧✧ سیدہ زینب بنت ام سلمہ رضی اللہ عنہا اپنی والدہ اور سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے جن کا نام سیدہ رملہ رضی اللہ عنہا ہے اس کی مانند حدیث نقل کرتی ہیں۔

قَالَ حُمَيْدٌ: فَقُلْتُ لِزَيْنَبَ، وَمَا رَأْسُ الْحَوْلِ؟ فَقَالَتْ: كَانَتِ الْمَرْاَةُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ اِذَا مَاتَ زَوْجُهَا، عَمَدَتْ اِلٰى شَرِّ بَيْتٍ لَهَا، فَجَلَسَتْ فِيهِ سَنَةً، فَاِذَا مَرَّتْ بِهَا سَنَةٌ، خَرَجَتْ وَرَمَتْ بِبَعْرَةٍ مِنْ وَرَائِهَا.

حمید کہتے ہیں میں نے سیدہ زینب رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا: ایک سال گزرنے کا مطلب کیا ہے انہوں نے بتایا زمانہ جاہلیت میں جب کسی عورت کا شوہر فوت ہوجاتا تھا تو اپنے گھر کے سب سے برے حصے میں چلی جاتی تھی اور وہاں ایک سال تک رہتی تھی جب سال گزر جاتا تھا تو وہ اس میں سے باہر آتی تھی اور پھر اونٹ کی ایک مینگنی اپنے پیچھے پھینکتی تھی۔

**294**-حَدَّثَنَا يُوْنُسُ، قَالَ: اَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ اَنَّ مَالِكًا اَخْبَرَهُ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ بَكْرٍ، عَنْ حُمَيْدِ بْنِ نَافِعٍ، عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ اَبِيْ سَلَمَةَ اَنَّهَا اَخْبَرَتْهُ بِهٰذِهِ الْاَحَادِيثِ الثَّلَاثَةِ قَالَتْ: دَخَلْتُ عَلٰى اُمِّ حَبِيبَةَ، ثُمَّ ذَكَرَتْ عَنْهَا مِثْلَ مَا ذَكَرْنَاهُ عَنْهَا، فِيمَا تَقَدَّمَهُ مِنْ هٰذِهِ الْاَحَادِيثِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

✧✧ حمید بن نافع بیان کرتے ہیں' سیدہ زینب بنت ابوسلمہ رضی اللہ عنہا نے انہیں یہ تین احادیث بیان کی ہیں۔ وہ فرماتی ہیں' سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا میرے پاس تشریف لائیں۔ اس کے بعد انہوں نے سیدہ حبیبہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے وہی روایت نقل کی ہے جو ہم اس سے پہلے اس حدیث میں نبی اکرم ﷺ کے حوالے سے نقل کر چکے ہیں۔

قَالَتْ: وَسَمِعْتُ اُمَّ سَلَمَةَ تَقُوْلُ (جَاءَتْ امْرَاَةٌ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) ثُمَّ ذَكَرَتْ نَحْوَ مَا ذَكَرْنَاهُ عَنْهَا، فِيمَا تَقَدَّمَ مِنْ هٰذِهِ الْاَحَادِيثِ.

سیدہ زینب بنت ابوسلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' انہوں نے سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو یہ کہتے ہوئے سنا ایک خاتون نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اس کے بعد انہوں نے وہی حدیث نقل کی ہے جو ہم اس سے پہلے نقل کر چکے ہیں۔

قَالَتْ: دَخَلْتُ عَلٰى زَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ فَذَكَرَتْ عَنْهَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ حَدِيثِ يُوْنُسَ، عَنْ عَلِيٍّ، وَفِيْ حَدِيثِ رَبِيعٍ، عَنْ شُعَيْبٍ مِمَّا ذَكَرْنَاهُ فِيْ حَدِيثِهِمَا، عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ

2- اخرجه البخاری فی الطلاق باب 47, 46 و ابو داؤد فی الطلاق باب 43' والترمذی فی الطلاق باب 18' والنسائی فی الطلاق باب 67, 63, 55' وابن ماجه فی الطلاق باب 34' و مالک فی الطلاق حدیث 101' واحمد فی السند 311, 292/6

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ بِنْتِ النَّحَّامِ.

سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں۔ سیّدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئیں پھر انہوں نے ان کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے وہی حدیث نقل کی ہے جو یونس کے حوالے سے منقول ہے جسے ہم اس سے پہلے نقل کر چکے ہیں اور انہوں نے سیّدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی منقول حدیث میں نحام کی صاحبزادی کا تذکرہ کیا ہے۔

**295**-حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ خُزَيْمَةَ وَفَهْدٌ، قَالَا: ثنا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ صَالِحٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي اللَّيْثُ، قَالَ: حَدَّثَنِي ابْنُ الْهَادِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ صَفِيَّةَ بِنْتِ اَبِيْ عُبَيْدٍ، عَنْ حَفْصَةَ بِنْتِ عُمَرَ، زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، اَوْ عَنْ عَائِشَةَ، زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، اَوْ عَنْهُمَا كِلَيْهِمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ (لَا يَحِلُّ لِامْرَاَةٍ تُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ، اَنْ تَحِدَّ عَلٰى مُتَوَفًّى فَوْقَ ثَلَاثِ لَيَالٍ، اِلَّا عَلٰى زَوْجٍ).

✧✧ صفیہ بنت ابوعبید، سیّدہ حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہا جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ ہیں یا سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ان دونوں کے حوالے سے یہ روایت نقل کرتی ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھنے والی کسی عورت کے لئے یہ بات جائز نہیں ہے کہ وہ کسی بھی مرے ہوئے شخص پر تین دن سے زیادہ سوگ کرے البتہ اپنے شوہر پر (اس سے زیادہ) سوگ کرے گی۔

**296**-حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ شَيْبَةَ، قَالَ: ثنا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ بَكْرٍ السَّهْمِيُّ، قَالَ: ثنا سَعِيْدُ بْنُ اَبِيْ عَرُوْبَةَ، عَنْ اَيُّوْبَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ صَفِيَّةَ بِنْتِ اَبِيْ عُبَيْدٍ، عَنْ بَعْضِ اَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَهِيَ اُمُّ سَلَمَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ، وَزَادَ (فَاِنَّهَا تُحِدُّ عَلَيْهِ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا).

✧✧ سیّدہ صفیہ بنت ابوعبید' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک زوجہ محترمہ سیّدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتی ہیں: البتہ انہوں نے اس میں یہ الفاظ زائد نقل کئے ہیں وہ اس پر چار ماہ دس دن تک سوگ کرے گی۔

**297**-حَدَّثَنَا ابْنُ مَرْزُوْقٍ، قَالَ: ثنا وَهْبُ بْنُ جَرِيْرٍ، قَالَ: ثنا اَبِيْ، قَالَ: سَمِعْتُ نَافِعًا يُحَدِّثُ عَنْ صَفِيَّةَ بِنْتِ اَبِيْ عُبَيْدٍ، عَنْ بَعْضِ اُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ (لَا يَحِلُّ لِامْرَاَةٍ تُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ اَنْ تُحِدَّ عَلٰى مَيِّتٍ فَوْقَ ثَلَاثَةِ اَيَّامٍ اِلَّا عَلٰى زَوْجٍ).

✧✧ سیّدہ صفیہ بنت ابوعبید' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک زوجہ محترمہ کے حوالے سے یہ بات نقل کرتی ہیں آپ نے ارشاد فرمایا ہے: اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھنے والی کسی بھی عورت کے لئے یہ بات جائز نہیں ہے کہ وہ کسی بھی میت پر تین دن سے زیادہ سوگ کرے۔ البتہ اپنے شوہر پر (اس سے زیادہ) سوگ کرے گی۔

**298**-حَدَّثَنَا ابْنُ مَرْزُوْقٍ، قَالَ: ثنا عَارِمٌ اَبُو النُّعْمَانِ، قَالَ: ثنا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، قَالَ: ثنا اَيُّوْبُ، عَنْ نَافِعٍ، فَذَكَرَ بِاِسْنَادِهٖ مِثْلَهُ.

✧✧ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

**299**-حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ دَاوُد،

قَالَ: ثنا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، قَالَ: ثنا حَمَّادٌ، عَنْ اَيُّوبَ، عَنْ حَفْصَةَ، عَنْ (اُمِّ عَطِيَّةَ قَالَتْ: اَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ لَا تُحِدَّ الْمَرْاَةُ فَوْقَ ثَلَاثَةِ اَيَّامٍ، اِلَّا عَلٰى زَوْجٍ، وَلَا تَكْتَحِلَ، وَلَا تَطَّيَّبَ، وَلَا تَلْبَسَ ثَوْبًا مَصْبُوغًا، اِلَّا ثَوْبَ عَصْبٍ) .

✧✧ سیّدہ ام عطیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں یہ ہدایت کی تھی کوئی بھی عورت شوہر کے علاوہ کسی اور کی میت پر تین دن سے زیادہ سوگ نہیں کرے گی یوں کہ وہ سرمہ نہ لگائے ،خوشبو استعمال نہ کرے اور رنگے ہوئے کپڑے نہ پہنے البتہ وہ یمنی کپڑا استعمال کرسکتی ہے۔

**300**-حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرَةَ، قَالَ ثنا وَهْبٌ، قَالَ: ثنا هِشَامُ بْنُ حَسَّانَ، عَنْ حَفْصَةَ، عَنْ اُمِّ عَطِيَّةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهٗ، غَيْرَ اَنَّهٗ لَمْ يَذْكُرْ قَوْلَهٗ (اِلَّا ثَوْبَ عَصْبٍ) .

✧✧ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے تاہم اس میں یمنی کپڑے کی اجازت کا ذکر نہیں ہے۔

**301**-حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ دَاوُد، قَالَ: ثنا حَسَّانُ بْنُ غَالِبٍ، قَالَ: ثنا ابْنُ لَهِيعَةَ، عَنِ الْاَسْوَدِ اَنَّهٗ سَمِعَ الْقَاسِمَ بْنَ مُحَمَّدٍ يُخْبِرُ عَنْ زَيْنَبَ: اَنَّ اُمَّهَا اُمَّ سَلَمَةَ اَخْبَرَتْهَا (اَنَّ بِنْتَ نُعَيْمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الْعَدَوِيِّ اَتَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ اِنَّ ابْنَتِيْ تُوُفِّيَ عَنْهَا زَوْجُهَا وَهِيَ مُحِدَّةٌ، وَقَدِ اشْتَكَتْ عَيْنَيْهَا، اَفَتَكْتَحِلُ ؟ فَقَالَ لَا .

فَقَالَتْ: يَا نَبِيَّ اللّٰهِ، اِنَّهَا تَشْتَكِي عَيْنَيْهَا، فَوْقَ مَا تَظُنُّ، اَفَتَكْتَحِلُ ؟ قَالَ لَا يَحِلُّ لِمُسْلِمَةٍ اَنْ تُحِدَّ فَوْقَ ثَلَاثَةِ اَيَّامٍ اِلَّا عَلٰى زَوْجٍ ثُمَّ قَالَ اَوَنَسِيتُنَّ ؟ كُنْتُنَّ فِي الْجَاهِلِيَّةِ تُحِدُّ الْمَرْاَةُ السَّنَةَ، وَتُجْعَلُ فِي السَّنَةِ فِيْ بَيْتٍ وَحْدَهَا اِلَّا اَنَّهَا تُطْعَمُ وَتُسْقٰى، حَتّٰى اِذَا كَانَ رَاْسُ السَّنَةِ اُخْرِجَتْ، ثُمَّ اُتِيَتْ بِكَلْبٍ اَوْ دَابَّةٍ، فَاِذَا مَسَّتْهَا مَاتَتْ، فَخُفِّفَ ذٰلِكَ عَنْكُنَّ، وَجُعِلَ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا) .

✧✧ سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا اپنی والدہ سیّدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا یہ بیان نقل کرتی ہیں کہ نعیم بن عبداللہ عدوی کی صاحبزادی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اس نے عرض کی: میری بیٹی کا شوہر فوت ہوگیا ہے وہ سوگ کررہی ہے اس کی آنکھوں میں تکلیف ہے کیا وہ سرمہ لگاسکتی ہے؟ آپ نے فرمایا: نہیں۔ اس نے عرض کی: اے اللہ کے نبی! اس کی آنکھوں میں تکلیف آپ کے گمان سے کہیں زیادہ ہے۔ کیا وہ سرمہ استعمال کرسکتی ہے؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کسی مسلمان عورت کے لئے یہ بات جائز نہیں ہے کہ وہ تین دن سے زیادہ کسی پر سوگ کرے البتہ وہ اپنے شوہر پر اس سے زیادہ کرے گی۔

**299**: اخرجه البخاری فی الطلاق باب **49,48**' مسلم فی الرضاع حدیث **132**' والطلاق حدیث **67**' وابو داؤد فی الطلاق باب **46**' والنسائی فی الطلاق باب **64** وابن ماجا فی الطلاق باب **35** والدارمی فی الطلاق باب و احمد فی السند **408/6**

**301**: اخرجه النسائی فی الطلاق باب **67**

پھر آپ نے فرمایا: کیا تم بھول گئی ہو کہ زمانہ جاہلیت میں کوئی عورت ایک سال تک سوگ کرتی تھی اور ایک سال تک اسے گھر میں تنہا رکھا جاتا تھا۔ صرف وہ کھا پی سکتی تھی۔ یہاں تک کہ جب سال گزر جاتا تھا تو اسے باہر نکالا جاتا تھا پھر ایک کتایا جانور لایا جاتا تھا وہ اس کو ہاتھ لگاتی تھی تو وہ مرجاتا تھا اب تمہیں آسانی فراہم کی گئی ہے اور یہ چار ماہ دس دن عدت بسر کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

فَفِیْ هٰذِهِ الْاٰثَارِ، مَا قَدْ دَلَّ اَنَّ اِحْدَادَ الْمُتَوَفّٰی عَنْهَا زَوْجُهَا، قَدْ جُعِلَ فِیْ كُلِّ عِدَّتِهَا، وَقَدْ كَانَ قَبْلَ ذٰلِكَ فِیْ ثَلَاثَةِ اَيَّامٍ مِنْ عِدَّتِهَا خَاصَّةً، عَلٰى مَا فِیْ حَدِيْثِ اَسْمَاءَ.

ان روایات میں یہ بات موجود ہے کہ جس عورت کا شوہر فوت ہو جائے وہ سوگ کرے گی اور اس کو اپنی پوری عدت کے دوران کرے گی اس سے پہلے جیسا کہ سیّدہ اسماء رضی اللہ عنہا کی حدیث سے ثابت ہے یہ سوگ تین دن تک ہوتا تھا۔

ثُمَّ قَدْ رُوِیَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِیْ اَمْرِ الْفُرَيْعَةِ بِنْتِ مَالِكٍ، مَا قَدْ

**302**-حَدَّثَنَا يُوْنُسُ، قَالَ: اَخْبَرَنِیْ اَنَسُ بْنُ عِيَاضٍ، قَالَ: اَخْبَرَنِیْ سَعْدُ بْنُ اِسْحَاقَ بْنِ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ الْاَنْصَارِیُّ، عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ كَعْبٍ قَالَتْ: اَخْبَرَتْنِیْ (الْفُرَيْعَةُ بِنْتُ مَالِكِ بْنِ سِنَانٍ، وَهِیَ اُخْتُ اَبِیْ سَعِيْدِ الْخُدْرِیِّ اَنَّهُ اَتَاهَا نَعْیُ زَوْجِهَا، خَرَجَ فِیْ طَلَبِ اَعْلَاجٍ لَهُ فَاَدْرَكَهُمْ بِطَرَفِ الْقَدُوْمِ، فَقَتَلُوْهُ.

قَالَتْ: فَجِئْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اِنَّهُ اَتَانِیْ نَعْیُ زَوْجِیْ، وَاَنَا فِیْ دَارٍ مِنْ دُوْرِ الْاَنْصَارِ شَاسِعَةٍ اَیْ بَعِيْدَةٍ عَنْ دُوْرِ اَهْلِیْ وَاَنَا اَكْرَهُ الْقَعْدَةَ فِيْهَا، وَاِنَّهُ لَمْ يَتْرُكْنِیْ فِیْ مَسْكَنٍ، وَلَا مَالَ يَمْلِكُهُ، وَلَا نَفَقَةَ تُنْفَقُ عَلَیَّ، فَاِنْ رَاَيْتَ اَنَّ اَلْحَقَ بِاَخِیْ فَيَكُوْنُ اَمْرُنَا جَمِيْعًا، فَاِنَّهُ اَجْمَعُ لِیْ فِیْ شَاْنِیْ وَاَحَبُّ اِلَیَّ، قَالَ اِنْ شِئْتِ فَالْحَقِیْ بِاَهْلِكِ.

قَالَتْ: فَخَرَجْتُ مُسْتَبْشِرَةً بِذٰلِكَ، حَتّٰى اِذَا كُنْتُ فِی الْحُجْرَةِ، اَوْ فِی الْمَسْجِدِ دَعَانِیْ اَوْ دُعِيْتُ لَهُ، فَقَالَ كَيْفَ زَعَمْتِ؟ فَرَدَّدْتُ عَلَيْهِ الْحَدِيْثَ مِنْ اَوَّلِهِ، فَقَالَ اُمْكُثِیْ فِی الْبَيْتِ الَّذِیْ جَاءَكِ فِيْهِ نَعْیُ زَوْجِكِ، حَتّٰى يَبْلُغَ الْكِتَابُ اَجَلَهُ قَالَتْ: فَاعْتَدَدْتُ فِيْهِ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا).

قَالَتْ: فَاَرْسَلَ اِلَيْهَا عُثْمَانُ، فَسَاَلَهَا، فَاَخْبَرَتْهُ فَقَضٰى بِهِ.

✧✧ اس کے بعد فریعہ بنت مالک رضی اللہ عنہا کے بارے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات نقل کی گئی ہے سیّدہ زینب بنت کعب رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں فریعہ بنت مالک بن سنان رضی اللہ عنہا نے مجھے بتایا ہے یہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی بہن ہیں۔ ان کے شوہر کی وفات کی اطلاع انہیں ملی وہ شوہر اپنے کچھ مفرور غلاموں کو ڈھونڈنے کے لئے نکلے تھے "طرف قدوم" کے پاس انہوں نے ان غلاموں کو پالیا تو ان غلاموں نے انہیں قتل کر دیا۔ وہ خاتون نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں میں نے عرض کی: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! میرے شوہر کے انتقال کی اطلاع مجھے مل گئی ہے۔ میں انصار کے ایک محلے میں رہ رہی ہوں جو میرے گھر والوں کے علاقے سے دور ہے مجھے وہاں رہنا پسند نہیں ہے میرے شوہر نے میری رہائش کے لئے کوئی جگہ بھی نہیں چھوڑی اور مال بھی نہیں چھوڑا جس کا وہ مالک ہوتا اور خرچ بھی نہیں چھوڑا جو مجھ پر کیا جاتا۔ اگر آپ مناسب سمجھیں تو میں اپنے بھائی کے گھر میں منتقل ہو

جاؤں یوں ہم اکٹھے رہیں گے۔ یہ میرے لئے زیادہ بہتر بھی ہے اور مجھے پسند بھی ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تم چاہو تو اپنے گھر والوں کے پاس جاسکتی ہو۔ وہ خاتون بیان کرتی ہیں: وہ یہ خوشخبری حاصل کر کے وہاں سے نکلی ابھی وہ حجرے میں ہی تھی یا شاید مسجد میں پہنچ گئی تھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بلایا' یا مجھے بلوا کر آپ کی خدمت میں لے جایا گیا آپ نے فرمایا: تم نے کیا کہا ہے؟ میں نے آپ کو دوبارہ شروع سے بات بتائی آپ نے فرمایا: تم اسی گھر میں رہو جس میں تمہیں اپنے شوہر کی وفات کی اطلاع ملی ہے یہاں تک کہ تمہاری عدت ختم ہو جائے۔

وہ خاتون کہتی ہیں: میں نے وہاں پر چار ماہ دس دن تک عدت بسر کی۔

وہ خاتون بیان کرتی ہیں' حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے انہیں پیغام بھیجا اور ان سے اس بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے جواب دیا: تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اس کے مطابق فیصلہ دیا۔

**303**-حَدَّثَنَا رَبِيعٌ الْمُؤَذِّنُ، قَالَ: ثنا شُعَيْبُ بْنُ اللَّيْثِ، قَالَ: حَدَّثَنِي اللَّيْثُ، عَنْ زَيْدِ بْنِ اَبِي حَبِيبٍ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ سَعْدِ بْنِ اِسْحَاقَ بْنِ كَعْبٍ، ثُمَّ ذَكَرَ بِاِسْنَادِهِ نَحْوَهُ.

✧✧ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

**304**-حَدَّثَنَا يُونُسُ، قَالَ: ثنا عَلِيُّ بْنُ مَعْبَدٍ، قَالَ: ثنا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَمْرٍو، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ سَعْدِ بْنِ اِسْحَاقَ، فَذَكَرَ بِاِسْنَادِهِ مِثْلَهُ.

✧✧ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

**305**-حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِي دَاوُدَ، قَالَ: ثنا مُحَمَّدُ بْنُ الْمِنْهَالِ، قَالَ: حَدَّثَنِي يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي شُعْبَةُ وَرَوْحُ بْنُ الْقَاسِمِ، جَمِيعًا عَنْ سَعْدِ بْنِ اِسْحَاقَ، فَذَكَرَ بِاِسْنَادِهِ نَحْوَهُ.

✧✧ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

**306**-حَدَّثَنَا يُونُسُ، قَالَ: ثنا ابْنُ وَهْبٍ، قَالَ: اَخْبَرَنِي يَحْيَى بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَالِمٍ، عَنْ سَعْدِ بْنِ اِسْحَاقَ، فَذَكَرَ بِاِسْنَادِهِ مِثْلَهُ

✧✧ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

**307**-حَدَّثَنَا يُونُسُ، قَالَ: ثنا ابْنُ وَهْبٍ اَنَّ مَالِكًا اَخْبَرَهُ، عَنْ سَعْدٍ، فَذَكَرَ بِاِسْنَادِهِ مِثْلَهُ

✧✧ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

**308**-حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ شَيْبَةَ، قَالَ: ثنا قَبِيصَةُ بْنُ عُقْبَةَ، قَالَ: ثنا سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ، عَنْ سَعْدٍ، فَذَكَرَ بِاِسْنَادِهِ مِثْلَهُ غَيْرَ اَنَّهُ لَمْ يَذْكُرْ سُؤَالَ عُثْمَانَ اِيَّاهَا وَلَا تَضَادَّ بِهِ.

✧✧ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ سعد نامی راوی سے منقول ہے۔ انہوں نے اپنی سند کے ہمراہ اسے ذکر کیا ہے البتہ اس میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے اس خاتون سے سوال کرنے کا ذکر نہیں ہے۔ اور نہ ہی ان کے فیصلہ کرنے کا ذکر ہے۔

**309**-حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ دَاوُد، قَالَ: ثنا الْوَهْبِیُّ، قَالَ: ثنا ابْنُ اِسْحَاق، عَنْ سَعْدٍ، فَذَكَرَ بِاِسْنَادِهِ مِثْلَهُ، غَيْرَ اَنَّهُ قَالَ الْفُرَيْمَةُ وَلَمْ يَقُلِ الْفُرَيْعَةُ وَذَكَرَ اَيْضًا سُؤَالَ عُثْمَانَ اِيَّاهَا، وَلَمْ يَذْكُرْ قَضَاءَهُ بِهِ .

✧✧ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ سعد نامی راوی سے منقول ہے۔تاہم اس میں انہوں نے خاتون کا نام فریعہ کی بجائے فریمہ فرمایا ہےاوراس بات کا تذکرہ کیا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس خاتون سے سوال کیا تھالیکن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے اس کے مطابق فیصلہ دینے کا ذکر نہیں ہے۔

**310**-حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ دَاوُد، قَالَ: ثنا عَمْرُو بْنُ خَالِدٍ، قَالَ: ثنا زُهَيْرُ بْنُ مُعَاوِيَةَ، عَنْ سَعْدِ بْنِ اِسْحَاق، اَوْ اِسْحَاقَ بْنِ سَعْدٍ، ثُمَّ ذَكَرَ بِاِسْنَادِهِ مِثْلَهُ وَقَالَ: الْفُرَيْعَةُ، وَلَا اَدْرِیْ اَذَكَرَ سُؤَالَ عُثْمَانَ اِيَّاهَا وَقَضَاءَهُ بِهِ، اَمْ لَا؟

✧✧ یہی روایت اسحاق بن سعد سے منقول ہے۔اس میں انہوں نے خاتون کا نام فریعہ ذکر کیا ہےاور مجھے یہ یادنہیں ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے اس خاتون سے دریافت کرنے اوراس کے مطابق فیصلہ کرنے کا ذکر کیا ہے یا نہیں ۔

قَالَ اَبُوْ جَعْفَرٍ: فَمَنَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْفُرَيْعَةَ مِنَ الْاِنْتِقَالِ مِنْ مَنْزِلِهَا، فِیْ عِدَّتِهَا، وَجَعَلَ ذٰلِكَ مِنْ اِحْدَادِهَا، وَقَدْ ذَكَرْنَا فِیْ حَدِيْثِ اَسْمَاءَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهَا (تَسْكُنِی ثَلَاثًا، ثُمَّ اصْنَعِی مَا شِئْتِ) حِيْنَ تُوُفِّیَ عَنْهَا زَوْجُهَا، وَهُوَ جَعْفَرُ بْنُ اَبِیْ طَالِبٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ

امام ابوجعفر طحاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فریعہ کواپنے گھر سے اپنی عدت کے دوران منتقل ہونے سے منع کر دیا تھااوراس بات کوان کے سوگ کا حصہ قرار دیا تھاجب کہ ہم حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے منقول حدیث نقل کر چکے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا:تم تین دن تک وہاں رکواور پھر جو چاہو کر سکتی ہو۔

یہ اس وقت ہوا تھاجب ان کے شوہر فوت ہو گئے تھے جو حضرت جعفر بن ابوطالب رضی اللہ عنہ تھے۔

فَفِیْ ذٰلِكَ اَنَّهُ لَيْسَ عَلَيْهَا اَنْ تُحِدَّ اَكْثَرَ مِنْ ثَلَاثَةٍ، وَكُلٌّ قَدْ اَجْمَعَ اَنَّ ذٰلِكَ مَنْسُوْخٌ، لِتَرْكِهِمْ ذٰلِكَ، وَاسْتِعْمَالِهِمْ حَدِيْثَ زَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ، وَعَائِشَةَ، وَاُمِّ سَلَمَةَ، وَاُمِّ حَبِيْبَةَ .

تو پھراس روایت میں یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اس خاتون پر یہ لازم نہیں تھا کہ وہ تین دن سے زیادہ سوگ کرے۔

اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ یہ منسوخ ہےاور سب نے اسے ترک کر دیا ہےاور وہ سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا ' سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہااور سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہااور سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے منقول احادیث پر عمل کرتے ہیں۔

وَمَا ذَكَرْنَا مَعَ ذٰلِكَ مِمَّا يُوْجِبُ الْاِحْدَادَ فِی الْعِدَّةِ، كُلِّهَا وَكُلُّ مَا ذَكَرْنَا فِی الْاِحْدَادِ اِنَّمَا قُصِدَ بِذِكْرِهِ اِلَى الْمُتَوَفَّى عَنْهَا زَوْجُهَا .

ہم نے جو کچھ ذکر کیا ہےاس سے عدت کے دوران سوگ منانے کا واجب ہونا ثابت ہوتا ہےاور ہم نے سوگ منانے کے بارے میں جو ذکر کیا ہےاس سے مراد وہ خاتون ہے جس کا شوہر فوت ہو چکا ہو۔

فَاحْتَمَلَ اَنْ يَكُوْنَ ذٰلِكَ فِی الْعِدَّةِ، الَّتِیْ تَجِبُ بِعَقْدِ النِّكَاحِ، فَتَكُوْنُ كَذٰلِكَ الْمُطَلَّقَةُ عَلَيْهَا فِیْ ذٰلِكَ مِنْ

اَلْاِحْدَادِ فِیْ عِدَّتِهَا، مِثْلُ مَا عَلَى الْمُتَوَفَّى عَنْهَا زَوْجُهَا .

یہاں اس بات کا احتمال ہوسکتا ہے کہ یہ اس عدت کے بارے میں ہو جو عقد نکاح کے نتیجے میں لازم ہوتی ہے تو اس صورت میں کہ جس عورت کو طلاق دی گئی ہو وہ بھی اسی کی مانند ہو جائے گی اور عدت میں اس طرح سوگ کرے گی جیسا کہ بیوہ عورت کرتی ہے۔

وَاحْتَمَلَ اَنْ يَكُوْنَ ذٰلِكَ خُصَّتْ بِهِ الْعِدَّةُ مِنَ الْوَفَاةِ خَاصَّةً

اور یہاں یہ بھی احتمال ہوسکتا ہے کہ اس سوگ کے ذریعے اس عدت کو بیان کیا گیا ہو جو وفات کے نتیجے میں ہوتی ہے۔

فَنَظَرْنَا فِیْ ذٰلِكَ، اِذْ كَانُوا قَدْ تَنَازَعُوا فِیْ ذٰلِكَ، وَاخْتَلَفُوا .

فَقَالَ قَائِلُوْنَ .

لَا يَجِبُ عَلَى الْمُطَلَّقَةِ فِیْ عِدَّتِهَا اِحْدَادٌ .

جب ہم نے اس کے بارے میں جائزہ لیا تو اس بات میں اہل علم کے درمیان تنازعہ اور اختلاف ہے کچھ حضرات یہ کہتے ہیں جس عورت کو طلاق دی گئی ہو تو اپنی عدت کے دوران سوگ کرنا اس پر واجب نہیں ہے۔

وَقَالَ اٰخَرُوْنَ: بَلِ الْاِحْدَادُ عَلَيْهَا فِیْ عِدَّتِهَا، كَمَا هُوَ عَلَى الْمُتَوَفَّى عَنْهَا زَوْجُهَا .

دیگر حضرات یہ کہتے ہیں کہ ایسی عورت پر اپنی عدت کے دوران سوگ کرنا لازم ہوگا جیسے بیوہ عورت پر سوگ کرنا لازم ہے۔

فَرَاَيْنَا الْمُطَلَّقَةَ مَنْهِيَّةً عَنِ الْاِنْتِقَالِ مِنْ مَنْزِلِهَا فِیْ عِدَّتِهَا، كَمَا نُهِيَتِ الْمُتَوَفَّى عَنْهَا زَوْجُهَا، وَذٰلِكَ حَقٌّ عَلَيْهَا، لَيْسَ لَهَا تَرْكُهُ، كَمَا لَيْسَ لَهَا تَرْكُ الْعِدَّةِ .

جب ہم نے یہ جائزہ لیا کہ جس عورت کو طلاق دی گئی ہو تو اسے اس بات سے منع کیا گیا ہے کہ وہ اپنی عدت کے دوران اپنے گھر سے کہیں اور منتقل ہو بالکل اسی طرح جیسے بیوہ عورت کو منع کیا گیا ہے اور یہ بات ان پر لازم ہے کہ وہ اسے ترک نہیں کرسکتی جیسے وہ عدت کو ترک نہیں کرسکتی۔

فَلَمَّا سَاوَتِ الْمُتَوَفَّى عَنْهَا زَوْجُهَا فِیْ وُجُوبِ بَعْضِ الْاِحْدَادِ عَلَيْهَا، سَاوَتْهَا فِیْ وُجُوبِ كُلِّيَّتِهِ عَلَيْهَا .

فَثَبَتَ بِمَا ذَكَرْنَا وُجُوبُ الْاِحْدَادِ عَلَى الْمُطَلَّقَةِ فِیْ عِدَّتِهَا، وَقَدْ قَالَ بِذٰلِكَ جَمَاعَةٌ مِنَ الْمُتَقَدِّمِينَ .

جب اس صورت میں وہ خاتون بیوہ عورت کی طرح ہوگئی جو سوگ کے بعض حصے کے وجوب سے متعلق ہے تو اسی طرح وہ بقیہ سوگ میں بھی وہ اسی کی مانند ہوگی ہم نے جو بات ذکر کی ہے اس سے یہ لازم آجاتا ہے کہ طلاق یافتہ عورت پر اس کی عدت کے دوران سوگ کرنا لازم ہوگا متقدمین کی ایک جماعت اس بات کی قائل ہے۔

**311**- حَدَّثَنَا رَبِيعٌ الْمُؤَذِّنُ، قَالَ: ثنا اَسَدٌ، قَالَ: ثنا ابْنُ لَهِيعَةَ، قَالَ: ثنا اَبُو الزُّبَيْرِ، قَالَ: سَاَلْتُ جَابِرًا: اَتَعْتَدُّ الْمُطَلَّقَةُ وَالْمُتَوَفَّى عَنْهَا زَوْجُهَا اَمْ تَخْرُجَانِ ؟ فَقَالَ جَابِرٌ: لَا، فَقُلْتُ: اَتَتَرَبَّصَانِ حَيْثُ اَرَادَتَا فَقَالَ جَابِرٌ: لَا

✧✧ ابوزبیر بیان کرتے ہیں میں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا: طلاق یافتہ اور بیوہ عورتیں عدت کے دوران گھر سے باہر نکل سکتی ہیں؟ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نہیں! میں نے دریافت کیا: کیا وہ دونوں اس چیز کا انتظار کر سکتی ہیں کہ جہاں وہ چاہیں (یعنی وہ جہاں چاہیں منتقل ہو سکتی ہیں) انہوں نے جواب دیا: نہیں۔

**312**-حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ الْفَرَجِ، قَالَ: ثنا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْفَهْمِيُّ، قَالَ: اَخْبَرَنَا ابْنُ لَهِيعَةَ، عَنْ اَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ اَنَّهُ قَالَ فِي الْمُطَلَّقَةِ: اِنَّهَا لَا تَعْتَكِفُ، وَلَا الْمُتَوَفّٰى عَنْهَا زَوْجُهَا، وَلَا تَخْرُجَانِ مِنْ بُيُوتِهِمَا، حَتّٰى تُوُفِّيَا اَجَلَهُمَا .

✧✧ ابوزبیر حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے بارے میں نقل کرتے ہیں انہوں نے طلاق یافتہ عورت کے بارے میں فرمایا ہے: وہ اعتکاف نہیں کریں گی اور جس عورت کا شوہر فوت ہو چکا ہو تو وہ دونوں عدت کے دوران اپنے گھر سے نہیں نکل سکتی جب تک ان کی عدت پوری نہیں ہو جاتی۔

**313**-فَهٰذَا جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، قَدْ رَوٰى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ اِذْنِهِ لِخَالَتِهِ فِي الْخُرُوجِ فِيْ جِدَادِ نَخْلِهَا فِيْ عِدَّتِهَا، مَا قَدْ ذَكَرْنَاهُ فِيمَا تَقَدَّمَ مِنْ هٰذَا الْكِتَابِ، ثُمَّ قَدْ قَالَ هُوَ بِخِلَافِ ذٰلِكَ، فَهٰذَا دَلِيلٌ عَلٰى ثُبُوتِ نَسْخِ ذٰلِكَ عِنْدَهُ

✧✧ یہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما جنہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے آپ کے ان کی خالہ کو اجازت دینے کا ذکر کیا ہے کہ وہ اپنی عدت کے دوران اپنے باغ میں کام کرنے کے لئے نکل سکتی ہیں یہ بات اس سے پہلے باب میں ہم نقل کر چکے ہیں پھر وہ خود اس کے برعکس کہہ رہے ہیں تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ان کے نزدیک اس حکم کا منسوخ ہونا ثابت ہو گیا ہے۔

**314**-وَفِيْ حَدِيْثِ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَيْضًا الَّذِيْ ذَكَرْنَاهُ عَنْهُ مِنْ قَوْلِهِ، تَسْوِيَتُهُ بَيْنَ الْمُطَلَّقَةِ، وَالْمُتَوَفّٰى عَنْهَا زَوْجُهَا فِيْ ذٰلِكَ .

✧✧ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی وہ حدیث جسے ہم نے ان کے فرمان کے طور پر نقل کیا ہے اس سے یہ بھی ثابت ہو جاتا ہے کہ اس بارے میں طلاق یافتہ اور بیوہ عورتیں برابر ہیں۔

فَلَمَّا كَانَتَا فِيْ عِدَّتِهِمَا سَوَاءً فِيْ بَعْضِ الْاِحْدَادِ، كَانَتَا كَذٰلِكَ فِيْ كُلِّ الْاِحْدَادِ، وَقَدْ كَانَ قَبْلَ ذٰلِكَ فِيْ بَعْضِ الْعِدَّةِ، عَلٰى مَا ذَكَرْنَا فِيْ حَدِيْثِ اَسْمَاءَ، ثُمَّ نُسِخَ ذٰلِكَ وَجُعِلَ الْاِحْدَادُ فِيْ كُلِّ الْعِدَّةِ .

تو جب وہ دونوں عورتیں عدت میں سوگ کے کچھ حصے کے حوالے سے برابر ہو گئی ہیں تو وہ مکمل سوگ میں بھی ایک دوسرے کی مانند ہوں گی۔

فَيَحْتَمِلُ اَنْ يَكُوْنَ مَا اُمِرَتْ بِهِ خَالَةُ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، كَانَ وَالْاِحْدَادُ اِنَّمَا هُوَ فِي الثَّلَاثَةِ الْاَيَّامِ مِنَ الْعِدَّةِ، ثُمَّ نُسِخَ ذٰلِكَ وَجُعِلَ الْاِحْدَادُ فِيْ كُلِّ الْعِدَّةِ .

حالانکہ اس سے پہلے یہ عدت کے کچھ حصے میں ہو سکتا تھا جیسا کہ ہم حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کے حوالے سے پہلے نقل کر چکے ہیں تو

اس کے بعد اسے منسوخ کر دیا گیا اور سوگ منانے کو پوری عدت میں کر دیا گیا۔

یہاں اس بات کا احتمال ہو سکتا ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی خالہ کو جس باغ کی ہدایت کی گئی تھی اس وقت سوگ منانے کا حکم تین دن کا ہو اس کے بعد یہ حکم منسوخ ہو گیا اور سوگ کو پوری عدت کے دوران لازم کر دیا گیا۔

**315**-وَقَدْ رُوِیَ فِیْ ذٰلِكَ اَیْضًا عَنِ الْمُتَقَدِّمِیْنَ،

✧✧ یہ بات بعض مقدمین سے منقول ہے۔

مَا قَدْ حَدَّثَنَا ابْنُ مَرْزُوْقٍ، قَالَ: ثنا بِشْرُ بْنُ عُمَرَ، قَالَ: ثنا شُعْبَةُ، قَالَ: ثنا مَنْصُوْرٌ .

وَحَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ شَیْبَةَ، قَالَ: ثنا قَبِیْصَةُ، قَالَ: ثنا سُفْیَانُ، عَنْ مَنْصُوْرٍ، عَنْ مُّجَاهِدٍ، عَنْ سَعِیْدِ بْنِ الْمُسَیَّبِ اَنَّ عُمَرَ رَدَّ نِسْوَةً مِّنْ ذِی الْحُلَیْفَةِ، تُوُفِّیَ عَنْهُنَّ اَزْوَاجُهُنَّ، فَخَرَجْنَ فِیْ عِدَّتِهِنَّ .

سعید بن مسیّب فرماتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے چند خواتین کو (جو حج پر جا رہی تھیں) ذوالحلیفہ سے واپس کر دیا تھا یہ وہ خواتین تھیں جن کے شوہر فوت ہو گئے تھے اور یہ اپنی عدت کے دوران (گھر سے نکل آئی تھیں)

**316**-حَدَّثَنَا رَبِیْعٌ الْمُؤَذِّنُ، قَالَ: ثنا بِشْرُ بْنُ بَكْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنِی الْاَوْزَاعِیُّ، قَالَ: حَدَّثَنِیْ یَحْیَی بْنُ اَبِیْ كَثِیْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ ثَوْبَانَ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ وَزَیْدَ بْنَ ثَابِتٍ قَالَا فِی الْمُتَوَفّٰی عَنْهَا زَوْجُهَا، وَبِهَا فَاقَةٌ شَدِیْدَةٌ، فَلَمْ یُرَخِّصَا لَهَا اَنْ تَخْرُجَ مِنْ بَیْتِهَا اِلَّا فِیْ بَیَاضِ نَهَارِهَا، وَتُصِیْبُ مِنْ طَعَامِهِمْ، ثُمَّ تَرْجِعُ اِلٰی بَیْتِهَا فَتَبِیْتُ فِیْهِ .

✧✧ محمد بن عبد الرحمان بیان کرتے ہیں' حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جس عورت کا شوہر فوت ہو چکا ہو اور اسے شدید فاقہ لاحق ہو تو ان دونوں نے اس خاتون کو رخصت دی ہے کہ وہ صرف دن کے وقت اپنے گھر سے باہر نکل سکتی ہیں اپنے لئے کھانے کا بندوست کرے گی اور پھر واپس اپنے گھر میں آ کر وہاں رات بسر کرے گی۔

**317**-حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ شَیْبَةَ قَالَ: ثنا قَبِیْصَةُ، قَالَ: ثنا سُفْیَانُ، عَنْ عُبَیْدِ اللّٰهِ وَابْنِ اَبِیْ لَیْلٰی، وَمُوْسَی بْنِ عُقْبَةَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّهٗ قَالَ: اَلْمُتَوَفّٰی عَنْهَا زَوْجُهَا لَا تَبِیْتُ فِیْ غَیْرِ بَیْتِهَا .

✧✧ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: جس عورت کا شوہر فوت ہو چکا ہو وہ اپنے گھر کے علاوہ کہیں اور رات بسر نہیں کر سکتی۔

**318**-حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ دَاوُدَ، قَالَ: ثنا الْوَهْبِیُّ، قَالَ: ثنا ابْنُ اِسْحَاقَ، عَنْ یَزِیْدَ بْنِ قُسَیْطٍ، عَنْ مُّسْلِمِ بْنِ السَّائِبِ، عَنْ اُمِّهٖ قَالَتْ: (لَمَّا تُوُفِّیَ السَّائِبُ، تَرَكَ زَرْعًا بِقَنَاةٍ، فَجِئْتُ ابْنَ عُمَرَ، فَقُلْتُ: یَا اَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، اِنَّ السَّائِبَ تُوُفِّیَ وَتَرَكَ ضَیْعَةً مِّنْ زَرْعٍ بِقَنَاةٍ، وَتَرَكَ غِلْمَانًا صِغَارًا، وَلَا حِیْلَةَ لَهُمْ، وَهِیَ لَنَا دَارٌ وَّمَنْزِلٌ، اَفَاَنْتَقِلُ اِلَیْهَا ؟ فَقَالَ: لَا تَعْتَدِّیْ اِلَّا فِی الْبَیْتِ الَّذِیْ تُوُفِّیَ فِیْهِ زَوْجُكِ، اذْهَبِیْ اِلٰی ضَیْعَتِكِ بِالنَّهَارِ، وَارْجِعِیْ اِلٰی بَیْتِكِ بِاللَّیْلِ، فَبِیْتِیْ فِیْهِ) فَكُنْتُ اَفْعَلُ ذٰلِكَ .

✧✧ مسلم بن سائب اپنی والدہ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں' جب سائب صاحب کا انتقال ہوا تو انہوں نے ''قنات'' میں زرعی اراضی چھوڑی وہ کہتی ہیں میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس آئی میں نے کہا: اے ابوعبدالرحمان! سائب کا انتقال ہو گیا؟ انہوں نے ''قنات'' میں کچھ زرعی زمین چھوڑی اور کم سن بچے ہیں جن کے خرچ کا کوئی بندوبست نہیں ہے وہ ہمارے لئے رہائش بھی بن سکتی ہے۔ کیا میں وہاں منتقل ہو جاؤں۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: نہیں تم اپنے اس گھر میں عدت بسر کرو جس میں تمہارا شوہر فوت ہوا تھا تم اپنی اس زمین میں دن کے وقت جاؤ اور رات کے وقت اپنے گھر واپس آ جاؤ اور اس میں رات بسر کرو۔ وہ خاتون کہتی ہیں میں نے پھر ایسا ہی کیا۔

**319**-حَدَّثَنَا يُوْنُسُ، قَالَ: اَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، قَالَ: اَخْبَرَنِي مَخْرَمَةُ بْنُ بُكَيْرٍ، عَنْ اَبِيْهِ، قَالَ: سَمِعْتُ اُمَّ مَخْرَمَةَ تَقُوْلُ: سَمِعْتُ اُمَّ مُسْلِمِ بْنِ السَّائِبِ تَقُوْلُ: تُوُفِّيَ السَّائِبُ، فَسَاَلْتُ ابْنَ عُمَرَ عَنِ الْخُرُوْجِ فَقَالَ: (لَا تَخْرُجِي مِنْ بَيْتِكِ اِلَّا لِحَاجَةٍ، وَلَا تَبِيْتِيْ اِلَّا فِيْهِ، حَتّٰى تَنْقَضِيَ عِدَّتُكِ) .

✧✧ مسلم بن سائب کی والدہ بیان کرتی ہیں' حضرت سائب رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو گیا تو میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے گھر سے باہر نکلنے کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے بتایا: تم صرف اپنے گھر سے ضرورت کے وقت نکل سکتی ہو لیکن رات تم گھر میں ہی بسر کرو گی یہاں تک کہ تمہاری عدت پوری ہو جائے۔

**320**-حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرَةَ، قَالَ: ثنا حُسَيْنُ بْنُ مَهْدِيٍّ، قَالَ: اَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، قَالَ: اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: (لَا تَنْتَقِلُ الْمَبْتُوْتَةُ مِنْ بَيْتِ زَوْجِهَا فِيْ عِدَّتِهَا) .

✧✧ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: جس عورت کو طلاق کی بتہ دی گئی ہو اسے اپنی عدت میں اپنے شوہر کے گھر سے منتقل نہیں ہونا چاہئے۔

**321**-حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ شُعَيْبٍ، قَالَ: ثنا الْخَصِيْبُ، قَالَ: ثنا حَمَّادٌ عَنْ اَيُّوْبَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ فِي الْمُتَوَفّٰى عَنْهَا زَوْجُهَا وَالْمُطَلَّقَةِ ثَلَاثًا (لَا تَنْتَقِلَانِ وَلَا تَبِيْتَانِ اِلَّا فِيْ بُيُوْتِهِمَا) .

✧✧ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: جس عورت کا شوہر فوت ہو گیا ہو یا جسے تین طلاقیں دی گئی ہوں یہ دونوں خواتین گھر سے منتقل نہیں ہو سکتیں۔ یہ اپنے گھروں میں ہی رات بسر کریں گی۔

**322**-حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ، قَالَ: ثنا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ زِيَادٍ، قَالَ: ثنا زُهَيْرُ بْنُ مُعَاوِيَةَ، عَنْ مَنْصُوْرٍ، عَنْ اِبْرَاهِيْمَ، قَالَ: كَانَتْ امْرَاَةٌ فِيْ عِدَّتِهَا، فَاشْتَكٰى (اَيْ مَرِضَ) اَبُوْهَا، فَاَرْسَلَتْ اِلٰى اُمِّ سَلَمَةَ، اُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ، اَنْ مَا تَرَيْنَ، فَاِنَّ اَبِيْ اشْتَكٰى

اَفَاٰتِيْهِ فَاُمَرِّضُهُ ؟ فَقَالَتْ: (بِيْتِيْ فِيْ بَيْتِكِ طَرَفَيِ اللَّيْلِ) .

✧✧ ابراہیم نخعی بیان کرتے ہیں' ایک عورت اپنی عدت پوری کر رہی تھی اس کا والد بیمار ہو گیا اس نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو پیغام بھیجا کہ آپ کی کیا رائے ہے؟ میرے والد بیمار ہو گئے ہیں کیا میں ان کی تیمارداری کے لئے ان کے پاس جا سکتی ہوں؟ تو

سیّدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: تم دن کے دونوں کنارے (یعنی صبح وشام) اپنے گھر میں بسر کروگی (یعنی دن کے دوران جاسکتی ہو)

**323**-حَدَّثَنَا يُوْنُسُ قَالَ: اَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، قَالَ: اَخْبَرَنِي مَخْرَمَةُ، عَنْ اَبِيْهِ اَنَّهُ سَمِعَ الْقَاسِمَ بْنَ مُحَمَّدٍ يَرٰى اَنْ تَخْرُجَ الْمُطَلَّقَةُ اِلَى الْمَسْجِدِ .

✧✧ قاسم بن محمد فرماتے ہیں: طلاق یافتہ عورت مسجد تک جاسکتی ہے

قَالَ بُكَيْر: وَقَالَتْ عَمْرَةُ عَنْ عَائِشَةَ: (تَخْرُجُ مِنْ غَيْرِ اَنْ تَبِيتَ عَنْ بَيْتِهَا) .

البتہ عمرہ (نامی خاتون) سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ بیان نقل کرتی ہیں: ایسی عورت باہر نکل سکتی ہے لیکن وہ رات اپنے گھر میں بسر کرے گی۔

**324**-حَدَّثَنَا يُوْنُسُ، قَالَ: اَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ اَنَّ مَالِكًا حَدَّثَهُ، عَنْ نَافِعٍ اَنَّ بِنْتَ سَعِيدٍ كَانَتْ تَحْتَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ فَطَلَّقَهَا الْبَتَّةَ، فَانْتَقَلَتْ، فَاَنْكَرَ ذٰلِكَ عَلَيْهَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ .

✧✧ حضرت نافع، سعید کی صاحبزادی کے بارے میں نقل کرتے ہیں، جو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی اہلیہ تھیں اور حضرت عمر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے انہیں طلاق بتہ دے دی تھی وہ خاتون اپنے گھر سے منتقل ہوئی تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اس بارے میں ان کا انکار کیا۔

**325**-حَدَّثَنَا يُوْنُسُ، قَالَهُ: اَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ اَنَّ مَالِكًا حَدَّثَهُ، عَنْ حُمَيْدِ بْنِ قَيْسٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ كَانَ يَرُدُّ الْمُتَوَفّٰى عَنْهُنَّ اَزْوَاجُهُنَّ مِنَ الْبَيْدَاءِ يَمْنَعُهُنَّ مِنَ الْحَجِّ .

✧✧ سعید بن مسیّب فرماتے ہیں: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ''بیداء'' کے مقام سے بیوہ عورتوں کو واپس بھیج دیا تھا آپ نے انہیں حج کرنے سے روک دیا تھا۔

**326**-حَدَّثَنَا يُوْنُسُ، قَالَ: اَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ اَنَّ مَالِكًا حَدَّثَهُ عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: (لَا تَبِيتُ الْمُتَوَفّٰى عَنْهَا زَوْجُهَا، وَلَا الْمُطَلَّقَةُ اِلَّا فِي بَيْتِهِمَا .

✧✧ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں، جس عورت کا شوہر فوت ہو چکا ہو اور جس عورت کو طلاق ملی ہو وہ اپنے گھروں میں ہی رات بسر کریں گی (یعنی وہ رات کسی اور جگہ نہیں ٹھہر سکتی)

**327**-حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ الْفَرَجِ، قَالَ: ثنا يَحْيَى بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُكَيْرٍ، قَالَ: ثنا اللَّيْثُ، عَنْ اَيُّوبَ بْنِ مُوسَى، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الدِّيلِيِّ اَنَّ عَلْقَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِي سُفْيَانَ طَلَّقَ امْرَاَةً مِنْ اَهْلِهِ الْبَتَّةَ، ثُمَّ خَرَجَ اِلَى الْعِرَاقِ .

فَسَاَلْتُ ابْنَ الْمُسَيِّبِ وَالْقَاسِمَ وَسَالِمًا وَخَارِجَةَ وَسُلَيْمَانَ بْنَ يَسَارٍ: هَلْ تَخْرُجُ مِنْ بَيْتِهَا ؟ فَكُلُّهُمْ يَقُوْلُ: (لَا، تَقْعُدُ فِي بَيْتِهَا) .

✧✧ علقمہ بن عبدالرحمان بیان کرتے ہیں، انہوں نے اپنی بیوی کو طلاق بتہ دے دی پھر وہ عراق چلے گئے اس خاتون نے

ابن مسیّب، قاسم، سالم، خارجہ، سلیمان بن یسار سے دریافت کیا: کیا وہ اپنے گھر سے باہر نکل سکتی ہے؟ تو ان سب نے جواب دیا: نہیں۔ تم اپنے گھر میں رہو۔

**328**-حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ خُزَيْمَةَ، قَالَ: ثنا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، قَالَ: ثنا هِشَامٌ، قَالَ: ثنا حَمَّادٌ عَنْ إِبْرَاهِيمَ، قَالَ: الْمُطَلَّقَةُ ثَلَاثًا، وَالْمُخْتَلِعَةُ، وَالْمُتَوَفَّى عَنْهَا زَوْجُهَا، وَالْمُلَاعَنَةُ.

لَا تَخْتَضِبْنَ، وَلَا تَتَطَيَّبْنَ، وَلَا يَلْبَسْنَ ثَوْبًا مَصْبُوغًا، وَلَا يَخْرُجْنَ مِنْ بُيُوتِهِنَّ.

✧✧ ابراہیم نخعی فرماتے ہیں: جس عورت کو تین طلاقیں دی گئی ہوں اور جس عورت نے خلع حاصل کیا ہو یا جس کا شوہر فوت ہو گیا ہو یا جس عورت نے لعان کیا ہو یہ تمام خواتین خضاب نہیں لگائیں گی، خوشبو استعمال نہیں کریں گی، یہ رنگا ہوا کپڑا نہیں پہنیں گی اور اپنے گھر سے باہر نہیں نکلیں گی۔

فَهٰؤُلَاءِ الَّذِيْنَ رَوَيْنَا عَنْهُمْ هٰذِهِ الْآثَارَ مِنْ أَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالتَّابِعِيْنَ، قَدْ مَنَعُوا الْمُتَوَفَّى عَنْهَا زَوْجُهَا مِنَ السَّفَرِ وَالِانْتِقَالِ مِنْ بَيْتِهَا فِيْ عِدَّتِهَا، وَرَخَّصُوا لَهَا فِي الْخُرُوْجِ، فِيْ بَيَاضِ نَهَارِهَا، عَلٰى أَنْ تَبِيْتَ فِيْ بَيْتِهَا.

یہ وہ تمام آثار ہیں جنہیں ہم نے نبی اکرم ﷺ کے اصحاب سے نقل کیا ہے ان حضرات نے بیوہ عورت کو اپنی عدت کے دوران سفر کرنے سے اور اپنے گھر سے کہیں اور منتقل ہونے سے منع کر دیا ہے البتہ دن کی روشنی میں اسے گھر سے باہر نکلنے کی رخصت دی ہے۔ اس شرط پر کہ وہ رات اپنے گھر میں بسر کرے گی۔

وَقَدْ قَرَنَ بَعْضُهُمْ مَعَهَا الْمُطَلَّقَةَ الْمَبْتُوْتَةَ، فَجَعَلَهَا كَذٰلِكَ فِيْ مَنْعِهِ إِيَّاهَا مِنَ السَّفَرِ، وَالِانْتِقَالِ مِنْ بَيْتِهَا فِيْ عِدَّتِهَا وَلَمْ يُرَخِّصْ أَحَدٌ مِنْهُمْ لَهَا فِي الْخُرُوْجِ مِنْ بَيْتِهَا نَهَارًا، كَمَا رُخِّصَ لِلْمُتَوَفَّى عَنْهَا زَوْجُهَا.

ان میں سے بعض نے جس عورت کو طلاق بتہ ملی ہو اسے بھی بیوہ عورت کے ساتھ شامل کیا ہے اور اس عورت کی طرح مطلقہ عورت کو بھی سفر کرنے سے منع کر دیا ہے اور عدت کے دوران اپنے گھر سے منتقل ہونے سے منع کیا ہے ان میں سے کسی ایک نے بھی اس خاتون کو دن کے وقت اپنے گھر سے باہر نکلنے کی رخصت نہیں دی جیسا کہ بیوہ عورت کو رخصت دی گئی ہے۔

فَثَبَتَ بِذٰلِكَ مَا ذَكَرْنَا مِنْ مَنْعِهِمَا مِنَ السَّفَرِ فِيْ عِدَّتِهِمَا وَالْخُرُوْجِ مِنْ مَنْزِلِهِمَا إِلَّا مَا رُخِّصَ لِلْمُتَوَفَّى عَنْهَا زَوْجُهَا مِنَ الْخُرُوْجِ مِنْ بَيْتِهَا، فِيْ بَيَاضِ نَهَارِهَا عَلَى الضَّرُوْرَةِ.

تو ہم نے جو یہ ذکر کیا ہے کہ ان دونوں خواتین کو عدت کے دوران سفر کرنے اور اپنے گھروں سے باہر نکلنے سے منع کیا گیا ہے اس سے یہ ثابت ہو جاتا ہے البتہ بیوہ عورت کو اپنے شوہر کے گھر سے دن کے وقت ضرورت کے تحت گھر سے نکلنے کی اجازت دی گئی ہے۔

وَهٰذَا كُلُّهُ قَوْلُ أَبِيْ حَنِيْفَةَ، وَأَبِيْ يُوْسُفَ، وَمُحَمَّدٍ، رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِمْ أَجْمَعِيْنَ.

یہ تمام رائے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی ہے۔

فَإِنْ قَالَ قَائِلٌ: فَإِنَّ عَائِشَةَ قَدْ كَانَتْ سَافَرَتْ بِأُخْتِهَا أُمِّ كُلْثُوْمٍ فِيْ عِدَّتِهَا .

اگر کوئی شخص یہ کہے کہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنی بہن سیّدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کے ہمراہ ان کی عدت کے دوران سفر کیا تھا۔

**329**-وَذَكَرَ فِيْ ذٰلِكَ مَا قَدْ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ دَاوُدَ، قَالَ: ثنا اَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ، قَالَ: حَدَّثَنِيْ جَرِيْرُ بْنُ حَازِمٍ، قَالَ: سَمِعْتُ عَطَاءً يَقُوْلُ: اِنَّ عَائِشَةَ حَجَّتْ بِأُخْتِهَا اُمِّ كُلْثُوْمٍ فِيْ عِدَّتِهَا .

✧✧ پھر وہ یہ بات ذکر کرے کہ عطاء بیان کرتے ہیں' سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنی بہن ام کلثوم رضی اللہ عنہا کے ہمراہ ان کی عدت کے دوران حج کیا تھا۔

**330**-حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ شَيْبَةَ، قَالَ: ثنا اَبُوْ غَسَّانَ، قَالَ: حَدَّثَنِيْ جَرِيْرٌ، قَالَ: سَمِعْتُ عَطَاءً يَقُوْلُ: (حَجَّتْ عَائِشَةُ بِأُخْتِهَا فِيْ عِدَّتِهَا مِنْ طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ) .

✧✧ عطاء بیان کرتے ہیں' سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنی بہن کی عدت کے دوران ان کے ہمراہ حج کیا تھا وہ بہن حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ (کے انتقال کی وجہ سے بیوہ ہوئی تھیں)

**331**-حَدَّثَنَا ابْنُ مَرْزُوْقٍ، قَالَ: ثنا اَبُوْ عَامِرٍ الْعَقَدِيُّ، قَالَ: ثنا اَفْلَحُ، عَنِ الْقَاسِمِ، عَنْ عَائِشَةَ اَنَّهَا حَجَّتْ بِأُخْتِهَا اُمِّ كُلْثُوْمٍ فِيْ عِدَّتِهَا .

✧✧ قاسم بیان کرتے ہیں' سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنی بہن سیّدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کے ہمراہ ان کی عدت کے دوران حج کیا تھا۔

**332**-حَدَّثَنَا رَبِيْعُ الْمُؤَذِّنُ، قَالَ: ثنا شُعَيْبُ بْنُ اللَّيْثِ، قَالَ: ثنا اللَّيْثُ، عَنْ اَيُّوْبَ بْنِ مُوْسٰى، عَنْ عَطَاءِ بْنِ اَبِيْ رَبَاحٍ، عَنْ عَائِشَةَ مِثْلَهٗ .

✧✧ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے۔

**333**-قِيْلَ لَهٗ: اِنَّمَا كَانَ ذٰلِكَ لِلضَّرُوْرَةِ، لِاَنَّهُمْ كَانُوْا فِيْ فِتْنَةٍ، قَدْ بَيَّنَ ذٰلِكَ مَا حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ دَاوُدَ، قَالَ: ثنا الْوَهْبِيُّ قَالَ: ثنا ابْنُ اِسْحَاقَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ، عَنْ اَبِيْهِ قَالَ: لَمَّا قُتِلَ طَلْحَةُ بْنُ عُبَيْدِ اللّٰهِ يَوْمَ الْجَمَلِ وَسَارَتْ عَائِشَةُ اِلٰى مَكَّةَ، بَعَثَتْ عَائِشَةُ اِلٰى اُمِّ كُلْثُوْمٍ وَّهِيَ بِالْمَدِيْنَةِ، فَنَقَلَتْهَا اِلَيْهَا، لِمَا كَانَتْ تَتَخَوَّفُ عَلَيْهَا مِنَ الْفِتْنَةِ، وَهِيَ فِيْ عِدَّتِهَا .

✧✧ تو اس شخص سے یہ کہا جائے گا کہ وہ ضرورت کے پیش نظر تھا کیونکہ وہ فتنہ کا دور تھا اور ہم اس سے پہلے ایک حدیث میں یہ بات نقل کر چکے ہیں کہ عبدالرحمان بن قاسم اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں' جب حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ جنگ جمل کے دوران قتل ہو گئے تو پھر سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا مکہ کی طرف روانہ ہوئیں تو سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے ام کلثوم رضی اللہ عنہا کو پیغام بھجوایا وہ بھی مدینہ منورہ میں تھیں اور انہیں وہاں سے منتقل کروا دیا کیونکہ انہیں ان کے بارے میں فتنہ کا اندیشہ تھا وہ اس وقت اپنی عدت بسر کر رہی تھیں۔

فَهٰكَذَا نَقُوْلُ: اِذَا كَانَتْ فِتْنَةٌ، يُخَافُ عَلَى الْمُعْتَدَّةِ مِنَ الْاِقَامَةِ فِيْهَا مِنْ تِلْكَ الْفِتْنَةِ، فَهِيَ فِيْ سَعَةٍ مِنْ

اَلْخُرُوجِ فِيهَا إِلَى حَيْثُ أَحَبَّتْ مِنَ الْأَمَاكِنِ الَّتِي تَأْمَنُ فِيهَا مِنْ تِلْكَ الْفِتْنَةِ، وَبِاللّٰهِ التَّوْفِيقُ

ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ جب عورت کو فتنہ کا اندیشہ ہو اور عدت بسر کرنے والی عورت کو وہاں اپنی رہائش رکھنے پر فتنہ کا اندیشہ ہو تو اگر اسے وہاں سے نکلنے اور اپنی کسی پسندیدہ جگہ پر جانے سے اس فتنہ سے محفوظ رہنے کا امکان ہو تو وہ ایسا کرتی ہے۔ وباللہ التوفیق۔

# بَابُ الْأَمَةِ تَعْتِقُ وَزَوْجُهَا حُرٌّ، هَلْ لَّهَا خِيَارٌ أَمْ لَا ؟

# باب 6: جس کنیز کو آزاد کر دیا جائے اس کا شوہر آزاد ہو تو کیا اس کنیز کو شوہر سے علیحدگی اختیار کرنے کا اختیار ہوگا یا نہیں؟

**334**-حَدَّثَنَا أَبُو بِشْرٍ الرَّقِّيُّ، قَالَ: ثنا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا قَالَتْ: (كَانَ زَوْجُ بَرِيرَةَ حُرًّا، فَلَمَّا أُعْتِقَتْ، خَيَّرَهَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاخْتَارَتْ نَفْسَهَا)

✧✧ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' بریرہ کا شوہر آزاد شخص تھا جب بریرہ کو آزاد کیا گیا تو اللہ کے رسول نے اسے اختیار دیا تو اس نے اپنے آپ کو اختیار کیا۔

## مسئلہ تملیک سے متعلق مذاہب اربعہ کا بیان

بریرہ کا مذکورہ بالا واقعہ تفصیلی طور پر کتاب البیوع میں گزر چکا ہے یہ بطور لونڈی ایک یہودی کی ملکیت میں تھیں پھر حضرت عائشہ نے ان کو خرید کر آزاد کر دیا تھا چنانچہ بریرہ کی خریداری کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرمایا کہ پہلے اسے اس کے مالکوں سے خرید لو اور پھر اس کو آزاد کر دو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق حضرت عائشہ نے اسے خریدا اور پھر آزاد کر دیا، بریرہ کا خاوند چونکہ غلام تھا اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بریرہ کو یہ اختیار دیدیا تھا کہ آزاد ہونے کے بعد اگر چاہو تو تم اپنے خاوند کے نکاح میں حسب سابق رہو اور اگر اس کے نکاح میں رہنا نہ چاہو تو اس سے علیحدہ ہو جاؤ، اس اختیار کے پیش نظر بریرہ نے علیحدگی کو اختیار کیا اور اپنے خاوند سے قطع تعلق کر لیا۔ حدیث کا آخری جملہ (ولو کان حرا) الخ اور اگر اس کا خاوند آزاد ہوتا الخ بظاہر حضرت عروہ کا اپنا قول معلوم ہوتا ہے اور ائمہ ثلثہ یعنی حضرت امام شافعی، حضرت امام مالک اور حضرت امام احمد کا مسلک بھی یہی ہے کہ لونڈی کو آزاد ہونے کے بعد اپنے نکاح کو باقی یا فسخ کرنے کا اختیار اسی صورت میں ہوتا ہے جب کہ اس کا خاوند غلام ہوتا کہ وہ آزاد ہو جانے کے بعد ایک غلام کے نکاح میں رہنے کو عار محسوس نہ کرے، اگر اس کا خاوند غلام نہ ہو تو پھر اسے یہ اختیار حاصل نہیں ہوگا لیکن حضرت امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ اسے بہر صورت یہ اختیار حاصل ہوتا ہے، خواہ اس کا شوہر غلام ہو یا آزاد ہو۔ دونوں طرف کے علماء کی دلیلیں فقہ کی کتابوں میں مذکور ہیں۔ اور اگر میاں بیوی دونوں ایک ساتھ آزاد ہوں تو تمام علماء کا متفقہ فیصلہ ہے کہ اس صورت میں بیوی کو یہ اختیار حاصل نہیں ہوتا اسی طرح اگر شوہر آزاد ہو جائے تو اسے اپنا نکاح باقی رکھنے یا فسخ کر دینے کا اختیار حاصل نہیں ہوتا۔ خواہ اس کی بیوی آزاد ہو یا لونڈی ہو۔ اور حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ بریرہ کا شوہر

ایک سیاہ فام تھا جس کو مغیث کہا جاتا تھا میری آنکھوں کے سامنے اب بھی وہ منظر ہے جب وہ بریرہ کے پیچھے پیچھے مدینہ کی گلیوں میں روتا پھرتا تھا اور اس کی آنکھوں سے آنسو ٹپک ٹپک کر اس کی داڑھی پر گرتے تھے چنانچہ ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس سے فرمایا کہ عباس کیا تمہیں اس پر حیرت نہیں ہے کہ مغیث بریرہ کو کتنا چاہتا ہے اور بریرہ مغیث سے کتنا نفرت کرتی ہے؟ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بریرہ سے بھی فرمایا کہ بریرہ کاش تم مغیث سے رجوع کرتیں (یعنی مغیث سے دوبارہ نکاح کر لیتیں) بریرہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ مجھے بطور وجوب اس کا حکم دے رہے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بریرہ میں تو سفارش کر رہا ہوں یعنی بطور وجوب نہیں بلکہ بطریق استحباب تمہیں حکم دے رہا ہوں بریرہ نے کہا کہ مجھے اس سے رجوع کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے (یعنی مجھے اس کے پاس رہنا منظور نہیں ہے) (بخاری)

تشریح: چونکہ بعض روایتوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مغیث یعنی بریرہ کا شوہر آزد تھا اس لئے اگر اس حدیث کے ابتدائی جملہ کی یہ وضاحت کی جائے کہ مغیث بدصورتی میں ایک سیاہ فام غلام کی مانند تھا یا یہ کہ مغیث پہلے تو غلام تھا جیسا کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے لیکن پھر آزاد کیا گیا اور وہ آزاد ہو گیا تو اس صورت میں رواتیوں کے درمیان کوئی تضاد نہیں رہے گا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سردار حاکم کو اپنی رعایا سے کسی کے حق میں جائز کام کی سفارش کرنا ایک اچھی بات ہے اسی طرح حدیث سے یہ بات بھی ثابت ہوئی کہ اپنے سردار حاکم کی سفارش کو قبول کرنا واجب نہیں ہے اور نہ اس سفارش کو نہ ماننے کی وجہ سے اس سے سردار حاکم کو کوئی مؤاخذہ کرنے کا حق حاصل ہے نیز حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کسی سے اس کی بدصورتی و بدخلقی کی وجہ سے تعلق نہ رکھنا جائز ہے۔

قَالَ اَبُوْ جَعْفَرٍ: فَذَهَبَ قَوْمٌ اِلٰی هٰذَا الْحَدِيْثِ، فَجَعَلُوْا لِلْمُعْتَقَةِ الْخِيَارَ، حُرًّا كَانَ زَوْجُهَا اَوْ عَبْدًا .

امام ابوجعفر طحاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ایک گروہ اس حدیث کی طرف گیا ہے انہوں نے آزاد ہونے والی عورت کو اختیار دیا ہے خواہ اس کا شوہر آزاد شخص ہو یا غلام۔

وَخَالَفَهُمْ فِیْ ذٰلِكَ اٰخَرُوْنَ وَقَالُوْا: اِنْ كَانَ زَوْجُهَا عَبْدًا، فَلَهَا الْخِيَارُ، وَاِنْ كَانَ حُرًّا، فَلَا خِيَارَ لَهَا .

وَقَالُوْا: اِنَّمَا كَانَ زَوْجُ بَرِيرَةَ عَبْدًا .وَذَكَرُوْا فِیْ ذٰلِكَ

دوسرے حضرات نے ان کی مخالفت کی ہے وہ یہ کہتے ہیں کہ اگر اس کا شوہر غلام ہوگا تو اس عورت کو اختیار حاصل ہوگا اور اگر اس کا شوہر آزاد ہوگا تو اس عورت کو اختیار حاصل نہیں ہوگا۔

یہ حضرات یہ کہتے ہیں کہ بریرہ کا شوہر ایک غلام شخص تھا۔ انہوں نے اس بارے میں یہ روایت نقل کی ہے۔

**335** -مَا حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ اَبِیْ دَاوٗدَ، قَالَ: ثنا اِسْمَاعِيْلُ بْنُ سَالِمٍ، قَالَ: ثنا جَرِيْرُ بْنُ عَبْدِ الْحَمِيْدِ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: (كَانَ زَوْجُ بَرِيرَةَ عَبْدًا، وَلَوْ كَانَ حُرًّا، لَمْ يُخَيِّرْهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) .

✧✧ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' بریرہ کا شوہر ایک غلام شخص تھا اگر وہ آزاد ہوتا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اسے اختیار نہ دیتے۔

**336**-حَدَّثَنَا أَحْمَدُ قَالَ: ثنا يَعْقُوبُ بْنُ حُمَيْدٍ، قَالَ: ثنا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ وَابْنُ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ، عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ عَنْ أَبِيهِ قَالَ الْأَعْمَشُ عَنْ عَائِشَةَ (أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا أُعْتِقَتْ بَرِيرَةُ، خَيَّرَهَا، وَكَانَ زَوْجُهَا عَبْدًا) .

✧✧ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں جب بریرہ کو آزاد کیا گیا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اختیار دیا تھا اس کا شوہر غلام تھا۔

قَالُوا: فَهٰذِهِ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا تُخْبِرُ أَنَّ زَوْجَ بَرِيرَةَ كَانَ عَبْدًا، فَهٰذَا خِلَافُ مَا رَوَيْتُمُوهُ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْهَا .

یہ حضرات یہ کہتے ہیں کہ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ بریرہ کا شوہر ایک غلام شخص تھا اور یہ اس روایت کے خلاف ہے جو تم نے اسود کے حوالے سے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے۔

ثُمَّ قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا: لَوْ كَانَ حُرًّا لَمْ يُخَيِّرْهَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

پھر سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا یہ فرماتی ہیں' اگر اس کا شوہر آزاد شخص ہوتا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اسے اختیار نہ دیتے۔

قِيلَ لَهُمْ: أَمَّا هٰذَا الْحَرْفُ، فَقَدْ يَجُوزُ أَنْ يَكُونَ مِنْ كَلَامِ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا، وَقَدْ يَجُوزُ أَنْ يَكُونَ مِنْ كَلَامِ عُرْوَةَ .

ان حضرات کو یہ جواب دیا جائے گا کہ ہو سکتا ہے کہ یہ جملہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا کلام ہو یا پھر عروہ کا کلام ہو۔

وَاحْتَجَّ أَهْلُ هٰذِهِ الْمَقَالَةِ، فِي تَثْبِيتِ مَا رَوَوْهُ فِي زَوْجِ بَرِيرَةَ أَنَّهُ كَانَ عَبْدًا بِمَا

اس موقف کے قائلین' جو روایت انہوں نے بریرہ کے شوہر کے غلام ہونے کے بارے میں نقل کی ہے' اسے مستند ثابت کرنے کے لئے یہ حدیث پیش کرتے ہیں۔

**337**- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، قَالَ: ثنا عَفَّانُ، قَالَ: ثنا هَمَّامٌ، قَالَ: ثنا قَتَادَةُ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ (أَنَّ زَوْجَ بَرِيرَةَ كَانَ عَبْدًا أَسْوَدَ، يُسَمّٰى مُغِيثًا، فَخَيَّرَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَمَرَهَا أَنْ تَعْتَدَّ) .

حَدَّثَنَا صَالِحُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، قَالَ: ثنا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ، قَالَ: ثنا هُشَيْمٌ، قَالَ: أَخْبَرَنَا خَالِدٌ، عَنْ عِكْرِمَةَ (عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: لَمَّا خُيِّرَتْ بَرِيرَةُ رَأَيْنَا زَوْجَهَا يَتْبَعُهَا فِي سِكَكِ الْمَدِينَةِ وَدُمُوعُهُ تَسِيلُ عَلٰى لِحْيَتِهِ .

فَكَلَّمَ لَهُ الْعَبَّاسُ، النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنْ يَطْلُبَ إِلَيْهَا فَقَالَ لَهَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَوْجُكِ وَأَبُو وَلَدِكِ ؟ فَقَالَتْ: أَتَأْمُرُنِي بِهِ يَا رَسُولَ اللّٰهِ ؟ فَقَالَ إِنَّمَا أَنَا شَافِعٌ قَالَتْ: إِنْ كُنْتَ شَافِعًا، فَلَا حَاجَةَ لِي فِيهِ، وَاخْتَارَتْ نَفْسَهَا، وَكَانَ يُقَالُ لَهُ مُغِيثٌ، وَكَانَ عَبْدًا لِآلِ الْمُغِيرَةِ مِنْ بَنِي مَخْزُومٍ)

✧✧ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: بریرہ کا شوہر ایک سیاہ فام غلام تھا اس کا نام مغیث تھا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بریرہ کو یہ اختیار دیا اور اسے یہ ہدایت کی کہ وہ عدت بسر کرے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں جب بریرہ کو اختیار دیا گیا تو

ہم نے اس کے شوہر کو دیکھا وہ مدینہ منورہ کی گلیوں میں اس کے پیچھے جا رہا تھا اس کے آنسو اس کی داڑھی پر بہہ رہے تھے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اس کے بارے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بات کی۔ اور بولے: آپ بریرہ کو بلائیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے کہا یہ تمہارا شوہر ہے اور تمہارے بچوں کا باپ ہے۔ بریرہ نے عرض کی: کیا آپ مجھے حکم دیتے ہیں؟ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں سفارش کر رہا ہوں اس نے عرض کی: اگر آپ سفارش کر رہے ہیں تو مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے اور بریرہ نے اپنے آپ کو اختیار کیا۔ اس شخص کا نام مغیث تھا اور وہ بنو مخزوم کے خاندان آل مغیرہ کا غلام تھا۔

قَالُوْا: فَاِنَّمَا خَيَّرَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، مِنْ اَجْلِ اَنَّ زَوْجَهَا كَانَ عَبْدًا .

ان حضرات نے یہ کہا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت کو اختیار اس لئے دیا تھا کیونکہ اس کا شوہر غلام تھا۔

فَكَانَ مِنَ الْحُجَّةِ عَلَيْهِمْ لِاَهْلِ الْمَقَالَةِ الْاُوْلٰى اَنَّ اَوْلَى الْاَشْيَاءِ بِنَا - اِذَا جَاءَتِ الْاٰثَارُ هٰكَذَا، فَوَجَدْنَا السَّبِيْلَ اِلٰى اَنْ نَحْمِلَهَا عَلٰى غَيْرِ طَرِيْقِ التَّضَادِّ - اَنْ نَحْمِلَهَا عَلٰى ذٰلِكَ، وَلَا نَحْمِلُهَا عَلَى التَّضَادِّ وَالتَّكَاذُبِ، وَيَكُوْنُ حَالُ رُوَاتِهَا - عِنْدَنَا - عَلَى الصِّدْقِ وَالْعَدَالَةِ فِيْمَا رَوَوْا، حَتّٰى لَا نَجِدَ بُدًّا مِّنْ اَنْ نَحْمِلَهَا عَلٰى خِلَافِ ذٰلِكَ .

تو ان حضرات کے خلاف دوسرے موقف کے قائلین یہ کہتے ہیں کہ جب اس طرح کی روایات سامنے آجائیں تو ہمارے لئے مناسب یہ ہے کہ ہم کوئی ایسی صورت اختیار کریں جس میں ہم ان روایات کو ایسے معنی پر محمول کریں گے کہ ان میں تضاد نہ آ رہا ہو ہمیں تضاد والے معنی پر محمول نہیں کرنا چاہئے جس کی وجہ سے ایک دوسرے کا جھوٹ ثابت کریں جبکہ ان کے راوی سچ اور عدالت سے آراستہ ہیں جو انہوں نے روایت کیا ہے اس لئے ہمیں ایسا کوئی چارہ نہیں ملتا کہ ہم اس کے برعکس اسے محمول کریں۔

فَلَمَّا ثَبَتَ اَنَّ مَا ذَكَرْنَا كَذٰلِكَ - وَكَانَ زَوْجُ بَرِيْرَةَ قَدْ قِيْلَ فِيْهِ: اِنَّهُ كَانَ عَبْدًا، وَقِيْلَ فِيْهِ: اِنَّهُ كَانَ حُرًّا - جَعَلْنَاهُ عَلٰى اَنَّهُ قَدْ كَانَ عَبْدًا فِيْ حَالٍ؟ حُرًّا فِيْ حَالٍ اُخْرٰى .

فَثَبَتَ بِذٰلِكَ

تَاَخُّرُ اِحْدَى الْحَالَتَيْنِ عَنِ الْاُخْرٰى فَكَانَ الرِّقُّ، قَدْ يَكُوْنُ بَعْدَهُ الْحُرِّيَّةُ، وَالْحُرِّيَّةُ لَا يَكُوْنُ بَعْدَهَا رِقٌّ فَلَمَّا كَانَ ذٰلِكَ كَذٰلِكَ، جَعَلْنَا حَالَ الْعُبُوْدِيَّةِ مُتَقَدِّمَةً، وَحَالَ الْحُرِّيَّةِ مُتَاَخِّرَةً .

فَثَبَتَ بِذٰلِكَ اَنَّهُ كَانَ حُرًّا فِيْ وَقْتِ مَا خُيِّرَتْ بَرِيْرَةُ، عَبْدًا قَبْلَ ذٰلِكَ، هٰكَذَا تَصْحِيْحُ الْاٰثَارِ فِيْ هٰذَا الْبَابِ وَلَوِ اتَّفَقَتِ الرِّوَايَاتُ كُلُّهَا - عِنْدَنَا - عَلٰى اَنَّهُ كَانَ عَبْدًا، لَمَا كَانَ فِيْ ذٰلِكَ مَا يَنْفِيْ اَنْ يَكُوْنَ اِذَا كَانَ حُرًّا، زَالَ حُكْمُهُ عَنْ ذٰلِكَ، لِاَنَّهُ لَمْ يَجِئْ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ قَالَ "اِنَّمَا خَيَّرْتُهَا لِاَنَّ زَوْجَهَا عَبْدٌ" وَلَوْ كَانَ ذٰلِكَ كَذٰلِكَ، لَانْتَفٰى اَنْ يَكُوْنَ لَهَا خِيَارٌ اِذَا كَانَ زَوْجُهَا حُرًّا .

جب یہ بات ثابت ہوگئی جو ہم نے ذکر کی ہے وہ ایسا ہی ہے کہ اس کا شوہر غلام تھا اور ایک قول کے مطابق وہ آزاد تھا تو اب ہم اسے اس صورت پر محمول کریں گے کہ وہ ایک حالت میں غلام تھا اور دوسری حالت میں آزاد شخص تھا۔ اس سے یہ ثابت ہوگا کہ دونوں

حالتوں میں سے ایک حالت دوسری حالت کے بعد کی تھی۔ اب غلام ہونے کے بعد آزادی تو ہو سکتی ہے لیکن آزادی کے بعد غلامی نہیں ہوتی تو جب یہ صورتحال ہوگی تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کی غلامی کی حالت پہلے تھی اور آزادی کی حالت بعد میں تھی۔ اس سے یہ ثابت ہوگیا کہ وہ اس حالت میں آزاد شخص تھا جب بریرہ کو اختیار دیا گیا تو اس سے پہلے غلام تھا۔ اس طرح اس بارے میں منقول آثار کو درست قرار دیا جائے گا اور ہمارے نزدیک یہ تمام روایات اس بات پر متفق ہوں کہ وہ غلام تھا تو بھی اس میں اس بات کی نفی نہیں ہوئی کہ اگر وہ آزاد ہوتا تو اس سے یہ حکم زائل ہو جاتا۔

تو نبی اکرم ﷺ سے ایسی کوئی بات منقول نہیں ہے کہ جس میں آپ نے یہ فرمایا ہو کہ میں نے اس عورت کو اس لئے اختیار دیا ہو کیونکہ اس کا شوہر غلام ہے اگر ایسا ہوتا تو اس عورت کے لئے اختیار کی نفی ہو جاتی جبکہ اس کا شوہر آزاد ہوتا تو نبی اکرم ﷺ کا اس بارے میں کچھ بھی منقول نہیں ہے اور آپ سے یہ روایت منقول ہے کہ آپ نے اس عورت کو اختیار دیا تھا اور اس کا شوہر غلام بھی تھا۔

تو ہم نے غور وفکر کے اعتبار سے جائزہ لیا کہ کیا اس بارے میں آزاد شخص اور غلام شخص کا حکم مختلف ہوتا ہے جب ہم نے اس صورتحال کا جائزہ لیا تو ہم نے یہ دیکھا کہ کوئی کنیز اپنے آقا کی باندی ہوتی ہے تو آقا کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اس کنیز کی شادی کسی آزاد یا غلام شخص کے ساتھ کردے اور ہم نے اس کنیز کو دیکھا کہ جب وہ آزاد ہو جائے تو اس آقا کو یہ حق حاصل نہیں ہوگا کہ وہ اس آزاد یا غلام شخص کے ساتھ از سرنو اس کنیز کا نکاح کرے اس لئے اس بارے میں حکم آزاد اور غلام شخص کے حوالے سے دونوں کے بارے میں برابر ہوگا۔ اس بارے میں آزاد یا غلام شخص کو نہیں دیکھا جائے گا۔

فَلَمَّا لَمْ يَجِئْ مِنْ ذٰلِكَ شَيْءٌ، وَجَاءَ عَنْهُ اَنَّهُ خَيَّرَهَا، وَكَانَ زَوْجُهَا عَبْدًا - نَظَرْنَا - هَلْ يَفْتَرِقُ فِيْ ذٰلِكَ حُكْمُ الْحُرِّ وَحُكْمُ الْعَبْدِ ؟ فَنَظَرْنَا فِيْ ذٰلِكَ، فَرَاَيْنَا الْاَمَةَ فِيْ حَالِ رِقِّهَا لِمَوْلَاهَا، اَنْ يَّعْقِدَ النِّكَاحَ عَلَيْهَا لِلْحُرِّ وَالْعَبْدِ، وَرَاَيْنَاهَا بَعْدَمَا تَعْتِقُ، لَيْسَ لَهُ اَنْ يَّسْتَأْنِفَ عَلَيْهَا عَقْدَ نِكَاحٍ لِحُرٍّ وَّلَا لِعَبْدٍ، فَاسْتَوٰى حُكْمُ مَا اِلَى الْمَوْلٰى فِي الْعَبِيْدِ وَالْاَحْرَارِ وَمَا لَيْسَ اِلَيْهِ فِي الْعَبِيْدِ وَالْاَحْرَارِ فِيْ ذٰلِكَ فَلَمَّا كَانَ ذٰلِكَ كَذٰلِكَ، وَرَاَيْنَاهَا اِذْ اُعْتِقَتْ بَعْدَ عَقْدِ مَوْلَاهَا نِكَاحَ الْعَبْدِ عَلَيْهَا يَكُوْنُ لَهَا الْخِيَارُ فِيْ حِلِّ النِّكَاحِ عَلَيْهَا، كَانَ كَذٰلِكَ فِي الْحُرِّ، اِذَا اُعْتِقَتْ يَكُوْنُ لَهَا حِلُّ نِكَاحِهِ عَنْهَا، قِيَاسًا وَنَظَرًا عَلٰى مَا بَيَّنَّا مِنْ ذٰلِكَ .

جب صورتحال یہ ہوگئی تو پھر ہم نے اس کنیز کو دیکھا کہ جب اس کنیز کو اس کے آقا کے کسی غلام کے ساتھ نکاح کرنے کے بعد آزاد کیا جائے تو اسے اس نکاح کو برقرار رکھنے کا اختیار رہتا ہے تو آزاد شخص کو بھی ایسا ہی ہونا چاہئے اور جب وہ کنیز آزاد ہو جائے تو اسے اس نکاح کو برقرار رکھنے یا نہ رکھنے کا اختیار ہونا چاہئے۔ یہ قیاس اور غور وفکر کے حساب سے ہوگا جو ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔

وَهٰذَا قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ، وَاَبِيْ يُوْسُفَ، وَمُحَمَّدٍ، رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِمْ اَجْمَعِيْنَ .

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ اللہ تعالیٰ کی ان سب پر رحمت ہو اسی بات کے قائل ہیں۔

**338**- وَقَدْ رُوِيَ ذٰلِكَ اَيْضًا عَنْ طَاوُسٍ حَدَّثَنَا يُوْنُسُ، قَالَ: ثنا سُفْيَانُ، عَنِ ابْنِ طَاوُسٍ، عَنْ اَبِيْهِ قَالَ:

لِلْاَمَةِ الْخِيَارُ اِذَا اُعْتِقَتْ، وَاِنْ كَانَتْ تَحْتَ قُرَشِيٍّ

✧✧ اس بارے میں طاؤس سے ایک روایت منقول ہے طاؤس کے صاحبزادے اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں' کنیز کو اختیار حاصل ہو جائے گا جب وہ آزاد ہو جائے گی اگر چہ وہ کسی قریشی شخص کی بیوی ہو۔

**339**-حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيمُ بْنُ مَرْزُوْقٍ، قَالَ: ثنا اَبُوْ عَاصِمٍ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، قَالَ: اَخْبَرَنِي ابْنُ طَاوُسٍ، عَنْ اَبِيْهِ اَنَّهُ قَالَ (لَهَا الْخِيَارُ) يَعْنِي فِي الْعَبْدِ وَالْحُرِّ، قَالَ: وَاَخْبَرَنِي الْحَسَنُ بْنُ مُسْلِمٍ مِثْلَ ذٰلِكَ .

طاؤس کے صاحبزادے اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں' کنیز کو اختیار ہوگا یعنی آزاد اور غلام دونوں (سے علیحدگی اختیار کرنے کا اختیار ہوگا)

✧✧ حسن بن مسلم نے بھی اس کی مانند نقل کی ہے۔

## مسئلہ تملیک کا بیان

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ بریرہ کے متعلق تین احکام سامنے آئے پہلا حکم تو یہ کہ جب وہ آزاد ہوئی تو اسے اپنے خاوند کے بارے میں اختیار دیا گیا (دوسرا حکم یہ کہ) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میراث کا حق اس شخص کے لئے ہے جس نے آزاد کیا (تیسرا حکم یہ کہ ایک دن) رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں تشریف لائے تو گوشت کی ہانڈی پک رہی تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے روٹی اور گھر کا سالن لایا گیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا میں نے وہ ہانڈی نہیں دیکھی جس میں گوشت ہے؟ یعنی جب گوشت پک رہا ہے تو وہ مجھے کیوں نہیں دیا گیا؟ عرض کیا گیا کہ بے شک ہانڈی میں گوشت پک رہا ہے لیکن وہ گوشت بریرہ کو بطور صدقہ دیا گیا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو صدقہ نہیں کھاتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ گوشت بریرہ کے لئے صدقہ ہے اور ہمارے لئے ہدیہ ہے۔ (بخاری ومسلم، مشکوۃ المصابیح، جلد دوم: رقم الحدیث، 323)

حدیث کے ابتدائی الفاظ کا مطلب یہ ہے کہ بریرہ جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی آزاد کردہ لونڈی تھیں اس کے سبب تین شرعی احکام نافذ ہوئے پہلا حکم تو یہ کہ جب بریرہ آزاد ہوئی تو اسے اختیار دے دیا گیا کہ چاہے تو وہ اپنے خاوند کہ جس کا نام مغیث تھا کے نکاح میں رہے یا اس سے جدائی اور علیحدگی اختیار کر لے۔ یہ علماء کے یہاں "خیار عتق" کہلاتا ہے یعنی جو لونڈی کسی کے نکاح میں ہو تو آزاد ہونے کے بعد اسے اختیار ہے کہ چاہے تو خاوند کے نکاح میں رہے چاہے اس سے جدائی اختیار کر لے۔

لیکن حضرت امام شافعی فرماتے ہیں کہ لونڈی کو یہ اختیار اس وقت حاصل ہوگا جب کہ اس کا خاوند غلام ہو حنفیہ کہتے ہیں کہ اس کا خاوند خواہ غلام ہو خواہ آزاد ہو وہ دونوں صورتوں میں مختار ہوگی۔ بریرہ کا خاوند مغیث غلام تھا جب بریرہ نے آزاد ہونے کے بعد اس سے جدائی اختیار کر لی گویا اسے قبول نہیں کیا تو مغیث بڑا ہی پریشان ہوا یہاں تک کہ وہ بریرہ کے عشق وفراق میں روتا اور فریاد کرتا پھرتا رہا مگر بریرہ نے اس کا کوئی اثر نہیں لیا اور اس سے علیحدہ ہی رہی۔ بریرہ کے سبب سے دوسرا حکم یہ نافذ ہوا کہ ولاء یعنی لونڈی کی میراث اس شخص کے لئے ہے جس نے اسے آزاد کیا ہوگا اس کی تفصیل یہ ہے کہ بریرہ ایک یہودی کی لونڈی تھی جس نے اسے مکاتب کر دیا تھا یعنی یہودی نے اسے یہ کہہ دیا تھا کہ جب تو اتنے درہم دے دے گی تو آزاد ہو جائے گی جب بریرہ مطلوبہ

تعداد میں درہم فراہم کرنے سے عاجز ہوگئی تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضرت ہوئی تا کہ اگر وہ کچھ دے دیں تو اپنے مالک کو دے کر آزادی کا خلعت زیب تن کرے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ اپنے مالک سے پوچھا اگر وہ تجھے بیچے تو میں خرید لیتی ہوں۔ بریرہ اپنے مالک کے پاس گئی اور اس سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خواہش بیان کی وہ فروخت کرنے پر تیار ہو گیا مگر اس نے یہ بھی کہا کہ میں اس شرط پر فروخت کرنے کے لئے تیار ہوں کہ ولاء یعنی بریرہ کی میراث کے ہم حقدار ہوں گے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ یہودی اس طرح کہتے ہیں اور ان کی یہ شرط ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہودی غلط کہتے ہیں اور بکواس کرتے ہیں میراث کا حق اسی کو ہوتا ہے جو آزاد کرتا ہے عائشہ رضی اللہ عنہا تم اس سے خرید کر آزاد کر دو اس کی میراث تمہارے لئے ہوگی، یہودیوں کی یہ شرط باطل ہے۔

تیسرا حکم جو بریرہ کے سبب سے نافذ ہوا اس کا ذکر حدیث کے آخر میں کیا گیا ہے اس کا حاصل اور مطلب یہ ہے کہ اگر مستحق زکوۃ کو زکوۃ کا مال دیا جائے اور مستحق زکوۃ وہ مال لے کر ایسے شخص کو دے دے جو زکوۃ کا مستحق نہیں ہے تو اس کے لئے یہ مال حلال و جائز ہوگا کیونکہ زکوۃ دینے والے نے تو ایک صحیح شخص اور مستحق کو مال دے دیا اور وہ مال اس مستحق زکوۃ کی ملکیت ہوگا اب وہ جس شخص کو بھی اپنا مال دے گا جائز اور درست ہوگا اصطلاح میں اسے "تملیک" کہا جاتا ہے جو جائز اور حلال ہے۔

## بَابُ الرَّجُلِ يَقُوْلُ لِامْرَاَتِهِ اَنْتِ طَالِقٌ لَيْلَةَ الْقَدْرِ مَتٰى يَقَعُ الطَّلَاقُ ؟

## باب 7: جب کوئی شخص اپنی بیوی سے یہ کہے کہ شب قدر میں تمہیں طلاق ہوگی تو وہ طلاق کب واقع ہوگی؟

**340**- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حُمَيْدٍ وَّفَهْدُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَا : ثنا سَعِيْدُ بْنُ اَبِيْ مَرْيَمَ، قَالَ : اَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرِ بْنِ اَبِيْ كَثِيْرٍ قَالَ: اَخْبَرَنِيْ مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ، عَنْ اَبِيْ اِسْحَاقَ الْهَمْدَانِيِّ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ، (عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَنَا اَسْمَعُ، عَنْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ، فَقَالَ هِيَ فِيْ كُلِّ رَمَضَانَ)

✧✧ سعید بن جبیر حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے یہ بات نقل کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سوال کیا گیا میں یہ سن رہا تھا آپ سے شب قدر کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا: وہ ہر رمضان میں ہوتی ہے۔

فَفِيْ هٰذَا الْحَدِيْثِ اَنَّهَا فِيْ كُلِّ رَمَضَانَ

اس حدیث میں یہ بات موجود ہے کہ وہ ہر رمضان میں ہوتی ہے۔

فَقَالَ قَوْمٌ: هٰذَا دَلِيْلٌ عَلٰى اَنَّهَا قَدْ تَكُوْنُ فِيْ اَوَّلِهٖ، وَفِيْ وَسَطِهٖ، كَمَا قَدْ تَكُوْنُ اٰخِرَهٗ .

کچھ حضرات یہ کہتے ہیں کہ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ یہ رمضان کے ابتدائی یا درمیانی حصے میں ہو سکتی ہے جیسے یہ اس کے آخری حصے میں بھی ہو سکتی ہے۔

وَقَدْ يَحْتَمِلُ قَوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (فِيْ كُلِّ رَمَضَانَ) هٰذَا الْمَعْنٰى، وَيَحْتَمِلُ اَنَّهَا فِيْ كُلِّ رَمَضَانَ

تَكُوْنُ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ .

نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان: کہ وہ ہر رمضان میں ہوتی ہے اس بات کا احتمال رکھتا ہے کہ اس کا مطلب یہ ہو کہ قیامت کے دن تک یہ رمضان کے مہینے میں ہی ہو گی۔

**341**-مَعَ اَنَّ اَصْلَ هٰذَا الْحَدِيْثِ مَوْقُوْفٌ، كَذٰلِكَ رَوَاهُ الْاَثْبَاتُ عَنْ اَبِىْ اِسْحَاقَ حَدَّثَنَا فَهْدٌ، قَالَ: ثنا اَبُوْ نُعَيْمٍ، قَالَ: ثنا حَسَنُ بْنُ صَالِحٍ، عَنْ اَبِىْ اِسْحَاقَ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنْ ابْنِ عُمَرَ، مِثْلَهٗ،

وَلَمْ يَرْفَعْهُ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيمُ بْنُ مَرْزُوْقٍ، قَالَ: ثنا مُسْلِمُ بْنُ اِبْرَاهِيمَ، قَالَ: ثنا شُعْبَةُ، عَنْ اَبِىْ اِسْحَاقَ الْهَمْدَانِيِّ، فَذَكَرَ بِاِسْنَادِهٖ مِثْلَهٗ .

وَقَدْ رَوٰى هٰذَا الْحَدِيْثَ اَبُو الْاَحْوَصِ عَنْ اَبِىْ اِسْحَاقَ بِلَفْظٍ غَيْرِ هٰذَا اللَّفْظِ حَدَّثَنَا صَالِحُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، قَالَ: ثنا يُوْسُفُ بْنُ عَدِيٍّ، قَالَ: ثنا اَبُو الْاَحْوَصِ، عَنْ اَبِىْ اِسْحَاقَ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ، قَالَ: سَاَلْتُ ابْنَ عُمَرَ عَنْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ فَقَالَ (هِىَ فِىْ رَمَضَانَ كُلِّهٖ) .

✧✧ اس کے ہمراہ اس روایت کی اصل موقوف ہے جیسا کہ اسے مستند راویوں نے اپنی سند کے ہمراہ سعید بن جبیر کے حوالے سے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے انہوں نے اسے مرفوع روایت کے طور پر نقل کیا ہے۔ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔ اسی روایت کو کچھ مختلف الفاظ میں دیگر راویوں سے سعید بن جبیر کے حوالے سے نقل کیا گیا ہے۔

وہ کہتے ہیں میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے شب قدر کے بارے میں دریافت کیا: تو انہوں نے فرمایا: یہ رمضان کے پورے مہینے میں ہو گی۔

فَاِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ لَفْظُ هٰذَا الْحَدِيْثِ، فَقَدْ ثَبَتَ بِهٖ اَنَّ مَعْنٰى قَوْلِهٖ (هِىَ فِىْ كُلِّ رَمَضَانَ) يُرِيْدُ اَنَّهَا فِىْ كُلِّ الشَّهْرِ .

اگر یہ حدیث کے الفاظ ہوں تو اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ان کا یہ کہنا کہ یہ پورے رمضان میں ہو گی اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ پورے مہینے میں (کسی بھی رات کو ہو سکتی ہے)

وَقَدْ رُوِىَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خِلَافُ ذٰلِكَ

جبکہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کے حوالے سے اس کے برعکس بھی نقل کیا گیا ہے۔

**342**-حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ الْجَارُوْدِ، قَالَ: ثنا سَعِيْدُ بْنُ عُفَيْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنِىْ سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ (اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُئِلَ عَنْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ، فَقَالَ تَحَرَّوْهَا فِى السَّبْعِ الْاَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ) .

✧✧ عبداللہ بن دینار' حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے نقل کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ سے شب قدر کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا: اسے رمضان کی آخری سات راتوں میں تلاش کرو۔

**343**-حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ مَرْزُوْقٍ، قَالَ: ثنا عَلِيُّ بْنُ مَعْبَدٍ، قَالَ: ثنا اِسْمَاعِيْلُ بْنُ جَعْفَرٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهٗ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيمُ بْنُ مَرْزُوْقٍ، قَالَ: ثنا اَبُوْ عَاصِمٍ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، قَالَ: اَخْبَرَنِي الزُّهْرِيُّ، عَنْ حَدِيْثِ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: (اِلْتَمِسُوا لَيْلَةَ الْقَدْرِ فِي السَّبْعِ الْاَوَاخِرِ)

✧✧ سالم بن عبداللہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے نقل کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: شب قدر کو آخری سات راتوں میں تلاش کرو۔

**344**-حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ سِنَانٍ وَّابْنُ اَبِيْ دَاوُدَ، قَالَا: ثنا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ صَالِحٍ، قَالَ حَدَّثَنِي اللَّيْثُ، قَالَ: حَدَّثَنِي عُقَيْلٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ اَبِيْهِ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهٗ

✧✧ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اسی کی مانند نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں۔

**345**-حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ سِنَانٍ، قَالَ: ثنا الْقَعْنَبِيُّ، قَالَ: قَرَاْتُ عَلٰى مَالِكٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهٗ

✧✧ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے اسی کی مانند نقل کرتے ہیں۔

**346**-حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ سِنَانٍ، قَالَ: ثنا اَبُوْ صَالِحٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي اللَّيْثُ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهٗ وَقَدْ رُوِيَ عَنْ غَيْرِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَيْضًا عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلُ هٰذَا.

✧✧ یہ روایت حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے علاوہ دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حوالے سے بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے۔

**347**-حَدَّثَنَا ابْنُ مَرْزُوْقٍ، قَالَ: ثنا يَعْقُوْبُ بْنُ اِسْحَاقَ الْحَضْرَمِيُّ، قَالَ: ثنا عِكْرِمَةُ بْنُ عَمَّارٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي اَبُوْ زُمَيْلٍ، عَنْ (مَالِكِ بْنِ مَرْثَدٍ، عَنْ اَبِيْهِ قَالَ: سَاَلْتُ اَبَا ذَرٍّ فَقُلْتُ: اَسَاَلْتَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ ؟ قَالَ: نَعَمْ كُنْتُ اَسْاَلُ النَّاسَ عَنْهَا قَالَ عِكْرِمَةُ يَعْنِي اُشْبِعَ سُؤَالًا .

قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَخْبِرْنِي عَنْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ، اَفِيْ رَمَضَانَ هِيَ، اَوْ فِيْ غَيْرِهٖ ؟ قَالَ: فِيْ رَمَضَانَ قُلْتُ: وَتَكُوْنُ مَعَ الْاَنْبِيَاءِ مَا كَانُوا، فَاِذَا رُفِعُوا رُفِعَتْ ؟ قَالَ: بَلْ هِيَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ قُلْتُ: فِيْ اَيِّ رَمَضَانَ هِيَ ؟ قَالَ: فِي الْعَشْرِ الْاُوَلِ، اَوْ فِي الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ .

ثُمَّ حَدَّثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَحَدَّثْتُ، فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، فِيْ اَيِّ الْعِشْرِيْنَ هِيَ ؟ قَالَ: اِلْتَمِسُوْهَا فِي الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ، لَا تَسْاَلْنِي عَنْ شَيْءٍ بَعْدَهَا .

ثُمَّ حَدَّثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَحَدَّثَ فَقُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اَقْسَمْتُ عَلَيْكَ بِحَقِّي عَلَيْكَ لَتُخْبِرَنِّي فِيْ اَيِّ الْعَشْرِ هِيَ ؟ فَغَضِبَ عَلَيَّ غَضَبًا لَمْ يَغْضَبْ عَلَيَّ قَبْلُ وَلَا بَعْدُ، ثُمَّ قَالَ: اِنَّ اللّٰهَ لَوْ شَاءَ

لَاَطْلَعَكُمْ عَلَيْهَا، اِلْتَمِسُوْهَا فِي السَّبْعِ الْاَوَاخِرِ، لَا تَسْأَلْنِي عَنْ شَيْءٍ بَعْدَهَا)

✧✧ مالک بن مرثد اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں' میں نے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے سوال کیا میں نے کہا: آپ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے شب قدر کے بارے میں پوچھا ہے تو انہوں نے جواب دیا: ہاں میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے بارے میں سب سے زیادہ پوچھا ہے۔عکرمہ کی ایک روایت کے الفاظ ہیں: میں نے خوب اچھی طرح تسلی کی۔ میں نے عرض کی: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! آپ مجھے شب قدر کے بارے میں بتایئے یہ صرف رمضان میں ہوتی ہے یا اس کے علاوہ کسی اور مہینے میں بھی ہوتی ہے؟ آپ نے فرمایا: یہ رمضان مین ہوتی ہے میں نے عرض کی: یہ انبیاء کی زندگی میں ہوتی ہے جب تک وہ رہیں اور جب وہ اٹھ جائیں تو یہ بھی اٹھالی جاتی ہے؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں یہ قیامت کے دن تک رہے گی۔ میں نے عرض کی: یہ رمضان کے کون سے حصے میں ہوتی ہے؟ آپ نے فرمایا: یہ رمضان کے پہلے عشرے میں ہوتی ہے یا رمضان کے آخری عشرے میں ہوتی ہے پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کسی اور بات میں مشغول ہو گئے پھر میں آپ کے ساتھ بات چیت کرنے لگا۔ میں نے عرض کی: یہ ان دو میں سے کون سے عشرے میں ہوتی ہے۔ آپ نے فرمایا: اسے آخری عشرے میں تلاش کرو۔ اس کے بعد مجھ سے کوئی سوال نہ کرنا۔ پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوذر غفاری بات چیت میں مشغول ہو گئے؟ پھر میں نے عرض کی: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! میں آپ کو اس حق کی قسم دیتا ہوں جو میرا آپ پر ہے۔ آپ مجھے بتایئے کہ یہ کون سے عشرے میں ہوتی ہے؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے اتنے ناراض ہوئے کہ آپ مجھ پر اس سے پہلے اور اس کے بعد میں کبھی اتنے ناراض نہیں ہوئے۔ پھر آپ نے فرمایا: اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو تمہیں اس پر مطلع کر سکتا ہے تم اسے آخری سات راتوں میں تلاش کرو اور اس کے بعد مجھ سے کچھ نہ پوچھنا۔

**348** - حَدَّثَنَا رَبِيْعٌ الْمُؤَذِّنُ، قَالَ: ثنا اَسَدٌ، قَالَ: ثنا ابْنُ لَهِيعَةَ، قَالَ ثنا اَبُو الزُّبَيْرِ، قَالَ: اَخْبَرَنِي جَابِرٌ، (اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ اُنَيْسٍ الْاَنْصَارِيَّ سَاَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ، وَقَدْ خَلَتْ اثْنَتَانِ وَعِشْرُوْنَ لَيْلَةً، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْتَمِسُوْهَا فِيْ هٰذِهِ السَّبْعِ الْاَوَاخِرِ الَّتِيْ يَبْقَيْنَ مِنَ الشَّهْرِ)

✧✧ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' حضرت عبداللہ بن انیس انصاری رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے شب قدر کے بارے میں دریافت کیا: تو اس وقت 22 راتیں گزر چکی تھیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے ان سات راتوں میں تلاش کرو جو باقی رہ گئی ہیں۔

**349** - حَدَّثَنَا رَبِيْعٌ الْمُؤَذِّنُ، قَالَ: ثنا شُعَيْبُ بْنُ اللَّيْثِ، قَالَ: ثنا اللَّيْثُ، عَنْ يَزِيْدَ بْنِ اَبِيْ حَبِيْبٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِسْحَاقَ عَنْ مُعَاذِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ خُبَيْبٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ خُبَيْبٍ، (عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اُنَيْسٍ اَنَّهُ سُئِلَ عَنْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ، فَقَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ الْتَمِسُوْهَا اللَّيْلَةَ وَتِلْكَ اللَّيْلَةَ، لَيْلَةَ ثَلَاثٍ وَعِشْرِيْنَ .

فَقَالَ رَجُلٌ: هٰذَا اِذًا اُوْلٰى ثَمَانٍ، فَقَالَ بَلْ اُوْلٰى سَبْعٍ، فَاِنَّ الشَّهْرَ لَا يَتِمُّ) .

✧✧ حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ سے شب قدر کے بارے میں دریافت کیا گیا تو انہوں نے بتایا کہ میں نے نبی

اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: اسے آج کی رات میں تلاش کرو۔ اس وقت 23ویں رات تھی۔ حاضرین میں سے ایک صاحب بولے وہ بقیہ آٹھ راتوں میں سے پہلی تھی۔ تو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نہیں وہ سات راتوں میں سے پہلی تھی کیونکہ مہینہ کبھی مکمل نہیں بھی ہوتا۔

فَقَدْ ثَبَتَ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَيْضًا اَنَّهَا فِي السَّبْعِ الْاَوَاخِرِ، وَاَنَّهُ اِنَّمَا قَصَدَ لَيْلَةَ ثَلَاثٍ وَّعِشْرِيْنَ، لِاَنَّ ذٰلِكَ الشَّهْرَ كَانَ تِسْعًا وَعِشْرِيْنَ

اس حدیث سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ وہ رات آخری سات راتوں میں ہوتی ہے۔ اور انہوں نے تیئسویں رات اس لیے مراد لی کیونکہ مہینہ کبھی انتیس دن کا بھی ہوتا ہے۔

**350**- حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ الْفَرَجِ، قَالَ: ثنا اَبُوْ زَيْدِ بْنُ اَبِي الْقَمَرِ، قَالَ: ثنا يَعْقُوْبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ اَبِيْهِ، قَالَ: كُنْتُ جَالِسًا مَعَ اَبِيْ عَلَى الْبَابِ، اِذْ مَرَّ بِنَا ابْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اُنَيْسٍ فَقَالَ اَبِيْ: مَا سَمِعْتَ مِنْ اَبِيْكَ يَذْكُرُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ؟ فَقَالَ: سَمِعْتُ اَبِيْ يَقُوْلُ: (اَتَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اِنِّيْ رَجُلٌ يُنَازِعُنِي الْبَادِيَةُ، فَمُرْنِيْ بِلَيْلَةٍ اٰتِ فِيْهَا الْمَدِيْنَةَ، فَقَالَ اُئْتِ فِيْ لَيْلَةِ ثَلَاثٍ وَّعِشْرِيْنَ)

✧✧ یعقوب بن عبدالرحمٰن اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں میں اپنے والد کے ساتھ دروازے پر بیٹھا ہوا تھا اسی دوران حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے ہمارے پاس سے گزرے تو میرے والد نے کہا' آپ نے اپنے والد (حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ) کو نبی اکرم ﷺ کے حوالے سے شب قدر کے بارے میں کیا بیان کرتے ہوئے سنا ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا: میں نے اپنے والد کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے: میں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا میں نے عرض کی: یارسول اللہ (ﷺ)! دیہاتی زندگی میرے لیے مشکل کا باعث ہے آپ مجھے کسی ایک رات کے بارے میں ہدایت کریں جس میں (اہتمام کے ساتھ عبادت کے لئے) میں مدینہ منورہ آ جاؤں تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم تیئسویں رات میں آ جانا۔

**351**- حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ دَاوُدَ، قَالَ: ثنا الْوَهْبِيُّ، قَالَ: ثنا ابْنُ اِسْحَاقَ، عَنْ مُعَاذِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنْ اَخِيْهِ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، وَكَانَ رَجُلٌ فِيْ زَمَنِ عُمَرَ، قَالَ: (جَلَسَ اِلَيْنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اُنَيْسٍ فِيْ مَجْلِسِ جُهَيْنَةَ فِيْ اٰخِرِ رَمَضَانَ، فَقُلْتُ لَهُ: يَا اَبَا يَحْيَى، هَلْ سَمِعْتَ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ هٰذِهِ اللَّيْلَةِ الْمُبَارَكَةِ شَيْئًا؟.

فَقَالَ: نَعَمْ، جَلَسْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ اٰخِرِ هٰذَا الشَّهْرِ فَقُلْنَا: يَا نَبِيَّ اللّٰهِ، مَتٰى نَلْتَمِسُ هٰذِهِ اللَّيْلَةَ الْمُبَارَكَةَ؟ فَقَالَ الْتَمِسُوْهَا هٰذِهِ اللَّيْلَةَ لِمَسَاءِ ثَلَاثٍ وَّعِشْرِيْنَ.

فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ: فَهِيَ اِذًا اُوْلٰى ثَمَانٍ، فَقَالَ اِنَّهَا لَيْسَتْ بِاُوْلٰى ثَمَانٍ، وَلٰكِنَّهَا اُوْلٰى سَبْعٍ، مَا تُرِيْدُ بِشَهْرٍ لَا يَتِمُّ؟)

✧✧ معاذ بن عبداللہ اپنے بھائی عبداللہ بن عبداللہ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں' جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے سے تعلق رکھنے والے ایک فرد تھے' فرماتے ہیں ایک مرتبہ رمضان کے آخر میں حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ جہینہ (قبیلے) کی محفل میں تشریف فرما تھے میں نے ان سے کہا: اے ابویحییٰ! کیا آپ نے اس مبارک رات کے بارے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی کچھ سنا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: جی ہاں۔ ہم اس مہینے کے آخری حصے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے ہم نے عرض کی: اے اللہ کے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم)! ہم اس بابرکت رات کو کب تلاش کریں؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا: تم اسے اسی رات میں تلاش کرو۔ (راوی کہتے ہیں) یہ تیئسویں رات کی شام کی بات ہے۔ (جہینہ قبیلے کی محفل میں موجود) حاضرین میں سے ایک صاحب بولے: یہ (باقی رہ جانے والی) آٹھ راتوں میں سے پہلی رات ہوگی۔ تو حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نہیں بلکہ یہ باقی رہ جانے والی سات راتوں میں سے پہلی رات ہوگی۔ کیونکہ اگر مہینہ مکمل (تیس دن کا) نہ ہو تو تم کیا مراد لوگے؟

**352**-حَدَّثَنَا فَهْدٌ، قَالَ: ثنا ابْنُ اَبِیْ مَرْيَمَ، قَالَ: اَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ اَيُّوبَ، عَنِ ابْنِ الْهَادِ، عَنْ اَبِیْ بَكْرِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ اَنَّهٗ اَخْبَرَهٗ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ، عَنْ (عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اُنَيْسٍ، قَالَ: كُنَّا بِالْبَادِيَةِ فَقُلْنَا: اِنْ قَدِمْنَا بِاَهْلِنَا، شَقَّ ذٰلِكَ عَلَيْنَا، وَاِنْ خَلَّفْنَاهُمْ اَصَابَهُمْ ضَيْعَةٌ فَبَعَثُوْنِیْ، وَكُنْتُ اَصْغَرَهُمْ، اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لَهٗ، فَاَمَرَنَا بِلَيْلَةِ ثَلَاثٍ وَّعِشْرِيْنَ)

✧✧ حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' ہم دیہات میں رہتے تھے ہم نے یہ سوچا کہ اگر ہم اپنے گھر والوں سمیت (مدینہ منورہ عبادت کے لیے) آئیں تو یہ بات ہمارے لیے مشکل کا باعث ہوگی اور اگر ہم انہیں چھوڑ کر آجائیں تو انہیں نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہوگا تو (ہمارے گاؤں والوں نے) مجھے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا کیونکہ میں سب سے کم عمر تھا' میں نے اس بات کا تذکرہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تو آپ نے ہمیں تیئسویں رات میں (اہتمام کے ساتھ عبادت کرنے کے لیے مدینہ منورہ آنے کی) ہدایت کی۔

**353**-حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ دَاوُدَ، قَالَ: ثنا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ، قَالَ: حَدَّثَنِیْ ابْنُ لَهِيعَةَ، قَالَ: ثنا بُكَيْرُ بْنُ الْاَشَجِّ قَالَ: (سَاَلْتُ ضَمْرَةَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اُنَيْسٍ عَنْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ، فَقَالَ: سَمِعْتُ اَبِیْ يُخْبِرُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ تَحَرَّوْهَا لَيْلَةَ ثَلَاثٍ وَّعِشْرِيْنَ) فَكَانَ يَنْزِلُ كَذٰلِكَ.

✧✧ بکیر بن اشج بیان کرتے ہیں' میں نے حمزہ بن عبداللہ سے شب قدر کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے بتایا میں نے اپنے دادا کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے یہ بتاتے ہوئے سنا ہے: اس رات کو تیئسویں رات میں تلاش کرو تو وہ اسی رات (مدینہ منورہ) آیا کرتے تھے۔

**354**-حَدَّثَنَا فَهْدٌ، قَالَ: ثنا يَحْيَى الْحِمَّانِیُّ، قَالَ: ثنا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ مُحَمَّدٍ، عَنْ مُوْسَى بْنِ عُقْبَةَ، عَنْ سَالِمِ بْنِ اَبِی النَّضْرِ، عَنْ اَبِیْ سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ بِشْرِ بْنِ سَعِيْدٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اُنَيْسٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (رَاَيْتُنِیْ فِیْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ كَاَنِّیْ اَسْجُدُ فِیْ مَاءٍ وَّطِيْنٍ فَاَصَابَتْنَا لَيْلَةُ مَطَرٍ، فَصَلّٰى

بِنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصُّبْحَ فَرَاَيْته يَسْجُدُ فِيْ مَاءٍ وَّطِينٍ، فَاِذَا هِيَ لَيْلَةُ ثَلَاثٍ وَّعِشْرِيْنَ).

✧✧ حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: میں نے شب قدر میں خود کو دیکھا کہ میں پانی اور مٹی میں سجدہ کر رہا ہوں۔

راوی کہتے ہیں اسی رات بارش ہوگئی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں صبح کی نماز پڑھائی' میں نے دیکھا تو آپ نے پانی و مٹی میں سجدہ کیا یہ تیئیسویں رات تھی۔

فَاَمَّا مَا رَوَيْنَاهُ فِيْ هٰذَا الْبَابِ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، وَاَبِيْ ذَرٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، فَاِنَّ فِيْهِ الْاَمْرَ بِتَحَرِّيْهَا فِي السَّبْعِ الْاَوَاخِرِ مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ فَقَدْ يُحْتَمَلُ اَنْ تَكُوْنَ فِيْ تِلْكَ السَّبْعِ، دُوْنَ سَائِرِ الشَّهْرِ، وَيُحْتَمَلُ اَنْ تَكُوْنَ فِيْ تِلْكَ السَّبْعِ، وَاَنْ تَكُوْنَ فِيْ غَيْرِهَا مِنَ الشَّهْرِ اِلَّا اَنَّهَا اَكْثَرُ مَا تَكُوْنُ فِيْ تِلْكَ السَّبْعِ، فَاَمَرَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي التَّحَرِّيْ فِيْهَا كَذٰلِكَ.

امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم نے اس باب میں حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہما اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے جو روایات نقل کی ہیں ان میں اس رات کو رمضان کی آخری سات راتوں میں تلاش کرنے کا حکم دیا گیا ہے اس میں یہ احتمال ہوسکتا ہے کہ شب قدر صرف انہی سات راتوں میں ہو اور بقیہ مہینوں میں نہ ہو اور یہ بھی احتمال ہوسکتا ہے کہ ان سات راتوں میں بھی ہو اور بقیہ مہینوں میں بھی ہو البتہ ان سات راتوں میں زیادہ ہوتی ہو اس لئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے آخری سات راتوں میں تلاش کرنے کا حکم دیا ہو۔

وَقَدْ رُوِيَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَيْضًا عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ اَمَرَهُمْ بِاَنْ يَّتَحَرَّوْهَا فِي الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ مِنَ الشَّهْرِ

اسی قسم کی روایت حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے۔

آپ نے ان لوگوں کو ہدایت کی تھی کہ وہ اسے رمضان کے آخری عشرے میں تلاش کریں۔

**355**-حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيمُ بْنُ مَرْزُوْقٍ، قَالَ: ثنا اَبُوْ حُذَيْفَةَ، قَالَ: ثنا سُفْيَانُ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (اِلْتَمِسُوا لَيْلَةَ الْقَدْرِ، فِي الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ)

✧✧ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: شب قدر کو رمضان کے آخری عشرے میں تلاش کرو۔

**356**-حَدَّثَنَا يُوْنُسُ، قَالَ: ثنا سُفْيَانُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ اَبِيْهِ قَالَ: (رَاَى رَجُلٌ لَيْلَةَ الْقَدْرِ فِي النَّوْمِ، كَاَنَّهَا فِي الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ، فِيْ سَبْعٍ وَّعِشْرِيْنَ، اَوْ تِسْعٍ وَّعِشْرِيْنَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنِّيْ اَرٰى رُؤْيَاكُمْ قَدْ تَوَاطَاَتْ)، بِالْهَمْزِ (اَيْ: اتَّفَقَتْ) (فَالْتَمِسُوْهَا فِي الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ، فِي الْوِتْرِ)

✧✧ سالم اپنے والد (حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما) کا یہ بیان نقل کرتے ہیں' ایک شخص نے خواب میں شب قدر دیکھی کہ

گویا وہ آخری عشرے میں ہے اور ستائیسویں یا انتیسویں رات میں ہے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: میں دیکھ رہا ہوں کہ تمہارے خواب ملتے جلتے ہیں تم اسے آخری عشرے میں طاق راتوں میں تلاش کرو۔

فَقَدْ اَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فِيمَا رَوَى عَنْهُ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فِيْ هٰذَا الْحَدِيْثِ اَنْ تُتَحَرَّى فِي الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ، كَمَا اَمَرَ فِيمَا قَدْ رَوَيْنَا عَنْهُ، قَبْلَ هٰذَا، مِنْ حَدِيْثِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَيْضًا اَنْ يَتَحَرَّوْا فِي السَّبْعِ الْاَوَاخِرِ فَلَمْ يَكُنْ مَا رُوِيَ عَنْهُ مِنْ اَمْرِهِ اِيَّاهُمْ بِالْتِمَاسِهَا فِي السَّبْعِ الْاَوَاخِرِ، مَا يَنْفِيْ اَنْ يَكُوْنَ تُلْتَمَسُ اَيْضًا فِيمَا قَبْلَهُ مِنَ الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ فَلَمْ يَدُلَّنَا مَا رُوِيَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّهَا فِي السَّبْعِ الْاَوَاخِرِ، دُوْنَ سَائِرِ الشَّهْرِ، اِلَّا اَنَّهُ قَدْ يَجُوْزُ اَنْ تَكُوْنَ السَّبْعُ الْاَوَاخِرُ، اُمِرَ بِالْتِمَاسِهَا فِيْهَا، بَعْدَمَا اُمِرَ بِالْتِمَاسِهَا فِي الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ، عَلٰى مَا فِيْ حَدِيْثِ اَبِيْ ذَرٍّ، فَتَكُوْنُ فِي السَّبْعِ الْاَوَاخِرِ تُتَحَرّٰى، دُوْنَ مَا سِوَاهَا مِنَ الشَّهْرِ، وَذٰلِكَ تَحَرٍّ لَا حَقِيقَةَ مَعَهُ.

تو نبی اکرم ﷺ نے اس بات کی ہدایت کی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے جو یہ روایت نقل کی ہے اس میں آخری عشرے میں تلاش کرنے کا حکم دیا گیا ہے جیسا کہ آپ نے اس روایت میں حکم دیا تھا جو ہم نے آپ سے نقل کی ہے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول روایات میں آخری سات راتوں میں بھی تلاش کرنے کا حکم دیا گیا ہے اس لئے اس بارے میں ان سے جو روایت کیا گیا ہے آپ نے لوگوں کو آخری سات راتوں میں اسے تلاش کرنے کا جو حکم دیا تھا اس سے اس بات کی نفی نہیں ہوتی کہ ان سات راتوں سے پہلے آخری عشرے میں اسے تلاش کیا جائے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے آخری سات راتوں کے بارے میں جو منقول ہے اس سے ہماری راہنمائی اس بات کی طرف نہیں ہوتی کہ یہ بقیہ مہینوں کے چھوڑ کر ہے البتہ یہ ہوسکتا ہے کہ وہ آخری سات راتوں میں ہو اسی لئے لوگوں کو ان میں اسے تلاش کرنے کا حکم دیا گیا ہو اس سے پہلے انہیں آخری دس راتوں میں تلاش کرنے کا حکم دیا گیا تھا جیسا کہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کی روایت میں منقول ہے۔ اس لئے ان سات راتوں میں بطور خاص اسے تلاش کیا جائے گا جو بقیہ مہینوں کے مقابلے میں زیادہ ہوگا لیکن یہ بھی تلاش ہے اس کا حقیقت کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔

**357**-فَاَرَدْنَا اَنْ نَعْلَمَ، هَلْ رُوِيَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، مَا يَدُلُّ عَلٰى ذٰلِكَ؟ فَاِذَا بَكْرُ بْنُ اِدْرِيْسَ قَدْ حَدَّثَنَا قَالَ: ثنا آدَمُ، قَالَ: ثنا شُعْبَةُ، قَالَ: ثنا عُقْبَةُ بْنُ حُرَيْثٍ، قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ يَقُوْلُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَ اَنَّهُ قَالَ (الْتَمِسُوْهَا فِي الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ، فَاِنْ عَجَزَ اَحَدُكُمْ وَضَعُفَ، فَلَا يُغْلَبَنَّ عَلَى السَّبْعِ الْبَوَاقِي).

✧✧ اس لئے ہم نے یہ ارادہ کیا ہے کہ ہم یہ جان لیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے نبی اکرم ﷺ کے حوالے سے کوئی ایسی بات بھی نقل کی ہے جو اس مفہوم پر دلالت کرتی ہے تو عقبہ بن حریث بیان کرتے ہیں' میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو نبی اکرم ﷺ کے حوالے سے یہ کہتے ہوئے سنا ہے: اسے آخری عشرے میں تلاش کرو اگر کوئی شخص عاجز ہو جائے اور کمزور ہو تو باقی رہ جانے والی سات راتوں کے بارے میں مغلوب نہ ہو (یعنی ان میں عبادت نہ چھوڑ دے)

**358**-فَدَلَّ مَا ذَكَرْنَا مِنْ هٰذَا عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، اَنَّهَا قَدْ تَكُوْنُ فِي السَّبْعِ الْاَوَاخِرِ اَحْرٰى مِنْ اَنْ تَكُوْنَ فِيمَا قَبْلَهُ مِنَ الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ وَاَمَّا مَا ذَكَرْنَا عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اُنَيْسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، فَاِنَّ فِيهِ الْاَمْرَ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، لَهُ اَنْ يَّلْتَمِسَهَا لَيْلَةَ ثَلَاثٍ وَّعِشْرِيْنَ، وَاحْتَمَلَ اَنْ تَكُوْنَ تُلْتَمَسُ فِي كُلِّ شَهْرِ رَمَضَانَ فِي تِلْكَ اللَّيْلَةِ بِعَيْنِهَا فَاِنْ كَانَ ذٰلِكَ كَذٰلِكَ، فَقَدْ يَجُوْزُ اَنْ تَكُوْنَ قَبْلَ السَّبْعِ الْاَوَاخِرِ، فَيَخْرُجُ ذٰلِكَ مِمَّا اَمَرَ فِيهِ بِالْتِمَاسِهَا فِي السَّبْعِ الْاَوَاخِرِ، لِاَنَّ الشَّهْرَ، قَدْ يَجُوْزُ اَنْ لَا يَنْقُصَ عَنْ ثَلَاثِيْنَ، فَتَكُوْنُ تِلْكَ اللَّيْلَةُ اُوْلٰى ثَمَانٍ بَقِيْنَ.

✧✧ تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے ہم نے یہ روایت نقل کی ہے جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے یہ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ آخری سات راتوں کی تلاش اس سے پہلے کے آخری عشرے (کی تین راتوں) کے مقابلے میں زیادہ تھیں اور جو روایت ہم نے حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کی ہے اس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم موجود ہے جو آپ نے انہیں دیا تھا کہ وہ اسے تیئسویں رات میں تلاش کریں تو اس میں اس بات کا احتمال ہوسکتا ہے کہ اس رات کو ہر رمضان کی اسی متعین رات میں تلاش کیا جائے اگر یہ ایسا ہوگا تو پھر تو یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یہ آخری سات راتوں سے پہلے ہو تو اس روایت سے وہ روایت نکل جائے گی جس میں اس رات کو آخری سات راتوں میں تلاش کرنے کا حکم دیا گیا ہے کیونکہ مہینہ کبھی تیس سے کم نہیں ہوتا اس صورت میں وہ (تیئسویں رات) آٹھ باقی رہ جانے والی راتوں میں سے پہلی ہوگی۔

فَدَلَّ عَلٰى مَعْنٰى مَا اَشْكَلَ مِنْ ذٰلِكَ مَا قَدْ رَوَيْنَاهُ فِيمَا قَدْ تَقَدَّمَ فِي هٰذَا الْبَابِ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اُنَيْسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، اِنَّمَا اَمَرَهُ بِذٰلِكَ فِي شَهْرٍ كَانَ تِسْعًا وَّعِشْرِيْنَ، فَكَانَتْ تِلْكَ اللَّيْلَةُ اُوْلٰى سَبْعٍ، لَا اُوْلٰى ثَمَانٍ فَقَدْ دَخَلَ ذٰلِكَ اَيْضًا فِيمَا اَمَرَ فِيهِ بِالْتِمَاسِ تِلْكَ اللَّيْلَةِ فِي السَّبْعِ الْاَوَاخِرِ، وَذٰلِكَ كُلُّهُ عَلَى التَّحَرِّيْ، لَا عَلَى الْيَقِيْنِ.

تو یہ اس مفہوم پر دلالت کرتا ہے کہ جو اس بارے میں اشکال پیدا کر رہا ہے جسے ہم پہلے اس باب میں نقل کر چکے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اس بارے میں ایسے مہینے میں ہدایت کی تھی جو انتیس دن کا تھا تو اس صورت میں وہ رات سات راتوں میں سے پہلی رات ہوگی آٹھ میں سے پہلی نہیں ہوگی اور اس میں وہ حکم بھی داخل ہو جائے گا جس میں آپ نے اس کو آخری سات راتوں میں تلاش کرنے کا حکم دیا ہے۔

لیکن یہ سب بھی گمان ہے اسے یقینی طور پر نہیں کہا جاسکتا۔

**359**-وَقَدْ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ دَاوُدَ، قَالَ: ثنا الْوَهْبِيُّ، قَالَ: ثنا ابْنُ اِسْحَاقَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِبْرَاهِيمَ بْنِ الْحَارِثِ التَّيْمِيِّ قَالَ: حَدَّثَنِي (ابْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اُنَيْسٍ، عَنْ اَبِيهِ اَنَّهُ قَالَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِنِّي اَكُوْنُ بِبَادِيَةٍ يُقَالُ لَهَا الْوَطَاةُ، وَاِنِّي - بِحَمْدِ اللّٰهِ - اُصَلِّي بِهِمْ فَمُرْنِي بِلَيْلَةٍ مِنْ هٰذَا الشَّهْرِ، اَنْزِلُهَا اِلَى الْمَسْجِدِ فَاُصَلِّيهَا فِيهِ.

قَالَ انْزِلْ لَيْلَةَ ثَلَاثٍ وَّعِشْرِيْنَ، فَصَلِّهَا فِيْهِ، وَإِنْ اَحْبَبْتَ اَنْ تَسْتَتِمَّ اٰخِرَ الشَّهْرِ فَافْعَلْ، وَإِنْ اَحْبَبْتَ فَكُفَّ فَكَانَ إِذَا صَلَّى صَلَاةَ الْعَصْرِ، دَخَلَ الْمَسْجِدَ، فَلَا يَخْرُجُ إِلَّا لِحَاجَةٍ حَتّٰى يُصَلِّيَ الصُّبْحَ، فَإِذَا صَلَّى الصُّبْحَ، كَانَتْ دَابَّتُهُ بِبَابِ الْمَسْجِدِ)

✧✧ اب حضرت ابن عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں' انہوں نے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں عرض کی' میں دیہات میں ہوتا ہوں جس کا نام ''وطات'' ہے اور میں اللہ کی مہربانی سے ان لوگوں کو نماز پڑھاتا ہوں آپ اس مہینے کی مخصوص رات کے بارے میں ہدایت کریں تاکہ میں اس رات میں (مسجد نبوی) آجاؤں اور وہاں نماز ادا کروں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم تیئسویں رات میں آجانا اور اس رات میں یہاں نماز ادا کر لینا اور اگر تم چاہو تو مہینہ مکمل ہونے تک یہیں رہنا اور اگر تم چاہو تو رک جانا (یعنی واپس چلے جانا) تو انہوں نے جب عصر کی نماز ادا کر لی تو وہ مسجد میں داخل ہوئے اور وہ صرف وہاں سے قضائے حاجت کے لئے نکلے تھے یہاں تک کہ انہوں نے صبح کی نماز ادا کر لی جب انہوں نے صبح کی نماز ادا کر لی تو ان کی سواری مسجد کے دروازے پر موجود تھی (اور وہ تیئس کی صبح اپنے گاؤں واپس چلے گئے)

فَفِيْ هٰذَا الْحَدِيْثِ اَنَّهُ قَدْ جَعَلَ لِلَيْلَةِ ثَلَاثٍ وَّعِشْرِيْنَ فِي التَّحَرِّيْ، مَا لَمْ يَحْصُلْ لِسَائِرِ السَّبْعِ الْاَوَاخِرِ .

اس روایت میں یہ بات نقل کی گئی ہے کہ متحری کے طور پر وہ تیئسویں رات تھی اور یہ تلاش بقیہ سات راتوں میں نہیں کی گئی۔

**360**-وَقَدْ حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ الْفَرَجِ، قَالَ: ثنا اَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، قَالَ: ثنا ابْنُ اَبِيْ فُدَيْكٍ، قَالَ: حَدَّثَنِيْ عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ بِلَالِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اُنَيْسٍ، عَنْ اَبِيْهِ بِلَالِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنْ عَطِيَّةَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنْ اَبِيْهِ (عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اُنَيْسٍ اَنَّهُ سَاَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ، فَقَالَ اِنِّيْ رَاَيْتُهَا فَاُنْسِيْتُهَا، فَتَحَرَّهَا فِي النِّصْفِ الْاٰخِرِ .

ثُمَّ عَادَ فَسَاَلَهُ، فَقَالَ فِيْ ثَلَاثٍ وَّعِشْرِيْنَ تَمْضِيْ مِنَ الشَّهْرِ)

✧✧ حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' انہوں نے نبی اکرم ﷺ سے شب قدر کے بارے میں دریافت کیا: آپ نے فرمایا: میں نے اسے دیکھا ہے پھر وہ مجھے بھلا دی گئی۔ تم اسے آخری نصف حصے میں تلاش کرو۔

پھر دوبارہ انہوں نے اس بارے میں دریافت کیا: تو آپ نے فرمایا: یہ تیئسویں رات ہوگی۔

قَالَ عَبْدُ الْعَزِيْزِ: فَاَخْبَرَنِيْ اَبِيْ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ اُنَيْسٍ كَانَ يُحْيِيْ لَيْلَةَ سِتَّ عَشْرَةَ اِلٰى لَيْلَةِ ثَلَاثٍ وَّعِشْرِيْنَ، ثُمَّ تُقْصَرُ

حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ سولہویں رات سے لے کر تیئسویں رات تک عبادت کیا کرتے تھے اس کے بعد اس میں کمی کر دیتے تھے۔

فَفِيْ هٰذَا الْحَدِيْثِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَهُ اَنْ يَّتَحَرَّاهَا فِي النِّصْفِ الْاٰخِرِ مِنَ الشَّهْرِ، ثُمَّ اَمَرَهُ بَعْدَ ذٰلِكَ اَنْ يَّتَحَرَّاهَا لَيْلَةَ ثَلَاثٍ وَّعِشْرِيْنَ .

اس حدیث میں یہ بات ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے انہیں یہ ہدایت کی کہ رمضان کے آخری نصف حصے میں اسے تلاش کرو۔اس کے بعد آپ ﷺ نے انہیں یہ ہدایت کی کہ وہ اسے تیئسویں رات میں تلاش کریں۔

فَقَدْ رَجَعَ مَعْنٰى هٰذَا الْحَدِيْثِ اِلٰى مَعْنٰى مَا رَوَيْنَا قَبْلَهٗ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اُنَيْسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ .

تو اب اس حدیث کا وہ مفہوم ہو جائے گا جو اس حدیث کا مفہوم ہے جو پہلے ہم حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کر چکے ہیں۔

وَقَدْ يَجُوْزُ اَنْ يَكُوْنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا اَمَرَ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ اُنَيْسٍ بِتَحَرِّي لَيْلَةِ الْقَدْرِ فِي اللَّيْلَةِ الَّتِيْ ذَكَرْنَا، عَلٰى اَنَّ تَحَرِّيَهُ ذٰلِكَ اِنَّمَا تَكُوْنُ فِيْ تِلْكَ السَّنَةِ كَذٰلِكَ لِرُؤْيَاهُ الَّتِيْ كَانَ رَآهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَاِنْ كَانَتْ قَدْ تَكُوْنُ فِيْ غَيْرِهَا مِنَ السِّنِيْنَ بِخِلَافِ ذٰلِكَ فَاَمَّا مَا رُوِيَ عَنْهُ فِيْ رُؤْيَاهُ الَّتِيْ كَانَ رَآهَا، مِمَّا قَدْ ذَكَرْنَاهَا عَنْهُ فِيْ حَدِيْثِ بِشْرِ بْنِ سَعِيْدٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اُنَيْسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَقَدْ رُوِيَ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، خِلَافُ ذٰلِكَ .

اب یہاں یہ ہوسکتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ کو شب قدر کو اسی رات میں تلاش کرنے کی ہدایت کی ہو جو ہم نے ذکر کیا ہے اس بات کے پیش نظر کہ ان کی یہ تلاش اسی سال کے ساتھ مخصوص ہو کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے اس کے بارے میں خواب دیکھا تھا اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ وہ دیگر سالوں کے بارے میں ہو جہاں تک نبی اکرم ﷺ کے خوابوں کا تعلق ہے جو آپ نے دیکھے تھے تو اس بارے میں کچھ احادیث منقول ہیں ہم اس سے پہلے حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ کے بارے میں روایت نقل کر چکے ہیں اس کے علاوہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم ﷺ کے حوالے سے روایات نقل کی ہیں جو اس کے برعکس ہیں۔

**361**-حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَيْمُوْنٍ، قَالَ: ثنا الْوَلِيْدُ بْنُ مُسْلِمٍ، عَنِ الْاَوْزَاعِيِّ، قَالَ: ثنا يَحْيَى اَنَّ اَبَا سَلَمَةَ حَدَّثَهٗ، قَالَ: (اَتَيْتُ اَبَا سَعِيْدٍ الْخُدْرِيَّ، فَقُلْتُ: هَلْ سَمِعْتَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَذْكُرُ لَيْلَةَ الْقَدْرِ؟ فَقَالَ: نَعَمْ، اعْتَكَفْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعَشْرَ الْاَوْسَطَ مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ، فَلَمَّا كَانَ صَبِيْحَةُ عِشْرِيْنَ، قَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْنَا فَقَالَ مَنْ كَانَ خَرَجَ فَلْيَرْجِعْ فَاِنِّيْ اُرِيْتُ اللَّيْلَةَ وَاِنِّيْ اُنْسِيْتُهَا وَاِنِّيْ رَاَيْتُ اَنِّيْ اَسْجُدُ فِيْ مَاءٍ وَّطِيْنٍ، فَالْتَمِسُوْهَا فِي الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ، فِيْ وِتْرٍ قَالَ اَبُوْ سَعِيْدٍ: وَمَا نَرٰى فِي السَّمَاءِ قَزَعَةً، فَلَمَّا كَانَ اللَّيْلُ، اِذَا سَحَابٌ مِثْلُ الْجِبَالِ فَمُطِرْنَا حَتّٰى سَالَ سَقْفُ الْمَسْجِدِ، وَسَقْفُهٗ يَوْمَئِذٍ، مِنْ جَرِيْدِ النَّخْلِ، حَتّٰى رَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْجُدُ فِيْ مَاءٍ وَّطِيْنٍ، حَتّٰى رَاَيْتُ اَثَرَ الطِّيْنِ فِيْ اَنْفِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) قَالَ اَبُوْ جَعْفَرٍ: فَفِيْ هٰذَا الْحَدِيْثِ اَنَّهَا كَانَتْ عَامَئِذٍ، فِيْ لَيْلَةِ اِحْدٰى وَعِشْرِيْنَ .

✧✧ ابوسلمہ بیان کرتے ہیں' میں ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا میں نے کہا: آپ نے نبی اکرم ﷺ کو

شب قدر کے بارے میں ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: ہاں! ہم نے نبی اکرم ﷺ کے ساتھ رمضان کے درمیانی عشرے میں اعتکاف کیا جب بیسویں دن کی صبح ہوئی نبی اکرم ﷺ ہمارے درمیان کھڑے ہوئے آپ نے فرمایا: جو شخص واپس جانا چاہتا ہو وہ واپس چلا جائے مجھے یہ رات دکھائی گئی اور پھر مجھے بھلا دی گئی میں نے دیکھا کہ میں اس میں پانی اور مٹی میں سجدہ کر رہا ہوں تو تم اسے آکر رمضان کے آخری عشرے میں تلاش کرو اور طاق راتوں میں تلاش کرو۔

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ہمیں اس وقت بادل کی ایک ٹکڑی بھی نظر نہیں آرہی تھی پھر جب رات کا وقت ہوا تو پہاڑوں کی طرح بادل آگئے ہم پر بارش نازل ہوئی یہاں تک مسجد کی چھت ٹپکنے لگی۔

اس کی چھت ان دنوں کھجور کی شاخوں کی ہوتی تھی یہاں تک کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کو دیکھا کہ آپ نے پانی اور مٹی میں سجدہ کیا یہاں تک کہ میں نے مٹی کا اثر نبی اکرم ﷺ کی ناک مبارک پر دیکھا۔

فَقَدْ يَجُوزُ اَنْ يَكُوْنَ ذٰلِكَ الْعَامُ، هُوَ عَامٌ اٰخَرُ، خِلَافُ الْعَامِ الَّذِىْ كَانَتْ فِيْهِ فِىْ حَدِيْثِ ابْنِ اُنَيْسٍ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، لَيْلَةَ ثَلَاثٍ وَّعِشْرِيْنَ، وَذٰلِكَ اَوْلٰى مَا حُمِلَ عَلَيْهِ هٰذَانِ الْحَدِيْثَانِ، حَتّٰى لَا يَتَضَادَّا .

امام ابوجعفر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس حدیث میں یہ بات موجود ہے کہ اس سال یہ رات اکیسویں رات میں تھی۔

اب یہ ہوسکتا ہے کہ یہ اس سال کے ساتھ خاص ہو اور یہ دوسرا سال ہو اور اس سال کے علاوہ ہو جس کے بارے میں حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ کی حدیث منقول ہے جو تیئسویں رات کے بارے میں ہے اور یہ زیادہ مناسب طریقہ ہے جس پر ان دونوں روایتوں کو محمول کیا جائے تاکہ ان کے درمیان کوئی تضاد نہ رہ جائے۔

**362**-وَقَدْ حَدَّثَنَا فَهْدٌ، قَالَ: ثنا اَبُوْ غَسَّانَ، قَالَ: ثنا زُهَيْرٌ، قَالَ: ثنا حُمَيْدٌ، عَنْ اَنَسٍ، عَنْ (عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ: خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيُخْبِرَنَا بِلَيْلَةِ الْقَدْرِ فَتَلَاحٰى رَجُلَانِ، فَقَالَ خَرَجْتُ لِاُخْبِرَكُمْ بِلَيْلَةِ الْقَدْرِ، فَتَلَاحٰى فُلَانٌ وَّفُلَانٌ، فَرُفِعَتْ، وَعَسٰى اَنْ تَكُوْنَ خَيْرًا لَّكُمْ، فَالْتَمِسُوْهَا فِى التَّاسِعَةِ وَالسَّابِعَةِ وَالْخَامِسَةِ .

✧✧ حضرت انس رضی اللہ عنہ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے تاکہ آپ ہمیں شب قدر کے بارے میں بتائیں تو دو آدمیوں کے درمیان جھگڑا ہو گیا آپ نے فرمایا: میں اس لئے نکلا تھا کہ تمہیں شب قدر کے بارے میں بتاؤں تو فلاں نے جھگڑا کیا تو اس کا علم اٹھالیا گیا' ہوسکتا ہے؟ یہ تمہارے لئے زیادہ بہتر ہو تم اسے نویں، ساتویں اور پانچویں رات میں تلاش کرو۔

**363**-حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ مَرْزُوْقٍ، قَالَ: ثنا يَعْقُوْبُ بْنُ اِسْحَاقَ، قَالَ: ثنا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، قَالَ: ثنا ثَابِتٌ وَّحُمَيْدٌ عَنْ اَنَسٍ، عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، مِثْلَهُ .

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ سے منقول ہے۔

فَفِیْ هٰذَا الْحَدِیْثِ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ رَآهَا فِیْ لَیْلَةٍ بِعَیْنِهَا، وَقَدْ اَمَرَهُمْ - بَعْدَ رُؤْیَتِهٖ اِیَّاهَا - اَنْ یَّتَحَرَّوْهَا فِیْمَا بَعْدُ، فِی التَّاسِعَةِ، وَالسَّابِعَةِ، وَالْخَامِسَةِ فَدَلَّ ذٰلِكَ اَنَّهَا قَدْ تَكُوْنُ فِیْ عَامٍ، فِیْ لَیْلَةٍ بِعَیْنِهَا، ثُمَّ تَكُوْنُ فِیْمَا بَعْدُ، فِیْ لَیْلَةٍ غَیْرِ تِلْكَ اللَّیْلَةِ.

✧✧ اس حدیث میں یہ بات موجود ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے اس رات کوایک معین رات میں دیکھا تھا اور صحابہ رضی اللہ عنہم کو اس کے بارے میں ہدایت کی تھی جب آپ نے اسے خواب میں دیکھ لیا تھا کہ وہ اسے نویں، ساتویں اور پانچویں رات میں تلاش کریں تو یہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ یہ رات کسی سال میں کسی ایک معین رات میں ہوتی ہے اور اس کے بعد دوسرے سال میں کسی دوسری رات میں ہوتی ہے۔

فَدَلَّ ذٰلِكَ عَلَى الْمَعْنَى الَّذِیْ ذَهَبْنَا اِلَیْهِ فِیْ حَدِیْثِ ابْنِ اُنَیْسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ.

یہ بات اس مفہوم پر دلالت کرتی ہے جو ہم نے حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں اختیار کیا تھا۔

**364**-وَقَدْ رُوِیَ فِیْ ذٰلِكَ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ مَا حَدَّثَنَا یُوْنُسُ قَالَ: اَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، قَالَ: ثنا یُوْنُسُ، عَنْ سُفْیَانَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ اَبِیْ سَلَمَةَ، عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: (اُرِیتُ لَیْلَةَ الْقَدْرِ، ثُمَّ اَیْقَظَنِیْ بَعْضُ اَهْلِیْ فَنَسِیتُهَا، فَالْتَمِسُوْهَا فِی الْعَشْرِ الْغَوَابِرِ) (جَمْعُ غَابِرٍ اَیْ الْبَوَاقِیْ)

✧✧ اس بارے میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت بھی منقول ہے اسے ابن شہاب نے ابوسلمہ کے حوالے سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جس وقت مجھے شب قدر دکھائی گئی تو میری بیوی نے مجھے جگا دیا اور میں اسے بھول گیا تو تم اسے باقی رہ جانے والی دس راتوں میں تلاش کرو۔

راوی کہتے ہیں اس حدیث میں استعمال ہونے والے لفظ ''غوابر'' اس کا مطلب باقی رہ جانے والا ہے۔

**365**- حَدَّثَنَا اَبُوْ اُمَیَّةَ، قَالَ: ثنا یَحْیَى بْنُ صَالِحٍ، قَالَ: ثنا اِسْحَاقُ بْنُ یَحْیَى، عَنِ الزُّهْرِیِّ، قَالَ: حَدَّثَنِیْ اَبُوْ سَلَمَةَ اَنَّ اَبَا هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ (اُرِیتُ لَیْلَةَ الْقَدْرِ، فَاُنْسِیتُهَا فَالْتَمِسُوْهَا فِی الْعَشْرِ الْغَوَابِرِ)

✧✧ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: مجھے شب قدر دکھائی گئی اور پھر مجھے بھلا دی گئی تم اسے باقی رہ جانے والی دس راتوں میں تلاش کرو۔

**366**-حَدَّثَنَا رَبِیْعٌ الْمُؤَذِّنُ، قَالَ: ثنا اَسَدٌ، قَالَ: ثنا الْمَسْعُوْدِیُّ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ كُلَیْبٍ، عَنْ اَبِیْهِ، عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ، عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: (اِلْتَمِسُوْا لَیْلَةَ الْقَدْرِ، فِی الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ)

✧✧ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں' شب قدر کو رمضان کی آخری دس راتوں میں تلاش کرو۔

فَفِیْ هٰذَا الْحَدِیْثِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَسِیَ اللَّیْلَةَ الَّتِیْ كَانَتْ اُرِیَهَا، اَنَّهَا لَیْلَةُ الْقَدْرِ،

وَذٰلِكَ قَبْلَ كَوْنِ تِلْكَ اللَّيْلَةِ، فَاَمَرَ بِالْتِمَاسِ لَيْلَةِ الْقَدْرِ فِيمَا بَعْدُ، مِنْ ذٰلِكَ الشَّهْرِ فِي الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ فَهٰذَا خِلَافُ مَا فِيْ حَدِيْثِ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، اِلَّا اَنَّهُ قَدْ يَجُوزُ اَنْ يَكُوْنَ ذٰلِكَ كَانَ فِيْ عَامَيْنِ فَرَاٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ اَحَدِهِمَا مَا ذَكَرَهُ عَنْهُ اَبُوْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَبْلَ كَوْنِ اللَّيْلَةِ الَّتِيْ هِيَ لَيْلَةُ الْقَدْرِ، وَذٰلِكَ لَا يَنْفِيْ اَنْ تَكُوْنَ فِيمَا بَعْدَ ذٰلِكَ الْعَامِ، مِنَ الْاَعْوَامِ الْجَائِيَةِ فِيمَا قَبْلَ ذٰلِكَ مِنَ الشَّهْرِ

اس حدیث میں یہ بات موجود ہے کہ نبی اکرم ﷺ کو وہ رات بھلا دی گئی جو پہلے آپ کو دکھائی گئی تھی کہ یہ شب قدر ہے اور یہ اس رات کے ہونے سے پہلے کی رات ہوگی اس لئے آپ نے لوگوں کو شب قدر تلاش کرنے کا بعد میں بھی حکم دیا جو اس مہینے کے آخری دس دنوں سے تعلق رکھتا تھا تو یہ حدیث اس حدیث کے خلاف ہے جو حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے منقول ہے تاہم یہ ہوسکتا ہے کہ یہ الگ الگ دو سالوں کی بات ہو ان میں سے ایک سال میں نبی اکرم ﷺ نے اسے دیکھا ہو جس کا تذکرہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کردیا کہ یہ شب قدر کے ہونے سے پہلے کی رات ہے اور یہ اس بات کی نفی نہیں کرتی کہ یہ اگلے سال میں یا آئندہ آنے والے سالوں میں اس مہینے میں اس سے پہلے ہو۔

وَيَكُوْنُ مَا ذَكَرَهُ عُبَادَةُ عَلٰى اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وُقِفَ فِيْ ذٰلِكَ الْعَامِ عَلٰى لَيْلَةِ الْقَدْرِ بِعَيْنِهَا، ثُمَّ خَرَجَ لِيُخْبِرَهُمْ بِهَا فَرُفِعَتْ، ثُمَّ اَمَرَهُمْ بِالْتِمَاسِهَا فِيمَا بَعْدَ ذٰلِكَ مِنَ الْاَعْوَامِ، فِي السَّابِعَةِ، وَالْخَامِسَةِ، وَالتَّاسِعَةِ، وَذٰلِكَ اَيْضًا كُلُّهُ عَلَى التَّحَرِّيْ لَا عَلَى الْيَقِيْنِ .

اور جو حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ نے ذکر کیا ہے وہ اسی مخصوص سال کے ساتھ موقوف ہوگا جس میں شب قدر متعین تھی اور نبی اکرم ﷺ اس کے بارے میں لوگوں کو بتانے کے لئے تشریف لائے تھے پھر اس کا علم اٹھالیا گیا پھر آپ نے لوگوں کو ہدایت کی کہ وہ اس کے بعد آنے والے سالوں کی نویں، ساتویں اور پانچویں راتوں مین تلاش کریں لیکن (امام طحاوی فرماتے ہیں) یہ سب بھی گمان کی بنیاد پر ہے یقینی طور پر نہیں کہا جاسکتا۔

**368**-وَقَدْ حَدَّثَنَا بَحْرُ بْنُ نَصْرٍ، قَالَ: ثنا اَسَدٌ، قَالَ: ثنا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ حُمَيْدٍ، عَنْ اَبِيْ نَضْرَةَ، عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: (اُطْلُبُوا لَيْلَةَ الْقَدْرِ فِي الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ تِسْعًا يَبْقَيْنَ وَسَبْعًا يَبْقَيْنَ، وَخَمْسًا يَبْقَيْنَ)

✧✧ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ' نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: شب قدر کو (رمضان کے) آخری عشرے میں تلاش کرو جب نو راتیں باقی رہ جائیں یا سات باقی رہ جائیں یا پانچ باقی رہ جائیں۔

فَقَدْ يَجُوزُ اَنْ يَكُوْنَ اَرَادَ بِذٰلِكَ الْعَامَ الَّذِيْ كَانَ اعْتَكَفَ فِيْهِ وَاُرِيَ لَيْلَةَ الْقَدْرِ فَاُنْسِيَهَا، اِلَّا اَنَّهُ كَانَ عَلِمَ اَنَّهَا فِيْ وِتْرٍ، فَاَمَرَهُمْ بِالْتِمَاسِهَا فِيْ كُلِّ وِتْرٍ مِنْ ذٰلِكَ الْعَشْرِ، ثُمَّ جَاءَ الْمَطَرُ، فَاسْتَدَلَّ بِهَا اَنَّهَا كَانَتْ فِيْ عَامِهِ ذٰلِكَ فِيْ تِلْكَ اللَّيْلَةِ بِعَيْنِهَا .

۔ طحاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ایسا ہوسکتا ہے کہ آپ نے اس سے مراد وہی سال لیا ہو جس میں آپ نے اعتکاف کیا تھا اور

آپ کو شب قدر دکھانے کے بعد بھلا دی گئی تھی۔ تاہم آپ کو اس بات کا علم تھا کہ یہ طاق راتوں میں ہوگی اس لئے آپ نے صحابہ کرام کو اس عشرے کی ہر طاق رات میں اس رات کو تلاش کرنے کا حکم دیا پھر بارش ہوگئی تو اس کے ذریعے انہوں نے یہ دلیل حاصل کی کہ اس سال میں اس مخصوص رات میں شب قدر تھی۔

وَلَيْسَ فِيْ ذٰلِكَ دَلِيْلٌ عَلٰى وَقْتِهَا فِي الْاَعْوَامِ الْجَائِيَةِ بَعْدَ ذٰلِكَ، هَلْ هِيَ فِيْ تِلْكَ اللَّيْلَةِ بِعَيْنِهَا اَوْ فِيمَا قَبْلَهَا، اَوْ فِيمَا بَعْدَهَا ؟ وَقَدْ يَجُوزُ اَيْضًا اَنْ يَكُوْنَ مَا حَكَاهُ اَبُوْ نَضْرَةَ فِيْ هٰذَا، عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُوَ الْاَعْوَامُ كُلُّهَا .

فَيَعُوْدُ مَعْنٰى ذٰلِكَ اِلٰى مَعْنٰى مَا رَوَيْنَاهُ مُتَقَدِّمًا فِيْ هٰذَا الْبَابِ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، اِلَّا اَنَّ فِيْ حَدِيْثِ اَبِيْ سَعِيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ زِيَادَةُ مَعْنًى وَاحِدٍ، وَهُوَ اِنَّمَا تَكُوْنُ فِي الْوِتْرِ مِنْ ذٰلِكَ .

اس روایت میں اس بات کی کوئی دلیل نہیں ہے کہ اس کے بعد آنیوالے سالوں کے اندر بھی یہ اسی دن ہوگی' کیا یہ وہی متعین رات ہوگی یا اس سے پہلے یا اس کے بعد بھی ہو سکتی ہے۔

یہ ہوسکتا ہے کہ ابونضرہ نے اس روایت میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جو روایت کیا ہے وہ تمام سالوں کے لیے ہو تو اس صورت میں معنیٰ اسی صورت کی طرف لوٹ جائیں گے جسے ہم اس سے پہلے اس باب کے آغاز میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے نقل کر چکے ہیں تاہم حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت میں ایک مفہوم اضافی ہے اور وہ یہ کہ یہ رات طاق راتوں میں ہوگی۔

**369**-وَقَدْ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ دَاوُدَ، قَالَ: ثنا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ صَالِحِ الْاَزْدِيُّ، قَالَ: ثنا حُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ الْجُعْفِيُّ، عَنْ زَائِدَةَ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ كُلَيْبٍ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنْ عُمَرَ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: (اِلْتَمِسُوا لَيْلَةَ الْقَدْرِ فِي الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ، وِتْرًا) .

✧✧ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: شب قدر کو رمضان کے آخری عشرے میں طاق راتوں میں تلاش کرو۔

قَالَ اَبُوْ جَعْفَرٍ: فَالْكَلَامُ فِيْ هٰذَا اَيْضًا مِثْلُ الْكَلَامِ فِيْ حَدِيْثِ اَبِيْ نَضْرَةَ، عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ يُوْنُسَ، قَالَ: ثنا مُعَاوِيَةُ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (تَحَرَّوْهَا لِعَشْرٍ يَبْقَيْنَ مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ)

امام ابوجعفر طحاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس روایت میں بھی اسی طرح کلام کیا جا سکتا ہے جو ابونضرہ کے حوالے سے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے منقول روایت میں کیا گیا ہے۔

سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: اس رات کو تلاش کرو جب رمضان کی دس راتیں باقی رہ جائیں۔

فَالْكَلَامِ فِیْ هَذَا اَیْضًا، مِثْلُ الْكَلَامِ فِیْ حَدِیْثِ اَبِیْ نَضْرَةَ، عَنْ اَبِیْ سَعِیدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ .

اس روایت میں بھی وہی کلام کیا جائے گا جو اس سے پہلے ابونضرہ کے حوالے سے منقول حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت میں کیا گیا ہے۔

**370**-وَقَدْ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِیمُ بْنُ مَرْزُوْقٍ، قَالَ: ثنا وَهْبٌ، قَالَ: ثنا شُعْبَةُ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِیْنَارٍ، عَنْ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: (تَحَرَّوْهَا لَیْلَةَ سَبْعٍ وَّعِشْرِیْنَ) یَعْنِی لَیْلَةَ الْقَدْرِ حَدَّثَنَا بَكْرُ بْنُ اِدْرِیْسَ، قَالَ: اَنَا اٰدَمُ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، قَالَ: ثنا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ دِیْنَارٍ، عَنْ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ

✧✧ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: اس رات کو ستائیسویں رات میں تلاش کرو۔
راوی کہتے ہیں یعنی شب قدر کو (ستائیسویں رات میں تلاش کرو)۔
حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے اسی کی مانند نقل کرتے ہیں۔

**371**-حَدَّثَنَا ابْنُ مَرْزُوْقٍ، قَالَ: ثنا عَارِمٌ اَبُو النُّعْمَانِ، قَالَ: ثنا حَمَّادُ بْنُ زَیْدٍ، عَنْ اَیُّوْبَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: (اَرٰی رُؤْیَاكُمْ قَدْ تَوَاطَاَتْ، اَنَّهَا لَیْلَةُ السَّابِعَةِ فِی الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ، فَمَنْ كَانَ مُتَحَرِّیهَا فَلْیَتَحَرَّهَا لَیْلَةَ السَّابِعَةِ مِنَ الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ)

✧✧ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: میں یہ دیکھ رہا ہوں کہ تمہارے خواب ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہیں کہ یہ آخری عشرے کی ساتویں رات ہوگی جس شخص نے اس میں اہتمام سے کوشش کرنی ہو وہ آخری عشرے کی ساتویں رات میں (یعنی رمضان کی ستائیسویں رات میں) اہتمام سے اس کی کوشش کرے۔

فَقَدْ یُحْتَمَلُ اَنْ یَكُوْنَ هَذَا اَیْضًا اَنْ یَكُوْنَ فِیْ عَامٍ بِعَیْنِهِ، وَیُحْتَمَلُ اَنْ یَكُوْنَ فِیْ كُلِّ الْاَعْوَامِ كَذٰلِكَ، اِلَّا اَنَّ ذٰلِكَ كُلَّهُ عَلَی التَّحَرِّیْ، لَا عَلَی الْیَقِیْنِ وَكَذٰلِكَ مَا ذَكَرْنَاهُ قَبْلَ هَذَا، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اُنَیْسٍ، مِمَّا اَمَرَهُ بِهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مِنْ ذٰلِكَ، یُحْتَمَلُ اَنْ یَكُوْنَ ذٰلِكَ عَلَی التَّحَرِّیْ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَهَا فِیْ ذٰلِكَ الْعَامِ، لِمَا قَدْ كَانَ اُرِیَهُ مِنْ وَقْتِهَا الَّذِیْ تَكُوْنُ فِیْهِ فَاُنْسِیهَا .

یہ مفہوم اس بات کا احتمال رکھتا ہے کہ یہ صورت اسی مخصوص سال کے ساتھ خاص ہو اور اس بات کا احتمال بھی موجود ہے کہ ہر سال میں ایسا ہی ہوتا ہو لیکن یہ سب اندازے کی بنیاد پر ہے۔ یقینی طور پر کچھ نہیں کہا جا سکتا اور اسی طرح وہ روایت جو ہم اس سے پہلے نقل کر چکے ہیں جو حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے منقول ہے جس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بارے میں انہیں ہدایت کی تھی اس میں بھی یہ احتمال ہو سکتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مخصوص سال میں اس رات میں اہتمام کے ساتھ عبادت کرنے کے لیے کہا ہو کیونکہ آپ کو خواب میں اس کا وقت دکھایا گیا تھا کہ یہ اس رات میں ہوگی۔ پھر اسے آپ کو بھلا دیا گیا۔

فَلَمْ یَكُنْ فِیْ شَیْءٍ مِنْ هَذِهِ الْاٰثَارِ، مَا یَدُلُّنَا عَلٰی لَیْلَةِ الْقَدْرِ، اَیُّ لَیْلَةٍ هِیَ بِعَیْنِهَا ؟ غَیْرَ اَنَّ فِیْ حَدِیْثِ اَبِیْ ذَرٍّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهُ (هِیَ عَشْرُ الْاُوَلِ، اَوْ فِی الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ مِنْ

رَمَضَانَ) إِذْ سَأَلَهُ عَنْ وَقْتِهَا عَلَى مَا قَدْ ذَكَرْنَاهُ فِي حَدِيْثِهِ الَّذِي رَوَيْنَاهُ عَنْهُ فِي أَوَّلِ هَذَا الْبَابِ فَنَفَى بِذَلِكَ أَنْ يَكُوْنَ فِي الْعَشْرِ الْأَوْسَطِ، وَثَبَتَ أَنَّهَا فِي إِحْدَى الْعَشْرَيْنِ، إِمَّا فِي الْأَوَّلِ، وَإِمَّا فِي الْآخِرِ.

وَفِي هَذَا الْحَدِيْثِ أَيْضًا، رُجُوعُ أَبِي ذَرٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ بِالسُّؤَالِ عَلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي أَيِّ الْعَشْرَيْنِ هِيَ؟ وَجَوَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِيَّاهُ بِأَنْ يَتَحَرَّاهَا فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ.

ان تمام آثار میں ایسی کوئی روایت موجود نہیں ہے جو شب قدر کے بارے میں ہماری رہنمائی کرسکے کہ یہ کون سی متعین رات ہے؟ البتہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے کہا تھا۔

یہ رمضان کے پہلے عشرے میں ہوگی یا آخری عشرے میں ہوگی۔

جب حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے اس رات کے وقت کے بارے میں سوال کیا تھا جیسا کہ ہم اس سے پہلے ان کے حوالے سے اس حدیث کو ذکر کرچکے ہیں جو اس باب کے آغاز میں ذکر ہوئی ہے اس سے اس بات کی نفی ہو جاتی ہے کہ یہ رمضان کے درمیانی عشرے میں ہوگی اور یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ یہ دونوں عشروں میں سے کسی ایک میں ہوگی یا پہلے میں ہوگی یا آخری میں ہوگی۔

اور اس حدیث میں یہ بھی منقول ہے کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے یہ سوال دوبارہ کیا کہ یہ ان دونوں میں سے کون سے عشرے میں ہوگی؟ تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں جواب دیتے ہوئے ہدایت کی کہ وہ اسے آخری عشرے میں تلاش کریں۔

فَنَظَرْنَا فِيمَا رُوِيَ فِي غَيْرِهِمَا مِنَ الْآثَارِ، هَلْ فِيهِ مَا يَدُلُّ عَلَى أَنَّهَا فِي لَيْلَةٍ مِنْ هَذَيْنِ الْعَشْرَيْنِ بِعَيْنِهَا؟

جب ہم نے ان کے علاوہ دیگر آثار کا جائزہ لیا کہ کیا ان میں کوئی ایسی دلیل موجود ہے جو اس بات پر دلالت کرے کہ وہ رات ان دونوں عشروں میں سے کسی ایک متعین عشرے میں ہوگی؟

**372**- فَإِذَا ابْنُ أَبِي دَاوُدَ قَدْ حَدَّثَنَا، قَالَ: ثنا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ، قَالَ: ثنا ابْنُ لَهِيعَةَ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ، عَنْ أَبِي الْخَيْرِ الصُّنَابِحِيِّ، عَنْ بِلَالٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ (لَيْلَةُ الْقَدْرِ، لَيْلَةُ أَرْبَعٍ وَعِشْرِينَ)

✧✧ تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: شب قدر چوبیسویں رات ہے۔

فَفِي هَذَا الْحَدِيْثِ، أَنَّهَا فِي هَذِهِ اللَّيْلَةِ بِعَيْنِهَا، وَقَدْ رُوِيَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خِلَافُ ذَلِكَ

**373**- حَدَّثَنَا أَبُو أُمَيَّةَ، قَالَ: ثنا يَزِيدُ بْنُ عَبْدِ رَبِّهِ، قَالَ: ثنا بَقِيَّةُ، عَنْ أَبِي ثَوْبَانَ، قَالَ: حَدَّثَنِي عَبْدَةُ بْنُ أَبِي لُبَابَةَ، عَنْ زِرِّ بْنِ حُبَيْشٍ، عَنْ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (لَيْلَةُ الْقَدْرِ، لَيْلَةُ سَبْعٍ وَعِشْرِينَ وَعَلَامَتُهَا أَنَّ الشَّمْسَ تَصْعَدُ، لَيْسَ لَهَا شُعَاعٌ كَأَنَّهَا طَسْتٌ)

✧✧ اس حدیث میں یہ بات موجود ہے کہ یہ وہ مخصوص رات ہے لیکن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے برعکس بھی روایت کیا گیا ہے جیسا کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: شب قدر ستائیسویں رات ہے اور اس کی علامت یہ ہے کہ اس دن جب سورج نکلتا ہے تو اس میں شعاع نہیں ہوتی وہ ایک طشت کی طرح ہوتا ہے۔

**374**-حَدَّثَنَا يُونُسُ، قَالَ: ثنا بِشْرُ بْنُ بَكْرٍ، عَنِ الْاَوْزَاعِيِّ، قَالَ: حَدَّثَنِي عَبْدَةُ بْنُ اَبِي لُبَابَةَ، قَالَ: حَدَّثَنِي زِرُّ بْنُ حُبَيْشٍ، قَالَ: سَمِعْتُ اُبَيَّ بْنَ كَعْبٍ، وَبَلَغَهُ اَنَّ ابْنَ مَسْعُودٍ قَالَ (مَنْ قَامَ السَّنَةَ كُلَّهَا، اَصَابَ لَيْلَةَ الْقَدْرِ)

(فَقَالَ اُبَيٌّ وَّاللّٰهِ الَّذِي لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ، اِنَّهَا لَفِي رَمَضَانَ، وَاللّٰهِ الَّذِي لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ، اِنِّي لَاَعْلَمُ اَيَّ لَيْلَةٍ هِيَ؟ اَمَرَنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ نَقُومَهَا لَيْلَةَ صَبِيحَةِ سَبْعٍ وَّعِشْرِينَ)

✧✧ زر بن حبیش کہتے ہیں میں نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو سنا انہیں یہ پتہ چلا تھا کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ یہ فرماتے ہیں: جو شخص سال بھر (رات کے وقت نوافل) ادا کرتا ہے وہ شب قدر کو پا سکتا ہے تو حضرت ابی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس ذات کی قسم! جس کے علاوہ اور کوئی معبود نہیں ہے یہ رمضان میں ہوتی ہے اور اس ذات کی قسم! جس کے علاوہ اور کوئی معبود نہیں ہے مجھے پتہ ہے کہ یہ کون سی رات ہوتی ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں یہ ہدایت کی تھی کہ ہم اس میں نوافل ادا کریں یہ وہ رات ہے کہ جس کی صبح ستائیسواں روزہ ہوتا ہے۔

**375**- حَدَّثَنَا اَبُو اُمَيَّةَ، قَالَ: ثنا مُحَمَّدُ بْنُ سَابِقٍ، قَالَ: ثنا مَالِكُ بْنُ مِغْوَلٍ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ اَبِي النَّجُودِ، عَنْ زِرِّ بْنِ حُبَيْشٍ، قَالَ: قُلْتُ لِاُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ، اِنَّ عَبْدَ اللّٰهِ كَانَ يَقُولُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ (مَنْ قَامَ الْحَوْلَ اَدْرَكَهَا) فَقَالَ: رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلٰى اَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، اَمَا وَالَّذِي يُحْلَفُ بِهِ، لَقَدْ عَلِمَ اَنَّهَا لَفِي رَمَضَانَ، وَاَنَّهَا لَيْلَةُ سَبْعٍ وَّعِشْرِينَ قَالَ: فَلَمَّا رَاَيْتُهُ يَحْلِفُ لَا يَسْتَثْنِي قُلْتُ: مَا عَلَّمَكَ بِذٰلِكَ؟ قَالَ: بِالْاٰيَةِ الَّتِي اَخْبَرَنَا بِهَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَحَسَبْنَا وَعَدَدْنَا، فَاِذَا هِيَ لَيْلَةُ سَبْعٍ وَّعِشْرِينَ، يَعْنِي اَنَّ الشَّمْسَ لَيْسَ لَهَا شُعَاعٌ

✧✧ زر بن حبیش بیان کرتے ہیں میں نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے کہا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ شب قدر کے بارے میں یہ فرماتے ہیں: جو شخص سال بھر (رات کے وقت) نوافل ادا کرتا رہے گا وہ اسے پا سکتا ہے تو حضرت ابی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ! ابوعبدالرحمٰن (حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ) پر رحمت کرے اس ذات کی قسم! جس کے نام کی قسم اٹھائی جاتی ہے وہ یہ جانتے ہیں کہ یہ رمضان کے مہینے میں ہوتی ہے یہ ستائیسویں رات ہے۔

راوی کہتے ہیں جب میں نے انہیں دیکھا کہ انہوں نے قسم اٹھائی ہے اور اس میں کوئی استثنیٰ نہیں کیا تو میں نے یہ دریافت کیا: آپ کو اس کے بارے میں کس نے بتایا ہے۔ انہوں نے جواب دیا: اس نشانی نے جس کے بارے میں ہمیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا ہے ہم نے اس کا حساب لگایا اور اس کو شمار کیا تو یہ ستائیسویں رات تھی۔ (راوی کہتے ہیں) یعنی وہ نشانی یہ ہے کہ سورج میں شعاع نہیں ہوتی۔

قَالَ اَبُو جَعْفَرٍ: فَهٰذَا اُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، يُخْبِرُ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهَا لَيْلَةُ سَبْعٍ وَّعِشْرِينَ، وَيَنْفِي قَوْلَ عَبْدِ اللّٰهِ (مَنْ يَّقُمِ الْحَوْلَ يُصِبْهَا).

امام ابوجعفر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ ہیں جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے یہ بات نقل کر رہے ہیں کہ یہ ستائیسویں رات ہوتی ہے اور اس سے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے اس قول کی نفی کرتے ہیں جو شخص سال بھر نوافل ادا کرتا رہے گا وہ اس

رات کو پاسکتا ہے۔

غَيْرَ اَنَّهُ قَدْ رُوِىَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ فِىْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ اَنَّهَا فِىْ رَمَضَانَ، عَلٰى مَا قَدْ حَلَفَ عَلَيْهِ اُبَىٌّ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ قَدْ عَلَّمَهُ وَلٰكِنَّهُ فِىْ خِلَافِ لَيْلَةِ سَبْعٍ وَّعِشْرِيْنَ

تاہم حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے شب قدر کے بارے میں یہ بات نقل کی گئی ہے کہ وہ رمضان میں ہوتی ہے اس کے مطابق جس کے بارے میں حضرت اُبی رضی اللہ عنہ نے قسم اٹھائی تھی۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اس کی تعلیم دی ہے لیکن یہ ستائیسویں رات کے برعکس ہے۔

**376**-حَدَّثَنَا اَبُوْ اُمَيَّةَ قَالَ: ثنا اَبُوْ نُعَيْمٍ، عَنْ اِسْرَائِيْلَ، عَنْ اَبِىْ اِسْحَاقَ، عَنْ حُجَيْرٍ التَّغْلِبِىِّ، عَنِ الْاَسْوَدِ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ (اِلْتَمِسُوا لَيْلَةَ الْقَدْرِ، فِىْ لَيْلَةِ تِسْعٍ وَّعَشَرَةٍ مِنْ رَمَضَانَ، صَبِيحَتُهَا صَبِيحَةُ بَدْرٍ، وَاِلَّا فَفِىْ لَيْلَةِ اِحْدٰى وَعِشْرِيْنَ، اَوْ فِىْ ثَلَاثٍ وَّعِشْرِيْنَ)

✧✧ اسود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: شب قدر کو انیسویں رات میں تلاش کرو۔ اس کی صبح بدر کی صبح ہوتی ہے ورنہ اکیسویں رات میں تلاش کرو یا پھر تیئسویں میں (تلاش کرو)۔

فَاَمَّا مَا ذَكَرْنَا عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهَا فِىْ لَيْلَةِ تِسْعَ عَشْرَةَ فَقَدْ نَفَاهُ مَا حَكَاهُ اَبُوْ ذَرٍّ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهَا فِى الْعَشْرَيْنِ مِنَ الشَّهْرِ الْاَوَّلِ وَالْاٰخِرِ.

ہم نے جو یہ روایت نقل کی ہے جو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے منقول ہے کہ یہ رات انیسویں رات میں ہوتی ہے تو یہ اس روایت کی نفی کر دیتی ہے جسے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ یہ پہلے یا آخری دونوں میں سے کسی ایک عشرے میں ہوتی ہے۔

**377**-وَقَدْ رُوِىَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ اَيْضًا فِىْ ذٰلِكَ مَا حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِىْ دَاوُد، قَالَ: ثنا الْوَهْبِىُّ، قَالَ: ثنا الْمَسْعُوْدِىُّ، عَنْ سَعْدِ بْنِ عُمَرَ بْنِ جَعْدَةَ، عَنْ اَبِىْ عُبَيْدَةَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ: (سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ فَقَالَ اَيُّكُمْ يَذْكُرُ لَيْلَةَ الصَّهْبَاوَاتِ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ: اَنَا وَاللّٰهِ، بِاَبِىْ اَنْتَ وَاُمِّىْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، وَبِيَدِىْ تَمَرَاتٌ اَتَسَحَّرُ بِهِنَّ، وَاَنَا مُسْتَتِرٌ بِمُؤَخِّرَةِ رَحْلِىْ مِنَ الْفَجْرِ، وَذٰلِكَ حِيْنَ يَطْلُعُ الْفَجْرُ) فَفِىْ هٰذَا الْحَدِيْثِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، لَمَّا سُئِلَ عَنْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ، اَخْبَرَهُمْ اَىَّ لَيْلَةٍ هِىَ، وَاَنَّهَا لَيْلَةُ الصَّهْبَاوَاتِ فَوَصَفَهَا عَبْدُ اللّٰهِ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ، بِمَا وَصَفَهَا بِهِ مِنْ ضَوْءِ الْقَمَرِ، عِنْدَ طُلُوْعِ الْفَجْرِ، وَذٰلِكَ لَا يَكُوْنُ اِلَّا فِىْ اٰخِرِ الشَّهْرِ.

✧✧ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ ہی کے حوالے سے ایک اور روایت بھی منقول ہے وہ فرماتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے شب قدر کے بارے میں دریافت کیا گیا۔ آپ نے فرمایا: تم میں سے کسی شخص کو "صہباوات" والی رات یاد ہے؟ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی: مجھے یاد ہے اللہ کی قسم! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! میرے ہاتھ میں کھجوریں تھیں میں ان

کے ذریعے سحری کیا کرتا تھا اور میں اپنے پالان کی پچھلی لکڑی کے پیچھے صبح صادق کے وقت چھپ جاتا تھا یہ اس وقت کی بات ہے جب صبح صادق طلوع ہوتی تھی۔

اس روایت میں یہ بات موجود ہے کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے شب قدر کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ نے انہیں بتایا کہ یہ کون سی رات ہوتی ہے اور یہ "صبحاوات" والی رات ہے پھر حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اس کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ جس میں چاند کی روشنی صبح صادق کے وقت اتنی تیز ہوتی ہے جو انہوں نے بیان کی ہے اور یہ صرف تبھی ہو سکتا ہے جب مہینے کا آخری حصہ ہو۔

فَقَدْ دَلَّ ذٰلِكَ اَيْضًا عَلٰى مَا قَالَ اُبَىٌّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ .

وَفِىْ كِتَابِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ مَا يَدُلُّ اَنَّ لَيْلَةَ الْقَدْرِ فِىْ شَهْرِ رَمَضَانَ خَاصَّةً .

قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ (حم وَالْكِتَابِ الْمُبِينِ اِنَّا اَنْزَلْنَاهُ فِىْ لَيْلَةٍ مُّبَارَكَةٍ اِنَّا كُنَّا مُنْذِرِيْنَ فِيْهَا يُفْرَقُ كُلُّ اَمْرٍ حَكِيْمٍ) فَاَخْبَرَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ اَنَّ اللَّيْلَةَ الَّتِىْ يُفْرَقُ فِيْهَا كُلُّ اَمْرٍ حَكِيْمٍ فَهِىَ لَيْلَةُ الْقَدْرِ، وَهِىَ اللَّيْلَةُ الَّتِىْ اُنْزِلَ فِيْهَا الْقُرْاٰنُ ثُمَّ قَالَ (شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِىْ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ) .

یہ اس بات پر دلالت کرتی ہے جو بات حضرت اُبی رضی اللہ عنہ نے بیان کی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی کتاب میں یہ روایت موجود ہے جو اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ شب قدر بطور خاص رمضان کے مہینے میں ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

"حم! اس واضح کتاب کی قسم! بے شک ہم نے اسے مبارک رات میں نازل کیا ہے۔ بے شک ہم ڈرانے والے ہیں اس رات میں ہر چیز کا فیصلہ کر دیا جاتا ہے"۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ بات بیان کی ہے کہ وہ رات جس میں ہر چیز کا فیصلہ کیا جاتا ہے وہ شب قدر ہے اور یہ وہ رات ہے جس میں قرآن پاک نازل ہوا تھا تو پھر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

"رمضان کا وہ مہینہ جس میں قرآن پاک نازل کیا گیا"۔

فَثَبَتَ بِذٰلِكَ اَنَّ تِلْكَ اللَّيْلَةَ فِىْ شَهْرِ رَمَضَانَ، وَاحْتَجْنَا اِلٰى اَنْ نَعْلَمَ اَىَّ لَيْلَةٍ مِنْ لَيَالِيْهِ ؟ .

فَكَانَ الَّذِىْ يَدُلُّ عَلٰى ذٰلِكَ، مَا قَدْ رَوَيْنَاهُ عَنْ بِلَالٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهَا لَيْلَةُ اَرْبَعٍ وَّعِشْرِيْنَ، وَالَّذِىْ رُوِىَ عَنْ اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، (عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، اَنَّهَا لَيْلَةُ سَبْعٍ وَّعِشْرِيْنَ) .

اس سے یہ ثابت ہو گیا کہ یہ رات رمضان کے مہینے میں ہوتی ہے اب ہم نے یہ دلیل حاصل کرنی ہے کہ ہمیں یہ علم ہو جائے کہ یہ رمضان کی کون سی رات ہوتی ہے تو وہ روایت جو اس بات پر دلالت کرتی ہے جسے ہم حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے نقل کر چکے ہیں کہ یہ چوبیسویں رات ہوتی ہے اور وہ روایت جو حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے منقول ہے کہ یہ ستائیسویں رات ہوتی ہے۔

**378**- وَقَدْ رُوِىَ عَنْ مُعَاوِيَةَ اَيْضًا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلُ مَا رُوِىَ عَنْ اُبَيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فِىْ ذٰلِكَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِىْ دَاوٗدَ، قَالَ: ثنا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ، قَالَ: ثنا اَبِىْ، قَالَ:

ثنا شُعْبَةُ، عَنْ قَتَادَةَ قَالَ: سَمِعْتُ مُطَرِّفَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ يُحَدِّثُ عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ اَبِيْ سُفْيَانَ، (عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ، قَالَ لَيْلَةُ سَبْعٍ وَّعِشْرِيْنَ).

✧✧ جبکہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی کی مانند روایت منقول ہے جو اس بارے میں حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے۔

قتادہ بیان کرتے ہیں: میں نے ابن عبداللہ کو سنا وہ حضرت معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کررہے تھے جو شب قدر کے بارے میں ہے کہ یہ ستائیسویں رات ہوتی ہے۔

فَهٰذَا مُنْتَهٰى مَا وَقَفْنَا عَلَيْهِ، مِنْ عِلْمِ لَيْلَةِ الْقَدْرِ، اَىُّ لَيْلَةٍ هِيَ؟ مِمَّا دَلَّنَا عَلَيْهِ كِتَابُ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ، وَسُنَّةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

لیلۃ القدر کے علم کے بارے میں یہ انتہا ہے جس سے ہم واقف ہیں کہ یہ کون سی رات ہوتی ہے؟ اس بارے میں اللہ تعالیٰ کی کتاب اور اس کے رسول کی سنت نے جو ہماری رہنمائی کی ہے (وہ یہی ہے)

فَاَمَّا مَا رُوِيَ بَعْدَ ذٰلِكَ عَنِ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَتَابِعِيهِمْ، فَمَعْنَاهُ دَاخِلٌ فِي الْمَعَانِي الَّتِيْ ذَكَرْنَا.

اس کے بعد صحابہ کرام اور تابعین سے جو روایات اس بارے میں نقل کی گئی ہیں وہ بھی اسی مفہوم میں داخل ہوں گی جو ہم نے ذکر کیا ہے۔

وَاِنَّمَا احْتَجْنَا اِلٰى ذِكْرِ مَا رُوِيَ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ، لِمَا قَدِ اخْتَلَفَ فِيْهِ اَصْحَابُنَا فِيْ قَوْلِ الرَّجُلِ لِامْرَاَتِهِ (اَنْتِ طَالِقٌ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ) مَتٰى يَقَعُ بِهِ الطَّلَاقُ.

اب ہم اس چیز کا تذکرہ کریں گے جو شب قدر کے بارے میں منقول ہے جس کے بارے میں ہمارے اصحاب کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی سے یہ کہہ دے کہ شب قدر میں تمہیں طلاق ہوگی تو طلاق کب واقع ہوگی؟

فَقَالَ اَبُوْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ (اِنْ قَالَ لَهَا ذٰلِكَ قَبْلَ شَهْرِ رَمَضَانَ، لَمْ يَقَعِ الطَّلَاقُ حَتّٰى يَمْضِيَ شَهْرُ رَمَضَانَ)، لِمَا قَدِ اخْتُلِفَ فِيْ مَوْضِعِ لَيْلَةِ الْقَدْرِ مِنْ لَيَالِيْ شَهْرِ رَمَضَانَ، عَلٰى مَا قَدْ ذَكَرْنَا هٰذَا الْبَابَ، مِمَّا رُوِيَ اَنَّهَا فِي الشَّهْرِ كُلِّهِ، وَمِمَّا قَدْ رُوِيَ اَنَّهَا فِيْ خَاصٍّ مِنْهُ قَالَ رَحِمَهُ اللّٰهُ (فَلَا اَحْكُمُ بِوُقُوْعِ الطَّلَاقِ، اِلَّا بَعْدَ مُضِيِّ الشَّهْرِ، لِاَنِّيْ اَعْلَمُ بِذٰلِكَ اَنَّهُ قَدْ مَضَى الْوَقْتُ الَّذِيْ اَوْقَعَ الطَّلَاقَ فِيْهِ، وَاَنَّ الطَّلَاقَ قَدْ وَقَعَ).

قَالَ رَحِمَهُ اللّٰهُ (وَاِنْ قَالَ ذٰلِكَ لَهَا فِيْ شَهْرِ رَمَضَانَ، فِيْ اَوَّلِهِ، اَوْ فِيْ اٰخِرِهِ، اَوْ فِيْ وَسَطِهِ، لَمْ يَقَعِ الطَّلَاقُ، حَتّٰى يَمْضِيَ مَا بَقِيَ مِنْ ذٰلِكَ الشَّهْرِ، وَحَتّٰى يَمْضِيَ شَهْرُ رَمَضَانَ اَيْضًا كُلُّهُ، مِنَ السَّنَةِ الْقَابِلَةِ) قَالَ رَحِمَهُ اللّٰهُ لِاَنَّهُ قَدْ يَجُوْزُ اَنْ تَكُوْنَ فِيْمَا مَضٰى مِنْ هٰذَا الشَّهْرِ الَّذِيْ هُوَ فِيْهِ، فَلَا يَقَعُ الطَّلَاقُ حَتّٰى يَمْضِيَ شَهْرُ رَمَضَانَ كُلُّهُ، مِنَ السَّنَةِ الْجَائِيَةِ، وَقَدْ يَجُوْزُ اَنْ تَكُوْنَ فِيْمَا بَقِيَ مِنْ ذٰلِكَ الشَّهْرِ الَّذِيْ هُوَ فِيْهِ، فَيَقَعُ الطَّلَاقُ فِيْهَا، فَيَكُوْنُ كَمَنْ قَالَ لِامْرَاَتِهِ، قَبْلَ شَهْرِ رَمَضَانَ (اَنْتِ طَالِقٌ لَيْلَةَ الْقَدْرِ) فَيَكُوْنُ الطَّلَاقُ لَا يُحْكَمُ بِهِ عَلَيْهِ

(اِلَّا بَعْدَ مُضِيِّ شَهْرِ رَمَضَانَ) قَالَ رَحِمَهُ اللّٰهُ (فَلَمَّا اَشْكَلَ ذٰلِكَ، لَمْ اَحْكُمْ بِوُقُوْعِ الطَّلَاقِ اِلَّا بَعْدَ عِلْمِي بِوُقُوعِهِ، وَلَا اَعْلَمُ ذٰلِكَ، اِلَّا بَعْدَ مُضِيِّ شَهْرِ رَمَضَانَ، الَّذِىْ هُوَ فِيْهِ، وَشَهْرِ رَمَضَانَ الْجَائِى بَعْدَهٗ) فَهٰذَا مَذْهَبُ اَبِىْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ فِىْ هٰذَا الْبَابِ

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اگر شوہر نے عورت سے یہ بات رمضان کے مہینے سے پہلے کہی ہو تو طلاق اس وقت تک واقع نہیں ہوگی جب تک رمضان کا پورا مہینہ نہ گزر جائے۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ شب قدر کے موقع کے بارے میں اختلاف کیا گیا ہے کہ رمضان کی کون سی رات میں ہوتی ہے جیسا کہ ہم اس باب میں پہلے یہ روایت نقل کر چکے ہیں اور یہ بھی روایت نقل کی ہے کہ یہ اس پورے مہینے میں کسی بھی وقت ہو سکتی ہے اور کچھ ایسی روایات بھی ہیں کہ یہ اس مہینے میں بطور خاص کسی رات میں ہوتی ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس لیے میں طلاق کے وقوع کا حکم اسی وقت دوں گا' جب پورا مہینہ گزر جائے کیونکہ اب مجھے اس بات کا علم ہوگا کہ وہ وقت گزر چکا ہے جس میں طلاق واقع ہوئی تھی اور طلاق واقع ہو چکی ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اگر اس شخص نے یہ بات رمضان کے مہینے کے دوران کہی ہو خواہ اس کے ابتدائی حصے میں کہی ہو یا آخری حصے میں کہی ہو یا درمیانی حصے میں کہی ہو تو طلاق اس وقت تک واقع نہیں ہوگی جب تک اس مہینے کا بقیہ حصہ نہیں گزر جاتا اور پھر اگلے برس کا رمضان آنے کے بعد پورا نہیں گزر جاتا۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس کی وجہ یہ ہے کہ ایسا ہو سکتا ہے کہ رمضان کا جو حصہ گزر چکا ہو وہ شب قدر اس میں گزر چکی ہو اس لیے طلاق اس وقت تک واقع نہیں ہوگی جب تک اگلے آنیوالے سال میں رمضان کا پورا مہینہ نہیں گزر جاتا اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ رات مہینے کے باقی رہ جانے والے حصے میں موجود ہو تو اس میں طلاق واقع ہو جائے گی تو اس صورت میں وہ شخص اس شخص کی مانند ہوگا جس نے رمضان کے مہینے سے پہلے اپنی بیوی سے یہ کہا تھا: تمہیں شب قدر میں طلاق ہو تو ایسی صورت میں اس شخص کیخلاف اسی وقت طلاق کا حکم دیا جا سکتا ہے جب رمضان کا مہینہ گزر چکا ہو۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جب اس بارے میں اشکال پیش آ گیا تو میں طلاق کے وقوع کا حکم اس وقت تک نہیں دوں گا جب تک مجھے اس کے وقوع کا علم نہ ہو جائے اور مجھے اس کا علم اسی صورت میں ہو سکتا ہے جب وہ رمضان گزر جائے جس میں یہ بات کہی گئی تھی اور اس کے بعد اگلا آنیوالا رمضان بھی گزر جائے۔

اس بارے میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب یہی ہے۔

وَقَدْ كَانَ اَبُوْ يُوْسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهُ، قَالَ مَرَّةً بِهٰذَا الْقَوْلِ اَيْضًا، وَقَالَ مَرَّةً اُخْرٰى (اِذَا قَالَ لَهَا ذٰلِكَ الْقَوْلَ فِىْ بَعْضِ شَهْرِ رَمَضَانَ، لَمْ يُحْكَمْ بِوُقُوْعِ الطَّلَاقِ حَتّٰى يَمْضِىَ مِثْلُ ذٰلِكَ الْوَقْتِ مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ، مِنَ السَّنَةِ الْجَائِيَةِ.

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ اسی قول کے مطابق فتویٰ دیا اور ایک مرتبہ وہ یہ کہتے ہیں اگر اس شخص نے اپنی بیوی سے یہ بات رمضان کے مہینے کے دوران کہی ہو تو طلاق کا حکم اس وقت تک واقع نہیں ہوگا جب تک اگلے برس کے رمضان کا اتنا ہی عرصہ

گزر نہیں جاتا۔

قَالَ (لِاَنَّ ذٰلِكَ اِذَا كَانَ، فَقَدْ كَمُلَ حَوْلٌ، مُنْذُ قَالَ ذٰلِكَ الْقَوْلَ وَهِيَ فِيْ كُلِّ حَوْلٍ فَعَلِمْنَا بِذٰلِكَ وُقُوْعَ الطَّلَاقِ)

وہ یہ فرماتے ہیں: اس کی وجہ یہ ہے کہ جب یہ صورتحال ہوتو سال پورا ہو جائے گا اور یہ اس وقت ہوگا جب اس شخص نے یہ بات کہی تھی اور اس پورے سال کے دوران ہوگا تو ہمیں اس کے ذریعے طلاق کے وقوع کا علم ہو جائے گا۔

قَالَ اَبُوْ جَعْفَرٍ: وَهٰذَا قَوْلٌ - عِنْدِيْ - لَيْسَ بِشَيْءٍ، لِاَنَّهُ لَمْ يَقُلْ لَنَا، اِنَّ كُلَّ حَوْلٍ يَكُوْنُ فَفِيْهِ لَيْلَةُ الْقَدْرِ، عَلٰى اَنَّ ذٰلِكَ الْحَوْلَ لَيْسَ فِيْهِ شَهْرُ رَمَضَانَ بِكَمَالِهِ مِنْ سَنَةٍ وَّاحِدَةٍ وَّاِنَّمَا قِيْلَ لَنَا: اِنَّهَا فِيْ شَهْرِ رَمَضَانَ مِنْ كُلِّ سَنَةٍ، هٰكَذَا دَلَّنَا عَلَيْهِ كِتَابُ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ، وَقَالَهُ لَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، عَلٰى مَا قَدْ ذَكَرْنَاهُ فِيْمَا تَقَدَّمَ مِنْ هٰذَا الْبَابِ فَلَمَّا كَانَ ذٰلِكَ كَذٰلِكَ، احْتَمَلَ اَنْ يَكُوْنَ اِذَا قَالَ لَهَا فِيْ بَعْضِ شَهْرِ رَمَضَانَ (اَنْتِ طَالِقٌ لَيْلَةَ الْقَدْرِ) اَنْ تَكُوْنَ لَيْلَةُ الْقَدْرِ فِيْمَا مَضٰى مِنْ ذٰلِكَ الشَّهْرِ.

فَيَكُوْنُ اِذَا مَضٰى حَوْلٌ مِنْ حِيْنَئِذٍ، اِلٰى مِثْلِهِ مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ، مِنَ السَّنَةِ الْجَائِيَةِ، لَا لَيْلَةَ قَدْرٍ فِيْهِ.

فَفَسَدَ بِمَا ذَكَرْنَا، قَوْلُ اَبِيْ يُوْسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهُ الَّذِيْ وَصَفْنَا، وَثَبَتَ - عَلٰى هٰذَا التَّرْتِيْبِ - مَا ذَهَبَ اِلَيْهِ اَبُوْ حَنِيْفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ

امام ابوجعفر علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: میرے نزدیک اس قول کی کوئی حیثیت نہیں ہے اس لئے کہ انہوں نے ہم سے یہ نہیں کہا کہ پورے سال میں کسی بھی وقت شب قدر ہو سکتی ہے ایسی صورت میں جبکہ اس پورے سال کے درمیان مکمل رمضان نہیں آیا' ہم سے یہ کہا گیا ہے کہ یہ رات سال بھر میں صرف رمضان میں ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی کتاب نے اسی طرف ہماری رہنمائی کی ہے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اسی بارے میں ہمیں بتایا ہے جیسا کہ ہم اس سے پہلے اسے نقل کر چکے ہیں جو اس باب کے آغاز میں ذکر ہوا ہے تو جب صورتحال یہ ہوگی تو اس بات کا احتمال موجود ہے کہ جب اس شخص نے رمضان کے دوران اپنی بیوی سے یہ کہا ہو کہ تمہیں شب قدر میں طلاق ہے تو شب قدر رمضان کے گزرے ہوئے حصے میں گزر چکی ہو تو جب اس وقت کے بعد اگلے رمضان کے اسی دن تک ایک سال گزر جائے گا تو ایسا ہو سکتا ہے کہ اس میں شب قدر نہ ہو تو ہم نے جو یہ بات ذکر کی ہے اس کے ذریعے امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کے قول کا غلط ہونا لازم آتا ہے اور وہ چیز ثابت ہو جاتی ہے جسے امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ نے اختیار کیا ہے۔

وَقَدْ كَانَ اَبُوْ يُوْسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهُ قَالَ مَرَّةً اُخْرٰى (اِذَا قَالَ لَهَا الْقَوْلَ فِيْ بَعْضِ شَهْرِ رَمَضَانَ: اِنَّ الطَّلَاقَ لَا يَقَعُ، حَتّٰى يَمْضِيَ لَيْلَةُ سَبْعٍ وَّعِشْرِيْنَ) وَذَهَبَ فِيْ ذٰلِكَ - فِيْمَا نَرٰى وَاللّٰهُ اَعْلَمُ - اِلٰى اَنَّ مَا رُوِيَ

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْهِ اَنَّهَا فِيْ لَيْلَةٍ مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ بِعَيْنِهَا هُوَ حَدِيْثُ بِلَالٍ، وَحَدِيْثُ اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ فَاِذَا مَضَتْ لَيْلَةُ سَبْعٍ وَّعِشْرِيْنَ، عُلِمَ اَنَّ لَيْلَةَ الْقَدْرِ قَدْ كَانَتْ، فَحَكَمَ بِوُقُوْعِ الطَّلَاقِ وَقِيْلَ ذٰلِكَ فَلَيْسَ بِعِلْمِ كَوْنِهَا فَكَذٰلِكَ لَمْ يُحْكَمْ بِوُقُوْعِ الطَّلَاقِ.

وَهٰذَا الْقَوْلُ تَشْهَدُ لَهُ الْاٰثَارُ الَّتِيْ رَوَيْنَاهَا، فِيْ هٰذَا الْبَابِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ یہی فتویٰ دیا تھا کہ جب وہ شخص رمضان کے دوران اپنی بیوی سے یہ بات کہہ دے تو طلاق اس وقت تک واقع نہیں ہوگی جب تک ستائیسویں رات نہیں گزر جاتی۔ وہ ہمارے علم کے مطابق' باقی اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے' اس بارے میں اس روایت کی طرف گئے ہیں جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے کہ یہ رمضان کی متعین رات ہوتی ہے اور وہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ اور حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ کی حدیث میں موجود ہے اس لیے جب ستائیسویں رات گزر جائے گی تو یہ پتہ چل جائے گا کہ شب قدر ہو چکی ہے تو طلاق کا حکم واقع ہو جائے گا ایک قول کے مطابق کیونکہ جب اس کے ہونے کا علم نہیں ہوگا تو طلاق کے وقوع کا بھی علم نہیں ہوگا۔

یہ وہ قول ہے جس کی گواہی وہ آثار دیتے ہیں جنہیں ہم اس باب میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے نقل کر چکے ہیں۔

## بَابُ طَلَاقِ الْمُكْرَهِ

## باب 7: جس شخص کو مجبور کیا جائے اس کے طلاق دینے کا حکم

**379**-حَدَّثَنَا رَبِيعُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْمُؤَذِّنُ، قَالَ: ثنا بِشْرُ بْنُ بَكْرٍ، قَالَ: اَخْبَرَنَا الْاَوْزَاعِيُّ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ عُبَيْدِ بْنِ عُمَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (تَجَاوَزَ اللّٰهُ لِي عَنْ أُمَّتِيْ، الْخَطَأَ وَالنِّسْيَانَ، وَمَا اُسْتُكْرِهُوْا عَلَيْهِ).

✧✧ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: اللہ تعالیٰ نے میری امت سے نسیان (بھول چوک) اور جس بات پر انہیں مجبور کیا جائے اس بارے میں درگزر کر لیا ہے۔

قَالَ اَبُوْ جَعْفَرٍ: فَذَهَبَ قَوْمٌ اِلٰى اَنَّ الرَّجُلَ اِذَا اُكْرِهَ عَلٰى طَلَاقٍ، اَوْ نِكَاحٍ، اَوْ يَمِينٍ، اَوْ اِعْتَاقٍ، اَوْ مَا اَشْبَهَ ذٰلِكَ حَتّٰى فَعَلَهُ مُكْرَهًا، اَنَّ ذٰلِكَ كُلَّهُ بَاطِلٌ، لِاَنَّهُ قَدْ دَخَلَ فِيمَا تَجَاوَزَ اللّٰهُ فِيهِ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ اُمَّتِهِ، وَاحْتَجُّوْا فِيْ ذٰلِكَ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ

امام ابو جعفر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ایک گروہ اس بات کی طرف گیا ہے کہ اگر کسی شخص کو طلاق دینے پر مجبور کیا جائے یا نکاح کرنے پر یا قسم اٹھانے پر یا غلام آزاد کرنے پر یا اس طرح کے کسی اور کام پر اور وہ مجبوری کے عالم میں اسے سرانجام دے تو یہ سب باطل شمار ہوں گے اس لیے کہ یہ اس صورتحال میں داخل ہوگا جس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ان کی امت کے حوالے سے درگزر کیا ہے ان حضرات نے اس بارے میں اس حدیث سے استدلال کیا ہے۔

وَخَالَفَهُمْ فِيْ ذٰلِكَ اٰخَرُوْنَ، فَقَالُوْا: بَلْ يَلْزَمُهُ مَا حَلَفَ بِهِ فِيْ حَالِ الْاِكْرَاهِ، مِنْ يَمِينٍ، وَيَنْفُذُ عَلَيْهِ طَلَاقُهُ، وَعَتَاقُهُ، وَنِكَاحُهُ، وَمُرَاجَعَتُهُ لِزَوْجَتِهِ الْمُطَلَّقَةِ، اِنْ كَانَ رَاجَعَهَا.

دیگر حضرات نے اس بارے میں ان کی مخالفت کی ہے۔ وہ یہ کہتے ہیں کہ یہ سب صورتیں لازم ہوں گی جو اس نے زبردستی کے عالم میں کی ہیں خواہ اس کا تعلق قسم سے ہو اس کی طلاق واقع ہوگی اس کا غلام آزاد کرنا واقع ہوگا اور نکاح واقع ہوگا۔ اپنی طلاق یافتہ بیوی کے ساتھ رجوع کرنا واقع ہوگا اگر وہ اس کے ساتھ رجوع کر لیتا ہے۔

وَتَاوَّلُوْا فِیْ هٰذَا الْحَدِیْثِ، مَعْنًی غَیْرَ الْمَعْنَی الَّذِیْ تَاوَّلَهٗ اَهْلُ الْمَقَالَةِ الْاُوْلٰی فَقَالُوْا: اِنَّمَا ذٰلِكَ فِی الشِّرْكِ خَاصَّةً، لِاَنَّ الْقَوْمَ كَانُوْا حَدِیْثِیْ عَهْدٍ بِكُفْرٍ، فِیْ دَارٍ كَانَتْ دَارَ كُفْرٍ، فَكَانَ الْمُشْرِكُوْنَ اِذَا قَدَرُوْا عَلَیْهِمْ، اسْتَكْرَهُوْهُمْ عَلَی الْاِقْرَارِ بِالْكُفْرِ، فَیُقِرُّوْنَ بِذٰلِكَ بِاَلْسِنَتِهِمْ، قَدْ فَعَلُوْا ذٰلِكَ بِعَمَّارِ بْنِ یَاسِرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، وَبِغَیْرِهٖ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، وَرَضِیَ عَنْهُمْ، فَنَزَلَتْ فِیْهِمْ (اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّ بِالْاِیْمَانِ) وَرُبَّمَا سَهَوْا، فَتَكَلَّمُوْا بِمَا جَرَتْ عَلَیْهِ عَادَتُهُمْ قَبْلَ الْاِسْلَامِ، وَرُبَّمَا اَخْطَئُوْا فَتَكَلَّمُوْا بِذٰلِكَ اَیْضًا، فَتَجَاوَزَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ لَهُمْ عَنْ ذٰلِكَ، لِاَنَّهُمْ غَیْرُ مُخْتَارِیْنَ لِذٰلِكَ، وَلَا قَاصِدِیْنَ اِلَیْهِ.

ان حضرات نے مذکورہ بالا حدیث کی تاویل کی ہے اور دوسرا معنیٰ مراد لیا ہے جو اس معنیٰ کے برعکس ہے جسے پہلے موقف کے قائلین نے مراد لیا ہے۔ یہ حضرات یہ کہتے ہیں کہ یہ حکم بطور خاص صرف شرک کے لیے ہے اس لیے کہ پہلے زمانے کے لوگ زمانہ کفر کے قریب تھے اور وہ کفر کے علاقے میں رہتے تھے جب مشرکین ان پر قابو پالیتے تھے تو انہیں کفریہ کلمے کا اقرار کرنے پر مجبور کردیتے تھے تو وہ لوگ زبانی طور پر اس کا اقرار کرلیتے تھے۔ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ اور ان کے علاوہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دیگر صحابہ کرام نے ایسا کیا ہے تو ان کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔

''ماسوائے اس شخص کے جسے مجبور کیا گیا ہو اور اس کا دل ایمان کے حوالے سے مطمئن ہو''۔

اسی طرح بعض اوقات (بھول چوک کی صورت میں) وہ کوئی ایسی بات کردیتے تھے جو اسلام لانے سے پہلے ان کی عادت کا حصہ تھی اسی طرح بعض اوقات وہ غلطی سے کوئی ایسی بات کردیا کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے اس حوالے سے ان سے درگزر کیا ہے کیونکہ یہ بات ان کے بس میں نہیں ہے اور وہ ارادے کے ساتھ ایسا نہیں کرتے۔

وَقَدْ ذَهَبَ اَبُوْ یُوْسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهُ اِلٰی هٰذَا التَّفْسِیْرِ اَیْضًا حَدَّثَنَاهُ الْكَیْسَانِیُّ، عَنْ اَبِیْهِ.

امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اسی روایت کو اختیار کیا ہے کیسانی نے اپنے والد کے حوالے سے یہ بات نقل کی ہے۔

فَالْحَدِیْثُ یَحْتَمِلُ هٰذَا الْمَعْنٰی، وَیَحْتَمِلُ مَا قَالَ اَهْلُ الْمَقَالَةِ الْاُوْلٰی، فَلَمَّا احْتَمَلَ ذٰلِكَ، احْتَجْنَا اِلٰی كَشْفِ مَعَانِیْهِ، لِیَدُلَّنَا عَلٰی اَحَدِ التَّاْوِیْلَیْنِ، فَنَصْرِفُ مَعْنٰی هٰذَا الْحَدِیْثِ اِلَیْهِ.

یہ حدیث اِس مفہوم کا بھی احتمال رکھتی ہے اور اُس مفہوم کا بھی احتمال رکھتی ہے جو پہلے موقف کے قائلین نے مراد لیا ہے تو جب یہ اس کا احتمال رکھتی ہے تو اب ہم اس کے معنیٰ سے پردہ ہٹائیں گے تاکہ ان دونوں معانی میں سے کسی ایک معنی کی طرف ہماری رہنمائی ہوجائے اور ہم حدیث کے مفہوم کو اسی طرف لے جاسکیں۔

فَنَظَرْنَا فِیْ ذٰلِكَ، فَوَجَدْنَا الْخَطَاَ، هُوَ مَا اَرَادَ الرَّجُلُ غَیْرَهٗ، فَفَعَلَهٗ، لَا عَنْ قَصْدٍ مِنْهُ اِلَیْهِ، وَلَا اِرَادَةٍ مِنْهُ اِیَّاهُ، وَكَانَ السَّهْوُ مَا قَصَدَ اِلَیْهِ، فَفَعَلَهٗ عَلَی الْقَصْدِ مِنْهُ اِلَیْهِ، عَلٰی اَنَّهٗ سَاهٍ عَنِ الْمَعْنَی الَّذِیْ یَمْنَعُهٗ مِنْ ذٰلِكَ الْفِعْلِ وَكَانَ الرَّجُلُ اِذَا نَسِیَ اَنْ تَكُوْنَ هٰذِهِ الْمَرْاَةُ لَهٗ زَوْجَةً، فَقَصَدَ اِلَیْهَا، فَطَلَّقَهَا، فَكُلٌّ قَدْ اَجْمَعَ اَنَّ طَلَاقَهٗ عَامِلٌ وَلَمْ یُبْطِلُوْا ذٰلِكَ لِسَهْوِهٖ، وَلَمْ یَدْخُلْ ذٰلِكَ السَّهْوُ فِی السَّهْوِ الْمَعْفُوِّ عَنْهُ فَاِذَا كَانَ السَّهْوُ الْمَعْفُوُّ عَنْهُ،

لَيْسَ فِيْهِ مَا ذَكَرْنَا مِنَ الطَّلَاقِ وَالْاَيْمَانِ، وَالْعَتَاقِ، كَانَ كَذٰلِكَ الْاِسْتِكْرَاهُ الْمَعْفُوُّ عَنْهُ، لَيْسَ فِيْهِ اَيْضًا مِّنْ ذٰلِكَ شَيْءٌ فَثَبَتَ بِذٰلِكَ، فَسَادُ قَوْلِ الَّذِيْنَ اَدْخَلُوا الطَّلَاقَ وَالْعَتَاقَ وَالْاَيْمَانَ فِيْ ذٰلِكَ.

جب ہم نے اس بارے میں غور وفکر کیا تو ہمیں خطا کے بارے میں پتہ چلا کہ اس سے مراد وہ چیز ہوتی ہے کہ جب آدمی دوسرا کام کرنا چاہتا ہولیکن یہ کام کرلے یعنی وہ اپنے ارادے کے تحت وہ کام نہ کرنا چاہتا ہواور اس کا ارادہ اس کام کے بارے میں نہ ہواور سہووہ ہوتا ہے کہ جوآدمی ارادے کے تحت کام کرے جیسے کسی آدمی نے اپنے ارادے کے تحت کام کیا ہولیکن اس نے اس کے مفہوم میں غلطی کی وہ مفہوم جو اسے اس کے ارتکاب سے روکتا جیسے کوئی شخص یہ بھول جائے کہ یہ عورت اس کی بیوی ہے اور پھر ارادے کے تحت اس عورت کو طلاق دے دے تو اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ وہ طلاق واقع ہو جائے گی۔ان حضرات نے اس کے سہو کی بنیاد پر اس طلاق کو باطل قرار نہیں دیا اور یہ صاحب اس صاحب میں داخل نہیں ہوگا جسے معاف کیا گیا ہے تو جس صاحب کو معاف کیا گیا ہے اگر اس میں یہ صورتحال نہ ہو جو ہم نے طلاق، قسم، غلام آزاد کرنے کے بارے میں بیان کی ہے تو اسی طرح جس شخص کو مجبور کیا گیا ہواور جس کی مجبوری کو معاف کیا گیا ہو اس میں بھی یہ صورتحال نہیں ہونی چاہئے اس سے یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ ان لوگوں کا قول درست نہیں ہے جنہوں نے طلاق، غلام آزاد کرنے اور قسم کو اس میں داخل کیا ہے۔

**380**-وَاحْتَجَّ اَهْلُ الْمَقَالَةِ الْاُوْلٰى اَيْضًا لِقَوْلِهِمْ، بِمَا رُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدَّثَنَا يُوْنُسُ، قَالَ: اَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ اَنَّ مَالِكًا حَدَّثَهُ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ الْحَارِثِ التَّيْمِيِّ، عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ وَقَّاصٍ اللَّيْثِيِّ اَنَّهُ سَمِعَ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ عَلَى الْمِنْبَرِ يَقُوْلُ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ وَاِنَّمَا لِكُلِّ امْرِءٍ مَا نَوٰى، فَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ فَهِجْرَتُهُ اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ وَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ اِلٰى دُنْيَا يُصِيْبُهَا اَوْ اِلَى امْرَاَةٍ يَتَزَوَّجُهَا، فَهِجْرَتُهُ اِلٰى مَا هَاجَرَ اِلَيْهِ).

✧✧ پہلے موقف کے قائلین اپنے موقف کی تائید میں دلیل یہ پیش کرتے ہیں جسے نبی اکرم ﷺ کے حوالے سے نقل کیا گیا ہے۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ منبر پر یہ فرمار ہے تھے نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے اور ہر شخص کو وہی اجر ملے گا جس کی اس نے نیت کی ہو۔جس شخص کی ہجرت اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف ہوگی۔اس کی ہجرت اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف شمار ہوگی اور جس شخص کی ہجرت دنیا کے لیے ہوتا کہ وہ اسے حاصل کرلے یا عورت کے لیے ہوتا کہ وہ اس کے ساتھ شادی کرلے تو اس کی ہجرت اسی طرف ہوگی جس طرف اس نے کی ہے۔

**381**-حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ مَرْزُوْقٍ، قَالَ: ثنا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، قَالَ: ثنا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ، فَذَكَرَ بِاِسْنَادِهٖ مِثْلَهٗ

✧✧ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے۔

قَالُوْا: فَلَمَّا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (اَلْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ) ثَبَتَ اَنَّ عَمَلًا لَا يَنْفُذُ مِنْ طَلَاقٍ، وَلَا عَتَاقٍ، وَلَا غَيْرِهٖ اِلَّا اَنْ تَكُوْنَ مَعَهٗ نِيَّةٌ فَكَانَ مِنَ الْحُجَّةِ لِلْاٰخَرِيْنَ فِيْ ذٰلِكَ اَنَّ هٰذَا الْكَلَامَ لَمْ يُقْصَدْ بِهٖ اِلٰى

الْمَعْنٰى اِلَى الَّذِیْ ذَکَرَهُ هٰذَا الْمُخَالِفُ، وَاِنَّمَا قَصَدَ بِهٖ اِلَى الْاَعْمَالِ الَّتِیْ یَجِبُ بِهَا الثَّوَابُ.

یہ حضرات یہ کہتے ہیں جب نبی اکرم ﷺ نے یہ فرمادیا کہ اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے تو یہ ثابت ہوگیا کہ طلاق غلام آزاد کرنے یا اس کے علاوہ دیگر کوئی عمل اس وقت تک نافذ نہیں ہوگا جب تک اس کے ہمراہ نیت موجود نہ ہو۔

اَلَا تَرَاهُ یَقُوْلُ (اَلْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ، وَاِنَّمَا لِکُلِّ امْرِءٍ مَا نَوٰی) یُرِیْدُ، مِنَ الثَّوَابِ ثُمَّ قَالَ: (فَمَنْ کَانَتْ هِجْرَتُهٗ اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ، فَهِجْرَتُهٗ اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ، وَمَنْ کَانَتْ هِجْرَتُهٗ اِلٰى دُنْیَا یُصِیْبُهَا اَوْ اِلَى امْرَاَةٍ یَتَزَوَّجُهَا، فَهِجْرَتُهٗ اِلٰى مَا هَاجَرَ اِلَیْهِ) فَذٰلِکَ لَا یَکُوْنُ اِلَّا جَوَابًا لِسُؤَالٍ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ سُئِلَ عَمَّا لِلْمُهَاجِرِ فِیْ عَمَلِهٖ، اَیْ: هِجْرَتِهٖ فَقَالَ: (اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ) حَتّٰی اَتٰی عَلَى الْکَلَامِ الَّذِیْ فِی الْحَدِیْثِ وَلَیْسَ ذٰلِکَ مِنْ اَمْرِ الْاِکْرَاهِ عَلَى الطَّلَاقِ وَالْعَتَاقِ وَالرَّجْعَةِ وَالْاَیْمَانِ، فِیْ شَیْءٍ فَانْتَفٰی هٰذَا الْحَدِیْثُ اَیْضًا اَنْ یَکُوْنَ فِیْهِ حُجَّةٌ لِاَهْلِ الْمَقَالَةِ الَّتِیْ بَدَاْنَا بِذِکْرِهَا، عَلٰی اَهْلِ الْمَقَالَةِ الَّتِیْ ثَنَّیْنَا بِذِکْرِهَا

دوسرے موقف کے قائلین نے اس بارے میں یہ دلیل دی ہے کہ اس کلام میں وہ مفہوم مراد نہیں لیا گیا جو اس مخالف نے بیان کیا ہے۔ اس کے ذریعے یہ مفہوم مراد لیا گیا ہے کہ وہ اعمال جن کے نتیجے میں ثواب ملتا ہے' کیا تم نے دیکھا نہیں؟ آپ نے ارشاد فرمایا ہے: اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے اور ہر شخص کو اس کی نیت کے مطابق اجر ملے گا۔ نبی اکرم ﷺ کی مراد اس کا ثواب ہے پھر آپ نے ارشاد فرمایا: جس کی ہجرت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو اور اس کے رسول کی طرف ہو تو اس کی ہجرت اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرف شمار ہوگی اور جس شخص کی ہجرت دنیا کے لیے ہوتا کہ وہ اسے حاصل کرے یا عورت کے لیے ہوتا کہ وہ اس کے ساتھ شادی کرے تو وہ اس کی ہجرت اسی طرف شمار ہوگی جس طرف اس نے کی ہے تو یہ صرف اسی صورت میں ہوسکتا ہے جب یہ کسی سوال کا جواب ہو اور نبی اکرم ﷺ سے اس شخص کے بارے میں دریافت کیا گیا ہو جس نے اپنے کسی خاص مقصد کے تحت ہجرت کی ہو تو آپ نے فرمایا: عمل کا دارومدار نیت پر ہے۔ یہاں تک کہ نبی اکرم ﷺ نے وہ بات ارشاد فرمائی جو اس حدیث میں موجود ہے اس چیز کا تعلق طلاق یا غلام آزاد کرنے یا رجوع کرنے یا قسم اٹھانے' پر مجبور کرنے کے ساتھ نہیں ہے بلکہ اس حدیث کے ذریعے تو پہلے موقف کے قائلین کی دلیل کی نفی ہو جاتی ہے جن کا ذکر ہم شروع میں کر چکے ہیں اور ان لوگوں کا موقف ثابت ہوتا ہے جن کا ذکر ہم نے بعد میں کیا ہے۔

**382**- وَکَانَ مِمَّا احْتَجَّ بِهٖ اَهْلُ الْمَقَالَةِ الثَّانِیَةِ لِقَوْلِهِمُ الَّذِیْ ذَکَرْنَا،

مَا حَدَّثَنَا فَهْدٌ، قَالَ: ثنا اَبُوْ بَکْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ، قَالَ: ثنا اَبُوْ اُسَامَةَ، عَنِ الْوَلِیْدِ بْنِ جُمَیْعٍ، قَالَ: ثنا اَبُو الطُّفَیْلِ، قَالَ: ثنا (حُذَیْفَةُ بْنُ الْیَمَانِ، قَالَ مَا مَنَعَنِیْ اَنْ اَشْهَدَ بَدْرًا، اِلَّا اَنِّیْ خَرَجْتُ اَنَا وَاَبِیْ، فَاَخَذَنَا کُفَّارُ قُرَیْشٍ، فَقَالُوْا: اِنَّکُمْ تُرِیْدُوْنَ مُحَمَّدًا فَقُلْنَا: مَا نُرِیْدُ اِلَّا الْمَدِیْنَةَ فَاَخَذُوْا مِنَّا عَهْدَ اللّٰهِ وَمِیْثَاقَهٗ لَنَنْصَرِفَنَّ اِلَى الْمَدِیْنَةِ، وَلَا نُقَاتِلُ مَعَهٗ فَاَتَیْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرْنَاهُ فَقَالَ انْصَرِفَا نَفِیْ لَهُمْ بِعُهُوْدِهِمْ، وَنَسْتَعِیْنُ اللّٰهَ عَلَیْهِمْ) مِنَ الْوَفَاءِ نَفْیَ ضِدِّ الْغَدْرِ

✧✧ دوسرے موقف کے قائلین جن کا قول ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں وہ یہ دلیل دیتے ہیں۔

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں غزوۂ بدر میں شامل نہیں ہوا صرف اس وجہ سے کیونکہ میں اور میرے والد نکلے تھے ہمیں کفار قریش نے پکڑ لیا انہوں نے کہا: تم لوگ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا رہے ہو۔ ہم نے کہا: ہم تو مدینہ منورہ جا رہے ہیں تو انہوں نے ہم سے اللہ تعالیٰ کے نام پر عہد لیا کہ ہم واپس مدینہ منورہ جائیں گے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مل کر جنگ میں حصہ نہیں لیں گے پھر جب ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کو اس بارے میں بتایا تو آپ نے فرمایا: تم دونوں عہد کو پورا کرو ہم ان کے عہد کو پورا کرینگے اور ان کیخلاف اللہ تعالیٰ سے مدد لیں گے۔

**383**- حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ دَاوُد، قَالَ ثنا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ صَالِحٍ. قَالَ: حَدَّثَنِي يُوْنُسُ بْنُ بُكَيْرٍ، عَنِ الْوَلِيْدِ، عَنْ اَبِي الطُّفَيْلِ، عَنْ حُذَيْفَةَ، قَالَ: خَرَجْتُ اَنَا وَاَبِي حُسَيْلٍ، وَنَحْنُ نُرِيْدُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ ذَكَرَ نَحْوَهُ.

✧✧ ایک اور روایت میں یہ الفاظ ہیں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں اور حضرت ابوحسیل رضی اللہ عنہ جا رہے تھے ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جا رہے تھے اس کے بعد انہوں نے حسب سابق حدیث نقل کی ہے۔

قَالُوْا: فَلَمَّا مَنَعَهُمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ حُضُوْرِ بَدْرٍ، لِاسْتِحْلَافِ الْمُشْرِكِيْنَ الْقَاهِرِيْنَ لَهُمَا، عَلٰى مَا اسْتَحْلَفُوْهُمَا عَلَيْهِ، ثَبَتَ بِذٰلِكَ اَنَّ الْحَلِفَ عَلَى الطَّوَاعِيَةِ وَالْاِكْرَاهِ سَوَاءٌ، كَذٰلِكَ الطَّلَاقُ وَالْعَتَاقُ وَهٰذَا اَوْلٰى مَا فُعِلَ فِي الْاٰثَارِ، اِذَا وُقِفَ عَلٰى مَعَانِي بَعْضِهَا اَنْ يُّحْمَلَ مَا بَقِيَ مِنْهَا عَلٰى مَا لَا يُخَالِفُ ذٰلِكَ الْمَعْنٰى، مَتٰى مَا قَدَرَ عَلٰى ذٰلِكَ، حَتّٰى لَا تَضَادَّ

یہ حضرات یہ کہتے ہیں کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان حضرات کو غزوۂ بدر میں شامل ہونے سے منع کر دیا صرف اس وجہ سے کہ مشرکین نے ان سے زبردستی حلف لیا تھا اور اس صورتحال میں جو ان مشرکین نے ان دونوں حضرات سے اس بارے میں لیا تھا تو اس سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ اپنی مرضی کے ساتھ اور مجبوری کے عالم میں حلف ثابت ہو جاتا ہے اور اس کی حیثیت ایک جیسی ہے اسی طرح طلاق اور غلام آزاد کرنے کا حکم ہوگا تو یہ زیادہ مناسب ہے جو آثار میں روایت کیا گیا ہے جب ان میں سے کچھ کے معانی کو موقوف کیا جائے اور اسی بات پر محمول کیا جائے جو ایسی صورت باقی رہ گئی ہو جو اسی معانی کی مخالف نہ ہو جب تک اینا کیا جانا ممکن ہوتا کہ ان کے درمیان کوئی تضاد نہ رہے۔

فَثَبَتَ بِمَا ذَكَرْنَا اَنَّ حَدِيْثَ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فِي الشِّرْكِ، وَحَدِيْثَ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فِي الطَّلَاقِ وَالْاَيْمَانِ، وَمَا اَشْبَهَ ذٰلِكَ

ہم نے جو بات ذکر کی ہے اس سے یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث شرک کے بارے میں تھی اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی نیت طلاق اور قسم اور اس جیسے دیگر معاملات کے بارے میں ہے۔

وَاَمَّا حُكْمُ ذٰلِكَ مِنْ طَرِيْقِ النَّظَرِ، فَاِنَّ فِعْلَ الرَّجُلِ مُكْرَهًا، لَا يَخْلُو مِنْ اَحَدِ وَجْهَيْنِ: اِمَّا اَنْ يَّكُوْنَ

الْمُكْرَهُ عَلَى ذٰلِكَ الْفِعْلِ إِذَا فَعَلَهُ مُكْرَهًا، فِي حُكْمِ مَنْ لَمْ يَفْعَلْهُ، فَلَا يَجِبُ عَلَيْهِ شَيْءٌ أَوْ يَكُونَ فِي حُكْمِ مَنْ فَعَلَهُ، فَيَجِبُ عَلَيْهِ، مَا يَجِبُ عَلَيْهِ لَوْ فَعَلَهُ غَيْرَ مُسْتَكْرَهٍ۔

جہاں تک غور وفکر کے حوالے سے اس کے حکم کا تعلق ہے تو آدمی کا مجبوری کے عالم میں کیا جانے والا عمل دو صورتوں سے خالی نہیں ہوگا یا تو وہ شخص اس فعل کے ارتکاب کے وقت مجبور ہوگا جب وہ اسے مجبوری کے عالم میں کرے گا اور اس وقت یہ شخص اس شخص کے حکم میں ہوگا جس نے یہ کام نہیں کیا تو ایسی صورت میں اس شخص پر کوئی چیز لازم نہیں ہوگی یا یہ شخص اس شخص کے حکم میں ہوگا جس نے وہ عمل کیا ہے تو ایسی صورت میں اس پر وہ حکم لازم ہوگا جو اس پر اس صورت میں لازم ہوتا جب اس نے اسے مجبوری کے بغیر کیا ہوتا۔

فَنَظَرْنَا فِي ذٰلِكَ، فَرَأَيْنَاهُمْ لَا يَخْتَلِفُونَ فِي الْمَرْأَةِ إِذَا أَكْرَهَهَا زَوْجُهَا وَهِيَ صَائِمَةٌ فِي شَهْرِ رَمَضَانَ أَوْ حَاجَّةٌ، فَجَامَعَهَا، أَنَّ حَجَّهَا يَبْطُلُ، كَذٰلِكَ صَوْمُهَا وَلَمْ يُرَاعُوا فِي ذٰلِكَ الِاسْتِكْرَاهِ، فَيُفَرِّقُوا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الطَّوَاعِيَةِ، وَلَا جُعِلَتِ الْمَرْأَةُ فِيهِ فِي حُكْمِ مَنْ لَمْ يَفْعَلْ شَيْئًا، بَلْ قَدْ جُعِلَتْ فِي حُكْمِ مَنْ قَدْ فَعَلَ فِعْلًا يَجِبُ عَلَيْهِ الْحُكْمُ، وَرُفِعَ عَنْهَا الْإِثْمُ فِي ذٰلِكَ خَاصَّةً

جب ہم نے اس بارے میں غور وفکر کیا تو ہم نے لوگوں کو دیکھا کہ ان کا ایسی عورت کے بارے میں کوئی اختلاف نہیں ہے جس کا شوہر اسے مجبور کرے اور اس عورت نے رمضان کے مہینے میں روزہ رکھا ہوا ہو یا وہ عورت حج کے لیے (احرام کی حالت میں ہو) اس کا شوہر اس کے ساتھ صحبت کر لیتا ہے تو اس کا حج بھی باطل ہوگا اور اس طرح اس کا روزہ بھی باطل ہوگا۔ علماء نے اس بارے میں اس عورت کے مجبور ہونے کی رعایت نہیں کی اور نہ ہی انہوں نے اس خاتون اور اپنی مرضی کے ذریعے یہ کام کرنے والی خاتون کے درمیان کوئی فرق کیا ہے اور نہ ہی انہوں نے اس خاتون کو اس عورت کی مانند قرار دیا ہے جس نے یہ کام کیا ہی نہ ہو بلکہ انہوں نے اس کو اس عورت کے حکم میں رکھا ہے جس نے یہ عمل کیا ہو اور اس پر حکم لازم ہو جائے گا۔ البتہ بطور خاص ایسی صورت میں اس عورت کو گناہ نہیں ہوگا۔

وَكَذٰلِكَ لَوْ أَنَّ رَجُلًا أَكْرَهَ رَجُلًا عَلَى جِمَاعِ امْرَأَةٍ أُضْطُرَّتْ إِلَى ذٰلِكَ، كَانَ الْمَهْرُ، فِي النَّظَرِ، عَلَى الْمُجَامِعِ، لَا عَلَى الْمُكْرِهِ، وَلَا يَرْجِعُ بِهِ الْمُجَامِعُ عَلَى الْمُكْرِهِ، لِأَنَّ الْمُكْرِهَ لَمْ يُجَامِعْ، فَيَجِبُ عَلَيْهِ بِجِمَاعِهِ مَهْرٌ، وَمَا يَجِبُ فِي ذٰلِكَ الْجِمَاعِ، فَهُوَ عَلَى الْمُجَامِعِ، لَا عَلَى غَيْرِهِ

اسی طرح ایک شخص دوسرے شخص کو کسی عورت کے ساتھ صحبت کرنے پر مجبور کرتا ہے جس عورت کو اس کی ضرورت ہو تو غور وفکر کے اعتبار سے مہر کی ادائیگی اس شخص پر لازم ہوگی جس نے صحبت کی ہو مجبور کرنے والے پر لازم نہیں ہوگی اور نہ ہی صحبت کرنے والا شخص مجبور کرنے والے سے یہ ادائیگی وصول کر سکتا ہے اس لیے کہ مجبور کرنے والے نے صحبت نہیں کی اس لیے صحبت کرنے والے پر اس کے صحبت کرنے کی وجہ سے مہر لازم ہوگا اور اس صحبت کے نتیجے میں جو بھی لازم ہوتا ہے وہ بھی لازم ہوگا یہ سب صحبت کرنے والے پر ہوگا اس کے بجائے کسی اور پر نہیں ہوگا۔

فَلَمَّا ثَبَتَ فِي هٰذِهِ الْأَشْيَاءِ أَنَّ الْمُكْرَهَ عَلَيْهَا مَحْكُومٌ عَلَيْهِ بِحُكْمِ الْفَاعِلِ كَذٰلِكَ فِي الطَّوَاعِيَةِ،

فَيُوجِبُونَ عَلَيْهِ فِيهَا مِنَ الْأَمْوَالِ، مَا يَجِبُ عَلَى الْفَاعِلِ لَهَا فِي الطَّوَاعِيَةِ، ثَبَتَ أَنَّهُ كَذٰلِكَ الْمُطَلِّقُ وَالْمُعْتِقُ وَالْمُرَاجِعُ فِي الْاِسْتِكْرَاهِ، يُحْكَمُ عَلَيْهِ بِحُكْمِ الْفَاعِلِ، فَيَلْزَمُ أَفْعَالَهُ كُلَّهَا .

جب ان تمام صورتوں کے ذریعے یہ بات لازم ہوگئی کہ جس شخص کو مجبور کیا گیا ہو اس پر وہی حکم لازم ہوگا جو اپنی رضامندی کے ساتھ یہ عمل کرنے والے کا حکم ہے تو اب اس صورت میں علماء اس پر وہ چیز لازم قرار دیں گے جس کا تعلق اموال کے ساتھ ہے وہی چیز لازم قرار دیں گے جو اس شخص پر لازم ہوتی جو اپنی مرضی کے ساتھ یہ عمل کرتا تو اس سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ طلاق دینے والے' آزاد کرنے والے اور رجوع کرنے والے جبکہ وہ مجبوری کے عالم میں ہوں ان پر وہی حکم لازم ہوگا جو اسے (رضامندی کے ساتھ) کرنے والے کا حکم ہے اور ان کے تمام افعال لازم ہوں گے۔

فَإِنْ قَالَ قَائِلٌ: فَلِمَ لَا أَجَزْتَ بَيْعَهُ وَإِجَارَتَهُ ؟ قِيلَ لَهُ: إِنَّا قَدْ رَأَيْنَا الْبُيُوعَ وَالْإِجَارَاتِ، قَدْ تُرَدُّ بِالْعُيُوبِ وَبِخِيَارِ الرُّؤْيَةِ، وَبِخِيَارِ الشَّرْطِ، وَلَيْسَ النِّكَاحُ كَذٰلِكَ، وَلَا الطَّلَاقُ وَلَا الْمُرَاجَعَةُ وَلَا الْعِتْقُ .

فَمَا كَانَ قَدْ تُنْقَضُ بِالْخِيَارِ لِلشُّرُوطِ فِيهِ وَبِالْأَسْبَابِ الَّتِي فِي أَصْلِهِ مِنْ عَدَمِ الرُّؤْيَةِ وَالرَّدِّ بِالْعُيُوبِ، نُقِضَ بِالْإِكْرَاهِ، وَمَا لَا يَجِبُ نَقْضُهُ بِشَيْءٍ بَعْدَ ثُبُوتِهِ، لَمْ يُنْقَضْ بِإِكْرَاهٍ وَلَا بِغَيْرِهِ وَهٰذَا قَوْلُ أَبِي حَنِيفَةَ، وَأَبِي يُوسُفَ، وَمُحَمَّدٍ، وَقَدْ رَأَيْنَا مِثْلَ هٰذَا قَدْ جَاءَتْ بِهِ السُّنَّةُ

اگر کوئی شخص یہ کہے تم ایسے شخص کی خرید وفروخت اور اجارہ کو جائز کیوں نہیں قرار دیتے تو یہ جواب دیا جائے گا ہم نے یہ دیکھا ہے کہ خرید وفروخت اور اجارات میں عیب کی وجہ سے یا خیار رویت کی وجہ سے یا خیار شرط کی وجہ سے معاہدے کو ختم کیا جا سکتا ہے لیکن نکاح میں ایسا نہیں ہوتا اور طلاق بھی ایسی نہیں ہوتی اور مراجعت اور غلام آزاد کرنے میں بھی ایسا نہیں ہوتا۔ تو وہ چیز شرط کے اختیار کی وجہ سے ٹوٹ سکتی ہو یا کسی اور وجہ سے تو جو معاملات اختیار کی وجہ سے یعنی اس میں موجود شرائط کے اختیار کی وجہ سے ٹوٹ جاتے ہوں ان اسباب کی وجہ سے جو نہ دیکھنے یا عیب کی وجہ سے واپس کردینے کی وجہ سے پائے جاتے ہوں یہ سب مجبوری کے عالم میں ٹوٹ جائیں گے اور جو ثابت ہو جانے کے بعد کسی بھی صورت میں نہیں ٹوٹ سکتے وہ مجبوری یا مجبوری کے بغیر کسی بھی صورت میں نہیں ٹوٹیں گے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ' امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی بات کے قائل ہیں۔ جب ہم نے اس کا جائزہ لیا تو سنت میں بھی یہی بات منقول ہے۔

**384**-حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي دَاوُدَ، قَالَ: ثنا الْوُحَاظِيُّ، قَالَ: ثنا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ، قَالَ: ثنا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ حَبِيبِ بْنِ أَرْدَكَ أَنَّهُ سَمِعَ عَطَاءَ بْنَ أَبِي رَبَاحٍ يَقُولُ: أَخْبَرَنِي يُوسُفُ بْنُ مَاهَكَ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ يُحَدِّثُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: (ثَلَاثٌ جِدُّهُنَّ جِدٌّ، وَهَزْلُهُنَّ جِدٌّ، النِّكَاحُ، وَالطَّلَاقُ، وَالرَّجْعَةُ) حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ مَرْزُوقٍ، قَالَ: ثنا الْخَصِيبُ وَأَسَدٌ، قَالَا: ثنا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ الدَّرَاوَرْدِيُّ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ حَبِيبِ بْنِ أَرْدَكَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي رَبَاحٍ، عَنِ ابْنِ مَاهَكَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ مِثْلَهُ حَدَّثَنَا فَهْدٌ، قَالَ: ثنا عَلِيُّ بْنُ مَعْبَدٍ، قَالَ: ثنا اِسْمَاعِيلُ بْنُ اَبِي كَثِيرٍ الْاَنْصَارِيُّ، عَنْ حَبِيبِ بْنِ اَرْدَكَ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ اَبِي رَبَاحٍ، عَنْ ابْنِ مَاهَكَ، عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ، عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ .

✧✧ یوسف بن ماہک بیان کرتے ہیں' انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے یہ بات نقل کرتے ہوئے سنا ہے۔ تین چیزیں ایسی ہیں جن میں سنجیدگی' سنجیدگی ہے اور مذاق بھی سنجیدگی شمار ہوگا۔ نکاح' طلاق اور رجوع کرنا۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے اس کی مانند ذکر کرتے ہیں۔

**385**- فَلَمَّا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ (ثَلَاثٌ جِدُّهُنَّ جِدٌّ وَّهَزْلُهُنَّ جِدٌّ) فَمَنَعَ النِّكَاحَ مِنَ الْبُطْلَانِ بَعْدَ وُقُوْعِهٖ، وَكَذٰلِكَ الطَّلَاقُ وَالْمُرَاجَعَةُ وَلَمْ نَرَ الْبُيُوْعَ حُمِلَتْ عَلٰى ذٰلِكَ الْمَعْنٰى، بَلْ حُمِلَتْ عَلٰى ضِدِّهٖ، فَجُعِلَ مَنْ بَاعَ لَاعِبًا، كَانَ بَيْعُهٗ بَاطِلًا، وَكَذٰلِكَ مَنْ اَجَرَ لَاعِبًا، كَانَتْ اِجَارَتُهٗ بَاطِلَةً .

فَلَمْ يَكُنْ ذٰلِكَ - عِنْدَنَا وَاللّٰهُ اَعْلَمُ - اِلَّا لِاَنَّ الْبُيُوْعَ وَالْاِجَارَاتِ، مِمَّا يُنْقَضُ بِالْاَسْبَابِ الَّتِيْ ذَكَرْنَا، فَنُقِضَتْ بِالْهَزْلِ، كَمَا نُقِضَتْ بِذٰلِكَ .

وَكَانَتِ الْاَشْيَاءُ الْاُخَرُ مِنَ الطَّلَاقِ وَالْعَتَاقِ وَالرَّجْعَةِ، لَا يَبْطُلُ بِشَيْءٍ مِنْ ذٰلِكَ، فَجُعِلَتْ غَيْرَ مَرْدُوْدٍ بِالْهَزْلِ .

فَكَذٰلِكَ اَيْضًا فِي النَّظَرِ، مَا كَانَ يُنْقَضُ بِالْاَسْبَابِ الَّتِيْ ذَكَرْنَا، نُقِضَ بِالْاِكْرَاهِ، وَمَا كَانَ لَا يُنْقَضُ بِتِلْكَ الْاَسْبَابِ، لَمْ يُنْقَضْ بِالْاِكْرَاهِ .

✧✧ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات ارشاد فرمادی: تین چیزیں ایسی ہیں جن میں سنجیدگی ہوگی اور مذاق بھی سنجیدگی شمار ہوگا تو آپ نے نکاح کے واقع ہوجانے کے بعد اس کے باطل ہونے کو مکروہ قرار دے دیا اور اس طرح طلاق اور رجوع کا بھی حکم ہے۔

جبکہ ہم نے خرید و فروخت کو دیکھا اسے اس معنی پر محمول نہیں کیا جاسکتا بلکہ اس کے برعکس معنی پر محمول کیا جائے گا لہٰذا جو شخص مذاق کے طور پر ایسا کرے گا اس کی بات کو باطل شمار کیا جائے گا۔ اسی طرح جو شخص مذاق کے طور پر اجیر رکھے گا وہ باطل ہوگا تو ہمارے نزدیک' باقی اللہ بہتر جانتا ہے' یہ صرف خرید و فروخت اور اجارے کے اندر ہے جو اسباب کی وجہ سے ٹوٹ جاتے تھے اور ان کا ہم پہلے ذکر کرچکے ہیں تو یہ مذاق کی وجہ سے بھی ٹوٹ جائے گی جو چیز مذکورہ بالا اسباب کی وجہ سے ٹوٹ جائے گی وہ زبردستی کے عالم میں بھی ٹوٹ جائے گی اور جو چیز اس کی وجہ سے نہیں ٹوٹے گی وہ زبردستی کی وجہ سے بھی نہیں ٹوٹے گی۔

**386**- وَقَدْ رُوِيَ ذٰلِكَ عَنْ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِي دَاوُدَ، قَالَ: ثنا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْعَلَّافُ، قَالَ: ثنا ابْنُ سَوَاءٍ،

قَالَ: ثنا اَبُوْ سِنَانٍ، قَالَ: سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيزِ يَقُوْلُ: (طَلَاقُ السَّكْرَانِ وَالْمُكْرَهِ جَائِزٌ)

✧✧ اس بارے میں حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ سے ایک روایت منقول ہے۔

ابوسنان کہتے ہیں میں نے حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے سنا ہے۔ نشے کے عالم میں دی گئی طلاق اور مجبوری کے عالم میں دی گئی طلاق جائز ہوگی۔

## زبردستی دلوائی جانے والی طلاق وقوع کا بیان

اور جس شخص کو زبردستی طلاق دینے پر مجبور کیا گیا ہو اس کی دی ہوئی طلاق واقع ہو جاتی ہے اس بارے میں امام شافعی کی دلیل مختلف ہے۔ وہ یہ فرماتے ہیں: مجبور کرنا اختیار کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتا اور اختیار کی دلیل سے شرعی تصرف معتبر ہوتا ہے' جبکہ مذاق میں طلاق دینے والے کا حکم اس سے مختلف ہے' کیونکہ وہ طلاق کے الفاظ استعمال کرنے کے بارے میں مختار ہوتا ہے۔ ہماری دلیل یہ ہے: اس شخص نے اپنی منکوحہ کو ایسی حالت میں طلاق دینے کا ارادہ کیا ہے جب وہ طلاق دینے کا اہل ہے' لہٰذا وہ اپنی ضرورت پوری کرنے کے لئے' اس کے حکم سے لاتعلق نہیں ہو سکتا' اور اس کو طائع پر قیاس کیا جائے گا۔ اس کی دلیل یہ ہے: اس نے دو طرح کی برائیوں کو جانا اور ان میں سے آسان کو اختیار کر لیا تو یہ اس کے اختیار کی نشانی ہے البتہ وہ اس کے حکم سے راضی نہیں ہے اور یہ بات اس حوالے سے رکاوٹ نہیں ہو سکتی جیسے مذاق میں طلاق دینے والے (کا بھی یہی حکم ہے)۔ (ہدایہ اولین، کتاب طلاق، لاہور)

## مجبوری (اِکراہ) کی طلاق

الإکراہ لغوی طور پر یہ اَکْرِہَ یَکْرَہ سے مصدر ہے۔ یعنی کسی کو ایسے کام کے کرنے یا چھوڑنے پر مجبور کیا جائے جس کو وہ ناپسند کرتا ہو۔ اصلاً یہ کلمہ رضا اور پسند کی مخالفت پر دلالت کرتا ہے۔ امام فرا کہتے ہیں:

یقال أقامنی علی کرہ ـ بالفتح ـ إذا أکرهك علیه إلیٰ أن قال: فیصیر الکرہ بالفتح فعل المضطر (اللسان: ۳۸۶۵۵)

کہا جاتا ہے مجھے مجبور کیا گیا۔ یعنی جب یہ فتحہ کے ساتھ ہو تو اس سے مراد مجبور شخص کا فعل ہوگا۔

## اکراہ کی اصطلاحی تعریف:

انسان کا ایسا کام کرنا یا کوئی ایسا کام چھوڑنا جس کے لیے وہ راضی نہ ہو۔ اگر اسے مجبور کیے بغیر آزاد چھوڑ دیا جائے تو وہ ایسا نہ کرے۔

کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ اکراہ سے مراد آدمی کا کوئی ایسا کام کرنا ہے جو وہ کسی دوسرے کے لیے انجام دیتا ہے۔ (معجم لغة الفقهاء: ص ۸۵)

مختلف اعتبار سے اِکراہ کی متعدد اقسام ہیں۔ اِکراہ اقوال میں بھی ہو سکتا ہے اور افعال میں بھی۔ جہاں تک افعال کا تعلق ہے تو اس کی بھی دو اقسام ہیں: مجبور اور غیر مجبور۔

## اَقوال میں اکراہ

علمائے کرام نے اقوال میں جبر کی صحت کو تسلیم کیا اور اس پر اتفاق کیا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ جو شخص حرام قول پر مجبور کیا جائے،

اُس پر جبر معتبر مانا جائے گا۔ اسے وہ حرام بات کہ کر اپنے آپ کو چھڑانا جائز ہے اور اس پر کسی قسم کا کوئی گناہ نہیں ہوگا۔ زبردستی کا تصور تمام اقوال میں پایا جاتا ہے، لہٰذا جب کوئی شخص کسی بات کے کہنے پر مجبور کر دیا جائے تو اس پر کوئی حکم مرتب نہیں ہوگا اور وہ لغو جائے گا۔

اس سلسلے میں احناف نے فسخ اور عدم فسخ کے مابین تفریق کو ملحوظ رکھا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ اگر اکراہ خرید و فروخت اور اُجرت دینے میں ہو پھر تو وہ فسخ ہو جائے گا، لیکن طلاق، عتاق (آزادی) اور نکاح میں فسخ کا احتمال باقی نہیں رہے گا۔ لہٰذا جو شخص بیع و تجارت کے لیے مجبور کیے جانے کے بعد بیع کر لے تو اس کو اختیار ہے، چاہے تو اس بیع کو باقی رکھے یا پھر فسخ کر دے، لیکن طلاق، آزادی اور نکاح میں اختیار باقی نہیں رہے گا۔ (العنایة والکفایة: ۱۶۶۸)

تاہم اس ضمن میں اگر ادلہ شرعیہ کا جائزہ لیا جائے تو عدم تفریق کا قول زیادہ قرین قیاس معلوم ہوتا ہے۔ فرمانِ عالی شان ہے:

اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَ قَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّۢ بِالْاِيْمَانِ (النحل:۱۰۶)

مگر یہ کہ وہ مجبور کیا گیا ہو اور اس کا دل ایمان پر مطمئن ہو۔

امام شافعی اس کے متعلق فرماتے ہیں: إن الله سبحانه وتعالىٰ لما وضع الكفر عمن تلفظ به حال الكراه أسقط عنه أحكام الكفر، كذلك سقط عن المكره ما دون الكفر لإن الأعظم إذا سقط سقط ما هو دونه من باب أولىٰ (الام:۳۰،۲۷۰)

جس طرح اللہ تعالیٰ نے حالتِ اکراہ میں کلمۂ کفر کہنے میں رخصت عنایت کی ہے اور اس سے کفریہ احکام ساقط کیے ہیں، بالکل اسی طرح کفر کے علاوہ دیگر چیزیں بھی مجبور سے ساقط ہو جائیں گی، کیونکہ جب بڑا گناہ ساقط ہو گیا تو چھوٹے گناہ تو بالاولیٰ ساقط ہو جائیں گے۔ سیّدنا عبداللہ بن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إن الله وضع عن أمتي الخطأ والنسيان وما استكرهوا عليه (سنن ابن ماجہ:۲۰۴۵)

اللہ تعالیٰ نے میری اُمت سے خطا و نسیان اور مجبوری سے کیے جانے والے کام معاف کر دیے ہیں۔

ابن قیم الجوزیہ کہتے ہیں: مجبور کے کسی کلام کا کوئی اعتبار نہیں ہے، قرآنِ کریم بھی اس پر دلالت کرتا ہے کہ جو شخص کلمۂ کفر کہنے پر مجبور کیا جائے، وہ کافر نہیں ہوگا اور اسی طرح جو اسلام کے لیے مجبور کیا جائے، اسے مسلمان بھی تسلیم نہیں کیا جائے گا۔ سنت میں بھی واضح اشارہ ملتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجبور شخص سے تجاوز کیا ہے اور اس کو مؤاخذے سے بری قرار دیا ہے اس کے بعد امام ابن قیم اقوال اور افعال میں اکراہ کے مابین فرق بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

اَقوال میں اکراہ اور افعال میں اکراہ کے مابین فرق یہ ہے کہ افعال کے وقوع پذیر ہو جانے کے بعد اس کے مفاسد کا خاتمہ ناممکن ہے۔ جبکہ اقوال کے مفاسد کو سوئے ہوئے اور مجنون پر قیاس کرتے ہوئے دور کیا جا سکتا ہے۔ (زاد المعاد: ۲۰۵۵،۲۰۶)

یہاں یہ بھی یاد رہے کہ اکراہ (جبر) کی ایک تقسیم درست اور غیر درست کے اعتبار سے بھی کی گئی ہے۔ غیر درست اکراہ تو وہ ہے کہ جس میں ظلم و زیادتی سے کوئی بات منوائی گئی ہو۔ جبکہ درست اکراہ یہ ہے کہ جس میں حاکم کسی شخص کو اپنا مال بیچنے پر مجبور کرے

تا کہ وہ اس سے اپنا قرض ادا کرے۔ یا وہ ایلاء کرنے والے کو طلاق دینے پر مجبور کرے جب کہ وہ رجوع کرنے سے انکار کرے۔
(جامع العلوم والحکم: ص ۳۷۷)

## اکراہ کی شرائط کا فقہی بیان

اہل علم نے اکراہ کی درج ذیل شرائط کا تذکرہ کیا ہے:

۱- اکراہ اس شخص کی طرف سے ہوگا جو صاحب قدرت ہو جیسے حکمران۔

۲- مجبور کو ظن غالب ہو کہ اگر میں نے اس کی بات نہ مانی تو یہ دعید اور اپنی دھمکی کو نافذ کر دے گا اور مجبور اس سے بچنے یا بھاگنے سے عاجز ہو۔

۳- اکراہ ایسی چیز سے ہو جس سے مجبور کو نقصان پہنچنے کا ڈر ہو۔ (شرح الکبیر: ۳۶۷۲)

ان شروط پر مالکیہ، شافعیہ اور حنابلہ نے اتفاق کا اظہار کیا ہے۔ البتہ ان میں سے کچھ لوگوں نے چند دیگر شرائط کا اضافہ بھی کیا ہے۔ ظاہر بات یہ ہے کہ اکراہ کی تحدید حاکم اور مفتی کے ساتھ خاص کی جائے گی اور انہی کے ثابت کردہ اکراہ کا اعتبار کیا جائے گا۔ کیونکہ یہ لوگوں کے احوال کے ساتھ بدلتا رہتا ہے۔ (الکفایۃ: ۱۶۸۸)

## اکراہ کی صورت میں وقوع طلاق میں فقہی مذاہب اربعہ

اس تحریر میں مجبوری کی طلاق کو موضوع بحث بنانے کا مقصد اس قضیے کا حل ہے کہ ایسی طلاق وقوع پذیر ہوتی ہے یا نہیں؟

امام مالک علیہ الرحمہ، شافعی، احمد اور داؤد ظاہری کے نزدیک ایسی طلاق واقع نہیں ہوتی۔ یہی قول عمر بن خطاب، علی بن ابی طالب، ابن عمر، ابن زبیر، ابن عباس اور دیگر کثیر جماعت کا ہے۔ جبکہ امام ابوحنیفہ اور ان کے صاحبین نے اس طلاق کے وقوع کا موقف اختیار کیا ہے اور یہی موقف شعبی، نخعی اور ثوری کا بھی ہے۔ (الکفایۃ والعنایۃ: ۳۴۴۳)

سببِ اختلاف یہ ہے کہ مجبور کیا جانے والا مختار ہے یا نہیں؟ کیونکہ طلاق کے الفاظ بولنے والے کا ارادہ تو طلاق دینے کا نہیں ہوتا اور وہ تو اپنے لئے دو برائیوں میں سے کم تر برائی کو اختیار کر رہا ہوتا ہے اور وہ مجبور کرنے والے کی وعید سے بچنے کے لیے طلاق دینے کو اختیار کر لیتا ہے۔

## فقہاءِ احناف اور ان کے مؤیدین کے دلائل

۱- نصب الرایۃ میں ہے کہ ایک آدمی سو رہا تھا کہ اس کی بیوی نے چھری پکڑ کر اس کے گلے پر رکھی اور دھمکی دی کہ تو مجھے طلاق دے، ورنہ میں تیرا کام تمام کر دوں گی۔ اس شخص نے اسے اللہ کا واسطہ دیا لیکن وہ نہ مانی۔ لہٰذا اس نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں۔ پھر وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور تمام ماجرا بیان کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لاقیلولۃ فی الطلاق (نصب الرایۃ: ۲۲۲۳) طلاق میں کوئی فسخ نہیں ہے۔

۲- ابو ہریرہ سے روایت ہے: ثلاث جدھن جد، وھزلھن جد: النکاح والطلاق والرجعۃ۔ (سنن ترمذی: ۱۱۸۴)

تین چیزوں کی سنجیدگی بھی سنجیدگی ہے اور مذاق بھی سنجیدگی ہے۔ نکاح، طلاق اور رجوع۔

اَحناف اس حدیث سے اس طرح استدلال کرتے ہیں کہ مذاق کرنے والے کا مقصد تو وقوعِ طلاق نہیں ہوتا بلکہ اس نے فقط لفظ کا ارادہ کیا ہوتا ہے۔ اس کی طلاق کا واقع ہونا واضح کرتا ہے کہ مجرد لفظ کا بھی اعتبار کیا جائے گا۔ اس طرح مجبور کو بھی مذاق کرنے والے پر قیاس کیا جائے گا، کیونکہ دونوں کا مقصود لفظ ہوتا ہے، معنیٰ مراد نہیں ہوتا۔ (فتح القدیر:۳۴۴۳)

۳-حضرت عمر سے مروی ہے:

أربع مبهمات مقفولات ليس فيهن رد: النكاح والطلاق، والعتاق والصدقة (ایضاً)

چار مبہم چیزیں بند کی ہوئی ان میں واپسی نہیں ہوسکتی: نکاح، طلاق، آزادی اور صدقہ

۴-ایک حدیث حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ اور ان کے والدِ گرامی سے متعلق ہے جب ان دونوں سے مشرکین نے نہ لڑنے کا حلف لیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

نفي لهم بعهدهم ونستعين الله عليهم (صحیح مسلم:۱۷۸۷)

ہم ان سے معاہدہ پورا کریں گے اور اللہ سے ان کے خلاف مدد مانگیں گے۔ اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے کہا گیا ہے کہ قسم حالت اکراہ اور غیر اکراہ میں برابر ہے۔ لہٰذا مجرد لفظ کے ساتھ کسی حکم کی نفی کے لیے اکراہ کو معتبر نہیں مانا جائے گا۔ جیسا کہ طلاق۔ (فتح القدیر:۳۴۴۳)

۵-اُن کا یہ بھی کہنا ہے کہ یہ مکلف کی طرف سے ایسے محل میں طلاق ہے جس کا وہ مالک ہے لہٰذا اس پر غیر مجبور کی طلاق کے احکام مرتب ہوں گے۔ (الہدایۃ:۳۴۴۳)

## مجبوری کی طلاق کے غیر معتبر ہونے پر بعض اہل ظواہر کے دلائل

۱-حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہتے ہوئے سنا: لا طلاق ولا عتاق في غلاق (مسند احمد:۲۷۶۶)

زبردستی کی کوئی طلاق اور آزادی نہیں ہے۔ اور اکراہ زبردستی میں شامل ہے، کیونکہ مجبور و مکرہ شخص تصرف کا حق کھو بیٹھتا ہے۔

۲-حضرت علی رضی اللہ عنہ سے موقوفاً روایت ہے:

كل طلاق جائز إلا طلاق المعتوه والمكره (سنن ترمذی:۱۱۹۱)

دیوانے اور مکرہ کے سوا ہر ایک کی طلاق جائز ہے۔

۳-صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بن عباس کا قول ہے:

طلاق السكران والمستكره ليس بجائز (صحیح بخاری، ترجمۃ الباب: باب الطلاق فی الغلاق)

مجبوری اور نشے کی حالت میں طلاق جائز نہیں ہے۔

۴-ثابت بن احنف نے عبدالرحمٰن بن زید بن خطاب کی اُمّ ولد سے نکاح کرلیا۔ کہتے ہیں کہ عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن زید

بن خطاب نے مجھے بلایا۔ میں اُن کے ہاں آیا تو وہاں دو غلام کوڑے اور زنجیریں پکڑ کر بیٹھے ہوئے تھے۔ اُس نے مجھ سے کہا: تو نے میرے باپ کی اُمّ ولد سے میری رضا کے بغیر نکاح کیا ہے۔ میں تجھے موت کے گھاٹ اُتار دوں گا۔ پھر کہنے لگا: تو طلاق دیتا ہے یا میں کچھ کروں؟ تو میں نے کہا: ہزار بار طلاق۔ میں اس کے ہاں سے نکل کر عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور سارا ماجرا بیان کیا تو آپ نے فرمایا: یہ طلاق نہیں ہے، اپنی بیوی کے پاس چلا جا۔ پھر میں عبداللہ بن زبیر کے پاس آیا تو انہوں نے بھی یہی فرمایا۔ (مؤطا امام مالک علیہ الرحمہ، کتاب الطلاق، باب جامع الطلاق: ۱۲۴۵)

۵- چونکہ یہ قول زبردستی منوایا جاتا ہے، اس لیے یہ کوئی تاثیر نہیں رکھتا۔ جیسا کہ مجبوری کی حالت میں کلمۂ کفر کہنا۔

(المغنی: ۱۰/۳۵۱، زادالمعاد: ۲۰۴۵)

## بَابُ الرَّجُلِ يَنْفِیْ حَمْلَ امْرَاَتِهٖ اَنْ يَّكُوْنَ مِنْهُ

## باب 8: جو شخص اپنی بیوی کے حمل کی نفی کردے کہ یہ اس سے ہے

## (یعنی اس کے اپنی اولاد ہونے کا انکار کردے)

قَالَ اَبُوْ جَعْفَرٍ: ذَهَبَ قَوْمٌ اِلٰی اَنَّ الرَّجُلَ اِذَا نَفٰی حَمْلَ امْرَاَتِهٖ، اَنْ يَّكُوْنَ مِنْهُ، لَاعَنَ الْقَاضِیْ بَيْنَهَا وَبَيْنَهٗ بِذٰلِكَ الْحَمْلِ، وَاَلْزَمَهٗ اُمَّهٗ، وَاَبَانَ الْمَرْاَةَ مِنْ زَوْجِهَا

امام ابوجعفر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: کچھ حضرات اس بات کے قائل ہیں کہ جب کوئی شخص اپنی بیوی کے حمل کی نفی کردے اور کہے یہ اس سے نہیں ہے تو قاضی اس شخص اور اس عورت کے درمیان اس عمل کا لعان کروائے گا اور بچے کو اس کی ماں کی طرف منسوب کر دے گا اور عورت اور اس کے شوہر کے درمیان علیحدگی کروادے گا۔

### لعان کے فقہی مفہوم کا بیان

لعان اور ملاعنہ کے معنی ہیں ایک دوسرے پر لعنت کرنا، شرعی اصطلاح میں لعان اس کو کہتے ہیں کہ جب شوہر اپنی بیوی پر زنا کی تہمت لگائے یا جو بچہ پیدا ہوا اس کے بارے میں یہ کہے کہ یہ میرا نہیں نہ معلوم کس کا ہے اور بیوی اس سے انکار کرے اور کہے کہ تم مجھ پر تہمت لگا رہے ہو پھر وہ قاضی اور شرعی حاکم کے پاس فریاد کرے قاضی شوہر کو بلا کر اس الزام کو ثابت کرنے کے لئے کہے چنانچہ اگر شوہر گواہوں کے ذریعہ ثابت کردے تو قاضی اس کی بیوی پر زنا کی حد جاری کرے اور اگر شوہر چار گواہوں کے ذریعہ الزام ثابت نہ کر سکے تو پھر قاضی پہلے شوہر کو اس طرح کہلائے کہ میں خدا کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ میں نے جو زنا کی نسبت اس کی طرف کی ہے اس میں سچا ہوں عورت کی طرف اشارہ کر کے چار دفعہ شوہر اسی طرح کہے پھر پانچویں دفعہ مرد کی طرف اشارہ کر کے یوں کہے کہ اس مرد نے میری طرف جو زنا کی نسبت کی ہے اگر اس میں یہ سچا ہے تو مجھ پر خدا کا غضب ٹوٹے۔

جب دونوں اس طرح ملاعنت کریں تو حاکم دونوں میں جدائی کرادے گا اور ایک طلاق بائن پڑھ جائے گی اور وہ عورت اس مرد کے لئے ہمیشہ کے لئے حرام ہو جائے گی ہاں اگر اس کے بعد مرد خود اپنے کو جھٹلائے یعنی یہ اقرار کرلے کہ میں نے عورت پر

جھوٹی تہمت لگائی تھی تو اس صورت میں اس پر حد تہمت جاری کی جائے گی اور عورت سے پھر نکاح کرنا اس کے لئے درست ہو جائے گا لیکن حضرت امام ابو یوسف یہ فرماتے ہیں کہ اگر مرد خود اپنے کو جھٹلائے تب بھی عورت اس کے لئے ہمیشہ کو حرام رہے گی۔

## حکم لعان کے نزول کا بیان

حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ ایک صحابی ہلال ابن امیہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اپنی بیوی شریک ابن سحماء صحابی کے ساتھ زنا کی تہمت لگائی یعنی ہلال نے کہا کہ شریک ابن سحماء نے میری بیوی کے ساتھ زنا کیا ہے ) نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم نے ہلال سے فرمایا کہ اپنے الزام کے ثبوت میں گواہ پیش کرو ورنہ جھوٹی تہمت لگانے کے جرم میں تمہاری پیٹھ پر حد جاری کی جائے گی یعنی اسی کوڑے مارے جائیں گے ہلال نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اگر ہم میں سے کوئی کسی کو اپنی بیوی کے ساتھ بدکاری میں مبتلا دیکھے تو کیا وہ گواہ ڈھونڈھنے چلا جائے؟ یعنی اول تو ایسی صورت میں اتنا موقع کہاں کہ کسی کو گواہ کرے پھر یہ کہ کسی کو گواہ کرنے کی وہ جگہ کیا ہے لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہی فرمائے جارہے تھے کہ گواہ پیش کرو ورنہ تمہاری پیٹھ پر حد جاری کی جائے گی پھر ہلال نے عرض کیا کہ قسم ہے اس پاک ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا میں سچا ہوں مجھے یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسا حکم ضرور نازل فرمائے گا جو میری پیٹھ کو حد سے بری رکھے گا، آخر کار کچھ ہی عرصہ بعد حضرت جبریل تشریف لائے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ آیتیں نازل کی گئی ہیں آیت (وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ اَزْوَاجَهُمْ) (24۔النور:26) (یعنی اور جو لوگ کہ اپنی بیویوں کو تہمت لگاتے ہیں الخ پھر اس کے بعد کی آیتوں (اِنْ كَانَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ) (24۔النور:26) تک تلاوت کی اس کے بعد ہلال دربار رسالت میں حاضر ہوئے اور گواہی دی یعنی لعان کی جو تفصیل پیچھے بیان کی جاچکی ہے اس کے ساتھ انہوں نے پانچ مرتبہ گواہی کے ذریعہ لعان کیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ میں تم سے کوئی ایک جھوٹا ہے سو تم میں سے کون ہے جو توبہ کرے اس کے بعد ہلال کی بیوی کھڑی ہوئی اور لعان کیا یعنی چار مرتبہ اپنی پاکدامنی کی شہادت دی اور جب وہ پانچویں مرتبہ گواہی دینے چلی تو صحابہ نے اس کو روکا اور کہا کہ اچھی طرح سوچ سمجھ لو یہ پانچویں گواہی تم دونوں کے درمیان جدائی کو واجب کردے گی یا اگر تم جھوٹی ہو گی تو آخرت میں عذاب کو واجب کردے گی۔

حضرت ابن عباس کہتے ہیں یہ سن کر وہ عورت ٹھہر گئی اور پیچھے ہٹی یعنی وہ پانچویں مرتبہ کچھ گواہی دینے میں متامل ہوئی جس سے ہمیں یہ گمان ہوا کہ یہ اپنی بات سے پھر جائے گی لیکن پھر اس نے کہا کہ میں لعان سے بچ کر اور اپنے خاوند کے الزام کی تصدیق کر کے اپنی قوم کو ساری عمر کے لئے رسوا نہیں کروں گی یہ کہہ کر اس نے پانچویں گواہی کو بھی پورا کیا اس طرح جب لعان پورا ہو گیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں میاں بیوی کے درمیان جدائی کرادی تو آپ نے فرمایا کہ اس کو دیکھتے رہنا اگر اس نے ایسے بچے کو جنم دیا جس کی آنکھیں سرمئی کولہے بھاری اور پنڈلیاں موٹی ہوں تو وہ بچہ شریک ابن سحماء کا ہو گا کیونکہ شریک اسی طرح کے ہیں چنانچہ جب اس عورت نے ایسے ہی بچہ کو جنم دیا جو شریک کے مشابہ تھا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر کتاب اللہ کا مذکورہ حکم نہ ہوتا جس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ لعان کرنے والوں پر تعزیر جاری نہیں ہوگی ) تو پھر میں اس عورت کے ساتھ دوسرا ہی معاملہ کرتا یعنی شریک کے ساتھ اس بچہ کی مشابہت اس عورت کی بدکاری کا ایک واضح قرینہ ہے اس لئے اس کی اس بدکاری پر میں

اس کو ایسی سزا دیتا کہ دیکھنے والوں کو عبرت ہوتی۔ (بخاری)

اس حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اسلام میں سب سے پہلے حضرت ہلال نے لعان کیا ہے اور اس موقع پر لعان کے سلسلہ میں مذکورہ آیت نازل ہوئی اس بارے میں جو تحقیقی تفصیل ہے وہ حضرت سہل کی روایت کی تشریح میں بیان ہو چکی ہے۔

بلاشبہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے الخ، بظاہر زیادہ صحیح یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات ان دونوں کے لعان سے فارغ ہونے کے بعد ارشاد فرمائی اور اس ارشاد گرامی کی مراد یہ ہے کہ جو بھی شخص کوئی جھوٹی بات کہے یا کسی پر جھوٹی تہمت لگائے تو اس پر لازم ہے کہ وہ توبہ کرے بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات لعان سے پہلے ان دونوں کو جھوٹ کے عواقب سے ڈرانے کے لئے ارشاد فرمائی تھی۔

اس حدیث میں اس بات کی دلیل ہے کہ حاکم و قاضی کسی بھی معاملہ میں اپنے گمان و خیال قرائن اور کسی علامت کی بنیاد پر کوئی حکم نہ دے بلکہ وہی حکم دے جس کے دلائل و شواہد تقاضا کریں۔

## لعان کے حکم کا بیان

علامہ علی بن محمد زبیدی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ لعان کا حکم یہ ہے کہ اس سے فارغ ہوتے ہی اس شخص کو اُس عورت سے وطی حرام ہے مگر فقط لعان سے نکاح سے خارج نہ ہوئی بلکہ لعان کے بعد حاکم اسلام تفریق کر دے گا اور اب مطلقہ بائن ہوگئی لہٰذا بعد لعان اگر قاضی نے تفریق نہ کی ہو تو طلاق دے سکتا ہے ایلا و ظہار کر سکتا ہے دونوں میں سے کوئی مر جائے تو دوسرا اُس کا ترکہ پائیگا اور لعان کے بعد اگر وہ دونوں علیحدہ ہونا نہ چاہیں جب بھی تفریق کر دی جائے گی۔ اگر لعان کی ابتدا قاضی نے عورت سے کرائی تو شوہر کے الفاظ لعان کہنے کے بعد عورت سے پھر کہلوائے اور دوبارہ عورت سے نہ کہلوائے اور تفریق کر دی تو ہوگئی۔ لعان ہو جانے کے بعد ابھی تفریق نہ کی تھی کہ خود قاضی کا انتقال ہو گیا یا معزول ہو گیا اور دوسرا اُس کی جگہ مقرر کیا گیا تو یہ قاضی دوم اب پھر لعان کی وجہ سے ہے۔ (جوہرہ نیرہ، کتاب طلاق، باب کفارہ ظہار)

## لعان کے بنیادی اصول کا فقہی بیان

اور جب کوئی شخص اپنی بیوی پر زنا کا الزام لگائے اور دونوں میاں بیوی گواہی دینے کے اہل ہوں اور عورت بھی ایسی ہو' اگر کوئی شخص اس پر زنا کا جھوٹا الزام لگائے تو اس پر حد قذف جاری ہو سکتی ہو' یا شوہر اس عورت کے بچے کے نسب کی نفی کر دے' اور عورت اس بات پر حد قذف ہونے کا مطالبہ کر دے' تو مرد پر لعان کرنا لازم ہوگا۔ اصل یہ ہے: ہمارے نزدیک لعان ایسی گواہی ہے جس کو قسم کے ذریعے مؤکد کیا جاتا ہے اور جس کے ساتھ لعنت ملی ہوئی ہوتی ہے اور یہ حد قذف کے قائم مقام ہوگی۔ شوہر کے حق میں' اور عورت کے حق میں زنا کی حد کے قائم مقام ہوگی۔ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: ''اور ان کے پاس گواہ کے طور پر صرف ان کی اپنی ذات ہو''۔ استثناء صرف جنس میں سے ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا ہے: ''تو ان میں سے کسی ایک شخص کی گواہی' اللہ تعالیٰ کے نام کی' چار گواہیوں کے برابر ہوگی''۔ یہ اس بات کی دلیل ہے: گواہی بھی ہوگی اور یمین (قسم) بھی ہوگی' تو ہم یہ کہیں گے: لعان کا رکن

گواہی ہے' جسے قسم کے ذریعے مؤکد کیا گیا ہے' پھر مرد کی طرف میں' اس رکن کے ساتھ لعنت کو شامل کیا گیا ہے' اگر وہ جھوٹا ہو اور یہ شوہر کے حق میں حد قذف کے قائم مقام ہوگی' اور عورت کی طرف میں غضب کو شامل کیا گیا ہے' جو حد زنا کے قائم مقام ہوگا۔ جب یہ بات ثابت ہوگئی' تو ہم یہ کہیں گے: یہ بات ضروری ہے' دونوں میاں بیوی شہادت کے اہل ہوں۔ اس کی دلیل یہ ہے: اس کے بارے میں رکن شہادت ہے اور یہ بھی ضروری ہے' وہ عورت ایسی ہو کہ اس پر پر زنا کا جھوٹا الزام لگانے والے پر حد قذف جاری ہو سکتی ہو اس کی دلیل یہ ہے: یہ چیز مرد کے حق میں حد قذف کے قائم مقام ہوگی' اس لئے عورت کا محصنہ ہونا ضروری ہے۔ یہ بھی لازم ہے۔ بچے کی نفی کی گئی ہو' اس کی دلیل یہ ہے: جب مرد عورت کے بچے کی نفی کردے گا' تو وہ اس پر زنا کا الزام لگانے والا شمار ہوگا' جیسا کہ یہ بات ظاہر ہے اور یہاں یہ احتمال معتبر نہیں ہوگا' وہ بچہ کسی دوسرے کا ہو' اور شبہہ کے نتیجے میں وطی کے نتیجے میں پیدا ہوا ہو۔ یہ بالکل اسی طرح ہے: جیسے کوئی اجنبی اس کے باپ کے معروف نسب کا انکار کردے' اس کی دلیل یہ ہے: نسب میں اصل یہی ہے: فراش صحیح ہو' اور فاسد فراش کو اس کے ساتھ ملایا جائے گا۔ تو شوہر کا صحیح فراش کی نفی کرنا' تہمت (زنا کا الزام لگانے) کے مترادف ہوگا۔ یہاں تک کہ وہ ظاہر ہو جائے جسے (اس فراش صحیح) کے ساتھ ملایا گیا ہے۔

اس سلسلے میں ہلال بن امیہ کے مقدمے کی جو تفصیلات صحاح ستہ اور مسند احمد اور تفسیر ابن جریر میں ابن عباس اور انس بن مالک رضی اللہ عنہما سے منقول ہوئی ہیں ان میں بیان کیا گیا ہے کہ اس آیت کے نزول کے بعد ہلال اور ان کی بہو، دونوں عدالت نبوی میں حاضر کیے گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے حکم خداوندی سنایا۔ پھر فرمایا خوب سمجھ لو کہ آخرت کا عذاب دنیا کے عذاب سے زیادہ سخت چیز ہے۔ ہلال نے عرض کیا میں نے اس پر بالکل صحیح الزام لگایا ہے۔ عورت نے کہا یہ بالکل جھوٹ ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اچھا، تو ان دونوں میں ملاعنت کرائی جائے۔ چنانچہ پہلے ہلال اٹھے اور انہوں نے حکم قرآنی کے مطابق قسمیں کھائی۔ نبی صلی اللہ الیہ وسلم اس دوران میں بار بار فرماتے رہے اللہ کو معلوم ہے کہ تم میں سے ایک ضرور جھوٹا ہے، پھر کیا تم میں سے کوئی توبہ کرے گا؟

پانچویں قسم سے پہلے حاضرین نے ہلال سے کہا خدا سے ڈرو، دنیا کا عذاب آخرت کے عذاب سے ہلکا ہے۔ یہ پانچویں قسم تم پر عذاب واجب کردے گی۔ مگر ہلال نے کہا جس خدا نے یہاں میری پیٹھ بچائی ہے وہ آخرت میں بھی مجھے عذاب نہیں دے گا۔ یہ کہہ کر انہوں نے پانچویں قسم بھی کھالی۔ پھر عورت اٹھی اور اس نے بھی قسمیں کھانی شروع کیں۔

پانچویں قسم سے پہلے اسے بھی روک کر کہا گیا کہ خدا سے ڈر، آخرت کے عذاب کی بہ نسبت دنیا کا عذاب برداشت کرنا آسان ہے۔

یہ آخری قسم تجھ پر عذاب الٰہی کو واجب کردے گی۔ یہ سن کر وہ کچھ دیر رکتی اور جھجکتی رہی۔ لوگوں نے سمجھا اعتراف کرنا چاہتی ہے مگر پھر کہنے لگی میں ہمیشہ کے لیے اپنے قبیلے کو رسوا نہیں کروں گی اور پانچویں قسم بھی کھا گئی۔ اس کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں کے درمیان تفریق کرادی اور فیصلہ فرمایا کہ اس کا بچہ (جو اس وقت پیٹ میں تھا) ماں کی طرف منسوب ہوگا، باپ کا نہیں پکارا جائے گا، کسی کو اس پر یا اس کے بچے پر الزام لگانے کا حق نہ ہوگا، جو اس پر یا اس کے بچے پر الزام لگائے گا وہ حد قذف کا مستحق ہوگا،

اوراس کو زمانۂ عدت کے نفقے اور سکونت کا کوئی حق ہلال پر حاصل نہیں ہے کیونکہ یہ طلاق یا وفات کے بغیر شوہر سے جدا کی جارہی ہے۔ پھر آپ نے لوگوں سے کہا کہ اس کے ہاں جب بچہ ہو تو دیکھو، وہ کس پر گیا ہے۔ اگر اس شکل کا ہو تو ہلال کا ہے، اور اگر اس صورت کا ہو تو اس شخص کا ہے جس کے بارے میں اس پر الزام لگایا گیا ہے۔ وضع حمل کے بعد دیکھا گیا کہ وہ مؤخر الذکر صورت کا تھا، اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لو لا الأیمان (یا بہ روایت دیگر **لو لا مضیٰ من کتاب اللّٰہ**) **لکان لی ولھا شان،** یعنی اگر قسمیں نہ ہوتیں (یا خدا کی کتاب پہلے ہی فیصلہ نہ کر چکی ہوتی) تو میں اس عورت سے بری طرح پیش آتا۔

## دورِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں طلاق ثلاثہ کا نفاذ

عویمر عجلانی کے مقدمے کی روداد سہل بن سعد ساعدی اور ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بخاری، مسلم، ابوداؤد، نسائی ابن ماجہ اور مسند احمد میں ملتی ہے۔ اس میں بیان ہوا ہے کہ عویمر اور ان کی بیوی، دونوں مسجد نبوی میں بلائے گئے۔ مُلاعنت سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بھی تنبیہ کرتے ہوئے تین بار فرمایا اللہ خوب جانتا ہے کہ تم میں سے ایک ضرور جھوٹا ہے۔ پھر کیا تم میں سے کوئی توبہ کرے گا؟ جب کسی نے توبہ نہ کی تو دونوں میں ملاعنت کرائی گئی۔ اس کے بعد عویمر نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اب اگر میں اس عورت کو رکھوں تو جھوٹا ہوں۔ یہ کہہ کر انہوں نے تین طلاقیں دے دیں بغیر اس کے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ایسا کرنے کا حکم دیا ہوتا۔ سہل بن سعد کہتے ہیں کہ ان طلاقوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نافذ فرما دیا اور ان کے درمیان تفریق کرادی اور فرمایا کہ یہ تفریق ہے ہر ایسے جوڑے کے معاملے میں جو باہم لعان کرے۔ اور سنت یہ قائم ہوگئی کہ لعان کرنے والے زوجین کو جدا کر دیا جائے، پھر وہ دونوں کبھی جمع نہیں ہو سکتے۔ مگر ابن عمر صرف اتنا بیان کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے درمیان تفریق کرادی۔ سہل بن سعد یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ عورت حاملہ تھی اور عویمر نے کہا کہ یہ حمل میرا نہیں ہے۔ اس بنا پر بچہ ماں کی طرف منسوب کیا گیا اور سنت یہ جاری ہوئی کہ اس طرح کا بچہ ماں سے میراث پائے گا اور ماں ہی اس سے میراث پائے گی۔

ان دو مقدموں کے علاوہ متعدد روایات ہم کو کتب حدیث میں ایسی بھی ملتی ہیں جن میں یہ تصریح نہیں ہے کہ یہ کن اشخاص کے مقدموں کی ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ ان میں سے بعض ان ہی دونوں مقدموں سے تعلق رکھتی ہوں، مگر بعض میں کچھ دوسرے مقدمات کا بھی ذکر ہے اور ان سے قانون لعان کے بعض اہم نکات پر روشنی پڑتی ہے۔

حضرت ابن عمر ایک مقدمے کی روداد بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ زوجین جب لعان کر چکے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے درمیان تفریق کر دی (بخاری، مسلم، نسائی، احمد، ابن جریر)۔ ابن عمر کی ایک اور روایت ہے کہ ایک شخص اور اس کی بیوی کے درمیان لعان کرایا گیا۔ پھر اس نے حمل سے انکار کیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے درمیان تفریق کر دی اور فیصلہ فرمایا کہ بچہ صف ماں کا ہوگا (صحاح ستہ اور مسند احمد بن حنبل)

حضرت ابن عمر ہی کی ایک اور روایت ہے کہ ملاعنت کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارا حساب اب اللہ کے ذمہ ہے، تم میں سے ایک بہر حال جھوٹا ہے۔ پھر آپ نے مرد سے فرمایا: **لا سبیل لک علیھا** (یعنی اب یہ تیری نہیں رہی۔ نہ تو اس پر کوئی حق جتا سکتا ہے، نہ کسی قسم کی دست درازی یا دوسری انتقامی حرکت اس کے خلاف کرنے کا مجاز ہے)۔ مرد نے کہا یا رسول اللہ

اور میرا مال (یعنی وہ مہر تو مجھے دلوائیے جو میں نے اسے دیا تھا)۔ فرمایا: لا مال لك، ان كنت صدقت عليها فهو بما استحللت من فوجها و ان كنت كذبت عليها فذاك ابعد و ابعد لك منها (یعنی مال واپس لینے کا تجھے کوئی حق نہیں ہے، اگر تو نے اس پر سچا الزام لگایا ہے تو وہ مال اس لذت کا بدل ہے جو تو نے حلال کر کے اس سے اٹھائی، اور اگر تو نے اس پر جھوٹا الزام لگایا ہے تو مال تجھ سے اور بھی زیادہ دور چلا گیا، وہ اس کی بہ نسبت تجھ سے زیادہ دور ہے) (بخاری، مسلم، ابوداؤد)

امام دار قطنی نے علی بن ابی طالب اور ابن مسعود رضی اللہ عنہما کا قول نقل کیا ہے: سنت یہ مقرر ہو چکی ہے کہ لعان کرنے والے زوجین پھر کبھی باہم جمع نہیں ہو سکتے (یعنی ان کا دوبارہ نکاح پھر کبھی نہیں ہو سکتا)۔ اور دار قطنی ہی حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت نقل کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فرمایا ہے کہ یہ دونوں پھر کبھی جمع نہیں ہو سکتے۔

حضرت قبیصہ بن ذؤیب کی روایت ہے کہ حضرت عمر کے زمانے میں ایک شخص نے اپنی بیوی کے حمل کو ناجائز قرار دیا، پھر اعتراف کر لیا کہ یہ حمل اس کا اپنا ہے، پھر وضع حمل کے بعد کہنے لگا کہ یہ بچہ میرا نہیں ہے۔ معاملہ حضرت عمر کی عدالت میں پیش ہوا۔ ؤ نے اس پر حد قذف جاری کی اور فیصلہ کیا کہ بچہ اسی کی طرف منسوب ہوگا (دار قطنی، بیہقی)

حضرت ابن عباس روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے حاضر ہو کر عرض کیا میری ایک بیوی ہے جو مجھے بہت محبوب ہے۔ مگر اس کا حال یہ ہے کہ کسی ہاتھ لگانے والے کا ہاتھ نہیں جھٹکتی (واضح رہے کہ یہ کنایہ تھا جس کے معنی زنا کے بھی ہو سکتے ہیں اور زنا سے کم تر درجے کی اخلاقی کمزوری کے بھی)۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا طلاق دے دے۔ اس نے کہا مگر میں اس کے بغیر رہ نہیں سکتا۔ فرمایا تو اسے رکھے رہ (یعنی آپ نے اس سے اس کنایے کی تشریح نہیں کرائی اور اس کے قول کو الزام زنا پر محمول کر کے لعان کا حکم نہیں دیا)۔ (سنن نسائی)

حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ ایک اعرابی نے حاضر ہو کر عرض کیا میری بیوی نے کالا لڑکا جنا ہے اور میں نہیں سمجھتا کہ ہو میرا ہے (یعنی محض لڑکے کے رنگ نے اسے شبہ میں ڈالا تا ورنہ بیوی پر زنا کا الزام لگانے کے لیے اس کے پاس کوئی اور دلیل نہ تھی)۔ آپ نے پوچھا تیرے پاس کچھ اونٹ تو ہوں گے۔ اس نے عرض کیا ہاں۔ آپ نے پوچھا ان کے رنگ کیا ہیں؟ کہنے لگا سرخ۔ آپ نے پوچھا ان میں کوئی خاکستری بھی ہے؟ کہنے لگا جی ہاں، بعض ایسے بھی ہیں۔ آپ نے پوچھا یہ رنگ کہاں سے آیا؟ کہنے لگا شاید کوئی رگ کھینچ لے گئی (یعنی ان کے باپ دادا میں سے کوئی اس رنگ کا ہوگا اور اسی کا اثر ان میں آ گیا)۔ فرمایا شاید اس بچے کو بھی کوئی رگ کھینچ لے گئی اور آپ نے اسے نفی وَلَد (بچے کے نسب سے انکار) کی اجازت نہ دی (بخاری، مسلم، احمد، ابوداؤد)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک اور روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت لعان پر کلام کرتے ہوئے فرمایا جو عورت کسی خاندان میں ایسا بچہ گھسا لائے جو اس خاندان کا نہیں ہے (یعنی حرام کا پیٹ رکھوا کر شوہر کے سر منڈھ دے) اس کا اللہ سے کچھ واسطہ نہیں، اللہ اس کو جنت میں ہرگز داخل نہ کرے گا۔ اور جو مرد اپنے بچے کے نسب سے انکار کرے حالانکہ بچہ اس کو دیکھ رہا ہو، اللہ قیامت کے روز اس سے پردہ کرے گا اور اسے تمام اگلی پچھلی خلق کے سامنے رسوا کر دے گا۔ (ابوداؤد، نسائی، دارمی)

آیت لعان اور یہ روایات و نظائر اور شریعت کے اصول عامہ اسلام میں قانون لعان کے وہ مآخذ ہیں جن کی روشنی میں فقہاء

نے لعان کا مفصل ضابطہ بنایا ہے۔اس ضابطے کی اہم دفعات یہ ہیں۔

جو شخص بیوی کی بدکاری دیکھے اور لعان کا راستہ اختیار کرنے کے بجائے قتل کا مرتکب ہو جائے اس کے بارے میں اختلاف ہے۔ایک گروہ کہتا ہے کہ اسے قتل کیا جائے گا کیونکہ اس کو طور حد جاری کرنے کا حق نہ تھا۔دوسرا گروہ کہتا ہے کہ اسے قتل نہیں کیا جائے گا اور نہ اس کے فعل پر کوئی مواخذہ ہو گا بہ شرط یہ کہ اس کی صداقت ثابت ہو جائے (یعنی یہ کہ فی الواقع اس نے زنا ہی کے ارتکاب پر یہ فعل کیا)۔امام احمد اور اسحاق بن راھوَیہ کہتے ہیں کہ اسے اس امر کے دو گواہ لانے ہوں گے کہ قتل کا سبب یہی تھا۔

مالکیہ میں سے ابن القاسم اور ابن حبیب اس پر مزید شرط یہ لگاتے ہیں کہ زانی جسے قتل کیا گیا وہ شادی شدہ ہو، ورنہ کنوارے زانی کو قتل کرنے پر اس سے قصاص لیا جائے گا۔مگر جمہور فقہاء کا مسلک یہ ہے کہ اس کو قصاص سے صرف اس صورت میں معاف کیا جائے گا جب کہ وہ زنا کے چار گواہ پیش کرے، یا مقتول مرنے سے پہلے خود اس امر کا اعتراف کر چکا ہو کہ وہ اس کی بیوی سے زنا کر رہا تھا، اور مزید یہ کہ مقتول شادی شدہ ہو۔(نیل الاوطار، ج6،ص228)

لعان گھر بیٹھے آپس ہی میں نہیں ہو سکتا۔اس کے لیے عدالت میں جانا ضروری ہے۔لعان کے مطالبے کا حق صرف مرد ہی کے لیے نہیں ہے بلکہ عورت بھی عدالت میں اس کا مطالبہ کر سکتی ہے جب کہ شوہر اس پر بدکاری کا الزام لگائے یا اس کے بچے کا نسب تسلیم کرنے سے انکار کرے۔

## لعان کا کنایہ واستعاریہ سے عدم ثبوت کا بیان

لعان محض کنایے اور استعارے یا اظہار شک وشبہ پر لازم نہیں آتا، بلکہ صرف اس صورت میں لازم آتا ہے جب کہ شوہر صریح طور پر زنا کا الزام عائد کرے یا صاف الفاظ میں بچے کو اپنا بچہ تسلیم کرنے سے نکار کر دے۔امام مالک علیہ الرحمہ اور لَیث بن سعد اس پر یہ مزید شرط بڑھاتے ہیں کہ قسم کھاتے وقت شوہر کو یہ کہنا چاہیے کہ اس نے اپنی آنکھوں سے بیوی کو زنا میں مبتلا دیکھا ہے۔لیکن یہ قید بے بنیاد ہے۔اس کی کوئی اصل نہ قرآن میں ہے اور نہ حدیث میں۔

## لاعن کے قسم سے پہلو تہی کرنے میں مذاہب اربعہ

اگر الزام لگانے کے بعد شوہر قسم کھانے سے پہلو تہی کرے تو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے اصحاب کہتے ہیں کہ اسے قید کر دیا جائے گا اور جب تک وہ لعان نہ کرے یا اپنے الزام کا جھوٹا ہونا نہ مان لے، اسے نہ چھوڑا جائے گا، اور جھوٹ مان لینے کی صورت میں اس کو حد قذف لگائی جائے گی۔اس کے برعکس امام مالک علیہ الرحمہ، شافعی، حسن بن صالح اور لَیث بن سعد کی دلیل یہ ہے کہ لعان سے پہلو تہی کرنا خود ہی اقرار کذب ہے اس لیے حد قذف واجب آجاتی ہے۔

اگر شوہر کے قسم کھا چکنے کے بعد عورت لعان سے پہلو تہی کرے تو حنفیہ کی دلیل یہ ہے کہ اسے قید کر دیا جائے اور اس وقت تک نہ چھوڑا جائے جب تک وہ لعان نہ کرے، یا پھر زنا کا اقرار نہ کر لے۔دوسری طرف مذکورہ بالا ائمہ کہتے ہیں کہ اس صورت میں اسے رجم کر دیا جائے گا۔ان کا استدلال قرآن کے اس ارشاد سے ہے کہ عورت سے عذاب صرف اس صورت میں دفع ہو گا جب کہ وہ

بھی قسم کھالے۔ اب چونکہ وہ قسم نہیں کھاتی اس لیے لامحالہ وہ عذاب کی مستحق ہے۔

## اقرار سے ثبوت حد اور مودودی کی جعل سازی

لیکن اس دلیل میں کمزوری یہ ہے کہ قرآن یہاں عذاب کی نوعیت تجویز نہیں کرتا بلکہ مطلقاً سزا کا ذکر کرتا ہے۔ اگر کہا جائے کہ سزا سے مراد یہاں زنا ہی کی سزا ہو سکتی ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ زنا کی سزا کے لیے قرآن نے صاف الفاظ میں چار گواہوں کی شرط لگائی ہے۔ اس شرط کو محض ایک شخص کی چار قسمیں پورا نہیں کر دیتیں۔ شوہر کی قسمیں اس بات کے لیے تو کافی ہیں کہ وہ خود قذف کی سزا سے بچ جانے اور عورت پر لعان کے احکام مترتب ہو سکیں، مگر اس بات کے لیے کافی نہیں ہیں کہ ان سے عورت پر زنا کا الزام ثابت ہو جائے۔ عورت کا جوابی قسمیں کھانے سے انکار شبہ ضرور پیدا کرتا ہے اور بڑا قوی شبہ پیدا کر دیتا ہے، لیکن شبہات پر حدود جاری نہیں کی جا سکتیں۔ اس معاملہ کو مرد کی حد قذف پر قیاس نہیں کرنا چاہیے، کیونکہ اس کا قذف تو ثابت ہے، جبھی تو اس کو لعان پر مجبور کیا جاتا ہے۔ مگر اس کے برعکس عورت پر زنا کا الزام ثابت نہیں ہے کیونکہ وہ اس کے اپنے اقرار یا چار یعنی شہادتوں کے بغیر ثابت نہیں ہو سکتا۔ (نوٹ: اقرار سے ثبوت حد میں شرعی نصوص موجود ہیں اہل علم سے مخفی نہیں ہے)

لعان کے قانونی نتائج میں سے بعض متفق علیہ ہیں، اور بعض میں فقہاء کے درمیان اختلاف ہے۔

متفق علیہ نتائج یہ ہیں: عورت اور مرد دونوں کسی سزا کے مستحق نہیں رہتے۔ مرد بچے کے نسب کا منکر ہو تو بچہ صرف ماں کا قرار پائے گا، نہ باپ کی طرف منسوب ہوگا نہ اس سے میراث پائے گا، ماں اس کی وارث ہوگی اور وہ ماں کا وارث ہوگا۔ عورت کو زانیہ اور اس کے بچے کو ولد الزنا کہنے کا کسی کو حق نہ ہوگا، خواہ لعان کے وقت اس کے حالات ایسے ہی کیوں نہ ہوں کہ لوگوں کو اس کے زانیہ ہونے میں شک نہ رہے۔ جو شخص لعان کے بعد اس پر یا اس کے بچے پر سابق الزام کا اعادہ کرے گا وہ حد کا مستحق ہوگا۔ عورت کا مہر ساقط نہ ہوگا۔ عورت دوران عدت میں مرد سے نفقہ اور مسکن پانے کی حق دار نہ ہوگی۔ عورت اس مرد کے لیے حرام ہو جائے گی۔

## تفریق لعان میں فقہی مذاہب اربعہ

اختلاف دو مسئلوں میں ہے۔ ایک یہ کہ لعان کے بعد عورت اور مرد کی علیحدگی کیسے ہوگی؟ دوسرے یہ کہ لعان کی بنا پر علیحدہ ہو جانے کے بعد کیا ان دونوں کا پھر مل جانا ممکن ہے؟ پہلے مسئلے میں امام شافعی کہتے ہیں کہ جس وقت مرد لعان سے فارغ ہو جائے اسی وقت فرقت آپ سے آپ واقع ہو جاتی ہے خواہ عورت جوابی لعان کرے نہ کرے۔ امام مالک علیہ الرحمہ، لیث بن سعد اور زفر کہتے ہیں کہ مرد اور عورت دونوں جب لعان سے فارغ ہوں تب فرقت واقع ہوتی ہے۔ اور امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ، ابو یوسف اور محمد کہتے ہیں کہ لعان سے فرقت آپ ہی آپ واقع نہیں ہو جاتی بلکہ عدالت کے تفریق کرانے سے ہوتی ہے۔ اگر شوہر خود طلاق دے دے تو بہتر، ورنہ حاکم عدالت ان کے درمیان تفریق کا اعلان کرے گا۔

دوسرے مسئلے میں امام مالک علیہ الرحمہ، ابو یوسف، زمر، سفیان ثوری، اسحاق بن راہویہ، شافعی، احمد بن حنبل اور حسن بن زیاد کہتے ہیں کہ لعان سے جو زوجین جدا ہوئے ہوں وہ پھر ہمیشہ کے لیے ایک دوسرے پر حرام ہو جاتے ہیں، دوبارہ وہ باہم نکاح کرنا

بھی چاہیں تو کسی حال میں نہیں کر سکتے۔ یہی دلیل حضرت عمر، حضرت علی اور حضرت عبداللہ بن مسعود کی بھی ہے۔

جبکہ سعید بن مسیب، ابراہیم نخعی، شعبی، سعید بن جبیر، ابو حنیفہ اور محمد رحمہم اللہ کی دلیل یہ ہے کہ اگر شوہر اپنا جھوٹ مان لے اور اس پر حد قذف جاری ہو جائے تو پھر ان دونوں کے درمیان دوبارہ نکاح ہو سکتا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ان کو ایک دوسرے کے لیے حرام کرنے والی چیز لعان ہے۔ جب تک وہ اس پر قائم رہیں، حرمت بھی قائم رہے گی۔ مگر جب شوہر اپنا جھوٹ مان کر سزا پا گیا تو لعان ختم ہو گیا اور حرمت بھی اٹھ گئی۔

**387**-وَاحْتَجُّوْا فِیْ ذٰلِكَ بِحَدِيْثٍ يُحَدِّثُهُ عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ، عَنِ الْاَعْمَشِ، عَنْ اِبْرَاهِيْمَ، عَنْ عَلْقَمَةَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ، (اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَاعَنَ بِالْحَمْلِ)

✧✧ ان حضرات نے اس بارے میں اس حدیث سے استدلال کیا ہے جو علقمہ کے حوالے سے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حمل کی وجہ سے لعان کروا دیا تھا۔

وَقَدْ كَانَ اَبُوْ يُوْسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهُ، قَالَ بِهٰذَا الْقَوْلِ مَرَّةً، وَلَيْسَ هُوَ بِالْمَشْهُوْرِ مِنْ قَوْلِهٖ.

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ایک مرتبہ یہی رائے دی ہے۔ تاہم یہ ان کا مشہور قول نہیں ہے۔

وَخَالَفَهُمْ فِیْ ذٰلِكَ اٰخَرُوْنَ، فَقَالُوْا: لَا يُلَاعِنُ بِحَمْلٍ، لِاَنَّهٗ قَدْ يَجُوْزُ اَنْ لَا يَكُوْنَ حَمْلًا، لِاَنَّ مَا يَظْهَرُ مِنَ الْمَرْاَةِ مِمَّا يُتَوَهَّمُ بِهٖ اَنَّهَا حَامِلٌ، لَيْسَ يُعْلَمُ بِهٖ حَمْلٌ عَلٰى حَقِيْقَةٍ، اِنَّمَا هُوَ تَوَهُّمٌ، فَنَفْیُ الْمُتَوَهَّمِ لَا يُوْجِبُ اللِّعَانَ.

اس بارے میں دیگر حضرات نے ان سے اختلاف کیا ہے۔ وہ یہ کہتے ہیں کہ حمل (کے انکار) کی وجہ سے لعان نہیں کیا جائے گا کیونکہ ایسا ہو سکتا ہے کہ اس وقت عورت حمل کی حالت میں نہ ہو بلکہ عورت کی جو صورت ظاہر ہو رہی ہے۔ اس سے یہ وہم ہو کہ یہ شاید حمل کی حالت میں ہے اس کے ذریعے حمل کے ہونے کا یقینی طور پر علم نہیں ہوتا بلکہ وہم ہونے کا ہوتا ہے تو وہم کی نفی کی وجہ سے لعان لازم نہیں ہوتا۔

وَكَانَ مِنَ الْحُجَّةِ لَهُمْ عَلٰى اَهْلِ الْمَقَالَةِ الْاُوْلٰى، اَنَّ الْحَدِيْثَ الَّذِیْ احْتَجُّوْا بِهٖ عَلَيْهِمْ، حَدِيْثٌ مُخْتَصَرٌ، اخْتَصَرَهُ الَّذِیْ رَوَاهُ فَغَلِطَ فِيْهِ وَاِنَّمَا اَصْلُهٗ (اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَاعَنَ بَيْنَهُمَا وَهِیَ حَامِلٌ)،

پہلے موقف کے قائلین کے خلاف یہ لوگ یہ دلیل پیش کرتے ہیں' وہ حدیث جنہیں ان حضرات نے حجت کے طور پر پیش کیا وہ مختصر حدیث ہے جسے روایت کرنے والے نے مختصر طور پر روایت کیا ہے اور اس میں غلطی کی ہے اور اس روایت کی اصل یہ ہے۔

''اللہ کے رسول نے ان دونوں کے درمیان لعان کروا دیا تھا اور وہ عورت اس وقت حمل کی حالت میں تھی''۔

فَذٰلِكَ - عِنْدَنَا - لِعَانٌ بِالْقَذْفِ، لَا لِعَانٌ بِنَفْیِ الْحَمْلِ فَتَوَهَّمَ الَّذِیْ رَوَاهُ اَنَّ ذٰلِكَ لِعَانٌ بِالْحَمْلِ، فَاخْتَصَرَ الْحَدِيْثَ كَمَا ذَكَرْنَا وَاَصْلُ الْحَدِيْثِ فِیْ ذٰلِكَ،

ہمارے نزدیک یہ قذف کی وجہ سے لعان تھا۔ یہ حمل کی نفی کی وجہ سے لعان نہیں تھا۔ اسے روایت کرنے والے نے یہ وہم کیا ہے کہ یہ حمل کی وجہ سے لعان ہے اس لیے اس نے حدیث کو مختصر طور پر نقل کیا ہے جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔ اس بارے میں

اصل حدیث یہ ہے۔

**388**- مَا قَدْ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ سِنَانٍ، قَالَ: ثنا حَمَّادٌ قَالَ: ثنا اَبُوْ عَوَانَةَ، عَنْ سُلَيْمَانَ، عَنْ اِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَلْقَمَةَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: (بَيْنَا نَحْنُ عَشِيَّةً فِي الْمَسْجِدِ اِذْ قَالَ رَجُلٌ: اِنَّ اَحَدَنَا رَاٰى مَعَ امْرَاَتِهٖ رَجُلًا، فَاِنْ قَتَلَهُ قَتَلْتُمُوْهُ، وَاِنْ هُوَ تَكَلَّمَ جَلَدْتُّمُوْهُ، وَاِنْ هُوَ سَكَتَ، سَكَتَ عَلٰى غَيْظٍ، لَاَسْاَلَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَاَلَهُ، فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ اَحَدَنَا رَاٰى مَعَ امْرَاَتِهٖ رَجُلًا، فَاِنْ قَتَلَهُ قَتَلْتُمُوْهُ، وَاِنْ هُوَ تَكَلَّمَ جَلَدْتُّمُوْهُ، وَاِنْ سَكَتَ، سَكَتَ عَلٰى غَيْظٍ، اَللّٰهُمَّ اُحْكُمْ فَاُنْزِلَتْ اٰيَةُ اللِّعَانِ، قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ: فَكَانَ ذٰلِكَ الرَّجُلُ، اَوَّلَ مَنْ اُبْتُلِيَ بِهٖ)

✧✧ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' ایک مرتبہ ہم شام کے وقت مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک شخص بولا: ہم میں سے ایک شخص اپنی بیوی کے ساتھ ایک شخص کو دیکھ لیتا ہے۔ اگر وہ اسے قتل کرے گا تو آپ اس قاتل کو بھی قتل کر دیں گے اور اگر وہ اس بارے میں بات کرتا ہے تو آپ لوگ اسے کوڑے لگائیں گے اور اگر وہ خاموش رہتا ہے تو وہ ایک غلط بات پر خاموش رہے گا۔ میں اس بارے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ضرور سوال کروں گا۔ اس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا۔ اس نے عرض کی: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! ہم میں سے ایک شخص اپنی بیوی کے ساتھ ایک شخص کو پاتا ہے۔ اگر وہ اسے قتل کر دے تو آپ لوگ اسے قتل کر دیں گے۔ اگر وہ بولتا ہے تو آپ لوگ اسے کوڑے لگا دیں گے اور اگر وہ خاموش رہتا ہے تو غلط بات پر خاموش رہتا ہے (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی) اے اللہ! تو حکم کو نازل کر دے! تو لعان سے متعلق آیت نازل ہوگئی۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں یہی وہ شخص تھا جو اس بارے میں سب سے پہلے لعان میں مبتلا کیا گیا۔

**389**-حَدَّثَنَا يَزِيدُ، قَالَ: ثنا حَكِيمُ بْنُ سَيْفٍ، قَالَ: ثنا عِيسَى بْنُ يُوْنُسَ، عَنِ الْاَعْمَشِ، عَنْ اِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَلْقَمَةَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: (قَامَ رَجُلٌ فِي مَسْجِدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةَ الْجُمُعَةِ، فَقَالَ اَرَاَيْتُمْ اِنْ وَجَدَ رَجُلٌ مَعَ امْرَاَتِهٖ رَجُلًا ؟) ثُمَّ ذَكَرَ نَحْوَهُ وَزَادَ فِيهِ (وَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ: فَابْتُلِيَ بِهٖ، وَكَانَ رَجُلًا مِّنَ الْاَنْصَارِ جَاءَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَاعَنَ امْرَاَتَهُ، فَلَمَّا اَخَذَتْ امْرَاَتُهُ تَلْتَعِنُ، قَالَ لَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَهْ فَالْتَعَنَتْ، فَلَمَّا اَدْبَرَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَعَلَّهَا اَنْ تَجِيءَ بِهٖ اَسْوَدَ جَعْدًا فَجَاءَتْ بِهٖ اَسْوَدَ جَعْدًا)

✧✧ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' اللہ کے رسول کی مسجد میں ایک شخص جمعہ کی رات میں کھڑا ہوا اور بولا ایسے شخص کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے جو کسی اور شخص کو اپنی بیوی کے ساتھ پاتا ہے۔

پھر اس کے بعد انہوں نے حسب سابق حدیث نقل کی ہے تاہم اس میں یہ اضافہ ہے۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: پھر اس شخص کو اس آزمائش میں مبتلا کیا گیا۔ وہ شخص انصار سے تعلق رکھتا تھا۔ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس نے اپنی بیوی کے ساتھ لعان کیا۔ جب اس کی بیوی لعان کرنے لگی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا: تم ٹھہر جاؤ۔ پھر اس عورت نے لعان کر لیا۔ جب وہ واپس چلی گئی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ہوسکتا ہے کہ یہ سیاہ فام گھنگھریالے بالوں کے مالک بچے کو جنم دے تو اس نے سیاہ فام گھنگریالے بالوں کے مالک بچے کو جنم دیا۔

**390**-حَدَّثَنَا يَزِيدُ، قَالَ: ثنا الْحَسَنُ بْنُ عُمَرَ بْنِ شَقِيقٍ، قَالَ: ثنا جَرِيرٌ، عَنِ الْاَعْمَشِ، فَذَكَرَ بِاِسْنَادِهِ مِثْلَهُ .

✧✧ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

فَهٰذَا هُوَ اَصْلُ حَدِيْثِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فِي اللِّعَانِ، وَهُوَ لِعَانٌ بِقَذْفٍ كَانَ مِنْ ذٰلِكَ الرَّجُلِ لِامْرَاَتِهِ وَهِيَ حَامِلٌ، لَا بِحَمْلِهَا .

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کی اصل یہ ہے جو لعان کے بارے میں ہے اور یہ لعان قذف کی وجہ سے ہے جو اس شخص نے اپنی بیوی پر الزام لگایا تھا۔ اگرچہ وہ حمل کی حالت میں تھی لیکن یہ اس کے حمل کی وجہ سے لعان نہیں ہے۔

**391**-وَقَدْ رَوَاهُ عَلٰى ذٰلِكَ اَيْضًا غَيْرُ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ حَدَّثَنَا رَبِيْعٌ الْمُؤَذِّنُ، قَالَ: ثنا ابْنُ وَهْبٍ، قَالَ: اَخْبَرَنِي ابْنُ اَبِي الزِّنَادِ، عَنْ اَبِيهِ، قَالَ: ثنا الْقَاسِمُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ (اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَاعَنَ بَيْنَ الْعَجْلَانِيِّ وَامْرَاَتِهِ وَكَانَتْ حُبْلٰى .

فَقَالَ زَوْجُهَا: وَاللّٰهِ مَا قَرُبْتُهَا مُنْذُ عَفَرْنَا، وَالْعَفْرُ: اَنْ يُسْقَى النَّخْلُ بَعْدَ اَنْ تُتْرَكَ مِنَ السَّقْيِ بَعْدَ الْاِبَارِ بِشَهْرَيْنِ .

فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللّٰهُمَّ بَيِّنْ فَزَعَمُوا اَنَّ زَوْجَ الْمَرْاَةِ كَانَ حَمْشَ الذِّرَاعَيْنِ وَالسَّاقَيْنِ، اَصْهَبَ الشَّعْرَةِ، وَكَانَ الَّذِي رُمِيَتْ بِهِ ابْنُ السَّحْمَاءِ قَالَ: فَجَاءَتْ بِغُلَامٍ اَسْوَدَ جَعْدٍ، قَطَطٍ، عَبْلِ الذِّرَاعَيْنِ، خَدْلِ السَّاقَيْنِ قَالَ الْقَاسِمُ: فَقَالَ ابْنُ شَدَّادِ بْنِ الْهَادِ، يَا اَبَا عَبَّاسٍ، اَهِيَ الْمَرْاَةُ الَّتِي قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ كُنْتُ رَاجِمًا بِغَيْرِ بَيِّنَةٍ لَرَجَمْتُهَا ؟ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: لَا: وَلٰكِنْ تِلْكَ امْرَاَةٌ كَانَتْ قَدْ اَعْلَنَتْ فِي الْاِسْلَامِ)

✧✧ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے علاوہ دیگر حضرات نے بھی اس روایت کو نقل کیا ہے۔

قاسم بن محمد حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ بیان نقل کرتے ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عجلانی اور ان کی بیوی کے درمیان لعان کروایا تھا اور وہ خاتون حمل کی حالت میں تھیں۔ ان کے شوہر نے یہ کہا اللہ کی قسم! میں نے اس وقت سے اس کے ساتھ صحبت نہیں کی جب سے عفر کیا ہے۔

راوی کہتے ہیں عفر کا مطلب یہ ہے کہ کھجور کے درختوں کی پیوندکاری کے بعد دو مہینے تک پانی نہیں دینا اور پھر اس کے بعد پانی دینا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی: اے اللہ معاملہ واضح کردے۔

راوی بیان کرتے ہیں' اس عورت کا شوہر پتلی کلائیوں اور پنڈلیوں کا مالک تھا۔ اس کے بال سیدھے تھے اور جس شخص پر الزام عائد کیا گیا تھا اس کا نام ''ابن سحماء'' تھا۔

راوی کہتے ہیں پھر اس عورت نے سیاہ فام گھنگریالے بالوں اور بھاری کلائیوں' موٹی پنڈلیوں کے مالک بچے کو جنم دیا۔

قاسم بیان کرتے ہیں' ابن شداد نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا: اے ابوعباس! کیا یہ وہی خاتون تھی جس کے بارے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا: اگر میں نے گواہی کے بغیر کسی کو سنگسار کرنا ہوتا تو اس عورت کو کروا دیتا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: نہیں۔ وہ تو وہ خاتون تھی جو اسلام میں علانیہ گناہ کیا کرتی تھی۔

**392**- حَدَّثَنَا ابْنُ مَرْزُوْقٍ، قَالَ: ثنا اَبُوْ عَامِرٍ الْعَقَدِيُّ، قَالَ: ثنا الْمُغِيْرَةُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ اَبِى الزِّنَادِ، عَنِ الْقَاسِمِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، نَحْوَهُ

✧✧ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کی مانند نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے روایت نقل کی ہے۔

**393**-حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِىْ دَاوُدَ، قَالَ ثنا ابْنُ اَبِىْ مَرْيَمَ، قَالَ اَخْبَرَنَا ابْنُ اَبِى الزِّنَادِ، قَالَ: حَدَّثَنِىْ اَبِىْ، اَنَّ الْقَاسِمَ بْنَ مُحَمَّدٍ حَدَّثَهُ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ مِثْلَهُ، غَيْرَ اَنَّهُ لَمْ يَذْكُرْ سُؤَالَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ شَدَّادٍ، اِلٰى اٰخِرِ هٰذَا الْحَدِيْثِ

✧✧ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے منقول ہے۔ تاہم اس میں عبداللہ بن شداد کے سوال کا ذکر نہیں ہے۔

**394**-حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرَةَ، قَالَ: ثنا اَبُوْ عَاصِمٍ، قَالَ: ثنا ابْنُ جُرَيْجٍ، قَالَ: اَخْبَرَنِىْ يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ، عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ (اَنَّ رَجُلًا جَاءَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: مَا لِىْ عَهْدٌ بِاَهْلِىْ مُنْذُ عَفَرْنَا النَّخْلَ، فَوَجَدْتُ مَعَ امْرَاَتِىْ رَجُلًا .

وَزَوْجُهَا نِضْوٌ حَمْشٌ، سَبِطُ الشَّعْرِ، وَالَّذِىْ رُمِيَتْ بِهٖ اِلَى السَّوَادِ جَعْدٌ قَطَطٌ) (شَدِيْدُ الْجُعُوْدَةِ اَوْ حَسَنُهُ) (فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللّٰهُمَّ بَيِّنْ ثُمَّ لَاعَنَ بَيْنَهُمَا، فَجَاءَتْ بِهٖ يُشْبِهُ الَّذِىْ رُمِيَتْ بِهٖ)

✧✧ قاسم بن محمد' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے یہ بات نقل کرتے ہیں۔ ایک شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اس نے عرض کی۔ میں نے اپنی بیوی کے ساتھ اس وقت سے صحبت نہیں کی جب سے میں نے کھجوروں کو "عفر" کیا ہے۔ (اس کی وضاحت پہلے گزر چکی ہے) پھر میں نے اپنی بیوی کے ساتھ ایک شخص کو پایا (راوی کہتے ہیں) اس کا شوہر دبلا پتلا' سیدھے بالوں والا آدمی تھا اور جس شخص پر الزام لگایا گیا تھا وہ سیاہ فام گھنگریالے بالوں کا مالک تھا اور اس کے بال اچھے خاصے گھنگریالے تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ! اس معاملے کو واضح کر دے۔ آپ نے ان دونوں کے درمیان لعان کروا دیا تو اس عورت نے ایسے بچے کو جنم دیا جو اس شخص کے ساتھ مشابہت رکھتا ہے جس پر الزام لگایا گیا تھا۔

**395**-حَدَّثَنَا فَهْدٌ، قَالَ: ثنا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيْرٍ، عَنْ مَخْلَدِ بْنِ حُسَيْنٍ، عَنْ هِشَامٍ، عَنِ ابْنِ سِيْرِيْنَ، عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ (اَنَّ هِلَالَ بْنَ اُمَيَّةَ قَذَفَ شَرِيْكَ ابْنَ سَحْمَاءَ بِامْرَاَتِهٖ، فَرُفِعَ ذٰلِكَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ ائْتِ بِاَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ، وَاِلَّا فَحَدٌّ فِىْ ظَهْرِكَ .

فَقَالَ: وَاللّٰهِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ اِنِّىْ لَصَادِقٌ قَالَ: فَجَعَلَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَهٗ اَرْبَعَةٌ وَّاِلَّا فَحَدٌّ فِىْ ظَهْرِكَ قَالَ: وَاللّٰهِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ اِنِّىْ لَصَادِقٌ، يَقُوْلُ ذٰلِكَ مِرَارًا وَلَيُنْزِلَنَّ اللّٰهُ

عَلَيْكَ مَا يُبَرِّءُ بِهٖ ظَهْرِى مِنَ الْجَلْدِ فَنَزَلَتْ اٰيَةُ اللِّعَانِ
(وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ اَزْوَاجَهُمْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ شُهَدَاءُ اِلَّآ اَنْفُسُهُمْ)
قَالَ: فَدُعِىَ هِلَالٌ فَشَهِدَ اَرْبَعَ شَهَادَاتٍ بِاللّٰهِ اِنَّهٗ لَمِنَ الصَّادِقِيْنَ، (وَالْخَامِسَةُ اَنَّ لَعْنَةَ اللّٰهِ عَلَيْهِ اِنْ كَانَ مِنَ الْكَاذِبِيْنَ) قَالَ: ثُمَّ دُعِيَتِ الْمَرْاَةُ فَشَهِدَتْ اَرْبَعَ شَهَادَاتٍ بِاللّٰهِ اِنَّهٗ لَمِنَ الْكَاذِبِيْنَ، فَلَمَّا كَانَ عِنْدَ الْخَامِسَةِ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِفُوهَا فَاِنَّهَا مُوْجِبَةٌ قَالَ فَتَكَأْكَاَتْ حَتّٰى مَا شَكَكْنَا اَنْ سَتُقِرُّ، ثُمَّ قَالَتْ لَا اَفْضَحُ قَوْمِى سَائِرَ الْيَوْمِ فَمَضَتْ عَلَى الْيَمِيْنِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُنْظُرُوْا، فَاِنْ جَاءَ تْ بِهٖ اَبْيَضَ سَبِطًا قَضِىءَ الْعَيْنَيْنِ، فَهُوَ لِهِلَالِ بْنِ اُمَيَّةَ، وَاِنْ جَاءَ تْ بِهٖ اَكْحَلَ جَعْدًا حَمْشَ السَّاقَيْنِ، فَهُوَ لِشَرِيْكِ ابْنِ سَحْمَاءَ.

قَالَ: فَجَاءَ تْ بِهٖ اَكْحَلَ، جَعْدًا، حَمْشَ السَّاقَيْنِ.
فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْلَا مَا سَبَقَ مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ تَعَالٰى، كَانَ لِى وَلَهَا شَاْنٌ
قَالَ: الْقَضِىءُ الْعَيْنَيْنِ: طَوِيلُ شَعْرِ الْعَيْنَيْنِ، لَيْسَ بِمَفْتُوحِ الْعَيْنَيْنِ

✧✧ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' ہلال بن امیہ نے شریک بن سحماء پر اپنی بیوی کے حوالے سے الزام لگایا۔ یہ معاملہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ آپ نے فرمایا: چار گواہ لے کر آؤ ورنہ تم پر حد جاری ہوگی۔ اس نے عرض کی: اللہ کی قسم! یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! اللہ تعالیٰ یہ بات جانتا ہے کہ میں سچ کہہ رہا ہوں۔ راوی کہتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس سے یہی کہتے رہے کہ چار گواہ لے کر آؤ ورنہ تم پر حد جاری ہوگی۔ اس نے عرض کی: اللہ کی قسم! یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ میں سچا ہوں۔ اس نے یہ بات کئی مرتبہ کہی (اور بولا) ضرور اللہ تعالیٰ آپ پر وہ حکم نازل کرے گا جس کے ذریعے وہ میری پشت سے کوڑوں کو دور کر دے گا تو لعان سے متعلق آیت نازل ہوئی:

''اور جو لوگ اپنی بیویوں پر الزام لگائیں اگر ان کے پاس گواہ نہ ہوں صرف ان کی اپنی ذات گواہ ہو''۔

راوی کہتے ہیں تو ہلال کو بلوایا گیا اس نے چار مرتبہ اللہ کے نام پر گواہی دی کہ وہ سچ کہہ رہا ہے۔ پانچویں مرتبہ اس نے یہ کہا کہ اس پر اللہ کی لعنت ہو اگر جھوٹ کہہ رہا ہو۔

راوی کہتے ہیں پھر اس کی بیوی کو بلایا گیا اس نے چار مرتبہ اللہ کے نام پر یہ گواہی دی کہ وہ شخص جھوٹا ہے اور پانچویں مرتبہ جب وہ کہنے لگی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ٹھہر جاؤ یہ (اللہ تعالیٰ کے عذاب کو) واجب کر دے گی۔ راوی کہتے ہیں وہ عورت ہچکچا گئی۔ یہاں تک کہ ہمیں یہ شک ہوا کہ اب وہ اپنے جرم کا اقرار کرے گی۔ پھر اس نے کہا: میں اپنی قوم کو کبھی بھی رسوا نہیں کروں گی۔ پھر اس نے قسم اٹھالی۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم دیکھنا اگر اس نے سفید (رنگت کے مالک) سیدھے بالوں والے اور لمبی پلکوں والے بچے کو جنم دیا تو وہ ہلال بن امیہ کا ہوگا اور اگر اس نے سیاہ آنکھوں والے بکھرے ہوئے بالوں والے اور پتلی پنڈلیوں والے بچے کو جنم دیا تو وہ

شریک بن سحماء کا ہوگا۔

تو راوی کہتے ہیں کہ اس نے سیاہ آنکھوں والے بکھرے ہوئے بالوں والے اور پتلی پنڈلیوں والے بچے کو جنم دیا۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر اللہ تعالیٰ کی کتاب کا حکم پہلے موجود نہ ہوتا تو میں اس عورت کے ساتھ دوسری طرح کا سلوک کرتا۔ راوی کہتے ہیں القفی العینین کا مطلب آنکھوں کے بال لمبے ہونا ہے۔ وہ آنکھیں جو پوری طرح کھلتی نہ ہوں (یعنی چھوٹی آنکھیں)۔

**396**-حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرَةَ، قَالَ: ثنا وَهْبُ بْنُ جَرِيْرٍ، قَالَ: ثنا هِشَامٌ، عَنْ مُحَمَّدٍ، عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، (اَنَّ هِلَالَ بْنَ اُمَيَّةَ قَذَفَ امْرَاَتَهُ بِشَرِيْكِ ابْنِ سَحْمَاءَ .

فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْظِرُوْهَا، فَاِنْ جَاءَ تْ بِهٖ اَبْيَضَ سَبِطًا قَضِيءَ الْعَيْنَيْنِ فَهُوَ لِهِلَالِ بْنِ اُمَيَّةَ، وَاِنْ جَاءَ تْ بِهٖ اَكْحَلَ جَعْدًا حَمْشَ السَّاقَيْنِ، فَهُوَ لِشَرِيْكِ ابْنِ سَحْمَاءَ فَجَاءَ تْ بِهٖ اَكْحَلَ جَعْدًا حَمْشَ السَّاقَيْنِ)

✧✧ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' ہلال بن امیہ نے اپنی بیوی پر شریک بن سحماء کے ساتھ تعلقات کا الزام لگایا۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اس عورت کو دیکھتے رہنا اگر اس نے سفید رنگ' سیدھے بالوں والے اور چھوٹی آنکھوں والے بچے کو جنم دیا تو وہ ہلال بن امیہ کا ہوگا اور اگر اس نے سیاہ آنکھوں والے بکھرے بالوں والے اور پتلی پنڈلیوں والے بچے کو جنم دیا تو وہ شریک بن سحماء کا ہوگا تو اس عورت نے سیاہ آنکھوں والے' بکھرے بالوں والے اور پتلی پنڈلیوں والے بچے کو جنم دیا۔

**397**-حَدَّثَنَا رَبِيْعٌ الْجِيْزِيُّ، قَالَ: " ثنا اَسَدٌ .

ح وَحَدَّثَنَا رَبِيْعٌ الْمُؤَذِّنُ، قَالَ: ثنا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، قَالَا: ثنا ابْنُ اَبِيْ ذِئْبٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ، (اَنَّ عُوَيْمِرًا جَاءَ اِلٰى عَاصِمِ بْنِ عَدِيٍّ فَقَالَ: اَرَاَيْتَ رَجُلًا وَجَدَ مَعَ امْرَاَتِهٖ رَجُلًا فَقَتَلَهٗ، اَتَقْتُلُوْنَهٗ بِهٖ ؟ سَلْ لِيْ يَا عَاصِمُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

فَجَاءَ عَاصِمٌ، فَسَاَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَسْاَلَةَ وَعَابَهَا، فَقَالَ عُوَيْمِرٌ وَّاللّٰهِ لَاٰتِيَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: قَدْ اَنْزَلَ اللّٰهُ فِيْكُمْ قُرْاٰنًا، فَدَعَاهُمَا، فَتَقَدَّمَا، فَتَلَاعَنَا، ثُمَّ قَالَ: كَذَبْتُ عَلَيْهَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنْ اَمْسَكْتُهَا فَفَارَقَهَا وَمَا اَمَرَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِفِرَاقِهَا، فَجَرَتِ السُّنَّةُ فِي الْمُتَلَاعِنَيْنِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُنْظُرُوْا، فَاِنْ جَاءَ تْ بِهٖ اَحْمَرَ قَصِيْرًا، مِثْلَ وَحَرَةٍ فَلَا اُرَاهُ اِلَّا وَقَدْ كَذَبَ عَلَيْهَا، وَاِنْ جَاءَ تْ بِهٖ اَسْحَمَ اَعْيَنَ ذَا اَلْيَتَيْنِ فَلَا اَحْسَبُهٗ اِلَّا وَقَدْ صَدَقَ عَلَيْهَا قَالَ: فَجَاءَ تْ بِهٖ عَلَى الْاَمْرِ الْمَكْرُوْهِ)

✧✧ حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' عویمر' عاصم بن عدی کے پاس آئے اور بولے ایسے شخص کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ جو اپنی بیوی کے ساتھ کسی اور شخص کو پاتا ہے اور اسے قتل کر دیتا ہے۔ کیا آپ لوگ اس حوالے سے اس شخص کو قتل کر دیں گے۔ اے عاصم! آپ میری لیے نبی اکرم ﷺ سے اس بارے میں دریافت کریں۔ عاصم بن عدی نے اس

بارے میں نبی اکرم ﷺ سے دریافت کیا: تو نبی اکرم ﷺ نے اس بات پر ناپسندیدگی کا اظہار کیا تو عویمر نے کہا: اللہ کی قسم! میں خود نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوں گا۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تمہارے بارے میں قرآن نازل کردیا ہے۔ پھر آپ نے ان دونوں کو بلایا۔ وہ دونوں آگے بڑھے۔ انہوں نے لعان کیا پھر عویمر نے کہا: یارسول اللہ (ﷺ)! اگر میں اس عورت کو اپنے ساتھ رہنے دوں تو اس کا مطلب ہے کہ میں نے اس پر جھوٹا الزام لگایا ہے تو انہوں نے اس عورت کو طلاق دے دی۔

حالانکہ نبی اکرم ﷺ نے اس عورت کو طلاق دینے کی ہدایت نہیں کی تھی۔ اس کے بعد لعان کرنے والون میں یہی طریقہ رواج پا گیا۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم دیکھتے رہنا اگر اس نے چھوٹے قد کے سرخ رنگت کے مالک بچے کو جنم دیا جو چھپکلی کی مانند ہو تو میرا خیال ہے کہ عویمر نے اس عورت پر جھوٹا الزام لگایا ہے اور اگر اس نے موٹی پنڈلیوں والے بڑی آنکھوں والے بڑے سرین والے بچے کو جنم دیا تو میرا خیال ہے کہ اس نے اس پر سچا الزام لگایا ہے۔ راوی کہتے ہیں تو اس نے اسی بچے کو جنم دیا جو ناپسندیدہ صورت کا تھا۔

فَقَدْ ثَبَتَ بِمَا ذَكَرْنَا، اَنْ لَا حُجَّةَ فِيْ شَيْءٍ مِنْ ذٰلِكَ لِمَنْ يُّوْجِبُ اللِّعَانَ بِالْحَمْلِ فَاِنْ قَالَ قَائِلٌ: فَاِنَّ فِيْ قَوْلِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (اِنْ جَاءَ تْ بِهٖ كَذَا فَهُوَ لِزَوْجِهَا، وَاِنْ جَاءَ تْ بِهٖ كَذَا فَهُوَ لِفُلَانٍ) دَلِيْلٌ عَلٰى اَنَّ الْحَمْلَ هُوَ الْمَقْصُوْدُ

اِلَيْهِ بِالْقَذْفِ وَاللِّعَانِ فَجَوَابُنَا لَهٗ فِيْ ذٰلِكَ، اَنَّ اللِّعَانَ لَوْ كَانَ بِالْحَمْلِ، اِذًا لَّكَانَ مُنْتَفِيًا مِّنَ الزَّوْجِ، غَيْرَ لَاحِقٍ بِهٖ، اَشْبَهَهٗ اَوْ لَمْ يُشْبِهْهُ.

ہم نے جو بات ذکر کی ہے اس سے ثابت ہو جاتا ہے کہ اس میں ایسی کوئی دلیل موجود نہیں ہے جو حمل کی وجہ سے لعان کو ثابت کرے۔ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ نبی اکرم ﷺ کے اس فرمان میں "اگر وہ عورت اس طرح کے بچے کو جنم دے تو وہ اس کے شوہر کا ہوگا"۔ اگر اس طرح کے بچے کو جنم دے تو وہ فلاں کا ہوگا"۔ اس بات کی دلیل موجود ہے کہ حمل ہی اصل مقصود ہے جس کی وجہ سے اس پر الزام لگایا گیا اور لعان کیا گیا

تو اس وقت ہمارا اس بارے میں جواب یہ ہوگا کہ اگر لعان حمل کی وجہ سے ہوتا تو اس صورت میں شوہر سے اس کی نفی کردی جاتی اور اس کے ساتھ اسے لاحق نہیں کیا جاتا وہ اس کے ساتھ مشابہت رکھتا یا نہ رکھتا۔

اَلَا تَرٰى اَنَّهَا لَوْ كَانَتْ وَضَعَتْهُ قَبْلَ اَنْ يَّقْذِفَهَا، فَنُفِيَ وَلَدُهَا، وَكَانَ اَشْبَهَ النَّاسِ بِهٖ، اَنَّهٗ يُلَاعَنُ بَيْنَهُمَا وَيُفَرَّقُ بَيْنَهُمَا، وَيَلْزَمُ الْوَلَدُ اُمَّهٗ، وَلَا يَلْحَقُ بِالْمُلَاعِنِ لِشَبَهِهٖ بِهٖ ؟ فَلَمَّا كَانَ الشَّبَهُ لَا يَجِبُ بِهٖ ثُبُوْتُ نَسَبٍ، وَلَا يَجِبُ بِعَدَمِهٖ انْتِفَاءُ نَسَبٍ، وَكَانَ فِي الْحَدِيْثِ الَّذِيْ ذَكَرْنَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ (اِنْ جَاءَ تْ بِهٖ كَذَا، فَهُوَ لِلَّذِيْ لَاعَنَهَا)

کیا تم نے اس بات پر غور نہیں کیا۔ اگر وہ عورت اس شوہر کے اس پر الزام لگانے سے پہلے بچے کو جنم دے دے اور پھر اس عورت کے بچے کی نفی کی جائے حالانکہ وہ اس مرد کے ساتھ سب سے زیادہ مشابہت رکھتا ہو تو بھی ان دونوں کے درمیان لعان کروایا جائے گا اور

ان کے درمیان علیحدگی کروادی جائے گی اور بچے کی نسبت اس کی ماں کے ساتھ کر دی جائے گی اور لعان کرنے والے کی اس بچے کے ساتھ مشابہت کی وجہ سے بچے کو اس کے ساتھ شامل نہیں کیا جائے گا تو جب مشابہت کی وجہ سے نسب کا ثبوت لازم نہیں ہوتا اور اس کے نہ ہونے کی وجہ سے نسب کی نفی لازم نہیں ہوتی تو وہ حدیث جو ہم اس سے پہلے ذکر کر چکے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

اگر وہ اس طرح کے بچے کو جنم دے تو وہ اس کا ہوگا جس کے ساتھ اس نے لعان کیا ہے۔

دَلَّ ذٰلِكَ اَنَّهُ لَمْ يَكُنِ اللِّعَانُ نَافِيًا لَهُ، لِاَنَّهُ لَوْ كَانَ نَافِيًا لَهُ، اِذًا لَمَا كَانَ شَبَهُهُ بِهِ دَلِيْلًا عَلٰى اَنَّهُ مِنْهُ، وَلَا بُعْدُ شَبَهِهِ اِيَّاهُ، دَلِيْلًا عَلٰى اَنَّهُ مِنْ غَيْرِهِ

یہ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ لعان اس کی نفی نہیں کر سکتا اس لیے کہ اگر یہ اس بچے کی نفی کر سکتا ہوتا تو اسے اس بچے کو اپنے باپ کے ساتھ مشابہت کی دلیل ہونا چاہئے تھا کہ وہ بچہ اسی شخص کا ہے اور اس بچے کی اس مرد کے ساتھ مشابہت نہ ہونا بھی اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ یہ بچہ کسی اور کا ہے۔

**398**-وَقَدْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلْاَعْرَابِيِّ الَّذِيْ سَاَلَهُ، فَقَالَ: اِنَّ امْرَاَتِيْ وَلَدَتْ غُلَامًا اَسْوَدَ: مَا حَدَّثَنَا يُوْنُسُ، قَالَ: ثنا ابْنُ وَهْبٍ، قَالَ: اَخْبَرَنِيْ يُوْنُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ (اَنَّ اَعْرَابِيًّا اَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: اِنَّ امْرَاَتِيْ وَلَدَتْ غُلَامًا اَسْوَدَ، وَاِنِّيْ اَنْكَرْتُهُ .

فَقَالَ لَهُ هَلْ لَكَ مِنْ اِبِلٍ قَالَ: نَعَمْ .

قَالَ مَا اَلْوَانُهَا ؟ .

قَالَ: حُمْرٌ، قَالَ هَلْ فِيْهَا مِنْ اَوْرَقَ ؟ قَالَ: اِنَّ فِيْهَا لَوُرْقًا .

قَالَ فَاَنّٰى تَرٰى ذٰلِكَ جَاءَهَا ؟ قَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، عِرْقٌ نَزَعَهَا .

قَالَ فَلَعَلَّ هٰذَا عِرْقٌ نَزَعَهُ) .

✧✧ نبی اکرم ﷺ نے ایک دیہاتی سے یہ فرمایا تھا جس نے آپ سے یہ سوال کیا تھا وہ بولا: میری بیوی نے ایک سیاہ فام بچے کو جنم دیا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' ایک دیہاتی نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس نے عرض کی: میری بیوی نے ایک سیاہ فام بچے کو جنم دیا ہے۔ میں اس کے نسب کا انکار کرتا ہوں۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: کیا تمہارے پاس اونٹ ہیں' اس نے کہا: جی ہاں! نبی اکرم ﷺ نے دریافت کیا: ان کے رنگ کیا ہیں۔ اس نے جواب دیا: سرخ۔ نبی اکرم ﷺ نے دریافت کیا: کیا ان میں کوئی خاکستری ہے؟ اس نے عرض کی: ان میں خاکستری بھی ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تمہارا کیا خیال ہے' وہ کہاں سے آ گیا۔ اس نے عرض کی: یارسول اللہ (ﷺ)! ہوسکتا ہے کسی رگ نے اسے کھینچ لیا ہو۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تو یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس بچے کو کسی رگ نے کھینچ لیا ہو۔

**399**-حَدَّثَنَا يُونُسُ، قَالَ: اَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، قَالَ: اَخْبَرَنِي مَالِكٌ، وَابْنُ اَبِي ذِئْبٍ، وَسُفْيَانُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ، عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ، عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، مِثْلَهُ

فَلَمَّا كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يُرَخِّصْ لَهُ فِي نَفْيِهِ لِبُعْدِ شَبَهِهِ مِنْهُ، وَكَانَ الشَّبَهُ، غَيْرَ دَلِيلٍ عَلَى شَيْءٍ، ثَبَتَ اَنَّ جَعْلَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَدَ الْمُلَاعَنَةِ مِنْ زَوْجِهَا، اِنْ جَاءَتْ بِهِ عَلٰى شَبَهِهِ، دَلِيلٌ عَلٰى اَنَّ اللِّعَانَ، لَمْ يَكُنْ نَفَاهُ مِنْهُ .

فَقَدْ ثَبَتَ بِمَا ذَكَرْنَا، فَسَادُ مَا احْتَجَّ بِهِ الَّذِينَ يَرَوْنَ اللِّعَانَ بِالْحَمْلِ

✧✧ یہی روایت حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے تو جب مشابہت نہ ہونے کی وجہ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے رخصت نہیں دی کہ وہ اپنے ساتھ مشابہت نہ ہونے کی وجہ سے اس کی نفی کرے اور مشابہت کسی بھی چیز کی دلیل نہیں ہے۔ تو اس سے ثابت ہوگیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے لعان کرنے والی عورت کے بچے کو اس کے شوہر سے منسوب قرار دیا۔

اگر وہ عورت اس شخص سے مشابہت رکھنے والے بچے کو جنم دے تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ لعان کی وجہ سے اس کی نفی نہیں ہو سکتی۔ ہم نے جو ذکر کیا ہے اس سے ان لوگوں کے قول کا فساد ظاہر ہو جاتا ہے جو اس بات کے قائل ہیں کہ حمل کی وجہ سے لعان کیا جائے گا۔

وَفِي ذٰلِكَ حُجَّةٌ اُخْرٰى، وَهِيَ اَنَّ فِي حَدِيثِ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ "اُنْظُرُوهَا، فَاِنْ جَاءَتْ بِهِ كَذَا، فَلَا اَرَاهُ اِلَّا وَقَدْ كَذَبَ عَلَيْهَا، وَاِنْ جَاءَتْ بِهِ كَذَا، فَلَا اَرَاهُ اِلَّا وَقَدْ صَدَقَ عَلَيْهَا " فَكَانَ ذٰلِكَ الْقَوْلُ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الظَّنِّ، لَا عَلَى الْيَقِينِ،

اور یہاں ایک دوسری دلیل بھی ہے وہ یہ کہ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کی حدیث میں یہ بات منقول ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا: اس عورت کا جائزہ لو اگر اس نے اس طرح کے بچے کو جنم دیا تو میرا یہ خیال ہے کہ اس شخص نے اس عورت پر جھوٹا الزام لگایا ہے اور اگر اس نے اس طرح کے بچے کو جنم دیا تو میرا یہ خیال ہے کہ اس شخص نے اس عورت پر سچا الزام لگایا ہے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان گمان کی بنیاد پر تھا' یقین کی بنیاد پر نہیں تھا۔

وَذٰلِكَ مِمَّا قَدْ دَلَّ اَيْضًا اَنَّهُ لَمْ يَكُنْ مِنْهُ جَرٰى فِي الْحَمْلِ حُكْمٌ اَصْلًا .

فَثَبَتَ فَسَادُ قَوْلِ مَنْ ذَهَبَ اِلَى اللِّعَانِ بِالْحَمْلِ وَاِنَّمَا احْتَجَجْنَا بِهِ لِمَنْ ذَهَبَ اِلٰى خِلَافِهِ فِي اَوَّلِ هٰذَا الْبَابِ، مِمَّنْ اَبَى اللِّعَانَ بِالْحَمْلِ،

وَهُوَ قَوْلُ اَبِي حَنِيفَةَ، وَمُحَمَّدٍ، وَقَوْلُ اَبِي يُوسُفَ الْمَشْهُورُ .

اور یہ اس بات پر بھی دلالت کرتا ہے کہ اس بنیاد پر حمل کا حکم اصولی طور پر لاگو نہیں کیا جا سکتا جو لوگ حمل کی وجہ سے لعان کے درست ہونے کے قائل ہیں ان کے قول کا فساد اس بات سے بھی ثابت ہوتا ہے اور جو لوگ اس کے برعکس موقف رکھتے ہیں ان کی دلیل پر بھی ہے جو اس باب کے آغاز میں ذکر کی گئی ہے جس میں انہوں نے حمل کی وجہ سے لعان کا انکار کیا تھا۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ اسی بات کے قائل ہیں اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا مشہور قول بھی یہی ہے۔

## بَابُ الرَّجُلِ يَنْفِيْ وَلَدَ امْرَاَتِهٖ حِيْنَ يُوْلَدُ هَلْ يُلَاعِنُ بِهٖ اَمْ لَا ؟

## باب 9: جو شخص اپنی بیوی کے بچے کی پیدائش کے وقت اس بچے کی نفی کر دے کیا اس وجہ سے وہ لعان کرے گا یا نہیں کرے گا؟

**400**-حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ مَرْزُوْقٍ، قَالَ: ثنا حِبَّانُ . ح وَحَدَّثَنَا رَبِيْعٌ الْمُؤَذِّنُ، قَالَ: ثنا اَسَدٌ، قَالَ: ثنا مَهْدِيُّ بْنُ مَيْمُوْنٍ، عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ يَعْقُوْبَ، عَنِ الْحَسَنِ بْنِ سَعْدٍ، قَالَ رَبِيْعٌ فِيْ حَدِيْثِهٖ، مَوْلَى الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ، عَنْ رَبَاحٍ، قَالَ: اَتَيْتُ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ فَقَالَ: (اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَضٰى اَنَّ الْوَلَدَ لِلْفِرَاشِ) .

✧✧ رباح بیان کرتے ہیں' میں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ انہوں نے بتایا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فیصلہ دیا ہے: بچہ شوہر کا ہوگا۔

**401**-حَدَّثَنَا يُوْنُسُ، قَالَ: اَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، قَالَ: اَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ (الْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ وَلِلْعَاهِرِ الْحَجَرُ)

✧✧ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: بچہ شوہر کا ہوگا اور زنا کرنے والے کو محرومی ملے گی۔

**402**-حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ خُزَيْمَةَ، قَالَ: ثنا عَلِيُّ بْنُ الْجَعْدِ، قَالَ ثنا شُعْبَةُ، عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ، قَالَ: سَمِعْتُ اَبَا هُرَيْرَةَ يُحَدِّثُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، مِثْلَهٗ

✧✧ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے اس کی مانند حدیث نقل کرتے ہیں۔

**403**-حَدَّثَنَا رَبِيْعٌ الْمُؤَذِّنُ، قَالَ: ثنا اَسَدٌ، ثنا اِسْمَاعِيْلُ بْنُ عَيَّاشٍ، عَنْ شُرَحْبِيْلَ بْنِ مُسْلِمٍ الْخَوْلَانِيِّ، عَنْ اَبِيْ اُمَامَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، مِثْلَهٗ .

✧✧ حضرت ابوامامہ رحمۃ اللہ علیہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے اس کی مانند حدیث نقل کرتے ہیں۔

**404**-حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ بْنُ يَحْيَى الْمُزَنِيُّ، قَالَ: ثنا مُحَمَّدُ بْنُ اِدْرِيْسَ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ يَزِيْدَ، عَنْ اَبِيْهِ، سَمِعَ عُمَرَ يَقُوْلُ (قَضٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْوَلَدِ لِلْفِرَاشِ)

✧✧ عبیداللہ بن ابویزید اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں۔ انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فیصلہ دیا ہے: بچہ شوہر کا ہوگا۔

### ثبوت نسب میں مدت حمل کا فقہی بیان

علامہ علاؤالدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ حمل کی مدت کم سے کم چھ مہینے ہے اور زیادہ سے زیادہ دو سال لہٰذا جو عورت طلاق

رجعی کی عدت میں ہے اور عدت پوری ہونے کا عورت نے اقرار نہ کیا ہو اور بچہ پیدا ہوا تو نسب ثابت ہے اور اگر عدت پوری ہونے کا اقرار کیا اور وہ مدت اتنی ہے کہ اُس میں عدت پوری ہوسکتی ہے اور وقتِ اقرار سے چھ مہینے کے اندر بچہ پیدا ہوا جب بھی نسب ثابت ہے کہ بچہ پیدا ہونے سے معلوم ہوا کہ عورت کا اقرار غلط تھا اور ان دونوں صورتوں میں ولادت سے ثابت ہوا کہ شوہر نے رجعت کر لی ہے جبکہ وقت طلاق سے پورے دو برس یا زیادہ میں بچہ پیدا ہوا اور دو برس سے کم میں پیدا ہوا تو رجعت ثابت نہ ہوئی ممکن ہے کہ طلاق دینے سے پہلے کا حمل ہو اور اگر وقتِ اقرار سے چھ مہینے پر بچہ پیدا ہوا تو نسب ثابت نہیں۔ یونہی طلاقِ بائن یا موت کی عدت پوری ہونے کا عورت نے اقرار کیا اور وقتِ اقرار سے چھ مہینے سے کم میں بچہ پیدا ہوا تو نسب ثابت ہے، ورنہ نہیں۔

جس عورت کو بائن طلاق دی اور وقتِ طلاق سے دو برس کے اندر بچہ پیدا ہوا تو نسب ثابت ہے اور دو برس کے بعد پیدا ہوا تو نہیں مگر جبکہ شوہر اُس بچہ کی نسبت کہے کہ یہ میرا ہے یا ایک بچہ دو برس کے اندر پیدا ہوا دوسرا بعد میں تو دونوں کا نسب ثابت ہو جائے گا۔

("الدر المختار"، کتاب الطلاق، فصل فی ثبوت النسب، ج ۵، ص ۲۳۷، بیروت)

## وقت بیع سے چھ ماہ سے زائد پر جنم دینے کا بیان

اور جب اس نے بیع کے وقت سے چھ ماہ سے زائد میں اور دو سال سے کم مدت میں بچہ جنا تو نسب کے متعلق بائع کا دعویٰ مقبول نہیں ہوگا مگر یہ کہ خریدار اس کی تصدیق کر دے اس لئے کہ ہوسکتا ہے کہ علوق بائع کی ملکیت میں نہ ہوا ہو اور اس حوالے سے جیسا کہ کوئی دلیل موجود نہیں ہے لہٰذا خریدار کی تصدیق ضروری ہے اور جب خریدار نے تصدیق کر دی تو نسب ثابت ہو جائے گا بیع باطل ہو جائے گی اور یہ بچہ آزاد ہوگا اور اس کی ماں بائع کی ام ولد ہوگی جیسا کہ پہلے مسئلہ میں ہے اس لئے کہ بائع اور خریدار نے ایک دوسرے کی تصدیق کر دی ہے اور یہ احتمال تو ہے ہی کہ علوق بائع کی ملکیت میں ہوا ہوگا۔

## مدت حمل سے استدلال رجعت ونسب کا بیان

علامہ علاؤالدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ کس شخص نے اپنی عورت سے کہا اگر تو جنے تو تجھ کو طلاق ہے اُس کے بچہ پیدا ہوا طلاق ہوگئی پھر چھ مہینے یا زیادہ میں دوسرا بچہ پیدا ہوا تو رجعت ہوگئی اگر چہ دوسرا بچہ دو برس سے زیادہ میں پیدا ہوا کہ اکثر مدت حمل دو برس ہے اور اِس صورت میں عدت حیض سے ہے تو ہوسکتا ہے کہ زیادہ زیادہ دنوں کے بعد حیض آیا اور عدت ختم ہونے سے پیشتر شوہر نے وطی کی ہو۔ ہاں اگر عورت عدت گزرنے کا اقرار کر چکی ہو تو مجبوری ہے۔ اور اگر دوسرا بچہ پہلے بچہ سے چھ مہینے سے کم میں پیدا ہوا تو بچہ پیدا ہونے کے بعد رجعت نہیں۔ (درمختار، کتاب طلاق)

## چھ ماہ سے کم مدت میں بچہ جنم دینے پر عدم استیلاد کا بیان

جب بچہ فوت گیا اور بائع نے اس کے نسب کا دعویٰ کر دیا جبکہ باندی نے اس کو چھ ماہ سے کم مدت میں جنا ہو تو ماں میں استیلاد ثابت نہیں ہوگا اس لئے کہ وہ بچہ تابع ہے اور موت کے بعد اس کا نسب ثابت نہیں ہوا اس لئے کہ موت کے بعد نسب کے ثبوت کی ضرورت ہی نہیں رہی لہٰذا استیلاد کو اس کے تابع نہیں کیا جائے گا اور جب ماں مرگئی اور بائع نے نسب کا دعویٰ کر دیا اور ماں نے چھ ماہ

سے کم میں وہ بچہ جنا تھا تو بچے میں نسب ثابت ہو جائے گا اور بائع اس کو لے لے گا اس لئے کہ نسب کے معاملے میں ولد ہی اصل ہے لہٰذا تبع کا فوت ہونا اس کے لئے نقصان دے نہیں ہے اور ولد اس وجہ سے اصل ہے کہ ماں اس کی طرف منسوب کی جاتی ہے اور اس کو ام ولد بولا جاتا ہے اور وہ ماں اسی ولد سے حریت حاصل کرتی ہے لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ اس باندی کو اس کے بچے نے آزاد کردیا اور ماں کے لئے حریت کا حق ثابت ہوتا ہے جب کہ بچے کے لئے حریت کی حقیقت ثابت ہوتی ہے اور ادنی اعلی کا تابع ہوتا ہے۔

حضرت امام اعظم کے نزدیک بائع پورا ثمن واپس کرے گا جبکہ صاحبین فرماتے ہیں کہ صرف لڑکے کے حصے کا ثمن واپس کرے گا اور ماں کے حصے کا ثمن واپس نہیں کرے گا اس لئے کہ یہ واضح ہوگیا کہ اس نے اپنی ام ولد کو بیچا ہے جبکہ امام اعظم کے نزدیک عقد اور غصب میں ام ولد کی مالیت متقوم نہیں ہے لہٰذا خریدار اس کا ضامن نہیں ہوگا اور صاحبین کے نزدیک خریدار اس کی مالیت کا ضامن ہوگا۔

## دو شرکاء کا دعویٰ نسب کرنے کا بیان

جب دونوں شریکوں نے مل کر اکٹھا دعویٰ کیا تو دونوں سے اس کا نسب ثابت ہو جائے گا اس صورت میں کہ جب وہ باندی دونوں کی ملکیت میں حاملہ ہوئی ہو حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ کہ قیافہ شناس کے قول کی طرف رجوع کیا جائے گا کیونکہ یہ جانتے ہوئے کہ ایک بچہ دو نطفوں سے پیدا نہیں ہوسکتا تو ایک بچے کا نسب دو لوگوں سے ثابت کرنا ناممکن ہے پھر بھی ہم نے مشابہت پر عمل اور حضرت اسامہ کے متعلق ایک قیافہ شناس کے قول پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم خوش ہوئے تھے۔ ہماری دلیل یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا وہ مکتوب گرامی ہے جو اس واقعہ میں آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت شریح کو لکھا تھا دونوں شرکاء نے معاملہ ملا دیا تھا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم بھی ان پر حکم مبہم کردو اور جب وہ معاملہ واضح کردیں تو تم بھی ان پر حکم واضح کردینا اور وہ ان دونوں کا بچہ ہوگا اور ان دونوں کا وارث ہوگا اور یہ دونوں شریک اس کے وارث ہوں گے اور ان میں سے جو زندہ رہ گیا اسے اس کی میراث ملے گی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ مکتوب گرامی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی موجودگی میں صادر ہوا تھا اور حضرت علی کرم اللہ وجهه سے بھی اسی طرح مروی ہے اس لئے کہ جب وہ سبب استحقاق میں برابر کے وارث ہیں تو استحقاق میں بھی وہ دونوں برابر کے وارث ہوں گے اور نصب کی اگرچہ جزیں نہیں ہوتی اسکے باوجود بھی کچھ ایسے احکام متعلق ہوتے ہیں جن میں جزیں ہوسکتی ہیں اس لئے جو حکم تجزی کو قبول کرے گا وہ ان کے حق میں متجزی ہو کر ثابت ہو جائے گا اور جو حکم تجزی قبول نہیں کرے گا وہ ان میں سے ہر ایک کے حق میں پورے طریقے سے اس طرح ثابت ہوگا کہ دوسرا اس کے ساتھ نہیں تھا لیکن جب شریکین میں سے ایک دوسرے کا باپ ہو یا ایک مسلمان اور دوسرا ذمی ہو تو ان میں اس بچے کا باپ ہونے میں مسلمان ذمی سے زیادہ راجح ہوگا اس لئے کہ مسلمان کے حق میں مرجح موجود ہے اور وہ اسلام ہے اور باپ کے حق میں بھی مرجح موجود ہے اور وہ بچے کے حصے میں اس کا حق ہے۔ اور حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ کی بیان کردہ حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خوش ہونا اس وجہ سے ہے کہ کفار حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کے نسب میں طعن کرتے تھے اور قیافہ شناس کا قول ان کے طعنے کو ختم کر رہا تھا اس لئے آپ صلی

اللہ علیہ وسلم اس سے خوش ہوئے تھے۔ اور وہ باندی ان دونوں کی ام ولد ہوگی کیونکہ ان میں سے ہر ایک کا دعویٰ بچے کے متعلق اپنے حق میں درست ہے اسی وجہ سے باندی میں ہر شریک کا حصہ اپنے بچے کے تابع ہو کر اس شریک کا ام لد ہو جائے گا اور ان میں سے ہر شریک پر آدھا عقر واجب ہوگا تا کہ وہ بدل ہو جائے اس چیز کا جو ایک شریک کا دوسرے پر لازم ہے اور وہ بچہ ان دونوں شریکوں میں سے ہر ایک سے اتنا حصہ پائے گا جتنا کامل بیٹے کو دیا جاتا ہے کیونکہ ان میں سے ہر ایک اس کے کامل باپ کی میراث کا اقرار کیا تھا اور یہ اقرار ہر ایک شریک کے حق میں حجت ہے۔ اور یہ دونوں شریک اس بچے سے ایک باپ کی میراث پائیں گے کیونکہ دونوں سبب میں برابر ہیں جس طرح اس صورت میں جب دونوں نے بینہ پیش کر دیا ہو۔

## تَحْقِيقُ الْمَسْئَلَةِ مسئلہ کی تحقیق

قَالَ اَبُوْ جَعْفَرٍ: فَذَهَبَ قَوْمٌ اِلٰى اَنَّ الرَّجُلَ، اِذَا نَفٰى وَلَدَ امْرَاَتِهٖ، لَمْ يَنْتَفِ بِهٖ، وَلَمْ يُلَاعِنْ بِهٖ،

امام ابوجعفر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: کچھ حضرات اس بات کے قائل ہیں کہ جب کوئی شخص اپنی بیوی کے بچے کی نفی کر دے تو وہ نہ تو اس کی نفی کر سکتا ہے اور نہ ہی وہ اس کے ساتھ لعان کرے گا۔

وَاحْتَجُّوْا فِىْ ذٰلِكَ بِمَا رَوَيْنَاهُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِىْ هٰذَا الْبَابِ وَقَالُوْا: فَالْفِرَاشُ يُوْجِبُ حَقَّ الْوَلَدِ، فِىْ ثَبَاتِ نَسَبِهٖ مِنَ الزَّوْجِ وَالْمَرْاَةِ فَلَيْسَ لَهُمَا اِخْرَاجُهُ مِنْهُ لِلِعَانٍ وَّلَا غَيْرِهٖ.

انہوں نے اس بارے میں وہ حدیث دلیل کے طور پر پیش کی ہے جسے ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے اس باب کے آغاز میں نقل کر چکے ہیں۔ یہ حضرات یہ کہتے ہیں کہ شوہر ہونا بچے کے حق کو واجب کر دیتا ہے جو اس بچے کے نسب کو عورت کے شوہر سے ثابت کرتا ہے تو ان دونوں کو یہ حق نہیں ہوگا کہ وہ لعان یا کسی اور وجہ سے اسے اس نسب سے باہر کر دیں۔

وَخَالَفَهُمْ فِىْ ذٰلِكَ اٰخَرُوْنَ، فَقَالُوْا: بَلْ يُلَاعِنُ بِهٖ، وَيَنْتَفِىْ نَسَبُهٗ وَيَلْزَمُ اُمَّهٗ، وَذٰلِكَ اِذَا كَانَ لَمْ يُقِرَّ بِهٖ، وَلَمْ يَكُنْ مِنْهُ مَا حُكْمُهٗ حُكْمُ الْاِقْرَارِ وَلَمْ يَتَطَاوَلْ ذٰلِكَ

دیگر حضرات نے اس بارے میں ان کی مخالفت کی ہے وہ یہ کہتے ہیں: بلکہ اس وجہ سے لعان کیا جا سکتا ہے کہ اس بچے کے نسب کی نفی ہو جائے گی اور وہ اپنی والدہ کے ساتھ لاحق ہوگا اور یہ اس وقت ہوگا جب وہ شخص اس کا اقرار نہ کرے اور اس کی طرف سے وہ صورتحال نہ ہو جس کا حکم اقرار کا حکم ہوتا ہے اور اس کو زیادہ زمانہ بھی نہ گزر چکا ہو۔

**405**-وَاحْتَجُّوْا فِىْ ذٰلِكَ بِمَا حَدَّثَنَا يُوْنُسُ، قَالَ: اَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ اَنَّ مَالِكًا حَدَّثَهٗ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ (اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَّقَ بَيْنَ الْمُتَلَاعِنَيْنِ، وَاَلْزَمَ الْوَلَدَ اُمَّهٗ).

انہوں نے اس بارے میں اس حدیث کو دلیل کے طور پر پیش کیا ہے جو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے منقول ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے لعان کرنے والوں کے درمیان علیحدگی کروادی تھی اور عورت کے بچے کو اس کی ماں کی طرف منسوب کیا تھا۔

قَالُوْا: فَهٰذِهٖ سُنَّةٌ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ نَعْلَمْ شَيْئًا عَارَضَهَا وَلَا نَسَخَهَا. فَعَلِمْنَا بِهَا اَنَّ قَوْلَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (اَلْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ) لَا يَنْفِىْ اَنْ يَّكُوْنَ اللِّعَانُ بِهٖ وَاجِبًا، اِذَا نُفِىَ، اِذْ كَانَ

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ فَعَلَ ذٰلِكَ، وَاَجْمَعَ اَصْحَابُهُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ مِنْ بَعْدِهٖ، عَلٰى مَا حَكَمُوْا فِيْ مِيْرَاثِ ابْنِ الْمُلَاعَنَةِ، فَجَعَلُوْهُ لَا اَبَ لَهٗ، وَجَعَلُوْهُ مِنْ قَوْمِ اُمِّهٖ وَاَخْرَجُوْهُ مِنْ قَوْمِ الْمُلَاعِنِ بِهٖ.

ثُمَّ اتَّفَقَ عَلٰى ذٰلِكَ تَابِعُوْهُمْ مِنْ بَعْدِهِمْ، ثُمَّ لَمْ يَزَلِ النَّاسُ عَلٰى ذٰلِكَ اِلٰى اَنْ شَذَّ هٰذَا الْمُخَالِفُ لَهُمْ، فَالْقَوْلُ - عِنْدَنَا - فِيْ ذٰلِكَ عَلٰى مَا فَعَلَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَصْحَابُهٗ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ مِنْ بَعْدِهٖ وَتَابِعُوْهُمْ مِنْ بَعْدِهِمْ عَلٰى مَا قَدْ ذَكَرْنَاهُ

وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ، وَاَبِيْ يُوْسُفَ، وَمُحَمَّدٍ، رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِمْ اَجْمَعِيْنَ.

یہ حضرات یہ کہتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کی سنت سے یہ بات ثابت ہے اور ہمیں کوئی ایسا علم نہیں ہے کہ اس کے مقابلے میں کوئی اور حدیث موجود ہو اور کسی نے اس کو منسوخ کر دیا ہو تو ہمیں اس حدیث کے ذریعے نبی اکرم ﷺ کے اس فرمان کا پتہ چلا کہ بچہ شوہر کا ہوتا ہے۔ یہ اس بات کی نفی نہیں کرتی کہ اس کی وجہ سے لعان واجب ہو جاتا ہے جب اس کی نفی کی گئی ہو جبکہ نبی اکرم ﷺ نے خود بھی ایسا کیا ہے اور آپ کے بعد آپ کے اصحاب نے اس بات پر اتفاق کیا ہے۔ ان حضرات نے لعان کرنے والی عورت کے بیٹے کی وراثت میں یہ حکم دیا ہے کہ اس کے باپ کو کچھ نہیں ملے گا۔ انہوں نے اسے بچے کی ماں کی قوم کو دیا ہے اور لعان کرنے والے مرد کی قوم سے اس حصے کو نکال دیا ہے۔ اس کے بعد آنے والے تابعین نے اس بات پر اتفاق کیا ہے اور اس کے بعد لوگوں کا بھی یہی موقف رہا ہے۔ تاہم شاذ و نادر اس سے کسی نے اختلاف کیا ہو اس لیے اس بارے میں ہمارے نزدیک حکم وہی ہے جو نبی اکرم ﷺ نے آپ کے صحابہ اکرم نے اور ان کے بعد آنے والے تابعین نے بیان کیا ہے۔ اس کو ہم اس سے پہلے نقل کر چکے ہیں۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی ان سب پر رحمت ہو۔

## نسب کے مؤثر ہونے کا بیان

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جیسے سونے چاندی کی مختلف کانیں ہوتی ہیں یونہی آدمیوں کی ہیں، اور رگ خفیہ اپنا کام کرتی ہے، اور برا ادب بری رگ کی طرح ہے۔

(المسند لاحمد بن حنبل، ج ۲، ص ۵۳۹، اتحاف السادۃ، از امام زبیدی، ج ۱، ص ۷۲)

## زانی کیلئے نسب ثابت نہ ہونے میں فقہی مذاہب

مسلم شریف میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (بچہ بستر والے (یعنی خاوند) کا ہے اور زانی کے لیے پتھر ہیں)۔

امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ اس کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں: عاھر زانی کو کہتے ہیں، زانی کے لیے پتھر ہیں کا معنی یہ ہے کہ: اسے ذلت و رسوائی ملے گی اور بچے میں اس کا کوئی حق نہیں۔

اور عرب عادتاً یہ کہتے تھے کہ اس کے لیے پتھر ہیں، اور اس سے وہ معنی یہ لیتے تھے کہ اس سوائے ذلت ورسوائی کے اور کچھ نہیں ملے گا۔

زنا سے بچے کا نسب ثابت نہیں ہوتا۔ مندرجہ بالا حدیث (بچہ بستر والے کا اور زانی کے لیے پتھر ہیں) کی بنا پر فقہاء کا کہنا ہے کہ ولد زنا کا نسب ثابت نہیں ہوتا، یعنی زنا سے پیدا شدہ بچے کا نسب ثابت نہیں ہوگا اور نہ ہی اسے زانی سے ملحق کیا جائے گا۔

## ولد زنا کے عدم نسب میں فقہاء کرام کے اقوال

اول: حافظ ابن حزم الظاہری رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (زانی کے لیے پتھر ہیں) کے الفاظ کہہ کر زانی سے اولاد کی نفی کر دی ہے، تو زانی پر حد ہے اور بچے کا الحاق زانی کے ساتھ نہیں کیا جائے گا بلکہ اگر عورت بچہ جنتی ہے تو اسے ماں کے ساتھ ہی ملحق کیا جائے گا مرد کی طرف نہیں۔

اور اسی طرح وہ اپنی ماں کا اور ماں اس کی وارث ہوگی اس لیے کہ لعان میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بچہ عورت سے ملحق کیا اور مرد سے اس کی نفی کر دی۔

دوم: فقہ مالکیہ میں ہے کہ: زانی کا پانی فاسد ہے اس لیے بچہ اس کی طرف ملحق نہیں ہوگا۔

سوم: فقہ حنفی میں ہے کہ: ایک شخص یہ اقرار کرتا ہے کہ اس نے آزاد عورت کے ساتھ زنا کیا اور یہ بچہ اس کے زنا سے پیدا شدہ ہے اور عورت بھی اس کی تصدیق کر دے تو پھر بھی نسب ان دونوں میں سے کسی ایک کے ساتھ ثابت نہیں ہوگا، اس لیے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: (بچہ بستر والے (خاوند) کے لیے ہے اور زانی کے لیے پتھر ہیں) تو یہاں پر فراش اور بستر تو زانی کا ہے ہی نہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے زانی کا حصہ تو صرف پتھر قرار دیے ہیں، تو اس حدیث میں مراد یہ ہے کہ نسب میں زانی کا کوئی حصہ نہیں۔

## زنا سے پیدا شدہ بچے کا الحاق زانیہ عورت سے ہوگا

جیسا کہ ہم اوپر بیان کر چکے ہیں کہ ولد زنا کا الحاق زانی سے نہیں ہوسکتا بلکہ جس زانی عورت نے اسے جنا ہے اس کے ساتھ ہی اس کا الحاق ہوگا، امام سرخسی علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب "المبسوط" میں ذکر کیا ہے کہ کسی مرد نے یہ اعتراف کیا کہ اس نے آزاد عورت سے زنا کیا اور یہ اس کے زنا کا بیٹا ہے اور عورت نے بھی اس کی تصدیق کر دی تو نسب اس سے ثابت نہیں ہوتا اس لیے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: (بچہ بستر والے کا ہے اور زانی کے لیے پتھر ہیں) اور زانی کا بستر نہیں۔ اور اگر اسی دائی نے اس کی ولادت کی گواہی دے دی تو اس کی وجہ سے بچے کا عورت کے ساتھ نسب ثابت ہوگا لیکن مرد سے نہیں۔

عورت کے ساتھ نسب کا ثبوت تو بچے کی ولادت ہے جو کہ دائی کی گواہی سے ظاہر ہوا ہے، اس لیے کہ عورت سے بچے کو علیحدہ نہیں کیا جا سکتا لہٰذا عورت سے بچے کا نسب ثابت ہو گیا۔

## زانی مرد کا زانیہ عورت سے شادی کرنا اور بچے کے نسب میں اس کی اثر اندازی

فقہ حنفیہ کی کتاب فتاوی ہندیہ میں میں ہے کہ: اگر کسی نے عورت سے زنا کیا تو وہ حاملہ ہوگئی پھر اس نے اسی عورت سے شادی کرلی تو اس نے اگر تو چھ یا چھ سے زیادہ ماہ کی مدت میں بچا جنا تو اس سے بچے کا نسب ثابت ہو جائے گا، اور اگر چھ ماہ سے قبل پیدائش ہو جائے تو پھر نسب ثابت نہیں ہوگا۔

لیکن اگر وہ اس کا اعتراف کرے کہ وہ بچہ اس کا بیٹا ہے اور یہ نہ کہے کہ وہ بچہ زنا سے پیدا ہوا ہے، لیکن اگر اس نے یہ کہا کہ وہ میرے زنا سے ہی پیدا ہوا ہے تو اس طرح نہ تو نسب ثابت ہوگا اور نہ ہی وہ اس کا وارث بنے گا۔

اوعلامہ ابن قدامہ رحمۃ اللہ تعالیٰ نے "المغنی" میں ذکر کیا ہے کہ جمہور علماء کے قول کے مطابق لعان کرنے والی عورت کے بچے کو لعان کرنے والا جب اپنے خاندان میں ملانا چاہے تو اسے اس کے ساتھ ہی ملحق کیا جائے گا، لیکن ولد زنا کو زانی سے ملحق نہیں جائے گا، یعنی جب زانی ولد زنا کو اپنے ساتھ ملانا چاہے تو اسے زانی کے ساتھ ملحق نہیں کیا جائے گا۔

علامہ قاضی عیاض علیہ الرحمہ مالکی کہتے ہیں کہ جاہلیت میں عادت تھی کہ زنا سے نسب کا الحاق کیا جاتا تھا، اور وہ لوگ زنا کے لیے لونڈیاں کرائے پر حاصل کرتے تھے اور ماں جس کا اعتراف کر لیتی بچہ اس کی طرف منسوب کر دیا جاتا، اور اسلام نے آ کر اسے باطل قرار دیا اور بچے کو شرعی بستر والے کی طرف منسوب کر دیا، اور جب عبد بن زمعہ اور سعد بن ابی وقاص کا آپس میں تنازع پیدا ہوا اور سعد رضی اللہ عنہ نے اپنے بھائی عتبہ کی وصیت پر دور جاہلیت کے طریقہ پر عمل کرنا چاہا اور انہیں اسلام میں اس کے باطل ہونے کا علم نہ ہوا اور نہ ہی جاہلیت میں اس کی نسبت عتبہ کی طرف ہوسکی یا تو اس کا سبب عدم دعوی تھا، یا پھر بچے کی ماں نے عتبہ کا ہونے کا اعتراف نہ کیا، اور عبد بن زمعہ نے یہ دلیل لی کہ وہ اس کے باپ کے بستر پر پیدا ہوا ہے تو رسول کریم صلی اللہ علیہ نے اسی کے حق میں فیصلہ دے دیا۔

علامہ ابن قدامہ حنبلی علیہ الرحمہ کہتے ہیں' اور وہ سب اس پر جمع ہیں کہ جب بچہ کسی آدمی کے بستر پر پیدا ہوا اور دوسرا شخص اس کا دعوی کرے کہ وہ بچہ میرا ہے تو وہ اس کی طرف ملحق نہیں ہوگا۔ (المغنی (6/228)

محمد لیاقت علی رضوی بن محمد صادق
چک ستیکا بہاولنگر